

اردو ترجمہ  
میں  
در مختار  
الموسم بک

غائب الاوطار

جلد سوم

سید اہل مکین  
الکتاب منزل  
پاکستان چھاپکالی

نام کتاب \_\_\_\_\_ غایب الاوطان

جلد \_\_\_\_\_ سوم

مترجم \_\_\_\_\_ مولانا خرم علی و مولانا احسن صدیقی

طابع \_\_\_\_\_ حاجی محمد زکی عفی عنہ

مطبع \_\_\_\_\_ ایجوکیشنل پریس کراچی

ضخامت \_\_\_\_\_ ۵۷۲ صفحات

تعداد \_\_\_\_\_ چھ سو

سند طباعت \_\_\_\_\_ ۱۳۹۹ھ

قیمت \_\_\_\_\_ /- روپے

ناشر \_\_\_\_\_

ایچ۔ ایم۔ سعید کمپنی

ادبے منزل - پاکستان سے چوک  
کراچی

# فہرست مضامین در مختار ترجمہ اردو جلد سوم

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
۱۶۹	باب المتفرقات	۲۰	عرض ناظر	۱
۱۸۲	باب الصرف	۲۱	فہرست مضامین	۲
۱۹۵	کتاب الكفالة	۲۲	کتاب البيوع	۳
۲۲۱	باب كفالة الرجلين	۲۳	ف حقیقت خلو ۱۲	۴
۲۲۵	کتاب الحوالة	۲۳	باب خيار الشرط	۵
۲۳۲	کتاب القضاء	۲۵	ف جا کر مال تین دن سے زیادہ مدت پر لینا جائز نہیں	۶
۲۴۲	باب التکیم	۲۶	باب خيار الرؤية	۷
۲۶۶	باب کتاب القاضی الی القاضی وغیره	۲۷	باب خيار العيب	۸
۲۹۹	کتاب الشهادة	۲۸	باب البيع الفاسد	۹
۳۱۷	باب القبول وعدمه	۲۹	ف بیع اشیا منعی الاصل الخ	۱۰
۳۲۲	باب الاختلاف فی الشهادات	۳۰	ف ذکر بیع بشرط	۱۱
۳۲۹	باب الشهادات علی الشهادات	۳۱	احکام بیع فاسد	۱۲
۳۵۳	باب الرجوع عن الشهادات	۳۲	ف عدم انتقال حرمت مال حق الخ	۱۳
۳۶۱	کتاب الوكالة	۳۳	باب الاقالة	۱۴
۳۶۷	باب الوكالة بالبیع والشراء	۳۴	باب المراجعة والتولية	۱۵
۳۸۲	باب الوكالة بالمفوضة والقبض	۳۵	باب الربوا	۱۶
			تجدید عرض طول طریق دار	۱۷
			باب الاستحقاق	۱۸
			باب السلم	۱۹

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
۵۰۴	باب المضارب الذی يضارب	۴۶	باب عزل الوکیل	۳۶
۵۱۸	کتاب الایداع	۴۷	کتاب الدعوی	۳۷
۵۳۴	کتاب العاریة	۴۸	باب التحالف	۳۸
۵۳۴	کتاب الهبة	۴۸	باب دعوی الرطبین	۳۹
۵۵۱	ف مشاء کا بیہ درہن وغیرہ	۴۹	باب دعوی النسب	۴۰
۵۵۳	ف اولاد کو عطا دینے میں کمی زیادتی مکر وہ ہے	۵۰	کتاب الاقرار	۴۱
۵۵۵	باب الرجوع فی الهبة	۵۱	باب الاستثناء	۴۲
۵۷۱	خاتمہ طبع	۵۲	باب اقرار المریض	۴۳
			کتاب الصلح	۴۴
			کتاب المضاربة	۴۵

تَمَّتْ بِالْخَيْرِ





# کتاب البیوع



یہ کتاب ہے انواع بیع کے احکام میں لما فرغ من حقوق اللہ العبادات والعقوبات شرع فی حقوق العباد المعاملات جب کہ ماتن نے حقوق اللہ سے جو عبادات اور عقوبات تھے فراغت پائی تو اب حقوق العباد یعنی معاملات کا بیان شروع کیا مترجم کتاب بجا الرأی میں ہے کہ مشروعات چار قسم پر ہیں ۱ حقوق اللہ خالصہ ۲ حقوق العباد خالصہ ۳ وہ جس میں دونوں حق مجتمع ہیں لیکن حق اللہ غالب ہے ۴ وہ جس میں دونوں حق مختلف ہیں مگر حق العباد غالب ہے سوا اول حقوق اللہ مذکور ہوئے یعنی صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور صیام اور حج اس واسطے کہ جن اور انس کی خلقت سے یہی مقصود ہے اس کے بعد معاملات شروع ہوئے ان میں ابتدا نکاح سے ہوئی اس واسطے کہ اس میں معنی عبادات کا شمول ہے انتہی تو اس سے معلوم ہوا کہ اول معاملات نکاح ہے اور شارح کی تقریر سے ثابت ہوا کہ اول معاملات بیع ہے لیکن بجا الرأی کا قول ظاہر تر ہے پنا نچہ فتح القدر میں تصریح ہے کہ ابتدا معاملات بیع سے نہیں بلکہ لقطہ اور لقیطہ اور مفقودہ اور شرکت کا معاملات میں داخل ہونا غیر مخفی ہے و مناسبتہ للوقوف ازالۃ الملك لكن لا الی مالک ہذا ایہ فکانا کبسیط و مرکب اور مناسبت بیع کی وقف سے ازالۃ ملک ہے لیکن وقف میں بعد ازالۃ ملک کے کسی مالک کی طرف سے ملک راجع نہیں ہے اور یہاں یعنی بیع میں مالک کی طرف راجع ہوتی ہے یعنی ازالۃ ملک بائع سے مشتری کی ملک ثابت ہے تو گویا وقف اور بیع بسیط اور مرکب کے مانند ہوئے ہم کتاب ہے اور بسیط مقدم ہوتا ہے وجود میں مرکب پر لہذا تعلیم میں بھی مقدم ہوا بیع کو مرکب کا ماند کہا اس واسطے کہ بیع فی الحقیقت مرکب نہیں اس واسطے کہ ازالہ اور اعتباری ہے تو اس سے ترکیب متحقق نہیں ہو سکتی وجع لکونہ باعتبار کل من البیع والمبیع والتمن الزواعار بعة نافذ موقوف فاسد باطل ومقایضہ صرف سلم بیع مطلق و مرا بجز تولیۃ و ضیوعہ مساومتہ اور مصنف بیع کو بصیغہ جمع لایا بسبب ہونے بیع کے باعتبار ہر ایک بیع اول بیع اور ثمن کے چار قسم نافذ موقوف فاسد باطل اور مقایضہ صرف سلم بیع مطلق اور مرا بجز تولیۃ و ضیوعہ مساومتہ ہم کتاب ہے یعنی لفظ بیع کا ہر چند مصدر ہے اور مصدر تثنیہ اور جمع نہیں ہوتا لیکن مصنف نے جو صیغہ جمع کا ذکر کیا ہے تو باعتبار انواع بیع اور بیع اور ثمن کے سو بیع چار قسم سے خالی نہیں یا مقید ملک ہے فی الحال وہ نافذ ہے یا مقید ملک عند الاجارۃ وہ موقوف ہے یا مقید ملک عند القبض ہے وہ فاسد ہے یا مقید ملک اصلاً نہیں وہ باطل ہے اور بیع یا عین ہے یا دین یہ بھی چار احتمال سے خالی نہیں یا بیع العین یا عین ہے وہ مقایضہ ہے یا بیع الدین بالدین ہے وہ صرف ہے اور مراد دین سے یہاں نقدین ہیں یعنی سونا چاندی یا بیع الدین بالعین ہے وہ سلم ہے یا بیع العین بالدین ہے وہ بیع مطلق ہے اور بیع قسم اکثر خلق میں رائج ہے اور عند الاطلاق یہی متبادہ ہوتی ہے لہذا اس کو بیع مطلق کہا اور یہاں دین سے وہ مراد ہے جو نقد اور نسیئہ دونوں کو شامل ہے

اور بیع باعتبار ثمن کے چار حال سے خالی نہیں یا بیع ثمن اول سے زائد ہے تو وہ مراہج ہے یا ثمن اول کے برابر ہے وہ تولیہ ہے یا ثمن اول سے کمتر ہے وہ وضیعیہ ہے یا بیع اس ثمن پر ہے جس پر بائع اور مشتری کا اتفاق ہو گیا بلا التفات ثمن اول وہ مساومہ ہے اور وجہ ثانی بحقیقت بیع کی ہے کہ مصدر کو معنی مفعول لیجیے تو اب بیع کے مانند بیع کو بھی بصیغہ جمع مذکر کتابی ہوگا ہولعۃ مقابله شئی بشئی مالا اولاً بدلیل وشرطہ ثمن جس بیع لغت میں عبارت ہے ایک چیز کے مبادلہ سے دوسری چیز کے ساتھ خواہ وہ چیز مال ہو یا نہ ہو بدلیل کلام ربانی کے اور یوسف کے بھائیوں نے یوسف کو بیچا ناقص ثمن سے ہم کہتا ہے چونکہ یوسف علیہ السلام آزاد تھے اطلاق مال کا ان پر نہیں ہو سکتا تو معلوم ہوا کہ بیع لغوی میں مبادلہ مال کا مال سے شرط نہیں لیکن فخر الاسلام نے کہا کہ بیع لغت میں عبارت ہے تملیک المال بالمال سے اور اصطلاح شرع میں بھی اسی طرح ہے اور اسی طرح لفظ شراہ اور اشتراہ اور ابتیاع بھی تملیک مذکور سے عبارت ہے اور الفاظ مذکورہ باعتبار حقیقت لغت کے بائع اور مشتری کے فعل پر بطریق اشتراک واقع ہوتے ہیں مگر عرف میں لفظ بیع کا بائع کو اور لفظ شراہ اور اشتراہ اور ابتیاع مشتری کیلئے مفعول ہے انتہی حضرت یوسف علیہ السلام کو بھائیوں نے ۲۲ یا ۲۳ درم کو بیچا تھا اور جس نے خرید کیا تھا اس نے عزیز مصر کے ہاتھ ۲۰ دینار کو بیچا تھا کذا فی الطحاوی و ہومن الاضداد اور لفظ بیع کا منجملہ اضداد ہے یعنی خرید اور فروخت دونوں میں مستعمل ہوتا ہے شراہ کے لفظ کے مانند و لتعمل متعدیا و بمن للتاکید وباللام یقال بعثک الشئ و بعثتک فحی زائدۃ قالہ ابن القطاع اور لفظ بیع کا متعدی مستعمل ہوتا ہے دو مفعولوں کے ساتھ اور من کے ساتھ تاکید کے واسطے یا لام کے ساتھ مستعمل ہوتا ہے عرب بولتے ہیں (بعثک الشئ و بعثتک) تو لام زائد ہے ایسا کچھ کہا ہے ابن قطاع نے و باع علیہ القاضی اسے بلا رضاه اور بولتے ہیں باع علیہ القاضی یعنی قاضی نے اس کا مال بدون اس کی رضامندی کے بیچ لیا ہم کہتا ہے شارح نے اشارہ کیا کہ لفظ بیع بحرف علی بھی متعدی ہوتا ہے اور عدم رضا علی کے لفظ سے مانور ہوتی کہ مفید عام اختیار ہے و شرعاً مبادلہ شئی مرغوب فیہ مثلاً خراج غیر مرغوب کتراب و میتہ و دم اور شرع میں بیع عبارت ہے باہم بدلنے سے ایک مرغوب چیز کو ویسی ہی دوسری مرغوب چیز سے تو مرغوب کی قید سے غیر مرغوب چیز بیع کی تعریف سے نکل گئی چنانچہ مٹی اور مردہ اور خون ہم کہتا ہے یہ تعریف اجارہ اور نکاح پر بھی صادق آتی ہے اس واسطے کہ ان میں بھی مبادلہ ہے مرغوب کا مرغوب سے اور مردہ دونوں و بوجہ مخصوص کی قید سے نہیں نکل سکتیں اس واسطے کہ وہ مخصوص سے ایجاب اور قبول مراد ہے یا تعاطی طحاوی نے کہا بہتر تعریف کنز کی ہے یہ مبادلہ المال بالمال بالتراضی یعنی مال کو مال سے بدلنا رضاء عاقدین یہ حقیقت ہے بیع کی اور رغبت کا مفہوم خود مال میں داخل ہے اس واسطے کہ بکار ائق میں ہے کہ مال وہ ہے جس کی طرف طبیعت مائل ہو اور اس کا رکھ چھوڑنا حاجت کے وقت کی واسطے ممکن ہو اور مالیت ثابت ہوتی ہے سب آدمیوں کے تمول سے یا بعض آدمیوں کے تقوم سے اور تقوم ثابت ہوتا ہے مالیت سے اور شرعاً اس کی اباحت انتفاع ہے سو جو چیز مباح الانتفاع ہو بدون تمول کے وہ مال نہیں چنانچہ گیسوں کا ایک دانہ اور چیز لوگوں کے نزدیک مال ہو لیکن اس سے مفادہ لینا مباح نہ ہو وہ مال متقوم نہیں چنانچہ شراب اور جب کہ دونوں امر یعنی تمول اور اباحت نہ ہوں تو دونوں میں سے ایک بھی ثابت نہ ہوگا چنانچہ خون کہ نہ اس کو مال کہتے ہیں نہ متقوم بولتے ہیں علی وجہ مقید مخصوص اسے با ایجاب او تعاط مبادلہ مذکورہ ایسی وجہ مخصوص پر ہو جو مقید ہو و بوجہ مخصوص سے مراد ایجاب ہے یا تعاطی ہم کہتا ہے طحاوی نے کہا ایجاب مع القبول مراد ہے اور اگر فقط ایجاب مراد لیجیے تو تبرع من الجانبین بیع میں داخل ہو جائے اس واسطے کہ فقط ایجاب اس میں بھی ہوتا ہے فخرج التبرع من الجانبین تو تبرع من الجانبین یعنی باہم ایک دوسرے کو بلا عرفی طریق احسان کے دینا نکل گیا ہم کہتا ہے طحاوی نے کہا ظاہر قول شارح اس پر دلالت کتاب ہے کہ تبرع من الجانبین مبادلہ میں داخل ہے اور وجہ مخصوص کی قید سے نکل گیا حالانکہ ایسا نہیں بلکہ تبرع بہر ابتدائی ہے ہر جانب سے تو اگر شارح تبرع کو مبادلہ پر متفرع کرتا تو کچھ اشکال تھا

اور یہ بشرط عوض و جہ مخصوص سے نکل گیا اگرچہ مبادلہ میں داخل نہ تھا والہبتہ بشرط العوض اور نکل گیا و جہ مخصوص سے بہ بشرط عوض کے ہم کتاب ہے کہ یہ بالعوض اگرچہ باعتبار ابتدا کے بیع نہیں لیکن نظر انتہا کے بیع ہے و خرج بمقید مالا یقید فلا یصح بیع درہم بدرہم استویا و زنا و صفتہ اور مقید کی قید سے غیر مقید نکل گئی تو صحیح نہیں لیکن بیع درہم کی درہم سے جو کہ وزن اور صفت میں برابر ہیں ہم کتاب ہے اور ایک درہم کا وزن دوسرے سے کم یا زیادہ ہے تو فاسد ہے بسبب بیاج کے نہ بسبب عدم فائدے کے اور اگر باوجود برابری وزن کے صفت مختلف ہے چنانچہ ایک سفید ہے اور دوسرا سیاہ تو ظاہر آبیح جائز ہے بسبب فائدے کے کذا فی الطحاوی ولا مقالیفۃ احد الشریکین حصۃ دارہ بخصۃ الآخر ہم کتاب صحیح نہیں بدلنا اور مجرا کر لینا ایک شریک کا گھر کے حصے کو دوسرے شریک کے حصے سے کذا فی الصبر فیہ یعنی ایک گھر کے دو شریک ہیں اور دونوں حصے برابر ہیں سوان کا مبادلہ صحیح نہیں اس واسطے کہ اس میں کچھ فائدہ نہیں والا اجارۃ السکنے بالسکنے اشباہ اور زنا اجارہ ایک گھر کے سکنے کا دوسرے گھر کے سکنے سے صحیح ہے کذا فی الاشباہ اس واسطے کہ منفعت معدوم ہے تو بیع جنس ہم جنس سے بطریق نیکی ہوئی اور وہ جائز نہیں کذا فی الطحاوی عن ابی السعود و یقول فاعل اما القول فالایجاب والقبول و ہما کنہ اور بیع ہوتی ہے قول اور فعل سے قول تو ایجاب اور قبول ہے اور یہ دونوں بیع کے رکن ہیں ہم کتاب ہے فتح القدر میں ہے کہ رکن بیع ایجاب اور قبول ہیں جو تناول پر دلالت کرتے ہوں یا جو چیز کہ قائم مقام ہو ایجاب اور قبول کے یعنی تعاطی تو رکن بیع وہ فعل ہے جو تبادلہ ملکین کی رضامندی پر دال ہو قول ہو یا فعل بشرط اہلیۃ المتعاقدین اور شرط بیع کی اہلیت ہے بائع اور مشتری کی ہم کتاب ہے شرط بیع کی عاقدین میں تیز اور وہ ولدیت ہے جو ثابت ہے ملک یا وکالت یا وصیت یا قرابت یا غیر ذلک سے تو بیع مجنون اور صبی غیر عاقل کی منعقد نہیں اور جو بیع اور اس کے اثر کو سمجھتا ہو تو اس کی بیع منعقد ہے اور شرط بیع کی متعد متعاقدین ہے تو اگر ایک شخص بائع اور مشتری دونوں کا وکیل ہو اس کی بیع منعقد نہ ہوگی مگر باپ اور قاضی اور وصی کی اور شرط ہے متعاقدین میں کہ ایک دوسرے کا کلام سنے اور اگر ایک عاقد عدم سماع کا دعویٰ کرے باوجودیکہ وہ ہر انہیں اور تمام اہل مجلس نے اس کو سنا تو اس کی تصدیق نہ ہوگی کذا فی السنہ الطحاوی نے کہا کہ شرط بیع کے بجز الرائق میں چھتہ شمار کیے ہیں جس کا جی چاہے اس کو دیکھے و محلہ المال اور محل بیع کا مال ہے ہم کتاب ہے بیع میں شرط یہ ہے کہ مال مقوم شرعاً مقدرہً تسلیم ہونی الحال یا ثانی الحال تو مال کی قید سے نہ یعنی آزاد نکل گیا اور تقوم سے خمر اور خمریہ خارج ہو گیا مسلم کے حق میں اور مقدرہً تسلیم کی قید سے غلام گرنیہ اور مسلم کی بیع نکل گئی کذا فی السنہ الطحاوی نے کہا کہ بیع میں یہ شرط ہے کہ مملوک ہو بیع کے وقت اور ملک ثابت ہوتی ہے استیلا علی المباح سے اور بیع وغیرہ اور میراث اور وصیت سے و حکم ثبوت اللذک اور حکم اس کا یعنی بیع کا اثر مرتب ثبوت ملک ہے بائع ثمن کا مالک ہو جاتا ہے اور مشتری بیع کا اگر بیع نافذ ہو اور اگر بیع موقوف ہوگی تو بعد اجازت کے ملک ثابت ہوگی ہم کتاب ہے ثبوت ملک بیع کا حکم اصلی ہے اور اس کا حکم تابع تسلیم بیع اور ثمن ہے اور جاریہ کا وجوب استبرام مشتری پر اور مالک ہونا اس کی استمتاع کا اور ثابت ہونا شفعہ کا اگر بیع زمین ہو اور ثابت ہونا عتق کا اگر بیع محرم ہو مشتری کا و حکمتہ نظام بقاء المعاش و العالم اور جو بیع کی حکمت نظام ہے بقاء معاش انسان اور عالم کا ہم کتاب ہے انسان ما جتمعتہ طعام اور لباس اور مکان کا تو اگر تحصیل طعام کے واسطے کھیت کا جو تنا پھر اس میں بیج بونا پھر اس کا بیجنا اور حفاظت کرنا پھر کھیت کا کاٹنا اور انداج کا صاف کرنا پھر بیسنا اور خمیر کرنا اور روٹی پکانا ان امور کو بذات خود بالاستقلال کرنا تو آدمی سے ہرگز نہ ہو سکتا و علی بذاتہا تحصیل لباس اور مکان ہیں اس کو بذات خود قدرت نہیں تو ضرور ہوا کہ اسکی ما با را ہوں اس طرح پر کچھ خرید کرے اور کچھ آپ کرے، تو اگر بیع شرعی سبب تملیک بدلین نہ ہوتی تو آدمی بالضرور اپنی شے مطلوب کو یا زبردستی دوسرے سے چھین لیتا یا سوال کرتا یا مبر کر کے مہ جاتا اور ہر احتمال خرابی سے خالی نہیں تو ثابت ہوا کہ بیع کے مشروع کرنے میں بقاء مکلفین محتاجین ہے اور دفع حاجات ہے بطریق انتظام معقول کے کذا فی الفتح و صفتہ مباح مکروہ حرام واجب اوزیح

کی صفت یہ ہے کہ بعضی بیع مباح ہے اور بعضی مکروہ اور بعضی حرام اور بعضی واجب مکتا ہے بیع مباح وہ ہے جو مسلمانوں میں کثیر الوقوع ہے اور مکروہ وہ ہے جو اذان جمعہ کے وقت ہو اور حرام بیع فاسد ہے اور اس کا فسخ کرنا برعایت حتیٰ شرع واجب ہے اور واجب مال یتیم کی بیع ہے جب یتیم کے ہلاک ہونے کا خوف ہو عدم نفقہ کے سبب سے یا نحو اس کے مال تلف ہونے کا خوف ہو کذا فی الطحاوی و ثبوتہ بالکتاب والسنة والاجماع والقیاس اور ثبوت بیع کا قرآن اور حدیث اور اجماع اور قیاس سے ہے مکتا ہے قرآن میں ارشاد ہوا (واعل اللہ البیع وحرم الربو) یعنی اللہ نے بیع کو حلال کیا اور بیع کو حرام فرمایا اور حدیث قولی اور تقریری سے جو از بیع کتب حدیث میں بہ کثرت ثابت ہے اور امت کا اجماع جو از بیع پر مستغنی ہے بیان سے اور قیاس سے مستغنی یہاں قیاس شرعی مراد نہیں اس واسطے کہ یہاں مقیس اور مقیس علیہ نہیں بلکہ استحسان عقلی مراد ہے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ بیع امور ضروریہ سے ہے جس سے نبی آدم اپنی معاش میں مستغنی نہیں ہو سکتے فالایجاب ہو ما یدکر اولاً من کلام احد المتعاقدين فالقبول ما یدکر ثانیاً من الآخر سواء کان بعثت او اشتریت سولایجاب وہ ہے جو بائع اور مشتری کا پہلا قول مذکور ہو تو اس سے معلوم ہو گیا کہ قبول اس کا نام ہے جو دوسرا کلام دوسرے شخص کا مذکور ہو خواہ لفظ بعثت کا ہو خواہ اشتریت کا مکتا ہے اگر بائع نے اول یوں کہا کہ میں نے بیچا اور پھر مشتری نے کہا میں نے مول لیا تو بائع کا قول ایجاب ہے اور مشتری کا قول قبول ہے اور اگر مشتری نے اول یوں کہا کہ میں نے مول لیا اور پھر بائع نے کہا میں نے بیچا تو مشتری کا قول ایجاب ہے اور بائع کا قول قبول فتح القدر میں ہے کہ لغت میں ایجاب یعنی اثبات ہے مطلقاً اور یہاں اثبات فعل خاص سے مراد ہے جو رضائے اولیٰ پر دلالت کرے خواہ بائع سے واقع ہو خواہ مشتری سے اور قبول عبارت ہے اثبات فعل ثانی سے تو اثبات ثانی کا نام قبول رکھا تاکہ اثبات اول سے ممتاز ہو جائے الدال علی التراضی قید بہ اقتداء بالآیۃ ویانا للبیع الشرعی ولذالم یلزم بیع المکرہ وان انعقد ولم یعقد لہزل احد المرضا بکلمہ معہ ہذا ایجاب اول کلام اول کا نام ہے جو باہم کی رضامندی پر دلالت کرے مصنف نے تراضی کی قید لگائی آیت قرآنی کی پیروی سے اور بیع شرعی کے بیان کرنے کے واسطے ولذا مکرہ کی بیع لازم نہیں ہوتی اگر یہ منعقد ہو جاتی ہے اور خوش طبعی کے ساتھ بیع منعقد نہیں ہوتی اور اسطے کہ بیع کے حکم پر رضامندی نہیں خوش طبعی کے ساتھ اس کو دریافت کرے مکتا ہے بہتر یہ تھا کہ مصنف الدال علی الرضا مکتا اس واسطے کہ تراضی ہوتی ہے دونوں کی جانب رضامندی سے سو فقط ایجاب سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ قبول کے ساتھ تو کنز کی عبارت بہتر ہے (ہو مبادلۃ المال بالمال بالتراضی) اور قرآن مجید میں تراضی یوں ارشاد فرمائی (الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم) شارح کا کلام اس کا مقتضی ہے کہ مکرہ کی بیع صحیح موقوف ہے فقہوں کی بیع کے مانند اور حالانکہ ایسا نہیں بلکہ بجز الرائق میں مصرح ہے کہ وہ فاسد موقوف ہے رضامندی پر اور منار اور اس کی شرح میں مصرح ہے کہ ہزل یعنی خوش طبعی کے ساتھ بیع منعقد ہو جاتی ہے اس واسطے کہ اہل بیع سے صادر ہوتی ہے عمل بیع میں لیکن سبب عدم رضا بالحکم فاسد ہے تو شارح کا یوں کہنا کہ ہزل کے ساتھ منعقد نہیں ہوتی غیر صحیح ہے کذا فی الطحاوی ویرد علی التعریفین مافی التا تاریخانیہ لوزر بانما علی البیع اور ایجاب قبول دونوں کی تعریفوں پر تارضانیہ کی عبارت کا اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اگر ایجاب اور قبول ساتھ ہی نکلیں تو بیع صحیح ہے یعنی اس صورت میں ایجاب کی قبلیت اور قبول کی بعدیت ثابت نہیں تو مصنف کی دونو تعریفیں مسلم نہ رہیں لکن فی القہستانی لو کا نام عالم بیع کما قالوا فی السلام لیکن قہستانی میں ہے کہ اگر ایجاب اور قبول ساتھ ہی ہوں تو بیع منعقد نہ ہوگی چنانچہ فقہانہ نے سلام میں کہا ہے یعنی اگر سلام اور اس کا جواب ساتھ ہی نکلیں تو جواب ادا نہ ہوگا اعادہ اس کا لازم ہے یہ شارح نے استدراک کر کے تا تاریخانیہ کا جواب دیا لیکن فتاویٰ عالمگیری میں ظہیر یہ سے تا تاریخانیہ کے موافق انعقاد بیع منقول ہے واللہ اعلم و علی الاول مافی الاشباہ مکرار الا ایجاب مطلق الاول الا فی عتق و طلاق علی مال و سببی فی الصلح اور تعریف اول یعنی ایجاب کی تعریف پر اشباہ کی عبارت کا اعتراض وارد ہوتا ہے کہ مکرر لانا ایجاب کا ایجاب اول کا مبطل ہے مگر عتق اور طلاق بعوض مال میں مبطل نہیں اور اس کا ذکر کتاب الصلح میں



اوسے گا تکرار ایجاب کی صورت بیع میں صاحبین کے نزدیک یوں ہے کہ بائع نے کہا کہ میں نے اس کو ہزار درم کی بیجا پھر لولا کہ میں نے اس کو دو سو دینار کو بیجا سو مشتری نے کہا کہ میں نے قبول کیا تو یہ قبول ایجاب ثانی کی طرف راجع ہوگا اور دو سو دینار پر بیع منعقد ہوگی اور اگر اپنے غلام سے مولیٰ نے کہا کہ تو آزاد ہے ہزار درم پر پھر لولا کہ تو آزاد ہے دو سو دینار پر سو غلام نے کہا کہ میں نے قبول کیا تو اس پر دونوں مال لازم ہوں گے اور صلح میں تکرار عقد مذکور ہوگی اور یہاں گفتگو ہے تکرار ایجاب میں اور اسی طرح نظم آئندہ میں خلاصہ اعتراض مذکور ہے کہ جب ایجاب ثانی معتبر ہو اور ایجاب اول باطل ہوگی تو ایجاب ثانی پر اولیت صادق نہ آئی اور اس کا جواب یوں ممکن ہے کہ اول سے مراد یہ ہے کہ قبول پر مقدم ہوا اگر نسبت غیر قبول ثانی ہو یا یوں کہ یہ ایجاب اول تھا تو کالعدم ہو گیا تو ایجاب ثانی گویا اول ہو گیا کذا فی الطحاوی و فی المنظومۃ المحیبتہ

وکل عقد بعد عقد جردا فابطل الثانی لانه سدی فالصلح بعد الصلح ضحی باطلا کذا النکاح ما عدى مسائل منها الشرا بعد الشرا صحوا کذا کفالات علی ما صرحوا اذا المراد صاحب فی الحقیق منها اذا زیادة التوافق

اور منظومہ مجیبہ میں ہے اور جو عقد بعد عقد کے مجدد ہو اسو عقد ثانی کو باطل جان اس واسطے کہ وہ مہمل اور بے فائدہ تو صلح بعد صلح کے باطل ہے اسی طرح نکاح بعد نکاح کے باطل ہے یعنی دوسرے نکاح سے مہر ہی لازم نہیں آتا مگر چند مسائل میں عقد ثانی باطل نہیں ہوتا ازل جملہ خرید بعد خرید کو علمانی صحیح کہا ہے اسی طرح کفالت بعد کفالت کے باطل نہیں بموجب تفریح علماء کرام کے اس واسطے کہ عقد محقق میں اس وقت یعنی در صورت اعادہ عقد زیادتی اعتماد مراد ہے یعنی دوسری بار ضمانت لینا ضامن سے یا اہیل سے اور پہلی قیمت پر دوبارہ عقد بیع سے زیادتی وثوق مقصود ہے لہذا باطل نہیں وہا عبارتہ عن کل لفظین ینبئان عن معنی التملک والتملیک ما ینبئان کبعت و اشتریت او حالین کفزار علی لم یقرنا بسوف والین کا بیعک فیقول اشتریہ او احد ہما ماضی والاخر حال اور ایجاب اور قبول عبارت ہے ان دونوں لفظوں سے جو غیر کے مالک کرنے اور اپنے مالک ہونے پر دلالت کریں خواہ دونوں لفظیں ماضی کی ہوں چنانچہ بعت و اشتریت یعنی میں نے بیجا اور میں نے مول لیا یا دونوں لفظیں حال کی ہوں جیسے لغت عرب میں دو لفظ مضارع کے جن سے سوف اور سین متصل نہیں چنانچہ بیعک یعنی میں تیرے ہاتھ بیچتا ہوں تو مشتری کے اشتریہ یعنی میں اس کو لیتا ہوں یا ایک لفظ ماضی کا ہو اور دوسرا حال کا بشرط نیت ایجاب فی الحال کے کذا فی المنع م شرح زیلعی میں ہے کہ بیع منعقد ہوتی ہے ہر ایک اس لفظ سے جو تحقیق اور اثبات پر دلالت کرے چنانچہ میں نے بیجا اور خرید کیا یا میں راضی ہوا یا اس کو لیا بوض اتنے کے اور برہان میں ہے یا بائع نے کہا کہ کھانے کو بوض درم کے پھر مخاطب نے طعام مذکور کھایا تو بیع تمام ہوگی اور کھانا اس کا سلال ہے اور اگر بائع نے کہا کہ میں نے یہ گھر یا یہ غلام تجھ کو ہبہ کیا بوض اس تیرے کپڑے کے تو یہ بیع بالاجماع صحیح ہے اور حاشیہ سری الدین میں ہے بائع نے کہا کہ جب تو مجھ کو اس کی قیمت دے تو میں نے اس کو تیرے ہاتھ بیجا پھر مخاطب نے اسی مجلس میں قیمت ادا کی تو بیع صحیح ہے بطریق استحسان کے بائع نے کہا وہ تیرے واسطے ہے اگر تجھ کو پسند آوے یا اچھی معلوم ہو یا تیرا جی چاہے اور مخاطب نے کہا کہ مجھ کو پسند آئی یا اچھی معلوم ہوئی یا میرے دل نے خواہش کی تو جائز ہے بجز الرأق میں ہے تو معلوم ہوا کہ بیع کسی لفظ پر مخصوص نہیں بلکہ جب معنی تملیک اور تملک حاصل ہوں گے حکم بیع کا ثابت ہوگا بخلاف طلاق اور عتاق کے کہ ان میں معنی معتبر نہیں ان میں تو وہ الفاظ معتبر ہیں جو طلاق اور عتاق کے واسطے صراحتہ یا کنایتہ موضوع ہیں اور جب کہ بائع نے ایجاب میں مخاطب کی طرف خطاب کیا تو قبول میں خطاب کرنا شرط نہیں اور اگر بائع نے یوں کہا کہ میں نے اس کو تیرے ہاتھ اتنے پر بیجا اور مشتری نے کہا میں نے قبول کیا اور یوں نہ کہا کہ میں نے تجھ سے قبول کیا تو صحیح ہے کذا فی الطحاوی و لکن لا یحتاج الا اول الی نیت بخلاف الثانی فان نوى بالایجاب للحال صح علی الاصح والا لا

الا اذا استعملوه للحال كما بل خوارزم فکا لما ضی کا بیعک الآن لمتحفه للحال ولیکن اول یعنی جب کہ ایجاب اور قبول بصیغہ ماضی ہو تو ثبوت بیع کے واسطے نیت کی کچھ حاجت نہیں بخلاف ثانی کے یعنی جب کہ ایجاب اور قبول بہ لفظ مضارع ہو تو نیت کی حاجت ہے سو اگر صیغہ مضارع سے ایجاب حال کی نیت کی نہ استقبال کی تو صحیح ہے۔ بنا بر قول اصح کے اور اگر حال کی نیت نہ کی بلکہ استقبال کی نیت کی یا کچھ نیت نہ کی تو بیع صحیح نہیں مگر جب کہ لوگ صیغہ مضارع کو فقط حال کے واسطے استعمال کرتے ہوں چنانچہ اہل خوارزم تو اب مضارع ماضی کے مانند ہے عدم اشتراط نیت میں اور ایک الآن کے مانند ہے یعنی تیرے ہاتھ اب بیچتا ہوں اس واسطے کہ یہ محض حال کے واسطے ہے ہم قول اصح کے مخالف وہ قول جو محیط اور شرح قدوری اور تحریر میں کہ بیع بصیغہ حال صحیح نہیں کذا فی الطحاوی چونکہ لغت عربی و فارسی میں حال اور استقبال کا ایک ہی صیغہ ہے جس کو مضارع کہتے ہیں لہذا اس کے استعمال میں نیت حال کی حاجت ہوتی بخلاف لغت ہند کے کہ اس میں حال کا صیغہ جدا ہے چنانچہ بیچتا ہوں اور مول لیتا ہوں اور استقبال کا صیغہ جدا چنانچہ بیچوں گا اور مول لوں گا تو اہل ہند کو نیت مذکورہ کی کچھ حاجت نہیں واما المتحفن للاستقبال فکا لامر لایصح اصلا الامرا اذا دل علی الحال کخذہ بکذا فقال اخذت اور ضیت صح بطریق الاقتضاء فلیحفظ اور جو صیغہ مضارع کا محض استقبال کے واسطے ہے یعنی جس پر سون اور سین ہے تو وہ امر کے مانند ہے اس سے بیع اصلا صحیح نہیں مگر صیغہ امر کا جب حال پر دلالت کرے چنانچہ بائع کا یوں کہنا کہ اس کو اتنے پر لے اور مشتری نے کہا کہ میں نے لیا یا میں راضی ہو گیا تو بیع صحیح ہے بطریق اقتضا کے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے ہم شربلایہ میں ہے کہ بلفظ امر بیع منعقد نہیں ہوتی اس طرح پر کہ مشتری نے بائع سے کہا میرے ہاتھ اس کپڑے کو بیچ اتنی قیمت پر اور بائع نے کہا کہ میں نے بیچا یا بائع نے یوں کہا کہ مجھ سے اس غلام کو خرید کر اتنی قیمت پر اور مشتری نے کہا کہ میں خرید گیا تو بیع منعقد نہ ہوگی جیسے لفظ استقبال سے منعقد نہیں ہوتی چنانچہ بائع کا یوں کہنا کہ میں اس کو تیرے ہاتھ بیچوں گا اور مشتری کا یوں قبول کرنا کہ میں نے مول لیا اتنی بخرالائق میں کہا کہ خذہ بکذا مستدعی ہے سابقیت بیع کا یعنی خرید یہ لفظ بھی صیغہ امر ہے لیکن خصوصیت مادہ یعنی امر بالانہ مستدعی ہے سابقیت بیع کا ماضی کے مانند لیکن استدعائے ماضی سابقیت کو باعتبار وضوح کے ہے اور استدعاء خذہ کا بطریق اقتضا کے اتنی اور تقدیر کلام یوں ہے لکن خذہ یعنی اس کو میں نے تیرے ہاتھ بیچا سو اس کو لے کذا فی الجلی بندوستان میں اکثر یہی رواج ہے کہ ایجاب یا قبول بصیغہ امر ہوتا ہے مثلاً مشتری کہتا ہے بائع سے کہ اس کو اتنی قیمت پر بیچ بائع کہتا ہے کہ میں نے بیچا یا یوں بولا کہ اچھا اس کلام سے بیع ثابت نہیں ہوتی تا وقتیکہ مشتری پھر یوں نہ کہے کہ میں نے قبول کیا تاکہ ایجاب اور قبول دونوں بلفظ ماضی ہو جائیں ہاں اگر بلا لفظ قبول بلفظ ماضی بائع مشتری کو بیع دے گا اور مشتری بائع کو قیمت دے گا تو البتہ بیع تمام ہوگی بسبب تعاطی کے بسبب ایجاب اور قبول لفظی کے چنانچہ اکثر ایسا ہی ہوتا ہے و لیسح اصنافہ الی عضو لیسح اصنافہ العتق الیہ کو جو وفرج والا لکنظر و لیسح اور صحیح ہے اصناف بیع لوندی با غلام کی اس عضو کی طرف جس کی طرف اصناف عتق کی صحیح ہے چنانچہ منہ اور شرمگاہ اور نہیں تو نہیں یعنی جس عضو کی طرف اصناف عتق صحیح نہیں اس کی طرف اصناف بیع کی بھی صحیح نہیں چنانچہ پیٹھ اور بیٹ یعنی اگر مثلاً بائع کہے کہ اس غلام کا منہ بیچا تو بیع صحیح ہے اور اگر کہے گا کہ اس کا پیٹ بیچا تو صحیح نہیں وکل ما دل علی معنی بیعت و اشتریت نحو قد فعلت و عم و مات ائمن و مولک او عبدک او فداک او خذہ قبول اور جو لفظ کہ دلالت کرے بیعت اور اشتریت کے معنی پر باندا اس قول کے کہ مقرر میں نے کیا اور ہاں اور قیمت کو لا اور وہ تیرا ہے یا تیرا غلام ہے یا تجھ پر فدا ہے یا اس کو لے یہ سب الفاظ قبول ہیں ہم فتاوی عالمگیری میں جو اہر اخلاطی سے منقول ہے کہ ایک شخص نے غیر سے کہا کہ میں نے تیرا غلام ہزار درم کو خرید کیا تو بائع نے کہا قد فعلت یعنی میں نے یہ فعل کیا یا بولا کہ قیمت دی تو دونوں صورتوں میں بیع صحیح ہے بقول اصح لہذا تحریر کردی میں ہے کہ مشتری نے کہا کہ میں نے یہ غلام اتنے کو مول لیا اور بائع نے کہا کہ وہ تیرا ہے یا تیرا غلام ہے یا تجھ پر فدا ہے تو بیع تمام ہوگئی

لکن فی الوالوجیۃ ان بالباع فقبل المشتري نعم لم یعتقد لانه لیس تحقیق ولبکسہ صح لانہ جواب لیکن ولو ابیحہ میں ہے کہ اگر بائع نے ایجاب کی ابتدا کی سو مشتری نے بیع قبول کی ہاں کہہ کے تو بیع منعقد نہ ہوگی اس واسطے کہ وہ تحقیق اور اثبات نہیں اور بالعکس اس کے یعنی اگر مشتری نے ابتدا و کلام کی اور بائع نے بیع قبول کی ہاں کہہ کر تو صحیح ہے اس واسطے کہ وہ جواب ہے وفی القیدۃ نعم بعد الاستفہام کس بعثتی بکذا بیع ان نقد الثمن لان النقد دلیل تحقیق ولو قال بعته فبلغ یا فلان فبلغ غیرہ جاز فلیحفظ اور قیدہ میں ہے کہ ہاں کہنا بعد استفہام کے مانند اس قول کے کہ کیا تو نے مجھ کو بیچا بوجہ اتنے درم کے بیع ہے اگر ثمن نقد دے اس واسطے کہ نقد تحقیق کی دلیل ہے اور اگر بائع نے کہا کہ میں نے اس کو بیچا سو اسے فلا نے اس کو خبر کر دے سو غیر مخاطب نے اس کو خبر کر دی تو جائز ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے ولا یتوقف شرط العقد اے ابیہ علی قبول غائب فلو قال بعث فلانا الغائب فقبل لم یعتقد اتفاقا الا اذا کان بکتا بہ اور ساتھ فی معتبر مجلس بلوغنا اور موقوف الصحتہ نہیں بیع کے اندر ایجاب شخص غائب کے قبول کرنے پر یعنی ایجاب باطل ہے تو اگر بائع نے کہا کہ میں نے فلا نے غائب کے ہاتھ بیع کی پھر اس شخص کو ایجاب مذکور کی خبر پہنچی بلا کتابت و رسالت اور اس نے بیع قبول کی تو منعقد نہ ہوگی بالاتفاق مگر جب کہ ایجاب مذکور اس کو بائع کے لکھنے یا کلام بھیجنے سے پہنچا تو قبول معتبر ہوگا بلوغ کتابت یا رسالت کی مجلس میں م بکذا فی الہدایۃ و صدر الشریعۃ کمالا یتوقف فی النکاح علی الاظہر خلافا للثانی فلا الرجوع لانہ عقد معاوضۃ بخلاف الخلع والعق علی مال حیث یتوقف اتفاقا فلا رجوع لانہ یلین نہایہ چنانچہ باطل ہے ایجاب نکاح میں در صورت قبول غائب بنا بر قول اظہر کے بخلاف ابو یوسف کے تو ایجاب کرنے والے کو ایجاب سے رجوع کرنا جائز ہے اس واسطے کہ بیع یا نکاح عقد معاوضہ ہے بخلاف خلع اور عتق بوجہ مال کے کہ ان میں ایجاب شخص غائب کے قبول پر موقوف ہے باتفاق تو ایجاب کرنے والے کو خلع اور عتق میں رجوع کرنا جائز نہیں اس واسطے کہ یمن ہے یعنی تعلیق بالشرط ہے کذا فی النہایۃ ہم طحاوی نے کہا یہ مطلب نہیں کہ ایجاب کرنے والے کو قبل قبول غائب کے رجوع جائز ہے اس واسطے کہ جب ایجاب باطل ٹھہرا تو رجوع بے معنی ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ موجب قبول ماضی کے رجوع کذا درست ہے واما الفعل فالتعاطی و ہوا تناول قاموس فی خصیس و نفیس خلافا للکفری اور وہ فعل جس سے بیع ثابت ہوتی ہے وہ تعاطی ہے اور تعاطی عبارت ہے تناول سے کذا فی القاموس یعنی ماہم دینا کہ بائع مشتری کو بیع دے اور مشتری بائع کو قیمت دے بلا ایجاب و قبول لفظی خواہ تعاطی ذیل چیز میں ہو خواہ عمدہ میں بخلاف کفری کے یعنی ان کے نزدیک بیع منعقد نہیں ہوتی مگر ذلیل چیز کی تعاطی میں نہ عمدہ کا ہم نفیس عبارت ہے بیش قیمت سے اور بعضوں نے کہا کہ جس کی قیمت دس درم یا زیادہ ہو وہ نفیس ہے اور اس سے کم قیمت خصیس ہے بحر الرائق میں کہا کہ یہاں اطلاق ہی محمد ہے کذا فی الطحاوی ہدایہ میں ہے کہ بیع کا منعقد ہونا تعاطی سے صحیح ہے فتح القدر میں کہا وجہ صحت یہ ہے کہ طرفین کی رہنمائی پر دلالت کرنا یہ سب کو شامل ہے یعنی بیع قولی اور فعلی کو اجناس ناطفی میں ہے کہ مشتری نے بائع سے کہا کہ اتنے گھون کتنے کو بیچتا ہے اس نے کہا ایک درم کو مشتری نے کہا اتنے جدا کر دے سو اس نے اتنے جدا کر دیے تو یہ بیع ہوگئی اور اسی طرح اگر قصاب سے کہا اور اس نے گوشت تول دیا اور حالانکہ وہ ساکت ہے تو وہ بیع ہوگئی یہاں تک کہ اگر مشتری ثمن دینے اور گوشت لینے سے یا قصاب گوشت دینے سے انکار کرے گا تو قاضی دونوں سے زبردستی دلاوے گا انتہی مافی الفتح ملخصا ولو التعاطی من احد الجانبین علی الاصح فتح و بہ نفی فیض تعاطی سے بیع منعقد ہوتی ہے اگرچہ تعاطی ایک ہی جانب سے ہو بنا بر قول اصح کے کذا فی الفتح اور اسی کا فتویٰ ہے کذا فی الفیض ہم فتح القدر میں ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ بیع تعاطی میں فیض بدین شرط ہے یا ایک ہی بدل کا فیض کرنا کافی ہے صحیح قول ثانی ہے اس واسطے کہ امام محمد نے تصریح کی ہے کہ بیع تعاطی فیض احد البدین سے ثابت ہوتی ہے اور ثمن احد بیع کو شامل ہے انتہی طحاوی نے کہا صورت اس کی یہ ہے کہ بائع اور مشتری ثمن پر متفق ہوں پھر مشتری بائع

کی رضامندی سے بیع لے کر بلا دفع ثمن چلا جائے یا مشتری ثمن دے کر بلا تسلیم بیع چلا جائے بشرطیکہ بیع موجود اور معلوم ہو تو بیع لازم ہوگی بقول صحیح اذا لم یصرح معہ مع التعاطی بعد ارضاء فلو دفع الدراہم واخذ الباطین والباع ليقول لا اعطيها بهالم منعقد تعاطی سے بیع منعقد ہوتی ہے جب کہ تعاطی کے ساتھ عدم رضا کی تصریح نہ ہوئی ہو تو اگر مشتری در اہم دیتے اور خرید بوزے لیے اور حالانکہ بائع کہتا ہے کہ میں ان کو اس قیمت پر نہ دوں گا تو بیع منعقد نہ ہوگی کما لو کان بعد عقد فاسد خلاصہ و بزازیہ و صرح فی البحر بان الایجاب والقبول بعد عقد فاسد لا یعقد بہما البیع قبل متارکہ الفاسد ففی بیع التعاطی بلا دے و علیہ فیحمل ما فی الخلاصہ وغیرہ علی ذلک چنانچہ بیع التعاطی منعقد نہیں ہوتی اگر پہلے عقد فاسد کے بعد ہو کہ ذی الخلاصہ و بزازیہ اور بحر الرائق میں تصریح کی ہے کہ ایجاب اور قبول سے عقد فاسد کے بعد بیع منعقد نہیں ہوتی قبل متارکہ فاسد کے تو بیع التعاطی میں بطریق اولیٰ بدون چھوڑنے فاسد کے بیع منعقد نہ ہوگی اور بنا برتصریح بحر الرائق کے جو خلاصہ وغیرہ میں ہے وہ اسی پر محمول ہے ہم یعنی خلاصہ کا اطلاق عدم انعقاد عدم متارکہ پر محمول ہے طحاوی نے کہا جموی نے اپنی شرح میں خلاصہ سے یوں نقل کیا ہے کہ بیع التعاطی میں یہ بھی ضروری ہے کہ عقد فاسد یا باطل کے بعد نہ ہو اور اگر بعد فاسد یا باطل کے ہوگی تو قبل متارکہ منعقد نہ ہوگی اس واسطے کہ بیع سابق پر اس کی بنا ہے انتہی یعنی تصریح قید متارکہ خود خلاصہ میں موجود ہے تو بحر الرائق سے تفسیر کا ثابت کرنا کیا ضروری ہے اور جموی کی طرح نہر الفائق میں بھی خلاصہ کی روایت منقول ہے وتمام فی الاشیاء من الفوائد اذا بطل المتضمن بطل المتضمن والمبني علی الفاسد فاسد اور عدم انعقاد بیع التعاطی قبل المتارکہ کا اسی قبضہ کے قواعد کے تحت میں مذکور ہے کہ جب متضمن بالکسر باطل ہو تو متضمن بالفتح بھی باطل ہوگا اور اس قاعدے کے تحت میں کہ جس کی بنا فاسد پر ہوئی وہ خود فاسد ہے یعنی جب بیع اول باطل یا فاسد ہوئی تو بیع ثانی کا قبضہ بھی باطل یا فاسد ہوگا وقیل لا بد فی التعاطی من الاعطاء من الجانبین وعلیہ الاکثر قال الطرسوسی واختاره البرزازی وافتی بہ الحلوانی واکتفی بالکرمانی بتسلیم البیع مع بیان الثمن فتمثلتہ اقوال وقد علمت المفتی بد اور قول ضعیف یہ ہے کہ بیع التعاطی میں اعطاء جانبین یعنی بائع اور مشتری دونوں کا دینا ضروری ہے طرسوسی نے کہا اسی قول پر اکثر علماء ہیں اور اسی قول کو برزازی نے پسند کیا ہے اور اس کا حلوانی نے فتویٰ دیا ہے اور کرمانی نے اکتفا کیا ہے بیع کی تسلیم پر بیان ثمن کے ساتھ تو اس میں متفق ہوئے تین قول اور تو معلوم کر چکا قول مفتی بہ کو م قول اول یہ ہے کہ ایک کا دینا کافی ہے خواہ بائع بیع کو دے خواہ مشتری ثمن کو قول ثانی یہ ہے کہ تعاطی میں دونوں کا دینا ضروری ہے اور تیسرا قول مفصل کرمانی کا ہے کہ فقط بیع کا دینا بیان ثمن کے ساتھ کافی ہے اور منشا اس اختلاف کا امام محمد کا کلام ہے کہ بعضی جگہ تفسیر تعاطی میں اعطاء جانبین ذکر کیا تو اس سے بعضی سمجھے کہ اعطاء جانبین شرط ہے اور بعضی مقام میں اعطاء احد الجانبین مذکور کیا تو بعضی سمجھے کہ ایک کا دینا کافی ہے اور بعضی مکان میں تسلیم بیع کا بیان کیا تو بعضی یہ سمجھے کہ تسلیم ثمن کافی نہیں بلکہ اعطاء احد الجانبین کافی ہے اور یہی قول مفتی بہ ہے کہ ذی الخلاصہ و بزازیہ و بحر الرائق میں شرح ملتقی صحت الاقوال والا جارة والصراف بالتعاطی فلیحفظ اور ہم نے تحریر کی ہے شرح ملتقی میں صحت الاقوال اور اجارہ اور صرف کی تعاطی سے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے کہ تعاطی کی تاثیر فقط بیع میں خاص نہیں م شرح ملتقی میں صحت الاقوال احد الجانبین کی تعاطی سے بروایت بزازیہ اور اجارہ کے صحت عمادیہ سے اور صرف کی نہر الفائق سے منقول ہے فروع مسائل ملحقہ شارح کے ما یستجرہ الانسان من البیاع اذا حاسب علی اثمانہا بعد استهلاكها جاز استحصاناً جو چیزیں آدمی لیتا ہے بائع سے یعنی بدون انعقاد بیع کے جب کہ بائع اس کے ان چیزوں کے ثمن کا محاسبہ کرے بعد ان کے استهلاك اور خرچ کر ڈالنے کے تو بطور استحصان کے یہ ہائز ہے بحر الرائق میں ہے کہ معقود علیہ کی شرائط سے یہ ہے کہ موجود ہو تو بیع معدوم کی منعقد نہ ہوگی لیکن اس قاعدے سے وہ مسئلہ مستثنیٰ ہے جو قبضہ میں ہے کہ جن چیزوں کی بقال

سے بدوں بیع کے لینے کی عادت ہے علی وجہ الفرج یعنی بطور اچاپت کے چنانچہ مسواور تک اور سیل اگر ان کو خرید کرے بعد منعدم ہونے کے تو صحیح ہے انتہی تو یہاں معدوم کی بیع جائز معشری کذا فی الطحاوی بیع البرائت التی یکتبھا الدیوان علی العمال لالیح بخلاف بیع حظوظ الامتہ لان مال الوقف قائم ثم ولا کلاک ہنا اشباہ وقینہ ومفادہ انہ یجوز للمستحق بیع خبزہ قبل قبضہ من المشرف بخلاف الجندی بحر و تعقبہ فی النہر بیچنا تنخواہ کی ان چٹھیوں کا جن کو متصد یا ن دفتر عالموں پر لکھ دیتے ہیں صحیح بخلاف آئمہ مساجد کے حقوق کے کہ ان کی بیع صحیح ہے اس واسطے کہ وقف کا مال وہاں قائم اور موجود ہے اور ویسا نہیں ہے یہاں لینے عمال سلطانی کے پاس مال کا موجود ہونا ہر وقت ضرور نہیں بلکہ ملک کی آمدنی پر موقوف ہے کذا فی الاشباہ والقینہ اس تعلیل سے معلوم ہوتا ہے کہ مستحق وقف کو اپنی روٹی بیچنا قبل اس کے کہ تقسیم کرنے والے مشرف سے قبضہ کرے جائز ہے بخلاف لشکری سپاہی کی تنخواہ کے کذا فی البحر اور نہر الفائق میں اس پر اعتراض کیا ہے ہم نہر الفائق میں کہا کہ ظاہر اقیہہ کی روایت ضعیف ہے اس واسطے کہ فقہا کا اس پر اتفاق ہے کہ بیع معدوم کی صحیح نہیں اور اسی طرح غیر مملوک کی اور امام کا حصہ قبل قبضہ کے مملوک نہیں تو اس کی بیع کہاں صحیح ہوگی اور اس کو یاد رکھنا جو ابن وہبان نے کتاب الشرب میں کہا ہے کہ قینہ کی روایت مخالف قواعد کے ہے التفات کے لائق نہیں جب تک کہ دوسرے کی نقل سے اس کی تائید نہ ہو انتہی ملخصا وافتی المصنف بطلان بیع البجائیکہ لمانی الاشباہ بیع الدین انما یجوز من الدیون اور فتویٰ دیا ہے مصنف نے کہ سپاہی کو تنخواہ بیچنا باطل ہے اس واسطے کہ اشباہ میں ہے کہ بیچنا دین کا جائز نہیں مگر دیون سے جائز ہے ہم جاکیہ سپاہی کی ماہواری تنخواہ کو کہتے ہیں جو سلطان یا امیر نے اس کو واسطے بعوض جنگ اور چوکیداری کے مقرر کی ہے تو اگر سپاہی چاہے کہ دو چار مہینے کی پڑھی تنخواہ کو دوسرے کے ہاتھ بیع کرے تو جائز نہیں اس واسطے کہ تنخواہ تو امیر پر بمنزلہ دین کے ہے اور دین کا بیچنا غیر دیون سے جائز نہیں اور دیون سے بیچنے کی صورت یہ ہے کہ کپڑا بیچا بعوض غلام کے سوا یک نے غلام پر قبضہ کیا اور کپڑا دوسرے پر دین باقی رہا سو کپڑا اسی شخص کے ہاتھ بیچا چند درہم معینہ کے عوض تو بیع صحیح ہے اور اگر غیر دیون سے بیچا تو صحیح نہیں ہے اس واسطے کہ یہ بیع ہے منقول کی اس کے مقبوض ہونے سے پہلے اور یہ جائز نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی و فیہا منی الاشباہ لایجوز الاعتیاض عن الحقوق المجردة کحق الشفعة و علی بذالایجوز الاعتیاض عن الوظائف بالاوقاف اور فتاویٰ مصنف اور اشباہ میں ہے کہ جائز نہیں بعوض لینا حقوق مجردہ سے یعنی جو حقوق کہ ملک سے خالی ہیں چنانچہ حق شفعہ اور بموجب اس قاعدے کے جائز نہیں بعوض لینا اوقاف کے وظائف کا ہم وظائف سے مراد امامت اور خطابت اور مؤذنی اور فراشی اور دربانی ہے اشباہ میں ہے کہ حقوق مجردہ سے عوض کرنا جائز نہیں حق مجرد کی قید اس واسطے لگائی کہ حق قصاص اور ملک نکاح اور حق رق کا عوض جائز ہے و فیہا منی آخر بحث تعارض العرف مع اللغۃ المذہب عدم اعتبار العرف الخاص لکن المفتی کثیر باعتبارہ وعلیہ فیفتی بجواز النزول عن الوظائف بجال اور اشباہ کے تعارض عرف اول لغت کے آخر بحث میں ہے کہ ظاہر مذہب یہ ہے کہ عرف خاص کا اعتبار نہیں لیکن بہت علمائے عرف خاص کے اعتبار کرنے کا فتویٰ دیا ہے تو بموجب اس کے فتویٰ دیا جاتا ہے وظائف اوقاف سے کنارہ کرنے کے جواز کا بعوض مال کے ہم یہ قول مخالف نہیں قول سابق سے کہ اعتیاض حقوق مجردہ سے جائز نہیں اس واسطے کہ قول سابق اس پر مبنی ہے کہ عرف خاص معتبر نہیں ظاہر الروایت میں اور یہ قول متفرع ہے قول مفتی پر یہ کہ عرف خاص معتبر ہے بنائے احکام عرف عام پر ہوتی ہے نہ عرف خاص پر عرف عام سے مراد تعامل عام ہے جو سب لوگوں میں رائج اور مشہور ہو اور عرف خاص سے مراد وہ ہے جو چند لوگوں میں رائج ہو چنانچہ فقہاء میں غلام یہ ہے کہ صحت نزول عن الوظائف بعوض مال قواعد مذہب کے

فت از بقال بطور اچاپت کفتی جائز است و قول قینہ غیر ملتفت الیہ است و در صورت مخالفت قواعد و عدم تقویت بقول غیر اراہ

مخالف ہے لیکن اکثر مشائخ مثل شیخ قاسم اور علامہ عینی نے صحت نزول کا فتویٰ دیا ہے جہنی نے اپنے فتاویٰ میں کہا کہ جواز نزول کے واسطے کوئی اصل معتد نہیں لیکن حکام اور علمائے سبب ضرورت کے اس پر چلتے ہیں اور بعضے علمائے جواز نزول پر اس سے استدلال کیا ہے کہ امام حسینؑ نے معاویہؓ سے نزول عن الخلافہ پر صلح کی اس قدر مال پر جو ہر سال ان کو کافی ہوا اور حالانکہ خلافت اعظم الوظائف ہے کذا فی الطحاوی ملخصاً و بترجمہ خلو الحوائت فلیس لرب الحانوت اخراجہ ولا اجارہ تہا لغیرہ ولو وقفاً اتہی اور بنا بر اعتبار عرف خاص کے فتویٰ ہے خلو دکانین کے لزوم پر تو دو دکانوں کے مالک کو صاحب خلو کا خارج کر دینا جائز نہیں اور نہ دوکان کا اجارہ دینا اس کے سوا کو اگرچہ دوکانیں وقف ہوں اتہی مافی الاشباہ حقیقت خلو یہ ہے کہ دافع دراہم اس منفعوت کا مالک ہو جس کے مقابلے میں اس نے دراہم دیے تو وہ منفعوت عمارت ہو یا غیر عمارت صورت عمارت کی یہ ہے کہ وقف میں مکانات قریب الانہام ہوں تو واقف یا ناظر وقف اس شخص کو بکراہ دے جو مکانات کی تعمیر کرے تو وہ جو کچھ صرف کرے گا سو اس شخص کا خلو ہوگا اور وہ شخص واقف کا شریک ہوگا بقدر زیادت عمارت مثلاً اگر قبل عمارت مکانات کا کرایہ ہر روز ایک دانگ ہو اور بعد تعمیر کے تین دانگ کرایہ ہو جائے تو صاحب خلو دو تہائی میں واقف کا شریک ہوگا بعد اس کے سوا اگر ان مکانات میں پھر تعمیر کی حاجت ہو تو صورت مذکورہ میں واقف پر ایک تہائی صرف لازم ہوگا اور صاحب خلو پر دو تہائی کا اب معلوم کرنا چاہیے کہ جواز خلو میں اختلاف ہے مقدسی حنفی اور اجماعی مالکی اس کو باطل کہتے ہیں اور صاحب اشباہ وغیرہ اس کے جواز اور لزوم کے قائل ہیں اس واسطے کہ اوقاف نامحی میں ہے کہ دکانین بازار کی اراضی جب کہ ان لوگوں کے پاس اجارہ ہو جنہوں نے دوکانوں کو بنایا ہے تو وقف جائز ہے اس واسطے کہ ہم نے ان دوکانوں کو ان کے تصرف میں دیکھا کہ ان کو بیع ڈالتے ہیں اور ان کو میراث لیتے ہیں سلطان ان سے مزاحمت نہیں کرتا ان لوگوں پر تو فقط غلہ اور محصول ہے جو دیا کرتے ہیں یہی عادت جاری ہے متاخرین کی مدتہائے دراز سے انتہی ولہذا ابن نجم نے کہا صاحب دوکان کو اس کا خارج کرنا اور غیر شخص کو اس کا اجارہ دینا جائز نہیں اگرچہ دوکان اصل میں وقف ہو انتہی اور محمد بن بلال حنفی نے جواز خلو میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہے اور صحت خلو کی شرط یہ ہے کہ دراہم مبذولہ جہت وقف میں صرف ہوں سو بالفعل جو وقف کے ناظر دراہم لیتے ہیں اور اپنی ذات پر صرف کرتے ہیں اور دافع دراہم کے واسطے خلو مقرر کرتے ہیں تو یہ خلو صحیح نہیں اور فائدہ خلو کا یہ ہے کہ وہ بمنزلہ ملک کے ہے تو اس پر ملک کے احکام جاری ہوں چنانچہ بیع اور اجارہ اور ہبہ اور رہن اور ادائے دین اور ارث اور وقف اور اگر خلو عمارت اور درخت ہوں تو اس میں حتیٰ شفعہ بھی جاری ہوگا علامہ سموی نے صحت خلو کی تزییح دی ہے اس واسطے کہ اس پر کثرت عمل جاری ہو گیا ہے تمام ممالک میں خصوصاً دیار مصر میں تو اس کی صحت پر اعتماد کرنا چاہیے باز کتاب احب العزیزین اس واسطے کہ حکم بطلان سے تفسیح اموال خلق اور کثرت اختصام بین الانام لازم آتا ہے علی الخصوص جبکہ وہ وقف ہو خیرات اور حسنات پر تو اس کے ابطال سے ابطال خیرات لازم آتا ہے واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی مختصراً فی معین المفتی للصف معرباً لولوا لہیۃ عمارۃ فی ارض بیعت فان بناء او اشجار اجاز اور مصنف کی کتاب معین المفتی میں ہے ولو البیۃ کی طرف نسبت کر کے زمین کی عمارت چھی گئی سوا اگر عمارت بنائے مکان ہے یا درخت ہیں تو بیع جائز ہے ہم یعنی فقط عمارت پر بیع واقع ہوئی بلا ذکر ارض چنانچہ کسی کی عمارت وقف کی زمین میں ہو یا عمارت کی بیع زمین کے ساتھ اس طرح پر کہ عمارت کا ثمن زمین سے جدا مذکور ہوا ہو تو عقد صحیح ہے کیونکہ مکان اور درخت مال ہیں اور ثمن مشتری پر لازم ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وان کرابا وکری انہما رانحہ مالم یکن ذلک بجال ولا بمعنی اللہ یجز اتہی اور اگر عمارت کھو دی ہو تو زمین کے پانہروں کا کھو دنا اور صاف کرنا ہے مٹی وغیرہ سے کہ پانی خوب جاری ہو اور مانند اس کے اس قسم سے کہ جو پھیر نہ خود مال ہے نہ بمعنی مال تو بیع اسکی

فت حقیقت خلو

جائز نہیں انتہی مافی الو لو الجیرتہ ہم جوتے اور صاف کرنے کی مانند زمین ہموار کرنا ہے اونچی نیچ سے اور لامعنی مال سے مراد ارض موقوفہ کا سکنی ہے بطریق خلوک کے کذا فی الطوطاوی قلت و مفادہ ان بیع المسکة لا يجوز و کذا مرہا ولذا اجملوه الآن فراغا کالوظائف فلیعمر انتہی و مذکورہ فی بیع الوفاہ مصنف نے معین المفتی میں کہا اور ولو الجیرتہ کی عبارت کا مفاد یہ ہے کہ بیع مسکہ جائز نہیں اور اسی طرح اس کا رہن جائز نہیں اور اسی واسطے اب علانیے اس کو فراغ قرار دیا ہے یعنی مسکہ کو مسی بغراغ کیا ہے مثل اور متعلقات وقف کے تو اس کی تحریر اور تنقیح کرنی چاہیے انتہی مافی معین المفتی اور قریب ہے کہ ہم اس کو بیع الوفا میں ذکر کریں گے ہم درمختار کے معنیوں کا کلام اس مقام میں مختلف ہے لفظا و معنی طوطاوی نے بیع المسکہ ضبط کیا ہے بحد مہم اور شرح اس کی یوں کی ہے کہ بیع مسکہ یعنی کو پہ غیر نافذہ کے حق مرور کی بیع جائز نہیں اور شیخ ابوالطیب اور شیخ عابد مدنی نے مسکہ باضافت مہم ضبط کیا ہے اور اکثر نسخ درمختار کے اسی کے موافق ہیں پھر مسکہ کی مراد میں اختلاف ہے شیخ ابوالطیب نے کہا کہ ظاہر مسکہ بالفہم سے کنوئیں کا کھودنا سخت مکان میں مراد ہے کذا فی القاموس تو بیع اس مکان کی نہ رکھورنے کی بیع کے مانند ہے انتہی اور شیخ عابد مدنی نے کہا کہ مسکہ اور مسکہ حفر بئر کے لیے فراغ لفظ مناسب نہیں اس واسطے کہ فراغ اس کو کہتے ہیں کہ کوئی چیز کسی انسان کے واسطے سلطان کی طرف سے یا وقف سے باعتبار استحقاق کے مقرر ہو پھر وہ انسان وہ چیز دوسرے کے واسطے ٹھہرے کچھ عوض لے کر تو کنوئیں کھودنے کی بیع کو فراغ کہنا مجھ کو بے معنی معلوم ہوتا ہے تو بہتر یہ ہے کہ مسکہ سے یہ صورت مراد ہو کہ ایک شخص پر گھر موقوف ہو اور وہ دوسرے شخص کو دے عوض لے کر تو اس کو بیع مسکہ اور فراغ کہنا ممکن ہے کیونکہ قاموس میں بحد معنی مسکہ یہ بھی مذکور ہے کہ المسکة ما یتسک بہ اور مفتی ابوسعود کی معروضات سے معلوم ہوتا ہے کہ مسکہ متعلق بوقف ہے نہ متعلق بحکم بڑ انتہی واللہ اعلم و ینعقد ایضا بلفظ واحد کما فی بیع القاضی والوصی والاب من طفله و شرایہ منہ فانہ یوفور شفقتہ جعلت عبارت کبارتین و تمام فی الدرر ادر بیع منعقد ہوتی ہے ایک لفظ سے بھی چنانچہ قاضی اور وصی کی بیع میں اور باپ کے بیچنے میں اپنے طفل سے اس واسطے کہ بسبب وفور شفقت باپ کے اس کی عبارت دو عبارتوں کے برابر ٹھہرائی گئی اور پورا بیان اس کا درد میں ہے ہم یعنی اگر قاضی ایک یتیم کا مال دوسرے یتیم سے بیع کرے یا خرید کرے تو فقط ایک لفظ سے بیع صحیح ہے اس طرح کہ کہے کہ میں نے اس کی چیز اس سے بیچی یا مولیٰ اور اگر قاضی یتیم کی چیز خرید کرے یا بیع کرے اپنی ذات کے واسطے تو جائز نہیں کذا فی البحر اور وصی کو اگر کوئی آدمی کے کہ اپنے یتیم چیز مجھے مول لے دے تو بیع جائز نہیں اور اگر وصی اس کی چیز آپ خرید کرے بشرط منفعت یتیم تو جائز ہے کذا فی البزازی یعنی دس درم کی قیمت والے کو پندرہ درم دے کر خرید کرے باپ کی خرید و فروخت میں اپنے طفل سے منفعت طفل مشروط نہیں وفور شفقت کے سبب سے فاذا اوجب واحد قبل الاخر یا لثما کان او مشتریا فی المجلس لان خيار القبول مقید بہ پھر جب کسی عاقد نے ایجاب کیا تو دوسرا عاقد بائع ہو یا مشتری اس کو قبول کرے مجلس میں اس واسطے کہ قبول کرنے کا اختیار مقید مجلس ہے ہم یعنی مجلس ایجاب کے بعد قبول کرنے سے بیع ثابت نہ ہوگی یہاں تک کہ اگر بائع ایجاب کے بعد دوسرے آدمی سے اپنی کسی حاجت میں کلام کرے گا تو ایجاب باطل ہوگا کذا فی البحر طوطاوی نے کہا تو مجلس نے مراد ہے جس میں وہ قول اور فعل نہ پایا جائے جو اعراض پر دلالت کرے اور وہ مشغولی نہ درپیش ہو جو ایجاب کو فوت کر دے اگرچہ اعراض کے واسطے نہ ہو کذا فی النہر سو اگر اعراض یا مشغولی مذکور پائی جائے گی تو ایجاب مذکور باطل ہو جائے گا اگرچہ بائع اور مشتری کا مکان نشست متدر ہے متغیر ہو کل لمبیع بكل الثمن او ترک سلا یزیدہ تفریق الصفقة مجلس ایجاب میں عاقد ثانی کل بیع کو کل ثمن کے ساتھ قبول کرے یا ترک کرے یا تفریق صفقتہ لازم نہ آوے ہم صفقتہ عبارت ہے ہاتھ کو ہاتھ پر مارنے سے بیچنے کے وقت اور اب اصطلاح فقہ میں صفقتہ سے خود عقد مراد ہے یعنی غیر کیسی احد و ذی چیز میں یا سب چیز کو تمام ثمن کے ساتھ قبول کرے یا ترک کرے اس میں بعض بیع کو بعض ثمن سے قبول کرنا

جائز نہیں تاکہ تفریق عقد لازم نہ آوے مثلاً اگر بائع نے یوں ایجاب کیا کہ میں نے یہ دس امرود یا پونڈے یا لیموں چار پیسے کو تیرے ہاتھ بیچے تو مخاطب مختار ہے مجلس میں پہلے دس امرود یا پونڈے یا لیموں کو چار پیسے سے قبول کرے یا نہ قبول کرے اور اگر مشتری کہے کہ میں نے پانچ امرود یا لیموں کو دو پیسے سے لیا تو بیع منعقد نہ ہوگی کیونکہ قبول مخالف ہو گیا ایجاب کے الا اذا عاد الا ایجاب والقبول تفریق ایجاب جائز نہیں مگر جب کہ بائع اور مشتری دوبارہ ایجاب اور قبول کریں تو بیع جائز ہوگی دوسرے ایجاب اور قبول سے نہ اول سے اور رضی الآخر وکان الثمن منقسماً علی المبیع بالابزاء مکمل ووزون یا راضی ہو جائے دوسرا شخص تفریق بالقبول سے بشرطیکہ ثمن منقسم ہو بیع کے اجزا پر چنانچہ مکمل اور وزون کے اجزا پر ثمن منقسم ہو سکتا ہے مگر مثلاً بائع نے کہا کہ میں نے دس سیر گیہوں دس آنے کو بیچے مشتری نے کہا کہ میں نے پانچ سیر گیہوں پانچ آنے کو خرید کیے اور بائع اس پر راضی ہو گیا کہ بیع صحیح ہوگی سو اس صورت میں قبول ایجاب ٹھہرا اور رضامندی بائع کی قبول ہو گئی اور ایجاب اول باطل ہو گیا والا لاوان رضی الآخر لعدم جواز البیع بالحصة ابتداء کما حرره الوانی اور اگر ثمن بیع کے اجزا پر منقسم نہ ہو تو بیع جائز نہیں اگرچہ دوسرا شخص تفریق پر بالقبول راضی ہو جائے اس واسطے کہ حصہ بیع کی بیع ابتدا میں جائز نہیں کذا حرره الوانی المحشی للدرم اگر انقسام ثمن کا بیع پر بالابزاء نہ ہو بلکہ انقسام بالقیمت ہو یعنی بیع کے اجزا امتفاوت القیمت ہوں چنانچہ بائع نے کہا کہ میں نے دو غلام یاد و کپڑوں کو بعوض بیس درم کے بیچا اور مشتری نے ایک غلام یا ایک کپڑے کی بیع قبول کی تو بیع صحیح نہ ہوگی اگر بائع راضی ہو جائے اس واسطے کہ بیع بالحصة ابتدا میں جائز نہیں اور اگر بیع بالحصہ پیچھے عارض ہو چنانچہ ایک شخص نے پورا گھر بیچا اور بعد اس کے نصف گھر دوسرے کا ملوک ثابت ہوا اور مشتری نصف باقی کی خرید سے راضی ہو گیا تو بیع صحیح ہوگی اس واسطے کہ بیع بالحصہ انتہا میں عارض ہوئی نہ ابتدا میں اور عدم جواز بیع مذکور اس صورت میں ہے کہ بائع نے ہر غلام اور ہر کپڑے کی قیمت علیحدہ علیحدہ مذکور نہ کی ہو کذا فی الطحاوی و ابن ثمن کل کقولہ لبعثتہما کل واحد بمائتہ وان لم یکمل لفظ لبعثت عند ابی یوسف ومحمد وهو المختار کما فی الشریعۃ عن البراء بن یاسر ایک کا ثمن علیحدہ علیحدہ بیان ہو گیا ہو چنانچہ بائع کا یوں کہنا کہ میں نے دو غلام یاد و کپڑوں کو بیچا ایک کو بعوض سو درم کے اگرچہ بائع لفظ لبعثت کا دوبارہ نہ کہا ہو صاحبین کے نزدیک اور یہی عدم تکرار لفظ بیع قول مختار ہے چنانچہ شریعہ میں برہان سے منقول ہے ہم صاحبین کے نزدیک تفصیل ثمن صنفہ متعدد ہونے میں کافی ہے بلا شرط تکرار لفظ چنانچہ اس کی مثال شارح نے ذکر کی اور امام عظیم کے نزدیک تعدد صنفہ میں تکرار لفظ بھی شرط ہے اس طرح پر کہ (بعثت بنی العبدین بعنک ہذا بنجسماتہ وبعنک ہذا بنجسماتہ) یعنی ان دو غلاموں کو تیرے ہاتھ میں نے بیچا اس غلام کو پانسو کی عوض میں نے بیچا اور اس غلام کو پانسو کی عوض میں نے بیچا اور فتح القدر میں صاحبین کے قول کو یوں ترجیح دی ہے کہ مجرد تفریق ثمن بلا تکرار لفظ بیع کافی ہے اس واسطے کہ ظاہر بائع کی غرض یہ ہے کہ دونوں میں سے کوئی ایک جائے اور اگر دونوں کو یکبار کی بیچنا منظور ہوتا تو ہر ایک کی قیمت کا جدا جدا بیان کرنا بے فائدہ تھا واما لم یقبل بطل الا ایجاب ان الرجوع الموجب قبل القبول او قام احدہما وان لم یدرب عن مجلس علی الراجح نہروا بن الکمال فانہ کجلس بخیار الخیرۃ وکذا سائر التملیکات فتح اور جب تک دوسرے نے قبول نہیں کیا تو ایجاب باطل ہوگا اگر ایجاب کرنے والے نے رجوع کیا اپنے قول سے قبول کرنے سے پہلے یعنی یوں بولا کہ میں نہیں بیچتا یا نہیں خرید کرتا یا دونوں میں سے کوئی کھڑا ہو گیا اگرچہ اس مجلس سے نہ چلا گیا ہو بنا بر قول راجح کے کما فی النہر وکذا صرح ابن الکمال تو قبول بیع کی مجلس اختیار خیرہ کی مجلس کے مانند ہے کہ مجرد اعراض اور قیام کے باطل ہو جاتی ہے اور اسی طرح باقی تملیکات کی مجالس کذا فی الفتح ہم نہر الفائق میں ہے اختلاف مجلس اس عمل کے استعمال سے ثابت ہوتا ہے جو اعراض پر دلالت کرے چنانچہ کھانا اور پینا

لہ مخیرہ وہ عورت ہے کہ شوہر اس کو اختیار دیوے کہ تو چاہے اپنے نفس کو اختیار کر لے چاہے تجھ کو پسند رکھ ۱۳



اور نماز پڑھنا اور کلام کرنا اگرچہ ضروری بات ہو اور چلنا لیکن ایک لقمہ کھانا یا پانی پینا اس برتن سے جو ہاتھ میں تھا ایجاب کے وقت اور سوجانا در صورت نشست عاقدين اور فرض نماز کا پورا کرنا مجلس کو نہیں بدلتا یعنی اگر بائع نے ایجاب کیا اور مخاطب فرض نماز پڑھتا تھا سوا اس نے نماز کے بعد قبول کیا تو صحیح ہے اور اگر نفل نماز میں دوسری رکعت پڑھ کر قبول کرے گا تو بھی صحیح ہے اور اگر شفعہ ثانیہ کو ملا دے گا اور چار پڑھ کر قبول کرے گا تو صحیح نہیں اور چلنا تو مطلقاً ہر روایت میں اختلاف مجلس کا سبب ہے یہاں تک کہ اگر بائع اور مشتری چلنے کی حالت میں خرید و فروخت کریں تو بیع صحیح نہ ہوگی اگرچہ ایک ہی سواری پر دونوں سوار ہوں اور طحاوی وغیرہ کا یہ مختار ہے کہ اگر فی الفور متصل قبول کیا چلنے کی حالت میں تو جائز ہے اور محیط میں اس کی تصحیح ہے اور خلاصہ میں ہے کہ ایک دو قدم چلنے میں جائز ہے مجمع التفاریق میں کہا کہ اسی قول کو ہم لیتے ہیں اور مجتہبی میں ہے کہ مجلس متحدہ وہ ہے کہ جس میں احد المتعاقدين بجز گفتگوئے ایجاب اور قبول کے اور کام میں مشغول نہ ہوں یا وہ اشتغال نہ کریں جو اعراض پر دلالت کرے اور کشتی گھر کے مانند ہے تو مجلس منقطع نہ ہوگی اس کے چلنے سے اس واسطے کہ بائع اور مشتری اس کھڑانے پر قادر نہیں انتہی اور فتح القدر میں سوائے خیار مخیرہ کے اور تملیکات کا ذکر نہیں کہ ذانی الطحاوی واذا وجد الزم البیع بلا اختیار الایجاب اور

روایت خلاف الشافعی اور جب کہ ایجاب اور قبول پائے گئے تو بیع لازم ہوگئی بلا ثبوت اختیار احد المتعاقدين سوائے خیار العیب اور خیار الروتہ کے بخلاف مذہب شافعی کے ہم یعنی جب ایجاب اور قبول اپنے شرائط مذکورہ کے موافق حاصل ہوئے تو اب کسی کو نقص بیع میں اختیار نہ رہا مگر بسبب عیب یا عدم روتہ کے اور یہی ہے قول امام مالک کا اور امام شافعی اور اسی طرح امام احمد بن حنبل کا یہ مذہب ہے کہ بائع اور مشتری دونوں کو لقمائے مجلس تک اختیار ہے امام شافعی کی وہ مرفوع حدیث دلیل ہے جو صحاح ستہ میں عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ المتبايعان بالخيار ما لم يفرقا یعنی بائع اور مشتری مختار ہیں جب تک جدا نہیں ہوئے شارح نے اس کا جواب قول آئندہ میں مذکور کیا و حدیثہ معمول علی تفرق الاقوال اذالات

نشرہ قبل قولہا و بعدہ و بعد احدہما و اطلاق المتبايعين في الاول مجاز الاول وفي الثاني مجاز الكون وفي الثالث حقيقة فيحمل عليه اور حدیث خیار یا شافعی کے استدلال کی حدیث تفرق اقوال پر معمول ہے اس واسطے کہ یہاں تین حالات محتمل ہیں قبل قول عاقدين کے یا بعد قول عاقدين کے یا ایک عاقد کے قول کے بعد اور اطلاق متبايعين کا پہلی صورت میں مجاز ہے باعتبار انجام کار کے اور دوسری صورت میں مجاز ہے باعتبار وجوہ گذشتہ کے اور تیسری صورت میں حقیقت ہے تو اسی پر معمول ہوگا ہم حدیث ممدوح میں تفرق کو اختیار کی غایت قرار دیا ہے اور تفرق سے مراد تفرق ابدان یا تفرق مجلس نہیں بلکہ تفرق اقوال مراد ہے یعنی بعد ایجاب کے دوسرے عاقد کا یوں کہنا کہ میں نہیں مول لیتا یا رجوع کرنا موجب کا قبل قبول کرنے کے اس واسطے کہ قبل ایجاب اور قبول کے عاقدين کو متبايعين کہنا مجاز ہے چنانچہ صغیر کو بالغ کہنا اور بعد تمام ہو جانے بیع کے ان کو متبايعين بولنا بھی مجاز ہے چنانچہ پیر کو جوان بولنا، تفتش غلبین بام البیع کو متبايعين کہنا بھی حقیقت ٹھہرا اور متشاغل اس وقت صادق آتا ہے جب کہ ایک ایجاب کرے اور دوسرا ہنوز قبول نہ کرے لہذا یہی بالیقین مراد ٹھہرا اور یہ بعینہ خیار القبول ہے اور یہ تقریر ہے ابراہیم نخعی تابعی رحمۃ اللہ علیہ کی تو خلاصہ مطلب حدیث شریف یہ ہوا کہ جو دو شخص خرید و فروخت کی گفتگو کر رہے ہیں ایجاب کے بعد قبل قبول کے مختار ہیں دوسرا شخص چاہے قبول کرے یا نہ کرے اور موجب چاہے ایجاب کو ثابت رکھے یا ایجاب سے رجوع کرے اگر کوئی کہے کہ تمہاری تقریر بھی مجاز سے خالی نہیں اس واسطے کہ جب تک دوسرے نے قبول نہیں کیا

لے عن النعمان بن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال المتبايعان بالخيار ما لم يفرقا او يقول احدہما لاخر اخر و بما قال لا یكون بیع خیار اخر و فی رواۃ ما لم یفرقا و عن حکیم ابن حاتم قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم البیعان بالخيار ما لم یفرقا فان صدقا و بینا لورک لعمانی بیعہما وان کتما و کذا بحقیقت بکرہ بیعہما اخر و عن عبد اللہ بن عمر بن الخطاب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم البیعان بالخيار ما لم یفرقا الا ان یكون مغلطاً و خیار فلیعلی لعلی یفارق ما برئ منہ ان یتقیا اخر و ما یاب السن کذا فی تفسیر الوصول الی بیع الاموال

تو ایک ہی بیع ثابت ہے نہ تباہ یعنی اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اول مواضع سے ہے یہاں تحقیقت بعض لفظ کہ معنی سے صادق آتی ہے جیسے مخیر کی تحقیقت معنی صادق نہیں مگر بوقت تکلم خیر حالانکہ تمام الفاظ خبر دفعہ حاصل نہیں بلکہ علی التعاقب تو دیکھو یہاں بعض حروف کے بولنے سے مخیر کہنا اس کو صادق آتا اگر کوئی کہے کہ حدیث میں تفرق کی اسناد متباہ یعنی اس کا جواب یہ ہے کہ شرع اور عرف میں تفرق رجال کی اسناد سے تفرق اقوال اکثر مراد ہوتا ہے قال اللہ تعالیٰ (وما تفرق الذین اوتوا الکتاب الا من بعد ما جاءتهم البینة) یعنی متفرق نہیں ہوئے اہل کتاب مگر بعد آنے دلیل کے اور حدیث میں وارد ہے کہ نبی اسرائیل بہتر فرقوں پر مفرق ہوئے اور میری امت کا ہر فرقوں پر افتراق ہوگا اس آیت اور حدیث میں افتراق رجال سے صریحاً افتراق اقوال مراد ہے نہ افتراق ابدان اب امام اعظم کے مذہب کے دلائل کو دریافت کرنا چاہیے کہ آیات قرآنیہ ہیں اور قیاس قال اللہ تعالیٰ (یا ایہا الذین آمنوا اوفوا بالعقود) یعنی اے ایمان والو پورا کرو عقود کو اور بیع عقد ہے قبل تخیر کے وقال اللہ تعالیٰ (لا تأکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان یكون تجارة عن تراض منکم) یعنی نہ کھاؤ اپنے اموال کو فیما بین خود با طریق باطل کے مگر یہ کہ تجارت ہو تمہاری رضامندی سے اور بعد ایجاب اور قبول کے تجارت رضامندی صادق آتی ہے بلا توقف علی التخییر تو اس آیت میں حتی تعالیٰ نے خرید کی چیز کے کھانے کو مباح فرمایا قبل تخیر کے وقال اللہ تعالیٰ (واشہدوا اذا تبایعتم) یعنی گواہ کرو جب کہ باہم بیع کرو اس آیت میں توثیق بالمشاہدہ کا ارشاد ہوا تاکہ انکار بیع نہ واقع ہو اور بیع صادق آتی ہے قبل خیاب بعد اللایجاب والقبول کے تو اگر اختیار ثابت ہو اور بیع لازم نہ ہو قبل خیاب کے تو نصوص مذکورہ کا ابطال لازم آئے لہذا حدیث مذکور کو خیاب والقبول پر محمول کیا تاکہ قرآن اور حدیث کے مطلب میں اختلاف باقی نہ رہے اور قیاس کی دلیل یہ ہے کہ بیع کو نکاح اور خلع اور عتق بعوض مال اور کتابت پر قیاس کیا کہ ہر ایک ان میں سے عقد معاوضہ ہے کہ بلا خیاب محلیں مجرد اس لفظ کے جو رضامندی پر دلالت کرے تمام ہو جاتا ہے علی ہذا القیاس بیع بھی واللہ اعلم کذاتی فتح القدر تبصرہ و شرط لصحة معرفة قدر بیع و ثمن اور بیع صحیح ہونے کے واسطے شرط ہے مقدار بیع اور ثمن کی معرفت م مصنف نے لفظ معرفت سے اشارہ کیا کہ دانست مقدار بیع اور ثمن شرط ہے اور ان کا ذکر کرنا شرط نہیں سوا کہ بیع نہایت مجہول ہو اور ویسی نادانستگی کے ساتھ خرید و فروخت کا رواج نہ ہو تو بیع صحیح نہیں تو اگر بائع نے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ اپنا سب مال بیچا جو اس گھر میں ہے مجلہ عید اور دو اب اور ثیاب کے اور مشتری نہیں جانتا کہ اس میں کیا ہے تو بیع فاسد ہے اور اگر یوں کہے گا کہ میں نے اپنا مال جو اس کو ٹھہری یا اس صندوق یا اس خرچی میں ہے تیرے ہاتھ بیچا تو جائز ہے اگر مشتری اس کو نہ جانتا ہو اس واسطے کہ جہات مافی البیت کمتر ہے جہات مافی الدار سے تو نہایت جہالت نہ ہوئی جو مانع ہے صحت کی اور رواج جہالت کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر سقے سے اتنی مشکب فرات کے پانی کی مثل خرید کرے گا ابو یوسف نے کہا اگر مشک متعین ہے تو جائز ہے بسبب رواج کے اور یہی حکم ہے پکھال اور گھڑے کا اور یہ استحسان ہے اور قیاس میں جائز نہیں اگر اسکی مقدار نہ معلوم ہو اور یہ قول امام کا ہے اور ظاہر ظہیر یہ جو از پر دلالت کرتا ہے اور مقدار معرفت بیع اس صورت میں شرط ہے جب تسلیم کی حاجت ہو والا شرط نہیں چنانچہ زید نے اقرار کیا کہ خالد کا اسباب میرے پاس بطور غصب یا ودیعت کے ہے پھر زید نے اس کو خالد سے مول لیا تو جائز ہے اگرچہ بائع اور مشتری اس کی مقدار کو نہ جانتے ہوں اور اسی طرح بیع صحیح نہیں اگر مقدار ثمن مجہول ہو چنانچہ ایک چیز کی بیع کرنا اس کی قیمت پر یا جو قیمت مشتری قرار دے یا فلانا شخص یا بقدر اپنے اس المال کے یا بیچنا بمثل بیع فلانی حالانکہ بائع اور مشتری نے اس ثمن کو نہ جانا یہاں تک کہ جدا ہو گئے اور اگر اسی مجلس میں علم حاصل ہوگا تو بیع صحیح ہے مع الحیار اور اگر کوئی چیز خرید کی سونے کی بوزن اس پتھر کے تو جائز نہیں اس واسطے کہ پتھر کا وزن معلوم نہیں اور اگر اس کا وزن معلوم ہوگا تو بیع صحیح ہوگی اور مصنف نے معرفت مقدار ثمن کو مطلق رکھا تو معرفت مرصع اور معرفت عرفی دونوں کو شامل رہی اس واسطے بزاز یہ میں کہا کہ اگر ایک شخص نے کہا کہ میں نے اس گھر کو یا اس کپڑے کو یا اس خر بوزے کو

بعوض دس کے خرید کیا اور اس شہر میں دراہم اور دنانیر اور فلوس سے خرید کرنے کا رواج ہے اور مشتری نے اشیاء ثلثہ میں سے کوئی چیز ذکر نہ کی تو گھر کی بیع دنانیر پر اور کپڑے کی دراہم پر اور خر بوزے کی پیسوں پر منعقد ہوگی اور اگر ان کے سوا کوئی اور چیز سے خرید فروخت کا رواج ہوگا تو اس پر بیع منعقد ہوگی خلاصہ یہ ہے کہ جب عدد کی تصریح ہوگی تو متعدد متعین ہو جائے گا بیع کے مناسب خواہ دنانیر خواہ دراہم خواہ فلوس سے اور اگر مناسبت میں شک پڑے گا تو بیع تمام نہ ہوگی کذا فی الطحاوی عن البہر والفتح لمخصا و وصف ثمن کسری اور مشقی اور صحت بیع کے واسطے وصف ثمن کی دانست مشروط ہے چنانچہ درم کا مصری ہونا یا دمشق م مصنف اور صاحب کنز اور اکثر فقہانے معرفت وصف ثمن کو شرط کیا ہے اس واسطے کہ اگر ثمن مجہول الوصف ہوگا تو نزاع واقع ہوگا مشتری ارادہ کرے گا کہ ناقص دے اور بائع چاہے گا کہ عمدہ لے تو بیع مشروع ہونے کا فائدہ حاصل نہ ہوگا مصنف نے وصف ثمن کی قید اس واسطے لگائی کہ اوصاف بیع کی معرفت شرط نہیں اور بدلے میں مذکور ہے کہ ہمارے اصحاب کے نزدیک معرفت وصف بیع اور ثمن صحت بیع کی شرط نہیں بلکہ لزوم بیع کی شرط ہے تو صحیح ہے اسکی بیع جس کو نہیں دیکھا کذا فی النہر والطحطاوی وصف سے مراد وہ امر ہے کہ جب وہ حاصل ہوشی میں تو موجب ہو اس شے کے احسن یا قبح کا کذا فی صدر الشریعہ چنانچہ روپیہ یا اشرفی کا گھرا ہونا یا کھوٹا ہونا غیر مشار الیہ لایشرط ذلک فی مشار الیہ لفظی الجہالت بالاشارۃ معرفت مقدار اور وصف غیر مشار الیہ میں شرط ہے اور اس میں شرط نہیں جس کی طرف اشارہ ہو البسبب دور ہونے نادانستگی کے اشارے سے ہم معرفت مقدار اور وصف غیر مشار الیہ میں اس واسطے شرط ہوئی کہ تسلیم اور تسلیم یعنی دینا لینا بیع میں واجب ہے اور مقدار اور وصف کی ناواقفی نزاع یا بھی کا باعث ہے تو تسلیم اور تسلیم نہ ہو سکے گا اور جس کی طرف اشارہ کیا خواہ وہ بیع ہو یا ثمن تو اس میں معرفت مقدار اور وصف بسبب عدم نزاع کے شرط نہیں سوا اگر بائع کہے کہ میں نے اس گیسوں کے ڈھیر کو ان درموں سے جو تیرے ماتھے میں ہیں بیچا اور حالانکہ دراہم مذکورہ نظر آتے ہیں پھر مخاطب نے قبول کیا تو بیع جائز ہے اس واسطے کہ جہات وصف یعنی مقدار کی نادانستگی باقی ہے لیکن وہ تسلیم اور تسلیم کی مانع نہیں کذا فی النہر مالہم یکن ربو یا قبول بجنسہ او سلما اتفاقا اور اس مال سلم لو کیلا او موزونا خلافا لہما کما سبھی تا وقتیکہ مشار الیہ ایسا مال رہا نہ ہو جس کا مقابلہ ہوا اپنے ہم جنس سے یا سلم نہ ہو با اتفاق امام اور صاحبین کے یا سلم کار اس المال نہ ہو اگر وہ مکیل اور موزون ہو بخلاف صاحبین کے چنانچہ باب السلم میں آصے گام یہ جو مذکور ہوا کہ مشار الیہ میں معرفت مقدار شرط نہیں اس صورت میں ہے جبکہ بیاج والی چیز اپنے ہم جنس کے مقابل نہ ہو چنانچہ گیسوں کے ڈھیر کو دوسرے گیسوں کے ڈھیر سے اشارہ کر کے بدلنا بلا مکیل اور وزن صحیح نہیں بسبب احتمال بیاج کے کہ شاید ایک ڈھیر کم یا زیادہ ہو دوسرے سے اور احتمال بیاج مثل حقیقت بیاج کے مانع ہے صحت بیع کا اور سلم میں اگر اس المال کیلی یا وزنی چیز ہوگا تو امام اعظم کے نزدیک اشارہ کافی نہیں دریا فت کیل یا وزن شرط ہے اور صاحبین کے نزدیک اشارہ اس میں کافی ہے چنانچہ مزروع اور حیوان میں کافی ہے طحاوی نے کہا شارح کے اس قول (او سلما اتفاقا) کی کچھ حاجت نہ تھی کہ اس کے مابعد کا قول معنی ہے اس واسطے کہ کلام ہے اس المال میں نہ سلم فیہ میں اس واسطے کہ سلم فیہ کی طرف اشارہ نہیں ہو سکتا کہ وہ اس وقت ہو جو نہیں کیونکہ وہ ٹوٹیل ہے فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا لوکان الثمن فی صرة ولم یعرف ما فیہا من خارج خیر لیسیم خیار الکمیۃ لاختیار الرویۃ لعدم ثبوتہ فی النقود فتح اگر ثمن قبلی میں ہو اور جو دراہم اس میں ہیں باہر سے معلوم نہ ہوتے ہوں تو بائع کو اس میں اختیار ہے اور اس کو خیار الکمیۃ کہتے ہیں نہ خیار الرویۃ اس واسطے کہ خیار الرویۃ نقود میں ثابت نہیں کذا فی الفتح م طحاوی نے کہا کہ فتح القدر اور بصر الرأق میں عدم تخییر مذکور ہے فی الحقیقۃ مترجم نے فتح القدر کو دیکھا تو عدم تخییر کو پایا چنانچہ فتح القدر کی عبارت کا ترجمہ یہ ہے کہ اگر کہا میں اس کو خرید کرتا ہوں بعوض اس دراہم کی قبلی کے پھر بائع نے

اس میں وہ درہم پائے جو اس شہر میں رائج نہیں تو بائع کو درہم شہر کا مطالبہ جائز ہے اس واسطے کہ مطلق درہم بیع میں نقد بلد کی طرف متصرف ہوتے ہیں اور اگر اس میں نقد بلد کو پایا تو جائز ہے اور بائع کو اختیار نہیں بخلاف اس کے اگر اس نے کہا کہ میں نے خرید کیا جو معنی اس کے جو اس خم میں ہے پھر ان درہموں کو دیکھا جو اس میں ہیں تو اس کو اختیار ہے اگرچہ نقد بلد ہو اس واسطے کہ جو تعمیلی میں ہے اس کی مقدار خارج سے معلوم ہوجاتی ہے اور خم میں خارج سے معلوم نہیں ہوتی اور اس صورت میں اس کو اختیار ہوگا اور اس خیار کو خیار الکمیۃ کہتے ہیں نہ خیار الرویۃ اس واسطے کہ نقد میں خیار الرویۃ ثابت نہیں و صحیح ثمن حال وہو الاصل اور بیع صحیح ہے ثمن بلا مدت سے اور یہی اصل ہے م حال تشدید لام مشتق ہے حلول سے دین حال خلاف مؤجل کذا فی النہر عن المغرب طحاوی نے کہا ثمن حال اصل ہے مطلب اس کا یہ ہے کہ حلول مقتضائے عقد ہے اور اصل یعنی مدت ثمن ثابت نہیں ہوتی مگر شرط تا جیل سے و مؤجل الی معلوم لئلا یفرض الی النزاع اور بیع صحیح ہے ثمن مؤجل سے جس کی مدت معلوم اور مقرر ہو تاکہ نزاع کی نوبت نہ پہنچے م یعنی اس ثمن مؤجل سے بیع صحیح نہیں جس کی مدت مجہول ہے کہ باعث نزاع ہے اور وجہ نزاع یہ ہے کہ بائع مدت قریب میں تقاضا کرے گا اور مشتری اس کا انکار کرے گا لہذا مجہول مدت کی بیع فاسد ہے ولو باع مؤجلا صرف لشہر بغیثی اور اگر بیع مؤجل کا تو ایک مہینے کی طرف پھیری جاوے گی اسی پر فتویٰ ہے کذا فی النہر عن شرح الجمع ولو اختلفا فی الاجل فالقول ان فیہ الا فی السلم اور اگر بائع اور مشتری نے مدت میں اختلاف کیا تو اس کا قول معتبر ہے جو مدت کی نفی کرتا ہے مگر سلم میں مثبت مدت کا قول معتبر ہوگا م اختلاف مدت کی اس صورت میں کہ بائع کہتا ہے کہ میں نے بلا مدت بیچا اور مشتری کہتا ہے کہ نہیں مدت پر بیع واقع ہوئی تو بائع ہی کا قول معتبر ہوگا اس واسطے کہ بیع میں عدم تا جیل اصل ہے اور سلم میں مثبت مدت کا قول اس واسطے معتبر ہوگا کہ نافی مدت مدعی ہے فساد سلم کا اس واسطے کہ سلم بلا مدت کے صحیح نہیں ولو فی قدرہ فلمدعی الاقل اور اگر دونوں نے اختلاف کیا مدت کی مقدار میں ایک کم مدت بیان کرتا ہو اور دوسرا زیادہ مدت تو کمتر مدت کے مدعی کا قول معتبر ہوگا اس واسطے کہ وہ زیادتی کا منکر ہے و البینۃ فیہما للمشتري اور دونوں صورتوں میں یعنی اختلاف مدت اور مقدار مدت میں مشتری کے گواہ مقبول ہوں گے اس واسطے کہ گواہی خلاف ظاہر کے اثبات کے واسطے ہے ولو مضیہ فالقول و البینۃ للمشتري اور اگر دونوں مختلف ہوں مدت کے گزر جانے میں بائع کہتا ہو کہ مدت ہو چکی اور مشتری کہتا ہو کہ ہنوز مدت باقی ہے تو قول اور گواہی مشتری ہی کی مقبول ہوگی و یسئل الاجل بموت المدیون اور مدت باطل ہوتی ہے مدیون کی موت سے م مدت کا فائدہ یہ ہے کہ مدیون تجارت کے فتن ادا کرے منفعت سے پھر جب مدت مقرر کرنے والا مر گیا تو اس کا متروکہ ادا کرنے دین کے واسطے متعین ہوگا تو اب تا جیل کا کیا فائدہ ہے فروع مسائل ملحقہ شارع کے باع بحال ثم اجلہ اجلا معلوما او مجہولا کنوروز و حصا و صارا مؤجلا منیۃ بائع نے بیع کی ثمن بلا مدت پر پھر اس کی مدت مقرر کردی خواہ مدت معلوم ہو یا مجہول چنانچہ نور دریا کھیت کی کٹائی تو یہ بیع مؤجل ہو جاوے گی کذا فی المنیۃ اور ایک نسخے میں منیۃ کی جگہ قنیۃ ہے نوروز وغیرہ مدت مجہول کی مثال ہے صحت بیع مذکور صاحبین کا قول ہے اور اما صاحب نزدیک یہ بیع فاسد ہے کذا فی الطحاوی عن البحر الف من ثمن بیع فقال اعط کل شہرۃ فلیس بتاجیل بزازیۃ بائع کے ہزار درہم ہیں مشتری پر مجملہ ثمن بیع سو بائع نے کہا کہ ہر مہینے میں سو درہم دیا کر تو یہ مدت معین کرنا نہیں ہے کذا فی البزازیۃ یعنی فی الحال طلب کر سکتا ہے کذا فی البحر علیہ الف من جملہ یہ نحو ما ان اجل ینجم حل الباقی فالامر کما شرط الملتقط وہی کثیرۃ الوقوع مشتری پر ہزار درہم ثمن کے ہیں جن کی صاحب دین نے قسط بندی مقرر کی ہے یوں کہہ کر اگر کسی قسط میں غلطی ڈالے تو باقی دین بلا مدت واجب الادا ہو تو دونوں کی شرط کے موافق ہوگا کذا فی الملتقط اور یہ مسئلہ کثیر الوقوع ہے م جملی نے کہا ان اجل حال ہے جیل کے فاعل کا بتقدیر قول کے قلت و ما یثرو قوعہ مالوا مشتری بقطع راجحہ فکسدت بضر ببدیۃ یوجب قیمتہا یوم البیع من الذہب لا یغیر اذ لا یکن للحکام حکم

بمشکلها منع السلطان منها ولا یدفع قیمتها من الفضة الجديدة لانهما لم یغلب غشها فجد باورد رہا سواء اجماعا اما غالب غشہ فقہیہ الخلاف کا سببی  
 فی فصل القرص فتنہ و بہ اہاب سعدی افندی میں کہتا ہوں اور منجملہ مسائل کثیر الوقوع یہ مسئلہ ہے کہ اگر صلح کے روپیوں سے خرید کیا پھر ان کا رواج  
 موقوف ہو گیا دوسرا نیا سکے پڑنے سے تو ان روپیوں کی جو قیمت ہوگی سونے سے بیع کے دن وہ واجب ہوگی نہ سوائے اس کے اس واسطے کہ سکے  
 قدر کے رواج دینے کا حکم کرنا مکمل کینے ممکن نہیں بسبب منع کر دینے سلطان حال کے ان کے رواج سے اور ان کی قیمت فقہیہ جدیدہ سے بھی مشتری  
 نہ دے اس واسطے کہ جب تک چاندی کی طوفی غالب ہوگی چاندی پر تو عمدہ اور ناقص چاندی دونوں برابر ہیں باجماع امام اور صاحبین کے  
 اور جس چاندی میں طوفی غالب ہوگی اس میں امام اور صاحبین کا اختلاف ہے چنانچہ اس کی تفصیل قرص کی فصل میں آوے گی سو آگاہ رہنا اور  
 یہی جواب دیا ہے اس مسئلہ کا سعدی افندی نے م طحاوی نے کہا غلبہ غش باب الصرف میں مذکور ہے نہ قرص میں اور قرص میں رواج اور کساد مذکور  
 ہے بلا قید غلبہ غش و ہذا اذ بیع ثمن دین فلو بعین فسد فتح اور یہ یعنی صحت بیع ثمن مؤجل اس وقت ہے جب کہ بیع واقع ہونے سے تو اگر بوجھ  
 عین مؤجل بیع ہوگی تو بیع فاسد ہے کذا فی الفتح م ثمن دین سے ثمن نقد بقرینہ مقابلہ عین مراد ہے خلاصہ یہ ہے کہ اگر ثمن روپیہ یا اشرفی ہے اور  
 اس کے دینے کا مثلاً اس روز کا وعدہ کیا تو بیع صحیح ہے اور اگر ثمن کپڑا ہے یا اور اسباب تو اس کے دینے میں مدت معین کرنا صحیح نہیں کہ بیع فاسد ہے  
 و بخلاف جنسہ ولم یجمعہما قدر لما فیہ من ربا والنسیا کا سببی فی بابہ اور جب کہ بیع بخلاف جنس ثمن ہو اور بیع اور ثمن دونوں کو کیل اور وزن شامل  
 ہو اس واسطے کہ اس میں تاخیر کا بیاج ہے چنانچہ اس کی تفصیل باب الربوا میں آوے گی م خلاصہ یہ ہے کہ بیع ثمن مؤجل درست ہے دو شرط  
 سے ایک یہ کہ ثمن منجملہ نقد کے ہو نہ منجملہ عیان کے دوسری شرط یہ ہے کہ بیع بخلاف جنس ہو بشرطیکہ بیع اور ثمن کیل اور وزنی نہ ہوں چنانچہ  
 کپڑے کو روپیہ سے خرید کرنا مدت مقرر کر کے صحیح ہے تو بیع پتھر کی پتھر سے یا من بھر گیہوں کی من بھر گیہوں سے یا گیہوں کی جو سے مدت مقرر کر کے  
 صحیح نہیں کہ بیاج ہے والاصل ابتداءہ من وقت التسليم ولو فیہ خیار فمد سقوط النیار عندہ خانیۃ اور مدت کی ابتدا تسلیم بیع کے وقت سے ہے  
 اور اگر بیع بشرط اختیار ہوگی تو جب سے کہ اختیار ساقط ہوگا اس وقت سے مدت شروع ہوگی امام مہملہ نزدیک کذا فی الخانیۃ یعنی مدت کا شمار تسلیم  
 بعد ہے نہ بعد ایجاب اور قبول کے وللمشتري ثمن مؤجل الی سنتہ منکرۃ الاجل سنتہ ثانیۃ نہ تسلیم لمنع البائع السلعة عن المشتري سنتہ للاجل  
 المنکرۃ تفصیلاً لفائدۃ التاجیل اور اس مشتری کے لیے جس نے سال غیر معین کے ثمن مؤجل پر خرید کیا دوسری سال کی مدت ہے تسلیم بیع کے  
 وقت سے بسبب روک رکھنے بائع کے متاع کو مشتری سے سال غیر معین کی مدت میں تاکہ تقریر مدت کا فائدہ حاصل ہو م خلاصہ یہ ہے کہ  
 مشتری نے ادائے ثمن کے واسطے سال بھر کی مدت بلا تعین سال مقرر کی اور بائع نے ایجاب اور قبول کے بعد سال بھر کی تسلیم بیع نہ  
 کی تو تسلیم کے بعد دوسرے سال سے اس کی مدت مذکورہ شروع ہوگی تا مشتری بیع میں تصرف کر کے ادائے ثمن پر قادر ہو یہ قول  
 امام صاحب کا خلافاً للصابین فلو معینۃ اولم یمنع البائع من التسليم لا اتفاقاً لان التفسیر منہ تو اگر مدت معین سال کی ہو یا بائع نے تسلیم  
 بیع سے منع نہ کیا ہو تو دوسرے سال کی مدت باتفاق امام اور صاحبین کے نہ ہوگی اس واسطے کہ اب مشتری کا قصور ہے م اگر مشتری نے  
 کہا کہ میں اسی سال ثمن ادا کروں گا اور اسی طرح ہر معین مدت پر چنانچہ اگر مشتری نے کہا کہ جب تک ادا کروں گا اور بائع نے سال بھر جب  
 تک تسلیم بیع نہ کی تو مشتری کے واسطے دوسری مدت بالاتفاق نہ ہوگی کذا فی الطحاوی عن الدرر والشر بن لایہ فتاوی عالمگیری میں ہے  
 کہ محل اختلاف امام اور صاحبین در صورت امتناع تسلیم ہے اور اگر بائع نے امتناع نہیں کیا تو ابتدائے مدت عقد کے وقت سے ہے  
 بالا جماع و الثمن لمسی قدرہ لا و مہ فیصرف مطلقۃ الی غالب نقد البلد بحد العقد مع الفتاوی لانه المتعارف اور جس ثمن کی مقدار

مذکور ہوئی نہ اس کا وصف تو اس فن کا مطلق منصرف ہوگا غالب نقد بلد کی طرف یعنی جس شہر میں بیع منعقد ہوئی وہاں کا نقد غالب اروج مراد ہوگا کذا فی مجمع الفتاویٰ اس واسطے کہ جس کا رواج غالب ہے وہی متعارف ہے م یعنی جب مشتری نے دس درم کو پینز خرید کی بلا قید وصف اور بلا قید شہر تو یہ اطلاق اس شہر کے نقد غالب کی طرف راجح ہوگا جس میں بیع واقع ہوئی نہ عاقدین کے شہر کی طرف اس واسطے کہ نقد غالب متعارف ہے تو مطلق اسی طرف پھرے گا اگرچہ اس شہر میں اور درہم بھی موجود ہوں جن سے معاملہ نہیں ہوتا یا ہوتا ہو مگر قلیل چنانچہ اس کا اشارہ فتح القدر میں ہے کذا فی النہر طحاوی نے کہا مجمع الفتاویٰ سے نقل کیا کہ ایک شخص نے بیع کی ایک مرد سے اصفہان میں بعض اتنے دنانیر کے سوا اس نے قیمت نہ دی یہاں تک کہ مشتری بخارا میں ملا تو اس پر عیار اصفہان ہی واجب ہوگا تو مکان عقد ہی معتبر ہوا انتہی وان اختلفت النقود مالیتہ کذب شریفی و بندقی فسد العقد مع الاستواء فی رواجہا الا اذا بین فی المجلس لزوال الجمالۃ اور اگر نقد شہر کے مختلف ہوں باعتبار مالیت کے جیسے شریفی اور بندقی سونا تو عقد فاسد ہے ان کے رواج برابر ہونے کے ساتھ مگر اس وقت فساد نہیں جبکہ مشتری بیان کر دے ایک نقد کو اسی مجلس میں بسبب دور ہو جانے جمالت کے ہم بیع فاسد ہے بسبب جمالت کے جو باعث نزاع ہے اس واسطے کہ ایک دوسرے سے اولیٰ نہیں باعتبار رواج کے اور اگر مشتری نے مجلس میں تصریح کی اور بائع راضی ہو گیا تو بیع صحیح ہے اس واسطے کہ جمالت رفع ہو گئی قبل اس کے تقرر کے مصنف نے اختلاف نقود کی اس واسطے قید لگائی کہ اگر نقد مالیت اور رواج میں برابر ہیں تو بیع صحیح ہے مشتری کو اختیار ہے جو چاہے ادا کرے اور اسی طرح اگر نقد مالیت اور رواج دونوں میں مختلف ہوں یا مالیت میں برابر ہوں رواج میں مختلف ہوں تو دونوں صورتوں میں بیع صحیح ہے باعتبار اس نقد کے جو غالب اروج ہے کذا فی النہر و صحیح بیع الطعام ہونی عرف المتقدمین اسم للخطۃ و دقیقہا کیلا و جزا فامثلث الجیم معرب کذا فی المجازفۃ اور صحیح ہے بیع طعام کے پیمانے سے ناپ کر اور بطور تخمین اور شکل کے طعام متقدمین کے عرف میں گہیوں اور اس کے آٹے کا نام ہے اور جزاف بحرکات ثلثہ جیم کے فارسی کا معرب ہے بمعنی مجازفۃ ہم کتا ہے علامہ نوح نے کہا کہ جزاف بیع ہے حدس اور تخمین سے بلا کیل اور بلا وزن اور ابن قسطلانی نے کہا کہ مجازفۃ بیع میں عبارت ہے مسابغ سے الحاصل مصنف کے کلام میں طعام سے جمع جنوب مراد ہیں نہ فقط گہیوں اور نہ جمع ماکولاً بقرہ کیل اور جزاف کے جنوب کی بیع شکل سے جائز ہوئی بلا کیل اور وزن بسبب دور ہو جانے جمالت کے اشارہ کرنے سے حاشیہ مکی میں عینی سے منقول ہے کہ شکل کی بیع میں شرط یہ ہے کہ میز اور مشار الیہ ہو کذا فی الطحاوی اذا کان بخلاف جنسہ ولم یکن راس مال سلم لشرطیۃ معرفتہ کما یجیٰ او کان بجنسہ و ہو دون نصف صاع اولاً بلو فیہ کما یجیٰ بیع جنوب بطور تخمین صحیح ہے جب کہ بیع اس کی مخالف جنس سے ہو چنانچہ گہیوں کی بیع جو سے اور جب کہ سلم کا راس المال نہ ہو اس واسطے کہ راس المال کی معرفت مقدار شرط ہے چنانچہ بال سلم میں آوے گا یا بیع اناج کی اپنی جنس سے ہو مالا لکن اناج نصف صاع سے کمتر ہے اس واسطے کہ نصف صاع سے کمتر میں بیاج نہیں چنانچہ باب الربوا میں آوے گا ومن المجازفۃ البیع یا ناء و جہلا یعرف قدرہ قید فیہا و للمشریٰ الخیار فیہا نہر اور مجملہ تخمین ہے پیمانہ برتن اور پتھر کا جن کی مقدار معلوم نہیں اور مشتری کو دونوں میں اختیار ہے کذا فی النہر ہم کتا ہے نہر الفائق میں کہا اس واسطے یہ بیع جائز ہے کہ جمالت باعث منازعت نہیں اور کیل اور مجازفۃ پر اس کو اس واسطے عطف کیا کہ یہ بصورت کیل ہے اور حقیقت میں کیل نہیں ہے شرط صحت یہ ہے کہ برتن گھٹتا بڑھتا نہ ہو چنانچہ لکڑی یا لوہے کا برتن ہو اور اگر مثل زنبیل یا خرچی کے برتن ہو تو جائز نہیں مگر پانی کی مشکوں میں بسبب رواج کے جائز ہے اور مصنف نے ثبوت خیار سے سکوت کیا لیکن جمع النوازل میں ثبوت خیار پر تصریح ہے اس صورت میں کہ خرید کرے اس پتھر کے برابر سونے سے انتہی اور لائق یوں ہے کہ غیر معلوم المقدار

برتن میں بھی اختیار ثابت ہو اتمی و ہذا اذالم تحیل الاتاء النقصان و اخرج التفتت فان احتملہا لم یجز کبیعہ قدر ما یملأ ہذا البیت ولو قدر  
 ما یملأ ہذا الطست لجاز سراج اور یعنی برتن کی پری اور پتھر کے وزن سے بیع اس وقت جائز ہے جب برتن نقصان کا اور پتھر ٹوٹنے پھوٹنے کا  
 محتمل نہ ہو اور اگر نقصان اور پھوٹنے کا احتمال ہوگا تو بیع جائز نہ ہوگی چنانچہ اس مقدار کی بیع جائز نہیں جس میں یہ کوٹھری بھر جائے اور اگر اس مقدار  
 کی بیع کی جو اس طشت کو بھر دے تو جائز ہے کذا فی السراج و صح فی ماسی صاع فی بیع صبرۃ کل صاع بکذا مع الخیار للمشتري لتفرق الصفقة  
 علیہ ویسی خیار التکشف اور صحیح ہے بیع ہر سہمی کی چنانچہ ایک صاع کی بیع صحیح ہے اناج کے ڈھیر کی بیع میں اس طرح کہ ہر صاع عوض اتنے کے  
 باوجود احتیاط مشتری کے بسبب متفرق ہونے عقد کے مشتری پر اور اس کو خیار التکشف کہتے ہیں مگر کہتا ہے ایک ڈھیر ہے گیہوں یا جو کا اس کے  
 مالک نے کہا کہ میں نے اس کو بیچا ہر صاع عوض درم کے یا ہر سہمی عوض آنے کے اور مقدار اس کی نہ ذکر کی کہ اتنی صاع یا اتنے سہرے تو امام عظیمؒ کے نزدیک  
 ایک صاع یا ایک سہمی کی بیع صحیح ہوگی اس واسطے کہ اس قدر بیع اور ثمن معلوم المقدر ہے اور بیع فی نفسہ متفاوت چیز نہیں اور اس سے زیادہ  
 مقدار اور ثمن دونوں مجہول ہیں معلوم نہیں کہ سب ڈھیر کے صاع یا کے سہرے کا ہے اور درم یا آنے کہتے ہیں طحاوی نے کہا خیار التکشف اس واسطے  
 کہتے ہیں کہ حال تکشف ہو گیا ایک صاع کی صحت بیع سے بجز اثنی میں بدائع سے منقول ہے کہ ایک صاع میں بیع لازم ہے بلا خیار مشتری  
 اور یہی قول ظاہر ہے واللہ اعلم و صح فی الکل ان کیدت فی المجلس لزوال المفسد قبل تقرره او سہمی جملہ قفزا نہما بلا خیار لو عند العقد  
 ویر لو بعدہ فی المجلس او بعدہ عند ہما ویر لیتی اور صحیح ہے بیع سب ڈھیر میں اگر اس کا پیمانہ ہو گیا عقد کی مجلس میں بسبب دور ہو جانے  
 مفسد کے قبل اس کے جمنے کے یعنی جہالت قبل القضاء مجلس زائل ہوگی یا بائع نے اس ڈھیر کے قبضہ بیان کر دیئے تو بیع صحیح ہوگی  
 بلا خیار مشتری اگر تسمیہ عقد کے نزدیک ہو اور اگر تسمیہ عقد کے مجلس میں ہو تو بیع با اختیار مشتری ہوگی یا بعد مجلس کے تسمیہ ہو تو صاحبین کے نزدیک  
 بیع صحیح ہوگی اور اسی پر فتویٰ ہے مگر کہتا ہے قبضہ ایک پیمانہ ہے شرح ملتقی میں ہے کہ صاحبین کے قول پر فتویٰ اس نظر سے نہیں کہ امام کی دلیل ضعیف ہے  
 بلکہ اسی نظر سے تامل اللہ پر آسانی ہو فان رضی بل یلزم البیع بلا رضی البائع الظاہر نعم نہر پھر در صورت خیار اگر مشتری راضی ہو جائے تو کیا بیع لازم  
 ہوگی بلا رضامندی بائع کے ظاہر جواب یہ ہے کہ ہاں بیع لازم ہوگی کذا فی النہر ہماں تک کہ اگر بعد کیل کے بائع فسخ بیع کرے تو اس کا فسخ معتبر نہ ہوگا  
 اور مشتری سب ڈھیر کو لے گا کذا فی النہر ایضا و فسد فی الکل فی بیع ثلثہ بفتح فتشیدہ قطع الغنم و ثوب کل شاة و ذراع لفت و شربکۃ اور تمام  
 میں بیع فاسد ہے بھیڑ بکری کے ریوڑ اور کپڑے کی بیع میں اس طرح کہ ہر بکری عوض اتنے کے ہے اور ہرگز عوض اتنے کے شارح نے کہا ثلثہ بفتح ثاء مثلثہ و  
 تشدید لام عبارت ہے گلہ غنم سے اور شاة اور ذراع میں لفت نشر مرتب ہے مگر کہتا ہے یعنی بائع نے بھیڑ بکریوں کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اس میں سے  
 ہر بھیڑ یا بکری ایک روپے کو ہے یا کپڑے کے تھان کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ ہرگز اس کا چار آنے کو ہے تو بالکل فاسد ہے تمام افراد میں امام کے نزدیک  
 اس واسطے کہ افراد ہماں مختلف ہیں تو قیمت سب پر برابر تقسیم نہ ہوگی تو ذراع واقع ہوگا ایک کی تصدین میں بائع چاہے گا کہ مشتری چھوٹی دہلی بکری لے اور  
 مشتری بڑی موٹی بکری کا ارادہ کرے گا بخلاف گیہوں کے ڈھیر کے کہ وہاں ایک صاع یا ایک سہمی کی بیع صحیح ہے اس واسطے کہ گیہوں کے افراد یعنی اس کے  
 دانوں میں تفاوت نہیں یکساں حال ہے مصنف نے کپڑے میں کوئی قید نہ لگائی مانند صاحب کنز اور وقایہ کے لیکن عتانی نے جامع صغیر میں مفرت تبیین کی  
 قید لگائی ہے یعنی جس کپڑے کے ٹکڑے ہونے سے قیمت کم ہوتی ہو اس میں بیع مذکورہ صحیح نہیں تو اگر جس تھان سے گزدو گزارنا موجب نقصان نہ ہو  
 تو چاہیے کہ امام کے نزدیک اس میں ایک گز کی بیع جائز ہو جیسے گیہوں کے ڈھیر سے ایک صاع کی بیع جائز ہے کذا فی المنع عن غایۃ البیان وان علم مدد الغنم  
 فی المجلس لم یقلب صحیحاً عندہ علی الاصح اور اگر بھیڑ بکری کا شمار مجلس میں معلوم ہو جائے تو بیع منقلب بر صحت نہ ہوگی امام عظیمؒ کے نزدیک بنا بر قول اصح کے

ہم کہتا ہے یعنی بعد عقد کے مجلس میں شمار معلوم ہونے سے صحیح نہ ہوگی و لورضیا العقد بالتعاطی و نظیرہ البیع بارقم سراج اور اگر بائع اور مشتری راضی ہو جائیں بیع مذکور سے تو بیع منعقد ہوگی بسبب تعاطی کے اور مانند اس کے بیع بارقم ہے کہ تراضی اور تعاطی سے صحیح ہو جاتی ہے کذا فی السراج ہم رقم کے معنی نقش کے ہیں جس کو ہندی میں آنک کہتے ہیں اور سراج میں ہے بیع یا رقم یہ کہ بائع کے کہ میں نے یہ کپڑا بیچا موافق اس کی رقم کے یعنی جو ثمن کہ کپڑے پر لکھا ہے اور مشتری کو وہ معلوم نہیں سو اگر بعد حصول عقد مشتری دیکھے گا تو بیع فاسد ہے اور اگر قبل افتراق کے رقم دیکھے اور بیع کو پسند رکھے گا تو بیع صحیح ہوگی اور اگر قبل علم تفرق ہوا تو فساد ہو جائے گا اور بعد اس کے منقلب بجا رہے ہوگا انتہی کذا فی حاشیۃ اللدنی فتح القدر میں ہے کہ بیع بارقم فاسد ہے اس واسطے کہ بسبب رقم کے جہالت ثمن صلب عقد میں ممکن ہو گئی ہے مانند قمار کے معلوم نہیں کہ ثمن کیا ہے اور صاحبین نے اس کو جائز کہا ہے اگر مجلس میں ثمن معلوم ہو جائے اور دوسرا عقد منعقد ہو یعنی تعاطی انتہی طحاوی نے کہا یہ منافی ہے فقہاء کے کلام کے اس واسطے کہ سابق مذکور ہو چکا کہ بیع التعاطی میں یہ ضروری ہے کہ عقد فاسد یا باطل کے بعد نہ ہو اور اگر ہوگی تو قبل متارکہ منعقد نہ ہوگی مگر یہ کہ اس انعقاد کو بعد المتارکہ پر محمول کیجیے و کذا الحکم فی کل معدود متفاوت کابل و عبید و بطیح و کذا کل مافی تبعیضہ ضرر کمصوغ او ان بدائع اور اسی طرح غنم اور ثوب کا حکم ہے ہر معدود مختلف میں چنانچہ اونٹ اور غلاموں اور خربوزوں میں اور اسی طرح جس چیز کے ٹکڑے کرنے میں ضرر ہو چنانچہ ڈھلے برتن کذا فی البدائع ولو سمی عدد الغنم والذراع او حبلہ الثمن صح اتفاقاً اور بائع نے بھیڑ بکریوں کی گنتی اور کپڑوں کے گزوں کا شمار بتایا یا تمام ثمن مذکور کر دیا تو بائع بیع صحیح ہو جائے گی باتفاق امام اور صاحبین کے ہم کہتا ہے یہ تسمیہ مفروض ہے قبل عقد کے یا صلب عقد میں اور جو سابق مذکور ہوا کہ شمار غنم کے معلوم ہونے سے بیع صحیح نہیں وہاں تسمیہ مفروض ہے بعد عقد کے تو دونوں صورتوں میں کچھ تناقض نہ رہا کذا فی الطحاوی عن ابی السعود والفاضلہ لکلمۃ کل ان الافراد ان لم تعلم نہایتہا فان لم توجہ للجبالات فلا استفراق یمین و تعلیق اور قاعدہ کلیہ لفظ کل کا یہ ہے کہ اگر افراد کی نہایت نہ معلوم ہو سو اگر عدم علم جہالت کا باعث نہ ہو تو وہاں لفظ کل استفراق کے واسطے ہے یعنی صحیح افراد مراد ہوں گے پلین اور تعلیق میں ہم کہتا ہے طحاوی نے کہا جہالت سے وہ جہالت مراد ہے جو موجب نزاع نہ ہو شارع کو یوں کہنا مناسب تھا کہ بجائے میں لفظ امر کالاتا اس واسطے کہ تعلیق خود ہی یلین ہے تعلیق کی یہ مثال ہے کہ کل امراة تزوجہا فی طالق یعنی جس عورت سے میں نکاح کروں وہ مطلق ہے (وکلما اکت اللہم فعلی درہم) اور ہر بار کہ میں گوشت کھاؤں تو مجھ پر ایک درہم دینا واجب ہے تو ہر تزوج پر طلاق اور ہر لقمے پر درہم واجب ہوگا اور امر کی مثال یہ ہے کہ امر نے مامور سے کہا کہ میری طرف سے ہر مہینے میں ایک درہم دیا کر سو مامور نے ایک مہینے سے زیادہ دیتے تو امر پر وہ لازم ہوں گے والا فان لم تعلم فی المجلس فعلی الواحد اتفاقاً کا جبارۃ و کفالتہ و اقرار اور اگر جہالت موجب نزاع ہے تو اگر افراد کی نہایت مجلس میں نہ معلوم ہو تو وہاں لفظ کل کا ایک فرد پر محمول ہوگا باتفاق امام اور صاحبین کے چنانچہ اجارے اور ضمانت اور اقرار میں ہم کہتا ہے اجارے کی مثال یہ ہے کہ میں نے اجارہ دیا اپنا گھر کل شہر عین اتنے کے ہے تو اس پر ایک مہینہ لازم ہوگا اور ضمانت کی صورت یہ ہے کہ اگر عورت کے نفقے کا ضامن ہو اکل شہر یا کل یوم کا تو اس پر ایک مہینے یا ایک دن کا نفقہ لازم ہوگا امام صاحب نے نزدیک خلافاً لابی یوسف اور اقرار کی صورت یہ ہے کہ جب زید نے خالد سے کہا کہ تیرے بچے کل درہم ہیں تو ایک درہم لازم ہوگا کذا فی الطحاوی والافان تفاوتت الافراد کا لغتم لم یصح فی شئی عندہ اور اگر نہایت افراد کی معلوم ہو سو اگر افراد قیمت میں متفاوت ہوں چنانچہ غنم تو کسی چیز میں امام کے نزدیک بیع صحیح نہیں نہ ایک فرد میں نہ سبب افراد میں والا صح فی واحد عندہ کالبصرۃ اور اگر افراد میں تفاوت نہ ہو تو ایک صاع یا ایک سیر میں امام کے نزدیک بیع صحیح ہے چنانچہ گہوؤں جو کے ڈھیر میں و صحابہ فیہما فی الکل بجر اور صاحبین نے بیع کو صحیح کہا ہے دونوں میں یعنی سبب غنم اور سبب ڈھیر میں کذا فی البحر مکتا ہے صاحبین اور شافعی کی یہ دلیل ہے کہ بیع معلوم ہو چکی اشارے کے سبب سے اور جہالت ثمن کی شمار



کرنے غنم سے اور اناج کے پیمانہ کرنے سے زوال پذیر ہے تو عقد صحیح ہوگا کیونکہ رفع جہالت کا طریقہ موجود ہے وفی النہر من العیون والشر بنبلایۃ علی البرمان والقستانی من المیط وغیرہ بقولہما لیس فیہما تیسیرا اور نہر الفائق میں عیون سے اور شر بنبلایہ میں برمان سے اور قستانی میں میط وغیرہ سے منقول ہے کہ اس میں صاحبین ہی کے قول پر فتویٰ ہے بنظر آسانی کے وان باع صبرۃ علی انہا مائۃ قفیز بئائتہ درہم وہی اقل او اکثر اخذ المشتري الاقل بحصۃ ان شاء او فسخ لتفرق الصفۃ وکذا کل کیل او موزون لیس فی تبعیضہ ضررا اور اگر ڈھیر کو بیچا اس شرط پر کہ وہ سو قفیز ہے سودم کو اور حالانکہ وہ سو سے کم ہے یا زیادہ ہے تو مشتری کم کو لے اس کے حصے کے موافق قیمت دے کر اگر چاہے یعنی اگر مثلاً ساٹھ قفیز گیہوں ہوں تو ساٹھ درم کو لیا چاہیے یا بیع کو فسخ کرے بسبب متفرق ہونے صفقہ کے اور یہی حکم ہے ہر اس کیل یا وزنی چیز میں جس کے پارہ پارہ ہونے میں ضرر نہیں مگر کتا ہے مگر تبعیض کی قید سے خانیہ کا مسئلہ نکل گیا اگر موتی بیچا اس شرط پر کہ مثقال بھر ہے پھر وہ وزن میں مثقال سے زیادہ نکلا تو مشتری اس کا مالک ہے یعنی بلا زیادت ثمن اس واسطے کہ وزن اس چیز میں جس کو تبعیض مقرر ہے وصف جیسے ذراع کپڑے میں وصف ہے کذا فی الطحاوی و ما زاد للبائع لوقوع العقد علی قدر معین اور جو زیادہ ہو یعنی اگر ڈھیر اناج کا سو قفیز سے زیادہ نکلا تو وہ بائع کا ہے بسبب واقع ہونے بیع کے قدر معین پر یعنی بیع سو قفیز پر منعقد ہوگی تو جتنا سو سے زیادہ ہوگا وہ داخل عقد نہیں تو وہ بائع کا ہوگا نہ مشتری کا و ان یباع المذروع مثله علی ان مائۃ ذراع مثلاً اخذ المشتري الاقل بکل الثمن او ترک الا اذا قبض البیع او شاہدہ فلا ینالہ لان قضاء الغرر نہر واخذ الا اکثر بلا ینالہ للبائع لان الذراع وصف لتعیینہ بالتبعین ضد القدر والوصف لا یقابله شیء من الثمن اور اگر مذروع کو خواہ کپڑا ہو یا زمین کذا فی شرح الملتقی مانند سابق کے بیچا اس شرط پر کہ مذروع مثلاً سو گز ہے سودم کو تو مشتری کمتر کو پوری قیمت سے لے یا ترک کرے مگر جب کہ مشتری نے بیع پر قبضہ کیا یا اس کو دیکھ لیا تو اس کو ترک بیع میں اختیار نہ رہے گا بسبب منتفی ہو جانے فریب کے کذا فی النہر اور اکثر کو مشتری لے گا بلا اختیار بائع کے اس واسطے کہ ذراع یعنی گز وصف ہے بسبب معیوب ہونے مذروع کے تبعیض سے بخلاف مقدار یعنی کیل اور وزن کے کہ وہ وصف نہیں اور وصف کے مقابلے میں ثمن کچھ نہیں پڑتا مگر کتا ہے تو صحیح اس کی یہ ہے کہ بائع نے زمین بھی سو روپے کو اس شرط پر کہ وہ سو گز ہے مثلاً پھر وہ ساٹھ یا اسی گز نکلی یا ایک سو دس گز ثابت ہوئی تو مشتری کو کمتر میں اختیار ہے چاہے ساٹھ یا اسی گز پوری قیمت کو سو روپے دے کر لے یا نہ لے اور اکثر یعنی ایک سو دس گز کو مشتری سو روپے سے لے گا بلا اختیار بائع کے بخلاف کیل اور وزنی چیز کے کہ اس میں کمتر بقیمت کمتر مشتری کو ملے گا اور اکثر کا بائع مالک ہوگا اس واسطے کہ مذروع میں ذراع وصف ہے اور کیل اور موزون میں کیل اور وزن وصف نہیں نہر الفائق میں ہے کہ اصطلاح فقہ میں وصف ثمن سے عبارت ہے جو تابع ہوتی ہوگی کا اور منفصل نہ ہو اس سے جب اس میں حاصل ہو تو اس کی ثوبی کو زیادہ کر دے چنانچہ ذراع وصف ہے کپڑے میں اس واسطے کہ اگر دس گز کپڑے کی دس درم مثلاً قیمت ہو اگر ایک گز اس میں سے کم ہوگا تو نو گز نو درم کا نہ رہے گا یعنی اس واسطے کہ نو گز جہہ وغیرہ کو کافی نہیں اور دس گز کافی ہے لہذا بعضوں نے وصف کی یوں تعریف کی ہے کہ وصف وہ ہے جو تبعیض سے معیوب ہو جائے اور زیادہ اور کم ہونا وصف ہے اور جو ایسا نہ ہو وہ اصل ہے انتہی تو معلوم ہوا کہ ذراع ثوب میں اوصاف زائدہ کے مانند ہے جس کی مقابل کچھ ثمن نہیں پڑتا یعنی ثمن بیع کے اجزا پر منقسم نہیں ہوتا جیسا کہ گیہوں وغیرہ میں منقسم ہوتا ہے الا اذا کان مقصوداً بالتناول کما افادہ بقولہ وان قال فی بیع المذروع کل ذراع بدرہم اخذ الاقل بحصۃ لصیورۃ اصلاً بافراہہ بذکر الثمن او ترک لتفریق الصفقۃ مگر جب کہ وصف مقصود بالتناول ہو تو ثمن اس کے مقابل ہوگا چنانچہ مصنف نے اپنے اس قول سے اس کو بیان کیا اور اگر بائع نے مذروع کی بیع میں کہا کہ

ہرگز بعوض دم کے ہے تو مشتری کمتر کو اس کے حصے کے موافق لے اس واسطے کہ ذراع اگرچہ وصف ہے مگر یہاں اصل ہو گیا بسبب اس کے علیحدہ کر دینے کے ثمن کے ذکر کر دینے سے یا ترک بیع کرے بسبب متفرق ہونے عقد کے ہم کتاب ہے یعنی اگر سوگز زمین یا کپڑے کو سود دم میں بیچا اس طرح کہ ہرگز کے عوض ایک دم ثمن مقرر کیا اور ساٹھ گز نکلے تو مشتری چاہے ساٹھ گز کو ساٹھ دم دے کر لے چاہے نہ لے اس واسطے کہ گز اگرچہ وصف ہے لیکن جب اس کا ثمن جدا ذکر ہوا تو وہ اصل بیع ہو گیا و کذا اخذ الاكثر کل ذراع بدرہم اوفسح لدفع ہذا التزام الزائد اسی طرح اگر سوگز سے زیادہ کو مشتری لے ہرگز عوض دم کے یا چاہے فسح بیع کرے تاکہ التزام زائد کا ضرر دفع ہو مگر کتاب ہے چونکہ بیع ہوئی تھی سو گز کی لہذا زائد کے خرید کرنے میں مشتری کو اختیار ہوتا التزام مالا یلزم لازم نہ آوے و فسد بیع عشرۃ اذرع من ماتہ ذراع من دار او حمام و صحاہ وان لم یسیم جملتها علی الصیح لان ازالہ التماجد بہا اور فاسد ہے بیع دس گز کی گھریا حمام کے سو گزوں میں سے اودھا جبین نے اس کو صحیح کہا ہے اگرچہ بائع نے سب گزوں کا نام نہ لیا ہو بقول صحیح اس واسطے کہ ازالہ جہالت کا عاقدین کے ہاتھ میں ہے مگر کتاب ہے فساح بیع کی وجہ امام کے نزدیک یہ ہے کہ ذراع بحقیقت میں اس آلہ کا نام ہے جس سے ناپتے ہیں خواہ لکڑی کا ہو یا لوہے کا سو وہ حقیقی معنی یہاں متعذر ہیں تو مجازاً یہاں ذراع سے زمین مراد ہے جو ذراع سے ناپی جاتی ہے اور زمین پر اطلاق ذراع نہیں ہو سکتا مگر معین اور مشخص ہو کر اس واسطے کہ ناپنا فعل محسوس ہے کہ محل محسوس کا مقتضی ہے تو اس صورت میں دس گز غیر معلوم کھڑے کہ گھریا حمام کے کس جانب سے مراد ہیں تو یہ جہالت باعث منازعت ہے بائع کے گا کہ میں دس گز فلانی طرف سے دوں گا مشتری کے گا نہیں میں فلانی طرف سے لوں گا بخلاف سهم کے کہ وہ امر عقلی ہے محل محسوس کا مقتضی نہیں تو اس کا شائع ہونا جائز ہے کیونکہ اس کی جہالت باعث نزاع نہیں اس واسطے کہ دس حصے کا مالک نوے حصے والے کا شریک ہے تمام گھر میں بلا تعین مہنہ اور صاحبین کے نزدیک وجہ صحت کی بقول صحیح یہ ہے کہ دس گز کی جہالت کا دور کرنا ناپ کر بائع اور مشتری کے اختیار میں ہے ہر چند امام کے نزدیک ہر طرح بیع فاسد ہے خواہ بائع تمام ذراع کو مذکور کرے یا نہ کرے لیکن مصنف نے اس واسطے جو ذراع ذکر کیے تاکہ قول آئندہ صحیح ہو اس واسطے کہ چند سهام کا بیچنا بدون ذکر کل سهام کے باتفاق امام اور صاحبین صحیح نہیں کذا فی الطحاوی لا یفسد بیع عشرۃ اسہم من ماتہ سهم اتفاقا لشیوع السہم لا الذراع فاسد نہیں بیع دس سهم کی منجملہ سو سهم کے باتفاق امام اور صاحبین کے بسبب شائع اور عام ہونے سهم کے نہ ذراع کے کیونکہ سهم امر عقلی ہے تو محل کا مقتضی نہیں اور ذراع محل محسوس کا مقتضی ہے چنانچہ مفصل مذکور ہو چکا بقی لو تراضیا علی تعیین الاذرع فی مکان لم ارہ وینبغی انقلابہ صحیحاً لونی المجلس ولو بعدہ بیع بالتعاطی نہر باقی ہے یہ بات کہ اگر بائع اور مشتری راضی ہو جائیں گزوں کی تعیین پر ایک مکان خاص میں میں نے اس کو کتب فقہ میں مصرح نہیں دیکھا اور لائق یہ ہے کہ بیع منقلب بصحت ہو جائے اگر تعیین مجلس عقد میں ہو اور اگر تعیین مجلس کے بعد ہو تو بیع بالتعاطی ہوگی کذا فی النہر مشتری عدد ا من قیمی ثیا باو غنما جو ہرۃ علی انہ کذا فنقص او زاد فسد للجمالتہ خرید کیے چند عدو قیمت والی چیز سے خواہ کپڑے ہوں یا بھیر بکری کذا فی الجوہرۃ اس شرط پر خرید ہوئے کہ اتنے ہیں پھر کم نکلے یا زیادہ ہوئے تو بیع فاسد ہے بسبب جہالت کے ہم کتاب ہے مثلاً دس تھان کی گھڑی خرید کی بیس روپے کو پھر جو گھڑی کھولی تو نو یا گیارہ تھان نکلے تو دونوں صورتوں میں بیع فاسد ہے اس واسطے کہ نقصان کی صورت میں ثمن مجہول ہے کیونکہ ثمن کے اجزا، قیمت مجہول والی بیع کے اجزا پر منقسم نہیں ہوتے بخلاف بیع مثالی کے تو ایک کم تھان کی قیمت معلوم نہیں جس کو بیس روپوں سے کم کر دیجیے پھر جب کم تھان کی قیمت ہوئی تو تمام ثمن مجہول ہو گیا اور در صورت زیادتی کے بیع مجہول ہو گا اس واسطے کہ ایک تھان کے پھیر دینے کی حاجت ہوگی تو اس میں نزاع واقع ہوگا مشتری کے تھان کے پھیر دینے کا ارادہ کرے گا اور بائع عمدہ تھان لینے کا قصد ہوگا تو مشتری

یہ یعنی گلے پڑنا اسی چیز کا جو اس کیلئے ضروری نہیں ۱۲

ارضاعلیٰ ان فیہا کذا غلا ثم افاذوا احدہ فیہا لا ثم قد سجر اور اگر ایک زمین خرید کی اس شرط پر کہ اس میں اتنے کھجور کے درخت چلنے والے ہیں سو ان میں ایک غیر مٹھرا نکلا تو بیع فاسد ہے کذا فی البحر یعنی فاسد ہے نمون کی جمالت سے چنانچہ مسئلہ سابقہ میں در صورت کمی وجہ اس کی مذکور ہو چکی کما لو باع عدلا من الثیاب او عنما واستثنیٰ واحد البعیر عینہ فسد ولو لعینہ جاز البیع خانہ چنانچہ کپڑوں کی گھٹری یا چند بکریاں بیچیں اور ان میں سے ایک کپڑا یا ایک بکری بلا تعین نہ بیچی تو بیع فاسد ہے اور اگر ایک معین تھاں یا ایک مخصوص بکری مستثنیٰ کر لی تو بیع جائز ہے کذا فی الخانیۃ یعنی در صورت استثناء غیر معین کے بیع فاسد ہے جمالت کے سبب سے مشتری ادنیٰ کے دینے کا ارادہ کرے گا اور بائع اعلیٰ لینے کا قصد رکھے گا اور صورت تعین یہ جمالت نہیں ولو بین ثمن کل من القیمتی بان قال کل ثوب منہ بکذا ونقص ثوب صح البیع بقدرہ لعدم الجمالۃ وخیر لتفرق الصفقة اور اگر قیمت والی ہر ایک چیز کا ثمن بیان کر دیا یعنی اس طرح کما کہ اس گھٹری میں سے ہر تھاں کی قیمت ہے اور ایک تھاں کم نکلا تو بیع صحیح ہوگی بقدر موجود کے بواسطے عدم جمالت کے اور مشتری خرید اور عدم خرید میں مختار ہوگا بسبب متفرق ہونے عقد کے ہم کتا ہے مسئلہ سابقہ میں مجموع بیع کا مجموع ثمن مذکور تھا لہذا کمی میں جمالت طاری ہوئی اور یہاں ہر تھاں کا جدا جدا ثمن مقرر ہوا تو کمی میں جمالت نہ ہوئی مثلاً دس تھاں بیچے بیس روپے کو اس طرح کہ ہر تھاں کے دو دو روپے ثمن ٹھہرے پھر اگر نو تھاں نکلیں گے تو ان کا ثمن اٹھارہ روپے ہوگا ایک تھاں کے دو روپے کم ہو جائیں گے وان زاد ثوب فسد بجمالت المزید اور اگر ایک تھاں زیادہ نکلا مثلاً تھاں کی شرط میں گیارہ تھاں نکلا تو بیع فاسد ہے بسبب جمالت مزید کے ہم کتا ہے در صورت زیادتی جمالت ثمن بلکہ جمالت بیع ہے یعنی دس تھاں بیع کی تعین میں نزاع واقع ہوگا بمعنا گیارہ تھاں کے کذا فی البحر یعنی عمدہ تھاں کو عشرہ بیع میں مشتری داخل کرے گا اور بائع برعکس اس کے ولوردا الزائد او عزلا بل بخل الباقی خلاف اور اگر مشتری نے زائد کو پھیر لیا اس کو جدا کر دیا تو کیا باقی اس کو صلال ہیں اس میں اختلاف ہے ہم کتا ہے بزازیہ میں ہے کہ گھٹری خرید کی اس شرط پر کہ اس میں اتنے کپڑے ہیں پھر اس کو زائد پایا اور بائع غائب تو زائد کو جدا کرے اور باقی کو استعمال میں لاوے اس واسطے کہ وہ اس کا مالک ہو گیا اتنی اور گویا یہ استحسان ہے والایع فاسد ہے جمالت مزید کے سبب سے اور خانہ اور قفیر میں مصرح ہے کہ عمدہ کا یہ استحسان ہے کہ اس میں سے ایک کپڑا جدا کر کے باقی استعمال میں لاوے اور اس میں قبل اس کے یہ ہے کہ ایک شے خریدی سو اس کو زائد پایا اور زائد بائع کو دیدے تو باقی صلال ہے مثلیات میں اور قیمت والی چیز میں صلال نہیں تا وقتیکہ باقی کو بائع سے خرید نہ کرے مگر جب کہ زیادتی ایسی چیز کی ہو جس میں بخل جاری نہ ہو تو اس وقت میں اس کو جدا کر کے اتنی مافی البحر اور نہ الفائق میں ہے کہ یہ جو بزازیہ نے کہا کہ وہ مالک ہو گیا یعنی قبض سے مالک ہوا اگرچہ بیع فاسد ہے اور خانہ میں ہے کہ گھٹری خرید کی جس میں بیس تھاں ہیں ہر تھاں عوض اتنے کے پھر اس کو زیادہ پایا تو زیادتی مشتری کو مسلم نہیں پس اگر بائع غائب ہو تو علمانے کہا ہے کہ مشتری اس میں سے ایک تھاں کو جدا کر دے اور باقی کو استعمال کرے اور یہ استحسان ہے عمدہ کا بنظر مشتری کے اتنی مافی البحر اور ظاہر ہے تزج سے کل علمانے نزدیک جدا کر دینے کے وقت بائع کے غائب ہونے میں اور جب کہ مشتری نے زائد چیز بائع کو پھیر دی تو عدلت مابقی ظاہر ہے کذا فی المطاویٰ مشتری ثوبا بتفاوت جو ازہ فلو لم تفاوت کما باس لم تحمل لہ الزیادۃ ان لم یضربہ القطع و جاز بیع ذراع منہ نہر خرید کیا کپڑا جس کے جو اب متفاوت ہیں تو اگر جو اب اس کے متفاوت نہ ہوں بلکہ برابر ہوں چنانچہ تھاں کپڑے کا تو قدر مشروط سے زیادہ لینا صلال نہیں اگر اس کو پھاڑ لینا ضرر نہ کرتا ہو اور بیع ایک گز کی اس میں سے بائز ہے کذا فی النہر ہم کتا ہے زاہد عثمانی نے جامع صغیر کی شرح میں کہا کہ ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ یہی عدلت زیادت کم از ذراع ہے کپڑے میں ہے جو قطع بعض سے میوب ہو جاتا ہے چنانچہ قفیر اور پاجامہ اور عمدہ اور مانند اس کے اور اگر کرباس یعنی تھاں جو جس کو قطع مضر نہیں اور مشتری نے نزدیک بشرط دس گز ہونے کے پھر اس کو گیارہ گز پایا تو زیادتی اس کے لیے مسلم نہیں بلکہ اس کو بائع کو پھیرے چنانچہ کیلات اور موزونات میں پھیر دینا لازم ہے اتنی شے نے کما مشائخ نے کہا ہے کہ اگر ایک گز اس کرباس سے بیچے تو جائز ہے مانند بیع قفیر کے پھیر کے اس واسطے کہ قطع اور تیز باقی کو مضر نہیں کذا فی المطاویٰ

علیٰ ان عشرۃ اذرع کل ذراع بدرہم اخذہ بعشرۃ فی عشرۃ و زیادۃ نصف بلاخیار لانه انفع واخذہ بتسعۃ فی تسعۃ و نصف بخیار تفرق الصفقۃ و قال محمد یاخذہ فی الاول بعشرۃ و نصف بالخیار فی الثانی بتسعۃ و نصف بہ و ہوا عدل الاقوال بجزوا قرہ المصنف وغیرہ قلت لکن صحح القستانی وغیرہ قول الامام علیہ المتون فعلیہ الفتویٰ یعنی مختلف الجوانب کپڑا قمیص وغیرہ کے مانند خرید کیا اس شرط پر کہ وہ دس گز ہے ہرگز عرصہ دم کے تو مشتری اس کے لے دس دم سے ساڑھے دس گز کے ہونے میں بلاخیار اس واسطے کہ نصف گز کا زیادہ ہونا اس کو نافع تر ہے اور اس کو نو دم سے لے ساڑھے نو گز کے ہونے میں اور چلے نہ لے بسبب تفرق ہونے عقد کے اور محمد نے کہا کہ پہلی صورت میں اس کو ساڑھے دس دم سے لے اگر چاہے اور دوسری صورت میں ساڑھے نو دم کو لے اگر چاہے اور یہ قول معتدل ترین اقوال ہے کذا فی البحر اور اسی قول کو مصنف وغیرہ نے ثابت رکھا ہے میں کہتا ہوں لیکن قستانی وغیرہ نے امام کے قول کی تصحیح کی ہے اور اسی قول پر متون فقہ مشتمل ہیں تو امام ہی کے قول پر فتویٰ ہے ہم امام کی دلیل یہ ہے کہ ذراع وصف ہے آل میں اور حکم آل کا اس وقت لیتا ہے جب شرط پائی جائے سو شرط یہاں ذراع میں پائی گئی نہ نصف ذراع میں تو کمتر از ذراع اپنی اہانت پر وصف بنا رہا اور وصف کے مقابل کچھ ٹن نہیں واقع ہوتا اور محمد نے بجز کا اعتبار کل کے ساتھ کیا اس واسطے کہ جب ہر ذراع مقابل دم کے ہو تو نصف ذراع نصف دم کے مقابل ہوگا بالضرور القانی نے کہا کہ ہم محمد کے قول کو لیتے ہیں اور فتح القدر میں ہے کہ بعض شارحین نے محمد کے قول کو اختیار کیا ہے اور ذخیرے میں کہا کہ امام ابو حنیفہ کا قول اصح ہے طحاوی نے کہا کہ شارح کی تفریح میں گفتگو ہے اس واسطے کہ گاہے فتویٰ قول صحیح پر ہوتا ہے نہ اصح پر یا گاہے غیر متون کی روایت پر فتویٰ ہوتا ہے آسانی کے واسطے یا بسبب جریان تعامل کے تو تفریح شارح کی یعنی قول امام کا مفتی بہ ہونا تمام نہیں اور تو معلوم کر چکا ہے القانی کا قول واللہ اعلم بالصواب فصل فی ما یدخل فی البیع تبعا لایدخل فیہ فصل ہے اس میں جو بیع یعنی بیع میں بطریق تہجیت داخل ہوتا ہے اور جو بالبیع داخل نہیں ہوتا الاصل ان مسائل ہذا الفصل بمنیۃ علی قاعدین احدہما ما افادہ بقولہ کل ما کان فی الدار من البناء یعنی کل ما ہو متناول اسم البیع عرفا یدخل بلا ذکر اصل یہ ہے کہ اس فصل کے مسائل کی بنا دو قاعدوں پر ہے ایک قاعدے کو مصنف نے اپنے اس قول سے بیان کیا کہ جو چیز گھر میں ہے از قبیل عمارت کے یعنی جو چیز کہ بیع کے نام کو شامل ہے عرف میں وہ بیع میں داخل ہے بدون ذکر کرنے کے ہم شارح نے اشارہ کر دیا کہ مصنف کے کلام میں گھر اور عمارت بطریق مثال کے ہے نہ بطریق قید کے اور اسی طرح قاعدہ ثانیہ میں شارح تعلیم کی طرف اشارہ کیا یعنی جو چیز بیع میں اسم بیع کو شامل ہے جیسے گھر و عمارت شامل ہے وہ بلا ذکر کے بیع میں داخل ہے تو گھر کی بیع میں عمارت بلا ذکر داخل ہے اس واسطے کہ گھر عمارت ہے زمین اور عمارت سے و ذکر ثانیہ بقولہ او متصلا بہ تبعا لہما و دخل فی بیعہما یعنی ان کل ما کان متصلا بالمبیع اتصال قرار ہو ما وقع لالان یفصلہ البشر و دخل تبعا و مالا فلا اور قاعدہ ثانیہ کو مصنف نے اپنے اس قول سے بیان کیا یا جو چیز اس سے متصل ہو وہ گھر کی بیع میں داخل ہے گھر کے تابع ہو کر یعنی جو متصل ہو بیع سے بالاتصال قرار یعنی جو اس واسطے نہ بنی ہو کہ آدمی اس کو اکھاڑ ڈالے چنانچہ اینٹ مٹی کی سیڑھی وہ بیع میں داخل ہے بالبیع اور جو ایسی متصل نہیں وہ داخل بیع نہیں چنانچہ لکڑی کی سیڑھی جس کا ایک سرا زمین میں گرانا ہو و مالکین من القسین فانہ من حقوقہ و مرافقہ دخل بذکرہ والا لا اور جو دونوں قسموں میں یعنی نہ اسم بیع کو شامل ہونے سے متصل ہو بالاتصال قرار سو اگر وہ چیز بیع کے حقوق اور مرافق سے ہو تو بشرط ذکر حقوق اور مرافق کے داخل ہوگی اور نہیں تو داخل نہ ہوگی ہم شارح نے بجز قاعدہ اس فصل کے بطور صاحب نہر کے دو قاعدے بیان کیے اور بہتر یہ تھا کہ صاحب درر کے مانند میں قاعدے مذکور کرتا اس طرح پہلا قاعدہ یہ کہ جو اسم بیع کو شامل ہو عرفاً وہ بیع بلا ذکر صریح داخل ہے دوسرا قاعدہ یہ کہ جو متصل ہو بیع سے بالاتصال قرار وہ تابع ہے بیع کا اور اس کی بیع میں داخل ہے تیسرا قاعدہ یہ کہ جو دونوں قسموں میں ہو اگر حقوق اور مرافق بیع میں ہے تو بذکر حقوق اور مرافق داخل ہوگا والا نہیں کذا فی الطحاوی فی دخل البناء و المقایح المتصلة اطلاقا کسبتہ و کیلون ولو من فنتہ لا افضل لعدم اتصالہ و السلم المتصل و السریر و الدرج المتصلہ و الریح لو اسفلہا منبیا و لیکرۃ

لاالودوالجبل مال لقیل برفقہانی بیعہا بے الدار تو گھر کی بیع میں عمارت داخل ہے اور وہ مفایح جو اپنے اغلاق سے متصل ہیں گاہے جدا نہیں ہوتیں چنانچہ ضبہ اور کیلون اگر پہ چاندی کی ہوں نہ قفل یعنی قفل اور اس کی کنجی داخل بیع نہیں اس واسطے کہ وہ گھر سے متصل نہیں اور گھر کی بیع میں داخل ہے نزدیک متصل اور وہ تخت اور زینہ جو زمین میں گڑا اور جاسے اور چکی اگر اس کا نیچے کا پاٹ زمین میں گڑا ہو اور کنوئیں کی گھرنی داخل دار ہے اور ڈول اور سی داخل نہیں جب تک بالغ مرافق دار کا لفظ نہ کہے م اغلاق جمع ہے غلق کی اور غلق بفتحین کو فارسی میں کلیداد اور بندر کہتے ہیں یعنی آگہمدید جو دونوں کو اڑوں میں کیلون سے بڑا ہوتا ہے دروازہ کھولنے اور بند کرنے کے واسطے یعنی اہل ہند اس کو کھشکا کہتے ہیں اور بعضے بیلین اور عرب اس کو ضبہ اور کیلون بولتے ہیں فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ اگر زینہ لکڑی کا ایک طرف زمین میں گڑا اور جاسے ہو تو گھر کی بیع میں داخل ہے اور اگر منتقل اور متحول ہوتا ہو تو بالغ کا ہے اور تار خانہ میں ہے کہ سلاسل اور قنادیل جو چھت میں کیلون سے بڑی ہوں وہ گھر کی بیع میں داخل ہیں اور فتح القدر میں ہے کہ چکی کا نیچے کا پتھر جو زمین میں گڑا ہے بطور قیاس کے اور اوپر کا پتھر بطور استحسان کے بیع میں داخل ہے لیکن دبا ر میں نیچے کا پتھر زمین میں نہیں جاتے بلکہ دونوں پتھر منتقل اور متحول رہتے ہیں تو ایسی چکی داخل بیع نہ ہوگی اور کنواں گھر کا اور اس کی گھرنی داخل بیع ہے وہ ڈول اور سی جو اس پر معلق ہے انتہی اور فتاویٰ عالمگیری میں محیط سے منقول ہے کہ جب ایک گھر یا دوکان مولیٰ اور اس کی دیوار گڑی ہو اس میں راستا اور لکڑیاں نکلیں تو اگر وہ مجملہ عمارت ہیں استحکام کے واسطے چنانچہ لکڑی کے مجموعے تو ان کا مالک مشتری ہے اور اگر بطور ودیعت کے ہوں تو بالغ اس کا مالک ہے اور وجیز کر دی میں ہے کہ اگر دوکان کے آگے چھتا ہو چنانچہ بازاروں میں ہوتا ہے تو داخل بیع نہ ہوگا مگر بذر مرافق انتہی و کذا البستانہا اور اس طرح گھر کی بیع میں خانہ باغ داخل ہے م فتح القدر میں ہے کہ وہ خانہ باغ مراد ہے جو گھر کے اندر ہے خواہ چھوٹا ہو یا بڑا اور اگر گھر سے خارج ہے تو ابو سلیمان کے نزدیک داخل بیع نہیں اگرچہ اس کا دروازہ گھر میں ہو اور فقیہ ابو جعفر نے کہا کہ اگر دروازہ باغ کا گھر کے دروازے سے چھوٹا ہو اور کھولنے کی زنجیر گھر کی جانب ہے تو داخل ہے اور اگر اس کا دروازہ گھر کے دروازہ سے بڑا یا برابر ہو تو داخل نہیں انتہی اما البیوع کائنۃ فی الدار فتد خل فتح کما سی فی باب الاستحقاق اور وہ کنواں جو گھر میں ہے سو گھر کی بیع میں داخل ہے کذا فی الفتح چنانچہ باب الاستحقاق میں آوے گا ویدخل فی بیع الحمام القدر لا القطاع اور حمام کی بیع دیگر داخل ہیں نہ کا سے م دھویوں اور رنگریزوں کی دیکھیں اور غسالوں کے تنار اور تیلیوں کے مٹھور اور مشکے اور دھویوں کا پٹرا جس پر وہ کپڑے کوٹ کر صاف کرتے ہیں وہ سب زمین کی بیع میں داخل نہیں اگرچہ بیع بحق ارض ہوئی ہو میں کتاہوں کہ لائق یوں ہے کہ اگر بیع برافق ارض ہوئی تو اشیائے مذکورہ داخل ہونگی کذا فی فتح القدر و فی الحمار کافہ ان تراہ من الزارعین و اہل القری لالو من الحمرین اور گدھے کی بیع میں اس کا پالان داخل ہے اگر گدھے کو زارعین اور دیہات کے رہنے والوں سے خرید کیا ہو اور گدھے والوں سے جو گدھے بچنے کی تجارت کرتے ہوں ان سے مول لے گا تو پالان داخل بیع نہ ہوگا مٹھاوی نے کہا شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ سودا گروں کی عادت یہ ہے کہ شنگی پیٹھ پھینکتے ہیں و تدخل قلاوتہ عرفا اور گدھے کے گلے کا گنڈا داخل بیع ہے باعتبار رواج کے م جو رسی کہ گدھے کے گلے میں بندھی ہے وہ حمار کی بیع میں داخل ہے عرف میں لیکن جہاں اس کا رواج نہیں وہاں داخل نہیں اور جانور کی لگام اور جو رسی کہ بیل کے سینگوں پر بندھی ہے اور جھول بدون شرط کے داخل بیع نہیں کذا فی العالمگیریہ اور گھوڑے کی بیع میں لگام اور اونٹ کی بیع میں فقط تکمیل داخل ہے اور کسی کتاب میں اس کا حکم مذکور نہیں کہ گھوڑا بچے اور اس پر زمین ہو بعضوں نے کہا کہ زمین داخل نہیں بلا تھیس یا بکلم شمن کذا فی فتح القدر ویدخل ولد البقرۃ الرضیع و فی الاتان لارضیعا اولابہ یعنی اور گائے کا دودھ پیتا بچے گائے کی بیع میں داخل ہے اور گدھی کی بیع میں اس کا بچہ داخل نہیں خواہ وہ دودھ پیتا ہو یا نہ پیتا ہو اسی پر فتویٰ ہے م وجہ اس کی یہ ہے کہ گائے کا دودھ بخوبی حاصل نہیں ہو سکتا بدون اس کے بچے کے اور گدھی کا دودھ حلال نہیں جو بچہ لینے کی ضرورت پڑے مٹھاوی نے کہا کہ اس مسئلے میں بڑا اختلاف ہے

اور ان امور کا مدار عرف پر ہے ویدخل ثياب عبود و جارية اے کسوة مثلها تعطيها هذا اور غیر ما اور غلام اور لونڈی کے کپڑے ان کی بیع میں داخل ہیں یعنی وہ لباس جیسا لونڈی غلام پہنتے ہیں بائع کو اختیار ہے کہ ان کو وہی لباس دے جو ان کے بدن پر ہے یا سوائے اس کے ہم اگر لونڈی غلام عمدہ لباس پہنتے ہوں تو داخل بیع نہ ہو گا بدون شرط کے کذا فی العالمگیریہ لاجلیہا الا ان سلمها او قبضها وسکت وتمامہ فی الصیرفیۃ لونڈی کا زیور داخل بیع نہیں مگر اس طرح کہ بائع اس کو زیور کے ساتھ تسلیم کرے یا مشتری اس پر زیور کے ساتھ قبضہ کرے اور یا بیع سکوت کرے اور پورا بیان اس کا صیرفیہ بیع ویدخل الشجر فی بیع الارض بلا ذکر قیدی المسئلتین فبالذکر اولی منثمرۃ کانت اولاً صغیرۃ او کبیرۃ الا الیابستہ لاتہا علی شرف القطع فتح اور داخل ہیں درخت زمین کے بیع میں بلا شرط بیع اشجار خواہ بار آور ہوں یا نہ ہوں چھوٹے ہوں یا بڑے مگر خشک درخت داخل بیع نہیں اس واسطے کہ وہ کاٹ ڈالنے کے کنارے پر ہو رہا ہے کذا فی الفتح تو خشک درخت ایسا ہے جیسے رکھی ہوئی لکڑی کذا فی البحر شارح نے کہا کہ بلا ذکر دونوں مسئلوں میں قید ہے یعنی لکڑی کی بیع میں عمارت وغیرہ بلا ذکر عمارت داخل ہے اور زمین کی بیع میں اشجار بلا ذکر اشجار داخل ہیں تو اگر عمارت اور شجر کا ذکر ہو گیا تو بطریق اولی داخل ہوں گے اذاکانت موضوعۃ فیہا کالبناء للقرار اشجار زمین کی بیع میں اس وقت داخل ہیں جب کہ وہ زمین میں موجود ہوں قرار اور دوام کے واسطے مانند عمارت کے فلو فیہا صغار تعلق زمین الریح ان من اصلہا تدخل وان من وجہ الارض لالا بالشرط وتمامہ فی شرح الوہبۃ اور اگر زمین بیع میں ایسے چھوٹے درخت ہوں جو فصل زمین میں اکھاڑے جاتے ہوں سو اگر جڑ سے اکھاڑے جاتے ہوں تو زمین کی بیع میں وہ بھی داخل ہیں اور اگر زمین کے برابر سے کاٹے جاتے ہوں تو بدون شرط کے داخل نہیں اور پورا اس کا بیان شرح وہبانیہ میں ہے ہم علامہ عبد البر کی شرح وہبانیہ میں یوں مذکور ہے کہ قصب فارسی یعنی نیستان داخل ہے زمین کی بیع میں اور نیشکر داخل نہیں کہ بجائے زراعت ہے اور گلاب اور آس اور پنبیلی کے پھول بلا ذکر داخل نہیں کہ بجائے اثمار کے ہیں اور ان کے اصول داخل ہیں اس واسطے کہ ان کی قطع کی نہایت نہیں اور روٹی اور کسم بجائے اثمار داخل نہیں اور ان کی جڑوں میں دخول اور عدم دخول کے دخول ہیں اور فناوی قاضی خاں میں ہے کہ قول صحیح یہ ہے کہ کپاس کی جڑ داخل نہیں اور خرسی نے کہا کہ بیگن کے اصول داخل نہیں اور گندنا وغیرہ جو چیز علی وجہ الارض ہے وہ داخل نہیں اور گار اور پیاز اور شحم رسیدہ بائع کا ہے خواہ ظاہر ہو خواہ پوشیدہ اور اگر رسیدہ نہیں تو مشتری کا ہے اور زعفران بلا ذکر داخل نہیں اور اسی کے اصول میں محمد سے دو روایتیں ہیں اور حبوب اور کتان اور جوار باجرہ کھیت کے مانند ہیں انتہی ملخصاً کذا فی الطحاوی و فی القنیۃ شری کر داخل الوثائل للشدودۃ علی الاذتاد المنصوبۃ فی الارض وکذا الاعمدۃ المدفونۃ فی الارض التي علیہا غصن الکرم المسماۃ بارض الخلیل برکانہ الکرم اور قنیۃ میں ہے خرید کیا انگور کے درختوں کو تو وہ رسیاں جو زمین پر گڑی ہوئی بیجوں میں بندھی ہیں داخل بیع ہیں اور اسی طرح وہ تقونیاں جو ایک طرف سے زمین کے اندر گڑی ہوئی ہیں جن پر انگور کی شاخیں پھلتی ہیں جن کا نام ارض خلیل میں رکاز الکرم ہے ہم وثائل جمع ہے وثل بفتح تین کی یعنی ریشہ نما کی رسی اور بعض نسخوں میں بجائے وثائل و تائیر ہے جمع و تیر کی یعنی وہ رسیاں جو گھر کے ستونوں میں تانی جاتی ہیں کپڑے ٹانگنے کو جن کو بعضے اہل ہند الگنی کہتے ہیں یہاں مراد وہ رسیاں ہیں جن پر انگور کی شاخیں پھلتی ہیں و فی النہر کلاما دخل تبعاً لایقابلی شیء من الثمن لکونہ کالوصف و ذکرہ للصف فی باب الاستحقاق قبیل السلم اور نہ الفائق میں ہے کہ جو چیز بیع میں بالبیع داخل ہیں ان کے مقابل کچھ نہیں پڑتا اس واسطے کہ تابع وصف کے مانند ہے اور مصنف نے اس کو باب الاستحقاق میں باب السلم سے پہلے مذکور کیا ہے ہم تہر الفائق میں کہا و لہذا قنیۃ میں ہے کہ ایک گھر مول لیا اس کی عمارت جاتی رہی تو کچھ ثمن نہ ساقط ہو گا یعنی اس واسطے کہ عمارت تابع ہے انتہی فتح القدر میں ہے جیسے بیع میں اشیاء داخل ہوتی ہیں بلا تسمیہ بالبیع اسی طرح بیع سے چند چیزیں بلا تسمیہ خارج ہو جاتی ہیں چنانچہ قریبات کی بیع سے راہیں اور مساجد اور شہر پناہ خارج ہو جاتے ہیں خلاصہ میں ہے قریہ بیچا

جس میں مسجد ہے اور اس کو استثنا کر بیع سے تو ذکر حدود شرط ہے یا نہیں اس میں اختلاف مشائخ ہے اور اسی طرح جیاض کا حکم ہے اور قبرستان میں ذکر حدود ضروری ہے مگر یہ کہ مقبرہ ٹیپے پر ہوا انتہی مافی الفتح ولا یدخل الزرع فی بیع الارض بلا تسمیۃ الا اذا ثبت ولا قیمتہ کہ قید دخل فی الاصح شرح الجمع اور داخل نہیں زراعت زمین کی بیع میں بدون نام لینے زراعت کے مگر جب کہ کھیت جما ہوا اور اس کی کچھ قیمت نہ ہو تو وہ زراعت داخل بیع ہوگی قول اصح میں کذا فی شرح الجمع ہم زراعت اس واسطے بیع ارض میں نہ داخل ہوئی کہ وہ متصل باتصال قرار نہیں بلکہ اس کا اتصال فصل کے واسطے ہے یعنی آدمی نے اس کو بہ نیت قطع بویا ہے تو زراعت متاع خانہ کے مانند ہوئی فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ مالک نے زمین میں بیج ڈالا پھر زمین کو بیچا گئے سے پہلے تو بیج بیع میں داخل نہیں اس واسطے کہ جب تک بیج نہیں جاتا تو اس تابع ہونا ثابت نہیں اور اگر جملہ ہے اور بے قیمت ہے تو صواب یہ ہے کہ داخل ہے جیسا کہ ظہیر یہ میں ہے انتہی اور دریافت قیمت کا یہ طریقہ ہے کہ زمین کی قیمت کی جاوے بدون زراعت کے اور پھر قیمت کی جائے زراعت سمیت اگر دوسری قیمت زائد ہو پہلی قیمت سے تو قدر زائد زراعت کی قیمت ہے کذا فی فتح القدر تبصرہ یعنی اگر زمین کی قیمت بلا زراعت سودم ہوں مثلاً اور زراعت سمیت ایک سودم درم ہوں تو دس درم زراعت کی قیمت ہوگی اور اگر زمین کی قیمت زراعت اور بلا زراعت بہر صورت سودم ہوں تو زراعت بلا قیمت ہے ولا الثمر فی بیع الشجر بدون الشرط عبر ہنا بالشرط و ثمة بالتسمیۃ لیفید ان لافرق بینہما وان ہذا الشرط غیر مفسد و خصہ بالثمر اتباعاً لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم الثمرۃ للبايع الا ان یشرط المبتاع اور نہ پھل داخل ہے درخت کی بیع میں بدون شرط کہ لینے مشتری کے مصنف نے یہاں یعنی دخول ثمر میں شرط کر تعبیر کی اور وہاں یعنی دخول زراعت میں تسمیۃ تعبیر کی تاکہ معلوم ہو کہ شرط اور تسمیۃ میں کچھ فرق نہیں اور تاکہ معلوم ہو کہ بشرط مفسد بیع نہیں اور باوجود تساوی لفظین کے لفظ شرط کو ثمر کے ساتھ خاص کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کی پیروی کرتے ہوئے کہ پھل بائع کا ہے مگر یہ کہ مشتری اس کو شرط کر لے ہم مصنف نے شجر کو مطلق رکھا تو ہر شجر شجر کو شامل رہا خواہ شجر کی تابیر ہوتی ہو یا نہ ہوتی ہو تابیر یعنی تلیق اس سے عبارت ہے کہ مادہ کھجور کے غلاف شکوفہ کو چیر کے تر کھجور کا شکوفہ اس میں ڈالا جاوے کہ اس طریق سے خوب پھل آتا ہے دلیل اطلاق وہ حدیث مرفوع ہے جو امام محمد نے اصل میں روایت کی کہ (من اشتری ارضاً فیہا نخل فالثمرۃ للبايع الا ان یشرط المبتاع) یعنی بولسی زمین خرید کرے جس میں کھجور کے درخت ہیں تو پھل بائع کا ہے مگر یہ کہ مشتری شرط کر لے یہ حدیث مطلق ہے اس میں تابیر اور غیر تابیر کی تفہیم نہیں اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک کھجور کے پھل میں تابیر شرط ہے یعنی اگر تابیر ہوئی ہے تو پھل کا بائع مالک ہے اور نہیں تو مشتری مالک ہے اس واسطے کہ صحاح ستہ میں عبد اللہ بن عمر سے حدیث مروی ہے کہ (من باع نخلاً موبرة فالثمرۃ للبايع الا ان یشرط المبتاع) کہ جس نے کھجور کا وہ درخت بیچا جس کی تابیر ہو چکی ہے تو پھل بائع کا ہے مگر یہ کہ مشتری شرط کر لے حنفیہ کہتے ہیں اس حدیث سے صریحاً یہ ثابت نہیں ہوتا کہ در صورت عدم تابیر بائع پھل کا مالک نہیں اور مفہوم صفت کا اور عمل مطلق کا مقید پراصل مذہب کے نزدیک مسلم نہیں کہ فی الاصول تو حدیث اول اپنے اطلاق پر باقی ہے اور استلال امام محمد کا حدیث مذکور سے اس حدیث کی تصحیح پر دلیل ہے واللہ تعالیٰ اعلم ویومر البائع لقطعہما الزرع والثمر وتسلم المبیع الارض والشجر عند وجوب تسلیمہما فلو لم یقعد الثمن لم یومر بہ فانیۃ اور بائع کو حکم کیا جاوے گا دونوں کے قطع کر لینے یعنی زراعت اور پھل کا اور تسلیم بیع یعنی زمین اور درخت کی تسلیم کا امر ہوگا جب کہ ارض اور شجر کی تسلیم واجب ہو تو اگر مشتری ثمن نقد دے گا تو بائع کو تسلیم کا امر نہ ہوگا کذا فی الخانیۃ اس واسطے کہ در صورت عدم قبض ثمن تسلیم بیع واجب نہیں ہم معلوم کرنا چاہیے کہ درخت خرید کرنا ثمن صورت سے خالی نہیں ایک صورت یہ ہے کہ بدون زمین کے درخت کو خرید کرے کھودنے اور اکھاڑ لینے کے واسطے تو مشتری کو اس کے کھود لینے کا حکم ہوگا اور اس کو اختیار ہے کہ بڑوں سمیت کھودے کیونکہ بڑ بھی بیع میں داخل ہے لیکن کھودنا بموجب عرف اور عادت کے چاہیے اور یہ جائز نہیں کہ بڑ کے باریک باریک ریشوں تک کھودنا چلا جائے اور اگر بائع نے زمین کے اوپر سے کاٹ لینا شرط کیا ہو یا قطع

میں بائع کی مضرت ہو اس طرح کہ درخت دیوار کے قریب ہو یا اسی طرح کوئی اور ضرر کی صورت ہو تو مشتری کو حکم ہوگا کہ زمین کے اوپر سے کاٹ لے اور اگر قلع یا قطع کے بعد بڑے یا عروق سے درخت پیدا ہوا تو وہ بائع کی ملک ہے اور اگر درخت کو اوپر سے قطع کیا تو جو شاخیں نکلیں گی ان کا مشتری مالک ہوگا و مشتری صورت یہ ہے کہ درخت خرید کیا اس بشرط پر کہ زمین پر قائم رہے گا تو مشتری کو قلع کا حکم نہ ہوگا اور اگر کھود لے گا تو اس کو اختیار ہے کہ دوسرا درخت وہاں جمادے تیسری صورت یہ ہے کہ درخت خرید کرے اور کچھ بشرط نہ کہے تو امام ابو یوسف کے نزدیک زمین بیع میں داخل نہیں اور امام محمد کے نزدیک زمین بھی بیع میں داخل ہے صدق شہید نے کہا فتویٰ اس پر ہے کہ زمین داخل ہے جیسا کہ محیط میں ہے بجز اراؤق میں کہا ہے کہ یہی قول مختار ہے اور یہ بالاتفاق ہے کہ اگر قلع کے واسطے درخت لیا تو اس کے نیچے کی زمین داخل بیع نہ ہوگی چنانچہ نہر الفائق میں ہے اور اگر درخت قرار وثبات کے واسطے لیا تو بالاتفاق بیع میں زمین داخل ہوگی چنانچہ بجز اراؤق میں ہے اور جہاں زمین ماتحت الشجر داخل ہے تو اتنی داخل ہے جتنا وہ درخت موٹا ہے بیع کے وقت یہاں تک کہ اگر درخت بیع کے بعد اس قدر سے زیادہ موٹا ہو گیا تو مالک زمین کو اختیار ہے کہ اتنا چھیل ڈالے اور جہاں تک شجر کی عروق اور شاخیں پہنچی ہیں وہ داخل بیع نہیں اور اسی پر فتویٰ ہے محیط میں کذا فی العالمگیریہ وان لم یظہر صلاحہ لان ملک مشتری مشغول بملک البائع فیجبر علی تسلیمہ فارغباً بائع پر کاٹ لینا زراعت اور پھل کا واجب ہے اگرچہ اس کی صلاحیت لائق انتفاع ظاہر نہ ہوئی ہو اس واسطے کہ ملک مشتری کی بائع کی ملک سے مشغول اور مختلط ہے تو بائع پر جبر کیا جائے گا تسلیم بیع پر بعد از کے کما لو اوصی بنخل لرجل وعلیہ لیسر حیث یجبر الوارثۃ علی قطع البسر ہو المختار من الروایۃ ولو الحجیۃ ثانی الفصولین باع ارضاً بدون الزرع فهو للبائع باجر مثلما محمول علی ما اذا رضى المشتري نسر چنانچہ اگر میت نے کھجور کے درختوں کی ایک مرد کے واسطے وصیت کی اور درخت پر گدڑ پھل ہیں تو وارثوں پر زبردستی کی جائے گی گدڑ پھل کے قطع کرنے میں یہی روایت مختار ہے کذا فی الولو الحجیۃ اور جو فصولین میں یہ روایت ہے کہ زمین کو بیجا بدون زراعت کے تو زراعت بائع کی ہے زمین کی اجرت مثل دیگر اس پر محمول ہے جب کہ مشتری اجارہ زمین پر راضی ہو جاوے لہذا فی النہر یعنی اگر راضی نہ ہو تو قطع زراعت واجب ہے ومن باع شجرة بارزۃ اما قبل الظهور فلا یصح اتفاقاً ظہر صلاحہما اولاً صح فی اللاح اور جس نے نمودار پھل کو بیجا خواہ اس کی صلاحیت ظاہر ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو تو بیع ہے صح قول میں اور قبل نمودار ہونے پھل کو بیجا تو بالاتفاق بیع صحیح نہیں م بیع ثمار میں چند صورتیں ہیں ایک میں خلاف ہے اور باقی میں اتفاق ہے اگر بیع واقع ہوئی قبل ظہور صلاح کے بشرط قطع کر لینے اس پھل کے جو لائق انتفاع ہے تو یہ بالاتفاق صحیح ہے اور اگر بیع ہوئی بعد نمودار ہونے قبل ظہور صلاح کے بشرط ترک یعنی بائع پھلوں کو درخت پر رہنے دے قطع نہ کرے تو یہ بالاتفاق صحیح نہیں اور اگر بعد ظہور صلاح ثمار بیع ہوئی تو بھی بالاتفاق صحیح ہے اور اگر بیع ہوئی تناہی ثمار کے بعد در صورت اطلاق تو بھی بالاتفاق صحیح ہے اور اگر بعد تناہی بشرط ترک بیع ہوئی تو اس میں شیخین اور محمد میں اختلاف ہے چنانچہ مذکور ہوگا تو محل خلاف امام اور آئمہ ثلاثہ میں وہ بیع ہے جو واقع ہو بعد نمودار ہونے قبل ظہور صلاح کے سوائے ثلاثہ کے نزدیک جائز نہیں اور ہمارے نزدیک جائز ہے اور ثمار کا ظہور صلاح ہمارے نزدیک یہ ہے کہ آفت اور فساد سے محفوظ ہو جائے اور شاخوں کے نزدیک یہ ہے کہ ان میں پختگی اور شیرینی ظاہر ہو کذا فی البحر تبصر آئمہ ثلاثہ کی وہ حدیث دلیل ہے جو صحیحین میں انس سے روایت ہے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نبی عن بیع الثمار حتی یدر صلاحہا عن بیع النخل حتی تر ہو قبل ما نہ ہوا قال تمھارا و تصفا یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا پھلوں کی بیع یہاں تک کہ ان کی صلاحیت ظاہر ہو اور منع کیا خربا کی بیع سے یہاں تک کہ رنگت پکڑے راوی نے کہا یعنی سرخ یا زرد ہو جاوے اور بخاری میں عبد اللہ ابن عمر سے حدیث مرفوع ہے کہ منع فرمایا پھل کی بیع سے تا ظہور صلاح اور صلاح کو ابن عمر نے بیان کیا کہ اس کی آفت رسیدگی دفع ہو اور ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ میں انس سے حدیث مرفوع ہے کہ عنب کی بیع سے منع فرمایا یہاں تک کہ سیاہی پکڑے اور ہمارے مذہب کی دلیل حدیث ہے



جو عنقریب بروایت صحاح ستہ مذکور ہو چکی یعنی جس نے کھجور کا درخت بعد تابیر کے بیچا تو پھل بائع کا، مگر یہ کہ مشتری اس کی شرط کر لے تو حدیث میں پھل کو مشتری کا ٹھہرایا شرط سے تو بیع شمار کا بوجہ مطلقاً ثابت ہو اس واسطے کہ اس حدیث میں اشتراط مشتری میں ظہور صلاح کی قید نہیں ارشاد فرمائی اور نہ ہی کی حدیث مذکور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک بھی متروک الظاہر ہے اس واسطے کہ ان کے نزدیک بھی بیع شمار کی قبل ظہور صلاح بشرط قطع جائز ہے اور عند التحقیق قبل ظہور صلاح کا محل نہیں ہے کہ قبل ظہور صلاح بیع ہو بشرط ترک یعنی کچھ پھل مشتری مول لے اس شرط سے کہ بعد پختگی قطع ہوں گے پختگی سے پہلے بیع ہو گیا ہے جو نسائی وغیرہ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اللہ پھل کو نہ ہونے دے تو کس طرح اپنے بھائی کا مال بچھڑا کر حلال ہو گا یعنی اگر کچھ پھل کی بشرط پختگی بیع ہوئی اور قبل پختگی آفت رسیدہ ہو گئے تو بائع کو مشتری کا مال کیونکر حلال ہو گا اور کچھ پھل کی بیع ہوئی بشرط قطع چنانچہ ہمارا مذہب ہے تو اس میں احتمال مذکور کی گنجائش نہیں تو حدیث میں اس کو شامل نہ ہوئی اور جب کہ محل نہیں بیع شمار بشرط ترک ٹھہرا تو ہم اس سے بری الذمہ ہو گئے اس واسطے کہ ہمارے نزدیک بیع شمار بشرط ترک فاسد ہے اور اس تقریر سے ثابت ہو گیا کہ حدیث تابیر کی معارضہ سے سالم ہے بلکہ ایک حدیث دوسری حدیث کو شامل نہیں کیونکہ دونوں کے محل مختلف ہیں کذا فی فتح القدر طبعاً تصرف ولو بزر بعضہما دون بعض لا یصح فی ظاہر المذہب وصحہ السنن وافتی الحلوانی بالجواز لو الخارج اکثر زیلعی اور اگر کچھ پھل نمودار ہیں اور کچھ نہیں تو ظاہر مذہب میں بیع صحیح نہیں اور سنن میں اس کو صحیح کہا ہے اور علوانی نے جواز کا فتویٰ دیا ہے اگر اکثر پھل نمودار ہو گئے ہیں کذا فی شرح الزیلعی ص ۱۰۰ حدیث میں شارح قہستانی کا تابع ہو گیا اور بحر الرائق میں علوانی کا فتویٰ کل ثما میں منقول ہے اور یہی قول ہے امام فغنی کا اس واسطے کہ موجود بوقت قطع قطع بیع اور جو اس کے بعد پیدا ہو گا وہ تابع ہے خواہ موجود فلیل ہو یا کثیر شمس الائمہ نے کہا یہی استحسان ہے بسبب تعال اور عرف کے کذا فی الطحاوی ولقیطعہا المشتري فی الحال جیر علیہ اور پھلوں کو مشتری بعد بیع کے فی الحال قطع کر لے مشتری پر جب کیا جائے قطع شمار میں ہم قطع بعد بیع اس واسطے لازم ہے تاکہ ملک بائع ملک مشتری سے فارغ ہو جاوے ان شرط ترک کا علی الاشجار فسد البیع بشرط القطع علی البائع ماوی اور اگر مشتری نے پھلوں کو قائم رکھنا درختوں پر شرط کر لیا تو بیع فاسد ہوگی چنانچہ بائع پر قطع شرط کر لینے سے بیع فاسد ہوتی ہے کذا فی الحاوی القدسی وقیل قائمہ لا یفسد اذا تمارت الثمرة للتعارف فکان شرطاً یقینہ العقد وبہ لفتی بحر عن الاسرار لکن فی القہستانی عن المصنرات البطل قولہما الغنیمۃ فتنہ اور بعضوں نے کہا قائل اس قول کے محدث ہیں کہ بیع شمار کی بشرط ترک علی الاشجار فاسد نہیں جبکہ پھل بڑھ چکا ہو بسبب تعارف اور تعال کے تو یہ شرط ایسی ہے جس کو عقید بیع مقضی ہے اور اس قول پر فتویٰ ہے کذا فی البحر عن الاسرار لیکن قہستانی میں مضررات سے منقول ہے کہ شیخین کے قول پر فتویٰ ہے تو خبر دار رہنا ہم شارح نے اپنے قول سے اشارہ کر دیا کہ یہاں دونوں قول مفتی بہ ہیں تو مفتی یہاں فتویٰ دینے میں مجیر ہے محشی مدنی نے کہا شارح سے یہاں بے تاملی واقع ہوئی اس واسطے قہستانی میں شیخین کے قول کا فتویٰ نہایہ سے منقول ہے اور محمد کے قول کا فتویٰ مضررات سے قید بشرط ترک لاد لوشرا مطلقاً ترکہما باذن البائع طاب لہ الزیادۃ وان لغير اذنه تصدق بما زاد فی ذاتہا مصنف نے فساد بیع میں بشرط ترک قطع کا قید نہیں کیا اس واسطے کہ اگر پھلوں کو مشتری نے مول لیا مطلقاً یعنی بلا شرط قطع و بلا شرط ترک اور پھلوں کو درختوں پر قائم رکھا بائع کے اذن سے تو بعد بیع کے جس قدر پھلوں میں زیادتی ہوگی وہ مشتری کو حلال ہے اور اگر غیر اذن بائع کے پھلوں کو درختوں پر رہنے دیا تو جس قدر پھلوں کی ذات میں زیادتی ہوئی ہو اس کو تصدق کرے فقیروں پر ہم زیادتی معلوم ہونے کا یہ طریقہ ہے کہ یوم البیع شمار کی قیمت کرے پھر جب پختہ ہوں پھل قب قیمت کرے تو جس قدر تفاوت ہو گا مابین میں وہی زیادتی ہے کذا فی العینی مشکائیس روپے قیمت ہے بیع کے دن اور ہالیس قیمت ہے بعد پختگی کے تو دس روپے زیادہ ٹھہرے اتنی زیورات کرے۔

تصدق اس واسطے لازم ہوا کہ غیر کی ملک بدوں اس کے اذن کے مشتری کی ملک سے مخلوط ہو گئی، وانما الثابت لم یصدق بشئی اور اگر پھلوں کے برطوط چکنے کے بعد بلا اذن بائع کے پھلوں کو درختوں پر رکھا تو کچھ غیرات نہ کرے یعنی اس واسطے کہ شمار کی ذات میں کچھ تغیر نہیں ہوا بلکہ پختگی آفتاب سے اور رنگت ماہتاب سے اور مزہ کو اکب سے بقدرین خلق حاصل ہوا کذا فی شرح العینی وان استابر الشجرالی وقت الادراک بطلت الاجارة وطابت الزیادة لبقاء الاذن ولو استابر الارض من ترک الزرع فسدت بحال المدة ولم تطب الزیادة ملتی الا بفساد الاذن بفساد الاجارة بخلاف الباطل كما حررناہ فی شرحہ اور اگر شمار کی بیع میں درخت کو اجارہ لے پھل چکنے کے وقت تک اجارہ باطل ہے اور زیادتی پھل کی صلال ہے بسبب باقی رہنے اذن مالک کے اور اگر زمین کو اجارہ لیا ترک زراعت کے واسطے تو اجارہ فاسد ہے بسبب محمول ہونے مدت کے اور زیادتی کھیت کی صلال نہ ہوگی کذا فی ملتی الا بفساد بسبب فاسد ہونے اذن کے اجارہ کے فساد سے بخلاف اجارہ باطل کے چنانچہ ہم نے اس کی تحریر کی ہے ملتی کی شرح میں ہم دو فرق اجارہ باطلہ اور فاسدہ میں یہ ہے کہ اجارہ باطلہ میں اذن مقصود بنفسہ ہو گیا اس واسطے کہ باطل کا وجود شرعاً ثابت نہیں اور معدوم صلاحیت تضمن کی نہیں رکھتا بخلاف اجارہ فاسدہ کے اس واسطے کہ فاسد وہ ہے جس کا وصف فوت ہونے اصل تو وہ معدوم نہ ٹھہرا تو تضمن کی لیاقت رکھتا ہے تو جب متضمن بالکسر فاسد ہوگا تو متضمن بالفتح بھی فاسد ہوگا والحیث ان یاخذ الشجرة معاملة على ان له جزا من الف جزء اور پھلوں کے خرید کرنے اور درختوں پر رکھنے کا یہ جیلہ ہے کہ مشتری درخت کو بطور معاملہ لے اس شرط پر کہ بائع کے واسطے ایک حصہ ہزار حصوں میں۔ ہم معاملہ اور مساقات یہ ہے کہ اشجار کو سیچنے کے واسطے لے کچھ پھل مقرر کر کے شرح ملتی میں کہ مشتری بائع کو قیمت شمار دے کر کہے کہ میں نے تجھ سے یہ درخت بطریق معاملہ لے اس شرط پر کہ پھلوں میں تیرا ایک حصہ ہے اور ایک کم ہزار میرے حصے میں آتی لیکن اس میں یہ خلل ہے کہ مشتری نے پھل قیمت دے کر لے سوان کو بطور معاملہ کیونکر لے گا ان مگر یوں کہے کہ ثمن بطریق استحسان کے دیا اور معتبر معتد معاملہ ہے وان اشتری اصول الرطبة كالباذنجان و اشجار البطنخ والجزار لیکون الحادث للمشتري اور شمار سادہ کے مالک ہونے میں مشتری کا یہ جیلہ ہے کہ اصول رطبة خرید کرے مانند بیگن کے اور خربوزے اور کھیرے ککڑی کے درخت مول لے تاکہ جو پھل بعد بیع کے پیدا ہوں وہ مشتری کی ملک ہوں ہم جو شخص خربوزے وغیرہ کے پھل مول لے اور چاہے کہ درختوں میں لگے رہیں تاکہ بڑھیں یا جو پھل کہ ہنوز موجود نہیں وہ میری ملک ہوں تو اس کا یہ طریقہ ہے کہ پھلوں کو ان کے درختوں سمیت مول لے مشتری کے زمین کا مالک بقائے اشجار کا اپنی زمین میں اذن دے یا مدت معلوم تک زمین کو اجارہ لے کذا فی مائتہ الحلی و فی الارع والحشیش اشتری الموجود وبعض الثمن ویستاجر الارض مدة معلومة یعلم فیها الادراک بباقی الثمن اور زراعت اور گھاس مول لینے اور قائم رکھنے کا یہ طریقہ ہے کہ جس قدر موجود ہے اس کو بعض ثمن سے خرید کرے اور باقی ثمن سے زمین کو اجارہ لے اس مدت معین تک جس میں کھیت کی پختگی معلوم کرے ہم مثلاً پانچ روپے کو ایک کھیت بکتا ہو تو تیس روپے کو کھیت مول لے اور دس روپے اجرت مقرر کر کے زمین اجارہ لے دو یا تین مہینے کی مدت تک و فی الاشجار الموجود وکیل لہ البائع ما یوجد اور شمار اشجار کے مول لینے میں یہ جیلہ ہے کہ موجودہ پھلوں کو مول لے اور بائع مباح کر دے ان پھلوں کو جو ہنوز پیدا نہیں ہوئے یعنی اباحت کے بعد اس کا بھی بائع اذن دے کہ پھل درختوں پر قائم رہیں کذا فی الطحاوی فان صح ان یرجع یقول علی انی متی رجعت فی الاذن تکون ما ذونا فی الترتک ثمنی بلخصاً پھر اگر مشتری ڈرے بائع کے رجوع کرنے سے یعنی شاید بائع اذن دے کہ پھل جاٹے اور کہے کہ اب بقائے شمار وغیرہ کا اذن نہیں دیتا تو اس کا یہ طریقہ ہے کہ بائع یوں کہے کہ جب میں اذن میں رجوع کر دوں تو تو ما ذون ہے ترک میں یعنی در صورت رجوع مشتری ما ذون باذن بدینہ ہے کذا فی الفتح عن الفقیہ ابی اللیث ما جاز ایراد العقد علیہ بالافراد صح استثناء ہمتہ الا الوصیة بالحدیث لیس افراد دون استثناء اشباہ جو چیز بلا انضمام تنہا بک سکتی ہے مثلاً اس کا نکال لینا بیع سے صحیح ہے مگر خدمت کی وصیت کی تنہائی صحیح ہے یعنی بلا رقبہ جاریہ نہ اس کا کھال لینا یعنی رقبہ جاریہ کی وصیت کرنا

بلاذمت کذا فی الاستبہام اور جس چیز پر ایراد عقد بیع تھا نہیں ہو سکتا جیسا محل لوندی یا جانور کا یا اطراف جانور کے تو اس کا استثنا کر لینا بیع سے صحیح نہیں تو اگر بائع یوں کہے کہ میں نے اس لوندی کو بیچا سو اے اس کے محل کے یا یہ دنبہ بیچا سو اے اس کی چکتی کے یا انا تمہ پاؤں کے تو یہ استثنا صحیح نہ ہوگا اور وصیت بالذمت کے استثنا کرنے کی قاعدہ مذکورہ سے کچھ حاجت نہ تھی اس واسطے کہ یہ قاعدہ عقود میں جاری ہے اور وصیت عقد نہیں لہذا قبول وصیت بعد موت مومی کے بھی جائز ہے اور عقد بعد موت کے صحیح نہیں کذا فی الطحاوی وعن الفتح والنهاية ثم فرع علی ہذہ القاعدة بقولہ صحیح استثناء غیر من صیرة وشاة مہینة من قطع وارطال معلومة من بیع ثم تخلت لصحة ایراد العقد علیہا ولو الثمرة علی رؤس النخل علی الظاہر پھر مصنف نے اس قاعدے پر بقول خود تفریح کی کہ صحیح ہے استثنا کر لینا ایک قفیز کا اناج کے ڈھیر کی بیع سے اور ایک معین گو سفند کا گلا گو سفند سے اور ارطال مہینہ کا ایک کھجور کے پھلوں کی بیع سے بسبب صحیح ہونے ایراد عقد بیع کے عقد مذکورہ پر اگر پھل درختوں پر لگے ہوں بنا بر ظاہر مذہب کے کھجور سے بیع برنی سنبلاہ بغیر سنبلاہ البتہ احتمال البیوع اچھا پنچہ صحیح ہے بیع گیہوں کی اس کی بال میں گیہوں کی بالی کے غیر سے بسبب احتمال سود کے ہم اگر گیہوں کی بالی کے اندر ہو اور جو عرض غیر بیع اس کی بیع ہو تو صحیح ہے اور اگر گیہوں کی بالی کو گیہوں کی بالی سے خرید کرے تو صحیح نہیں اس احتمال سے کہ شاید ایک کم ہو اور دوسرا زیادہ تو سود ہو جاوے اور گیہوں کے مانند جو اور جواری کی بیع ان کی بالیوں میں صحیح ہے و باقلاء و ارز و سسم فی قشرہا اور باقلا اور چانول اور تل کی بیع ان کے پھلکوں میں صحیح ہے و جوز و بوز و فستق فی قشرہما اول و ہوا الاعلیٰ اور اخروٹ اور بادام اور پستہ کی بیع ان کے پھلے پھلکوں میں یعنی اوپر والے پوست میں درست ہے خلاف الشافعی و علی البدن و الخراج الا اذا باع بما فیہ اور بائع پر لازم ہے اس کا نکال دینا یعنی گیہوں وغیرہ کا مگر جب کہ بائع نے بالی اور پھلکے سمیت بیع کی ہو تو نکالنا اس پر نہیں بلکہ خیار الریۃ الوجہ نعم فتح اور ایسی بیع میں مشتری کو خیار الریۃ ہے یا نہیں دلیل اس کو مقتضی ہے کہ ہاں اس کو دیکھنے کے بعد اختیار ہے لینے نہ لینے کا اس واسطے کہ مشتری نے ہنوز بیع کو نہیں دیکھا کذا فی الفتح و انما بطل بیع مافی ثمر و قطن و صرغ من نوى و حب و لبن لان معدوم عرفا اور خرے کے اندر کی گٹھلی اور روٹی کے اندر والے بنولے کی اور تھنی کے اندر کے دودھ کی بیع اس واسطے باطل ہے کہ وہ معدوم ہے بنا بر عرف اور رواج کے ہم یہ جواب ہے سوال مقدر کا کہ گیہوں وغیرہ کی بیع غلاف کے اندر صحیح ہے اور گٹھلی کی بیع خرے کے اندر صحیح نہیں باطل ہے حالانکہ دونوں غلاف میں ہیں تو دونوں میں کیا فرق ہے شارح نے جواب دیا کہ گٹھلی وغیرہ عرف میں کالعدم ہیں اس واسطے کہ لوگ بولتے ہیں کہ یہ خرما اور یہ روٹی ہے اور نہیں بولتے کہ یہ گٹھلی ہے خرے کے اندر اور یہ بنولے ہے روٹی کے اندر اور یوں بولتے ہیں کہ یہ گیہوں ہے بالی کے اندر اور یہ بادام اور پستہ ہے پھلکے کے اندر اور یوں نہیں کہتے کہ ان پھلکوں میں بادام ہے بلکہ اس کی طرف خیال بھی نہیں جاتا کذا فی الفتح و اجرة کبیل و عد و وزن و ذرع علی بائع لان من تمام التسليم اور پیمانہ کرنے اور شمار کرنے اور تولنے اور گزنانے کی مزدوری بائع پر ہے اس واسطے کہ تو ناظرہ تسلیم کی تمامی سے ہے یعنی تسلیم بیع بائع پر ہے اور تسلیم بعد ان افعال کے حاصل نہیں ہوتی ... تو ان کی مزدوری بھی بائع پر لازم ہوگی و اجرة وزن ثمر و لقدہ و قطع ثمر و اخراج طعام من سفینة علی مشتری اور ثمر تولنے اور اس کے پرکھنے اور پھل کاٹنے کی اجرت اور ناؤ کے اندر سے اناج نکالنے کی مزدوری مشتری پر ہے ہم یہی قول صحیح ہے کذا فی الخلاصہ اور یہی ظاہر الروایت ہے کذا فی التاجیزہ خلاصہ میں ہے کہ قطع ثمر کی اجرت مشتری پر اس وقت ہے جب کہ بائع نے ثمر اور مشتری میں تخلیہ کر دیا ہو الا اذا قبض البائع الثمن ثم ہاو یردہ بعیب الزیادۃ مگر جب کہ بائع ثمن پر قبضہ کر چکا ہو پھر پھیرنے آیا ہو کھوٹے ہوئے عیب تو اب پرکھنے کی اجرت بائع پر ہے اس واسطے اب پرکھنا اس واسطے ہے کہ بائع کا حق پورا ہے کذا فی المنع فرغ مسئلہ طحاوی شارح کی نظر بعد الصراف ان الدرہم زیوف رد الاجرة وان قبض فبقدرہ ثمر عن اجارة البزاز یہ صراف کے پرکھ دینے کے بعد ظاہر ہوا کہ درہم کھوٹے ہیں تو صراف پر کھانے کی مزدوری پھیر دے اور اگر بعض درہم کھوٹے نکلیں تو اس کی بقدر اجرت پھیر دے کذا فی التاجیزہ و اما الدلال فان باع العین بنفسہ باذن ربہا فاجرتہ علی البائع وان سعى بینہما و باع المالك بنفسہ لعینہ و کان لی شرح الوہبانیۃ اور دلال کی مزدوری کا یہ حکم ہے کہ اگر دلال نے کسی عین کو بذات خود بیچا مالک کے اذن سے تو اجرت اس کی بائع پر ہے اور اگر بائع اور

مشتری کے درمیان دلال نے کوشش کی اور مالک نے بذات خود بیع کی تو رواج معتبر ہے یعنی اگر ایسی صورت میں بائع پر اجرت دلال کی ہوتی ہو تو بائع پر ہے اور اگر مشتری پر ہوتی ہو تو مشتری پر ہے اور پورا بیان اس کا شرح وہاں نہیں ہے و سلیم الثمن اولانی بیع سلعتہ بدنا نیرودراہم ان احقر البائع السلعتہ اور اول دیا جائے ثمن متاع کی بیع میں ذنا نیر اور دم سے اگر بائع نے متاع کو حاضر کر دیا ہو م یعنی اگر زمین یا اناج یا کپڑے کی بیع ہوئی روپیوں یا اشرافیوں یا پیسوں سے اور بائع نے اشیاء بعیہ کو حاضر کر دیا تو اول تسلیم ثمن لازم ہے تاکہ بائع کا حق ثمن میں معین ہو جائے اس واسطے کہ مشتری کا حق بیع میں بجز عقد کے متعین ہو گیا کیونکہ بیع اس کے ملک میں داخل ہوگئی اگرچہ بدوں قبض کے مشتری پر ضمان نہیں یہاں تک کہ اگر بیع ہلاک ہوگئی قبل قبض مشتری کے تو بیع فسخ ہو جائے گی اور بائع کا حق ثمن میں بدوں قبض کے متعین نہیں ہوتا اس واسطے کہ ثمن میں تعین شرط نہیں یہاں تک کہ اگر ایک معین اشرافی سے کوئی چیز خرید کرے تو مشتری کو اختیار ہے چاہے دوسری اشرافی دے لہذا مشتری کو اول تسلیم ثمن کا حکم ہوا اور اگر بیع غائب ہے تو مشتری پر تسلیم ثمن بلا حضور بیع لازم نہیں اور اگر مشتری کچھ ثمن دے اور بعض بیع کے لینے کا ارادہ کرے تو جائز نہیں اور اگر اس شرط سے خرید کرے کہ بائع اول بیع کو تسلیم کرے تو بیع فاسد ہوگی اس واسطے کہ اس شرط کو عقد مقفنی نہیں اور اگر بیع پر قبضہ کیا بدوں اذن بائع قبل تسلیم ثمن کے تو بائع کو استرداد جائز ہے اور نقصان صرف مشتری صحیح ہے اور ایسا تصرف ہو جو فسخ کا محتمل نہیں چنانچہ احتیاق اور تدبیر تو استرداد جائز نہیں ذکرہ الطلامہ شاہین عن المیط اور اگر مشتری نے ایسی چیز خرید کی جو جلد بگڑ جاتی ہے اور اس پر قبضہ نہیں ہوا اور ثمن دیا یہاں تک کہ مشتری غائب ہو گیا تو بائع کو اس کا غیر سے لینا جائز ہے اور مشتری ثانی کو یا وجود دریافت کے خرید کرنا جائز ہے اس واسطے کہ مشتری اول اس فسخ سے بدلات حال راضی ہو گیا اور بازاروں میں اکثر ہوا کرتا ہے اور بائع کو جنس بیع تا استیفائے کل ثمن جائز ہے اگرچہ ایک دم باقی ہو تو بھی روک سکتا ہے لیکن اگر ثمن دینے کی مدت مقرر ہوگئی ہے تو روک نہیں سکتا اور اگر بعض ثمن حال ہے اور بعض موصول تو استیفائے ثمن حال جس کا اختیار ہے اور اگر مشتری نے کوئی چیز گرو رکھ دی یا ضمانت داخل کی تو اس سے حق جس ساقط نہیں اور اگر بائع نے مشتری پر ثمن کا حوالہ کیا تو حق جس یاالاتفاق ساقط ہے اور اگر بائع نے بیع مشتری کو تسلیم کی قبل از قبض ثمن تو اس کا حق ساقط ہو گیا۔ اب بائع بیع کا استرداد نہیں کر سکتا۔ مثلاً تیل خرید کیا اور بوتل دی وزن کرنے کے واسطے۔ سو بائع نے وزن تیل کا کر دیا مشتری کے سامنے یا اس کی غیبت میں تو قبض ہو گیا اور اسی طرح ہر کیل اور موزوں کو جب پیمانہ کر کے یا تول کے مشتری کے برتن میں رکھے گا قبضہ مشتری کا ثابت ہوگا اور اگر کپڑا خرید کیا اور بائع نے اس پر قبضہ کرنے کا حکم دیا سو مشتری نے اس پر قبضہ نہ کیا یہاں تک کہ اس کو دوسرے آدمی نے لے لیا تو اگر قبضہ کے وقت مشتری اس کو لے سکتا تھا بدوں قیام کے تو تسلیم صحیح ہے والا نہیں اور زمین میں قبضہ تخلیہ سے ہوتا ہے اور مال منقول میں ایسے دوسرے مکان میں لے جانے سے قبضہ ثابت ہوتا ہے جو مکان بائع سے اختصاص نہیں رکھتا اور اگر بائع نے گھوڑا بیچا اور مشتری کو اس پر قبضہ کرنے کا امر کیا اور بائع اس کی لگام پکڑے ہوئے ہے اور گھوڑا دونوں کے ہاتھ سے بھاگ گیا تو مشتری کا مال گیا نہ بائع کا اس واسطے کہ تسلیم فرس اسی طرح پر ہوتی ہے کذا فی الطحاوی لمخصا و فی بیع سلعتہ بمثلہا او ثمن بمثلہا معا مالہ مین احدہما وینا کسلم و ثمن موصول اور متاع کی بیع میں اس کی مانند دوسری متاع سے اور ثمن کی بیع میں اس کی مثل دوسری ثمن سے بائع اور مشتری دونوں ساتھ ہی تسلیم کریں جب تک کہ احد البدین دین نہ ہو جیسا کہ مسلم فیہ اور ثمن موصول م یعنی اگر ایک متاع کو دوسری متاع سے بیچا چنانچہ کتاب کو بچوں تخت یا کپڑے کے بیچا یا روپیوں کا معاوضہ اشرافیوں یا روپیوں سے کیا تو بائع اور مشتری بدین کو ساتھ ہی بلا توقف تسلیم کریں اس واسطے کہ دونوں متاع متعین ہیں یکساں اور دونوں ثمن غیر متعین ہیں برابر تقدیم ایک کی دوسرے پر ترجیح بلا مزج ہے ہاں مزج سلم میں سلم فیہ کی تسلیم ساتھ نہیں اس واسطے کہ اس میں تا جیل شرط ہے اور کثرت سلم کی ایک مہینہ ہے اور اگر مشتری نے تسلیم ثمن کی کچھ مدت مقرر کر لی تو اس پر تسلیم ثمن کا مطالبہ نہیں قبل مدت کے اور بائع بیع کو جس نہیں کر سکتا اس واسطے کہ تا جیل سے اس کا حق دراپ جس ساقط ہو گیا بجز الرائق میں ہے کہ در صورت خیار مشتری بھی بائع مطالبہ ثمن کا قبل سقوط خیار نہیں کر سکتا تو شارح کو مناسب تھا کہ اس کو بھی

ذکر کرتا تم التسليم کيون بالتخلية علی وجه تمکين عن القبض بلا مانع ولا حاصل بعد اس کے دریافت کرنا چاہیے کہ تسلیم بیع یا ثمن تخلیہ سے ہوتی ہے اس طرح پر کہ بائع یا مشتری قبضہ کرنے پر قادر ہو بلا مانع اور بلا حاصل کے تم تخلیہ بلا مانع سے یہ مراد ہے کہ وہ چیز مشغول بحق غیر نہ ہو اور تخلیہ بلا حاصل سے مراد یہ ہے کہ اس کے سامنے ہو کذا فی اہل علی و شرطی الاجناس شرطاً ان ان یقول خلیت بینک و بین البیع فلولم یقلد او کان بعیداً لم یصر قابضاً والناس عن غافلون فانهم لیسترون قریة ولقریة بالتسليم والقبض وهو لا یصح به القبض علی الصبح وكذا الهبة والصدقة خاینة وتما مر فیما علقناه علی الملتقی اور اجناس میں عدم مانع اور عدم حاصل کے سوا تیسری شرط بھی مشروط کی ہے وہ یہ ہے کہ بائع مشتری سے کہے کہ میں نے تخلیہ کر دیا تیرے مابین اور بیع کے مابین میں تو اگر یوں نہ کہے گا یا بیع بعید ہو مشتری سے تو مشتری قابض نہ ٹھہرے گا اور لوگ اس مسئلے سے غافل ہیں اس واسطے کہ مثلاً گاؤں کو خرید کرتے ہیں اور تسلیم اور قبض کا اقرار کرتے ہیں یعنی بائع تسلیم بیع کا اقرار کرتا ہے اور مشتری قبض کا اقرار کرتا ہے اور حالانکہ تسلیم اور قبض کے اقرار سے قبضہ صحیح نہیں ہوتا بنا بر قول صحیح کے اور اسی طرح ہبہ اور خیرات میں قبضہ صحیح نہیں ہوتا تخلیہ بعید سے بخلاف تخلیہ قریب کے کذا فی النخانیة اور پورا بیان اس کا ہم نے شرح ملتی میں کیا ہے ہم بیع بعید کے تخلیہ سے اگر قبضہ ثابت نہیں ہوتا لیکن عقد بیع فی نفسہ صحیح ہے ہاں مگر مشتری پر ثمن کا دینا بدولت قبض و اجب نہیں اور اگر بیع ہلاک ہو گئی قبل قبض کے بائع یا بیع کے فعل سے یا آفت سماوی سے تو مشتری ثمن کو پھیر لے گا اگر ثمن دے چکا ہو کذا فی شرح الملتقی بحر الرائق میں ہے کہ اگر گھوڑوں کو بالیوں میں بیچا اور بائع نے ان کو تسلیم کیا بالیوں سمیت تو تسلیم صحیح نہیں کہ مشغول بحق غیر ہے اور تسلیم شمار اشجار فقط تخلیہ سے صحیح ہے اگرچہ بائع کی ملک سے متصل ہے اور اگر گھوڑی کے گھوڑوں خرید کیے اور بائع نے گھوڑی کی کچی مشتری کو دی مع التخلیہ تو قبض ہے اور اگر کچی دی اور تخلیہ کا کام نہ کیا تو قبض نہیں اور کچی دی گھوڑی میں تسلیم ہے اگر مشتری ہاتھ اسکو کھول سکے اور اگر بعید گھر کو بیچا اور بائع بولا کہ میں نے گھر تجھ کو تسلیم کیا اور مشتری نے کہا کہ میں نے اس پر قبضہ کیا تو یہ درحقیقت قبضہ نہیں اگر گھر قریب ہے تو قبضہ ثابت ہوگا اگر گھر اس حال پر ہے کہ مشتری اس کے قفل بند کرنے پر قادر ہے تو اس کو قریب کہیں گے اور اگر ایسا نہیں تو بعید ہے انتہی کذا فی الطحاوی و مجدد اے البائع الثمن زیو فالیس کہ استرداد السلعة و حبسہا بہ لسقوط حقة بالتسليم وقال زفر لہ ذلک کما لو وجد رصاصاً و ستوقہ او مستحقاً و کالمزینین ینتہ بائع نے ثمن کو ایسا کھوٹا پایا جس کا لینا دینا سودا گروں میں راجح ہے مگر سرکار بادشاہی میں مقبول نہیں تو بائع کو مناع پھیر لینے اور اس کے حبس کر رکھنے کا اس سبب سے اختیار نہیں بسبب ساقط ہونے حق بائع کے تسلیم کر دینے سے اور زفر نے کہا اس کو اس کا اختیار ہے چنانچہ اگر دراہم رنگ کے ہوں یا ان پر چاندی کا پتر ہو یا غیر کی ملک ہوں تو استرداد متاع کا یا لاتفاق اختیار ہے اور چنانچہ مرثیہ کو اختیار ہے کذا فی المبنیہ یعنی اگر راہن نے دراہم دین کے ادا کیے پھر وہ دراہم کھوٹے نکلے تو مرثیہ کو اختیار ہے کہ ان کو پھیر دے اور مرثیہ پر مثل سابق کے قبضہ کرے کذا فی حاشیۃ الدنی قبض بدل دراہم الجیاد التي کانت لہ علی زید زیو فاعلی ظن انہا جیاد ثم علم بانہما زیو فیرد لہ ولیست ذالجیاد ان کانت قائمۃ والا فلا یرد ولا یسترد خالد نے اپنے گھر سے روپیوں کے بدلے جو زید پر قرض تھے کھوٹے روپیوں پر قبضہ کیا اس گمان پر کہ وہ گھر سے ہیں پھر معلوم ہوا کہ وہ کھوٹے ہیں تو ان کو پھیر دے اور گھر سے پھیر لے اگر موجود ہوں اور اگر کھوٹے روپے خریدا ہو گئے ہوں تو نہ پھیر دے اور نہ پھیر لے کما لو علم بذلک عند القبض چنانچہ اس صورت میں پھیرنے کا اختیار نہیں جب کہ اس کو قبضہ کرنے کی وقت ان کا کھوٹا ہونا معلوم ہو گیا ہو وقال ابو یوسف یرد مثل الزیو و یرجع بالجیاد کما لو کانت رصاصاً و ستوقہ اور ابو یوسف نے کہا کہ اگر کھوٹے روپے صرف ہو گئے ہوں تو ویسے اور کھوٹے پھیر دے اور گھر سے پھیر لے چنانچہ اگر رنگ کے ہوں یا ان پر چاندی کا پتر ہو تو پھیرنا یا لاتفاق ثابت ہے مشتری شیعاً و قبضہ و مات مفلساً قبل نقد الثمن فالبائع اہوۃ لہ قولہ المرثیہ لعل صورتہ فیما اذا ذلغ الثمن وکان مرثیہ فان حق حبس المرثیہ و اذا ضاع ضاع حبسہ بدینہ فیدفع الی البائع لایسقط حق حبسہ فی البیع و طحاوی

للغرماء وقال الشافعي هو ائق به كما لو لم يقبضه المشتري فان البائع ائق به اتفاقا ولتا قوله عليه السلام اذا مات المشتري مفلسا فوجده البائع متاعا  
 بعينه فهو اسوة للغرماء شرح مجمع للبعيني خريدي كوني خيرا اور اس پر قبضہ کیا اور مشتري مفلس ہو کر مر گیا قبل ادا کرنے ثمن کے تو بائع برابر ہے باقی قرض خواہوں  
 کے یعنی داماسا ہی اور قرض خواہوں کے مانند بائع کو بھی ثمن ملے گا اور امام شافعی نے کہا کہ بائع زیادہ تر حقدار ہے اس چیز بلیع کا چنانچہ اگر بلیع پر مشتري نے  
 قبضہ نہ کیا ہو اور مفلس مر گیا ہو تو بلیع کا بائع ائق ہے بالاتفاق اور ہماری دلیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث ہے کہ جب مشتري مفلس ہو کر مرے پھر بائع اپنی متاع  
 کو بعینہ پاوے تو وہ برابر ہے اور قرض خواہوں کے کذا فی شرح المجمع للبعینی م امام شافعی کی دلیل صحیحین کی حدیث ہے کہ من ادرك مال بعينه عند رجل قد افلس  
 فمواثق به من غير البعيني جو اپنا مال بعینہ مرد مفلس کے پاس پاوے تو وہ اس مال کا زیادہ تر حقدار ہے اس کے غیر سے اور حنفیہ کی دلیل یہ حدیث ہے جو شایع نے ذکر  
 کی اور سند اس کی سنن ابو داؤد میں مذکور ہے اور استدلال شافعی کا یہ جواب ہے کہ ہماری حدیث مفسر ہے اور شافعی کی حدیث مبہم اور مفسر مبہم پر قاضی ہوتی ہے  
 ائم انھیں کی کچھ حاجت نہیں وتمامہ فی حاشیۃ المدنی فروع مسائل ملحقہ شارح کے باع نصف الزرع بلا ارض ان باعہ الاکار لرب الارض جاز و لبعسلا  
 الا اذا كان البذر من الاکار فینبغی ان یجوز خانیتہ لصف کھیت بدوں زمین کے بیجا اگر اس کو کشتکار نے زمین کے مالک کے ہاتھ بیجا تو جائز ہے اور  
 بالعکس اس کے یعنی اگر زمین کے مالک نے آدھا کھیت کاشتکار کے ہاتھ بیجا تو جائز نہیں مگر جب کہ بیج کاشتکار کا ہو تو لائق یہ ہے کہ بیج جائز ہو کذا فی  
 الخانیۃ باع شجر او کرما شجر الا یخل الثمر و حینئذ لیتعار الشجر الی الادراک فلو ابی المشتري اعارة غیر البائع ان شاء ابطال البیع او قطع الثمر جامع الفصولین  
 قال فی الثمر والافرق یلزم بین المشتري البائع پھل والے درخت یا لگور کی بیل کو بیجا تو پھل داخل بیع نہ ہوگا اور اس وقت میں درخت عاریت لیا جائے  
 مشتري سے پھل پکنے تک پھر اگر مشتري عاریت دینے سے انکار کرے تو بائع مختار ہے پھل کو باطل کرے یا پھلوں کو درخت پر سے توڑ لے کذا فی  
 جامع الفصولین تہر الفائق میں کہا کچھ فرق ظاہر نہیں ہوتا مشتري اور بائع میں ہم یعنی عنقریب مذکور ہو چکا کہ اگر مشتري فقط پھل خرید کرے بدوں درخت کے  
 تو اس پر فی الحال پھل توڑنا واجب ہے در صورت عدم اجارہ بائع اگر پھل خام ہوں اور یہاں بائع ابطال بیع اور قطع ثمر میں مختار ہے اور مشتري مختار  
 نہیں حالانکہ مشتري اور بائع میں کوئی وجہ فرق ظاہر نہیں ہوتی واللہ اعلم بالصواب۔

یہ باب ہے خیاب شرط کے احکام میں خیاب یعنی اختیار ہے یعنی وہ اختیار جو بائع اور مشتري کو بسبب شرط کر لینے کے حاصل ہوتا ہے  
 یا بخیار الشرط چاہیں بیع کو قائم رکھیں چاہیں توڑیں وجہ تقدیم مع بیان تقسیم مہین فی الدرر خیاب شرط کی تقدیم کی وجہ اس کی تقسیم کی بیان کے ساتھ  
 در میں مہینہ ہے م صاحب در نے کہا کہ بیع کا بیع لازم ہوتی ہے اور گاہے غیر لازم بیع لازم وہ ہے جس میں بعد موجود ہونے شرط بیع کے اختیار نہ ہو  
 اور غیر لازم وہ ہے جس میں اختیار ہو اور چونکہ لازم اقوی ہے لہذا اس کو پہلے ذکر کیا اس کے بعد خیاب الشرط کو بیان کیا اور خیاب الشرط کو باقی خیارات پر  
 اس واسطے مقدم کیا کہ خیاب الشرط ابتداء حکم کا مانع ہے پھر خیاب الرویۃ کو ذکر کیا کیونکہ وہ تمام حکم کا مانع ہے آخر کو خیاب العیب کا ذکر کیا کہ وہ لازم حکم کا مانع ہے  
 اور خیاب الشرط چند قسم پر ہے ایک قسم بالاتفاق فاسد ہے چنانچہ مشتري کا یوں کہنا کہ مجھ کو اختیار ہے یا مجھ کو چند روز اختیار ہے یا مجھ کو ہمیشہ اختیار ہے اور  
 اور ایک قسم جائز ہے بالاتفاق یعنی یوں کہنا کہ مجھ کو تین دن یا اس سے کتر میں اختیار ہے اور ایک قسم میں اختلاف ہے وہ یہ ہے کہ یوں کہے کہ مجھ کو اختیار  
 ہے ایک مہینہ یا دو مہینہ کہ یہ امام اعظم اور زفر اور امام شافعی کے نزدیک فاسد ہے اور ابو یوسف اور محمد کے نزدیک جائز ہے اتھی ملخصا کذا فی الطحاوی  
 معلوم کرنا چاہیے کہ خیاب الشرط خلاف قیاس ہے اس واسطے کہ حدیث میں بیع اور شرط سے نہیں وارد ہے لیکن خیاب الشرط نص سے ثابت ہے حاکم نے  
 مستدرک میں عبد اللہ بن عمر سے روایت کی کہ حبان بن منقذ ایک مرد ضعیف تھا اور اس کے سر میں زخم لگا تھا تو اس کے واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ  
 وسلم نے تین دن تک اختیار مقرر فرمایا تھا اس چیز میں جو کہ وہ خرید کرے اور اس کی زبانی نقل ہو گئی تھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو خرید کیا کر

اور کہ دیا کہ لا خلاۃ یعنی مجھ کو فریب نہ دینا اور وہ کوئی چیز خرید کر لانا اپنے گھر والوں کی طرف سے سووہ لوگ کہتے کہ یہ تو گراں قیمت ہے تو وہ جواب دیتا کہ ہول  
 اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مجھ کو بیع میں اختیار دیا ہے اور اس حدیث کو امام شافعی نے اور بیہقی نے اپنی سنن میں اور ابن ماجہ نے اور بخاری نے اپنی تاریخ  
 اوسط میں اور ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے کہ ذانی فسخ القدر ثم الخيارات بلغت سبعة عشر مہر دریافت کرنا چاہیے کہ خيارات کا شمار سترہ تک پہنچا ہے  
 التراتیب المبوب لہا ان میں سے تین خیار وہ ہیں جن کے بیان کے واسطے باب مقرر ہوئے ہیں یعنی باب خیار الشط اور باب خیار الرویۃ اور باب خیار العیب  
 وخيار تعیین وغین و نقد و کیتہ واستحقاق و تعزیر فعل و کشف حال و خیانت مرابحہ و تولیۃ وفوات وصف مرغوب فیہ و تفریق صفقہ بہلاک بعض بیع و اجازۃ  
 عقد الفسوخ و ظهور البیع مستاجر او مرہونا الاشباہ من احکام الفسوخ اور اختیار تعیین کا وہ یہ ہے کہ دو یا تین غلام بیچے اس شرط پر کہ مشتری ایک  
 کو اختیار کرے اگر ہر ایک کی قیمت جدا جدا مذکور ہوئی ہو تو صحیح ہے اور اختیار غین کا یعنی اگر بائع یا مشتری یا دلال نے غین فاحش کیا ہو تو فسخ بیع  
 میں اختیار ہے اور اختیار نقد یہ ہے کہ اس شرط پر بیع ہوئی ہو کہ اگر مشتری تین دن تک ٹخن نہ دے تو بیع نہیں اور اختیار کیت یہ کہ خرید کی بعض ان درہم  
 کے جو اس برتن میں ہیں پھر بائع نے درہم مذکورہ کو دیکھا تو اس کو اختیار ہے اور یہ خیار الرویۃ نہیں اس واسطے کہ نقد میں خیار الرویۃ نہیں ہوتا اور خیار  
 استحقاق یہ کہ بعض بیع غیر کاملوک مٹھے اور خیار تعزیر فعلی یعنی ایسا کام کرنا جس سے مشتری دھوکھا کھاوے چنانچہ بکری یا گائے کے تھن چند روزہ بانڈ  
 رکھنا تا بہت دو دھار نظر پڑے بموجب ایک روایت کے مشتری کو پھیر دینے کا اختیار ہے کہ ذانی البع اور کشف حال کا اختیار یہ ہے کہ خرید کی بعض سونے  
 کے جو اس پتھر کے ہوزن ہو اور خیار کشف میں خیار کشف بھی داخل ہے وہ یہ ہے کہ اناج کا ڈھیر بیچا ہر صاع عوض درم کے تو بیع صحیح ہے ایک صلح علی  
 لیکن بسبب تفریق صفقہ مشتری کو اختیار ہے نہ بائع کو اور خیانت مرابحہ کا اختیار یہ کہ بیع المرابحہ میں بائع کے اقرار سے یا گواہوں سے یا بائع کے قسم نہ  
 کھانے سے خیانت بائع کی ثابت ہو تو مشتری کو اختیار ہے چاہے کل ٹخن سے لے چاہے نہ لے اور خیانت تولیہ کا اختیار یہ کہ بیع التولیہ میں یا مورثہ کو  
 خیانت ہو تو مشتری مختار ہے اور بقدر خیانت کم کر دینا جائز ہے اور وصف مرغوب فیہ کے فوت ہونے کا اختیار اس طرح کہ غلام کو خرید کیا اس شرط پر کہ وہ  
 کاتب ہے یا روٹی پکانا جانتا ہے پھر خلاف اس کے ظاہر ہو تو مشتری کو اختیار ہے چاہے کل ٹخن دے کر لے یا نہ لے اور تفریق صفقہ کا اختیار بسبب ہلاک  
 ہونے بعض بیع کے اور یہ نہیں ہوتا مگر قبل قبض کے اور بیع ففولی کی اجارت کا اختیار ہے مالک کو چاہے جاری رکھے  
 چاہے باطل کرے اور بیع کے مستاجر ہونے کے ظہور کا اختیار یعنی اگر معلوم ہو کہ بیع کسی نے اجارہ لیا ہے تو مشتری کو لینے نہ لینے میں اختیار ہے اور بیع  
 کے مرہون ہونے کے ظہور کا اختیار یعنی بعد بیع کے معلوم ہوا کہ بیع کسی کے پاس گروہ ہے تو مشتری کو اختیار ہے اور اگر مستاجر یا مرہون اس کو جائز رکھے  
 تو اب مشتری کو فسخ کا اختیار نہیں کہ ذانی الاشباہ من احکام الفسوخ قال و لفسخ باقالات و مخالف فبلغت تسعة عشر سبباً صاحب اشباہ نے کہا اور بیع  
 فسخ ہوتی ہے اقالہ اور مخالف سے تو اب شمار خیارات کے اسباب کا انیس کو پہنچا ہم اقالہ یہ ہے کہ عاقدین فسخ عقد پر راضی ہو جائیں اور مخالف  
 کی صورت یہ ہے کہ مقدار ٹخن یا مقدار بیع یا دونوں کی مقدار میں اختلاف ہو اور دونوں گواہ لاسنے سے عاجز ہوئے اور ایک دوسرے کے دعویٰ  
 پر راضی نہ ہو اور دونوں سے قسم لی جائے گی اور قاضی بیع کو فسخ کر دے گا ایک عاقد کی طلب سے اور کل فسوخ کے عاقدین مباشر ہوتے ہیں سوائے  
 مخالف کے کہ اس کو قاضی فسخ کرتا ہے کہ ذانی العیبی عن الاشباہ و اغلبہا ذکر المصنف یعرفہ من مابہ کتاب اور اکثر خیارات کو مصنف نے جابجا  
 ذکر کیا ہے جو شخص کتاب کی مشغولی رکھتا ہے وہ جانتا ہے صح شرط للمتبائعین معا ولا حد ہما ولو وصیا وغیر ہما ولو بعد العقد لا قبلہ تا تاریخانہ  
 شرط کرنا اختیار کا بائع اور مشتری کو ساتھ ہی اور دونوں میں سے ایک عاقد کو اگرچہ وصی تمیم ہو اور شرط کرنا عاقدین کا اجنبی کے واسطے صحیح ہے اگرچہ شرط  
 بعد عقد کے ہوئی ہو اور صحیح قبل عقد کے کہ ذانی اتا تاریخانہ م شرط کرنا اختیار کا امیل اور وکیل اور وصی اور اجنبی کے واسطے صحیح ہے خواہ شرط میں

عقد کے وقت ہو یا بعد عقد کے اور اگر قبل عقد اس طرح شرط کرے کہ میں نے تجھ کو اختیار دیا اس بیع میں جس کو میں منع کر دوں گا پھر خرید واقع ہوئی بلا شرط تو اختیار ثابت نہ ہو گا کذا فی البحر فی بیع کلہ او بعضہ کثرتہ اور بعد ولو فاسد بشرط صحیح ہے سب بیع میں یا بعض میں چنانچہ بیع کی تہائی یا چوتھائی میں اگرچہ وہ عقد جس میں شرط ہوئی ہے فاسد ہو۔ ولو اختلاف فی شرائط فالقول لنا فیہ علی المذہب اور اگر بائع اور مشتری میں اختلاف ہو اور اختیار کے شرط ہونے میں تو اس کا قول معتبر ہے جو اختیار کی نفی کرتا ہے بنا بر مذہب صحیح کے اس واسطے کہ شرط اختیار خلاف اصل ہے کذا فی البحر والنہر ثلثۃ ایام اقل خیار شرط صحیح ہے تین دن یا اس سے کمتر میں ہم تین دن کا اختیار اس وقت صحیح ہے جب کہ بیع سر لعی الفساد نہ ہو اس واسطے کہ سر لعی الفساد کا حکم خانیہ میں مذکور ہے کہ اگر وہ چیز خرید کی جو جلد سڑ جاتی ہے تین دن کے اختیار پر تو قیاس یہ ہے کہ مشتری پر کچھ جبر نہیں لیکن استحسان میں مشتری سے یوں کہا جائے گا کہ یا بیع کو فسخ کر یا بیع کو لے اور تجھ پر تین کا دینا واجب نہیں یہاں تک کہ تو بیع کی اجازت دے یا بیع تیرے پاس فاسد ہو جائے تاکہ جانین کا ضرر دفع ہو کذا فی الطحاوی وفسد عند اطلاق او تا بید اور بیع فاسد ہے اطلاق ہمیشگی کے نزدیک ہم یعنی اگر بیع واقع ہوئی بشرط خیار بلا قید مدت یا بشرط دوام اختیار تو بیع فاسد ہے جلی نے کہا تو قیوت مجہول بھی تا بید کے مانند ہے بحر الرائق میں ہے کہ اگر اطلاق خیار صلب عقد میں ہے تو بیع فاسد ہے اور اگر بیع بلا خیار ہوئی پھر بائع نے بعد مدت کے مشتری سے کہا کہ تجھ کو اختیار ہے تو یہ اختیار دوام مجلس ہے مانند اس قول کے کہ تجھ کو اقل بیع کا اختیار ہے لا اکثر والا ففسد کل فسخ خلاف ما صحیح نہیں تین دن سے زیادہ اور اگر تین دن سے زیادہ اختیار شرط کرے گا تو بیع فاسد ہوگی تو ہر عاقد کو اس کے فسخ کرنے کا اختیار ہے بخلاف صاحبین کے یعنی صاحبین کے نزدیک خیار شرط در صورت ذکر مدت معین صحیح ہے خواہ مدت زیادہ ہو یا کم ہم عبد الرزاق حضرت انس سے روایت کی کہ ایک مرد نے اونٹ خرید کیا اور چار دن کا اختیار شرط کر لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع کو باطل کر دیا اور فرمایا لا خیار ثلثۃ ایام یعنی اختیار تین ہی دن ہے کذا فی النہر الفائق ہندوستان کے سوداگر بیع بشرط خیار کو اپنی اصطلاح میں جا کر کہتے ہیں اور بعض تین دن سے زیادہ جا کر لیتے ہیں سو شرعاً جائز نہیں غیر انہ سبجز ان اجازت من لہ الخیار فی الثلثۃ فینقلب صحیحاً علی الظاہر تین دن سے زیادہ خیار شرط صحیح نہیں مگر یہ کہ بیع جائز ہو جاوے گی اگر صاحب اختیار تین دن کے اندر لزوم بیع کی اجازت دے گا تو فاسد منقلب صحیح ہو جاوے گی بنا بر ظاہر الروایت کے ہم اس واسطے کہ مفسد دفع ہو گیا قبل اپنی تقریر کے اگرچہ اجازت سبیل رابع میں ہوتا عدم طلوع فجر اور یہ قول حنفیہ عراق کا ہے اور حنفیہ خراسان نے کہا کہ عقد موقوف تھا کہ اجازت مدت مذکورہ سے نافذ ہو گیا اور اگر سبیل رابع بلا اجازت شروع ہوگی تو وہ فاسد ہے فائدہ خلاف کا یہ ہے کہ بقول اول مباشرت عقد حرام ہے اور بقول ثانی حرام نہیں کذا فی الطحاوی و صح شرط ایضاً فی لازم محتمل الفسخ اور صحیح ہے شرط کرنا اختیار کا عقد لازم محتمل الفسخ میں بھی م لازم کی قید سے وصیت نکل گئی اس واسطے کہ وصی وصیت میں اپنی زندگی تک رجوع کر سکتا ہے اور وصی کو قبول اور عدم میں اختیار ہے اور محتمل الفسخ کی قید سے مانند اطلاق اور نکاح نکل گیا کما رعتہ و معاملتہ و اجارۃ و قسمۃ و صلح عن مال ولو بغیر عینہ و کتابتہ و خلع و رہن و عتق علی مال لو بشرط لزوم و رہن و عتق عقد لازم محتمل الفسخ چنانچہ عقد مزاحمت اور معاملہ یعنی مساقاۃ اور اجارہ اور قسمت اور صلح دعوی مال سے اگرچہ صلح بغیر معین چیز ہوئی ہو اور کتابت اور خلع اور رہن اور عتق بشرط مال اگر اختیار مشروط ہو اور لزوم کے واسطے خلع میں اور رہن کے واسطے رہن میں اور مملوک کے واسطے عتق میں لزوم و رہن اور مملوک کی قید اس واسطے لگائی کہ ان کی جانب سے عقد لازم محتمل الفسخ ہے بخلاف زوج اور مولی کے کہ ان کی جانب سے عقد لازم ہے لیکن محتمل فسخ نہیں اس واسطے کہ عین ہے اور بخلاف مرہن کے اس واسطے کہ اس کی جانب سے عقد لازم نہیں مرہن کو بروقت فسخ رہن کا اختیار ہے کذا فی الطحاوی عن المنع و نحوہ کلفالۃ و حوالۃ و ابراء و تسلیم شفقت بعد الطلبین و وقف عند الثانی اشباہ و اقالیم از یہ فی سبۃ عشر اور مانند عقود مذکورہ

ف جا کر مال تین دن سے زیادہ مدت پر لیا جائز نہیں۔



کے چنانچہ ضامنی اور حوالہ اور برابر اور تسلیم شفعہ و طلب کے بعد یعنی طلب مواثبہ اور طلب اشہاد کے بعد اور چنانچہ وقف ابو یوسف کے نزدیک کذا فی الاشباہ اور چنانچہ اقالہ کذا فی البراۃ تو یہ سولہ عقود ہیں بیع کو ملا کر جن میں شرط کرنا اختیار کا صحیح ہے ہم مطلق ضمانت میں خواہ حاضر ضامن ہو یا مال ضامن کیل اور کفول کو شرط اختیار صحیح ہے بزانیہ میں ہے کہ ضامنی میں دس دن یا زیادہ اختیار شرط کرنا صحیح ہے بخلاف بیع کے اور وقف بھی ضمانت کے مانند ہے کذا فی الطحاوی لانی نکاح و طلاق و عین و نذر و صرف و سلم و اقرار الاقرار بعقد لقیبہ اشباہ و وکالۃ و وصیت نہر فی تسعۃ صحیح نہیں شرط اختیار نکاح اور طلاق اور عین اور نذر اور صرف اور سلم اور اقرار میں مگر اس عقد کا اقرار ہو جو شرط اختیار کا قابل ہے تو اس اقرار میں شرط اختیار صحیح ہے کذا فی الاشباہ اور وکالۃ اور وصیت میں شرط اختیار صحیح نہیں کذا فی النہر یہ نوع عقد ہوئے ہم جب اقرار کیا کہ مجھ پر ہزار درم ہیں اس شرط پر کہ مجھ کو عین دن اختیار ہے تو اقرار لازم ہوگا اور شرط اختیار باطل ہوگی اس واسطے کہ اقرار خبر ہے نہ النشا اور خبر قابل شرط اختیار نہیں ہاں اگر یوں اقرار کرے گا کہ مجھ پر ہزار درم ہیں اس بیع کی ضمن کے جس کو میں نے بشرط اختیار خرید کیا تو یہ صحیح ہے اور اختیار ثابت ہوگا اگر بائع اس کی تصدیق کرے اس واسطے بیع ان عقود سے ہے جو قابل اختیار ہیں کذا فی الطحاوی

عن حاشیۃ الاشباہ لابن السعوی وقد کنت غیرت ما نظم فی النہر فقلت ۵ یاتی خيار الشرط فی الاجارة ۶ والبیع والابراء والكفالة ۷ والعتق وترک الشفعة ۸ والصلح والنخل کتبا القسمۃ ۹ والوقف والحوات والاقالة ۱۰ والاصرف ۱۱ والاقرار والوکالۃ ۱۲ والنکاح والطلاق و السلم ۱۳ نذر وایمان فہذا یغتتم ۱۴ اور میں نے بدل ڈالا نہر الفائق کی نظم کو اور یوں کہا میں نے کہ شرط اختیار آتی ہے اجارے میں اور بیع اور ابراء اور ضمانت اور عین اور عتق اور ترک شفعہ اور صلح میں اور اسی طرح خلع اور قسمت اور وقف اور حوالہ اقالہ میں نہ صرف اور اقرار اور وکالت میں اور نہ نکاح اور طلاق اور سلم اور نذر اور عین میں اس نظم کو غنیمت مانا چاہیے ہم شایع نے نہر الفائق کی نظم میں کچھ بھی تغیر نہیں کی سوائے اس کے کہ بجائے حوالہ قسمت لایا اور نہ کوئی عقد اس پر زیادہ کیا پناچہ صاحب نہر کی نظم سے جو حاشیے پر مرقوم ہے ظاہر ہے قسم اول سے مزارعہ اور معاملہ اور کتابت نظم میں داخل نہیں اور قسم ثانی سے وصیت فان اشترى شخص شیئا علی انہ اے مشتری ان لم یبقہ ثمنہ الی ثلثۃ ایام فلا بیع صحیح استخانا خلافا لفرفلو لم یبقہ فی الثلثۃ قد نفذ عتقہ بعد ما لو فی یدہ فلیحفظ اگر ایک شخص نے کوئی چیز خریدی اس شرط پر کہ وہ یعنی مشتری اگر اس کا ثمن نہ دے تین دن تک تو بیع نہیں صحیح ہے بطریق اتحسان کے بر خلاف ذفر کے اور جو تین دن میں نہ دے گا تو بیع فاسد ہوگی آزاد کرنا مشتری کا بعد تین دن کے نافذ ہوگا اگر غلام مشتری کے پاس ہو سوا اس کو یا در کھنا چاہیے ہم اور اسی طرح اگر مشتری ثمن دے اس شرط پر کہ اگر بائع ثمن پھیر دے تین دن تک تو بیع نہیں یہ بھی صحیح ہے لیکن پہلی صورت میں مشتری کو اختیار ہے اور دوسری صورت میں بائع کو غنیمت میں ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ بیع مذکور فاسد ہے منفسخ نہیں تو اگر بیع غلام ہو اور مشتری اس کو آزاد کرے تین دن کے بعد تو عتق نافذ ہے کذا فی النہر اور مشتری پر قیمت غلام لازم آوے گی اور اگر غلام بائع کے ہاتھ میں ہوگا تو عتق مشتری نافذ نہ ہوگا کذا فی الطحاوی عن النانیۃ وان اشترى کذلک الی اربعۃ ایام لا بیع خلافا ل محمد اور اگر مشتری خرید کیا اسی طرح چار دن تک تو بیع صحیح نہیں بخلاف محمد کے ہم یعنی مشتری نے اس طرح خرید کیا کہ اگر چار دن تک ثمن نہ دے تو بیع نہیں تو امام ابو یوسف کے نزدیک یہ بیع صحیح نہیں اس واسطے کہ اختیار نقد طحق بخیار شرط ہے اور خیار شرط تین دن سے زیادہ صحیح نہیں فان نقد فی الثلثۃ جاز اتفاقا لان خیار النقد طحق بخیار الشرط فلو ترک التفریح لکان اولیٰ پھر اگر مشتری نے چار دن کی مدت مقرر کر کے تین دن کے اندر ثمن ادا کیا تو بیع بالاتفاق صحیح اور محمد کے جائز ہو جائے گی اس واسطے کہ خیار نقد طحق ہے خیار الشرط سے تو لہ یعنی شفعہ سے دست بردار ہونا اور طلب مواثبہ سے یہ غرض ہے کہ نبور سننے بیع کے شفعہ طالب ہو اور طلب اشہاد یہ کہ شے بیع پر جا کر گواہ کر دے کہ یہ فروخت ہوئی ہے اور میں اس کے شفعہ کا طالب ہوں ۱۲ ۱۳ قال فی النہر ۱۴ یاتی خيار الشرط فی الاجارة ۶ والبیع والابراء والكفالة ۷ والعتق وترک الشفعة ۸ والصلح والنخل والحوات والوقف والقسمۃ والاقالۃ والاصرف والاقرار والوکالۃ والنکاح والطلاق و السلم ۱۳ نذر وایمان فہذا یغتتم ۱۴

اگر مصنف تفریح کو ترک کرتا تو بہتر ہوتا م یعنی مصنف اپنے اس قول یعنی فان اشترى میں فائے تفریح نہ لاتا تو خوب تھا اس واسطے کہ پیرسہ خیار الشرط میں داخل نہیں بلکہ ملحق بخیار الشرط ہے اور الحاق مقصود مغایرت کا ہے اور تفریح مقصود مغایرت کا ہے اور تفریح مقصود اس کی ہے کہ اسی کی انواع سے ہو چنانچہ صاحب کنز اور درر غرر نے اس کو بلا تفریح مذکور کیا ہے ولا یخرج بیع عن ملک البائع مع خياره فقط اتفاقاً بلکہ علی المشتري بقیمتہ اسے بدلہ لیم المثل اذا قبضتہ باذن البائع یوم قبضتہ کالمقبوض علی سوم الشراء فان بعد بیان الثمن مضمون بالقیمتہ بالقراباغت نہ ولو شرط المشتري عدم ضمانه بزایہ اور مال بیع بائع کی ملک سے نکل نہیں جاتا فقط بائع کے اختیار سے بالاتفاق تو بیع ہلاک ہوگی مشتری پر اپنی قیمت یوم القبض سے یعنی بدل بیع سے تا مثلی کو بھی شامل رہے جس صورت میں کہ مشتری نے بائع کے اذن سے اس پر قبضہ کیا ہو چنانچہ وہ چیز جو بقصد خریداری مقبوض ہوتی ہو تو وہ ثمن کے بیان کرنے کے بعد مضمون بالقیمتہ ہے جتنی اس کی قیمت پہنچے کذا فی النہر یعنی اگر چہ ثمن کسی سے قیمت میں زیادہ ہو ضمان اس کا لازم آوے گا اگر چہ مشتری نے اس کا عدم ضمان شرط کر لیا ہو کذا فی البنزازیہم در صورت خیار بائع خواہ مشتری نے بیع کو ہلاک کیا ہو یا بیع خود ہلاک ہو گئی ہو بہر صورت اس پر ضمان ہے اور مقبوض علی سوم الشراء میں بیان ثمن کی قید اس واسطے مذکور کی کہ فقہ ابوالبیت عبون میں ذکر کیا ہے کہ اگر مالک نے کہا کہ لے جا اس کپڑے کو اگر پسند کرنا تو خرید کرنا پھر وہ لے گیا اور وہ تلف ہو گیا تو اس پر ضمان نہیں اور اگر یوں کہا کہ اگر راضی ہونا تو دس درم کو خرید کرنا پھر وہ لے گیا اور تلف ہو اتو اس کی قیمت کا اس پر ضمان لازم آوے گا اور اسی پر فتویٰ ہے انتہی اور یہ جو شلح نے فقط خیار بائع کی قید لگائی سو بلا وجہ ہے اس واسطے کہ اگر بائع اور مشتری دونوں کا خیار ہو گا یا متعاقدین نے اجنبی کو اختیار دیا ہو گا تو بھی یہی حکم ہے کذا فی الطحاوی اور نہ الفائق میں ہے کہ مشتری پر قیمت اس واسطے لازم آئی کہ ہلاک ہونے سے بیع منسوخ ہو گئی اور بیع نافذ نہیں ہو سکتی بدوں محل کے تو یہ مقبوض علی سوم الشراء کے مانند ہو گیا اور جو چیز مقبوض ہو خریداری کی بات چیت سے اس میں ہلاک ہونے سے قیمت ہے قیمت میں اور مثل ہے مثلی میں یہ اس صورت میں ہے کہ جب مدت خیار میں ہلاکی ہو اور اگر ہلاکی ہوئی مدت مذکورہ کے بعد تو ثمن کا ضمان ہے نہ قیمت کا انتہی ولو فی بد الوکیل ضمن من مالہ بلار جوع الا بامرہ بالسوم خایرہ اور اگر مقبوض علی سوم الشراء وکیل کے ہاتھ میں ہلاک ہو اتو وکیل اس کا ضمان دے گا اپنے مال سے بلار جوع کے موکل پر جب کہ موکل نے وکیل کو اس کا امر کیا ہو کذا فی الخانیہم وکیل شرار نے ایک کپڑا لیا خریداری کی بات چیت پر اوہ موکل کو دکھایا اس نے پسند نہ کیا اور پھیر دیا پھر وکیل کے پاس وہ ضائع ہو گیا تو اس کا ضمان قیمت وکیل پر ہے موکل سے نہیں لے سکتا مگر اس صورت میں لے سکتا ہے جب کہ موکل نے وکیل کو خریداری کی بات چیت پر قبضہ کرنے کا امر کیا ہو واما علی سوم النظر فقیر مضمون مطلقاً اور جس پر قبضہ ہوا اور تامل کی بات چیت پر اس کا تاوان مطلقاً لازم نہیں خواہ اس کا ثمن مذکور ہو یا نہ ہو ابھوم سوم النظر یہ ہے کہ ایک شخص بائع سے کہے کہ یہ کپڑا مجھ کو دے تاکہ میں اس میں نظر اور تامل کروں یا غیر کو دکھاؤں پھر کپڑا ضائع ہو گیا تو امام کے نزدیک اس پر کچھ تاوان نہیں یعنی اس واسطے کہ وہ امانت تھا اور اگر یوں کہے گا کہ یہ کپڑا مجھ کو دے اگر میں راضی ہوں گا تو اس کو لوں گا پھر اگر ضائع ہو گا تو ضمان لازم آوے گا اس واسطے کہ یہ قبض علی سوم الشراء ہو اسوم النظر باقی نہ رہا و جہ فرق یہ ہے کہ پہلی صورت میں اس نے تامل اور غیر کے دکھانے کے واسطے دیا تھا اور یہ بیع نہیں دوسری صورت میں اس واسطے دیا کہ وہ راضی ہو اور خرید کرے اور یہ بیع ہے کذا فی النہر علی سوم الرہن بالاقبل من قیمتہ ومن الدین اور جو چیز مقبوض ہوئی گو کرنے کی بات چیت پر تو جو کتر ہو گا۔ اور دین میں اس کا ضمان لازم آوے گا صورت اس کی یہ ہے کہ ایک شخص پر دین تھا سو اس نے گرو رکھنے کے قصد سے ایک چیز نکالی صاحب دین نے اس پر قبضہ کیا رہن کی بات چیت پر پھر وہ چیز مرثمن کے پاس ہلاک ہو گئی تو مرثمن پر اقل کا ضمان لازم آوے گا یعنی اگر اس چیز کی قیمت دین سے اقل ہے تو اس کا ضمان لازم ہے اور اگر دین کتر ہے قیمت سے تو اس کا ضمان لازم ہے تو رہن کی گفتگو مانند حقیقت رہن کی ہوئی

کذا فی الطحاوی و علی سوم القرض بقرض ساومہ بہ اور جو چیز قرض لینے کی بات چیت پر مقبوض ہوئی تو اس کا ضمان قرض مذکور کے برابر ہے ہم صورت اس کی یہ ہے کہ زید نے خالد سے دس روپے قرض مانگے خالد نے اس کو مثلاً ایک تلوار دی کہ اس کو دس روپے پر رہن رکھ لے پھر تلوار زید کے پاس ضائع ہو گئی تو زید پر دس روپے کا تاوان دینا لازم ہو گا اور اس میں اور رہن کے مسئلے میں دو وجہ سے فرق ہے ایک یہ کہ دین ثابت ہے راہن کے ذمے پہاؤر مستقرن کے ذمے پر ثابت نہیں دوسرے یہ کہ رہن مقبوض بالاقبل ہے اور یہاں ضمان بقدر قرض مساوم علیہ ہے کذا فی الطحاوی و علی سوم النکاح لامرہ بقیمتها نہ اور اگر قبضہ ہوا لوندی کے نکاح کی بات چیت پر تو ضمان بقدر اس کی قیمت کے ہے کذا فی النہرم یعنی اگر قبضہ کیا غیر کی لوندی پر تا اس کے مالک کے اذن سے نکاح کسے اور وہ ہلاک ہو گئی اس کے پاس تو اس کی قیمت کا ضمان اس پر لازم ہے و بخیرج عن ملک اے البائع مع خيار المشتري فقط قبضہ ملک فی بدہ بالثمن اور بیع خامج ہو جاتی ہے بائع کی ملک سے فقط مشتری کے اختیار کے ساتھ تو ہلاک ہوگی بیع مشتری کے ساتھ میں بعض من کے ہم اس واسطے کہ ہلاکی مقدمہ عیب سے خالی نہیں اور وجود عیب مانع رد ہے تو ہلاکی در صورت لزوم عقد ہوئی اور لزوم عقد ثمن کا موجب نہ قیمت کا اور ثمن قیمت میں یہ فرق ہے کہ ثمن وہ ہے جس پر متعاقدین راضی ہو جاویں خواہ قیمت سے زیادہ ہو یا کم اور قیمت وہ جس سے شے کی تقویم ہو یعنی مقدار مالیت بمنزلہ معیار کے بغیر زیادتی اور نقصان کذا فی الطحاوی کتعبیر فیہا عیب لایرفع کقطع یدمانند معیوب ہو جائے بیع کے مدت اختیار میں ایسے عیب سے جو رد نہیں ہو سکتا چنانچہ ہاتھ کا ٹٹام یہ تشبیہ ہے معیوب ہونے کی ہلاکی کے ساتھ دونوں صورتوں میں یعنی درت اختیار بائع یا در صورت اختیار مشتری اس واسطے کہ عیب مذکور مانند ہلاکی پہلی صورت میں موجب قیمت کا ہے اور دوسری صورت میں موجب ثمن کا کذا فی الخ فیلزمہ قیمتہ فی المسئۃ الاولی و للبائع فسخ البیع و اخذ نقصان القیمی لا المثل شہدۃ الزبوا احدادی تو مشتری کو عیب دار ہونے سے قیمت لازم آوے گی پہلی صورت میں یعنی در صورت اختیار بائع اور بائع کو جائز ہے بیع کا فسخ کرنا اور نقصان قیمی کا لینا نہ مثلی کا سود کے شہد کے سبب کذا فی الحدادی یعنی اگر بائع نے مثلی چیز کو بیچا اور مشتری کو اختیار دیا سو مشتری کے پاس کچھ عیب اس میں لاحق ہو یا باوجود باقی رہنے اس کی ذات کے تو بائع نے مثلی چیز کو بیچا اور مشتری کو اختیار دیا سو مشتری کے پاس کچھ عیب اس میں لاحق ہو یا باوجود باقی رہنے اس کی ذات کے تو بائع نقصان مثلی کا مشتری سے نہ لے بسبب احتمال سود کے و ثمنہ فی الثانیۃ اور در صورت ثانی یعنی در صورت اختیار مشتری عیب دار ہو جانے سے مشتری پر ثمن لازم ہو گا ولیرفع کمن قال فی المدۃ فموا علی خارہ و الا لزمہ العقد لتعذر الرد ابن کمال اور اگر بیع کا ایسا عیب ہے جو زائل ہو سکتا ہے چنانچہ بیماری تو اگر عیب مذکور مدت اختیار میں زائل ہو گیا تو مشتری کو اختیار ثابت ہے چاہے لے چاہے پھیر دے اور اگر مدت اختیار میں زائل نہ ہو تو اس کو عقد لازم ہو گیا بسبب متعذر ہونے پھیر دینے کے کذا ذکرہ ابن کمال ولا یملکہ المشتري خلافا لہما لئلا یصیر سائبۃ قلنا السائبۃ ہی المتی لا ملک فیہا لاسد و لا تعلق ملک و الثانی موجود ہونا و یلزم اجتماع البدلین و العود علی موضوعہ بالنقص بشرط قریبہ اور در صورت اختیار مشتری بیع کا مالک مشتری نہیں ہوتا امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے کہ ان کے نزدیک مشتری اس کا مالک ہو جاتا ہے تا بیع سائبہ یعنی غیر مملوک نہ کھڑ جائے اس واسطے کہ جب بائع کی ملک سے اختیار مشتری کے سبب خروج ثابت ہوا تو اگر مشتری بھی اس کا مالک نہ ہو تو پھر بیع پر سائبہ ہونا صادق آوے ہم جواب دیتے ہیں امام کی طرف سے کہ سائبہ وہ ہے جس میں کسی کی ملک نہ ہو ورنہ علاقہ ملک کا اور تعلق ملک کا یہاں موجود ہے اور اگر ملک مشتری ثابت ہو تو اجتماع بدلین لازم آوے اور خود کرنا اپنے موضوع پر لازم ہو لیا واسطے منقوص ہونے فائدہ خار کے قرابت دار کی خریداری سے ہم در صورت اختیار مشتری اگر بیع میں متعاقدین کی ملک ثابت نہیں لیکن علاقہ ملک متعاقدین موجود ہے اس واسطے کہ در صورت عدم خرید کے بائع کی ملک حقیقتہ عود کرے گی اور اگر مشتری نے اپنا

لے بیٹھے پر اس سے بات چیت ہوئی ۱۲

اختیار ساقط کر کے لیا تو مشتری کی ملک ثابت ہوگی اور اگر مشتری کو مالک بیع قرار دیکھے جیسا صاحبین کا مذہب ہے تو اس میں دو خلل لازم آتے ہیں ایک اجتماع بدلین مشتری کی ملک میں یعنی بیع اور ثمن اس واسطے کہ ثمن ہنوز مشتری کی ملک سے خارج نہیں ہوا اور شرع میں اس کی کہیں اصل نہیں کہ بدلین ایک شخص کی ملک میں مجتمع ہوں اس واسطے کہ معاوضہ برابری کا مقصد ہی ہے اور دوسرا خلل یہ ہے کہ اختیار اس واسطے مشروع ہوا ہے تاکہ عاقد غور اور تامل کر کے اپنی مصلحت کے موافق عمل کرے تو اگر ملک مشتری بیع میں ثابت ہو جاوے اور بیع رقیق قرابت دار ہو مشتری کا فوراً آزاد ہو جاوے بلا اختیار مشتری کے تو نظر اور تامل جس کے واسطے اختیار مشروع ہے بالکل فوت ہو اور یہی مطلب ہے شارح کے اس قول کا والعود علی موضوعہ لنقض کذافی الطحاوی عن البحر ولا یخرج شیئ منہما ای بیع و ثمن من ملک بائع و مشتری عن مالکہ اتفاقا اذا کان الخيار لهما ای ما فی المدۃ الفسخ البیع و ایہما اجاز بطل خياره فقط اور کوئی دونوں میں سے یعنی بیع یا بائع کی ملک سے اور ثمن مشتری کی ملک سے نکل نہیں جاتا جب کہ بائع اور مشتری دونوں کے واسطے اختیار شرط ہو اور ان میں سے جو شخص کرے گا نین دن کی مدت میں تو بیع فسخ ہو جاوے گی اور جو دونوں میں سے بیع کو جائز رکھے گا تو فقط اسی کا اختیار باطل ہوگا نہ دوسرے کام اور بائع کا تصرف کرنا بیع میں اور مشتری کا ثمن میں بجائے فسخ قولی ہے اور اگر دونوں سے نہ فسخ ہو ان اجازت اور مدت اختیار گذر گئی تو بیع لازم ہو جاوے گی اور اگر ایک سے فسخ ثابت ہو اور دوسرے سے اجازت تو بیع باطل ہے بہر صورت اور اجازت کسی حال میں معتبر نہیں کذافی المنع و ہذا الخلاف لفظہ ثمرتہ فی عشر مسائل جمعہا العینی فی قولہ اسحق عنک فخم اور امام اور صاحبین کے اس خلاف کا فائدہ ظاہر ہوتا ہے دس مسئلوں میں جن کو علامہ عینی نے اپنے اس قول اسحق عنک فخم میں جمع کیا ہے بطور رمز کے چنانچہ شارح تشریح ان رموز کی حرف بحرف کرتا ہے الالف من الامتہ لو شرانا بخیار و ہی زوجتہ بقی النکاح اور الف اشارہ ہے امتہ سے یعنی اگر لونڈی کو خرید کیا بشرط اختیار حالانکہ وہ منکوحہ ہے مشتری کی تو نکاح باقی ہے یعنی اس واسطے کہ مدت خیال میں زوجہ زوج کی ملک میں داخل نہیں امام کے نزدیک اور جب خیال ساقط ہوگا تو نکاح باطل ہوگا اور صاحبین کے نزدیک نکاح فسخ ہو گیا کیونکہ زوجہ زوج کی ملکیت میں داخل ہوئی پھر اگر مشتری بیع کو فسخ کرے گا تو لونڈی اپنے مولیٰ کے پاس بلا نکاح جائے گی صاحبین کے نزدیک اور امام کے نزدیک منکوحہ جائے گی والسین من الاستبراء فی المدۃ لا یعتبر استبراء اور سین اشارہ ہے استبراء سے تو لونڈی کا حیض مدت خیال میں استبراء معتبر نہ ہوگا یعنی لونڈی کو بشرط اختیار خرید کیا اور اس کو حیض آیا اختیار کی مدت میں تو یہ حیض استبراء میں نہ شمار نہ ہوگا امام کے نزدیک اس واسطے کہ استبراء نہیں ہوتا مگر بعد ملک کے بخلاف صاحبین کے کذافی تشریح الوقایہ اور اگر حکم خیال لونڈی بائع کو پھیر دی جاوے تو امام کے نزدیک استبراء واجب نہیں اور صاحبین کے نزدیک واجب ہے بعد حیض کرنے مشتری کے کذافی البحر من المحرم فلا یعتق محرّمہ ح اشارہ ہے محرم سے تو مشتری کا محرم آزاد نہ ہوگا یعنی اگر مشتری نے قرابت دار محرم کو بشرط اختیار خرید کیا تو ایام خیال میں آزاد نہ ہوگا امام کے نزدیک بسبب عدم ملک کے بخلاف صاحبین کے قی میں القربان لمنکوحتہ المشتراة فله رد الا اذا انفصہا بق اشارہ ہے قربان یا لکسر سے یعنی اگر اپنی منکوحہ لونڈی بشرط اختیار خرید کی اور مدت خیال میں اس سے قربت کی تو مشتری کو اس کا پھیر دینا جائز ہے مگر جب کہ اس میں نقصان لگ گیا ہو قربت سے ہم پھیر دینا اس واسطے جائز ہوگا کہ جماع بسبب نکاح کے ہو انہ بسبب ملک میں کے امام کے نزدیک تو جماع اجازت بیع کا موجب نہ ہوگا مگر در صورت ظہور نقصان خواہ لونڈی باکرہ ہو یا ثیبہ شارح نے مانند صاحب وقایہ کے نقصان کو بوطی بکر محسوس نہ رکھا اس واسطے کہ بجز الرائق اور نہر الفائق میں ثیبہ کے نقصان کو بھی امتناع رد کا مستوجب قرار دیا ہے اور صاحبین کے نزدیک و طی بلکہ یمین ہوئی نکاح فسخ ہو گیا اب مشتری اس کو پھیر نہیں سکتا اگرچہ لونڈی ثیبہ ہو گو نقصان بھی لاحق نہ ہو اور نہر الفائق میں درایہ سے منقول ہے کہ و طی زوجہ کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر غیر منکوحہ لونڈی سے و طی ہوگی تو پھیر دینا جائز ہے استبراء کے معنی پاک و صاف دیکھنا ہم کا حل سے ۱۲

نہ ہوگا اگرچہ اس میں کچھ نقصان نہ عارض ہوا ہو ع من الودیعة عند بائعہ فیہلک علی البائع لا ارتفاع القبض یا رد لعلم الملک ع اشارہ ہے ودیعت سے یعنی جب مشتری نے بشرط اختیار بیع پر قبضہ کیا بائع کے اذن سے پھر اس کو امانت رکھا بائع کے پاس پھر وہ ہلاک ہوئی تو بائع کا مال ہلاک ہوا بسبب زائل ہونے قبضہ مشتری کے پھیر دینے سے بواسطہ عدم ملک کے یعنی چونکہ مشتری بسبب اختیار کے مالک بیع کا نہیں تو اس کا امانت رکھنا صحیح نہ ہوا بلکہ مشتری کا دینا بائع کو دفع قبضہ ہوا تو ہلاکی قبضہ کی ثابت ہوئی لہذا بائع کا نقصان ہوا نہ مشتری کا اور صاحبین کے نزدیک چونکہ مشتری مالک ہے تو اس کی ودیعت صحیح ہے اس کا قبضہ مرتفع نہ ہوا تو گو یا مشتری کے ہاتھ میں ہلاکی ہوئی کذا فی شرح الوقایہ زمن الزوجة المشتراة لو ولدت فی المدة فی البائع لم تصر ام ولد ولو فی ید المشتري لزم العقد لان الولادة عیب در رد ابن کمال ز اشارہ ہے زوجہ سے یعنی اگر اپنی منکوحہ لونڈی کو بشرط اختیار خرید کیا اور وہ مدت اختیار میں لڑکا جنی بائع کے پاس تو وہ مشتری کی ام ولد نہ ہوگی بخلاف صاحبین کے اور اگر مشتری کے قبضہ میں جنی تو عقد بیع لازم ہو گیا اس واسطے کہ ولادت عیب ہے کذا فی الدرر ابن کمال م اسی طرح شرح وقایہ میں بھی ہے کہ اگر مشتری کے پاس جنی کی ام ولد ہو جائے گی بالاتفاق اس واسطے کہ ولادت سے اس میں عیب لگ گیا تو اب مشتری اس کو پھیر نہیں سکتا سو وہ اس کی مملوک ہو گئی و فی البحر عن النخعي اذا ولدت بطل خياره وان كان الولد ميتا ولم تنقصها الولادة لا يبطل خياره وافرہ المصنف اور بحر الرائق میں مناینہ سے ہے کہ جب لونڈی جنی یعنی مشتری کے پاس تو اس کا اختیار باطل ہو گیا اور اگر لڑکا مردہ ہوا اور ولادت سے لونڈی میں نقصان نہ ہوا تو مشتری کا اختیار باطل نہ ہوگا بسبب عدم تعیب کے اور اس قول کو مصنف نے اپنی شرح میں ثابت رکھا ہے کذا فی الطحاوی ک من الکسب للعبد فی المدة فهو للبائع بعد الفسخ ک اشارہ ہے کہ بے یعنی اگر غلام مول لیا بشرط اختیار اور اس نے کچھ مال کمایا مدت اختیار میں تو وہ مال بائع کا ہے بعد فسخ بیع کے امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک مشتری کا مال ہے اور در صورت عدم فسخ زائد بیع کا تابع ہے کذا فی الطحاوی ف من الفسخ لبيع الامتة فلا استبراء علی البائع و اشارہ ہے فسخ سے یعنی اگر لونڈی خرید کی بشرط اختیار پھر بیع فسخ کر کے پھیر دی تو بائع پر استبراء واجب نہیں اس واسطے کہ استبراء واجب ہوتا ہے اس وقت جب انتقال ہو ایک ملک سے دوسرے ملک کی طرف سو انتقال یہاں امام کے نزدیک یا نہیں گیا کیونکہ مشتری اس کا مالک نہیں بخلاف صاحبین کے غ من الخمر وشرایع ذمی من مثله بائع فاسلم احدہما فهو للبائع عینی ونبیہ المصنف لکن عبارة ابن الکمال سلم المشتري غ اشارہ ہے خمر سے اگر شراب کو خرید کیا ذمی نے اپنے مانند دوسرے ذمی سے بشرط اختیار کے پھر کوئی ایک عاقد مسلمان ہو گیا تو وہ شراب بائع کی ہے کذا فی شرح العینی اور مصنف اپنی شرح میں اس کا تابع ہوا ہے لیکن ابن کمال کی یہ عبارت ہے کہ مشتری مسلمان ہو گیا م شرع وقایہ میں بھی اسلام مشتری مذکور ہے جلی نے کہا کہ مشتری بالیقین مراد ہے تو یعنی اور مصنف کی عبارت میں لفظ احد کا معین پر محمول ہے یعنی مشتری پر اتنی بائع اس واسطے شراب مذکور کا مالک ہے کہ اگر بیع باطل نہ کی جاوے باقی رہے تو اسقاط اختیار کے نزدیک مشتری اس کا مالک ٹھہرے تو شراب کا مالک ہونا مسلمان کے واسطے لازم آوے اور صاحبین کے نزدیک خریدنا مذکور ہے اور اختیار باطل ہے اس لیے کہ اگر اختیار باقی رہے تو وہ پھیر دینے کا مالک رہے اور پھیر دینا تملیک ہے اور مسلم تملیک خمر کا مالک نہیں کذا فی شرح الوقایہ م من الماذون لو ابراه البائع عن ائمن صح استثناء وبقی خياره لانه یلی عدم التملک کل ذلک عنده خلافا لهما م رزہ ماذون سے یعنی عبد ماذون نے کوئی چیز خرید کی بشرط اختیار پھر بائع نے اس کو ثمن معاف کر دیا یعنی مدت اختیار میں تو صحیح ہے بنا بر استخسان کے اور اختیار عبد کا باقی ہے اس واسطے کہ عبد ماذون مالک ہونے کا اختیار رکھتا ہے یہ سب مسائل مذکورہ امام کے مذہب پر ہیں بخلاف صاحبین کے م صاحبین کے نزدیک در صورت مذکورہ عبد ماذون کا اختیار باقی نہیں رہتا اس واسطے کہ اگر باقی رہے تو اس کو رد کرنے کی ولایت ثابت رہے تو اس کا رد کرنا تملیک بلا عوض ہوگا اور ماذون کو تملیک بلا عوض کی ولایت نہیں اور امام اعظم کے نزدیک جب کہ عبد ماذون ثمن کا مالک نہ ہوا تو اس کا رد کرنا امتناع ہوا تمک سے اور ماذون کو عدم تمک کی ولایت ثابت

ہے اس واسطے کہ جب اس کی کوئی چیز نہ لے جاوے تو اس کو قبول نہ کرنے کا اختیار ہے کذا فی شرح الوقایہ قلت وزیر علی ذلک مسائل منہات التعلیق کان  
ملکتہ فہو شرط فشرہ بخیار لم یلتیق میں کہتا ہوں اور مسائل عشرہ مذکورہ پر چند مسائل اور زیادہ کیے گئے ہیں از انجملہ تعلیق ہے جس کا اشارہ ہے چنانچہ ایک  
شخص نے کہا کہ اگر میں غلام کا مالک ہوں تو وہ آزاد ہے پھر اس نے غلام کو بشرط اختیار کے خرید کیا تو امام کے نزدیک وہ آزاد نہ ہوگا بسبب عدم ملک بخلاف  
صاحبین کے ت و استدامتہ السکنی باجارتہ او اعارة لیس باختیار اشارہ ہے استدامت سے یعنی دوام سکنی بسبب اجارہ یا اعارہ کے اختیار  
نہیں ہم صورت اس کی یہ ہے کہ ایک گھر خرید کیا بشرط اختیار اور حالانکہ مشتری اس کا ساکن ہے بواسطہ اجارہ یا عاریت مانگنے کے پھر سکونت مستدام ہوئی  
تو اہر زاد سے نے کہا کہ امام کے نزدیک استدامت سکنی ملک عین کا اختیار نہیں اور صاحبین کے نزدیک اختیار ہے جامع الفصولین میں ہے کہ در  
صورت ابتدا سکنی اختیار باطل ہوگا ص و صید شرہ بخیار فاعزم لطل البیع ص اشارہ ہے صید سے یعنی شکار خرید کیا بشرط اختیار پھر حج کا احرام باندھا یعنی  
در صورت قبض صید تو بیع باطل ہوگئی یعنی بیع باطل کو پھیر دی جائے امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک بیع لازم ہے اور اگر باطل کا اختیار ہے  
تو بالاتفاق بیع منقوض ہوگی کذا فی الطحاوی عن البحر د والزائد الحادۃ فی المدۃ بعد الفسخ للبائع و اشارہ ہے زوائد کا یعنی جو چیزیں زوائد پیدا ہوں  
خیار کے اندر سو بعد فسخ بیع کے باطل کی ہیں امام کے نزدیک یعنی اس واسطے کہ ان کا مدوٹ مشتری کی ملک میں نہیں ہوا اور صاحبین کے نزدیک ان کا  
مالک مشتری ہے سببی نے کہا زوائد عام ہیں زوائد منفصلہ اور متفصلہ سے تو اس مسئلے کو علیحدہ ذکر کرنے کی کچھ حاجت نہ تھی اس واسطے کہ یہ آٹھوں مسئلے  
میں داخل ہے یعنی کسب میں جس کی رمز کافی ہے ر و العسیر فی بیع مسلمین تو عمر فی المدۃ فسد خلا فالما فیہ یعنی ان پر مرزا لفظ تصدرو یعنی الرمز الی الرمز  
ولم ارہ لاحد فلیحفظ اشارہ ہے عسیر سے یعنی اگر دو مسلمانوں نے شہرہ انکور کا بشرط اختیار بیچا اور وہ شراب ہو گیا مدت بیع کے اندر تو بیع فاسد ہوگی  
بخلاف صاحبین کے تو مناسب یہ ہے کہ ان مسائل خمسہ کو بلفظ تصدرو موز کیجیے اور یہ کہ اس رمز کو مرزا اول سے ملائیے اور میں نے یہ نہیں دیکھا  
کہ کسی نے ان مسائل کو بایں لفظ رمز کیا ہو اس کو یاد رکھنا چاہیے ہم مرزا اول اور ثانی مل کر یہ ترکیب ہوئی اسحق عنک فتم تصدرو یعنی اپنی شکر کو کراؤں جی تھے  
کی تعظیم کر امتثال اوامرو اور اجتناب نواہی سے اور لوگوں کی تعظیم کر بقدر ان کے مراتب کے تاسحق تعالیٰ اور لوگوں کے نزدیک تو صدر نشین ہو  
اجاز من لہ الخیار ولو اجنبیاً صح ولو مع جمل صاحبہ اجماعاً الا ان یكون الخیار لہما و فسخ احدہما فلیس للاخر الا اجازۃ لان المفسوخ لا تلحقہ الاجازۃ  
جس کے واسطے اختیار دیا گیا تھا اگرچہ صاحب اختیار اجنبی ہو اس نے بیع کو نافذ کر دیا تو صحیح ہے باوجود ناواقعی اپنے ساتھی کے بالاتفاق مگر یہ  
کہ باطل اور مشتری دونوں کو اختیار ہو اور ایک نے بیع فسخ کر دی ہو تو دوسرے کو اجازت کا اختیار اس واسطے کہ فسخ والی چیز کو اجازت لاحق نہیں  
ہوتی ہم صاحب اختیار کی اجازت باوجود عدم اطلاع شخص ثانی اس واسطے صحیح ہے کہ اجازت عبارت ہے اپنے ساتھی کے اسقاط سے تو دوسرے  
کا علم ضرور نہیں مانند طلاق اور عتاق کے فان فسخ بالقول لا یصح الا اذا علم الاخر فی المدۃ فلو لم یعلم لزم العقد پھر اگر صاحب اختیار نے بیع کو  
فسخ کیا قول سے تو صحیح نہیں جب تک دوسرا عاقد مدت کے اندر واقف نہ ہو سو اگر وہ فسخ سے ناواقف رہے گا تو بیع لازم ہوگی ہم اگر مدت میں بیع  
فسخ کی اور اس کے ساتھی کو علم نہ ہو تو بیع موقوف ہے طرفین کے نزدیک تو اگر باطل نے بیع جائز بھی بعد فسخ کرنے مشتری کے قبل علم مشتری کے تو بیع  
جائز ہے اور فسخ باطل ہے والیکن ان یستوثق بقبیل فمناقۃ الغیۃ او یرفع الامر للحاکم لینصب من یرد علیہ یعنی اور تدبیر فسخ کی یہ ہے کہ مہنوطی  
کرے صاحب اختیار اپنے ساتھی سے حاضر صامن لے کر اس کے غائب ہو جانے کے خوف سے یا حاکم سے نالش کرے تا حاکم اس شخص کو قائم کرے  
جس پر رد بیع کی جاوے کذا ذکرہ العینی ہم جب معلوم ہوا کہ بدوں واقف ہونے عاقد ثانی کے بیع فسخ نہیں ہوتی اور صاحب اختیار ڈرے کہ مبادہ  
وہ غائب ہو جائے تو مجھ کو فسخ کا اختیار نہ رہے گا تو اس کی یہ تدبیر ہے کہ اس سے حاضر صامن لے یا حاکم سے نالش کرے تا وہ کسی شخص کو اس کی طرف سے

مخام قرار دے پھر صاحب اختیار بیع یا ثمن اس کو پھیر دے بوجیب ایک قول کے اور دوسرا قول یہ ہے کہ حاکم کو مخام کا قائم کرنا جائز نہیں کذا فی التہریدنا بالقول لصحة بالفعل بلا علم الاتفاق كما افاده بقوله شارح کتاب ہے ہم نے عدم صحت میں فسخ قولی کی قید لگائی جو اسلئے صحیح ہونے فسخ کے فعل سے بلا علم شخص ثانی کے بالاتفاق چنانچہ اس کو مصنف نے اپنے آئندہ قول میں صرح کیا ہم فسخ بالفعل کی مثال یہ ہے کہ بائع نے اپنے واسلئے اختیار شرط کیا پھر بیع میں تصرف مالکانہ شروع کیے مثلاً بیع اگر غلام ہے اس کو آزاد کر دیا یا اس کو بیچ ڈالا یا لونڈی سے وطی کی یا بوسہ لیا تو یہ فسخ فعلی ہے اور اگر اختیار مشتری کے واسلئے مشروط ہوا اور یہ افعال کسے گا تو بیع تمام ہوگی اور اگر ثمن عین ہو یعنی منجملہ نقود نہ ہو اور مشتری اس میں تصرف مالکانہ کرے تو عقد فسخ ہوگا اور صورت اختیار مشتری کذا فی الطحاوی عن المنع وغیرہ وتم العقد بموتہ اور بیع تمام ہو باقی ہے اس کی موت سے م یعنی جس کے واسلئے اختیار مشروط تھا وہ مر گیا تو بیع پوری ہوگی خواہ بائع ہو یا مشتری سو اگر بائع صاحب اختیار مر گیا تو ثمن اس کے وارثوں کی ملک میں داخل ہوا اور اگر مشتری تھا تو بیع اس کے وارثوں کی ملک میں داخل ہوئی اور بائع نے اگر ثمن نہ پایا ہوگا تو اس کے متروکہ سے لے گا اور اگر وہ عاقد مر گیا جس کے واسلئے اختیار مشروط نہ تھا تو دوسرے عاقد کو بالاجماع اختیار ثابت ہے کذا فی الطحاوی اور جنون اور بے ہوشی موت کے مانند ہے کذا فی السہر ولا یخلد الوارث اختیار ربریتہ وتغزیرہ نقدان الاوصاف لا تورث اور اختیار شرط میں وارث خلیفہ نہیں ہوتا مورث کا جیسے اختیار ربریت اور اختیار تغزیر اور اختیار نقد میں خلیفہ نہیں ہوتا اس واسلئے کہ صفات مورث میں وراثت جاری نہیں ہوتی م یعنی بیع منفسخ نہیں ہوتی وارث کے فسخ کرنے سے جیسے مورث کے فسخ کرنے سے فسخ ہو سکتی ہے اس کی حیات میں اس واسلئے کہ اختیار عبارت ہے ارادے اور مشیت سے سوارادہ مورث کا اس کی موت سے منقطع ہو گیا جیسے اور تصرفات اس کے منقطع ہو گئے مانند علم اور قدرت کے خلاصہ یہ ہے کہ وارث اس میں جاری ہے جو انتقال پذیر ہے مانند اعیان کے نہ اس میں جس میں انتقال متصور نہیں مانند اوصاف کے منغ الغفار میں ہے کہ اختیار تغزیر یہ ہے کہ بیع بغین فاحش واقع ہوتی کجاہ فریب بائع نے دیا ہو یا مشتری نے اتحق طحاوی نے کہا کہ عدم وارث اختیار تغزیر کی ظاہر البحت ہے مصنف کی اور اختیار النقد بحت ہے صاحب نہر الفائق کی تو شارح کو مناسب تھا کہ ان کو بطور نصوص مذہب ذکر کرتا واما خيار العیب والتعیین وفوات الوصف المرغوب فیہ فیخلد الوارث فیہا لا تورث خيارہ درر فی حفظ اور خيار العیب اور خيار التعیین اور وصف مرغوب فیہ کے فوت ہونے کے اختیار میں وارث اپنے مورث کا خلیفہ ہوتا ہے امور مذکورہ میں یہ نہیں کہ مورث کے اختیار کا وارث ہوتا ہے کذا فی الدرر اس کو یاد رکھنا چاہیے م یہ جواب ہے سوال مقدر کا یعنی اگر اوصاف میں وراثت نہیں ہے تو اختیار العیب وغیرہ وارث کو کیوں ثابت ہوتا ہے خلاصہ جواب یہ ہے کہ وارث کو یہ امور بطور خلافت ثابت ہیں نہ بطریق وراثت یعنی مثلاً اختیار العیب وارث کو ابتداءً ثابت ہے اس واسلئے کہ مورث اس بیع کا مستحق ہے بوجیب سے سالم ہے اسی طرح اس کا وارث بھی اس واسلئے کہ وہ اس کا قائم مقام ہے تو عند التفتیح مورث عین بیع ہے بصفت سلامت عیوب اور اسی طرح اختیار التعیین وغیرہ علامہ نوح نے کہا یہی تقریر ظاہر ہے صاحب ہدایہ اور صاحب کافی وغیرہما کے کلام سے لیکن صاحب وقایہ اور صاحب نقایہ نے اس کی تصریح کی ہے کہ اختیار العیب اور اختیار التعیین میں وراثت جاری ہے تو ظاہر ہمارے مشائخ کے اس میں دو قول ہیں موضی المدرة وان لم یعلم لمرن او انحاء والاحتاق ولو بعقد وقوالہم وکذا اکل تصرف لا یفقد اولایل الا فی الملک کا جارة ولو بلا تسلیم فی الاصح ولفظ الی فرج داخل بشهوة القول لمنکر الشهوة فتح اور بیع پوری ہو باقی ہے مدت اختیار کے گذر جانے سے اگرچہ صاحب اختیار کو معلوم نہ ہو بسبب بیماری یا بیہوشی کے اور بیع تمام ہوتی ہے آزاد کرنے سے اگرچہ بعین مملوک کا احتاق ہو اور توابع اعتاق سے بیع تمام ہوتی ہے چنانچہ تدبیر اور کتابت سے اور اسی طرح ہر ایک اس تصرف سے جو نافذ نہیں ہوتا یا حلال نہیں ہوتا بدوں مالک ہونے کے چنانچہ بیع کو اجارہ دینا اگرچہ بدوں تسلیم کے جو قول اصح میں اور چنانچہ شرمگاہ درونی کو شہوت سے

دیکھنا اور صورت اختلاف متعاقدین منکر شہوت کا قول معتبر ہے کذا فی الفتح م ابارہ اور نظریں لفت و نشر مرتب ہے یعنی ابارہ ایسا تصرف ہے جو بدوں ملک نافذ نہیں ہوتا اور داخل شرمگاہ کا دیکھنا وہ تصرف ہے جو بدوں ملک کے حلال نہیں مشتری کا گراہہ مانگنا ساکن دار سے اور غلام کی حجامت کروانا اس کو دو اپلا نا کھیت کا سچانا بیع کو بیع کے واسطے پیش کرنا مکان کی مرمت کرنا شکست ریخت کرنا یہ سب تصرفات مبطل ہے اور تمام بیع کے سبب ہیں کذا فی الطحاوی و مفادہ انہ لوشرا بالخیار علی انہا یکہ فوطیہا لیعلم اسی بکرام لاکان اجازۃ ولو وجد ما ثیباً ولم یلیث فله الرد بہذا العیب نہر ویسجی فی بابہ اور قاعدہ مذکورہ کا مقتضایہ ہے کہ اگر نوڈی کو بشرط خیاری خرید کیا اس شرط پر کہ وہ باکرہ ہے پھر اس سے قربت کی تا معلوم ہو کہ باکرہ ہے یا نہیں تو یہ اجازت ہے بیع کی اور اگر اس کو باکرہ نہ پایا اور فوراً قربت سے باز رہا بلا توقف تو اس کو پھیر دینے کا اختیار ہے اس عیب کے سبب ہے اگرچہ خیاری شرط قربت سے ساقط ہو گیا کذا فی النہر اور عنقریب یہ مسئلہ خیاری عیب کے باب میں آوے گا اور اگر بعد علم عدم بکارت قربت سے باز نہ رہے گا تو رضامندی ثابت ہوگی پھر فتح بیع نہ کر سکے گا م جب یہ قاعدہ مقرر کیا کہ ایسے تصرف کرنے سے جو نافذ یا حلال نہیں بدوں ملک کے بیع لازم ہو جاتی ہے اور اختیار باطل ہوتا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ قربت کرنا امتحان بکارت کے واسطے اجازت بیع کا موجب ہے اس واسطے کہ اس فعل کی اگرچہ امتحان کے واسطے اجازت بیع کا موجب ہے اس واسطے کہ اس فعل کی اگرچہ امتحان کے واسطے حاجت ہے لیکن یہ حلال نہیں بدوں ملک ہونے کے ولو فعل البائع ذلک کان فسحا اور اگر بائع ایسا فعل کرے گا جو نافذ یا حلال نہیں بدوں ملک کے تو ایسا تصرف منج بیع ہوگا و طلب الشفوعہ وان لم یأخذ ما معراج بہا سے ہوا فیہا خیاری الشرط بخلاف خیاری روتہ و عیب معراج اور بیع تمام ہو جاتی ہے شفعہ طلب کرنے سے بواسطہ اس گھر کے جس میں خیاری الشرط ہے اگرچہ شفعہ کو نہ لیا ہو کذا فی المعراج بخلاف خیاری الرویۃ اور خیاری العیب کے کذا فی المعراج م صورت اس کی یہ ہے کہ زید نے ایک گھر بشرط خیاری خرید کیا پھر اس کے پڑوس میں دوسرا گھر بیع ہوا سو زید نے بسبب خانہ اول کے خانہ ثانی کا شفعہ طلب کیا تو خانہ اول کی بیع تمام ہو گئی بخلاف خیاری الرویۃ اور خیاری العیب کے یعنی اگر ایک گھر بدوں روتہ کے خرید کیا اور اس کے ہمسایہ میں دوسرا گھر بواسطہ شفعہ کے لیا تو اس کو اختیار ہے کہ روتہ کے بعد خانہ اول کو بسبب خیاری الرویۃ کے پھیر دے کذا فی الدرر من المشتري اذا كان الخیار لہ لانه دلیل الاجازۃ یعنی بیع تمام ہوتی ہے مشتری کے شفعہ طلب کرنے سے جب کہ اختیار اس کے واسطے مشروط ہو اس واسطے کہ شفعہ طلب کرنا اجازت بیع کی دلیل ہے یعنی طلب شفعہ اس کی دلیل ہے کہ اس نے بیع کی ملکیت اختیار کی اس واسطے کہ بدوں ملک طلب ہی شفعہ نہیں ہو سکتی پھر جب ملک اختیار کی تو بشرط خیاری ساقط ہوئی بیع تمام ہو گئی ولو بشرط المشتري او البائع كما یفیدہ کلام الدرر و ہرزم البہنسی الخیار لہ غیرہ عاقدان او غیرہ بھنسی صحیح استحساناً و ثبت الخیار لہما اور اگر مشتری یا بائع شرط کرے اختیار اپنے غیر کے واسطے خواہ غیر شخص عاقد ہو یا غیر عاقد کذا فی صرح بہ البہنسی تو یہ صحیح ہے بنا بر استحسان کے اور اس صورت میں دونوں کے واسطے اختیار ثابت ہوگا شارج نے کہا اس حکم میں بائع بھی مشتری کے مانند ہے چنانچہ درر کے کلام سے معلوم ہوتا ہے اور اسی کا یقین کیا ہے بھنسی نے م قیاس یہ ہے کہ غیر عاقد کے واسطے خیاری صحیح نہ ہو اس واسطے کہ خیاری مجرد احکام عقیدہ ہے تو غیر کے واسطے کیونکہ جائز ہو ویر استحسان یہ ہے کہ اجنبی کے واسطے اختیار ثابت نہیں ہوتا مگر بطریق نیابت کے عاقد سے تو اختیار عاقد کے واسطے لازم ہوا پھر اجنبی اس کا نائب مقرر کیا گیا تا عاقد کا تصرف ہی الامکان صحیح ہو لغونہ ہو جاوے پھر جب کہ اجنبی نائب ہو تو نائب اور ولیب دونوں کے واسطے اختیار ثابت ہوگا کذا فی المنع والنہر حموی نے مفتاح سے نقل کیا کہ تقیید مشتری کی اتفاقی ہے اس واسطے کہ بسوط وغیرہ میں صرح ہے کہ احد المتعاقدين کو غیر کے واسطے اختیار کا شرط کرنا صحیح ہے جلی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارج غیر کو فقط اجنبی کی تفسیر کرتا اس واسطے کہ احد المتعاقدين کا اختیار اول باب میں مذکور ہو چکا و کذا فی البوططاوی نے کہا اس کی صورت یوں ممکن ہے جب کہ بائع یا مشتری منعقد ہوں علی وجہ الاشتراک اور ایک مشتری دوسرے مشتری کے واسطے یا ایک بائع دوسرے بائع کے واسطے اختیار



شرط کرے فان اجاز احدہما من التائب والمستنہب او نقص صح ان وافقہ الآخر پھر جب کہ نائب اور منہب میں سے ایک نے بیع کو لازم کر دیا یا فسخ کیا تو صحیح ہے اگر دوسرے نے اس کے ساتھ موافقت کی فان اجاز احدہما وعکس الآخر فالاسبق اولی لعدم المزاحم پھر اگر ایک نے اجازت دی اور دوسرے نے بالعکس اس کے بیع فسخ کی تو اول مقدم ہے بسبب عدم مزاحم کے یعنی شخص اول کی اجازت یا فسخ نافذ ہے اس واسطے کہ اس وقت تعارض نہ تھا اور شخص متاخر کا فعل لغو ہے لو کا نامعا فالفسخ اصح فی الاصح زلیعی لان المجاز لفسخ والمفسوخ لایجاز اور اگر اجازت اول فسخ ساتھ ہی زمان واحد میں پائی گئی تو فسخ زیادہ تر ثابت ہے قول اصح میں کذا فی شرح ازلیعی اس واسطے کہ اجازت والی پھر فسخ ہو سکتی ہے اور فسخ پذیر اجازت پذیر نہیں ہوتی واعترض بانہ یجاز لانی المبسوط لولفاستحاطم تراضیا علی فسخ الفسخ وعلی اعادة العقد بینہما جائز وفسخ الفسخ اجازة واجب منع کونہ اجازة بل بیع ابتداء اور تعدیل مذکور پر اعتراض وارہ ہے کہ فسخ پذیر اجازت پذیر ہوتا ہے اس واسطے کہ مبسوط میں اگر عاقدین نے باہم بیع کو فسخ کیا پھر باہم رضی ہو گئے فسخ کے فسخ کرنے پر اور فیما بین خود ہائے عقد کے اعادے پر تو جائز ہے اس واسطے کہ فسخ کو فسخ کر دینا بھی اجازت کی حقیقت ہے اس اعتراض کا یوں جواب دیا گیا ہے کہ ہم نہیں مانتے کہ فسخ الفسخ اجازت ہے بلکہ یہ دوسری بیع ہے سرے سے م نہ الفائق میں ہے کہ فسخ کا اولی ہونا یہ روایت ہے کتاب الماذون کی اور یہی اصح ہے اور کتاب البیوع کی یہ روایت ہے کہ تصرف مالک کا اولی ہے اور بعضوں نے کہا کہ اول قول ابو یوسف ہے اور ثانی قول محمد ہے باع عبدین علی انہ بالخیار فی احدہما ان فصل ثمن کل واحد منہما وعین الذی فیہ الخیار صحیح للعلم بالبیع والتمن بائع نے دو غلام بیچے اس شرط پر کہ اس کو اختیار ہے ایک غلام میں اگر ہر ایک کا ثمن جدا جدا مذکور کیا اور اس غلام کو معین کر دیا جس میں اختیار شرط کیا تو صحیح ہے بسبب معلوم ہونے بیع اور ثمن کے ہم صورت اس کی یہ ہے کہ بائع نے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ یہ دونوں غلام بیچے ہر غلام پانسو درہم کو اس شرط پر کہ مجھ کو اس غلام خاص میں اختیار ہے والا یعیین ولا یفصل او عین فقط او فصل فقط لایصح لجملة البیوع والتمن او احدہما اور اگر بائع نے اس غلام کی جس میں اختیار شرط کیا تھیں نہ کی اور نہ ہر ایک کا ثمن علیحدہ علیحدہ مذکور کیا یا فقط غلام کی تعیین کی بلا تفصیل ثمن یا فقط ثمن کی تفصیل بلا تعیین غلام تو صحیح نہ ہوگی بسبب مجہول ہونے بیع اور ثمن کے در صورت عدم تعیین اور تفصیل کے یا ایک کی جہات کے سبب سے یعنی در صورت تعیین غلام ثمن مجہول ہے اور در صورت تفصیل ثمن بیع مجہول ہے ہم عدم تعیین اور تفصیل اس طرح کہ بائع نے کہا کہ میں نے دو غلاموں کو بیچا ہر ار درہم کے عوض اس شرط پر کہ ایک غلام میں مجھ کو اختیار ہے تو کسی غلام کی بیع صحیح نہیں اس واسطے کہ جس میں اختیار شرط ہے وہ خارج ہے بیع سے اور جس کی بیع ہوئی ہے وہ معلوم نہیں اس سبب سے کہ جس میں اختیار شرط ہے وہ مجہول ہے علاوہ اس کے ثمن بھی مجہول ہے اس واسطے کہ قیمت والی چیز میں ثمن بیع پر برابر منقسم نہیں ہوا وکذا لو کان الخیار للمشتري تساقی ایضا الانواع الاربعہ اور ایسا ہی حکم ہے اگر اختیار مذکور مشتری کے واسطے مشروط ہو اس میں بھی چاروں صورتیں محال ہوتی ہیں م یعنی اگر مشتری نے دو غلام خرید کیے اور ایک غلام میں اختیار شرط کیا تو در صورت تفصیل ثمن و تعیین بیع صحیح ہے اور اگر تعیین اور تفصیل نہیں یا فقط تعیین ہے یا فقط تفصیل ہے تو بیع صحیح نہیں بسبب جہات کے فرغ مسئلہ ملحقہ شارح کا وکلہ بیع بشرط الخیار فیما عدا بشرط لم یجز ولو وکلہ بالشرء والحالہ ہذہ نفذ علی الوکیل والفرق ان الشرائط لم یفخذ علی الامر یفخذ علی الامور بخلاف البیوع صحیح فی الفصول والوکالہ فلیفظ وکیل کیا ایک نے دوسرے کو بیع بشرط خیار میں سو وکیل نے اس کو بیچا بلا شرط خیار تو بیع جائز نہیں اور اگر وکیل کیا خرید کرنے کے واسطے بشرط خیار تو بیع نافذ ہے اور فرق دونوں صورتوں میں یہ ہے کہ خرید جب امر کرنے والے پر نافذ نہ ہوتی تو ماور پر نافذ ہوگی بخلاف فروخت کے کذا فی الفسخ ادر یہ مسئلہ آفسے گایع فضولی اور وکالت میں تو اس کو یاد رکھنا چاہیے ہم جب بیع بشرط خیار کا امر کیا تو مالک کی ملک بدوں اس کی رضامندی کے زائل نہیں ہو سکتی لہذا اس کی مخالفت سے بیع نافذ نہ ہوگی و صح خیار التعیین فی القیمات لانی المشیات لعدم تفاوتہما

اور خیار التعمین صحیح ہے قیمت والی چیزوں میں نہ منلیات میں بسبب نہ متفاوت ہونے منلیات کے ہم قیمت والی وہ چیز ہے جس کی افراد میں تفاوت ہو چنانچہ لونڈی غلام کپڑا کتاب اس واسطے کہ ایک لونڈی سودم کی ہوتی ہے اور دوسری ہزار درم کی اور منلی وہ چیز ہے جس کے افراد یکساں ہوں بلا تفاوت چنانچہ مکیل اور موزوں پھر جب منلیات میں تفاوت نہ ہو تو ان میں خیار التعمین شرط کرنا بیفائدہ ہے ولوللبائع فی الاصح کافی خیار تعین صحیح ہے اگرچہ بائع کے واسطے مشروط ہو قول اصح میں کذا فی کافی ہم مشتری کے واسطے خیار تعین کی یہ صورت ہے کہ بائع مشتری سے کہے کہ میں ان غلاموں میں سے ایک غلام تیرے ہاتھ بیچا اس شرط پر کہ ان میں سے تو ایک کو پسند کر لے اور بائع کے واسطے خیار تعین کی یہ صورت ہے کہ مشتری کے بائع سے کہ میں نے ان غلاموں سے ایک غلام خرید کیا اس شرط پر کہ جو غلام تو چاہے مجھ کو دے قول اصح کی یہ وجہ ہے کہ یہ بیع جائز ہے خیار مشتری کے ساتھ تو بائع کے خیار کے ساتھ بھی جائز ہوگی فتح القدر میں اس کو رد کیا ہے اس طرح پر کہ جواز خیار تعین اس واسطے ہے تاکہ مشتری سے غبن دفع ہو خوب جانچ کے یا غیر سے دریافت کر کے جس کو اپنے موافق اور مناسب تر جانے اس کو خرید کرے اور بائع کو اس کی کچھ حاجت نہیں اس لیے کہ بائع کے پاس بیع مدت سے موجود ہے اس کو اس کا حال خوب تر معلوم ہے اس کا جواب شارح نے آئندہ قول میں دیا لاند قدرت قیمیا ولقبضہ وکیلہ ولا یعرف فی بیعہ بہذا الشرط فمتست الحاجة الیہ نہر اس واسطے کہ بائع کا ہے قیمت والی چیز کو بطور وراثت کے پاتا ہے اور بائع کا وکیل اس پر قبضہ کرتا اور بائع اس چیز کو نہیں پہچانتا تو اس کو بشرط خیار تعین بیچتا ہے تو اس میں بائع کو حاجت پڑی خیار تعین کی تاکہ اس کو اپنی منفعت اور مصلحت میں اختیار رہے کذا فی النہرم سید جموی نے کہا کہ یہ صورت نادر الوجود ہے اور مناط احکام نوادر پر نہیں کذا فی الخطایا فیما دون الاربعۃ لاندفاع الحاجة بالثلثۃ لوجود حید وروی ووسط خیار تعین صحیح ہے چار چیزوں سے کمتر میں بسبب حاجت روائی کے تین چیز سے بواستطاعت حاصل ہونے عمدہ اور ناقص اور متوسط کے ہم یعنی خیار تعین دفع حاجت کے واسطے مشروع ہے اور دفع حاجت تین چیز میں بخوبی متصور ہے کیونکہ عمدہ اور ناقص اور متوسط کا ہونا تین میں حاصل ہے تو چار چیز یا زیادہ میں خیار تعین کرنا حاجت سے زیادہ ہے تو غیر مشروع ہے و مدت کخیار الشرط اور خیار التعمین کی مدت خیار الشرط کے مانند ہے یعنی تین دن تک امام کے نزدیک ہم اگر تین دن میں تعین کرے تو بہتر ہے اور اگر تین دن گذر گئے بلا تعین تو متعین کرنے کے واسطے اس پر جبر کیا جاوے گا اور اگر تعین کے ساتھ خیار الشرط بھی مشروط ہو تو اس کو اختیار ہے فسخ بیع اور اجازت میں اور بعد اجازت کے اس کو خیار تعین ہوگا تین دن تک اجازت کے وقت سے کذا فی الحلیمی عن النہر ولا یشرط معہ خیار شرط فی الاصح فتح اور خیار التعمین کے ساتھ خیار الشرط کا ہونا مشروط نہیں قول اصح میں کذا فی الفتح ہم منع الغفار میں ہے کہ جب مشتری نے دو بیع کو بشرط خیار تعین کر لیا اور قبضہ کیا پھر ایک میں عیب لگ گیا تو معیوب میں بیع لازم ہوگئی فمن معین کے ساتھ اور دوسرا بیع امانت ہے اور اگر دونوں ساتھی ہلاک ہو گئے تو دونوں بیع کا نصف نصف ثمن لازم ہوگا خواہ ثمن متفق ہو مختلف ولو اشتريا شیئا علی انہما بالخیار فرضی احدہما بالبیع صریحا و دلالۃ لایردہ الاخر مل بطل خیارہ خلافا لہما اور اگر دو شخصوں نے ایک چیز خریدی اس شرط پر کہ دونوں کو اختیار ہے پھر ایک شخص بیع سے راضی ہو گیا خواہ صراحت یا دلالۃ اس طرح پر کہ وہ تصرف کیا جو نافذ یا حلال نہیں بدوں ملک کے تو دوسرا شخص اس کو رد نہیں کر سکتا بلکہ اس کا اختیار باطل ہو گیا امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے و کذا الخلاف فی خیار الرویۃ والعیب فلیس للاحد ہما الرد بعد رویتہ الآخر اور ضاہ بالعیب خلافا لہما نظر البائع بعیب الشکرۃ اور اسی طرح خلاف ہے امام اور صاحبین کا خیار الرویۃ اور خیار العیب میں تو ایک شخص کو پھیر دینا دوسرے شخص کے ہو کیونکہ کے بعد جائز نہیں بسبب مزر ہونے بائع کی شرکت کے عیب سے ہم شرکت خیارات ثلثہ کے عدم رد کی علت ہے یعنی اگر دو شخصوں نے ایک چیز بالاشترک خریدی بشرط خیار پھر ایک شخص راضی ہو تو دوسرا پھیر نہیں سکتا یا ایک شخص نے بعد

رویت کے پسند کی اور دوسرے نے ناپسند کی یا ایک شخص خیار العیب میں راضی ہو گیا تو دوسرا پھیر نہیں سکتا اس واسطے کہ اگر ایک مشتری کا لینا اور دوسرے کا پھیر دینا جائز ہو تو لینے والا بائع کا شریک ہو بیع میں نصفانصف اس میں صریحاً بائع کا ضرر ہے کیونکہ اول بائع بلا شرکت اس کا مالک تھا اب اس کا شریک پیدا ہوا اور شرکت بلا شہر عیب ہے اس واسطے کہ مشترک میں ہر شریک بالاستقلال تصرف نہیں کر سکتا کما یزوم البیع لو اشتری رجل عبداً من رجلین صفقہ واحدة علی ان الخیار لهما للبایعین فرضی احدہما دون الآخر فلیس لاحدہما الا نفراً اجازة او رداً خلافاً لهما جمع چنانچہ بیع لازم ہو جاتی ہے اگر ایک مرد نے غلام خرید کیا دو مردوں سے یکبارگی اس شرط پر کہ دونوں بائع مختار بیع اور عدم بیع میں پھر ایک بائع راضی ہو اور دوسرا تو ایک بائع کو اجازت یا رد بیع میں تنہائی جائز نہیں بسبب عیب شرکت کے بخلاف صاحبین کے کذا فی البیع اور اگر مشتری نے نصف غلام ایک بائع سے لیا اور نصف باقی دوسرے سے خرید کیا بعقد ثانی تو ہر شخص اجازت یا رد کا اختیار رکھتا ہے اس واسطے کہ مشتری عیب شرکت خود راضی ہو گیا مشتری عیب بشرط خیرہ او کتبہ اے حرفتہ کذلک فظہر بخلافہ بان لم یوجد معہ ادنی ما یطلق علیہ اسم الکتابۃ والنجز اخذہ بکل الثمن ان شاء او ترک لغوات الوصف المرغوب فیہ غلام خرید کیا اس کی نان پزی یا تحریر کی شرط ہے یعنی روٹی پکانا اور لکھنا اس کا پیشہ ہے پھر بخلاف اس کے ظاہر ہوا اس طرح پر کہ اس میں اتنا ہنر نہ پایا گیا جس پر اسم کتابت اور نان پزی کا ادنیٰ رتبہ صادق آئے تو مشتری اس کو اگر پاس ہے تو پورے ثمن سے لے یا اس کو نہ لے بسبب فوت ہونے وصف مرغوب فیہ کے ہم در صورت خرید پورا ثمن اس واسطے لازم ہو گا کہ اوصاف کے مقابل میں کچھ ثمن نہیں پڑتا کیونکہ اوصاف عقد میں تابع ہوتے ہیں نہ اصل لیکن کتابت اور نان پزی از بس کہ لائق رغبت کے وصف ہے لہذا مشتری کو اس کے نہ ہونے سے رد بیع میں اختیار ہوا شارح نے نان پزی اور تحریر میں پیشہ وری کی قید اس واسطے لگائی کہ ہر شخص بقدر دفع ہلاک نفس روٹی پکا سکتا ہے یا اکثر لوگ یہ خط لکھ لیتے ہیں اس قدر فعل سے اس کو نان پزی یا کتابت نہیں کہتے کذا فی البحر والوادعی مشتری انہ لیس کذلک لکام یجیر علی القبض حتی یعلم ذلک وکذا ساثر المحرف اختیار اور اگر مشتری نے دعویٰ کیا کہ وہ ایسا نہیں یعنی غلام میں وصف مشروط موجود نہیں تو اس پر قبض بیع کے واسطے زبردستی نہ کی جائے گی یہاں تک کہ اس وصف کا موجود ہونا غلام میں مثلاً معلوم ہو جائے اور یہی حکم ہے باقی پیشوں کا کذا فی الاختیار ولو اتفق الود بلسبب ما قوم کاتباً وغیر کاتب ورجح بالتفاوت فی الاصح اور اگر غلام مذکور کا پھیر دینا ممتنع ہو گیا ہو کسی سبب سے تو غلام کاتب اور اور غیر کاتب کی قیمت معین کی جاوے اور جس قدر تفاوت ہو دونوں قیمتوں میں اتنا مشتری بائع سے پھیرے قول صحیح میں مثلاً کاتب کی قیمت سو درہم ہے اور غیر کاتب کی ساٹھ درہم تو اگر مشتری نے سو درہم بائع کو دیے ہوں تو چالیس درہم پھیرے بخلاف شرائط شاة علی انہما حامل او تحلب کذا رطل او نخیز کذا اصافاً . . . . . او یکتب کذا قدر افسد لانه شرط فاسد لا وصف حتی لو شرط انہما حلوب او لبون جاز لانه وصف بخلاف خرید کرنے مشتری کے بکری کو اس شرط پر کہ وہ گا بھی ہے یا اتنا دودھ دیتی ہے یا غلام اتنے سیروں کی روٹی پکاتا ہے یا اتنے ورق لکھتا ہے تو بیع فاسد ہوگی اس واسطے کہ یہ شرط فاسد ہے وصف نہیں ہے یہاں تو اگر یہ شرط کرے گا کہ مثلاً بکری دودھ دے یا شیر دار ہے تو بیع جائز ہوگی اس واسطے کہ یہ وصف ہے نہ شرط فاسد ہم ساطہ ہونا اس واسطے شرط فاسد ہوا کہ پیٹ کا حال فی الحقیقت معلوم نہیں ہو سکتا کیونکہ احتمال ہے کہ حمل ہو یا ریج یا بیماری اسی طرح باقی شرائط کی حقیقت بالیقین معلوم نہیں ہو سکتی بسبب احتمال کی بیشی کے اور ظاہر کلام شارح ان پر دلالت کرتا ہے کہ جمیع اوصاف کا ذکر کرنا عقد میں مفسد نہیں حالانکہ ایسا نہیں اس واسطے کہ نہ ہر الفائق میں مصرح ہے کہ جمیع اوصاف کا عقد میں شرط کرنا صحیح نہیں ہے بلکہ اس کا قاعدہ یہ ہے کہ جس وصف میں غرر نہ ہو یعنی اس کے وجود میں تردید نہ ہو تو اس کا شرط کرنا جائز ہے اور جس کے وجود میں احتمال ہے اس کا شرط صحیح نہیں مگر معنی برات وجود اس طرح پر کہ وہ وصف مرغوب فیہ نہ ہوا حتی کذا فی الطحاوی

عن الطوی والقول للمکر لو اختلفا فی شرط الخیار علی الظاہر اور قول منکر کا معتبر ہے اگر بائع اور مشتری مختلف ہوں شرط خیار میں بنا پر ظاہر الروایت کے اس واسطے کہ اختیار ثابت نہیں ہوتا مگر شرط کرنے سے تو عوارض سے ہوا لہذا نفی کرنے والے کا قول در صورت عدم شہادت معتبر ہوگا کما فی دعوی الاجل والمضی والایجازة والزیادة چنانچہ مدت اور اس کے گزر جانے اور ایجازت اور زیادتی مدت کے دعوی میں منکر کا قول معتبر ہے ہم یعنی ایک عاقد مدت بیع کا مدعی ہے اور دوسرا منکر یا ایک کہتا ہے کہ مدت گزر گئی اور دوسرا منکر ہے یا ایک کہتا ہے کہ صاحب اختیار نے بیع کی ایجاز دی اور دوسرا منکر ہے یا ایک شخص زیادہ مدت کا مدعی ہے اور دوسرا منکر تو ان سب صورتوں میں منکر کا قول معتبر ہوگا مشتری جاریتہ بالخیار فرد غیر با بدلہا قائلہ بانہا المشتراة فقال البائع لیست ہی ولا بینة له فالقول للمشتري بيمينه و جهاز للبائع وطیہا درر و انعقد بیعا بالتعاطی فتح خرید کی لونڈی بشرط خیار پھر مشتری نے عوض اس کے دوسری لونڈی پھیر دی یوں کہہ کر کہ وہی خریدی لونڈی ہے بائع نے کہا وہ یہ نہیں ہے اور بائع کے گواہ نہیں تو مشتری کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا اور بائع کو اس لونڈی سے قربت کرنا جائز ہے کذا فی الدرر اور اس لونڈی کی بیع منعقد ہوگی تعاطی سے کذا فی الفتح ہم جب یہ مبادلہ بطریق تعاطی کے بیع ٹھہرا تو معلوم ہوا کہ بائع پر استبراء واجب ہے اور ہر بیع کا یہی حکم ہے لونڈی کی مثال اس واسطے دی کہ جب لونڈی میں یہ حکم ہوا تو اس کے غیر میں بطریق اولیٰ یہی حکم ہے اس واسطے کہ فروج میں زیادہ تر احتیاط لازم ہے کذا فی الطحاوی و کذا الرندی الودیعة فلیحفظ اور یہی حکم ہے امانت کے پھیر دینے میں تو یاد رکھنا چاہیے یعنی اگر ایک شخص نے دوسرے کے پاس امانت رکھی لونڈی ہو یا کچھ اور پھر امانت دار نے کوئی چیز امد بدل دی اور کہا کہ یہی تیری امانت ہے اور امانت رکھانے والا اس کا منکر ہے اور اس کے گواہ نہیں تو وہ چیز اس کو حلال ہے طحاوی نے کہا ظاہر عاریت اور اجارے کی چیز کبھی یہی حکم ہے واللہ اعلم ولو قال البائع عند زوہ کان یحسب لکنہ نسئ عنک فالقول للمشتري لان الاصل عدم الخبز والکتا بتمکان الظاہر شاہدہ اور اگر غلام کو بشرط نان پزی اور کتابت کے مول لیا پھر یہ وصف اس میں نہ پایا گیا اور مشتری نے اس کو پھیر دینا چاہا تو بائع نے پھیرنے کے وقت کہا کہ اس کام کو تو یہ خوب کرتا تھا لیکن وہ بھول گیا تیرے پاس تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اس واسطے کہ عدم نان پزی اور کتابت اصل ہے تو ظاہر حال مشتری ہی کا شاہد ہے ہم صفات عارضہ میں علم اصل ہے اور صفات اصلہ میں وجود اصل ہے چونکہ نان پزی اور کتابت صفات کسبہ عارضہ سے ہیں لہذا اس میں مشتری کا قول در صورت عدم شہادت معتبر ہے کیونکہ وہ اصل کا مدعی ہے ولو اشتراه من غیر اشراط کتبه ونخزه وکان یحسب ذلک فنیسہ فی البائع ردہ علیہ لتغیر البیع قبل قبضہ زیلعی قال ولو اختار انذہ اخذہ بكل الثمن لما مران الاوصاف لایقابلا شیئ من الثمن اور اگر غلام کو خرید کیا بلا شرط کتابت اور نان پزی کے اور وہ یہ کام خوب کرتا تھا سو بائع کے پاس اس کو بھول گیا تو مشتری بائع کو غلام پھیر دے بسبب تغیر ہو جانے بیع کے قبل قبضہ مشتری کذا فی الزیلعی زیلعی نے کہا اور اگر مشتری با اینہمہ اس کا لینا پسند کرے تو پورے ثمن سے لے اس واسطے کہ مذکور ہو چکا کہ اوصاف کے مقابل کے کچھ ثمن نہیں پڑتا م باوجود عدم اشراط وصف پھیر دینا اس واسطے جائز ہوا کہ ظاہر مشتری نے اس کو اسی وصف کے سبب سے خرید کیا تو باختیار دلالت حال کے مشروط کے مانند ہوا کذا فی البحر فروع مسائل ملحقہ شارح کے باع دارا بما فیہا من الخبز والابوالحشوب والنخل فاذا لیس فیہا شیئ من ذلک لاخیار للمشتري گھر بیچان چیزوں کے ساتھ جو اس میں داخل ہیں منجملہ دھنیوں اور دروازوں اور لکڑیوں اور کھجور کے درختوں کے پھر اس میں یہ چیزیں کچھ نکلیں تو مشتری کو پھیر دینے کا اختیار نہیں یعنی اس واسطے کہ دار عیارت ہے عرصے سے اور ایشیائے مذکورہ تابع ہیں اور تابع کے مقابل میں کچھ ثمن نہیں پڑتا اور مراد عدم اختیار سے یہ ہے کہ مشتری کو وصف مرغوب فیہ کے فوت ہونے سے اختیار رد حاصل نہیں تو اگر گھر کو وقت عقد کے مشتری نے نہ دیکھا ہوگا تو خیار الرویت البتہ اس کو ثابت ہوگا کذا فی الطحاوی شری دارا علی ان بناہما البحر فاذا ہو لیس او ارضا علی ان شجرہا کلہا

شمرۃ فاذا واحدة منها لا تشر او ثوبا على انه مصبوغ بعصفر فاذا هو زعفران فسد كغيره كوخيد كيا اس شرط پر کہ عمارت اس کی پختہ اینٹ کی ہے سو وہ کچی اینٹ کی نکلی یا زمین اس شرط پر خرید کی کہ اس کے سب درخت پھل دیتے ہیں سو ان میں سے ایک درخت غیر شمر نکلا یا کپڑا خرید کیا اس شرط پر کہ اس پر کسم کارنگ ہے اور اس میں زعفران کارنگ نکلا تو بیع فاسد ہوگی ہم اس واسطے کہ صفات مذکورہ میں اغراض طالبین نہایت بکثرت متفاوت ہوتے اور اختلاف غرض بچائے اختلاف جنس ہے کذا فی الطحاوی عن الشعبي ولو على انها بغلة مثلا فاذا هو بغل جاز و غیرہ بعکسہ جاز بلا غیرہ لكونه على صفة غير من المشروط مجتبی فليحفظ اللفظ او راگر خرید اس شرط پر ہوئی کہ بیع پختی ہے لیکن وہ پختہ نکلا تو جائز ہے اور اس کو اختیار ہے لینے نہ لینے میں اور اس کے بالعکس یعنی زکی شرط میں مادہ نکلی تو بیع جائز ہے بلا غیر یعنی پھیر دینے کا مشتری کو اختیار نہیں اس واسطے کہ بیع ایسی شرط کے شامل ہے جو مشروط سے بہتر ہے کذا فی المجتبی تو اس قاعدے کو یاد رکھنا چاہیے ہم قاعدہ یہ ہے کہ جب وصف مرغوب فوت ہو تو مشتری کو اختیار ہے اور اگر وصف مشروط سے بہتر اور عمدہ تر وصف ہو تو مشتری کو اختیار نہیں چنانچہ اگر لونڈی اس شرط پر خرید ہو کہ وہ تیبہ ہے سو وہ باکرہ ہو یا غلام عیب دار خرید ہوا ہو اور وہ بے عیب نکلے تو مشتری اس کو پھیر نہیں سکتا البیوع لا یبطل بالشرط فی الثمن و تلتین موضعاً مذکورۃ فی الاشباہ بیع باطل نہیں ہوتی شرط سے تیس مقام میں جو اشباہ میں مذکور ہیں ہم مواضع مذکورہ کے سوا شرط کرنے سے بیع باطل ہوتی ہے بیان اس کا یوں ہے کہ جو شرط کہ بیع میں مشروط ہوئی ایسی شرط ہے جس کو عقد مقضی ہے بلا شرط تو اس کا شرط کرنا فساد عقد کا موجب نہیں اسی طرح وہ شرط ہے کہ ہر چند اس کو عقد مقضی نہیں لیکن عقد کے مناسب ہے یعنی موجب عقد کی موکہ ہے اسی طرح وہ شرط ہے کہ ہر چند مناسب عقد بھی نہیں لیکن شرع میں اس کا جو ازنا تابت ہے چنانچہ شرط خیار اور شرط مدت اسی طرح وہ شرط ہے کہ ہر چند شرع میں اس کا جو ازنا وارد نہیں لیکن اس کا رواج ہے چنانچہ پھٹا نموزہ خریدنا اس شرط پر کہ بائع اس کو دوخت کر دے یا پرانا پھٹا کپڑا خرید کرنا اس شرط پر کہ بائع اس کو پوند کر دے کہ یہ قیاساً جائز نہیں لیکن استحساناً جائز ہے چنانچہ تانہ خانہ میں ہے اور مختارات النوازل میں ہے کہ مشروط مفسدہ معاویۃ میں رلو کے مانند ہیں نہ تبرعات میں اتھی اس واسطے کہ اس میں احد المتعاقدين کا نفع ہے بلا عوض کذا فی الطحاوی عن ابی السعود اور منجملہ مشروط مذکورہ اشباہ کے بیع بشرط رہن ہے یعنی بائع نے اس شرط پر بیع کی کہ مشتری کوئی چیز بعضی ثمن رہن رکھے بائع کے پاس اور ازاں جملہ بیع بشرط کفیل ہے یعنی ثمن کا کسی کو ضامن سے اور ازاں جملہ شرط ہے علی بیع اور ازاں جملہ شرط قطع ثمن مشتری اس واسطے کہ اس شرط کو عقد مقضی ہے تاکہ مشتری کی بائع کی ملک سے جدا ہو جائے اور ازاں جملہ پھیر دینا بیع کا اگر اس میں عیب ہو اور ازاں جملہ گائے کا شیر دار ہونا اور گھوڑے کے تیز قدم ہونا وغیر ذلک شرط علی انہا مغنیۃ ان للبری لا یفسد وان للرحبۃ فسد بدائع بیع میں یہ شرط کی کہ لونڈی مغنیہ ہے اگر یہ شرط بیزاری کے واسطے ہے تو بیع فاسد نہیں اور اگر رغبت کے واسطے ہے تو فاسد ہے کذا فی البدائع ہم سرور اذ لیسک شرعاً حرام ہے لہذا اگر اس کی خواہش سے شرط کی تو بیع فاسد ہے ولو شرط جملہ ان الشرط من مشتری فسد وان من البائع جاز لان جملہ ما عیب فذکرہ للبرۃ منہ حتی لو کان فی بلدیر عنون فی شراء الاماء للاولاد فسد خانینہ اور اگر لونڈی کی بیع میں اس کا حامل ہونا شرط ہو تو اگر یہ شرط مشتری کی طرف سے ہے تو بیع فاسد ہے اور اگر بائع کی طرف سے ہے تو جائز ہے کہ حامل ہونا لونڈی میں عیب ہے تو بائع کا ذکر کرنا محل کو برات کے واسطے ہے یعنی اس عیب سے وہ پاک ہے تو اگر یہ شرط اس شہر میں واقع ہوئی جس میں لوگ لونڈیوں کی خرید میں راجح ہیں ان کی اولاد لینے کے واسطے تو بیع فاسد ہوگی کذا فی النانی یعنی اس واسطے کہ رواج شہر رغبت کی دلیل ہے تو اب اس شرط محل کو برات عن العیب پر محمول کرنا نہیں ہو سکتا اگر مشتری نے محل جاریہ شرط کیا تو بیع فاسد ہے اس واسطے کہ مقصود مشتری کا زیادہ طلبی ہے اور زیادتی مہوم ہے اس احتمال سے کہ معلوم نہیں کہ محل ہے یا بیماری کذا فی الطحاوی ولو شرط انہا ذات لبن جاز علی الاکثر

قلت دالنا بطر الاوصاف ان كل وصف لا عرف فيه فاشترطه جائز لا ما فيه غرر الا ان يرغب فيه او لا كره شرطه هونى كهاره شير داره توبيع جائز ہے بنا بر قول اكثر فقهاء كمن كتمان هون اور قاعده اشترطه اوصاف كايه ہے كحس وصف ميں تردد نہ ہو چنانچہ شير داره ہونا علام كاكاتب ہونا تو اس كا شرط كرنا جائز ہے نہ اس وصف كا جو محتمل الوجود ہے جيسا كہ حمل مكران راہ بے رغبتى اور پيزارى كے البتہ اس كى شرط مفسدہ نہیں ونى الخاينة فى فصل الشرط المفسدة متى عاين ما يعرف بالعيان انتهى الغرر اور خاينة كى شرط مفسدہ كى فصل ميں ہے كہ جب مشترى نے ديكھ ليا اس چيز كو كہ جو مشاہدہ كرنے سے معلوم ہو سكتى ہے احتمال فریب كا دور ہوگيا هم اگر ستو كو خريد كيا اس شرط پر كہ بائع نے اس ميں سير بھر گھلت كيا ہے اور تقابض بدلين ہو چكا اور مشترى اس كو ديكھتا ہے پھر ظاہر ہوا كہ بائع نے اس كو آدھ سير گھي سے لت كيا تو بيع جائز ہے اور مشترى اس كو پھير سكتا اس واسطے كہ يہ چيز بالعيان معلوم ہوتى ہے پھر جب معاينة كيا تو فریب نہ رہا اگر صابون خريد كيا اس شرط پر كہ اتنے تيل سے بنا ہے پھر ظاہر ہوا كہ اس قدر سے كم تيل تھا اور مشترى نے صابون كو خريدنے وقت ديكھا تھا باقئص خريد كيا اس شرط پر كہ وہ دس كز سے تيار ہوا ہے پھر معلوم ہوا كہ نو كز سے تيار ہوا ہے تو مشترى كو اختيار نہیں پھيرنے كا فروع اس كى كثر ہيں اور اعماقير اگر تو اہل تفسير سے ہے تو كثير بھي بے فائدہ ہے كذا فى النہر۔

بہ باب ہے خيار الروية كے احكام ميں يعنى وہ اختيار كہ مشترى كو بيع ديكھنے كے بعد حاصل ہوتا ہے من اصنافه

**باب خيار الروية** المسبب الى السبب وما قبل من اضافة الشئ الى شرطه غير ظاہر لما سبب ان لا الرول الروية اضافة خيار كى رويت كى طرف از قبيل اضافة سبب ہے سبب كى طرف اور وہ جو بعضوں نے كہا كہ بمجملہ اضافة شے كے ہے اپنى شرط كى طرف سو غير ظاہر ہے اس واسطے كہ آدے كا كہ مشترى كو پھير دينا جائز ہے قبل رويت كے يعنى تو معلوم ہوا كہ رويت سبب ہے ثبوت اختيار كى نہ شرط و نسبت فى اربعة مواضع الشراء للتايجان والاجارة والقسمه والصلح عن دعوى المال على شئ بعينه لان كلامها معاوضة فليس فى ديون ونقود وعقود لا تنفسخ بالفسخ خيار الروية فتح خيار الروية ثابت ہے چار مقام ميں اعيان كى خريد اور اجاره اور قسمت اور صلح ميں يعنى وہ صلح جو شے معين پر ہونى كمال كے دعوى سے اس واسطے كہ ہر ايک ان چاروں ميں سے معاوضہ ہے نو ديون اور نقود اور ان عقود ميں جو فسخ كرنے سے فسخ نہیں ہوتے خيار الروية نہیں كذا فى الفتح هم فتح القدير ميں ہے كہ جب ديون ميں خيار الروية نہ ہو تو مسلم فيه نہ ہوگا اور نقود سے اثمان خالصہ مراد ہيں تو اگر بيع چاندى يا سونے كا برتن ہوگى تو اس ميں خيار ہے اور عقود غير منفسخ جيسا كہ بدل صلح قصاص سے اور بدل صلح اگر چہ مہر وغيره اعيان سے ہو صلح الشراء والبيع لما لم يرباہ صحیح ہے مول لینا اور پھينا اس چيز كا جس كو بائع اور مشترى نے نہیں ديكھا م خواہ بيع حاضر ہو يا نہ ہو كذا فى الطحاوى عن المنتقى والاشارة اليه اے المبيع اولى مكان شرطه الجواز فلولم يشترط الكم بجز اجماعاً فتح وبحرفى حاشية اخرى زاده الاصح الجواز اور اشارہ كرنا بيع كى طرف يا اس كے مكان كى طرف شرط ہے جواز كى اور اگر بيع يا اس كے مكان كى طرف اشارہ نہ كيا تو بالاتفاق بيع جائز نہیں كذا فى الفتح والبحر اور اخرى زاده كے حاشيے ميں قول اصح يہ ہے كہ بلا اشارہ بھي بيع جائز ہے ہم خلاصہ ميں ہے كہ اگر گيہوں شہر ميں دو جگہ ہوں تو بيع جائز ہے بلا اشارہ اور بھي اصح ہے اور منتقى ميں ہے كہ اگر گيہوں غير معين اور غير مشار اليه ہوں تو بيع جائز ہے اگر بائع كى ملك ميں ہوں اور محيط ميں ہے كہ اگر اپنے پاس كے گيہوں بچے اور اشارہ ان كى طرف نہ كيا تو جائز ہے انتہى يہ نقول دلالت كرتے ہيں كہ بيع جائز ہے اگر چہ بيع بائع كے پاس حاضر نہ ہو اور مشار اليه نہ ہو اور اسی طرح اطلاق متون مذہب اور بعض شروح كا اور اطلاق قدورى كا دلالت كرتا ہے كذا فى الطحاوى عن حاشية الزبيلى نہر الفائق ميں بعد ذكر اشراط اشارہ حواشى سعدية سے نقل كيا كہ اشارے كى شرط جواز ہونے ميں على الخصوص بالاجماع كلام يہ والله اعلم وله اے لى مشترى ان پردہ اذ راہ اور مشترى كو جائز ہے كہ بيع كو پھيرے جب اس كو ديكھے ہم ابن ابى شيبہ اور بھي ميں كجول شامى سے حديث مرسل مروى ہے كہ آنحضرت صلى الله عليه وسلم نے فرمايا كہ جو شخص كوئى چيز ايسى مول

لے جس کو نہیں دیکھا تو اس کو اختیار ہے جب کہ دیکھے اگر چاہے تو لے اور نہ چاہے تو ترک کرے اور حدیث مرسل اکثر اہل علم کے نزدیک حجت ہے اور یہی مذہب ہے امام مالک اور احمد کا اور حدیث میں روایت سے علم بالمقصود مراد ہے بطریق محکم مجاز کے بدل ان مسائل اتفایق کے جس میں فقط روایت کفایت نہیں کرتی جیسا کہ بیع جب کہ سو ننگھنے سے معلوم ہوتی ہو تو اگر مشک دیکھ کر مولیٰ تو اس کو اختیار ثابت ہے سو ننگھنے کے وقت تو فسخ بیع کا اس کو اختیار ہے سو ننگھنے کے وقت بعد روایت کے اسی طرح اگر چیز کو دیکھ کر خرید کیا پھر اس کو متغیر پایا اس واسطے کہ وہ روایت معرفت مقصود میں کافی نہیں اور اسی طرح کی خرید میں اختیار ثابت ہے جب کوئی بیع کمال اس سے بیان کرے تو اس کے حق میں بیان شخص غیر بجائے روایت ہوگا کذا فی الفتح الاذ احمد البائع لبیت المشتري فلا يرد اذا اراه الا اذا اعاده الى البائع اشباه بعد روایت کے مشتری کو اختیار ہے مگر جب کہ بیع کو بائع اٹھا لیا مشتری کے گھر تو اس کو نہ پھیرے جب کہ اس کو دیکھے مگر اس طرح بعد عمل کے بھی پھیر سکتا ہے مگر جب کہ بیع کو پہنچا دے بائع کے مکان کی طرف کذا فی الاشياء وان رضی بالقول قبله اسے قبل ان يراه لان خياره معلق بالروية بالنص ولا وجود للعقل قبل الشرط خيار الروية ثابت ہے اگرچہ مشتری راہی ہو گیا ہو زبانی قبل اس کے دیکھنے کے اس واسطے کہ اختیار مشتری کا معلق ہے روایت کے ساتھ بغض حدیث مذکور اور معلق بالشرط کا وجود نہیں قبل شرط کے مگر رضائے قوی کی اس واسطے قید لگائی کہ اگر اجازت فعلی قبل روایت پائی جائے اس طرح کہ اس میں تصرف کرے تو اختیار اس کا زائل ہوگا کذا فی الشرب لا يرد ولو فسخه قبلها قبل الروية صح فسخه في الاصح بقرع عدم لزوم البيع بسبب جهالة المبيع فلم يقع مبرما اور اگر مشتری نے بیع کو فسخ کیا قبل روایت کے تو صحیح ہے فسخ اس کا قول صحیح میں کذا فی البحر بسبب نہ لازم ہونے بیع کے جہالت بیع کے سبب سے تو بیع مستحکم نہ واقع ہوئی تھی لہذا فسخ مشتری قبل روایت صحیح ہوا و تثبت الخيار للروية مطلقا غير موقت مدة هو الاصح عناية لا طلاق النص مالم يوجد مبطله اور خيار الروية مطلقا ثابت ہے بلا تقرر مدت یعنی تمام عمر جب تک نہ دیکھے گا اختیار ثابت ہے یہی قول صحیح ہے کذا فی العناية بسبب مطلق ہونے نص مذکور کے تا وقتیکہ مبطل اختیار نہ پایا جاوے مگر اور غیر صحیح یہ قول ہے کہ خيار الروية موقت بوقت امکان فسخ ہے روایت کے بعد وہ مبطل خيار الشرط مطلقا و مفید الرضی بعد الروية لا قبلها در راو خيار الروية کا مبطل وہ ہے جو خيار الشرط کا مبطل ہے مطلقا یعنی صراحتہ یا دلالتہ اور جو مفید ہے رضامندی کا بعد روایت کے نہ قبل روایت کے کذا فی الدرر مفید رضانا جیسا کہ بیع کا قبضہ کرنا اور اس کو بیع کے واسطے پیش کرنا اور حق شفیع لینا فلا لاخذ بالشفعة ثم رد الاول بالروية در من خيار الشرط فيلحقه جب مفید رضانا قبل روية مبطل خياره ہوا تو مشتری کو جائز ہے لینا بسبب شفیع کے پھر بیع اول کو پھیر دینا بسبب روایت کے کذا فی الدرر باب خيار الشرط تو اس کو یاد رکھنا چاہیے مگر مشتری نے گھر لیا بن دیکھے پھر دوسرا گھر اس کے پاس بکنے لگا تو اس کو بسبب شفیع کے خرید کیا پھر بعد اس کے پہلا گھر دیکھا تو اس کو پھیر سکتا ہے و بشرط لفسخ علم البائع بالفسخ خوف الغرر اور بیع فسخ ہونے کے واسطے دریافت کرنا بائع کا فسخ کو مشروط ہے تاکہ دھوکہ نہ پڑے یعنی خرید سے بائع کو اطمینان ہوتا ہے تو دوسرے مشتری کو وہ طلب نہیں کرتا لہذا علم بائع شرط فسخ ہوا تاکہ وہ دھوکہ نہ کھاوے و لا خيار للبائع مالم يره في الاصح اور اختیار نہیں اس بائع کا جس نے بیع کو بن دیکھے بیچا قول صحیح میں مگر ایک شخص کو ایک چیز وراثت میں ملی اور اس نے بدون روایت کے بیچ ڈالی تو بعد روایت اس کو فسخ بیع میں اختیار نہیں ہدایہ وغیرہ میں تصریح ہے کہ اول امام اعظم کے نزدیک خيار بائع ثابت تھا پھر آخر کو عدم خيار کی طرف رجوع کیا لفظ طحاوی نے کہا مجتہد کا قول مرجوع عنہ منسوخ کے مانند ہرگز معتبر نہیں ہوتا تو شارح کو اس کا اصرار کہنا مناسب نہ تھا اس واسطے کہ اصح کا مقابل صحیح ہوتا ہے و کفی روية مایوذن بالمقصود کو جو بصیرة و رقیق اور اس قدر کا دیکھنا کفایت کرتا ہے جس سے مقصود معلوم ہو جاوے چنانچہ ڈھیر کے اوپر کی سطح دیکھنا اور مملوک کا منہ دیکھنا م یعنی تمام بیع کا دیکھنا ضروری نہیں بسبب تعذر کے لہذا اتنا دیکھنا کافی ہوا جس سے

بیع کا حال معلوم ہو جاوے ڈھیر سے مکيلات اور موزونات کا ڈھیر مراد ہے یعنی جب اناج کا مثلاً ڈھیر دیکھ کر لیا تو اب اس کو بسبب  
 خيار الرویتہ کے پھیر نہیں سکتا اس واسطے کہ بعض کا دیکھنا بجائے کل کے ہے ہاں اگر ڈھیر کے اندر ناقص اناج ہوگا تو اس کا پھیرنا خیار  
 العیب کے سبب سے جائز ہوگا نہ خیار الرویتہ سے اور اگر اناج یا امرود ٹوکری میں ہوں تو یہاں بعض کا دیکھنا کافی نہیں اس واسطے کہ  
 اس کے افراد میں تفاوت کثیر ہوتا ہے تو جب تک سب کو نہ دیکھے گا اختیار ساقط نہ ہوگا بحر الرائق میں ہے نوڈی غلام کی ہتیلیاں اور زبان  
 اور دانت اور بال کا دیکھنا ہمارے نزدیک شرط نہیں شرئاً لیبہ میں ہے کہ بنی آدم میں اگر جمیع اعضاء دیکھے سوائے چہرہ کے تو خیار الرویتہ باقی ہے  
 کذا فی الطحاوی ووجہ دابتہ ترکب وکفہما ایضاً فی الاصح اور سواری کے جانور کا چہرہ اور اس کا پٹھا دیکھنا بھی ضروری ہے قول اصح میں یعنی چہرہ اور پٹھا  
 دونوں کا دیکھنا ضروری ہے م سواری کی قید سے بکری گائے نکل گئی کہ اس کا حکم آدے گا ورویتہ ظاہر تو ب مطوی وقال زفر لابن بشرہ کلہ  
 ہو المختار کافی اکثر المعبرات قال المصنف اور پٹھے کپڑے کے ظاہر کی تہ دیکھنا کافی ہے اور زفر نے کہا اس کپڑے کو کھولنا ضروری ہے اور ہی مختار  
 ہے چنانچہ اکثر کتب معتبرہ میں ایسا کچھ کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں قول زفر اس واسطے مختار ہوا کہ اس زمانے میں ثیاب کے ظاہر اور باطن  
 میں بہت اختلاف ہوتا ہے کذا فی الفتح عن المبسوط وداخل دار وقال زفر لابن روتہ داخل البیوت وهو الصیح وعلیہ الفتوی جوہرہ وہذا  
 اختلاف زمان لابریان ومشد الکرم والبتان اور داخل دار یعنی گھر کا صحن دیکھنا کافی ہے اور زفر نے کہا کہ داخل بیوت یعنی دالان اور کوٹھڑیوں کے  
 اندر بھی دیکھنا ضروری ہے اور یہی قول صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور یہ بنا بر اختلاف زمان ہے نہ اختلاف حجت اور برمان اور اسی طرح حکم ہے  
 باغ گانجان درخت ہوں یا متفرق م امام اوز صا جین کے نزدیک گھر کا صحن دیکھنا یا خارج سے دیکھنا کافی ہے اور اصح یہ ہے کہ بنا بر ان کی  
 عادت کے ہے اس واسطے کہ کوفہ اور بغداد کے گھر مختلف نہ ہوتے تھے مگر خردی اور بزرگی میں یا قدیم یا جدید ہونے میں بخلاف ہمارے دیار کے  
 کہ ان میں نہایت تفاوت ہوتا ہے اس واسطے کہ مکانات سرا اور گرما اور مکانات علویہ اور سفلیہ اور مراقی اور مطابخ اور سطوح مختلف ہوتے ہیں  
 تو اب سب کا دیکھنا ضروری ہوگا اور یہی معتبر ہے دیار مصر اور شام اور عراق میں تو معلوم ہو گیا کہ یہ اختلاف باعتبار اختلاف عصر کے ہے نہ باعتبار اختلاف  
 دلیل کے اور اسی طرح باغات میں بھی خارج سے دیکھنا کافی نہیں کذا فی النہر وکفی حس شاة لحم اور گوشت کی گو سفند کا ٹولنا کافی ہے یعنی اگر  
 گوشت کے واسطے دنبہ یا بھیڑ مول لیتا ہو تو اگر ہاتھ سے اس کو ٹول لیا تو خیار الرویتہ ساقط ہے اس واسطے کہ اس طرح سے کمی اور زیادتی  
 گوشت کی معلوم ہو جاتی ہے تو اگر دور سے نظر کی اور ہاتھ نہ لگایا تو اختیار ثابت ہے اس واسطے کہ گوشت کا حال کثرت پشم سے بدون ٹٹولنے  
 کے معلوم نہیں ہوتا کذا فی الطحاوی عن الشلبی ونظر جمیع جسد شاة قديمة للدر والنسل مع ضرعما ظہیر اور جو گو سفند یا لودود ہا اور بچے  
 لینے کے واسطے ہو تو اس کے تمام بدن کا دیکھنا کھنوں کے سلتہ کافی ہے کذا فی الظہیریہ وضرع بقرة حلوب وناقة لالة المقصود جوہرہ اور گائے  
 اور اونٹنی شیر دار کے تھن کا دیکھنا کافی ہے اس واسطے کہ وہی مقصود ہے کذا فی الجوبہرہ وکفی ذوق مطعوم وشم مستوم اور کھانے کی چیز کا چکھنا اور  
 سونگھنے کی چیز کا سونگھنا کافی ہے لا خارج دار و صحتہا علی المفتی بہ کما مر اور روتہ وہن فی زجاج لوجود الحائل کافی نہیں خارج اوس کے  
 صحن کا دیکھنا بموجب قول مفتی بہ چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا یا دیکھنا تیل کا شیٹے میں کافی نہیں بسبب وجود حائل کے وکفی روتہ وکیل قبض  
 اور کافی ہے دیکھنا وکیل قبض کا م وکیل قبض وہ ہے جس سے موکل نے کہا کہ تو میرا وکیل ہو میری بن دیکھی خریدی چیز کے قبض کرنے میں وکیل مقراء  
 اور کافی ہے دیکھنا خرید کے وکیل کا خرید کا وکیل وہ ہے جس سے موکل نے کہا کہ تو میرا وکیل ہو کہ فلاں چیز خرید کر لا روتہ رسول المشتريہ

لہ فور شاة قنیتہ قال فی المنع یقال قنیتہ معنی اتخذت لنفسی قنیتہ اے اخذ للنسل لا للجاراة ۱۲



فی الدرر کافی نہیں رویت مشتری کے پیامی کی اور بیان اس کا در میں ہے م صورت رسالت یہ ہے کہ مشتری ایک شخص سے کہے کہ تو میرا پیام پہنچا دے  
تبعہ کر لے گا تو وکیل قبض کی رویت بالا جماع مسقط خیار ہے اور وکیل خرید کی رویت امام کے نزدیک مسقط خیار ہے جبکہ وکیل نے بیع پر قبضہ کیا  
ہو دیکھ کر اور صاحبین کے نزدیک وکیل بالقبض اور رسول برابر ہیں کذا فی الطحاوی عن اللہ و صحیح عقد الاعمیٰ لو غیرہ وہو کا بصیر لان فی آتی عشرۃ مثلاً  
مذکورہ فی الاشباہ اور صحیح ہے عقد کرنا اندھے کا اگرچہ اس نے غیر کے واسطے بطریق وکالت خریداری کی ہو اور اندھا بصیر کے مانند ہے مگر بارہ  
مسئلوں میں جو مذکور ہیں اشباہ میں ہم ازاں جملہ اس پر جہاد اور جمعہ اور جماعت نہیں اگرچہ چلنے والا پاؤں سے اور بقول معتد لائق شہادت مطلقاً  
نہیں اور نہ لائق قضا نہ امانت عظمیٰ یعنی بادشاہی اور اس کی آنکھ میں دیت نہیں بلکہ حکومت واجب ہے اور اس کی امانت نمازیں مکروہ ہے مگر اس وقت  
مکروہ نہیں جب کہ سب سے زیادہ تر عالم ہو اور اس کا آزاد کرنا کفارہ میں صحیح نہیں اور اس کے ذبیحہ اور شکار اور حیضات کا حکم میں نے نہیں دیکھا اور وصف  
بیع بجائے اس کی رویت کے ہے کذا فی الاشباہ و مسقط خیارہ بحسب بیع و شتم و ذوق فہما یعرف بذلک اور اندھے کا اختیار ساقط ہے بیع کے  
ٹوٹنے اور اس کے سونگھنے اور چکھنے سے اس چیز میں جو معلوم ہوتی ہے اس سے یعنی ٹوٹنے اور سونگھنے اور چکھنے سے و وصف عقار و تجر و عبد و کذا  
کل ما لا یعرف بحسب و ذوق عدرویتہ اور ساقط ہوتا ہے خیار اندھے کا زمین اور درخت اور غلام کی صفت بیان کرنے سے اور اسی طرح جو چیز کہ  
کہ ٹوٹنے اور سونگھنے اور چکھنے سے معلوم نہیں ہوتی اس میں ذکر و وصف بجائے رویت مسقط خیار ہے ہم بیان اوصاف اشیاء مذکورہ بالا بیع و ہتھوٹہ ممکنہ  
لازم ہے تا اعمیٰ کے نزدیک ذکر اوصاف بمنزلہ رویت ہو اور منظر و کیلہ و لو البصر لجد ذلک فلا خیار لہ یا اختیار اندھے کا ساقط ہوتا ہے اس کے وکیل نظر کرتے  
سے اور اگر اندھے کو سوجھنے لگے بعد وصف اور نظر وکیل کے تو اس کو اختیار نہیں بیع کے فسخ کرنے کا اور اگر بصیر نے ایک چیز بی دیکھے خرید کی پھر وہ  
اندھا ہو گیا تو اس کا اختیار بیان وصف کی طرف منتقل ہو گا کذا فی الطحاوی ہذا کلمہ اذا وجدت المذكورات کشم الاعمیٰ و کذا رویتہ البصیر و جبر البصر و نحوہا  
نہر قبل شرائہ ولو بعدہ ثبت لا الخیار ہما بالذکورات لانہما مستقلہ کما غلط فیہ بعضہم فیمتد خیارہ فی جمع عمرہ علی الصحیح مالم یوجد منہ ما یدل  
علی الرضی من قول او فعل او تعیب او ہلک بعضہ عندہ ولو قبل الرویت یہ سب کچھ اس وقت ہے جب کہ اشیائے مذکورہ جیسا کہ سونگھنا اندھے کا  
اور دیکھنا انکھیا رہے کا ڈھیر اور اس کے مانند کو کذا فی النہر واقع ہو قبل اس کے خرید کرنے کے یعنی اگر قبل خرید اعمیٰ نے سونگھ یا چکھ لیا اور بصیر نے  
ڈھیر یا چہرہ غلام کو دیکھ لیا تو اختیار فسخ بیع ساقط ہے اور اگر امور مسطورہ بعد خرید کرنے کے ہوئے تو اس کو پورا سلسلہ اشیائے مذکورہ کے اختیار  
ثابت ہے یہ نہیں کہ امور مذکورہ بعد خرید مسقط اختیار ہیں جیسا کہ بعضوں نے اس کو غلط سمجھا ہے تو اس کا اختیار مسترد ہے کا تمام عمر بنا بر قول  
صحیح کے جب تک کہ مشتری سے وہ چیز نہ پائی جائے جو رضامندی پر دلالت کرے منجملہ قول یا فعل کے یا بیع عیب دار ہو جاوے یا بعض بیع ہلاک  
ہو جاوے مشتری کے پاس اگرچہ عیب یا ہلاکی قبل رویت ہو م در صورت عیب اس واسطے پھیر دینا درست نہ ہو کہ بائع کے پاس اس میں عیب نہ  
تھا تو اب پھیرنے میں اس کا نقصان ہو گا اور ہلاک بعض بیع کی یہ صورت ہے مثلاً دو کپڑے مشتری نے خرید کیے پھر ایک کپڑا بیچا یا بیعت التسلیم کیا تو اگر  
دوسرا کپڑا پھیر دے تو تفرق صفت لازم آوے ولو اذن للاکاران یزرعہما قبل الرویت فزرعہما بطل لان فعلہ بامرہ کفعلہ یعنی اور اگر مشتری نے خریدی زمین  
میں مزارع کو نہ ادعت کرنے کا اذن دیا قبل رویت زمین کے پھر اس نے اس میں مزارعت کی تو خیار الرویت باطل ہو گیا اس واسطے کہ فعل مزارع کا مشتری  
کے حکم سے مشتری کے فعل کے مانند ہے کذا فی المعینی ولو مشتری نا فحیہ مسک فاخرج المسک منہا لم یرد بخیار رویتہ ولا عیب لان الاخراج یدخل علیہ عیباً ما ہر  
تہر اور اگر مشک کا نافہ خرید کیا پھر اس میں سے مشک نکال لیا تو اس کو نہ پھیرے بسبب خیار الرویتہ اور نہ خیار العیب کے اس واسطے کہ اخراج نے  
اس میں عیب ظاہر نہیں کیا اور کذا فی التہم طحاوی نے کہا نہ لائق میں خیار العیب مذکور نہیں اس مسئلے میں لیکن حکم یہی ہے جو شارح نے ذکر کیا ہو اسلئے

کہ خیار العیب اس وقت تک ہے جب تک مشتری کے پاس دوسرا عیب نہ پیدا ہوا ہو اور یہاں اخراج سے نافذ معیوب ہو گیا ومن رای احد  
تو بین فاشترایہما ثم رای الاخر فله رد ہما ان شاء لایرد الاخر و حدہ لتفریق الصفقة اور جس نے دو کپڑوں میں سے ایک کپڑا دیکھا پھر دونوں  
کپڑے خرید کیے بعد اس کے دوسرا کپڑا دیکھا تو اس کو دونوں کا پھیر دینا جائز ہے اگر وہ چاہے نہ پھیر دینا فقط دوسرے کپڑے کا بسبب تفریق صفقہ کے  
یعنی چند چیزیں یکمشت یعنی پھر بعض کا لینا اور بعض کا پھیر دینا ممنوع ہے ولو اشتری مارای حال کونہ قاصد الشراء عند روتہ فلویاہ

لا لقصہ شرائع ثم شرآہ قلیل الخیار ظہیرتہ ووجہہ ظاہر لانه لا یتامل التامل المفید بقر قال المصنف ولقوة مدرکہ مولنا علیہ عالما بانہ مرتبۃ السابق  
وقت الشراء فلو لم یعلم خیر لعدم الرضی در فلا خیار لہ اذا التیغیر فیخیر اور اگر خرید کیا اس بیع کو جس کو بجات قصد خرید دیکھا تھا خریداری کے وقت یہ  
یہ جان کر کہ یہ بیع وہی اگلی دیکھی چیز ہے تو اس کو پھیر دینے کا اختیار نہیں مگر جب کہ وہ متغیر ہو گئی ہو حالت سابقہ سے تو اب اس کو اختیار ہو گا  
اگر بیع کو بلا قصد خریداری دیکھا پھر اس کو خرید کیا تو بعضوں نے کہا کہ اس کو اختیار ہے کذا فی الظہیرتہ اور اس کی وجہ ظاہر ہے اس واسطے کہ  
جو بقصد خریداری نہیں دیکھتا وہ خوبتر تامل مفید نہیں کرتا کذا فی البحر تو اس کی رویت کا عدم ہے مصنف نے اپنی شرح میں کہا اور بسبب قوت  
دلیل اس قول کے ہم نے اس پر اعتماد کیا علم وقت شرا کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر مشتری یہ نہ جانے کہ اس کو میں دیکھ چکا ہوں تو اس کو اختیار  
ہو گا بسبب عدم رضا مندی کذا فی الدررہم وقایہ اور کنز میں میسندہ بلا قید مذکور ہے اس طرح کہ دیکھی چیز کے خرید کرنے میں بلا تغیر اختیار نہیں لیکن صاحب  
ہدایہ نے یہ قید لگائی کہ وقت خریداری مشتری نے یہ جانا ہو کہ یہ میری دیکھی چیز ہے اور مصنف نے اپنے اس متن میں رویت بقصد خریداری کی قید  
زیادہ کی اور شرح میں اس کی وجہ بیان کی کہ قوت دلیل بموجب اعتماد تقیید مذکور کے ہوئی یعنی اگرچہ ظہیرتہ میں یہ قید بصیغہ قریض مذکور ہے  
اور صورت عدم علم کی ہے کہ زید نے ایک لونڈی دیکھی پھر نقاب دار لونڈی خریدی اور یہ اس کو معلوم نہ ہوا کہ یہ وہی لونڈی ہے جس کو میں دیکھ  
چکا ہوں پھر معلوم ہوا کہ یہ وہی ہے تو مشتری کو اختیار ہو گا یا ایک کپڑا دیکھا پھر وہی کپڑا دوسرے کپڑے میں پٹانا دانستہ خرید کیا تو بیع میں  
اختیار ہو گا رائے تبا یا فرغ البائع لبعضہا ثم اشتری الباقی ولا یعرف فلا خیار و کذا لو کان ملفوفین ومنہما متفاوت لانہ ربما یحون الاروی  
بالاکثر ثم نادیکھے چند کپڑے پھر بائع نے کوئی کپڑا اٹھالیا پھر باقی کو خرید کیا اور مشتری باقی کپڑے کو نہیں پہچانتا تو اس کے خیار الرویت ثابت ہے  
اور اسی طرح اگر دو کپڑے کسی چیز میں پیچیدہ ہوں اور دونوں کا ثمن مختلف ہو تو اختیار ہے اس واسطے کہ شاید ناقص کپڑا زیادہ ثمن کو پڑے  
ولو سخی نکل واحد من الثیاب عشرة لا خیار لہ لان الثمن لہا مختلف استویا فی الاوصاف بحر اور اگر مجلہ ثیاب ہر کپڑے کی قیمت دس درم  
مثلا معین ہو گئی تو مشتری کو اختیار نہیں اس واسطے کہ جب ثمن مختلف نہ ہو تو دونوں اوصاف میں برابر ہو گئے کذا فی البحر والقول للبائع  
بیمینہ اذا اختلفا فی التیغیر بذلوا المدة قریبہ وان بعیدۃ فالقول للمشتری عملا بانظاہر و فی الظہیرتہ الشرف ما فوقہ بعید و فی الفتح الشہر  
فی مثل الدابنہ والمملوک قلیل اور قول بائع کا معتبر ہے قسم کے ساتھ جب کہ بائع اور مشتری مختلف ہوں بیع کے متغیر ہو جانے میں یہ اس وقت  
ہے کہ اگر مدت قریب ہو اور اگر مدت بعید ہوگی تو مشتری کا قول معتبر ہو گا ظاہر پر عمل کرنے سے اور ظہیرتہ میں ہے کہ ایک مہینہ اور اس سے زیادہ  
بعید ہے اور فتح القدر میں ہے کہ جانور اور غلام کے مانند میں ایک مہینہ قلیل ہے ہم عمل بانظاہر دونوں مسئلوں کا ظاہر اقلیل ہے یعنی مدت  
قلیل میں ظاہر حال عدم تغیر پر دلالت کرتا ہے لہذا قول بائع معتبر ہوا اور مدت بعید میں ظاہر حال تغیر کا شاہد ہے لہذا مشتری کا قول معتبر ہوا قرنبلانی نے  
کہا کہ مدت مختلف ہوتی ہے باعتبار اختلاف اشیا کے اور تغیر اشجار سال کے اندر ہوتا ہے اور جانوروں کا تغیر اس سے کم مدت میں ہوتا ہے چارہ

لہ قال فی نہایۃ الصفقۃ العقد الذی تناہی فی وجہہ فی المصباح الصفقۃ العقد و کانت العرب اذا وجب البیع ضرب بیدہ علی ید صاحبہ کذا فی الطحاوی عن البحر

وغیرہ کی قلت سے لہذا بیعی نے مدت بیعی کی حد مذکور نہیں لی اور اسی طرح صاحب ہدایہ نے کذا فی الخوطاوی کہا ان القول للمشتري يمينه لو اختلفا  
فی فصل الروية لانه يكثر الروية جیسے مشتری کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے اگر دونوں اصل رویت میں مختلف ہوں اس واسطے کہ مشتری منکر ہے رویت کا  
اول اعتبار منکر کے قول کا ہے وکذا لو اختلف البائع كقول المرود بيعا في بيع بات او نہ خيار شرط اور روية فالقول للمشتري اور اسی طرح اگر بائع نے انکار کیا  
کہ مشتری نے جو چیز بیوی وہ بیع نہیں بیع قطع بل اختیار میں یا اس بیع میں جس میں خيار الشرط یا خيار الروية ہے تو مشتری کا قول معتبر ہے یعنی بیوع  
ثلاثة مذکورہ میں جب تعین بیع میں اختلاف ہوگا تو مشتری کا قول معتبر ہے اور بیع بلا خيار میں پھیر دینا بیع کا بطریق اقرار یا بظہور خیانت تو یہ  
یا راجحة میں یا وصف مرغوب فیہ کے فوت ہونے سے ہوگا و لو فيه خيار عيب فالقول للبائع والفرق ان المشتري ينفرد بالفسخ في الاول لا الاخير  
اور اگر بیع میں خيار العيب ہے تو بائع کا قول معتبر ہے اور فرق یہ ہے کہ مشتری فسخ بیع میں منفرد ہے اول قسم میں یعنی جس میں مشتری کا قول معتبر ہے یعنی مسئلہ  
خيار الشرط اور خيار الروية میں نہ قسم ثانی میں یعنی خيار العيب میں اس واسطے کہ خيار العيب میں عقد منفسخ نہیں ہوتا مشتری کے فسخ کرنے سے  
بلا حکم قاضی تو مشتری مدعی حق فسخ ہوا اور بائع منکر لہذا منکر کا قول معتبر ہوا کذا فی الخوطاوی اشتري عدلا من متاع ولم يره وباع او ليس من  
مذئذ وبالعدا القين او و يرب وسلم رده بخيار عيب لا بخيار روية او شرط الاصل ان رد البعض يوجب تفرق الصفقة وهو بعد التمام جائز لا قبل  
خيار الشرط او روية يمنعان تماها وخيار العيب ينع قبل القبض لا بعده خرید کی متاع کی گھڑی حالانکہ دیکھی نہیں اور ایک کپڑا اس میں سے بیجا بعد  
قبض کے یا پس لیا کذا فی النہر یا ہرہ کیا او قبضہ کر دیا تو اس کو پھیر سکتا ہے خيار العيب سے نہ خيار الروية یا خيار الشرط سے قاعدہ اس کا یہ ہے کہ بعض  
بیع کا پھیر دینا موجب تفرق صفقتہ کا ہے اور تفرق بعد تمام ہو جانے بیع کے جائز ہے نہ قبل تمامی کے تو خيار الشرط اور خيار الروية صفقتہ تمام ہونے  
کے مانع ہیں اور خيار العيب تمام ہونے کا مانع ہے قبل قبض کے نہ بعد قبض کے و بل يعود خيار الروية بعد سقوطه عن الثاني لا بخيار شرط وهو قاضی خان  
وغیرہ اور کیا عود کرتا ہے خيار الروية بعد اس کے ساقط ہونے کے ابو یوسف سے منقول ہے کہ عود نہیں کرتا جیسے خيار شرط بعد سقوط کے عود نہیں کرتا  
اور اس قول کو قاضی خاں وغیرہ نے صحیح کہا ہے یعنی اگر کوئی چیز دیکھے خرید کی پھر مشتری نے دوسرے کے ماتھے بیچی یا ہبہ کی اور اس پر موبوب لہ کا قبضہ  
کر دیا پھر اس کی طرف اس چیز نے عود کیا بسبب فسخ بیع یا ہبہ کے تو اب اس کو بائع اول کی طرف پھیر نہیں سکتا اس واسطے کہ بیع یا ہبہ ایسا تصرف ہے  
کہ رضا پر دلالت کرتا ہے اور خيار الروية کا مبطل ہے اور جب چیز ساقط ہو گئی تو اس کا عود بلا سبب قوی نہیں ہوتا کذا فی الخوطاوی فروع مسائل  
ملحقہ شارح کے مشی شبہا لم يره ليس للبايع مطالبة بالثمن قبل الروية ایک چیز میں دیکھی خرید کی تو بائع ثمن کو قبل رویت کے طلب نہیں کر سکتا  
اس واسطے کہ ہنوز بیع پوری نہیں ہوئی و لو تباينها حينها بعين فلها الخيار محتمل اور اگر عاقدین نے باہم خرید و فروخت کی عین کی بعض چیزیں مثلاً کتاب  
کا مبادلہ کپڑے یا گھوڑے سے کیا تو دونوں کے واسطے خيار الروية ثابت ہے کذا فی المجتبى اس واسطے کہ ہر واحد مشتری ہے اس عوض کا جو اس کو حاصل  
ہوگا کذا فی الخوطاوی عن ابی حنبلہ جارية بعد والفقها ايضا ثم رد بائع الجارية العبد بخيار الروية لم يبطل البيع في الجارية بحصة الالف ظهيرية لما مر  
لا خيار في الدين خرید کیا تو بیع غلام اور ہزار دم کے پھر دونوں نے باہم قبضہ کیا پھر نوٹڈی کے بائع نے غلام کو پھیر دیا بسبب خيار الروية کے تو  
بیع باطل نہ ہوگی نوٹڈی میں بقدر حصہ ہزار دم کے کذا فی الظهيرية اس واسطے کہ مذکور ہو چکا کہ اختیار ثابت نہیں دین میں یعنی زر نقد میں اراد بیع ضیعتہ ولا یكون  
للمشتري خيار فالجيلة ان یقر بثوب لانسان ثم بیع الثوب مع الضیعة ثم المقر لیسحق الثوب المقرب فیبطل خيار المشتري للزوم تفرق الصفقة  
وہو لا يجوز الا ان الشفعة ولو الجیة ارادہ کیا زمین کی بیع کا اور چاہا کہ مشتری کو اختیار نہ رہے فسخ کا تو دیر اس کی یہ ہے کہ کسی کپڑے کا اقرار کرے  
ایک انسان کے واسطے پھر اسی کپڑے کو زمین کے ساتھ بیع کرے پھر مقر لہ اس کپڑے کا مستحق ہوگا جس کا اقرار کر چکا تو مشتری کا اختیار زمین میں باطل

جائزے کا بسبب لازم آنے تفریق صفحہ کے اور وہ جائز نہیں مگر شفعہ میں کذافی الاولویت ہم طحاوی نے کہا یہاں تفریق عقد سے کچھ ضرر نہیں اس واسطے کہ اگر مشتری دونوں بیع کو رد کرتا تو بھی مستحق کپڑے کو لیتا گواہوں سے اس کا اقرار ثابت کر کے تو وہ ہر حال میں ماخوذ ہے علاوہ اس کے یہ ضرر خود بائع کی طرف سے پیدا ہوا اس کے اقرار کرنے سے شری شیعین و باعد ہما عیب ان قبضہ ہمارا المعیب والا لا کم خرید کیا وہ چیزوں کو اور ایک چیز میں عیب ہے اگر دونوں پر قبضہ کر چکا ہے تو فقط معیوب کو پھیر سکتا ہے اور نہیں تو نہیں چنانچہ گذر گیا ہم مذکور یہ ہو چکا کہ بعض بیع کا پھیر دینا خيار العیب میں بعد قبضہ کرنے کے جائز ہے بسبب تمام ہوجانے صفحہ کے ذیل قبض کے اس واسطے کہ بدوں قبض صفحہ نا تمام ہے کذافی الطحاوی والہ اعلم

یہ باب ہے خيار العیب کے احکام میں ہولفتہ ما یخلو عنہ اهل الفطرة السلیمة عیب لغت عرب میں وہ چیز ہے جس سے فطرت سلیمہ خالی ہو یعنی ہواصل خلقت میں داخل نہ ہو و شرعاً ما افادہ بقولہ اور اصطلاح شرع میں حقیقت عیب وہ ہے جس کو

مصنف نے اپنے آئند قول میں مذکور کیا من و بعد بشریہ ما ینقص الثمن ولو یسیراً جو ہرۃ عند التجار المراد بہم ارباب المعرفة بكل تجارة وصنعة قال المصنف اخذہ بكل الثمن اور وہ جس نے اپنی خریدی چیز میں ایسی چیز پائی جس سے ثمن گھٹ جاتا ہو سودا گروں کے نزدیک اگرچہ حقوڑا ہی نقصان ہو کذا فی الجوہرۃ تو بیع کو تمام ثمن دے کر لے یا اس کو پھیر دے سودا گروں سے وہ لوگ مراد ہیں جن کو شناخت ہے ہر تجارت اور صنعت کی ایسا کچھ مصنف نے

کہا ہے اپنی شرح میں ہم تو معلوم ہوا کہ فقہ میں عیب اس کا نام ہے جس سے قیمت کم ہو جاوے واقفکاروں کے نزدیک خواہ عیب سے عین بیع میں نقصان ہو یا نہ ہو بلکہ فقط نمودار ہونے سے عیب صادق آتا ہے اگرچہ منفعت میں کچھ نقصان نہ ہو چنانچہ سیاہ ناخن تندرست زور آور غلام کا عیب میں داخل ہے تجار کو عام اس واسطے کیا کہ گاہے بیع مصنوعات سے ہوتی ہے تو وہاں کاریگروں کا عرف معتبر ہوگا نہ تجار کا جلی نے کہا ہر تجارت میں اس کے لوگ معتبر ہیں اور صنعت میں اس کے اہل کا اعتبار ہے انتہی اور یہ مراد نہیں کہ عیب وہ ہے جس کو سب سودا گروں اور جمیع ارباب ہائے

ناقص کہیں اگرچہ ان کی تجارت اور صنعت میں سے نہ ہو مشتری کو رد عیب میں اس واسطے اختیار ہوا کہ مطلق عقد بے عیبی کا مقتضی ہے اور ثمن اس واسطے نہ کم ہوا کہ اوصاف کے مقابل میں کچھ ثمن نہیں پڑتا ہاں اگر بیع کے بعد بائع کے فعل سے عیب پیدا ہوگا تو بقدر اس کے ثمن کم ہوگا اگر مشتری اس کے لینے کا ارادہ کرے گا اور مسئلہ خيار العیب میں چند قیود کا ملحوظ رکھنا ضرور ہے اول یہ ہے کہ عیب بائع کے پاس حادث ہو مشتری کے پاس مشتری کو بیع کے وقت معلوم نہ ہو ثمن عند القبض بھی معلوم نہ ہو ثمن ازالہ عیب پر بلا مشقت قادر نہ ہو اور اگر مشتری قادر ہو ازالہ پر

چنانچہ تحلیل احرام جاریہ یا کپڑے سے خون کا دھو ڈالنا در صورت عدم نقصان تو عیب نہ ثابت ہوگا ۵ عدم اشتراط برأت ایک عیب سے یا جمع عیوب سے ۶ وہ عیب زوال پذیر نہ ہو قبل منیع کے سوا گزائل ہو گیا ہو چنانچہ آنکھ کی سفیدی جب کہ دور ہو جائے یا تپ زائل ہو جا تو مشتری کو پھیر دینے کا اختیار نہ ہوگا کذافی الطحاوی ۷ مالم یتعین امسا کہ کھلا لین فاحراما و احد ہما در صورت عیب اس وقت تک اختیار ہے جب تک امساک بیع متعین نہ ہو گیا ہو چنانچہ دو حلال مردوں میں سے ایک نے دوسرے سے شکار مول لیا پھر دونوں نے احرام باندھا یا

ایک نے تو اب رد بیع ممتنع ہے بقدر نقصان پھیر لینا چاہیے کذافی المحلی و فی المہیط و فی اوکیل او عبد ماذون شری شیئا ہالف و قیمتہ ثلثۃ الاف لم یرد عیب بخلاف خيار الشرط و الرویۃ اشباہ للاضرار یتیم و موکل و مولی و فی النہر یتبعی الرجوع بالنقصان کو ارباب شری من الترتک کفنا و و بعد عیباً ولو تبرع بالکفن اجنبی لایرجع اور محیط میں ہے وی یا وکیل یا عبد ماذون نے کوئی چیز ہزار کو خرید کی اور قیمت اس کی تین ہزار ہیں تو رد بیع ذکر سے بسبب عیب بیع کے بسبب خيار الشرط اور خيار الرویۃ کے کہ اس میں رد بیع کر سکتا ہے کذافی الاشباہ و غیرہ کو رد بیع جائز نہ ہو بسبب ضرر ہونے یتیم اور موکل اور مولی کے اور نہ الفائق میں کہنا ہے لائق یوں ہے کہ وہی وغیرہ کو رد بیع بقدر نقصان عیب جائز ہے مانند اس و ارباب کے

جس نے ترکے سے کفن خرید کیا اور اس میں عیب پایا اور کفن دینے میں شخص اجنبی احسان کرے میت کے ساتھ تو رجوع بالنقصان نہیں و ہذہ  
 احدی ست مسائل لار جوع فیہا بالنقصان مذکورہ فی البرازیۃ اور یعنی عدم رجوع بالنقصان ایک مسئلہ ہے ان چھ مسئلوں میں سے جن میں رجوع  
 بالنقصان نہیں جو مذکور ہیں بزاز میں و ذکرنا فی شرحنا للفتی معزیا للفتیۃ انہ قد یرد بالعیب ولای رجوع بالثمن اور ہم نے اپنی الفتی کی شرح  
 میں قینہ سے نقل کر کے مذکور کیا ہے کہ گاہے بسبب عیب کے رد بیع ہوتا ہے اور ثمن نہیں پھیر لیا جاتا مگر چنانچہ غلام کو بیع کیا اور اس  
 کو تسلیم کر دیا پھر قبضہ ثمن کے واسطے ایک وکیل مقرر کیا سو وکیل نے اقرار کیا کہ میں نے ثمن پر قبضہ کیا لیکن وہ میرے پاس ضائع ہو گیا یا وکیل نے  
 یوں کہا کہ میں نے ثمن موکل کو دیا اور موکل اس کا منکر ہے تو مشتری بری الذمہ ہو گیا اور وکیل پر ضمان نہیں پھر اگر مشتری نے غلام میں عیب پایا  
 اور اس کو پھیر دیا تو ثمن کو بائع سے نہیں پھیر سکتا بسبب اقرار وکیل کے اور بواسطے عدم ثبوت قبضہ بائع کے اور نہ وکیل سے لے سکتا ہے  
 کیونکہ وہ امین ہے اور عاقد نہیں کذا فی النہ عن القینۃ کالاباق الا اذا اتق من مشتری الی البائع فی البلدۃ ولم یخف عنده فانہ لیس یعیب  
 چنانچہ غلام میں بھاگنا عیب ہے مگر جب کہ غلام مشتری کے پاس سے بھاگا اور اسی شہر میں بائع کے پاس گیا اور اس کے پاس چھپ نہ رہا  
 تو یہ بھاگنا عیب نہیں یعنی اگر دوسرے شہر میں بائع کے پاس بھاگے گا یا مخفی ہو رہے گا تو عیب ثابت ہوگا و اختلاف فی الثور و الما حسن  
 انہ عیب اور اختلاف ہے بیل کے بھاگنے میں کہ عیب ہے یا نہیں اور قول بہتر یہ ہے کہ بیل کا بھاگنا بھی عیب ہے م اس میں تین قول ہیں  
 ایک قول کہ تو شایح نے ذکر کیا اور دوسرا قول یہ کہ بھاگنا عیب نہیں تیسرا قول یہ کہ بھاگنا عیب ہے دو تین بار کا بھاگنا عیب نہیں اور ظاہر  
 اور جانوروں کا بھی یہی حکم ہے کذا فی الطحاوی و لیس للمشتري مطابۃ البائع بالثمن قبل عودہ من الالباق ابن ملک قینۃ اور مشتری کو مطالبہ  
 ثمن کا بائع سے قبل پلٹ آنے غلام کے فرار سے جائز نہیں کذا فی شرح ابن ملک والقینۃ والبول فی الفرائض والسرقة الا اذا سرق شیئاً لاکل من  
 المولی او لیسیر اکنس او فلسین اور چنانچہ بستر پر پیشاب کرنا اور چوری کرنا مگر جب کہ کوئی چیز کھانے کے واسطے چوراوے مولیٰ سے یا کتر  
 چیز چوراوے چنانچہ پسیا اور روپیے تو عیب نہیں مگر بیچنے کے واسطے چوری کرے یا کھانے سے زیادہ چوراوے یا مولیٰ کے سوا کسی اور  
 شخص کی چیز چوراوے تو عیب ہے ولو سرق عند مشتری ایضا فقطع ربع اثنین لقطعہ بالسرقتین جمیعاً اور اگر غلام نے مشتری کے پاس  
 بھی چوری کی سو اس کا ماتعہ کاٹا گیا تو مشتری چہارم ثمن پھیرے بسبب اس کے مقطوع ہونے کے دونوں چوریوں سے مگر ربع ثمن کے  
 رجوع کی یہ وجہ ہے کہ غلام کے ماتعہ کاٹو نہ اس کی نصف قیمت ہے اور یہ نصف تلف ہوا دوسبب سے یعنی ایک چوری بائع کے پاس اور  
 دوسری مشتری کے پاس کی تو موجب متنصف ہوگا تو نصف النصف کا رجوع ہو یعنی ربع کا کذا فی الطحاوی و لورضی البائع باخذہ ربع  
 ثلثہ اربع ثمنہ یعنی اور اگر بائع راضی ہو گیا غلام کے لینے سے تو مشتری تین ربع اس کے ثمن پھیرے یعنی پون قیمت کذا فی العینی و کلہا  
 مختلف صفرا سے مع التیمیز و قدرہ بحسب سنین او یا کل و یلیس و مدہ و تمامہ فی الجوبہ فلولم یا کل و لم یلیس و مدہ لم یکن عیباً ابن ملک  
 و کیر الانہما فی السفر لقصور عقل و ضعف مثانۃ عیب و فی البکر لسوء اختیار و داء باطن عیب آخر او جمیع حیوب ثلثہ مختلف السبب  
 ہیں طفلی اور جوانی میں اس واسطے کہ طفلی میں بھاگنا اور چوری عقل کی کمی سے اور پیشاب کرنا ضعف مثانۃ سے عیب ہے اور جوانی میں  
 بھاگنا اور چوری خبیث اور بد ذاتی سے اور پیشاب کرنا مرض باطنی سے دوسرا عیب ہے طفلی سے مراد طفلی یا تمیز ہے اور فقہانے تمیز کا انداز  
 پانچ برس کا کہ ہے یا بلا اعانت وہ تنہا کھانے پھیننے لگے اور پورا بیان اس کا جو ہرہ میں ہے سو اگر وہ بذات خود نہ کھاتا ہو نہ کپڑا پہنتا ہو  
 تو بھاگنا اور چوری اور پیشاب کر دینا اس کے حق میں عیب نہیں کذا فی شرح ابن ملک فخذ اتحاد الحماۃ بان ثبت اباہ عند بائع

ثم مشتری به کلاہمانی صغره او کبرہ لہ الرد لا تبار السبب تو حالت متحد ہونے میں اس طرح پر کہ غلام کا بھاگنا ثابت ہو بائع کے پاس سے پھر مشتری کے پاس سے دونوں بار کا بھاگنا اس کی طغلی میں ہو یا جوانی میں تو مشتری کو اس کا پھیر دینا جائز ہے بسبب متحد ہونے سبب کے ہم جب طفل یا جوانی میں دونوں کے پاس سے بھاگا تو اس کا سبب ایک ہی ٹھہرا طفلی میں قصور عقل اور جوانی میں بد ذاتی لہذا مشتری کو پھیر دینے کا اختیار ہوا کیونکہ یہ عیب قدیمی ثابت ہوا فقط مشتری کے پاس حادث نہیں ہوا کہ رد ممنوع ہو وعند الاختلاف لا لکونہ عیبا حادثا اور اختلاف سبب کے نزدیک مشتری کو پھیر دینے کا اختیار نہیں اس واسطے کہ وہ نیا عیب ہے ہم یعنی جب ثابت ہو غلام کا بھاگنا بائع کے پاس سے حالت طفلی میں اور مشتری کے پاس سے جوانی کی حالت میں تو اب مشتری اس کو اس عیب سے پھیر نہیں سکتا کیونکہ طفلی کا سبب فرار کم عقلی ہے اور جوانی کا سبب فرار شرارت اور بد ذاتی ہے تو معلوم ہوا کہ یہ عیب دوسرا پیدا ہوا سو اُسے اس عیب کے جو قبل اس کے بائع کے پاس تھا اور پھیر دینا جائز نہیں مگر اس عیب سے جو بائع کے پاس ہو کعبہ ہم عند بائعہ ثم ہم عند مشتری بہ ان من نوعہ لہ ردہ واللہ اعلمی چنانچہ وہ غلام جس کو تپ آئی بائع کے پاس پھر تپ آئی مشتری کے پاس اگر یہ تپ اسی تپ کی قسم سے ہے تو اس کو پھیرنا جائز ہے اور اگر دوسری قسم سے ہے تو جائز نہیں کذا فی شرح العینی ہم خانہ میں مذکور ہے کہ نوع جمعی سے مراد یہ ہے کہ ایک ہی وقت میں دونوں کے پاس تپ آئی ہو اور اگر اس کے غیر وقت میں تپ آئی تو پھیرنا جائز نہیں یہی محفوظ ہے ہمارے اصحاب سے کذا فی الطحاوی ولفی لہ وجہ یہ قول تم تعیب حتی ربح یا نقصان تم بلغ بل للبائع ان یسترد نقصان لہذا العیب یا بلوغ یعنی نعم نفع باقی رہا یہ مسئلہ کہ اگر مشتری نے صغیر غلام کو بستر پر پیشاب کرتا پایا پھر اس میں دوسرا عیب پیدا ہوا یہاں تک کہ مشتری نے بقدر نقصان بائع سے ٹمن پھیر لیا پھر غلام بالغ ہوا تو کیا بائع کو جائز ہے کہ نقصان پھیرے مشتری سے بسبب زائل ہو جانے اس عیب کے جو ان ہونے سے جواب مناسب بقواعد مذہب یہ ہے کہ ہاں استرداد نقصان جائز ہے کذا فی الفتح عن الظہیر بۃ والجنون ہو اختلال القوة اللتی بہا ادراک کلیات تلویح اور چنانچہ جنون یعنی دیوانہ ہو جانا جنون عبارت ہے اس قوت کے اختلال سے جس کے سبب سے ادراک کلیات ہوتا ہے کذا فی التلویح ہم تعریف جنون کی صاحب بچرنے کی ہے اور تلویح میں یوں ہے کہ جنون عبارت ہے اس قوت کے اختلال سے جو ہمیں ہے اشیائے حسنہ اور بلیغ میں اور انجام کار کی مدد ہے کذا فی الطحاوی و بہ علم تعریف العقل انہ القوة المذكورة ومعونۃ القلب وشعاع فی الدماغ در اور جنون کی تعریف سے عقل کی تعریف معلوم ہوگی کہ عقل عبارت ہے قوت مذکورہ سے یعنی جو قوت کہ مدد ہے کلیات کی اس کا نام عقل ہے اور اس کے کان دل ہے اور اس کی روشنی و طبع میں ہوتی ہے کذا فی الدرر و ہوا لا یختلف بہا لا اتحاد سببہ بخلاف ما رو فیہ یختلف عینی اور جنون مختلف نہیں ہوتا طفلی اور جوانی سے اس کے ایک ہی سبب ہونے سے بخلاف اس کے جو عیوب کہ مذکور ہو چکے یعنی اباق اور لول اور سرقہ اور قول نعیف یہ ہے کہ جنون بھی طفلی اور جوانی سے مختلف ہوتا ہے کذا فی شرح العینی ہم جب اختلاف سبب نہ ہو تو اگر غلام مجنون ہوا طفلی میں بائع کے پاس پھر مجنون رہا مشتری کے پاس طفلی میں یا بعد جوانی کے تو یہ عیب بعینہ اول عیب ہے تو مشتری کو پھیر دینے کا اختیار ہے و مقدارہ فوق یوم و لیلۃ اور مقدار جنون کی ایک رات اور دن سے زیادہ ہے یعنی یعنی اس قدر سے کم جنون ہونا عیب نہیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ ایک ساعت کا بھی جنون عیب ہے اور تیسرا قول یہ کہ جنون مطبق عیب ہے نہ غیر مطبق کذا فی البحر والابد من معاودتہ عند مشتری فی الاصح والا فلا رد الا فی ثلث زنا الجاریۃ والتولد من الزنا والولادۃ فتح اور جنون کا عود کرنا مشتری کے نزدیک ضرور ہے قول اصح میں اور نہیں تو بلا معاودت عیب پھیر دینا جائز نہیں مگر تین عیب میں رد بیع بلا معاودت جائز ہے نوڈی کی زنا کاری میں اور زنا سے متولد ہونے میں اور ولادت میں کذا فی الفتح ہم ولادت اس واسطے عیب ہوتی کہ اس سے ایسا صنف حاصل ہوتا ہے کہ گلے زائل لہ اسم فاعل از اطباء یعنی وہ جنون کہ رات دن میں کبھی کم نہ ہو ۱۲۰

نہیں ہوتا فتح القدر میں کہا کہ اسی قول پر فتویٰ ہے قلت لکن فی البرازیتہ الولدۃ لیست بعیب الا انی توجب نقصانا وعلیہ الفتویٰ واعتمدہ فی النہر  
 میں کہتا ہوں لیکن بزازیہ میں ہے کہ ولادت عیب نہیں مگر یہ کہ نقصان کی موجب ہو اور اسی پر فتویٰ ہے اور اسی قول پر نہر الفائق میں اعتماد کیا ہے  
 ہم پہلا قول بھی مفتی بہ ہے تو یہاں قاضی اور مفتی مخیرین علیہم السلام عیب فی بیات آدم لانی البہائم اور نہر الفائق میں ہے کہ حاملہ ہونا محورتوں میں عیب  
 نہ جانوروں میں والجزام والبرص والعمی والعمور والحول والضم والخرس والقروح والامراض عیوب اور سی بہری اور سفید داغ اور اندھا اور کانا  
 اور بھینگا اور بہرا اور گونگا ہونا اور زخم اور بیماریاں عیوب ہیں وکذا الادور و ہوا تفتاخ الایمن والعیین والحفی عیب اور اسی طرح فقہ یعنی وہ شخص  
 پھولنا اور نامرد اور خصی ہونا عیب ہے ہم بہتر یہ تھا کہ شارح یوں کہتا العنۃ والخصایان اور ظاہر ایک فوطہ بھی پھولنا عیب ہے کذا فی الطحاوی  
 واذا اشتری علی انہ خصی فوجده فخلا فلا خیار جو ہرہ اور جب کہ مشتری نے غلام کو خرید کیا اس شرط پر کہ وہ خصی ہے پھر اس کو تندرست نہ پایا تو اس  
 کو پھیر دینے کا اختیار نہیں کذا فی الجوبہ اس واسطے کہ بے عیب نکلا تو مشروط سے عمدہ پایا والبقر تنق الغم والذفر من الابط وکذا متن الالف بزازیہ  
 والزنا والتولد منہ کلہما عیب فیہا لانیہ ولو امر فی الاصح خلاصہ اور بخر یعنی گندہ دہنی اور ذفر یعنی گندہ بغل اور اسی طرح گندہ بینی کذا فی البرازیتہ  
 اور زنا اور زنا سے پیدا ہونا یہ سب عیب ہیں لونڈی میں نہ غلام میں اگرچہ غلام امر دسادہ رد ہو قول اصح میں کذا فی الخلاصہ امور مذکورہ لونڈی میں  
 اس واسطے عیب ہوئے کہ مقصود کے محل میں یعنی لونڈی کی خریدی سے ہم بستری اور طلب ولد مقصود ہے اور گندہ دہنی وغیرہ قربت کے مانع ہیں  
 اور غلام سے مقصود خدمت لینا ہے اور یہ اشیا اس کے محل اور مانع نہیں خواہ غلام امر ہو یا غیر امر الا ان لخصی الما ولان فیہ بخت یمخ القرب  
 من المولیٰ مگر یہ کہ گندہ دہنی اور گندہ بغل غلام میں بشدت ہوں اسی طرح ہر کہ میان کے پاس آنے کی مانع ہوں تو البتہ عیب ہیں غلام میں بھی او  
 یكون الزنا عا دة لہ بان یکر اکثر من مرتین یا یہ کہ زنا کاری کی غلام کو عادت پڑ گئی ہو اس طرح ہر کہ زنا اس سے مکرر ہوا ہو دو بار سے زیادہ  
 تو عیب ہے غلام میں بھی واللواط بہا عیب مطلقا اور لواطت لونڈی میں عیب ہے مطلقا یعنی خواہ محنت ہو یا اجرت لے کر اس واسطے کہ  
 مانع ہم بستری ہے کذا فی الجوبہ ان مجانا لاندہ دلیل الابنہ وان باجرا قینہ اور لواطت غلام میں عیب ہے اگر محنت ہو اس واسطے کہ علت ابنہ کی  
 دلیل ہے ادا اگر اجرت لے کر ہو تو نہیں کذا فی القنیہم ابنہ اس علت کا نام ہے جس میں ایسی چل ہو میر زمین کہ بدوں مہنی کے قرار نہ پڑے اور یہ سخت عیب  
 ہے یہاں تک کہ جانوروں میں بھی اور لواطت بعوض اجرت غلام میں ایسا عیب نہیں کہ مشتری رد بیع کرے کیونکہ وہ علت ابنہ کی دلیل نہیں بلکہ جس  
 مال کی علامت ہے اور یہ مراد نہیں کہ لواطت باجرت مطلقا عیب نہیں مگر اس واسطے کہ شرعاً عیب اور معیوب تر ہے زنا سے و فیہما شری حمارا  
 تعلوہ الحمار ان طایع فعیب والا لا اور قنیہم میں ہے کہ خرید کیا گدھا جس پر گدھے چڑھتے ہیں اگر برضا مندی اس کی یہ فعل ہوتا ہے تو عیب ہے کہ  
 مزین کی دلیل اور نہیں تو عیب نہیں واما التخنث بلین صوت و تکسرتی فان کثر و ان قل البرازیتہ اور زنا اور مہلا ہونا نرم آواز بنا کر اور چال مشکاک  
 اگر کثرت ہو تو غلام کو مشتری پھیر سے اور اگر یقلت ہو تو نہ پھیرے کذا فی البرازیتہ والکفر باقسامہ وکذا الرقص والاعتزال بخر بشتا عیب فیہما ولو  
 المشتري ذمیا سراج اور سب قسم کا کفر اور اسی طرح رقص اور اعتزال کذا فی البحر بشتا لانسایب ہے لونڈی غلام میں اگرچہ مشتری کا فر ذمی ہو  
 کذا فی السراج ہم عمومی نے کہا کہ صاحب نے رافضی سے یہ راوی کہ جو علی رضی کو اور اصحاب سے فصل کہتے ہیں وہ رافضی جو شخصین کو برکے اس واسطے  
 کہ وہ کافر ہیں داخل ہے کذا فی الطحاوی و عدم الجیض لبنت سبوعہ عشر و عند ہما خستہ عشر و لیوف بقولہما اذا انعم الیہ نکول البائع قبل القبض  
 و بعدہ ہوا الصحیح فتقویٰ اور جیض نہ آنا سترہ برس کی لونڈی کو امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک پندرہ برس کی لونڈی کو عیب ہے اور عدم جیض  
 سب اور بقتین وہ شخص جس کو عارضہ فتق ہو اور اس کا اسم اور بقتین آتا ہے

معلوم ہوتا ہے لونڈی کے کہنے سے عیب کہ اس کے ساتھ یا ٹیچ قسم سے انکار کرنے قبل قبض کے اور بعد قبض کے یہی قول صحیح ہے کذا فی الملتقی  
 ولا تسمع فی اقل من ثلثۃ اشہر عند الثانی اور مسموع نہ ہو گا دعویٰ عدم حیض کا تین مہینے سے کمتر میں ابو یوسف کے نزدیک م اور محمد کے نزدیک  
 چار مہینے دس دن اور امام زفر کے نزدیک دو سال سے کمتر میں دعویٰ مسموع نہ ہو گا لیکن عدم حیض جو ان لونڈی میں عیب ہے نہ صغیرہ اور آئسہ میں  
 کذا فی الطحاوی فتح القدر میں ہے کہ اگر قاضی مجتہد ہو تو بموجب اپنے اجتہاد کے عمل کرے اور اگر مقلد ہو تو دو سال پر عمل کرے والا ستحافۃ والسطل  
 القیم لا المعتاد اور استحافۃ اور قدیم کھانسی عیب ہے نہ عادت کی کھانسی م بجز الرائق میں ہے کہ مرض کی کھانسی عیب ہے قدیم ہو یا غیر قدیم کذا فی  
 الطحاوی والدین الذی یطاب فی الحال لا الموکل بعقود فانہ لیس بعیب کما نقلہ مسکین عن الذخیرۃ اور لونڈی غلام پر اس دین کا ہونا عیب ہے  
 جس کافی الحال مطالبہ ہونہ وہ دین جس کی مدت اس کی آزادی پر معین ہو اس واسطے کہ وہ عیب نہیں چنانچہ اس کو مسکین نے ذخیرے نقل کیا ہے  
 م دین مؤکل بعقود وہ ہے جو غلام پر خرید کرنے سے لازم ہو اور بلا اذن مولیٰ لکن عم الکمال وعللہ نقصان ولاء و میراث لیکن کمال الدین محقق نے ہر دین  
 کو عیب کہا ہے اور دلیل تعمیم کی نقصان ولاء اور نقصان میراث بیان کی ہے م وجہ نقصان ولاء اور میراث یہ ہے کہ ارباب دیون مولیٰ اور عصبیات  
 پر مقدم ہیں کذا فی الطحاوی والشعر والماء فی العین وکذا اکل مرض فیہا فهو عیب معراج کسبل وحوض وکثرة دمع و ثولول بمثلثۃ کذہ نور شری صغیر  
 صلب مستدیر علی صورتی جمعہ ثابیل قاموس وقیدہ بالکثرة بعض شرح الہدایۃ اور پڑ بال اور نزول آب آنکھ میں اور اسی طرح ہر مرض آنکھ میں  
 عیب ہے کذا فی المعراج جیسا کہ سرخ جالا اور کویتنگ ہونا اور آنسو کا ڈھلکا اور مسائو دلول ثلثۃ بروزن زینور چھوٹی سخت چھنی  
 گول باشکال مختلفہ جس کو اہل ہند مسابولتے ہیں اور جمع اس کی ثابیل کذا فی القاموس اور ہدایہ کے بعض شارحین نے مسے میں کثرت کی قید  
 لگائی ہے یعنی مسوں کی کثرت عیب ہے نہ قلت وکذا الکی عیب کو عن داؤد والا اور اسی طرح داغ عیب ہے اگر آگ سے بسبب بیماری  
 کے داغ دیا ہو اور نہیں تو عیب نہیں و قطع الاصبع عیب والا اصبعان عیبان والا صایع مع الکف عیب واحد اور ایک انگلی کا کٹنا ایک عیب  
 اور دو انگلیوں کا مقطوع ہونا دو عیب ہیں اور سب انگلیوں کا قطع ہونا ہتیلی کے ساتھ ایک عیب ہے والعشرہ ہومن لعل بسیارہ فقط  
 الا ان لعل بالیمین ایضا کعمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور جو شخص کہ فقط اپنے بائیں ہاتھ سے کام کرے مگر جو شخص داہنے ہاتھ سے بھی کام کرے  
 جیسا کہ فاروق اعظم عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کام کرنے تھے تو عیب نہیں بلکہ عمدہ وصف ہے والشیب وشریب خمر جہر او قمار ان عد عیبہما  
 اور پیری اور شراب پینا علانیہ اور قمار بازی اگر عیب شمار ہو جیسا کہ زداو شرطیخ کا قمار اور ماتند اس کے کذا فی الطحاوی عن ابیہر وعدم  
 ختانہما لو کبیرین مولدین اور لونڈی اور غلام کا ختنہ نہ ہونا اگر بالغ دارالاسلام کے پیدا ہوئے ہوں م بالغ کی قید اس واسطے لگائی کہ صغیر  
 کا ختنہ نہ ہونا عیب نہیں اور اسی طرح جو غلام دارالحرب سے گرفتار ہو آوے صغیر ہو یا کبیر اس کا عدم ختان عیب نہیں اور فاضل خال  
 کے فتاویٰ میں ہے کہ لونڈی کا ختنہ نہ ہونا زمان سابق میں عیب تھا اب ہمارے زمانے میں عیب نہیں کذا فی الطحاوی وعدم نہق حمار  
 وقلۃ اکل رواب و نکاح و کذب و نمیۃ و ترک صلوة لکن فی القنیۃ ترکہا فی العبد لا یوجب الرد اور نہ بولنا گدھے کا اور کم کھانا جانوروں  
 کا اور لونڈی غلام کا نکاح ہونا اور جھوٹ بولنا اور چھل چوری اور ترک نماز عیب ہے لیکن قنیہ میں ہے کہ ترک نماز غلام میں موجب  
 رد بیع نہیں و فیہا لو ظہر ان الدار مشومۃ ینبغی ان یتیمن من الرد لان الناس لا یرغبون فیہا اور قنیہ میں ہے کہ اگر ظاہر ہو کہ گھر منحوس ہے  
 تو لائق یہ ہے کہ مشتری رد بیع پر قادر ہو اس واسطے کہ لوگ ایسے گھر کے لینے میں خواہش نہیں کرتے و فی المنظومۃ المحببۃ والحال عیب  
 لہ تفسیر مصدر کا ہے موصوف بالمصدر سے ورنہ ایسے شخص کو احسہ کہتے ہیں ۱۶



لعل الذن او الشفة لا الخذ والعیوب کثیرة برأ نالہ منها اور منظور عجیبہ میں ہے کہ خال عیب ہے اگر ٹھوڑی یا ہونٹ پر ہونے کا ل پر اور اس کے  
سوا عیب بہت ہیں حتیٰ تعالیٰ ہم کو ان سے بچا دے آئین حدیث عیب آخر عند المشتري بغیر فعل البائع فلو بعد القبض رجوع بخصتہ من  
التمن ووجوب الارش واما قبل فداخذہ اور وہ بکل الثمن مطلقا پیدا ہوا دوسرا عیب مشتری کے پاس بدوں فعل البائع کے سوا اگر بائع کے فعل سے  
دوسرا عیب پیدا ہوا بعد قبض مشتری کے تو مشتری بقدر حصہ عیب قدیم ثمن پھیرے اور عیب جدید کا جرمانہ بائع پر واجب ہوگا اور قبل قبض کے  
تو مشتری کو اختیار ہے چاہے اس کو لے حصہ نقصان کو کم کر کے یا اس کو پھیر دے کل ثمن لے کر ہر طرح یعنی خواہ عیب قدیم ہو یا نہ ہو کذا فی الجلی  
م جلی نے کہا قول بکل الثمن متعلق ہے بقولہ اور وہ سے فقط اور اس کی کچھ حاجت نہ تھی کیونکہ معلوم ہے بلا اشتباہ بلکہ یہ قول خلاف مراد کا موسم  
یعنی قولہ اخذہ کے متعلق ہونے کا لہذا لایخفی معلوم کرنا چاہیے کہ حدوث نقصان دو حال سے خالی نہیں یا نقصان بائع کے پاس پیدا ہوا یا مشتری  
کے پاس پیدا ہوا اس کی پانچ صورتیں ہیں بائع کے فعل سے یا مشتری کے فعل سے یا اجنبی یا بیع کے فعل سے یا آفت آسمانی سے سوا اگر بائع  
کے فعل سے ہو تو مشتری مختار ہے خواہ قدیم عیب ہو یا نہ ہو چاہے اس کو چھوڑ دے اور چاہے لے حصہ نقصان کو گھٹا کر اور اگر عیب مشتری  
سے ہو تو اس پر تمام ثمن لازم آیا ثمن کو بقدر نقصان کم نہیں کر سکتا اور اگر نقصان بفعل اجنبی ہو تو مشتری مختار ہے چاہے بیع کو لے سب ثمن  
وے کر اور اجنبی سے جرمانہ لے اور چاہے بیع کو ترک کرے اور اس پر سے ثمن ساقط ہے اور اگر نقصان آفت آسمانی سے ہو یا بیع کے فعل سے  
تو چاہے مشتری اس کو ترک کرے چاہے لے بقدر نقصان قدیم ثمن گھٹا کر اور اگر نقصان مشتری کے پاس پیدا ہوا ہو تو اگر مشتری یا بیع کے فعل  
سے ہو یا آفت آسمانی سے تو اس کو عیب قدیم کے سبب سے پھیر نہیں سکتا لیکن بقدر نقصان قدیم ثمن کم کر سکتا ہے اور اگر بائع ناقص  
لینے پر راضی ہو تو پھیر دینا بھی جائز ہے اور اگر نقصان بائع یا اجنبی کے فعل سے ہو تو مجرم بہ جرمانہ واجب ہے اور پھیر دینا ممنوع ہے اور بقدر  
حصہ عیب قدیم ثمن پھیر لینا جائز ہے کذا فی البحر جب کہ یہ معلوم ہو تو در یافت کرنا چاہیے کہ مصنف نے حدوث عیب ثانی کو بعد القبض فرض کیا ہے  
چنانچہ قول عند المشتري اس پر دلالت کرتا ہے اور مذکور ہو چکا کہ قبض کے بعد مشتری کو بقدر نقصان عیب قدیم ثمن پھیر لینا پانچ صورتوں میں جائز ہے  
مگر شارح نے فقط فعل البائع کا مستثنیٰ کر لیا اس واسطے کہ بائع کی رضامندی سے اس میں پھیر دینا ممکن نہیں لیکن شارح پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ فعل  
اجنبی کا بھی یہ حکم ہے جو بائع کے فعل حکم ہے تو شارح پر لازم تھا کہ یوں کہتا بغیر فعل البائع او الاجنبی کذا فی الجلی ملخصا ولو برمن البائع علی حدوث  
والمشتري علی قدر ما نقول للبائع والبیئہ للمشتري اور اگر گواہ لایا بائع عیب کے جدید ہونے پر اور مشتری گواہ لایا اس کے قدیم ہونے پر تو بائع  
کا قول معتبر ہے اور گواہ مشتری کے مقبول ہیں نہ الفائق میں قاضی خاں کی شرح سے مخرج ہے کہ در صورت عاقدین کی گواہی کے مشتری کی گواہی  
مقبول ہے کیونکہ وہ مثبت اختیار ہے اور قول بائع کا معتبر ہے کیونکہ وہ اختیار کا منکر ہے انتہی تو بائع کا قول اس وقت معتبر ہے جب کہ مشتری کے  
گواہ نہ ہوں اور شارح کی عبارت اس پر دلالت نہیں کرتی کما لایخفی ولایرد جبر امالہ حمل و مؤنثہ الا فی بلد العقد بجز اور نہ پھیرے مشتری زبردستی اس بیع کو جس کے  
واسطے بار برداری اور خرچ کی حاجت ہو مگر جس شرط میں عقد بیع واقع ہوا ہو اس میں پھیر دینا جائز ہے باوجود بار برداری کے بھی کذا فی البحر اس واسطے  
ہا حاجت یا برداری بمنزلہ عیب حادث کے ہے کذا فی النہر رجوع بقصصاتہ الا فی ما استثنیٰ ومنہ ما لو اشتراہ تولیۃ او خاٹ لطفہ زلیعی او منی بہ  
بائع جو ہرے یعنی اگر مشتری کے پاس دوسرا عیب بغیر فعل البائع پیدا ہوا ہو تو مشتری بقدر نقصان عیب قدیم ثمن پھیرے مگر ان مسائل میں رجوع  
میں جن کا استثناء ہو گیا چنانچہ وہ مسائل سب سے اول مذکور ہو چکے بزائریہ سے اور از انجملہ یہ ہے کہ اگر مشتری نے بیع کو بطور تولیت خرید کیا یا اس کو  
فعل غیر کے واسطے قطع کیا اور سیا کذا فی الزلیعی یا بائع ناقص پھیر لینے پر راضی ہو گیا کذا فی الجوزہ م رجوع نقصان کا یہ طریقہ ہے کہ اول بیع کی

قیمت بلا عیب کی جائے پھر عیب کے ساتھ کی جائے یعنی عیب قدیم کے ساتھ اور دونوں قیمتوں میں تفاوت دیکھا جائے اگر تفاوت عشر قیمت ہو تو ثمن سے دسواں حصہ پھیرے اور اگر اس سے کم زیادہ ہو تو ویسا ہی کرے مثلاً اگر دس درم کو خرید کیا ہو اور قیمت اس کی سو درم ہو اور عیب نے دسواں حصہ کم کر دیا تو ثمن کا دسواں حصہ پھیرے یعنی ایک درم اور اگر ثمن دو سو ہو اور قیمت ایک سو اور نقصان عیب عشر ہو تو بیس درم پھیرے و علیٰ ہذا القیاس کذا فی النہر الفائق مسئلہ اخیرہ کے ذکر کرنے کی کچھ حاجت نہ تھی کہ بعد اس کے ثمن میں موجود ہے و جب عدم رجوع بیع التولید کی یہ ہے کہ اگر چیز بطور تولیت کے خریدی اور مشتری کے پاس اس میں دوسرا عیب پیدا ہوا اور اس میں ایک قدیم موجود تھا تو اس میں نہ رجوع جائز ہے نہ بدوں رضامندی یا بائع کے رد کرنا کیونکہ اگر رجوع کرے تو ثمن ثانی ثمن اول سے کم ہو اور مقتضائے تولیت یہ ہے کہ برابر ہو اور قطع اور خیاطت طفل کے واسطے تملیک ہے اور بیع میں باپ اس کا نائب ہے تو اگر باپ بیع مقطوع محیط کے عیب قدیم پر مطلع ہو تو اب بقدر حصہ نقصان رجوع نہیں کر سکتا اس واسطے کہ وہ عیب بائع کا عیب ہے اور مشتری کے پاس دوسرا عیب پیدا ہوا بلا فعل بائع تو مشتری مختار ہے چاہے عیب قدیم کے حصے کے موافق ثمن پھیرے چاہے بیع پھیرے بشرط رضائے بائع کے رضائے بائع اس واسطے شرط ہوئی کہ پھیر دینے میں ضرر ہے بائع کا اس واسطے کہ جب بیع اس کے ملک سے خارج ہوتی تھی تو عیب حادث سے سالم تھی لہذا رجوع بالنقصان متبعی ہوا مگر در صورت رضائے بائع مشتری مختار ہے پھیر دینے میں یا رکھ لینے میں بلا رجوع نقصان کذا فی الحلبی الامان عیب از زیادة کان مشتری ثوبا فقط علی عیب قدیم رجوع یہ اسے بقصانہ لتعذر الرد بالقطع بشرط رضائے بائع پھیر دینا جائز ہے مگر بسبب عیب کے جو مانع ہے رد کا بسبب زیادات مانع کے پھیرنا جائز نہیں چنانچہ ایک کپڑا خرید کیا پھر اس کو قطع کیا پھر مشتری اس کے عیب قدیم پر مطلع ہوا تو بقدر نقصان ثمن پھیر لے اس حالت میں پھیر نہیں سکتا بسبب متعذر ہونے رد کے قطع کرنے سے یہ مثال ہے عیب مانع کی اور زیادتی کی مثال دوخت اور زنگت وغیرہ میں آوے گی فان قبلہ البائع کذلک لذلک لانه اسقط حقہ پھر اگر بائع نے پھاڑا ہوا کپڑا قبول کر لیا تو اس کو جائز ہے اس واسطے کہ اس نے اپنا حق ساقط کر دیا و لو ان مشتری بعیر افخرہ فوبہ معاہدہ فاسد الا یرجع لافساد مالیتہ اور اگر اونٹ خرید کیا پھر اس کو حلال کیا اور اس کی انترٹیوں کو سڑا گلا پایا تو رجوع نقصان جائز نہیں بسبب بگاڑ دینے بائع کی مالیت کے یعنی حلال کرنے سے مالیت فاسد ہو گئی کہ گوشت لائق گندگی کے ہو گیا بخلاف قطع ٹوب کے کہ اس میں فساد مالیت نہیں لہذا اس میں رجوع درست ہوا نہ اس میں کما لایرجع لو باع المشتري الثوب كله او بعضه او و بہ بعد القطع لجاز ردہ مقطوعا لا محیطا کما افادہ بقولہ چنانچہ رجوع نہیں کر سکتا اگر مشتری نے سب یا کھوڑا کپڑا بیع کیا یا بہرہ کیا بعد قطع کے بسبب جائز ہونے پھیر دینے بیع کے کاٹ کر نہ ہی کر چنانچہ اس کو مصنف نے اپنے آئندہ قول میں بیان کیا فلو قطعها مشتری و خا طہ او صبغہ یا ی صبغ کان عینی اولت السو لوق بسمن او خیر الدقیق او غرس او بی تم اطلع علی عیب رجوع بقصانہ لامتناع الرد بسبب الزیادة بحق الشرع لحصول الردوا حتی لو ترا ضیا علی الرد لا یقضي القاضي بہ در را بن کمال پھر اگر کپڑے کو مشتری نے قطع کیا اور سیا یا اس کو کسی رنگ سے رنگین کیا کذا فی العینی یا ستو گھی میں ملائے یا آٹے کی روٹی پکائی یا زمین میں درخت لگایا یا عمارت بنائی پھر مشتری اس کپڑے کے عیب قدیم پر مطلع ہوا تو بقدر نقصان ثمن سے پھیر لے جو اسے امتناع پھیر دینے کے بسبب زیادہ ہو جانے بیع کے اور یہ امتناع رد جو اسے حق شرع کے ہے بسبب حاصل ہونے رد کے یہاں تک کہ اگر بائع اور مشتری دونوں رد بیع پر راضی ہو جاویں تو حاکم اس پر حکم نہ کرے کذا فی الدرر ابن کمال ہم زیادتی بیع میں امتناع رد اس واسطے ہوا کہ اصل بیع میں بلا زیادت فسخ نہیں ہو سکتا کیونکہ زیادتی جدا نہیں ہو سکتی اور بیع زیادتی فسخ کی کوئی وجہ نہیں تو بہر صورت فسخ ممتنع ہوا شارح کو مناسب تھا کہ یوں کہتا حصول شہتہ الردوا اس واسطے کہ حرمت ردوا اس قدر اور حدیث سے

لہ بسبب حاصل ہونے شہتہ ردوا کے ۱۲

ہوتی ہے سو یہاں دونوں منقودہ میں کذا فی الخطاوی کما یرجع لو باعہ اے المتنع رہے فی ہذہ الصورۃ بعد رویت العیب قبل الرضا بہ صریحا اور دلالت پہنچا نہ مشتری رجوع بقدر نقصان کرتا ہے اگر بیع ممنوع ارد کو بیچا اس صورت مذکورہ میں عیب دیکھنے کے بعد قبل اس کے ساتھ راضی ہونے کے بطور صراحت یا دلالت کے ہم یعنی اگر اول رضا مندی ثابت ہوگی تو بیع سے رجوع نقصان نہ ہوگا رضا بطریق دلالت اس طرح ہے کہ بیع کو باطل یا کوپ میں استعمال کرے امتناع رد کی قید سے شارح نے اشارہ کیا کہ امتناع سابق ہے بیع پر تو بیع کو امتناع میں کچھ تاثر نہیں تو مشتری بیع سے طالبین بیع کا نہ پھیرا ہذا رجوع نقصان میں اس کو اختیار ہوگا کذا فی الخطاوی اور مات العبد المراد ہلاک البیع عند مشتری او اعتقاد بوجہ او استولوا و وقت قبل علمہ بعیبہ یا غلام مر گیا موت عید سے ہلاک بیع مراد ہے مشتری کے پاس خواہ بیع آدمی ہو یا غیر اس کا یا غلام کو مشتری نے آزاد کر دیا یا مدبر کیا یا لوندی کو حرم بنا لیا بیع کو وقف کیا اس کے عیب دریافت ہونے سے پہلے او کان البیع طعاما فاکلہ کلہ ولو بعثہ او اطعمہ عبدا او مدبرہ او ام ولدہ او لبس الثوب حتی یتخرق فان یرجع بالنقصان استحسانا عندہما و علیہ الفتوی بجزو عنہما یرد ما بقی و یرجع بنقصان ما اکل و علیہ الفتوی اختیار و قہستانی یا بیع طعام تھا سو مشتری نے اس کو سب یا تھوڑا کھایا یا اپنے غلام یا مدبر یا ام ولد کو کھلایا یا کپڑا پہنایا یہاں تک کہ پھٹ گیا تو بقدر نقصان من پھیر لے گا صاحبین کے نزدیک بدلیل استحسان اور اسی قول پر فتویٰ ہے کذا فی البحر اور صاحبین سے دوسری روایت یہ ہے کہ باقی کو پھیر دے اور جس قدر کھانا کھایا ہے اس کے نقصان کو پھیر لے اور اسی قول پر فتویٰ ہے کذا فی الاختیار و القہستانی ہم جیسے اعتقاد اور تفسیر اور استیلاء اور وقت میں شرط ہے کہ یہ افعال قبل علم بالعیب ہوں ویسے ہی اکل طعام اور لبس ثوب میں بھی شرط ہے کہ قبل علم بالعیب ہوں چنانچہ ہمارے سے معلوم ہوتا ہے تو شارح کو مناسب تھا کہ قید مذکور لبس ثوب کے بعد مذکور کرتا تا مسائل عشرہ کو شامل ہوتا اور صاحبین کے قول پر فتویٰ فقط اکل طعام میں ہے اور شارح کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ جمیع مسائل یا مسئلہ اخیرہ میں فتویٰ ہے اور صاحبین کے قول کو بجز الرائق میں استحسان کہا ہے اور ہذا اور عنایہ اور فتح القدیر اور شرح زبیری میں یوں مصرح ہے کہ استحسان عدم رجوع ہے اور یہی قول ہے امام اعظم کا کذا فی الحلی ولو کان فی دعائین فدر الباقی بحسبہ من الثمن اتفاقا ابن کمال وابن ملک و سببی و قلت فعلی مافی الاختیار و القہستانی تیزج القیاس فقنہ اور اگر طعام دو برتنوں میں ہو تو مشتری کو باقی طعام کا پھیر دینا اس کے عیب کے موافق کم ثمن کر کے باتفاق امام اور صاحبین کے درست ہے کہ تصریح ابن کمال فی الصلاح و ابن ملک اور یہ مسئلہ اسی باب میں آئے گا میں کہتا ہوں بموجب اختیار اور قہستانی کی عبارت کے قیاس رابع ہو گیا سو خبر دار ہو جاؤ قیاس یعنی رجوع نقصان ہی قول صاحبین کا ہے یہاں شارح کا بیان ہدایہ اور عنایہ اور فتح القدیر اور شرح زبیری کے موافق ہو گیا کہ قول صاحبین قیاس ہے نہ استحسان کذا فی الحلی ولو احتضنہ علی مال او کاتبہ او قتلہ او ابق او اطعمہ طفلا او امراتہ او مکاتبہ او صیغہ مجتبیٰ بعد اطلاعہ علی العیب کذا ذکرہ المصنف تبعاً للعینی فی الرمز لکن ذکر فی الجمع فی البیع قبل الرویہ و اقربہ شرارہ حتی العینی فیغید البعدیہ بالاولیۃ فقنہ لایرجع لینی لا امتناع الرد و بعد اور اگر مشتری نے غلام کو بچوں مال کے آزاد کیا یا اس کو مکاتب کیا یا مار ڈالا یا وہ بھاگ گیا یا کھانا اپنے طفل یا زوجہ یا مکاتب یا اپنے مہمان کو کھلایا کذا فی الحلی بعد مطلع ہونے مشتری کے عیب پر ایسا ذکر کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں تابع ہو کر عینی کا رمز الحقائق شرح کنز الدقائق میں لیکن جمع میں جمیع مسائل میں قبل رویت کو ذکر کیا ہے اور اس کے شارحین نے اس قید کو مسلم رکھا ہے یہاں تک کہ عینی نے بھی شرح جمع میں تو کلام عینی میں بعدیت اولی ہونے کے مفید ہوئی خبر دار رہنا تو مسائل مذکورہ مشتری کچھ بھی رجوع نہیں کر سکتا بسبب متنع ہونے رد کے اس کے فعل سے ہم عینی کے کلام میں تناقض ہے شرح کنز میں بعدیت مذکور ہے اور شرح جمع میں قبل رویت عینی نے کہا روایت جمع ہی تھی ہے والا ان مسائل میں یعنی اعتقاد بالمال سے انویک اور مسائل سابقہ میں یعنی بیع اور موت اور اعتقاد اور تدبیر میں کچھ فرق نہیں رہتا والا اصل ان کل موضع للبیع انہذہ صیغہ لایرجع باحسان

عن ملکہ والارجح اختیار اور قاعدہ کلیہ ان مسائل میں یہ ہے کہ جہاں کہیں بائع کو بیع کا باعیب لینا درست ہے تو وہاں مشتری ثمن بقدر نقصان پھیر لے نہیں سکتا بسبب اخراج بیع کے اپنی ملک سے والا پھیر سکتا ہے کذا فی الاختیار بم بحر الرائق میں ہے کہ اس قسم کے مسائل میں اصل یہ ہے کہ جب رد بیع ممتنع ہو مشتری کے فعل مضمون سے چنانچہ قتل اور تملیک غیر تو رجوع بالنقصان ممتنع ہے اور جب ممتنع ہو بلا جہت مشتری یا مشتری کی جہت سے مگر بفعل غیر مضمون چنانچہ ہلاک ہونا آفت آسمانی سے یا بیع کا کم ہو جانا یا زیادہ ہو جانا اس طرح پر کہ مانع رد ہو یا اعتناق اور تدبیر اور استیلاء تو رجوع بالنقصان ممتنع نہیں کذا فی الطحاوی وفيہ الفتوی علی قولہما فی الاکل و اقرہ الفہستانی اور اختیار میں ہے کہ فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے اکل طعام میں اور ثابت رکھا ہے اس کو فہستانی نے م ذکر فتویٰ عنقریب مذکور ہو چکا تو مکرر ہو گیا مشتری نحو بین و بیع کجوز و قشاء فکسرہ فوجده فاسد یشفع بہ ولو علف اللد و اب فہ ان لم یتناول منه شیئا بعد علمه لعیبہ نقصانہ خرید کی انڈے اور خر بوزے کے مانند کوئی چیز جیسے خر وٹ یا لکڑی کھیرا پھر اس کو توڑا تو ایسا بگڑا پایا جو لائق انتفاع ہے اگرچہ جانوروں کا پارہ ہو سکے تو اس کو بقدر نقصان ثمن پھیر لینا جائز ہے اگر اس میں سے بعد عیب دریافت ہونے کے کچھ نہ کھایا ہو یعنی بعد چکھ لینے کے کچھ پھیر لینا درست نہیں کذا فی النہر الا اذا رضی البائع بہ مگر جب کہ بائع اس کے پھیر لینے پر راضی ہو تو رجوع نقصان جائز نہیں ولو علم بعیبہ قبل کسرہ فہ ردہ اور اگر مشتری اس کا عیب جان گیا قبل اس کے توڑنے کے تو اس کو پھیر دینا جائز ہے وان لم یشفع بہ اصلا فہ کل الثمن لبطان البیع اور اگر لائق انتفاع نہ ہو اس طرح پر کہ انڈا گندا ہو یا لکڑی کڑوی ہو یا خر وٹ خالی بے مغز ہو تو کل ثمن مشتری کا ہے بسبب باطل ہونے بیع کے اس واسطے کہ توڑنے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ مال نہیں کذا فی النہر ولو کان اکثرہ فاسدا جاز بجمتہ عند ہما نہر اور اگر اکثر انڈوں اور خر بوزوں کو فاسد پایا اور کمتر کو صحیح تو بقدر صحیح بیع جائز ہے صاحبین کے نزدیک کذا فی النہر ہم نہایت میں ہے کہ صاحبین کا قول اصح ہے قلیل وہ ہے جس سے خر وٹ خالی نہ ہوتے ہوں عادت میں چنانچہ سو میں ایک اور دو تو ایک دس میں کثیر ہے چنانچہ قنینہ میں مہرح ہے اور شخصی نے کہا کہ تین عصفو ہیں یعنی سو میں کذا فی النہر الفائق و فی المجتبى لو کان سمس ذابا فاکلہ ثم اقر بالعدہ بوقوع فارة فیہ رجح بقصان العیب عند ہما وہ لفتی اور مجتبى میں ہے کہ اگر گھی گھلا ہو اور اس کو مشتری نے کھایا پھر اس کے بائع نے اس میں پوہے گئے کا اقرار کیا تو مشتری نقصان عیب کو پھیر لے صاحبین کے نزدیک اور اسی کا فتویٰ ہے یعنی ظاہر گھی کی قیمت کی جگہ پھر نجس گھی کی جو اس نجاست سے نجس ہو گیا ہو پھر قدر تفاوت کو بائع سے پھیر لے کذا فی الطحاوی و باع ما اشتراه فرد المشتري علیہ لعیب ردہ علی بالعدہ لورد علیہ بقصانہ فسخ ما لم یحدث بعیب آخر عدہ فانہ رجح بالنقصان مثلاً زید نے بیچا اس کو جس کو خرید کیا تھا خالد سے سو مشتری ثانی نے وہ چیز زید کو پھیر دی بسبب عیب کے تو زید اس کے بائع کو یعنی خالد کو پھیر دے اگر رد بیع بحکم قاضی ہوا ہو اس واسطے کہ رد بحکم قاضی فسخ ہے اصل بیع کا تا وقتیکہ مشتری ثانی کے پاس دوسرا عیب سوائے عیب قدیم کے نہ پیدا ہو گیا ہو تو اب مشتری ثانی نقصان پھیرنے کا ہم مشتری ثانی کے رد بیع کی اس واسطے قید لگائی کہ اگر بیع کی پھر مشتری عیب قدیم پر مطلع ہوا اور دوسرا عیب اس کے پاس پیدا ہوا اور اس نے عیب قدیم کا نقصان پھیر لیا تو امام کے نزدیک بائع اس کے بائع سے یعنی مشتری اول بائع سے عیب قدیم کا نقصان نہیں پھیر سکتا ہے اور صاحبین کے نزدیک پھیر سکتا ہے کذا فی الطحاوی عن البحر و ہذا الو بعد قبضہ فلو قبلہ ردہ مطلقا فی غیر العقار کا رد بخیار رویتہ او شرط در اور یہ یعنی رد بیع کے واسطے حکم ثانی کا شرط ہونا اس وقت ہے جب کہ مشتری ثانی کے قبض کے بعد ہوا ہو اگر مشتری ثانی نے بیع کو قبل قبض کرنے کے پھیر دیا تو مطلقا خواہ بقصا ہو یا برضا پھیر سکتا ہے غیر ارضی میں مانند رد بخیار رویتہ اور بخیار الشرط کے کذا فی الدرر

م یعنی اگر مشتری ثانی نے خيار الرویۃ یا خيار الشرط میں ردیع کی تو مشتری اول کو بھی پھیر دینا اس کے بائع پر مطلقاً جائز ہے خواہ بفقضا ہو یا برضا تو یہ تشبیہ ہے رد مطلق میں اور ادا یعنی کو اس واسطے استثنائیکہ اس میں مشتری اول بائع پر رد نہیں کر سکتا بدوں حکم قاضی کذا فی الطحاوی و ہذا اذا باع قبل اطلاق علی العیب فلو بعدہ فلا رد مطلقاً بجز اور یہ یعنی جو از رد اس وقت ہے جب کہ مشتری اول نے اس کو بیچا ہو عیب پر مطلع ہونے سے پہلے سو اگر بعد اطلاق کے بیع کی تو مطلقاً رد جائز نہیں کذا فی البیوع اگرچہ حکم قاضی ہو اس واسطے کہ بیع کرنا بعد اطلاق عیب دلیل ہے رضامندی کی و ہذا فی غیر التقنین لعدم تعیینہما فلا رد مطلقاً شرح صحیح اور یہ یعنی تفصیل مذکور ردیع میں باعتبار قضا اور رضا کے نقدین کے غیر میں ہے بسبب نہ متعین ہونے نقدین کے بیع میں تو نقدین میں مطلقاً ردیع جائز ہے کذا فی شرح الجمع بحر الرائق میں ہے کہ بیع میں عین ہونے کی قید گائی تا صرف سے استراذ ہو جاوے اس واسطے کہ اس میں ردیع منسوخ ہے بلافرق قضا و رضا اس واسطے کہ دینار متعین نہیں عقود میں تو جب کہ دینار ردیم سے مول لے پھر دینار دوسرے کے ہاتھ بیچے پھر مشتری ثانی نے دینار میں عیب پایا اور اس کو پھیر دیا تو مشتری اول بائع کو پھیر دے کذا فی الطحاوی و لورده برضاہ بلا قضاء لا وان لم یحدث مثلاً فی الاصح لان اقالہ اور اگر مشتری ثانی نے بیع کو مشتری اول کی رضامندی سے پھیر دیا بلا حکم قاضی تو مشتری اول اس کو بائع پر نہیں پھیر سکتا اگرچہ وہ ایسا عیب ہو جس کا مثل نہ پیدا ہوتا ہو قول اصح میں اس واسطے کہ وہ اقالہ ہے اور وہ بیع جدید ہے ثالث یعنی بائع کے حق میں کذا فی النہم اور قول غیر اصح یہ ہے کہ جو عیب حادث نہ ہو سکتا ہو چنانچہ زائد انگلی تو اس کو مشتری اول بائع پر پھیر سکتا ہے اس واسطے کہ بالیقین ثابت ہے کہ عیب بائع اول کے پاس موجود تھا کذا فی المنع ادعی علیہ موجباً لنسخ او حط ثمن بعد قبضہ المبیع لم یجر مشتری علی دفع الثمن للبائع بل یرہن مشتری لاثبات العیب او یحلف بالثمن علی تفرغ الثمن ان لم یکن شہود مشتری نے دعویٰ کیا اس عیب کا جو موجب نسخ بیع یا کم کرنے ثمن کا ہے بعد قبضہ کرنے بیع کے تو مشتری پر جبر نہ ہوگا بائع کو ثمن دینے پر بلکہ گواہ لاوے مشتری اثبات عیب کے یا بائع اس کا قسم کھاوے نفی عیب پر اور مشتری ثمن دے اگر گواہ نہ ہوں وان ادعی علیہ شہودہ دفع الثمن ان حلف بالثمن اور اگر مشتری نے اپنے گواہوں کی عدم حضوری کا دعویٰ کیا تو ثمن دینا چاہیے اگر بائع نے نفی عیب کی قسم کھائی ہو مگر مشتری اس کے بعد گواہ لاوے گا تو ثمن پھیر لیا جائے گا ولو قال احضرہم الی ثلثۃ ایام اجلہ اور اگر مشتری نے کہا کہ میں گواہ ہوں کو حاضر کرتا ہوں تین دن تک تو قاضی اس کو مہلت دے ولو قال لا یبیتہ لی فحلف ثم اتی بہا قبلت خلافا لہما فتح اور اگر مشتری نے کہا کہ میرے پاس گواہ نہیں اور قاضی نے بائع سے قسم لی پھر مشتری گواہ لایا تو شہادت مقبول ہوگی بخلاف صاحبین کے کذا فی الفتح ولزم العیب بنکولہ اے البائع عن الحلف اور عیب لازم ہوگا بائع کے قسم نہ کھانے سے اس واسطے کہ انکار قسم حجت ہے سوائے حدود کے کذا فی المنع ادعی مشتری ابا قاضی و نحوہ مما لشرط لردہ وجود العیب عند ما کبول و سرقہ و جنون لم یحلف بالثمن اذ انکر قیامہ للحال حتی یرہن مشتری ان قد ابق عندہ فان برہن حلف بالثمن عندہما بالثمن ما ابق و ما سرق و ما جن قط و فی البکیر بالثمن ما ابق مذبح مبلغ الرجال لا خلافاً صحیحاً و کبر مشتری نے غلام کے بھاگنے کا دعویٰ کیا اور بھاگنے کے مانند وہ عیب ہے جس کے پھیر دینے کے واسطے وجود عیب عاقدین کے پاس شرط ہے چنانچہ بول اور سرقہ اور جنون تو قسم نہ لی جائے گی اس کے بائع سے جب وہ اس عیب کے بالفعل موجود ہونے کا منکر ہوتا وقتیکہ مشتری گواہ لاوے اس پر کہ غلام بھاگ گیا مشتری کے پاس سے تو اگر یہ امر بگواہی ثابت کرے گا تو قاضی صاحبین کے نزدیک اس کے بائع سے یوں قسم لے گا کہ قسم خدا کی کہ وہ کبھی نہیں بھاگا اور نہ چوری کی اور نہ دیوانہ ہوا اور جو ان غلام میں یوں قسم کھائی کہ قسم خدا کی کہ وہ نہیں بھاگا جب سے کہ وہ جو ان مردوں کے برابر ہونچا بسبب مختلف ہونے گریختگی کے طفلی اور جوانی میں یعنی طفلی میں گریختگی عیب نہیں اور جوانی میں عیب ہے کما سابقاً اور اگر بائع نے قیام عیب فی الحال کا اقرار کیا تو اس سے سوال ہوگا



جو ما قبل قبض کا حکم ہے یعنی اگر ایک میں استحقاق یا عیب ثابت ہو تو مشتری مختار ہے وہ ہوا سے خیار العیب بعد روثۃ العیب علی التراخی علی المعتمد  
و ما فی الحاوی غریب جو اور وہ یعنی خیار العیب بعد دیکھنے عیب کے تراخی پر ہے یعنی فی الفور نہیں بنا بر قول معتمد کے اور وہ جو حاوی میں ہے سو غریب  
ہے یعنی قول ضیعت ہے کذا فی البصر حاوی میں ہے کہ اگر مشتری نے بعد عیب دیکھنے کے باوجود قدرت علی الرد کے رکھ لیا تو یہ رضامندی ہے اب  
اس کو پھیرنے کا اختیار نہیں کذا فی الخبی فلو خاصم ثم ترک ثم عاد و خاصم فله الرد ما لم یوجد مبطلاً کذلک الرضی فتح تو اگر مشتری نے بسبب عیب کے  
جھگڑا کیا پھر جھگڑا اچھوڑ دیا بعد مدت پھر آیا اور جھگڑا کیا تو اس کو پھیر دینے کا اختیار ہے تا وقتیکہ مبطلاً اختیار نہ پایا گیا ہو جیسا کہ دلیل رضامندی  
کی کذا فی الفتح و فی الخلاصۃ لو لم یجد البائع حتی ینک رجح بالنقصان اور خلاصہ میں ہے کہ اگر مشتری نے بعد اطلاع عیب کے بائع کو نہ پایا ہنگ  
بیع ہلاک ہوئی تو بقدر نقصان ثمن سے پھیرے واللبس و الركوب و المدادۃ لادب یعنی رضی بالعیب الذی یدایہ فقط ما لم یتقصّر جزئی  
اور پہننا اور سوار ہونا رضامندی ہے عیب کی اور بیع کی دوا کرنا اور بیع کو علاج میں صرف کرنا کذا فی العینی رضامندی ہے فقط اسی عیب  
کی جس کی دوا کی تا وقتیکہ دوا سے اس کو ناقص نہ کر دیا ہو کذا فی البرہندی ہم یعنی اگر بیع غلام ہے اور مشتری نے اس کے عیب کی دوا کی تو یہ رضامندی  
ہے کیونکہ یہ دلیل ہے اس کے رکھ لینے کی لیکن اگر غلام میں دو بیماریاں ہیں اور ایک بیماری کی اس نے دوا کی تو دوسری بیماری کے سبب  
سے اس کو پھیر دینے کا اختیار ہے بشرطیکہ دوا سے نقصان زیادہ نہ ہو گیا ہو چنانچہ غلام کے ہاتھ میں درد تھا اور اس کی دوا سے لاکھ  
اس کا شل ہو گیا یا آنکھ میں اس کی سفیدی تھی اور دوا کرنے سے آنکھ پھوٹ گئی تو اب دوسرے عیب کے سبب سے اس کو پھیر نہیں  
سکتا اس واسطے کہ مشتری کے پاس اس میں دوسرے نقصان پیدا ہو گیا کذا فی الطحاوی و کذا کل مفید رضی بعد العلم بالعیب ینع الرد و  
الارش اور اسی طرح ہر قول اور فعل جو مفید ہے رضامندی کا بعد دریافت کرنے عیب کے پھیر دینے کا اور بقدر نقصان ثمن پھیر لینے کا مانع  
ہے و منہ العرض علی البیع الا الدرہم اذا وجد زلوقاً فعرضها علی البیع فلیس برضی کعرض ثوب علی خیاط لینظر کیفیہ ام لا او عرضہ علی المقومین  
لیقوم اور منجملہ دلائل رضامندی پیش کرنا ہے بیع کے بیچنے کے واسطے سوائے درہم کے جب کہ ان کھوٹا پایا یا پھر ان کو بیع کے واسطے  
پیش کیا تو یہ پیش کرنا رضامندی نہیں چنانچہ کپڑا سامنے کرنا درزی کے تاکہ وہ دیکھے کہ اس کے قمیص وغیرہ کو کفایت کرتا ہے یا نہیں یا سلنے  
کرنا بیع کا قیمت والوں کے آگے تاکہ اس کی قیمت ٹھہرائی جاوے رضامندی نہیں اور منجملہ دلائل رضامندی اجارہ اور رہن اور کتابت  
ہے بعد اطلاع عیب کے اور صحیح یہ ہے کہ دوسری بار کا خدمت لینا رضامندی ہے نہ اول بار کا استخدا م کذا فی النہر و لو قال لا البائع اتبیع  
قال نعم بزم و لو قال لا لان نعم عرض علی البیع و لا تقر لک بزازیہ اور بائع نے مشتری سے کہا کیا تو اس کو بیچتا ہے اس نے کہا ہاں تو بیع  
لازم ہوگی اب خیار العیب سے نہیں پھیر سکتا اور اگر مشتری نے کہا کہ نہیں تو بیع لازم نہیں اس واسطے کہ ہاں کہنا بیع کے واسطے پیش کرنا  
ہے اور نہیں کہنا بائع کی ملک ثابت رکھنا ہے کذا فی البزازیہ یعنی یہ چیز میری مملوک نہیں اس واسطے کہ میں اس کو پھیر دوں گا بلکہ یہ تیری ملک  
ہے لایکون رضی الركوب للرد علی البائع او لشراء العلف لہما و للستقی و الحال ان المشتري لا بد منه اے الركوب لعجز او صعوبۃ رضامندی  
نہیں سوار ہونا بائع کو پھیر دینے کی واسطے یا جانور کے چارہ خریدنے کی واسطے یا اس کو پانی پلانے کی واسطے اور حالانکہ مشتری کو سواری کی ضرورت ہے بسبب اپنی  
عاجزی کے یا جانور کی سرکشی کے ہم یعنی مشتری نا توانی سے امور مذکورہ کے واسطے پیدل نہیں جاسکتا یا جانور سرکش ہے کہ بدون سوار ہونے  
کے نہیں ٹھہرتا تو ایسا سوار ہونا دلیل رضامندی کی نہیں تو معلوم ہوا کہ سواری بلا ضرورت رضامندی ہے و ہل ہو قید لاخیرین او للثمنۃ استظہر  
البرہندی الثانی و اعتمدہ المصنف تبعاً للرد و البور و الثمنی وغیرہم الاول اور کیا ضرورت سواری کی اخیر یعنی چارہ خرید کرنے اور پانی پلانے

کی قید ہے یا مینوں کی قید بر جندی نے ثانی کو قوی کہا ہے اور اسی پر مصنف نے اعتماد کیا ہے اپنی شرح میں درر اور بحر الرائق اور شمنی کا تابع ہو کر اور انکے غیر اور مصنفین نے اول کو قوی کہا ہے ہم مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں کہا لا بد لہ منہ قید ہے اخیرین کی اور اسی پر ہمارے استاد نے بحر الرائق میں اعتماد کیا ہے انتہی ادسول سے اخیرین مراد ہیں اور ثانی سے اموز ثلثہ اور اگر شارح بجائے اول ثانی کتا تو بہتر تھا یعنی تاکہ خلاف قبادر نہ ہوتا۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہاں دو قول ہیں ایک قول میں اطلاق ہے اور دوسرے میں تفصیل کذا فی الطحاوی ولو قال البائع رکبتہما لِحاجتک وقال المشتري لابل دانا القول للمشتري بحر اور بائع نے مشتری سے کہا کہ تو جانور پر سوار ہوا اپنے کام کے واسطے اور مشتری نے کہا نہیں بلکہ اس کے پھیر دینے کے واسطے تو مشتری کا قول معتبر ہے کذا فی البحر فی الفتح و بعد ہما عبدی فی السفر فحملہما فہو عذر اور فتح القدر میں ہے کہ جانور میں عیب پایا حالت سفر میں پھر اس پر بوجہ لاد تو یہ عذر ہے یعنی بعد سفر کے اس کو پھیر سکتا ہے طحاوی نے بزازیہ سے نقل کیا کہ بوجہ لاد نے سے پھیر نہیں سکتا ہے اگرچہ اسباب کے راہ میں ڈال دینے سے خوف تلف ہو جانے کا ہو اور قول ضعیف یہ ہے کہ پھیر سکتا ہے بقیاس اس کے چارہ لادنے کے انتہی تو معلوم ہوا کہ روایت فتح القدر کی ضعیف ہے اختلفا بعد التقابض فی عدد المبیع او احدہما متعدد لیتوزع الثمن علی تقدیر الرد او فی عدد المقبوض فا لقول للمشتري لانه قابض والقول للتقابض مطلقا قدر او وصفه او تعینہا تاکہ اختلاف کیا بائع اور مشتری نے بعد تقابض بدین کے بیع کے عدد میں کہ ایک ہے یا چند عدد تاکہ قیمت منقسم ہو جاوے پھیرنے کی صورت میں یا اختلاف کیا مقبوض کے شمار میں تو مشتری کا قول معتبر ہے اس واسطے کہ وہ قابض ہے اور قابض ہی کا قول لائق اعتبار ہے ہر طرح مقدار بیع میں یا اس کی صفت میں یا تعین میں ہم عدد مقبوض کے اختلاف کی یہ صورت ہے کہ دو غلام خریدے بائع نے مشتری سے کہا کہ تو نے دونوں غلاموں پر قبضہ کیا اور مشتری نے کہا کہ میں نے قبضہ نہیں کیا مگر ایک غلام پر فلوجاء لیردہ بخیار شرط اور روتہ فقال البائع لیس ہوا المبیع فالقول للمشتري فی تعینہ ولو جاء لیردہ بخیار عیب فالقول للبائع كما لو اختلفا فی طول المبیع وعرضہ فتح تو اگر مشتری آیا تا بیع کو پھیرے بسبب خیار الشرط کے یا خیار الریونہ کے اور بائع نے کہا کہ یہ وہ بیع نہیں تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اس کی تعین میں اور اگر آیا تا کہ اس کو پھیرے خیار العیب کے سبب تو بائع کا قول معتبر ہوگا چنانچہ اگر دونوں نے بیع کے طول اور عرض میں اختلاف کیا تو بائع کا قول معتبر ہے کذا فی الفتح ہم اختلاف طول اور عرض کا اختلاف صفت میں داخل ہے تو اس میں مشتری کا قول معتبر ہے چنانچہ نہ الفائق اور شرح حموی میں ہے ظہیر یہ سے خلافا للشارح کذا فی الطحاوی مشتری عبدین اے شینین یتفق باحد ہما و حدہ صفقہ واحده خرید کیے دو غلام یعنی وہ دو چیزیں بصفقہ واحده خریدیں کہ ان میں سے فقط ایک چیز سے انتفاع تصور ہے ہم شارح نے تصریح کر دی کہ ذکر دو غلاموں کا متن میں بطور مثال کے ہے نہ بطور قید کے اور اتحاد صفقہ کی یہ صورت ہے کہ دونوں کا متن جدا جدا مذکور نہیں کیا اور اگر جدا جدا ثمن ہر ایک چیز کا مذکور ہوگا تو مشتری کو عیب والی چیز کا پھیر دینا جائز ہے وقبض احد ہما و بعد ہما وبالآخر عبدالمحلم بہ الابد القبض اخذ ہما اور دہما اور دو چیزوں میں سے ایک پر قبضہ کیا اور اس میں یا دوسری چیز میں وہ عیب پایا جس کا مشتری کو علم نہ ہوا مگر قبضہ کرنے کے بعد تو دونوں کو لے یا دونوں کو پھیرے ہم یعنی فقط عیب والی چیز کو پھیرنا یا رکھ لینا اور بقدر نقصان ثمن کم کرنا جائز نہیں اس واسطے کہ اس میں تفریق صفقہ سے قبل تمام ہونے کے اس واسطے کہ تمامی قبضہ کرنے سے ہوتی ہے اور قبل قبض تفریق جائز نہیں ولقبضہما رد المبیع بجمہما و حدہ و حدہ و تفریق بعد التمام اور اگر دونوں چیزوں پر قبضہ کر لیا تو فقط عیب والی چیز کو پھیر دے بیع سالم کے حصے کے موافق ثمن لیکر بسبب جائز ہونے تفریق صفقہ کے بعد تمام ہو جانے قبضہ کے اس واسطے کہ خیار العیب میں صفقہ قبض سے تمام ہوتا ہے کذا فی الطحاوی عن البحر كما لو قبض کیلیا او زینا او زوجی خف ونحوہ کو زوجی ثور الف احد ہما بالآخر بیعت لا یعمل بہ و نہ دوید بجمہ عیبا فان لہ رد کلہ او اخذہ بیسبہ لانہ کشتی واحد و لونی و عا یمن



علی الاظہر عنایتہ وہو الاصح برہان چنانچہ اگر قبضہ کیا کیل چیز پر جیسے گیہوں اور جو یا وزنی چیز پر جیسے گھی اور زعفران یا قبضہ کیا موزے کی بوڑی پر  
 اور مانند اس کے جیسے بیوں کی ایسی بوڑی کہ ایک بیل دوسرے بیل سے ایسا لگ گیا ہے کہ کام نہیں کرتا بدون اس کے اور بعض کیل یا وزنی میں یا  
 ایک موزے یا ایک بیل میں عیب پایا تو مشتری کو جائز ہے کہ سب کو پھیر دے یا عیب دار کو بھی رکھے اس کے عیب کے ساتھ اس واسطے کہ اشیائے  
 مذکورہ شئی واحد کے مانند ہیں اگرچہ تول ناپ کی چیز دو برتنوں میں ہو بنا بر قول اظہر کے کذا فی الغنایۃ اور یہی صحیح تر ہے کذا فی البرہان مشتری بمارتہ  
 فوطہا او قبلہا او مسہا البشہوتہ ثم وجد بہا عیبا لم یردہا مطلقا ولو شیا خلافا للشافعی واحمد ولنا انہ استوفی ما ہا وہو جزؤا خرید کی لوٹدی  
 اور اس سے قربت کی یا بوسہ لیا یا اس کو مساس کیا شہوت سے پھر اس میں عیب پایا تو اس کو نہ پھیرے کسی طرح اگرچہ وہ بارہ نہ ہو بخلاف اہل شافعی  
 اور احمد کے اور ہماری یہ دلیل ہے کہ مشتری نے بسبب قربت کے اس کی منی نکالی اور منی اس کا جزو بدن ہے ہم یعنی اگر اب پھیر دے تو ایسا ہوگا کہ گویا  
 اس نے بعض بیع کو لیا اور باقی کو پھیر دیا کذا فی الطحاوی عن الشربلیہ اور تقیل اور مساس میں اگرچہ خروج منی نہ ہو لیکن چونکہ مقدمہ ہے وطی کا  
 لہذا حکم وطی میں ہے ولو الواطی زوجہا ان یشاہدہا والی بکر الابحار اور اگر قربت کرنے والا لوٹدی کا زوج ہے اگر وہ یشاہد ہے تو اس کو پھیر دے اور اگر بارہ ہے  
 تو نہ پھیرے کذا فی البحر و مرجع بالنقصان بالمتناع الرد یعنی اگر مشتری وطی کا عیب پاوے تو بقدر نقصان من پھیرے بسبب نہ جائز ہونے پھیر دینے کے  
 وفي المنظومۃ المحببۃ لشرط بکارتہا فہانت شیا فیرد ما بل یرجع بالبعین درہما نقصان ہذا العیب وفي الحاوی والملتقط الثبوتۃ لیست بعیب الا اذا  
 شرط البکارۃ فیرد بالعم المشروط اور منظومہ مجیبہ میں لگا کہ مشتری نے لوٹدی کی بکارت کی شرط کی پھر وہ یشاہد ظاہر ہوئی تو اس کو پھیر دے بلکہ چالیس دم  
 نقصان اس عیب کا پھیرے اور حاوی اور ملتقط میں ہے کہ یشاہد ہونا عیب نہیں مگر جب کہ بکارت شرط کی ہو تو اس کو پھیر دے اگر یشاہد ہو بسبب  
 نہ ہونے مشروط کے ہم منظومہ کی روایت میں مراد یہ ہے کہ اس کا یشاہد ظاہر ہونا مشتری کی وطی سے ہوگا ماقبل کے موافق ہو جاوے اور حاوی اور  
 ملتقط کی روایت اس پر محمول ہے کہ اس کا یشاہد ہونا بغیر وطی کے مشتری کو معلوم ہو جاوے تو اب دونوں روایتوں میں تعارض نہ رہا کذا فی الطحاوی الا  
 اذا قبلہا البائع لان الاتناع لمحقة فاذا رضی زال الاتناع ولعود الرد بالعیب القدم بعد زوال العیب الحادث لعود المنوع بزوال المناع  
 در فرید البیع مع النقصان علی اراخ نہر مگر جب کہ بعد وطی مشتری کے بائع نے اس لوٹدی قبول کر لیا تو پھیر دینا جائز ہے اس واسطے کہ اتناع  
 رد بسبب بائع کے حق کے تھا سو جب کہ وہ راضی ہو گیا تو اتناع زائل ہو گیا اور پھیر دینا چہر جائز ہو گیا بسبب عیب قدم کے بعد زائل ہونے  
 عیب حادث کے بوجہ... عود کرنے ممنوع کے بسبب زائل ہونے مانع کے کذا فی الدرر تو بیع کو اب پھیر دے نقصان کے ساتھ بنا بر قول راجع  
 کے کذا فی النہم نقصان کے ساتھ پھیر دے یعنی جب کہ پھیرنا ممنوع تھا اور مشتری نے بقدر نقصان قدم من پھیر لیا تھا اس قدر من کو بھی پھیرے  
 کذا فی الطحاوی و ظہر عیب بمشتری البائع الغائب وابتدئ عند القاضی فوضعه عند عدل فافانک ہلک من المشتري الا اذا قضی القاضی  
 بالرد علی بائع لان القضاء علی الغائب بلا خصم نیفذ علی الاظہر درر ظاہر ہوا عیب اس چیز میں جو خریدی ہوئی تھی بائع غائب سے اور مشتری نے  
 عیب کو ثابت کیا قاضی کے پاس سو قاضی نے بیع کو شخص معتمد کے پاس رکھوایا تو اگر وہ چیز ہلاک ہوگی تو مشتری کا مال ہلاک ہوگا نہ بائع کا  
 مگر جبکہ قاضی اسے بائع کو پھیر دینے کا حکم دے تو ان کا مال ہلاک کا واسطے کہ قضا علی الغائب بلا حضور نافذ ہوتا ہے بنا بر قول اظہر کے کذا فی النہم نفاذ قضاء علی الغائب میں دو روایتیں ہیں کتاب المفقود  
 میں نفاذ کی روایت کی تصحیح ہے اور کتاب الفضا میں عدم نفاذ کی روایت کی تصحیح ہے شرح جموی میں ہے کہ ظاہر کلام فقہاء اس پر دلالت کرتا ہے  
 کہ قاضی قاضی مجتہد یا قاضی غیر حنفی مذہب مراد ہے جس کے مذہب میں قضا علی الغائب جائز ہے اور حنفی مذہب قضا علی الغائب کیونکہ اپنی  
 رائے پر قرار دے سکے حالانکہ اس کے واسطے کوئی رائے نہیں بوجہ رکھنے کے اپنے امام کے مذہب پر کذا فی الطحاوی ملخصا

قتل العبد المقبوض او قطع لسبب کان عند البائع كتم او ردة او مرقه. رد المقتوع او امسكه ورجع بنصف ثمنه معج واخذ ثمنها اے ثمن المقتوع والمقتول مارا گیا غلام مقبوض مشتری کا یا اس کا ہاتھ کاٹا گیا اس سبب سے جو واقع ہوا تھا بائع کے پاس جیسے قتل یا از رو یا مرقہ غلام کا تو مشتری غلام مقبوع کو پھیر دے اور دونوں کا ثمن پھیر لے یعنی مقبوع اور مقتول کا ثمن یا مقبوع کو رکھ لے اور اس کا نصف ثمن بائع سے پھیر لے کذا فی الجمع م اور اگر غلام نے بائع اور مشتری دونوں کے پاس چوری کی اور مشتری کے پاس اس کا ہاتھ کاٹا گیا تو صاحبین کے نزدیک بقدر نقصان ثمن پھیر لے اور امام اعظم کے نزدیک ربع ثمن پھیر لے اور اگر بائع اس کا پھیر لینا قبول کرے تو پون ثمن پھیر لے کذا فی الطحاوی عن ابی حنبلہ و ابو ذر اللیثی فقطع عند الاخیر او قتل ربح الباعۃ بعضهم علی بعض وان علموا بذلك لكونه کالاتحقاق لا کالعیب خلافا لهما اور اگر اس کی بیعت چنانچہ دست بدست ہوئی پھر اخیر مشتری کے پاس اس کا ہاتھ کاٹا گیا وہ مقتول ہوا تو بعض بائعین بعض سے رجوع کریں یعنی ایک بائع دوسرے بائع سے ثمن پھیر لے اگرچہ ان کو اس قطع یا قتل کا سبب معلوم ہو بسبب ہونے اس قطع یا قتل کے مانند استحقاق کے نہ مانند عیب کے بخلاف صاحبین کے م یعنی جیسے علم بالاستحقاق مانع رجوع نہیں ویسے ہی اس کا علم بھی مانع رجوع نہیں اور صاحبین کے نزدیک مشتری اخیر اپنے بائع سے ثمن پھیر لے اور وہ اپنے بائع سے نہ پھیرے اس واسطے کہ وہ بمنزلہ عیب کے ہے کذا فی الطحاوی و صحیح البیہق بشرط البراءة من کل عیب وان لم یسم خلافا للشافعی لان البراءة عن الحقوق المجهولة لا یصح عنده و یصح عندنا لعدم انقضاء الی المنازعة ویدخل فیہ الموجود والحادث بعد العقد قبل القبض فلا یرده لعیب اور صحیح ہے بیع بشرط بری الذمہ ہونے کے ہر عیب سے اگرچہ بائع نے عیب کو معین نہ مذکور کیا ہو بخلاف امام شافعی کے واسطے کہ بری الذمہ ہونا حقوق مجہولہ سے ان کے نزدیک صحیح نہیں اور ہمارے نزدیک صحیح ہے اس واسطے کہ عدم تعیین برات میں منازعت کو نہیں پہنچاتا اولہ اس شرط میں داخل ہے وہ عیب موجود ہے قبل عقد کے اور جو پیدا ہو بعد عقد قبل قبض کے تو اب مشتری بیع کو پھیر نہیں سکتا م برات عیب کی یہ صورت ہے کہ بائع نے مشتری سے کہا کہ میں نے یہ غلام تیرے ہاتھ بیچا اس شرط پر کہ میں بری الذمہ ہوں ہر عیب سے کذا فی النہر تو اب مشتری کسی عیب قدیم یا حادث سے اس کو پھیر نہیں سکتا اس واسطے کہ غرض اس شرط سے یہ ہے کہ عقد لازم ہو جائے اور مشتری کا حق در باب سلامت عیوب ساقط ہو اور یہ حاصل نہیں ہونا مگر عیب قدیم اور حادث کی برات سے خواہ بائع عیب کا عالم ہو یا نہ ہو اور مشتری اس سے واقف ہو یا نہ ہو اس کی طرف اشارہ کیا ہو یا نہ کیا ہو وخصہ محمد و مالک بالموجود کقولہ من کل عیب بر اور محمد اور امام مالک نے برات کو عیب موجود کے ساتھ مخصوص کیا ہے نہ عیب حادث کے ساتھ چنانچہ یوں کہنا بائع کا کہ میں بری الذمہ ہوں اس کے ہر عیب سے عیب موجود کے ساتھ بالاتفاق مخصوص ہے تو اس میں عیب حادث بالاجماع داخل نہیں کذا فی البحر یعنی اگر بعد عقد قبل قبض عیب پیدا ہو گا تو اس صورت میں مشتری پھیر سکتا ہے ولو قال مما یحدث صح عند الثانی وفسد عند الثالث نہر اور اگر بائع نے کہا کہ میں بری الذمہ ہوں اس عیب سے جو پیدا ہو تو صحیح ہے ابو یوسف کے نزدیک اور فاسد ہے بیع محمد کے نزدیک کذا فی النہر اس واسطے کہ ابراہیم مثل اضافت کا نہیں تو یہ بشرط فاسد ہوئی اور ابو یوسف کی یہ دلیل ہے کہ غرض اس سے ایجاد بیع ہے اس طرح پر کہ استحقاق سلامت عیوب اس میں نہ ہے کذا فی الحلبي ابراه من کل داء فهو علی المرض وقيل علی ما فی الباطن واعتمده النصف تبعاً للاختیار والجوهرة لانه المعروف في العادة وما سواه في العرف مرض بائع نے ابراہیم ہر داء سے تو وہ مرض پر محمول ہے اور بعضوں نے کہا کہ باطن کے مرض پر محمول ہے اور اسی قول ثانی پر مصنف نے اعتماد کیا ہے اختیار اور جوہرہ کا تابع ہو کر اس واسطے کہ لفظ داء عادت میں مرض باطنی میں مشہور ہے اور سوائے بیماری باطن کے عرف میں مرض مشہور ہے ہم مذہب مشہور ہی ہے کہ داء مطلق مرض ہے اس واسطے کہ لغت میں ظاہر اور باطن دونوں کو داء کہتے ہیں لیکن عرف میں پیٹ کی بیماری کو داء بولتے ہیں چنانچہ تمی یا فساد حین کی بیماری کذا فی المنع ولو ابراه من کل غائبة فی السرقة والایاق والزنا اور اگر

بائع نے ابراہیم ہر غائلہ سے تو غائلہ سے مراد سرقہ اور گریختگی اور زنا ہے ہم ہر چند لغت میں فائدہ معنی شر اور بدی ہے لیکن یہ تخصیص عرفی اس واسطے ہے کہ مدار  
احکام عرف ہے مشتری عبد اقبال لمن ساء ما یابہ اشتہر فلا عیب یہ فلم تیفق بینہما البیع فوجد مشتری یہ یہ عیباً فله ردہ علی بالعد بشرط  
ولا یتع من الرد علی اقرارہ السابق بعد العیب لانه مجاز عن الترویج خرید کیا غلام کو پھر مشتری نے اس سے کہا جو اس خریداری کی گفتگو کرتا تھا کہ تو  
اس غلام کو خرید کر اس میں کوئی عیب نہیں پھر دونوں بیع کا اتفاق نہ ہوا پھر مشتری نے اس غلام میں عیب پایا تو اس کو پھر دینے کا اختیار ہے  
اس کے بائع کو رد بیع کی شرط کے موافق اور پھر دینے کا مانع نہ ہوگا اس کا اگلا اقرار عدم عیب کا اس واسطے کہ وہ مجاز ہے ترویج سے ہم یعنی آدمی عیب  
سے کمتر خالی ہوتا ہے تو قاضی یقین کرے گا کہ لفظی کرنا مطلق عیب کا ظاہر مراد نہیں لہذا اس کا کلام ترویج مال پر محمول ہوگا چنانچہ مولیٰ کا کہنا اپنی لونڈی سے  
یا زانیہ مجبورہ عیب کا اقرار نہیں بلکہ شتم پر محمول ہے اور رد بیع کی شرط گواہ بین یا اقرار بائع کا یا انکار قسم کذافی الطحاوی ولو عینہ اے العیب فقال لا عورہ  
اولا مثل لا یردہ لاماطۃ العلم بہ الا ان یحدث مثلاً کلا اصبح بہ زائدہ تم دیکھنا فله ردہ للیقین بکذبہ اور اگر مشتری مذکور نے عیب کا نام لیا اور یوں کہا  
اس شخص سے جو خریداری ظاہر کرتا ہے کہ اس غلام میں عیب یک چشمی یا بیکاری دست نہیں اور اس نے خرید کر لیا اور پھر یہی عیب اس میں ظاہر ہوا تو  
مشتری اس کو پھر نہیں سکتا بسبب دریافت ہونے اس عیب کے بخوبی تمام مگر یہ کہ ایسا عیب ہو کہ ویسا پیدا نہیں ہو جاتا دفعاً جیسے بائع کا یوں  
کہنا کہ اس کی زائد انگلی نہیں پھر مشتری نے زائد انگلی اس میں پائی تو اس کو اس صورت میں پھر دینا جائز ہے باوجود لفظی عیب مذکور بسبب یقین ہوجانے  
اس کے جھوٹ کے قال لاخر عبدی ہذا البی فاشترہ منی فاشترہ و بیع من آخر فوجدہ مشتری الثانی ابقال لیردہ بما سبق من اقرار البائع  
الاول ما لم یر بہن انہ ابق عنہ لان اقرار البائع الاول لیس بحجتہ علی البائع الثانی الوجود منہ السکوت کہ دوسرے سے کہ میرا یہ غلام بھگوڑا ہے تو  
اس کو مجھ سے خرید کیلئے سو اس نے اس کو مول لیا اور دوسرے شخص کے ہاتھ بیچا پھر مشتری ثانی نے اس کو بھگوڑا پایا تو مشتری ثانی اس کو پھر نہیں  
سکتا بائع اول کے اگلے اقرار سے تا وقتیکہ گواہوں سے ثابت نہ کرے کہ وہ اس کے پاس سے بھاگا اس واسطے کہ بائع اول کا اقرار حجت نہیں  
بائع ثانی پر جس سے سکوت حاصل ہے اور بائع ثانی کا سکوت بائع اول کے اقرار کا مصداق نہیں ہو سکتا کذافی الطحاوی مشتری جاریتہ لہا  
لبین فارضعت صبیا لہ تم وجدہا عیبا کان لہ ان یردہ لانہ استخدام خرید کی شیردار لونڈی سو اس نے دودھ پلایا مشتری کے لڑکے  
کو پھر اس میں عیب پایا تو اس کو پھر دینے کا اختیار ہے اس واسطے کہ دودھ پلوانا خدمت لینا ہے ہم یعنی اور خدمت لے کر پھر دینا جائز ہے  
بخلاف الشاة المصراة فلا یردہ مع لبنہا او صاع من تمزبل یزج بالنقصان علی المختار شرح مجمع وحررناہ فیما علقناہ علی المنار بخلاف اس بکری  
کے جو کم شیر تھی سو اس کے بائع نے تھن باندھے یعنی دو چار روز دودھ نہ دیا لہذا ان میں دودھ جمع ہو رہے اور مشتری گمان کرے کہ بہت دودھ والی  
ہے تو اس بکری کو نہ پھیرے اس کے دودھ کے ساتھ یا ایک صاع کھجور کے ساتھ بلکہ بقدر نقصان میں پھیرے بقول مختار کذافی شرح الجمع اور ہم نے  
اس کی تحریر کی ہے منار کی شرح میں کہا لو اتخذہا فی غیر ذلک ففی المہسوط الاستخدام بعد العلم بالعیب لیس بضرراً ہنساً لان الناس یتوسون فیہ  
وہو لا اختیار فی البزازیۃ اصح انہ رضی فی المرۃ الثانیۃ الا اذا کان لظوع آخر و فی الصغری انہ مرۃ لیس رضی الا علی کرہ من القن بخر چنانچہ اگر مشتری  
نے خدمت لی لونڈی سے دودھ پلایکے سو کسی اور کام میں تو پھر دینا جائز ہے اور مبسوط میں ہے کہ استخدام بعد دریافت ہونے عیب کے باعتبار  
استحسان کے رضامندی نہیں اس واسطے کہ استخدام میں لوگوں کے نزدیک وسعت سے تنگی نہیں اور استخدام آزمائش کے واسطے بھی ہوتا  
ہے کہ مملوک لائق کلیے یا نہیں اور بزازیہ میں ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ دوبارہ خدمت لینا رضامندی ہے مگر جب کہ مملوک سے دوسرے قسم کا  
کام لیا تو رضامندی نہیں اور صغری میں ہے کہ ایک بار خدمت لینا رضامندی نہیں مگر مملوک پر زبردستی کر کے خدمت لینا البتہ رضامندی کی

دلیل ہے کذا فی البحر اس واسطے کہ آدمی اپنی مملوک پر جبر کرتا ہے نہ غیر کی مملوک پر قال المشتري ليس ميراثه بالبيع اصبح زائدة او نحوها  
 مما لا يحدث مثله في تلك المدة ثم وجد به ذلك كان له الرد بلايين لما اشتريته في كذا ما كبيع في كذا انكلي يا ما نذا اس کے وليسا عیب نہیں  
 جو اتنی مدت میں پیدا ہو سکے پھر اس اقرار کے بعد وہی عیب پایا جس کا وہ انکار کر چکا تو اس کو پھیر دینے کا اختیار ہے بدوں قسم کے بدلے گذشتہ یعنی  
 نفی عیب مذکور میں کذب مشتری متیقن ہے کیونکہ انگلی اتنی مدت میں پیدا نہیں ہو سکتی تو معلوم ہوا کہ یہ عیب قدیم ہے جو بائع کے پاس موجود تھا  
 بائع عیباً وقال للمشتري برئت اليك من كل عيب به الا الا باقى فوجهه كذا قال الرد ولو قال الا الا باقى لا لانه في الاول لم يصف الا باقى للجد  
 ولا وصفه به فلم يكن اقراره باقى للحال وفي الثاني اضافة الرد فكان اخبارا بان البق فيكون راضيا قبل الشراء خاتمة بيچا غلام کو اور مشتری سے کہا کہ میں  
 بری الذمہ ہوا تیرے جانب اس کے ہر عیب سے سوائے گنجتگی کے پھر اس کو مشتری نے بھگوڑا پایا تو اس کو پھیرنے کا اختیار ہے اور اگر  
 اس نے کہا کہ میں اس کے ہر عیب سے بری الذمہ ہوں سوائے اس کے بھاگنے کے تو پھیرنے کا اختیار نہیں اس واسطے کہ پہلی صورت میں بائع نے  
 گنجتگی کی نسبت غلام کی طرف نہیں اور نہ اس کو موصوف بگنجتگی کیا تو اس کا قول غلام کی فی الحال گنجتگی کا اقرار نہ ہو اور دوسری صورت میں  
 گنجتگی کو اس کی طرف نسبت کیا تو اس نے خبر کر دی کہ وہ بھگوڑا ہے تو مشتری راضی ہو چکا اس عیب سے قبل خریداری کے کذا فی الخاتمة اور بعد  
 بالعیب رد بیع میں اختیار نہیں و فیہا لو برئ من كل حق له قبله دخل العيب لا الدرک اور خاتمہ میں ہے کہ اگر مشتری نے اپنے ہر ایک حق سے قبل  
 اس کے برأت کی تو اس قول میں برأت عیب داخل ہوگی نہ درک ہم یعنی اگر مشتری نے بائع سے کہا کہ میں نے اپنا ہر ایک حق چھوڑا تو اس میں عیب  
 داخل ہے نہ درک یعنی اب وجود عیب سے پھیر نہیں سکتا ہے اور اگر بیع مستحق غیر ثابت ہوگا تو ضمان من مشتری ساقط نہ ہوگا یعنی اگر یہ قول کفیل بالدرک سے  
 کہا ہوگا تو کفالت باطل نہ ہوگی شاید اس واسطے کہ حق مشتری ہنوز متحقق نہیں جو اس کی برأت سے ساقط ہوگا کذا فی الطوطاوی مشتری لعبد  
 اوامته قال اعنتك البائع العبد او دبرا واستولد الامته او هو حر الاصل وانكر البائع حلف لعجز المشتري عن الاثبات غلام یا لونڈی کے  
 خریدار نے کہا کہ بائع نے غلام کو آزاد کر دیا یا مدبر کیا یا لونڈی کو ام ولد بنایا یا وہ حرام صلی ہے اور بائع نے اس کا انکار کیا تو بائع سے قسم لی جائے  
 بسبب عاجز ہونے مشتری کے اس دعوے کے اثبات سے یعنی در صورت عدم شہادت قاضی قسم لے گا فان حلف قضی علی المشتري بما قال  
 من العتق ونحوه لا قراره بذلك پھر اگر بائع نے قسم کھائی تو مشتری پر حکم ہوگا بموجب اس کے قول کے یعنی عتق اور مانند اس کے اس واسطے کہ مشتری  
 اس کا اقرار کر چکا ہے یعنی عتق اور تدبیر غلام اور استیلا اور حریت اصلی مملوک کی ثابت ہو جائے گی مشتری کے اقرار کے سبب سے تو اب نہ ملک دعوی  
 مشتری کر سکتا ہے نہ من پھیر سکتا ہے رجوع بالعیب ان علم به لان المبطل بالرجوع اذ الله عن ملكه الى غيره بالنشاء او اقراره ولم يوجد حتى لو قال  
 باعه وهو ملك فلان و صدقه فلان واخذته لایرجع بالنقصان لاذ الله اقراره كانه وبه او مشتری بقدر نقصان عیب بائع سے من پھیر لے  
 اگر عیب کا ہونا اس غلام یا لونڈی میں معلوم ہو اس واسطے کہ رجوع نقصان کا مبطل مشتری کا اقرار ہے اپنی ملک سے غیر کو ملک کر کے انشاء تملیک سے  
 یا اپنے اقرار سے اور وہ موجود نہیں یعنی رجوع نقصان اس صورت میں درست نہ ہوتا کہ اگر مشتری نے غلام کو غیر کا مملوک کر دیا ہو تاجیر وغیرہ سے  
 یا اقرار ملک غیر سے سو یہاں کوئی بات حال نہیں تو اگر مشتری نے اس کا دعوی کیا کہ بائع نے غلام کو بیچا اور فلاں شخص کی ملک ہے اور فلاں شخص نے  
 بھی اس کی تصدیق کی اور اس غلام کو لے لیا تو مشتری بائع سے رجوع بالنقصان نہیں کر سکتا بسبب ازالہ اس کی ملک کے خود مشتری کے اقرار سے  
 لے کر میں بظلم مگر اسی طرح مذکور ہے لیکن ظاہر یہ ہے کہ قبل مبرقاف ہو یعنی مشتری نے اپنا حق جو بائع کی طرف نکلے اس سے برأت کی اور مناسب مقام یہ ہے کہ فاعل بری  
 بائع ہو اور ضمیر لہ کی مشتری کی طرف اور قبلہ کی بائع کی طرف - ۱۳

کو یا مشتری نے اس کو ہبہ کر دیا و بعد المشتري الغنیمۃ محرزة بدارنا او غیر محرزة لو البیع من الامام او امینہ بقرال المصنف فقید محرزة غیر لازم  
 عیباً لایرد علیہ لان الامین لا ینصب خصماً عیباً کو پایا غنیمت کے خریدار نے جو محفوظ ہو گئی دارالاسلام میں آکر یا غنیمت غیر محفوظ ہو اگر  
 مشتری نے خرید کی امام سے یا اس کے امین سے کذا فی البحر مصنف نے اپنی شرح میں کہا غنیمت میں محفوظ ہونے کی قید لازم نہیں تو مشتری بعلت  
 عیب امام اور اس کے امین کو نہ پھیرے اس واسطے کہ امین صاحب خصوصیت نہیں ہو سکتا امین سے عام مراد ہے تا دلیل مدعا کے موافق  
 ہو جاوے اس واسطے کہ خود امام بھی امانت داسے بیت المال کا کذا فی الطحاوی بل ینصب له الامام خصماً فیرد علی منسوب الامام ولا یكلفه لان  
 فائدة المخلص. النکول ولا یصح نکول و اقرارہ بلکہ اگر مشتری عیب غنیمت کا مدعی ہو تو امام اس کے واسطے ایک شخص کو مدعا علیہ بنا کر قائم کرے  
 اور مشتری بیع کو منسوب پر رد کرے اور نہ قسم لے منسوب سے اس واسطے کہ فائدہ قسم کا نکول ہے یعنی اس کا قسم اور حالانکہ نکول اور اقرار  
 شخص منسوب کا صحیح نہیں مگر تو اب رد متصور نہیں بدون گواہوں کے کذا فی المنع فاذا رد علیہ للعیب بعد ثبوتہ بیباع و یدفع الثمن الیہ و یرد  
 النقص والفضل الی محلہ لان الغرم بالغرم بالعلم در پھر جب عیب والی چیز اس کو پھیر دے بعد ثبوت عیب کے تو وہ دوبارہ بھی جاوے اور ثمن  
 مشتری کو دیا جاوے اور کمی اور زیادتی پھیری جاوے اس کے محل میں اس واسطے کہ نقصان مقابل منفعت کے ہے کذا فی الدررہم یعنی امام اس کو  
 بیع ڈالے اگر ثمن ثانی اول سے کم ہو تو اگر بیع مجملہ چار خمس کے ہو تو اس میں ثمن پورا کر دے اور اگر خمس میں سے ہو تو اس میں سے دے اور اسی طرح  
 اگر ثمن ثانی اول سے زیادہ ہو تو زیادتی کو بھی وہیں رکھے جہاں کی بیع ہو کذا فی المنع و بعد المشتري بمشتریہ عیباً و اراد الرد بہ فاصطلمها علی  
 ان یدفع البائع الدرہم الی المشتري ولا یرد علیہ جازد و یجعل حطامین لثمن مشتری نے اپنی خریدی چیز میں عیب پایا اور دونوں نے اس پر مصالحہ  
 کیا کہ بائع چند درہم مشتری کو دے اور مشتری اس کو نہ پھیرے تو جائز ہے اور یہ مصالحہ ثمن کا گھٹا دینا قرار دیا جاوے گا بحرارائق میں کہا کہ یہاں تک  
 ظاہر ہو گیا کہ خیار بالعیب ساقط ہوتا ہے وقت بیع یا وقت قبض کے دریافت ہونے سے یا راضی ہو جانے سے بعد بیع اور قبض کے اور شرائط برأت  
 ہر عیب سے اور کسی چیز پر صلح کر لینے سے و علی العکس و ہوان لیطلمی ان یدفع المشتري الدرہم الی البائع و یرد علیہ لایصح لان لا وجہ لغير المشوة  
 فلا يجوز اور بالعکس اس کے وہ یہ ہے کہ دونوں اس پر صلح کریں کہ مشتری چند درہم بائع کو دے کہ بیع پھیر دے تو صحیح نہیں اس واسطے کہ اس دینے  
 کی کوئی وجہ نہیں سوائے رشوت کے تو جائز نہ ہوگی کیونکہ رشوت حرام ہے م سودا گروں کی اصطلاح میں اس کو احمقانہ کہتے ہیں سو معلوم ہوا  
 کہ حرام ہے کیونکہ رشوت ہے ابونصر بغدادی کی شرح قدوری میں ہے کہ رشوت اور ہدیہ میں یہ فرق ہے کہ رشوت وہ ہے جو ایک شخص دوسرے کو  
 کچھ دے بشرط اس کی اعانت کے اور ہدیہ میں اعانت شرط نہیں و فی الصغری ادعی عیباً فضالہ علی مال تم بری او ظہر ان لا عیب فیہ فلبائع ان  
 یرجع مما دی ولو زال بمعالجۃ المشتري لا قینۃ اور صغری میں ہے کہ مشتری نے عیب کا دعویٰ لیا اور بائع نے اس سے مصالحہ کر لیا کچھ مال  
 پر پھر وہ عیب زائل ہو گیا یا ظاہر ہوا کہ اس میں کچھ عیب نہیں تو بائع کو جائز ہے کہ جو دیا ہے اس کو پھیر لے اور اگر عیب زائل ہوا مشتری کے  
 معالجہ کرنے سے تو پھیر لینا جائز نہیں کذا فی القینۃ رضی الوکیل بالعیب لزم الموکل ان کان البیع مع العیب الذی بہ یساوی الثمن  
 المسی والایساوہ لایلزم الموکل راضی ہو گیا وکیل بیع کے عیب سے تو موکل کو یہ بیع لازم ہوگی اگر بیع اس عیب کے ساتھ ہو اس میں موجود ہے قیمت  
 میں برابر موکل مسی کے اور اگر قیمت اس کی ثمن معین سے برابر نہ ہو تو موکل کو بیع لازم نہیں چاہے تو پھیر دے فروع مسائل ملحقہ شراح کے  
 لا یجوز کتمان العیب فی بیع او ثمن لان الغش حرام الا فی مسئلتین حلال نہیں چھپانا عیب کا بیع یا ثمن میں اس واسطے کہ غش یعنی تدلیس اور  
 اخفاء عیب حرام ہے مگر دو صورتوں میں حرام نہیں الا اولی الاسیر لو شری شیئاً ثم دفع الثمن مغشوشاً جاز ان کان حراً لا عیباً پہلی صورت یہ ہے

کہ مسلم اسیر اگر کوئی چیز وہاں یعنی دار الحرب میں خرید کرے اور کھوٹا ٹمن دے تو جائز ہے اگر وہ آزاد ہو نہ غلام م اشباہ میں جہاں سے شارح نے یہ مسئلہ نقل کیا یوں ہے کہ خرید کیا مسلم اسیر کو دار الحرب سے اور ٹمن کھوٹا یا مغشوش دیا تو جائز ہے اگر اسیر آزاد ہو اور اگر غلام ہو تو جائز نہیں اتنی اور اسی کے موافق قاضی خاں میں یوں ہے کہ ایک مرد نے قیدیوں کو اہل حرب سے خرید کیا تو ان کو کھوٹے اور مغشوش درم دیتے جائز ہیں اس واسطے کہ احرار کی خرید در حقیقت خرید ہی نہیں اور اگر قیدی غلام ہیں تو کھوٹے درم دینے جائز نہیں اتنی تو معلوم ہوا کہ اسیر بیع ہے نہ مشتری بخور کر لے کذا فی الطحاوی یعنی شارح نے اشباہ کی عبارت میں دھوکھا کھایا کہ اسیر کو مشتری قرار دیا الثانیۃ بجواز اعطاء الزیوف والناقص فی الجبایات اشباہ دوسری صورت یہ ہے کہ کھوٹے اور ناقص درم دینے حاکم کے ظلم میں جائز ہیں کذا فی الاشباهم جبایات بآء موحده نہ بنون چنانچہ بعض غلط سمجھے ہیں اور وہ جمع ہیں جبایت کی جبایت وہ ہے جو لوگوں سے بظلم مال لیا جاوے کذا فی الطحاوی و فیہار د المبیع بعیب بقضاء فسخ فی حق اسکل الا فی مسئلتین اور اشباہ میں ہے کہ پھیر دینا بیع کا عیب کی علت سے بحکم قاضی فسخ بیع ہے سب لوگوں کے حق میں مگر در صورت میں فسخ نہیں سب کے حق میں فسخ ہے یعنی بائع اور مشتری کے حق میں فسخ ہے اور یہ فسخ باعتبار استقبال کے ہے نہ باعتبار ماضی کے لہذا زوائد بیع مشتری کے مملوک ہیں تو ان کو اصل کے ساتھ نہ پھیرے کذا فی الطحاوی عن البحر الحدیث ما لو احوال البائع بالٹمن ثم رد المبیع بعیب بقضاء لم تبطل المحالۃ ایک صورت یہ ہے کہ اگر بائع نے ٹمن کا حوالہ کیا پھر بیع پھیر دی گئی عیب سے بحکم قاضی تو حوالہ باطل نہیں ہوتا م صورت اس کی ذخیرہ میں یوں ہے کہ غلام بیچا ایک مرد سے ہزار درم کو پھر بائع نے اپنے قرض خواہ کو مشتری پر حوالہ کیا یقید ٹمن پھر غلام مر گیا قبل قبض کے یہاں تک کہ ٹمن ساقط ہوا یا غلام پھیر دیا گیا خیار الرویۃ یا خیار الشرط یا خیار العیب سے قبل قبض کے یا بعد قبض کے تو حوالہ باطل نہیں استحسانا اور اگر مشتری نے حوالہ کیا تو قاضی اس کو باطل کرے گا اتنی ملخصا اس سے معلوم ہوا کہ لفظ بائع شارح کی عبارت میں مرفوع ہے بنا بر فاعلیت کے کذا فی الطحاوی الثانیۃ لوباعہ بعد الرد بعیب بقضاء من غیر مشتری وکان منقولاً لم یجز قبل قبضہ ولو کان منسجاً لم یجز و دوسری صورت یہ ہے کہ اگر بائع نے بیع کو بیچا غیر مشتری سے بعد اس کے پھیر دینے کے عیب کی علت سے بحکم قاضی اور بیع مال منقول تھا تو یہ بیع جائز نہیں قبل اس کے قبضہ کرنے کے اور اگر رد بالعیب بحکم قضا فسخ ہوتا تو بیع جائز ہوتی م غیر مشتری کی قید اس واسطے لگائی کہ مشتری سے دوبارہ بیع کرنا جائز ہے کیونکہ بیع اس کے پاس ہے اور منقول کی قید اس واسطے لگائی کہ اراضی کی بیع قبل قبض صحیح ہے و فی البرازۃ تشریح عبد افمن لم یقبل عیوبہ فاطلع علی عیب وردہ لم یضمن لان ضمان العمدۃ وضمنۃ الثانی لان ضمان العیوب وان ضمن السرقة او الحرۃ او الجنون او العمی فوجده كذلك ضمن الثمن اور برزازیہ میں ہے کہ ایک غلام خرید کیا اور ایک مرد اس کے عیوب کا ضامن ہوا پھر مشتری کسی عیب پر مطلع ہوا اور اس نے غلام کو پھیر دیا تو وہ مرد ضامن نہیں اس واسطے کہ یہ ضمانت عمدہ کی ہے اور ضمانت عمدہ امام کے نزدیک باطل ہے اور ابو یوسف نے اس کو ضامن کہا ہے اس واسطے کہ یہ ضمانت عیوب ہے اور ضمانت عیوب جائز ہے اور اگر وہ مرد دزدی یا آزادی یا دیوانگی یا نابینائی کا ضامن ہوا پھر مشتری نے اس کو اسی طرح پایا تو وہ شخص ٹمن کا ضامن ہے و فی الجواب الفتاویٰ تشریح ثمرہ کرم ولا یمکن قضا فی الغلبۃ الزنا یمیر ان بعد القبض لم یردہ وان قبلہ فان تنقص المبیع بتناول الزنا یمیر فلا یفسخ لتفرق الصفقة علیہ اور جواب الفتاویٰ میں ہے کہ خرید کیے پھل انگور کے اور ممکن نہیں ان کا توڑنا بھڑوں کی کثرت کے سبب سے اگر قبضہ غلبہ ہوا ہو تو نہ پھیرے کیونکہ یہ عیب مشتری کے پاس حادث ہوا اور اگر قبل قبض کے ہے اور پھیل کم ہو گئے ہوں بھڑوں کے کھا جانے سے تو اس کو فسخ بیع میں اختیار ہے بسبب تفرق ہونے صفقہ کے مشتری پر لینے جس قدر پھیل خرید کیے تھے وہ پورے باقی نہ رہے بھڑوں کے کھا جانے سے۔

## باب البیع الفاسد

یہ باب ہے بیع فاسد کے احکام میں ہم بیع صحیح کو اس واسطے اول ذکر کیا کہ وہ مقصود کی مصلحت ہے کیونکہ مشروعیت عقود سے سلامت دین مقصود ہے تا غالب مندفع ہو اور حاجات دنیویہ حاصل ہوں اور بیع فاسد کو اس واسطے مؤخر کیا کہ مخالفت دین ہے اور فاسد مشتق ہے فساد سے جو ضد صلاح ہے اور حاصل معنی لغوی تغیر وصف کی طرف راجح ہے اور اصطلاح شرع میں فاسد وہ ہے جس کی اصل مشروع ہونہ وصف اس کا اور مشروعیت اصل سے مراد یہ ہے کہ مال متقوم ہو اور اس کا جواز اور صحیح ہونا مراد نہیں اس واسطے کہ فاسد ہونا اس کی صحت کا مانع ہے کذا فی الطحاوی اور اس باب کو ملقب بفاسد کیا باوجودیکہ باطل کو بھی شامل ہے اس واسطے کہ فاسد کثیر الوقوع ہے تعدد اسباب کے سبب سے کذا فی النہر المراد بالفاسد المنوع مجازاً عرفیاً فیعم ابطل والمکروہ وقدید کر فیہ بعض الصحیح تبعاً فاسد سے مراد ممنوع ہے باعتبار مجاز عرفی کے تو اب فاسد بیع باطل اور مکروہ کو بھی شامل ہو گئی اور گاہے اسباب میں بعض اقسام بیع صحیح کے بھی بالبیع مذکور ہوتی ہیں ہم مجاز عرفی کا قول بہتر ہے اشتراک کے قول سے اور عرف سے عرف فقہا مراد ہے کیونکہ اہل فقہ ایسے لوگ ہیں جو تفرقہ کرتے ہیں فاسد اور باطل میں بخلاف اہل لغت کے کہ ان کے نزدیک فاسد اور باطل میں کچھ فرق نہیں کیونکہ لغت میں باطل یعنی فاسد یا ساقط الحکم کے ہے اور فقہ میں بیع باطل وہ ہے جس کی اصل اور وصف دونوں مشروع نہ ہوں اور حکم باطل عدم ملک ہے قبضہ ہوا ہو یا نہ ہوا اور مکروہ سے تحریمی مراد ہے مکروہ لغت میں ضد محبوب ہے اور اصطلاح فقہ میں مکروہ وہ ہے جس کی اصل اور وصف دونوں مشروع ہوں لیکن وہ منہی عنہ ہے بسبب مجاور کے چنانچہ بیع اذان جمعہ کے وقت کذا فی الطحاوی وکل ما اورث خلائی رکن البیع فهو مبطل وما اورث فی غیرہ ففسد اور جو چیز خلل پیدا کرے بیع کے رکن میں وہ مبطل بیع ہے اور جو خلل پیدا کرے رکن کے سوا اور امور میں وہ مفسد ہے بیع کا م شرح بدیع میں ہے کہ رکن بیع یعنی رجاہ اور قبول اور محل بیع یعنی بیع اگر ہر ایک خلل سے سالم ہو تو بیع صحیح ہے اور اگر سالم نہ ہو اس طرح پر کہ رجاہ اور قبول میں خلل پڑے عدم اہلیت متصرف سے بسبب ہونے عا کے صبی غیر مینر یا محنون یا بیع میں خلل پڑے بسبب اس کے ہونے کے مردار یا خون یا شراب تو بیع باطل ہے جو اسلئے عدم اجتماع ارکان اور شرائط کے اور بیع فاسد وہ ہے جس کا رکن محل خلل سے سالم ہو لیکن اس کے ضمن میں خلل واقع ہو اس طرح پر کہ ثمن شراب ہو یا سور یا یہ خلل ہو کہ بیع مقدور التسلیم نہ ہو یا اس میں ایسی شرط ہو جو مقتضائے عقد کے مخالف ہے تو اس طرح کی بیع فاسد ہے نہ باطل کیونکہ رکن اور محل بیع خلل سے محفوظ ہے اتنی تو بہتر یہ تھا کہ شارح یوں کہتا کہ جو موثر خلل ہے رکن بیع اور اس کے محل میں وہ مبطل ہے تو فقہاء کے مقتضائے کلام سے ظاہر ہوا کہ اصل بیع عبارت ہے رکن بیع اور بیع سے یعنی مال متقوم اس واسطے کہ بنا بیع انہیں دونوں چیزوں پر ہے اور اصل ثمنے اسی کا نام ہے جس پر اس سے کیا بنا ہوا اور یہ ظاہر ہوا کہ وصف بیع اس سے عبارت ہو رکن اور محل بیع سے خارج ہو چنانچہ ثمن ہونا کہ یہ صفت ہے عقد کی کیونکہ عقد کے تابع ہے اور چنانچہ شرط مخالف مقتضائے عقد ہے کذا فی الطحاوی لبطل بیع مالیس بمال المال ما یسئل الیہ الطبع ویجری فیہ البذل والمنع در فخر التراب ونحوہ باطل ہے بیع اس چیز موجود کی جو مال نہیں مال وہ ہے جس کی طرف طبیعت انسان کی مائل اور راغب ہو اور اس میں دینا بطریق بیع یا ہبہ کے اور غیر کو منع کرنا اور اس کے تصرف سے باز رکھنا جاری ہو کذا فی الدرر تو مال کی تعریف سے مٹی اور مانند اس کے چنانچہ قاذورات خالصہ نکل گئے ہم موجود کی قید درہ کے موافق اس واسطے مترجم نے لگائی تا خارج ہو وہ عدم جس کی طرف طبیعت مائل ہوتی ہے چنانچہ وہ مال جس کی آدمی آرزو رکھتا ہے اور مٹی سے خالص مٹی مراد ہے تو اگر مٹی و قاذورات سے مل کر پانس ہو جاوے تو اس کی بیع باطل نہیں چنانچہ مذکور ہو گا کالم المسفوح خرج بیع کبد و طحال غیر مال کی بیع باطل ہے چنانچہ خون جاری کی تو جاری کی قید سے کلیبی اور تلی کی بیع خارج ہو گئی باطل سے کیونکہ کبد اور طحال اگرچہ اصل ان کی خون ہے لیکن جاری نہیں والمیہ سومی سمک و جراد ولا فرق فی حق المسلم بین التی ماتت تحت انفھا او بخنق ونحوہ

کہ مسلم امیر اگر کوئی چیز وہاں یعنی دار الحرب میں خرید کرے اور کھوٹا ثمن دے تو جائز ہے اگر وہ آزاد ہو نہ غلام ام اشباہ میں جہاں سے شارح نے یہ مسئلہ نقل کیا یوں ہے کہ خرید کیا مسلم امیر کو دار الحرب سے اور ثمن کھوٹا یا مغشوش دیا تو جائز ہے اگر امیر آزاد ہو اور اگر غلام ہو تو جائز نہیں اتنی اور اسی کے موافق قاضی خاں میں یوں ہے کہ ایک مرد نے قیدیوں کو اہل حرب سے خرید کیا تو ان کو کھوٹے اور مغشوش درم دیتے جائز ہیں اس واسطے کہ احرار کی خرید در حقیقت خرید ہی نہیں اور اگر قیدی غلام ہیں تو کھوٹے درم دینے جائز نہیں اتنی تو معلوم ہوا کہ امیر بیع ہے نہ مشتری بخور کر لے کذا فی الطحاوی یعنی شارح نے اشباہ کی عبارت میں دھوکھا کھایا کہ امیر کو مشتری قرار دیا الثانیہ بجوز اعطاء الزیوف والناقص فی الجبایات اشباہ دوسری صورت یہ ہے کہ کھوٹے اور ناقص درم دینے حاکم کے ظلم میں جائز ہیں کذا فی الاشباہم جبایات بآہودہ نہ بنون چنانچہ بعضے غلط سمجھے ہیں اور وہ جمع ہیں جبایت کی جبایت وہ ہے جو لوگوں سے نطم مال لیا جاوے کذا فی الطحاوی و فیہا رد المبیع بعیب بقضاء فسخ فی حق اسکل الاتی مسئلتین اور اشباہ میں ہے کہ پھیر دینا بیع کا عیب کی علت سے بحکم قاضی فسخ بیع ہے سب لوگوں کے حق میں مگر وہ صورت میں فسخ نہیں ہو سکتا حتیٰ میں فسخ ہے یعنی بائع اور مشتری کے حق میں فسخ ہے اور یہ فسخ باعتبار استقبال کے ہے نہ باعتبار ماضی کے لہذا زوائد بیع مشتری کے مملوک ہیں تو ان کو اصل کے ساتھ نہ پھیرے کذا فی الطحاوی عن البحر احدیہما لو حال البائع بالثمن ثم رد المبیع بعیب بقضاء لم تبطل الحوالة ایک صورت یہ ہے کہ اگر بائع نے ثمن کا حوالہ کیا پھر بیع پھیر دی گئی عیب سے بحکم قاضی تو حوالہ باطل نہیں ہوتا م صورت اس کی ذمیرہ میں یوں ہے کہ غلام بیچا ایک مرد سے ہزار درم کو پھر بائع نے اپنے فرض خواہ کو مشتری پر حوالہ کیا یقیناً پھر غلام مر گیا قبل قبض کے یہاں تک کہ ثمن ساقط ہوا یا غلام پھیر دیا گیا یا خیار الریۃ یا خیار الشرط یا خیار العیب سے قبل قبض کے یا بعد قبض کے تو حوالہ باطل نہیں استحساناً اور اگر مشتری نے حوالہ کیا تو قاضی اس کو باطل کرے گا اتنی ملخصاً اس سے معلوم ہوا کہ لفظ بائع شارح کی عبارت میں مرفوع ہے بنا بر فاعلیت کے کذا فی الطحاوی الثانیہ لوباعہ بعد الرد بعیب بقضاء من غیر مشتری وکان منقولاً لم یجز قبل قبضہ ولو کان منسجماً لجاز دوسری صورت یہ ہے کہ اگر بائع نے بیع کو بیچا غیر مشتری سے بعد اس کے پھیر دینے کے عیب کی علت سے بحکم قاضی اور بیع مال منقول تھا تو یہ بیع جائز نہیں قبل اس کے قبضہ کرنے کے اور اگر رد بعیب بحکم قضا فسخ ہوتا تو بیع جائز ہوتی م غیر مشتری کی قید اس واسطے لگائی کہ مشتری سے دوبارہ بیع کرنا جائز ہے کیونکہ بیع اس کے پاس ہے اور منقول کی قید اس واسطے لگائی کہ اراضی کی بیع قبل قبض صحیح ہے و فی البرازیلہ تشریح عبد القیوم لہ رجل عیوب فاطلع علی عیب و ردہ لم یضمن لان ضمان العمدۃ وضمنہ الثانی لان ضمان العیوب وان ضمن السرقة او الحرۃ او الجنون او العی فوجدہ کذلک ضمن الثمن اور برنازیہ میں ہے کہ ایک غلام خرید کیا اور ایک مرد اس کے عیوب کا ضامن ہوا پھر مشتری کسی عیب پر مطلع ہوا اور اس نے غلام کو پھیر دیا تو وہ مرد ضامن نہیں اس واسطے کہ یہ ضمانت عمدہ کی ہے اور ضمانت عمدہ امام کے نزدیک باطل ہے اور ابو یوسف نے اس کو ضامن کہا ہے اس واسطے کہ یہ ضمانت عیوب ہے اور ضمانت عیوب جائز ہے اور اگر وہ مرد دزدی یا آزادی یا دیوانگی یا نابینائی کا ضامن ہوا پھر مشتری نے اس کو اسی طرح پایا تو وہ شخص ثمن کا ضامن ہے و فی الجوابہ الفتاویٰ شری ثمرہ کم ولا یکن قاطناً الغلبۃ الزنا میر ان بعد القبض لم یردہ وان قبلہ فان تنقص المبیع بتناول الزنا یرفد الفسخ لتفرق الصفقة علیہ اور جواہر الفتاویٰ میں ہے کہ خرید کیے پھل انگور کے اور ممکن نہیں ان کا توڑنا بھڑوں کی کثرت کے سبب سے اگر بعد قبض غلبہ ہوا ہو تو نہ پھیرے کیونکہ یہ عیب مشتری کے پاس حادث ہوا اور اگر قبل قبض کے ہے اور پھل کم ہو گئے ہوں بھڑوں کے کھا جانے سے تو اس کو فسخ بیع میں اختیار ہے بسبب تفرق ہونے صفقہ کے مشتری پر یعنی جس قدر پھل خرید کیے تھے وہ پورے سے باقی نہ رہے بھڑوں کے کھا جانے سے۔



یا مولے بچہ ہونے سے پہلے کذا فی الفتح و بیع امۃ تبین انہ ذکر الضمیر لتذکیر الخیر عبید و عکسہ بخلاف البہائم اور اس لونڈی کی بیع باطل ہے جس کا غلام ہونا ظاہر ہو اور بالعکس اس کے یعنی اس غلام کی بیع جس کا لونڈی ہونا ثابت ہو باطل ہے بخلاف جانوروں کے مصنف ضمیر مذکور لایا بسبب تذکیر خبر کے والاصل ان الذکر والالتی من بنی آدم جنسان حکما فی بطل و فی سائر الجوانات جنس واحد فیصح و یخیر لفوات الوصف اور قاعدہ جواز اور عدم جواز کا یہ ہے کہ زرا اور مادہ بنی آدم میں دو جنسیں ہیں باعتبار حکم شرع کے تو دوسری جنس ہونے سے بیع باطل ہوگی اور باقی حیوانات میں زرا اور مادہ ایک جنس ہیں تو بیع صحیح ہوگی اور مشتری کو لینے نہ لینے میں اختیار ہوگا بسبب فوت ہو جانے وصف خوب فیہ کے م آدمی میں زرا اور مادہ اس واسطے دو جنس ٹھہرے کہ مرد اور عورت کے خرید کرنے میں غرض بکثرت متفاوت ہیں بخلاف بہائم کے کہ ان میں چند ان تفاوت اغراض نہیں تو اگر بکرا خرید کیا اور وہ بکری نکلی تو بیع صحیح ہوگی و متروک التسمیۃ عمدًا و لون کافر زبیر و کذا ما صنم الیہ لان حرمتہ بالنسب اور اس ذبیحہ کی بیع باطل ہے جس کے ذبح کے وقت نام خدا عمدًا متروک ہو اگرچہ کافر کے ہاتھ اس کو بیچا ہو اور اسی طرح اس چیز کی بھی بیع باطل ہے جو متروک التسمیۃ کے ملا کر بیچے اس واسطے کہ متروک التسمیۃ کا حرام ہونا نص قرآنی سے ثابت ہے م متروک التسمیۃ عمدًا امام شافعی کے نزدیک حلال ہے اگر ذابح اس کا مسلم ہو اس واسطے کہ نام خدا پر مسلم کے دل میں ہے تو اگر کوئی کہے جب کہ متروک التسمیۃ عمدًا مجتہد فیہ ہو تو چاہیے کہ اس کے ہاتھ والی کی بیع جائز ہو جیسے کہ مدبر کے ساتھ والی کی بیع جائز ہے صاحب کافی نے اس کا جواب دیا کہ متروک التسمیۃ کی حرمت نص قرآنی سے ثابت ہے اور مورد نص میں بساغ اجتہاد نہیں تو یہ اختلاف معتبر نہیں اور حکم قاضی بھی نافذ نہیں و بیع الکرب و کری الا شمار لانہ لیس بمال منقوم بخلاف بیع بناؤ و فہر فیصح اذا لم یشرط ترکہا ولو الجبۃ اور کھیت جو نئے اور نہر کھودنے کی بیع باطل ہے اس واسطے کہ یہ موجود مال نہیں بخلاف عمارت اور درخت کے کہ وہ مال منقوم ہے تو بیع اس کی صحیح ہے بشرط اس کے عدم ترک کے کذا فی الولو الجیم یعنی ایک شخص نے دوسرے شخص سے زمین اجارہ لی پھر اس زمین کو زراعت کے واسطے جو تا اور اس میں بل چلایا اس میں پانی کی نہر کھودی پھر اجارہ فسخ ہو گیا یا اس کی مدت منقضی ہو گئی پھر متاخر نے چاہا کہ اپنا یہ عمل بیچے تو جائز نہیں کیونکہ یہ مال منقوم نہیں کذا فی الطحاوی و مافی حکمہ لے حکم مالیس بسال کام الولد و المکاتب و المدبر المطلق فان بیع ہؤلاء باطل اے بقاؤ فلم یملکوا بالقصن ابتداء فصیح بیعہم من انفسہم و بیع قن ضم الیہم در اور جو چیز کہ حکم مذکور میں ہے یعنی جو چیز کہ مال نہیں ہے چنانچہ ام ولد اور مکاتب اور مدبر مطلق تو ان کی بیع باطل ہے یعنی باعتبار انجام کار باطل ہے تو اشخاص مذکورین ملوک نہیں ہوتے قبض مشتری سے اور باطل نہیں ان کی بیع باعتبار ابتدا کے تو ان کو بیچنا خود ان کی ذات سے صحیح ہے اور اس مملوک کی بیع صحیح ہے جو ان کے ساتھ ملا کر بیچا گیا کذا فی الدرریم حرک کی بیع ابتدا اور بقاؤ دونوں طرح باطل ہے کیونکہ وہ کسی طرح محل بیع نہیں اور ام ولد اور مکاتب اور مدبر مطلق کی بیع ابتدا باطل نہیں کہ وہ فی الجملہ محل بیع ہیں کیونکہ تحقیقت حریت بالفعل ان میں موجود نہیں لیکن باعتبار انجام کار کے ان کی بھی بیع باطل ہے اس واسطے کہ استحقاق عتق ام ولد میں حدیث سے ثابت ہے کہ اس کو اس کے ولد نے آزاد کر دیا اور بسبب حریت مدبر میں فی الحال متحقق ہے کیونکہ بعد موت اہلیت باطل ہے اور مکاتب کا استحقاق اپنے تصرف ذاتی سے ثابت ہے تو اگر ان کی ملک بیع سے ثابت ہو تو یہ سب حقوق باطل ہو جائیں کذا فی الطحاوی و قول ابن کمال بیع ہؤلاء باطل موقوف ضعف فی البحران المزج اشتراط رضی المکاتب قبل البیع وعدم نفاذ القضاء بیع ام الولد و صح فی الفتح نفاذ قلت الوجہ توقفہ علی قضاء آخر امضاء اور دینی و نہر فلیکن التوفیق اور ابن کمال کے اس قول کی ان کی بیع باطل لہ الکرب و الکرب آثار الارض للزرع و کری الا شمار حضرت ۱۲

موقوف ہے تصنع کی ہے اس قول کی بحر الرائق میں کہ مزج اشترط رضا مکاتب ہے قبل بیع کے نہ بعد بیع کے اور راجح عدم نفاذ قضائے ام ولد کی بیع میں اور فتح القدر میں نفاذ قضائے تصحیح ہے میں کہتا ہوں کہ قوی تر یہ ہے کہ قضائے بیع ام ولد دوسرے قاضی کے حکم پر موقوف ہے حکم اول کے جاری رکھنے میں بار د کرنے میں کذا فی العینی والنہر تو اسی قول کو دفاع اختلاف قرار دینا چاہیے یعنی بحر الرائق کا قول عدم نفاذ اس صورت پر محمول ہے جب دوسرے قاضی نے قاضی اول کے موافق حکم نہ دیا ہو اور فتح القدر کے نفاذ کا قول اس صورت پر محمول ہے جب کہ دوسرے قاضی نے اس کو جاری کر دیا ہو بیع ام ولد کا مسئلہ صدر اول میں مختلف فیہ تھا عمر فاروقؓ اس کی بیع کے مجوز نہ تھے اور علیؓ مرتضیٰ مجوز تھے پھر تابعین کا اجماع ہو گیا عدم جواز پر پھر اگر بعد اس کے قاضی جواز بیع کا حکم دے تو رافع خلاف سابق ہو گیا یا نہیں بعضوں کے نزدیک رافع نہیں اور ہمارے نزدیک رافع ہے خلاف کا فصول استروسی میں ہے کہ قضائے بیع ام ولد میں دو روایتیں ہیں اظہر الروایتیں یہ ہے کہ نافذ نہیں اور جامع میں یوں ہے کہ قضائے قاضی دوسرے قاضی کے حکم پر متوقف ہے اگر وہ جاری کر دے تو نافذ ہے والا باطل اور یہ اور یہ الا قابل ہے کذا فی الطحاوی عن العینی و فی السراج ولد ہولاء کہم دیع بعض کح اور سراج میں ہے کہ ام ولد اور مکاتب اور مدبر کی اولاد ان کے مانند ہے عدم جواز بیع میں اور عبد معق البعض حر کے مانند ہے بطلان بیع میں و لطل بیع مال غیر متقوم اے غیر مباح الانتفاع بہ ابن کمال فلیحفظ اور باطل ہے بیع مال غیر متقوم کی یعنی وہ مال جس سے فائدہ لینا مسلم کو شرعاً جائز نہیں کذا صرح ابن کمال اس کو یاد رکھنا چاہیے ابن کمال نے کہا کہ تلویح میں مذکور ہے کہ تقوم دو قسم ہے تقوم عرفی یعنی احرار از غیر محرز چنانچہ شکار اور گھاس مال متقوم نہیں اور تقوم شرعی یعنی جس سے انتفاع مباح ہو وہی یہاں مراد ہے کذا فی الطحاوی کح و خنزیر و میتہ لم تمت حتف انہما بل بالحق و نحوہ فانہما مال عند ذمی کح و خنزیر مال غیر متقوم چنانچہ شراب اور سوراوہ مردہ جانور جو خود بخود نہیں مر گیا بلکہ گلا دابنے اور مانند اس کے چنانچہ مارنے سے مر گیا کہ ایسا مردہ مال ہے کفار ذمیوں کے نزدیک جیسے شراب اور سوراوہ و ذرا ان بیعت بالثمن اے بالذین کدر ہم و ذنایر و مکیل و موزون بطل فی اسکل وان بیعت بعین کعرض بطل فی الخمر و فسد فی العرن فیملکہ بالقبض بقیمتہ ابن کمال اور یعنی شراب اور سوراوہ مردار اگر ان کی بیع ہو ثمن سے یعنی بعوض دین کے چنانچہ دراہم اور دنایر اور مکیل اور موزون سے تو بیع اوہم اور ثمن ہر ایک میں بیع باطل ہے یعنی قبضہ کرنے سے بھی مملوک نہیں ہوتے اور اگر ان کی بیع ہوئی بعوض عین یعنی متاع اور اسباب سے تو شراب وغیرہ میں بیع باطل ہے اور اسباب میں فاسد ہے تو متاع کا مالک ہوگا قبضہ کرنے سے اس کی قیمت دے کر کذا صرح ابن کمال و لطل بیع قن الی حر و ذکیۃ ضمت الی میتہ ماتت حتف انہما قیدہ تکون کالحر وان سخی ثمن کل اے فصل الثمن خلاف لہما اور باطل ہے بیع اس مملوک کی جو ملایا گیا آزاد سے اور اس ذبحہ کی بیع باطل ہے جو ملایا گیا اس مردار کے ساتھ جو خود بخود مر گیا اگرچہ ہر ایک کا ثمن سخی ہو یعنی جدا جدا ثمن مذکور ہو بخلاف صاحبین کے مصنف نے خود بخود مرنے کی قید لگائی تا مردار آزاد کے مانند ہو جاوے عدم مالیت میں مسلم اور ذمی دونوں کے نزدیک و مبنی الخلاف ان الصفقة لا تعدد بجز تفصیل الثمن بل لا بد من تکرار لفظ العقد عندہ خلافا لہما ظاہر النہایت یفید انہ فاسد اور امام اور صاحبین کی بناءً خلاف یہ ہے کہ صفقہ یعنی عقد متعدد نہیں ہوتا بجز تفصیل ثمن کے بلکہ تعدد میں تکرار رکھنا لفظ عقد کا ضروری ہے امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے کہ ان کے نزدیک تفصیل ثمن بلا تکرار لفظ عقد تعدد صفقہ میں کافی ہے اور نہایت کا ظاہر اس کا مفید ہے کہ بیع عبد لضم حر اور بیع ذبیحہ لضم میتہ فاسد ہے بخلاف بیع قن لضم الی مدبر و نحوہ او قن غیرہ و ملک ضم الی وقف غیر المسجد العام فانہ کالحر بخلاف العام بالجمعۃ الخراب فکمد بر اشباہ من قاعدۃ لذارح الحرام و الحلال بخلاف بیع غلام مملوک کے جو ملایا گیا مدبر اور اس کے مانند ام ولد اور مکاتب کے ساتھ یا غیر کے غلام کے ساتھ اور بیع مل مملوک لہ بعض نسخ میں معنی البعض اس لفظ کی جگہ ہے اور مراد اس سے یہ ہے کہ جس غلام کا کوئی حصہ ادھایا تھائی وغیرہ آزاد ہو گیا ہو۔ ۱۳

کی تو بلا گیا وقت کے ساتھ سوائے مسجد آباد کے اس واسطے کہ جو ملک مسجد آباد کے ساتھ مل کر ہے تو اس کی بیع باطل ہے جیسے آزاد کے ساتھ باطل ہے بخلاف ویران مسجد کے کہ اس کے ساتھ ملک کی بیع جائز ہے جیسے مدبر کے ساتھ جائز ہے چنانچہ یہ تصریح اشیاء میں ہے بخلاف اس قاعے کے کہ جب حرام اور حلال مجتمع ہوں تو حرام ہی غالب ہوتا ہے ولو محکوم ما یہ فی الاصح خلافاً لافتی بہ الملا ابو السعود اگرچہ لزوم وقف پر قاضی کا حکم ہو گیا ہو تو بھی ملک کی بیع صحیح ہے قول اصح میں بخلاف ملا ابو السعود مفتی روم کے فتوے کے ہم مفتی مرحوم کا یہ فتویٰ ہے کہ اگر لزوم وقف کا قاضی نے حکم کیا تو اس کے ساتھ ملک کی بیع فاسد ہے نہ الفائق میں اس قول کو رد کیا ہے اور اطلاق وقف کی تصریح کی ہے فیصح بھتہ فی القن وعبہ والملک لانہا مال فی الجملة تو صحیح ہے بیع بقدر اس کے حصے کے غلام میں مدبر کے ساتھ اور بائع کے غلام میں غیر کے غلام کے ساتھ اور ملک میں وقف کے ساتھ اس واسطے کہ مدبر اور غیر کا غلام اور وقف فی الجملة مال ہیں ولو باع قریہ ولم یستن المساجد والمقابر لم یصح یعنی اولہ اگر ایک گاؤں بیچا اور وہاں کے مساجد اور مقابر کو بیع سے استثناء نہ کر لیا تو بیع صحیح نہیں کذا فی العینی ہم بحر الرائق میں محیط سے منقول ہے کہ اگر قریہ بیچا اور اس میں کے مساجد اور مقابر کو استثناء نہ کر لیا تو قول اصح یہ ہے کہ ملک میں بیع صحیح ہے اس واسطے کہ مساجد اور مقابر بنا بر عادت کے مستثنیٰ ہیں طحاوی نے کہا کہ بحر الرائق کا قول اولیٰ ہے اس واسطے کہ جو عرف میں معلوم ہے وہ مشروط کے برابر ہے کما یطل بیع صبی لا یعقل و مجنون شیئاً یبطل باطل ہے بیچنا صغیر غیر عاقل اور مجنون کا کسی چیز کو غیر عاقل کی قید اس واسطے لگانی کہ صبی عاقل کی بیع اور شرا منع ہے اور اس کے ولی کی اجازت پر موقوف ہے ولو لک ورجع آدمی لم یغلب علیہ تراب قلو مغلوباً بہ باز کسقرین وبعروا کتفی فی البحر مجرد خلطہ تراب اور باطل ہے آدمی کے پیشاب اور گوہ کی جس پر مٹی نہ غالب ہو گئی ہو اور اگر مٹی غالب ہو اور وہ مغلوب ہو تو بیع جائز ہے جیسے گوہ اور مینگنی کی بیع جائز ہے اور بحر الرائق میں اکتفا کیا ہے مجرد اس کے ملنے کے قطع نظر مٹی کے غالب ہونے کے ہم طحاوی نے کہا اگر کوئی کہے کہ فقط گوہ مال نہیں اور خالص مٹی مال نہیں پھر دونوں کے اجتماع سے کیونکر بابت پیدا ہو گئی اس کا جواب یہ ہے کہ جو بیع کا مدار حالت ارتفاع پر ہے اور خلطہ سے ارتفاع جائز ہے نہ بدول خلطہ کے وشعر النسان لکرامۃ الادمی ولو کافر اذکرہ المصنف وغیرہ فی بحث شعر الخنزیر اور آدمی کے بال کی بیع باطل ہے بسبب آدمی کی بزرگی اور عزت کے اگرچہ آدمی کافر ہو مصنف وغیرہ نے اس کو سور کے بال کی بحث میں مذکور کیا ہے و بیع مالیس فی ملکہ لبطلان بیع اہل عدم و ملا نظر العدم اور باطل ہے بیع اس چیز کی جو آدمی کی ملک میں نہیں ہے بسبب باطل ہونے بیع معدوم کے اور جس میں نیستی کا خطرہ لگا ہے ہم معقود علیہ کی شرط ہے کہ مال موجود مقوم مملوک فی نفسہ ہو اور بائع کی ملک ہو یا اس کے موکل کی اور مقدر التسلیم ہو اور جو چیز اس کے پاس نہیں تو وہ نہ اس کی ملک ہے نہ مقدر التسلیم ہے اور جس میں نیستی کا خطرہ لگا ہے اس کی بیع بھی جائز نہیں چنانچہ حمل اور تخم کا دودھ اور شراور زرع قبل از ظہور اور بیج زربونہ کے اندر اور گشلی کھجور کے اندر اور گوشت اور چربی اور کلہ پائے زندہ بکری کے اندر کے اور کلی تلون کے اندر کذا فی النسخ لا بطریق المسلم

عائذ باللہ لا علیہ الصلوٰۃ والسلام نمی بیع مالیس عند الانسان در خص فی السلم اور جو چیز آدمی کے پاس نہیں اس کی بیع بطریق مسلم باطل نہیں بلکہ وہ صحیح ہے اس واسطے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا اس کی بیع سے جو انسان کے پاس نہیں اور درخصت دی سلم میں ہم اصحاب سنن نے حکیم بن حزام سے روایت کی کہ میں نے کہا یا رسول اللہ بعض شخص میرے پاس خرید کرنے کو آتا ہے اور میرے پاس وہ چیز نہیں ہوتی سو کیا میں اس سے بیع کیا کروں پھر اس کو بازار سے خرید کر یا کروں فرمایا لا تبع مالیس عندک یعنی نہ بیچ اس کو جو تیرے پاس نہیں ہے کذا فی التیسیر و بطل بیع صحیح نفی الثمن فیہ لانعدام الرکن وهو المال اور باطل ہے وہ بیع جس میں نفی ثمن کی تصریح ہے بسبب نہ ہونے رکن کے یعنی مال اگر سکوت ثمن سے تو بیع فاسد منع ہوگی چنانچہ مذکور ہوگا و البیوع الباطل حکم عدم ملک المشتري ایاہ اذا قبضہ فلا ضمان لو بطلک البیوع عندہ

لانہ امانتہ و صحیح فی القینہ ضمانہ قیل وعلیہ الفتویٰ اور بیع باطل کا حکم عدم ملک مشتری ہے یعنی مشتری بیع کا قبضہ کرنے سے مالک نہیں ہوتا تو مشتری پر تاوان نہیں اگر بیع اس کے پاس ہلاک ہو اس واسطے کہ وہ امانت ہے اور قبضہ میں تاوان دینے کی تصریح کی ہے بعضوں نے کہا اسی قول پر فتویٰ ہے ہم حموی میں ہے کہ مشتری کے نزدیک ضمان مختار ہے اور قبضہ میں وجہ صحت یہ مذکور ہے کہ مشتری نے اس کو اپنی ذات کے واسطے قبضہ کیا تو مشابہ غصب کے ہوا اور حاشیہ سری الدین میں قاضی خاں سے منقول ہے کہ ضمان دینا صحیح ہے تو خلاصہ یہ ہے کہ دونوں قول صحیح ہیں کذا فی الطحاوی و فیہا بیع المحرمی ابابہ و ابنہ قیل باطل و قیل فاسد و فی وصایا بیع الوسی مال الیتیم لغبن فاحش باطل و قیل فاسد و بیع اور قبضہ میں ہے کہ بیچنا حربی کا اپنے باپ یا بیٹے کو بعضوں کے نزدیک باطل ہے اور بعضوں کے نزدیک فاسد ہے اور قبضہ کی وصایا میں ہے کہ بیچنا وصی کا یتیم کے مال کو بہ نقصان صریح باطل ہے اور بعضوں کے نزدیک فاسد ہے اور اس کی ترجیح ہے بعضوں کے نزدیک م فائدہ خلاف کا یہ ہے کہ در صورت باطل ہونے کے بعد قبض بیع مملوک نہیں اور فاسد میں مملوک ہے و فی التفتیح بیع المضطر و شراہ فاسد اور نکتہ میں ہے کہ مضطر کا بیچنا اور خرید کرنا فاسد ہے ہم صورت اس کی یہ ہے کہ ایک شخص کھانے یا پانی یا لباس کی طرف با مضطر حاجت مند ہے اور بائع اشیائے مذکورہ کو نہیں بیچتا مگر بکثرت ثمن زیادہ کر کے اور اسی طرح مضطر سے خرید کرنا نہایت ثمن کو کم کر کے کذا فی المنع ابو داؤد میں علی مرتضیٰ سے روایت ہے کہ نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن بیع المضطر یعنی حضرت نے منع فرمایا مضطر کی بیع سے کذا فی التیسیر و فسد بیع ما سکت لے وقع السکوت فیہ عن الثمن اور فاسد ہے وہ بیع جس میں سکوت واقع ہوا ثمن سے چنانچہ بائع نے کہا کہ میں نے یہ کپڑا بیچا اور مشتری نے کہا میں نے خرید کیا اور دونوں نے ثمن کو ذکر نہ کیا تو بیع فاسد ہے اور اگر نفی ثمن تصریح ہوگی تو بیع باطل ہے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ بیع بقیمت جیسے بیع بیع کی بقدر اس کی قیمت کے فاسد ہے یعنی بلا تعیین ثمن قیمت مجملہ پر بیع فاسد ہے و فسد بیع عرض ہو المتاع القیمی ابن کمال بخمر و عکسہ فینعتقد فی العرض لا الخمر کما مر اور فاسد ہے بیع متاع اور اسباب کی شراب سے اور شراب کی بیع متاع سے تو بیع منعقد ہوگی اسباب میں نہ شراب میں بہر صورت چنانچہ عنقریب گذر گیا عرض عبارت ہے متاع قیمت والی سے کذا مر ابن کمال نور دہیہ اور اشرفی اور اناج عرض نہیں و فسد بیعہ اے العرض یا م الولد و المكاتب و المدکر لوقا بقضا ملک مشتری للعرض لما رانہم مال فی الجملة اور فاسد ہے بیع متاع قیمتی کی ام ولد اور مکاتب اور مدبر سے یہاں تک کہ اگر متعاقدین تقابض بدلین کریں گے تو متاع کا خریدار متاع کا مالک ہوگا اس واسطے کہ مذکور ہو چکا کہ مکاتب وغیرہ فی الجملة مال ہیں بخلاف شراب یا سور یا مردار کے و فسد بیع سمک لم یصد لو بالعرض و الا فباطل لعدم الملك صدر التشریح اور فاسد ہے بیع اس مچھلی کی جو ہاتھ میں نہ آئے شکار کرنے سے بشرطیکہ اس کی بیع اسباب سے ہو اور اگر دراہم اور دنانیر یا کیل اور موزون سے ہو تو بیع باطل ہے کذا فی شرح الوقایم صدر الشرعیہ نے شرح وقایہ میں کہا کہ جو مچھلی شکار نہیں ہوئی تو سزاوار یہ ہے کہ بیع باطل ہو اگر دراہم اور دنانیر سے ہو اور اگر متاع سے ہو تو فاسد ہے اس واسطے کہ وہ مال غیر متقوم ہے اس لیے کہ تقوم احرار سے ہوتا ہے اور احرار یہاں محال نہیں اوصیہ ثم النفی فی مکان لا یؤخذ منه الا بحیثہ للعجز عن التسلیم یا مچھلی شکار ہوئی پھر ڈالی گئی ایسے مکان میں یعنی حوض وغیرہ میں کہ اس میں سے گرفتار نہیں ہوتی مگر جال کے جیلے سے تو بیع فاسد ہے بسبب عاجز ہونے کے تسلیم سے و ان اخذ بد و نہا صح و لہ خیار الرویۃ اور اگر مچھلی پکڑ لے جائے بدوں جیلہ جال کے تو بیع اس کی صحیح ہے اور مشتری کو خیار الرویۃ ہے الا اذا دخل بنفسہ ولم یسید مدخلہ فلو سدہ ملک مگر جب کہ مچھلی خود حوض میں گھس گئی اور اس نے اس کا مدخل بند نہ کر دیا تو اس کی بیع صحیح نہیں بلکہ باطل ہے بسبب عدم ملک کے اور اگر اس نے اس کا مدخل بند کر دیا تو اس کا مالک ہوگا اس واسطے کہ بند کرنا فعل اختیاری ہے اور موجب ہے ملک کا جیسے جال میں پڑنا موجب ملک ہے بحوالہ فقہاء

کہ جب مچھلی حوض میں گئی آدمی کی تدبیر سے تو وہ اس کا مالک ہو گیا اور بیع اس کی بموجب تفصیل مذکور کے ہے یعنی در صورت تسلیم صحیح ہے والا غیر صحیح اور بعضوں نے کہا کہ مطلقاً بیع صحیح نہیں ہوا اسلئے عدم اراز کے اور خلاف اس صورت میں ہے جب کہ انسان نے وہ حوض شکار کرنے کے واسطے نہ بنایا اور اگر بنایا ہوگا تو بالاجماع مالک ہوگا کذا فی الطحاوی ولم تجز اجارۃ برکتہ لیعاد منہا السمک بجز اور جائز نہیں اجارہ حوض اور تالاب کا تاکہ اس میں سے مچھلیوں کا شکار کیا جاوے کذا فی البحر و بیع طیر فی السواء لایرجع بعد ارسالہ من ید و اما قبل صیدہ فباطل اصلاً بعدم الملك اور فاسد ہے بیع ان پٹریوں کی ہوا میں جو پٹ نہیں آئیں ہاتھ سے چھوڑ دینے کے بعد اور ان کا بیچنا قبل ان کے شکار کرنے کے تو باطل ہے بسبب عدم ملک کے م یعنی اگر پٹریا کو پکڑ کے چھوڑ دیا اور وہ ہوا میں اڑتی پھرتی ہیں اور اس کی پٹ آنے کی عادت نہیں تو اس کی بیع فاسد ہے اگر ہنوز اس کو نہیں پکڑا تو بیع باطل ہے اگر درایم یا دانیر سے بیع ہوئی ہو اور اگر متاع بیع ہوئی ہو تو فاسد ہے مچھلی کے مانند کذا فی الحلی وان کان یطیر و یرجع کالمحام صح و قیل لا ورجع فی النہر اور اگر پٹریا ایسی ہو کہ اڑ جاتی ہو اور پھر آتی ہو پٹ کر چنا پنچہ پالو کیو تہ تو اس کی بیع اڑنے کی حالت میں صحیح ہے اور بعضوں نے کہا کہ صحیح نہیں اور اسی قول کی ترجیح دی نہ الفائق میں ہم و بر صحت یہ ہے کہ معلوم بطریق عادت کے واقع کے مانند ہے اور یہ احتمال کرنا کہ شاید پٹ آوے مانع جواز بیع نہیں چنا پنچہ تجویز ہلاک بیع قبل قبض مانع نہیں پھر در صورت عروض ہلاکی بیع منقح ہوتی ہے اسی طرح یہاں در صورت وقوع عدم معتاد قبض کے بیع منقح ہوگی کذا فی الفتح نہ الفائق میں کہا اس میں نظر ہے اس واسطے کہ شریعت بیع سے قدرت ہے تسلیم پر بعد بیع کے ولذا بندہ گریختہ کی بیع جائز نہیں انتہا میں کہتا ہے کہ جواز بیع در صورت عادت عود منافی قدرت تسلیم کی نہیں اس واسطے کہ جب پھر آنے کی عادت ہوئی طائر کی تو مقدر التسلیم ہو اور قدرت تسلیم کا دعویٰ بعد عقد کے لازم نہیں اور اگر بعد عقد عدم سرعت عود فرض کیجیے تو بیع منقح ہو جاوے گی بخلاف بندہ گریختہ کے کہ عادت میں اس کا عود کرنا معتاد نہیں کذا فی الطحاوی صی الحموی و بیع الحمل لے الجنین و جزم فی البحر بطلانہ کالنتاج اور فاسد ہے بیع حمل یعنی پیٹ کے بچے کی اور بحر الرائق میں اس کے باطل ہونے کا یقین کیا ہے ولد الولد کے مانند مصنف نے باتباع صاحب در بیع حمل کو فاسد کہا اور بحر الرائق اور برہان اور حموی میں اس کو باطل کہا ہے اس واسطے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہی فرمائی ہے اس کی خبر بد سے جو جانوروں کے پیٹ میں ہے تا وضع رواہ احمد و الترمذی وابن ماجہ اور اس واسطے کہ مشکوک الوجود ہے کذا فی الطحاوی و امتہ الا حملهما الفسادہ بالشرط بخلاف ہبہ و وصیتہ اور فاسد ہے بیع لونڈی کی سوائے اس کے حمل کے بسبب فاسد ہونے بیع کے شرط فاسد سے بخلاف ہبہ اور وصیت کے یعنی لونڈی کا ہبہ یا وصیت کرنا بدوں حمل کے صحیح ہے ولین فی فروع و جزم البرجندی بطلانہ اور فاسد ہے دودھ کی بیع محقق کے اندر اور برجندی نے اس کے بطلان کا یقین کیا ہے ہم فساد بیع کے چند وجوہ ہیں معلوم نہیں کہ محقق میں دودھ ہے یا بیع ۱۲ اختلاف دوہنے کی کیفیت میں غالباً نزاع واقع ہوگا ۳ جائز ہے کہ دوہنے سے پہلے اور دودھ پیدا ہو تو مال بائع مخلوط ہوا مشتری کے مال سے اس طرح پر کہ تخلیس اس کی متصور نہیں ۴ امام شافعی نے ابن عباس سے اس کی سختی روایت کی اور صوف علی ظہر غنم کی کذا فی الطحاوی ولو لوفی صدق للغریر اور فاسد ہے بیع موتی کی سیپی کے اندر بسبب خطرہ نیستی کے یعنی اس کا وجود اور مقدار معلوم نہیں و صوف علی ظہر غنم و جوزہ الثانی و مالک اور فاسد ہے بیع اون کی بھیڑ کی پیٹھ پر اور ابو یوسف اور امام مالک نے اس کو جائز کہا ہے فساد بیع کا یہ سبب ہے کہ صوف نیچے سے بڑھتا ہے تو بیع غیر بیع سے مختلط ہوگی کذا فی النہر و فی السراج لو سلم الصوف واللبن بعد العقد لم ینقلب صحیحاً اور سراج میں ہے کہ اگر بائع نے صوف اور دودھ تسلیم کر دیا مشتری کو بعد عقد کے تو بیع منقلب ہو کر صحیح نہ ہو جاوے گی و کذا اکل ما اتصاف خلقی بجلد حیوان و لوی ثم و بندہ بطبع لما مرانہ معدوم عرفا اور اسی طرح جس چیز کا کہ اتصال پیدا ہوا جیسے کھال جانور

کی اور گھٹلی کھجور کی اور بیج خرپوتے کا کہ اس کی بیع فاسد ہے اس واسطے کہ مذکور ہو چکا کہ اشیائے مذکورہ عرف میں معدوم ہیں و انما صحوا بیع الکرات  
و شجر الصفصاف و اوراق التوت باغصا نہما للتعامل اور گندنا اور درخت بید اور توت کے پتوں کی بیع کو شاخوں کے ساتھ فقہائے صحیح کہا ہے  
فقط رواج کے سبب سے م یہ جواب ہے اس سوال کا جو فقیہوں کے اس قول وارد ہوتا ہے کہ صوف علی ظہر الغنم کی اس واسطے فاسد ہے کہ وہ  
نیچے سے بڑھتا ہے تو بائع اور مشتری کی ملک میں اختلاط ہوتا ہے خلاصہ سوال یہ ہے کہ گندنا بیچنا جائز ہے اور حالانکہ گندنا بھی نیچے سے بڑھتا  
ہے صوفی نے اپنی شرح میں کہا کہ گندنے کی بیع جائز ہے اگرچہ وہ نیچے سے بڑھتا ہے بسبب رواج کے انتہی لیکن بید اور توت میں اس تعلیل یعنی  
تامل اور رواج کی کچھ حاجت نہیں کیونکہ وہ دونوں درخت اوپر سے بڑھتے ہیں تو ملک مشتری بائع کی ملک سے مختلف نہیں ہوتی لیکن قینہ میں ہے  
کہ توت کی بیع اس وقت صحیح ہے جب کہ موضع قطع معلوم ہو صراحتہ یا عرفاً کذا فی الطحاوی و فی القینۃ باع اوراق توت لم تقطع قبلہ سببہ جاز  
ولسنتین لالانہ لیشبہ موضع قطعہ عرفاً اور قینہ میں ہے بیچا اس توت کے اوراق کو جو قطع نہیں ہوا قبل بیع کے ایک سال سے تو بیع جائز ہے  
اور اگر دو سال سے قطع نہیں ہوا تو بیع جائز نہیں اس واسطے کہ قطع کرنے کا مکان عرف میں مشتبہ ہو گا تو نزاع متصور ہے و ہذرع معین  
فی سقف اما غیر المعین فلا ینقلب صحیحاً ابن کمال اور فاسد ہے بیع اس شہتیر اور کڑی معین کی جو چھت میں منصوب ہے اور غیر معین کی  
بیع تو بعد قطع کے بھی منقلب بصحت نہیں ہوتی کذا صرح ابن کمال م معین شہتیر اور کڑی کی بیع اس واسطے ناجائز ہوئی کہ اس کی تسلیم میں  
لزم ضرر ہے بائع کے واسطے اور غیر معین دو علتیں ہیں ایک لزم ضرر دوسری جہالت بیع ابن کمال نے عدم انقلاب صحت زاہدی کی شرح قدوری  
سے نقل کیا اور علامہ نوح نے زاہدی کی شرح مختصر طحاوی سے انقلاب صحت نقل کیا ہے واللہ اعلم کذا فی الطحاوی و ذراع من ثوب  
یضربہ التبعیض فلو قطع وسلم قبل فسخ مشتری عاد صحیحاً ولولم یضربہ القطع لکر باس جاز لا لتفاء المانع اور فاسد ہے بیع ایک گز کی اس کپڑے سے  
جس کو پھاڑنا ضرر کرتا ہے جیسے عمامہ اور قمیص پھر اگر بائع نے ایک گز اس کپڑے سے پھاڑ دیا یا کڑی کو چھت سے کھو دیا قبل فسخ کرنے مشتری  
کے تو بیع پھر صحیح ہو جائے گی اور اگر کپڑے کو پھاڑنا مفسر نہ ہو جیسے ایک گز کا پھاڑنا تھکان سے تو بیع جائز ہے بسبب نہ ہونے مانع کم مانع  
بیع وجود ضرر تھا تسلیم کے وقت سو تھکان میں ضرر مذکور حاصل نہیں لہذا اس کی بیع جائز ہوئی اور جب کہ قمیص وغیرہ سے بائع نے ایک گز پھاڑ دیا  
تو اس واسطے صحیح ہو گئی کہ مفسد بیع زائل ہو گیا بعد اس کے موجود ہونے کے طحاوی نے کہا شارح کو مناسب تھا کہ یوں کتا فلو قطع اور قطع  
تا شہتیر کا بھی حکم مفہوم ہوتا لہذا مترجم نے اس کا ترجمہ زیادہ کر دیا و ضربتہ القائف و لون الصائد اور فاسد ہے بیع شکاری کی ایک بار  
جال لگانے اور کھینچنے کی قائف و لون عبارت ہے شکار کرنے والے سے صورت اس کی یہ ہے کہ شکاری کے کہ میں نے تیرے ہاتھ  
اس کو بیچا جو ایک بار کے جال لگانے اور کھینچنے میں نکلے تو یہ بیع جائز نہیں کیونکہ وہ چیز مجہول ہے علاوہ اس کے احتمال ہے کہ شکار جال میں آئے  
یا نہ آئے کذا فی المنع والقائف بعین معجمه الغواص اور فاسد ہے بیع غواص کے ایک بار غوطہ لگانے کی غائف بعین معجمه و صاد مملہ غوطہ مارنے  
والام صورت اس کی یہ ہے کہ غواص سوداگر سے کہے کہ میں ایک بار غوطہ مارتا ہوں تیرے واسطے جو موتی وغیرہ نکلے سو تیرا ہے بعض اتنے مال کے  
اور وجہ عدم جواز وہی ہے جو سابق مذکور ہو چکی و البیوع فیہما باطل للخریج و نہر و الکمال و ابن کمال قال المصنف وقد نظم ملاحظہ فی سلک الفاسد  
فتبعته فی المختصر و بحسب ان یراد بہ الباطل لانه مما لیس فی ملکہ کما مر اور بال لگانے اور غوطہ مارنے میں بیع باطل ہے غرض کہ سبب سے کذا فی  
البحر والنہر والفتح والا یضاح مصنف نے شرح میں کہا کہ ملاحظہ کرنے در غرض میں اس بیع کو فاسد کی لڑی میں پر و یا سو میں بھی ان کا پیر و ہو گیا اس  
مختصر میں اور واجب ہے کہ فاسد سے باطل مراد ہو اس واسطے کہ یہ بیع اس قسم سے ہے جو بائع کی ملک میں نہیں چننا چھ گذر گیا کہ جو چیز آدمی کی

ملک میں نہیں اس کی بیع باطل ہے سوائے سلم کے والمزانیہ ہی بیع الرطب علی النخل تہم مقطوع مثل کید تقدیرا شروع مجمع ومثل الغنم بالزبيب غنایہ لثنی ولشبیۃ الربوا قال المصنف فلو لم یکن رطباً جازلاً لاختلاف الجنس اور فاسد ہے مزانیہ وہ بیع ہے ترکھور پکی کی جو لگی ہے درخت پر خشک کھجور مقطوع سے برابر اس کے پیمانے کے گمان اور شکل سے کذا فی شروع الجمع اور مانند اس کے انگور کی بیع ہے جو درخت پر لگائے خشک انگور سے کذا فی الغنایہ بیع مذکور فاسد ہے بسبب نہی شایع کے اور بیاج کے شہر سے بسبب احتمال کمی بیشی کے مصنف نے کہا اور اگر بختہ کھجور نہ ہو بلکہ گدر ہو تو بیع مذکور جائز ہے بسبب اختلاف جنس کے یعنی اختلاف جنس میں شہرہ بیاج کا نہیں ہم اکثر کتب میں تفسیر مزانیہ یوں مذکور ہے کہ ہی بیع الثمر بالمثلۃ علی راس النخل تہم باناء المثناة لیکن یہ خلاف تحقیق کے ہے اس واسطے کہ ثمر ثناء مثلثۃ عبارت ہے بار درخت یعنی پھل سے اور پھل بختہ اور گدر دونوں کو شامل ہے حالانکہ گدر کھجور کا بیچنا خشک کھجور سے بطریق ظن و تخمین جائز ہے اختلاف جنس کے سبب لہذا تفسیر مزانیہ یہی بہتر ہے جو شارح نے کی والملا مسۃ للسعة اور فاسد ہے بیع الملامسۃ یعنی بیع میں ہاتھ لگانے سے بیع کا واجب ہونا م مغرب میں ہے کہ بیع الملامسۃ اور بیع اللماس یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے سے کہے کہ جب کہ تو نے میرا کپڑا چھوا یا میں نے تیرا کپڑا چھوا تو بیع واجب ہو گئی اور منتفی میں امام سے ہے کہ بیع الملامسۃ یہ ہے کہ کہے میں تیرے ہاتھ یہ متاع بیچتا ہوں اتنے کو ہو جب کہ میں تجھ کو چھوؤں اور ہاتھ لگاؤں تو بیع واجب ہے یا مشتری اس طرح کہے کذا فی الطحاوی فتح القدیر میں کہا ملامسۃ یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے کا کپڑا بلاتا مل چھوے تو چھونے والے کو بیع لازم ہو جائے بلاخیار الرویۃ اور یہ اس طرح پر کہ مثلاً اندھیرا ہو یا کپڑا پٹا ہو والمنا بذقائے نبذاً للمشتري اور فاسد ہے بیع المنا بذقائے یعنی بیع کا ڈالنا مشتری کے سامنے ہم منابذہ یہ ہے کہ بائع کہے کہ جب میں کپڑا تیری طرف ڈالوں یا مشتری کہے کہ جب تو اپنا کپڑا میری طرف ڈالے تو بیع واجب ہے یعنی بلاتا مل و بلاخیار فرغ و القاء الحجر علیہا اور فاسد ہے بیع سنگریزہ ڈالنے کی بیع پر ہم القاء حجر کی یہ صورت ہے کہ سنگریزہ ڈالے اور وہاں چند کپڑے ہوں تو جس کپڑے پر سنگریزہ پڑے اس پر بیع واقع ہو بلاتا مل و بلا روت و بلاخیار کے اس کے بعد وہی مس بیوع الجاہلیۃ فہی عنہا کلمۃ یعنی لوجود القمار فکانت فاسدۃ ان سبق ذکر الثمن بجر اور یہ یعنی ملامسۃ اور منابذہ اور القاء حجر زمانہ لفرکی بیوع میں سے ہے اور شرع میں ان سب سے نہی واقع ہوئی کذا فی شرح العینی بسبب پائے جانے قمار کے تو یہ سب بیوع فاسد ہیں اگر ثمن کا ذکر پہلے ہو چکا ہو کذا فی البہرہ ان بیوع میں وجود قمار ہے بواسطہ معلق ہونے تمیک کے افعال مذکورہ پر گویا بائع نے یوں کہا مشتری سے کہ جس کپڑے پر تو سنگریزہ ڈالے یا جس کو تو ہاتھ لگائے تو میں نے تیرا ہاتھ اس کو بیچا ثمن مذکور ہو یا نہ ہو بہر صورت بیوع مذکورہ فاسد ہیں باطل نہیں بواسطہ عدم تصریح نفی ثمن کے ذکر ثمن کی اس واسطے قید لگائی کہ متوہم صحت بیع ہے ذکر ثمن کے وقت کذا فی الطحاوی صحیحین میں ابو سعید خدی سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملامسۃ اور منابذہ فی البیع سے نہی فرمائی اور صحیحین میں ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع العزرا و بیع الحماۃ سے نہی فرمائی کذا فی التیسیر اور صحیحین میں جابر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزانیہ اور محافلہ سے نہی فرمائی کذا فی الفتح محافلہ یہ کہ گہوں کو اس کی بالیوں میں پیچے بعض گہوں کے برابر پیمانے میں ظن و تخمین سے کذا فی التہر و بیع ثوب من ثوبین او عہد من عہدین لجمالۃ البیع اور فاسد ہے بیع ایک کپڑے کی دو کپڑوں میں سے یا ایک غلام کی بیع دو غلاموں میں سے بسبب جمالت بیع کے یعنی معلوم نہیں کہ دو کپڑوں میں سے کون کپڑا باد و غلاموں میں سے کون غلام بیع ہے تو منازعت پیدا ہوگی بائع نہیں جانتا کہ کس کو تسلیم کرے اور مشتری نہیں جانتا کہ کس پر قبضہ کرے بھرا راتی میں قیمت والی چیز کی اس واسطے قید لگائی کہ بیع ہمسہ کی مثل میں جائز ہے فلو قبضہا و ہلک ما ضمن نصف قیمتہ کل اذا فاسد معتبر بالصحیح پھر اگر مشتری نے دونوں کپڑوں یا غلاموں پر قبضہ کیا

اور دونوں ساتھ ہی ہلاک ہو گئے تو مشتری تاوان دے ہر ایک کی نصف قیمت کا اس واسطے کہ بیع فاسد معتبر ہے بیع صحیح سے ہم ہر ایک کی نصف قیمت کا ضمان اس واسطے ہوا کہ ایک کپڑا تو مضمون بالقیمت ہے کیونکہ مقبوض بحکم بیع فاسد ہے اور دوسرا کپڑا امانت ہے اور ایک اولی نہیں دوسرے سے تو امانت اور ضمان دونوں میں شائع ہو گئی کذا فی المنخ اور بیع صحیح کی یہ صورت ہے کہ دو کپڑوں پر قبضہ کیا اس شرط سے کہ ایک میں مشتری مختار ہے پھر دونوں ضائع ہو گئے تو ہر ایک کے نصف نصف ثمن کا تاوان اس پر لازم ہوگا اور قیمت بیع فاسد میں جیسے ثمن بیع صحیح میں کذا فی البحر ولو مرتبہ فی قیمت الاول لتعذر ردہ اور اگر دونوں کپڑے ایک بعد دوسرے کے ضائع ہوئے تو اس کپڑے کا تاوان دے جو اول ضائع ہوا کیونکہ اس کا پھیرنا بسبب ہلاکی کے متعذر ہے یعنی در صورت تعذر رد مالک اس کا مضمون ہونا متعین ہو گیا تو دوسرا کپڑا امانت باقی رہا والقول للضامن وبذا اذالم بشرط خیار التعیین فلو شرط انذایما شاء جاز لما سراً وتعیین مضمون میں ضامن یعنی مشتری کا قول معتبر ہے یعنی جب کہ اس نے دعویٰ کیا کہ اول فلانا کپڑا یا غلام ہلاک ہوا نہ فلانا تو اس کی تصدیق ہوگی اور یہ یعنی فساد بیع ایک کپڑے کی دو کپڑوں میں سے اس وقت ہے جب کہ مشتری نے خیار التعیین کو شرط نہ کیا ہو اور اگر شرط کیا ہوگا ایک کا لینا دوسرے سے جس کو پاپا ہے تو بیع جائز ہے جناب التعیین میں مذکور ہو چکا والمراعی اے الکلاء و اجارہ تہا انا بطلان بیعہا فلعمد الملک لحدیث اناس شرکاء فی ثلث فی الماء والکلاء والنار اور فاسد ہے بیع گھاس اور چارے کی اور اجارہ اس کا بطلان اس کی بیع کا تو بسبب عدم ملکیت کے ہے بدلیل اس حدیث کے کہ سب لوگ شریک ہیں تین چیزوں میں پانی اور گھاس اور آگ میں م ابوداؤد میں حدیث مذکورہ بایں لفظ ہے کہ المسلمون شرکاء فی ثلث فی الماء والکلاء والنار بحر الرائق میں ہے کہ پانی کی شرکت کا یہ مطلب ہے کہ غیر کے کنوئیں اور حوض اور تالاب اور نہر سے ہر شخص کو پانی پینے اور جانوروں کے پانی پلانے کا اختیار ہے اور گھاس کی شرکت کا یہ مطلب ہے کہ ہر شخص کو گھاس چھیلنا اور کاٹنا زمین سے درست ہے یعنی مالک اور غیر مالک اس میں برابر ہیں اور آگ کی شرکت کا یہ مطلب ہے کہ اگر آگ جلتی ہو تو ہر شخص کو تاپنا اور کپڑے خشک کرنا جائز ہے لیکن انکار لینا بدوں اذن مالک جائز نہیں اور محل شرکت مذکورہ کا وہ ہے کہ پانی کو برتنوں میں رکھ چھوڑا ہو اور گھاس کو کاٹ نہ رکھا ہو اس واسطے کہ در صورت برتن میں بھر رکھنے اور گھاس کاٹ رکھنے کے پانی اور گھاس کی بیع جائز ہے کیونکہ وہ شخص بسبب احراز کے ان کا مالک ہو گیا اور عدم جواز بیع کا یہ بھی محل ہے جب کہ گھاس خود رو ہو اور اگر ایک شخص نے پانی سینچ کر گھاس جمائی ہو تو اس کی بیع جائز ہے کیونکہ وہ اس کا مالک ہے چنانچہ ذخیرہ اور محیط اور نوازل میں ہے اور یہی قول ہے اکثر فقہاء کا خلافاً للقدوری کذا فی الطحاوی تبصرہ واما بطلان اجارہ تہا فلانہما علی استہلاک عین ان کمال اور گھاس کجاے کا بطلان اس واسطے ہے کہ یہ اجارہ شے مباح نے استہلاک پر ہے کذا صرح ابن کمال حالانکہ غنی مملوک کے استہلاک کا اجارہ جائز نہیں چنانچہ گائے کو اجارہ لینا دوسرے کے واسطے تو مباح کا بطریق اولیٰ جائز نہ ہوگا کذا فی البحر بذا اذابت بنفسہ وان ائبتہ لیسقی وتربیتہ ملک وجاز بیعہ علی وقیل لای یعنی گھاس کی بیع نہ جائز ہونا اس وقت ہے جب کہ گھاس خود رو ہو اور اگر اس کو پانی دے کر اور پرورش کر کے جایا ہو تو اس کا وہ مالک ہے اور اس کی بیع جائز ہے کذا فی العینی اور بعضوں نے کہا یعنی قدوری نے کہ جائز نہیں قال و بیع القفیل والرطبہ علی ثلثہ اوجہ ان لیقطعہ اولیرسل دابتہ فتاکلہ جاز وان لیتکرہ لم یجز علی نے کہا اور خود اور رطبہ کی بیع تین طرح پر ہے اگر اس واسطے ہے کہ اس کو کاٹ لے یا اس واسطے کہ اپنے جانور کو اس میں چھوڑے کہ اس کو کھالے تو بیع جائز ہے اگر اس واسطے ہے تا مشتری اس کو قائم رکھے تو جائز نہیں م قفیل بقاف وصاد مہمل خود ہے اور رطبہ ایک قسم کا چارہ ہے ولایت میں اس کو بولتے ہیں فارسی میں اس کو سپست کہتے ہیں وحیلۃ ان لیتا بر الارض لغزب فسطاطہ اولایاقاف دو ابہ اد لمنفقۃ اخری کفقیل ومراح وتماہ فی وقت الاشباہ اور گھاس کے اجارہ لینے کی تدبیر یہ ہے کہ زمین کو زمین اجارہ لے اپنے خیمے کھڑے کرنے کے



واسطے یا اپنے ہم پالیوں کے ہاندھنے کے یا اور منفعت کے واسطے چنانچہ آدھے دن یا دن ڈھلنے کے بعد جانوروں کے بٹھلانے کے واسطے اجارہ لے اور لوہا بیان اس کا ایشاہ کے وقت میں ہے یعنی اس طرح اجارہ لینے میں دونوں مطلب حاصل ہیں منافع مذکورہ بھی اور وہاں کی گھاس بھی و بیاع دود القز اے الابر جسم و بیضہ اے بذرہ و ہوزر الفیلق الذی فیہ الدور اور جائز ہے بیع ریشم کے کیڑے کی اور اس کے انڈے کی یعنی اس کے بیج کی جس کو عرب بذر الفیلق کہتے ہیں جس میں ریشم کا کیڑا پیدا ہوتا ہے و النخل المحرز و ہودو الصسل اور جائز ہے بیع نخل محرز کی یعنی یعنی شہد کی مکھی مقدور التسلیم کی اس طرح پر کہ شہد اور چھتے کے ساتھ اس کی بیع ہو کذا فی الطحاوی و ہذا عند محمد و بہ قالت الثلثہ و بہ لفتی علی و ابن ملک و خلاصتہ وغیرہ اور یہ یعنی ریشم کے کیڑے اور اس کے انڈے اور شہد کی مکھی کی بیع محمد کے نزدیک ہے اور یہی قول ہے آئمہ ثلاثہ مالک اور شافعی اور احمد کا اور اسی قول کا فتویٰ ہے کذا فی العینی و ابن ملک و الخلاصتہ وغیرہ نخل محرز کی بیع اس واسطے جائز ہوئی کہ شہد منفعت کی چیز ہے حقیقت میں اور شرعاً مقدور التسلیم ہے اگرچہ مکھی ماکول نہیں جیسے خجور گدھے کی بیع کذا فی الشرح المحوی اور ریشم کے کیڑے کی بیع اس واسطے جائز ہوئی کہ لائق انتفاع ہے اور اس کے انڈے کی بیع بسبب ضرورت کے جائز ہے کذا فی الطحاوی و ابارہ ابو الیث بیع العلق و بہ لفتی للحاجہ مجتبیٰ اور فقیہ ابو الیث نے علق کی بیع جائز رکھی جس کو فارسی میں زلو اور ہندی میں کیڑی اور چونک کہتے ہیں اور اسی کا فتویٰ ہے بسبب حاجت اور ضرورت کے کذا فی الجتبی بخلاف غیرہ من الہوام فلا يجوز اتفاقا کجیات و منب و مانی بحر کسرطان الا السمک و ما جاز الانتفاع بجلدہ او غطرہ و الحاصل ان جواز البیوع بدور مع حل الانتفاع مجتبیٰ و اعتمدہ المصنف و سببی فی المنفقات بخلاف اور کبڑوں کے سوائے ریشم کے کیڑے اور شہد کی مکھی کے کہ ان کی بیع بالاتفاق جائز نہیں چنانچہ سانپ اور گوہ اور ان حیوانات کی جو دریا میں رہتے ہیں کہ ان کی بیع جائز نہیں سوائے مچھلی کے اور اس جانور کی جس کی کھال اور ہڈی سے فائدہ لینا جائز ہے اور خلاصہ یہ ہے کہ جواز بیع کا مدار حلت انتفاع پر ہے کذا فی الجتبی اور اسی پر اعتماد کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں اور اس کا بیان باب المتفرقات میں آوے گا فرع مسئلہ طحہ شارح کا انما تجوز الشریکۃ فی القز اذا کان البیض منھا و ہو بینھا النصف الا اثلاثا فلودفع بزر القز او لقرۃ او دجا بالآخر بالعلف مناسفۃ فالخارج کلہ للمالک لحدوثہ من ملک و علیہ قیمۃ العلف و حرر مثل العال علیٰ شخص و مند و دفع البیض کما لا یخفی شرکت ریشم میں جائز نہیں مگر جب کہ انڈے ریشم کے کیڑے کے دونوں شریکوں کے ہوں اور عمل یعنی پرورش بھی دونوں سے ہو اور جو ریشم پیدا ہو وہ دونوں میں آدھ ہوں آدھ نہ تین تھائی تو اگر ایک نے ریشم کا بیج یا گائے یا مرغیاں دوسرے شخص کو دین نصفانصاف پر چرائی کے بدلے تو جو ریشم یا بچے گائے اور مرغی کے پیدا ہوں گے وہ مالک کے مملوک ہوں گے جو اسطے پیدا ہونے کے اس کی ملک سے اور مالک پر چارے کی قیمت اور عامل کی اجرت مثل واجب ہوگی کذا فی العینی طحہ اور اس کے مانند ہے انڈوں کا دینا دوسرے شخص کو چنانچہ یہ پوشیدہ نہیں ہم فتاویٰ عالمگیری میں باب الاجارہ میں مذکور ہے کہ ایسا اجارہ فاسد ہے اور اس قسم کے مسائل کا جملہ یہ ہے کہ انڈوں کا مالک آدھے انڈے اور مرغیوں کا مالک آدھی مرغیاں اس شخص کے ہاتھ بیع کرے پھر ثمن سے ابراہ کرے تو اب جو کچھ پیدا ہو گا وہ دونوں میں نصفانصاف ہوگا کذا فی الطحاوی و الالباق ولو لطفلة او الیتیم فی حجرہ ولو وہیہ لہما صح علیہ و مانی الاشباہ تحریف نمر اور فاسد ہے بیع غلام گرجیتہ کی اگرچہ باپ نے اپنے فرزند صغیر سے یا اس یتیم سے جو اس کی گود میں ہے بیع کی ہو اور اگر اس نے طفل یا یتیم کو غلام گرجیتہ ہیہ کیا ہو تو صحیح ہے اور جو اشباہ میں ہے وہ تحریف ہے کذا فی النہم نمر الفائق میں مذکور ہے کہ طفل اور یتیم کے ہاتھ بیع درست نہیں ہیہ درست ہے اور اور غانیہ کے بیٹے نسنے میں اس کے بالعکس مذکور ہے اور دوسرے نسخہ میں اس کے موافق ہے اور شاید کہ پہلا نسخہ تحریف ہے اور صاحب بحر نسخہ ثانیہ پر مطلع نہیں ہوا انتہی شارح کو مناسب تھا کہ بعض نسخہ غانیہ کی طرف تحریف کو نسبت کرتا نہ اشباہ کی طرف اس واسطے کہ اشباہ

کی روایت اسی کے موافق ہے کذا فی الطحاوی والنہر الامن زیر عم انه سے الابن عنده فحينذ يجوز لعدم المانع غلام گر نیت کی بیع فاسد ہے مگر اس صورت سے بیچنا فاسد نہیں جس کو یہ گمان ہے کہ وہ یعنی غلام گر نیت اس کے پاس موجود ہے تو اب اس کی بیع جائز ہے بواسطے عدم مانع کے یعنی مانع جو از نہ قادر ہونا تسلیم پر تھا پھر جب مشتری نے اس کے مقبوض ہونے کا اقرار کیا تو تسلیم کی کچھ حاجت نہ رہی وہاں یصیر قابض ان قبضہ لنفسه او قبضہ ولم یشہد نعم اور کیا مشتری اس کا قابض ٹھہرے گا یا نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ اگر اس نے اس پر قبضہ کیلئے اپنے واسطے یا قبضہ کیا اور کسی کو گواہ نہ کیا تو مشتری قابض ٹھہرے گا یعنی اس واسطے کہ یہ غصب کا قبض ہے اور وہ بجائے قبض عن البیع ہے کیونکہ وہ قبض ضمان ہے قبض بیع کے مانند وان اشہد لالانہ قبض امانہ فلا نیوب عن قبض الزمان لانه اقوی عنایہ اور اگر قابض مذکور نے غلام گر نیت کے قبضہ کرنے کے وقت لوگوں کو گواہ کیا ہے کہ میں اس کے مالک کے واسطے قبضہ کرتا ہوں تو وہ قابض نہ ٹھہرے گا اس واسطے کہ یہ قبض امانت ہے تو وہ قائم مقام قبض ضمان کے نہ ہوگا اس واسطے کہ قبض ضمان قوی تر ہے قبض امانت سے کذا فی العنایم اگر غلام مذکور ہلاک ہو گا مشتری کے پاس قبل تجدید قبض کے تو بائع کا مال ہلاک ہو گا نہ مشتری کا والاذا البق من الغاصب فباع المالك منه فانه یصح بعدم لزوم لتسلیم ذمیرۃ اور بیع غلام گر نیت کی فاسد ہے مگر جب کہ غلام بھاگ گیا غاصب کے پاس سے پھر مالک نے اس کے ہاتھ بیچا تو بیع صحیح ہے بسبب نہ لازم ہونے تسلیم کے کذا فی الذمیرۃ ہم یہ قول عطف ہے الامن زیر عم پر ولو باع ثم عاد وسلم یتیم البیع علی القول بفسادہ ورجحہ الکمال وقیل لا یتیم علی القول بطلانہ وہو الاظہر من الروایۃ واختارہ فی الہدایۃ وغیرہ ما وہ کان لیتی البلیغی وغیرہ بجر این کمال اور اگر مالک نے اپنے غلام گر نیت کو بیچا پھر غلام پھر آیا اور مالک نے اس کو مشتری کے قبضے میں کر دیا تو بیع تمام ہو جائے گی بیع مذکور کے فاسد ہونے کے قول پر اور اسی کی تریح دی ہے ابن ہمام نے اور در سوال یہ ہے کہ بعد تسلیم بھی بیع تمام نہیں ہوتی اس کے باطل ہونے کے قول پر یعنی جن کے نزدیک یہ بیع باطل ہے تو تسلیم سے بھی صحیح نہیں ہوتی اور وہی قول ظاہر الروایۃ ہے اور اسی کو صاحب ہدایہ وغیرہ نے پسند کیا ہے اور بلخی وغیرہ اسی کا فتویٰ دیتا تھا کذا فی البہرہ ابن کمال فتح القدر میں ہے کہ بطلان بیع غلام گر نیت مختار مشائخ بلخ اور بلخی ہے بشکے مشنہ وجمیم کذا فی الطحاوی ولین امرأۃ ولوفی وعاء ولو اتمت علی الاظہر لانه جرد ادی والرق مختص بالحمی ولا حیاة فی اللبن فلا یجوز الرقی اور فاسد ہے بیع عورت کے دودھ کی اگرچہ وہ دودھ برتن میں ہو اور اگرچہ عورت لونڈی ہو بنا بر قول اظہر کے اس واسطے کہ دودھ آدمی کا جز ہے اور مملوک ہونا یا نڈار کے ساتھ مخصوص ہے اور حالانکہ دودھ میں حیات نہیں تو اس میں ملک کا سلول نہیں و شعر الخنزیر لینی سستہ عینہ فانه یبطل بیعہ ابن کمال وان جاز الاتقاع یہ لفزورۃ الخنزیر حتی لو لم یوجد بلائمن جاز الشراء للضرورة وکرہ البیع فلا یطیب ثمنہ ویفسد الماء علی الصحیح خلافاً لمحمد مثل ہذا فی المنتوف اما المجزور فظاہر عنایۃ اور سور کے بال کی بیع باطل ہے اس کے نجس ہونے کے سبب سے کذا صرح ابن کمال اگرچہ اس سے فائدہ لینا جائز ہے موزہ ٹٹکنے کی ضرورت سے یہاں تک کہ اگر بدوں ٹٹن کے نہ ملے تو اس کا خرید کرنا بسبب ضرورت کے جائز ہے اور بائع کو اس کی بیع مکروہ ہے تو حلال اور پاک نہیں ٹٹن اس کا اور بال اس کا پانی کو بقول صحیح فاسد ہے یعنی نجس کر دیتا ہے بخلاف محمد کے بعضوں نے کہا کہ یہ حکم ہے اٹھاڑے ہوئے بال میں اور تراشا ہو بال ظاہر ہے کذا فی العنایم سور کا بال سر سے پر سخت ہوتا ہے انگلی کے مقدار اور بعد اس کے نرم ہوتا ہے تاکہ میں گرہ دینے کے لائق لکن ازمانہ قدیم میں موچی اس سے جوتیاں اور موزے سینے تھے جیسے اب سوزن سے سینتے ہیں وعن ابی یوسف یرک الخنزیر لانه نجس ولذا لم یطیب السلف مثل ہذا الخف ذکرہ القہستانی وعل ہذا فی زمانہم واما فی زماننا فلا حاجۃ الیہ کما لا یجوز اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ مکروہ ہے موزہ سینا سور کے بال سے کیونکہ وہ نجس ہے اور اسی واسطے علماء سلف ایسا موزہ نہیں پہنتے تھے چنانچہ اس کو قہستانی نے ذکر کیا ہے اور شاید کہ یہ یعنی سور کے بال سے ارتفاع لینا

علمائے سابقین کے زمانے میں تھا اور ہمارے زمانے میں اس کی کچھ حاجت نہیں یعنی بسبب سوزن وغیرہ کے چنانچہ یہ امر پوشیدہ نہیں مگر صحابہ نے کہا کہ ظاہر کلام فقہاء اس پر دلالت کرتا ہے کہ در صورت عدم ضرورت یعنی جب کہ اس کے سوا اور چیز سے دوزخ متصور ہو تو اس سے فائدہ لینا جائز نہیں کذا فی الطحاوی و جلد مینتہ قبل الدلیغ لوبالعرض ولو بالتمن فباطل ولم یفصلہ ہینا اعتمادا علی ما سبق قالہ الوانی فلیحفظ اور فاسد ہے بیع جانور مردار کی کھال کی اس کی دباغت سے پہلے اگر بیع بوجہ اسباب کے ہو اور اگر بیع کچھ چڑے کی تمین یعنی چاندی یا سونے سے ہو تو بطل ہے اور مصنف یعنی صاحب در نے یہاں فاسد اور باطل کی تفصیل نہ کی بیان سابق کے اعتماد پر ایسا کچھ کہا ہے وانی محشی در نے اس کو یاد رکھنا چاہیے ولعدہ اے الدلیغ بیاع الابلہ انسان و خنزیر و حیۃ اور بعد دباغت کے یعنی چمڑا لپکانے کے اس کی بیع جائز ہے مگر آدمی اور سور اور سانپ کے چمڑے کی بیع جائز نہیں و ینتفع بہ بطہارتہ حیث نہ لغبیر الاکل ولو جلدہ ما کول علی الصیغ سراج لقولہ تعالیٰ حرمت علیکم للبتۃ و ہذا جزئہ اور جانور مردہ کی کھال سے فائدہ لیا جائے بسبب اس کے پاک ہو جانے کے اس وقت میں انتفاع جائز ہے سوائے اس کے کھانے کے اگرچہ کھال ماکول اللحم مردہ کی ہو برتول صحیح بدلیل حق تعالیٰ کے اس قول کے کہ تم پر حرام کر دیا جانور مردہ اور یہ یعنی کھال جز ہے مردہ کی و فی الجمع و تجزیر بیع الدین المتنبس والانتفاع بہ فی غیر الاکل بخلاف الودک اور جمع میں ہے کہ ہم جائز جانتے ہیں ناپاک تیل کی بیع اور اس سے فائدہ لینا سوائے کھانے کے بخلاف مردہ کی چربی کے ہم غیر اکل کا انتفاع چنانچہ چربی میں جلا نا سوائے مسجد کے و دکن عبارت ہے چربی اور بڈیوں کے گودے سے کذا فی الطحاوی کما ینتفع بما لا تحلہ حیوۃ منہا لعیسایا و صوفیہا کما مر فی الطہارۃ جیسے فائدہ لینا مردے کی اس چیز سے جائز ہے جس میں زندگی سلول نہیں کرتی چنانچہ اس کا پٹھا اور اون چنانچہ مذکور ہو چکا کتاب الطہارۃ میں ہم بال اور پراور پونج اور ہم اور کھرمزدہ جانور کے پاک ہیں کیونکہ ان میں حیات کا دخل نہیں کہ موت کا دخل کرے اور ہاتھی کے دانت کی بیع جائز ہے اور ہاتھی سے انتفاع لینا بوجہ لادنے اور سوار ہونے اور مقاتلہ کرنے کے جائز ہے کذا فی المنع وفسد شرأء ما باع بنفسہ او لوبو کیدہ من الذی اشتراہ ولو حکما کوارثہ بالاقول من قدر التمن الاول قبل نقد کل التمن الاول صورتہ باع شیئاً بعشرۃ دلم یقبض لثم ثم شرأء بحبستہ لم یجز وان رخص السعر للربوا اطلاقاً لالتامنی اور جو چیز بذات خود اپنے وکیل نے بھی اس کا خرید کرنا اس سے جس نے اس کو خرید کیا اگرچہ مشتری مکی ہو چنانچہ مشتری کے وارث سے خرید کرنا بوجہ کمتر تمین کے تمین اہل کی مقدار سے قبل پانے تمام تمین اول کے فاسد ہے صورت اس کی یہ ہے کہ کوئی چیز مثلاً دس درم کو بھی اور تمین پر قبضہ نہ کیا پھر اس کو پانچ درم سے خرید کیا تو جائز نہیں اگرچہ اس چیز کا نرخ ارزاں ہو گیا ہو فساد بیع بسبب بیاع کے ہے بخلاف امام شافعی کے مذہب کے ہم جب دس درم کو بیچا پھر پانچ کو خرید کیا تو پانچ درم زیادہ بلا عوض باقی رہے تو یہ فائدہ ہوا در صورت عدم ضمان کے حالانکہ یہ حرام ہے کذا فی شرح التذلیع مشتری کے وارث کی قید اس واسطے لگائی کہ بائع کے وارث کو اقل تمین سے خرید کرنا جائز ہے قبل تمین کی قید اس واسطے لگائی کہ بعد قبض کے خرید کرنا فاسد نہیں اور کل تمین کی قبض کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر ایک درم بھی باقی رہے گا تو خرید جائز نہ ہوگی کذا فی الطحاوی و شرأء من لا تجوز شہادۃ لہ کابنہ واریہ کشرأء بنفسہ فلا یجوز الینا خلافاً للعافی غیر عبدہ و مکاتبہ اور خرید کرنا اس کا جس کی گوہی بائع کے فائدے واسطے جائز نہیں چنانچہ اس کے بیٹے اور باپ کی خرید بائع کی ذات کی خرید کے برابر ہے تو اس کا خرید کرنا بھی جائز نہیں بخلاف صاحبین کے کہ ان کے نزدیک بائع کے اصول اور فروع کو کمتر تمین سے خرید کرنا جائز ہے سوائے اس کے غلام اور مکاتب کے ولابد لعمراً کجواز من اتحاد جنس التمن و کون البیوع بجالہ فان اختلف جنس التمن او تعیب البیوع جاز مطلقاً لکلو شرأء بازید او بعد النقد اور ضرور ہے عدل ہواز کے واسطے جنس تمین کا متحد ہونا اور بیع کا بحال خود باقی رہنا اور اگر جنس تمین مختلف ہو یا بیع میں مشتری کے پاس عیب لگ جائے تو ہر طرح بیع

جائز ہے خواہ نقصان ثمن بقدر عیب کے ہو یا زیادہ چنانچہ بیع جائز ہے اگر بائع نے ثمن اول سے زیادہ ثمن کو خرید کیا یا بعد قبض کرنے ثمن کے کمتر ثمن سے خرید کیا والدراہم والدنایر جنس واحد فی ثمان مسائل منہا ہذا فی تضارین شفعة واکراہ مضاربتہ ابتداء و انتہاء بقاء و امتناع مراہجہ ویزاد زکوٰۃ وشرکات و قیم متلفات وارش جنایات کما بسطہ المصنف مغزیا الی العمادیۃ اوردراہم اور دنایر ایک ہی جنس ہیں آٹھ مسئلوں میں از انجلہ یہ مقام ہے اور ادائے دین میں اور شفعہ اور اکراہ اور مضاربت میں باعتبار ابتداء اور انتہاء بقا کے اور امتناع مراہجہ میں اور چار مسئلے مسائل مذکورہ پر اور زیادہ کیے گئے ہیں زکوٰۃ اور شرکات اور اشیائے متلفہ کی قیمتیں اور جنایات کی دیت چنانچہ اس کو مصرح بیان کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں عمادیہ کی طرف نسبت کر کے م اقل ثمن سے خرید کی صورت یہ ہے کہ عقد اول دراہم سے تھا پھر بائع نے اس کو دنایر سے خرید کیا جسکی قیمت کمتر ہے دراہم سے تو جائز نہیں اس واسطے کہ باعتبار استحسان دراہم اور دنایر یہاں متحد الجنس ہیں اور ادائے دین کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص پر دراہم کا دین تھا سو اسے ادائے دین میں پہلو تھی کی پھر اس کے دنایر قاضی کے ہاتھ میں پڑے تو قاضی کو جائز ہے کہ دنایر کو دراہم سے بدلا کر ادائے دین کرے اور غیر دنایر کے مال سے قاضی ادائے دین نہیں کر سکتا امام کے نزدیک خلافا لہذا جبین اور شفعہ کی یہ صورت ہے کہ شفعہ کو خبر ہوئی کہ مشتری نے گھر کو ہزار درہم سے خرید کیا پھر تسلیم شفعہ ہوئی پھر ظاہر ہوا کہ مشتری نے دنایر سے گھر خرید کیا جن کی قیمت ہزار درہم ہیں یا زیادہ تو اس کو دراہم کا مطالبہ نہیں پہنچتا اور اکراہ کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص پر زبردستی ہوئی کہ اپنا غلام ہزار درہم کو بیچے سو اس نے پچاس دینار کو بیچا جن کی قیمت ہزار درہم ہے تو بیع علی حکم الاکراہ ہے اور اگر قبلی یا وزنی یا سبب سے جس کی قیمت اتنی ہے بیع ہوگی تو یہ بیع زبردستی کی نہ ہوگی اور تبدلے مضاربت کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے ہزار دینار پر عقد مضاربت منعقد کیا اور فائدہ بیان کر دیا پھر مضارب کو اتنے درہم دیئے جن کی قیمت ہزار دینار ہیں تو مضاربت صحیح ہے اور فائدہ برقرار ہے شرط کے موافق اور اسی طرح انتہاء اور بقا کے مضاربت ہے اور امتناع مراہجہ کی یہ صورت ہے کہ ایک کپڑا دس درہم کو خرید کیا پھر اس کو بطور مراہجہ بارہ درہم کو بیچا پھر اس کو ایک دینار سے مول تو اب اس کو بطور مراہجہ بیع کرے اور اسی طرح اگر دس درہم کو خرید کرے اور ایک دینار کو بیچے جس کی بارہ درہم قیمت ہے تو مراہجہ ممتنع ہے اور زکوٰۃ کی یہ صورت ہے کہ نم دراہم کا دنایر سے کرنا اور زکوٰۃ نکالنا ایک جنس کا دوسری جنس سے جائز ہے اور شرکات کی صورت یہ ہے کہ جب ایک شریک کا مال دراہم ہوں اور دوسرے شریک کا مال دنایر ہوں تو دونوں میں شرکت معان منعقد ہوگی اور اشیائے متلفہ میں قیمت کرنے والا مختار ہے چاہے دراہم سے اس کی قیمت مقرر کرے چاہے دنایر سے اور جنایات کی دیت کی یہ صورت ہے کہ موضع میں نصف عشر دیت ہے اور ہاتھ میں عشر ہے اور منقلہ میں عشر اور نصف عشر ہے اور جائزہ میں ثلث ہے اور دیت یا ہزار دینار ہیں یا دس ہزار درہم ہیں تو اشیائے مذکورہ میں چاہے دیت سونے کی مقرر کرے چاہے چاندی کی کذا فی الطحاوی و فی الخلاصہ کل عوض ملک بعقد یفسخ بہلا کہ قبل قبضہ لم یجز التصرف فیہ قبل قبضہ اور خلاصہ میں ہے کہ جو عوض کہ مملوک ہو ایسے عقد سے جو فسخ ہو جائے عوض کی ہلاکی سے قبل اس کے مقبوض ہونے کے تو اس عوض میں تصرف جائز نہیں قبل اس کے قبضہ کے م چنانچہ مال منقول کو جبکہ خرید کرے تو مشتری کو اس میں تصرف کرنا قبل قبض صحیح نہیں ہونے مذکور کی قید سے ثمن نکل گیا کہ اس میں تصرف بطور مبیعہ یا بیع کے قبل اس کے مقبوض ہونے کے جائز ہے خواہ ثمن متعین ہو جاتا ہو تعین سے چنانچہ مکمل یا متعین نہ ہو جاتا ہو چنانچہ نقد اور اس کی علت یہ ہے کہ عقد بیع ضح نہیں ہوتا ثمن کی ہلاکی سے اس واسطے کہ اصل بیع میں بیع ہے نہ ثمن صحیح ایما ضم الیکان یا بشرۃ ولم یقبضہا ثم شرأ مع شیئی اخر بشرۃ فسد فی الاول و جاز فی الاخر فینقسم الثمن علی قیمتہا ولا یشیح الفسأ لانه طاری و لکان الاجتہاد اور صحیح ہے بیع اس چیز میں جو طاری گئی اس کی طرف جیسے تخت بیچا دس درہم کو مثلاً اور ثمن پر قبضہ نہ کیا پھر اس کو دوسری

فتاویٰ اشیاے اثنا عشریہ کہ دراہم دینار و درہم متحد الجنس اند ۱۳

پہنچنے میں شکوکے کے ساتھ دس درم کو مول لیا تو بیع اول یعنی تخت میں بیع فاسد ہوگی اور دوسری یعنی پڑے میں بیع جائز ہوگی تو فن اس کی قیمت پر منقسم ہوگا اور بیع اول کا فساد بیع ثانی میں نہ شائع ہوگا اس واسطے کہ وہ طاری ہوا ہے پیچھے سے اور بسبب محل اجتہاد کے یہاں تک کہ اگر قاضی اس کے جواز کا حکم کرے تو بیع صحیح ہوگی کذا فی الزیسی و بیع زیت علی ان یز نہ لظرفہ و لظرف عنہ بكل ظرف کذا رطلان مقتضی العقد طرح مقدار وزنہ کہا افادہ بقولہ بخلاف شرط طرح وزن الطرف فانہ يجوز کما لو عرف قدر وزنہ اور فاسد ہے بیع زیتون کے تیل کی اس شرط پر کہ بائع تیل کو تول دے اس کے طرف کے ساتھ اور اس سے کم کر ڈالے بمقابلہ ہر برتن کے اتنے رطل اس واسطے کہ مقتضی عقد کم کر ڈالنا ہے برتن کے وزن کے برابر اور وہ اس شرط میں علی التحقیق حاصل نہیں چنانچہ مصنف نے اس کو اپنے اس قول سے بیان کیا کہ بخلاف شرط کم کر ڈالنے وزن طرف کے کہ وہ جائز ہے جیسا یوں بھی جائز ہے اگر مقدار وزن طرف معلوم ہو جائے ہم زیتون کا تیل بطریق مثال کے ہے اور یہی حکم ہے جمیع ہوزونہ کا نہر الفائق میں کہا اس واسطے یہ بیع جائز نہ ہوئی کہ اس شرط کو عقد مقتضی نہیں اور اس میں احد المتعاقدين کا نفع ہے اس واسطے کہ طرف کا وزنی شاید کمتر ہو مشروط ہے تو اس میں مشتری کا نفع ہے یا زیادہ ہو تو بائع کا فائدہ ہے اور اگر وزن طرف کا ساقط کرنا مشروط ہے تو بیع صحیح ہے اس واسطے کہ اس شرط کو عقد مقتضی ہے تا مقدار بیع معلوم ہو جائے غیر بیع سے تو من مخصوص ہو جاوے بیع کے ساتھ ولو اختلفا فی نفس الطرف و قدرہ فالقول للمشتري بیئینہ لانه قابض او منکر اور اگر بائع اور مشتری نے اختلاف کیا نفس طرف یا اس کی مقدار میں تو مشتری کا قول معتبر ہے قسم کے ساتھ اس واسطے کہ وہ قابض ہے یا منکر موطا وی نے کہا و قدرہ کا واو بمعنی او ہے مانعہ الخلو اس واسطے کہ کلبے ظرف کی مقدار واحد ہوتی ہے اور دو ظرفوں کی ذات مختلف ہوتی ہے لہذا مترجم نے اسی کے موافق ترجمہ کیا ہے اور مشتری کے قابض یا منکر ہونے کی یہ وجہ ہے کہ جب مشتری نے ظرف پھیر دیا اور وہ تو لا گیا اور اس کا وزن دس رطل نکلا تو بائع نے کہا کہ میرا ظرف اس کے سوا اور تھا جس کا وزن پانچ رطل تھا تو یہاں مشتری ہی کا قول معتبر ہوگا اس واسطے کہ یہ اختلاف یا ظرف مقبوض کے تعیین میں ہے یا من کی مقدار میں اگر اول ہے تو مشتری قابض ہے اور قول نہیں مگر قابض کا اور اگر ثانی ہے تو فی الحقیقت من کا اختلاف ہے تو بھی مشتری ہی کا قول معتبر ہوگا کیونکہ وہ منکر ہے زیادتی من کا اور قول معتبر نہیں مگر منکر کا قسم کے ساتھ اور اگر بائع کو او لاوے گا تو مقبول ہوں گے و صحیح بیع الطریق و فی الشربلایہ عن الخانیہ لایصح اور صحیح ہے بیع کی باہ اور شربلایہ میں خانیہ سے مذکور ہے کہ ماہ کی بیع صحیح نہیں و منی قسمۃ الوہبانیۃ ۵ لیس لم قال الامام تعام بدرب ولم یفخذ کذا البیع یدکرہ اور وہبانیہ کی کتاب الفترہ سے یہ بیت ہے کہ امام اعظم نے فرمایا کہ اہل کوچہ کو باہم تقسیم کر لینا کوچہ غیر نافذ کا جائز نہیں اور اسی طرح اس کی بیع بھی مذکور ہے یعنی بیع بھی جائز نہیں اور غیر نافذہ کی قید اس واسطے لگائی تا معلوم ہو جائے کہ کوچہ نافذہ یعنی خارج عام کو بیع بطریق اولی جائز نہیں کذا فی الطحاوی و فی معایاتہا و ارتضاء فی النوازل الشبہ ۵ و مالک الارمن لیس یملکہ معہاہ لیز شریک ثم یزینظر اور وہبانیہ کے سوال مشکل مسکت میں یہ بیت ہے اور اشباہ کی پہلیوں میں اس کو پسند کیا ہے کہ مالک زمین کوچہ غیر نافذہ کے بیچنے کا مالک نہیں سوائے اپنے شریک کے پھر اگر اپنے شریک سے بیچے تو اس میں تامل ہے یعنی ناظم اس کے جواب پر مطلع نہیں ہم عدم جواز بیع طریق خانیہ میں مذکور ہے اور مشائخ بیع جواز کے قائل ہیں کذا فی الطحاوی اور ہایہ اور وقایہ میں بھی بیع طریق اور اس کے ہبہ کی صحت مذکور ہے حدائے بین ا طول و عرض اولو ہبۃ بیع طریق کی صحیح ہے خواہ اس کے حدود یعنی طول اور عرض مذکور ہو یا نہ ہو اور اسی طرح اس کا ہبہ بھی صحیح ہے و اذا لم یبین یقصد لبعرض باب الدار العظمیٰ اور جب کہ بیع یا ہبہ طریق میں حدود کا بیان نہ ہو تو اس کا عرض بڑے گھر کے دروازے کے عرض کی برابر ٹھہرایا جاوے ہم بہتر یہ تھا کہ شایع باب الدار الاعظم کتا یعنی اس واسطے کہ اعظم صفت ہے باجگاہ اور اس سے پھر دروازہ ہے گھر کا انتہی لیکن فتح القدر وغیرہ میں بھی

باب الدار العظمیٰ وارو ہے تو ظاہر اعظم کنے کی کچھ حاجت نہیں اس واسطے کہ بڑے گھر کا اکثر بڑا دروازہ ہوتا ہے جس کو ہند میں پھاٹک بولتے ہیں واللہ اعلم البیوع مسیل الماء ووجہتہ لجمالتہ اذ لا یدری قدر ما یشغلہ من الماء صحیح نہیں پانی بہنے کے مکان کی بیع اور نہ ہبہ اس کا بسبب اس کے مجہول ہونے کے اس واسطے کہ جتنا پانی مکان سیل میں پھیلتا ہے اس کی مقدار معلوم نہیں م سیل سے یا رقبہ مسیل مراد ہے یعنی وہ مکان جس میں پانی بہتا ہے چنانچہ نہر یا سطح یعنی چھت اور طریق سے یا رقبہ طریق مراد ہے یعنی وہ مکان جس میں مرور واقع ہے تو مقدار مسیل مجہول ہے لہذا اس کی بیع اور ہبہ جائز نہیں اور رقبہ طریق معلوم ہے اگرچہ اس کی حدود مذکور نہ ہوں تو اس کی بیع اور ہبہ جائز ہے یا مسیل سے حق تسبیل یعنی پانی بہنے کا حق مراد ہے تو اگر زمین پر سیل ہے سو مجہول ہے اور اگر چھت پر ہے تو وہ حق تعالیٰ ہے جس کو بقا نہیں یا طریق سے حق مرور مراد ہے اس کے بیع میں دو روایتیں ہیں وجہ بطلان یہ ہے کہ یہ مال نہیں اور وجہ صحت یہ ہے کہ اس کی طرف حاجت ہے اور وہ حق معلوم ہے اور عین باقی سے متعلق ہے یہ اس صورت میں ہے جب من حیث المسیل اعتبار ہو گا اور اس کا طول اور عرض نہ بیان ہو اور اگر مسیل کو نہر ہونے کی حیثیت سے اعتبار کیجیے تو وہ زمین مملوک ہے اور اس کی بیع جائز ہے چنانچہ حرمی نے ذکر کیا ہے یا من حیث المسیل اعتبار کیجیے لیکن اس کے حدود مذکور ہوں تو بھی اس کی بیع جائز ہے بقول قاضی خاں کذانی شرح الوقایہ وما یشغلہ للحمس الجلیبی و صحیح مع حق مرور تبعاً للارض بلا خلاف و مقصود اوحدہ فی روایت و بہ اخذ عامۃ لمشائخ ستمنی و فی اخری لا وصح ابو اللیث اور صحیح ہے بیع حق مرور یعنی راہ چلنے کے حق کی بیع زمین زمین کے ساتھ بالاتفاق بلا خلاف اور بالذات فقط حق مرور کی ایک روایت میں بیع جائز ہے اور اس کی روایت کو اکثر فقہانے لیا ہے اور دوسری روایت میں بیع اس کی صحیح نہیں اور فقیر ابو اللیث نے اس کو صحیح کہا ہے م حق مرور کی بیع زمین کے ساتھ صورت اس کی یہ ہے کہ ایک شخص زمین کا مالک ہے اور اس کو دوسرے کی زمین میں ہو کر اپنی زمین میں آنے کا حق ثابت ہے اس شخص نے اپنی زمین اور حق مرور کو بیچا تو یہ بیع صحیح ہے کذافی الطحاوی و کذا بیع الشرب و ظاہر الروایۃ فسادہ الا تبعا خانینہ و شرح وہبانیہ و تحفۃ فی احیاء الموات اور اسی طرح شرب بالکسر کی بیع یعنی زراعت سینچے اور جانوروں کے پانی پلانے کو پانی لینے کی باری کی بیع جائز ہے زمین کے ساتھ بالاجماع اور فقط باری بیچنا بدولت زمین کے ایک روایت میں جائز ہے اور یہی مشائخ بلخ کا مختار ہے اور دوسری روایت میں جائز نہیں اور یہ قول مشائخ بخارا کا مختار ہے کذافی المنخ اور ظاہر الروایہ میں یہ بیع فاسد ہے مگر زمین کے ساتھ کذافی الخانیہ و شرح الوہبانیہ اور ہم اس کی تحقیق کریں احیاء الموات کی کتاب میں لایصح بیع حق التسمیل و ہبۃ سواء کان علی الارض لجمالتہ محلہ کما مر علی السطح لانہ حق التعلیٰ و قدر بطلان صحیح نہیں بیع حق تسبیل کی اور ہبہ اس کا خواہ سیلان آب کا حق زمین پر ہو بسبب مجہول ہونے اس کے مکان کے چنانچہ مذکور ہو چکا قبل اس کے باچھت پر ہو اس واسطے کہ وہ حق تعالیٰ ہے اور اس کے بطلان کی وجہ پہلے مذکور ہو چکی و لا البیوع بمن مؤجل الی النیر و تروہ و ہوا اول یوم من الیریح تخیل فیہ الشمس برج حمل و ہذا نیروز السلطان و نیروز الجوس یوم تخیل فی الموت و عدہ الیرجندی سبوتہ فاذا لم یبینا فالعقد فاسد ابن کمال اور صحیح نہیں بیع اس ثمن سے جو مؤجل ہے نوروز تک نوروز پہلادن ہے فصل زیع کا جس میں آفتاب برج حمل میں آوے اور یہ نوروز سلطان ہے اور مجوسیوں کا نوروز وہ دن ہے جس میں آفتاب برج توت میں آوے اور برہندی نے سات نوروز شمار کیے ہیں پھر جب عاقین نے نوروز کی مدت بیان کی اور تصزیح کی کہ کون نوروز مراد ہے تو عقیدہ فاسد ہے کذا مرع ابن کمال یعنی بسبب مجہول ہونے مدت کے و المہر جان ہو اول یوم من الخریف تخیل فیہ الشمس برج المیزان اور بیع صحیح نہیں مہر جان کی مدت تک مہر جان پہلادن ہے فصل خریف کا جس میں آفتاب برج میزان میں آوے مہر جان معرب ہے مہرگان کا چونکہ وہ دن بھی متعدد ہے

نوروز کے مانند مذاہب صحیح نہیں و صوم النصارى و فطر الیهود و صوم فاکتفا بذکر احد ہما سراج اور نصاری کے روزہ رکھنے اور نہ رکھنے کی مدت اور یہودیوں کے روزہ نہ رکھنے اور رکھنے کی مدت سے بیع صحیح نہیں مصنف نے نصاری کے صوم اور یہودیوں کے فطر پر اکتفا کی اختصار کے واسطے کذا فی السراج اذا لم یذکر المتعاقدان لیسر روزہ و بالعدہ فلو عرفناہ باز بیع اس وقت صحیح نہیں جب کہ متعاقدین نوروز اور اس کے مابعد کی مدت کو دیکھتے ہوں اور اگر دونوں مکتومہ کو ملتے ہوں علی تحقیق تو بیع جائز ہے یعنی اس واسطے کہ اب جہات مدت باقی نہ رہی بخلاف فطر النصارى بعد ما شرعوا فی صومہم للعلم بہ و بیع فسون یوما بخلاف نصاری کے روزہ توڑنے کی مدت مقرر کرنا ان کے روزہ شروع کرنے کے بعد تو بیع صحیح ہے بسبب اس کے معلوم ہونے کے اور وہ یعنی صوم نصاری کی مدت پچاس دن ہیں درمیں تیز تاشی سے صوم نصاری کی مدت پچاس دن مذکور ہیں اور فتح القدر اور نہر الفائق اور جموی و پکن دن اور قہستانی میں سینتیس دن مسطور ہیں ولالی قدم الحاج والحصاد للزرع والدیاس للحب والقطاف للعب لاناہما تقدم و تاخر اور صحیح بیع حاجیوں کے آنے اور کھیت کاٹنے اور خرمن کو بی یعنی کھلیان مانڈنے اور انگور توڑنے کی مدت تک اس واسطے کہ اوہ مذکورہ میں تقدم اور تاخر واقع ہوتا ہے تو جہات باعث منازعت ہوگی ولو باع مطلقا عنہا سے عن ہذہ الاجال ثم اقبل الثمن الدین اما تا جیل البیوع او الثمن العین فمفسد ولو الی معلوم ثمنی الیہا صحیح التاجیل اور اگر مطلق بیع کی یعنی بلا ذکر اوقات مذکورہ کے پھر خریدین کی مدت اوقات مذکورہ میں مقرر کی تو اس طرح مدت بھٹانا مفسد بیع ہے اگرچہ مدت معلوم اور معین ہو کذا فی الثمنی م ثمن دین کی اس طرح کی تاجیل صحیح ہے بقول اصح اس واسطے کہ دین کی تاجیل ہے اور تاجیل بعد بیع تبرع ہے تو تاجیل مجہول کو قبول کرے گا بیس مفسد بیع وہ تاجیل مجہول ہے بل سلب عقد میں واقع ہو کذا فی المنع کا لو کف الی ہذہ الاوقات لان الجہالة الیسیرة متممہ فی الدین والکفالة لا الفاحشہ چنانچہ ضامن ہونا ان اوقات تک صحیح ہے اس واسطے کہ کتر جہات دین اور ضمانت میں متمم ہے نہ جہات فاحشہ کثیرہ جیسے ہبوب ریح اور قدم غائب اور اسقط المشتري لا جیل فی الصور الذکورہ قبل حلولہ و قبل فسوخہ و قبل الافتراق حتی لو تفرقا قبل الاسقاط تاکد الفساد ولا ینقلب جائزا اتفاقا ابن کمال وابن ملک کجہات فاحشہ کہ ہبوب ریح و جہتی مطر فلا ینقلب جائزا وان ابطال الاجل یعنی یا جیسے مشتری مدت کو ساقط کرے مثلاً مذکورہ میں قبل آنے مدت تک اور قبل فسوخ کرنے سے بیع کے اور قبل افتراق کے یہاں تک کہ اگر عاقدین متفرق ہو جاویں قبل اسقاط مدت کے تو فساد بیع مضبوط ہو جائے گا اور منقلب ہو جائے ہوگا باتفاق کذا صرح ابن کمال وابن ملک مانند جہات فاحشہ کے جیسے ہوا چلنے اور مینہ برسنے کی مدت سے بیع بدل کر جائز نہ ہوگی اگرچہ مدت مذکورہ کو باطل کر دے کذا فی العینی او امر المسلم بیع خمر او خنزیر او شراہما و کل المسلم ذمیا و امر المحرم غیرہ اسے غیر المحرم بیع صیدہ یعنی صحیح ذلک عند الامام مع اشد کراہتہ کما صح ما مر لان العاقد یتصرف باہلیتہ وانتقال الملک الی الامر علی وقالا لا یصح و ہوا الا ظہر شر بنی لایۃ عن البرہان یا جیسے امر کیا مسلم نے یعنی وکیل کیا مسلم نے ذمی کو شراب یا سور کے بیچنے یا خرید کرنے کے واسطے امر نے غیر محرم سے کہا اپنے شکار کے بیچنے کے واسطے یعنی یہ توکیل اور بیع اور شراہما کے نزدیک صحیح ہے نہایت کراہت کے ساتھ جیسے ضمانت بقیم صحیح ہے اس واسطے کہ عاقد یعنی ذمی وکیل پہلی صورت میں اور غیر محرم وکیل دوسری صورت میں تصرف کرتا ہے بیع اور شراہما میں اپنی اہلیت کے موقوف کی اہلیت سے اور انتقال ملک کا موقوف کی طرف امر علی ہے اور ما جیلین نے کہا کہ بیع مذکور صحیح نہیں یعنی باطل ہے اور یہی قول ظاہر ہے کذا فی الشر بنی لایۃ عن البرہان م جب امام کے نزدیک جو از بیع اشد کراہت کے ساتھ ہوا تو مسلم کو واجب ہے کہ در صورت خرید شراب کو برکے سے اس کو زمین پر بہا دے اور سور کو چھوڑ دے اور در صورت بیع اس کے ثمن کو تصدق کرے کذا فی الطحاوی عن المحوی ولا یصح بشرط عطف علی غیر ذلک صحیح نہیں یعنی فاسد ہے بیع بشرط کے ساتھ شراہما نے کہا کہ بیع بشرط عطف ہے نیز ہرم بلکہ معطوف علیہ البیوع الی الیروزہ ہے نہ لفظ

نیروز کمال یعنی شرط سے بیع اس واسطے فاسد ہے کہ حدیث مرفوع میں بیع اور شرط سے نہیں وارد ہے کذا فی الطحاوی یعنی الاصل الجامع فی فساد العقد بسبب شرط الا یقتضیہ العقد لئلا یؤثر فیہ نفع لا حد ہوا و فیہ نفع لم یبیع ہومن اہل الاستحقاق للنفع بان یکون اد میا فلوم یکن کشرط ان لا یرکب الدابة المبیعة لم ینفسد المکسب مصنف نے اپنے قول بیع بشرط سے وہ قاعدہ کلیہ مراد رکھا جو جامع ہے فساد عقد کا ایسی شرط کے سبب سے جس کو عقد بیع مقتضی نہیں اور نہ اس کے مناسب ہے اور اس میں فائدہ ہے بائع یا مشتری کا یا اس میں فائدہ ہے اس بیع کا جو اہل ہے استحقاق منفعت کا اس طرح پر کہ بیع آدمی ہو اور اگر بیع آدمی نہ ہو جیسے بائع کا یوں شرط کرنا کہ مشتری خریدے جانور پر سوار نہ ہو تو یہ شرط مفید بیع نہیں چنانچہ اس کا ذکر آوے گا کہ جو شرط عقد بیع سے واجب ہے چنانچہ بائع کا تصرف کرنا ثمن میں اور مشتری کا بیع میں تو اس شرط کو عقد مقتضی ہے اور جو شرط عقد سے واجب نہیں اس کو عقد مقتضی نہیں اور مناسب عقد وہ شرط ہے جو مؤکد ہو عقد کی اور غیر مناسب اس کے برخلاف ہے اور اگر ایسی شرط ہو جس میں بائع مشتری کی مضرت نہ ہو جیسے کپڑا پہننا اس شرط پر کہ مشتری اس کو نہ بیچے یا ہبہ نہ کرے تو بقول طرفین بیع جائز ہے کذا فی الطحاوی ولم یحجر العرف بہ ولم یرد الشرع لجزاہ اما لوجہ العرف بہ کیسے کحل مع شرط تشریک اور الشرع بہ کخیار شرط فلا فساد اور ایسی شرط ہو کہ اس کا رواج نہ جاری ہو اور شرع میں اس کا جائز ہونا نہ وارد ہو اور اگر اس شرط کا رواج جاری ہو جیسے بیع نعلین کی تشریک یعنی شراک لگانے کی شرط کے ساتھ یا اس شرط کی اجازت شرع میں وارد ہو چنانچہ خیار الشرط تو ایسی شرط سے بیع فاسد نہیں کشرط ان لا یقطع البائع و یحیط قبا، مثال لما لا یقتضیہ العقد و فیہ نفع للمشتري چنانچہ یہ شرط کرنا کہ کپڑے کو بائع قطع کرے اور اس کی قیاسی دے یہ مثال ہے اس شرط کی جس کو عقد مقتضی نہیں اور اس میں فائدہ ہے مشتری کام اور ازاں جملہ یہ شرط ہے کہ بائع کی بیع میں بائع اس کے گرد کی دیواریں یا خندق بنا دے یا زمین کی بیع میں یہ شرط کرے کہ بائع اس میں مسجد بناوے یا طعام کی بیع اس شرط سے کہ اس کو خیرات کرے ایسی شرط سے بیع فاسد ہے او لیستخذہ مثال لما فیہ نفع للبائع و انما قال شہر الما مران الخیار اذا کان ثلثۃ ایام بازان لشرط فیہ الاستخدام درریا یوں شرط کرنا کہ بائع لونڈی یا غلام سے ایک مہینہ خدمت لے یہ مثال ہے اس شرط کی جس میں بائع کا فائدہ ہے مصنف نے مہینے کی قید اس واسطے لگائی کہ مذکور ہو چکا ہے کہ جب خیار الشرط تین دن کا ہو تو اس میں استخدام کا شرط کرنا جائز ہے او لعیقہ فان اعتمق صح ان بعد قبضہ و لزم الثمن عندہ والا لا شرح مجمع یا یہ شرط کی کہ غلام کو مشتری آزاد کرے پھر اگر وہ آزاد کرے گا تو عتق صح ہے اگر عتاق بعد اس کے قبضے کے واقع ہوا اور ثمن مشتری پر لازم ہو گا امام کے نزدیک اور اگر عتاق بعد قبضہ نہیں ہوا تو عتق صحیح نہیں کذا فی شرح الجمع او یدبرہ او یکتاہ او لیستولد باولا یخرج الثمن عن ملکہ لما فیہ نفع لم یبیع لیسقہ یا یہ شرط کی کہ مشتری غلام کو مدبر یا مکاتب کرے یا لونڈی کو حرم بنا دے یا مملوک مشتری کی ملک سے بطریق عتق وغیرہ کے خارج نہ ہو یہ اعتاق وغیرہ اس شرط کی مثال ہے جس میں نفع ہے اس بیع کا جو مستحق ہے نفع کام اعتاق وغیرہ میں منفعت مملوک صریح ہے اور عدم اخراج عن الملك میں بھی فائدہ ہے اس واسطے کہ مملوک کو پسند یہ آتا ہے کہ دست بدست نہ پھرے کذا فی الطحاوی ثم فرع علی الاصل بقولہ فیصح البیع بشرط یقتضیہ العقد کشرط الملك للمشتري و شرط مجلس البیع لا یتفاء الثمن او لا یقتضیہ ولا نفع فیہ لاحد ولو اجنبیا ابن ملک فلو شرط ان لیسکنہا فلان او ان یقرضہ البائع والمشتري کذا فالظاهر الفساد ذکرہ اخی زادہ وظاہر البحر تزییح الصحة پھر مصنف نے قاعدہ مذکور پر تفریح کی اپنے اس قول کی تو بیع صحیح ہے اس شرط سے جس کو عقد مقتضی ہے جیسے شرط کرنا ملک بیع کا مشتری کے واسطے اور شرط کرنا جس بیع کا ثمن لینے کے واسطے یا ایسی شرط ہے جس کو عقد مقتضی نہیں اور اس میں کسی شخص کو فائدہ نہیں اگرچہ وہ شخص اجنبی ہو کذا صرح ابن ملک تو اگر بائع نے یہ شرط کی کہ گھر میں فلانا شخص اجنبی رہے یا بائع یا مشتری

و ذکر بیع بشرط



اس کو اتنا قرض دے تو قول اظہر فساد ہے اس بیع کا چنانچہ اخی زاد نے اس کو ذکر کیا ہے اور بحر الرائق کا ظاہر کلام صحت بیع کی تزییح پر دلالت کرتا ہے کشرط ان لا بیع عبر ابن کمال بان لا یرکب الدابة المبیعة فانها لیست باہل للنتفع شرط غیر نافع جس کو عقد مقفنی نہیں جیسے یہ شرط کرنا کہ بیع جانور کو مشتری نے بیچے اور ابن کمال نے یوں تعبیر کی ہے کہ مشتری جانور پر سوار نہ ہو اس واسطے کہ جانور مستحق نفع نہیں کیونکہ اہلیت استحقاق منفعت آدمی میں مخصوص ہے اولاً یقتضیہ لکن یلائمہ کشرط رہن معلوم و کفیل حاضر ابن ملک یا وہ شرط جس کو عقد مقفنی نہیں لیکن وہ مناسب ہے عقد کے جیسے رہن معین اور کفیل حاضر کا شرط کرنا کہ اصراہ ابن ملک ہم یعنی بالبع مشتری سے کہے کہ میں بیچتا ہوں اس شرط سے کہ بابت شمس کے تو فلائی چیز میرے پاس رہن رکھ یا اس شخص کو شمس کا ضامن دے تو بیع صحیح ہے ایسی شرط سے بحر الرائق میں کہا کہ رہن کا معین ہونا خواہ با اشارہ ہو یا بے تسمیہ تو اگر کسی اور اشارہ لیتا نہ ہو تو جائز نہیں مگر جب کہ دونوں اس کی تعیین میں مجلس عقد کے اندر راضی ہو جاویں اور قبل تفرق مشتری اس کو تسلیم کرے یا مشتری شمس دینے میں تھمیل کرے اور عاقدین رہن کو باطل کر دیں حضور کفیل کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر ضامن غائب ہو اور قبل تفرق قبول کرے یا حاضر ہو اور ضمانت قبول نہ کرے تو جائز نہیں آخری العرف بکسب نفل اے صرم سماہ باسم مایوول الیہ عینی لایعیند البائع و لیشکر اے بیع علیہ الشراک ہو السیر و مثلہ تسمیر القباہ استحسانا للتعامل بلا نیکیر یا عادت جاری ہو گئی ہو اس شرط کی جیسے نعلین کی بیع اس شرط پر کہ بائع چمڑا کاڑے اور اس پر دو ال لگا دے اسی کے مانند کیلین جو ٹنڈے کھڑاؤن کا اس شرط سے بیع صحیح ہے بسبب تعامل اور دواج کے بلا انکار اہل علم شارع نے کہا کہ مصنف نے چمڑے کا نفل نام رکھا باعتبار انجام کار کے کذا فی العینی شراک بکسر اول عبارت ہے میرے بفتح سین مہملہ و سکون یا ئے تحتانہ یعنی وہ دوام اور تسمیہ جو نعلین میں پشت قدم پر رہتا ہے م صرم بفتح صاد معرب ہے حرم فارسی کا کذا فی الطحاوی و ہذا اذا علقہ بکلمۃ علی وان بکلمۃ ان بطل البیع الا انی بعث ان رضی فلان و وقتہ کنیار الشرط اشباہ من الشرط و التعلیق و بحر من مسائل شتی یہ یعنی شرط مذکور سے بیع صحیح ہونا اس وقت ہے جب کہ شرط کو بقطع علی تعلیق کرے اور اگر بلفظ ان شرطیہ تعلیق ہوگی تو بیع سب صورتوں میں باطل ہے مگر اس مثال میں کہ میں نے بیع کی اگر فلا نا شخص راضی ہو اور اس کی رضامندی کی مدت میں دن معین کی خیار الشرط کے مانند کذا فی الاشباہ من الشرط و التعلیق و البحر من مسائل شتی و اذا قبض المشتري المبیع برضی بحر ابن کمال باذن بالعه ہر یکا او دلالت بان قبضہ فی مجلس العقد بحضرتہ اور جب کہ مشتری نے بیع پر قبضہ کیا اس کے بائع کی رضامندی سے خواہ رضامندی صریحاً ہو یا باعتبار دلالت حال کے اس طرح کہ مشتری اس پر قبضہ کرے مجلس عقد میں بائع کے سلمنے ابن کمال کے بیان میں بجائے رضائے بائع اذن بائع مذکور ہے م ابن کمال نے اذن ذکر کیا نہ رضائے اس واسطے کہ بیع فاسد میں رضائے بائع معتبر نہیں اور صاحب کنز نے تعبیر بامر بائع کی ہے اور امر بائع شامل ہے بیع اکراہ اور تسلیم اکراہ کو کہ اس سے ملک ثابت ہوتی ہے باوجودیکہ رضامندی اکراہ میں ثابت نہیں اگر مصنف کنز کے مانند بجائے رضائے بائع کہتا تو بہتر تھا کذا فی الطحاوی عن ابی السعود فی البیع الفاسد و بہ خرج الباطل تقدم مع حکم مشتری نے قبضہ کیا بائع کے امر سے بیع فاسد میں اور بیع فاسد کی قید سے بیع باطل نکل آئی اور اس کا حکم پہلے مذکور ہو چکا ہم بیع باطل کا حکم مذکور ہو چکا کہ باطل میں قبض سے مشتری کی ملک ثابت نہیں ہوتی اگر اس کے پاس بیع ہلاک ہو تو اس پر تاوان نہیں کیونکہ وہ امانت ہے اور قریہ میں تاوان کی تصحیح کی ہے اور اسی پر فتویٰ ہے و حیثئذ فلا حاجۃ لقول الهدایۃ و العنایتہ و کل من عوفیہ مال کما افادہ ابن الکمال لکن اجاب سعوی بان لا کان الفاسد لیم الباطل مجازاً کہ مرحق اخا بہ بذلک فتنبہ اور اس وقت میں یعنی جب کہ بیع باطل بیع فاسد کے ذکر سے خارج ہو گئی تو کچھ حاجت نہ رہی اخراج کی باطل کے واسطے ہدایہ اور عنایہ کے اس قول کی اور بیع فاسد کے دونوں عوضوں میں سے ہر ایک عوض مال ہو چنانچہ اس کو ابن کمال نے بیان کیا ہے لیکن سعدی نے جواب دیا ہے اس طرح کہ جب فاسد شامل ہے باطل کو مجازاً جیسے اس باب کی ابتدا میں مذکور ہو چکا

بہذا انما هو من القباہ مثل من غش بہ حاجتہ العنی فہذا حکم بیع فاسد

تو اخراج باطل کا ہدایہ کے اس قول سے محقق ہو گیا خبر دار رہنا ہم جموی نے سعدی کے جواب کا جواب دیا ہے کہ باطل کی افراد سے وہ ہے جو اس قید سے بھی خارج نہیں ہوتی یعنی بیع خمر اور خمریہ کی دراہم سے کیونکہ یہ بیع باطل ہے باوجودیکہ دونوں محض مال ہیں تو اس قول کا خلاف کرنا ہی ہر ہے کیونکہ مقتضی اس قید کا یہ ہے کہ یہ قسم باطل کی فاسد ہے جو قبض سے مملوک ہوتی ہے اور حالانکہ ایسا نہیں کذا فی الطحاوی ولعمریہ قبل عنہ ولم یکن فیہ خیار شرط اور بائع نے مشتری کو نہی نہ کی ہو قبض سے اور اس میں خیار شرط نہ ہو مگر بائع کی قید کی کچھ حاجت نہ تھی اس واسطے کہ رہا بائع منعی ہے اس قید سے لیکن خیار شرط کی قید ضروری ہے اس واسطے کہ در صورت خیار شرط کے قبض سے ملک ثابت نہ ہوگی کیونکہ جب بیع صحیح میں خیار شرط سے ملک نہیں ہوتی تو بیع فاسد میں بطریق اولیٰ نہ ہوگی بلکہ یعنی بیع فاسد میں جب کہ مشتری بائع کے امر سے در صورت عدم خیار شرط بیع پر قبضہ کرے گا تو اس کا مالک ہوگا ہم یعنی اس کی ذات کا مالک ہوگا علمائے بلخ کے نزدیک اس واسطے کہ اگر مشتری غلام کو بعد قبضہ مذکور آزاد کرے تو صحیح ہے اور اگر اس کو بیع کرے گا تو ثمن کا مالک وہی ہوگا اور اگر مشتری جاریہ کو پھیر دے تو بائع پر استبراء واجب ہوگا اگر بائع کی ملک سے جاریہ خارج نہ ہوتی تو استبراء واجب رہتا اور علمائے عراق کے نزدیک مشتری تصرف کا مالک ہے نہ ذات کا الافی ثلث فی بیع المازل و فی شراء الاب من مالہ لطفہ او بیعہ کہ کذا لک فاسد لایملکہ حتیٰ لیتعملہ مگر تین صورت میں بعد قبض کے بھی ملک ثابت نہیں ہوتی ہرل کرنے والے کی بیع میں اور باپ کے خرید کرنے میں اپنے مال سے اپنے طفل کے واسطے یا باپ کی بیع فاسد کرنے میں طفل سے اسی طرح یعنی اپنے مال سے اس کا مالک نہ ہوگا بدون استعمال کے ہم بجز الرائق میں یہ مسئلہ محیط سے بایں عبارات منقول ہے باع عبد من ابنہ الصغیر فاسدا وان شری عبد النفس من مال الصغیر فاسد لایثبت الملك حتیٰ یقبضہ و یتولہ انتہی یعنی باپ نے بطور بیع فاسد اپنے غلام کو اپنے ولد صغیر کی بیچا یا صغیر کا غلام اپنی ذات کے واسطے اسی طرح فاسد خرید کیا تو ملک ثابت نہ ہوگی تا وقتیکہ اس پر قبضہ نہ کرے اور استعمال میں نہ لاوے اس واسطے کہ قبضہ دونوں صورتوں میں باپ کا ہے تو ملک ثابت نہ ہوگی مگر استعمال سے اور جب کہ خرید صغیر کے واسطے ہو تو استعمال ثابت نہ ہوگا مگر جب کہ صغیر کی حاجت میں استعمال ہو اگر شارح یوں کہتا کہ فی بیع الاب من مالہ لطفہ فاسدا و شراء لنفسه من مال طفلہ کذا لک لایملکہ حتیٰ یقبضہ و یتولہ و اصح تر ہوتا کذا فی الطحاوی و المقبوض فی بیع مشتری امانہ لایملکہ بہ اور جو بیع قبل از عقد مقبوض ہے مشتری کے ہاتھ میں وہ امانت ہے مشتری اس قبض سے اس کا مالک نہ ہوگا ہم یہ قول اس پر مبنی ہے کہ تخلیہ قبض نہیں کذا فی المجتبیٰ والعمادیہ اور دوسرا قول یہ ہے کہ تخلیہ قبض ہے اور خانیہ میں اس کی تصحیح ہے چنانچہ فتح القدر میں کہا کہ اگر مشتری کے پاس ودیعت ہو تو اس کا مالک ہوگا بجز قبول اور جمع تفاریق میں ہے کہ ودیعت حاضرہ کا مالک ہوگا کذا فی الطحاوی و اذا ملکہ تثبت کل احکام الملك الا خمسة لایحل لہ اکلہ ولا لبسہ ولا وطیہا ولا ان تیزوہا منہ البائع ولا شفعة لجارہ لو عقار الا شباہ اور جب کہ بیع فاسد کا مشتری مالک ہو تو سب احکام ملک ثابت ہوں گے سوائے پانچ حکموں کے حلال نہیں مشتری کو اس کا کھانا اگر بیع طعام ہو اور نہ پہننا اس کا اگر لباس ہو اور نہ جماع لونڈی کا اور حلال نہیں نکاح کرنا بائع کا لونڈی سے مشتری کے پاس اور شفوعہ نہیں اس کے پڑوسی کو اگر بیع زمین ہو کذا فی الاشباہ ہم مشتری کو وطی اس واسطے جائز نہ ہوئی کہ اس پر فسخ بیع واجب ہے تاکہ معصیت پر اصرار نہ پایا جاوے تو اشتغال بطویٰ غرض ہے فسخ سے تو اس سبب سے وطی جائز نہ ہوئی نہ بسبب عدم ملک کے اور شفوعہ اس واسطے نہ ہو کہ حق بائع ہنوز منقطع بسبب وجوب فسخ اور استرداد کے و فی الجوبرة و شرح الجمع ولا شفوعہ بہا فی سادسہ اور جو ہرہ اور شرح مجمع میں ہے کہ شفوعہ نہیں بسبب خرید کرنے زمین کے تو یہ صورت سادسہ ہوئی یعنی اگر زمین بیع فاسد خرید کی اور اس کے جواریں دوسری زمین معرض بیع میں ہوئی تو مشتری اس کو بحق شفوعہ نہیں لے سکتا بمثلہ ان مثلیا والا فقیمتہ یعنی ان بعد ہلاکہ او تغذردہ لوم قبضہ لان بہ یدخل فی صمانہ فلا تعتبر زیادۃ قیمتہ کا مقصود مشتری قبض

سے ملک ہوگا بیع کا مثل دیگر اگر بیع مثلی ہے یعنی کیلی یا وزنی اور اگر بیع مثلی نہیں تو اس کی قیمت دے کر مالک ہوگا وہ قیمت جو قبض کے وقت اس کی قیمت تھی اس واسطے کہ بسبب قبض کے بیع اس کے ضمان میں داخل ہوئی تو زیادہ ہونا اس کی قیمت کا معتبر نہ ہوگا مفسوب کے مانند مراد مصنف کی یہ ہے کہ بیع کے ہاک ہونے اور نذر رد کے بعد مشتری پر قیمت لازم ہوگی م اس واسطے کہ قبل ہلاکی اور عدم تعذر رد کے موت وغیر سے رد میں واجب ہے نہ قیمت کذافی النہر والقول فیہا للمشتري لانکار الزیادۃ اور قیمت میں مشتری کا قول معتبر ہے بواسطہ انکار زیادت یعنی مشتری زیادتی قیمت کا منکر ہے اور معتبر قول منکر ہے ویجب علی کل واحد منہما فسوخ قبل القبض ویجوز اتناعا عنہ ابن ملک اور واجب ہے ہر ایک پر بائع اور مشتری سے فسوخ کرنا بیع فاسد کا قبل قبض بیع کے اور یہ فسوخ بازر ہونا ہوگا بیع سے کذا ذکر ابن ملک م بتر یہ تھا کہ شارح لفظ کیون کو حذف کرتا تاکہ اتناعا عنہ مفعول نہ ہوتا اعدا کے مانند کذافی الطمطاوی لا وبعده ما دام البیوع بحال جو ہرۃ فی ید المشتري اعدا للفساد لانه معصیۃ فیجب دفعها کھر بالقبض فسوخ واجب ہے جب تک کہ بیع بحال خود بلا تصرف مشتری کے ہاتھ میں ہے یہ وجوب فسوخ فساد مٹانے کے واسطے ہے اس واسطے کہ بیع فاسد گناہ ہے تو اس کا دور کرنا واجب ہے کذافی البیوع اور اگر بیع میں کچھ تصرف یا تبدیع اور اعتاق کے ہوگا تو فسوخ ممنوع ہوگا چنانچہ اس کا ذکر عنقریب آئے گا ولذا لا یشرط فیہ قضاء قاض لان الواجب شرعا لا یتحتاج للقضاء اور چونکہ اعدا فساد ہر ایک عاقد پر واجب ہے لہذا فسوخ کرنے میں حکم قاضی شرط نہیں اس واسطے کہ جو چیز شرعا واجب ہے وہ حکم قاضی کی محتاج نہیں کذافی الدرر واذا اصر احدہما علی امساک وعلم بالواقعی فله فسوخہا علیہما متخالف لشرع بزاتیہ اور جب کہ بائع یا مشتری امساک بیع پر اصرار کرے اور قاضی کو معلوم ہو تو اس کو فسوخ کر دینا بیع فاسد کا دونوں پر زبردستی کر کے جائز ہے حتیٰ شرع کے واسطے کذافی ابن الزیم طمطاوی نے کہا مصنف کو مناسب تھا کہ علیہ فسوخ کتا اس واسطے کہ رفع معصیت قادر پر واجب ہے اس واسطے کہ وجوب سے ہوا مستفاد ہوتا ہے نہ عکس اس کا وکل بیع فاسد ردہ مشتری علی بالعمہ بہتہ او صدقۃ او بیع اولو جہ من الوجوہ کا عارۃ و اجارۃ وغصب و وقع فی ید بالعمہ فهو متارکۃ للبیع و برئ المشتري من ضمانہ قینۃ اور جس بیع فاسد کو پھیر دے مشتری اس کے بائع پر بطریق رہبہ یا صدقہ یا بیع کے یا کسی اور وجہ سے جیسا کہ عاریت دینا اور اجارہ اور غصب اور واقع ہو بیع اس کے بائع کے ہاتھ میں تو یہ باہم ترک بیع ہے اور مشتری اس کے تاوان سے بری الذمہ ہوگا کذافی القینۃ م اگرچہ یہ متارک بیع ہے لیکن ظاہر ابدون تو یہ ارتفاع گناہ نہ ہوگا والاصل ان المستحق بجمۃ اذا وصل الی المستحق بجمۃ اخرى معتبرا واصلا بجمۃ مستحقۃ ان وصل الیہ من المستحق علیہ والا فلا وتمامہ فی جامع الفصولین اور مسئلہ سابقہ کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو چیز کہ مستحق ہو ایک جہت سے جب کہ وہ پہنچے شخص مستحق کو دوسری جہت سے تو وہ بجمت مستحقہ واصل معتبر ہوگی بشرطیکہ مستحق کو مستحق علیہ کی طرف سے پہنچے اور اگر اس کی طرف سے نہ پہنچے تو واصل معتبر نہ ہوگی اور پورا بیان اس کا جامع الفصولین میں ہے م اگر مشتری نے بیع فاسد غیر بائع کو ہبہ کی یا غیر کے ہاتھ بھیجا اور اس نے بائع کو ہبہ کی اور تسلیم کی تو مشتری قیمت سے بری الذمہ نہ ہوگا اس واسطے کہ بائع کو جہت مستحقہ سے نہ پہنچے مستحق علیہ کے ہاتھ سے یعنی مشتری کے ہاتھ سے نہ پہنچی کذافی النہج اب آگے مصنف نے وہ مسائل شروع کیے جن میں بیع فاسد کا فسوخ ممنوع ہے فان باء ای باع المشتري الفاسد بیعاً صحیحاً بائعاً فلو فاسداً او بخیار لم یمنع افسوخ لغيره بالعمہ فلان لثقتنا الاول کما علمت پھر اگر مشتری نے بیع فاسد کو بیجا بطریق بیع صحیح بلا شرط کے اگر بیع فاسد کے طور پر بیجا یا بخیار شرط بیع کی تو فسوخ کرنا بیع کا اس کے غیر بائع سے ممنوع نہ ہوگا اور اگر مشتری نے خود اس کے بائع سے بیع کی تو یہ بیعنا اول کا نقص ہوگا چنانچہ تو ابھی معلوم کر چکا یعنی مصنف کے اس قول میں وکل بیع فاسد الخ وفسادہ بغیر الاکراہ فلو بہ یتیقن کل تصرفات المشتري اور حالانکہ فساد اس بیع کا بدون اکراہ کے ہے اور اگر فساد اس کا زبردستی کی جہت سے ہے تو بیع تصرفات مشتری کے منقوض اور ناجائز ہوں گے اور وہ ہبہ و سلم او اعنتہ

او کاتبہ او استولہ لاولم تجبل رد ما مع عقربا اتفاقا سراج یا مشتری نے بیع ہمہ کی غیر بائع کو اور قبضہ کر واد یا یا غلام کو آزاد کر دیا یا اس کو کتاب کیا یا لونڈی کو حرم بنایا اور اگر وہ حاملہ نہ ہو گئی ہو تو اس کو پھیر دے اس کے مہر مثل کے ساتھ بالاتفاق کذا فی السراج بعد قبضہ فلو قبیلہ لم یعتق بعقہ بل یعتق البائع بامرہ وکذا لوامرہ بطین المحنظۃ اودیح الشاة فی غیر مشتری قالینا اتضار عقد ملک المامور مالا یملکہ الامر آزاد کیا غلام کو بعد اس کے قبضہ کے تو اگر قبضہ قبض آزاد کرے گا تو آزاد نہ ہوگا مشتری کے آزاد کرنے سے یعنی بسبب عدم ملک کے بلکہ بامر مشتری بائع کے آزاد کرنے سے آزاد ہوگا یعنی اگر قبضہ قبض کے مشتری بائع سے کہے کہ اس غلام کو میری طرف سے آزاد کر اور بائع آزاد کرے تو آزاد ہوگا اور اسی طرح اگر مشتری نے قبضہ قبض گے ہوں یا بکری کے بائع کو امر کیا کہ گے ہوں کو پیسے یا بکری کو ذبح کرے تو مشتری اس طرح کے امر کرنے سے قابض ہوگا بطریق اتضار کے اور یہ عجیب بات ہے کہ البتہ شخص مامور مالک ہو اس کا جس کا امر کرنے والا مالک نہیں ومانی الخانیہ علی خلاف ہذا اما روایتہ او غلط من الکاتب کا بسطہ العادی اور جو خانیہ میں برعکس اس کے قول ہے یا دوسری روایت ہے یا غلط کاتب سے ہے چنانچہ عمادی نے اس کو مشرح بیان کیا ہے ہم خانیہ میں ہے کہ جب غلام کو بشرا فاسد خرید کیا اور قبضہ قبض بائع سے کہا کہ اس کو آزاد کرے میری طرف سے پھر بائع نے اس کی طرف سے آزاد کر دیا تو یہ عتق بائع کی طرف سے ہوگا نہ مشتری سے اور اسی طرح گے ہوں اور بکری کا مسئلہ کذا فی المنع او وقفہ وقفا صحیحاً لانه استہلک عین وقفہ وخرجه عن ملک ومانی جامع الفصولین علی خلاف ہذا غیر صحیح کا بسطہ المصنف یا مشتری نے بیع فاسد کو وقف صحیح کیا اس واسطے فصیح ممتنع ہوگا کہ مشتری نے بیع کو مستہلک کیا جب کہ اس کو وقف کیا اور اس کو اپنی ملک سے نکالا اور جو روایات جامع الفصولین میں برخلاف اس کے ہیں سو صحیح نہیں چنانچہ مصنف نے اپنی تشریح میں اس کو مفصل بیان کیا ہے ہم جامع الفصولین میں یوں ہے کہ اگر بیع فاسد کو وقف کیا یا مسجد قرار دیا تو حق فصیح باطل نہیں تا وقتیکہ عمارت بناوے انتہی نہر الخالق میں اس کو ثانیہ قرار دیا ہے اور یہ بہتر ہے تغلیط سے اور سحر الیقین میں اس کو عدم تسجیل قاضی پر محمول کیا ہے کذا فی الطحاوی اور ہنہ او اوصی او تصدق بہ نقد البیع الفاسد فی جمیع بامروا تمنع الفسخ تتعلق حق العبد بالانی اربع مذکورہ فی الاشباہ یا بیع فاسد کو رہن دکھا یا اس کی کئی شخص کے واسطے وصیت کی یا خیرات کی تو بیع فاسد نافذ ہو جاوے گی جمیع تصرفات مذکورہ میں یعنی بیع یا ہبہ یا اعتاق یا کتابت یا استیلا دیا وقف یا رہن یا وصیت یا تصدق کرنے سے اور اب فصیح ممتنع ہوگا بسبب متعلق ہو جانے حق العبد کے اس سے مگر چار صورت میں جو اشباہ میں مذکور ہیں ہم اشباہ میں ہے کہ عقد فاسد متعلق حق العبد سے لازم ہو جاتا ہے اور فساد مرتفع ہو جاتا ہے مگر چند مسائل میں اجارہ فاسد دیا پھر مستاجر نے اجارہ صحیح دوسرے کو دیا تو شخص اول کو اس کا توڑنا جائز ہے ایک شخص نے مکہ سے کوئی چیز مولیٰ پھر اس کو بیع صحیح کی تو مکہ کو اس کا توڑنا درست ہے مشتری نے بیع فاسد کو اجارہ دیا تو بائع کو اس کا توڑنا جائز ہے اور اسی طرح اگر نکاح کر دیا انتہی چونکہ کلام متن کا تصرف مشتری میں ہے تو مسئلہ اولیٰ کا استثنای صحیح نہیں اور اسی طرح مسئلہ ثانیہ کا کہ خود متن میں موجود ہے اور اسی طرح مسئلہ ثالثہ اور رابعہ خود شارح کے آئندہ قول میں موجود ہے کذا فی الحلبي وکذا کل تصرف قولی غیر اجارۃ و نکاح اور اسی طرح بیع وغیرہ کی مانند تصرف قولی سوائے اجارہ اور نکاح کے چنانچہ تدبیر موجب ہے نفاذ بیع فاسد کا ہم اجارہ اور نکاح سے اس واسطے فصیح ممتنع نہ ہو کہ اجارہ فصیح ہو جاتا ہے عذر سے اور دفع فساد بھی عذر ہے اور نکاح میں اخراج عن الملک نہیں وہل یبطل نکاح لما قال الطحاوی عبارة الاولوية زوج البیعة قبل قبضها وانقض البیع فان النکاح فی قول ابی یوسف وهو المختار لانی البیع متى انقض قبل القبض فتقبض من الاصل فكانه لم یکن فکان النکاح باطلا ولم یبطل علی ہذا المصنف ولا شیخ فی البحر واما ما حکا بعد القبض فقال فی السراج ایقناً لا یفسخ لانه لا یفسخ بالاغداد وقد عقد مشتری وہی علی ملک فقولہ وہی علی ملک صریح فی انه لا یفسخ بعد القبض اذ لا ملک فی الفاسد قبل تدبیر ۱۲

الامت بالفسخ المختار نعم ولو الجبۃ اور کیا نکاح لوندی کا باطل ہو جاتا ہے اس کے فسخ بیع فاسد سے قول مختار یہ ہے کہ ہاں باطل ہو جاتا ہے  
 کذا فی الاولوالجیم ہاں گفتگو اس میں ہے کہ مشتری بعد قبض نکاح کر دے پنا پچھ ہی مومنوں سے بیع مسائل سابقہ میں اور کلام ولو الجبۃ قبل از قبض  
 میں مفروض ہے تو یہ جواب کیونکہ صحیح ہو گا کذا فی الطحاوی مخصوصاً متی زال المانع کر بوجہ ہبتہ و بجز مکاتب و فک رہن عادی حق الفسخ لوقبل القضاء  
 بالقیمۃ لا بعدہ اور جب کہ مانع فسخ کا دور ہو جائے پنا پچھ پھیر لینا و اہرب کا اپنی ہبتہ کو اور عاجز ہونا مکاتب کا بدل کتابت سے اور خلاص ہونا  
 رہن کا تو بیع فاسد کا حق فسخ عود کرے گا اگر زوال مانع کا قبل قضا ہو قیمت کے ساتھ یعنی قاضی نے ہنوز مشتری پر ادائے قیمت کا حکم نہ کیا ہو  
 نہ بعد قضا کے یعنی اگر بعد حکم قاضی مانع زائل ہو تو حق فسخ عود نہ کرے گا کیونکہ اب البطلان قضا لازم آوے گا اور یہ جائز نہیں و لا یبطل حق  
 الفسخ بموت احدہما فیخلف الوارث یعنی اور حق فسخ باطل نہیں ہوتا بائع یا مشتری کے مرجانے سے تو میت کا وارث اس کا خلیفہ  
 ہو گا فسخ کرنے میں اسی کا فتویٰ ہے و بعد الفسخ لایاخذہ بالو حق یرد ثمنہ المنقود بخلاف مال مشتری من مدیونہ بدینہ شراء فاسد اعلیس  
 للمشتري جسدہ لاستيفاء دینہ کا جارة و رہن و عقد صحیح و الفرق فی الکافی اور بعد فسخ بیع فاسد کے بیع کو اس کا بائع نلے تا وقتیکہ اس کا ثمن منقود  
 پھیر دے ثمن منقود سے ثمن مقبوض مراد ہے تا غیر نقدین کو بھی شامل رہے بخلاف اس صورت کے کہ اگر صاحب دین نے اپنے مدیون سے بعض  
 اپنے دین کے چیز بطور شراء فاسد کے خریدی تو مشتری صاحب دین کو بعد فسخ بیع کے جس کرنا بیع کا اپنے دین کے لینے کے واسطے جائز نہیں  
 مانند اجارہ فاسدہ اور رہن فاسد اور عقد صحیح کے اور فرق دین اور غیر دین کا کافی میں مذکور ہے شرح زیلعی میں ہے کہ اگر اپنے مدیون سے بطور  
 شراء فاسد غلام خرید کیا جو من دین سابق کے اور غلام پر قبضہ کیا یا زن بائع پھر بائع نے استرداد غلام کا ارادہ کیا بحکم فساد کے تو مشتری کو جس  
 غلام استیفاء دین کے واسطے جائز نہیں بخلاف بیع صحیح کے اور اگر اجارہ فاسد دین سابقہ ہو پھر جوارہ فسخ کرے تو مستاجر کو جس کرنا اجرت پچھ کر کے واسطے جائز نہیں بخلاف اجارہ صحیح کے اور یہ حکم ہے دین فاسد کا  
 دین سابقہ انتی قولہ فلا یفسخ کا یہ مطلب ہے کہ اگر بیع صحیح یا اجارہ صحیح دین سابقہ ہو پھر فسخ ہوگی وجہ تو مشتری کو جس لینے کے واسطے جائز ہے اور اسی طرح مستاجر کو جس جائز  
 ہے جب یہ معلوم ہو تو ظاہر ہو گیا کہ شارح کا قول و عقد صحیح غلط ہے بلکہ یوں کہنا تھا بخلاف عقد بائع کذا فی الطحاوی ملخصاً اور اسی طرح نہ الفائق  
 میں ہے فان مات احدہما او المور او المستقر من او الراہن فاسداً یعنی وزیلعی بعد الفسخ فالمشتري ونحوہ الحق بین سائر الغرائب بل قبل تجزیہ  
 فله حق جسدہ حتی یاخذ مالہ پھر اگر بائع یا مشتری یا اجارہ فاسدہ کا موجب یا قرض فاسد کا مستقر من یا رہن فاسد کا راہن مرجائے بعد فسخ کے کذا فی  
 العینی و الزیلعی تو مشتری اور مانند اس کے جینا کہ وارث مشتری کا جب مشتری مر جائے اور مستاجر اور مقر من اور مر تہن زیادہ تر حق دار ہیں باقی آ رہا  
 دیون سے بلکہ حق ہیں قبل تجبیر میت کے تو مشتری وغیرہ کو جس عین کا حق ہے یہاں تک کہ اپنا مال لے لیوے ہم بعد الفسخ کا لفظ علی التسویم ہے اس  
 واسطے کہ یہی حکم قبل الفسخ بھی ہے بطریق اولی عبارت زیلعی کا یہ مضمون ہے کہ اگر بائع مر گیا تو مشتری حق با بیع ہے تا استیفاء ثمن کیونکہ اس کی  
 تقدیم ہے بائع کی حیات میں اسی طرح اس کی تقدیم ہوگی اس کی تجبیر پر اس کی وفات کے بعد اور اسی طرح اگر اجارہ فاسد لیا اور اجرت تسلیم کی یا رہن  
 فاسد لیا یا قرض فاسد دیا اور بواسطے قرض کے کوئی چیز رہن رکھ لی تو اس کو اجائے کی چیز اور رہن کا جس جائز ہے تا وقتیکہ اپنا مال پاوے  
 اور اگر مور یا رہن یا مستقر من مرجائے تو وہ شی مقبوض کا زیادہ تر حقد از باقی غریبوں سے کذا فی الطحاوی قیاخذ المشتري دراہم الثمن بعینہا  
 او قائمہ و مثلہا لولا لکتہ بناء علی تعین الدراہم فی بیع الفاسد و هو الاصح تو مشتری دراہم ثمن کو بعینہ لے گا اگر دراہم ثمن کے موجود ہوں اور ان کے  
 مانند دراہم کو لے گا اگر وہ موجود نہ ہوں بنا بر تعین ہونے دراہم کے بیع فاسد میں اور یہی قول تعین کا اصح ہے یہاں سوال وارد ہوتا ہے کہ  
 شارح نے کہا کہ بیع فاسد میں دراہم کا تعین ہونا اصح قول ہے تو اس سے یہ لازم آتا ہے کہ بائع کو منفعت ثمن کی نہ حلال ہو جیسے مشتری کو

منفعت بیع کی حلال نہیں کیونکہ علت حرمت کی یہاں تعیین مال ہے تو جب ثمن بھی بیع کے مانند متعین ہو تو بائع کو زیج کیونکر حلال ہوگا اور حالانکہ بائع کو زیج حلال ہے نہ مشتری کو اس کا جواب شراح نے مصنف کے قول میں تصرف کر کے دیا و انما طاب للبائع ما ربح فی الثمن لا علی الروایۃ الصحیحۃ المقابله للاصح بل علی الاصح ایضاً لان الثمن فی العقد الثانی غیر متعین لایضاً تعیین فی الاول کما افادہ سعدی اور یہی بات ہے کہ بائع کو جو حلال ہو ہے وہ فائدہ جو اس کو ثمن میں حاصل ہوا ہے وہ روایت صحیحہ پر جو مقابل ہے قول اصح کے یعنی نہیں بلکہ علت بھی دوسرے قول اصح پر یعنی ہے اس واسطے کہ عقد ثانی میں ثمن غیر متعین ہے کیونکہ وہ بیع فاسد نہیں اور عقد اول میں ثمن کا متعین ہونا مضر نہیں چنانچہ اس کو علامہ سعدی افندی نے بیان کیا ہے ہم سناؤ جو اب یہ ہے کہ بائع کے واسطے نفع اس لیے حلال ہوا کہ وہ پیدا ہوا ہے ثمن سے باعتبار عقد ثانی کے اور ثمن ثانی میں غیر متعین ہے اور صورت مسئلہ جامع صغیر میں امام اعظم سے یوں مروی ہے کہ ایک مرد نے لونڈی ہزار درم کو بعقد فاسد خریدی اور دونوں میں تقابض البدلین واقع ہوا اور ہر ایک کو نفع حاصل ہوا اپنے مقبوض میں اما مائے فرمایا کہ جس نے لونڈی پر قبضہ کیا وہ نفع کو خیرات کرے اور جس نے دراہم قبض کئے اس کو نفع حلال ہے انتہی اس واسطے مشتری کو نفع حلال نہ ہوا کہ عقد متعلق ہال متعین یعنی جاریہ ہے تو خبث اس میں جم گیا اور بائع کو اس واسطے حلال ہوا کہ عقد ثانی مال متعین سے متعلق نہیں بلکہ اس کا مثل ذمہ پر واجب ہے تو خبث اس میں ممکن نہ ہوا تو اس کا تصدق واجب نہ ہوا یہ حکم ہے اس خبث کا جو بسبب فساد ملک کے تھا اور اگر بسبب عدم ملک کے خبث ہو جیسے مغصوب اور امانات میں جب کہ اس میں امانت دار خیانت کرے تو طرفین کے نزدیک مال متعین اور غیر متعین دونوں کو خبث شامل ہوگا جیسے مودع اور غاصب جب کہ عرض یا نقد میں تصرف کرے اور نفع حاصل ہو تو طرفین کے نزدیک تصدق نفع لازم ہے یعنی اگر چہ دونوں نے ضمان ادا کیا ہو اور علت بائع اور حرمت نفع مشتری کا محل وہ ہے جسکے بیع مقابله نہ ہو کیونکہ اس میں دونوں کو نفع حلال نہیں چنانچہ عقد صرفت میں دونوں کو نفع حلال ہے کذا فی الطحاوی لایطیب للمشتري ما ربح فی بیع تعین بالتعین بان باعہ ما زید لتعلق العقد بعینه فمکن الخبث فی الزیج فیتصدق بہ حلال نہیں مشتری کو جو فائدہ حاصل ہوا اس بیع میں جو متعین ہو تعیین سے اس طرح پر کہ بیع مذکور کو زیادہ تر ثمن سے بیچے بسبب متعلق ہونے عقد کے عین بیع سے تو خبث جم گیا نفع میں اس کو تصدق کرے م طحاوی نے کہا عدم علت عقد اول میں منحصر ہے اور اگر بیع بیچ کر اس کے ثمن سے تجارت کرے اور نفع حاصل ہو تو یہ فائدہ حلال ہوگا بسبب عدم تعیین کے عقد ثانی میں کما طاب ربح مال ادعاه علی آخر تصدق علی ذلک فتصحی رای ادعاه ایہ شہر مشہور بتصادقہما انہ لم یکن علیہ شیئی کان بدل المستحق مملوک ملکاً فاسداً و الخبث لفساد الملک انما یعمل فیما یتعین لایملا یتعین چنانچہ حلال ہے نفع اس مال کا جس کا مدعی نے دوسرے شخص پر دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے اس کی تصدیق کی پھر اس نے مدعی کو مال ادا کیا بعد اس کے تصدق طرفین سے اس کا عدم ظاہر ہوا اس طرح پر کہ مدعا علیہ پر کچھ مال مدعی کا نہ تھا اس واسطے نفع حلال ہوا کہ مستحق کا عوض مملوک ہوتا ہے بلکہ فاسد اور جو خبث کہ بسبب فساد ملک کے ہوتا ہے وہ فقط مال متعین میں عمل کرتا ہے نہ غیر متعین میں م مدعی مذکور کو نفع اس وقت حلال حلال ہوگا جب کہ نقدین کا دعویٰ کیا ہو نہ عرض کا کیونکہ عرض میں تعیین ہے نہ نقدین میں صورت مسئلہ جامع صغیر میں یوں مذکور ہے کہ اگر ایک مرد نے دوسرے مرد سے کہا کہ میرے تجھ پر ہزار درم ہیں سوان کو ادا کر اس نے ادا کیے پھر دونوں نفی مال پر متفق ہوئے اور مدعی نے مال مذکور میں تصرف کیا اور فائدہ اس کو حاصل ہوا تو یہ فائدہ اس کو حلال ہے اس واسطے کہ دین اقرار سے ثابت ہوتا ہے پھر جب مدعا علیہ نے اقرار کیا اور ادا کیا تو

یعنی بیع العین بالعین کہ بیع اور ثمن دونوں متاع ہوں نہ نقد ۱۲

ف عدم انتقال حرمت مال در حق وارث در صورت لاعلمی و بقول صاحب محبتی مطلقاً حرمت ثابت است وارث دانند یا نہ دانند ۱۲

مدعی کو اپنی ملک میں نفع ہوا پھر جب اس کے بعد دونوں نے عدم دین پر اتفاق کیا تو دراہم مقبوضہ بمنزلہ بدل مستحق کے ہوئے مستحق سے مراد یہاں دین ہے اور بدل سے مراد دراہم مقبوضہ ہیں کذا فی الطحاوی واما الخبیث لعدم الملك کا لغصب فیعل فیہما کا بسطہ خسرو ابن الکمال اور جو خبیث کہ بسبب عدم ملک کے ہے جیسا کہ لغصب سو متعین اور غیر متعین دونوں میں عمل کرتا ہے چنانچہ ملا خسرو اور ابن کمال نے اس کی تصریح کی ہے وقال الکمال لو ائد الکذب فی دعواه الدین لایملکہ اصلا وقواہ فی النہر اور کمال الدین نے فتح القدر میں کہا کہ اگر مدعی مذکور عمداً دعویٰ دروغ اپنے دین میں کرے گا تو نفع کا اصلاً مالک نہ ہوگا اور نہ الفائق میں اس قول کی تقویت کی ہے م نہ الفائق میں کہا کہ فقہانے کتاب الاقرار میں تصریح کی ہے کہ اگر مقرر جانتا ہو کہ مقرر کا ذب ہے اپنے اقرار میں تو اس کو زبردستی مال لینا حلال نہیں ماں اگر اس کو شبہ ہو تو محمد کے نزدیک حلال ہے نہ ابو یوسف کے نزدیک تو اس وقت میں اس کو نفع حلال نہ ہوگا اور یہاں کلام ظن مدعی پر محمول ہے یعنی مدعی کو گمان ہوا کہ میرے باپ کا قرض مدعا علیہ پر ہے پھر معلوم ہوا کہ مدعا علیہ کے وکیل نے اس کے باپ کو قرض ادا کر دیا تھا سو دونوں کا دین پر تصدق ہوا تو اب نفع حلال ہوگا اور یہ نہایت خوب فہم ہے اس کو غور کر لے انتہی و فیہ الحرام ینقل فلو دخل با مان واخذ مال حربی بلا رضاه واخرجه الینا ملکہ صحیح بیہ لکن لایطیبہ ولا للمشری منہ بخلاف البیوع الفاسد فانہ لایطیب الفاسد عقدہ و یطیب للمشری منہ لعمتہ عقدہ ادا اسی کتاب میں ہے کہ حرام انتقال کرتا ہے ایک ذمہ سے دوسرے ذمہ تک سو اگر مسلم دار الحرب میں امان لے کر داخل ہو اور حربی کا مال بدوں اس کی خوشی کے لے اور دارالاسلام کی طرف نکال لاوے تو اس کا مالک ہوگا اور اس کی بیع صحیح ہوگی لیکن چونکہ اس کی ملک میں خبیث ہے دغا کے سبب سے تو وہ مال اس کو حلال نہ ہوگا اور نہ اس کے خریدار کو بخلاف بیع فاسد کے کہ بائع کو حلال نہیں اس کے عقد کے فساد کے سبب سے اور جس نے اس سے خرید کیا اس کو حلال ہے بسبب اس کی سمحت عقد کے م جب معلوم ہوا کہ حرمت منتقل ہوتی ہے تو معلوم ہوا کہ مال منہوب اور طعام معصوب کی خریداری حرام ہے مگر یہ کہ غارت گرا اور غاصب اس کی قیمت ادا کرے یا مالک اس کو معاف کرے تو اب اس کو مول لینا درست ہے کذا فی الطحاوی ولی یحظر الاشباہ المحرمۃ تتعدد مع العلم بہا اللی حق الوارث اور اشباہ کی کتاب الخضر میں ہے کہ حرمت متعدد ہوتی ہے اس کے دریافت ہونے کے ساتھ مگر وارث کے حق میں نہیں م اگر حرمت کا علم ہو تو اشخاص متعدد میں بھی تحقق ہوتی ہے سوائے وارث کے یعنی اگرچہ وارث جانتا ہو کہ مورث نے یہ مال بوجہ حرام پیدا کیا تو بھی اس کے حق میں وہ مال حلال ہے وقیدہ فی الظہیر یہ بان لایعلم ارباب الاموال و تحقیق ثمرہ اور ظہیر یہ میں حلت وارث کو باقی قید مقید کیا ہے کہ وارث ارباب اموال کو نہ جانتا ہو اور ہم اس کی تحقیق کریں گے اس کے مقام میں م یعنی اگر وارث جانے کہ مورث نے فلانے فلانے شخصوں کا ل بسر قیا غصب یا رشوت لیا ہے تو اس پر واجب ہے کہ ان کو امان کے وارثوں کو مال نہ دے پھر سے اور اگر دیکھ پھرے گا تو وارث پر وہ مال حرام ہے جتنی میں ہے کہ مورث مر گیا اور کسب اس کا حرام ہے تو میراث حلال ہے پھر اس نے کہا کہ ہم اس رعایت کو نہیں دیتے بلکہ میراث وارثوں پر مطلقاً حرام ہے اتنی اس قول سے معلوم ہوا کہ در صورت علم وارث حرمت ثابت ہے اگرچہ ارباب اموال کو نہ جانتا ہو کذا فی الطحاوی تبصر بنی او غرس فیما اشتراہ فاسدا شروع فیما یقطع حق الاسترداد من الافعال المحسبۃ بعد الفراع من القولیۃ لزومہ قیمتہا واضع الفسخ مشتری نے گھر بنایا یا درخت لگایا اس میں جس کو فاسد خرید کیا تو اس کو گھر اور زمین کی قیمت دینا لازم ہو گیا اور فسخ قطع ہو گیا شایع کتاب ہے یہ شروع ہے ان مسائل میں تھا میں حق الاسترداد قطع ہو جاتا ہے افعال حیثہ کے سبب سے بعد فارغ ہونے کے افعال قولیہ سے یعنی اول اقوال قاطعہ فسخ کو ڈکریا بعد اس کے ابدال افعال حیثہ کا ذکر شروع کیا وقال ینقضہا ویرد البیوع ورجو الکمال اور صاحبین نے کہا کہ مشتری عمارت کو توڑے اور درختوں کو اکھاڑے اور بیع کو پھیر دے ادا اسی قول کی تزییح دی ہے کمال الدین نے ہم کمال الدین نے فتح القدر میں کہا یہ جو امام کی فت مد انتقال حرمت مال مد حق وارث در صورت دائمی و بقول صاحب متبنی مطلقاً حرمت ثابت است و ارث وانما یخاف ف ذکر بیوع مکروہہ ۱۲

دلیل ہے امتناع فسخ میں کہ عمارت بنانے اور درخت لگانے سے دوام مقصود ہوتا ہے سو ممنوع ہے اس واسطے کہ اجارہ میں اگر درخت لگا دے تو بالاتفاق قطع واجب ہے تو ظاہر ہوا کہ بنا اور غرس کا ہے دوام کے واسطے ہوتا ہے اور گاہے نہیں و تعقبہ فی النہر لمحصلہا تبسلیط البائع اور کمال الدین کی ترجیح کا تعقب کیا ہے یعنی دفع کی ہے نہ الفائق میں جو واسطے حاصل ہونے بنا اور غرس کے بائع کے مسلط کرنے سے ہم صحت نہر نے کہا کہ جو عمارت کہ بائع کی تسلیط سے حاصل ہے اس سے دوام مقصود ہوتا ہے بخلاف اجارہ کے کیونکہ اس میں تسلیط نہیں تو معلوم ہوا کہ مدار استدلال بائع کی تسلیط پر ہے انتہی طحاوی نے کہا یہ تعقب اس وقت مسلم ہو جبکہ بائع کے حق کے سبب فسخ ہو تو یہ کہنا ہو سکتا ہے کہ اس نے اپنا حق تسلیط سے ساقط کر دیا حالانکہ مذکور ہو چکا کہ بیع فاسد کا فسخ کرنا حق اللہ کے سبب سے ہے تو اب کچھ فرق نہ رہا بیع اور اجارہ میں و کذا کل زیادة متصلہ غیر متولدة کصبغ وخیاطہ وطمح حنظلہ ولسونق وغزل قطن وجاریۃ علقۃ منہ اور اسی طرح مانع فسخ ہے ایک وہ زیادتی جو بیع سے متصل ہے اور اس سے پیدا نہیں ہوئی جیسے رنگ اور درخت کپڑے میں اور پینا گیہوں کا اور لکڑی کا اور لوہی کا اور لوہی جو حامل ہوگی مشتری سے طحاوی نے کہا کہ حمل جاریہ منجملہ زیادت غیر متولدة ہے بنظر مرد کی منی کے فلو منفصلہ کولدا و متولدة کشن فله الفسخ و یضمنہا باسنتہا کما فی منفصلہ غیر متولدة جو ہرے سو اگر زیادتی منفصل ہو یعنی غیر متولدة چنانچہ ولد یا زیادتی متولدة ہو جیسے گھی تو اس کو فسخ کا اختیار ہے اور اس کا تاوان دے اس کے استملاک سے سوائے منفصل غیر متولدة زیادتی کے کذا فی الجوزہ م زیادتی منفصل غیر متولدة چنانچہ کسب خلاصہ یہ ہے کہ چاروں قسم کی زیادتی میں سے فقط متصل غیر متولدة زیادتی میں فسخ ممتنع ہے اور مشتری پر قیمت واجب ہے نہ باقی میں و فی جامع الفصولین لو نقص فی ید مشتری لفضل مشتری او البیع او بآئۃ سماویۃ اخذہ البائع مع الارش ولو لفضل البائع صار مستردا ولو لفضل اجنبی خیر البائع اور جامع الفصولین میں ہے کہ اگر بیع ناقض ہوگئی مشتری کے ہاتھ میں مشتری کے فعل سے یا بیع کے فعل سے یا آفت سماوی سے تو بائع بیع کو لے دیت کے ساتھ یعنی بقدر نقصان کچھ مال مشتری سے لے اور اگر نقصان ہوا ہو بائع کے فعل سے تو بیع مسترد ہوگی اور اگر اجنبی کے فعل سے نقصان ہو تو بائع مختار ہے چاہے مشتری نقصان کا مواخذہ کرے چاہے اجنبی سے کذا فی البحر و کرہ تحریر جامع الفصولین عند الاذان الاول الا اذا تبايعا ميثيان فلا باس بتعليل لهنی بالاضلال بالسعی فاذا انتفى اور مکروہ تحریمی ہے صحت کے ساتھ بیع کرنا جمع کے دن اذان اول کے وقت مگر جب کہ بائع اور مشتری نے خرید و فروخت کی نماز کے واسطے چلنے کی حالت میں تو کچھ مضائقہ نہیں جو واسطے تعلیل نہی کے چلنے کی خلل اندازی سے پھر جب خلل اندازی کی نفی ہوئی تو نہی بیع کی بھی نفی ہوگئی م قرآن مجید میں منصوص ہے کہ اذان سن کر نماز کے واسطے سعی کرنا اور ترک بیع واجب ہے اگر بعد اذان خرید و فروخت واقع ہو تو سعی واجب میں خلل پڑے اس سے معلوم ہوا کہ چلنے کی حالت میں بیع مکروہ نہیں کیونکہ مانع سعی کی نہیں کذا فی الضایۃ والنہایۃ اور شرح زیلعی اور بحر الرائق میں اس کو بھی مکروہ کہا ہے یعنی اس واسطے کہ نصوص محلل نہیں کذا فی الطحاوی وقد خص منہ من لاجتہاد علیہ ذکرہ المصنف اور البتہ منصوص ہے اسی سے بیع اس کی جس پر جو غیر من نہیں مصنف نے اس کو اپنی شرح میں ذکر کیا ہے یعنی عورتیں اور مسافر اور بیماروں کی بیع بعد اذان کے مکروہ نہیں کیونکہ ان پر سعی واجب نہیں و کرہ النجش لفتحتین و لیکن ان یزید ولا یرید الشراء او یردہ بالیس فیہ لیرودہ اور مکروہ ہے لائیا پن بفتح نون و جیم اور سکون جیم بھی جائز ہے اس کو کہتے ہیں کہ قیمت بڑھادے اور خریداری کا ارادہ نہ کرے یا بیع کی ایسی تعریف کرے جو اس میں نہیں تاکہ اس کی خریداری پر لوگ رغبت کریں و بجزی فی النکاح وغیرہ اور لائیا پن نکاح وغیرہ میں بھی جاری ہے م یعنی حرمت لائیا پن کی فقط بیع میں خاص نہیں نکاح وغیرہ میں بھی حرام ہے اس واسطے کہ حدیث میں وارد ہے لاتناجشوا یعنی لائیا پن نہ کرو اور یہ نہی عام ہے بیع کو بھی اور نکاح وغیرہ کو بھی ثم النبی محمول علی ما اذا كانت السلعة بلغت قیمتها اما اذا لم تبلغ لا یکرہ لانقطاع الخداع عنایۃ پھر دریافت کرنا چاہیے کہ نہی نجش کی محمول ہے اس صورت پر



جب کہ چیز کی قیمت پوری ہوگی ہو اور اگر ہنوز قیمت پوری نہ ہوئی ہو تو بلا قصد خریدن کا زیادہ کر دینا بقدر قیمت کردہ نہیں بسبب نفی ہونے فریب کے کذافی العنا یعنی اس صورت میں بائع کا فائدہ ہے اور مشتری کا بھی کچھ نقصان نہیں لہذا مکروہ نہیں والسوم علی سوم غیر ولو لمیا او مستامنا اور مکروہ ہے مول چکانا غیر کے مول چکانے پر اگرچہ شخص غیر کا فری یا مستامن ہو م صحاح ستہ میں ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مول نہ چکاوے مرد اپنے بھائی کے مول چکانے پر اور نہ بیع کرے اپنے بھائی کی بیع پر اور نہ پیام نکاح کا دے اپنے بھائی کے پیام پر کذافی التیسیر اگر کوئی شخص کہے کہ حدیث مذکور میں بھائی کا لفظ وارد ہے تو مسلم مراد سے رذمی اور مستامن اس کا جواب شایح نے اپنے آئندہ قول میں دیا و ذکر اذخ فی الحدیث لیس قید اہل لزیادة التفسیر نہ اور بھائی کا ذکر حدیث مدوح میں قید نہیں کافر کے اخراج کے واسطے بلکہ زیادتی تنفیہ کے واسطے ہے کذافی التہر یعنی مسلم کے ساتھ فعل کرنا زیادہ تر قبیح لائق تنفیہ ہے و بعد الاتفاق علی مبلغ الثمن او المهر والا لا یکرہ لانہ بیع من یزید وقد باع علیہ الصدوق والسلام قد ما وحلسا بیع من یزید اور یہ یعنی کراہت مول چکانے کی مول پر اور منگنی کی منگنی پر بعد متفق ہونے مشتری اور بائع کے ہے مقدار ثمن پر یا مہر پر در صورت پیام نکاح اور اگر طرفین کا ہنوز ثمن یا مہر پر اتفاق نہیں تو کراہت نہیں اس واسطے کہ یہ بیع من یزید ہے اور حالانکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک پیالہ اوکلی بطریق بیع من یزید کے بھی ہم عنایہ میں ہے کہ اتفاق ثمن کی یہ صورت ہے کہ دو شخص مول چکاویں ایک چیز کا اور بائع اور مشتری پر راضی ہو جاویں اور ہنوز عقد بیع منعقد نہ کریں کہ تیسرا شخص آوے اور مول زیادہ کر دے تو یہ جائز ہے لیکن مکروہ ہے کیونکہ اس میں عسقت انگیزی اور فرزند سانی ہے تو یہ مکروہ ہے اگر بائع بیع کی طرف مائل ہو چکا ہو بعد انفصال ثمن کے اور یہی حکم ہے نکاح کا اور اگر بائع ہنوز مائل نہ ہو اہو تو مول چکانا مکروہ نہیں اتنی اور جامع ترمذی میں انس سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک انصاری صحابی سوال کرنے آیا آنحضرت نے فرمایا کہ ترے گھر میں کوئی چیز نہیں اس نے کہا کیوں نہیں ایک کبیل ہے جس کو کچھ میں اوڑھتا ہوں اور کچھ بچھاتا ہوں اور ایک پیالہ ہے جس میں پانی پیتا ہوں فرمایا کہ ان کو میرے پاس لے آ سو وہ دونوں چیزیں لے آیا حضرت نے ان کو لیا اور فرمایا کہ کون شخص ان دونوں کو خریدتا ہے سو ایک مرد نے کہا کہ میں ان کو بیعوں ایک دم کے خرید کرتا ہوں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دو بار یا تمین بار من یزید ملی درہم کون ہے جو ایک دم سے زیادہ دے تو ایک مرد نے کہا کہ میں دو درہم کو لیتا ہوں سو حضرت نے دونوں چیزیں اس کو دیں اور دونوں درہم مرد انصاری کو دیے اور فرمایا کہ ایک سے طعام خرید کر کے اپنے اہل و عیال کو دے دوسرے سے کو لھاڑی میرے پاس خرید کر لا سو وہ لایا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں اپنے دست مبارک سے دستہ ڈالا پھر فرمایا کہ جا کر نکڑیاں لایا کر اور بیچا کر اور میں تجھ کو پندرہ دن نہ دیکھوں اس نے ایسا ہی کیا پھر وہ آیا اور اس کو دس درہم حاصل ہوئے سو اس نے کچھ درہموں سے کپڑا خرید کیا اور کچھ سے کھانا تو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ نیرے حق میں بہتر ہے ترے آنے سے سوال سیاہی کا بیخیرے منہ میں ہے قیامت کے دن کذافی الطحاوی ہم یہ حدیث جو از نیلام کی جو بالفعل ہند میں مشہور ہے اصل ہے و تعلق الجلب یعنی الجلوب او الجالب اور مکروہ ہے اناج کی بھرتی کو آگے بڑھ کر لینا اور خرید کرنا جلب بفتحتین یعنی محبوب یا جالب ہے م تعلق جلب کی صورت سیبانی نے یوں ذکر کی ہے کہ ایک شخص کو اہل شہر سے بفرمل کاناج کا بڑا قافلہ آتا ہے اور اہل شہر قحط میں گرفتار ہیں سو وہ شخص قافلے میں جا کر ملا اور ان سے سب غلہ خرید کر لیا اور شہر میں آکر اس نے خاطر خواہ بیچا اور اگر شخص نہ جاتا اور قافلہ شہر میں آتا تو اہل شہر کو کٹائش ہوتی در صورت قحط تعلق جلب مکروہ ہے اور اگر اہل شہر کو تعلق جلب سے فرزند ہوتا تو مکروہ نہیں اور بعضوں نے کہا صورت اس کی یہ ہے کہ شہر والا قافلے کو آگے بڑھ کر ملے اور شہر کے رخ سے سستا خرید کر لے

اور حالانکہ اہل قافلہ کو نرخ شہر کا معلوم نہیں تو یہ خرید جائز ہے لیکن مکروہ ہے بسبب فریب کے خواہ اہل شہر کو ضرر ہو یا نہ ہو کذا فی الطحاوی  
 عن الاتفاقی و ہذا اذا کان یضرب اہل البلدۃ او یلبس السعیر علی الواردین لعدم علمہم بہ فیکرہ للضرر والضرر اور یہ کراہت یعنی تعلق بعلب  
 اس وقت ہے جب کہ اہل شہر کو ضرر ہو یا وہ شخص غلہ لانے والوں پر شہر کے نرخ کو مخفی رکھے بسبب ان کی لاعلمی کے تو یہ مکروہ ہے بسبب  
 ضرر اہل شہر کے پہلی صورت میں بسبب دھوکہ دینے کے دوسری صورت میں اما اذا انتفیا فلا یکرہ اور جب کہ ضرر اور تلبیس نرخ مخفی  
 ہوں تو تعلق بعلب مکروہ نہیں و کراہت بیع الحاضر للبادی اور مکروہ ہے بیع حاضر کی واسطے بادی کے یعنی شہر کا رہنے والا شخص بیرون کا مال  
 دلالی کر کے نہ بیچے صحیح مسلم وغیرہ میں جابر بنی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نبی فرمائی کہ حاضر بادی کے واسطے  
 بیع نہ کرے اور چھوڑ دو لوگوں کو تا اللہ تعالیٰ روزی دے بعض آدمیوں کو بعضوں سے و ہذا فی حالت قحط و غور والا لا لانہم الضرر اور یہ  
 کراہت قحط اور حاجت کی حالت میں ہے اور اگر قحط نہ ہو شخص بیرون کا مال بیچ دینا بطریق دلالی کے مکروہ نہیں بسبب منہم ہونے ضرر کے  
 م یعنی قحط کی حالت میں باہر کا آدمی اناج بیچنے لایا اور شہر والے نے اس سے کہا کہ تو بیع میں جلدی نہ کر میں تجھ کو گراں بیع دوں گا تو اس واسطے  
 مکروہ ہے کہ اس میں اہل شہر کو ضرر رسائی ہے بخلاف فراخ سالی کے قیل الحاضر المالك والبادی المشتري والا صح کما فی المجتبی انہما السمسار والیاب  
 لموافقة آخر الحدیث و عثمان من یرزق اللہ بعضہم من بعض ولذہدی باللام لا بمن لبعضوں نے کہا کہ حاضر سے مالک مراد ہے اور بادی سے مشتری  
 اور قول صحیح ترجمان مجتبیٰ میں یہ ہے کہ حاضر سے مراد دلال ہے اور بادی سے یا بعلب بسبب موافق ہونے اس تفسیر کے آخر حدیث سے  
 یعنی چھوڑ دو لوگوں کو تا اللہ روزی دے بعضوں کو بعضوں سے اور اسی واسطے بیع کا تعدیہ لائم سے ہوانہ من سے م یہ تفسیر ابن عباس رضی اللہ  
 عنہما سے مروی ہے سنن ابوداؤد میں لایکرہ بیع من یرید لما مروی بیع الدلال لایکرہ نہیں بیع من یرید بدلیل حدیث گذشتہ جس میں پیالہ  
 اور کمال کا قصہ مذکور ہو چکا اور اس بیع کو اہل مصر کے عرف میں بیع الدلالہ کہتے ہیں کذا فی الفتح اور بالفعل ہندوستان میں اس کو نیلام بولتے  
 ہیں اس کو بیع من یرید اس واسطے کہا کہ بائع زیادتی میں چاہتا ہے لہذا کہتا ہے کہ اس میں سے کون شخص زیادہ من دیتا ہے ولا یفرق غیر بالحق  
 مبالغۃ فی المنع اللعنة علیہ الصلوٰۃ والسلام من فرق بین والد وولدہ وارخ وایضہ رواہ ابن ماجہ وغیرہ یعنی وعن الثانی فسادہ مطلقاً و بہ قل زر  
 والائمة الثلثۃ بین صغیر غیر بالغ و ذی رحم محرم منہ لے محرم من جہت الرحم لا الرضاع کا بی عم ہوا رخ رضا عا فاقم اور جدائی نہ کی جائے صغیر  
 غیر بالغ اور اس کے قرابت دار محرم کے درمیان یعنی وہ محرم جو بسبب نسب کے ہے نہ رضاعت سے جیسے چچا کا بیٹا جو رضاعی بھائی ہو تو اس  
 کو بوجہ لے شارح کہتا ہے مصنف نے نہی تفریق کو نفی کر تبیر کیا مبالغے کے واسطے منع بیع میں بسبب لعنت کرنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام  
 کے اس کو جو جدائی ڈالے درمیان باپ اور اس کے بیٹے کے اور درمیان ایک بھائی اور اس کے دوسرے بھائی کے روایت کیا اس حدیث کو  
 ابن ماجہ وغیرہ نے اور ابویوسف سے روایت ہے کہ یہ بیع فاسد ہے ہر طرح سے خواہ قرابت دلالت ہو یا نہ ہو م نفی میں مبالغہ منع کیا اس واسطے  
 کہ تفریق کو محال عدیم الوقوع ٹھہرایا اور صغیر میں غیر بالغ کی قید اس وہم کے دفع کے واسطے لگائی کہ صغیر ہے وہ مراد ہے جو اپنا ضروری کام  
 نہ کر سکے تو اس قید سے مراد ہی قرابت بھی صغیر میں داخل رہا الا اذا کان التفریق باعقاق و توابعہ ولو علی مال و بیع ممن حلف بعقۃ او کان  
 المالك كافر العم مخاطبۃ بالشرائع او متعدد ولو الاخر لطفہ او مکاتبہ فلا باس بہ او تعدد محارم فکے بیع ماسوی واحد غیر الا قرب والا بوین  
 والمعلق بہما فتح مگر جب کہ تفریق بسبب اعتاقی اور اس کے توابع کے ہو چنانچہ تدبیر اور استیلاء اور کتابت اگرچہ اعتاقی بعض مال کے ہو  
 لہ یعنی حدیث مذکور میں یوں وارد ہے لا بیع حاضر لباد ۱۲۰

یا اس شخص کے ہاتھ بیع کے سبب سے تفریق ہو جس نے غلام بیع کے آزاد کرنے کی قسم کھائی یا مالک غلام کا کافر ہو کیونکہ کافر مخاطب باحكام شرع نہیں یا مالک متعدد ہوں اور اگر دوسرا غلام اس کے طفل یا مکاتب کا ہو تو تفریق میں کچھ مضائقہ نہیں یا غلام کے محرم چند ہوں تو مالک محرم کا بیچنا جائز ہے سوائے ایک محرم غیر اقرب اور والدین کے اور جو ملحق بوالدین ہے کذا فی الفتح ہم اگر صغیر کی دادی اور عمہ اور خالہ ہو تو عملاً و خالہ کی بیع جائز ہے ہندوانی کی کیونکہ وہ ماں کے برابر ہے اور بحق مستحق کمزور مستحق یا تفریق بواسطہ حق مستحق کے ہو چنا نچہ ایک غلام کا مستحق نکلنا یعنی زید کے پاس دو غلام محرم ہیں اور ایک غلام اس میں دوسرے شخص کا ملوک نکلا تو اب تفریق ممنوع نہیں و کذا فی الحدیث بالجنایۃ و بیعہ بالذین او باطلاق مال غیر و رد بحیب لان المنظر فی دفع الضر عن الغير لانی الضر بالغير اور چنانچہ دونوں میں سے ایک غلام کو بسبب اس کے ارتکاب جنایت کے اور بیع غلام کی غلام کے دین کے سبب یا غلام کا دینا غیر کے مال تلف کر ڈالنے سے اور پھر دینا غلام کا عیب ظاہر ہونے سے تو ان امور مذکورہ سے تفریق جائز ہے اس واسطے کہ مالک کو جو تفریق غلام صغیر اور اس کے محرم میں منع ہے تو بنظر دفع ضرر غیر کے ہے صغیر سے نہ غیر کے ضرر میں م یعنی منظور شرع یہ ہے کہ صغیر سے ضرر دفع ہو لہذا صغیر کو جدا کرنا اس کے محرم سے منع فرمایا اور یہ منظور نہیں کہ غیر کو یعنی مالک کو ضرر پہنچے تو اگر مطلقاً تفریق منع ہے تو در صورت جنایت غلام مالک پر فدیہ لازم آئے اور دوسری صورت میں قرض خواہوں کو قیمت دینی پڑے اور تیسری صورت میں عیب دار لینا پڑے کذا فی الطحاوی بخلاف البکیرین والزوجین فلا باس بہ خلافاً للاحمد فالمتستثنی احد عشر بخلاف البکیرین اور زوجین کی تفریق کے کہ اس میں کچھ مضائقہ نہیں برخلاف امام احمد بن حنبل کے مذہب کے تو مستثنیٰ گیا رہے ہیں یعنی صغیر اور اس کے محرم نسبی میں تفریق بطریق بیع یا ہبہ جائز نہیں مگر گیارہ صورتوں میں جائز ہے ۱ اعتناق ۲ توابع اعتناق ۳ اس کے ہاتھ بیچنا جس نے غلام کے آزاد کرنے کی قسم کھائی ۴ جب کہ مالک غلام کا کافر ہو ۵ جب کہ مالک متعدد ہوں ۶ جب کہ صغیر کے محرم کئی شخص ہوں ۷ جب کہ محرم صغیر غیر کا مستحق نکلے ۸ دینا غلام کو غلام کی جنایت میں ۹ بیچنا غلام کا غلام مدیون کے دین میں ۱۰ غلام کا بیچنا اتلاف مال غیر میں ۱۱ پھر دینا بسبب عیب کے بجز الاتی میں بارہویں صورت یہ زیادہ کی ہے جب کہ صغیر قریب البلوغ ہو اور اس کی ماں اس کی بیع سے راضی ہو و کما یکرہ التفریق بیع وغیرہ میں اسباب الملک کصدقہ و مکتوبہ لیکرہ لشرار الامن حربی ابن ملک و بقسمتہ فی المیراث والنظام جو ہرہ اور بیعے تفریق مکروہ ہے بیع سے اور اس کے سوا اور اسباب ملک سے چنانچہ صدقہ اور وصیت سے اسی طرح خرید کرنے سے بھی مکروہ ہے مگر حربی سے خرید مکروہ نہیں کذا ذکرہ ابن ملک اور میراث اور غنائم میں قسمت کرنے سے تفریق مکروہ ہے کذا فی الجوہرہ ہم ایک شخص جو بیٹے اور دو غلام محرم جن میں ایک صغیر چھوڑ کر گیا اور ایک ایک غلام ایک بھائی کو پہنچتا ہے تو واجب یہ ہے کہ دونوں غلاموں کو ایک بیٹا خرید کرے اور دونوں بھائی ان کا ثمن قسمت کر لیں اور اسی طرح غنیمت کے قاسم اور غازی پر تفریق حرام ہے کیونکہ غازی بمنزلہ مشتری کے ہے کذا فی الطحاوی اب اگے شارح بیع مکروہ کا حکم بیان کرتا ہے لہذا ذکر بیوع مکروہ کے واعلم ان منسوخ المکر وہ واجب علی کل واحد منہما ایضا مکروہ غیرہ لدفع الاثم جمع اور معلوم کر کہ بیع مکروہ کا منسوخ کرنا ہر ایک بائع اور مشتری پر واجب ہے یعنی جیسے بیع فاسد کا منسوخ واجب ہے ویسے ہی مکروہ کا بھی واجب ہے کذا فی البحر وغیرہ بسبب دور کر ڈالنے گناہ کے کذا فی الجمع وفیہ تصحیث شراؤ کافر مسلماً و معصفاً مع او بھار علی انما جہا علی ملک و سببی فی المتفرقات واللہ اعلم اور جمع میں یہ بھی روایت ہے کہ ہم صحیح کہتے ہیں شراؤ کافر مسلماً غلام اور معصفت کو اخراج عن الملک کی اجابت کے ساتھ اس مسئلہ متفرقات میں آوے گا واللہ تعالیٰ اعلم ہم یعنی اگر کافر مسلماً غلام یا معصفت کو خرید کرے تو یہ خرید صحیح ہے باطل یا فاسد نہیں لیکن کافر جبراً کیا جائے گا کہ ان کو اپنی ملک میں نہ رکھے تا مسلمان ذلت سے اور قرآن مجید آیات سے محفوظ ہے

واللہ اعلم بالصواب فصل فی الفضولی یہ فصل ہے بیع فضولی کے احکام میں ہم فضولی نسبت ہے فضول کی طرف جو جمع ہے فضل معنی زیادہ  
 کے جیسے انصاری اور عرابی مناسبتہ ظاہرہ مناسبت بیع فضولی کی بیع فاسد سے ظاہر ہے کہ فاسد اور موقوف کی ملک ایک شے پر موقوف  
 ہے یعنی فاسد میں قبضہ پر اور موقوف میں اجازت پر کذا فی الحللی و ذکرہ فی الکتر بعد الاستحقاق لانہ من صورہ اور کتر میں بیع فضولی کو باب الاستحقاق  
 کے بعد ذکر کیا ہے اس واسطے کہ فضولی استحقاق کی صورتوں میں سے ہے مگر اس کی یہ ہے کہ مستحق دعویٰ کے وقت یہ کہتا ہے کہ بیع میری  
 ملک ہے اور جس نے ترے ہاتھ بیچی اس نے بلا اذن میرے بیچی سو یہی بعینہ بیع فضولی کی حقیقت ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ بیع فضولی کے  
 بعد اگر اجازت نہ ہو تو ظاہر ہوتا ہے کہ بیع غیر کا حق ہے ہومن کشتغل بمالایعینہ فالفاعل لمن یا مر بالمعروف انت فضولی بخشی علیہ الکفر فتح  
 وہ یعنی فضولی لغت میں اس کو کہتے ہیں جو مشغول ہو بے فائدہ کام میں تو جس نے کہا اس شخص سے جو امر بالمعروف کرتا ہے کہ فضولی ہے تو اس  
 پر کفر کا خوف ہے کذا فی الفتح اس واسطے کہ امر بالمعروف واجب ہے اور فاعل کو مفید ہے تو اس کو فضولی کہنا ظاہر انفی و توب پر دلالت کرتا  
 ہے اور قائل مذکور کی فی الحقیقت تکفیر نہ ہوئی اس واسطے کہ اس کلام سے نفی وجوب مقصود نہیں ہوتی و اصطلاحاً من یتصرف فی حق غیرہ  
 بمنزلة الجنس بغیر اذن شرعی فصل خرج بنحو وکیل و وصی اور اصطلاح فقہ میں فضولی وہ ہے جو اپنے غیر کے حق میں تصرف کرے بدوں اذن  
 شرعی کے تصرف کرنا حق غیر میں بمنزلہ جنس کے ہے تو اس میں وکیل اور وصی اور ولی اور فضولی سب داخل ہیں اور بغیر اذن شرعی فصل ہے  
 جنس سے مانند وکیل اور وصی کے چنانچہ قاضی نکلی گیا فضولی کی تعریف سے کل تصرف صدر منہ تملیکاً کان کبیع و تزویج او اسقاطا  
 کطلاق و اعتناق و لم یجز اے لہذا التصرف من یقدر علی اجازتہ حال وقوعہ العقد موقوفاً جو تصرف کہ صادر ہو فضولی سے خواہ وہ  
 تصرف تملیک ہو چنانچہ بیع اور تزویج یا اسقاط ملک ہو چنانچہ طلاق اور اعتناق اور حالانکہ اس کا مجیز ہے یعنی اس تصرف کے واسطے وہ شخص  
 موجود ہے جو قادر ہے اس کی اجازت پر تصرف کے واقع ہونے کے وقت میں تو یہ تصرف منعقد ہوگا مالک کی اجازت پر موقوف ہو کر یعنی اگر  
 مثلاً زید نے خالد کے مال کی بیع کی یا اس کا کسی عورت سے نکاح کر دیا یا اس کی زوجہ کو طلاق دی یا اس کا غلام آزاد کر دیا تو اگر خالد اجازت  
 دے گا اور جائز رکھے گا تو بیع اور تزویج اور طلاق اور اعتناق نافذ ہوگا والا باطل ہوگا و املاً مجیزہ حالۃ العقد لا ینعقد اصلاً بیانہ صبی  
 باع مثلاً ثم بلغ قبل اجازتہ و لیر فاجازتہ بنفسہ جائز لانہ ولیا مجیزہ حالۃ العقد بخلاف ما لو طلق مثلاً ثم بلغ فاجازتہ بنفسہ لیر لانہ وقت العقد  
 لا مجیزہ فی بطل ما لم یقل او قعتہ فیصح انشاء لا اجازتہ کما بسطہ العمادی اور جس تصرف کا کوئی مجیز نہیں حالت عقد میں تو وہ اصلاً منعقد نہ ہوگا  
 تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ایک صغیر نے اپنا مال بیچا مثلاً پھر وہ بالغ ہوا قبل اجازت اپنے ولی کے سو اس نے بیع سابق کو جائز رکھا تو  
 بیع مذکور جائز ہوگی اس واسطے کہ اس بیع کے واسطے صغیر کا ولی اجازت دینے والا حالت عقد میں موجود تھا بخلاف اس کے کہ اگر صغیر نے  
 مثلاً اپنی زوجہ کو طلاق دی پھر وہ بالغ ہوا اور اس نے بذات خود طلاق مذکور جائز رکھی تو طلاق جائز نہ ہوگی اس واسطے کہ عقد طلاق کے  
 وقت اس کا کوئی مجیز نہ تھا یعنی صغیر بسبب عدم بلوغ کے اہلیت طلاق کی نہ رکھتا تھا اور اس کے ولی کو طلاق میں مطلق دخل نہیں تو طلاق  
 مذکور باطل ہوگی جب تک بلوغ یوں نہ کے کہ میں نے طلاق واقع کی تو اب طلاق صحیح ہوگی بطور انشاء طلاق کے نہ بطریق اجازت کے چنانچہ  
 اس کو عمادی نے مشرح بیان کیا ہے ہم ہر چند صغیر تصرفات مذکورہ میں فضولی نہیں کیونکہ غیر کی ملک میں متصرف نہیں لیکن چونکہ اس کا تصرف  
 اپنے مال میں نافذ نہیں لہذا اس کو فضولی قرار دیا وقت بیع مال البغیر لو البغیر بالغاً عاقلاً فلو صغیراً او مجنوناً لم ینعقد اصلاً کما فی الزواہر  
 معز یا للحاوی اور غیر کے مال کی بیع متوقف ہے اگر شخص غیر بالغ عاقل ہو تو اگر غیر شخص صغیر یا مجنون ہو تو بیع اصلاً منعقد نہ ہوگی

چنانچہ زعماء پر ابھرا ہوا ہر ماوی سے نقل کر کے و بذان باعہ علی انہ لما لکھ اوردیہ یعنی توقف بیع اس صورت میں ہے اگر فضولی نے بیع کو اس شرط سے بیچا ہو کہ بیع مالک کے واسطے ہے یعنی بیع فضولی جو اجازت پر موقوف ہوتی ہے تو فقط اسی شرط سے ہے اما لو باعہ علی انہ لنفسہ اوباعہ من نفسہ اوشرا الخیار فیہ لما لکھ المکلف اوباع عرضا من غاصب عرض آخر لما لکھ بہ فالبیع باطل اور اگر اس کو بیچا اس طرح پر کہ بیع میرا مال ہے یا اس کو بیچا اپنی ذات سے یعنی خود خرید کیا یا اس میں اس کے مالک کے واسطے خیار شرط کیا یا فضولی نے متاع کو بیچا اس شخص سے جس نے دوسری متاع مالک کی غصب کی بعض متاع مغبوب کے تو بیع ان چار صورتوں میں باطل ہے ہم البسود نے عائشہ اشباہ میں ذکر کیا کہ دو شخصوں نے ایک شخص کی دو متاع کو غصب کیا پھر ایک غاصب دوسری غاصب سے متاعین مغبوبین کی بیع کی پھر مالک نے اس بیع کو جائز رکھا تو بیع جائز نہ ہوگی ہوا اسلئے کہ فائدہ بیع کا مالک رقبہ اور تصرف ہے ہوا مالک کو بدوں عقد بھی بدین میں حاصل ہے لہذا بیع منعقد نہ ہوگی تو اجازت بھی اس کو لاحق نہ ہوگی اور اگر دو غاصبوں نے دو شخصوں کی متاع کو غصب کیا اور بیع منعقد کی اور دونوں مالکوں نے اجازت دی تو جائز ہے اور ظاہر یہی حکم ہے دو فضولوں کا جنہوں نے ایسا کیا تو غصب کی کچھ قید نہیں اور متاع کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر دو غاصب ایک شخص کے نفوذ کو غصب کر کے عقد صرف کرینگے تو بیع ہوگا اس واسطے کہ نفوذ معاوضات میں متعین نہیں کذانی الطحاوی والحاصل ان بیع موقوف الانی ہذا الخمسہ فباطل اور حاصل کلام یہ ہے کہ فضولی کی بیع موقوف ہے مگر ان پانچ صورتوں میں باطل ہے ہم چار صورتیں تو یہی ہیں جو ابھی مذکور ہو چکی اور ایک صورت مال سفیر اور مجنون کی بیع ہے قید بالبیع لانه لو اشتری لغيره نفذ علیه الا اذا کان المشتري صبیا او مجررا علیه فیتوقف مصنف نے فضولی کی بیع کو بقید توقف مقید کیا اس واسطے کہ اگر فضولی غیر کے واسطے کوئی چیز خرید کرے گا تو مشتری یعنی فضولی پر نافذ ہوگی مگر جب کہ مشتری سفیر یا ممنوع التصرف ہو تو اس کی اجازت پر خرید موقوف ہوگی جس کے واسطے خرید واقع ہوئی ہم جب فضولی پر خرید نافذ ہوئی تو اگر غیر اب اجازت بھی دے تو بھی اس کے واسطے نافذ نہ ہوگی کیونکہ اجازت موقوف کو لاحق ہوتی ہے نہ نافذ کو پھر اگر فضولی خریدی چیز غیر کوئی اور اس سے لے تو دونوں میں بیع التعاطی اب ہو جائے گی کذانی الطحاوی عن ابی ہریرہ اذا لم یضف الفضولی الی غیرہ فلو اضا فہ بن قال بیع بذالعبد لفلان فقال البائع لبعث لفلان توقف بزائتہ وغیرہ یعنی خرید کا نافذ ہونا فضولی پر اس وقت ہے جب کہ اس نے خریداری کو اپنی غیر کی طرف منسوب نہ کیا ہو تو اگر غیر کی طرف نسبت کی ہوگی اس طرح پر کہ بائع سے کہا ہو کہ اس غلام کو بیچ فلان نے شخص کے ہاتھ سو بائع نے کہا میں نے اس کے ہاتھ بیچا تو اس کی اجازت پر خرید موقوف ہوگی کذانی البزازیہ وغیرہ لان بیعہ لنفسہ باطل کذانی ابی ہریرہ والاشباہ عن البدائع کا نہ لانہ غاصب اس واسطے کہ فضولی کی بیع اپنے واسطے باطل ہے کذانی البزازیہ والاشباہ عن البدائع شاید کہ یہ بیع اس واسطے باطل ہے کہ فضولی غاصب ہے بیع کام جلی نے کہا کہ شارح کے قول سابق یعنی فالبیع باطل کی بتعلیل ہے طحاوی نے کہا بہتر یہ ہے کہ مصنف کے قول یعنی لما لکھ کی یہ قول تعلیل ہو کہ کذا من نفسہ لان الواعد لا یتولی طرفی لیبیع الا الاب کما مر اور اسی طرح فضولی کا خرید کرنا اپنے واسطے باطل ہے اس واسطے کہ ایک شخص بیع کے دو طرفوں کا یعنی ایجاب اور قبول کا متولی نہیں ہوتا سوائے بائع کے چنانچہ بیع کے اول میں مذکور ہو چکا و عبارتہ الاشباہ بیع الفضولی موقوف الانی ثلث فباطل اذا باع لنفسہ بدائع واذا شرط الخیار فیہ لما لکھ بیع واذا باع عرضا من غاصب عرض آخر لما لکھ بہ فتح لکن مصنف الاولیٰ لانی الغتھا لغرض المذہب لتصریحہم بان بیع الغاصب موقوف وہاں البیوع اذا استحق للمستحق اجازتہ علی الظاہر مع ان البائع باع لنفسہ لا للمالك الذی ہو المستحق مع انہ توقف علی الاجازة

لہ سے اول وجہ بطلان البیوع ہذا

اور عبارت اشباہ یہ ہے کہ بیع فضولی کی موقوف ہے مگر میں صورتوں میں باطل ہے جب کہ فضولی نے اپنے واسطے بیع کی کذا فی البدایع اور حیب کہ اس میں مالک کے واسطے اختیار شرط کیا کذا فی التلخیص اور حیب کہ فضولی نے متاع بیچی اس شخص کے ہاتھ جس نے مالک کی متاع غضب کی یوحی متاع مغضوب کے لیکن مصنف نے اپنی شرح میں پہلی صورت کو ضعیف کہا ہے بسبب اس کے مخالف ہونے کے مسائل مذہب سے کیونکہ فقہانے تصریح کی ہے کہ بیع غاصب کی موقوف ہے نہ باطل اور اس کی تصریح ہے کہ بیع جب غیر بائع کی مستحق نکلی تو شخص مستحق کو اس بیع کی اجازت درست ہے بنا بر ظاہر قول کے باوجود یکہ بائع نے بیع کو اپنے واسطے بیچا نہ مالک مستحق کے واسطے ساتھ اس کے کہ وہ مالک کی اجازت پر موقوف ہے واما التانیۃ ففي النہر ویبغی الغاء الشرط فقط قلت و حاصلہ کما قالہ شیخنا ان بیعہ موقوف ولو لنفسہ علی الصحیح انتہی اور دوسری صورت کی تضعیف نہر الفائق میں یوں ہے اور فقط شرط اختیار کا لغو کر دینا لائق ہے شایح کہتا ہے میں کہتا ہوں اور حاصل کلام صحیح نہر حبیبی ہمارے استاد نے فرمایا ہے یہ ہے کہ بیع فضولی کی در صورت شرط اختیار موقوف ہے اگر یہ بیع اپنے واسطے ہو بنا بر قول صحیح کے انتہی کلام شیخ الشارح کذا فی الطحاوی ولکن فی حاشیۃ الاشباہ لابن المصنف وزدت علیہ مسئلتین من احادی و بہا بیع الفضولی مال صغیر و مجنون لانیعتقد اصلا الی ہنا لیکن ابن مصنف کے حاشیہ اشباہ میں ہے اور میں نے اشباہ کے تین مسئلوں پر دو مسئلے اور زیادہ کیے ہیں حاوی سے اور وہ دونوں یہ ہیں بیع فضولی کی مال صغیر اور مجنون کو کہ یہ بیع ہرگز منعقد نہیں ہوتی یعنی باطل ہے انتہی طحاوی نے کہا الی ہنا بمعنی انتہی ہے و وقف بیع العبد والصبی المحجورین علی اجازۃ المولی والولی و کذا المعتودہ اور غلام ممنوع التصرف اور غیر ممنوع التصرف کی بیع موقوف ہے مولی اور ولی کی اجازت پر اور اسی طرح معتودہ کی بیع ولی کی اجازت پر موقوف ہے و فی العمادیۃ وغیرہ لانیعتقد اقاہیر العبد ولا معتودہ و محققہ فی البحر اور عمادیہ وغیرہ میں ہے کہ غلام کے اقرار منعقد نہیں ہوتے اور نہ اس کے عقود اور اس کی ہم تحقیق کریں گے کتاب البحر میں م ظاہر ا عمادیہ کی عبارت متن کے مخالف ہے اس واسطیکہ بیع منجمد عقود کے ہے اور وہ موقوف ہے وغیر منعقد اور جواب اس کا یوں ممکن ہے کہ غیر منعقد سے غیر لازم مراد ہے و وقف بیع مالہ من فاسد عقل غیر رشید علی اجازۃ القاضی اور بائع کا بیچنا اپنے مال کو مرد فاسد عقل غیر رشید سے قاضی کی اجازت پر موقوف ہے م غیر رشید وہ ہے جو تفرق کرنا بخوبی نہ جانتا ہو و وقف بیع المرہون والمستاجر والارض فی مزارعۃ الغیر علی اجازۃ مرتین و مستاجر و مزارع اور جو چیز گرو ہے اور غیر کے اجارے میں ہے اور جو زمین غیر کے پاس بٹائی میں ہے اس کی بیع مرتین اور مستاجر اور مزارع کی اجازت پر موقوف ہے م مرتین اور مستاجر اجازت بیع کے مالک ہیں نہ بیع کے لیکن کراہی نے کہا کہ مرتین اجازت اور بیع دونوں کا مالک ہے نہ مستاجر کذا فی الطحاوی و وقف بیع شئی برقمہ اسے بالکتوب علیہ فان علمہ المشتري فی مجلس البیع نقد والا بطل اور موقوف ہے بیع شئی کی اس رقم پر یعنی متن کی علامت اس پر لکھی ہو سوا کہ مشتری نے مجلس بیع میں علامت مذکورہ کو دریافت کر لیا تو بیع نافذ ہے اور نہیں تو باطل ہے م مصنف نے اس بیع کو صحیح عارض الفساد قرار دیا ہے اور بحر الرائق اور شرنہالیہ میں اس کے بالعکس ہے قلت و فی المراجعت البحر ان فاسدہ عریضۃ الصحة ولا بالعکس ہوا الصحیح علیہ فتح مباحثہ و علی الضعیف لا میں کہتا ہوں اور بحر الرائق کے باب المراجعت میں ہے کہ بیع بالرقم فاسد ہے جس کو صحت عارض ہو سکتی ہے یعنی علم فی المجلس سے نہ بالعکس اس کے یعنی صحیح عارض الفساد نہیں یہی قول صحیح ہے تو بنا بر قول صحیح کے مباشرت اس بیع کی حرام ہے اور بنا بر قول ضعیف کے جس کو مصنف نے لیا ہے مباشرت حرام نہیں و ترک المصنف قول الدر و بیع البیوع من غیر مشتری لہ نخولہ فی بیع مال الغیر اور مصنف نے در کے ہی قول کو ترک کیا اور بیع بیع کی اس کے غیر مشتری سے بسبب داخل ہونے اس بیع کے مال غیر کی بیع میں م درد میں ہے کہ ایک شئی زید کے ہاتھ میں

پھر اس کو بکر کے ہتھیار تو بیع ثانی نافذ نہیں یہاں تک کہ اگر بیع اول کو عاقدین فسخ کر دیں تو بھی ثانی منعقد نہ ہوگی لیکن مشتری کی اجازت پر موقوف ہوگی اگر بعد قبض بیع ہوئی ہو مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ میں نے اس بیع کے ذکر سے اعراض کیا اس واسطے کہ یہ فی الحقیقت بیع مال غیر کی طرف راجع ہے جس کا ذکر پہلے ہو چکا اس واسطے کہ مشتری بیع کا مالک ہو گیا خرید کرنے سے کذا فی الطحاوی ملخصاً و بیع المرید اور بیع مرید کی موقوف ہے اس کی اجازت بعد الاسلام پر امام کے نزدیک خلافاً للما جہین والبیع بما باع فلان والباع لعلم والمشری لا لعلم والبیع بمثل ما بیع الناس بہ او بمثل ما اخذ بہ فلان فان علم فی المجلس صح والابطل اور بیع موقوف ہے بعوض اس ضمن کے جو فلان نے شخص نے بیچا اور ملائکہ بائع اس کو جانتا ہے اور مشتری نہیں جانتا اور بیع اس ضمن کے مانند جس پر لوگ بیع کرتے ہیں یا مانند اس ضمن کے جس ضمن سے فلان نے شخص نے لیا تو اگر مشتری نے مجلس عقد میں ضمن کو دریافت کر لیا تو تینوں صورتوں میں بیع صحیح ہے نہیں تو باطل ہے و بیع الشی بقیمتہ فان بین فی المجلس صح والابطل وانی اور موقوف ہے بیع شی کی اس قیمت پر سو اگر قیمت مصرح ہو گئی مجلس عقد میں تو صحیح ہے نہیں تو باطل ہے کذا ذکرہ العلامة الوانی و بیع فیہ خیار المجلس اور موقوف ہے وہ بیع جس میں خیار مجلس شرط ہے یعنی اگر مجلس میں اختیار کرے گا تو صحیح والا غیر صحیح و وقف بیع الغاصب علی اجازة المالك یعنی اذا باعہ لملكه لانفسہ علی ما مر علی البدل اور موقوف ہے بیع غاصب کی مالک کی اجازت پر یعنی بشرطیکہ غاصب نے اس کے مالک کے واسطے بیع کی ہونہ اپنے واسطے چنانچہ بدائع سے مذکور ہو چکا و وقف ایضاً بیع المالك المخصوص علی البینة و اقرار الغاصب اور بھی موقوف ہے بیع مالک کی شی معصوب کو گو اہوں پر یا غاصب کے اقرار پر یعنی در صورت انکار غاصب اگر گو اہوں سے غصب کے اقرار یعنی در صورت انکار غاصب اگر گو اہوں سے غصب ثابت کیا یا غاصب نے خود غصب کا اقرار کیا تو بیع صحیح ہے والا نہیں و بیع مافی تسلیم ضرر علی تسلیم فی المجلس اور بیع اس چیز کی جس کی تسلیم میں ضرر ہے بائع کا اس کی تسلیم فی المجلس پر موقوف ہے م م جیسا کہ حجت کی کڑی پہنچا و بیع المریض لو ارثہ علی اجازة الباقی اور مورث مریض کی بیع اپنے ایک وارث کے واسطے باقی وارثوں کی اجازت پر موقوف ہے و بیع الوارثۃ الترتیبیة المستوفیة علی اجازة الغراء اور بیچنا وارثوں کا ترک مستوفیہ کو مورث کے قرضخواہوں کی اجازت پر موقوف ہے و بیع احد الوکیلین او الوصیین او الناظرین اذا باع بحضرة الآخر توقف علی اجازة او بغیبة فباطل اور دو وکیلوں یا دو وصیوں یا دو ناظروں میں سے یا ایک وکیل یا وصی یا ناظر کی بیع دوسرے کے سامنے موقوف ہے دوسرے کی اجازت پر یا دوسرے کی غیبت میں بیع کی تو باطل ہے و اوصلہ فی النہر لایف و تلتین اور نہر الفائق میں بیع موقوف کو تیس اور کئی قسم تک پہنچا یا ہے م نہر الفائق میں از تیس تیس بیع موقوف کی مذکور ہیں از انجملہ مصنف اور شارح نے تیس تیس قسمیں ذکر کی ہیں و حکمہ اسے بیع الفضولی لولہ مجیز حال وقوعہ کما قبول الاجازة من المالك اذا کان البائع والمشری والمبیع قائماً بالی لا یتغیر البیع بحیث بعد شیناً آخر لان اجازتہ کا بیع حکماً اور حکم یعنی اثر مرتب بیع فضولی کا اگر اس کے واسطے مجیز ہو وقوع بیع کے وقت جیسے گذر گیا قبول کرنا اجازت کا ہے مالک سے جب کہ بائع یعنی فضولی اور مشتری اور بیع قائم ہو اس طرح پر کہ بیع متغیر نہ ہو گئی ہو اس طرح پر کہ دوسری چیز نہ شمار ہو گئی ہو اس واسطے کہ اجازت مالک کی بیع حکمی کے برابر ہے م تغیر بیع کی صورت ہے کہ مشکا کپڑے کی قطع اور دوخت نہ ہونی ہو والا اجازت مفید نہ ہوگی کیونکہ اب اس کا نام کپڑا نہ رہا قبایا قیص نام ہو گیا بخلاف کپڑا تکین کہ اس میں اجازت مفید ہوگی ایسا کہ کما ہے مصنف نے اپنی شرح میں لیکن جو الرائق میں اس کے خلاف ہے بعد رنگ کرنے کے اجازت غیر مفید ہے کذا فی الطحاوی و کذا لیشترط قیام الثمن ایضاً لو کان عرضاً معیناً لانه بیع من وجہ فیکون طکاً للفضولی و علیہ مثل المبیع لوشلیا

والا فقیمتہ وغیر العرض ملک للمبیح امانتہ فی ید الفضولی ملتی اور اسی طرح شرط ہے قائم رہنا ثمن کا بھی اگر ثمن عرض معین ہو اس واسطے کہ عرض معین بیع ہو سکتا ہے ایک راہ سے تو فضولی مشتری مٹھے گا اور خرید فضولی کی خود فضولی پر نافذ ہے تو عرض مذکور فضولی کا ملک ہوگا اور فضولی پر مثل بیع واجب ہوگا اگر بیع مثل ہے اور نہیں تو قیمت اس کی واجب ہوگی اور جو ثمن کہ غیر عرض ہے یعنی بخل نقد ہے تو وہ مالک مجیز کی ملک ہے فضولی کے ہاتھ میں امانت ہے کذا فی الملتی وکذا لیشترط قیام صاحب المتاع ایضا فلا تجوز اجازة وارثه لبطلانه بموته اور اسی طرح صاحب متاع کا بھی قیام شرط ہے تو جائز نہیں اجازت اس کے وارث کی بواسطے باطل ہو جانے اجازت کے اس کی موت سے و حکمہ ایضا اخذ المالك الثمن او طلبه من المشتري یكون اجازة عمادیة اور بیع فضولی کا یہ بھی حکم ہے کہ ثمن لینا مالک کا اور اس کا ثمن مانگنا مشتری سے اجازت ہے کذا فی العمادیة وبل للمشتري الرجوع علی الفضولی مثله لو ملک فی یدہ قبل الاجازة الاصح لم ان لم یعلم ان فضولی وقت الاداء لان علم قینه واعتمده ابن الشحنة واقره المصنف وجزم الزبلی و ابن ملک یانہ امانتہ مطلقا اور کیا مشتری کو جائز ہے مثل ثمن کا پھیر لینا فضولی سے اگر ثمن فضولی کے ہاتھ ہلاک ہو جائے قبل اجازت مالک کے قول اصح یہ ہے کہ ہاں رجوع بالمثل جائز ہے اگر مشتری ادائے ثمن کے وقت یہ نہ جانتا ہو کہ وہ فضولی ہے اور جائز نہیں اگر فضولی جان چکا ہو کذا فی القیتہ اور اسی قول کو معتد بنا ہے ابن شحنة نے اور اسی کو ثابت رکھا ہے مصنف نے اپنی شرح میں اور زبلی اور ابن ملک نے اس پر یقین کیا ہے کہ ثمن امانت ہے مطلقا یعنی خواہ قبل اجازت کے ثمن ہلاک ہو یا بعد اجازت کے کذا فی المنع اور در صورت امانت رجوع مثل ثمن جائز نہیں و قولہ اسات نہر بیس ماصنعت او احسنت او اصبت علی المختار فتح اور مالک کا یوں کہنا فضولی سے کہ برا کیا تو نے کذا فی النہر بری چیز تو نے کی یا خوب کیا تو نے یا اچھا کیا تو نے اجازت ہے بقول مختار کذا فی الفتح ہم اور غیر مختار قاضی خاں کا قول کہ احسنت اور اصبت اجازت نہیں کیونکہ استہزاء کے واسطے بھی بولتے ہیں کذا فی الطحاوی و ہیبت الثمن من المشتري والتصدق علیه به اجازة البیوع قائم عمادیة اور ثمن ہبہ کرنا مالک کا مشتری سے اور ثمن کا تصدق کرنا مشتری پر اجازت ہے بیع کی بشرطیکہ بیع قائم ہو کذا فی العمادیة و قولہ لا اجیز رد لہ لے للبیع الموقوف فلو اجاز بعدہ لم یجز لان المفسوخ لا یجاز بخلاف المستاجر لو قال لا اجیز بیع الا بترجم اجازہ اور مالک کا یوں کہنا کہ میں اجازت نہیں دیتا بیع موقوف کا رد کرنا ہے اگر بعد اس کے اجازت ہے گا تو جائز نہیں اس واسطے کہ مفسوخ اجازہ پذیر نہیں ہوتا بخلاف مستاجر کے اگر کہے کہ میں اجازت نہیں دیتا اجارہ دینے والے کی بیع کو پھر بعد اس کے اس نے اجازت دی تو جائز ہے وافاد کلامہ جواز الاجازة بالفعل والقول من المالك الاجازة والفسخ وللمشتري الفسخ لا الاجازة وكذا الفضولی قبلہا فی البیوع لا النکاح لانہ سفیر محض بزائریہ اور مصنف کے کلام سے ثابت ہوا اجازہ کا جائز ہونا فعل سے اور قول سے اور یہ کہ مالک کو بیع کا جائز رکھنا اور اس کا فسخ کر دینا جائز ہے اور مشتری کو فسخ جائز ہے نہ اجازت اور اس طرح فضولی کو قبل اجازت مالک کے بیع میں فسخ کرنا جائز ہے نہ نکاح میں کیونکہ فضولی نکاح میں سفیر محض ہے کذا فی الزائریہ ہم جب فضولی نکاح میں سفیر ہو تو حقوق نکاح موکل سے متعلق ہوں گے نہ فضولی سے بخلاف بیع کے کہ اس میں فضولی کو فسخ کا اختیار ہے تاکہ حقوق اپنی ذات سے دفع کرے اس واسطے کہ اجازت مالک کے بعد فضولی بمنزلہ وکیل ہوگا تو حقوق عقد اس کی طرف راجع ہوں گے یعنی مطالبہ بالتسلیم اور مخامم بالعیب ہوگا اور اس میں اس کا ضرر ہے تو اس کو اپنے اوپر سے ضرر ہٹانا قبل اس کے ثبوت کے جائز ہو کذا فی المنع و فی الجمع لو اجاز احد اللایین غیر مشتری فی حصتہ والزمہ محمد ہما اور جمع میں ہے کہ اگر دو مالکوں میں سے ایک مالک نے بیع جائز رکھی تو مشتری مختار ہے اس کے حصہ لینے میں لے یعنی تسلیم بیع کا مطالبہ اسی سے ہوگا اسی طرح عیب کا جھگڑا اسی سے کیا جائے گا ۱۲



اور محمد نے مشتری پر جسے کی بیع لازم رکھی ہے بلا اختیار مع ان فضولیا باع ملکہ فاجاز ولم یعلم مقدار الثمن فلما علم رد البیع فالمعبر  
 اجماعاً لیسرورۃ بالاجازۃ کا لوکیل حتی یصح حط من الثمن مطلقاً بزازیہ مالک نے سنا کہ فضولی نے اس کا مال بھی ڈالا سو اس نے بیع کو جائز  
 رکھا اور حالانکہ اس کو ثمن کی مقدار معلوم نہیں پھر جب اس کو علم ہوا مقدار کا تو اس نے بیع کو رد کیا تو اس کی اجازت ہی معتبر ہوگی نہ رد بسبب ہوجانے  
 فضولی کی اجازت سے مانند وکیل کے تا اینکہ اس کا کم کر دینا ثمن سے صحیح ہے مطلقاً کذا فی البزازیہ یعنی جب کہ فضولی وکیل کے مانند ہوا اجازت  
 دینے سے تو وکیل کو بیع کن قلیل اور کثیر سے جائز ہے مطلقاً خواہ مالک کو اس کا علم ہو یا نہ ہو کذا فی المنع مشتری من غاصب بعد افاغقہ  
 مشتری او باعہ فاجاز الممالک بیع الغاصب او ادی الغاصب العثمان الی مالک علی الاصح ہدایۃ او ادی مشتری العثمان الیہ  
 علی البیع زیلعی فہذا الاول وہو الحق لا الثانی وہو البیع لان الاعتاق انما یفتقر للملک وقت نفاذہ لا وقت ثبوتہ خرید کی غاصب سے  
 غلام کو پھر مشتری نے اس کو آزاد کر دیا یا اس کو بیع ڈالا پھر مالک نے غاصب کی بیع ہائز رکھی یا غاصب نے تاوان دیا مالک کو بنا برع قول  
 کے کذا فی الحدیث یا مشتری نے مالک کو تاوان دیا بنا برع صحیح قول کے کذا فی شرح الزیلعی تو اول یعنی عتق نافذ ہو گا نہ ثانی یعنی بیع اس واسطے کہ  
 اعتاق محتاج ہے ملک کا اپنے نافذ ہونے کے وقت نہ ثابت ہونے کے وقت یعنی تاہم اجازت عتق موقوف تھا مالک کے دفع مزر کے  
 واسطے بعد اجازت کے نافذ ہو گیا اور حدیث شریف میں کہ لا عتق لابن آدم فیما لایملک عتق نافذ فی الحال مراد ہے بخلاف بیع کے کہ وہ محتاج  
 ملک ہے ثبوت کے وقت قید بقبح مشتری لان عتق الغاصب لاینفذ باء العثمان لثبوت ملکہ بزلیعی مصنف نے عتق مشتری کی قید  
 لگائی اس واسطے کہ غاصب کا آزاد کرنا نافذ نہیں تاوان دینے سے بسبب ثابت ہونے اس کی ملک کے تاوان سے کذا فی الزیلعی یعنی  
 غاصب کی ملک تاوان سے ثابت ہے نہ غصب سے کیونکہ غصب ملک کا سبب نہیں تو عتق اس وقت واقع ہوا جب کہ اصلاً ملک نہ تھی  
 لہذا نافذ ہو گا بخلاف مشتری کے ضمان کے کہ اس میں ملک ثابت ہوگی بیع کے وقت سے کذا فی الطحاوی ولو قطعت یدہ مثلاً عن مشتری  
 فاجاز بیع فارشہ ای القطع لہ وکذا کل ما یحدث من البیع کالسب والولد والعقر ولو قبل الاجازۃ یحیی للمشری لان الملک  
 تم من وقت الشراء بخلاف الغاصب لما مر اور اگر ہاتھ کاٹا گیا مثلاً غلام بیع کا اس کے مشتری کے پاس پھر اس کی بیع کی اجازت ہوئی تو قطع  
 قطع کی دیت مشتری کی ہے اور اس طرح جو چیز پیدا ہو بیع سے چنانچہ اس کا سب اور لونڈی کا لڑکا اور اگر پھر قبل اجازت ان کا حدیث  
 مشتری کے مملوک میں اس واسطے کہ اجازت کے سبب سے مشتری کی ملک پوری ہوگی خرید کے وقت سے تو قطع وغیرہ اس کی ملک میں  
 لڑت ہو بخلاف غاصب کے چنانچہ نہ کوہ چکا یعنی اس کے ملک تاوان دینے سے ثابت ہوتی ہے نہ غصب سے و تصدق بازار  
 کی نصف الثمن و جو بالعدم و خولہ فی ضمانہ فتح اور جس قدر دیت زیادہ ہو غلام کی نصف ثمن پر اس کو مشتری تصدق کرے بنا بر وجوب کے  
 بیعنے داخل ہونے زائد از نصف ثمن کے اس کے ضمان میں کذا فی الفتح م ایک ہاتھ کی دیت غلام میں نصف قیمت ہے اور مشتری کے  
 ثمن میں اس قدر داخل ہے جو مقابلہ ثمن کے ہے تو نصف ثمن سے جس قدر دیت زیادہ ہوگی اس میں شہد ہے عدم ملک کا لہذا اس کا  
 تصدق کرنا واجب ہوا کذا فی الطحاوی عن الفتح باع عبد غیرہ بغیر امرہ قید اتفاقاً فیرہن مشتری مثلاً علی اقرار البائع الغفلی  
 الی اقرارہ بید العبدانہ لم یامرہ بالبیع للعبد و اراد مشتری رد البیع ردت بینتہ ولم یقبل قولہ للتناقض فضولی نے غیر کا غلام  
 اس کے غلام کے رہا پھر مشتری نے گواہ کذا فی البائع فضولی کے اقرار ہوا گواہ لایا غلام کے مالک کے اقرار پر کہ ملک نے فضولی کو  
 کہ واسطے نہ کہا تھا اور مشتری نے بیع کے پیر دینے کا ارادہ کیا تو اس کے گواہ مرد وہیں اور اس کا قول مقبول نہ ہوگا

بسبب تناقض کے شارح نے کہا بغیر مالک کے قید اتفاق ہے یعنی اس واسطے کہ محل نزاع بائع اور مشتری میں تو یہی امر ہے جب تناقض یہ ہے کہ عاقدین عاقلین کا اقدام عقد پر صحت بیع اور اس کے نفاذ پر دلیل ہے اور گواہ مقبول نہیں ہوتے مگر صحیح دعویٰ پر پھر جب دعویٰ باطل ہو تو گواہ بھی مقبول نہ ہوں گے کما لو اقام البائع البینۃ انہ باع بلا امر او بہ من علی اقرار مشتری بذلک واصلہ ان من سعی فی لقص ما من جہتہ لا یقبل الا فی مسألین چنانچہ گواہ مقبول نہیں اگر بائع گواہ لایا اس پر کہ اس نے بیع کی بلا امر مالک کے یا گواہ لایا مشتری کے اسطرح کے اقرار پر اور قاعدہ اس کا یہ ہے کہ جو شخص سعی کرے اس چیز کے توڑنے میں جو اسی شخص کی جہت سے کامل اور پوری ہوئی ہے تو اس کی سعی مقبول نہیں مردود ہے مگر دو مسئلوں میں مقبول م ایک مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص نے غلام کو خرید کیا اور اس پر قبضہ کیا پھر دعویٰ کیا کہ بائع نے اس کو قبل اس کے فلتانے شخص غائب کے ہاتھ بیچا تھا اور اس پر گواہ لایا تو گواہ اس کے مقبول ہیں دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ایک لونڈی کو بہہ کی اور وہ ہوب لہ نے اس کو حرم بنا لیا پھر واہب نے دعویٰ کیا کہ اس کو میں نے مدبہ کیا تھا اور اس پر گواہ لایا تو گواہ مقبول ہیں تو لانا پھیلے اور اس پر محمول ہو گا کہ اس نے یہ فعل کیا پھر وہ ثابت ہوا اور اس نے تدبیر کا اقرار کیا تاگناہ میں گرفتار نہ رہے کذا فی الطحاوی

ان اقرار البائع المذكور ولو عند غیر القاضی بمرہان رب العبد لم یامرہ بالبیع وواقفہ علیہ علی عدم الامر مشتری انتقض البیع لان التنازع لا ینصح صحتہ الا اقرار بعدم التہمتہ فاذا توافقا بطل فی حقہما لانی حق المالك للعبد ان کذبہما وادعی انہ کان یامرہ فیطالب البائع بالتمسک لانه وکیل لا مشتری خلا للثانی اور اگر بائع مذکور نے اقرار کیا اگرچہ قاضی کے سوا اور کسی کے پاس اقرار کیا ہو کذا فی البحر اس طرح پر کہ غلام کے مالک نے مجھ کو اس کی بیع کا امر نہیں کیا اور عدم امر مشتری بھی بائع کے موافق ہوا تو بیع ٹوٹ جائے گی اس واسطے کہ ایسا تناقض عدم امر کی صحت اقرار کا مانع نہیں بسبب ہونے تہمت کے اپنی ذات کے اقرار میں پھر جب متعاقدین موافق ہوئے تو بیع باطل ہوگی دونوں کے حق میں نہ غلام کے مالک کے حق میں اگر وہ دونوں کی تکذیب کرے اور اس کا مدعی ہو کہ بیع میرے امر سے ہوئی تھی تو مالک بائع سے من کا مطالبہ کرے کیونکہ وہ وکیل ہے نہ مشتری سے بخلاف ابو یوسف کے مذہب کے یعنی ان کے نزدیک مشتری سے بھی مطالبہ کر سکتا ہے سو اگر مشتری من اور ایک تو بائع سے بھرنے کذا فی الطحاوی و باع دار غیرہ بغیر امرہ واقضہما مشتری نہروا ما ادنا لہما فی بندہ مشتری فقید اتفاقی درر اپنے غیر کا گھر بدوں اس کے امر کے اور اس پر مشتری کا قبضہ کر دیا کذا فی النہر اور گھر کا داخل کرنا مشتری کی عمارت میں چنانچہ کنز میں واقع ہے سو قید اتفاق ہے نہ احترازی کذا فی الدرر بلا امر مالک کے قید اتفاق ہے کیونکہ یہی عمل نزاع ہے ثم اعترف البائع الفضولی بالغصب وانکر مشتری لم یضمن البائع قیمتہ الدار لعدم سرائتہ اقرارہ علی مشتری پھر بائع فضولی نے غصب کا اقرار کیا اور مشتری نے غصب کا انکار کیا تو بائع گھر کی قیمت کا تاوان نہ دے گا بسبب سرائت کرنے اقرار بائع کے مشتری پر عدم سرائت اقرار بائع اس کے عدم ضمان کی علت نہیں بلکہ عدم ضمان کی علت ہے یعنی مشتری کے ہاتھ سے گھر نہ نکالا جائے گا بائع کے اقرار سے اور عدم ضمان بائع کے باوجود اقرار غصب کی علت ہے کہ زمین کا غصب کرنا ٹخنوں کے نزدیک صحیح نہیں اور محمد کے نزدیک بائع قیمت دار کا ضمان ہے اور ابو یوسف کا بھی ہذا قول ہی تھا کذا فی الطحاوی فان برہن المالك اخذ لانه نورد عواہ بہا اور اگر مالک گواہ لایا غصب پر تو گھر کو لے گا اس واسطے کہ اس نے اپنے دعویٰ کو شہادت سے روشن اور ثابت کر دیا فروغ مسائل ملحقہ شائع کے بامہ فضولی و آبرہ آخر او زوہر اور بہنہ فابیز اما ثبت الا قوی فقیر مملوکتہ لازم فتح غیر کے غلام کو فضولی نے بیچا اور دوسرے فضولی نے اس کو اجارہ دیا یا اس کا نکاح کر دیا یا زمین رکھا پھر دونوں فضولیوں کے فعل کی اجازت ہوئی ساتھ ہی یعنی بلا تقدیم اور تاخیر تو قوی تر عقد ثابت ہو گا اور لونڈی مملوک ہوگی نہ زویہ کذا فی الفتح یعنی اس واسطے کہ بیع قوی تر ہے نکاح سے اور اگر

پہلے اجازت چنانچہ ایک شخص کا دو فضولیوں نے دو عہدوں سے صحاح کیا یا غلام کو دونوں نے جدا جدا بیچا پھر دونوں کے واسطے اجازت ہوئی  
ساتھی تو صحاح باطل ہوگا اور دونوں مشتریوں کو نصف نصف غلام کے یعنی یا ترک کرنے میں اختیار ہوگا کذا فی المنع سکوت المالك عند العقد ليس  
بإجازة خائفة من آخر فصل الاقوال مالک کا سکوت عقد کے وقت اجازت نہیں چنانچہ خانیہ میں ہے فصل اقالہ کی اخیر سے۔

**باب الاقوال** یہ باب ہے اقالہ کے احکام میں م مناسب است اقالہ کی فضول سے یہ ہے کہ اقالہ عبارت ہے رفع عقد سے اور عقد فضول و مورد  
منعق ہے اور ہمزہ سلب کا ہے شایع نے اس کو رو کیا ہے کہ اقالہ قبیل سے مشتق ہے نہ قول سے علامہ نوح نے کہا کہ عرب بولتے ہیں قلت البیع بالکسر  
القول سے مشتق ہوتا تو قلت بالضم بولتے دوسری وجہ ہے کہ اس کا مصدر ثلاثی یا ثلثی ہے نہ واوی مجموع اللغت میں کہا قال البیع قبلا فسخر  
بیسری و ہمزہ ہے کہ اہل لغت مانند صاحب صحاح و قاموس وغیرہ نے اس کو قوی ل کے ماہے میں مذکور کیا ہے نہ قول میں و طرعا  
رفع البیع اور شرع میں اقالہ عبارت ہے رفع بیع سے یعنی بیع کو بعد اس کے ثبوت کے زائل کرنا اور مٹا دینا و عم فی الجوهرة فبیر بالعقد اور  
جوزہ میں اقالہ کو عام کہا ہے تو یوں تعبیر کیا ہے کہ اقالہ عبارت ہے رفع عقد سے تو تعبیر بیع اور اجارہ وغیرہا کو شامل ہے و تصح بلفظین  
ماضیین و ہذا کرنا او احد ہما مستقبل کا قلمی فقال اقلک لعدم اللسا و ترفیہا و کانت کاتکاح اور اقالہ صحیح ہے دو ماضی لفظوں  
سے اور اقالہ کارکن ہے یا ایک لفظ ماضی ہو اور دوسرا مستقبل چنانچہ مشتری نے کہا کہ مجھ سے اقالہ کر بائع نے کہا کہ میں نے تجھ سے اقالہ کیا کیونکہ  
اقالہ مول چکانا نہیں تو اقالہ نکاح کے مانند جو ام یہ جواب ہے سوال مقدر کا خلاصہ سوال یہ ہے کہ ابو یوسف کے نزدیک بیع الوجود سے  
اقالہ بیع ہے اور امام کے نزدیک یعنی وجوہ سے بیع ہے اور حالانکہ بیع لفظ مستقبل سے منعقد نہیں ہوتی خلاصہ جواب یہ ہے کہ اقالہ اس میں  
و حکم بیع نہیں اس واسطے کہ مول چکانا اقالہ میں جاری نہیں بخلاف بیع کے وقال محمد کالبیع قال ابرجدی و ہوا مختار اور محمد نے کہا کہ اقالہ  
بیع کے مانند ہے منعقد نہ ہوگا مگر و ماضی لفظوں سے یا ماضی اور حال سے برجدی نے کہا یہی قول مختار ہے و تصح ایضا لفا سختک  
و زکات و تارکک و رفحت اور اقالہ صحیح ہوتا ہے ان الفاظ سے بھی جو متن میں مذکور ہوئے یعنی میں نے تجھ سے بیع منسوخ کی اور ترک کی اور تجھ  
سے میں نے متارکک بیع کا کیا اور بیع کو میں نے اٹھا ڈالا مضاف نے اشارہ کیا کہ اقالہ فقط اقلک کے لفظ پر منحصر نہیں بلکہ الفاظ مذکورہ سے بھی  
صحیح ہے و بالتعاطی ولو من احد الجانبین کالبیع ہوا الصحیح و بزازیہ اور اقالہ صحیح ہے تعاطی سے بھی اگرچہ تعاطی ایک ہی طرف سے ہو بیع کے مانند  
یہ قول صحیح ہے کذا فی البرزازیہ یعنی اگر مشتری بیع بائع کو تسلیم کرے اور بائع ضمن مشتری کو تسلیم کرے بلا لفظ اقالہ وغیرہ یا ایک شخص تسلیم کرے  
بلا لفظ اور دوسرا لفظ اقالہ وغیرہ زبان پر ہوے تو بقول صحیح اقالہ صحیح ہوگا جیسے بیع ہوتی ہے و فی السراجیۃ لابن التمیم والقبض من الجانبین  
اور سراجیہ میں ہے کہ تسلیم بیع اور قبض ضمن مدفوع مزد علیہ دونوں جانب سے م یہ قول مقابل ہے صحیح قول مذکور کے یعنی غیر صحیح ہے و توقف  
علی قبول الآخر فی المجلس ولو کان القبول فحلاک لقطعہ اقبضہ فقول مشتری اقلک ولان من شرطہما اتحاد المجلس اور اقالہ موقوف  
ہے طرف ثانی کے قبول کرنے پر ایسی مجلس میں اگرچہ قبول فعل ہو نہ قول چنانچہ بائع نے بیع کو قطع کیا یا اس پر قبضہ کر لیا فی الفور مشتری کے اس قول  
کلیہ کہ اقلک اس واسطے کہ اقالہ کی شرطوں سے اتحاد مجلس ہے م فی الفور سے مراد یہ ہے کہ قبول ایسی مجلس میں واقع ہوا شرط اتحاد مجلس  
میں مسئلہ متفرع ہے جو قبضہ میں مذکور ہے کہ دلال نے ایک چیز کو بائع کے امر مطلق سے بیچا پھر اس کا ثمن بائع کے پاس لایا بائع نے کہا کہ میں اس ضمن  
میں دلال کا سود دلال نے یہ خبر مشتری کو دی مشتری نے کہا کہ میں بھی نہیں چاہتا تو بیع مذکور منسوخ نہ ہوگی بسبب نہ متحد ہونے مجلس کے و رضی

المتعاقدين او الورثة او الوصي اور منجملہ شرط اقالہ رضامندی ہے متعاقدين کی یا ان کے وارثوں یا وصی و قبلہ محل القابل للفسخ بخيار فلوزاد زیادہ تمنع الفسخ لم تصح خلافا لهما اور شرط ہے باقی رہنا اس محل کا جو قابل فسخ ہے جو اسے خیارات ثلثہ یعنی خیار شرط اور خیار عیب اور خیار رویت کے تو اگر بیع میں ایسی زیادتی ہو گئی جو فسخ کی مانع ہے تو اقالہ صحیح نہ ہوگا خلافا للصاحبین ہم زیادت مانع فسخ زیادت متصلہ غیر متولہ ہے چنانچہ رنگ اور دوخت اور زیادت منقطعہ متولہ چنانچہ ولد اور نمرو قبض بدلی الصرف فی اقالہ اور شرط ہے قبض کرنا صرف کے بدلین کا صرف کے اقالہ میں ان لایب البائع الثمن للمشتري قبل قبضه اور یہ شرط ہے کہ بائع نے مشتری کو ثمن ہر بہ نہ کیا ہو قبل اس کے قبضہ کرنے کے م طحاوی نے کہا مشتری سے غلام ماذون مراد ہے اگر بائع نے اس کو ثمن قبل قبض ہر بہ نہ کیا تو اقالہ صحیح نہیں وان لایكون البیع باكثر من القیمت ببع ماذون ووصی و متول اور یہ شرط ہے کہ بیع اس ثمن سے نہ ہو جو قیمت سے زیادہ تر ہے غلام ماذون اور وصی یتیم اور متولی وقف کی بیع میں ہم یعنی ایک چیز کی قیمت ایک دم ہے اور غلام ماذون یا وصی یا متولی نے اس کو بوجہ دو دم یا زیادہ کے بیچا تو اب اقالہ صحیح نہیں برعایت مولیٰ اور یتیم اور وقف کے اور اسی طرح اگر کثیر القیمت کو بٹمن قلیل خرید کیا ماذون وغیرہ نے تو بھی اقالہ صحیح نہیں و تصح اقالہ المتولی ان خیر الوقف والا لال اصل من ملک البیع ملک اقالہ الانی خمس الثلثۃ المذکورة والاکیل بالشراء قیل وبالسلم اشتاہ اور صحیح ہے اقالہ کرنا متولی کا اگر اقالہ وقف کے واسطے بہتر ہو اور نہیں تو نہیں اور اس کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو بیع کا مالک ہے وہ اقالہ بیع کا بھی مالک ہے مگر پانچ صورتوں میں مالک بیع کا مالک اقالہ نہیں تین صورتیں مذکور ہو چکی ہیں یعنی بیع ماذون اور وصی اور متولی اور جو چوتھی صورت خرید کا وکیل بعضوں نے کہا اور پانچویں صورت سلم کا وکیل ہے کذا فی الاشباہ یعنی مسلم فیہ کی خرید کا وکیل اقالہ نہیں کر سکتا ابو یوسف کے نزدیک اور طرفین کے نزدیک اس کا اقالہ جائز ہے کذا فی الطحاوی عن حاشیۃ الاشباہ للمحوی ولا اقالہ فی نکاح وطلاق وعتاق بوجہ اور اقالہ جاری نہیں نکاح اور طلاق اور عتاق میں کذا فی الجوهرة اس واسطے کہ شایع نے نکاح کے واسطے رافع مخصوص قرار دیا ہے یعنی طلاق یا فسخ وغیرہ اور طلاق بعد واقع ہونے کے مرفوع نہیں ہوتی عتاق کے ماند و ابراء بخر من باب التحالف اور اقالہ نہیں ابراء میں کذا فی البحر من باب التحالف اس واسطے کہ دین ابراء سے ساقط ہو گیا اور ساقط پھر عود نہیں کرتا وہی مندوبہ للحدیث اور اقالہ بیع مستحب ہے بدلیل حدیث شریف ہم ابو داؤد اور ابن ماجہ نے ابو ہریرہ سے روایت کی کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے من اقال مسلما بیعتہ اقال اللہ عشرتہ یوم القیامتہ یعنی جو مسلمان سے اپنی بیع کا اقالہ کرے حق تعالیٰ روز قیامت میں اس کی ذلت اور لغزش کو دور کرے اور بہتقی کی روایت میں مسلمانا دما وارہ ہے کذا فی الفتح القدر و تحب فی عقد مکروہ و فاسد بخر و فیما اذا غره البائع لیسر انہ بخرنا فلوقا حشا فله الرد کما سبھی اور اقالہ واجب ہے عقد مکروہ اور فاسد میں کذا فی البحر اور اس میں اقالہ واجب ہے جب کہ بائع نے مشتری کو تھوڑا فریب دیا ہو کذا فی النہر بخرنا اور جو بائع نے اس کو زیادہ فریب دیا ہو تو مشتری کو رد بیع کا اختیار ہے چنانچہ اگے اگے کا حکم ہا تھا فسخ فی حق المتعاقدين فی ما ہو من موجبات بفتح الجیم ای احکام العقد و اقالہ کا حکم یہ ہے کہ اقالہ فسخ ہے متعاقدين کے حق میں اس چیز میں جو منجملہ احکام عقد کہے موجبات بفتح جیم سے احکام عقد مراد ہیں موجبات عقد وہ امور ہیں جو بنفس عقد ثابت ہوں بدون شرط کے امام اعظم کے نزدیک اقالہ فسخ ہے خواہ قبل قبض ہو یا بعد قبض کے اور غیر متعاقدين کے حق میں بیع جدید نہیں مگر جب کہ بعد قبض کے ہو اور ابو یوسف کے نزدیک اقالہ بیع ہے مطلقا متعاقدين کے حق میں اور غیر متعاقدين کے حق میں بھی اور محمد کے نزدیک فسخ ہے مطلقا مالو وجب بشرط زائد کان بیعا جدید فی حقہ لا یبنا کان شری بدینہ الموصل عینا ثم تقایلہ بعد الاجل فیصیر دینہ حالا کاتہ باع منہ ولو ردہ بخیار لقضاء عاد الاجل لانه فسخ ولو کان یقبل لم تعد الکفالة فیما فاتہ

لہ یعنی جو مسلمان چیزے کر پختا ہے اور بائع اس کو پھیرے ۱۲

اور اگر عقد بیع بشرط نائم واجب ہو تو اقالہ متعاقبہ کے حق میں بھی جدید ہو گا چنانچہ صاحب دین نے جو عرض اپنے دین موعبل کے کسی جنس کو خرید کیا پھر متعاقب دین نے اس بیع کا اقالہ کیا تو دین کی مدت اعلیٰ نہ کرے گی تو اس کا دین فی الحال ملازم الادا ہو جائے گا گویا صاحب دین نے اس جنس کو مدیون سے بیجا اور اگر صاحب دین نے بیع کو بسبب خیار العیب کے حکم قاضی پھیر دیا کذا فی النہر تو مدت دین کی پھر ثابت ہوگی کیونکہ یہ مذکورہ بیع نہیں اور اگر دین مذکور کا کوئی کبیل ہو تو کفالت مدلولوں میں عود نہ کرے گی کذا فی الخانیہ م یعنی اقالہ اور رد بالعیب میں کفالت کا اعادہ نہ ہو گا خلاصہ یہ ہے کہ بیع میں مدت اور کفالت کا اعادہ نہیں لہذا اقالہ کے اور رد بالعیب میں مدت کا اعادہ ہے زکفالت کا کذا فی الطحاوی ثم ذکر لکونہ مستأفرو ما فالاول انما تبطل بعد ولادة المبيعة لتعذر الفسخ بالزيادة المنفصلة بعد القبض حقا للشرع

لا قبله مطلقا ابن الملك پھر اقالہ کے فسخ کے چند فروع ذکر کیے فرغ اول یہ ہے کہ اقالہ باطل ہو تا ہے بعد ولادت مبیوعہ کے بواسطہ مستعذر ہونے فسخ بیع کے زیادت منقطعہ سے بعد قبض کے بشرطی شرط قبض کے قبل مطلقا کذا ذکرہ ابن ملک یعنی زیادتی قبل القبض مانع اقالہ نہیں مطلقا خواہ زیادت منقطعہ ہو یا منقطعہ خلاصہ یہ ہے کہ اقالہ بعد ولادت باطل ہے اگر اقالہ بیع ہوتا تو بعد ولادت باطل نہ ہوتا تو ثابت ہوا کہ اقالہ فسخ ہے نہ بیع و الثانی بیع بمثل الثمن الاول بالسکوت عنہ اور فرغ ثانی یہ ہے کہ اقالہ صحیح ہے ثمن اول کے برابر سے اور ثمن کے سکوت سے یعنی در صورت سکوت ثمن اول واجب ہو گا باجماع تو اگر اقالہ بیع ہوتا تو سکوت ثمن سے جائز نہ ہوتا اور ذمہ شرط و اولو القربان

اور احوال اور ثمن پھیر دیا جاوے مانند مشروط یعنی جو ثمن کہ بیع اول میں شرط ہوا تھا وہی دیا جائے گا اگر وہ مقبوض نہایت کھرا ہو یا نہایت کھرا اگر ثمن دینا تھا مشتری نے اسے فسخ دیا تو بیع منقطع ہے اقالہ کیا جاوے گا کہ وہ تمام انہما کہے تو مشتری دینا گیا نہ وہم کذا فی النہر و لو اقالہ وقت کسبت دعا کا سدا و اگر ساقین نے اقالہ کیا اور ملاکہ مدیم کا سہمے تو اسے پھر نے کذا فی النہر عن الفسخ الا اذا باع المتولی او الوسی للوقت او للمصغر شیئا بالثمن قیمۃ او اشترا شیئا باقل منها وقت الذمیر لم یجز

انقالتہ ولو بمثل الثمن الاول وکذا الماذون کا مرثمن اول اور سکوت سے اقالہ صحیح ہے مگر جب کہ متولی نے وقت کے واسطے اور وصی نے صغیر کے واسطے کوئی چیز یعنی اس کی قیمت سے زیادہ یا دونوں نے کوئی چیز خریدی وقت صغیر کے واسطے اس کی کثر قیمت سے تو اقالہ اس کا جائز نہیں اگر مرثمن اول کی شکل سے اقالہ ہو اور اسی طرح غلام ماذون کا حکم ہے چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا وان وصیۃ بشرط غیر جنسہ او اکثر منہ او

اجلہ و کذا فی الاقل الا مع تعیبہ فیکون فسخا بالاقول لو بقدر العیب لا ازید ولا انقص قبل الا بقدر ما یتغابن الناس فیہ ثمن اول اور سکوت سے اقالہ صحیح ہے اگر غیر جنس ثمن مشروط ہو یا ثمن سے زیادہ تر مشروط ہو یا ثمن کی مدت مشروط ہو اور اسی طرح کثر ثمن میں مگر بیع کے مبیوع ہو جانے کے ساتھ اقل ثمن سے اقالہ صحیح ہے تو یہ فسخ بالاقول ہے اگر قلت ثمن بقدر عیب کے ہونہ زیادہ تر نہ کثر بعضوں نے کہا مگر اس قدر کی زیادتی اگر کسی میں کہ مضائقہ نہیں جس میں لوگ متغابن ہوتے ہیں شارع نے کہا ان شرط کا ان وصیہ ہے نہ فصلیم ان شرط متعلق ہے ما قبل استثنایہ تو اس کی تقسیم استثنایہ مناسب تھی کذا فی الحلبي و الثالث لا تفسد بالشرط الفاسد وان لم یصح تعلیقہا بہ کما یسبی اور فرغ ثالث یہ ہے کہ اقالہ صحیح نہیں ہوتا شرط فاسد سے اگرچہ اس کی تعلیق شرط فاسد سے صحیح نہیں چنانچہ کتاب العرف سے پہلے آوے گا م تعلیق کی صورت یہ ہے

ففسد فی کثیر ازید کے لائق بیجا اور کہا کہ تو نے ازراں خرید کیا تو زید نے کہا کہ اگر تو زیادہ ثمن دینے والا خرید رہا ہے تو اس کے لائق بیع کیجیو اور

اقل سے زیادہ ثمن کو بیع کی تو بیع ثانی منعقد نہ ہوگی اس واسطے کہ یہ اقالہ کی تعلیق ہے شرط سے کذا فی الطحاوی عن ابی ہریرہ جاز

بیع البیوع منہ ثانیاً بعداً قبل قبضہ ولو کان معافی صحابا بطل کبیوعہ من غیر مشتری یعنی اور فرغ رابع یہ ہے کہ بائع کو جائز ہے

کہ وہ بیعنا مشتری سے دوسری لہذا اقالہ کے قبل قبض کرنے بیع کے اور اگر اقالہ بیع ہوتا دونوں کے حق میں تو بیع ثانی باطل ہوتی ہے

بائع مذکور کی بیع غیر مشتری سے باطل ہے کذا فی العینی ہم بطلان بیع سے فساد بیع مراد ہے وہ فساد بیع منقول ہے قبل اس کے قبض کے  
والخامس جواز قبض المکیل والموزون منہ بعد اعادة کیلہ ووزنہ اور فروع خامس یہ ہے کہ جائز ہے قبضہ کرنا مکیل اور موزون کا  
مشتری سے بعد اقالہ کے بلا اعادہ اس کے کیل اور وزن کے یعنی اگر اقالہ بیع ہوتا تو بلا اعادہ قبضہ جائز نہ ہوتا والسادس جازمیت المبیع منہ  
بعد الاقالہ قبل القبض ولو کان بیعاً فی حقیقۃ لما جاز کل ذلک اور فروع سادس یہ ہے کہ جائز ہے مہبہ بیع کا مشتری کو بائع کے واسطے بعد  
اقالہ قبل القبض کے اور اقالہ بیع ہوتا بائع اور مشتری کے حق میں تو فروع ستہ میں یہ سب کچھ جائز نہ ہوتا م وجہ عدم جواز مہبہ یہ ہے کہ بیع فسخ  
ہو جاتی ہے اگر مشتری بائع کو مہبہ کرے قبل القبض واما ہی بیع فی حق الثالث لو بعد القبض بلفظ الاقالہ فلو قبل فسخ فی حق اکل  
فی غیر العقار اور اقالہ تو بیع ہے متعاقدین کے سوا تیسرے شخص کے حق میں بشرطیکہ اقالہ بعد قبض کے بلفظ اقالہ ہو اور اگر اقالہ  
قبل قبض کے ہو تو وہ فسخ ہے سب کے حق میں سوائے زمین کے م زمین کا اقالہ اس واسطے فسخ نہ ہو کہ بیع زمین کی قبض کرنے سے  
پہلے جائز ہے بطلان منقول کے ولو بلفظ مفاعمتہ او متارکۃ او تراد لم یجعل بیعاً اتفاقاً ولو بلفظ المبیع بیع اجماعاً اور اگر اقالہ بلفظ مفاعمتہ  
یا تراد یعنی باہم رد کرنے کے ہو گا تو اتفاق امام اور صاحبین کے بیع ٹھہرایا نہ جائے گا اور اگر اقالہ بلفظ بیع ہو گا تو بالاجماع بیع ہے م بلفظ بیع اقالہ  
کے یہ صورت کہ بائع نے مشتری سے کہا کہ میرے ہاتھ بیچ جس کو تو نے خرید کیا و ثمرتہ فی مواضع فالاول لو کان المبیع عقاراً فسلیم الشفیع الشفیع  
ثم تقایلا قضی لہ بہا لکونہ بیعاً جدیداً فان الشفیع ثالثہا اور اس کا ثمرہ یعنی حق ثالث میں اقالہ کی بیع ہونے کا ثمرہ چند مواضع میں ہے  
سو موضع اول یہ ہے کہ اگر بیع زمین ہو اور شفیع نے شفیع سے انکار کر دیا پھر بائع اور مشتری نے اقالہ کیا ہو تو اب اگر شفیع مدعی ہو گا تو شفیع اس کو  
دلایا جائے گا بسبب اس کے ہونے کے بیع جدید تو شفیع متعاقدین کا تیسرا ہے اور الثانی لایرد البائع الثانی علی الاول بعیب علم بعد الاذنیح  
فی حقہ اور موضع ثانی یہ ہے کہ بائع ثانی بائع اول پر رد بیع نہیں کر سکتا بسبب اس عیب کے جو اس کو معلوم ہوا بعد اقالہ کے اس واسطے کہ وہ بیع ہے  
اس کے حق میں م یعنی جب کہ مشتری نے بیع کو دوسرے شخص کے ہاتھ بیچا پھر دونوں میں اقالہ ہوا پھر معلوم ہوا کہ بیع میں عیب تھا بائع اول کے پاس  
اور بائع ثانی نے چاہا کہ اس کو پھیر دے بائع اول کو تو اس کو یہ جائز نہیں اس واسطے کہ یہ اس کے حق میں بیع ہے گویا بائع ثانی نے اپنے مشتری سے  
خرید کیا کذا فی المنع والثالث لیس للواہب الرجوع اذا باع الموهوب لہ الموهوب من آخر ثم تقایلا لانہ کا مشتری من مشتری منہ اور موضع  
ثالث یہ ہے کہ واہب کو مہبہ پھیر لینا جائز نہیں جب کہ موهوب نے موهوب کو دوسرے شخص کے ہاتھ بیچا پھر دونوں میں اقالہ ہوا اس واسطے کہ  
موہوب مشتری کے مانند ہے اپنے مشتری سے والربع مشتری اذا باع المبیع من آخر قبل نقد الثمن جاز للبائع شراہ منہ بالاقول اور  
رابع یہ ہے کہ مشتری نے بیع کو بیچا دوسرے کے ہاتھ قبل نقد ثمن کے تو بائع کو اس سے خرید کرنا کتر ثمن سے جائز ہے م صورت اس کی یہ ہے کہ کوئی  
چیز خرید کی اور قبضہ کیا اور مہنو ز ثمن نہیں دیا پھر کو دوسرے کے ہاتھ بیچا پھر بائع ثانی اور مشتری ثانی میں ... اقالہ ہوا اور مشتری اول کے پاس وہ چیز پھر آئی پھر بائع  
اول نے مشتری مذکور سے اس کو خرید کیا قبل نقد ثمن کے ثمن اول سے کتر کو تو جائز ہے گویا بائع اول نے مشتری ثانی سے خرید کیا کذا فی الطحاوی  
والخامس اذا اشتری بعروض التجارۃ عہد اللذمتہ بعد ما حال علیہا الحول ووجد بہ عیباً فردہ بغیر قضاء واسترد العروض فہلکت  
فی یدہ لم تسقط الزکوۃ فالفقیر ثالثہا اذا رد بعیب بلا قضاء اقالہ اور موضع خامس یہ ہے کہ جب اجناس تجارت سے خدمت کے واسطے غلام  
خرید کیا بعد گزر جانے سال کے اجناس مذکورہ پر اور غلام میں کوئی عیب نکلا مشتری نے اس کو بغیر حکم قاضی پھیر دیا اور اجناس کو پھیر لیا اور اجناس  
ہلاک ہو گئیں مالک کے ہاتھ میں تو ان کی زکوۃ ساقط نہ ہوگی پس یہاں فقیر تیسرا ہے متعاقدین کا اس واسطے کہ جو اسطے عیب کے پھیر دینا بلا حکم

قاضی اقالہ سے غلام میں خدمت کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر تجارت کا غلام ہوگا تو اس کی خرید و استہلاک نہ ہوگا کیونکہ مال تجارت کو تجارت کے مال سے بدستہک نہیں اور فقہان کی قید کا مفاد یہ ہے کہ غلام قاضی کے سب کے حق میں نہیں ہے اور بیع واقع ہوئی اور اس پر بیع ہو گیا۔ بعد از بیع باقتضا اس واسطے اقالہ ہمارے بیع صیدہ فقیر کے حق میں تو مشتری بیع اول سے اجناس کا مستہک نظر انداز نہ کرے اور اگر اقالہ بیع ہو تو فقیر کے حق میں بیع اول سے مرتفع ہو جاتا۔

کذا فی الطحاوی وینا والفقہاء فی المعروف ووجوب الاستبراء لادحق اللہ تعالیٰ فلیتہ ثالثا صمد الشریعۃ اور مواضع خمسہ پر تقابض صرف کا اور وجوب استبراء کا زیادہ کیا گیا ہے اس واسطے کہ استبراء حق اللہ ہے تو اللہ تعالیٰ تیسرا مشہر متعاقدین کا کذا فی صدر الشریعۃ ہم وجوب استبراء کی یہ صورت ہے کہ لونڈی خرید کی اور اس پر بیع کیا پھر اقالہ بیع ہو تو اقالہ بیع کے ہے حق ثالث میں تو بائع اول کو طہی اس کی جائز نہ ہوگی مگر بعد استبراء کے والاقارہ بعد الابارۃ والرضی فالتہما نہر فی تسعة اور مواضع مذکورہ پر لاکہ ہے اقالہ بعد اجارہ اور رضی کے تو مرتب تیسرا ہے متعاقدین کا کذا فی النہر مواضع متی اور شرح کے تو ہونے م نہر الفائق میں کہا کہ مجھ سے سوال ہوا اقالہ بعد الرہن سے تو میں نے جواب دیا کہ اقالہ موقوف ہے بیع کے مانند بدلیل قول فقہا کہ اقالہ بیع بدیہ ہے ثالث کے حق میں اور ثالث یہاں مرتب ہے اور اسی طرح اگر اجارہ دیا پھر اقالہ کیا اتنی تو اقالہ بعد رضی کے اجازت نہیں یا قضا درین پر موقوف ہے اور اقالہ بعد اجارہ کے مستاجر کی اجازت پر موقوف ہے اگر اس نے جائز رکھا تو نافذ ہے اور نہیں تو باطل ہے شارح کو یوں کہنا زیادہ مناسب تھا کہ مرتب اور متاجر ثالث ہے کذا فی الطحاوی والاقارہ یعنی صحتما ہلاک المبیع ولو حکما کا باق اور صحت اقالہ کا مانع ہے ہلاک ہونا بیع کا اگر ہلاک حقیقی نہیں بلکہ حکمی ہو جیسے بھاگ جانا غلام کام اور اگر ہلاک بیع کی بعد اقالہ کے ہووے تو اقالہ باطل ہو کر بیع پھر قائم ہوگی کذا فی ابراہیم الثمن ولونی بدل العرف نہ ہائی تھا کی بدل صرف میں واقع ہو م چونکہ اصل بیع میں بیع ہے نہ ثمن لہذا ہلاک بیع مانع صحت اقالہ ہے نہ ہلاک ثمن کی و ہلاک بعض بیع الاقارہ بقدرہ اعتبار اللہ بالکل اور بعض بیع کا ہلاک ہونا مانع اقالہ کا نہیں بقدر باقی کے جو کو کل کے ساتھ اعتبار کر کے ہم ازا بخدیہ ہے کہ زمین کو خرید کیا کھیت کے ساتھ اور کھیت کاٹ لیا پھر اقالہ کیا تو زمین میں بقدر اس کے حصہ کے اقالہ صحیح ہے چنانچہ شارح اس کو قیدی سے مذکور کے گا و لیس من مالہ شری صالیو نا فہت فتقا یلا بقا کل المبیع فتح اور ہلاک بعض بیع سے یہ صورت نہیں بلکہ صابون خرید کیا پھر وہ خشک ہو گیا پھر دونوں نے اقالہ کیا بسبب باقی رہنے تمام بیع کے کذا فی الفتح تو مشتری کو ثمن کم کرنا بسبب خشکی مبادلہ کے جائز نہیں و اذا ہک احد البدلیین فی المتقابلین و کذا فی السلم صحت لاقارہ فی الباقی منها و علی المشتري قیمة البالک ان قیما و مثلاً ان مثلاً ولو ہک البطلت الا فی العرف اور جب کہ احد البدلیین متقابلین اور اسی طرح سلم میں ہلاک ہو جائے تو اقالہ صحیح ہے باقی بدل میں اور مشتری پر مالک کی قیمت لازم ہے اگر وہ قیمت والی چیز ہو اور مثل مالک لازم ہے اگر وہ مثل ہو اور اگر دونوں بدل ہلاک ہو ہو گئے تو اقالہ باطل ہے مگر صرف میں باطل نہیں ہم متقابلین عبارت ہے بیع العین بالعین سے یعنی متاع کو لیون متاع کے بیچنا اور صرف کا اشتہا منتقل ہے تقایلا فایق العید من ید المشتري و غیر حنی تسلیم اور ہک المبیع بعد ما قبل القبض بطلت بزازہ متعاقدین نے اقالہ کیا پھر غلام بھاگ گیا مشتری کے ہاتھ سے اور وہ ماہر ہوا اس کی تسلیم سے یا بیع ہلاک ہووے لہذا اقالہ قبل القبض کے تو اقالہ باطل ہے کذا فی البزازہ وان المشتري ارضا مشیرة فقط او بعد اقطعت یدہ وانذار شہاتم تقایلا صحت و لزمنہ جمیع الثمن ولا شیء لبا لئہ من ارش اشہر والیہاں حالما یہ یطیع الید و اشیر وقت الاقارہ وان غیر عالم خیر بین الاخذ بجمیع الثمن لو التزک قنیۃ اگر دخت والی زمین خرید کی

لے بری مسلم کا عین کا آنا جس سے معلوم ہو کہ لونڈی کو مشتری سے عمل نہیں ۱۲

پھر درخت کاٹ لیا یا غلام خرید کیا اور اس کا ہاتھ کاٹا گیا اور مشتری نے اس کا خون بہا لیا پھر دونوں نے اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہے اور تمام  
 ثمن اس کو لازم ہے اور اس کے بائع کو درخت اور ہاتھ کے عوض سے کچھ نہیں اگر بائع قطع دست اور درخت سے آگاہ ہو اقالہ کے وقت اور  
 وہ اگر آگاہ نہ ہو تو وہ مختار ہے تمام ثمن کے لینے میں یا ترک کرنے میں کذا فی القینہ و فیہا شریٰ ارضاً مزروعۃ ثم حصداً ثم تقابلاً صحت فی الارض  
 بخصتها اور قینہ میں ہے کہ زمین مزروعہ خرید کی پھر کھیت کاٹ لیا پھر اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہے زمین میں اس کے حصے کے برابر ہم یہ صورت بعض  
 بیع کے ہلاک میں داخل ہے چنانچہ مذکور ہو چکا و لو تقابلاً بعد ادراک لم یجز اور اگر دونوں نے اقالہ کیا کھیت کی پختگی کے بعد تو جائز نہیں اس  
 واسطے کہ عقد خرید پر وارد ہے نہ گیہوں پر کذا فی البحر و فیہا تقابلاً ثم علم ان المشتري كان وطى المبيعة ردًا واخذ ثمنها اور قینہ میں ہے کہ دونوں  
 نے اقالہ کیا پھر بائع کو معلوم ہوا کہ مشتری نے نوٹڈی بیع سے وطی کی تو اس کو پھیرے اور اس کا ثمن لے و فیہا مؤنۃ الرد علی البائع مطلقاً اور قینہ  
 میں ہے کہ پھیرنے کا خرچ بائع پر ہے ہر طرح یعنی خواہ اقالہ بیع کے حضور ہوا ہو یا اس کے غیبت میں کذا فی المنع لیکن یہ اطلاق قینہ کی عبارت میں  
 پایا نہیں جاتا کذا فی الحلبي و قسح اقالۃ الاقالۃ فلو تقابلاً بیع ثم تقابلاً بائع الا اقالۃ ارتفعت و عادی بیع الا اقالۃ السلم فانہا لا تقبل  
 الا اقالۃ لكون المسلم فیہ دیناً سقط و الساقط لا یعود اشباہ اور صحیح ہے اقالہ کرنا اقالہ سوا اگر بیع کا اقالہ کیا پھر اقالہ کا اقالہ کیا تو اقالہ  
 جائز ہے گا اور بیع پھر اسے کی سوائے اقالہ سلم کے کہ وہ اقالہ کو قبول نہیں کرتا اس واسطے کہ سلم میں مسلم فیہ دین ہے کہ ساقط ہو گیا اور جو ساقط ہوا  
 وہ پھر نہیں آتا کذا فی الاشباہ و فیہا رأس المال بعد الاقالۃ کہو قبلہا فلا یتصرف فیہ بعداً قبلہا اور اشباہ میں ہے کہ رأس المال بعد اقالہ کے  
 ویسا ہے جیسا قبل اقالہ کے تھا تو اس میں تصرف کرنا اقالہ کے بعد جائز نہیں جیسے قبل اقالہ تصرف جائز نہیں ہم یعنی مسلم الیہ کو قبل قبض رأس المال  
 کے اس میں تصرف جائز نہیں جیسے رب المسلم کو بعد اقالہ قبض رأس المال کے تصرف جائز نہیں یعنی کوئی چیز اس المال سے خرید نہیں کر سکتا کذا فی  
 الطحاوی الا فی مسئلتین لو اختلفا فیہ بعداً فلا تخالف حکم رأس المال کا قبل اقالہ اور بعد اقالہ کے یکساں ہے مگر دو صورت میں یکساں نہیں  
 ایک صورت یہ ہے کہ اگر رب المسلم اور مسلم الیہ نے اختلاف کیا رأس المال میں بعد اقالہ کے تو دونوں پر باہم قسم نہیں مگر اس صورت میں مسلم الیہ کا  
 قول معتبر ہو گا اور اگر دونوں نے قبل اقالہ کے اختلاف کیا تو دونوں قسم کھائیں گے یعنی در صورت عدم بینۃ کذا فی الطحاوی و لو تفرقا قبل قبضۃ  
 الا فی الصرف اور اگر رب المسلم اور مسلم الیہ متفرق ہوئے قبل قبض کرنے رأس المال کے بعد اقالہ کے تو جائز ہے مگر صرف میں جائز نہیں اور اگر متفرق  
 ہوئے قبل قبض رأس المال کے قبل اقالہ کے تو جائز نہیں اس واسطے کہ قبض رأس المال بقاء عقد کی شرط ہے قولہ الا فی الصرف استثناً منقطع  
 ہے کیونکہ کلام رأس المال میں ہے و فیہا اختلف المتباہعان فی الصحت و البطلان فالقول لمدعی البطلان و فی الصحت و الفساد لمدعی الصحت اور اشباہ  
 میں ہے کہ متباہعان نے اختلاف کیا صحت عقد اور بطلان میں تو مدعی بطلان کا قول معتبر ہے اور صحت اور فساد کے اختلاف میں مدعی صحت کا  
 قول معتبر ہے قلت الا فی مسئلۃ اذا ادعی المشتري بیعہ من بائعہ باقل من الثمن قبل النقد و ادعی البائع الا اقالۃ فالقول للمشتري مع دعواه الفساد  
 میں کہتا ہوں مگر ایک صورت میں مدعی فساد کا قول معتبر ہے جبکہ مشتری نے بیع کی بیع کرنے کا دعویٰ کیا بائع نے بعض کتر ثمن کے قبل ادا کرنے ثمن کے  
 اور بائع نے بیع اقالہ کا دعویٰ کیا تو مشتری کا قول معتبر ہو گا باوجود دعویٰ فساد کے مگر اس صورت میں مدعی فساد مشتری ہے کیونکہ مشتری کا بیع کرنا بائع سے  
 قبل ادائے ثمن فاسد ہے اور بائع مدعی صحت ہے اس واسطے کہ ادعاء اقالہ مستلزم صحت بیع ہے کیونکہ اقالہ صحیح نہیں مگر بیع صحیح میں تو باوجودیکہ  
 یہاں صحت اور فساد میں اختلاف ہوا لیکن مدعی فساد کا قول معتبر ہوا نہ مدعی صحت کا و لو بکسۃ تجالفا بشرط قیام البیع الا اذا استہلک فی ید البائع  
 غیر مشتری اور اگر اس کے بالعکس ہوئے یعنی بائع مدعی ہو کہ میں نے بیع کو مشتری سے باقل ثمن خرید کیا اور مشتری مدعی اقالہ ہو تو دونوں پر قسم



لازم آوے گی بشرطیکہ قائم ہو مگر جب کہ بیع کو مشتری کے سوا کسی اور شخص نے بائع کے ہاتھ میں ہلاک کر ڈالا ہو تو دونوں قسم نہیں مگر جبکہ یہ مشتری نے بیع کو ہلاک کیا تو قیمت بیع قائم مقام ہے بیع کی اور جب کہ مشتری نے بائع کے ہاتھ میں بیع کو ہلاک کیا تو وہ قابلین قرار یا جائے گا اور اقالہ ممتنع ہو گا کذا فی الطحاوی وادایت معزیا للخلع باع کر ما و سلمہ فاکل مشتریہ نزلہ سنتہ تم تقایلم بیع اور منسوب بخادم میں نے میٹلہ دیکھا کہ انکو کابلین غیرا تسلیم کیا مشتری نے اس کا پھل کھا یا ایک سال پھر دونوں نے اقالہ کیا تو اقالہ صحیح نہیں مگر نزل بضم نون و ذائے مجملہ اگرچہ بمعنی روزی و مہمانی کے ہے لیکن یہاں پھل انکو کا مراد ہے۔

یہ باب ہے مرا بجاہ و تولیہ کے احکام میں ما بین المثلین شرع فی المثلین مصنف نے جب کہ بیع مثلین کے بیان سے

**باب المراجعة والتولیة** فراغت پائی تو اب مثلین کا بیان شروع کیا م یعنی اب تک ان بیوع کا بیان تھا جن میں جانب بیع ملحوظ تھا اب ان بیوع کا بیان شروع ہوا جن میں جانب مثل ملحوظ ہے چنانچہ مرا بجاہ و تولیہ اور ربوا اور صرف اور تقدم اول کی ثانی پر اس واسطے ہوئی کہ بیع میں بیع اصل ہے نہ مثل نہ اتفاق میں ہے کہ تو یہ اور مرا بجاہ کی طرف اس واسطے حاجت ہے کہ نا قاف محتاج ہے تا جبر واقف کار کے فعل کی طرف تو اس کے مانند مثل سے یا قدرے منفعت کے ساتھ خرید کرنے سے نا واقف کی خاطر جمع ہوگی اور روایت صحیح ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ہجرت کا ارادہ کیا تو صدیق نے دواؤں خرید کیے حضرت نے فرمایا کہ ایک اونٹ بطور بیع التولیہ تم کو دے صدیق نے کہا وہ آپ کے واسطے مفت ہے سو حضرت نے نہ لیا مگر مثل دیکر ولم یذکر السارمة والوصیة لظہور ہما اور مصنف نے مساومہ وضعیہ کا ذکر نہ کیا بسبب ان کے ظاہر ہونے کے م مساومہ بیع ہے جس کے مثل میں متعاقدین کا اتفاق ہو کوئی مثل کیوں نہ ہو تو اس میں مثل اول کی طرف التفات نہیں اور یہی قسم بیع کی اکثر رائج ہے اور وضعیہ بیع ہے کثر مثل اول سے اور اس کا رواج سودا گروں میں کثر ہے کیونکہ تجارت سے غیر بیع تراہج المراجعة مصدر راجع اور لکھ مصدر ہے راجع کام عرب بولتے ہیں باع التنازع اور مشتری مرا بجاہ یعنی بیعتا تاع کو یا خرید کیا بطور مرا بجاہ کے جبکہ ہر قدر مثل کا نفع مقرر کر دیا و شرعاً بیع ما ملکہ فی العرفن ولو بہتہ اولیٰ و ثانی و غضب فانہ اذا تمہ بما قام علیہ و لفضل مؤنثہ وان لم تکن من کا بر قصار و نحوہ تم باہر المراجعة علی تک القیمۃ جاز بسوط اور اصطلاح شرع میں مرا بجاہ عبارت ہے اس چیز کی بیع کرنے سے جس کا بائع مالک ہو گیا ہے مجملہ اسباب اور تنازع کے اگرچہ ملکیت بسبب ہبہ یا ارث یا وصیت یا غضب کے ہو تو جب کہ اس کا مثل یا قیمت اتنی مقرر کرے گا جتنے کو کہ مملوک اس کو مکمل ہوا اور ساتھ زیادہ کرنے نوت کے اگرچہ نوت مفہوم بیع کی جنس سے نہ ہو چنانچہ مزدوری و صوبی کی اور مانند اس کے پھر بائع اسکو بیع کرے اس قیمت یا مثل پر تو جائز ہے کذا فی البسوط م خلاصہ ہے کہ مرا بجاہ فقط اسی میں منحصر نہیں کہ بیع بائع کی خرید ہو اور مثل اول پر نفع سے ر بیع چنانچہ عبارت کنز اور وقایہ اس پر ظاہر ہے بلکہ ہر مملوک چیز میں مرا بجاہ جاری ہے سو اگر بیع خرید ہے بائع کی تو اس میں مرا بجاہ یوں ہے کہ مثل سابق پر نفع بڑا کیجے اور اگر بائع کو بیع بطریق ہبہ یا ارث یا وصیت مل ہے تو ان میں مرا بجاہ یوں ہے کہ اس چیز کی قیمت اور مالیت پر نفع زیادہ کر کے بیع طحاوی نے کہا کہ عروص کی قید سے دواہم کامرا بجاہ نکل گیا تو اگر دواہم کو دنیا میں سے خرید کیا تو بیع دواہم بطور مرا بجاہ جائز نہیں چنانچہ بحر الرائق میں ہے ما درکاشیہ زینبی میں بائع سے اس کا جواز منقول ہے غضب کی صورت میں کہ غضوب غاصب کے پاس ضائع ہوا اور غاصب نے اس کی قیمت کا تاوان دیا پھر غضوب مل گیا تو وہ مملوک ہو گیا غاصب کا تو اس کو بیچنا بطور بیع المراجعة کے جائز ہے یعنی ضمان پر نفع لے کر علی نے کہا کہ شایع نے مصنف کی تعریف میں تعریف کر کے کہ کچھ کچھ کر ڈالا حالانکہ مراد مصنف یہ ہے کہ مرا بجاہ عبارت ہے مملوک سے ساتھ مثل اور زیادتی منفعت کے اور یہ عبارت تحیک علی و اللہ اعلم و التولیة مصدر ولی وغیرہ جملہ دالیا اور تولیہ مصدر ہے ولی وغیرہ کا یعنی غیر کو

پھر درخت کاٹ لیا یا غلام خرید کیا اور اس کا ہاتھ کاٹا گیا اور مشتری نے اس کا خون بہا لیا پھر دونوں نے اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہے اور تمام  
 ٹمن اس کو لازم ہے اور اس کے بائع کو درخت اور ہاتھ کے عوض سے کچھ نہیں اگر بائع قطع دست اور درخت سے آگاہ ہو اقالہ کے وقت اور  
 وہ اگر آگاہ نہ ہو تو وہ مختار ہے تمام ٹمن کے لینے میں یا ترک کرنے میں کذا فی القینۃ و فیہا شری الرضا مزروعۃ ثم حصدا ثم تقایلا صحت فی الارض  
 بخصتها اور قینہ میں ہے کہ زمین مزروعہ خرید کی پھر کھیت کاٹ لیا پھر اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہے زمین میں اس کے حصے کے برابر یہ صورت بعض  
 بیع کے ہلاک میں داخل ہے چنانچہ مذکور ہو چکا و لو تقایلا بعد ادراکہ لم یجز اور اگر دونوں نے اقالہ کیا کھیت کی پختگی کے بعد تو جائز نہیں اس  
 واسطے کہ عقد خرید پر وارد ہے نہ گیہوں پر کذا فی البحر و فیہا تقایلا ثم علم ان مشتری کان وطی المبیعۃ ردہا واخذ تمناہا اور قینہ میں ہے کہ دونوں  
 نے اقالہ کیا پھر بائع کو معلوم ہوا کہ مشتری نے نوڈی بیع سے وطی کی تو اس کو پھیر دے اور اس کا ٹمن لے و فیہا مؤنۃ الرد علی البائع مطلقا اور قینہ  
 میں ہے کہ پھیر لینے کا خرچ بائع پر ہے ہر طرح یعنی نواہ اقالہ بیع کے حضور ہوا ہو یا اس کے غیبت میں کذا فی المنع لیکن یہ اطلاق قینہ کی عبارت میں  
 پایا نہیں جاتا کذا فی الحلیمی و تصح اقالۃ الاقالۃ فلو تقایلا ابيع ثم تقایلا با اسی الاقالۃ ارتفعت و عاد ابيع الا اقالۃ السلم فانہا لا تقبل  
 الاقالۃ لکون المسلم فیہ دینا سقط و الساقط لا یعود اشباہ اور صحیح ہے اقالہ کرنا اقالہ سو اگر بیع کا اقالہ کیا پھر اقالہ کا اقالہ کیا تو اقالہ  
 جائز ہے گا اور بیع پھر اوسے کی سو اقالہ سلم کے کہ وہ اقالہ کو قبول نہیں کرتا اس واسطے کہ سلم میں مسلم فیہ دین ہے کہ ساقط ہو گیا اور جو ساقط ہوا  
 وہ پھر نہیں آتا کذا فی الاشباہ و فیہا رأس المال بعد الاقالۃ کہو قبلہا فلا یتصرف فیہ بعدہا قبلہا اور اشباہ میں ہے کہ اس المال بعد اقالہ کے  
 ویسا ہے جیسا قبل اقالہ کے تھا تو اس میں تصرف کرنا اقالہ کے بعد جائز نہیں جیسے قبل اقالہ تصرف جائز نہیں م یعنی مسلم ایہ کو قبل قبضہ اس المال  
 کے اس میں تصرف جائز نہیں جیسے رب السلم کو بعد اقالہ قبضہ اس المال کے تصرف جائز نہیں یعنی کوئی چیز اس المال سے خرید نہیں کر سکتا کذا فی  
 الطحاوی الا فی مسئلتین لو اختلفا فیہ بعدہا فلا تخالف حکم باس المال کا قبل اقالہ اور بعد اقالہ کے یکساں ہے مگر دو صورت میں یکساں نہیں  
 ایک صورت یہ ہے کہ اگر رب السلم اور مسلم ایہ نے اختلاف کیا اس المال میں بعد اقالہ کے تو دونوں پر باہم قسم نہیں م اس صورت میں مسلم ایہ کا  
 قول معتبر ہو گا اور اگر دونوں نے قبل اقالہ کے اختلاف کیا تو دونوں قسم کھائیں گے یعنی در صورت عدم بینہ کذا فی الطحاوی و لو تفرقا قبل قبضہ  
 الا فی الصرف اور اگر رب السلم اور مسلم ایہ متفرق ہوئے قبل قبضہ کرنے اس المال کے بعد اقالہ کے تو جائز ہے مگر صرف میں جائز نہیں اور اگر متفرق  
 ہوئے قبل قبضہ اس المال کے قبل اقالہ کے تو جائز نہیں اس واسطے کہ قبضہ اس المال بقاؤ عقد کی شرط ہے قولہ الا فی الصرف استثناء منقطع  
 ہے کیونکہ کلام اس المال میں ہے و فیہا اختلف المتباہان فی الصحتۃ و البطلان فالقول لمدعی البطلان و فی الصحتۃ و الفساد لمدعی الصحتۃ اور اشباہ  
 میں ہے کہ متباہان نے اختلاف کیا صحت عقد اور بطلان میں تو مدعی بطلان کا قول معتبر ہے اور صحت اور فساد کے اختلاف میں مدعی صحت کا  
 قول معتبر ہے قلت الا فی مسئلۃ اذا ادعی مشتری بیعہ من بائعہ باقل من الثمن قبل النقد و ادعی البائع الاقالۃ فالقول للمشتري مع دعواه الفساد  
 میں کتا ہوں مگر ایک صورت میں مدعی فساد کا قول معتبر ہے جبکہ مشتری نے بیع کی بیع کرنے کا دعویٰ کیا بائع نے بعض کتر ٹمن کے قبل ادا کرنے ٹمن کے  
 اور بائع نے بیع اقالہ کا دعویٰ کیا تو مشتری کا قول معتبر ہو گا باوجود دعویٰ فساد کے م اس صورت میں مدعی فساد مشتری ہے کیونکہ مشتری کا بیع کرنا بائع سے  
 قبل ادا ٹمن فاسد ہے اور بائع مدعی صحت ہے اس واسطے کہ ادعا اقالہ مستلزم صحت بیع ہے کیونکہ اقالہ صحیح نہیں مگر بیع صحیح میں تو باوجود کہ  
 یہاں صحت اور فساد میں اختلاف ہوا لیکن مدعی فساد کا قول معتبر ہوا نہ مدعی صحت کا و لو بعکسہ تجالفا بشرط قیام المبیع الا اذا استہلک فی ید البائع  
 غیر مشتری اور اگر اس کے بالعکس ہوئے یعنی بائع مدعی ہو کہ میں نے بیع کو مشتری سے باقل ٹمن خرید کیا اور مشتری مدعی اقالہ ہو تو دونوں قسم

لازم آوے گی بشرطیکہ قائم ہو مگر جب کہ بیع کو مشتری کے سوا کسی اور شخص نے بائع کے ہاتھ میں ہلاک کر ڈالا ہو تو دونوں قسم نہیں مگر جبکہ بیع مشتری نے بیع کو ہلاک کیا تو قیمت بیع قائم مقام ہے بیع کی اور جب کہ مشتری نے بائع کے ہاتھ میں بیع کو ہلاک کیا تو وہ قابض قرار دیا جائے گا اور اقالہ منتفع ہوگا کذا فی المطاویٰ و صایت معزیا للخصاصہ باع کر ماہ سلمہ فاکل مشتریہ نزلہ سنتہ تم تقایلم یصح اور منسوب بخادمی نے بیع دیکھا کہ انکو کالہ نجا اور تسلیم کیا سو مشتری نے اس کا پھل کھایا ایک سال پھر دونوں نے اقالہ کیا تو اقالہ صحیح نہیں مگر نزل بضم نون ہذا نے مجہد اگرچہ بمعنی روزی و مہمانی کے ہے لیکن یہاں پھل انکو رکامراد ہے۔

یہ باب ہے مزابحہ اور تولیۃ کے احکام میں ما بین المثلین شرع فی المثلین مصنف نے جب کہ بیع مثنی کے بیان سے **باب المزابحہ والتولیۃ** فراغت پائی تو اب ثمن کا بیان شروع کیا مگر یعنی اب تک ان بیوع کا بیان تھا جن میں جانب بیع ملحوظ تھا اب ان بیوع کا بیان شروع ہوا جن میں جانب ثمن ملحوظ ہے چنانچہ مزابحہ اور تولیۃ اور ربوا اور صرف اور تقدیم اول کی ثانی پر اس واسطے ہوئی کہ بیع میں بیع اصل ہے نہ ثمن نہ اتفاق میں ہے کہ تولیۃ اور مزابحہ کی طرف اس واسطے حاجت ہے کہ ناقض محتاج ہے تا جبر و واقف کار کے فعل کی طرف تو اس کے مانند ثمن سے یا قدرے منفعت کے ساتھ خرید کرنے سے ناواقف کی خاطر جمع ہوگی اور روایت صحیح ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ہجرت کا ارادہ کیا تو صدیق نے دو اونٹ خرید کیے حضرت نے فرمایا کہ ایک اونٹ بطور بیع التولیۃ مگر کو دے صدیق نے کہا وہ آپ کے واسطے مفت ہے سو حضرت نے نہ لیا مگر ثمن دیکر ولم یذکر السارۃ والرضیعیۃ لظہور ہما اور مصنف نے مساومہ وضعیہ کا ذکر کیا بسبب ان کے ظاہر ہونے کے م مساومہ بیع ہے جس کے ثمن میں متعاقبین کا اتفاق ہو کوئی ثمن کیوں نہ ہو تو اس میں ثمن اول کی طرف التفات نہیں اور یہی قسم بیع کی اکثر رائج ہے اور وضعیہ بیع ہے کثر ثمن اول سے اور اس کا رواج سودا گروں میں کثر ہے کیونکہ تجارت سے غرض ہر رابع المزابحہ مصدر بائع اور لکھ مصدر ہے بائع کا م عرب بولنے میں بائع التناع اور مشتری مزابحہ یعنی بیعتا تاع کو یا خرید کیا بطور مزابحہ کے جبکہ ہر قدر ثمن کا نفع مقرر کر دیا و شرعی بیع ما ملکہ من العروض ولو بہتہ اولیٰ و ثانی و غصب فانہ اذا تمہ بما قام علیہ و لفضل مؤنثہ وان لم یکن من کابر قصار و نحوہ ثم باوہ مزابحہ علی تلک القیمۃ جاز بسوط اور اصطلاح شرع میں مزابحہ عبارت ہے اس چیز کی بیع کرنے سے جس کا بائع مالک ہو گیا ہے مجملہ اسباب اور متاع کے اگرچہ ملکیت بسبب ہبہ یا ارث یا وصیت یا غصب کے ہو تو جب کہ اس کا ثمن یا قیمت اتنی مقرر کرے گا جتنے کو کہ مملوک اس کو مکمل ہوا اور ساتھ زیادہ کرنے موت کے اگرچہ موت مضموم بیع کی جنس سے نہ ہو چنانچہ مزدوری و صوبی کی اور مانند اس کے پھر بائع اسکو بیع کے اس قیمت یا ثمن پر تو جائز ہے کذا فی البسوط م خلاصہ ہے کہ مزابحہ فقط اسی میں منحصر نہیں کہ بیع بائع کی خرید ہو اور ثمن اول پر نفع لے کر بیع چنانچہ عبارت کنز اور وقایہ اس پر دلالت ہے بلکہ ہر مملوکہ چیز میں مزابحہ جاری ہے سوا کہ بیع خرید ہے بائع کی تو اس میں مزابحہ یوں ہے کہ ثمن سابق پر نفع بڑا کیجے اور اگر بائع کو بیع بطریق میر یا ارث یا وصیت مل گیا ہے تو اسی میں مزابحہ یوں ہے کہ اس چیز کی قیمت اور مالیت پر نفع زیادہ کر کے بیع مطاویٰ نے کہا کہ عروض کی قید سے دراہم کا مزابحہ نکل گیا تو اگر دراہم کو دنیا میں سے خرید کیا تو بیع دراہم بطور مزابحہ جائز نہیں چنانچہ بقرہ الیٰ فی میں ہے ماہد کا ثمن نہیں میں بائع سے اس کا جواز منقول ہے غصب کی صورت میں کہ مضموم غاصب کے پاس ضائع ہوا اور غاصب نے اس کی قیمت کا تاوان دیا پھر مضموم مل گیا تو وہ مملوک ہو گیا غاصب کا تو اس کو بیعنا بطور بیع المزابحہ کے جائز ہے یعنی ضمان پر نفع لے کر بیع نے کہا کہ شارع نے مصنف کی تعریف میں تعرف کر کے کہہ کر ڈالا حالانکہ مراد مصنف یہ ہے کہ مزابحہ عبارت ہے مملوک سے ساتھ ثمن اور زیادتی منفعت کے اور یہ عبارت ٹھیک تھی واللہ اعلم والتولیۃ مصدر ولی وغیرہ جملہ دالیا اور تولیۃ مصدر ہے ولی وغیرہ کا یعنی غیر کا یعنی غیر کو

والی اور کار ساز مقرر کیا و شرعاً بیعہ ہنہ الا اولی ولو حکماً یعنی بقیتمہ ذمیر عنہا بہ لانہ الغالب اور اصطلاح شرع میں تولیہ بیع ہے مملوک  
 چیز کی اس کے ثمن اول سے اگرچہ ثمن حکمی ہو مراد ثمن حکمی سے اس چیز کی قیمت ہے اور مصنف نے قیمت کو ثمن سے تعبیر کیا اس واسطے کہ تولیہ ثمن  
 میں اکثر راجح ہے ہم جتنے کو خرید کرنا اتنے کو بیچنا اس کا نام تولیہ ہے لیکن ظاہر ایہ تعریف بیع خاص کو شامل نہ تھی جب کہ وہ مخصوب کو لہذا تضمین  
 قیمت کے بطریق تولیہ بیع کرے لہذا شارح نے ثمن کو عام بٹھرایا ثمن حقیقی اور ثمن حکمی سے تا اس کو بھی شامل ہو جاوے طحاوی نے کہا بہتر یہ تھا  
 کہ شارح لفظ عنہا کو حذف کرتا اس واسطے کہ ثمن سے مراد وہ ہے جو قیمت کو بھی شامل ہونہ یہ کہ ثمن سے فقط قیمت ہی مراد ہے و شرط صحتہا  
 کون العوض مثلیاً او قیمیاً مملوکاً للمشتري اور مرابحہ اور تولیہ کے صحیح ہونے کی شرط ہونا عوض یعنی ثمن اول کا مثلی یا ہونا عوض کا قیمت والی چیز  
 مملوک مشتری کی ہم ثمن مثلی چنانچہ دراہم اور تانیر اور کیل اور موزون اور عددی تقارب اور مثلی ہونا ثمن کا اس واسطے شرط صحت ہو کہ اگر ثمن مثلی  
 ہو چنانچہ کپڑا بچھوٹ غلام کے خرید کیا تو یہاں مرابحہ اور تولیہ قیمت غلام پر ہوگا اور حالانکہ قیمت معمول ہے ہاں اگر مشتری اسی قیمت والی چیز کا  
 مالک ہو جو عوض تھا بائع کی خرید میں تو غیر مثلی سے بھی مرابحہ بائز ہے صورت اس کی یہ ہے کہ گھر خرید کیا جو من کپڑے کے اور اس کو تسلیم کر دیا  
 پھر گھر کے بائع نے وہی کپڑا مثلاً زید کو بطریق بیع باہمبہ کے دیا پھر گھر کے مشتری نے گھر بیچا زید کے ہاتھ بچھوٹ اسی کپڑے اور کچھ منفعت کے  
 تو جائز ہے کیونکہ زید اس کے دینے پر قادر ہے کذا فی النہر تبصرہ و کون الریح شیعاً معلوماً و لوقیما مشاراً الیہ لمد الثوب لانتفاء  
 البہارہ حتی لو باعہ بربح وہ یازدہ ای العشر باہر عشر لم یجز الا ان یعلم بالثمن فی المجلس فیخیر شرح البیوع للعینی اور شرط صحت مرابحہ ہونا نفع  
 کا چیز معلوم اگرچہ نفع مثلی نہ ہو بلکہ قیمت والی چیز مشاراً الیہ ہو چنانچہ کپڑا بسبب نفع ہونے جہالت کے تو اگر بیع کرے گا وہ یازدہ کے نفع پر  
 یعنی دس کو بچھوٹ گیا رہ کے بیچے گا تو جائز ہوگا مگر یہ مشتری کو ثمن اس کا مجلس عقد میں معلوم ہو جاوے تو اس کو لینے نہ لینے میں اختیار ہوگا کذا  
 فی شرح البیوع للعینی ہم ہذا زیدہ کے نفع سے کل ثمن اس کا معلوم نہ ہوا لہذا بیع بائز نہ ہونی و یقیم البائع الی راس المال اجر القصار  
 و الصبیح با ی لون کان و الظرا زہ بالکسر علم الثوب و القتل لو حمل الطعام و سوق الغنم و اجرة العسل و الخياط و کسوتہ و  
 طعام المبيع بلا سرف و سقی الزرع و الکرم و کسما و کرمی المسناة و الا نہار و غرس الاشجار و تجمیص الدار اور ملانے بائع راس المال کی طرف  
 مزدوری دھو بی اور رنگ کی کوئی رنگ کیونہ ہو اور مزدوری کپڑے کے نقش کاری کی اور درمال وغیرہ کے ڈورے بننے کی مزدوری اور غلابہ طھالانے  
 اور بھیر بکڑیوں کے ہانک لانے کی مزدوری اور ثوب اور دخت کی مزدوری اور پوشاک اور طعام بیع کا بدوں اسراف کے اور نہجانی کھیت  
 اور انگور کی اور اس کی جاو بکشی اور برہون اور نہروں کی صفائی اور درخت لگانا اور گھر کی چوڑی کاری اور اسی طرح لکڑی سے دروازہ بنانے  
 اور موتی میں سوراخ کنہنے کی مزدوری اس کے ثمن کے ساتھ ملاوے کذا فی النہر و اجرة السمسار ہو الاطلاق علی مکان السلعة و صاحبها المشروطہ  
 فی العقد علی ما جزم بہ فی الدرر و ریح فی البحر الاطلاق اور راس المال کے ساتھ ملاوے سمسار کی وہ مزدوری جو عقداً اول میں مشروط تھی اسی قید  
 پر یقین کیا ہے درر میں اور بحر الریق میں اطلاق کو ترجیح دی ہے سمسار وہ شخص ہے جو متاع اور صاحب متاع کو بتاوے ہم اہل لغت کے نزدیک  
 سمسار اور دلال میں کچھ فرق نہیں صاحب قاموس نے کہا کہ سمسار اور دلال وہ ہے جو متوسط ہو بائع اور مشتری میں لیکن عرف فقہاء میں دونوں  
 میں فرق ہے سمسار وہ ہے جو شارح نے ذکر کیا اور دلال وہ ہے جس کے ساتھ متاع ہو غالباً نہر الفائق میں ہے کہ مدحیم اہل لغت دلال بالاجماع ثابت ہے  
 و ضابطہ کل ما یزید فی البیوع اونی قیمتہ یعنی درر و عمد العینی وغیرہ عادیۃ المتجار بالضم اور قاعدہ کلیۃ شہابہ مذکورہ کے ملانے کا یہ ہے کہ جو چیز کو بیع  
 میں آیا ہو جائے بیچے رنگ دینا اس کی قیمت میں زلیہ ہو چنانچہ عمل طعام اور خیاطت تو وہ ملانے کا ہے کذا فی النہر و غیرہ نے سواد گروں کے ملانے کی عامت پر اتفاق کیا ہے جس کو تھار

اپنے عرف میں اس المال کے ساتھ ملتا ہوں اس کو ملانا چاہیے و بقول قائم ملی بکن اولاً بقول اشتراطیہ لانه کذب او بائع کے کہ یہ چیز اتنے کو پرٹی  
 اولوں نہ کے کہ میں نے لطف کو خریدی اس واسطے کہ یہ جھوٹ ہے م مثلاً ایک کپڑا چار روپے کو خرید کیا اور ایک روپیہ اس کی سبائی میں صرف ہوا تو مالک  
 اس کے بیچنے کے وقت یوں کہے یہ تمہیں باہر قبائلم کو پانچ روپے کی پٹی اور یوں نہ کے کہ میں نے پانچ کو خریدی کہ صاف جھوٹ ہے یہ اس صورت میں ہے  
 جب کہ بیع بطریق مرابحہ یا تویبہ کے منظور ہوا اور اگر بطریق مساومہ یا بیعنا منظور ہو تو بلا بیان نہیں اور سلائی وغیرہ کے جس قدر کو چاہے بیچے و کذا اذا قوم  
 المورث و نحوہ او باع برقمہ لوصادقانی الرقم فتح اور اسی طرح مرابحہ جائز ہے جب کہ شی مورث وغیرہ کی قیمت ٹھٹھراوے یا بیع کو ان کی رقم پر بیچے بطریق  
 بیان رقم میں چھاپا ہو کفافی الفتح ہم رقم عبارت ہے اس علامت سے جو کہ سے رکھی ہو اور میں پر دلات کر سے صدق فی الرقم سے مراد یہ ہے کہ مشتری رقم  
 نہیں پہناتا اور کپڑے پر دس روپے کی رقم لکھی ہے تو اگر بائع نے کہا کہ یہ دس کی رقم ہے میں اس پر اتنا نفع لے کہ بیچوں گا خواہ وہ رقم اہل ثمن سے موافق  
 ہو یا زیادہ تو جائز ہے اور اگر دس کو گیارہ بناوے گا تو بیع صحیح نہ ہوگی لایقہم اجر الطیب والمعلم و دررہ للعلم والشعوبہ ما فیہ فلذا حلال فی البسوط  
 بعد العرف نہ ملاوے طیب اور معلم کی اجرت کفافی اللہ اگرچہ معلم اور شعر کا ہو اور عدم ضم تعلیم کی علت میں جو کچھ نہ ہو ہے اسی واسطے بسوط میں عام  
 ضم تعلیم کی اجرت میں عدم عرف کو علت قرار دیا ہے م بعضے علما نے عدم ضم کی علت یہ بیان کی ہے کہ تعلیم سے کوئی چیز مملوک میں زیادہ نہیں ہو جاتی حالانکہ  
 یہ غلط ہے بلکہ تعلیم سے غلام کی قیمت زیادہ ہو جاتی ہے تو بسوط کی تعلیل خوب ہے یعنی اگر بیع ہوا دس کا تو ملاوے نہ ملاوے کذا فی الفتح ملخصاً والدلالة  
 والراعی اور نہ ملاوے ناس للہ کے ساتھ اجرت دلال اور خریدنے والے کی ولائفقتہ نفسہ اور نہ ملاوے اپنی ذات کا خرچ ہم یعنی سود اگر کا خرچ ہو اپنی  
 ذات کے طعام اور کسوت میں سفر تجارت کے اندر اس کو بھی اس بیع میں حساب نہ کرے ولا اجر عملہ نفسہ او تلوعہ بر متلوع اور نہ ملاوے اجرت اس عمل کی  
 جو بیانات ملو دیا یعنی مثلاً اپنا رنگ اور سینا حساب نہ کرے یا کسی نے کوئی عمل صفت کر دیا اس کی اجرت بھی نہ ملاوے و جعل المایق و کراء بیت المحفظ  
 بخلاف اجرة الخزن فانہا تضمن کم مروریہ و کذا بللعرف ولا فلا فرق یظہر فتدبر اور غلام گریختہ کے پر لانے کی اجرت اور بیت المحفظ کا کرایہ نہ ملاوے بخلاف  
 اجرت مخزن کے کہ اس کو اس المال کے ساتھ ملاوے چنانچہ فقہانہ اس کی تصریح کی ہے اور گویا کہ ضم اجرت مخزن اور عدم ضم کرایہ بیت المحفظ بسبب رواج  
 کے ہے اور اگر یہ علت نہیں تو کچھ فرق ظاہر نہیں ہوتا بیت المحفظ اور مخزن میں سو تامل کرے و ما یؤخذ فی الطریق من الظلم الا اذا اجرت العادۃ بعمر  
 ہذا ہوا الاصل کی علت فلیکن العول علیہ کما یفیدہ کلام الکمال اور اس المال کے ساتھ نہ ملاوے اس خرچ کو جو لیا جاتا ہے ماہ میں ظلم سے مگر اس  
 وقت ملنا چاہیے جب کہ رواج میں اس کے ملانے کی عادت ہو عادت اور رواج بھی اصل ہے ضم اور عدم ضم میں چنانچہ معلوم کر چکا تو یعنی وغیرہ کے  
 کلام سے تو یہی قول معتد علیہ ہے چنانچہ کلام کمال الدین صاحب فتح القدیر اس پر دلات کرتا ہے م ططاوی نے کہا کہ عموم اعتبار عرف اس کو  
 متفق ہے کہ در صورت رواج اپنی ذات کے خرچ کو بھی اس المال کے ساتھ ملاوے فالی ظہر خیانتہ فی مرابحہ باقرارہ او برلمان علی ذلک او بکولہ  
 عن یسین اخذہ للمشری لکل منہ اور وہ لغوات الرضی پھر اگر بائع کا خیانت ظاہر ہو مرابحہ میں اس کے اقرار سے یا گواہوں سے یا انکار کرنے سے  
 تو مشتری اس کو پھیر لے اس کے پورے فن سے یا اس کو پھیرے بسبب فوت ہو جانے رضامندی کے یعنی در صورت خیانت مشتری اس بیع سے  
 کیونکہ راجح ہو گا لہذا اس کے لینے نہ لینے میں اختیار ہو گا نہ الخالق میں ہے خیانت یہ کہ فن کے ساتھ اس کو ملاوے جس کا ملانا جائز نہیں بلکہ جو عدم  
 کو ططاوی کی ہو اس کو دس درکم ہوا سے ولہ الحظ قد بالخیانتہ فی التولیۃ تحقق التولیۃ اور مشتری کو اختیار ہے مقدار خیانت کا کم کر ڈالنا  
 تو ایہ میں تا تویہ متحقق ہو یا واسطے متحقق ہونے تو ایہ کے م یعنی اگر قدر خیانت کو کم نہ کرے تو تویہ ثابت نہ ہو اس واسطے کہ تویہ میں اصل سے  
 زیادہ نہیں ہوتا بخلاف مرابحہ کے ولو ہک البیع او اسلمک فی المرابحہ قبل ردہ او حدیث بہ ما یمنع منہ من الرد منہ بحسب العین لیسکی و سقہ

تیارہ اور الربیح ہلاک ہو جاوے یا اس کو مشتری ہلاک کرے مراجمہ میں اس کے پھیر دینے سے پہلے یا وہ چیز حادث ہو جو مانع ہے روکی چنانچہ عیب یا زیادت مانعہ تو بیع اس کو لازم ہوگی تمام ثمن مسمی سے اور اس کے پھیر دینے کا اختیار ساقط ہوگا و قد منانہ لو و بدمولی یا المبیع عیبا ثم حدث آخر لم یرجع بالنقصان اور ہم اول ذکر کر چکے ہیں کہ اگر صاحب تولیہ بیع میں عیب پاوے پھر دوسرا عیب اس میں پیدا ہو تو قدر نقصان کو نہ پھیرے ہم مولی اسم مفعول ہے تولیہ ہے رجوع بالنقصان ہو اس واسطے جائز نہیں کہ رجوع سے بیع ثانی کمتر ہوگی بیع اول سے اور حالانکہ تولیہ تساوٰی عقربن کا مقتضی ہے کذا فی الطحاوی و شراہ ثانیاً بحسن الثمن الاول بعد بیعہ بربح فان رابحاً طرح بار بربح قبل ذلک خرید کیا اس کو دوبارہ ثمن اول کے ہم جنس سے بعد اس کے بیچنے کے نفع لے کر پھر اس کا مراجمہ کیا چاہے تو کم کر ڈالے اس قدر کہ جو نفع لے چکا ہے قبل اس کے ہم صورت اس کی یہ ہے کہ ایک کپڑا مثلاً دس کو خرید کیا پھر وہ پندرہ کو بیچا پھر اس کے مشتری سے بعد تقابض کے دس کو خرید کیا تو اب اگر دوسری بار فائدہ لے کر بیچنا چاہے تو کپڑے سے پانچ کو ساقط کرے امام کے نزدیک اور یوں کہے کہ یہ کپڑا مجھ کو پانچ کو پڑا پھر اس پر بیچنا چاہے نفع لے اور قید ہم جنس ثمن کا فائدہ یہ ہے کہ اگر ثمن اول متناع یا دابہ ہو اور ثمن ثانی دس درم ہوں تو اس کو دس درم پر نفع زیادہ کرنا جائز ہے اس واسطے کہ خرید ثانی بغیر جنس ثمن اول کے ہوئی تو اس کا طرح کرنا متصور نہیں مگر قیمت سے اور حالانکہ قیمت کو مراجمہ میں دخل نہیں کذا فی النہر وان استغرق الرجح ثمنہ لم یراجح خلافاً لہما و ہوا فرق و قولہ ادق بحر اور اگر فائدہ اس کے ثمن کو مستغرق ہو اس طرح پر کہ دس درم سے خرید کر کے بیس درم کو بیچے بطور مراجمہ کے پھر اس کو مشتری سے خرید کرے جو دس درم کے تو اب دوسری بار امام کے نزدیک بطور مراجمہ اس کو نہ بیچے بخلاف صاحبین کے کہ ان کے نزدیک دونوں صورتوں میں ثمن اخیر پر نفع لینا بلا بیان جائز ہے اور یہ قول خلق پر سبکتر ہے اور امام کا قول مضبوط تر ہے کذا فی البحر و لو بین ذلک اوباع بغیر الجنس او تحلل ثالث جائز اتفاقاً فتح اور اگر اس کو بیان کر دے اس طرح پر کہ میں نے اس کو بیچا تھا اتنا نفع لے کر پھرتے کو خرید کیا اور اب میں اتنے نفع پر بیچتا ہوں یا بیچے بغیر جنس ثمن اول کے یا تیسرا شخص درمیان میں واقع ہو یعنی زید نے خالد کے ہاتھ بیچا اور خالد نے محمود کے ہاتھ پھر محمود سے زید نے خرید کیا تو خرید ثانی پر باتفاق امام اور صاحبین کے نفع لینا جائز ہے کذا فی الفتح راجح لے جازان بیع مراجمہ لغیر سید مشتری من مکاتبہ او ما ذونہ ولو المستغرق وینہ لربقتہ فاعتبارہذا التقید بتحقیق الشراء بغیر المدیون بالاولی علی ما بشری الماذون لکفہ نفیاً للتمتہ مراجمہ کرے یعنی بطور مراجمہ غیر شخص سے بیع کرنا جائز ہے اس مولی کو جس نے اپنے مکاتب یا موزون سے خرید کیا اگرچہ ماذون کا دین اس کی گردن کو مستغرق ہو مراجمہ کرے ماذون کی خرید پر جیسے بالعکس اس کے یعنی ماذون اگر اپنے مولی سے خرید کرے تو مراجمہ مولی کی خرید پر کرے تہمت دور کرنے کے واسطے شارح نے کہا اس قید یعنی استفراق دین کا اعتبار خرید کی تحقیق کے واسطے ہے اس واسطے کہ اگر غلام ماذون مدیون نہ ہوگا تو مولی کا اس سے خرید کرنا صحیح نہ ہوگا کیونکہ وہ مولی کا مال ہے تو غیر مدیون میں بطریق اولیٰ ہی حکم ہوگا ہم صورت مسئلہ یہ ہے کہ ماذون مدیون یا مکاتب یا مد پر نے کپڑا دس درم کو خرید کیا پھر اس کے مولی نے اس سے پندرہ درم کو مولی لیا تو مولی دس درم پر نفع لے کر بیچے اور اسی طرح اگر مولی نے کپڑا دس درم کو خرید کیا پھر اس کے غلام مذکور نے اس سے پندرہ درم کو مولی لیا تو غلام دس درم پر بطور مراجمہ کرے باتفاق امام اور صاحبین کے اس واسطے کہ یہ عقد اگرچہ صحیح ہے کیونکہ ملک بغیر میں تصرف کو مفید ہے مگر اس میں عدم عقد کا شبہ ہے اس واسطے کہ غلام کامل حق مولی سے خالی نہیں تو گویا مولی نے اپنے ذاتی ملک کی اپنی ذات سے خرید و فروخت کی لہذا حکم مراجمہ میں اس عقد کو محرم فرض کیا تہمت خیانت کی نفی کرنے کے واسطے کذا فی النہر و کذا کل من لا لقبیل شہادتہ لہ کاصلہ و فرعہ و لو بین ذلک راجح علی شراہ نفسہ ابن الکمال اور اسی طرح حکم ہے ہر ایک شخص کا جس کی گواہی اس کے حق میں مقبول نہیں چنانچہ اس کی اصل اور فرع اور اگر مولی یا غلام یا اصل یا فرع بیان کرے کہ میں

میں نے اس کو اپنے غلام یا مولیٰ سے یا اپنی اصل فرع سے خرید کیا ہے تو اپنی ذات کی خرید پر نفع لے کر بیچے گا صرح ابن اہمال م اس حکم میں ہوا ہے  
اور احد التفاضلین اصل اور فرع کے ساتھ برابر ہیں اور یہ مذہب ہے امام کا خلافاً للعاصمین کذا فی الطحاوی ولو کان مضاراً یا موعشة  
بالنصف اشتری بہا تو باو باو من باب المال بجنسہ عشر یباع الثوب مرا بکھ رب المال ہائنی عشر ونصف لان نصف الزرع ملک و کذا  
عکسہ کہ بیوی فی بابہ و تحقیقہ فی النہر اور اگر بائع ایسا مضارب ہو جس کے پاس دس درم ہیں بالتمام نفع پر انہیں دس درم سے اس نے کپڑا خرید  
کیا اور صاحب مال سے ہندہ درم کو بیچا تو کپڑے کو بطور مرا بکھ صاحب مال گھاڑھے بارہ درم کو بیچے اس واسطے کہ نصف نفع یعنی اڑھائی درم ملک ہے  
صاحب مال کی اور اسی طرح اس کے بالعکس میں حکم ہے یعنی جب کہ صاحب مال بائع ہو اور مضارب مشتری چنانچہ اس کا ذکر کتاب المضاربہ میں آئے گا  
اور تحقیق اس کی نیز الفائق میں ہے یرایع مریداً بلا بیان اے من غیر بیان انہ اشترای سلیماً اما بیان نفس العیب فواجب فتعیب عندہ  
بالتعیب باذنی سواویۃ او بضع البیع و وطی الثیب ولم ینقصھا الوطی کفر من فار و حرق نار للثوب مشتری و قال ابو یوسف و ذفر و الثلث  
لابد من بیان قال ابو الیث و یہ ماخذ و رجح الکمال و اقرہ للمصنف مریداً بکھ نفع لے کر بیچے بلا بیان یعنی بیع جائز ہے بدون اس طرح بیان  
کرنے کے کہ اس نے بیع کو باسلامت خرید کیا تھا سوا اس میں عیب لگ گیا اس کے پاس حقوق عیب ناک سے بسبب آفت آسمانی کے یا بیع کے  
فعل سے اور ثیبہ کے جماع سے بشرطیکہ جماع سے اس میں کچھ نقصان نہ ہو گیا ہو چنانچہ جو ہے کا کاٹنا اور آگ کا جلانا خریدے کپڑے کو  
ظاہر نے کہا لیکن بیان نفس عیب واجب ہے قطع نظر اس سے کہ مشتری کے پاس عیب حادث ہوا یا بائع کے پاس اور ابو یوسف اور زفر  
اور آئمہ ملت نے کہا کہ عیب ناک کا بیان کر دینا مرا بکھ میں ضرور ہے اور فقیر ابو الیث نے کہا کہ اسی قول یعنی وجوب بیان کو ہم لیتے ہیں اور کمال  
الدین نے بھی اس کو ترجیح دی ہے اور مصنف نے بھی اسی کو اپنی شرح میں ثابت رکھا ہے ہم بیان نفس عیب اس واسطے واجب ہے تا فریب دینا  
لازم نہ آوے خلاصہ میں ہے کہ ایک مرد نے متاع معیوب کو بیچا اور وہ عیب کو جاننا ہے تو اس پر بیان کر دینا واجب ہے یعنی مشائخ نے کہا کہ  
در صورت عدم بیان فاسق مرد و الشہادۃ ہوگا انتہی معلوم ہوا کہ کتمان عیب گناہ کبیرہ ہے کذا فی الطحاوی و بیع بیان التعیب ولو  
بفعل غیرہ یعنی امرہ وان لم یأخذ الارش و قید اخذہ فی الہدایۃ و غیرہ اتفاقاً لفتح اور نفع لے کر بیچے عیب دار کر دینے کے بیان سے یعنی اگر انسان کے  
فضل سے عیب لاحق ہو تو بیان اس کا مرا بکھ میں واجب ہے اگرچہ غیر مالک کے فضل سے بدون اس کے امر کے عیب لاحق ہو گیا ہو گو کہ مالک نے  
غیر شخص سے عیب لگانے کا خون بہا اور نقصان نہ لیا ہو اور قید خون ہا لینے کی ہدایہ وغیرہ میں اتفاق ہے نہ احترازی کذا فی الفتح و وطی البکر کلمہ  
بنشرہ و طیہ لعمیرۃ الاوصاف مقصودۃ بالاتلاف و اذا قال ولم ینقصھا الوطی اور نفع لے کر بیچے جماع ہا کہ کو بیان کر کے جیسے بیان شکستگی کپڑے  
یا کاغذ کا اس کے کھولنے یا پھینکنے سے لازم ہے بسبب ہوجانے اوصاف کے مقصود تلف کر ڈالنے سے اور اسی واسطے شارح نے جماع ثیبہ میں یہ  
قید لگائی کہ عدم بیان اس وقت ہے جب کہ جماع سے اس میں نقصان نہ ہو گیا ہو ہم ہر چند اوصاف کے مقابل میں نہیں پڑتا لیکن در صورت اتلاف  
اوصاف مقصود ہوجاتے ہیں تو ان کے مقابل میں واقع ہوگا چونکہ جماع ہا کہ ازالہ بکارت کا موجب ہے لہذا اس کے مقابل میں واقع ہوا بخلاف  
جماع ثیبہ کے ہاں اگر ثیبہ میں جماع سے نقصان لاحق ہوگا تو ثابت ہوگا کہ واطی نے اتلاف کا قصد کیا اس واسطے کہ واطی جو قصد اتلاف کرنا موجب  
نقصان نہیں ہوتا اشترای بالحق لسیئۃ و باع بزرع مائتہ بلا بیان خیر مشتری اور خرید کیا ہزار درم سے اور بیچا سو درم کے نفع پر یعنی گیارہ  
سو کو بیچا بدون بیان کرنے حدیث مذکورہ کے تو مشتری کو اختیار ہے چاہے کھل میں نقد سے خریدے چاہے ترک کرے فان تلف البیع بتعیب  
لے یعنی جو شخصوں میں شرک مفاوضہ ہو کہ برابر مال ہوا کسی نے لگا کر حرکت کی ہو۔ ۳۰ یعنی جو شخص بیع مرا بکھ چاہے

او تعیب فلعلم بالاجل لزمہ کل الثمن حالاً پھر اگر بیع تلف ہوئی عیب دار ہو جانے سے یا عیب دار کر دینے سے پھر مشتری کو علم ہوا مدت کا یعنی اس کو معلوم ہوا کہ بائع نے اس کو ادھار خرید کیا تو مشتری کو پورا ثمن نقد بلا مدت لازم ہوگا وکذا حکم التولية فی جمیع ما مر اور اسی طرح مراجعت کے مانند تولیہ کا حکم ہے جمیع مسائل مذکورہ میں ہم یعنی در صورت میصوب کر دینے اور واپسی باکرہ کے بیان کرنا ضروری ہے اور در صورت عیب دار ہو جانے کے آفت آسمانی سے اور واپسی ثبہ میں بیان کرنا ضروری نہیں اور تولیہ مراجعت کے مانند ہے ادھار خریدنے میں بھی وقال ابو جعفر المختار للفتوی الرجوع بفضل ما بین المال والموکل یومئذ اور ابو جعفر نے کہا کہ مختار فتویٰ کے واسطے پھر لینا ہے زیادتی کا جو ما بین ثمن نیال اور ثمن موکل کے ہے کذا فی البحر شرح المصنف ہم یعنی اگر ثمن مال پندرہ ہوں اور ثمن موکل تیس تو مشتری بعد علم مدت کے بائع کو بائع سے پھیرنے ولی رجلاً شیئاً اسے بائع تولیہ بمقام علیہ او بما اشتراه بہ ولم یعلم للمشتري بکم قام علیہ فسد البیع لجملة الثمن وکذا حکم المراجعة و غیر مشتری بین اخذہ وترکہ لوعلم فی مجلسه والا بطل تولیہ کیا ایک مرتبے سے کسی چیز کا یعنی اس کو بطرز تولیہ یا یومئذ اس قدر کے جتنا اس پر پڑا از قسم ثمن اور مصارف کے یا تولیہ کیا بعض اس ثمن کے جس سے اس کو خرید کیا اور حالانکہ مشتری کو معلوم نہیں کہ کتنا اس پر پڑا تو بیع مذکور فاسد ہے بسبب معلوم ہونے ثمن کے اور یہی حکم ہے مراجعت کا اور مشتری مختار ہوگا اس کے لینے اور چھوڑنے میں بشرطیکہ مجلس عقد میں ثمن مذکور معلوم ہو گیا ہو اور اگر مجلس میں نہ معلوم ہو تو بیع باطل ہے ہم بطلان بیع سے استقرار فساد مراد ہے کیونکہ یہ بیع باطل نہیں فاسد ہے کذا فی الطحاوی عن البحر و اعلم انه لا رد للغبن فاحش ہو مالا یدخل تحت تقویم المقولین فی ظاہر الروایة و بہ ائتی بعضم مطلقاً فی القنیة ثم رقم وقال و لفتی بالرد فقط بالناس و علیہ اکثر روایات المضاربة و بہ لفتی ثم رقم قال ان غرہ لے غر مشتری البائع او بالعکس او غرہ الدلال فله الرد والا لا و بہ ائتی صدر الاسلام وغیرہ ثم قال و تصرفه فی بعض البیع قبل علمه بالغبن غیر مانع منه فیرد مثل ائنه و یرجع بكل الثمن علی الصواب انتهى ملخصاً جان اس بات کو کہ رد بیع نہیں ظاہر روایہ میں غبن فاحش یعنی نقصان ظاہر سے غبن فاحش وہ ہے جو قیمت بھرنے والوں کی قیمت مقرر کرنے داخل نہ ہو اور اسی عدم رد کا بعضوں نے فتویٰ دیا ہے مطلقاً خواہ اس کو دھوکا دیا ہو یا نہ دیا ہو کذا فی القنیة پھر صاحب قنیہ نے لڑکھے اور کہا اور غبن فاحش میں یہ پھیر دینے کا فتویٰ دیا جاوے لوگوں پر آسانی کرنے کے واسطے اور اسی قول پر کتاب المضاربتہ کے اکثر روایات ہیں اور اسی کا فتویٰ ہے پھر صاحب قنیہ نے لڑکھے اور کہا کہ اگر اس کو دھوکا دیا یعنی مشتری نے بائع کو یا بائع نے مشتری کو دھوکا دیا یا اس کو دلال نے دھوکا دیا تو اس کو رد بیع کا اختیار ہے اور نہیں تو نہیں یعنی اگر اس کو کسی نے دھوکا نہیں دیا تو رد بیع میں اختیار نہیں اور اسی قول کا فتویٰ دیا ہے صدر الاسلام وغیرہ نے پھر صاحب قنیہ نے کہا اور تصرف کرنا مشتری کا بعض بیع قبل درست ہونے غبن کے مانع رد بیع نہیں تو مشتری اس کا مثل پھیر دے جس کو اس نے تلف کیا اور سب ثمن پھیرے بنا بر صواب قول کے انتہی قول القنیة ملخصاً ہمیں قبل تصرف کیا اس کے رد مثل کے ساتھ باقی بیع کو بھی رد کرے چنانچہ قنیہ میں مصرح ہے لیکن شارح نے رد باقی کو ساقط کیا تا اس کا قول مردود ہو جو قائل ہے کہ رد باقی جائز ہے اس کے حصے کے موافق ثمن نے کہ کذا فی الحلبي لقی لوکان قیما لم ارہ باقی رہی یہ بات کہ اگر بیع قیمت والی چیز ہو اور اس میں غبن فاحش ہو ہو میں نے اس مسئلہ کو مصرح نہیں دیکھا قلت وبالایضی حرم الامام علاء الدین السمرقندی فی تحفۃ الفقہاء و صحیحہ الزیلیعی وغیرہ میں کہتا ہوں قول اخیر یعنی اگر غبن فاحش فریب دینے سے ہے تو رد بیع جائز ہے والا نہیں یقین کیا ہے امام علاء الدین سمرقندی نے تحفۃ الفقہاء میں اور اسی کی تصریح کی ہے زلیعی وغیرہ نے ہم صاحب تحفہ نے کہا کہ ہمارے اصحاب کہتے ہیں کہ مفیون رد نہ کرے لیکن حکم ان مفیون میں ہے جس کو کسی نے دھوکا نہیں دیا اور اگر اس کو فریب دینے سے غبن ہو تو اس کو پھیر دینے کا اختیار ہے انتہی صاحب تحفہ نے قول مطلق کو مفصل کی طرف رد کیا کذا فی الطحاوی فی قناتہ الاشیاء من بیوع الخایم من فصل الغرور والغرور لا یوجب الرجوع



لائی نکتہ منماہذا احمد شاہ کی کتاب الکفالات میں خانیہ کی کتاب الیسوع فصل غرود سے منقول ہے کہ غرود یعنی دھوکا پڑنا موجب رجوع نہیں مگر  
یہ صورتیں ہیں الا نجلہ ایک یہ صورت ہے تو حق میں مذکور ہو چکی یعنی غبن فاحش ہے وہ ہے اگر اس کا دھوکا دیا ہو وضا بطلہا ہی کیونکہ فی عقد رجوع  
نفس اللطائف کو دلیہ واجارۃ لہو ہلکالم استحقاق علی اللذایع یا ضمنہ اور قاعدہ اس کا یہ ہے کہ غرود اس عقد میں ہو جس کا نفع رافع کی طرف راجع ہو  
یعنی ولایت ادا جہاں پھر گزندوں تک ہوں پھر مستحق غیر نکلیں تو بائع سے بھرنے میں تمنا اس نے تاوان دیا م وافع شامل ہے بائع اور مشتری اور  
مورث اور مورث کا اس واسطے کہ ولایت رکھنے والا اپنے منظر مال سے اور مورث جرت سے فتنع ہو تاکہ یہ ولایت کی صورت یہ ہے کہ زید نے کوئی چیز خالی  
کے پاس امانت رکھی یہ ظاہر ہے کہ میں اس کا مالک ہوں پھر ولایت ہلاک ہوئی خالد کے ہاتھ میں پھر وہ غیر کی مستحق نکل تو مالک کو جائز ہے کہ خالد سے  
تاوان لے اور خالد کو اختیار ہے کہ زید سے بقدر ضمان بھرنے کیونکہ اس نے اس کو دھوکا دیا اس بات میں کہ ولایت میری ملک ہے اور صورت  
اجارہ یہ ہے کہ جلا جانور اجارہ دیا یہ ظاہر ہے کہ یہ میلا مملوک ہے پھر وہ مستاجر کے پاس ہلاک ہو گیا پھر مستحق غیر نکلا اور مالک نے اس سے ضمان لیا  
تو مستاجر کو وجہ سے بقدر ضمان پھیر لینا ہاڑ ہے کذا فی الطحاوی ولا رجوع فی عاریۃ و ہبۃ لکن القیض لنفسہ اور رجوع نہیں فریب دینے سے  
عاریت اور ہبہ میں کیونکہ قبضہ عاریت اور ہبہ میں اپنی ذات کے واسطے ہے یعنی جب مستعار اور مہوب مستعبر اور مہوب لے لے کہ اس تلف ہو  
پھر وہ مستحق غیر نکلا اور مستعبر اور مہوب مالک تاوان لے تو دونوں شخص معیر اور واپس ہے رجوع نہیں کر سکتے کیونکہ مستعار اور مہوب کا نفع مستعیر  
اور مہوب کی طرف راجع تھا مستعیر اور واپس کی طرف الاثنیۃ ان کیونکہ فی ضمن عقد معاوضۃ کبایعہ عیدی ادا اپنی فقہ اذنت رقم ظہر حلالہ ابن  
الغیر رجوع علیہ للغرور ان کان الاب حرا والا بعد العتق اور دوسری صورت یہ ہے کہ غر معاوضۃ کے ضمن میں چنانچہ مثلاً زید نے اہل بازار سے کہا کہ میرے  
غلام یا میرے بیٹے سے خریدو فروخت کرو مقرر میں نے اس کو تجارت کا اذن دیا ہے پھر ظاہر ہوا کہ غلام آزاد ہے یا وہ غیر کا بیٹا ہے زید کا تو  
اہل بازار زید سے بھریں بسبب غرور کے بشرطیکہ باپ یعنی اذن دینے والا شخص آزاد ہوا اگر وہ غلام ہو تو اس کے آزاد ہونے کے بعد بھریں و  
بذال ان اضافہ ایہ امر مباح ہے اور یعنی دھوکا دینے والے سے بھرنے اس وقت ہے کہ جب اس نے ماذون کی نسبت اپنی طرف کی ہو یعنی  
یوں کہا ہو کہ یہ میرا غلام یا میرا بیٹا ہے اور اس کے ساتھ خریدو فروخت کا امر کیا ہو ورنہ لونی مشتری او استولہ تم استحقاق علی البائع  
بقیمۃ البناء والولد اور عقد غرور معاوضۃ کی صورت ہے کہ اگر مشتری نے گھر میں عمارت بنائی یا لونڈی حرم بنائی پھر گھر اور لونڈی  
غیر کی مستحق نکل تو بائع سے عمارت اور ولد کی قیمت بھرنے م بائع سے قیمت لینا عمارت کا اس وقت ہے جب کہ عمارت بائع کو تسلیم کر دے  
لیکن تسلیم ولد کو فقہانے ذکر نہیں کیا مگر ان کا ظاہر کلام اس پر طالت کرتا ہے کہ ولد مشتری کو دلا یا جلدے اور وہ آزاد گھر سے اور مشتری قیمت ولد  
کی لونڈی کے مالک کو دے اور بائع سے اس کی قیمت بھرنے والے علم کذا فی الطحاوی ومنذ ما یاتی فی باب الاستحقاق مشتری فانا بعد بخلاف ارہنی  
اور اذا نجلہ وہ مسئلہ ہے جو باب استحقاق میں آوے گا کہ ایک شخص نے کہا کہ مجھ کو خرید کے لے کہ میں غلام ہوں بخلاف یوں کہنے کے کہ مجھ کو رہن رکھ  
لے م یعنی اس کے کہنے سے اسے خرید کیا پھر وہ آزاد نکلا تو اگر بائع ماضی یا خائب بنیبت معروضہ ہو تو فریب دینے والے پر کچھ نہیں والا مشتری  
اس سے بھرنے اور وہ بائع سے کذا فی الطحاوی معلوم کر کہ در المختار کے نسخ یہاں مختلف ہیں اکثر نسخوں میں یوں ہے کہ مشتری فانا بعد ارہنی اور  
یعنی نسخوں میں یوں ہے بخلاف ارہنی جو کہ نسخہ ثانیہ صحیح تھا اور اس کتاب کے باب الاستحقاق کے موافق لہذا مترجم نے اسی کو اختیار کیا کیونکہ  
کتاب فقہ میں صریح ہے کہ خرید کرنے میں رجوع ضمان ہے نہ رہن رکھنے میں واللہ اعلم الثالثہ اذا کان الغرور بالشروط کا زوجہ امراة علی ما حصرہ  
یعنی اس کا تمام معلوم ہو۔ ۱۷

ثم استحققت ربح على المخر بقيمة الولد المستحق وسيجيء آخر الدخول تيسرى سورت یہ ہے جب کہ غرور بسبب شرط کے ہو چنانچہ ایک شخص نے دوسرے شخص کا نکاح کر دیا ایک عورت سے اس شرط پر کہ وہ آزاد ہے پھر وہ لونڈی مستحق غیر کی نکلی تو ناکح و نہ مستحق کی قیمت مخیر سے بھر لے اور یہ مسئلہ کتاب الوصی کے آخر میں آوے گا فرع مسئلہ ملحقہ شارح کاہل ینتقل الرد بالتعزیر الی الوارث استظهر للمصنف لا التصريح بان الحقوق المجردة لا تورث قلت وفي حاشية الاشباه لابن المصنف وفيه افتي شيخنا العلامة على المقدسي مفتي مصر قلت قد قدمنا في خيار الشرط معزيا بالدرر کیا انتقال کرتا ہے رد بیع فریب دینے سے وارث کی طرف یعنی اگر مورث کو فریب دیا ہو تو اس کا وارث اس کو پھیر سکتا ہے یا نہیں مصنف نے اپنی شرح میں عدم انتقال کو قوی کیا ہے بسبب تصریح کرنے فقہاء کے کہ حقوق مجردہ مورث نہیں ہوتے حالانکہ یہ حق مجرد عن العوض ہے کیونکہ عبارت ہے فقط ارادة او مشیت سے میں کہتا ہوں کہ شیخ صالح ابن مصنف کے حاشیہ اشباہ میں یوں ہے کہ اسی عدم انتقال کا فتویٰ دیا ہے ہمارے استاد علامہ علی مقدسی مفتی مصر نے میں کہتا ہوں اور ہم اس کو پہلے ذکر کر چکے ہیں خيار الشرط میں درر سے نقل کر کے لکن ذکر المصنف فی شرح منظومة الفقہیۃ ما یخالف وما لای اذہ یورث کخیار العیب ونقل عن ابنہ فی کتابہ معونۃ المفتی فی کتاب الفرائض وایده بما فی بحث القول فی الملک من الاشباہ قبیل التاسعة ان الوارث یرد بالعیب لیسیر غروراً بخلاف الوصی فتامل لیکن مصنف نے اپنی منظومہ فقہیہ کی شرح میں جس کا تحفۃ الاقران نام ہے ذکر کیا ہے وہ جو اس کے مخالف ہے اور مصنف مائل ہوا اس کی طرف کہ رد بیع غرور سے مورث ہونا ہے خیار العیب کے مانند اور مصنف سے اس کے بیٹے شیخ صالح نے اپنی کتاب معونۃ المفتی میں کتاب الفرائض کے اندر مورث ہونے کو نقل کیا ہے اور اس کی تائید کی ہے اشباہ کے اس قول کی بحث سے جو قائمہ تاسعہ کے قبل واقع ہے کہ وارث رد بیع کرتا ہے بسبب عیب بیع کے اور مغرور ٹھہر جاتا ہے بخلاف وصی کے کہ وہ مغرور نہیں ہوتا بسبب عدم ملک کے سو اس کو تامل کر م و جب تائید یہ ہے کہ وارث کا مغرور ہونا اس کو مفید ہے کہ خیار الغرور مورث ہوتا ہے یعنی وارث مغرور ٹھہر امور شاکہ و صو کا دینے سے وقد مناعن الخانیہ انہ متی عاین ما یعرف بالعیان نفی الغرور فتدبر اور ہم نے مقدم ذکر کیا ہے باب خیار الشرط میں خانیہ سے کہ جب اس نے مشاہدہ کی وہ چیز جو معلوم ہو جاتی ہے مشاہدہ کرنے سے تو خطرہ نیستی ساقط ہو جاتا ہے غرور کے لئے **فصل فی التصرف فی المبیع والتمس قبل القبض والزيادة والحظ فیہما وتاجیل الدیون** یہ فصل ہے بیع اور تمس کے تصرف کرنے میں قبل قبضہ کرنے کے اور زیادہ اور کم کرنے دونوں میں اور دیون کی مدت مقرر کرنے میں صحیح بیع عقار لائیشی ہلا کہ قبل قبضہ من بالئہ لعدم الغرور لئندہ ہلاک العقار حتی لو کان علواً و علی شرط نہر و نحوہ کا ان کنقول فلا یصح التفاق بیع عقار کی یعنی اس مال غیر منقول کی جس کے تلف ہونے کا خوف نہیں قبل اس بات کے کہ اس کے بائع سے لے کر اس پر قبضہ کیا صحیح ہے بسبب عدم خطرہ انفساخ عقد کے بر تقدیر ہلاکی کے کیونکہ ہلاکی عقار نادر الوجود ہے تو اگر عقار بالا خانہ ہو یا زمین ہو دریا کے کنارے پر محتمل السقوط اور مانند اس کے چنانچہ خوف ہوز میں یا گھر کے چھپ جانے کا ریت سے تو اس وقت میں غیر منقول مانند منقول کے ہو گا عدم صحت بیع میں تو اس کی بیع بالاتفاق قبل قبضہ کے صحیح نہیں م امام شافعی اور محمد کے نزدیک بیع عقار کی قبل قبضہ کے جائز نہیں کیونکہ حدیث فریض میں غیر مقبوض کی بیع سے نہی وارد ہے شیخین کہتے ہیں کہ نہی کی صلت یہ ہے کہ بر تقدیر ہلاکی بیع کے انفساخ صحیح محتمل ہے اور ہلاکی عقار میں نادر ہے اور نادر کا کچھ اعتبار نہیں منع العقار میں ہے کہ مصنف نے تعمیر بیع بصحت کی نہ بنفا ذ اور لزوم اس واسطے کہ نفاذ اور لزوم بیع نقد میں یارضائے بائع پر موقوف ہیں تو بائع کو قبل اس کے ابطال بیع جائز ہے طحاوی نے کہا کہ قولہ من بالئہ قبض سے متعلق ہے نہ بیع سے گلتا ہے و اجارۃ و بیع منقول قبل قبضہ ولو من بالئہ کا سببی جیسے بالاتفاق صحیح نہیں کتابت غلام کی اور اجارہ زمین کا اور بیع منقول کی قبل اس کے مقبوض ہونے کے اگرچہ بیع غیر مقبوض کی اس کے بائع سے ہو چنانچہ عنقریب تن میں آوے گا کذا فی الطحاوی بخلاف عمقہ و تدبیرہ

وبیتہ والتصدق بہ واقراضہ ورہنہ وامارتہ من غیر بائعہ فاصح علی قول محمد وہو الاصح بخلاف آذلو کرنے منقول کے قبضہ کرنے سے پہلے اور اس کے مدبر کرنے اور اس کے ہیرہ اور تصدق کرنے اور قرض دینے اور رہن رکھنے اور عاریت دینے کے دوسرے شخص کو اس کے بائع کے سوا کہ وہ صحیح ہے محمد کے قول پر اور یہی اصح ہے یعنی اگر منقول خرید کیا اور ہنوز اس پر قبضہ نہیں کیا تو اس کا عقد اور تدبیر اور ہیرہ اور تصدق اور اقراض اور رہن اور عمارت محمد کے قول پر صحیح ہے خلافاً لابی یوسف وجہ قول محمد یہ ہے کہ یہ تصرفات جائز نہیں مگر بعد قبضہ کے اور غیر بائع مشتری کا نائب ہو سکتا ہے قبضہ میں تو قبضہ مامومہ بجائے قبضہ مشتری ہوگا اول بطریق نیابت کے پھر بالاصالت اپنی ذات کے واسطے قابض ہوگا تملیک سے بخلاف بیع کہ وہ مفید ملک نہیں قبل قبضہ کے اور تملیک بیع قبل قبضہ کے فاسد ہے اور غیر بائع کی قید اس واسطے لگانا تاکہ معلوم ہو کہ ہیرہ وغیرہ تصرفات بائع سے بطریق اولی صحیح ہیں کذا فی المطحطاوی والاصل ان کل عوض ملک بعقد یفسخ بہ لاکہ قبل قبضہ فانتہر فیہ غیر جائز ومالا فجائز یعنی اور صحت تصرفات مذکورہ کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو عوض کہ مملوک ہو بسبب ایسے عقد کے جو فسخ پذیر ہے ہلاکی عوض سے قبل اس کے مقبوض ہونے کے جیسے بیع اور اجرت بشرطیکہ عین ہونے لگے تو اس میں تصرف قبل قبضہ جائز نہیں اور جو عقد کہ فسخ نہ ہو ہلاکی عوض سے جیسے مہر اور عتق بعوض مال تو اس میں تصرف کرنا قبل قبضہ کے جائز ہے کذا فی العینی والمنقول لو وہب من البائع قبل قبضہ فقیلہ البائع انتقض البیع ولو باعہ قبل منہ لم یصح هذا البیع ولم ینتقض البیع الاول لان الہبۃ مجاز عن الاقالہ بخلاف بیعہ قبلہ فانہ باطل مطلقاً بوجہ قولہ فی الواہب وفسد بیع المنقول قبل قبضہ انتہی ولفظ الہبۃ یتملہا فند براءد بیع منقول اگر ہیرہ کیا بائع کو قبل اس کے مقبوض ہونے کے سو بائع نے اس کو قبول کیا تو بیع ٹوٹ جائے گی اور اگر منقول کی بیع کی تو یہ بیع بائع سے ہی صحیح نہیں اور بیع اول نہ ٹوٹے گی اس واسطے کہ یہ مجاز ہے اقالہ سے یعنی اقالہ کو ہیرہ بولنا بطریق مجاز کے جائز ہے کیونکہ اقالہ بغیر لفظ اقالہ بھی صحیح ہے بقول مختار بخلاف بیع منقول قبل قبضہ کے کہ وہ باطل ہے مطلقاً خواہ بائع سے ہو یا غیر بائع سے کذا فی الجوبہ میں کتاہوں اور مواہب الرحمن میں ہے کہ بیع منقول قبل قبضہ کے باطل ہے انتہی اور نفی صحت باطل اور فاسد دونوں کو مستعمل ہے غور کر لے ہم یعنی بیع منقول کی قبل قبضہ کے بقول صاحب جوہرہ باطل ہے اور بقول صاحب مواہب فاسد اور مصنف نے اس کو غیر صحیح کہا تو باطل اور صحیح اس میں دونوں محتمل ہیں کیونکہ باطل کو بھی غیر صحیح کہتے ہیں اور فاسد کو بھی طحاوی نے کہا فاسد ہونا اس بیع کا ظاہر ہے اس واسطے کہ بیع کے دونوں رکن یعنی بیع اور ثمن ثابت ہیں تو فساد آیا دوسری جہت سے یعنی خطر الفساد عقد در صورت ہلاکی بیع اور اطلاق باطل کا فاسد پر کثرت ہے مشتری کیسلا بشرط الکیسلی محرم ہے کہ تحریر یا بیعہ واکلمہ حتی کیسلا وقد مر جو الفسادہ بانہ لایقال لاکلمہ انہ اکل حراماً لعدم اتسازم کا بسطہ الکمال لکونہ اکل حکم طریقی کیسلی کو بشرط کیسلی کے تو حرام ہے یعنی مکروہ تحریمی ہے اس کا بیچنا اور کھانا تا وقتیکہ اس کو ناپنے لے اور البتہ علمانے اس کے فساد بیع کی تصریح کی ہے اور اس کی کہ اس کے کھانے والے کو حرام خوردہ نہیں گئے بسبب عدم اتسازم کے یعنی فساد کو حرمت لازم نہیں چنانچہ کمال الدین نے اس کو شرح بیان کیا ہے حرام خوردہ اس واسطے نہیں گئے کہ وہ اپنی مملوک چیز کا کھانے والا ہے مگر وہ گنہگار ہوگا کیونکہ اس نے کھل کرنے کے حکم کو ترک کیا کذا فی الفتح ابن ماجہ نے بابائے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم من بیع الطعام حتی یجری فیہ الصامان صلح البائع وصالح المشتري یعنی حضرت نے طعام کی بیع سے منع فرمایا وقتیکہ اس میں دو صلح جاری نہ ہوں ایک صلح بائع کا اور دوسرا صلح مشتری کا اور اس معنوں کو اسحق اور بزار اور عبد اللہ بن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اگرچہ اس حدیث میں صغف ہے لیکن بسبب کثرت طرق اور اجماع آثار لریعہ کے واجب العمل اور حجت ہے کذا فی فتح القدر اور عدم جواز کی علت نفی کو شارع بعد اس کے بیان کرے گا ومثلہ الموزون والمعدود بشرط الوزن والعد لا احتمال للزيادة وہی

للبيع اور کیل کے مانند ہے موزون اور محدود خرید کرنا بشرط وزن اور شمار کے بسبب احتمال زیادتی بائع کا حق ہے یعنی جیسا کیل اور محدود کو خرید کیا بشرط کیل اور وزن اور شمار کے تو اس میں تصرف کرنا قبضہ کرنے کے بدون ناپنے اور تولینے اور شمار کرنے کے جائز نہیں کہ شاید زیادہ ہو مثلاً بائع نے کہا کہ یہ چیز دس پیمانے یا دس سیر ہے تو اگر واقع میں وہ بارہ سیر ہوئی تو دوسیر بائع کا مال بھرا لہذا مشتری کو ناپنا اور تولنا اور شمار کر لینا واجب ہوا لکن غیر کے مال میں تصرف کرنا لازم نہ آوے اور دوسرا فائدہ کیل اور وزن اور شمار کا یہ ہے کہ اگر بیع کم ہو شرط سے تو مشتری اتنا ثمن کم کر ڈالے فتح القدر میں کہا کہ محدود سے عددی متقارب مراد ہے چنانچہ اند اور اخروٹ بخلاف مجازتہ لان اکل مشتری بخلاف بیع کیل اور موزون اور محدود کے بطور تخمین اور اکل کے بلا شرط کیل اور وزن اور شمار کے جیسے ایک ڈھیر گیہوں کا خرید کیا تو اس کا تولنا اور ناپنا لازم نہیں اس واسطے کہ وہ بالکل مشتری کا مال ہے تو اس میں احتمال زیادتی کا نہیں و قید بقبور غیر الدراہم والدنایہ لمجازہ التصرف فیہما بعد القبض قبل الوزن کبیع التعاطی فانہ لا یحتاج فی الموزونات الی وزن مشتری ثانیاً لانه صار بیعاً بالقبض بعد الوزن قینہ و علیہ الفتوی خلاصہ در مصنف نے موزون میں غیر دراہم اور دنایہ کی قید لگائی بسبب جائز ہونے تصرف کے دراہم اور دنایہ میں بعد قبض قبل وزن کرنے کے مانند بیع التعاطی کے اس واسطے کہ موزونات میں دوبارہ مشتری کے وزن کرنے کی حاجت نہیں کیونکہ قبض بعد الوزن بیع ہو گیا کذا فی القینہ اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی الخلاصہ خلاصہ یہ ہے کہ بیع موزونات میں دو صورت ہیں مشتری کو دوری بار وزن کر لینا شرط نہیں ایک دراہم اور دنایہ کے عقد صرف میں اس واسطے کہ ان کی مقدار مقرر نہیں غالباً تفاوت نہیں ہوتا اور دوسرے بیع التعاطی میں تو جب مشتری نے دراہم دیے اور بائع نے مقدار معلوم کو کیل یا وزن کر دیا تو بیع معتقد ہوگی بطریق تعاطی کے کذا فی الطحاوی و کفی کیلہ من البائع بحضرتہ ای مشتری بعد البیع لا قبلہ اصلاً و بعدہ بغیبتہ فلو کیل بحضرة رجل فشرآه فباعه قبل کیلہ لم یجز وان اکتالہ الثانی لعدم کیل الاول فلم یکن قابضاً فتح اور کفایت کرتا ہے بائع کا کیل کرنا یعنی پہلے سے ناپنا مشتری کے سامنے بعد العقد بیع کے نہ قبل بیع کے مطلقاً خواہ اس کے سامنے کیل ہو یا پیچھے یا بعد بیع کے مشتری کے پیچھے یا بعد بیع کے مشتری کے پیچھے تو اگر کیل ہوا اجنبی مرد کے سامنے پھر اس نے کیل کو خرید کیا پھر اس کو شرط کیل بیچا قبل اس کے کیل کرنے کے تو جائز نہیں اگرچہ اگرچہ مشتری ثانی اس کو کیل کر لیا ہو بواسطہ عدم کیل مشتری اول کے تو وہ قابض ہی بھرا کذا فی الفتح تو اس کی بیع غیر مقبوض کی بیع ہوئی م مضمون مشتری میں کیل بائع اس واسطے کافی ہوا کہ بیع معلوم ہو گئی کیل واحد سے اور تسلیم ثابت ہو چکی اور قبل بیع کے کیل کرنا اس واسطے کافی نہ ہوا کہ اس وقت بائع اور مشتری کا اطلاق دونوں پر صحیح نہیں ولو کان الکیل والموزون ثمتنا جاز التصرف فیہ قبل کیلہ ووزنہ بجوازہ قبل القبض قبل الکیل اولی اور اگر کیل اور موزون ثمن ہو تو جائز ہے اس میں تصرف قبل اس کے کیل اور وزن کے بسبب بوجہ تصرف ثمن کے قبل قبض کے تو قبل کیل کے تصرف بطریق اولی جائز ہے یعنی کیل اور وزن ثمتات قبض سے ہیں پھر جب ثمن میں تصرف قبل قبض کے جائز ہوا تو قبض ثمتات بطریق اولی جائز ہو گا لایحرم المذروع قبل ذرعه وان اشتراه بشرطہ الا اذا فرد لکل ذراع ثمتنا فہونی حرمتہ ما ذکر کموزون والاصل ما مرر ان الذرع وصف لا قدر لیکون کاللمشتری الا اذا کان مقصوداً واستثنی ابن الکمال من الموزون ما یضرفہ التبعض لان الوزن یمنذ فیہ وصف حرام نہیں بیع مذروع قبل از پیمانہ گز اگرچہ اس کو بشرط پیمانہ خرید کیا ہو مگر جب کہ جدا جدا ہر گز کا ثمن مقرر کیا ہو تو اب مذروع بیع وغیرہ کی حرمت میں موزون کی مانند ہو گیا اور قاعدہ اس کا وہ ہے جو چند بار مذکور ہو گیا کہ گز وصف ہے نہ مقدار تو کل مذروع مشتری کا ہو چکا مگر جب کہ گز مقصود بالذات ہو جاوے یعنی ہر گز کا جدا ثمن مقرر کرنے سے اور ابن کمال نے موزون سے اس موزون کو مستثنیٰ کیا ہے جس کو تبعض یعنی ٹکڑے کرنا مضر ہو اس واسطے کہ اب موزون میں وزن مقدار نہ رہا وصف ہو گیا م مضر تبعض موزون چنانچہ تانبے وغیرہ کا برتن قطع سے لائق استعمال کے نہیں رہتا تو اس وقت میں موزون میں تصرف کرنا قبل اس کے وزن کے جائز ہے اگرچہ

بشرط ذن خرید کیا ہو حساب یہ تھا کہ اس کو وزن کی بحث میں شارع ذکر کرتا کہ انی الطحاوی و جاز التصرف فی الثمن بہتہ اویع او غیر ہا لو  
 عینا سے مشارک الیہ ولوینا نا تصرف فیہ تلیک من علیہ الدین ولو لوجوز ولا یجوز من غیرہ ابن ملک قبل قبضہ اور قبضہ کرنے سے پہلے ثمن میں تصرف  
 کرنا جائز ہے بطریق بیع یا بیع کے یا اور طرح بشرطیکہ ثمن میں ہو یعنی اس کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے متاع ہو یا نقد اور اگر ثمن دین ہو تو اس میں تصرف  
 اس کی تلیک کا ہے مدیون کو اگر پر تلیک جوض ہو اس طرح ہر کہ مدیون سے کوئی چیز خرید کرے جوض ثمن کے جو دین ہے اور تلیک دین جائز نہیں غیر طریق  
 سے کہ تصریح ابن ملک سوا تعیین بالتعیین لکلیل اولاً کفقود فلو باع ابلہ بدم او بکر برباز انہ بد لھا شیئا اخر قبل قبضہ تصرف ثمن میں جائز ہے  
 خواہ ثمن معین ہو یا نام معین کرنے سے جیسے کیل تاکہ تعین نہ ہوتا ہو تعین سے جیسے فقود تو اگر اونٹ بدم یا گیسوں سے بیجا تو دم اور گیسوں کے  
 جوض کوئی اور چیز لینا جائز ہے ممد اللہ بن عمر نے کہا کہ ہم اونٹ بیع میں بیچتے تھے تو دم کی جگہ دینار اور کھانے دینار دم لیتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ  
 وسلم اس کو جائز رکھتے تھے کہ انی المنح وکذا حکم فی کل دین قبل قبضہ کسر وجرۃ وثمان متلف و بدل خلع وحق بمال و مورد و موصی و مال کل  
 جواز التصرف فی الاثمان والدیون کلھا قبل قبضہا یعنی سومی صرف وسلم فلا یجوز اخذ خلاف جنس لغوات شرط اور جو حکم ہے ہر دین میں قبل اس کے  
 مقبوض ہونے کے جیسے ہبہ اور اجرت اور تلف کی چیز کا تادان اور بدلا خلع اور مال کا اور وارث اور وصیت کی چیز خلاصہ یہ ہے کہ تمام اثمان والدیون  
 میں قبل ان کے مقبوض ہونے کے تصرف کرنا جائز ہے کہ انی یعنی سوائے صرف اور سلم کے کہ ان میں خلاف جنس ثمن لینا جائز نہیں بسبب فوت ہونے  
 اس کی شرط کے ہم یعنی شرط صحت صرف اور سلم قبضہ ثمن ہے تو قبل اس کے تصرف اس میں جائز نہیں ومع الزیادۃ فیہ ولو من غیر جنس فی المجلس او بعد  
 من المشتري او وارتد خلاصہ ولفظ ابن ملک ان من اجبني اور صحیح ہے زیادہ کر دینا ثمن میں اگرچہ زیادتی اس کے خلاف جنس ہو زیادتی مجلس عقد  
 میں ہو بعد اس کے مشتری کی طرف سے زیادتی ہو یا اس کے وارث سے کہ انی الخلاصہ ابن ملک نے کہا زیادتی اجبني کی طرف سے ہو مگر اگر اجبني کی  
 زیادتی بام مشتری ہے تو مشتری پر واجب ہے نہ اجبني پر اگر اس کے بلا امر ہے تو اگر مشتری نے قبول کر لی تو اس پر لازم ہے و لا باطل ہے اور اگر اجبني نے  
 زیاد کرنے کے وقت مشتری کی طرف سے ذکر کیا یا اپنے مال سے دینے کا اظہار کیا پھر اگر بام مشتری تھا تو اجبني مشتری سے بھرے اور نہیں تو نہیں کہ انی  
 الطحاوی عن ابیران فی غیر صرف و قبل البائع فی المجلس ولو بعد بطلت خلاصہ زیادتی ثمن کی صحیح ہے اگر غیر صرف میں ہو اور بائع اس کو زیادتی کی  
 مجلس میں قبول کرے اور اگر مجلس کے بعد قبول کرے گا تو زیادتی باطل ہو جائے گی کہ انی الخلاصہ صرف میں زیادتی اور کی ثمن کی جائز نہیں کیونکہ سود  
 ہے و فیہا لو ندم بعد ما زاد اجبر اور خلاصہ میں ہے کہ اگر مشتری ثمن زیادہ کرنے کے بعد پختا دے تو اس پر سبب کیا جاوے یعنی حاکم بزور دلا سے وکان  
 البیوع تماماً فلا یصح بعد ہلاک ولو حکما علی الظاہر بان باہم شراہ تم زیادہ اور زیادتی صحیح ہے بشرطیکہ بیع قائم ہو تو زیادہ کرنا صحیح نہیں بعد  
 ہلاک ہونے بیع کے اگرچہ ہلاک حکمی ہو بنا بر قول ظاہر کے اس طرح ہر کہ مشتری نے اس کو بیجا پھر اس کو خرید کیا پھر ثمن زیادہ کیا یعنی خرید اول میں  
 ہم بیع کو ہلاک حکمی اس واسطے کہا کہ اختلاف آیدی اختلاف سلم کے برابر ہے اور اگر بیع کے بعد بلا خرید ثانی ثمن زیادہ کرے گا تو بطریق  
 اعلیٰ جائز ہے کہ انی الطحاوی و زاد فی الخلاصہ و کونہ محلاً للمقابلۃ فی حق مشتری حقیقۃ فلو باع بعد القبض او دبرا و کتاب او ملت اشارة  
 فزاد لم یجز لغوات محل البیع بخلاف ما لو آجر اور من او جعل الحدید سیفا و ذبح الشاة لتمام الاکم والصرة و بعض للنافع اور خلاصہ میں زیادت  
 ثمن کی تیسری شرط زیادہ کی ہے یعنی ہونا بیع کا محل مقابلہ زیادتی در انما یکم مقابلہ حقیقی ہو مشتری کے حق میں اس طرح ہر کہ بیع مشتری کے  
 ماتہ سے خارج نہ ہو گئی ہو بیع وغیرہ سے تو اگر مشتری نے اس کو بیجا قبضہ کے یا غلام کو مدبر یا مکاتب کیل یا بکری گٹی پھر مشتری نے زیادہ ثمن کر دیا  
 لے یعنی مکوں کا مختلف ہوتا ایسا ہے جیسے چیز بدل گئی ۔

تو جائز نہیں لیکن فوت ہونے محل بیع کے بخلاف اس کے کہ اگر بیع کو باجہارہ دیا یا اس کو رہن رکھا یا لوہے کی تلوار بنائی یا بکری ذبح کر ڈالی تو ان صورتوں میں زیادہ کرنا جائز ہے بسبب قائم ہونے نام اور صورت اور بعض منافع بیع کے ہم بعد ذکر ہلاک حکمی کے قول خلاصہ کے ذکر کی کچھ حاجت نہ تھی اس واسطے کہ بیع اور تدبیر اور کتابت موت ہلاک حکمی داخل ہیں کذا فی الحلی و صح المحط منہ ولو بعد ہلاک المبیع و قبض الثمن اور صحیح ہے کہ خریدنا ثمن کا یعنی بیع کی جانب سے اگرچہ کم کرنا بعد ہلاک بیع اور قبض ثمن کے ہو و الزیادۃ و المحط بلیتھقان باصل العقد بالاستناد فبطل خط الكل اور زیادتی اور کمی ثمن اصل عقد سے ملحق ہے بطریق استناد کے یعنی گویا زیادتی اور کمی ابتدائے عقد سے ثابت ہوئی تو باطل ہے تمام ثمن کا کم کر دینا ہم و جہ بطلان یہ ہے کہ اس میں اصل عقد کی تبدیلی ہے کیونکہ بعد عقد کے ثمن کا اگر اپنا یا بہرہ ہے یا بیع بلا ثمن ہے تو فاسد ہے کذا فی الزیلی و اثر الالحاق فی تولیۃ و راجعہ و شفیعہ و استحقاق و ہلاک و جس میں بیع و فساد صرف لکن انما یظہر فی الشفیعۃ المحط فقط اور زیادتی اور کمی کے الحاق کا اثر ظاہر ہوتا ہے تولیہ اور راجعہ اور شفیعہ اور ہلاک اور جس میں بیع اور فساد صرف میں لیکن شفیعہ میں تو فقط کمی کا اثر ظاہر ہوتا ہے نہ زیادتی کا ہم یعنی اگر اول دس کی خرید تھی پھر مشتری نے پانچ دم ثمن میں زیادہ کر دیے تو تولیہ اور راجعہ بندہ دم پر اور در صورت کم کر دینے باقی پر تولیہ اور راجعہ کرے اور اگر بیع مستحق غیر نیکے تو مشتری کل ثمن زیادتی کے ساتھ پھر لے اور بیع کو جس بیع میں ناقص زیادتی اختیار ہے اور صرف میں زیادتی اور کمی مفید عقد ہے اور شفیعہ میں شفیعہ کو زیادتی اس واسطے لازم نہ ہوئی کہ اس کا حق ثابت ہو چکا تھا بیع اول سے تو زوم زیادت میں اس کے حق کا ابطال ہے اور حالانکہ بائع اور مشتری اس کے ابطال کے مالک نہیں و صح الزیادۃ فی المبیع و لازم البائع دفع الثمن فی غیر مسلم زلیعی و قبل مشتری اور بیع میں زیادہ کر دینا صحیح ہے بائع کی جانب سے اور بائع کو اس کا دینا لازم ہے بشرطیکہ زیادتی مسلم فیہ میں نہ ہو کذا فی الزیلی اور مشتری اس کو قبول کرے ہم زلیعی نے کہا مسلم فیہ میں زیادہ کرنا صحیح نہیں کیونکہ وہ فی الحقیقت معدوم ہے اس کو تو موجود فرض کیا ہے مسلم ایہ کے دفع حاجت کے واسطے اور مسلم فیہ میں زیادہ کرنا اس کی حاجت کا واقع نہیں بلکہ موجب مزید حاجت ہے لہذا جائز نہیں و یلتحق ایضا بالعقد فلو ہلکت الزیادۃ قبل قبض سقط حصتها من الثمن اور بیع کی زیادتی بھی مانند زیادت ثمن اصل عقد سے ملحق ہے تو اگر بیع کی زیادتی ہلاک ہو گئی قبل قبض کے تو اس کا حصہ ثمن سے ساقط ہوگا ہم مثلاً تین دم کو چھ سیر جس لی اور بائع نے بعد عقد کے تین سیر اور زیادہ کر دی پھر تین سیر تلف ہوئے قبل قبض کے تو مشتری کو دو دم کا دینا لازم ہوگا ایک دم ساقط ہو جائے گا و کذا لوزاد فی الثمن عرفاً فہلک قبل تسلیمہ الفسخ العقد بقدرہ قینہ اور اسی طرح اگر مشتری نے ثمن میں اسباب زیادہ کر دیا پھر وہ تلف ہو گیا قبل تسلیم کے تو عقد منفسخ ہوگا بقدر اسباب کے کذا فی القینتہ ہم مثلاً ایک پیر سو دم کو خریدی اور بعد تقابض البدلین مشتری نے ثمن میں ایک کتاب زیادہ کر دی جس کی قیمت پچاس دم تھی پھر کتاب فنانع ہو گئی قبل تسلیم کے تو بیع ایک تہائی میں صحیح ہوگی کذا فی المنع یعنی اس واسطے کہ پچاس ڈیڑھ سو کی تہائی ہے ططاوی نے کہا چونکہ بیع قائم ہے تو اس کا مقنی یہ ہے کہ مشتری کتاب کی قیمت کا لائق و اللہ تعالیٰ اعلم و لا یشرط للزیادۃ ہنا قیام المبیع فصیح بعد ہلاک بخلاف فی الثمن کا مراد شرط نہیں یہاں کی زیادتی میں یعنی زیادت بیع میں قائم رہنا بیع کا شرط نہیں تو زیادہ کرنا صحیح ہے بعد اس کے ہلاک کے بخلاف ثمن کی زیادتی کے کہ اس میں قیام بیع شرط ہے پچا پڑ عنقریب مذکور ہو چکا و صحیح المحط من المبیع ان کان المبیع دینا وان عینا لا یصح لانه اسقاط و اسقاط العین لا یصح بخلاف الدین فیرجع بما دفع فی برارۃ الاسقاط لانی برارۃ الاستیفاء اتفاقاً و صحیح ہے کم کر دینا بیع سے اگر بیع دین ہو اور اگر بیع عین مشارالیه ہو تو کم کرنا صحیح نہیں اس واسطے کہ کم کرنا اسقاط ہے اور اسقاط عین کا صحیح نہیں بخلاف دین کے کہ اس کا اسقاط صحیح ہے تو پھیر لے جو اس نے دیا تھا برأت اسقاط میں نہ برأت استیفاء میں بالاتفاق ہم محیط میں ہے کہ متعین گیہوں پیمانہ پھر خرید کیے پھر بائع سے مشتری نے چہارم گیہوں ساقط کر دیے قبل قبض کرنے کے تو جائز نہیں اس واسطے کہ گیہوں عین ہیں یعنی متعین مشارالیه ہیں اور حالانکہ اسقاط عین صحیح نہیں اگر گیہوں کے پھیر سے بقدر ایک پیمانے کے خرید کیے پھر چہارم ساقط کیے قبل قبض کے تو جائز ہے اس واسطے کہ

گیہوں یہاں دین ہیں اور اسقاط دین صحیح ہے اتنی برأت اسقاط کی مثال یہ ہے کہ مشتری کے ہائع سے کہ میں نے تجھ کو بری الذمہ بطریق برأت اسقاط کے کیا اور برأت استیغفار کی مثال یہ کہ میں نے تجھ کو بری الذمہ کیا بطریق برأت استیغفار اور قبض کے کذا فی الطحاوی ولو اطلقنا فقولا ان اور اگر برأت کو مطلق کہا بلا قید اسقاط یا استیغفار کے تو اس میں دو قول ہیں یعنی جواز رجوع اور عدم رجوع میں اختلاف ہے واما الابرار المضاف الی امن فصیح ولو بہتہ او حط فی رجوع مشتری بادرع علی ما ذکرہ الخسی فی تعامل عند الفتویٰ بکچھ اور وہ ابراہیم کی طرف مضاف ہے وہ تو صحیح ہے اگر سوا بری الذمہ یا بری الذمہ یا مکرہ نے مٹنے کے ہو تو مشتری پھیر لے جو اس نے مٹنے دیا تھا جو جب مرضی کے قول کے تو مفتی کو تامل کرنا چاہیے فتویٰ دینے کے وقت کذا فی ابوعبید یعنی شیخ الاسلام کے نزدیک ابراہیم تفصیل ہے کہ برأت اسقاط میں رجوع ہے نہ برأت استیغفار میں اور شمس الدین مرضی کے نزدیک ابراہیم بعد استیغفار اور قبض صحیح ہے تو بائع پر رد مٹنے بعد قبض واجب ہے اور جب برأت استیغفار میں رجوع جائز ہو تو برأت اسقاط میں بطریق اولیٰ جائز ہو گا اور جب اس میں اختلاف ہو تو مفتی پر تامل کہہ کے فتویٰ دینا لازم ہو اشارع نے جو مسئلہ سابقہ میں رجوع کرنا برأت اسقاط میں اور عدم رجوع برأت استیغفار میں باتفاق علما بغل کی ہے سو خلاف واقع ہے کذا فی الطحاوی وقال فی النہر وہو المناسب للاطلاق نہر الفائق میں کہا اور وہ یعنی مرضی کا قول اطلاق کے مناسب ہے ولی البرزازیہ باو علی ان یہ من امن کذا لایصح ولو علی ان یخط من کلمۃ کذا جاز لعلو المحط باصل العقد وین الہبتہ اور برزازیہ میں ہے بیع کی اس شرط پر کہ مشتری کو مٹنے سے اس قدر پھیر کرے تو صحیح نہیں اگر اس شرط پر بیع کی کٹن سے اتنا کم کر ڈالے تو صحیح ہے بسبب لاسحق ہونے اسقاط کے اصل عقد سے سوائے پیر کے یعنی بیہ اصل عقد سے لاسحق نہیں ہوتا والا استحقاق لہایع اور شفعہ و شفعہ متعلق ہوا وقع علیہ العقد و متعلق بالزیادۃ ایضا فلور وہ بنوعیب رجوع مشتری بالکل اور استحقاق ہائع اور مشتری اور شفعہ کا اس سے متعلق ہوتا ہے جس پر عقد واقع ہو اور زیادتی سے بھی متعلق ہے تو اگر عیب وغیرہ سے بیع پھر جاوے تو مشتری سب پھیر لے یعنی مٹن اور زیادتی م جب استحقاق کل سے متعلق ہو تو بائع کو بیع کا اختیار ہے تا قبض زیادتی اور اگر بیع مستحق غیر نکاح تو مشتری ہائع سے مٹن زیادتی پھیر لے اور شفعہ بیع کو مستحق شفعہ لے تو اس زیادتی کے ساتھ جس کو بائع نے بیع پر زیادہ کر دیا بعد عقد کے کذا فی الطحاوی وزم تا جیل کل دین ان قبل المدیون اور لازم ہے تعیین مدت ہر دین کی اگر مدیون قبول کرے م دین وہ ہے جو گردن پر واجب ہو بسبب عقد یا استہلاک کے کذا فی الطحاوی عن اہر قندی نہر الفائق میں ہے تا جیل ہر دین کی صحیح ہے خواہ مٹن بیع ہو یا سوائے اس کے اس واسطے کہ صاحب دین کو معاف کر دینا جائز ہے تو تاخیر مطالبہ بطریق اولیٰ جائز ہوگی بشرط قبول مدیون اور جو مدیون مدت کو قبول کرے تو دین سال یعنی بلا مدت باقی رہے گا اور غایز میں ہے کہ اگر مدیون نے کہا کہ میں نے مدت کو باطل کیا اس کو پھوڑا تو دین سال ہو جائے گا اور اگر مدیون بولا کہ میں مدت سے بری ہوں یا مجھ کو اس کی کچھ حاجت نہیں تو یہ قول ابطال اصل نہ ہوگا اتنی مانی النہر الالی بیع علی مانی مدانیات الاشباہ بدلی صرف و سلم و من عند اقالہ من بعد ما انذہر الشفعہ و دین المیت و السابغ القرین مرسات صورتوں میں تا جیل دین لازم نہیں چنانچہ اشباہ کی مدانیات میں ہے صرف کے دونوں صورتوں میں اور سلم میں یعنی راس المال میں اور مٹن میں اقالہ کے وقت اور اس کے بعد اور اس دین میں جس کے حوق شفعہ نے شفعہ کیا اور دین میت میں اور ساتویں قرض میں م بجز الراق میں ہے کہ اگر مشتری شفعہ سے مٹن کی مدت مقرر کرے تو صحیح نہیں خلاصہ میں ہے کہ اگر مدیون مر گیا اور دین سال ہو گیا اور دانی نے اس کے وارث سے دین کی مدت مقرر کی تو صحیح نہیں نہر الفائق میں ہے کہ ظاہر کلام فقہاء اس پر دلالت کرتا ہے کہ مسائل مذکورہ میں تا جیل صحیح نہیں فریہ کہ صحیح غیر لازم ہے چنانچہ ظاہر بجز الراق اس پر ناطق ہے کیونکہ صاحب بقر نے مسائل مذکورہ کو قرض کے ساتھ ملحق کیا ہے فلا یلزم تا جیل تو تا جیل قرض کی لازم نہیں م جب اس کی یہ ہے کہ قرض باعتبار ابتدا کے اعادہ اور صلح ہے ولذا بلفظ اعادہ صحیح ہے اور جو تبرع کا مالک نہیں وہ قرض دینے کا بھی مالک نہیں چنانچہ دبی اور مبی اور مدلی اور مکاتب اور عہد مازون پھر جب عاریت مٹن تو اس میں تا جیل لازم نہ ہوتی کیونکہ میو کو اگر اس نے عاریت کی مدت مٹرائی ہو تو پھیر لینا قبل مدت کے جائز ہے اور باعتبار انتہا کے قرض معاوضہ ہے کیونکہ اس میں مثل واجب ہے تو اس اعتبار سے تا جیل صحیح نہیں کیونکہ لازم آتا ہے کہ درہم کی بیع

در اہم سے ادھار ہو اور یہ مقتضی فساد قرض ہے حالانکہ یہ خلاف اجماع ہے لہذا علمائے حنفیہ قائل ہوئے کہ تا جیل قرض غیر صحیح لازم ہے کذا فی الزلیعی و فی  
النہر یعنی اگر قرض مہینہ بھر کے وعدے پر دیا ہو تو مقرض مستقرض سے فی الحال مطالبہ کر سکتا ہے الا فی اربع اذا کان مجزواً تا جیل قرض لازم نہیں مگر چار  
صورتوں میں لازم ہے جبکہ قرض مجزؤ ہو یعنی مستقرض انکار کرتا ہو در صورت عدم شہادت ہم صورت اس کی یہ ہے کہ مستقرض مقرض سے کہتا ہو کہ میں تیرے  
قرض کا اقرار نہ کروں گا نا وقتیکہ تو اس کی کچھ مدت نہ مقرر کر دے یا اصل مال سے کچھ کم کر ڈالے پھر مقرض نے ایسا ہی کیا تو صحیح ہے تو اب مدت لازم  
ہوگی کہ اس کافی الحال مطالبہ نہیں کر سکتا یہ اس صورت میں ہے جب کہ اس نے پوشیدہ کہا ہو اور اگر علانیہ گواہوں کے رد پر یہ کہا تو مقرض فی الحال مانع ہوگا  
کذا فی الطحطاوی او حکم مالکی بلزومہ بعد ثبوت ال الدین عندہ یا مالکی مذہب نے لزوم مدت کا حکم کیا ہو بعد ثبات ہونے اصل دین کے مالکی کے نزدیک ادا حال  
علی آخر فاجلہ المقرض و اسالہ علی مدیون مؤجل ذینہ لان الحوالۃ میرتہ یا مستقرض نے قرض کا حوالہ دوسرے شخص پر کیا تو مقرض نے محال علیہ کے واسطے کچھ مدت  
مقرر کر دی یا مستقرض نے اپنے اس مدیون پر حوالہ کیا جس کا دین مؤجل ہے اس واسطے کہ حوالہ بری الذمہ کر دینے والا ہے محیل کام حوالہ کی دونوں صورتیں  
کر ایک مسئلہ ہیں جیسے مسئلہ بالبع یعنی وصیت میں دو صورتیں ہیں والربع الوبیۃ وصی بان یقرض من مالہ الف و درہم فلانا الی سنۃ فیلزم من ثلثہ ویسائر  
فیہا نظر اللہ صی او اوصی بتاجیل قرضہ الذی الہ علی زید سنۃ فیصح ویلزم چوتھی صورت لزوم تا جیل قرض کی وصیت ہے یعنی ایک شخص نے وصیت کی کہ  
کہ اس کے مال سے ہزار درہم فلا نے شخص کو قرض دیے جائیں سال بھر کی مدت پر تو وصیت لازم ہوگی اس کے ثلث مال سے اور آسانی کی جائے گی کہ  
سال کی مدت میں بلحاظ قول موصی کے یا ایک شخص نے اپنے اس قرض کی جو زید پر ہے سال بھر کی مدت ٹھہرائی تو وصیت صحیح ہے اور مدت لازم ہے و الحال  
ان تا جیل الدین علی ثلثہ او جہ باطل فی بدلی صرف و سلم و صحیح غیر لازم فی قرض و اقالہ و شفیع و دین میت و لازم فیما عدلک اقرہ المصنف او لعقینہ فی النہر  
بان المحلن بالقرض تا جیلہ باطل اور خلاصہ یہ ہے کہ تا جیل دین کی تین طرح پر ہے بدل صرف اور سلم میں تو تا جیل باطل ہے اور تا جیل صحیح غیر لازم ہے  
قرض اور اقالہ اور شفیع اور دین میت میں اور تا جیل لازم ہے سوائے دیون مذکورہ کے اور صاحب بھر کی اس تقریر کو مصنف نے اپنی شرح میں ثابت رکھا ہے  
لیکن نہر الفائق میں اس پر اعتراض کیا ہے کہ طحقات قرض یعنی اقالہ اور شفیع اور دین میت کی تا جیل باطل ہے ہم قول صاحب نہر کا سابق میں مفصلاً مذکور ہو  
چکا قلت جیل تا جیل القرض کفانہ مؤجل فیتا خز عن الایسل لان الدین واحد بحر نہر فی خامسہ فلیخلف فی کتات ہوں اور مجملہ تدابیر تا جیل قرض کی ضمانت ہے  
قرض کی مدت ٹھہرا کر تو مطالبہ قرض کا اصل سے ضمانت تاخر ہو جائے گا اس واسطے کہ دین تو ایک ہی ہے کذا فی البحر والنہر تو یہ پانچوں صورت عدم ہوا تا جیل  
قرض سے مستثنی ہوئی اس کو یاد رکھنا چاہیے ہم یعنی اگر زید نے مثلاً سودم خالد سے قرض لیا اور چاہا کہ ادا قرض کی کچھ مدت مقرر ہو جائے تو اس کا  
طرفیہ یہ ہے کہ زید محمود کو ضمان دے اور محمود ایک سال یا ایک مہینے کی مدت سے ضمانت کرے تو ضمانت زید سے مطالبہ ہٹ جائے گا لیکن نہر الفائق میں  
سراج سے منقول ہے کہ ابو یوسف کے نزدیک در صورت ضمانت قرض ضامن سے تا مدت معلومہ مطالبہ نہ ہوگا مگر مستقرض سے بالفعل مطالبہ ہے  
تو شاید کہ جیلہ مذکورہ طرفین کے مذہب پر مبنی ہے واللہ تعالیٰ اعلم و فی جیل الاشباہ جیلہ تا جیل دین میت ان یقر الوارث بانہ ضمن ما علی لیت فی حیاتہ  
مؤجل الی کذا ویصدقہ الطالب ان کان مؤجلاً علیہما ولیقر الطالب بان المیت لم یرک ثبیتاً واللامر الوارث بالبیع للذین و ہذا علی ظاہر الروایۃ من  
ان الدین اذا حل بموت المدیون لا یجیل علی کفیدہ اشباہ کے باب الجیل میں تا جیل دین میت کا یہ جیلہ مذکور ہے کہ وارث اقرار کرے کہ وہ یعنی وارث ضمان  
ہوا تھا میت کے دین کا اتنی مدت مقرر کر کے اور طالب دین اس کی تصدیق کرے کہ میت اور اس کی فیل پر دین مؤجل تھا اور طالب یہ اقرار کرے کہ میت  
کے کچھ متروکہ نہیں چھوڑا اور اگر متروکہ ہوگا تو اس کے بیچ ڈالنے کا ادائے دین کے واسطے وارث کو حکم ہوگا اور یہ جیلہ ظاہر الروایہ پر مبنی ہے کہ جب دین  
مؤجل فی الحال واجب الادا ہو جاتا ہے مدیون کی موت سے تو میت کے فیل پر فی الحال لازم الادا نہیں ہوتا ہم عنقریب مذکور ہو چکا کہ ضامن پر دین مؤجل



کہا جاتا ہے اگرچہ اصل پر دین حال ہو تو اس کے واسطے فقط تصدیق ضامن کافی ہے علاوہ اس کے اگر طالب کی مروت یا طبر ہے تو اس تکلف کی کچھ حاجت نہیں خلاف واقع ظاہر کر کے کذافی الطحاوی وقت کی سببی فی اثر کتاب ان لو عمل بموتہ واداء قبل حلولہ لیس لمن المرابحة الا بقدر ما مضی من الایام و ہو جواب التاخرین میں کہتے ہیں انوکتاب میں آوے گا اگر دین مدیون کی موت سے فی الحال لازم الادا ہوا یا مدیون نے دین کو قبل اس کی مدت کے آنے کے ادا کر دیا تو اس کے واسطے منافع تجارت سے کچھ نہیں مگر بقدر ایام گذشتہ اور یہ جواب ہے متاخرین فقہاء کا یعنی جو مرابحہ کہ جاری ہوا ہے مدیون اور دائن کی بیع میں اس میں سے مدیون کچھ نہ پاسے گا مگر بقدر ایام گذشتہ کذافی الطحاوی عن القیظہ فصل فی القرض یہ فصل ہے قرض کے بیان میں ہولغۃ ما لفظیہ لتقاضاہ قرض لغت عرب میں وہ ہے جس کو تو دے تاکہ اس کا تو تقاضا کرے ہم پیز عام ہے قیمتی اور مثل سے اور تقاضا بھی عام ہے یعنی نہ ہو یا بمثلہ تو قرض لغوی عام ہے قرض شرعی سے و شرما لفظیہ میں مثل لتقاضاہ و ہوا خصم میں قولہ اور شرع میں قرض وہ ہے جس کو تو دے مجملہ مثلیات کے تکرار کا تو تقاضا کرے سادہ تعریف قرض کی مختصر تر ہے مصنف کی تعریف آئندہ سے ہم طحاوی نے کہا لیکن یہ تعریف اس پر بھی صادق آتی ہے جس میں عین شیئی کا تقاضا ہوتا ہے چنانچہ ودلیعت عقد مخصوص بلفظ القرض و نحوہ رد علی دفع مال بمنزلۃ الجنس مثلی خرج القیمی لا یزید مثله خرج نحو ودلیعت و ہبۃ قرض وہ عقد مخصوص ہے جو وارد ہو مال مثلی کے دینے پر و دوسرے شخص کو تا وہ شخص ویسا ہی مال پھیر دے شارع نے کہا عقد مخصوص بلفظ قرض ہو یا مانند اس کے چنانچہ یوں کہنا کہ ہمہ کو اتنے دم سے تا میں تجھ کو مثل اس کے پھیر دوں دفع مال بمنزلہ جنس کے ہے اور مثل کی قید سے قیمت والی چیز نکل گئی اور در مثل کے قید سے مانند ودلیعت اور ہبۃ نکل گئی ہم ودلیعت کے مانند عاریت ہے کیونکہ ودلیعت اور عاریت میں رد عین ہے نہ رد مثل اور ہبۃ کے مانند صدقہ ہے کہ دونوں میں رد عین ہے نہ رد مثل و صح القرض فی مثل ہو کل ما یضمن بالمثل عند الاستلاک اور صحیح ہے قرض مال مثلی میں مال مثلی وہ ہے جس کے تلف کر ڈالنے سے اس کی مانند تاوان دینا پڑے ہم مال مثلی چنانچہ کیل اور زنی چیز اور عددی متقارب چنانچہ اند اور خروٹ تو حیوانات اور ثیاب اور عدویات متفاوۃ تر ہیں قرض صحیح نہیں کذافی العالمگیری یہ ظاہر اینٹ پختہ اور خام عددی متقارب ہے بشرطیکہ قاب یکساں ہو لافہ غیرہ من القیمیات کیوں و حطب و معار و کل متفاوۃ لتعذر رد المثل قرض صحیح نہیں مثل مال کے سوا قیمت والی چیزوں میں چنانچہ حیوان اور لکڑی اور زمین اور ہر متفاوۃ چیز بسبب تعذر ہوجانے رد مثل کے ہم ہونکہ مثلیات کے سوا قیمتوں میں رد مثل نہیں ہو سکتا لہذا قرض ان میں صحیح نہ ہوا فتاوی عالمگیری میں ہے متفاوۃ چیزیں قرض صحیح نہیں چنانچہ ریاضین رطبہ اور بقول میں لیکھی حنا اور دسمہ اور ریاضین یا بسہ کا استقرار بطریق کیل کے کچھ مفادقہ نہیں و اعلم ان المقبوض بقرض فاسد مقبوض بیع فاسد سوا فیہم الا نفع بل لا یو ثبوت الملک جامع الفصولین اور دریافت کر کہ جو چیز مقبوض بقرض فاسد ہے وہ بیع فاسد کے مقبوض کی برابر ہے تو اس سے فائدہ لینا حرام ہے لیکن اس کا بیع ڈالنا حرام نہیں بسبب ثابت ہونے ملک کے کذافی جامع الفصولین ہم قرض فاسد جیسے گھر کا قرض لینا بلکہ اسی بیان کا قرض فاسد ہے ارتفاع اس واسطے حرام ہوا کہ شارع کی اس میں اہانت نہیں اگر یہ متعاقبہ رضی ہو جاوے کذافی الطحاوی فیصح استقرار فی الدرہم والدنانیر و کذا کل ما یکال او یوزن او یعد متقاربا فیصح استقرار جو زوبین و کاغذ عددی و لحم و زنا و جنز و زنا و عدد کی سببی تو صحیح ہے قرض لینا داہم اور دنانیر کا اور اسی طرح ہر ایک اس چیز کا جس میں ہیا د کرنا اور تولنا جائز ہے یا اس کا شمار ہوتا ہے بشرط تقارب مقدار پس صحیح ہے قرض لینا خروٹ اور انڈے کا اور کاغذ کا شمار کر کے اور گوشت کا تول کر اور روٹی کا تول کر اور گن کر چنانچہ باب الربو میں آوے گا طحاوی نے کہا کہ کاغذ کے استقرار میں سے فقہانے عمدگی اور کی اور زیادتی کو معتبر نہیں رکھا استقرار من العنوس الرابحة والعدلی فکسدت فعلیہ مثلہا کا سدة ولا یوزن قیمتہا و کذا کل ما یکال و لوزن لاسراۃ مضمون بشلفلا عبرۃ لبلانہ و رخصۃ ذکری المبسوط من غیر خلاف و جعل فی البرازیۃ و غیرہ بقول الامام عند الثانی عدۃ قیمتہا یوم القبض

وعند الثالث قیمتہ فی انزل یوم رواجہا وعلیہ الفتویٰ ایک شخص نے فلوس مروجہ اور عدالی قرض لیے پھر ان کا رواج جاتا رہا تو اس پر مانند اس کے مروج فلوس لازم الادا ہیں اور وہ شخص ان کی قیمت کا تاوان زدے اور اسی طرح پر کیسی اور روزنی چیز کے قرض کا حکم ہے اس واسطے کہ مذکور ہو چکا کہ قرض میں ضمان بالمثل ہے تو کچھ اعتبار نہیں اس کی گرانی یا ارزانی کا بسوٹ میں اس کو بلا ذکر خلاف مذکور کیسے اور بزائریہ وغیرہ میں قرضوں کو امام اعظم کا قول بھٹ لیا ہے اور ابو یوسف کے نزدیک اس پر یوم القبض کی قیمت ہے اور محمد کے نزدیک رواج فلوس کے پچھلے دن کی قیمت اس پر لازم ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہے ہم گرانی اور ارزانی کا اس وقت اعتبار نہیں جب کہ قرض لینا اور ادائے قرض کرنا ایک ہی شہر میں ہو چنانچہ اگے مذکور ہو گا عنایہ میں ہے کہ ظاہر اعدالی جمع ہے عدلی کی اور بحوالہ اللق کے باب الصرف میں بنایہ سے منقول ہے کہ عدالی بفتح عین مہملہ و تخفیف دال مہملہ و لام مکسورہ وہ دراہم ہیں جو عدال کی طرف منسوب ہیں شاید عدل بادشاہ کا نام ہے جس کی طرف دراہم معشورہ کی نسبت ہے کذا فی الطحاوی قال وکذا الخلاف اذا استقرض طعاما بالعراق فاخذہ صاحب القرض بکذا فعلیہ قیمتہ بالعراق یوم استقرضہ عند الثانی وعند الثالث یوم اختصام و لیس علیہ ان یرجع معہ الی العراق فیاخذ طعامہ صاحب بزائریہ نے کہا اور اسی طرح مسئلہ فلوس کے مانند آئمہ ثلاثہ میں خلاف ہے جب کہ ایک شخص نے گیسوں یا مطلق اناج قرض لیا عراق میں سو مستقرض سے صاحب قرض نے مواخذہ کیا کہ شریفیہ میں تو اس پر قیمت طعام واجب ہے وہ قیمت جو عراق میں تھی اس کے قرض لینے کے دن ابو یوسف کے نزدیک اور محمد کے نزدیک وہ قیمت لازم ہے جو بروز خصومت ہے اور صاحب قرض پر واجب نہیں کہ مستقرض کے ساتھ پھر جائے عراق کی طرف اور وہاں اپنا طعام لے ہم اس مسئلہ میں قیمت عراق اور قیمت مکہ مغلیہ کا سال بیان نہیں کیا سو اگر دونوں شہروں کی ایک ہی قیمت ہے تو قیمت عراق کا کچھ اعتبار ضرور نہیں اور اگر قیمت مختلف ہے تو حکم مسئلہ لاسحق کے مخالف ہے ولو استقرض الطعام ببلد الطعام فیہ رخص فی قیمتہ المقرض فی بلد الطعام فیہ غالی فاخذہ الطالب بحقہ فلیس لہ حبس المطلوب و یوم المطلوب بان یوثق لہ بکفیل حتی یعطیہ طعامہ فی البلد الذی اخذ منہ اور اگر اناج قرض لیا اس شہر میں جس میں اناج ارزاں ہے پھر قرض لینے والے نے اس شہر میں قرض لینے والے سے ملاقات کی جس میں اناج گراں ہے اور طالب نے اپنے حق کا اس سے مواخذہ کیا تو طالب کو قید کرنا مطلوب کا جائز نہیں اور مطلوب کو حکم ہو گا کہ اعتماد کرے ضامن دے کر تا شخص مطلوب طالب کا اناج دے اس شہر میں جس میں اس سے قرض لیا تھا استقرض شیئا من الفواکہ کبلا او وزنا فلم یقبضہ حتی انقطع فانه یجوز صاحب القرض علی تأخیرہ الی مجبئ الحدیث الا ان یتراضیا علی القيمة لعدم وجودہ بخلاف الفلوس اذا کسدت وتعامر فی صرف الخانیۃ قرض لیا کوئی میوہ ناپ کر پیمانے سے یا تول کر اور قرض دار نے صاحب قرض کو ادا کیا یہاں تک کہ میوہ منقطع ہو گیا یعنی اس کی فصل جاتی رہی تو صاحب قرض پر جبر کیا جائے گا تاخیر قرض پر تازہ میوہ پیدا ہونے تک مگر یہ کہ دونوں اس کی قیمت پر راضی ہو جاویں بسبب نہ موجود ہونے میوے کے بخلاف فلوس کے جب کہ ان کا رواج جاتا رہے تو ان کی قیمت دینا جائز نہیں کیونکہ غیر مروجہ ناپیدا نہیں اور پورا بیان اس کا خانہ کے باب الصرف میں ہے و یملک المستقرض القرض بنفسه عند ہما سے الامام و محمد خلافا لثانی فلو قانما سلفا بنا علی انعقادہ بلفظ القرض و فیہ تسمیجان و یعنی اعتماد الانعقاد لافادۃ الملک للحال بحر اور مالک ہو جاتا ہے مستقرض قرض کا بجز قبضہ کرنے کے امام اعظم اور محمد کے نزدیک بخلاف ابو یوسف کے تو طرفین کے نزدیک رد مثل جائز ہے اگرچہ قرض موجود ہو بخلاف ابو یوسف کے کہ ان کے نزدیک تا قیام قرض اس کا رد مثل جائز نہیں طرفین کے قول کی بنا قرض کے انعقاد پر ہے بلفظ قرض یعنی بدوں اس کے استملاک کے اور اس میں انعقاد اور عدم انعقاد دونوں قولوں کی تصحیح وارد ہے اور لائق ہے اعتماد کرنا انعقاد قرض پر بسبب اس کے سفید ہونے کے ملک کو فی الحال کذا فی البحر یعنی بجز بلفظ قرض اور قبضہ کے ملک عین فی الحال ثابت ہو جاتی ہے تو ثابت ہوا کہ استملاک عین پر انعقاد موقوف نہیں نماز ثراء المستقرض القرض ولو قانما من القرض بدرہم مقبوضہ ولو تفرقا قبل قبضہا بطل لانه افتراق عن دین بزائریہ فلیحفظ تو جائز ہے مستقرض کو قرض کا خرید کرنا اگرچہ قرض قائم ہو خرید جائز ہے مستقرض سے بعض دراہم مقبوضہ کے پھر اگر دونوں شخص متفرق ہوئے قبل قبضہ

در اہم مذکورہ کے تو طرد اطل ہے کیونکہ یہ افتراق عن الدین ہے بل قبض کنانی البرازیم خرید مستقرض افادہ ملک پر متفرع ہے یعنی جب کہ مستقرض قرض کا مالک ہو اس کے ذمہ رمضان مثل ثابت ہو گیا تو اب اس کو اس کا خرید کرنا نہیں نقد ہائز ہو اور الاثن میں ہے کہ بیع الدین بالدرن جائز ہے بشرطیکہ بعد قبض لین افتراق ہو صوف میں یا بعد قبض اصحاب الدین افتراق ہو غیر صرف میں کنانی الطحاوی اقراض صہبیا مجہوراً فاستمکہ العصبی لایضمن خلاف اللثانی وکذا الخلاف لوبادہ اور وہ دخل المصنوع قرض دیا صغیر ممنوع التصرف کو اور صغیر لے اس کو تلف کیا تو اس پر ضمان نہیں بخلاف ابو یوسف کے اور اسی طرح خلاف ہے طرفین اور ابو یوسف کا اگر صغیر کے ساتھ کوئی چیز بیع کی یا اس کے پاس امانت رکھی اور اس نے تلف کر ڈالی اور صغیر کے مانند بیہوش ہے ہم ابو یوسف کے نزدیک صغیر پر ضمان قرض ہے فتاویٰ مالگیری میں بسوطے منقول ہے کہ یہی قول صحیح ہے کنانی الطحاوی ولو کان المستقرض عبداً مجہوراً لالیواخذ بہ قبل العتق خلاف اللثانی وہو کالودیعتہ سواہ خانیہ اھا اگر قرض لینے والا عید ممنوع التصرف ہو تو اس سے قرض کا مواخذہ نہیں اس کے آزاد ہونے سے پہلے بخلاف ابو یوسف کے اور قرض اور ودیعت حکم میں برابر ہیں کنانی الخانیہ و فیہا استقرض من آخردراہم فاتاہ المقرض بہا قال المستقرض القہمانی الماء فالقہمانی قال محمد لاشی علی المستقرض وکذا الدین واسلم بخلاف الشراء والودیعتہ فانہ بالانقذہ بعد قابضنا والفرق بین لرا عطاء غیرہ فی الاول للاثانی وعزاه الغریب الروایۃ اور خانیہ میں ہے ایک شخص نے دوسرے سے در اہم قرض مانگے سو مقرض اس کے پاس در اہم لایا مستقرض نے کہا کہ ان کو پانچ ڈال دے اور اس نے در اہم پانی میں ڈال دیئے محمد نے کہا کہ مستقرض پر کسی چیز کا مواخذہ نہیں اور یہی حکم دین اور سلم کے رئیس المال کا ہے بخلاف خرید اور امانت کے کہ وہ یعنی مشتری اور صاحب ودیعت پانی میں ڈال دینے سے قابض گناہائے گا اور فرق دونوں صورتوں میں یہ ہے کہ ماہر کے چیز کے دینے کا اختیار ہے پہلی صورت میں یعنی قرض اور دین اور اس لیل میں نزد سری صورت میں یعنی خرید اور ودیعت میں اور صاحب خانیہ یعنی قاضی خدا نے اس قول کو روایت فرمایا ہے ناہ کی طرف نسبت کیا ہے ہم خرید سے مراد یہ ہے کہ بائع بیع کو مشتری کے کہنے سے پانی میں ڈال دے اور من منقود کا پانی میں ڈالنا مرا نہیں کنانی الطحاوی و فیہا المقرض لایتعلق بالجارح من الشروط فالفاسد منها لای بطلہ و لکنہ یلغو بشرط رد شیء آخر فلو استقرض الدعاہم المکسورۃ علی ان یؤدی صیحا کان باطلا وکذا لو اقترض طعنا ما بشرط ردہ فی مکان آخر وکان علیہ مثل ما قبض اور خانیہ میں ہے کہ قرض متعلق نہیں ہوتا ہائز شرط سے یعنی تعلیق با شرط کو قرض قبول نہیں کرتا تو شرط فاسد قرض کو باطل نہیں کرتی دوسری چیز کے پھیر دینے کی شرط لغو ہو جاتی ہے تو اگر ٹوٹے پھوٹے در اہم قرض لے اس شرط پر کہ مستقرض صحیح اور ثابت دعاہم ادا کرے گا تو یہ شرط باطل ہے اور اسی طرح اگر مقرض نے مستقرض کو ناج قرض دیا اس شرط پر کہ اس کو دوسرے شہر میں ادا کرے اور واجب ہو گا مستقرض پر مانند قبض کے یعنی ٹوٹے پھوٹے در اہم دینا اور اسی طرح اس شہر میں اناج کا دینا جہاں قرض لیا جامع الفصولین میں ہے کہ قرض میں عمل ایفا شرط نہیں اور قرض کا عمل متعلق ہے کنانی الطحاوی فان قضاه اجمود بلا شرط جائز و یجبر المان علی قبول الاجود و لای یجبرہ اگر مستقرض نے نہایت کھری جنس ادا کی بدون مشروط ہونے عہدگی کے تو جائز ہے اور صاحب دین پر زبردستی کی ہائے گی کھری چیز کے قبول کرنے پر اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس پر زبردستی نہیں کی جانے گی کنانی ابومحم قول ثانی یعنی عدم تبریح ہے جیسے ناقص کے قبول میں تبریح نہیں کنانی العالمگیری اور اگر دین موجب تھا اور اس نے قبل مدت کے ادا کیا تو اس کے قبول میں جبر ہو گا شاعر نے اس کا حکم بیان نہ کیا جب کہ مستقرض قرض سے زیادہ دے تو فتاویٰ مالگیری میں ہے کہ اگر ایسی زیادتی ہو جو دونوں میں جاری اور مروج ہو چنانچہ ایک دانگ یعنی نقد چہ جو کے سودم میں تو جائز ہے نہ ایک درم اور دوسرے کی زیادتی اور نصف درم کے جو ازاد عدم جواز میں دو قول ہیں اور اگر ایسی زیادتی ہو جو دونوں میں جاری اور مروج نہیں اور مدیون اس کو جانتا نہ ہو تو اس کو پھیر دینا چاہیے اور اگر مدیون زیادتی کو جانتا ہو تو اگر اس چیز کو تبیح یعنی اس کا کٹنا یا جہا کرنا مضر نہ ہو تو جائز نہیں اور اگر در اہم کا نقد نامضر ہو تو اگر تیز زیادتی بدون توڑنے کے ممکن ہو اس طرح ہر مکان میں کوئی ضعیف الوزن درم نقد زیادتی موجود ہو تو جائز نہیں اھا اگر تیز بدون توڑنے کے ممکن نہ ہو تو جائز ہے بطریق ہبہ کے انتہی مخلص اور تبیحین المحارم

میں ہے کہ اگر مستقرض نے زیادت ہبہ کر دی مقرض کو تو صحیح نہیں کیونکہ ہبہ متناع محتمل القسمة میں جائز نہیں اور غیر محتمل القسمة میں جائز ہے کذا فی الطحاوی  
 وفی الخلاصة القرض بالشروط الحرام والشروط الغویبان یقرض علی ان یکتب بہ الی بلد کذا یونی دینہ اور خلاصہ میں ہے کہ شرط کر کے قرض دینا حرام ہے اور شرط الغویب  
 اس طرح کہ قرض دے اس شرط پر کہ مستقرض اس کو فلانے شہر کی طرف لکھ دے تا اس کا دین وہاں دیا جاوے اور اگر استقرض من مطلقا بلا شرط ہو اور بعد اس کے  
 ایسا دین دوسرے شہر میں ہو تو مکروہ نہیں کذا فی العالمگیریہ اس صورت کو ہندوستان میں ہندوی کہتے ہیں اور باقی بیان ہندوی کا کتاب الحوالہ میں آوے گا و فی  
 الاشباہ کل قرض جرنفعا حرام فکرہ لہم تہن سکنة المرہونہ باذن الایمان اور اشباہ میں ہے کہ جو قرض کہ نفع کھینچ لائے وہ حرام ہے تو تہن کو گوی مکان میں  
 راہن کے اذن سے رہنا مکروہ ہے یعنی اس واسطے کہ قرض سے سکونت کا فائدہ حاصل ہو اور بعضوں نے کہا کہ سکونت باذن حلال ہے چنانچہ مصنف کتاب  
 الرہن میں بیان کرے گا کہ نفع قرض کا اس وقت حرام ہے جب کہ منفعت مشروط ہو اور اگر مشروط نہ ہو اور مستقرض عمدہ تراد کرے تو کچھ  
 مضائقہ نہیں اور اگر مقرض نے درم اس واسطے قرض دیے تا مستقرض اس سے متناع ثمن خالی خرید کرے تو کرخی کے نزدیک جائز ہے اور طحاوی کے نزدیک  
 مکروہ تنزیہی ہے اور سلف نے جو اس کو حرام کہا ہے تو شیخ الاسلام نے حرمت کو شرط فی الاستقرض پر محمول کیا ہے اور افضل یہ ہے کہ مقرض تحفہ  
 مستقرض کا قبول نہ کرے اگر جانے کہ یہ قرض کے سبب ہے اور اگر دوستی اور قرابت کے سبب سے ہو یا مستقرض سخی مشہور ہو تو تحفہ لینے سے پرہیز  
 نہ کرے اور اگر معلوم نہ ہو کہ دوستی کے سبب تحفہ ہے یا قرض سے تو پرہیز کرنا چاہیے اور دعوت قبول کرنے کا بھی اسی طرح حکم ہے شمس الائمہ نے کہا کہ یہ  
 جو محقرض نے کہتا ہے کہ مدیون کی دعوت کا کچھ مضائقہ نہیں تو اس پر محمول ہے کہ قبل اقرض کے بھی دعوت کرتا ہو اور اگر دعوت کی عادت نہ ہو یا بہ نسبت سابق  
 کے مکرر دعوت کرتا ہو یا اقسام الطمرہ زیادہ کرے سابق سے تو قبول دعوت حلال اور اگر دائن مدیون کے دراپم پاورے بشرطیکہ دین موصول نہ ہو اور دراپم عمدہ  
 تر نہ ہوں تو اس کو لینا جائز ہے والا جائز نہیں چنانچہ اگر درم قرض ہوں اور اس کے دینار پاورے تو لینا درست نہیں کذا فی الطحاوی ملخصا فروع مسائل  
 ملخصا شارح کے استقرض عشرة دراهم وارسل عمدہ لاخذ ما فقال المقرض دفعته الیہ واقرا العبد بوقال دفعتها الی مولای وانکر المولی قبض العبد العشرة فالقول  
 والاشی علیہ ولا یجوز المقرض علی العبد لانه اقرانه قبضها بحق انتھی بحر قرض ملنگے دس درم اور اپنے غلام کو ان کے لینے کے واسطے بھیجا اور مقرض نے کہا کہ  
 میں نے غلام کو قرض دیا اور اس کے دینے کا غلام نے اقرار کیا اور کہا کہ میں نے درم اپنے مولی کو دیے اور مولی نے قبض غلام کا انکار کیا یعنی دس درم غلام کے  
 قبض میں نہیں آئے تو مولی ہی کا قول معتبر ہوگا اور اس پر کچھ لازم نہ آوے گا اور مقرض غلام سے نہ پھرے گا اس واسطے کہ غلام مقرض کے اس نے دراپم پر  
 بواجبی قبض کیا انتھی کذا فی البحر و اجبی قبض کی وجہ یہ ہے کہ غلام نے بواسطہ استقرض مولی کے دراپم پر قبض کیا تو معلوم ہوا کہ اگر مولی قبض غلام کا اقرار کرے گا  
 تو ادائے قرض اس پر لازم ہوگا کذا فی الطحاوی عن النخانیہ مشرون رجلا جاؤ او استقرضوا من رجل وامر وہ بالذبح لا مدہم فدفع لیس لہ ان یطلبنہ الاھتہ  
 قلت ومفادہ صحتہ التوکیل بقبض القرض لا بالاستقرض قبضہ لیس مرد آئے اور قرض مانگا ایک مرد سے اور اس کو امر کیا اپنے گروہ میں سے ایک مرد کے دینے کا  
 سو مقرض نے ایک کو دیا تو مقرض مطالبہ نہیں کر سکتا اس شخص سے مگر بقدر اس کے حصے کے میں کہتا ہوں اس قول سے استفاد ہوا کہ قبض قرض کی  
 توکیل صحیح ہے نہ قرض مانگنے کی توکیل کذا فی القذیم فتاوی عالمگیری میں کہا خلاصہ یہ ہے کہ اقرض کی توکیل جائز ہے اور استقرض کی توکیل جائز نہیں  
 اور استقرض کی پیام رسانی امر کے واسطے جائز ہے اگر استقرض کے وکیل نے بطور رسالت کے کلام کیا اس طرح پر کہ فلانے شخص مرسل کو قرض دیے تو  
 قرض امر کے واسطے ہوگا اور اگر بطریق وکالت کے کلام کیا یعنی قرض کو اپنی ذات کی طرف نسبت کیا اس طرح پر کہ مجھ کو قرض دے فلانے شخص مرسل کے  
 واسطے تو وکیل اپنی ذات کے واسطے مستقرض ہوگا اور جو دراپم کہ قرض لیے وہ اسی کے ملوک ہوں گے اس کو اختیار ہے چاہے موکل کو نہ دے کذا فی الطحاوی  
 وفيها استقرض العبدین ورنہ سجوز وینبغی جوازہ فی الحجیر بلا وزن مثل علیہ الصلوۃ والسلام عن خیرة یغاطا بالبحران یكون ربوا فقال ما راہ المسلمون حنا فروع للند

حسن و ماراہ المسلمون قیسا فهو عند الله قبیح اور قبیح میں کہ قرض لینا گوندھے آٹے کا تول کر جائز ہے اور لائق ہے جائز ہونا قرض کا خمیس میں بدول وزن کے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال ہوا اس غیر کا جس کو بڑی ایک درسے کو دیا گیا کہ تم میں کہ کیا یہ بیای ہے تو فرمایا کہ جس کو مسلمان اچھا جائیں وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک خوب ہے اور جس کو مسلمان برا جائیں وہ خدا کے نزدیک برا ہے ہم ممتاز الفتاویٰ میں ہے کہ استنفاض خمیس بطریق وزن کے قول ممتاز ہے بحر الائق میں ہے کہ وزن کی قید سے اکل کل گئی تو اکل سے قرض بلا وزن جائز نہیں اور حدیث ماراہ المسلمون کی سند محمد بن ابی مسعود سے مروی ہے اور یہ حدیث موقوف حسن ہے یعنی ابی مسعود کا قول ہے نہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ لانی اللطفاوی عن المقاصد السنہ و فیما شراہ السنی البیہدین خالی حاجۃ القرض یجوز لیکرہ واقربہ المصنف اور قبیح میں ہے کہ کمتر چیز کا فرید کرنا خمیس گراں سے بسبب حاجت قرض کے جائز ہے اور مکروہ ہے اور مصنف نے اس کو اپنی شرح میں ثابت لکھا ہے ہم اس کی گفتگو عنقریب مذکور ہوگی قلت ذنی معروضات المنفی الی السورہ وادان زید العشرۃ ہائی عشرہ او ثلثۃ عشر بطریق المعاملۃ فی زماننا بعد ان ورد الامر السلطانی وفتویٰ شیخ الاسلام بان لا یعملی العشرۃ با زید من عشرۃ و نصف وبتہ علی ذلک فلم یتمثل ماذا یلزمہ فاجاب لیزر و یکس الی ان نظر تو بتہ و صلحہ فیتزک میں کتابوں دو مفتی ابوسعود کے معروضات میں یہ سوال ہے کہ اگر زید نے دس درم بارہ یا تیرہ درم پر قرض لیا ہے پانچ نامے میں بطریق معاملہ کے بعد اسباب کے کہ حکم سلطانی اور فتویٰ شیخ الاسلام کا وارہو جائے اس پر کہ دس درم ساٹھ دس سے زائد ہونے پر دس درم اور زید کو اس پر آگاہ کر دیا گیا ہوا اس نے نہ مانا کیا سزا اس پر لازم ہے تو مفتی مرحوم نے جواب دیا کہ اس کو تعزیر دی جائے اور قید کیا جائے جہاں تک کہ اس کی توبہ اور صلاحیت ظاہر ہو تب اس کی خلاصی ہو م معاملہ سے مراد بیع عینہ ہے جس کا ذکر کتاب الکفار میں آوے گا صورت اسکی یہ ہے کہ زید نے عمود سے قرض مانگا اور اس نے یہ عید کیا حصول نفع کے واسطے کہ ایک کپڑا جس کی قیمت بازار میں دس درم تھی وہ زید کے ہاتھ بارہ درم کو بیچا پھر زید نے اس کو دس درم کو بیچ لیا تو عمود کو دو درم زیادہ حاصل ہوئے اور زید کو دس درم و بیہ الصور علیہ رد ما اخذہ من الزبح لعا جہ فاجاب ان یصل منہ بالتراخی و رد الامر بعد الرجوع لکن ینظر الی المناسب الامر بالرجوع و اقیح من ذلک المسلم حتی ان بعض القری قد ضربت بہذا الخفوس انتہی اور اسی صورت مذکورہ میں سوال ہے کہ کیا صاحب دین پھر سے جو اس نے نفع لیا ہے مدیون سے توفیقی تمدوح نے جواب دیا کہ اگر اس کو نفع اس سے تراخی حاصل ہوا تو حکم سلطانی عدم رجوع پر طاب ہو اسے لیکن ظاہر اچھیر دینے کا حکم مناسب ہے اور بیع المعاملہ سے مراد سلم ہے یہاں تک کہ بعض قریبات اس فعل خصوصاً جو رن ہو گئے انہو ابی الفتی الزوم میں سلم سے بیک قسم نکل کر لو ہے یعنی مدام قلیل سے لوہے کی گھونٹیاں وغیرہ ٹھرنے اس طرح پر کہ وہ ہم مذکورہ نصف خمیس پوٹھنیا کا بکرہ لانی اللطفاوی و تہا لم یہ باب ہے ربو یعنی سود اور بیای کے احکام میں ہم مراجعہ کے بعد ربو کو اس واسطے ذکر کیا کہ دونوں میں زیادت ہے مگر کہ مراجعہ کی زیادت حلال ہے

**باب الربوا** اور ربوا کی زیادت حرام قطعی قال اللہ تعالیٰ یا ما الذین آمنوا لا تأکلوا الربوا یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ایمان والو یہاں نہ کھاؤ اس آیت میں ربو سے مراد قدر زائد ہے خواہ زائد قرض میں ہو یا اموال ربو کی بیع میں ہو اور گاہے ربو انفس زیادت کو بھی کہتے ہیں یعنی مصدری قال اللہ تعالیٰ و اهل انہ بیع و حرم الربوا یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا حلال کیا ہے اللہ نے بیع کو اور حرام کیا ربو کو یعنی اموال ربو کے قرض اور بیع میں زیادہ دینے لینے کو کہ لانی نفع القدر مطلقاً معلوم ہوا کہ جیسے بیع میں سود حرام ہے ویسے ہی قرض میں حرام ہے توبہ جو بھنے ناقص الغنم کہتے ہیں کہ سود تو فقط بیع میں حرام ہے نہ قرض میں سو غلط ہے صحیح مسلم وغیرہ میں ابی مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نصت کی سود کھانے اور کھلانے والے پر ابو داؤد اور ترمذی میں آتی روایت زیادہ ہے کہ سود کے دونوں گواہوں اور کتاب پر نصت فرمائی اور نسائی میں ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک نہانہ ایسا آوے گا کہ کوئی باقی نہ رہے گا مگر سود کھانے کا اور اگر سود نہ کھائے گا تو اس کو اس کی بھاپ لگے گی اور ایک روایت یوں ہے کہ اس کا بھاپ لگے گا کہ لانی البیہد ہو لغتہ مطلق الزیادۃ ربوافت میں مطلق زیادت کو کہتے ہیں یعنی خواہ کیل یا وزن میں زیادت ہو یا سوائے اس کے و شرعاً

فصل ولو حکما فدخل ربوا النسبة البيوع الفاسدة فكلها من الربوا فيجب رد عين الربوا لولا انما لارضاء لانه يملك بالقبض قبضة ويجزى شرح في ربوا  
 عبارت سے زیادتی سے اگرچہ زیادتی حقیقی نہ ہو بلکہ حکمی اس تقسیم سے ربوا نسبیہ یعنی تاخیر کاربوا اور بیوع فاسدہ ربوا کی تعریف میں داخل ہو گئیں اس واسطے کہ  
 جمیع بیوع فاسدہ مجملہ ربوا ہیں تو واجب ہے پھیر دینا عین ربوا کا اگر قائم ہونے اس کا رد ضمان اس واسطے کہ ربوا میں عوض مملوک ہو جاتا ہے قبضہ کرنے سے  
 کذا فی القینہ والجرم نسبیہ کی صورت ہے کہ درم کو درم سے نیچے سو ایک درم نقد دے اور دوسرے درم کا وعدہ ہو ایک دن یا دو دن کا تو اگرچہ یہاں حقیقی  
 زیادتی نہیں لیکن حکمی ہے کیونکہ نقد بہتر ہے نسبیہ سے اور اسی طرح بیوع فاسدہ فضل حکمی سے خالی نہیں چنانچہ بیع بالشرط میں خالی عین عوض صحیح مسئلہ صرف جس  
 بخلاف جنس ربوا وہ زیادتی ہے جو عوض سے خالی ہو اس قید سے مسئلہ صرف جنس کا اس کے مخالف جنس سے نکل گیا ہم باب الصرف میں مذکور ہوگا  
 کہ اگر چنانہ بھر گئیوں اور پیمانہ بھر جو اس کے دو چند گئیوں اور جو سے بیع کرے تو جائز ہے کیونکہ گئیوں بمقابلہ جو اور جو بمقابلہ گئیوں واقع ہو گئے تو یہ زیادتی  
 خالی عوض سے نہ ٹھہری کہ بیع ثابت ہو بمعیار شرعی وہو الکیل والوزن فلیس الذرع والعد بر ربوا زیادتی خالی از عوض معیار شرعی سے ہو معیار شرعی سے  
 مراد کیل اور وزن ہے تو گز اور شمار ربوا کی چیز نہیں ہم یعنی کیل اور وزنی کی زیادتی عوض سے خالی ربوا ہے تو گز اور شمار کی زیادتی ربوا نہیں مثلاً اس گز ٹوب ہری  
 کو پانچ گز ٹوب ہری سے دست بدست بیچنا ربوا نہیں کیونکہ مقدار شرعی منتفی ہے اور اسی طرح ایک اندھے کو دو اندھوں سے دست بدست بیچنا ربوا نہیں  
 مشروط ذلک لفضل لاصد المتعاقدين اے بائع او مشتری فلو مشروط غیر ہا فلیس بر ربوا بل بیع فاسد ہے ہم ربوا نہیں یعنی معطل ربوا نہیں والا مذکور ہو چکا  
 اور مشتری کے واسطے تو اگر ان دونوں کے سوا اجنبی کے واسطے زیادتی مشروط ہو تو یہ ربوا نہیں بلکہ بیع فاسد ہے ہم ربوا نہیں یعنی معطل ربوا نہیں والا مذکور ہو چکا  
 کہ بیع فاسد ربوا میں داخل ہے قسمتانے نے کہا کہ شرط فضل کا ترک کرنا بہتر ہے اس واسطے کہ یہ شعر ہے اس کا کہ ثبوت ربوا شرط فضل پر موقوف ہے حالانکہ  
 ایسا نہیں ہے متعاقدين کی تفسیر بائع اور مشتری سے بطور مثال کے ہے کیونکہ مقرض اور مستقرض اور رابن اور مرہن بھی بائع اور مشتری کے برابر ہیں اس میں  
 تو شرط انتفاع رہن چنانچہ استخدام اور رکوب اور زراعت اور لبس اور شرب لبین اور اکل خمر یہ سب حرام ربوا ہے چنانچہ جو اہل ارتقا میں مصرع ہے انتہی  
 کذا فی الطحاوی فی المعاوضة فیس الفضل فی البیت بر ربوا فلو شرعی عشرة دراهم فضة بعشرة دراهم وزاده وانقاصا وبیمہ منہ انعم الربوا اول یفسد  
 الشراء و بذان ضربا لاکسر لانہا بہتہ مشاع لا یقسم کذا فی المنع عن الذخیرة عن محمد ربوا وہ ہے جس میں فضل مذکور معاوضہ کے اندر مشروط ہو تو فضل بہ  
 میں ربوا نہیں اگر خرید کیے دس درم چاندی کے بیع میں دس درم اور ایک دانگ یعنی پچھ جو کی برابر چاندی میں زیادہ دے اگر یہ زیادتی بائع کو ہیکہ بی مشتری نے  
 تو ربوا معدوم ہو گیا اور خرید فاسد نہ ہوئی یعنی اس واسطے کہ فی فضل فی البیت ہے نہ فضل فی المعاوضة اور فضل فی البیت ربوا نہیں اگرچہ فضل مشروط ہو کذا فی  
 الطحاوی عن الدر المنقح اور یہ یعنی صحت بہ اس وقت ہے جب کہ بقدر دانگ درم کا توڑنا درم کو مضر ہو اس واسطے کہ یہ بہ اس مشاع کا ہے جو  
 قسمت پذیر نہیں کذا فی المنع عن الذخیرة عن محمد فی صرف الجمع ان صحۃ الزیادۃ والمط قول الامام وان محلا ہما الزیادۃ والمط وجملہ بہتہ بتداء کحط کل التمن  
 واطل الزیادۃ قال ابن الملک والفرق بینہما سخن عندی اور جمع کے باب الصرف میں ہے کہ زیادہ کرنے اور کم کر ڈالنے کی صحت امام کا قول ہے اور محمد نے  
 کم کرنا ہائز رکھا ہے اور اس کو بہرہ ابتدائی قرار دیا ہے تمام متن کے کم کرنے کے مانند اور زیادہ کرنے کو باطل کہا ہے ابن ملک نے کہا کہ زیادہ اور کم کرنے  
 کے درمیان فرق کرنا میرے نزدیک امر مخفی ہے ہم طحاوی نے کہا کہ یہ مسئلہ مستقل ہے موضوع اس کا یہ ہے کہ متعاقدين نے عوض متساویین پر عقد کیا  
 پھر ایک عاقد نے عوض کم کر ڈالا یا زیادہ کر دیا بعد عقد کے اور مسئلہ سابقہ کا موضوع ان دو درموں کے مسئلے کے مانند ہے جس میں ایک درم کا وزن زیادہ ہے  
 قال فی الخلاصۃ لو باع درہما بدرہم واحد ہما اکثر وزنا فخللہ زیادتہ ہا زلاند بہتہ مشاع لا یقسم ولو باع قطعہ لحم بلحم اکثر وزنا فوہیمہ الفضل لم یجز لاد بہتہ  
 مشاع لیسیم ابن ملک نے کہا اور خلاصہ میں ہے کہ اگر ایک درم کی بیع کی دوسرے درم سے اور ایک درم کا وزن زیادہ تر ہے پھر زیادہ کو اس نے حلال کر دیا یعنی

بطریقہ ایہ کے توجہ سے یہ ہر مشاع غیر قسمت پذیر کا ہے اور اگر گوشت کا ٹکڑا ایسا دوسرے گوشت کے ٹکڑے سے جس کا وزن اکثر ہے سو زیادتی کو اس نے یہہ کر دیا تو جائز نہیں کیونکہ یہ ہر مشاع قسمت پذیر کا قلت و ماقدما صلی الذخیرۃ صلی محمد صریح فی عدم الفرق بینہما و علیہما لکل من الزیادۃ و الحظو العقد صحیح عند محمد و کذا عند الامام سوا العقد فی عدم التساوی فی الحفظ فان لم ار من نہ علی ہذا میں کتابوں کہ ہم نے جو ذخیرہ سے محمد کا قول نقل کیا ہے وہ صریح ہے عدم فرق میں زیادہ کرنے اور کم کرنے کے اور بموجب اس کے تو زیادہ کرنا اور کم کر ڈالنا اور عقد سب کچھ صحیح ہے محمد کے نزدیک اور اسی طرح امام اعظم کے نزدیک سوائے عقد کے کہ وہ فاسد ہے بواسطہ عدم تساوی عوصین کے اس کو یاد رکھنا چاہیے کہ میں نے وہ شخص نہیں دیکھا جس نے اس پر آگاہ کر دیا ہو محمد طحاوی نے کہا کہ شارح نے یہاں ایک مقام کو دوسرے مقام سے خلط کر ڈالا اس واسطے کہ موضوع ذخیرہ وہ ہے جب کہ زیادت ظاہر ہو گئی ہو احد العوصین میں یعنی بلا قصد اور صحیح کا موضوع وہ ہے جب کہ عقد متساویں پر ہوئی ہو پھر الحمد للہ تعالیٰ نے اپنے عوصین میں زیادہ کر دیا ہو تو اول میں یہہ کی تفصیل جاری ہے اور ثانی میں زیادت باطل ہے اور عقد صحیح ہے و علیہ ای علیہ تحریم الزیادۃ القدر المعهود بکیل او وزن مع الجنس اور علت اس کی یعنی تحریم زیادت کی علت وہ مقدار ہے جو فقہاء کے نزدیک متعین ہے کیل یا وزن سے ساتھ جنس کے ہم اصطلاح فقہ میں وہ علت ہے جس کی طرف حکم منسوب ہو بلا واسطہ اور ہر چند لفظ قدر ذرا ع اور عدد کو بھی شامل ہے لیکن جب قدر معهود فقہا مراد ہوئی تو سوائے کیل یا وزن کے ذراع اور عدد کو شامل نہ رہی کذا فی الطحاوی جنس عبارت ہے مشاکلت معانی سے اور اختلاف جنس معلوم ہوتا ہے اختلاف اہم خاص اور اختلاف مقصود سے اور اصل اسباب میں وہ حدیث ہے جو صحاح ستہ میں سوائے بخاری کے عبادہ بن اللہ سے مروی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الذہب بالذہب والفضۃ بالفضۃ والبر بالبر والشعیر بالشعیر والتمر بالتمر والمخ بالمخ مثلاً بشلا سوا لیسوا یدید فاذا اختلف بندہ الاجناس فیہو کیف شتم اذا کان یدر یدر ذاد مسلم من نادو استراذ فقدا رلی کذا فی النہر والفتح یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سونا سونے سے اور پانڈی پانڈی اور گھیوں گھیوں سے اور جو جو سے اور کھجور سے اور نمک سے یہ جو مثل کو بعضوں مثل کے برابر برابر دست بدست پھر جب کہ یہ اجناس مختلف ہوں تو ہر قسم ہا ہر قسم طرح بشرطیکہ دست بدست ہو صحیح مسلم میں اتنی روایت زیادہ ہے کہ جس نے زیادہ دیا اور زیادہ لیا وہ بیاب کا مرتکب ہوا شارع علیہ السلام نے اس حدیث مشہور میں مماثل کو شرط بیع قرار دیا لاکہ اموال خلق تلف ہونے سے محفوظ رہیں اور اشیاء مستر کو بطور مثال کے ذکر فرما کر قاعدہ کلیہ کی طرف اشارہ فرمایا اس واسطے کہ سونا پانڈی موزون ہیں اور گھیوں اور جو اور کھجور اور نمک کیل میں تو گویا ارشاد ہوا کہ ہر کیل اور وزنی چیز میں مماثلت واجب ہے اور پوری مماثلت دو چیزیں روا اعتبار سے ہوتی ہے باعتبار ہوت کے اور باعتبار معنی کے تو کیل اور وزنی سے مماثلت صوری حاصل ہوتی ہے اور متحد الجنس ہونے سے مماثلت معنوی اور متحد تمیم مماثل مساوات ہے فقہ ابن ابدین میں کیونکہ سال کو موخر پر زیت ہے مثل مشہور ہے التقذیر من اللیثۃ لہذا امام اعظم نے کہا کہ علت تحریم ربوا کیل یا وزن ہے اتحاد جنسیت کے ساتھ فان وجد احرم افضل ای الزیادۃ والنساء بالمدا التاخر فلم یجرب فی غیرہ منہ متساویا احد ہما نسوا سو اگر مقدار اور جنس دونوں ساتھ ہی پائے جائیں تو افضل یعنی زیادت اور تاخیر دونوں حرام ہیں اور جائز نہیں قیزی بھر گھیوں کی بیع قیزی بھر گھیوں سے برابر اور مالاکہ ایک عطن میں تاخیر ہو م نساء بالمذبح نون عبارت ہے تاخیر سے احد اسی طرح اگر دونوں عوصین نہ ہوں تو بھی حرمت ثابت ہے شارع نے فضل پر تصریح نہ کی بسبب اس کے ظاہر ہونے کے لاکہ افضل احد تاخیر دونوں متبع ہوں تو حرمت فضل کے سبب سے ہوگی کذا فی الطحاوی وان عد ما یکسر لدال من باب علم ابن ملک ہلک حتی یمر علیہم احد العطن فبقی علی اصل اللاباستہ اور اگر مقدار اور اتحاد جنس دونوں متحد ہوں تو اولیٰ احد تاخیر دونوں متساویں میں جیسے ٹوبہ بڑی کی بیع دو ٹوبہ بڑی سے بڑی کی مثل ای کے قریب ہے تو نقد ذخیرہ ادھار ۱۲ کے منسوب ہر احد لاکہ ای اس شرط کی طرف منسوب کرتے ہیں تاخیر ذری زیادت زائے مجموعہ کتب میں ۱۲

لسبب نہ ہونے علت تحریم کے تو بیع اپنی اصل اباحت پر باقی رہی شارح نے ابن ملک سے نقل کیا کہ عبد باکسر وال علم لعلم کے باب سے ہے ہم کپڑے میں نفی مقدار تو ظاہر ہے کیونکہ وہ ذریعہ ہے نہ کیلی اور زنی اور نفی جنسیت بسبب اختلاف نام اور اختلاف مقصود کے ہے پھر جب علت تحریم کے دونوں جزئہ پائے گئے تو بحکم اباحت اصلہ زبانی بھی جائز ہوئی اور تاخیر قبض کی بھی اسی طرح نسخہ گلستان کو دو یا تین نسخوں میزان الطیب سے بیچنا یا گارہ سے کے ایک بھان کو اور دھو تر کے دو چار بھانوں سے بدلنا حلال ہے اگرچہ احد التذوق ہو اور دوسرا حیوان و جدا احد ہما ای القدر و عدہ او الجنس حل بفضل و حرم النساء و لومح التساوی حتی لو باع عبد البجدالی اجل لم یجز لوجود الجنسیۃ اور اگر دونوں چیزوں میں سے ایک چیز پائی جائے یعنی فقط قدر یا فقط جنس تو زیادتی حلال ہوگی اور تاخیر حرام اگرچہ تساوی بدین کے ساتھ ہو تو اگر ایک غلام کو دوسرے غلام سے بیچا کچھ مدت مقرر کر کے تو بیع جائز نہ ہوگی بسبب پائے جانے جنسیت کے ہم اجتماع امرین مذکورین حقیقی علت تھا تو ایک امر کے ہونے سے شہدہ علت کا ہوگا تو حقیقت علت سے حقیقت فضل حرام ہوئی اور شہدہ علت سے شہدہ فضل کا یعنی تاخیر اس واسطے کہ تاخیر مشایہ فضل کے ہے اور حقیقت میں فضل نہیں تو اگر ایک پیمانہ بھر گہیوں دو پیمانہ بھر جو سے بیچے دست بدست تو جائز ہے کیونکہ یہاں فقط قدر ہے اس واسطے کہ دونوں کیلی ہیں مگر جنس متحد نہیں لہذا زیادت احد البدین جائز ہوئی اور اگر جو نقد ہوں اور گہیوں کا وعدہ دو روز کا یا بالعکس تو بیع حرام ہے اور فقط جنس ہونے کی یہ مثال ہے کہ بیع غلام کی غلام سے یا کتاب کی کتاب سے یا ثوب بیرو کی ثوب بیرو سے یا تخت کی تخت سے اس واسطے کہ اشیاء مذکورہ کیلی یا زنی نہیں اگر کوئی کہے کہ ابو داؤد میں روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عبد اللہ بن عمرو بن عاص کو فرمایا کہ ایک اونٹ بھوس دو اونٹ کے بھت خرید کرے اور مؤطامیل ہے کہ علی رضی نے ایک اونٹ بھوس بیس اونٹ کے بھت بیچا تو معلوم ہوا کہ فقط اتحاد جنس محرم تاخیر کا نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ ترمذی وغیرہ اصحاب سن نے سمرقند سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حیوان کا بیچنا حیوان سے بطریق نسیہ یعنی مدت مقرر کر کے منع فرمایا اس حدیث سے قاعدہ معلوم ہوا کہ علت ربا کا ایک جز یعنی اتحاد جنس تحریم تاخیر کی پوری علت ہے اور اس حدیث سے اگلی دونوں حدیثیں متعارض نہیں ہو سکتیں کیونکہ بیع میں او یہ محرم اور حالانکہ محرم مقدم ہے بیع پر اور جمع بین الاحادیث یوں ہو سکتا ہے کہ اجازت مدت قبل تحریم ربا کے ہوگی واللہ تعالیٰ اعلم استثنیٰ فی الجمع والدر اسلام منقود فی موزون کیلا میں اکثر ابواب السلم اور استثنایا ہے جمع اور در میں منقود کی سلم کا جائز ہونا موزون میں تاکہ اکثر ابواب سلم کے بند نہ ہو جاویں یہ جواب ہے سوال مقدر کا تقریباً سوال یہ ہے کہ حدیث مشہور میں وارد ہے کہ در صورت اختلاف جنس فضل جائز ہے اور تاخیر حرام تو اس سے لازم آتا ہے کہ نقد یعنی درہم اور دینار کو اس المال قرار دینا موزونات میں چینیے زعفران اور روئی وغیرہ میں جائز نہ ہو مالا تکر یہ بالاجماع جائز ہے تقریباً جواب یہ ہے کہ تحریم تاخیر سے اسلام نقد کا موزونات میں بالاجماع مستثنیٰ ہے والاسلم کے اکثر ابواب بند ہو جاویں اور ہر ایہ میں اس کے جواز کی دوسری علت بیان کی ہے یعنی نقد کا وزن تولوں اور ماشوں سے ہوتا ہے اور زعفران اور روئی وغیرہ کا سیروں سے پھر جب طریقہ وزن کا مختلف ہو تو باعتبار صورت کے دونوں مختلف ہو گئے علاوہ اس کے اختلاف معنوی اور کئی بھی ہاں ثابت ہے اختلاف معنوی یہ ہے کہ نقد میں غیر متعین ہیں اور زعفران اور روئی غیر متعین اور کئی اختلاف یہ ہے کہ نقد میں تعرف قبل قبض کے جائز ہے بخلاف مٹن کے تو نقد اور موزونات کو ہر وجہ سے قدر جامع نہ ہوئی و نقل ابن کمال عن الغایۃ جواز اسلام الخظ فی اریق قلت و مفادہ ان القدر بالفردہ لایحرم النساء بخلاف الجنس فلیحرم و قدر فی السلم حرمتہ النساء تتحقق بالجنس وبالقدر المتفق قبضہ اور ابن کمال نے غایۃ التصیق سے نقل کیا ہے گہیوں کی سلم کا جائز ہونا روغن زیتون میں میں کتا ہوں اور ابن کمال کے کلام سے استفاد ہوا کہ فقط قدر تاخیر کی محرم نہیں بخلاف جنس کے تو اس کی تفتیح کرنا چاہیے اور سلم میں گذر گیا کہ حرمت تاخیر کی جنس اور قدر متفق سے ثابت ہوتی ہے آگاہ رہنا چاہیے ہم عبارت ابن کمال کی یہ ہے قد نص علی جواز اسلام الخظ فی الزین عندنا استی بلفظہ یعنی ہمارے مذہب میں گہیوں کا سلم زیتون میں منصوص ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ دونوں مختلف القدر ہیں کیونکہ



گیوں کیل میں اور ذیتوں وزنی تو اب نکال کے کلام سے کہا کہ نکلا کہ فقط قدر محرم تاخیر نہیں کیونکہ اس نے اسام کیل کا موزون میں فرس کیا ہے اور مالا کہ وہ دونوں مختلف القدر ہیں تو جواز اسام موزون کا موزون میں ماکیل کا کیل میں کیونکہ نکلا تو اب مقام خوب منفع ہو ہو گیا زیادہ اس سے کچھ منفع کی حاجت نہ رہی اور جب سلم میں یہ ثابت ہوا کہ قدر متفق تاخیر کی محرم ہے تو اب اس کے سوا کچھ منفع باقی نہ رہی کذا فی الطحاوی تم فرغ علی لئال الاول بقولہ فرم بیع کیل و وزنی بجنسہ متفاضلا ولو غیر مطعوم خلافا للشافعی کبھی کیل و حدید و وزنی شائع کتاب ہے پھر اسل اول یعنی در صورت وجود اور جنس پر مصنف نے تصریح کی اپنے اس قول سے تو حرام ہے کیل کی بیع اپنی ہم جنس کیل سے اور وزنی کی بیع اپنی ہم جنس وزنی سے بڑھا کر اگرچہ کیل اور وزنی کھانے کی چیز نہ ہو بخلاف امام شافعی کے چنانچہ گچ کیل اور لوہا وزنی ہم جیسے کیل کا کیل سے اور وزنی کا وزنی سے تفاضل حرام ہے ویسے ہی نسیم بھی حرام ہے لیکن مصنف نے اس واسطے ترک کیا کہ حرمت تفاضل کو حرمت نسیم لازم ہے بلا عکس اور صلت تاخیر کو صلت تفاضل لازم ہے بلا عکس کذا فی الصبی ثم اختلاف الجنس یعرف باختلاف اہم الخاص و اختلاف المقصود کی بسطہ الکمال پھر معلوم کرنا چاہیے کہ اختلاف جنس کا معلوم ہوتا ہے اہم خاص کے اختلاف سے اور مقصود کے اختلاف سے چنانچہ مشرع کیا ہے اس کو صاحب فسخ القدر نے ہم فسخ القدر میں ہے کہ اختلاف جنس اختلاف اہم خاص اور اختلاف مقصود سے معلوم ہوتا ہے تو گیہوں اور جوہر جنس ہیں اور ثوب ہر فدا اور مردی دو جنس ہیں بناوٹ کے اختلاف کے سبب سے اور قیام ثوب کا صنعت کی جہت سے ہے اور قرین کھجور کا پھل سب ایک ہی جنس میں اور لوہا اور مانگا اور پتیل اجناس مختلفہ ہیں اور اسی طرف صوف اور بالوں کا سوت اور گلے بھیر اور بکری کا گوشت اور بٹے کی چکتی اور گوشت اور پیٹ کی چربی اجناس مختلفہ ہیں اور مدغنی بخشہ اور خیری دو جنس ہیں اور وہاں جن کے ہول مختلف ہیں وہ اجناس مختلفہ ہیں انتہی لخصا اور لحم اہل جنس واحد میں اور ابو یوسف سے مروی ہے کہ لحم طیر کی بیع بعض طیر کی بعض سے زیادہ کر کے درست ہے اگرچہ طیر نوع واحد ہو اس واسطے کہ چڑیوں کا گوشت موزون ہو کر بیع نہیں ہوتا عادت میں کذا فی النہر صبیح ذہب متماثلا متفاضلا اور بیع اس کی یعنی مقدار القدر و جنس کی بیع برابر صلا ہے نہ بڑھا کر بلا معیار شرعی فان الشرع لم یقدر العیار بالذرة و بادن نصف صاع کھفتین و کھفتین و ثلث خمس مالم یبلغ نصف صاع اور صلا ہے بیع مع التفاصل بدوں معیار شرعی کے اس واسطے کہ شرع نے بقدر جو نصف صاع سے کمتر کی کوئی معیار مقرر نہیں فرمائی جیسے بیع ایک پ بھر کی دو پ سے اور میں ادھ پانچ سے جب تک نصف صاع کو نہ پہنچے ہم معیار عہادت ہے پانچ سے یعنی وہ آگ جس سے مساوات کیل یا وزنی معلوم ہو جائے نہ الغائی میں ہے کہ پ دو پ کی بیع اس واسطے صحیح ہوگی کہ معیار موجود نہیں جس سے مساوات معلوم ہو اس واسطے کہ شارع نے واجبات مابہ میں چنانچہ کفایات اور مدقہ فطر میں نصف صاع سے کمتر تقدیر نہیں فرمائی تو اس سے معلوم ہوا کہ اگر نصف صاع سے کمتر کوئی پیمانہ موضوع ہو جیسے بیع اور ثمن قدر معین مانگا ہے تو اس کا تفاضل معتبر نہیں یہ اس صورت میں ہے کہ جب امد البیہ نصف صاع کو نہ پہنچے اور اگر نصف صاع ہو گا تو بیع جائز نہیں فسخ القدر میں کہا کہ قول صحیح ہے کہ پ دو پ میں بھی ربو اثبات ہے انتہی و قفاحتہ بفتح حین و لیس فلبسین او کثر بایمانہا او اخره لکان اولی لما فی النہر از قیدنی انکل لملوکا تاخیر معینین اور امد ہا لم یجز قفاقا اور صلا ہے بیع ایک سیب کی دو سیب سے اور ایک پیسے کے دو پیسے سے یا زیادہ سے بشرطیکہ دونوں ہل متعین ہوں شائع نے کہا کہ اگر مصنف تعین بدلیں کی شرط سب مثالی کے بعد لانا تو خوب تر ہوتا اس واسطے کہ نہ الغائی میں ہے کہ تعین سب میں قید ہے تو اگر دونوں عوض غیر معین ہوں یا ایک غیر معین تو بیع ہائز نہیں باتفاق شیخین اور محمد کے و قمرۃ بقرتین و میضہ بیضتین و جوزۃ بکوزتین و سیف بیضین و رواۃ بدو آتین فانہما لیسین افضل منہ مالم یکن احد النقدی فیتمتع التفاصل فتح اور صلا ہے ایک کھجور کی بیع دو کھجور سے اور ایک انڈے کی دو انڈوں سے اور ایک ایک انڈے کی دو انڈوں سے اور ایک تلوار کی دو تلوار سے اور ایک دو دوات کی دو دوات سے اور ایک برتن کی دو برتن بھاری سے بشرطیکہ برتن سونے یا چاندی کا نہ ہو اور سونے یا چاندی کا برتن ہو گا تو تفاضل تمتع ہے کذا فی الطح و ارۃ بارتین و ذہب و فضۃ ممالا یدخل تحت الامون بمثلہما فی افضل

لفقد القدر حرم النساء لوجود الجنس حتی لو انتفی کخفته بر محفنتی شعیر فیل مطلقا عدم العلة و حرم الكل محمد و صحیح کما نقل الکمال اور حلال بیع ایک سوئی کی دو سوئی سے اور ذرہ برابر سونے اور چاندی کی بیع جو تحت الوزن داخل نہیں دونوں کے مماثل ہم جنس سے یعنی ایک ذرہ کی بیع دو ذرے سے تو فصل جائز ہے جمیع امثلہ سابقہ میں بسبب نہ ہونے مقدار کے یعنی اشیائے مذکورہ کیلی اور ذرہ اور تاخیر حرام ہے بسبب پائے جانے جنس کے یعنی چونکہ بدین متحد الجنس ہیں لہذا تاخیر حرام ہے یہاں تک کہ اگر جنس بھی منتفی ہو چنانچہ ایک لب بھر گیہوں کی بیع جو کے دو لب سے تو تاخیر حلال ہے مطلقا خواہ فصل ہو یا نہ ہو بسبب معدوم ہو جانے علت ربولہ کے اور حرام کہے محمد نے سب کو یعنی امثلہ سابقہ کی بیع کو اور اس قول کی تصحیح ہوئی ہے چنانچہ اس کو کمال الدین نے فتح القدر میں نقل کیا ہے ہم فتح القدر میں یوں ہے کہ اس سے تسکین خاطر نہیں ہوتی بلکہ جب علت تحریم ربوا صیانت اموال ناس ٹھہری تو واجب ہے تحریم ایک سیب کی دو سیب سے اور ایک لب کی دو لب سے اور اگر مکا کیل نصف صاع سے کمتر ہوں چنانچہ ہمارے دیار مصر میں ہیں تو کچھ بھی شک نہیں اور عدم تقدیر شرعی کمتر از نصف صاع اس کی مستلزم نہیں کہ تفاوت تیسقن کو باطل کر دیجیے اور مجھ کو فقہاء کے اس کلام سے تعجب آتا ہے اور حالانکہ معلی نے محمد سے روایت کی ہے کہ ان کے نزدیک مکروہ ہے مگر کی بیع دو مگر سے اور محمد نے کہا ہے کہ جو شئی کثیر میں حرام ہے وہ اس کے قلیل میں بھی حرام ہے اتنی ملخصا و مانص الشارح علی کونہ کیلیا کبر و شجر و تمر و ملح او وزنیا کذبہ ففنتہ فمؤکذ لک لا تتغیر ابد اقلیم صحیح بیع بخبطہ وزننا کما لو باع ذہب یا ذہب او فضتہ لفضتہ کیلا ولو مع التساوی لان النصف اقوی من العرف فلا یرک الا قوی بالادنی اور جس چیز کے کیلی ہونے پر صاحب شرع نے تصریح کی چنانچہ گیہوں اور جو اور کھجور اور نمک یا جس کے ذرہ ہونے پر تصریح فرمائی چنانچہ سونا اور چاندی سووہ اسی طرح ہے تا قیامت گاہے متغیر نہ ہوگا تو صحیح نہیں بیع گیہوں کی گیہوں سے تول کر کیونکہ وہ ذرہ ہیں اگرچہ تساوی بدین کے ساتھ بیع ہو اس واسطے کہ نصف صاع قوی تر ہے عرف سے تو اقوی متروک نہ ہوگا ادنی سے ہم نصف اس واسطے عرف سے اقوی ہے کہ رواج گاہے باطل پر ہو جاتا ہے جیسے ہمارے میں متعارف ہے کہ شمع اور چراغ قبرستان میں لے جاتے ہیں عید کی راتوں میں اور نصف صاع بعد از ثبوت باطل پر نہیں ہو سکتی اور عرف اہل عرف پر حجت ہے اور نصف کل پر حجت ہے کذا فی فتح القدر و مالہ بنص علیہ حمل علی العرف اور جس چیز کے کیلی یا ذرہ ہونے پر شارع سے تصریح نہیں تو وہ رواج پر محمول ہے یعنی اگر رواج ہے اس کے کیل کا تو وہ کیلی ہے اور اگر وزن کی عادت ہے تو وہ ذرہ ہے وعن الثانی اعتبار العرف مطلقا و برحمہ الکمال اور ابو یوسف کے نزدیک عرف کا اعتبار ہے ہر طرف سے اگرچہ کیل یا وزن کا رواج مخالف شرع ہو اور اسی قول کو ترمذی نے مابن الدین نے مابن یوسف کے نزدیک عرف مطلقا اس واسطے معتبر ہوا کہ گیہوں وغیرہ کا کیلی ہونا اور چاندی سونے کا ذرہ ہونا جو شرع میں وارد ہوا ہے تو اس وجہ سے کہ شارع علیہ السلام کے زمانے میں اشیاء مذکورہ کیلی یا ذرہ مروج تھیں پھر جب رواج بدل جائے تو رواج ہی کا اعتبار ہوگا و خرج علیہ سعدی افندی استقر اضن الدرہم عدد اویع الدقیق وزنانی زمانا یعنی بمثلہ اور ابو یوسف کے قول پر سعدی افندی نے استخراج کیا ہے درہم کا قرن دینا گن کر اور بیع آٹے کی ہمارے زمانے میں اس کے مانند تول کر ہم یعنی درہم ذرہ ہیں اور آٹا کیلی تو جواز استقر اضن درہم اور آٹے کی بیع اس کی مثل سے تول کر جائز نہیں مگر عرف کے اعتبار پر اور یہ بھی توجیہ جواز استقر اضن پر ہو سکتی ہے کہ باعتبار عادت کے درہم کے وزن میں اختلاف نہیں ہوتا فتاوی عالمگیری میں تاخریہ سے منع استقر اضن درہم گن کر وارد ہے اور غیابہ میں ابو یوسف سے منقول ہے کہ استقر اضن دقیق تول کر جائز ہے اگر لوگوں میں رواج ہو اور اسی پر فتویٰ ہے نواب سعدی افندی کے استخراج کی کچھ حاجت نہ رہی کذا فی الطحاوی و فی الکافی الفتوی علی عادیة الناس بحرقہ المصنف اور کافی میں وارد ہے کہ لوگوں کی عادت پر فتویٰ ہے کذا فی البحر اور مصنف نے اپنی تشرح میں اس کو ثابت رکھا ہے ہم کافی کے فتویٰ کے موافق ہندوستان میں گیہوں کا بدلنا گیہوں سے اور جو کا جو سے تول کر جائز ہے کیونکہ کیل یہاں رواج نہیں وزن ہی مروج ہے واللہ تعالیٰ اعلم

وللمعتبر تعیین الربوی فی غیر العرف و موقوف ذہب و فضة بلا شرط تقابلین حتی باع برابر یعنی ہوا و تفرقا قبل بعض جاز خلافا للشافعی  
 فی بیع الطعام اور مال بواکام متعین ہونا معتبر ہے غیر صرف میں اور سونے چاندی کے برتنی اور زیور کے غیر میں بلا شرط تقابلین کے تو اگر گیسوں گیسوں  
 سے بیچے یعنی کر کے اور بائع اور مشتری متفرق ہوئے قبل قبض کے تو جائز ہے بخلاف امام شافعی کے بیع طعام میں ولو احد ہما دینا فان ہوا الثمن و قبض  
 قبل التفرق جاز اور اگر احد البدین دین ہو تو اگر وہ ثمن ہو اور اس پر قبضہ کرنے قبل تفرق کے تو بیع جائز ہے مگر مثلاً گیسوں کو گیسوں سے بیچا اور  
 ایک دین ہے تو اگر وہ ثمن ہے یعنی مدخل بار ہا ہے اس طرح پر کہ (بعت منک بذ القیفیز من المنطۃ بقیفیز حنطۃ) اور جو مدخل بار ہا ہے نہیں وہ بیع  
 ہے قبض اس واسطے شرط جواز ہوا کہ دین متعین نہیں ہوتا مگر قبض سے والا لا بیعہ بالیس عندہ سراج اور اگر دین ثمن نہ ہو بلکہ بیع ہو تو بیع جائز نہیں  
 کیونکہ یہ بیع اس چیز کی ہے جو اس کے پاس نہیں کذا فی السراج و جید مال الربو لا حقوق العباد و ردیتہ سواہ اور ربوا کا کھرا مال اور کھو ٹا برابر  
 ہے اور حقوق عباد میں کھرا کھونے کے برابر نہیں مگر ربوا میں کھرا کھو ٹا اس واسطے برابر ہے اگر وجودت اور رداوت کا تفاوت معتبر ہو تو بیع کا باب بند ہو  
 جائے اس واسطے کہ مثلاً گیسوں دوسرے گیسوں کے مثل نہیں ہو سکتے ہر وجہ سے اور اس واسطے کہ وصف نوعین میں تفاوت شمار نہیں کرتے اس واسطے  
 کہ حدیث میں وارد ہے کہ جید اور دیہا سواہ کذا فی الطحاوی پھر جب کھرا مال اور کھو ٹا برابر ہے تو ایک کی بیع دوسرے سے کم زیادہ کر کے جائز نہیں مال ربوا  
 کی قید اس واسطے لگائی کہ حقوق العباد میں وجودت رداوت کے برابر نہیں تو اگر زید خالد کا مال نصف کرے گا تو اس کے برابر مقدار اور وجودت میں زید پر دینا لازم آئے گا  
 اگر مال مثل ہو و لا قیمت اس کی لازم ہوگی و لیکن مستحق وجودت بقصد بیع نہ ہوگا کذا فی الطحاوی الا فی اربع مال وقف یتیم و مرین و فی القلب الی من اذا انکسر شاہ  
 مگر ہر سال میں مال ربوا کی وجودت اور رداوت برابر نہیں وقف اور یتیم اور مرین کے مال میں اور گروی ایک نخت کنگی میں سبب کہ وہ ٹوٹ جائے کذا فی بلا شاہ ممال وقف  
 کو مال یتیم سے صاحب بخرنے طریقیہ بطریق بحث کے تو اگر وہی یتیم کے مال سے ایک قیفیز جید گیسوں ردی گیسوں کی قیفیز سے بیع کرے تو جائز نہیں اور اگر  
 مرین قریب الموت جید کو دی سے بیع کرے تو یہ تصرف ٹھٹ مال میں نافذ ہوگا یعنی برمایت حق و ردہ اور اگر گروی کنگن مرین کے پاس ٹوٹ کر کم قیمت ہو جائے تو تمہی  
 پر قیمت غیر منکسر کا ضمان لازم آدے گا کذا فی الطحاوی باع فلوسا بمثلھا او بدراہم او دنانیر فان نقد  
 احد ہما جاز وان تفرقا بقبض احد ہما لم یجز ما فلوس کی بیافلوس سے یا دناہم یا دنانیر سے پھر اگر احد البدین کو نقد دیا تو جائز ہے اور اگر بائع اور مشتری متفرق  
 ہوئے با قبض احد البدین کے تو بیع جائز نہیں چنانچہ مذکور ہو چکا م عادی میں ہے کہ بیع مذکور اس واسطے صحیح ہے کہ بیع الفلوس بالفلوس لیس الفلوس  
 یا احد البدین میں تقابلین شرط نہیں چنانچہ کلام فقہی اس پر دلالت کرتا ہے اور کلام محمد اس میں مختلف ہے اتھی اور بیع النفس بالنفس میں اشتراط  
 نفس مذکور ہو چکا قبض کذا فی الخلیس کا ما زوج لم یجوز ان ولومی جنسہ لان بیع الموزون ہا یس بموزون فہو زکیف ما کان بشرط التعیین لما یزید  
 و یقل جائز ہے بیع گوشت کی جانور سے اگرچہ گوشت جانور کے جنس سے ہو مثلاً گائے کا گوشت گائے یا بیل سے بیع کرے تو جائز ہے کیونکہ یہ بیع وزنی چیز کی  
 ہے غیر وزنی سے تو جائز ہے جس طرح سے کہ ہو برابر کم و بیش بشرط تعیین کے اور بطریق نسیہ تو جائز نہیں مگر گوشت جانور کی جنس سے ہو تو ظاہر ہے کہ اتحاد  
 جنس میں تاخیر لازم ہے اور اگر خلاف جنس سے ہو مثلاً گائے کا گوشت بکری سے بیع کرے تو اگر نسیہ بکری میں ہے تو یہ سلم ہے حیوان میں اور اگر اس کے  
 بدلے میں ہے تو یہ سلم ہے گوشت میں مالا نکہ حیوانی لہذا لم دونوں میں سلم جائز نہیں و شرط محمد زیادۃ الجائز اور محمد نے شرط کی ہے زیادہ ہونا ہم جنس کام ہم جنس  
 کے گوشت مطلق مراد ہے تاکہ گوشت جانور کے گوشت کے مقابل ہو اور کچھ گوشت اس کے جگہ اور طحال وغیرہ کے مقابل والا ہو رہا ثابت ہوگا کذا فی  
 ابن دواہب طہرۃ بیتہ او یزودہ جاز لئلا یفارقہ و کذا فی الخلیس ان تساوا وزنا ہن ملک و اماذ بالمسوزۃ المفصولۃ عن السقط لکرتش و امعاء بکر  
 اگر غیر ہوا کھنڈہ جانور سے یا جانور سے بیچا تو باتفاق یخنین اور محمد کے جائز ہے اور اسی طرح کھال اور میٹھے وہ جانوروں کی باتفاق بیع جائز ہے

اگر دونوں میں وزن برابر ہوں کذا ذکرہ ابن ملک اور طحاوی نے مسلوخ سے اس ہانور کا ارادہ کیا جو ادھڑی اور انتریلوں وغیرہ سے جدا ہو کذا فی البحر  
م طحاوی نے کہا کہ بحر الرائق میں نیمیرا دطاوی کی طرف راجع ہے شارح کو مناسب تھا کہ اس کا کلام ذکر کرتا اس کا ربط اس سے ہو جاتا منغ الغفار  
میں ہے کہ سقط بفتح تین وہ ہے جس پر گوشت کا نام منطبق نہیں ہوتا چنانچہ کھال اور ادھڑی اور انتریاں اور تلی و کما جائز بیع کر یاں بقطن و غزل  
مطلقاً کیفیت ماکان لا اختلافاً جہا جہا اور بیعے جائز ہے بیع روئی کے کپڑے کی روئی اور سوت سے مطلقاً جس طرح سے ہو برابر یا زیادہ بسبب مختلف ہونے  
دونوں کے باعتبار جنس کے یعنی اس واسطے کہ کپڑا بعد نقص کے سوت اور روئی نہیں ہو جاتا کذا فی البحر کبیع قطن لغزل القطن فی قول محمد بن صالح  
حادی بیعے روئی کی بیع روئی کے سوت سے جائز ہے مطلقاً محمد کے قول میں اور یہی قول اصح ہے کذا فی الحاوی القدسی و فی القنیہ لاباس بغزل قطن ثياب  
قطن یدابید لانہا لیسا بموزونین ولا جنسین و کذا لک غزل کل جنس ثیابہ اذا لم توزن اور قنیہ میں ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں روئی کی سوت کی بیع میں روئی کے  
کپڑوں سے دست بدست اس واسطے کہ دونوں موزون نہیں جو زیادتی جائز نہ ہو اور دونوں مختلف الجنس نہیں کہ دست بدست شرط نہ ہو اور اسی طرح  
مطلقاً دست بدست جائز ہے بیع ہر جنس کے سوت کی اس کے کپڑے سے بشرطیکہ سوت موزون نہ ہوتا ہو م مسئلہ سابقہ سے معلوم ہوا کہ سوت اول  
کپڑا مختلف الجنس ہیں تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک کی بیع دوسرے سے بھی بطریق نیبہ جائز ہو لیکن قنیہ کا قول اقرب بصواب ہے کہ تفاضل جائز ہے  
ذاتاً کذا فی الطحاوی عن البحر و کبیع رطب برطب او بتمر متماثل کبیرا لا وزن لا خلافاً للعینی فی الحال لا المال خلافاً لما فلو باع مجازفہ لوموازنتہ  
لم یجز اتفاقاً ابن ملک اور جیسے جائز ہے بیع تر کھجور کی تر کھجور سے اور خشک کھجور سے برابر برابر کیل کی رو سے نہ وزن سے بخلاف عینی کے کہ وہ تامل  
وزنی کا قائل ہے امام کے نزدیک تساوی رطب کی تمر سے فی الحال شرط ہے نہ انجام کار میں بخلاف صاحبین کے کہ ان کے نزدیک فی الحال کی تساوی کافی نہیں  
پھر جب تامل کیل شرط ہو تو اگر بیع لہو تخمین اور موازنہ کے ہوئی تو اتفاقاً امام اور صاحبین کے جائز نہیں کذا صرح ابن ملک م صاحبین اور باقی آئمہ  
ثلاثہ کے نزدیک رطب کی بیع تمر سے اس واسطے جائز نہیں کہ رطب کم ہو جاتا ہے خشک ہو کر انجام کار میں اور امام اعظم کے نزدیک مساوات عقد  
کے وقت معتبر ہے اور ثانیاً مال کا کم ہو جانا مساوات فی الحال کا مانع نہیں بشرطیکہ موجب اس کا امر خلقی ہو مساوات کیل اس واسطے بالاتفاق  
شرط ہوئی کہ تخمین اور وزن سے مساوات معلوم نہیں ہوتی اس واسطے کہ ایک چیز دوسری چیز سے بھاری ہوتی ہے ترازو میں اور پیمانے میں ہلکی ہوتی ہے  
کذا فی الطحاوی امام اعظم جب بغداد میں وارد ہوئے تو اہل حدیث نے سوال کیا کہ رطب کی بیع تمر سے جائز ہے یا نہیں امام نے کہا کہ دو حال سے خالی  
نہیں کہ رطب تمر سے یا نہیں اگر تمر ہے تو عقد جائز ہے بدلیل حدیث التمر بالتمر اور اگر تمر نہیں ہے تو بھی عقد جائز ہے بدلیل حدیث اذا اختلف النوعان  
فیبعوا کبیر شتم پھر اہل حدیث نے وہ حدیث وارد کی جو موطا اور سنن ابویع میں زید بن عیاش عن سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے کہ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا خرید کرنے تمر کا رطب سے تو ارشاد ہوا کہ رطب کیا کم ہو جاتا ہے خشک ہو کر لوگوں نے کہا ہاں تو اس سے ہم کو منع فرمایا  
انتہی امام اعظم نے جواب دیا کہ اس حدیث کا مدار روایت زید بن عیاش پر ہے اور زید بن عیاش کی حدیث مقبول نہیں بعضوں نے یوں جواب  
دیا ہے کہ بر تقدیر صحت سند حدیث مذکورہ بیع کی بطریق نیبہ مراد ہے اس واسطے کہ البودادہ اور حاکم اور دارقطنی اور طحاوی نے شرح معانی الآثار  
میں یحییٰ بن کثیر سے روایت کی کہ ابو عیاش نے جس کا نام زید بن عیاش ہے سعد بن ابی وقاص سے سنا نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من  
الرطب بالتمر نیبہ یعنی منع فرمایا بیع رطب کا تمر سے بطریق نیبہ کے و تمامہ فی فتح القدر و عنب لعنب او بزبیب متماثل کذا لک او  
چنانچہ جائز ہے بیع ترانگور کی ترانگور سے یا خشک انگور سے برابر برابر اسی طرح یعنی فی الحال نہ فی المال و کذا لک لک تفرقة تجف کتین و زمان بیاع رطب  
لغزل بعض نسخوں میں نہیں ہے اور یہی صواب معلوم ہوتا ہے اس لیے کہ شارع اس کا حکم اگے لکھتا ہے شاید مترجم اول نے جس نسخے سے ترجمہ کیا ہے اس میں

پر طہا و یبا بسا اور اس طرح جو پھل کہ خشک ہوتا ہو چنانچہ انجیر اور انار اس کا ترہیا جانی سے اور خشک سے کیسے بر طہا او مبلولا بشند و بالیا بس  
یہیے ہائز ہے بیج تر یا جگوتے گیہوں کی انہی مثل سے اور خشک سے و کذا بیج تمر اور بیب منقوع بشند لو بالیا بس منھا خلافا لہذا زلیسی اور ای طرح جائز  
ہے بیج جگوتی خشک کجور یا جگوتی اس کے مانند سے یا دونوں کی خشک سے بخلاف محمد کے کذا فی الزلیسی کہ ان کے نزدیک خطہ یا بسہ کی بیج مبلونہ سے  
جائز نہیں بشرط اتساع و ہائز ہے کذا فی الطحاوی من الخلاصہ و فی العنایۃ کل تفاوت خلقی کا لطلب التمر و الحمید و الردی فهو ساقط الاعتبار و کل  
تفاوت بیج العباد کا محظہ بالذقیق و المحظہ بغیر ما یضد کما سببی اور منابہ میں سے کہ جو تفاوت پیدا ہوتی ہے چنانچہ زکھور اور خشک کجور اور عمدہ  
اور ناقص ہیں وہ ساقط الاعتبار ہے یعنی ان میں تفاوت ہائز نہیں اور جو تفاوت کہ آدمیوں کے فعل سے ہے چنانچہ گیہوں کی بیج آٹے سے اور بھنے  
گیہوں کی بیج بن بھنے سے وہ مفید ہے چنانچہ آگے مذکور ہو گا و بیج محوم مختلفہ بعضہا بعض متفاصلا پیدا ہوا جیسے ہائز ہے بیج محوم مختلفہ  
کی بعض کی بعض سے زیادہ کر کے دست بدست ہم محوم مختلفہ میں تفاوت ہائز ہو اسباب اختلاف جنس کے اور دست بدست کی شرط ہوتی بسبب  
اتحاد قدر کے ولین بقر و غنم اور جائز ہے گائے کے دودھ کی بھیڑ بکری کے دودھ سے بڑھا کر دست بدست بخلاف بکری اور بھیڑ کے دودھ  
کے کہ ان میں تفاوت ہائز نہیں کہ دونوں ایک ہی جنس میں کذا فی الطحاوی و خل و خل لفتحتی ردی التمر و خضہ باعتبار العادۃ نخل عنیب اور  
اور جائز ہے ناقص کجور کے رکے کی بیج انجوری سر کے سے بڑھا کر وقل بفتح دال و قاف عبارت ہے ناقص کجور سے اس کو مخصوص بن کر کیا باعتبار  
عادت کے یعنی کجور کے سر کے کا یہی حکم ہے لیکن عادت خلق یہ ہے کہ ناقص کا سر کہ بنانے میں لہذا فقط اس کو مذکور کیا و شحم لطن بالیۃ بالفتح ما سیر  
الحوام لیۃ او لحم اور جائز ہے بیج پیٹ کی پرہ کی دہنے کی چکتی سے یا گوشت سے اگرچہ دہنے کا گوشت ہو کذا فی الطحاوی و الیہ بفتح الف وہ ہے جس کو  
حمام عرب یہ کہتے ہیں و خبز لوسن بیاد و قیق و لومۃ اور جائز ہے روٹی کی بیج گیہوں اور آٹے سے اگر گیہوں کی روٹی اور گیہوں کا آٹا ہو تو بھی زیادتی  
جائز ہے اس واسطے کہ روٹی بسبب فعل عباد کے دوسری جنس ہو گئی کیل نہ رہی بخلاف گیہوں اور آٹے کے کہ وہ دونوں کیل ہیں تو قدر اور جنس دونوں  
مفقور ہیں یہاں تک کہ بیج بطریق نسبی بھی جائز ہے کذا فی الطحاوی و البحر و زیت مطبوخ بغیر مطبوخ و زین مرئی بالہنفس بغیر المرل منہ متفاصلا  
اور زنا کیف کان لاختلاف اجناسہا فلوا تھم لم یجز متفاصلا الا فی لحم الطیر لانہ یوزن عادیۃ حتی لو وزن لم یجز زلیسی اور جائز ہے بیج روغن زیتون پختہ کی  
غیر پختہ سے اور روغن بنفشہ کی روغن سادہ سے بڑھا کر یا تول کر جس طرح سے ہو بسبب مختلف ہونے ان کی اجناس کے یعنی محوم مختلفہ سے لے کر روغن  
بنفشہ تک کی بیج میں تفاوت اس واسطے جائز ہوا کہ اجناس مختلفہ ہیں اگر متحد الجنس ہوں تو تفاوت جائز نہیں مگر جوڑیوں کے گوشت میں باوجود اتحاد  
جنس تفاوت جائز ہے کیونکہ ان کا گوشت موزوں نہیں رواج میں اگر اس کا بھی تو نارائج ہو تو تفاوت جائز نہیں کذا فی الزلیسی و فی الفتح لحم الدجاج والادز  
وزنی فی عادیۃ معرونی التمر لعلہ فی زمۃ انانی زمانا فلا والماصل من الاختلاف باختلاف الاصل او المقصود او قبل الصفۃ فلیحفظ اور فتح القدر میں ہے  
کہ روٹی اور لہ کا گوشت وزنی ہے معرک عادت میں اور خمر الفائق میں ہے کہ شاید وزنی ہونا اس کے زلمنے میں ہو گا ہائے زلمنے میں تو معرک وزنی نہیں اور خلاصہ  
یہ ہے کہ اختلاف جنس کا اصل کے اختلاف سے ہے یا اختلاف مقصود سے یا تبدل صفت سے اس کو یاد رکھنا چاہیے م اختلاف اصل چنانچہ گائے کا گوشت  
بکری کے گوشت کے ساتھ اور اختلاف مقصود چنانچہ مرئی اور دہنے کی چکتی میں اور تبدل صفت چنانچہ زیت مطبوخ بغیر مطبوخ کے ساتھ و جاز الاثیر ولو التجر  
نسبہ برقی در ای ملائی بشرط المسلم لہا جہ اناس و لا حوط للذی الاقل ما یقبض من جنس ماسی اور جائز ہے اخیر صورت یعنی روٹی کی بیج گیہوں اور آٹے  
سے اگرچہ روٹی کی تسلیم میں تا طیر ہو ای کا فتویٰ ہے کذا فی اللہ یعنی تا طیر اس وقت جائز ہے جب سلم کی شرائط پوری ل جاوے فتویٰ ہوا ہے بسبب صحت آدمیوں  
کے اور زیادہ احتیاط منع سلم میں ہے اس واسطے کہ کمر قبض واقع ہوتا ہے کسی جنس سے م یعنی اکثر ہوتا ہے کہ سلم ہوتا ہے گیہوں کی روٹی میں اور مقبوض ہو کی

روٹی ہوتی ہے تو اس میں استبدال مسلم فیہ ہے اس کے قبضہ ہونے سے پہلے اور یہ جائز نہیں و فی القستانی معزیا للخراتہ الاحسن ان بیع خاتما مثلا  
من الخباز بقدر ما یرید من الخبز و یجعل الخبز الموصوف لصفة معلومة ثمننا حتی یصیر دینا فی ذمۃ الخباز و یسلم الخاتم ثم یشتری الخاتم بالبر اور قہستانی میں  
خراتہ سے منقول ہے کہ بہتر طریقہ گیہوں کے سلم کرنے کا روٹی میں یہ ہے کہ مثلاً انگوٹھی بیچے نان بائی سے بقدر ارادہ روٹی کے کہ جو موصوف بصفہ صلیح ہے  
ثمن قرار سے تاکہ وہ نان یا فی کے ذمے پر دین ہو جاوے اور انگوٹھی اس کو تسلیم کرے پھر انگوٹھی گیہوں سے خرید کر لے یعنی اس طریق سے شرائط سلم مشروطہ  
ہوں گی و فیہ معزیا للمصنعات یجوز السلم فی الخبز و زنا و کذا عدد او علیہ الفتویٰ و سبھی بوز استقرضہ ایضا اور قہستانی میں مصنفات سے منقول ہے کہ سلم جائز ہے  
روٹی میں تول کر اور اسی طرح گنی کر اور اسی پر فتویٰ ہے اور روٹی کا بوز استقرضہ مذکور ہو گا سلم کا بوز روٹی میں گنی کر قہستانی میں مذکور نہیں علاوہ اس کے  
روٹی معدودہ منضبط نہیں تو سلم کیونکہ صحیح ہوگی اور حاشیہ میں ابو سعید میں نہر الفائق سے منقول ہے کہ روٹی میں سلم ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے کیونکہ وہ  
وزنی ہے ان کے نزدیک تو سلم جائز ہے بشرط وزن اگرچہ رواج شمار ہو گا کذا فی الطحاوی و جاز بیع اللبن با بجن لاختلاف المقاصد والاسم ماویٰ اور  
جائز ہے دودھ کا بیچنا پیر سے بسبب اختلاف مقاصد اور اختلاف نام کے کذا فی الحادی لایجوز بیع البرید قیق او سولق ہو الجروش و لایح د قیق  
بسولق مطلقا ولو متساویا لعدم السوی فی حرم بشبہ الربو اخلافا لہما جائز نہیں گیہوں کی بیع گیہوں کے اٹے یا اس کے ستو سے اور بیع اٹے کی ستو سے کسی طرح  
اگرچہ دونوں برابر ہوں اس واسطے کہ دونوں کا برابر کر دینے والا کوئی پیمانہ نہیں تو بیع حرام ہے بسبب شبہ ربوا کے بخلاف صاحبین کے کہ ان کے نزدیک اٹے کی بیع  
ستو سے بسبب اختلاف نام اور اختلاف مقصود کے جائز ہے دست بدست ہم گیہوں کی بیع اٹے یا ستو سے امام کے نزدیک مطلقا جائز نہیں تھا بل اس واسطے  
جائز نہیں کہ دونوں جنس واحد ہیں کیونکہ انا اور ستو گیہوں کے اجزائیں اور تسادی اس واسطے جائز نہیں کہ معیار دونوں میں کیل ہے اور کیل سے تسویہ نہیں ہو سکتا  
کیونکہ گیہوں پیسنے سے زیادہ ہوتا ہے و اما بیع الدقیق متساویا کیلا اذا کان مکبوسین فجا ئز اتفاقا ابن ملک  
سولق بسولق و حنطہ مقلیۃ بمقلیۃ و اما المقلیۃ بغیرا ففاسد کما مر اور بیع اٹے کی اٹے سے برابر پیمانہ کر کے بشرطیکہ دونوں  
کو پیمانے میں داب داب کر بھرا ہو تو جائز ہے باتفاق امام اور صاحبین کے کذا صرح ابن ملک جیسے ستو کی بیع ستو سے اور بیع گیہوں کی بیع بیجے گیہوں سے  
جائز ہے اور بیجے گیہوں کی بیع غیر بیجے سے تو فاسد ہے چنانچہ گذر گیا ہم بھوننے سے گیہوں ہلکا ہو جاتا ہے لہذا اس کی بیع غیر بیجے سے فاسد ہے طحاوی  
نے زبلی سے نقل کیا کہ اگر اٹے سے بیجے تول کر تو اس میں دو روایتیں ہیں وللازمتیون بزیت و لسمسم کل بہمتہ الشیرج حتی یکون الزیت و الحل  
اکثر مما فی الزیتون و لسمسم لیکون قدرہ بمثلہ و الزائد بالتفعل و کذا کل ما لثقلہ قیرتہ کجوز بدہنہ و لبن لبمنہ و عنب بعصیرہ فان لا قیمتہ کہ بیع تراہب  
بذہب فسد بالزیادۃ لربوا الفضل اور جائز نہیں زیتون کی بیع روغن زیتون سے اور نہ تل کی بیع بیٹھے تیل سے یہاں تک کہ روغن زیتون اور تیل زیادہ تر ہو اس  
روغن سے جو زیتون اور تل میں ہے تاکہ روغن کی مقدار روغن کے مقابل میں ہو اور روغن نائد کھلی کے مقابل ہو اور اسی طرح حکم ہے ہر ایک اس چیز میں جس کی کھلی  
اور کھو جبر کی قیمت ہو جیسے انروٹ کی بیع اس کے تیل سے اور دودھ کی اس کے گھی سے اور انگور کی اس کے شرے سے سو اگر کھو جبر کی قیمت نہ ہو جیسے زرگود  
مٹی کی بیع سونے سے تو بیع فاسد ہے سونا زیادہ ہونے سے بسبب زیادتی بیاج کے و لیسقرض الخبز و زنا و عدد او علیہ الفتویٰ ابن ملک استخرتہ  
الکمال و اختار المصنف تیسرا اور روٹی قرض لی جاوے تول کر اور گنی کر محمد کے نزدیک اور اسی پر فتویٰ ہے کذا ذکرہ ابن ملک اور مستحسن ہانا ہے اکو مال الدین  
نے اور پسند کی ہے مصنف نے اپنی شرح میں آسانی کے واسطے و فی الجعفی باع رغیفان قدر رغیفین لیسیتہ جاز و لیسیتہ لیسیراتہ کیف کان اور مجتبیٰ میں  
ہے کہ ایک نقد روٹی پیچی اور دھار دو روٹیوں سے تو جائز ہے اور بالعکس اس کے یعنی نقد دو روٹیوں کی بیع ایک روٹی اور دھار سے جائز نہیں اور روٹی کے  
لے لغت میں مجروش اور جرش دلیہ کو کہتے ہیں شاید ستو کو بھی بولتے ہوں گے ۱۳

لکڑوں کی بیج بے طرح نثار و نیر و لاریوں میں سید و عہدہ و لوہہ بالا۔ مکاتبا اور بیاج نہیں وہ میان مولیٰ اور اس کے غلام کے اگر غلام ہو نہ مکاتب  
م غلام کمال مملوک ہے مولیٰ کا جس طرح پاس ہے سے یہاں رہو لگو کیا دخل ہے بخلاف مکاتب کے کہ وہ بھائے جو کے ہے قبض اور تصرف کی راہ سے  
اذلم یکن وینہ مستغرقا لرقبتہ و کسبہ فلو مستغرقا تحقق الربوا اتفاقا ابن ملک وغیرہ لکن فی البحر من الموعول التحقیق الاطلاق وانما یرد الزائد  
والربوا بن تعلق حق الطراء اور میان کے ماہیں اس وقت بیاج نہیں جب کہ غلام کا دین اس کی ذات اور کفائی کو مستغرق نہ ہو سوا اگر مستغرق ہو تو بیاج  
ثابت ہوگا بالاتفاق کذا ذکرہ ابن ملک وغیرہ لیکن بجز ارائق میں موعول سے منقول ہے کہ تحقیق اطلاق ہے یعنی ہر طرح بیاج نہیں خواہ اس کا دین مستغرق ہو  
یا نہ ہو اور غلام مملوک کا زائد مال جو پھیر دیا جاتا ہے تو بیاج کے سبب سے نہیں بلکہ فرغوا ہوں کے حق متعلق ہونے سے ولا الربوا بین متفاو ضلی و شریکی  
عنانی اذا تبا لیا من مالہا ای مال الشریکہ زلیعی اور بیاج نہیں وہ متفاو ضی اور عنان کے دو شریکوں میں جب کہ دونوں نے خرید و فروخت کی جو شرکت  
کے مال سے کذا فی الزلیعی م قید مذکور شرکت عنان میں ہے اس واسطے کہ مفاد ضی کے پاس مال شرکت کے سوا کوئی مال مستقل نہیں دونوں صورتوں میں  
بیاج اس واسطے ثابت نہیں کہ جس اور بیج میں دونوں شریک ہیں تو احد العوضین کا فضل اس کے ملک سے خارج نہیں ہوتا کہ ربوا متحقق ہو  
ولا بین حربی و مسلم متاثر نہ ولو بعقد فاسد او قمار ثمرہ لان مالہم مباح فیمل برضاہ مطلقا بلا عذر خلافا للثانی والثالثۃ بیاج نہیں کا فر حربی اور اس  
مسلم میں جو حربیوں کا مستامن ہے اگر پر عقد فاسد یا قمار بازی سے ہو . . . . . وہاں یعنی دار الحرب میں اس واسطے کہ حربی کا مال دار الحرب میں مباح  
ہے مانند حطب اور صید کے تو حلال ہوگا اس کی رضامندی سے ہر طرح بدوں و قمار بازی کے بخلاف ابو یوسف اور ائمہ ثلاثہ کے مصلحت ربوا میں دار الحرب  
کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر کا فر حربی دارالاسلام میں آوے گا اور مسلمان سے ایک دم عوض دو دم کے بیع کرے گا تو بالاتفاق جائز نہ ہوگا اور اہل بیت  
مال حربی کی تعلیل سے معلوم ہوتا ہے کہ بیاج اس وقت نہیں جب کہ زیادت مسلم کو حاصل ہو اور حالانکہ بیاج عام ہے مسلم کی طرف سے ہو یا حربی کی طرف سے  
اور جہاں مصلحت دونوں صورتوں کو شامل ہے کذا فی الطوطاوی فتح القدر میں ہے کہ ابو یوسف اور ائمہ ثلاثہ کی یہ دلیل ہے کہ نصوص حرمت ربوا مطلق  
میں خواہ دار الحرب میں رہو اور دارالاسلام میں اور طرفین کی دلیل یہ حدیث ہے کہ لا ربوا بین المسلم والحربی فی دار الحرب اور یہ روایت غریب ہے بسوط  
میں کہ اگر یہ حدیث محمول کی تراخیل سے ہے اور محمول ثقیب ہے اور ایسے شخص کی اصل حدیث مقبول ہے اور دوسری دلیل یہ ہے کہ قبل ہجرت جب سورہ  
روم نازل ہوئی تو صدیقؑ نے غلبہٴ دم کی فارس پر شرط کی تھی مشرکین مکہ سے اور حکم صاحب شرع عمالی شرط کا زیادہ کر لیا تھا پھر جب اہل روم  
فارس پر غالب ہوئے تو صدیقؑ نے مال مشروط مشرکین مکہ سے لیا اور یہ بعینہٴ قارہ ہے اور مکہ اس وقت دار الحرب تھا اور تیسری دلیل یہ ہے کہ  
مال اہل حرب مباح ہے بشرط عدم عذر اور اطلاق نصوص کا مال محظور میں ہے نہ مال مباح میں اور علمائے مذہب نے درس میں التزام کیا ہے کہ مصلحت  
ربوا اور قمار سے فقہاء کی مراد وہ ہے کہ زیادت مسلم کو حاصل ہو اگرچہ اطلاق جواب اس کے مخالف ہے اتھی مافی الفتح لخصا و حکم من السلم فی دار  
الحرب ولم یہا جو کھرنی فلیسلم الربوا مہ خلافا لعمالان مال غیر معصوم فلو یجوز اینا تم ماد الیوم فلا ربوا اتفاقا جو ہرہ قلدت ومنہ لعلم حکم من اہل ائمہ  
ولم یہا جو کھرنی مسلمان ہو گیا اور الحرب میں اور اس نے دارالاسلام کی طرف ہجرت نہ کی اس کا حکم حربی کے مانند ہے تو مسلم کو اس کے ساتھ بیاج  
درست ہے بخلاف ابو یوسف اور شافعی کے اس واسطے کہ اس کا مال قبل ہجرت کے معصوم نہیں اگر اس نے ہجرت کی ہماری طرف بعد اس کے پھر گیا  
اہل حرب کی طرف تو ربوا بالاتفاق نہیں کذا فی الجہاد میں کہتا ہوں مصنف کے قول سے معلوم ہو گیا حکم ان دونوں شخصوں کا جو دار الحرب میں مسلمان  
ہوئے اور دارالاسلام کی طرف انھوں نے ہجرت کی کیونکہ دونوں حربی کے مانند ہیں حکم میں م یہ جو شایع ہے جو ہرہ سے نقل کیا کہ در صورت اسلام و ہجرت  
لے شرکت خلافت اور تان کویاں ہند میں گنہگار ہے بل کہ ہر شایع ہے کہ ایسی شخصیت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے صحابی کا واسطہ ذکر نہ کرے

رہوا نہیں سو غلط ہے ٹھیک یہ ہے کہ اس صورت میں یا اتفاق رہو جائز نہیں جیسا کہ منخ الغفار میں ہے کذا فی الطحاوی اور اسی طرح نہر الفائق میں ایضاً  
کرانی سے منقول ہے کہ جب اس نے ہماری طرف ہجرت کی اور پھر گیا ان کی طرف تو اس کے ساتھ بیاج جائز ہیں والحاصل ان اللہ حرام الا فی ہذہ است مسائل  
اور خلاصہ یہ ہے کہ بیاج حرام ہے مگر ان چھ مسئلوں میں حرام نہیں م صواب یہ تھا کہ شارح چھ کی جگہ پانچ کہتا مہاجر کو ساقط کر کے امیان کو اپنے غلام کے ساتھ  
۲ دو شریک مفاوض ۳ دو شریک عنان ۴ مسلم کو حربی کے ساتھ دار الحرب میں ۵ مسلم کو اس کے ساتھ جو دار الحرب میں مسلمان ہوا اور اس نے ہجرت نہ  
کی اور اگر وہ مسلم غیر مہاجر کو مسئلہ سادہ قرار دیکھیے تو صحیح ہے واللہ تعالیٰ اعلم کذا فی الطحاوی۔

باب الحقوق فی البیع | آخر التبعیتہا ولتبعیتہ ترتیب الجامع الصغیر یہ باب ہے بیع کے حقوق میں مصنف نے اس باب کو مسائل بیع کے پیچھے لایا  
لسبب تابع ہونے حقوق کے اور بسبب اتباع ترتیب جامع صغیر کے م حقوق جمع ہے حق کی اور اصطلاح فقہ میں حق وہ ہے

جو بیع کا تابع ہو اور بیع کے واسطے ضروری ہو اور مقصود نہ ہو مگر بیع کے سبب سے چنانچہ راہ وغیرہ چونکہ مصنف نے محمد کی جامع صغیر کی ترتیب کا احترام  
کیا ہے لہذا باب الحقوق کو بعد مسائل بیوع کے لایا والا قیاس یہ چاہتا تھا کہ اول کتاب البیوع میں قبل خیار کے اسکو ذکر کرنا مشتری بتیاقوہ آخر لایدخل

فیہ العلو مثلث العین ولو قال بکل حق ہولہ او بکل قلیل وکثیر ما لم یخص علیہ لان الشئ لا یتبع مثله خرید کی کو ٹھری جس پر دوسری کو ٹھری ہے تو اس  
خرید میں بالا خانہ داخل نہ ہوگا اگر بیع نے بیع کے وقت بکل حق ہو لیا بکل قلیل وکثیر کہا ہوتا وقتیکہ تصریح نہ کر دی بالا خانہ کی بیع کی اس واسطے کہ

چیز اپنی برابر الی چیز کی تابع نہیں ہوتی شارح نے کہا لفظ علو مثلث العین ہے یعنی عین پر حرکات ثلثہ جائز ہیں اور لام بہر حال ساکن ہے م دریافت  
کہ تا چاہیے کہ یہاں تین چیز معلوم کرنا ضروری ہے بیت اور منزل اور دار کا بیت وہ ہے جس کی ایک چھت ہو اور شب باشی کے واسطے وہ بنا ہو اور بعضوں

کے نزدیک بیت میں ڈیوڑھی کا ہونا بھی شرط ہے اور حکم اس کا یہ ہے کہ بیت کی بیع میں بالا خانہ داخل نہیں ہوتا اگرچہ بکل حق ہو یا بکل قلیل وکثیر اس نے کہا ہو  
اس واسطے کہ بالا خانہ بیت کے مانند ہے مسقف ہونے اور شب باشی میں اور شبی اعلیٰ کی تابع ہوتی ہے نہ برابر کی اور منزل بیت سے فوق اور دار سے کمتر ہے

یعنی وہ مکان جو دو تین بیوت پر مشتمل ہو جس میں مات دن آدمی رہیں اور اس میں باورچی خانہ اور پاخانہ بھی ہو مگر اس کا صحن غیر مسقف نہیں اور اس میں اصطلح  
نہیں اور دار نام ہے اس سیاحت کا جس کے گرد حدود ہوں اور وہ مکان بیوت اور اصطلح اور صحن غیر مسقف پر مشتمل ہو کذا فی الفتح وکذا لایدخل العلو

بشرائط منزل ہو الا اصطلح فیہ الا بکل حق ہولہ او بمرافقہ ای حقوقہ کطریق ونحوہ عند الشانی المرافق المنافع اشباہ اور اسی طرح بالا خانہ داخل نہیں منزل  
کی خرید میں منزل وہ ہے جس میں اصطلح نہیں مگر بکل حق نہ یا بمرافق البتہ بالا خانہ داخل خرید ہوگا مرفق سے مراد حقوق ہیں چنانچہ راہ وغیرہ اور ابو یوسف

کے نزدیک مرفق سے منافع مراد ہیں کذا فی الاشباہ مرفق جمع ہے مرفق کی بکسر میم وفتح فامرفق عبارت ہے توابع سے چنانچہ شرب اور میل اور حق وہ ہے  
جو بیع کا تابع ہو اور بکل قلیل اور کثیر کا لفظ بطریق مبالغہ مذکور ہوتا ہے تا تابع کا حق بیع سے ساقط ہو جاوے اس کی متصل چیزوں سے اور جامع الفصولین میں

ہے کہ حقوق عبارت ہیں میل اور طریق وغیرہ سے بالاتفاق اور مرفق ابو یوسف کے نزدیک منافع داروں اور ظاہر الروایہ میں مرفق حقوق ہیں کذا فی النہر او بکل  
قلیل وکثیر ہو فیہ او منہ یا بالا خانہ منزل کی خرید میں داخل ہوتا ہے بکل قلیل وکثیر ہو فیہ او منہ سے یعنی جو قلیل اور کثیر کہ منزل میں داخل ہے یا اس سے متعلق

ہے وہ بیع ہے م چونکہ منزل دار اور بیت دونوں سے مشابہ ہے لہذا بالا خانہ بمرافق داخل ہوگا دار کی مشابہت سے اور اگر ذکر توابع نہیں تو داخل نہ ہوگا بیت  
کی مشابہت سے ویدخل العلو بشرائط دار وان لم یندر شمساً ولو الا بیتہ تیراب او بخیم اور داخل ہوگا بالا خانہ دار کی خرید میں اگرچہ کچھ مذکور نہ ہو یعنی بلا ذکر

حقوق یا مرفق یا قلیل وکثیر بالا خانہ دار کی بیع میں داخل ہے اگرچہ مکانات دار کے مٹی کے ہوں یا خیمے یا ترگاہ و ہذا التفصیل عرف الکوفہ و فی عرفنا یدخل العلو بلا ذکر  
لے اور ہمارے عرف میں بالا خانہ داخل ہے بدون ذکر کے سب صورتوں میں خود بیع بیت ہو جس پر بالا خانہ ہو خواہ منزل کی طرح کی ہو کیونکہ بیع میں ہر کسی کو مانگتے ہیں گو بالا خانہ ہی ہو برابر کی ہو یا چوہ



فی الصور کما فتح وکانی سواد کان البیوع بیتا فوہ بلوا وغیرہ الا دار الملک قسسی سرا کا نہر اور یہ تفصیل بیت اور منزل دار کی بموجب رواج کو فز کے ہے اور جہاں عرف میں  
 بالانہ داخل بیع ہو جاتا ہے وہاں اس کے ذکر کے سبب صورتوں میں کذا فی الفیض والکافی خواہ بیت کے اور بالانہ جو یا سوائے اس کے مگر در السلطان قسسی  
 بسای ہے کذا فی النہر استثنائاً لکن دار ملک کلام سابق سے مرتبط نہیں اور یہ غلط ہے بلکہ ہوا نہر الفانی کی عبارت کے حذف سے عبارت اس کی یہ ہے و فی عرفنا جبل  
 من غیر ذکر فی الصور کما سواہ کان البیوع بیتا فوہ بلوا منزل کذا لکن ان کل مسکن یسیر فی خانہ فی البیوع ولو علوا سواہ کان صغیرا کالبیت او غیرہ الا دار الملک  
 قسسی سوائے اسی اور چونکہ احکام کی طرف سے ہے تو ہر قیوم اور پہننے میں وہاں کے لوگوں کا عرف معتبر ہوگا کذا فی الطحاوی کما یدخل فی شراہ العار الکلیف و غیرہ  
 والا شجار التی فی مہنہا و کذا البستان الداخل وان لم یصح بذا لکن جیسے داخل ہوتا ہے دانکی خرید میں یا خانہ او پانی کا کنواں اور وہ درخت جو گھر کے من  
 واقع ہیں اور اس طرح داخل بیع ہے وہ باغ جو گھر کے اندر داخل ہے اگرچہ اس کے بیع کی تصریح نہ کی ہو لکن البستان الخارج الا اذا کان اصغر منہا  
 فیدخل تبعاً ولو مثلما او اکبر فلا الا بالشرط فی بیع یعنی داخل بیع نہیں ہے باغ گھر کے باہر کا مگر اس وقت داخل بیع ہے بطریق بیعت کے جبکہ باغ گھر  
 سے چھوٹا ہو اور اگر گھر کے برابر ہو یا بڑا تو داخل نہیں مگر شرط سے کذا فی الازہی والعینی والطلی لانه دخل فی بیع الدار لبنا شاعلی الطریق فانخذت حکر لابل  
 حتی ونحوہ مما و قال ان مفضی فی الدار تدخل کالعلو اور چھتا داخل نہیں ہوتا گھر کی بیع میں اس واسطے کہ اس کی بنا راہ پر ہوتی ہے تو اس نے ماہ کا حکم  
 لیا مگر بذا کل حق یا مانع اس کے جو مذکور ہو چکا البتہ چھتا داخل ہوگا اور صاحبین نے کہا کہ اگر چھتے کا دروازہ گھر کے اندر ہے تو گھر کی بیع میں داخل ہے چھتے  
 کے ماتہ و یدخل الباب الا عظم فی بیع بیت او دار مع ذکر للرافق لانه من رافقہا خانیتہ اور بڑا دروازہ داخل ہوتا ہے بیت اور دار کی بیع میں ذکر  
 مرفق کے ساتھ اس واسطے کہ دروازہ گھر کے مرفق میں داخل ہے کذا فی النانیہ لایدخل الطریق والمسیل والشرب الا نحو کل حق ونحوہ مما داخل بیع نہیں  
 راہ اور پانی کی جگہ اہالی یعنی کی باری مگر مذکور کل حق سے جو مذکور ہو چکا یعنی بذا مرفق یا کل قلیل و کثیر مدم دخول طریق سے طریق خاص مراد ہے جو انسان  
 کی ملک میں ہے لیکن وہ راہ جو کوہ پیر یا فذ کی طرف ہے وہ داخل بیع ہے چنانچہ بمرالائق میں مرفق سے منقول ہے اور گھر کی ماہ کا عرف اس گھر کے دروازے کے  
 عرف اس گھر کے دروازے کے عرف کے برابر ہے اور طول اس کا شاع عام تک ہے چنانچہ قستانی میں ہے اور مسیل وہ مکان ہے جس پر بارش وغیرہ کبابی  
 ہوتا ہے اور شرب بکراہل و کون ثانی عبارت ہے پانی کے حصے سے کذا فی الطحاوی بخلاف الاجارۃ لدار و ارض فدخل بلما ذکر لانا نقصد لا نفع وغیر  
 بخلاف گھر اور زمین کے اہارے کے تو طریق اور مسیل اور شرب اجارہ میں داخل ہوں گے بلا ذکر حقوق اور مرفق کے اس واسطے کہ عقد اجارہ انتفاع کے واسطے  
 ہے نہ سوائے اس کے یعنی اس میں بلا طریق وغیرہ کے انتفاع حاصل نہیں بخلاف بیع کے کہ اس میں قطع نظر انتفاع کے ملک رقبہ بھی مقصود ہے والزمین  
 والوقف خلاصہ اور بخلاف زمین اور وقف کے کذا فی النامی صلی ماہ اور وقف میں طریق اور مسیل اور شرب بلا ذکر حقوق داخل ہیں ولو اقر بدار او صلح  
 علیہا او اوصی بہا ولم یذکر حقوقہا و رافقہا لایدخل الطریق کا بیع اور اگر ایک شخص نے گھر کا اقرار کیا کہ فلا نے کا ہے یا اس پر صلح کی یا اس گھر کی بیعت  
 کی کسی شخص کے واسطے اور اس نے گھر کے حقوق اور مرفق ذکر نہ کیے تو ماہ داخل نہ ہوگی بیع کے مانند ولایدخل فی القسۃ وان ذکر الحقوق والرافق لا یجری  
 مرفق نہر فی الفیض اور قیمت میں ماہ داخل نہیں اگرچہ حقوق اور مرفق مذکور ہوں مگر مرفق رضامندی سے کذا فی النہر من الفیض و فی الحواشی البیعوتیۃ یعنی  
 ان یکن المرء یبیع لولا یقصد بہ انتفاع قلت ہو جید لولا مخالفتہ للمنفقول کامر و لفظ الخلاء صریحاً فی طریق فی الرہم والصدقۃ الموقوۃ کلہما رة  
 والحدۃ المصنف تبعاً لمراد حواشی لیتویہ میں مرفق میں ہے کہ مرفق بیع کے مانند ہوا اس واسطے کہ مرفق سے انتفاع مقصود نہیں ہوتا میں کتاہوں  
 کی کلا ہوید ہے ان کی مخالفت منقول سے نہ ہوتی چنانچہ خلاصہ سے مذکور ہو چکا اور عبارت خلاصہ کی ہے اور داخل ہے طریق میں اور صدقہ موقوفہ  
 کے میں جو کہ مستعمل ہانی کے واسطے بنائے ہیں وہاں تجدید عرفین طول طریق دار۔

اجارے کے مانند اور اس قول پر مسنف نے اعتماد کیا ہے بحر الراق کا تابع ہو کر نعم یعنی ان یكون العتق والتكاح والمخلع والعق علی مال کا بیع والوجه فیہ لا یخفی انتہی ان لائق یوں ہے کہ ہبہ اور نکاح اور خلع اور عتق جو من مال بیع کے مانند ہو عدم دخول طریق میں اور وجہ اس کی محفی نہیں انتہی مافی النہرم ہبہ وغیرہ میں استحداث ہے اس ملک جو سابق میں نہ تھی تو اشیاء مذکورہ مانند بیع ہوئیں تو مناسب ہے کہ ان میں بیع کا حکم جاری ہو کہ ان فی الطحاوی کا ہو طلب الحق یہ باب ہے استحقاق کے احکام میں استحقاق لغت میں عبارت ہے طلب حق سے م اور استحقاق اصطلاح میں عبارت ہے ہوجانے شخص سے مستحق واسطے ایک شے کے حق اس باب کا یہ تھا کہ تمام ابواب بیوع کے بعد مذکور ہونا کیونکہ عبارت ہے ظہور عدم صحت بیع سے بعد تمام ہونے بیع کے ولیکن جب کہ استحقاق مستحق سے مناسب ہو الفظا ومعنی لہذا اس کے بعد مذکور ہوا کہ ان فی الطحاوی الاستحقاق نوعان احدہما مبطل للملک بالکلیۃ والحق والحرۃ الاصلیۃ ونحوہ کتدبیر و کتابتہ استحقاق دو قسم ہے ایک قسم مبطل ہے ملک کی بالکل چنانچہ مستحق اور اصلی ہونا اور مانند اس کے جیسے مدبر اور مکاتب ہونا م یعنی جب یہ ثابت ہو کہ بیع غلام آزاد یا حر اصلی یا مدبر یا مکاتب ہے تو یہ استحقاق بائع اور مشتری کی ملک بالکلیۃ مبطل ہے وثانیہما ناقل رہن شخص ائی آخر کالاستحقاق یہ ای بالملک بان ادعی زید علی بکر ان مافی یدہ من العید ملک نہ و برہن اور قسم ثانی استحقاق کی ملک کی نقل کرنے والی ہے ایک شخص سے دوسرے کی طرف چنانچہ ملک کے سبب سے مستحق ہونا اس طرح پر کہ زمین بکر پر دعویٰ کیا کہ جو اس کے قبضے میں غلام ہے وہ میرا مملوک ہے اور اس پر گواہی گدرائی فالناقل لا یوجب فسخ العقد علی الظاہر لانہ لا یوجب بطلان الملک تو استحقاق ناقل ہے فسخ عقد کا موجب نہیں بنا بر ظاہر الروایۃ کے اس واسطے کہ ناقل بطلان ملک کا موجب نہیں م یعنی عقد سابق مستحق کی اجازت پر موقوف رہیگا اور تادم رجوع مشتری فسخ عقد نہ ہوگا والحاکم بحکم علی ذی الید و علی من تعلق ذوالید الملک منہ ولو ورثہ فیتعدی الی بقیۃ الورثۃ اشباہ فلا یشیع دعوی الملک منہم للحکم علیہم اور استحقاق کا حکم کرنا یہ حکم ہے قالین پر اور اس شخص پر جس سے قالین نے ملک حاصل کی اگرچہ وہ شخص قالین کا مورث ہو تو یہ حکم باقی وارثوں تک متعدی ہوگا کہ ان فی الاشباہ تو مسموع نہ ہوگا دعوی ملک کا اشخاص مذکورین سے کیونکہ ان پر حکم ہوتا ہے یعنی جب حکم استحقاق بقیہ ورثہ تک متعدی ہو تو اب کوئی وارث من حیث الارث دعوی نہیں کر سکتا بل دعوی النتاج بلکہ دعوی نتاج کا مسموع ہوگا اس طرح پر کہ بائعین میں سے کوئی بائع کہے کہ میں تمہیں پھیرتا کیونکہ مستحق کا ذب ہے اس واسطے کہ بیع میرے ملک میں جی ہے یا میرے بائع کی ملک میں بواوسطہ یا بلا واسطہ کہ ان فی الحلی مخلصا ولا یرجع احد من المشتري علی بالعمہ مالم یرجع علیہ ولا علی الکفیل مالم یقض علی المكفول عنہ لئلا یجتمع ثمنان فی ملک واحد لان بدل المستحق مملوک اور کوئی مشتری ثمن نہ پھیرے اپنے بائع سے جب تک اس سے ثمن نہ پھیر لیا جاوے یعنی مشتری اوسط رجوع ثمن نہ کرے تا وقتیکہ مشتری اخیر اس سے نہ رجوع کرے اور نہ ثمن سے ثمن پھیرے جب تک مکفول عنہ پر قاضی کا حکم نہ ہو کہ وہ ثمن ایک ملک میں مجتمع نہ ہو جاوے اس لیے کہ چیز مستحق کا بدل مملوک ہے م اجتماع ثمنین کی تعلیل غیر مشتری اخیر اور غیر بائع اول میں ظاہر ہوتی ہے یعنی بائعین متوسطین میں اس واسطے کہ متوسطین میں سے ہر واحد کے پاس ایک ثمن ہے تو اگر یہ شخص متوسط ثمن پھیرے قبل پھیر دینے کے تو اس کی ملک میں دو ثمن مجتمع ہو جاوے اور حالانکہ یہ جائز نہیں ولو صالح لشیء ثقیل او ابرا عن ثمن بعد الحکم نہ رجوع علیہ لئلا یجمع علی بالعمہ ایضا لئلا یزال البدل عن ملک اور اگر مشتری نے صلح کر لی بائع سے کتر چیز پر یا ثمن سے بائع کو بری اللذمہ کر دیا بعد اس بات کے کہ قاضی کا حکم ہو گیا مشتری کو بائع سے ثمن پھیر لینے کا تو مشتری کے بائع کو اپنے بائع سے ثمن پھیر لینا جائز ہے بسبب نائل ہونے بدل کے مشتری کی ملک سے یعنی جب مشتری نے حکم رجوع کے ابرا لئلا یجمع ثمن سے تو گویا اس نے بائع سے لیا کہ ان فی الطحاوی ولو حکم للمستحق فصالح المشتري لم یرجع لانہ بالصالح البطل حق الرجوع وتمام فی جامع الفصولین اور اگر مستحق کے واسطے حکم ہوا کہ مشتری سے مستحق نے صلح کر لی کچھ ثمن دے کہ تو اب مشتری بائع سے ثمن نہ پھیرے اس واسطے کہ مشتری نے صلح سے حق رجوع کو باطل کر دیا الطحاوی بیان اس کا جامع الفصولین میں ہے

م یعنی مستحق مشتری سے کہا کہ یہ عقود انہیں مجھ سے لے اور بیع مجھ کو دے تو اب مشتری اپنے بائع سے رجوع نہیں کر سکتا و المبطل یوجب ای یوجب  
 فسخ العقود اتفاقاً اور استحقاق مبطل یوجب ہے فسخ عقود کا اتفاق یعنی جو عقود کہ بائعین میں ہماری ہوئے ان کے فسخ ہونے میں قاضی کے  
 حکم کی کچھ حاجت نہیں کنانی اللہ وکل واحد من البیوع علی بائعہ وان لم یرجع علیہ تو ہر ایک مشتری کو حق پھیر لینا اپنے بائع سے جائز ہے  
 اگرچہ اس مشتری سے جس نے پھیر لیا ہو ویرجع ہو ایضا کذا علی الکفیل ولو قبل القضاء علیہ لعدم اجتماع الثمنین بذیل الحرام لایملک اور مشتری  
 اسی طرح اپنے بائع کے ضامن سے بھی پھیر لے کر پھر قاضی کا حکم ضامن پر پھیر دینے کا نہ ہو اور بسبب عدم اجتماع ثمنین کے اس واسطے کہ آزاد کا بدلہ مملوک  
 نہیں ہوتا بخلاف استحقاق ناقل کے چنانچہ مذکور ہو چکا و العلم بالحرۃ الاصلیۃ حکم علی الکافۃ من الناس سواء کان بیئۃ او بقول انہ لولہ المبیع من اقرار  
 باللق اشباہ اور اصل آزادی کا حکم سب آدمیوں پر حکم ہے خواہ ثبوت آزادی گواہی سے ہو اور یا خود اس کے قول سے کہ میں آزاد ہوں بشرطیکہ اس قول سے  
 پہلے اس سے غلامی کا اقرار نہ ہو گیا ہو کہ انی لاشباہ صورت اس کی یہ ہے کہ زید نے خالد پر دعویٰ کیا کہ میرا غلام ہے خالد نے کہا کہ میں حرامی ہوں اور سابق میں  
 اس نے غلامی کا اقرار نہیں کیا اور دعویٰ گواہی سے عاجز ہوا اور قاضی نے اس کی حریت اصلی کا حکم کر دیا تو یہ حکم حریت کا سب لوگوں پر ہو گا کذا فی الجلی فلا تسمع  
 دعوی الملک من احدیہما سب لوگوں پر جو تو کسی شخص کی ملک کا دعویٰ اس پر سموع نہ ہو گا وکذا العتق و فرد عمر بنہ حرۃ الاصل اور  
 اسی طرح عتق اور فروغ عتق مانند حریت اصلیکہ کے میں م فروغ عتق کتابت اور تہیراہ استیلا ہے اور عتق سے مراد ہے جو ملک مطلق میں ثابت ہو واما حکم  
 بالعق فی الملک للورث فعل الکافۃ من وقت التایخ ولا یكون قضاء قبلہ کما بسطہ ملا خسر و یعقوب ہاشا فا حفظہ فان اکثر الکتب عن خابۃ  
 اور عتق کا حکم مورخ میں سب خلق پر ہوتا ہے تاہم کے وقت سے اور حکم نہیں ہوتا قبل تایخ کے چنانچہ اس کو ملا خسر و اور یعقوب پاشا نے مشہع  
 بیان کیا ہے اس کو یاد رکھنا چاہیے کہ اکثر کتب فقہ اس تفرقہ سے خالی ہیں م خلاصہ یہ ہے کہ عتق کا حکم مطلق میں بمنزلہ اصلیکہ کے ہے کہ سب خلق  
 پر ہے تاہم کے وقت سے یعنی قبل تایخ سب پر حکم نہیں تو اگر زید نے بکر سے کہا کہ تو میرا غلام ہے میں تیرا ملک ہوں پانچ برس سے اور بکر نے کہا کہ میں محمود کا غلام  
 تھا پھر برس سے سو اس نے مجھ کو آزاد کر دیا اور اس نے دعویٰ پر گواہ گزرنے تو زید کا دعویٰ منفع ہو گا پھر اگر ماد بکر سے کہے کہ تو میرا غلام ہے میں تیرا ملک ہوں سات  
 برس سے اور تو اب تک میرا مملوک ہے اور اس دعویٰ کو اس نے گواہی ثابت کیا تو حریت کا حکم منفع ہو گا اور بکر کا مملوک عتہ جائے گا کذا فی المطحطاون عن اللہ  
 و اختلاف فی القضاہ بالوقف قبیل کا حرۃ وقیل لا یتسمیہ فیہ دعوی ملک آخر وقت آخر ہو المختار و صحیح العادی اور فقہانہ اختلاف کیا ہے وقف  
 کے حکم میں جنہوں نے کہا کہ حریت کے حکم کا مذہب ہے اور بعضوں نے کہا کہ وقف حریت کے مانند نہیں تو وقف میں دوسری ملک اور دوسرے وقف کا دعویٰ سموع  
 ہو گا اور بھی قول مختلف ہے اور عادی نے اس کو صحیح کہا ہے و فی الاشباہ القضاہ یتعدی فی اربع حرۃ ونسب ونکاح وولاء و فی الوقف یقتصر علی ما صح  
 اور اشباہ میں ہے کہ قضا متعدی ہوتی ہے چار صورت میں حریت اور نسب اور نکاح اور ولای میں اور وقف میں قضا متعدی نہیں متصور ہے بنا بر قول اصح کے م یعنی  
 جب قاضی حریت کے نکاح کا ایک آدمی سے حکم کرے یا نسب یا ولای کا حکم کرے پھر دوسرے کا دعویٰ سموع نہیں و یثبت رجوع مشتری علی بائعہ  
 بالثمن اذا کان الاستحقاق بالبیئۃ لیسبب انہا جت متعدیۃ اثبات ہے ثمن پھیر لینا مشتری کا اپنے بائع سے جب کہ استحقاق گواہی سے ہوں واسطے  
 کہ آوے گا کہ شہادت بہت متعدیہ ہے اما اذا کان الاستحقاق باقرار مشتری او بکولہ او باقرار وکیل مشتری بالخصومتہ او بکولہ  
 نہ رجوع نہ جت قاصرہ اور اگر استحقاق مشتری کے اقرار سے ہو یا اس کے انکار قسم سے یا مشتری کی خصومت کے وکیل اقرار سے یا اس کے انکار قسم سے  
 تو ثمن پھیر لینا ثابت نہیں اس واسطے کہ اقرار جت قاصرہ ہے نہ متعدیہ و الاصل ان البیئۃ جت متعدیۃ نظر فی حق کافۃ الناس لکن لانی کل شیء کا جملہ  
 نے فقہانہ کا ترک کسی کو دہئے ہے

کلام الزبلی والعینی بل فی عتق ونحوہ کا مکرر المصنف اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ شہادت حجت متعدیہ ہے جس کا ظہور سب آدمیوں کے حق میں ہوتا ہے لیکن ہر چیز میں نہیں جیسا کہ ظاہر کلام زبلی اور عینی کلیہ ہے بلکہ عتق اور اس کے مانند یعنی کتابت اور تدبیر اور استیلا اور نکاح اور نسب اور دلاعتاقہ میں چنانچہ مذکور ہو چکا ذکر کیا ہے اس کو مصنف نے اپنی شرح میں لالا اقرار بل ہو حجتہ قاصرة علی المقر لعم ولایتہ علی غیرہ مذا اقرار یعنی اقرار حجت متعدیہ نہیں بلکہ اقرار حجت قاصرہ ہے مقر بسبب نہ ہونے ولایت مقر کے اپنے غیر پر چونکہ مقر کی ولایت غیر پر ثابت نہیں لہذا اس کا اقرار اس پر حجت ہے نہ غیر پر بخلاف شہادت کے اس واسطے کہ شہادت حجت نہیں ہوتی مگر قاضی کے حکم سے اور قاضی کو ولایت عامہ حاصل ہے لہذا کافی تاس کے حق میں نافذ ہے کذا فی المنع بقی لواجتماعان ثبت الحق بہما قضی بالا اقرار الا عند الحاجتہ فالبیعتہ اولی فتح و نہر باقی رہا یہ احتمال کہ اگر شہادت اور اقرار دونوں مجتمع ہوں سو اگر حق دونوں سے ثابت ہو تو اقرار پر حکم کیا جائے گا مگر حاجت کے وقت پھر تو شہادت پر حکم کرنا اولی ہے کذا فی الفتح والنہم اجتماع کی صورت یہ ہے کہ مدعی نے اپنا دعویٰ شہادت سے ثابت کیا پھر مدعا علیہ نے اس کی ملک کا اقرار کیا تو یہاں اقرار پر حکم ہو گا اس واسطے کہ گواہی منکر پر مسموع ہوتی ہے نہ مقر پر مگر جب کہ حاجت پڑے چنانچہ مشتری کو بائع سے ثمن پھیر لینے کی حاجت ہو تو گواہی اقرار پر مقدم ہے کذا فی الطحاوی فلو استخفت بیعہ و ولدت عند مشتری لا باستیلا وہ بیعتہ فیہا و ولد لا بشرط القضاء یہ ای بالولد فی الاصح زبلی و کلام البزازی یفید تقييدہ بما اذا سکت الشہود فلو بینا ان لندی الید او قالوا لاندري لا یقضی بہ نہر پھر اگر وہ بیع جو جنی مشتری کے پاس بلا استیلا مستحق غیر کی نکلی گواہی سے تو اس کا بچہ اس کے تابع ہو گا بشرطیکہ قاضی کا حکم دلہر ہو گیا ہو قول اصح میں کذا فی الزبلی اور بزازی کا کلام مفید ہے اس تقييد کا جب کہ گواہوں نے سکوت کیا ہو سو اگر گواہوں نے یہ بیان کر دیا ہو کہ بچہ قابض کا ہے یا یوں کہا ہو کہ ہم نہیں جانتے تو قاضی ولد کا حکم نہ کرے کذا فی النہر ثم استیلا وہ لا یمنع استحقاق الولد البیتہ فیکن وللاذکور حرا باقیمہ مستحق کما فی باب دعویٰ النسب پھر دریافت کرنا چاہیے کہ قابض کا استیلا ولد کے استحقاق کو گواہی سے مانع نہیں تو شخص معرور کا ولد آزاد ہو گا اس کے مستحق کو ولد کی قیمت دے کر چنانچہ دعویٰ نسب کے باب میں مذکور ہو چکا وان اقر ذوالید بہما رحل لا یتبعہا فیا نذما وسدہ والفرق مامری الاصل اور اگر قابض نے لوندی کا اقرار کیا ایک مرد کے واسطے تو اس کا بچہ لوندی کا تابع نہ ہو گا تو وہ مرد فقط اس لوندی کو لے گا اور فرق گواہی اور اقرار کا مذکور ہو چکا قاعدہ مذکورہ میں یعنی گواہی حجت متعدیہ ہے اقرار حجت قاصرہ و ہذا ذم ید عن المقر فلو اذاعہ تبعہا و کذا سائر الزوائد نعم لا ضمان بہلا کما کذا وائد المنصوب اور یعنی نہ تابع ہونا ولد کا بیعہ کے اس وقت ہے جب کہ مقر نے ولد کا دعویٰ نہ کیا ہو اور اگر دعویٰ کیا ہو گا تو ولد تابع ہو گا اپنی والدہ کا اور ایسا ہی حکم ہے باقی زوائد کا چنانچہ درخت کے پھل درخت کے قلع نہیں اگر مستحق کے واسطے قابض کے درخت کا اقرار کیا مگر در صورت دعویٰ مقر لہاں یہ البتہ ہے کہ ہلاک زائد سے ضمان میں مانند زوائد منصوب کے ولم یذکر لکن لان فی حکم الاقرار قستانی معریا للعدایۃ اور مصنف نے انکار قسم کو مذکور نہ کیا اس واسطے کہ وہ اقرار کے حکم میں ہے چنانچہ قستانی نے اس کو ذکر کیا ہے عمادیہ کی طرف منسوب کر کے و منع التناقض ای التذاع فی الکلام دعویٰ الملک لعین او منفعة لما فی الصغری طلب نکاح الامہ یمنع دعویٰ تمکک اور تناقض یعنی مخالفت کلامی ذات یا منفعات کے دعویٰ ملک کی مانع ہے اس واسطے کہ صغریٰ میں ہے کہ لوندی کا نکاح طلب کرنا اس کے مالک ہونے کا دعویٰ کا مانع ہے ہم تناقض اس واسطے مانع ہے کہ قاضی کلام متناقض پر حکم نہیں کر سکتا اس واسطے کہ ایک دوسرے سے اولیٰ نہیں تو دونوں ساقط الاعتبار ہوئے چنانچہ ایک لوندی کے مالک ہونے کا دعویٰ کرنا پھر اس سے نکاح کی درخواست کرنا صریحا متناقض ہے کیونکہ مملوک منکوحہ نہیں ہوتی یہ مثال ملک میں کے دعویٰ کے اور ملک منفعات کی یہ مثال ہے کہ ایک عورت کے نکاح کا دعویٰ کرنا پھر اس کے نکاح کا پیغام دینا کیونکہ منعمہا لنفسہا بمنعہا لایا ذوق اور جیسے تناقض اپنی ذات کے دعویٰ کا مانع ہے اسی طرح اپنے غیر کے دعویٰ کا مانع ہے مگر جب کہ توفیق یعنی رفع تناقض ہو سکے ہم بزازی میں ہے کہ اول دعویٰ کیا کرے پھر دوسرے فلا نے لہ وہ شخص جس کو کسی عورت کا ہو کہ میں نکاحوں اور اس نے اس کے قول پر اعتماد کر کے اس نکاح کر لیا پھر دوسرے شخص نے اس پر دعویٰ کیا کہ یہی لوندی ہے اور ثابت کر دیا اول شخص مدعت اولاد قیمت والی ہو کر ہو گیا

مکمل کی ہے پھر دعویٰ کیا کہ دوسرے مول کی ہے تو یہ دعویٰ مقبول نہیں مگر در صورت توفیق اس طرح پر کہ یہ چیز میرے فلانے مول کی تھی جس نے مجھ کو خصوصیت میں  
 دیکھ لیا تھا پھر اس نے میرے دوسرے مول کے ساتھ اس کو بیچا اور اس نے مجھ کو خصوصیت سے واسطے دیکھ لیا کہ ذانی الطحاوی بل کئی مکان التوفیق غفلت  
 و تحقیق متفرقات القضاہ اور کیا امکان توفیق منع تناقض کے واسطے کافی ہے یا توفیق بالفعل بھی ضرور ہے اس میں اختلاف ہے علما کا اور اس کی ہم تحقیق کرنا  
 کتاب القضاہ متفرقات میں و فرود بنام لال کثیرہ یعنی کتاب الدعوی و منہادی علی انراہ اخوہ وادی علیہ النفقہ فقال المدعی علیہ لیس ہو باخی ثم مات  
 المدعی عن تزکۃ فہما المدعی علیہ لطلب میراثہ ان قال ہو اخی لم یقبل للتناقض و ان قال ابی او ابی قبل اور اس اصل یعنی منع تناقض کی بہت فرود میں  
 جو کتاب الدعوی میں آویں گی اور از انجملہ یہ ہے کہ دعویٰ کیا دوسرے پر کریمیل بھائی ہے اور اس پر نفقہ کا دعویٰ کیا سو مدعا علیہ نے کہا کہ وہ میرا بھائی نہیں  
 پھر منگی پھر متروکہ چھوڑ کر گیا تو مدعا علیہ آیا اس کی میراث طلب کرتا اگر اس نے کہا کہ وہ میرا بھائی تھا تو مقبول نہ ہوگا بسبب تناقض کے اور اگر اس نے کہا  
 میرا پاپ یا بیٹا تھا تو مقبول ہوگا م شام کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ مدعی نے اول اخوت کا دعویٰ کیا اس کے بعد مدعا علیہ نے ابوة یا نبوة کا دعویٰ کیا چاہے کہ  
 ایسا نہیں ہے اور شام کو یہ دھوکہ صاحب بحر وغیرہ کے کلام سے پڑ گیا بلکہ مطلب وہاں کا یہ ہے کہ اگر بجائے دعویٰ اخوة مدعی نبوة یا ابوة کا دعویٰ کرے گا تو  
 دعویٰ مدعا علیہ کا مقبول ہوگا کیونکہ اصول اور فرود کا تناقض مقبول ہے بخلاف اخوة کے کہ ذانی الطحاوی نے خلاصہ الحریۃ کلام تناقض دعویٰ حریت کا مانع نہیں  
 والاصل ان التناقض لا ینع دعویٰ ما ینفی سببہ کالنسب و الطلاق و کذلک لحریۃ اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ تناقض اس کے دعویٰ کا مانع نہیں ہے جس کا سبب  
 محض ہے چنانچہ نسب اور طلاق اور حریت ہم تناقض نسب کی صحت سے کہ زید کے پاس ایک غلام پیدا ہوا اور اس نے اس کو بیچا اور مشتری نے دوسرے  
 کے ساتھ بیچا پھر زید نے دعویٰ کیا کہ غلام اس کا بیٹا ہے تو دعویٰ اس کا سموع ہوگا اور بیع اول اور ثانی باطل ہوگی اس واسطے کہ نسب کی بنا طوق پر ہے اور یہ نطفہ  
 رہنا امر محض ہے تو مدعی تناقض میں ملود ہے اور اسی طرح اگر بولا کہ میں اس کا وارث نہیں پھر بولا کہ میں اس کا وارث ہوں تو سموع ہے اگر سبب تناقض نہ ہو کہ کہے  
 اور تناقض طلاق کی صورت یہ ہے کہ زید نے اپنے زوج سے طلع کیا پھر زید بگواہ لائی کہ زید نے اس کو قبل طلع کے طلاق دی تھی تو دعویٰ مقبول ہے اور طلع کلام  
 وہ پھیرے گی اگرچہ کلام تناقض ہے اس واسطے کہ زوجہ ایقاع طلاق میں مستقل ہے اور اس کی اطلاع زوجہ کو ضرور نہیں کہ ذانی الطحاوی عن علی بن فلوق قال  
 عبد مشتری اشترى فانا عبد لزید فاشترى منہ ما علی مقاتلہ فاذا ہوا حریر ای ظہر حریران کان البائع حاضر او غائباً فیدبہ معروفہ یعرف مکانہ  
 فلا شیء علی العبد لوجود القابض کو از غلام نے کہا مشتری سے کہ مجھ کو خرید کر کہ میں زید کا غلام ہوں سو اس نے خرید کیا اس کے کلام پر اعتماد کر کے اور وہ آزاد نکلا  
 یعنی اس کا آزاد ہونا ظاہر ہو گیا پس اگر بائع حاضر ہو یا بغیبت معروفہ غائب ہو یعنی مکان اس کا معلوم ہو تو غلام کو پرکھ نہیں بسبب موجود ہونے قابض کے یعنی  
 قابض سے نہیں پھیر لیا متصور ہے والا رجوع مشتری علی العبد بالثمن خلاف اللثامی اور اگر بائع حاضر نہ ہو یا مکان بغیبت اس کا معلوم نہ ہو تو مشتری غلام  
 سے نہیں پھیرے بخلاف ابو یوسف کے ہم مدراجہ ابو یوسف کا مذہب نہیں بلکہ ایک روایت ہے ان سے کہ ذانی الطحاوی عن ابی ہریرہ قال اشترى فلقوا ابی ہریرہ  
 فقط لا رجوع علیہ اتفاقاً اور اگر اس نے کہا کہ مجھ کو خرید کر فقط یا یوں کہا کہ میں غلام ہوں فقط تو اس پر رجوع نہیں بالاتفاق کہ ذانی اللہم عدم رجوع کی وجہ  
 پہلی صورت یہ ہے کہ کسی آزاد کی خریداس کی غلامی کے واسطے ہوتی ہے چنانچہ مسلم اسیر کی خرید اہل حرب سے اور عدم رجوع کی دوسری صورت میں یہ ہے کہ ایک  
 شخص غلام ہوتا ہے کسی کا اور اس کا خرید کرنا صحیح نہیں چنانچہ مکاتب کی خرید و رجوع العبد علی البائع اذ اظہر بہ اور غلام من پھیرے بائع جب  
 اس کو پاد سے بخلاف الرہن بان قال ابی ہریرہ فی من یصلی ان اشترى لریح لریح من عقد للمعاوضۃ لا للوثقۃ بخلاف رجن کہ ہر طرح  
 پر ایک شخص نے کہا تمہیں سے کہ تمہ کو رہی رکھے میں غلام ہوں پھر ظاہر ہو کہ وہ آزاد ہے تو سامن نہ ہوگا اصل اور قاعدہ یہ ہے کہ دھوکہ موجب ضمان  
 ہے عقد معاوضہ کے ضمن میں و عقد وثیقہ کے ضمن میں یعنی بیع میں ضمان اس واسطے ہے کہ وہ عقد معاوضہ ہے اور درمیں میں اس واسطے ضمان نہیں کہ وہ عقد وثیقہ

ہے نہ عقد معاوضہ باع مختار ثم برمن از وقف محکوم بلزوم قبل الا لالان مجرد الوقت لا یریل ملک بخلاف الاعتاق فتح واعتمده المصنف تبعاً للبع علی  
 خلاف ما صوبہ الذیلیعی ولقد تم فی الوقف ویسجی فی اخر الكتاب ایک شخص نے زمین بیچی پھر شاہد لایا کہ وہ زمین موقوف ہے جس کے لزوم وقف پر قاضی کا حکم ہو گیا ہے  
 تو یہ تناقض مقبول ہے اور نہیں تو نہیں یعنی وقف غیر محکوم کا تناقض مقبول نہیں اس واسطے کہ فقط وقف بلا حکم قاضی نزل ملک نہیں بخلاف اعتاق کے کذا فی الفتح  
 اور اسی قول پر مصنف نے اکتفا کیا بحوالہ ائق کی پیروی کر کے برخلاف تصویب ذیلیعی کے اور اس کا ذکر کتاب الوقف میں ہو چکا اور آخر کتاب میں اسے گام اشتراط حکم قاضی  
 لزوم وقف میں آیا کا قول ہے لغزوتی زوال ملک ہے مطلقاً اشتری شیئاً ولم یقبضہ حتی ادعاه ائرانہ لئلا یتصح دعواه بدون حضور البائع والمشتري للفقہاء  
 علیہما خرید کی ایک چیز اور اس پر قبضہ نہیں کیا تا ایک دوسرے شخص نے اس کا دعویٰ کیا کہ وہ چیز میری ہے تو دعویٰ کیا کہ وہ چیز میری ہے تو دعویٰ اس کا سموع نہیں بدوں حاضر  
 ہونے بائع اور مشتری کے تاکہ قاضی ان پر جاری ہو دو قاضی کہ بجز تمام برمن احد ہما علی ان المستحق باع من البائع ثم یباع من المشتري قبل ولزم البیع وتامر فی الفتح اور  
 اگر مدعی کے واسطے بائع اور مشتری کے سامنے حکم قاضی ہو جائے پھر بائع یا مشتری اس پر گواہ لائے کہ مستحق نے اس کو بائع کے ہاتھ بیچا تھا پھر بائع نے اس کو مشتری کے ہاتھ بیچا  
 تو مقبول ہے اور بیع لازم ہوگی اور پورا بیان اس کا فتح القدر میں ہے لا عبرة بتایخ الغیبة بل العبرة بتایخ الملك فلو قال المستحق عند الدعوی غابت عنی بئذ المدعی  
 منذ سنته فقبل الفقہاء بالمستحق خبر المستحق علیہ البائع عن القصة فقال البائع لی بیئنا انہا کانت ملکالی منذ سنتین مثلاً درمن علی ذلک لا یتصح الخصومة  
 بل یفتی بہا للمستحق بقاء دعواه فی ملک مطلق خال عن التایخ من الطرفين نہیں کچھ اعتبار غائب ہونے کی تاریخ کا بلکہ مالک ہونے کی تاریخ کا اعتبار ہے تو اگر مستحق  
 نے دعویٰ کے وقت کہا کہ میرے پاس سے یہ جانور غائب ہو گیا ایک برس سے تو قبل اس کے کہ قاضی مستحق کے واسطے جانور کا حکم کرے مستحق علیہ نے اس حال کے بائع کو خبر  
 کی سو بائع نے کہا کہ میرے پاس اس کے گواہ موجود ہیں کہ یہ جانور میرا ملوک تھا دو برس سے مثلاً اور اس پر گواہ لایا تو خصومت منقطع نہ ہوگی بلکہ مستحق کے واسطے جانور کا حکم  
 ہوگا بسبب باقی رہنے اس کے دعویٰ کے ملک مطلق میں جو خالی ہے تاریخ سے دونوں طرف سے یعنی دخول ملک اور خروج ملک کی تاریخ مذکور نہیں اگر کوئی کے کر بائع کے کام میں  
 تاریخ موجود ہے اس کا جواب یہ ہے کہ منخ الغفار میں محیط سے منقول ہے کہ ایک شخص کا تاریخ ذکر کرنا نام کے نزدیک معتبر نہیں تو ذکر تاریخ ساقطاً اعتبار ہے اور ملک مطلق کا دعویٰ  
 باقی ہے لہذا مستحق کو جانور کا حکم ہوگا کذا فی الطحاوی العلم بكونه ملک ایضاً لا یمنع من الرجوع علی البائع عند الاستحقاق فلو استولد مشتراً لعلیم غضب البائع  
 ایما کان الولد رقیباً لا یتعد الغرور ویرجع بائعین والی اقر بملکیت البیع للمستحق درر اس کا معلوم ہونا کہ بیع غیر کی ملوک ہے بائع سے من پھیر لینے کو استحقاق کے نزدیک  
 مانع نہیں تو اگر مشتری نے ام ولد بنایا اس خریدی کو نڈی کو جس کو جانتا ہے کہ بائع نے اس کو غضب کیا ہے تو ولد غلام ہوگا مالک کا بسبب ہونے فریک اور مشتری من پھیر بائع  
 سے اگر یہ ملکیت بیع کا واسطے مستحق کے اقرار کرتا ہو یعنی مشتری حقیقت حال سے مطلع ہے تو بائع کا فریب ثابت نہیں کہ ولد آزاد ہوتا وہی القینہ لو اقر بالملک لبائع ثم  
 استحق من یدہ ورجع لم یطبل اقرارہ فلو وصل الیہ بسبب امر تسلیم الیہ بخلاف ما اذا لم یقر لانه محتمل بخلاف النفس لہ قینہ میں ہے کہ اگر مشتری نے ملک بائع کا اقرار کیا پھر بیع مستحق غیر  
 نکلی مشتری کے قبض میں اور مشتری بائع سے من پھیر لیا تو مشتری کا اقرار باطل نہ ہوگا اگر بیع مذکور مشتری کو کسی سبب یعنی خرید یا ہب یا وصیت سے پہنچی تو اس کو حکم ہوگا کہ بیع بائع  
 کو تسلیم کرے بخلاف اس صورت کے جب کہ مشتری نے ملک بائع کا اقرار نہ کیا ہو کیونکہ محتمل ہے بخلاف بیع صحیح اقرار کے یعنی اگر پھر خرید کر ناطک بائع کا اقرار ہے لیکن یہ محتمل ہے  
 اور صحیح اقرار محتمل نہیں لاجیکم القاضی بسجل الاستحقاق بشهادة ان کتاب قاض کذا لان الخطیثہ الخطیثہ فلم یجز الاعتقاد علی نفس السجل بل لابد من الشهادة  
 علی منسوخہ لیقفہ للمستحق علیہ بالرجوع بالثمن حکم کرے قاضی استحقاق کی سبب پر اتنے ثبوت سے کہ یہ نوشتہ ہے فلان قاضی کا اس واسطے کہ ایک خط دوسرے خط سے مشابہت  
 رکھتا ہے تو فقط سبب پر اعتقاد جائز نہیں بلکہ سبب کے مضمون پر شہادت کا ہونا ضرور ہے تاکہ مستحق علیہ کے واسطے من پھیر لینے کا حکم دیا جائے ہم ذخیرہ میں ہے کہ بخلاف ایک  
 شخص کے پاس ایک گدھا مستحق غیر کا نکلا اور مستحق علیہ نے اس کی سبب پائی پھر بائع کو اس نے سمرقند میں پایا سو اس کو سمرقند کے قاضی کے پاس لے گیا اور من پھیر لینے کا لالہ کیا  
 اور قاضی بخاری کی سبب ظاہر کی اور بائع نے بیع کا اقرار کیا لیکن استحقاق اور سبب کا منکر ہوا تو مستحق علیہ نے گواہ گنجانے کر سبب قاضی بخاری کی سبب ہے تو سمرقند کے قاضی کو اس سبب کا تاثر  
 نہ یعنی غائب رفتانہ لازم آئے کہ

پھر بیٹے کا حکم دینا ہمارا نہیں تاؤ فیکہ گوہ اس کی گواہی زہریں ہر بخدا کے قاضی نے مستحق علیہ کے ماتھے سے گرا لیا کہ مستحق کو دیا اور مستحق علیہ کے واسطے فن پھیر لینے کا اس  
 بیٹے حکم یا کذا فی الطحاوی کذا الحکم فی ماسوی نقل بالشہادۃ والوکالۃ من ممانرہ سموت و ملک لان المقصود بکل منہا الزام الخضم بخلاف نقل کا ذہ شہادۃ  
 لانہما تسبیل العلم لتمامی فلانہم اسلام ولوا الخضم کافرا اس طرح عدم امتداد کا حکم ہے سوائے نقل شہادت اور وکالت کے بخدا ممانرہ اور سموات اور ملک کے اس واسطے  
 کہ ان میں ہر ایک سے الزام خضم کا مقصود ہے بخلاف نقل وکالت اور شہادت کے اس واسطے کہ دونوں قاضی کے علم حاصل کر لینے کے واسطے اور اس واسطے اسلام شہود لازم  
 ہے اگر خضم کافر ہو م یعنی شہادت اور وکالت میں تو البتہ کا نوشتہ کافی ہے اور محض راہ سبیل اور ملک بلا شہادت اس کے مضمون کے معتبر نہیں نقل شہادت کی یہ صورت ہے  
 کہ گواہوں نے خضم غائب پر گواہی دی تو قاضی اس پر حکم نہ کرے بلکہ گواہی لکھ لے تا قاضی مکتوب ایسے اس پر حکم کرے اور مکتوب شہود طریق کو سپرد کرے اور نقل وکالت  
 کی یہ صورت ہے کہ شہادتی نے قاضی کے سامنے کسی کو اپنا وکیل مقرر کیا تا وکیل ایک شخص پر دعویٰ کرے دوسرے قاضی کی حکومت میں اور قاضی وکالت نامہ لکھ کر یعنی  
 کو وکالت سے مطلع کرے محض وہ ہے جس میں قاضی حضور نصیبی امتدادی اور شہادت لکھے اور سبیل وہ ہے جس میں اسی کے مانند لکھے اور وہ اس کے پاس ہو اور ملک  
 وہ ہے جو شہری اور شیعی ہے جہاں کہہ لے کذا فی الطحاوی وللا رجوع فی دعویٰ حق مجہول من دار مصلح علی شیعی معین دستحق بعضنا لہو از عہدہ قیما بقی و  
 لہو استحق کلہا رد کل العوض لہ قول اللہ فی المستحق اور بدل صلح کا پھیر لینا نہیں ایک گھر کے حق مجہول کے دعویٰ میں جس کا مصداق ہو گیا شیعی معین پر اور بعض گھر  
 مستحق غیر نکلا اس واسطے کہ ہاؤنڈ ہے کہ مدعی کا دعویٰ باقی میں ہو دستحق میں اور اگر تمام گھر مستحق غیر نکلا تو تمام عوض پھیرا جائے گا بسبب داخل ہونے مدعا کے  
 مستحق میں و استفیہ منہ ای ہو جواب المسئلۃ امر ان احد ہما صحتہ الصلح عن مجہول علی معلوم لان جملا الساقط لا تقضی الی المنازعۃ والثانی عدم اشتراط  
 صحتہ اللہ دعویٰ لصحتہ لہما لہ للذی بحق لہ برہن لم یقبل بالم یبغ اقراہ برہن اس سے یعنی جواب مسئلہ مذکورہ سے دو ہر حال ہوئے ایک صحیح ہونا صلح کا دعویٰ مجہول سے  
 شیعی معین پر اس واسطے کہ نادانی نے ساقط کی نمازعت کو نہیں پہنچاتی دوسرے نہ مشروط ہونا صحت دعویٰ کا واسطے صحیح ہونے صلح کے بسبب مجہول ہونے اور پھر کے  
 جس کا دعویٰ کیا یا ایک اگر دعویٰ مجہول پر گواہ لادے گا تو مقبول نہ ہوں گے جب تک یہ دعویٰ نہ کرے کہ مدعا علیہ نے حق مجہول کا اقرار کیا ہے یعنی اگر اس اقرار گواہ لادے گا  
 تو گواہی مقبول ہوگی اور قریب سے زبردستی بیان کر لیا جائے گا کذا فی الطحاوی وارجح للذی علیہ بخصتہ فی دعویٰ کلہا ان استحق شیعی منہا الغنات سلطۃ البدل  
 اور سب گھر کے دعویٰ میں اگر کچھ اس میں سے مستحق غیر نکلا تو مدعا علیہ بقدر اس کے حصے کے پھیرنے بسبب فوت ہونے سلامت بدل صلح کے یعنی نام گھر کا مدعی نے دعویٰ  
 کیا اور مدعا علیہ نے مال معین دے کر اس سے صلح کر لی پھر بعض گھر مستحق غیر نکلا تو مدعا علیہ بقدر استحقاق مدعی سے پھیرے کیونکہ بدل صلح استحقاق کی جہت سے سلامت  
 نہ رہا قید بالمجہول لانه لو ادعی قدرہ معلوم لہم بجمع مادام فی یدہ ذلک المقدار وان بقی اقل جمع بحساب ما استحق منہ مصنف نے دعویٰ مجہول کی قید لگائی اس  
 واسطے کہ اگر مدعی قدر معین کا دعویٰ کرے گا پھر پانچ چوتھائی گھر کا دعویٰ تو بدل صلح کو نہ پھیرے جب تک اس کے ماتھے میں اس قدر یعنی چوتھائی باقی ہے اور اگر اس مقدار سے  
 کمتر باقی ہے تو استحقاق کے حساب سے موافق مدعی سے پھیرے یعنی مشکا مدنی نے ربع کا دعویٰ کیا اور استحقاق کے بعد مدعا علیہ کے پاس میں باقی رہا تو بقدر حصہ میں کے مدعی سے  
 پھیرے کذا فی الطحاوی فرغ مسند طبقہ شرح کالو صلح من الذانی علی رد اہم و قہمنا فاستحققت بعد التفرق جمع بالذانی لہا بل الصلح فی سنی المعروف فلذا استحق  
 البدل لعل الصلح فوجب الرجوع ورو فیہا فرغ او فلتنظر اگر ذانی سے صلح کی رد ہے پر اور اس پر قبضہ کیا سو در اہم مستحق غیر نکلا بعد تفرق ہونے کے تو ذانی کو پھیرے اس واسطے  
 کہ صلح ہنر لہو کے ہے پھر جب بدل صلح میں استحقاق ثابت ہو تو صلح باطل ہوگئی تو اصل یعنی ذانی کا پھیر لینا واجب ہو گیا کذا فی اللہ اور اس کتاب میں اسی طرح کی چند فروع  
 اور میں اس کو دیکھنا چاہیے فی المسئلۃ الحبیۃ صحتہ منہا اہم متلور حمیہ میں چند مسائل حمہ فروریہ میں انا بجدہ چند مسائل کوشان ذکر کرے ۵ لوستحقا ظہر لہ  
 نے محض راہ سبیل لغت کے اعتبار سے ایک ہی میں ہر دو صورتوں کو کہتے ہیں اور عرف حال رو سے محض عرف ہے اور سبیل باقی نہیں رہا اور شرح اطلاق کو ترجمہ لہو نے مستحق یا  
 کیا حاصل یہ کہ محض اس کو کہتے ہیں جس کو عرف حال کے طور پر صلح لہتے ہیں اور سبیل کا نام حال کے عرف میں مدعا ہے اور ملک کو قہار بولتے ہیں ۱۲

له علی البائع الرجوع بالثمن لذي له قد دفعه الا اذا البائع بهنا او عي بان كان قد اشتري به ذلك من المشتري بلامر ابا اكر بيعه كاستحقاق ظاهر هو لو اشتري كواس كالباع  
 سے اس ثمن کا پھیر لینا جو اس کو دیا ہے جائز ہے مگر جب کہ بائع نے یہاں پر دعویٰ کیا کہ میں نے اس بیع کو زمان قدیم میں ہی مشتری سے خرید کیا تھا بلا شک یعنی اگر اس دعویٰ کو  
 بائع نے ثابت کیا تو رجوع نہیں بشرط اتحاد ثمن اور اگر ثمن زیادہ ہے تو رجوع بقدر زیادت جائز ہے کذا فی الطحاوی ۵۔ لو اشتري خراة وانفقها ثمناً علی غیرہ  
 وطفقها ذاک لیسوی لبعدها اکا ماہایہ ثم استحق رجل تمامایہ فالشترنی ذاک لیس راجعاً علی الذی عد لتک بالعباء ولا علی ذاک المستحق مطلقاً بذالذی کان علیہا انفقاً  
 اگر وہ بران زمین خرید کی اور کچھ اس کی مرمت میں خرچ کیا اور اس مشتری نے بعد اس کے اس کے ٹیلوں کا برابر کرنا شروع کیا پھر ایک مرد اس تمام زمین کا مستحق نکلا تو مشتری اس  
 میں پھیر نہیں سکتا اس کے بائع سے اور نہ اس شخص مستحق سے مطلقاً پھیر سکتا ہے اس مال کو جو اس کی درستی میں صرف کیا م مستحق سے مطلقاً رجوع جائز نہیں د ثمن  
 کا نہ صرف تعمیر کا اور بائع سے رجوع صرف تعمیر جائز نہیں لیکن رجوع ثمن جائز ہے کذا فی الطحاوی ۵۔ وان بیع مستحقاً ظہراً ثم قضی القاضی علی من اشتري  
 به فصلاح الذی ادعاه ۶۔ صلحاً علی شئی له اداه ۷۔ یرجع فی ذاک کل الثمن ۸۔ علی الذی قد اعمه فاستثنى به اور ایک بیع مستحق غیر ظاہر ہوئی پھر قاضی نے مشتری پر استحقاق  
 کا حکم کیا سو مشتری نے اس کے مدعی سے کچھ اس کے مال مووی پر صلح کر لی تو مشتری اس امر میں تمام ثمن اس کے بائع سے پھیر لے یعنی اس واسطے کہ  
 گو یا مشتری نے بیع کو مستحق سے خرید کر لیا کذا فی الطحاوی و فی المینة شری دارا و بنی فیہا فاستحق رجوع بالثمن و قیمتة البناء مبني علی البائع اذا سلم النقص اليه يوم  
 تسلیم وان للیسلم فباثمن لا غیر اور منیہ میں ہے کہ ایک گھر خرید کیا اور اس میں عمارت بنائی پھر وہ گھر مستحق کو نکلا تو مشتری بائع سے ثمن اور بنی بنائی عمارت کی قیمت  
 جو اس کے تسلیم کے دن گھر سے پھیر لے بشرطیکہ منقرض یعنی لکڑی اور اینٹ وغیرہ بائع کے قبضے میں کر دے اور اگر قبضہ نہ کر دیا ہو تو فقط ثمن پھیر لے کچھ اور  
 کما لو استحققت بجمع بنا ثلثاً اقراران الاستحقاق متى ورد علی ملک المشتري لا یوجب الرجوع علی البائع بقیمة البناء مثلاً چنانچہ اگر گھر مستحق غیر کا نکلے اپنی تمام عمارت  
 کے ساتھ تو رجوع ثابت نہیں مگر ثمن کا اس واسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ استحقاق جب کہ ملک مشتری پر وارد ہوتا ہے تو بائع سے قیمت بنا کی مثلاً پھیر لینے کا موجب  
 نہیں ہوتا ولو حفر بئر او نفق البالوعة اور من الدار شیئاً ثم استحققت لم یرجع بشئی علی البائع لان الحكم یوجب الرجوع بالقیمة لا بالنفقة کما فی مسئلة الخبز حتی  
 لو كتب فی الصک فما انفق المشتري فیہا من نفقة اور من فیہا من مرمة فعلی البائع لیفسد البیع اور اگر مشتری نے کنواں کھو دیا یا نجاسات کا چھ بچہ پاک کیا یا گھر میں  
 کچھ مرمت کی پھر وہ گھر مستحق غیر نکلا تو اس قسم کا صرف اس کے بائع سے کچھ نہ لے اس واسطے کہ قاضی کا حکم استحقاق رجوع قیمت کا موجب ہے نہ رجوع صرف کا  
 چنانچہ ویران زمین کے مسئلہ میں مذکور ہو چکا یہاں تک کہ اگر بائع نے بیع نامے میں لکھا یا کہ جو مشتری گھر میں صرف کرے گا اور اس میں کچھ مرمت کرے گا تو وہ بائع کے  
 ذمہ ہے در صورت ظہور استحقاق تو بیع فاسد ہوگی م فساد بیع کی وجہ یہ ہے کہ یہ شرط ملائم بیع نہیں اور محقق اس کو مقتضی نہیں ولو حفر بئر او طوا یا یرجع بقیمة  
 الطی لا بقیمة الحفر فلو شرطاه فسد اور اگر کنواں کھو دیا اور اس کی من بنائی تو ثمن کی قیمت پھیر لے نہ کھو دینے کی قیمت تو اگر بائع لو  
 مشتری دونوں قیمت کی شرط کریں گے تو بیع فاسد ہوگی و کذا لو حفر ساقیة ان قنطر علیہا رجوع بقیمة بناء القنطرة لا بنفقة حفر الساقیة و بالجملة فانما یرجع  
 اذا بنی فیہا وغیر بقیمة ما یکمن نفقة و تسلیم الی البائع فلا یرجع بقیمة حص و طین و تمامہ فی الفصل الخامس عشر من الفسولین اور اسی طرح اگر نہیں کھو دی تو اگر  
 اس پر بل بنایا تو بنانے بل کی قیمت پھیر لے نہ نہر کھودنے کے خرچ کو اور خلاصہ یہ ہے کہ پھیر لینا تو اس وقت ہے جب کہ اس میں کچھ عمارت بناوے یا درخت  
 بو دے تو اس چیز کی قیمت پھیر لے جس کو توڑنا اور بائع کا اس پر قبضہ کر دینا ممکن ہو تو چونکہ اور مٹی کی قیمت نہ پھیر لے اور پورا بیان اس کا فسولین کی  
 پندرہویں فصل میں ہے دینہ شری کرنا فاستحق نصفه رد الباق ان لم یتغیر فی یدہ ولم یاکل من ثمرہ اور فسولین میں ہے کہ انکور کا باغ خرید کیا اور نصف باغ مستحق غیر  
 نکلا تو مشتری کو باقی باغ کا پھیر دینا جائز ہے اگر باغ اس کے پاس متغیر نہ ہو اور اس نے اس کا پھل نہ کھایا ہو ولو شری ارضین فاستحققت احدہما ان قبل  
 القیقین خیر المشتري وان لبعده لزم غیر مستحق بجملة من الثمن بلاخيار اور اگر دو قطعہ زمین کے خرید کیے اور ایک قطعہ مستحق غیر نکلا اگر استحقاق قبل قبض کے ہے تو مشتری حقاً





اور حکم مسلم کا ثابت ہونا ملک کا ہے ثمن میں مسلم ایسے کی ملک ثابت ہے اور مسلم فیہ میں رب السلم کی ترکیب میں لغو و شرتب ہے ہم رب السلم کی ملک مسلم فیہ میں باعتبار  
 وزن فی الذمہ ثابت ہے لیکن ملک فی العین بلا قبض ثابت نہیں کذا فی النہر و لیس فیما امكن ضبط صفتہ بحدودہ و درادۃ او صحیح ہے سلم اس چیز میں جس کی صفت کا  
 ضبط کرنا ممکن ہے چنانچہ اس چیز کا عمدہ ہونا اور ناقص ہونا صفت اور معرفت مقدار اس واسطے شرط صحت ہوئی کہ مسلم فیہ میں ہے تو اگر اس کی صفت  
 اور مقدار ممکن البضطہ ہو تو وہ مجہول ہوگا اور جہالت مفضی الی المنازہ ہوگی لہذا جائز نہیں و معرفت قدرہ مکمل و موزون و خرج بقولہ مضمن الدرہم والذمہ  
 لانہا اثنان فلم یجز فیہا السلم خلا فالملک او صحیح ہے سلم اس چیز میں جس کی معرفت مقدار کا ضبط کرنا ممکن ہو چنانچہ مکمل اور وہ موزون جو ثمن ہے ثمن کی قید سے  
 وراہم اور وناہر نکل گئے اس واسطے کہ درہم اور وناہر اگرچہ موزون ہیں لیکن یہ ثمن ہیں ثمن تو ان میں سلم جائز نہیں یعنی درہم اور وناہر مسلم فیہ نہیں ہوتے  
 بخلاف امام مالک کے و عدوی متقارب کجوز و بیض و قلس و کثری و شمش و تین و لین کبیر البیاد و ابر بلبین معین میں صفتہ و مکان منبرہ خلاصہ اور چنانچہ  
 عدوی متقارب المقدار جیسے اذوٹ اور اندھے اور پیسے اور مرد اور زر زدا و اور انجیر اور کچی اینٹ اور کچی اینٹ معین قالب کی جس کی صفت اور پلہ تھنے کا  
 مکان مصرح ہو گیا ہو کذا فی الخلاصہ عدوی متقارب سے مراد وہ ہے جس کی افراد قیمت میں متفاوت نہ ہوں اور اس کا ضمان بالمثل ہوتا ہو بجز اراقی میں کہا کہ جوز سے  
 جوز شامی اور جوز فرنگی مراد ہے بسبب عدم تفاوت کے نہ جوز ہندی و ذری کثوب میں قدرہ طولاً و عرضاً و صفتہ لفظی و کتان و مرکب منہما و صنعتہ کھل لاشام  
 او مسرا و زید او عمر و رقتہ او غلطہ و وزنہ ان بیع بہ فان الذی باج کما نقل وزنہ زادت قیمتہ و الحریکہ ما خف وزنہ زادت قیمتہ فلا بد من بیان مع الذرع اور چنانچہ  
 ذری یعنی وہ چیز جو گز سے ناپی جاتی ہے جیسے وہ کپڑا جس کی مقدار مصرح ہوگی ہو باعتبار طول اور عرض کے اور صفت اس کی مصرح ہوگی ہو چنانچہ روئی کا کپڑا کان  
 مشبوہ کا یا دونوں سے مرکب اور اس کی صفت کا بیان ہوگی چنانچہ شام کا بنا یا مصر کا یا زید کا بنا یا عمر کا اور یہ تصریح ہوگی ہو کہ باریک ہو یا گاڑھا اور تول اس کی شہد ہوگی  
 ہو اگر وہ کپڑا وزن سے بکتا ہو اس واسطے کہ دیباختہ گراں وزن ہوتا ہے اس کی قیمت زیادہ ہو جاتی ہے اور حریر جتنا ہلکا ہوتا ہے قیمت اس کی زائد ہوتی ہے تو ایسے کپڑے میں  
 وزن کا ہونا بھی ضرور ہے گز کے بیان کے ساتھ ہم امور مذکورہ کا بیان اس واسطے صحت مسلم کے لیے شرط ہوا تا انحرک از نزع و نواقح ہو اور گفتگو کا مقام نہ باقی ہے  
 لایصح فی عدوی متفاوت ہو یا متفاوت مالیتہ کبطیح و قرع و در و رمان قلم بجز عدد بلا میز صحیح نہیں سلم عدوی متفاوت میں عدوی متفاوت وہ ہے جس کی مالیت میں  
 تفاوت ہو یعنی باوجود اتحاد جنس کے اس کے افراد کی قیمت مختلف ہو چنانچہ خربوزہ اور کدو اور مولیٰ اور نار تو ایسی چیزوں میں سلم جائز نہیں گن کر بلا میز یعنی بلا ذکر ضابطہ  
 چنانچہ طول یا غلط یا غیر ذلک فقط ذکر سے عدوی سلم جائز نہیں کذا فی المنع و ما ہما ز عدد با جائز کیلا و وزنا نہرا اور جس میں سلم جائز ہے گن کر اس میں کیل اور وزن سے  
 بھی سلم درست ہے کذا فی النہر م اور جس میں کیل جائز ہے اس میں وزن بھی جائز ہے اور جس میں وزن جائز ہے بقول معتدا و کچی اینٹ میں کیل یا وزن جائز ہے  
 کذا فی الخطاوی عن البحر و صحیح فی سمک طبع و مالہ لغتہ و صحیح ہے سلم خشک مچھلی نمک سود میں شارع نے کہا کہ سمک طبع لغت فصیح ہے اور سمک مالہ کہنا  
 لغت ردی ہے و فی طری حین یوجد وزنا و ضربا ای نوعاً قید لہما اور صحیح ہے سلم تازہ مچھلی میں اس وقت جب کہ وہ پائی جاتی ہے وزن سے اور اس کی قیمت بیان  
 کر کے بیان وزن اور قسم خشک اور تازہ دونوں کی قید ہے ہم طحاوی نے کہا جو از سلم بوقت وجود ظاہر از مچھلی کی قید ہے اس واسطے کہ خشک مچھلی بازاروں میں ہر وقت  
 ملتی ہے ہاں اگر بعض وقت بازار میں منقطع ہو تو سلم جائز نہیں اقسام مچھلی کے بکثرت ہیں چنانچہ سرد ہو اور چال اور پڑھن وزن اور بیان قسم اس واسطے مشروط ہوا  
 تا یقین حاصل ہو جائے و لا عدد و المتفاوت جائز نہیں سلم مچھلی میں باعتبار شمار کے بسبب تفاوت کے یعنی مچھلی کیساں نہیں جو شمار کفایت کرے اور نزع واقع  
 نہ ہو ولو صفحاً یا جائز و نزعاً کیلا اور اگر مچھلیاں چھوٹی ہوں تو ان میں وزن اور پیمانہ دونوں جائز ہیں یعنی بعد ذکر نوع کے تا نزع منقطع ہو و فی البیاد و ایتان مچھلی ٹری  
 مچھلیوں میں دو پائے ہیں کذا فی المغنی ہم جو از اور ہم جو از امام سے وزن میں مروی ہے اور کیل تو بروایت واحدہ جائز نہیں اور متون میں تو جواز ثابت ہے کذا فی الخطاوی

یعنی اس کے ذمی چیز مسلم ایسے کے ذمے پر ہوگی ۱۲



قالمانع والمقتضی العرف فتح اور جائز نہیں مسلم مخصوص گاؤں کے گیہوں اور معین کھجور کے درخت کے پھل میں مگر جب کہ نسبت پھل اور کھجور کے درخت اور گاؤں کے بیان صفت کے واسطے ہو نہ واسطے معین کرنے سے خارج کے جیسے غزاری یا شہری گیہوں کی نسبت ہمارے ملک میں بیان صفت کے واسطے ہوتی ہے تو مانع اور مقتضی مسلم کا عرف یہی ہے م یعنی اگر اس کا عرف ہو کہ نسبت کا ذکر کرنا بیان صفت کے واسطے ہوتا ہے تو جائز ہے والا غیر جائز قریبہ معینہ کے گیہوں یا درخت معین کے پھل میں مسلم اس واسطے ناجائز ہے کہ شاید کسی آفت سے گیہوں اس گاؤں میں یا پھل اس درخت میں نہ پیدا ہوں تو قدرت علی التسلیم نہ باقی رہی اس میں احتمال فتح عقد کا ہے لہذا صحیح نہیں علاوہ بریں وہ چیز فی الحال معلوم بھی ہے قریبہ کی قید سے اقلیم سے احتراز ہو گیا کیونکہ اقلیم کی طرف نسبت کرنا صحیح ہے اور یہ احتمال کہ شاید اقلیم میں بھی گیہوں نہ پیدا ہوں احتمال ضعیف ہے ولاتی حنطہ حدیثہ قبل حدوثہا لانہا منقطعہ فی الحال وکونہا موجودہ وقت العقد الی وقت المحل شرط فتح اور صحیح نہیں مسلم نے گیہوں میں قبل اس کے پیدا ہونے کے اس واسطے کہ وہ منقطع فی الحال ہے اور ہونا ان کا موجودہ عقد مسلم کے وقت سے تا وقت حلول مدت شرط ہے کذا فی الفتح م فتح القدر میں ہے کہ مسلم فیہ کا موجود ہونا عقد کے وقت سے تا وقت حلول مدت شرط ہے تو اگر عقد کے وقت منقطع ہو اور حلول کے وقت موجود ہو یا بالکس اس کے یادوں وقتوں کے مابین منقطع ہو اور عقد اور حلول کے وقت موجود ہو تو مسلم جائز نہیں اور یہی قول ہے ادراعی کا اور شافعی اور مالک اور احمد اور اسحاق کے نزدیک وجود وقت حلول کافی ہے و فی الجوبہ سلم فی حنطہ سجدیدۃ ادنی ذرۃ حدیثہ لم یخزلانہ لایدری یكون فی تلك السنۃ شیء ام لا قلت وعلیہ ما یتب فی وثیقۃ السلم من قولہ جدید عام مفسد لہ ای قبل وجود الجدید ما بعدہ فیصح کما لا یخفی اور جوہرہ میں ہے عقد مسلم کی نئے گیہوں یا نئے چنبے میں تو جائز نہیں کیونکہ معلوم نہیں کہ اس سال میں وہ پیدا ہو گا یا نہیں میں کہتا ہوں اور بموجب اس روایت کے وہ جو وثیقہ مسلم میں یہ قول لکھا جاتا ہے کہ اس سال کے نئے گیہوں جو مسلم ہے یعنی مفسد ہے قبل پیدا ہونے جدید کے اور بعد پیدا ہو چکنے کے تو مسلم صحیح ہے چنانچہ مخفی نہیں و شرطہ اسے شرط صحتہ الی تذکر فی العقد سبقتہ بیان جنس بکرہ اور بیان نوع کسقی او جلی و صفتہ کجید اور دی و قدر لکھا کیلا لا ینقبض ولا ینیط اور شرط مسلم کی یعنی صحت مسلم کی وہ شرط جو عقد میں مذکور ہوتی ہیں سات میں ایمان ہے مسلم فیہ کی جنس کا چنانچہ گیہوں یا کھجور بیان نوع کا چنانچہ آدمیوں کے سببے یا بارش آسمانی کے سببے بیان اس کی صفت کا چنانچہ عمدہ تم یا ناقص خالص گیہوں یا گجئی ۳ بیان مقدار مسلم فیہ کا کہ اتنے کیل ہوگی اس کیل سے جو سکرے اور پھیلے نہیں واجل و اقل فی السلم شہرہ یعنی ۵ بیان مدت کا اور کثرت مسلم میں ایک مہینہ ہے اسی کا فتویٰ ہے م مقدار مدت میں اختلاف ہے اور اصح وہ ہے جو محمد سے مروی ہے کہ ایک مہینہ ہے کیونکہ ادنی عاجل اور اقصی اجل اور ماخوذ ہے مسئلہ ان میں سے یعنی جو قسم کھائے کہ دین کو جلد ادا کرے گا اور اس نے قبل تمام ہونے مہینے کے ادا کر دیا تو عانت نہ ہوگا تو معلوم ہو کہ ما ذون شہر حکم عاجل میں ہے اور شہر و ما فوق اس کے اجل ہے علمائے کما اسی پر فتویٰ ہے کذا فی الفتح القدر و فی الحاوی لاباس فی السلم فی نوع واحد علی ان یكون حلول بعضہ فی وقت بعضہ فی وقت آخر اور مادی میں ہے کہ مسلم کرنے کا کچھ مضائقہ نہیں نوع واحد میں اس شرط پر کہ حلول بعض کا ایک وقت میں ہو اور بعض کا دوسرے وقت میں و یبطل الاجل بموت المسلم الیہ لا بموت رب المسلم فیونخذ المسلم فیہ من ترکہ حال البطلان الاجل بموت الدیون لا الدائن ولذا شرط دوم وجود لتدوم القدرۃ علی تسلیم موتہ اور باطل ہو باقی ہے مدت مسلم الیہ کی موت سے نہ رب المسلم کی موت سے تو رب المسلم فیہ کو مسلم الیہ سے لے گا بسبب باطل ہو جانے مدت کے مدیون کی موت سے نہ دائن کی موت سے اور اسی واسطے یعنی ترکے سے مسلم فیہ کے لینے کے واسطے دوام وجود مسلم فیہ شرط ہوا ہے صحت مسلم میں تا اس کی تسلیم پر قدرت ہمیشہ رہے مسلم الیہ کی موت سے یعنی تا مسلم الیہ کا وارث بعد اس کی موت کے تسلیم پر قادر ہو و بیان قدر رأس المال ان تعلق العقد بمقدارہ کمائی کیل و موزون و عددی غیر متفاوت و کتفیا بالاشارة کافی مذروع و حیوان ۶ مقدار رأس المال کا بیان اگر عقد متعلق رأس المال کی مقدار سے چنانچہ کیل اور موزون اور عددی غیر متفاوت میں اور صاحبین نے اشارہ پر کفایت کی ہے جیسے مذروع اور حیوان میں م صاحبین نے کہا کہ جب رأس المال کی طرف اشارہ ہو تو اب بیان اس کی مقدار کا کچھ ضرور نہیں چنانچہ اگر اس المال مذروع یا حیوان ہو تو وہاں اشارہ بالاتفاق کافی ہے اس واسطے کہ مذروع میں گزوں کا معلوم ہونا شرط نہیں کیونکہ عقد اس کی مقدار سے

لے بالفم و تخفیف ارزن یعنی چنا

نہیں اس واسطے کہ مسلم فیہ گزول کے شمار تقسیم نہیں ہوا۔ اگر وہ صحت اسکے مقابل میں کچھ نہیں چڑھتا تو اسکی جہت سے مسلم فیہ لازم نہیں کذا فی المطاوعی۔ فقہار بااقتداع علی تفسیر مسلم فیہ نیتاج الی رد  
 راس المال ابن کمال ہم چھوڑتے ہیں اسکی طرف سے کہ گھڑے مسلم فیہ قاعدہ نہیں ہوتا۔ مسلم فیہ کی تحصیل میں تو راس المال کے پیر لینے کی حاجت ہوگی کہ تصریح ابن کمال۔ وقد غنق بصفۃ ثم بعد بقیہ صیبا  
 لیرہ و ایستبدلہ بسم فی مجلس الرد فیمنسح العقد فی اللزوم و یبقی فی فیوض من جازہ مسلم فیہ فیما بقی ابن کمال کہ جب یا میں اگر قدر راس المال کو مینے پاتا ہے تو اسکو چھوڑتا اور اسے مجلس رد میں  
 اس کو بدل نہیں دیتا تو عقد منسوخ ہوگا اس قدر راس المال میں جو پھیر دیا گیا اور عقد باقی رہے گا غیر مردود میں تو جہات مسلم فیہ لازم آئے گی مابقی میں کذا ذکرہ ابن کمال  
 تو واجب ہوا بیان راس المال کی مقدار کا و اسباب بیان مکان الا ایفاء للمسلم فیہ فیما محل و مؤنثہ اور ایفاء مسلم فیہ کے مکان کا بیان ہے اس مسلم فیہ میں جس  
 میں بار برداری اور کلفت ہے یعنی جس مسلم فیہ کی بار برداری میں کلفت اور مشقت ہے وہاں بیان مکان ایفاء شرط ہے زمانہ مشک اور موتی کے دخل نہیں و لا جازہ  
 و اقترتہ او ساند مسلم کے ٹمن اور اجرت اور قسمت ہے م فنی کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے عبد حاضر کو کھیل یا موزون سے ادھار خرید یا مدت معین کر کے تو نام  
 کے نزدیک مکان ایفاء شرط ہے اور اجرت کی صورت ہے کہ ایک شخص نے گھر یا باغ یا بھاریہ یا بوجھ کھیل یا موزون کے مدت مقرر کر کے تو نام کے نزدیک مکان ایفاء شرط  
 ہے اور قسمت کی صورت یہ ہے کہ دو شخصوں نے ایک گھر قسمت کر لیا اور ایک شخص نے اپنے حصے سے زیادہ لیا اور بمقابلہ زیادہ کے کھیل یا موزون کے دینے کا وعدہ کیا  
 مدت معین کر کے تو نام کے نزدیک مکان ایفاء شرط ہے بخلاف صاحبین کے کذا فی المطاوعی عینا مکان العقد و بقرات الثلثہ کیسب و قرض و اتلاف و غضب  
 قلنا ہذہ واجبۃ التسلیم فی الحال بخلاف الاول اور صاحبین نے مکان عقد مسلم کو معین کر دیا ہے واسطے ایفاء مسلم فیہ کے اور یہی مذہب ہے باقی تینوں امانوں کا چھینچہ  
 بیع اور قرض اور اتلاف مال اور غضب میں واسطے تسلیم بیع اور قرض اور بدل تلف اور غضب کے مکان بیع اور قرض اور اتلاف اور غضب کا معین ہے ہم جو اب دیتے  
 ہیں امام کی طرف سے کہ یہ اشیاء یعنی بیع اور قرض وغیرہما واجب التسلیم ہیں فی الحال لہذا ان میں وہی مکان متعین ہوگا بخلاف پہلی صورتوں کے یعنی مسلم فیہ اور اجرت  
 اور قسمت شرط الا ایفاء فی مدینہ فکل محل تھا سوا فیہ ای فی الا ایفاء حتی لو اوفاء فی محلہ منہا را و لیس لان بطالبہ فی محلہ اخری بزازین ایفاء مسلم فیہ کو  
 شرط کیا ایک شہر میں تو سب محلے اس کے برابر ہیں ایفاء میں تو اگر وہ تسلیم کرے اس شہر کے کسی محلے میں بری الذرہ ہوگا اور رب المسلم کو اختیار نہیں کہ اس سے مطابہ کرے و اگر  
 محل میں کذا فی البزازینہ و فیہا قبلہ شرط محلہ لای مزلہ بعد الا ایفاء فی مکان المشروط لم یصح اجتماع الصفتین الا ہارۃ و التجارۃ اور بزازینہ میں قبلہ سلسلہ کے ہے کہ رب المسلم  
 نے مسلم فیہ کا لاد کر پہنچانا اپنے گھر تک بعد ایفاء مکان مشروط کے شرط کیا تو صحیح نہیں بسبب مجتمع ہو جانے دو عقد کے یعنی ہمارے اور تجارت ہم تو شرط عمل بعد الا ایفاء سے  
 ثابت ہوا اور تجارت تو خود عقد مسلم ہے ثابت ہے و مالا محلہ کسک و کافور و صفار و لؤلؤ لای شرط فیہ بیان مکان الا ایفاء اتفاقاً و لو فیہ حیث شاد فی ملاح و صح  
 ان مکان مکان العقد اور جس چیز میں اصلنے کی کچھ حاجت نہیں چنانچہ مشک اور کافور اور چھینے موتی تو اس میں مکان ایفاء مسلم فیہ کا بیان کرنا شرط نہیں باتفاق امام  
 اور صاحبین کے اور پہنچاؤ سے جہاں اس کا بھی چاہے قول صحیح میں اور ابن کمال نے مکان عقد کی تفسیح کی ہے م محل اور موتی اس جہت میں نہیں جس میں چھینے لائے  
 اور حال کی مزدوری دینے کی حاجت نہیں اور یہی قول صحیح ہے کذا فی المطاوعی و لو عین فی ما ذکر مکانا تعین لہما صحیح لای فیئد سقوط خط الطریق اور اگر مکان  
 معین کر لیا جس میں جو مذکور ہو چکا یعنی جس میں بار برداری کی حاجت نہیں تو مکان مشروط متعین ہو جائے گا تو صحیح میں کذا فی الفتح اس واسطے کہ تعین مکان  
 سقوط خطہ راہ کی مفید ہے و لقی من الشروط قبض راس المال و لو عینا قبل الافتراق با بدانہما و ان ناما او شیافر سماوا کثر اور باقی رہا شرط سے راس المال  
 مقبوض ہونا ابدان عاقدین کے افتراق سے پہلے اگر جہد راس المال میں ہو نہ نقد اور گو کہ عاقدین سو گئے ہوں یا بقدر فرسح یا زیادہ مابقی چلے گئے ہوں ہم مصنف  
 نے بیان شرط میں تغیر اسلوب اس واسطے کیا کہ یہ شرط ایسی نہیں ہے جن کا ذکر کرنا شرط ہوا نکار و جود بلا ذکر کافی ہے و لو دخل لیمخرج الدراہم لو تدری  
 لاسلم فیہ بطل و ان یکھتہ راہ لا اوانا اگر رب المسلم مکان میں داخل ہوا تو ادراہم نکال لائے اگر مسلم ایہ سے چھپ گیا ہو تو مسلم باطل ہو گیا اور اگر اس طرح  
 عمل ہوا ہو کہ اس کو دیکھا ہو تو مسلم باطل نہیں و صحت الکفانہ و الحوالہ و اللہ تعالیٰ براس لائم بزازینہ و یمنات اور حوالہ اور گروہ کھن مسلم کے راس المال کے

واسطے صحیح ہے ہم تو اگر مسلم الیہ نے اس المال کو محتمل علیہ یا ناسم رب المسلم سے قبض کیا تو عقد مسلم تمام ہوا بشرط اتحاد مجلس اور اعتبار عاقدین کے مجلس کا ہے نہ محتمل علیہ اور ناسم کی مجلس کا اور در صورت عدم قبض مذکور سلم اور ضمانت اور حوالہ باطل میں اور صحت کفالت اور حوالہ کی یہ ہے کہ فائدہ مطالبہ کفیل اور محتمل علیہ کی طرف متوجہ ہوگا کذا فی الطحاوی و ہو بشرط بقاۃ علی الصیۃ لا بشرط انعقادہ بوصفہا فی عقد صحیحاً تم بطل بالافتراق بلا قبض اور قبض راس المال کے صحیح باقی رہنے کی شرط ہے نہ شرط ہے انعقاد سلم کی بوصف صحت تو در صورت عدم قبض سلم صحیح منعقد ہوگا پھر بلا قبض افتراق ابدان عاقدین سے باطل ہو جائے گا ولو ابی المسلم الی قبض راس المال اجر علیہ خلاصۃ اور اگر مسلم الی قبض راس المال سے انکار کرے گا تو اس پر نہ ہستی کی جائے گی کذا فی الخلاصۃ و یجب من الشروط کون راس المال منقوداً و علم الخیار و ان لا یشتمل البدین احدی علی الربوا و ہوا القدر المتفق او الجنس لان حرمة النساء تتحقق بہ اور باقی شرائط سلم سے ہونا راس المال کا نقد اور خیار شرط کا نہ ہونا اور نہ شامل ہونا بدین کا ایک علت کو ربوا کی دو علتوں سے کہ وہ علت یا قدر متفق علیہ ہے یا جنس ہے اس واسطے کہ حرمت تاخیر ثابت ہوجاتی ہے ایک علت کے ہونے سے قدر متفق علیہ کی قید سے سلم نقود کا گیسوں میں اور ای طرح زعفران اور گھی میں صحیح ہوا اس واسطے کہ اگر یہ بدین میں وزن متفق ہے لیکن کیفیت وزن مختلف ہے کہ نقود کے باطل علیہ ہیں اور زعفران وغیرہ کے جدا چنانچہ باب الربوا میں ہدایہ سے اس کا ذکر ہو چکا و عدل العینی تبعاً للغایۃ سبقت عشر اور مینی نے باتباع غایۃ التحقیق کے سلم کی شرطیں سترہ شمار کی ہیں ہم ازاں جملہ شرطیں راس المال میں یعنی بیان جنس اور نوع اور صفت اور مقدار راس المال اور اس کا منقود اور مقبوض ہونا اور نو شرطیں سلم فیہ میں یعنی بیان جنس اور نوع اور صفت اور مقدار اور مکان ایفا اور مدت اور عدم القطاع اور ایسا مال ہونا جو متعین ہو تعین سے اور مضبوط ہونا و صفت سے چنانچہ اجناس اربعہ جیسے مکیل اور موزون اور مذرع اور محدود متقارب اور ایک شرط عقد سے متعلق ہے یعنی عقد کا لازم ہونا جس میں خیار شرط نہ ہو اور ایک شرط بنظر بدین ہے یعنی ربوا کی دو علتوں میں سے ایک علت کا نہ ہونا کذا فی الطحاوی عن المنع و زاد المصنف وغیرہ القدر علی تحصیل المسلم فیہ اور اپنی شرح میں مصنف وغیرہ نے ایک شرط اور زیادہ کی ہے یعنی قادر ہونا مسلم فیہ کی تحصیل پر قدرت کی شرط کرنے کی کچھ حاجت نہیں باوجود اشتراط عدم القطاع کے نہ الفائق میں کہا قدرت علی تحصیل یہ ہے کہ وہ چیز منقطع نہ ہو ثم فرع علی شرط الثامن بقولہ فان سلم ماتی درہم فی کبیر فشدیدہ ستون قبضہ اور القبض ثمانیۃ مکایک والکوک صاع ونصف عینی بر حال کون المائتین مقسومۃ مائتہ وینا علیہ ای علی المسلم الیہ و مائتہ نقد القدر رب المسلم و افتراق علی ذلک فالسلم فی حصۃ الدین باطل لان دین بدین و صح فی حصۃ النقد و لم یشع الفساد لانہ طارحاً حتی لو نقد الدین فی مجلس صح فی الكل مصنف نے شرط ثامن یعنی قبض راس المال پر اپنے اس قول کو متفرع کیا کہ اگر عقد سلم کیا دو سو درہم کا ایک گیسوں میں حالانکہ دو سو بائیں طریق مقسوم ہیں کہ ایک سو درہم مسلم الیہ پر دین ہیں اور ایک سو نقد جن کو رب المسلم نے فی الحال دیا اور دونوں عاقد اسی حال پر جدا ہو گئے تو دین کے حصے میں سلم باطل ہے کیونکہ مبادلہ ہے دین کا دین سے اور یہ جائز نہیں اور سلم صحیح ہے نقد کے حصے میں اور یہ فساد تمام عقد میں شائع نہ ہو کیونکہ یہ فساد پیچھے لگ گیا یعنی سلم کل میں صحیح واقع ہوا بعد اس کے بقدر دین باطل ہو گیا تاہم اگر مجلس عقد میں دین کو ادا کرے گا تو کل دو سو درہم میں سلم صحیح ہوگا شایع نے کہا کہ ہضم کا ف و تشدید رائے محل عبارت ہے ساٹھ قبضہ سے اور قبضہ آٹھ ٹوک کا ہوتا ہے اور ہر ٹوک ڈیڑھ صاع کا ہوتا ہے ہم اور صاع آٹھ ٹول بغدادی ہے اور ہر ٹول ایک سو تیس درہم کا ولو احدیہا دنا یر او علی غیر العاقدین فسد فی الكل اور اگر دو سو میں ایک سو دینار ہوں اور ایک سو درہم غیر عاقد پر دین ہوں تو سب دونوں سو ٹول سلم فاسد ہے و لا یجوز التصرف للمسلم الیہ فی راس المال ولا الرب المسلم فیہ قبل قبضہ بنجور مع وشرکۃ و مرابحہ و تولیۃ و لومن علیہ حتی لو وہربہ منہ کان اقالہ اذا قبل اور جائز نہیں سلم الیہ کو تصرف کرنا راس المال میں اور نہ رب المسلم کو مسلم فیہ میں اس کے قبضہ کرنے سے پہلے مانع بنجور اور شرک اور مرابحہ اور تولیہ کے اگرچہ تصرفات مذکورہ اسی شخص سے کیے ہوں جس پر راس المال یا مسلم فیہ ہے یہاں تک کہ اگر رب المسلم مسلم فیہ مسلم الیہ کو ہب کرے تو یہ اقالہ ہوگا سلم کا اگر مسلم الیہ ہب قبول کرے ہم راس المال میں اس واسطے تصرفات جائز نہیں کہ مستحق القبض ہے مجلس عقد میں اور تصرف کرنا اس میں قبل قبض کے قبض کو فوت کرتا ہے اور سلم فیہ میں اس واسطے تصرف درست نہیں کہ وہ بیع ہے اور بیع منقول میں قبل قبض کے تصرف جائز نہیں شرکت کی صورت ہے کہ رب المسلم دوسرے شخص سے کہے کہ توجہ کو نصف راس المال دے نصف مسلم فیہ تیرا ہو

اور اگرچہ اولیہ کی یہ صورت ہے کہ غیر شخص سے کے کہ اس مال پر کچھ مجھ کو فائدہ زیادہ سے یا اس کے برابر سے تا مسلم فیہ بالمخصوص تیرا جو وہ فی الصغری اقاؤ بعض  
 المسلم جائزہ او فتویٰ صغریٰ میں ہے کہ بعض مسلم کا اقا کرنا جائز ہے یعنی بعض مسلم میں اقا کرنا اور بعض کو قائم رکھنا جائز ہے بشرطیکہ باقی معلوم ہو چنانچہ نصف وغیرہ متولہ  
 بعد حلول اجل ہو یا قبل اس کے کذا فی المطاوی و لاجز رب مسلم شراؤشی من المسلم الیہ براس المال بعد الاقالتہ فی عقد المسلم للصح فلو کان فاسدا حجاز  
 الاستبدال کسائر اللیون اور جائز نہیں رب مسلم کو خریدنا مسلم الیہ سے بعض ماس المال کے بعد اقالہ کے صحیح مسلم عقد میں لہذا اگر مسلم فاسد ہے تو استبدال اس مال سے  
 جائز ہے جیسے باقی دین میں جائز ہے قبل قبضہ بحکم الاقالتہ لقولہ علیہ السلوۃ والسلام لاتاخذ الا سلک اور اس مالک ای الا سلک حالۃ قیام العقد اور اس مالک  
 حال انفساخ فاشیخ الاستبدال خریدنا کو جائز نہیں بل قبضہ کرنے ماس المال کے بحکم اقالہ مسلم بدیل قوی بنی علی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نہ لے تو مگر اپنا مسلم یا اپنا  
 راس المال یعنی اپنا مسلم فیسے در صورت قیام عقد مسلم یا اپنا ماس المال لے در حالت انفساخ عقد تو بدلتا ممتنع ہو گیا ہم یہ حدیث بلفظ مذکور دار قطنی نے روایت  
 کی ہے اصل حدیث کو اس میں گفتگو ہے لیکن یہ حدیث ابو داؤد اور ابن ماجہ اور ترمذی میں بالعمنی بابی لفظ ابو سعید خدری سے مروی ہے رقال قال رسول اللہ صلی  
 علیہ وسلم من سلم فی شیء فلا یعرف فی غیرہ یعنی جو ایک چیز میں سلم کرے وہ اس کو اس کے غیر میں نہ پھیرے اور یہ معنی ہے اس کو نہ لے مگر اسی چیز کو کذا فی الفتح بخلاف بدل  
 العرف حیث یجوز الاستبدال عنہ لکن بشرط قبضہ فی مجلس الاقالتہ لہذا تصرف فیہ بخلاف المسلم بخلاف بدل صرف کے کیونکہ اس سے استبدال جائز ہے  
 لیکن بشرط مقبوض ہونے بدل صرف کے اقالہ کی مجلس میں بسبب جائز ہونے اس کے تصرف کے بدل صرف میں بخلاف سلم کے راس المال میں تصرف جائز نہیں یعنی  
 اگر خاندین نے عقد صرف کا اقالہ کیا تو صورت اقالہ کی شرط یہ ہے کہ بدل صرف پر قبضہ کر لیا ہو اقالہ کی مجلس میں اس واسطے کہ صرف میں تعین حاصل نہیں ہوتی بدل نہیں  
 کے کیونکہ اس کا استبدال جائز ہے تو اس میں قبضہ فی مجلس تعین کے واسطے ضرور ہوا بخلاف سلم کے کہ اس کے اقالہ میں استبدال جائز نہیں تو اس میں تعین قبضہ  
 کی حاجت نہیں لہذا اس میں نفس قبضہ واجب تھا بل رعایت مجلس اقالہ کذا فی المطاوی و لو شری المسلم الیہ فی کررا و امر المشتري رب المسلم بقبضہ قضاء عا  
 یلم لم یصح للزوم اکیل ترین ولم یو بدو جس مسلم الیہ نے سلم قبول کیا ایک کریں اگر اس نے ایک گریہوں مثلاً خرید کیے اور خریدار نہ کرنے رب مسلم کو امر کیا اس کے قبضہ  
 کر لینے کا اپنے اور سے دین ادا کرنے کے واسطے تو صحیح نہیں بسبب لازم ہونے کیل کے دوبارہ حالانکہ وہ یہاں پایا نہیں گیا ہم یہاں ناپنا دوبارہ اس واسطے واجب ہوا  
 کہ وہ عقد واقع ہوئے ایک عقد مسلم ایسا اس کے بائع میں اور دوسرا عقد مسلم الیہ اور رب المسلم میں اور دونوں عقد بشرط کیل میں سو یہاں حاصل نہیں لہذا صحیح نہیں اور  
 اصل اس میں وہ حدیث ہے جس میں بیع طحا سے نھی وارد ہے تا وقتیکہ اس میں دو صاع جاری نہ ہوں ایک صاع بائع کا اور دوسرا مشتری کا اور عمل حدیث وہ ہے  
 جب کہ دو عقد مجتمع ہوں اور ایک عقد میں تو ایک ہی بار کا پیمانہ کرنا کافی ہے اور قید کیل کی اتفاق ہے تو یہی حکم ہے موزوں اور معدود کا کذا فی المطاوی و صحیح  
 لوکان الکر قرضا و امر مقرض بہ لانه اعادة الاستبدال ادا اگر ایک کر قرض ہو اور اپنے مقرض کو وہ قبضہ کا امر کرے تو صحیح ہے اس واسطے کہ قرض عاریت  
 دیتا ہے نہ بدنام صورت قرض یہ ہے کہ خریدنے خاندان ایک گریہوں قرض یہ پھر خریدنے ایک گریہوں خرید کیے اور خاندان کو اس پر قبضہ کرنے کا امر کیا ادا نے  
 قرض کے واسطے اور دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ دین اول سلم تھا پھر جب مدت اس کی آئی تو مسلم الیہ نے ایک شخص سے ایک گریہوں قرض لیے اور  
 رب المسلم کو امر کیا اس پر قبضہ کرنے کا مقرض سے تو جائز ہے کذا فی ابو کما صح لو امر المسلم الیہ رب المسلم بقبضہ من لثم لنفسہ ففعل فکلام ترین  
 نزول المانع چنانچہ قبضہ صحیح ہے اگر مسلم الیہ نے رب المسلم کو امر کیا اپنی خریدی چیز کے قبضہ کا اس کے بائع سے اپنی ذات کے واسطے لہذا اس کے امر کیا رب مسلم  
 کے واسطے قبضہ کرنے کا اور رب المسلم نے ایسا ہی کیا اس کو دوبارہ پیمانہ کیا یعنی ایک بار سلم الیہ کے قبضہ کے واسطے اور دوسری بار رب المسلم کے واسطے تو قبضہ  
 یکے پر بسبب دہر ہو جانے بائع کے یعنی بائع قبضہ عدم کیل ترین تھا سو یہاں سو یہاں دوبارہ پیمانہ کرنے سے زائل ہو گیا امر الیہ رب المسلم کیل المسلم فیہ  
 نہ عرفہ فکار فی طرفہ ای فی و امر رب المسلم بقبضہ من لثم لنفسہ ففعل فکلام ترین لہذا مشتری للبائع بئک و کذا فی طرفہ طرف البائع لم یمن قبضہ لثمة

بخلاف كيد في طرف المشتري بامرہ فان قبض لان سقته في العين والاول في الذم رب السلم نے مسلم اليه سے کہا کہ مسلم فيہ کو ناپ دے میرے طرف میں سو اس نے ناپ دیا اس کے طرف میں یعنی رب السلم کے برتن میں رب السلم کی غیبت میں اور اگر رب السلم کے سامنے ناپ دیا تو وہ قابض ہو جائے گا بسبب نخلی کے یا مشتری نے بائع سے کہا اسی طرح کے ناپنے کو سو اس نے ناپ دیا بائع کے طرف میں تو وہ یعنی رب السلم اور مشتری اپنے حق کا قابض نہ ہوگا بخلاف ناپ دینے بائع کے مشتری کے طرف میں مشتری کے امر سے کہ وہ تو قبض ہے اس واسطے کہ حق مشتری کا عین حاضر میں ہے اور اول یعنی رب السلم کا حق ثابت فی الذم ہے م خلاصہ یہ ہے کہ یہاں سلم اور خرید میں فرق ہے کہ در صورت مذکورہ مشتری قابض ٹھہرے گا اس واسطے کہ مشتری کا حق شئی موجود میں ہے تو مالک ہو گیا بجز عقد کے تو بائع اس کا وکیل ہو گیا اس کا طرف میں بخلاف سلم کے اس واسطے کہ رب السلم کا حق ثابت فی الذم ہے سو اس کا مالک نہیں ہو سکتا بدون قبض کے پھر جب قبض صحیح نہ ٹھہرے تو مسلم اليه مستقیم طرف ہو گیا اپنی مملوک چیز کے رکھنے کے واسطے کیل العین المستراة ثم کیل الدين السلم فيہ وجعلها في طرف المشتري قبض بامرہ لتبعية الدين للعین پیمانہ کرنا خریدے عین کا پھر پیمانہ کرنا دین مسلم فيہ کا اور دونوں کا بجز دینا مشتری کے طرف میں قبض ہے یا مشتری بسبب تابع ہونے دین کے عین م صورت مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص نے سلم کیا گیہوں کے ایک کریں پھر جب سلم کی مدت آئی تو رب السلم نے مسلم اليه سے متعین گیہوں بقدر ایک کر کے خرید کیے پھر رب السلم نے مسلم اليه کو ایک برتن دیا کہ دونوں قسم کے گیہوں یعنی دین اور عین اس میں بھرے تو اگر اس نے پہلے عین گیہوں کا پیمانہ کیا طرف میں تو عین کا قابض ہوا کیونکہ اس میں امر کرنا صحیح ہے اور دین مسلم فيہ کا بھی قابض ہوا با تباع عین کے اور اگر پہلے دین کا پیمانہ شروع کیا تو عین اور دین کی قابض نہ ہوگا دین کا تو اس واسطے قابض نہ ہوگا کہ اس میں امر کرنا صحیح نہیں ہے اور عین کا اس واسطے قابض نہ ٹھہرے کہ ملک غلط ہو گیا قبل تسلیم کے اور خلط اہم کے نزدیک استملاک ہے کذا فی الطحاوی طحطا وعكسه وهو کیل الدين اول الا يكون قبضا وخبراه بین نقض البيع والشركة اور اس کے بالعکس یعنی پہلے دین کا پیمانہ کرنا نہ ہوگا قبض اور صاحبین نے مشتری کو مختار کیا ہے نقض بیع اور شرکت میں ہونے نہ خلط دین کے نزدیک استملاک نہیں لہذا مشتری مختار ہے بیع کو تو شرطی ہے اتنے مال میں بائع کا شریک ہو جائے سلم امرتہ فی کرہ بر قبضت فتقایلہ سلم فمات قبل قبضہا بحکم الاقالہ یعنی عقد الاقالہ اومات فتقایلہ صح لبقاء المعقود علیہ وهو المسلم فیہ وعلیہ قیمتہما یوم القبض فیہما فی المسلمین لان سبب الضمان لوندی کا عقد سلم کیا ایک کریہوں میں اور لوندی پر قبضہ ہو گیا پھر رب السلم اور سلم اليه نے سلم کا اقالہ کیا سو لوندی مگر قبل اس کے بحکم اقالہ وہ مقبوض ہو تو عقد اقالہ باقی ہے یا لوندی پہلے مگر اس کے بعد اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہے بسبب باقی رہنے معقود علیہ یعنی مسلم فيہ کے لہذا سلم اليه پر لوندی کی قیمت لازم ہے دونوں صورتوں میں وہ قیمت لوندی کی جو یوم القبض تھی اس واسطے کہ قبض ہی تو سبب ہے ضمان کا لہذا یوم القبض ہی کی قیمت معتبر ہوئی م صورت ثانیہ میں اقالہ اس واسطے صحیح ہوا کہ صحت اقالہ بقا عقد پر معتبر ہے اور بقاء عقد بیع کی بقا پر ہے تاہم وہ مقبوض ہو اور اس میں کچھ شک نہیں کہ بیع یعنی مسلم فيہ سلم اليه کے ذمے باقی ہے تو ہلاک اور عدم ہلاک لوندی کا سلم فيہ کو معدوم نہیں کرتا اور چونکہ لوندی کا دین متعذر ہے لہذا اس کی قیمت واجب ہوئی کذا فی النہر کذا حکم فی المقابض اور اسی طرح سلم کے مانند حکم ہے مقابض میں یعنی اقالہ صحیح ہے خواہ دونوں مقبوض باقی ہوں یا ایک ہلاک ہو گیا ہو اس واسطے کہ بیع المقابض میں ہر مقبوض بیع ہے من وجہ اور من ہے من وجہ تو باقی بیع قرار دیا جائے گا اور مالک من ٹھہرے گا بخلاف الشراء بالثمن فیہما لان الایمان اصل فی بیع بخلاف خرید کرنے کے ثمن سے دونوں صورتوں میں اس واسطے کہ لوندی اصل ہے بیع میں یعنی اگر لوندی کو مثلاً بازار سے خرید کیا پھر لوندی مگر قبل قبض کے تو اقالہ باطل ہو گیا یا اقالہ ہوا اس کی موت کے بعد تو صحیح نہیں اس واسطے کہ اس صورت میں لوندی اصل ہے بیع میں کیونکہ وہ بیع ہے اور ہلاک بیع قبل قبض مبطل اقالہ ہے بخلاف سلم کے کہ وہاں لوندی اس المال تھی نہ مسلم فيہ والی حاصل جو از الاقالہ فی السلم قبل ہلاک الہاریتہ ولجود بخلاف البیع اور خلاصہ یہ ہے کہ اقالہ جائز ہے سلم میں قبل ہلاک ہونے جاریہ کے اور بعد ہلاک ہونے کے بخلاف بیع کے اس میں اقالہ جائز نہیں دونوں طرح کے ہلاک میں تقابلاً البیع فی غیر فایق بعد الاقالہ من ید مشتری فان لم یقدر علی تسلیمہ للبائع بطلت الاقالہ والبیع بحال قبضتہ بائع اور مشتری نے اقالہ کیا ایک غلام میں پھر غلام بھاگ گیا بعد اقالہ کے مشتری کے ہاتھ سے سو اگر مشتری قادر نہ ہو اس کی تسلیم پر واسطے بائع کے تو اقالہ باطل ہے اور بیع بحال



خود قائم ہے کذا فی الغنیۃ والقول لمدی الرادۃ و لتاجیل لانا فی الوصف و هو الرادۃ و لتاجیل اور معتبر قول نقصان اور تاجیل کے مدعی کا ہے نہ وصف اور اہل کی نفی کرنے والے کام یعنی اگر ایک شخص کے کہ میں نے وہی نافع شرط کیا ہے اور دوسرے کہ میں نے کچھ شرط نہیں کیا تو مدعی کا قول معتبر ہے نہ نانی کا اور اسی طرح مدعی اہل کا معتبر ہو گا نانی کا اور عادت یعنی نقصان یہاں بطور مثال کے ہے تو اگر ایک شخص مدعی ہو گا جو دت کا اور دوسرا نانی ہو گا تو بھی ایسا ہی حکم ہو گا تا جیل عادت ہے تقدیر اہل سے لیکن یہاں تا جیل سے اہل اہل ہے اور اہل عبارت ہے غایت دقت سے کذا فی السنن واللمطیوی والاصل ان من خرج کلاماً تعنتاً فالقول لهما جہ بالاتفاق و ان خرج خصوصاً وقع الاتفاق علی عقدہ و اسر فالقول لمدی العمدہ عندہما وعندہما عندہ لکن اور مسئلہ سابقہ کا قاعدہ کلیہ ہے جسے اگر کسی نے اپنا کلام بطریق تعنت کے نکالا تو دوسرے اس کے ساتھ ہی کا قول معتبر ہے بالاتفاق امام اور صاحبین کے اور اگر اس نے اپنا کلام بطریق خصومت کے نکالا اور اتفاق واقع ہو گیا ایک ہی عقدہ یا تو مدعی صحت کا قول معتبر ہے صاحبین نے نزدیک اور امام کے نزدیک منکر کا قول معتبر ہے ہم تعنت لغت میں اس سے عبارت ہے کہ انسان وہاں کہے جہاں سے نکل نہ سکے لیکن یہاں تعنت سے مراد یہ ہے کہ اس کا منکر ہو جو اس کے حق میں نافع ہے تعنت کی صورت یہ ہے کہ رب السلم کہے کہ میں نے کچھ شرط نہیں کیا تو یہاں مسلم ایہ کا قول اشتراک میں معتبر ہو گا اور چونکہ مسلم فیہ اس المال پر عادت میں زائد ہوتا ہے تو رب السلم اپنی منفعت کا منکر ہوا اور اسی طرح مسلم ایہ کیوں کہنا کہ مدت زحمتی اور رب السلم مدت کا فاعل ہے تو رب السلم کا قول معتبر ہو گا اس واسطے کہ مسلم ایہ تعنت ہے اپنے حق کے انکار میں یعنی مدت میں اور خصومت کا کلام وہ ہے کہ اپنے مضر چیز کا منکر ہونا چنانچہ رب السلم کیوں کہنا کہ میں نے وہی شرط کیا تھا اور مسلم ایہ نے کچھ شرط نہیں کیا اور چنانچہ رب السلم نے کہا کہ اہل زحمتی اور مسلم ایہ نے کہا کہ اہل شرط تھتی تو پہلی صورت میں رب السلم کا قول امام کے نزدیک معتبر ہے کیونکہ وہ مدعی ہے صحت کا اگرچہ دوسرا منکر ہے اور صاحبین کے نزدیک رب السلم کا قول معتبر ہے اگرچہ صحت کا منکر ہے اور دوسری صورت میں امام کے نزدیک مسلم ایہ کا قول معتبر ہے کہ مدعی صحت کا اگرچہ دوسرا منکر ہے اور صاحبین کے نزدیک رب السلم کا قول معتبر ہے اگرچہ صحت کا منکر ہے صاحب دررنے کا خلاصہ یہ ہے کہ امام کے نزدیک دونوں صورتوں میں یعنی تعنت اور خصومت میں مدعی صحت کا قول معتبر ہے اور صاحبین کے نزدیک منکر کا قول لائق اعتبار کے ہے اس تقریر سے معلوم ہوا کہ شرع کیوں کہنا مناسب تھا فالقول لمدی العمدہ عندہما عندہما عندہ لکن کذا فی اللطیوی یعنی شارع نے امام کا قول صاحبین کی طرف نسبت کیا ہے اور صاحبین کا امام کی طرف نہر لائق میں بھی امام اور صاحبین کا مذہب و مدعی کا نذہب ہے مطاوی نے کہا عقدہ و اسر بالاتفاق ہونا چنانچہ اس مقام میں ہے اس واسطے کہ مسلم عقدہ واحد ہے کیونکہ مسلم طاعت بھی مسلم فاسد ہے دوسرا عقد نہیں بخلاف اختلاف مناربت کے کہ اگر وہ فاسد ہوگی تو ہمارہ ثابت ہوگا اور در صورت صحت شرکت متحقق ہوگی لہذا اختلافی مقدار فالقول للطلاب مع یئینہ لانکارہ الزیادۃ اور اگر عاقدین نے اختلاف کیا مدت کی مقدار میں تو طالب یعنی مدعی اقل کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے کیونکہ مذہب کا منکر ہے طالب سے مواد رب السلم ہے جو اقل مدت کا مدعی ہے و اکی بر من قبل و ان برہنا قضی بیئینۃ الطلوب ای مسلم ایہ ثابتاً زیادہ اور دونوں میں سے جو گواہ لاوے گا تو مقبول ہوں گے اور اگر دونوں گواہ لاویں گے تو مطلوب یعنی مسلم ایہ کے گواہوں پر قاضی کا حکم ہو گا بسبب ثابت کرنے زیادت کے یعنی زیادت اہل کے و ان اختلافی مفینہ فالقول للمطلوب ای المسلم ایہ بیئینۃ اللان برہن الاخر و ان برہنا بیئینۃ الطلوب اور اگر دونوں نے اختلاف کیا مدت کے گذر جانے میں تو مطلوب یعنی مسلم ایہ کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے مگر جب کہ دوسرا گواہ لاوے اور اگر دونوں گواہ لاویں تو مطلوب کے گواہ مقبول ہوں گے و لہذا اختلافی مسلم تھا لہذا استہسان نافع اور اگر دونوں مسلم میں اختلاف کریں یعنی ایک شخص عقدہ مسلم کا مقرب ہو اور دوسرا مدعی تو دونوں قسم کا نہیں بطریق استہسان کے کذا فی النفع والا استصناع ہو طلب عمل صنعت اور استصناع عبادت ہے طلب عمل صنعت سے یعنی کوئی چیز ہونا نام یہ لغوی معنی میں اور شرع میں استصناع یہ ہے کہ مائع یعنی کاریگر چنانچہ موزہ گر یا کفشگر یا کھیتی سے کہے کہ ہر کوئی اتنا لہذا چوز موزہ یا کفش بنانے یا کسی دیکھی میں میں اتنا سامانے اور وزن اس کا اتنا اور شکل ایسی ہوتی قیمت کو بناوے خواہ قیمت دسے یا نہ سے اور سامانے اس کو قبول کرے کذا فی البیوع جلد ۱ ص ۱۶۱ لا استہمال لا استہمال فاذ لا یسر مسلم فقہر شرائط استصناع سلم ہے مگر اس میں مدت علی سبیل

الاستعمال مذکور ہونے بطریق استعمال کے اس واسطے کہ بطریق استعمال کے مدت ذکر کرنے سے استصناع مسلم نہیں ہو جاتا پھر جب استصناع موجب مسلم ہو گا تو شرائط مسلم کی معتبر ہوں گی یعنی قبض قبل الافتراق اور عدم خیار وغیر ذلک ہم اگر استصناع میں مسلم کی مانند مدت ہے چنانچہ ایک مہینہ یا زیادہ تو امام کے نزدیک مسلم ہے بلا تفصیل اور اگر مدت مسلم کے لائق نہیں تو وہ استصناع ہے اگر اس میں تعامل خلق جاری ہو اور اگر تعامل نہیں تو وہ استصناع فاسد ہے اگر مدت علی سبیل الاستعمال مذکور ہو اور اگر مدت علی وجہ الاستعمال مذکور ہو اس طرح پر کہ اس نے کہا ہو کہ صانع اپنے عمل سے کل فراغت کرے یا پرسوں تو یہ استصناع صحیح ہو گا کیونکہ مدت فراغ کے واسطے ہے نہ تاخیر مطالبہ کے واسطے شرح زبلی وغیرہ میں ایسا کچھ مذکور ہے اور مصنف کا کلام اس مدت میں موضوع ہے جو مسلم کے لائق ہے تو معلوم ہوا کہ شراح کا کلام اپنے عمل پر نہیں کذا فی الطحاوی دریافت کرنا چاہیے کہ استصناع بطریق قیاس جائز نہیں اور یہی قول ہے زفر اور شافعی کا اس واسطے کہ وہ اجارہ نہیں ہو سکتا کیونکہ استیبار اس عمل پر جو اجیر کی ملک میں ہو جائز نہیں چنانچہ اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تو اپنا طعام اٹھائے چل اس مکان سے وہاں تک اتنی اجرت پر یا اپنا کپڑا لگائیں کہ اتنی مزدوری پر تو صحیح نہیں اور نہ استصناع بیع ہو سکتا ہے کیونکہ بیع معدوم کی جائز نہیں لیکن علمائے حنفیہ نے اس کو بطریق استحسان کے جائز رکھا ہے بسبب تعامل اور رواج کے جو راجح ہے اجماع عملی کی طرف زمانہ رسالت سے اب تک بلا انکار اور اس طرح کا تعامل اس حدیث میں مندرج ہے کہ لا تتجمع امتی علی الصلوات یعنی میری امت گمراہی پر مجتمع نہ ہوگی اور ثابت ہوا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انگوٹھی بنوائی تھی لہذا تعامل ناس پر استصناع مقصور ہوا اور جس میں تعامل نہیں اس میں عدم جواز ہے بنظر قیاس مذکور کے چنانچہ بولا ہے سے بنوانا اس کے سوت سے یا قمیص سلوانا درزی سے اس کے سوت سے کذا فی الفتح القدیر جبری فیہ تعامل کم لاوقال الاول استصناع استصناع موجب باطل معلوم مسلم ہے خواہ اس میں تعامل جاری ہو یا نہ جاری ہو اور صاحبین نے کہا کہ اول یعنی جس میں تعامل جاری ہے وہ استصناع ہے نہ مسلم و بدونہ ای الابل فیما فیہ تعامل الناس کخف و مقمیتہ و طستت بھملہ و ذکر فی اللزب بالشین المبعوثہ وقد یقال طسوت صح الاستصناع اور بدوں مدت کے جس میں معمول لوگوں کا جاری ہے چنانچہ موزہ اور آفتابہ اور طاس میں استصناع صحیح ہے شراح نے کہا طست بسین مہملہ ہے اور خرب میں اس کو بشین مجرہ ذکر کیا ہے اور گاہے اس کو طسوت بھی بولتے ہیں طست لغت طے میں طس بسین مشدود تھا ایک سین کو تائے ثناء فوقانیہ سے بدل ڈالا اور طسوت جمع ہے طست کی تو اگر شراح یوں کہتا ویقال فی جمہ طسوت تو ٹھیک ہوتا کذا فی الطحاوی بیع الاعدۃ علی الصیغ ثم فرع علیہ بقول استصناع صحیح ہے بطریق بیع نہ بطریق وعدہ بقول صحیح پھر مصنف نے اس کے بیع ہونے پر تصریح کی اپنے آئند قول سے فی غیر الصلح علی عملہ ولا یزوج الامرئہ ولو کان عدۃ لما لم یزوجہ پر زبردستی کی جائے گی اس کے بنانے پر اور بنوانے والا اس سے پھر نہیں سکتا اور اگر استصناع وعدہ ہوتا نہ بیع تو صانع پر حبر اور آمر پر علم رجوع نہ ہوتا والمبیع ہو العین لا عملہ خلافا للبردعی اور استصناع میں بیع خود وہ شی مصنوع ہے نہ عمل اس کا نہ مال ابو سعید بردعی کے فان جاء الصانع بمصنوع غیرہ او بمصنوعہ قبل العقد فاخذہ صح ولو کان المبیع عملا صح تو اگر کاریگر اپنے غیر کی بنائی چیز لایا اپنا مصنوع لایا جس کو قبل عقد کے بنایا تھا سو آمر نے اس کو لیا تو صحیح ہے اور اگر کاریگر کا عمل بیع ہوتا تو اس کا لینا صحیح نہ ہوتا ولا یتعین المبیع لہ ای للامر بلا رضائہ فصیح بیع الصانع لمصنوعہ قبل رؤیتہ أمرہ ولو تعین لہ المصحح بیعہ اور بیع متعین نہیں ہو جاتی آمر کے واسطے بدوں اس کی رضامندی کے تو صحیح ہے بیچ لانا کاریگر کا اپنی بنائی چیز کو قبل دیکھنے اس کے آمر کے اور اگر بیع اس کے واسطے متعین ہوتی تو اس کا بیچنا درست نہ ہوتا ولہ ای للامر اخذہ و ترکہ بخیار الرؤیتہ و مفادہ ان لا خیار للصانع بعد رؤیتہ لمصنوعہ وہو الاصح نہر اور اس کی یعنی آمر کو اس کے لینے نہ لینے میں اختیار ہے بسبب خیار الرؤیتہ کے اور مفادہ اس کلام کا یہ ہے کہ صانع کو اختیار نہیں بعد دیکھنے اس شخص کے جس کے واسطے وہ چیز بنائی گئی اور یہی قول صحیح ہے کذا فی النہر ولم یصح فیما لا یتعامل فیہ کالتوب الا باجل کما مر او استصناع صحیح نہیں اس میں جس کے بنوانے کا لوگوں میں رواج نہیں چنانچہ کپڑے میں مگردت بٹھرا کر چنانچہ باب المسلم میں مذکور ہو چکا یعنی جس میں تعامل لے مترجم اول نے فقہی کا ترجمہ آفتاب رکھ دیا ہے مگر صراح میں معنی کا رکھا ہے یعنی کارہ جو ہیں اور غائب صحیح ہے ، لے یعنی اس کی جمع میں طسوت بولتے ہیں ۔

نہیں اس میں فرمائش صحیح نہیں بلا ذکر مدت مذکور ہوئی تو وہ عقد سلم شہری کتاب مراعات جمیع شرط سلم کی لازم ہوگی کذا فی الطحاوی ہم ہاغل ہندوتنا  
 میں طبع کتب بکثرت مانج ہے اہا کثر سوداگر اہل مقدر کتاب میں پھیلاتے ہیں تو ظاہر ہے استصناع صحیح ہے خواہ کل قیمت پیشگی دی جاوے یا بعض یا پونہ دی  
 جاوے مگر فرمائش میں یہ ذکر ضرور ہے کہ ایسا کا مذہب اور لائق کا عرض و طول اتنا اور خطایا اور تعیین اعدا و نسخ اور تعیین مقدار منتول عنہ وغیر ذلک اور حسب  
 فرمائش کو بعدویت کے اخذ ترک میں اور چھاپنے والے کو قبل رویت صاحب فرمائش کے بیع کتب میں اختیار ہے اور اگر شرائط سلم اس میں مرعی ہوں تو اس صورت  
 میں عقد سلم منعقد ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم فان لم یصلح فسد ان ذکر الابل مل وجہ الاستعمال وان لا استعمال کعلی ابی لفرغہ غذا کان صحیحاً اور اگر مدت سلم کی ملائق نہ ہو  
 یعنی مہینہ سے کم مدت ہو تو استصناع فاسد ہوگا اگر مدت علی وجہ الاستعمال و تاخیر للمطالبہ مذکور ہو اور اگر استعمال کے واسطے مدت مذکور ہو چنانچہ آہر کا صلح سے  
 یوں شرط کرنا کہ عمل سے کل تک فراغت ہوتی ہو تو یہ استصناع صحیح ہوگا طحاوی نے کہا یہ تو بیع ہوگی نہ وعدہ الی انما تقدم کیونکہ یہ مدت بمنزلہ سال کے ہے

فرع مسئلہ شایع کا السلم فی الدبس لاجوز لمانی اجارۃ جوہر الفتاویٰ لوجعل للابس اجرة لاجوز لادلیس بطلان التار عملت فیہ ولذا لاجوز السلم فیہ  
 فلا یجب فی الذمۃ حتی لو کان یسنا ہماز عقد سلم دو شاب رطب میں ہائز نہیں اس واسطے کہ جوہر الفتاویٰ کی کتاب الاجارہ میں مذکور ہے کہ اگر دو شاب مذکور  
 کو اجرت قرار دے تو ہائز نہیں اس واسطے کہ وہ مثلی نہیں کیونکہ آگ نے اس میں اپنا عمل کیا اور اس واسطے سلم اس میں ہائز نہیں تو واجب فی الذمہ نہ ہوگا  
 تا اینکه اگر عین ہو یعنی بیع حاضر ہو تو جائز ہے کیونکہ بعد عائنہ اس میں دھوکہ نہیں م دلس ہا کسر و بکسر تین عبارت ہے مسل تر سے سلم اس میں اس واسطے  
 جائز نہیں کہ آگ کا اثر مختلف ہوتا ہے گاہے جلف سے بہت گارٹھا ہوتا ہے اور گاہے پتلا تو اس کی صفت کا ضبط کرنا ممکن نہیں بخلاف گھی کے کہ اس میں  
 تاثر آگ کی بعد معلوم ہوتا ہے اگر زیادہ اور کم ہو تو گھی بگڑ جاوے کذا فی الطحاوی تخلت و سبغ فی الغضب ان العرب والقطر والحم والظم والابرو والصابون والعمفر  
 والسرین والجلود والصرم ویر مخلوط بشوی قیمی فی حفظ میں کتابوں اور آگے آوے گا کتاب مفسر میں کہ رب اور قطر اور گوشت اور کوٹا اور کچی اینٹ اور صابون اور کم  
 اور گوبر اور چرٹے اور کھال اور گیسوں جو طے قیمت والی چیزیں ہیں مثلی نہیں اس کو یاد رکھنا چاہیے ہم شایع کا مطلب یہ ہے کہ جب اشیاء مذکورہ قیمی ہو گئیں تو ان  
 میں عقد سلم جائز نہیں طحاوی نے کہا باب السلم میں کہ رب وہ چیز ہے جو خرٹوٹ سے نکلا اور قطر ایک قسم ہے مثل قصب سے اور مٹھی مذکور نے کتاب الغضب میں کہا  
 کہ رب عبارت ہے بھیل کے ٹھوڑے پانی کا بعد جوٹن کے اور قطر معر میں ہے جو شکر سے ٹپکے بکرا جو اہر میں کہا کہ اصطلاح اطباء میں رب عبارت ہے اس پانی  
 سے جو نباتات اور فرات سے پھوڑا جاوے پھر گاڑھا کیا جاوے آگ سے جوش دے کر یا آفتاب میں رکھ کر۔

باب المتفرقات | مس ابوالیمانہ جبرنی اکثر مسائل مشورۃ فی اللہ بمسائل شتی والمعنی عاصدہ باب ہے ان مسائل کے ذکر میں جو اپنے ابواب سے متفرق ہیں  
 اور کثرت میں اس باب کو مسائل مشورہ اور در غر میں مسائل شتی سے تعبیر کیا ہے اور تعبیرات مثلہ کا مطلب ایک ہی ہے ہم عادت فقہا یہ ہے  
 کہ جو مسائل کہ ابواب قدر میں چھوٹ گئے اور اپنے مواضع میں مذکور نہ ہوئے تو ان سب کو یک جا مذکور کرتے ہیں امان کو اسما مثلہ سے کسی ایک نام کسی کرتے  
 ہیں اشتری ثور او فرسامن خنزف لاجل استیناس العصبی لایصح و لا قیرہ زجلا یعنی متلفہ وقیل بخلاف یصح یعنی قیرہ زجرا کی بیل یا گھوڑا پیرہنی کا  
 روکے ساجی گلنے کے واسطے تو یہ بیع صحیح نہیں اور اس کی کو قیمت نہیں اور اس کے تکف کرنے والے پر تاوان نہیں اور قول ضعیف اس کے برخلاف ہے یعنی بیع  
 یکے سے اختلاف برضائی ہے کذا فی القنیعیم جب کہ بقول صحیح اس کی بیع صحیح نہیں تو اس کا خرید کرنا حرام ہوا اور متلفہ پر ضمان اس واسطے نہیں کہ بخلا آلات  
 لہو ہے وہی کو نظر الجعش من اللہ یوسف بجز زبج العبرۃ وان یوجب ہما الصبیان اور مجتبیٰ کی کتاب المنظر کے آخر میں ابو یوسف سے روایت ہے کہ کھونٹے  
 کدیر اور لاکوں کا اس سے کھینا جائز ہے طحاوی نے کہا کدیر بیان اس پر طالت کرتا ہے کہ یہ قول بھی ضعیف ہے و صحیح الکلب و عقر و العقد  
 لہ بالضم ہر روز صاب رک گھاس کا نام ہے ۱۲ سے جس کو ہنگامیں ست کتے ہیں ۱۷

والفیصل والقرود والسیاح بسائر انواعها حتی المہرۃ وکذا الطیور علمت اولاً سوی الخنزیر و ہوا المختار للانتفاع بہا و بجلدہا کما قدمناہ فی البیوع الفاسدہ و صحیحہ  
 بیع کتے کی اگرچہ قابل تعلیم نہ ہو اور چیتے اور ماٹھی اور بندر اور درندوں کی بیع ان کی باقی اقسام کے ساتھ یہاں تک بلی کی بھی بیع جائز ہے اور اسی طرح درندوں  
 پرندوں کی خواہ وہ معلم ہوں یا نہ ہوں سوائے سور کے اور ری قول صحت بیع کا مختار ہے بسبب فائدہ لینے کے ان سے اور ان کی کھالوں سے چنانچہ ہم اسکو  
 بیع فاسد میں پہلے ذکر کر چکے ہیں ہم امام شافعی کے نزدیک بیع کلب مطلقاً جائز نہیں بدلیل حدیث صحیحین کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نبی فرمائی تھیں  
 کلب اور زانیہ کی خرچی اور کابین کی شیرینی سے لیکن ابو حنیفہ نے اپنی سند میں مہتمم سے عن عمر بن عبد بن عباس روایت کی قال رخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 فی ثمن کلب السید یعنی حضرت نے رخصت دی کلب شکاری کی ثمن میں اور ہند اس حدیث کی جید ہے اس واسطے کہ ابن حبان نے ذکر کیا ہے کہ مہتمم ثقات  
 تابعین سے ہے وتمامہ فی فتح القدر و التمسح بالقرود ان کان حراماً لا یمنع بیعہ بل یکیرہ کی بیع العصیر نثر و ہبائینہ اور مسخر اپن کرنا بندر سے اگرچہ حرام ہے  
 مانع اس کی بیع کا نہیں بلکہ اس کی بیع مکروہ ہے چنانچہ انکو رکابچوڑا پانی بیچنا شراب بنانے والے سے کذا فی نثر و ہبائینہ فرغ مسئلہ ملحقہ شارح کا  
 لا یمنع انما ذکلب الالخوف لیس او غیرہ فلا باس و مثلاً سائر السباع یعنی لائق نہیں کتے کا پالنا اور رکھنا مگر چوڑ وغیرہ کے خوف سے تو کچھ مضائقہ نہیں اور  
 کتے کے مانند باقی درندے ہیں کذا فی العینی ہم یعنی کتے کا گھر میں رکھنا جائز نہیں مگر چوڑ وغیرہ کے خوف سے بدلیل حدیث صحیح من اقتنی کلباً الا کلب صیدا  
 و ماشیتہ نقص من اجرہ کل یوم قیراطان کذا فی الفتح یعنی جو کتا رکھے گا سوائے شکار اور مواسی کے کتے کے تو اس کے ثواب سے ہر روز دو قیراط گھٹتے  
 جاویں گے و جازا اقتناءہ لصید و حرامتہ ماشیتہ و زرع اجماعاً اور جائز ہے کتے کا پالنا شکار اور بھیڑ بگری اور کھیت کی حفاظت کے واسطے بالاتفاق  
 کما صحیح بیع خرما و حمام کثیر جیسے کیونتر کی بہت بیٹ کی بیع صحیح ہے طحاوی نے کہا کہ بہت بیٹ سے شاید مراد یہ ہے جس کی قیمت ایک پیسہ ہو اس واسطے کہ  
 یہ اقل قیمت بیع ہے و صحیح ہبیتہ قنیتہ اور صحیح ہے اس کا ہر کہ نا کذا فی القنیتہ و ادنی القنیتہ التي تشتتر لہ جواز البیوع فلس اور کمتر وہ قیمت جو جائز  
 ہونے بیع کی شرط ہے ایک پیسہ ہے ولو کانت کثرۃ خبز لا یجوز قنیتہ اور قیمت اگر ٹکڑا ہو روٹی کا تو جائز نہیں کذا فی القنیتہ ہم یعنی اگر ٹکڑا روٹی کا پیسے  
 کے مساوی نہ ہو تو بیع جائز نہیں کذا فی الطحاوی کما لا یجوز بیع ہوام الارض کا لخناس والقنایذ والعقارب والوزغ والصب چنانچہ جائز نہیں  
 زمین کے کیڑوں کو بیچنا مانند خنافس اور سبھی اور بچھو اور چھپکلی اور گوہ کے ہم خنافس جمع ہے خنفساء کی بضم خائے معجم و سکون نون و فتح فاکیہ سیاہ کیرا  
 ہے گندہ بوسوائے مچھل کے فارسی میں اس کو خبز دگ کہتے ہیں طحاوی نے کہا کہ محیط میں ہے کہ علق یعنی کیرا اور جونک کی بیع جائز ہے بقول صحیح اس  
 واسطے کہ لوگ اس کو مال جانتے ہیں اور خون نکالنے کے معاملے میں اس کی طرف حاجت ہے ولا ہوام البحر کا لسنرطان اور جائز نہیں دریا کے کیڑوں  
 کی بیع مانند کیرٹے وغیرہ کے ہم چونکہ جواز بیع کا مدار حلت انتفاع پر ہے اور کیڑوں سے فائدہ لینا حرام ہے لہذا ان کی بیع جائز نہ ہوئی کذا فی الطحاوی  
 عن القستانی وکل ما فیہ سوی سمک و جوز فی القنیتہ بیع مالہ ثمن کسقفور و جلود خنز و جمل الماء لوجیاد اطلق الحسن الجواز اور جو جانور کہ دریا میں ہیں سوائے مچھل کے  
 کہ ان کی بیع جائز نہیں اور قنیتہ میں جائز کہا ہے اس کا بیچنا جو ثمن والی چیز ہو چنانچہ سقنقور اور کھال خنز کی اور پانی کا اونٹ بشرطیکہ زندہ ہو اور حسن نے اس کے  
 جواز بیع کو مطلق کہا ہے یعنی بلا قید حیات ہم سقنقور جانور ہے گوہ کے مانند دریا کے نیل کے کنارے پر تقویت باہ میں بے مثل ہے اور خنز بفتح خائے معجم اور نائے  
 معجم مشدودہ دریائی جانور ہے اس کے صوف سے کپڑا بنا جاتا ہے بحر الجواہر میں ہے کہ صاحب ذخیرہ نے کہا کہ خنز جانور ہے جس کا خضیہ چند میدستر ہے صاحب مغرب  
 نے کہا خنز جانور کا نام ہے پھر یہ نام اس کپڑے کا ہو گیا جو اس کے صوف سے بنا جاتا ہے و جوز البوالیث بیع الحیات ان انتفع بہا فی الادویۃ والا لا و ردہ فی البدائع  
 بانہ غیر سدید لان المحرم شرعاً لا یجوز الانتفاع بہ للتداوی کا لخنر فلا تقع الحاجۃ الی شرع البیوع اور فقہیہ البوالیث نے مسابغوں کی بیع کو جائز کہا ہے اگر ان سے فائدہ حاصل  
 نہ ہو نوع از جانور ان سیاہ آبی سے خبز دوگ بفتح خائے معجم و موصدہ و سکون زائے معجم بروزن پر سنوک معنی سرگین گردانگ مہندی گریلا ۱۱

دواؤں میں چنانچہ تریاق خاروق وغیرہ میں ادا اگر فائدہ نہیں تو بیع جائز نہیں اور اس قول کو بدائع میں رد کیا ہے اس طرح کہ یہ کلام راست اور درست نہیں اس لئے  
 کہ جو چیز شرعاً حرام ہے اس سے فائدہ لینا بطریق دوا کے جائز نہیں مانند شراب کے تو اس کی بیع کے مشروع کرنے کی حاجت واقع نہیں ہوتی مگر کتاب الطہارۃ میں  
 مذکور ہے کہ حرام چیز سے اس وقت علاج کرنا جائز ہے جب کہ ایسی میں شفا معلوم ہو اور کوئی دوا اس کے قائم مقام نہ ہو سکے تو توفیق بن القولین یہ ہو  
 سکتی ہے کہ قول فقیر مدوح اس صورت پر محمول ہے جب کہ شفا سائب کے استعمال میں منحصر معلوم ہو اور بدائع کا قول اس صورت پر محمول ہے جبکہ سائب کا  
 بدل دوسری دوا ہو سکتی ہے واللہ تعالیٰ اعلم ویکو زیع ذریعہ نجس ای شخص کا قدمناہ فی البیوع الفاسد اور جائز ہے بیع نجس تیل کی نجس سے مراد نجس ہے  
 کہ باغات نجس نہیں نجاست کے پڑنے سے ناپاک ہو گیا چنانچہ ہم اس کو سائل بیع میں بیع فاسد کے باب میں مقدم ذکر کر چکے ہیں ہم نجس کی قید سے مراد  
 اور سور کے تیل سے احتراز ہو گیا وینتفع بہ للاستصباح فی غیر مسجد کما مر اور فائدہ لیا جاوے روغن نجس سے چرخ روشن کرنا اس مکان میں جو مسجد کے  
 سوا ہے چنانچہ کتاب الطہارۃ میں گذر گیا والذی کا مسلم فی بیع کھرف و سلم و ربوا وغیرہ اور کافر ذمی مسلم کے مانند ہے بیع میں چنانچہ صرف ادا مسلم  
 اور بیع وغیرہ میں ذمی مسلم کے مانند اس واسطے ہوا کہ مکلف عاجمندی ہے تو جو بیع عات مسلم کو جائز ہیں وہ اس کو بھی جائز ہے اور جو مسلم کو جائز نہیں  
 وہ اس کو بھی جائز نہیں سوائے مستثنات ائندہ کے غیر الخمر والخنزیر و ملتہ لم تہمت حنت انعمما بل نجو خلق او ذبح مجوسی فانہا کخنزیر و قد امرنا بترکم  
 وما یدینون بیع میں ذمی مسلم کے مانند ہے سوائے شراب اور سور اور اس مردار جانور کے جو خورد خورد نہیں مگر بلا گلاب بنے یا مجوسی کے ذب کرنے سے مراد وہ سور کے  
 مانند ہے اور ہم ماموں میں ان کے عدم تعرض پر اور ان کے مستقنات کے ترک ہم شایع نے اس قول سے اشارہ کیا کہ بل اسلام کا عدم تعرض ان اشیاء میں اس واسطے  
 نہیں کہ یہ چیزیں ان کے حق میں شرعاً مباح ہیں چنانچہ بعضی سمجھتے ہیں بلکہ حرمت ان کے حق میں ہی ثابت ہے کیونکہ بقول صحیح کفار مخاطب با حکام شرعیہ ہیں  
 لیکن وہ اشیاء مذکورہ کی بیع سے روکے نہیں جاتے کیونکہ وہ ان کے معتقد نہیں اور ہم ماموں میں ان کے اعتقادات کے عدم تعرض پر واضح شرعاً ہی الکافر  
 کا قدمناہ فی البیوع الفاسد عبد المسلم او معصفا او مستقصا منہا اور صحیح ہے کافر کو خرید کرنا مسلمان غلام کا و معصوف شریف کا یا دونوں میں سے کچھ  
 معصوف لینا یعنی بیع یا نصف غلام یا معصوف چنانچہ ہم اس کو بیع فاسد میں ذکر کر چکے ہیں ویکو علی البیوع اور کافر پر ذمی کی جائے گی بیع ڈالنے پر یعنی اگر کافر  
 غلام مسلم یا معصوف مجید کو خرید کرے گا تو مالک ہو گا لیکن ساکن ذریعہ اس سے بگاڑنے کیونکہ خدمت سے غلام مسلم کی ذلت ہوگی اور معصوف کی بے ادبی کا خون ہے  
 ولو اشترى غیر ابریر علیہ ولی فلو لم یکن اقام القاضی لہ ولیا اور اگر کافر مشتری صیغہ ہو تو بیع پر اس کا ولی جبر کیا جائے اور اگر صیغہ کا کوئی ولی نہ ہو تو قاضی اس کے واسطے  
 ولی قائم کرے تاکہ اس پر بیع میں زبردستی کی جائے وکذا الوہم عبده ویتبوا طفلا اور اسی طرح جبر کیا جائے گا بیع میں اگر کافر غلام مسلمان ہو جاوے اور غلام کا اگر غلام  
 کا تابع ہوگا اسلام میں ولو اعتقہ او کاتبہ جاز فان عجز ابریر ایضا اور اگر کافر نے غلام مسلم کو آزاد کر دیا یا اس کو مکاتب کیا تو جائز ہے پھر اگر مکاتب ادائے بدل ثابت سے  
 عاجز ہو گیا تو اس کے مالک پر بھی جبر کیا جائے گا بیع ڈالنے کے واسطے ولو دبرہ او استولوا سیمانی فیتہما اور اگر کافر نے مسلمان غلام کو مدبر کیا یا مسلمان لونڈی کو اپنا موم  
 بنایا تو دونوں محنت مزدوری کریں اپنی قیمت کے ادا کرنے میں ولو بیع منہا بلیغہ لکن حرام اور ذمی مستولہ ردناک کیا جاوے مار کوٹ کر مسلمان لونڈی کے جلاغ کرنے  
 سے اور وہی حرام ہے فرغ مسئلہ طمہ شارع کا من عادتہ شراد الامردان بوجہ علی بوجہ دفع الفساد منہ وغیرہ وکذا محرم اخذ صید الیوم بار سال لونڈوں کا خرید کرنا جس  
 کی عادت ہے تو اس پر امر کی بیع پر جبر کیا جائے دفع فساد کے واسطے کذا فی النہر وغیرہ اور اسی طرح محرم نے شکار لیا تو اس کے چھوڑ دینے کا حکم کیا جائے  
 ولو اقم مقرض الخ سقطت ولو المستقر من فروا لسان اور اگر شراب کا قرض دینے والا مسلمان ہو گیا تو شراب ساقط ہوگی یعنی اس واسطے کہ شراب کا قبضہ کرنا مسلم  
 کو مستند ہے اور اگر قرض لینے والا مسلمان ہو گیا تو دو روایتیں ہیں ایک روایت امام سے سقوط شراب کی ہے اور دوسری روایت ادائے قیمت کی اور یہی قول  
 ہے محمد کا ذی الطحاوی و علی زوج الامتہ المشتراۃ التی انکھا مشترکہا قبل قبضہا قبض المشتراۃ لیس فیہا تسلیطہ فصار فکفہ جماع کنا لہ فی کے

والفیل والقرد والسیاح بسائر انواعها حتی الہرة وکذا الطيور علمت اولاً سوی الخنزیر وھو المختار لان ارتفاع بہاؤ بجلدہ کما قدمناہ فی البیوع الفاسدہ و صحیح ہے  
بیع کتے کی اگرچہ قابل تعلیم نہ ہو اور پھیتے اور ہاتھی اور بندر اور درندوں کی بیع ان کی باقی اقسام کے ساتھ یہاں تک کہ بلی کی بھی بیع جائز ہے اور اسی طرح درندوں  
پرندوں کی خواہ وہ معلم ہوں یا نہ ہوں سوائے سور کے اور اسی قول صحت بیع کا مختار ہے بسبب فائدہ لینے کے ان سے اور ان کی کھالوں سے چنانچہ ہم سکو  
بیع فاسد میں پہلے ذکر کر چکے ہیں ہم امام شافعی کے نزدیک بیع کلب مطلقاً جائز نہیں بدلیل حدیث صحیحین کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نبی ذمائی ثمن  
کلب اور زانیہ کی خرچی اور کامین کی شیرینی سے لیکن ابو حنیفہ نے اپنی سند میں ہشیم سے عن عمر بن عبد بن عباس روایت کی قال رخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
فی ثمن کلب السید یعنی حضرت نے رخصت دی کلب شکاری کی ثمن میں اور سند اس حدیث کی جدید ہے اس واسطے کہ ابن حبان نے ذکر کیا ہے کہ ہشیم ثقات  
تابعین سے ہے وتمامہ فی فتح القدر و التمشیر بالقرد وان کان حراماً لا ینعی بیعہ بل یکیرہ کبیع العصیر شرح وہبانیۃ اور مسخر ابن کربا بندر سے اگرچہ حرام ہے  
مانع اس کی بیع کا نہیں بلکہ اس کی بیع مکروہ ہے چنانچہ انکور کا پتھر پانی بیچنا شراب بنانے والے سے کذا فی شرح وہبانیۃ فرع مسئلہ ملحوظہ شرح کا  
لا ینبغی اتخاذ کلب اللخوف لیس او غیرہ فلا باس و مثلاً سائر السباع یعنی لائق نہیں کتے کا پالنا اور رکھنا مگر چوہ وغیرہ کے خوف سے تو کچھ مضائقہ نہیں اور  
کتے کے مانند باقی درندے ہیں کذا فی العینی ہم یعنی کتے کا گھر میں رکھنا جائز نہیں مگر چوہ وغیرہ کے خوف سے بدلیل حدیث صحیح من اقتنی کلباً الا کلب صیدا  
وما شیتہ نقص من اجرہ کل یوم قیراطان کذا فی الفتح یعنی جو کتے رکھے گا سوائے شکار اور مویشی کے کتے کے تو اس کے ثواب سے ہر روز دو قیراط گھٹتے  
جاویں گے و جازا اقتناءہ لصدور حرامتہ ما شیتہ و زرع اجماعاً اور جائز ہے کتے کا پالنا شکار اور بھیڑ بکری اور کھیت کی حفاظت کے واسطے بالاتفاق  
کما صح بیع خمر حرام کثیر جلیسے کیونکہ بہت بیٹ کی بیع صحیح ہے طحاوی نے کہا کہ بہت بیٹ سے شاید مراد یہ ہے جس کی قیمت ایک پیسہ ہو اس واسطے کہ  
یہ اقل قیمت بیع ہے و صح ہبیتہ قنیتہ اور صحیح ہے اس کا ہبہ کرنا کذا فی القنیتہ و ادنی القنیتہ التي تشتتر لہ جواز البیوع فلس اور کمتر وہ قیمت جو جائز  
ہونے بیع کی شرط ہے ایک پیسہ ہے ولو کانت کثرۃ خبز لا یجوز قنیتہ اور قیمت اگر مکرہ ہو روٹی کا تو جائز نہیں کذا فی القنیتہ ہم یعنی اگر مکرہ روٹی کا پیسے  
کے مساوی نہ ہو تو بیع جائز نہیں کذا فی الطحاوی کما لا یجوز بیع ہوام الارض کا لخناس والقنایذ والعقارب والوزغ والصب چنانچہ جائز نہیں  
زمین کے کیڑوں کو بیچنا مانند لخناس اور سبھی اور بچھو اور چھپکلی اور گوہ کے ہم لخناس جمع ہے خنفساء کی بغم خائے معجم و سکون لون و فتح فاکیسیا کیرا  
ہے گندہ بوسوئے جمل کے فارسی میں اس کو خبز ددک کہتے ہیں طحاوی نے کہا کہ محیط میں ہے کہ علق یعنی کیرا اور چونک کی بیع جائز ہے بقول صحیح اس  
واسطے کہ لوگ اس کو مال جانتے ہیں اور خون نکلنے کے معاملے میں اس کی طرف حاجت ہے ولا ہوام البحر کالسرطان اور جائز نہیں دریا کے کیڑوں  
کی بیع مانند کیرے وغیرہ کے ہم چونکہ جواز بیع کا مدار حلت انتفاع پر ہے اور کیڑوں سے فائدہ لینا حرام ہے لہذا ان کی بیع جائز نہ ہوئی کذا فی الطحاوی  
عن القستانی وکل ما فیہ سوی سمک و جوز فی القنیتہ بیع مال ثمن کسفقور و جلود خز و جمل الماد لوجیا و اطلق الحسن الجواز اور جو جانور کہ دریا میں ہیں سوائے چھل کے  
کہ ان کی بیع جائز نہیں اور قنیتہ میں جائز کہا ہے اس کا بیچنا جو ثمن والی چیز ہو چنانچہ سففقور اور کھال خز کی اور پانی کا اونٹ بشرطیکہ زند ہو اور حسن نے اس کے  
جواز بیع کو مطلق کہا ہے یعنی بلا قید حیات ہم سففقور جانور ہے گوہ کے مانند دریائے نیل کے کنارے پر تقویت باہ میں ہے مثل ہے اور خز بفتح خائے معجم اور زائے  
معجم مشدودہ دریائی جانور ہے اس کے صوف سے کپڑا بنا جاتا ہے بحر الجواہر میں ہے کہ صاحب ذخیرہ نے کہا کہ خز جانور ہے جس کا حقیقہ چند میدستر ہے صاحب مغرب  
نے کہا خز جانور کا نام ہے پھر یہ نام اس کپڑے کا ہو گیا جو اس کے صوف سے بنا جاتا ہے و جوز البالیث بیع الحیات ان انتفع بہا فی الادویۃ والا لا و ردہ فی البدائع  
بانہ غیر سدید لان المحرم شرعاً لا یجوز الانتفاع بالثداوی کالخمر فلا تقع الحاجۃ الی شرع البیوع اور فقہہ البالیث نے سہنوں کی بیع کو جائز کہا ہے اگر ان سے فائدہ حال  
نے نوع از جانور ان سیاہ آبی » سے خبز دوک بفتح خائے معجم و موحده و سکون زائے معجم بروزن پر سنوک معنی سرگین گردانگ ہندی گریلا ۱۱

دواؤں میں چنانچہ تریاق خاروق وغیرہ میں ادا گفائہ نہیں تو بیع جائز نہیں اور اس قول کو بدائع میں روکیا ہے اس طرح کہ یہ کلام ماست اور درست نہیں اسکا  
 کہ جو چیز شرعاً حرام ہے اس سے فائدہ لینا بطریق ہدایہ کے جائز نہیں مانند شراب کے تو اس کی بیع کے مشروع کرنے کی حاجت واقع نہیں ہوتی م کتاب الطہارۃ میں  
 مذکور ہے کہ ہر ایک حرام چیز سے اس وقت علاج کرنا جائز ہے جب کہ ای میں شفا معلوم ہو اور کوئی دوا اس کے قائم مقام نہ ہو سکے تو توفیق من القویں یہ ہو  
 سکتی ہے کہ قول فقیر مدفع اس صورت پر محمول ہے جب کہ شفا ساقب کے استعمال میں منحصر معلوم ہو اور بدائع کا قول اس صورت پر محمول ہے جبکہ ساقب کا  
 بدل دوسری دوا ہو سکتی ہے واللہ تعالیٰ اعلم ویجوز بیع ذمی نجس ای نجس کا قدمناہ فی البیوع الفاسد اور جائز ہے بیع نجس تیل کی نجس سے مراد نجس ہے  
 کہ بالذات نجس نہیں نجاست کے پرنے سے ناپاک ہو گیا چنانچہ ہم اس کو مسائل بیع میں بیع فاسد کے باب میں مقدم ذکر کر چکے ہیں ہم نجس کی قید سے مراد  
 اور سو کے تیل سے احتراز ہو گیا ویتفق بہ للاستصباح فی غیر مسجد کا مراد فائدہ لیا جاوے روغن نجس سے چھراغ روشن کرنا اس مکان میں جو مسجد کے  
 سوا ہے چنانچہ کتاب الطہارۃ میں گذر گیا والذی کا مسلم فی بیع کھرف و سلم و ربوا وغیرہ اور کافر ذمی مسلم کے مانند ہے بیع میں چنانچہ صرف اور سلم  
 اور بیاع وغیرہ میں ذمی مسلم کے مانند اس واسطے ہو کہ مکلف حاجت مند ہے تو جو بیع عات مسلم کو جائز ہیں وہ اس کو بھی جائز ہے اور جو مسلم کو جائز نہیں  
 وہ اسی کو بھی جائز نہیں سوائے مستثنات ائندہ کے غیر الخمر و الخنزیر و ملتہ لم تمت حنفت انھما بل نجس خلق اور بیع مجوسی فانھا کخزیر و قد امرنا بترکم  
 و ما یدینون بیع میں ذمی مسلم کے مانند ہے سوائے شراب اور سور اور اس مراد بانور کے جو خود بخود نہیں مر گیا بلکہ گلا دابنے یا مجوسی کے ذبح کرنے سے مراد وہ سور کے  
 مانند ہے اور ہم مامور ہیں ان کے عدم تعرض پر اور ان کے معتقدات کے ترک پر شایع نے اس قول سے اشارہ کیا کہ بل اسلام کا عدم تعرض ان اشیاء واسطے  
 نہیں کہ یہ چیزیں ان کے حق میں شرعاً مباح ہیں چنانچہ بعضی سمجھتے ہیں بلکہ حرمت ان کے حق میں ہی ثابت ہے کیونکہ بقول صحیح کفار مخاطب با حکام شرعیہ ہیں  
 لیکن وہ اشیاء مذکورہ کی بیع سے روکے نہیں جاتے کیونکہ وہ ان کے معتقد نہیں اور ہم مامور ہیں ان کے اعتقادات کے عدم تعرض پر و صحیح شراہ ۵ ای الکافر  
 کا قدمناہ فی البیوع الفاسد عبد اسلم او معصفا او مشقفا منہما اور صحیح ہے کافر کو خرید کرنا مسلمان غلام کا و معصوف شریف کا یا دونوں میں سے کچھ  
 حصہ مول لینا یعنی بیع یا نصف غلام یا معصوف چنانچہ ہم اس کو بیع فاسد میں ذکر کر چکے ہیں ویجبر علی البیوع اور کافر پر نہ بدعتی کی جائے گی بیع ڈالنے پر یعنی اگر کافر  
 غلام مسلم یا معصوف مجید کو خرید کرے گا تو مالک ہو گا لیکن حاکم زبردستی اس سے بکواڈالے کیونکہ مذمت سے غلام مسلم کی ذلت ہوگی اور معصوف کی بے ادبی کا خون ہے  
 ولو اشترى غیر ابر علیہ لیس لہ من اقام القاضی لہ ولیا اور اگر کافر مشتری معصوف ہو تو بیع پر اس کا ولی جبر کیا جائے اور اگر معصوف کا کوئی ولی نہ ہو تو قاضی اس کے واسطے  
 ولی قائم کرے تاکہ اس پر بیع میں زبردستی کی جائے وکذا لو اکل عبده ویتبوه طفلہ اور اسی طرح جبر کیا جائے گا بیع میں اگر کافر غلام مسلمان ہو جاوے اور غلام کار کا غلام  
 کا تابع ہو گا اسلام میں ولو اختلفت اوکاترہما فان عجز ابر ایضا اور اگر کافر نے غلام مسلم کو آزاد کر دیا یا اس کو مکاتب کیا تو جائز ہے پھر اگر مکاتب ادائے بدل اتیت سے  
 عاجز ہو گیا تو اس کے مالک پر بھی جبر کیا جائے گا بیع ڈالنے کے واسطے ولو دبرہ او استولوا سیمانی قیسمہا اور اگر کافر نے مسلمان غلام کو مدبر کیا یا مسلمان لونڈی کو پناہ  
 بنایا تو دونوں محنت فروری کریں اپنی قیمت کے ادا کرنے میں ولو بیع منہ بالبیوع کف حرام اور ذمی مستولہ دردناک کیا جاوے مار کوٹ کر مسلمان لونڈی کے جماع کرنے  
 سے اور یہ طے حرام ہے فرغ مسئلہ طحاہ کا من عادتہ شراد الامردان و بجر علی بیوعہ وفعالفساد منہ وغیرہ وکذا الحرم اخذ صید الیوم بار سالہ لونڈوں کا خرید کرنا جس  
 کی عادت ہے تو اس پر امر و کی بیع پر جبر کیا جائے دفع فساد کے واسطے کذا فی النہر وغیرہ اور اسی طرح جس محرم نے شکار لیا تو اس کے چھوڑ دینے کا حکم کیا جائے  
 ولو اکل مقرض الخ سقطت ولو المستقرض فرواتان اور اگر شراب کا قرض دینے والا مسلمان ہو گیا تو شراب ساقط ہوگی یعنی اس واسطے کہ شراب کا قبضہ کرنا مسلم  
 کو معتقد ہے اور اگر قرض لینے والا مسلمان ہو گیا تو دوا تین میں ایک روایت امام سے سقوط شراب کی ہے اور دوسری روایت ادائے قیمت کی اور یہی قول  
 ہے محمد کا کذا فی الطحاوی و علی زوج اللامۃ المشتراۃ اتی انکھا مشترکہا قبل قبضہا قبض المشتراۃ لم یصلحہا لیسلیطہ فصار فعلہ جماع کذا لاونڈی کے

شوہر کا جس خریدی لونڈی کا نکاح کر دیا اس کے مشتری نے اس پر قبضہ کرنے سے پہلے قبضہ ہے اس کے مشتری کا بسبب حاصل ہونے کے مشتری کے مسئلہ کرنے سے تو اس کے شوہر کا فعل مشتری کے فعل کے مانند ہوا لاجرا نکاحا استحسانا نہ فقط اس کا نکاح کر دینا بلاوطی زوج قبض ہے مشتری کا بطریق استحسان کے فلواتقضى البيع قبل القبض بطل النكاح في قول الثاني و سوا المختار اور اگر بیع ٹوٹ گئی قبض سے پہلے تو نکاح باطل ہو گیا ابو یوسف کے قول میں اور یہی مختار ہے وقیدہ الکمال بما اذا لم یکن بطلانہ بموتہا فلوقبل القبض ولم یبطل النکاح وان بطل البیع فیلزم المهر للمشتري فتح اور بطلان نکاح کو کمال الدین نے مقید کیا ہے اس قید سے جب کہ بطلان بیع لونڈی کی موت سے نہ ہو اور اگر بیع کا باطل ہو جانا اس کی موت سے ہو قبل قبضہ کرنے کے تو نکاح باطل نہ ہو گا اگرچہ بیع باطل ہو گئی تو اس کے زوج پر مہر دینا مشتری کا لازم ہو گا مشتری کے واسطے مہر کا لازم ہونا فتح القدر میں مذکور نہیں اور شیخ شامین نے اس پر اعتراض کیا ہے کہ یہ کیونکر ہو گا کہ لونڈی تو بطلان ہو بائع کے مال سے اور مہر کا مالک مشتری ہو حالانکہ قول فقہا یہ ہے کہ نفع بدلے نقصان کے کذا فی الطحاوی مشتری شینا منقولاً اذا العقار لا یبیه القاضی و غاب المشتري قبل القبض ولقد التمنا علیہ معروفه فاقام بالعمیۃ انہ باعہ منہ لم یصح فی دینہ لامکان ذلایہ وان جمل مکانہ بیع المبیع ای باعہ القاضی او مامورہ نظر اللغاب وادی التمن ما فضل مسکة للغائب ان نقص تبع البائع اذا ظفر به خرید کی چیز منقول اور مشتری قبل قبض اور قبل ادائے ثمن کے غائب ہو بغیبت معروفہ یعنی اس کا مکان معلوم ہے اور اس کے بائع نے گواہ قائم کیے اس پر کہ اس نے اس کو بیچا شخص غائب کے ہاتھ تو وہ چیز اس کے دین میں نہ بیچی جائے گی اس واسطے کہ بائع کا جانا مشتری کے پاس ممکن ہے اور اگر مشتری غائب کا مکان معلوم نہ ہو کہ کہاں ہے تو بیع بیچ جائے گی یعنی قاضی اس کو بیچے یا غائب کا مامور بیچے برعایت حال غائب کے اور ثمن بائع ادا کرے اور ثمن سے زیادہ ہو تو اس کو غائب کے واسطے رکھ چھوڑے اور اگر ثمن سے کم ہو تو بائع اس کا پیچھا کرے جب کہ اس کو پابے شایع نے کہا چیز منقول کی قید اس واسطے لگائی کہ زمین کو قاضی نہ بیع کرے گا اگر مشتری غائب ہو بعد قبض کے تو قاضی بائع کی نالاش نہ سنے کیونکہ بائع کا حق بیع سے متعلق نہ رہا اور بیع کے مانند مہر ہونے یعنی اگر راہن بغیبت منقطعہ غائب ہو گیا اور مہر نہ اپنے دین کے واسطے بیع مہر ہون کی نالاش کی قاضی کے پاس تو لائق یہ ہے کہ بیع اس کی جائز ہے کذا فی الطحاوی عن جامع الفصولین وان اشترى شیئا وغاب واحدہما فظلمی احدہم دفع کل ثمنہ ویجبر البائع علی قبول اکل و دفع اکل للحاضر اور اگر دو شخصوں نے ایک چیز خریدی اور ان میں سے ایک شخص غائب ہو یعنی اس طرح پر کہ اس کا مکان معلوم نہیں کذا فی النہر تو شخص حاضر کو اس کا کل ثمن دینا جائز ہے اور بائع پر زبردستی کی جائے کل ثمن کے قبول کرنے پر اور حاضر کو کل بیع کے دینے پر وہ قبضہ و حبسہ عن شریک اذا حضر حتی یقصد شریک التمن بخلاف احد المتاجرین اور حاضر کو جائز ہے بیع پر قبضہ کرنا اور اس کا روک رکھنا اپنے شریک سے جب کہ وہ سفر سے آوے یہاں تک کہ اس کا شریک ثمن ادا کرے بخلاف احد المتاجرین کے یعنی اگر متاجر غائب ہو قبل نقد اجرت کے سو دوسرے متاجر حاضر نے اجرت دی تو اس کو بیس کرنا تادائے اجرت جائز نہیں والفرق ان للبائع حبس المبیع لاستیفاء التمن فکان مضطرا بخلاف المویر اور فرق بیع اور اجارہ میں یہ ہے کہ بائع کو حبس کرنا بیع کا اور ثمن لینے کے واسطے جائز ہے تو مشتری حاضر مضطر مضر بخلاف مویر کے ہم یعنی جب کہ بائع کو حبس بیع کا اختیار ہوا تو مشتری حاضر کو اپنے ملک سے فائدہ لینا ممکن نہیں بدون ادا کرنے جمیع ثمن کے تو حاضر مضطر مضر اور مضطر کو رجوع ثمن اور حبس بیع میں اختیار ہے بخلاف احد المتاجرین کے غائب ہونے کے کہ اگر متاجر سب اجرت دیکھا تو وہ مبرع ہو گا نہ مضطر اس واسطے کہ مویر کو حبس دار کا استیفاء اجرت کے واسطے جائز نہیں کذا فی النہر اللهم الا اذا شرط تعجل الاجرة فذلک مگر جب کہ تعجیل اجرت مشروط ہو یعنی در صورت تعجیل اجرت اجارہ در حکم بیع ہو گا یہ بحث ہے صاحب نہر کی نہ روایت مذہب یاغ شینا یا الف متقال ذہب و فضة نصفاً بہ ای بالمتقال فیجب خمساً متقال من کل منہما لعدم الاولیۃ کوئی چیز بیچے سونے اور چاندی کی ہزار متقال سے تو سونا اور چاندی نصفاً نصف ہوں گے متقال سے تو پانسو متقال ہر ایک سے واجب ہوں گے بسبب عدم اولویت کے ہم متقال چاندی اور سونے دونوں کی ہوتی ہے تو جب متقال کی اضافت دونوں کی طرف برابر ہوتی تو پانسو متقال سونا اور پانسو متقال چاندی واجب ہوتے مشتری پر بسبب عدم ترجیح کے نہر الفائق میں کہا لیکن

یعنی جس نے غائب کو امر کیا ہو



اس صورت میں بیان وصف بحدت و غیراً شرط ہے اور اگر یوں کہا کہ بزرگ را ہمہ روز نذر سے بچا تو بیان صفت شرط نہیں کہ وہاں جمید ہی مراد ہوں گے و فی  
 یومینا بالذہب من الذہب والفضة تنصفاً والفضة تنصفاً والفضة تنصفاً والفضة تنصفاً والفضة تنصفاً والفضة تنصفاً والفضة تنصفاً والفضة تنصفاً  
 کی جگہ میں جو من ہوا کے سونے اور چاندی سے سونا اور چاندی نصف نصف ہوں گے اور ہر ایک کا وزن مقرر مراد ہوگا تو سونے کے نصف سے متعال مراد ہوں گے  
 ہم یعنی پانسو دینار متعال اور پانسو دم چاندی کے مراد ہوں گے یہی متعارف ہے کہ ذانی النہر و مثلاً علی کہ غلطہ و شیور و کسم لزوم من کل ثلث کر ذہب و نقد  
 فی المعاملات کلہا کمر و وصیۃ و وریثہ و نصب اہل بیت و بدل خلع و غیرہ فی موزن و کیل و معدود و نذر و عینی اور مانند بیع کے اقراء ہے چنانچہ یوں کہتا کہ اس کا  
 میرے اوپر ایک گیسوں اور حوا و تل ہیں تو ہر ایک اشیاء ثلث سے کر کی نہائی لازم ہوگی اور یہی تفصیل اور انقسام قاعدہ کلیہ ہے جمع معاملات میں مانند ہر اور  
 وصیت اور امانت اور نصب اور بدل خلع و غیرہ کے موزن اور کیل اور معدود اور نذر و عینی مہر کی صورت یہ ہے کہ ایک صورت کا مہر ہزار متعال  
 ذہب اور نصف سے معین کیا تو پانسو متعال ذہب کے اور پانسو فضہ کے واجب ہوں گے اور اگر ہزار معین لیے سونے اور چاندی کے تو ہر ایک کا وزن معلوم مراد  
 ہوگا یعنی پانسو دینار متعال اور پانسو دم فضہ کے و علی بذالقیاس وصیت اور امانت وغیرہ موزن کی مثال یہ ہے کہ گھی اور شہد اور زیت کے ایک قنطار کا  
 اقرار کیا تو ہر ایک میں سے ثلث قنطار واجب ہوگا اور کیل کی صورت خود شایع بیان کر چکا اور معدود کی صورت یہ ہے کہ سونڈے اور انار اور سیب کا اقرار کیا  
 اور نذر و عینی کی مثال یہ ہے کہ سو کرکستان اور ریشم اور خز کا اقرار کیا کہ ذانی الطوطی و قورق و وزن سبعة تقدم فی الزکوۃ اور نصف کا یہ قول وزن سبوت کہ تب  
 الزکوۃ میں مذکور ہو چکا موزن سبوت سے مراد یہ ہے کہ دس دم سات متعال کے وزنی کے برابر ہیں اور ہر متعال میں قیراط اور ہر دم جو وہ قیراط اور ہر قیراط  
 پانچ جو و افادہ کمال ان اسم الدرہم تصرف للمتعارف فی بلد العقد فی مصر تصرف للفلس اور کمال الدرہم نے فائدہ بیان کیا ہے کہ دم کا نام پھرتا ہے  
 اس کی طرف جو مشہور ہو عقد کے شہر میں تو ہر کے شہر میں دم سے فلس مراد ہوں گے و افادہ فی النہر ان قیمتہ مختلف باختلاف اللزمان فافقی اللقانی بانہ  
 یساری نصفاً و ثلثہ فلس فلوا طلق الواقت الدرہم اعتبارہ ان عرف والا صرف للفضة لان الاصل کا لو قیدہ بالنقرۃ کو اوقت الشیخونیزہ کا مضمون  
 و نحوہا قیمتہ در ہما نصفان اور نہر الفاتی میں تصریح کی ہے کہ دم کی قیمت مختلف ہے باعتبار اختلاف الزمان کے سولقانی نے فتویٰ دیا کہ دم برابر  
 ساڑھے تین فلس کے تو اگر وقت کے لئے وہاں دم کو مطلق کے چاندی تانبے کی قید نہ لگائیے تو اس کے زمانے کا اعتبار ہوگا اگر اس کے زمانے کا عرف معلوم ہو  
 اور نہیں تو دم چاندی کے دم کی طرف منصرف ہوگا کیونکہ وہی اصل ہے چنانچہ اگر دم کو نقرہ کے ساتھ مقید کیا یعنی یوں کہا کہ نقرہ کا دم چاندی کا دم مراد ہوگا  
 چنانچہ شیخونیزہ اور مشہور شیعہ اہل علم کے مانند دم نقرہ کی قید لگائیے تو اس کے دم کی قیمت دو نصف ہے ہم لقانی سے مراد علامہ ناصر الدین تعلق علی  
 ہے کہ ذانی النہر طوطی نے عمومی سے نقل کیا کہ دم کی قیمت دو نصف ہو ایہ کلام ہے صاحب نہر کا اور یہ اس وقت مسلم ہے جب کہ درہم مذکورہ صاحب نہر  
 کے نزدیک متغیر نہ ہو گئے ہوں علاوہ اس کے صاحب نہر خود اہل مذکر کر چکا ہے کہ زمانہ واقفین کا اعتبار ہے تو اس سے عدول کرنا چاہیے و لہذا نصف  
 ان النقرۃ تطلق علی الفضۃ والذہب و علی الفلوس الخاص بعرف مصر لان فلاد من مریج فان لم یوجد فالعمل علی الاستیمارات القدیۃ للوقت کا لو اطمینا  
 فی نظائرہ کعرفہ خراج و نحوہ قال و بانقی الملا ابو السعد افندی اور مصنف نے اپنی شرح میں تصریح کی ہے کہ نقرہ بولا جاتا ہے چاندی اور سونے اور  
 فلس میں ہر صر کے بالفضل کے عرف میں تو دم نقرہ کی قید میں بھی مریج ضرور ہو اسواگر مریج نہ پایا جاوے تو وقت کی خطایاے قدیرہ عمل ہوگا چنانچہ فقہ  
 نے نظائر وقت میں اس پر اعتماد کیا ہے چنانچہ معرفت خراج اہل علم کے مانند میں مصنف نے کہا اور اسی کا فتویٰ دیا ہے طاہر ابوسود افندی نے مریج  
 کے وہاں ترجمہ جہول کا ظاہر الفاظ کے مطابق نہیں ہے میری دانست میں یہ دونوں لفظ اقسام صحابہ کے ہیں اور قید نقرہ لگانے کی مثال میں ترجمہ یوں ہے کہ  
 چنانچہ اگر نقرہ سے متعال ہوں تو چاندی کے دم کی قیمت دو نصف ہے و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اعدا وہ ہے جو صاحب نہر نے بیان کیا ہے یعنی اعتبار زمانہ واقفین اگر معلوم ہو سکے والا بقول مصنف استیماز قدیم معتبر ہوگا استیماز قدیم سے مراد اسکا قدیمی ہے کذا فی الطحاوی ولو قبض زلیفا بدل جید کان لہ علی آخر جا ہلا بہ فلو علم والفقہ کان قضاء اتفاقا ونفق او الفقه فلو قائما یردہ اتفاقا فوقضاء لحقہ اور اگر ایک شخص نے کھوٹے درم ناواقفی سے قبض کیے عوض کھرے درموں کے جو دو سر شخصے شخص پر اس کے نھے اور درم خرچ ہو گئے یا اس نے خرچ کر ڈالے تو یہ اس کے حق سے ادا ہو جاتا ہے طرفین کے نزدیک سوا اگر کھوٹا ہونا اس کو معلوم ہو اور اس نے خرچ کر ڈالا تو ادا اسے حق باتفاق طرفین اور ابو یوسف ہے اور اگر ناواقفی سے کھوٹے درم لیے اور وہ ہنوز موجود ہیں تو ان کو بالاتفاق پھیر دے م بحر الرائق میں کہا کہ ابو نصر نے کہا درہم زلیف عبارت ہے درم خشوش سے نہر الفائق میں ہے کہ درم زلیف وہ ہے جو بیت المال میں نہ داخل ہو وقال ابو یوسف اذا لم لعلم یر مثل زلیفہ یرجع بحمدہ استحسانا لکما لو کانت ستوقہ او نہرتہ واختارہ للفتویٰ ابن کمال قلت ورجحہ فی البحر والنہر والشربلا تہنیہ لفتی اور ابو یوسف نے کہا کہ جب صاحب حق کو درم کا کھوٹا ہونا معلوم نہ ہو تو بعد خرچ ہو جانے کے اس کے مانند کھوٹے درم پھیر دے اور کھرے درم اس سے پھیر لے بطریق استحسان کے چنانچہ اگر ستوقہ اور نہر جہ درم ہوں تو درم مثل جائز ہے اور اسی قول کو پسند کیا ہے ابن کمال نے فتویٰ صینے کے واسطے میں کہتا ہوں اور اسی قول کو ترجیح دی ہے بحر الرائق اور نہر الفائق اور شربلا تہنیہ میں تو اسی کا فتویٰ دیا ہے م ستوقہ درم جس پر چاندی کا پتر ہو اور نہر جہ وہ درم جو دار الضرب سلطانی میں نہ بنا ہو ولو فرخ او باض طیر فی ارض رجل او تکسیر فیہ ما ظلی ای انکر رجلہ بنفسہ فلو کسر با رجل کان للکاسر لا لاخذ فہو لا لاخذ سبق یدہ لمباح اور اگر چڑھنے بچہ یا نڈا یا ایک مرد کی زمین میں یا ہرن کا پاؤں اس میں خود خود ٹوٹ گیا تو وہ اس کا مملوک ہے جس نے اس کو پایا اور یا کیونکہ اس کا قبضہ مباح چیز پر پہلے ہو گیا تو اگر کوئی مرد اس کے پاؤں کو توڑے گا تو ہرن پاؤں توڑنے والے کا ہو گا نہ پکڑنے والے کا الا اذا جمیاً ارضہ لذلک فہو لکرجب کہ صاحب زمین نے اپنی زمین کو اسی کے واسطے مہیا کر رکھا ہو تو صاحب زمین اس کا مالک ہو گا نہ اخذ او کان صاحب الارض قریباً من الصید بحیث یقدر علی اخذہ لومدیہ فہو لصاحب الارض لکن منہ فلو اخذہ غیرہ لم یملک نہریا زمین کا مالک شکار سے قریب ہو اس طرح پر کہ قادر ہو اس کے پکڑ لینے پر اگر ہاتھ پھیلاوے تو وہ شکار زمین کے مالک کا ہے لیبب اس کے قادر ہونے کے شکار پر تو اگر شکار غیر مالک پکڑے گا تو اس کا مالک نہ ہو گا کذا فی النہر وکذا مثل ما مر صید تعلق بشبکہ نصت للبحاف او دخل ار رجل درہم او سکر نثر فوق علی ثوب لم یعدہ سابقا ولم یکف لاحقا فلو اعدہ لو کفہ ملکہ ہذا الفعل اور اسی طرح مسئلہ نکودہ کے مانند ہے وہ شکار جو چھنس گیا اس جال میں جو پھیلا یا گیا تھا خشک کرنے کے واسطے یا شکار داخل ہو گیا ایک مرد کے گھر میں اور درم یا شکر جو اچھالے گئے لینے والوں کے واسطے سو اس پکڑے پر پڑے جو سابق سے درم یا شکر لینے کے واسطے مہیا نہیں کر رکھا اور نہ پکڑا سمیٹا گیا بعد اس کے تو اگر درم اور شکر لینے کے واسطے پکڑا مہیا کیا ہو یا پکڑا سمیٹ لیا ہو بعد پڑنے درم اور شکر کے تو پکڑے کا مالک درم اور شکر کا مالک ہو گا اس فعل سے فروع مسائل طحہ شارح کے عمل انھل فی ارضہ ملک مطلقا لان صار من انزالہا شہد کھی کا ہے اس کی زمین میں تو وہ اس کا مالک ہو گا خواہ زمین شہد کے واسطے مہیا ہو یا نہ ہو اس واسطے کہ شہد زمین کی زیادات پیدائشی سے ہو گی انزال بالفتح جمع ہے نزل بصیغۃ کی معنی بربح و زیادات مزروع کذا فی الطحاوی و شری دارالطلب المشتري ان یکتب بالبايع سکا لا یجبر علیہ ولا علی الا شہاد و الخرج البیہ الا اذا جاز کا بعد ول و صک فلیس لہ الا متناع من الا قرار اور گھر خرید کی مشتری نے بائع سے بیعنامہ لکھنا چاہا تو اس پر زبردستی نہ کی جائے گی اور نہ گواہ کرنے پر اور نہ مکان سے باہر نکل کر شاہد کرنے پر مگر جب کہ مشتری بائع کے پاس شاہد عدول اور بیعنامہ لایا تو بائع کو اب اقرار بیع سے امتناع جائز نہیں مگر وہ وثیقہ ہے جس میں اقرار بیع اور قبض ثمن کا اقرار ہو بائع پر بیعنامہ اور شہاد کے واسطے جبر اس پر جائز ہے یہ مقتضائے عقد بیع سے نہیں ہے اور شاہد عدول کی قید نظر مشتری کے ہے اس واسطے کہ مشتری عدول ہی شاہدوں کو لاویگا مزید اعتماد کے واسطے والا اگر مشتری فاسق گواہوں کو لاوے گا تو بائع پر انشہاد ضرور ہے کذا فی الطحاوی شری قطننا غیرتہ امراتہ فکلہ لہ روئی خرید کی

سوا اس کی زوجہ نے اس کا سوت کا تا تو سب سوت مرد کا ہے ہم پہلے کہ زوجہ نے اجرت کا تنے کی شرط نہیں کی تو ظاہر زوج پر اجرت لازم نہ ہوگی لہذا  
 اذ اکتفت بلا اذن الوردیہ کفیف مثلہ رجعت فی التزکة تہجہ نجیب کہ بلا ان ورنہ کے زہج کو کفیف ریا تو متروکہ زوج سے رجوع کیسے ولو اکثر لارجح بشری  
 قالہ عمر اللہ ولو قبل رجوع یقیرہ کفن المثل لایجدوا ما لکن ناندہ پو مثل سے توندہ جو کہ رجوع متروکہ سے جائز نہیں قابل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اگر یوں کہا  
 جائے کہ کفن مثل کی قیمت متروکہ سے بھر لے تو بعد نہیں طحاوی نے کہا کہ مرجع منفر قال میں مطلع نہیں ہوا ہم ظاہر امر مرجع ضمیر مطلق کا مصنف ہے جہاں  
 خارج نے رجوع نقل کی ہیں اور بعد نہیں کہ خود شایع مرجع ضمیر ہو و انما علم اکتساب حراما و اشتری بہ و بالمدامہ المغصوبۃ شیئا قال انکرخی وان نقد  
 قبل ایسج تصدق بالنسج والا لا و ہذا قیاس و قال ابو بکر کلا ہما سواہ ولا یطیبہ کسب حرام سے کچھ پیدا کیا اور اس سے یا دارا ہم منسوبہ سے کوئی چیز خرید کی  
 کر لی نے کہا کہ اگر تم دیا قبل بیع کے تو بیع کے فائدے کو خیرات کرے اور اگر قبل بیع میں نہیں دیا تو خیرات نہ کرے اور یہ قول قیاس ہے اور ابو بکر نے کہا کہ قبل  
 بیع اور بعد بیع کے دینا دونوں برابر ہیں اور اس کو فائدہ لینا حلال نہیں ہم تصدق کرنا منفعوت کا دارا ہم منسوبہ کے ضمان کے بعد مراد ہے اور ظاہر قول ابو بکر کا  
 استحسان ہے تو وہی مستند ہو گا اور کسب حرام کی ایک صورت یہ ہے کہ غلام کو غصب کیا اور اس کو بچوں دوسرے غلام کے بیچا پھر دوسرے غلام کو بچوں  
 میں کے بیچا پھر غرض کو دارا ہم سے بیچا تو امام کے نزدیک قیمت بعد منسوبہ کی ضمان سے جس قدر زیادہ منفعوت حاصل ہو اس کو تصدق کرے کذا فی الطحاوی عن العالیگری کذا  
 لو اشتری لم یقل بئذہ العمامہ واعطی من العمامہ اور اسی طرح اگر کوئی چیز خرید کی اور نہ کہا کہ بچوں ای دارا ہم کے خرید کی اور تم دارا ہم سے یعنی دارا ہم منسوبہ سے فتاوی  
 عالیگری میں محیط سے منقول ہے کہ اگر مال غصب کیا یا ودیعت اور مضاربت میں مخالف مالک کے عمل کیا اور فائدہ حاصل ہوا تو امام کے قول میں زائد مال کو تصدق  
 کرے اور ابو یوسف نے کہا کہ زائد اس کو حلال ہے اگر کوئی چیز بغیر غصب خرید کی اور غصب مائین دیا یا بچوں غصب خرید کی اور غیر غصب سے شمن دیا تو وہ بھی اسی  
 طرح ہے ابو یوسف کے قول میں اور امام نے کہا کہ اس میں تصدق نہ کرے کذا فی الطحاوی دفع مالہ مضاربتہ لرجل جاہل جازاخذہ ربحہ ما لم یعلم انہ اکتسب الحرام  
 اپنا مال ریال طریق مضاربت کے اس مرد کو جو مسائل مضاربت سے جاہل ہے تو اس کی منفعوت لینا جائز ہے جب تک معلوم نہ ہو کہ اس نے کسب حرام سے حاصل  
 کیا ہم طحاوی نے کہا مناسب مقام وہ مسئلہ ہے جو خانہ میں مذکور ہے کہ ایک مرد نے کچھ خرید کیا تو اس پر یوں سوال کرنا کہ وہ حلال ہے یا حرام ہے لازم ہے  
 یا نہیں تو تامل کرنا چاہیے کہ اگر بائع اس شہر اور اس زمانے میں ہو جس کے بازاروں اکثر مال حلال ہے تو مشتری پر پوچھنا لازم نہیں اور باع حکم ظاہر پر رکھی اور اگر  
 غالب مال حرام ہو یا بائع حلال حرام دونوں بیچتا ہو تو امتیاط کرے اور سوال کرے مگر ثوبہ لایجوز لاعد اخذہ ما لم یقل عن رمی لیاخذہ من بار او جس نے اپنا  
 پیرا پھینک دیا تو کسی کو اس کا لینا جائز نہیں جب تک کہ اس نے اپنا پیرا پھینکنے کے وقت یوں نہ کہا ہو کہ اس کو نے جس کا بیچا ہے ہم یہ قول ظاہر الباحت ہے نہ  
 ہرگز کہ وہ بوبہ متعلق نہیں اور مباح کہ کو استملاک مباح کا بیع کی ملک پر جائز ہے اور جب کہ اباحت یا عدم اباحت کا قول معلوم نہ ہو تو ظاہر لینا جائز نہیں  
 کیونکہ لقاہ ملک مالک اصل ہے کذا فی الطحاوی باع الاب صبیحہ طفلہ والاب فسد فاسق لم یجز بیعہ استحسانا باپ نے اپنے طفل کی زمین بیچی اور مالک باپ  
 فسد فاسق ہے تو اس کی بیع جائز نہیں بطریق استحسان کے بشرط لطفنا علی ان لا ترجع علیہ بالظن جازو ہو کالبیۃ استحسانا ماں نے اپنے طفل کے واسطے کوئی  
 چیز خریدی اس شرط پر کہ ضمیر پر رجوع مثنیٰ ذکر سے گی تو جائز ہے اور خرید بیعہ کی مانند ہے بطریق استحسان کے قال الامیر اشترنی او کفی فشرایہ رجوع بلاوی کلذا قرصہ  
 تمہی نے دوسرے سے کہا کہ مجھ کو خرید کرنا یا مجھ کو غلام کر سوا اس نے اس کو خرید کیا تو جو اس نے دیا ہے پھر لے قیدی سے گویا اس نے اس کو قرض دیا م پھر لینا  
 بعد القولین ہے اور مثنیٰ بہ عدم رجوع ہے اور امیر کے مانند وہ شخص ہے جس کو سلطان نے مصافحہ کے واسطے پکڑا کذا فی الطحاوی عن جامع الفصولین  
 لوقال بالف فشرایہ اکثر لم یجز الفاضل لادخلیہ لاشراہ اور اگر امیر نے کہا کہ مجھ کو مشو ہزار دم سے خرید کر سوا اس نے اس کو زیادہ ہزار دم سے خرید کیا تو  
 ہزار دم سے زیادہ نہ ہو گا اس سے کہ شخص کرنا ہے نہ خرید کرنا م جامع الفصولین میں لزوم رجوع فضل مذکور ہے اور تعمیل تکلیف مفید لزوم ہے نہ عدم لزوم کذا فی

الطحاوی طحطاوی داراودبلغ وناذی جیرانہ ان علی الدوام منع علی النذرة یعمل منہ اور ایک گھر خرید کیا اور اس میں دباغت یعنی چمڑا پکایا اور اس کے ٹرڈی اذیت پانے لگے تو اگر دباغت علی الدوام کرتا ہو تو منع کیا جائے اور اگر گاہے گاہے کرتا ہو تو برداشت کرنا چاہیے جامع الفصولین میں ہے ایسے مسائل میں قیاس یہ ہے کہ جو اپنے ملک خاص میں تصرف کرے وہ روکا نہ جائے اگرچہ غیر کو ضرر ہو لیکن یہ قیاس متروک ہے وہاں جہاں غیروں کو ضرر ہو بضرر مزید بعضوں نے کہا اسی کو اکثر مشائخ نے لیا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے کہ ذی الطحاوی شری لھا علی انہ غم فوجہ لحم معزلہ ارد گوشت خرید کیا اس شرط پر کہ وہ بھیڑ کا گوشت ہے اور اس کو بکری کا گوشت پایا تو اس کو پھیر دینا جائز ہے غم بکری کو بھی شامل ہے سو پھیر دینے کی وجہ ہے مگر یہ کہ عرف میں غم بھیڑ کے ساتھ مخصوص ہو قال زنی من ہذا اللحم ثلثہ ارطال فوزنہ راجحون ہذا الخبز فوزنہ لم یبخر مشتری نے کہا کہ مجھ کو اس گوشت سے تین رطل تول دے سو اس نے تول دیا تو مشتری پر جبر کیا جائے گا اس کے لینے پر اور اگر کہا کہ اس روٹی میں سے تول دے اور اس نے تول دی تو اس پر لینے کے واسطے جبر نہ ہوگا شری بذرا خریفیا فاذا ہو ربیع او شری بذرا بطیح فاذا ہو بذرا القشاء ان قائما ردہ وان مستملا کافعلیہ مثلہ خرید کیا خریف کا بیج اور وہ بیج کا بیج نکلا یا خرید کیا خربوزے کا بیج اور وہ مکڑی کا بیج نکلا اگر قائم ہو تو اس کو پھیر دے اور اگر مستمک ہو تو اس پر اس کے مانند پھیر دینا جائز ہے غم پھیر دینے کی وجہ یہ ہے کہ جو مشتری نے لیا وہ غیر بیع ہے ساوم صاحب الزجاج دفع لہ قدما یظہرہ فوقع منہ علی اقدارح فانکسرت ضمن الاقدارح لا القدرح الواقع ایک شخص نے خرید کی گفتگو کی شیشے والے سے اور اس نے پیالہ دیا اس کو دیکھے سو اس کے ہاتھ سے پیالہ گر پڑا اور پیالوں پر کہ وہ ٹوٹ گئے تو تاوان دے پیالوں کا نہ اسی پیالے کا جو گر پڑا پیالوں کا ضمان اس واسطے لازم ہوا کہ لوگوں کے اموال میں خطا معاف نہیں اور اس پیالے کا ضمان اس واسطے نہیں کہ وہ مقبوض علی سوم الشراء یا علی سوم النظر ہے بلا بیان ثمن تو وہ امانت ہے کہ بلا تعدی ہلاک ہوئی لہذا مطلقا مضمون نہیں شری شجرۃ باصلہا و فی قلعہا من الاصل ضرر بالباع یقطعون و جلا فیہن حیث لا یقطعون ہذا بایع ولو انہم من سقوطہ سائل ضمن القایع ما تولد من قلعہ ایک درخت خرید کیا بڑ سمیت اور جڑ سے اس کے اکھاڑنے میں بائع کا ضرر ہے تو اس کو کاٹ لے زمین کے اوپر سے جہاں سے بائع کو ضرر نہ ہو اور اگر اس کے ساق پھونے سے کوئی دیوار گر جائے تو درخت کا اکھاڑنے والا اس کا تاوان دے جو اس کے اکھاڑنے سے پیدا ہوا دفع دیا ہم زینوفا کسرت المشتري لاشی علیہ وغم ما منع حیث غنمہ و خانہ و کذا لودفع الیہ لینی نظر الیہ فکسرہ کھوٹے دم دیئے سو مشتری نے لیا کہ توڑ ڈالا اس پر کچھ تاوان نہیں اور اس نے بہت اچھا کیا کیونکہ اس نے اس کو دغاوی اور خیانت کی اور اسی طرح اگر اس نے اس کو دیا تاوان اس کو دیکھے اور اس نے اس کو توڑ ڈالا تو اس پر کچھ نہیں م مناسب یہ تھا کہ شایع بجائے مشتری بائع کتا یا یہ مسئلہ عقد صرف پر محمول ہے کہ وہاں ہر عاقد پر بائع اور مشتری صادق آتا ہے لا باس بیع المغشوش اذا بین غشہ او کان ظاہر ابراہ و کذا قال ابو حنیفہ رحمہ اللہ فی حطۃ خلط فیہا الشیر والشیریری لا باس ببیعہ وان طعنہ لا بیع کچھ معنائف نہیں مغشوش چیز کی بیع میں جب بائع اس کی طوفی بیان کر دے یا علی چیز ظاہر ہو کہ مشتری اس کو دیکھتا ہو اور اسی طرح امام ابو حنیفہ نے کہا اس گیسوں میں جس میں جو مخلوط ہوں اور جو نظر آتے ہوں اس کی بیع میں کچھ معنائف نہیں اور اگر مخلوط کا آنا پس اتونہ بیعہ م اس واسطے کہ پینے سے امتیاز نہیں رہتا ہاں اگر بیان کر دے تو بیع جائز ہے وقال الثانی فی رجل مہ فہنہ نحاس لا یبصر ما حتی ینبئ اور ابو یوسف نے کہا کہ اس مرد کے باب میں جس پاس تا بائع چاندی ہے کہ اس کو بیع کرے یہاں تک کہ بیان کر دے و کل شی لایحوز فانی یعنی ان یقطع ویعاقب صاحبہ اذا انفقہ وہو یعرفہ اور جو چیز کہ ظاہر نہیں سولائے یہ ہے کہ کاٹ ڈالی جاوے اور اس کا مالک مارا جاوے جب کہ مغشوش کو وہ خرچ کرے جان بوجہ مشتری فلوسا بدرہم فدفعما الیہ وقال ہی بدرہمک لا ینفق ما حتی یجد ہا پیسے خرید کیے دم سے سو بائع نے اس کو پیسے دیے اور کہا یہ تیرے دم کے عوض میں تو ان کو خرچ نہ کرے جب تک کہ شمار نہ کرے م ظاہر شمار کرنا اس صورت پر محمول ہے جب کہ بیع بطریق عدد کے ہوئی ہو نہ بطریق وزن کے شمار کرنا اس احتمال سے ضرور ہوا کہ شاید دم باعیب ہوں تو فلوس کے خرچ کر ڈالنے کے بعد معلوم نہ ہو کہ کتنے پیسے تھے شری بالدرہم الزلیف و منی باقل مما یشتري یا لجد صل کہ کوئی چیز خرید کی کھوٹ دم سے اور جس قدر کھرے دم سے مول لیتے ہیں اس کے

کتر سے راضی ہوگی تو اس کو صلح یعنی ایک چیز کو سے دم سے مثلاً میر بھر متی ہے اور اس نے کھوٹے دم سے آدھ سیرل ماضی ہو کر تو اس کے واسطے صلح ہے شریکیا یا بخلہ علی ای یونی ٹرنہ بصر قندلم بجز لہما نہ الا جمل کپڑے خرید کے بغداد میں اس شرط پر کہ اس کا ٹخن سمرقند میں ادا کرے گا تو بڑ نہیں اسباب بھول ہونے مدت کے باع نصف اور نہ بشرط خراج کلہا علی مشتری فنوناً سد یک شخص نے اپنی نصف زمین بھی اس شرط پر کہ ساری زمین کا خراج مشتری پر سے تو بیع فاسد ہے یعنی اس واسطے کہ اس شرط کو عقد معتق نہیں اور اس میں باع کا فائدہ ہے اخذ الخراج من الاکا ملان بیع علی الدہقان استخانا طراج لیا گیا کاشت کار سے تو اس کو زمیندار سے بھر لینا بطریق استمان جائز ہے شریکوں مع الغلہ و قبضہ ای رضی الاکار جاز ابیغ و ارحمۃ من التمن وال لم یرض لم یجز بوجہ انکو کے وقت خرید کے پھلوں کے ساتھ اور اس پر قبضہ کیا اگر کھتا ماضی ہو تو بیع جائز ہے اھا کر کشکار کو بعد اس کے حصے کے ٹریٹے کا اور اگر وہ ماضی نہیں تو اس کی بیع جائز نہیں مگر او وہ کشکار ہے جس کا پھلوں میں حصہ ہے قضاہ در بما و قال الفقه والافرن علی قبضہ ولم یفقدہ درہ استخانا بخلاف جاریتہ و جہدہا و بھا فقال امرضا او بھا فان لفتت والارہ باضرضا علی ابیغ سقط الر مشتری نے بائع کو دم دیے اور کہا اس کو خرچ کر اور اگر خرچ نہ ہو تو مجھ کو پھیرے سو بائع نے اس کو قبول کیا اور خرچ نہ کیا تو اس کو پھیر لینے کا اختیار ہے بطریق استمان کے بخلاف اس لوندی کے جس میں مشتری نے عیب پایا سو بائع نے کہا کہ اس کو بیع کے واسطے پیش کرنا بیع و ال سو اگر بک جائے تو بہتر ہے والا مجھ کو پھیرے سو مشتری نے اس کو بیع کے واسطے پیش کیا تو بیوی یا ساقط ہو گیا م دونوں صورتوں میں فرق یہ ہے کہ درم مقبوض میں حق قابض نہیں بلا تجوز بخلاف تصرف فی العین کہ وہ عین ملک قابض ہے لہذا اس میں اختیار ہل ہے کذانی الطحاوی لخصا قال ابو یوسف رحمہ اللہ اذا ولی رجل امہ ثم زوجها مکانه فلزوج وطیها بلا استبراد قال ابو یوسف استنجح لایقربا حتی تحین حیضہا کاوا شتر الامکبجی فی الخطوا کل من المتقط امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے کہا جب کہ ایک مرد نے اپنی لوندی سے ولی کی پھر اس کا نکاح کر یا دریں تو زوج کو اس کی ولی بلا استبراد نہیں ہے اور ابو یوسف نے کہا کہ میں اس کو قبیح جانتا ہوں اور زوج اس کا قربت نہ کرے جب تک اس کو حیض نہ آوے جبکہ اس کو خرید کرے تو استبراد لازم ہے چنانچہ آدیگان کا نظر میں اور یہ سب فروع منقطع ہیں امام کے نزدیک زوج پر ہر چند استبراد لازم نہیں مگر مالک استبراد واجب ہے چنانچہ شامی نے کتاب نکاح میں ذخیرہ سے نقل کیا ہے اور یہ جو کتاب الخطر کا والا ہے سو شاید منقطع کی عبارت میں ہو گا والا در مختار میں مذکور نہیں کذانی الطحاوی مایطبل بالشرط الفاسد لایصح تعلیقہ بوجہ باطل یعنی فاسد ہوتا ہے کذانی الطحاوی شرط فاسد سے اور اس کی تعلیق شرط سے صحیح نہیں و بیع اور قیمت اور اجارہ اور اجازت اور وصیت اور بیع من الملل اور ابلادین سے اور عزل وکیل اور امتکان اور مزارعہ اور معاملہ اور اقرار اور وقت اور حکم ہے ہرنا اصلان احمد جان کل ماکان مبادتہ مال بھال یفسد بالشرط الفاسد کا بیع و ماہ فلا کالقرن ہل دو قاعدے ہیں ایک قاعدہ یہ ہے کہ جو مال کا مالک ہے ہل سے وہ شرط فاسد سے فاسد ہوتا ہے چنانچہ بیع و ہر وہ جو مبادلہ مال کامل سے نہیں وہ شرط فاسد سے فاسد نہیں ہوتا چنانچہ قرع و ہر وہ جو مبادلہ کامل سے نہیں اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ مبادلہ ہوا مال کا غیر مال سے یا تبرعات سے تو وہ شرط سے فاسد نہیں ہوتا اس واسطے کہ شرط فاسد بیع سے متعلق ہیں اور بیع معاوضات میں سے متعلق ہے اس کے غیر سے تو وہاں فقط شرط ہی باطل ہے جائے گی تاہم ان کا کل ماکان من التعلیقات ان تصیبات رجوعہ علی تعلیقہ بالشرط الفاسد و ما قاعدہ یہ ہے کہ جو تصرف کی تعلیقات یا تصیبات میں سے ہے چنانچہ وصیت تو اس کا معلق کرنا شرط سے باطل ہے اور اگر تعلیقات یا تصیبات سے نہیں بلکہ استقالات یا اطلاقا یا طویات یا تحریضات سے ہے تو اس کی تعلیق شرط سے صحیح ہے م رجوعہ تعلیقہ کی مثال ہے نہ عینک کی لکن فی استقالات و التزلات یخلف ہما ک و طلاق صحیح مطلقا لیکن ان استقالات احکامات میں جس سے قسم کھائی جاتی ہے چنانچہ بیع اور طلاق تو ان کی تعلیق شرط سے مطلق صحیح ہے یعنی خواہ شرط مناسب ہو یا غیر مناسب مگر اگر طلاق میں لعن و نشر غیر مرتب ہے یعنی التزام کی مثال ہے اور طلاق استعاضہ کی وہی اطلاقا و طویات و تحریضات باللائم بنازرہ اور اطلاقا اور طویات اور تحریضات یعنی ترغیبات میں شرط صحیحہ تعلیق صحیح ہے م طلاقا چنانچہ لونی دینا تجارت

میں اور ولایات جیسے قضا اور امارات اور زعیات چنانچہ امام کا یوں کہنا کہ جو غازی کافر کو مائے وہ اتنا انعام پائے کہ ذانی الطحاوی فالاول الرجوع بشر علی مافی الدرہ  
والکنز و اجارۃ الوقایۃ سوا اول یعنی جو تصرفات کہ شرط فاسد سے باطل ہو جاتے ہیں چودہ ہیں بموجب درر اور کنز اور وقایہ کے کتاب الاجارہ کے ہم طحاوی نے  
کہا کہ شراح کا یہ بیان مانع کے مخالف ہے اس واسطے کہ مصنف نے دونوں آلوں کی تمثیل ساتھ ہی دی ہے نہ فقط اصل لول کی مثال ہے وہ اصل ثانی کی بھی مثال ہو  
سکتی ہے بلا عکس اور شراح نے کتب ثلاثہ کے ذکر سے اشارہ کیا کہ جو چیزیں شرط فاسد سے باطل ہو جاتی ہیں وہ امثلہ مذکورہ فی المتن میں منحصر نہیں کیونکہ ہر ما دون  
اور اصل اور قبل خطا اور جرات موجبہ لئال سے صلح کرنا بھی شرط فاسد سے باطل ہو جاتا ہے انتہی البیع ان علقہ بکلمۃ ان لا یعلی علی ما بینا فی البیع الفاسد چودہ لہو  
اول بیع ہے اگر بیع کی تعلیق بلفظ ان شرطیہ کیے نہ بلفظ علی چنانچہ ہم نے اس کو بیع فاسد میں بیان کیا ہے مگر ایک صورت میں تعلیق بلفظ ان شرطیہ بلفظ بیع  
نہیں چنانچہ بائع کا یوں کہنا کہ میں نے یہ چیز تیرے ہاتھ بیچی اگر فلا نا شخص تین دن تک راضی ہو جائے اس واسطے کہ اجنبی کے واسطے اختیار شرط کرنا صحیح ہے  
اور عاقد کا یوں کہنا کہ بشرط کذا بمنزلہ علی ہے اور ضرور ہے شرط واد کے ساتھ متصل نہ ہو والا بیع جائز ہے اور یہ ضرور ہے کہ صلب عقد میں شرط ہو تو الحاق  
شرط سے الحاق نہ ہوگا صحیح روایت میں اور ذخیرہ میں ہے کہ لکڑیاں خریدیں گاؤں میں بشرط صحیح اور خرید کی متصل بلا شرط یوں کہا کہ لکڑیاں میرے مکان تک  
پہنچاؤے تو بیع فاسد نہیں کیونکہ یہ جدا کلام ہے کذا فی الطحاوی والقسمۃ للشمس اور تمت مال مثلی کی شرط سے فاسد ہوتی ہے مگر مراد جنس واحد ہے اس واسطے  
کہ اجناس مختلفہ کی قیمت قیمتی مال کی قیمت کے مانند ہے تعلیق کی صورت ہے کہ شریک اقسام کریں اگر فلا نا شخص راضی ہے اما قسمۃ قیمتی فصیح بخاری شرط  
ورویۃ اور قیمت والے مال کی قیمت تو صحیح ہے بخیار شرط اور بخیار الرویۃ سے والاجارۃ اور اجارہ ہم تعلیق اجارہ کی صورت ہے کہ اجارہ دے اس شرط پر کہ متاجر  
اس کو قرض دے یا تحفہ دے یا متاجر دوکان یا گھر کی مرمت کرے اور جتنا مرمت میں خرچ ہو وہ کرایہ سے مجر کر لے تو اس سے اجارہ فاسد ہو جاتا ہے الا فی  
قولہ اذا جاور اس الشہر فقد اجرتک داری بکذا فیصح یہ لفظی عمادیہ تعلیق اجارہ صحیح نہیں مگر اس قول میں جب کہ مینے کارا آوے تو میں نے تجھ کو اپنا گھر تھے کرایہ  
پر اجارہ دیا تو اجارہ صحیح ہے اس شرط سے اسی کا فتویٰ ہے کذا فی العمادیۃ وقولہ لغاصب دار فرغنا والا فاجرتک کل شہر بکذا اجازت کہ سبھی فی متفرقات الاجارۃ مع ان تعلیق  
بعدم التفریح اور مالک کے اس قول میں غاصب دار سے کہ گھر کو فاسخ کرے اور نہیں تو کرایہ اس کا ہر مینے میں اتنا جائز ہے چنانچہ متفرقات اجارہ میں آوے گا باوجود  
تعلیق ہے عدم تفریح پر والا اجازۃ بالزائے فقول البکر اجرت النکاح ان رضیت امی مبطل الاجازۃ بزائۃ اور اجازت بزائے مجھے تو باکرہ کا یوں کہنا کہ میں نے  
نکاح کو جائز رکھا اگر میری ماں راضی ہو مسئلہ ہے اجازت کا کذا فی الزائۃ وکذا اکل مالایح تعلیقہ بالشرط اذا انعقد موقوفا لا یصح تعلیق اجازتہ بالشرط بحسب  
فصیرۃ علی البیع قصورہ کا وقع فی المنع اور اسی طرح جس کی تعلیق شرط پر صحیح نہیں یعنی جس میں تملیک یا تقید ہے جب کہ وہ موقوف منعقد ہو تو اس کی تعلیق صحیح  
نہیں شرط پر کذا فی البیوع تو منحصر کرنا تعلیق اجازت کا بیع پر قصور بیان ہے چنانچہ منع الغفار میں واقع ہوا ہے ہم طحاوی نے کہا منع الغفار میں بیع کی تمثیل واقع ہے  
اور مثال سے تخصیص ثابت نہیں ہوتی اور کلید صاحب بجز کہ مصنف نے خود ذکر کیا ہے یعنی تو اب کچھ قصور نہ رہا والرحمۃ قال المصنف انما ذکر تھا تبعا لکنز وغیرہ قال  
نہینانی بجرہ وہو خطا والصواب و نہا لا تبطل بالشرط اعتبارا لہا باصلہا و ہوا النکاح و اطال الکلام لکن تعقبہ فی النہر و فرق بانہا لا یفتقر لشہود و مہر و لہ حجۃ امۃ  
علی حرۃ نکحہا بعد طلاقہا و تبطل بالشرط بخلاف النکاح اور رجعت مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ میں نے تو رجعت کو بائع کنز وغیرہ کے ذکر کیا ہے ہمارے  
استاد نے اپنی کتاب بحر الرائق میں کہا کہ رجعت کا ذکر کرنا خطا ہے اور ٹھیک بات یہ ہے کہ رجعت شرط سے باطل نہیں ہوتی باعتبار اپنی اصل کے اور وہ اصل  
نکاح ہے یعنی جیسے رجعت کی اصل یعنی نکاح شرط سے باطل نہیں ہوتا ویسے ہی رجعت بھی باطل نہیں ہوتی اور صاحب بجز نے یہاں بہت گفتگو دراز کی ہے لیکن  
نہر الفائق میں اس پر اعتراض کیا ہے اور فرق بیان کیا ہے رجعت اور نکاح میں اس طرح کہ رجعت میں گواہوں اور مہر کی حاجت ہے اور نکاح لوندی کا اس جہ  
پر جس سے نکاح کیا بعد اس کے طلاق کے جائز ہے اور رجعت باطل ہوتی ہے شرط سے بخلاف نکاح کے کہ اس میں گواہوں اور مہر کی حاجت ہے اور نکاح لوندی کا

وہ پر جائز نہیں اور نکاح باطل نہیں ہوتا شرط سے مطلقاً وی نے کہا ہر ایک اعتراض قوی نہیں کیونکہ چند احکام کی مخالفت سے یہ لازم نہیں کہ رجعت نکاح کے  
 مخالف ہو اس حکم میں بھی اور تعجب ہے صاحب نثر سے کہ اس نے صورت نزاع کو مخالفت کی صورت میں مذکور کیا واصلح عن مال بمال دردد وغیرہ اور صلح ملک کی  
 بوجہ مال کے کفائی اللہ و غیرہ اور فی النہر الظاہر الاطلاق حتی لوکان من سکوت اور انکار کالی قداہ فی حق المنکر ولا يجوز تعلیقاً اور نہ الغائب میں ہے کہ ظاہر الاطلاق صلح  
 مادہ ہے یعنی بیع کی تخصیص نہیں ہوں تک کہ اگر صلح سکوت یا انکار سے ہو تو یہ فدا ہو گا حتی منکر میں اور اس کی تعلیق ہماز نہیں مگر اس نے کہا کہ حق تعقید سے اطلاق  
 کیونکہ یہاں لاشکو اس کی ہے جو شرط فاسد سے باطل ہوتا ہے یعنی معاوضات مالہ اور سکوت اور انکار کی صلح معاوضات مالہ سے نہیں اور ہر چند اس کی تعلیق  
 صحیح نہیں لیکن کلام ہے اس کے بطلان میں شرط فاسد سے والابراہمن الرین لانہ تملیک من وجہ اور دین سے بری الذمہ کر دینا کیونکہ وہ تملیک ہے ایک راہ سے  
 م منع الغفار میں ہے کہ ابراہمن الرین ایک وجہ سے تملیک ہے لہذا پھر ہوتا ہے رد کرنے سے اگرچہ اس میں معنی اسقاط ہے اتنی صلی نے کہا کہ ابراہمن الرین میں مبادلہ  
 مال کا مال سے نہیں تو لائق یہ ہے کہ شرط سے باطل نہ ہو اور تعلیقات میں اس کا معنی کرنا دلائل نہیں کرتا مگر اس کے بطلان پر تو اس صورت میں مناسب یہ تھا کہ قسم ثانی  
 میں مذکور ہوتا لانا الاکان الشرط متعارفاً تعلیق ابراہم نہیں مگر جب کہ شرط ہو چنانچہ جتوتہ نے نزع سے کہا کہ یہ نہ تھے کو بری الذمہ کی مہر سے بشرطیکہ تو تجدید نکاح  
 کیے بوجہ مہر کے اور اس کا مہر مثل سو درم ہے تو وہ بری الذمہ نہ ہو گا بدوں شرط کے کذا فی الطحاوی او علقہ ہلر کائن کان اعطیتہ شریک فی نقد ابراہم قد اعطاه  
 صلح یا ابراہم کو صلح کیے امر ماضی محقق پر چنانچہ طالب کا مدیون سے کتا کہ اگر تو نے فلاں بھیر میسے شریک کو دی تو البتہ میں نے تجھ کو بری الذمہ کیا اور حالانکہ  
 مدیون اس کے شریک کو دے چکا ہے تو تعلیق مذکور صحیح ہے وکذا ابوتہ ری کون وصیۃ ولو وارث علی ما بحث فی النہر اور اس کی طرح تعلیق صحیح ہے طالب کی موت سے  
 اور تعلیق مذکور وصیت ہوگی اگرچہ اپنے وارث کے واسطے ہو چنانچہ صاحب نثر الفائق نے اس کو بطریق بحث کے ذکر کیا ہے و غزل الوکیل والاعسکان اور  
 مغزول کرنا وکیل کا اور احسکان م چنانچہ ہوں کتا اپنے وکیل سے کہ میں نے تجھ کو مغزول کیا بشرطیکہ تو مجھ کو تنفہ سے یا فلاں شخص آوے اور حق تعالیٰ کے واسطے مجھ پر  
 احسکان واجب ہے اگر میرا بیاد صحت پائے یا فلاں شخص آوے فانتھا لوسا علی یخلف بیلہ بجز تعلیقاً بالشرط اس واسطے کہ مغزول وکیل اور احسکان اس صبی سے  
 نہیں ہیں جسے جسم کھاتے ہیں تو ان کی تعلیق شرط سے ہائز نہ ہوتی و ذانی احدی الرواۃ تین کا بسطہ فی النہر اور یہ یعنی عدم حجاز تعلیق دو روایتوں میں سے ایک  
 روایت ہے چنانچہ اس کو مشرہ بیان کیا ہے نہ الفائق میں م نثر الفائق میں مذکور ہے کہ مخرج کی روایت میں تعلیق بالشرط جائز ہے اور علم حجاز تعلیق احسکان  
 منافی ہے اس کی جو احسکان میں مذکور ہو چکا بلکہ خارج سے احسکان معلق کے حجاز ہا جماع ثابت ہوتا ہے اور جب اس کی تعلیق صحیح ہوتی تو شرط فاسد سے  
 باطل نہیں ہو سکتا جامع مفسو میں ہے کہ میں کی تعلیق بالشرط جائز ہے وہ شرط فاسد سے باطل نہیں ہوتا انتہی والصحیح الحاق احسکان بالتذرا اور  
 طعن کرنا احسکان کا تذکرہ یعنی جہاد منذوہ سے صحیح قول ہے مطلقاً وی نے کہا یوں کہنا واضح و تھا کہ صحت تعلیق احسکان صحیح ہے کیونکہ عبادت سے ہے  
 اور اس کی صحت تعلیق مفسو میں ہے اس واسطے کہ وہ عبادت سے ہے نہ یہ کہ وہ طعن بعبادات ہے والمزارعۃ اور مزارعت چنانچہ یوں کہنا کہ میں نے اپنی زمین  
 تجھ کو بطور مزارعت دی اس شرط پر کہ مجھ کو تین مہینوں سے یا فلاں شخص سے والمعاملۃ ای الساقاۃ لاشخا امارۃ اور معاملۃ یعنی درختوں کی سجاگی چنانچہ یوں کہنا  
 کہ میں نے تجھ کو اپنا باغ بطور مساقات کے دیا بشرط مزارعت اور مساقات کی تعلیق اس واسطے کہ صحیح نہیں کہ دونوں اجارہ ہیں والاقرار اور اقرار اس  
 طرح ہر ایک کے مجھ پر ہزار درم ہیں اگر مجھ کو قرین سے یا فلاں شخص آوے بجز اراقی میں کہا کہ اقرار ہر چند معاوضات مالہ سے نہیں لیکن اس کی تعلیق صحیح نہیں  
 اور باطل ہو جاتا ہے شرط فاسد سے الا اذا علقہ یعنی الخلو بود بجز ہر حال میں اقرار باطل ہوتا ہے شرط سے مگر جب اس کو کل کے لئے یا اپنی موت پر معلق کریں  
 تو ہائز ہے اور فی الحال اس پر لازم ہوتا ہے کہ ذانی العین م اقرار کیا مجھ پر ہزار درم ہیں جب کہ میں نے پورا ہو گیا لوگ صوم سے اقرار کریں تو یہ اقرار جائز ہے اور  
 احسکان کا باطل مگر جب کہ شہادت یا طعن کے اقرار سے ثابت ہو اقرار کیا کہ گواہ سے کہ فلاں نے شخص کے مجھ پر ہزار درم ہیں مگر میں مر جاؤں تو اس پر ہزار درم  
 سے لینا میری وصیت کو طعن اور جو کہ

ثابت ہوئے خواہ وہ زندہ رہے یا مر جائے کذافی الطحاوی والوقف اور وقف کی تعلیق صحیح نہیں چنانچہ یوں کہنا کہ میں نے اپنا گھر وقف کیا اگر فلاں شخص سفر سے آوے والرابع عشر التحکیم کقول المحکمین اذا اهل الشہر فاحکم بینہما صلح معنی فلا صلح تعلیقہ و اضافتہ عند الثانی و علیہ الفتوی کافی قضا النہی اور چودھویں حکم مقرر کرنا چنانچہ حکمیں کا یوں کہنا کسی شخص سے کہ جب مہینہ کا چاند نمود ہو تو نیچا پت کر دے ہمارے درمیان اس واسطے کہ حکم صلح ہے فی الحقیقت تو اس کی تعلیق اور زمان مستقل کی طرف اضافت کرنا صحیح نہیں ابو یوسف کے نزدیک اور اسی پر فتویٰ ہے چنانچہ خانہ کی کتاب القضا میں ہے ہم تو صلح اس کی یہ ہے کہ حکم صورت تولیت اور معنی صلح ہے تو باعتبار صلح کے تعلیق اور اضافت صحیح نہیں اور باعتبار تولیت کے صلح ہے تو شک اور احتمال کے ساتھ صحیح نہیں اور محمد کے قول غیر مفتی یہ ہیں اس کی تعلیق اور اضافت صحیح ہے ولقی البطل الابل غنی البزازیہ انہ یطل بالشرط الفاسد و کذا الجہ علی ما فی الاشباہ اور ان مسائل سے جو شرط فاسد سے باطل ہو جاتے ہیں البطل مدت باقی رہا سو بزاز یہ میں ہے کہ البطل مدت شرط فاسد سے باطل ہو جاتا ہے اور اسی طرح عبد مازون کے تصرف کو روکنا بموجب اس روایت کے جو اشباہ میں ہے ہم البطل اہل کی صورت یہ ہے کہ مدیون نے کہا کہ میں نے وہ مدت جو میرے ادائے دین کی مقرر ہے باطل کر دی اس شرط پر کہ دائن مجھ کو فلاں چیز مہربہ کرے اور دائن راضی ہو گیا تو یہ البطل باطل ہے اور مدت باقی ہے و ما صلح و لا یطل بالشرط الفاسد لوم المعاوضۃ المالیۃ سبعۃ و عشرون علی ما عدہ المصنف تبعاً للعینی و زدت ثانیۃ اور جو مسائل صحیح رہتے ہیں اور شرط فاسد سے باطل نہیں ہو جاتے بسبب عدم معاوضہ مالیہ کے وہ ستائیس ہیں چنانچہ مصنف نے اپنی شرح میں شمار کیا ہے یعنی کاتبج ہو کما اور میں نے آٹھ مسائل اور زیادہ کیے ہیں تو مجموع مسائل مانق اور شایع کے سینتیس ہوئے چنانچہ رقم اعداد سے معلوم ہو گا القرض والہبتہ والصدقۃ والنکاح والطلاق والخلع والعق و الہن از انجملہ اول قرض ۲ ہبہ ۳ صدقہ ۴ نکاح ۵ طلاق ۶ خلع ۷ عقد ۸ رہن ہے ہم مقررین نے کہا کہ میں نے تجھ کو اتنا قرض دیا اس شرط پر کہ تو ایک مہینہ میری خدمت کرے تو اس شرط سے قرض باطل نہیں ہوتا و اہب نے کہا کہ میں نے یہ نوڈی تجھ کو ہبہ کی یا صدقہ دی اس شرط پر کہ اس کے پیٹ کا پچھرا معلوک ہے زوج نے کہا کہ میں نے تجھ سے نکاح کیا اس شرط پر کہ تیرا کچھ مہر نہیں تو نکاح صحیح ہے اور شرط فاسد ہے اور مہر مثل واجب ہے زوج نے کہا کہ تو مطلق ہے اس شرط پر کہ میرے سو کسی سے نکاح نہ کیجو میں نے تجھ سے خلع کیا بشرطیکہ مجھ کو ایک ہفتہ یا ایک مہینہ اختیار ہے تو طلاق واقع ہوگی اور مال بھی واجب ہوگا مولیٰ نے کہا غلام سے کہ تو آنا دہے اس شرط پر کہ تین دن تک مجھ کو اختیار ہے راہن نے کہا کہ میں نے اپنا غلام تیرے پاس رہن رکھا بشرطیکہ وہ مہینہ بھر میری خدمت کرے یا اگر میں اس کو اتنی مدت تک نہ چھڑاؤں تو وہ غلام تیرا ہے تو شرط باطل ہے اور رہن صحیح ہے کذافی الطحاوی والایضا کجعتک وصیا علی ان تخرج بنتی و کسی کو اپنا وصی مقرر کرنا چنانچہ یوں کہنا کہ میں نے تجھ کو وصی مقرر کیا اس شرط پر کہ تو میری بیٹی سے نکاح کرے والوصیتہ ۱۰ وصیت چنانچہ یوں کہنا کہ میں نے تیرے واسطے ثلث مال کی وصیت کی بشرطیکہ تو اپنے والد کا نکاح میری بیٹی سے کرے تو ایضا اور وصیت صحیح ہے اور شرط لغو ہے والشرکۃ او چنانچہ یوں کہنا تجھ کو میں نے اپنا شریک کیا بشرطیکہ تو مجھ کو اتنا تحفہ دے والمضاربتہ ۱۳ مضاربت اس طرح کہ اس کو ہزار درم دے بشرطیکہ رب المال مضارب کو ایک سال زراعت کے واسطے زمین دے یا گھر رہنے کو دے تو شرط باطل ہے اور مضاربت صحیح ہے کذافی النہر و کذا القضاء والامارۃ کولیک بلکہ اموبارح وطل الشرط فلغزلہ بلا حنیۃ اور اسی طرح ۱۴ قاضی کرنا ۱۵ حاکم اولایر مقرر کرنا چنانچہ بادشاہ کا یوں کہنا کہ میں نے تجھ کو فلاں شہر کا والی مقرر کیا دہی تو صحیح ہے اور شرط باطل ہے تو بادشاہ کو اس کے معزول کرنے کا بلا قصور اختیار ہے ہم ولایت سے موہرہ مراد ہے کہ گاہے اس کو معزول نہ کرے و بل بشرط الصعۃ عزلہ کدس ابدہ السلطان ان ليقول رجعت عن التابیدافتی بعضہم بذک و اختار فی النہر اطلاق الصعۃ اور قاضی دائمی یا امیر دائمی کے معزول کرنے کی صحت میں مانند اس مدرس کے جس کو ہمیشہ کے واسطے سلطان نے مقرر کیا یوں کہنا کیا شرط ہے کہ میں نے تابد یعنی ہمیشہ منصوب رکھنے سے رجوع کیا بعضے علمائے اہل کافتویٰ دیا ہے اور نہ الفائق میں اطلاق صحت کو پسند کیا ہے یعنی خواہ رجوع کرے یا رجوع نہ کرے ہر وقت معزولی کا بادشاہ کو اختیار ہے و فی البزازیہ تو شرط علیٰ البزازیہ





پہرے ادا کرنے بدل صلح میں کوئی شخص جانے کا ضامن ہو اور ضامن جو الیہ ضمانت ان میں شرط کرے اس طرح کہ مقصوب یا امانت یا عاقبت کی حیثیت کی بدل صلح کا میں ضامن ہو بشرطیکہ فلانا شخص کفیل ہو یا فلانے شخص پر حوالہ ہو تو صلح صحیح ہے اور شرط باطل گذافی الطحاوی عن اللدنی جامع الفصولین والنسب والجر علی الماذون نہر ۲۸ نسب ۲۹ عبد ماذون پر تصرف کا روکنا گذافی النہرم نسب دعوت ولد میں مذکور ہو چکا لیکن وہ طہ میں خاص ہے اور یہ عام ہے تو شرط فاسد سے باطل نہ ہوگا والغصب و امان النفس اشباہ ۳۰ غصب ۳۱ امان النفس گذافی الاشباہم یعنی حربی کو امان دینا بشرط فاسد صحیح ہے اور شرط باطل بعض نسخوں میں بجائے امان النفس امان القن مذکور ہے طحاوی نے کہا کہ غصب شاید ضمان ذات مقصوب بشرط مراد ہے والا نفس غصب میں بشرط شرط بلا وجہ ہے وعقد الذمۃ ۳۲ عقد ذمہ اس طرح پر ہے کہ بادشاہ کہے اس کا فر حربی سے جو دار الاسلام کی اقامت کا ارادہ رکھتا ہے کہ میں نے تجھ پر خرید مقرر کیا بشرطیکہ تو مجھ کو تحفہ دے گذافی الطحاوی وعن الحموی وتعلیق الرد بالعب ۳۳ رد بالعب کو معلق کرنا اس طرح پر کہ اگر میں بیع میں کچھ عیب پاؤں گا تو تجھ کو پھیر دوں بشرطیکہ تو مجھ کو بعض شے سے بڑی الذمہ کر دے طحاوی نے کہا یہ مثال مناسب مقام ہے بخلاف عینی وغیرہ کی مثال کے وتعلیقہ بنیاء الشرط ۳۴ رد بخیار شرط کو معلق کرنا اس طرح پر کہ اگر میں بیع کو تین دن میں باری نہ کروں تو تجھ کو پھیر دوں بشرطیکہ میں تجھ کو تحفہ دوں تو مجھ کو تحفہ دے طحاوی نے کہا یہی مثال مناسب مقام ہے وعزل القاضی کو ترک ان شاء فلان فی منزل سبیل الشرط لما ذکرنا انہا کما الیست بمعادضۃ مالیتہ فلا تؤثر فیہا الشرط الفاسدۃ ۲۵ اتنی کا معزول کرنا چنانچہ بادشاہ کا یوں کہنا قاضی سے کہ میں نے تجھ کو معزول کیا اگر فلانا شخص چاہے تو قاضی معزول ہوگا اور شرط مذکور باطل ہوگی اس واسطے کہ ہم نے ذکر کیا ہے کہ جمیع تصرفات مذکورہ یعنی قرض سے عزل قاضی تک معاوضہ مالیت نہیں تو ان میں شرط فاسدہ اثر نہیں کرتی مگر شرط فاسدہ میں ذکر ہو چکا کہ شرط فاسدہ بیاج کی طرف راجح ہیں اور بیاج متحقق نہیں ہوتا مگر معاوضات مالیت میں وقتی یا بجز تعلیقہ بالشرط ہو متحقق ہوا اسقاطات المحضۃ التي یجلف بہا کطلاق وعتاق وبالالتزامات التي یجلف بہا کج و صلوة والتولیات کقضاء و امارۃ عینی وزیلعی اور باقی ہے وہ تصرفات جن کی تعلیق شرط سے جائز ہے اور وہ مخصوص ہے ان اسقاطات خالصہ سے جن سے قسم کھائی جاتی ہے چنانچہ طلاق اور عتاق اور ان التزامات مختص ہے جن سے قسم کھانے میں چنانچہ حج اور نماز اور مخصوص ہے تولیات سے چنانچہ قضا اور امارت گذافی الطینی والزیلعی اور جمیع تصرفات مذکورہ شرط فاسدہ سے باطل نہیں ہوتے کما مرزاد فی النہر الاذن فی التجارۃ وتسليم الشفۃ والاسلام نہر الفائق میں مایجوز تعلیقہ میں اذن فی التجارۃ اور تسليم شفۃ اور اسلام کو زیادہ کیا ہے وحرر المصنف دخول الاسلام فی القسم الاول لانه من الاقرار ودخول الکفر مہلک ترک اور مصنف نے اپنی شرح میں منقح کیا ہے دخول اسلام کا قسم اول میں یعنی جس کی تعلیق شرط سے صحیح نہیں کیونکہ اسلام اقرار کی قسم سے ہے اور منقح کیا ہے دخول کفر کا یہاں یعنی جواز تعلیق میں کیونکہ کفر عبارت ہے ترک سے یعنی ترک اسلام سے م اسلام عبارت ہونا اقرار سے علمائے مشہور نہیں بلکہ تحقیق یہ ہے کہ اسلام عبارت ہے تصدیق قلبیہ اور اقرار احکام دنیویہ کے اجماعی شرط ہے بلکہ عدم صحت تعلیق اسلام کی وجہ یہ ہے کہ تصدیق قلبیہ کی تعلیق شرط سے صحیح نہیں اس واسطے کہ یہ معلوم ہے کہ جو کافر اپنے اسلام کو قبول پر معلق کرتا ہے وہ غالباً اس مغل سے نفرت رکھتا ہے تو معلق علیہ کی تحصیل کا ارادہ نہیں رکھتا تو اس لیے کہ مسلمان قرار دیکھے یا وجود اس تنفر کے جو تعلیق سے اس نے ظاہر کیا ہے اور خود مصنف نے بھی اس کو اس کلام میں بیان کیا ہے گذافی الطحاوی ویصح تعلیق ہبۃ وحوالۃ وکفالت وایراد مہلک بلالم اور صحیح ہے معلق کرنا ہبہ اور حوالہ اور کفالت کا اور کفالت کی ایراء کا شرط مناسب پر ہم بزاز کی کتاب البیوع میں کہ تعلیق ہبہ بلفظ ان شرطیہ باطل ہے اور بلفظ علی جائز ہے اگر شرط ملائم ہو چنانچہ بشرط عوض اور اگر شرط مخالف ہے تو شرط باطل ہے اور ہبہ صحیح ہے اور تعلیق کفالت اگر متعارف ہو چنانچہ مطلوب کا اتنا صحیح ہے اور اگر شرط محض ہے چنانچہ دخول دار اور ہبوب دین تو کفالت جائز ہے اور شرط باطل گذافی الطحاوی وما نصح اضافۃ الی الزمان مستقبل الاجارۃ وفتحنا والمزارعۃ والمعاملۃ والمصاربۃ والوکالۃ والکفالت والایصاء والوصیۃ والقضاء والامارۃ والطلاق والعتاق والوقف فی الیوم

اور جس کا اضافہ کرنا یا مستقبل کی صحیح ہے اور نسخہ اجارہ اور حراجت اور معاہدہ یعنی مساقات اور مضاربت اور وکالت اور کفالت اور کسی کو وصی مقرر کرنا اور کسی کے واسطے وصیت کرنا اور قضا و امانت اور طلاق اور حقائق اور وقف تو یہ چودہ تصرف ہیں م یعنی تصرفات مذکورہ کو آئندہ زمانے کی طرف مضاف کرنا بغیر صیغہ تعلیق صحیح ہے کیونکہ ذکر تعلیق سے فراغت ہو چکی اور فائدہ صحت اضافت کا یہ ہے کہ مستاجر تقاضائے عین کر سکتا ہے زمانہ مضاف الیہ کے آنے کے وقت اور جو کر کو جائز نہیں کہ اس کے غیر کو اجارہ سے اضافت اجارہ کی یہ مثال ہے کہ موبکر کے کہ میں نے تجھ کو اپنا یہ گھر اجارہ دیا بعد ایک مہینے کے اور وقف کی یہ مثال ہے کہ میں نے اپنا گھر با باغ وقف کیا بعد اپنی موت کے اور حجاز اضافت نسخ اجارہ یہ ایک قول ہے شریبلایہ میں ہے کہ اختیار عدم صحت اضافت مستند ہے کفانی الطحاوی یعنی العادیۃ ولاذنی فی التجارۃ فیعمان مضایفین ایضاً جاریہ اور باقی راجحاً کر عاریت اور اذن فی التجارۃ کہ دونوں بھی مضاف بزبان آئندہ صحیح ہیں کذا فی العادیۃ وما لا تنفع اضافتہ لئلی المستقبل عشرۃ البیع و اجارۃ و نسخ و القسۃ و الشریکۃ و الہبۃ و النکاح و الرجوع و الصلح عن مال و للابراہ عن الدین لانہا تمسکات للحال فلا تنفع للاحتمال کما لا تعلق بالشروط لافیر معنی القمار اور جن کی اضافت زکوٰۃ مستقبل کی طرف صحیح نہیں وہ دس ہیں بیع اور اجارۃ بیع کی اور نسخ کرنا اس کا اور قسمت اور شرکت اور ہبہ اور نکاح اور رجعت اور صلح مال سے اور ابراہین سے کہہ کر یہ تصرفات فی الحال کی تمسکات ہیں تو مضاف نہ ہوں گے زمانہ استقبال کی طرف بھیجے کہ شرط کے ساتھ معلق نہیں ہوتے کیونکہ اس میں معنی قائم ہے یعنی معاملہ ہے کہ شرط متحقق ہو یا نہ ہو م ظاہر رجعت اور اجارہ پر تمسک صادق نہیں کیونکہ رجعت تعلید ہے اور اجارہ اسقاط ہے مگر یہیں کہیے کہ رجعت میں تمسک زوج ہے بیع سے اور اجارہ میں تمسک دین ہے مادیوں کو یعنی لوکات علی قول الثانی افسق بہ اور جن کی اضافت صحیح نہیں اور وکالت کا شمار کرنا باقی رہا ابو یوسف کے معنی بہ قول میں ہم جب عدم صحت اضافت وکالت پر فتویٰ ہوا تو اس کا شمار کرنا ان تصرفات میں جن کی اضافت صحیح ہے قبول فرمیں ہے۔

**باب الصرف** | یہ باب ہے بیع العرف کے بیان میں عنوانہ بالباب لہذا کتاب لازم من انواع البیع مصنف نے اس کا عنوان باب کیا نہ کتاب سے یعنی اس کو بلفظ باب العرف شروع کیا اور کتاب العرف نہ کہا اس واسطے کہ صرف بیع کی اقسام سے ہے م شایع نے یا اشارہ کیا کہ مصنف کی تعبیر ہے کنز کی تعبیر سے کہ اس میں کتاب العرف واقع ہے صرف انواع بیع سے اس طرح ہے کہ بیع کی چار قسمیں ہیں چنانچہ کتاب البیوع کے شروع میں مذکور ہو چکا یعنی البیع العین بالعین ہے یا بیع العین بالدرہم ہے یا بیع الدرہم بالعین ہے یا بیع العین بالدرہم ہے اور بیع الدین عبارت ہے صرف سے اور دین سے مراد ماہانہ قدری ہے مولف نے الزیادۃ صرف لغت میں معنی زیادت کے ہے م ولہذا صریحاً شرط میں نفل کو صرف فرمایا چنانچہ ارشاد ہوا ہے کہ جہلینے ہا پک سوا غیر ہے لہذا نسب لگایے تو حق تعالیٰ اس کا صرف اور صل قبول نہ کرے گا صرف سے مراد نفل ہے کیونکہ فرض سے زائد ہے اور بدل سے مراد فرض ہے اور نفل معنی شری میں موجود ہے اس واسطے کہ صرف میں تقابلیں ہیں شرط ہے تو زیادتی ہے طرف پر کیونکہ اور بیوع میں تقابلیں ہیں شرط نہیں و شرعی بیع الثمن بالثمن ای ما خلق یغنیہ عن المصروف جنس او بغیر جنس کذبہ بجنس اور شرعی میں ثمن کا بیچنا ثمن سے صرف ہے خواہ بیع جنس کی جنس سے ہو چنانچہ پانڈی کی پانڈی سے اور سونے کی سونے سے یا برجنس سے بیع ہو جیسے سونے کا بیع پانڈی سے اور ثمن سے مراد وہ ہے جو ثمن ہونے کے واسطے مخلوق ہے یا جو ثمن پانڈی یا سونا اور پانڈی سونے کا زیور اور برتنی بھی اس میں داخل ہے یعنی اس کی بیع بھی صرف میں داخل ہے خواہ زیور اور برتن کی بیع زیور اور برتن سے ہو خواہ نقد سے لیکن زیور اور برتنی بسبب صنعت کے ثمن مرعی باقی دریا ولہذا عقد میں متعین ہو جائے کہ کفانی النہر فتح القدر میں ہے کہ ثمن وہ ہے جو ثابت فی الذمہ ہو بطریق دین کے مقادیر کے وقت اور نقد مستحق بالعقد نہیں ہوتے مگر بطریق دین کے و بشرط عہدائیل والنیار والتماثل ای القسادی وزنا اور شرط ہے عدم تاویل اس عدم خواہ اور مثال یعنی دونوں طرفوں کا برابر ہونا ورنہ میں ہم عدم تاویل وغیر مگر ہے کہ خود ماقبلیان کرے گا والتقابلین بالبراجم علیکثیر قبل الا فتراق اور فوطیہ باہم جنس کرنا موصوفین کا انگلیوں کے جوڑوں سے قبل فتراق ماقدرین کے نہ تقابلین بالتعلیہ یعنی تقابلین بالتعلیہ کافی نہیں

جب تک ہاتھ سے قبض نہ ہو اور ظاہر آستین سے قبض لقا بض بالبراجم میں داخل ہے کذا فی الطحاوی وہو شرط لقا بض علی الصحیح اور لقا بض صرف کے صحیح باقی رہنے کی شرط ہے بنا بر قول صحیح کے مگر اگر احد البیدین کی مدت معین ہوئی پھر مدت معین کرنے والے عاقد نے مدت باطل کر دی قبل افتراق کے اور عوض کو نقد یا پھر افتراق واقع ہوا بعد لقا بض جائز ہے تو عقد منقلب لقا بض ہوگا اور بعد افتراق کے صحیح نہیں ان اتحاد جنسا وان وصیلتہ مختلفا جو ردہ و معاغہ لقا بض فی الریو تامل اور لقا بض شرط ہے اگر دونوں عوض ایک ہی جنس ہوں اگرچہ عمدگی اور صنعت زرگری میں مختلف ہوں اس واسطے کہ باب الریو میں مذکور ہو چکا کہ مال ریو میں جید اور ردی برابر ہے مگر عمدگی اور صنعت شرعاً مطلقاً اعتبار ہوتی تو یہ جو معمول ہے کہ عمدہ چاندی بنا سکی وغیرہ زیادہ روپے دیکر خرید کرتے ہیں یا پھلایا اسی بسبب صنعت سادہ کاری کے بڑھا کر روپے سے مول لینے بیوعین ریو اور ہر مرقم قطع ہے مسلمانوں کو اس سے احتراز واجب ہے اور تدبیر اس طرح کی خرید کی ہے کہ جنس بدلنے یعنی چاندی کو خریدیوں یا پیسوں سے خرید کرے والا بان لم یجانف شرط التقابض لحرمة النساء اور اگر دونوں عوض ہم جنس ہوں چنانچہ چاندی کا بیچنا سونے سے تو فقط باہم قبض کرنا شرط ہے بسبب برام ہونے تاخیر کے ہم معنی دوسرے اختلاف جنس کے تقابض البیدین شرط ہے تامل شرط نہیں طحاوی نے کہا کہ صرف نقد میں جب تقابض البیدین شرط ہوا تو معلوم ہوا کہ اگر چاندی کو فلوس سے یا سونے کو فلوس سے بیچے تو اس میں قبض احد البیدین قبل افتراق شرط ہے نہ دونوں عوض کا قبض فلوی باع النقدین احدی بالآخر بخلاف او لفضل و تقابض ای ای لیس صحیح تو اگر نقدین یعنی چاندی سونے میں سے ایک کو بیچا دوسرے سے بلا وزن بطور تخمین اور اٹکل کے یا زیادہ کر کے بیچا اور عاقدین نے عوضین کو باہم قبض کیا مجلس عقد کے اندر تو صحیح ہے مگر یہ تفریح ہے تقابض یعنی جب اختلاف جنس میں فقط تقابض شرط ہوا بلا تامل تو بیع تخمین اور فضل دونوں درست ہیں اگرچہ ایک اشرفی سے ہزار روپے خرید کرے یا ایک روپے سے ہزار اشرفی مول لے بشرط تقابض فی المجلس اور اگر سونے کو سونے سے یا چاندی کو چاندی سے بیچا بطور تخمین بلا وزن تو جائز نہیں پھر اگر اسی مجلس میں تساوی عوضین معلوم ہو گئی اور تقابض طرفین واقع ہوا تو بیع صحیح ہو جائے گی والعوضان لا یتعینان حتی لو استقرضا فاذا قبل افتراقهما ادا مسکاما اشار الیہ فی العقد وادیا مثلہما جازا اور دونوں عوضین متعین نہیں ہوتے بیع الصرف میں یہاں تک کہ اگر عاقدین نے عوضین کو ایک دوسرے سے قرض لیا پھر قرض ادا کیا ہوا ہونے سے پہلے یا رکھ چھوڑا اس نقد کو جس کی طرف عقد میں اشارہ کیا تھا اور مثل عوضین کو ادا کیا تو بیع جائز ہے مگر اسی طرح اگر ہر عوض مستحق غیر نکلا اور ہر عاقد نے بدل اس کا ہم جنس مستحق ادا کیا تو جائز ہے کذا فی المنع وفسد الصرف بخیار الشرط والاصل لا خلا لهما یا لقبض اور فاسد ہو جاتی ہے بیع الصرف بخیار الشرط اور مدت مقرر کرنے سے اس واسطے کہ بخیار الشرط اور مدت قبض کے خلل انداز میں یعنی اس واسطے کہ جب تک اختیار باقی ہے گا استحقاق قبض ممتنع ہوگا کیونکہ استحقاق قبض ملک پر مبنی ہے اور اختیار اس کا مانع ہے ای طرح مدت مانع قبض ہے ویصح مع اسقاطہما فی المجلس لزوال المانع اور صحت صحیح ہے دونوں کے اسقاط کرنے کے ساتھ بسبب دور ہوجانے مانع کے یعنی اگر اول بخیار شرط اور مدت کا ذکر ہوا پھر اسی مجلس میں دونوں کو ساقط الا اعتباراً دیا تو بیع صحیح ہوگی یعنی بشرط تقابض البیدین فی المجلس و صحیح بخیار ردیہ و عیب فی مصنوع لاقصد اور بخیار ردیہ اور بخیار العیب چاندی سونے کے زیور یا برتن میں صحیح ہے نہ نقد میں بخیار ردیہ نقد میں صحیح نہیں کیونکہ انقضاء نقدین کے خلل پر ہوتا ہے نہ عین نقدین پر بخلاف زیور اور برتن کے اور ظاہر کلام شایع دلالت کرتا ہے کہ نقد میں بخیار العیب بھی نہیں ہوتا حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ بخیار العیب نقد میں داخل ہوتا ہے تو اگر بسبب عیب کے مجلس میں پھیر دے گا تو صرف باقی ہے اگر اس کا بدل داخل کرے گا اسی مجلس میں اور اگر بعد افتراق دے گا تو بیع الصرف باطل ہوگی کذا فی الطحاوی فرغ مسئلہ ملحقہ شایع کا الشرط الفاسد یلحق باصل العقد عندہ خلافا لهما نہ شرط فاسد اصل عقد سے لاحق ہو جاتی امام کے نزدیک صاحبین کے خلاف کذا فی النہم مراد شرط فاسد ہے جو بعقد کے مذکور ہو ظہر بعض الثمن زیور یا فردہ نتیقتن فیہ فقط کچھ ثمن کھوٹا نکلا سو اس نے اس کو پھیر دیا تو اسی قدر میں بیع ٹوٹے گی یعنی اس واسطے کہ اس میں قبض نہ دیا اور دوسرے عوض میں دونوں شریک ہو جائیں گے بشرطیکہ اس میں کوئی دینار ہو جو ثمن مردود کی مقدار پر ہو کذا فی الطحاوی ولا یتصرف فی ثمن الصرف قبل قبضہ لوجود حقانہ تعالی تصرف کرنا نہ چاہیے صرف کے ثمن میں قبضہ کرنے سے پہلے بسبب واجب ہو قبض کے حق اللہ تعالیٰ کی جہت سے قلوب باع دینار یا درہم و اشتری بہما قبل قبضہا لثوباً مثلاً فسیب مع الثوب والصرف بحالہ تو اگر بیچا دینار کو بیع درہم کے اور درہم سے مثلاً اگر خرید کیا قبل قبض درہم کے تو کپڑے کی بیع فاسد ہے اور بیع الصرف بحال خود باقی ہے باع اتمہ تعدل الف درہم مع طوق فنتہ فی عنقہا قیمتہ الف انما ین قیمتہا یغید انقسام الثمن علی اثنی عشر

غیر منس الطوق والا فاعبره لولنا الطوق لا قیمتہ فقدره مقابلہ بلباقی بالجمایۃ بیچا لوندی کو جس کی قیمت ہزار درہم کے برابر ہے اس پانڈی کے طوق کے ساتھ جو اس کی گند میں ہے جس طوق کی قیمت ہزار درہم ہے مصنف نے لوندی اور طوق کی قیمت صرف اس واسطے بیان کی تا انقسام من کا من معلوم ہو یا یہ معلوم ہو نہ وہ منی غیر نقد جس طوق کی مقدار ہے اور نہیں تو لوندی طوق کا اعتبار ہے اس کی قیمت کا تو منی برابر طوق کے طوق کے مقابل ہو گا اور باقی منی لوندی کے مقابلے میں واقع ہو گا من لوندی کی قیمت کا طوق کی قیمت سے برابر ہونا شرط نہیں بلکہ آل یہ ہے کہ جب نقد کو غیر نقد کے ساتھ ملا کر بیچے جو من نقد مجالس کے تو یہ ضرور ہے لاقدر منعم ایسے منی زیادہ ہو بالفین متعلق بابع ونقد من الثمن الفا او باعها بالین الف نقد والفسیدہ او باع سیفا حلیۃ فحسون وخیلص بلا ضرر فباہر بمانہ ولقد نفسین فما لقد تو ثمن الفضة سواء سکت او قال خذ ما من ثمنها تمرا لبلوا زبارہ سطرہ اور طوق مذکورہ کو بیچا جو منی دو ہزار درہم کے اور منی سے ہزار درہم کے یا جاہ کو بیچا جو منی دو ہزار کے اس طوق پر کہ ایک ہزار نقد اعلیٰ ہزار کا و مدہ یا طولیہ ہی جس کا زید پچاس درہم کلبے کہ بلا ضرر جدا ہو سکتا ہے سو اس کو جو منی سو درہم کے بیچا اور پچاس درہم منی میں دیے سو جو نقد ادا کیا وہ پانڈی کا من ہے خواہ مشتری سکتا ہو یا یوں بولا ہو کہ یہ لے دو لوں کے من میں سے شائع نے کہا منی لوندی کو پانڈی کا من قرار دیا بیع الصرف کے درست ہو جانے کے واسطے م چونکہ عاقدین مسلمان ہیں تو باعتبار من من کے ان کا فعل حتی الامکان سلاح پر محمول ہوا تو منی عمل اس کا من لیا جس میں شرط ہے اگرچہ اس نے یہ بھی کہا ہو کہ یہ دونوں کا من ہے اس واسطے کہ تثنیہ سے گاہے واحد بھی ہلا ہو تاکہ بیچا پھر قرآن مجید میں ہے نسیا تو تمہا اور خرج منہا اللؤلؤ والمرجان حتی لو سجدتے کہا کہ تخلص بلا ضرر کا ذکر وہ ہے کہ یہ شرط ہے لہذا تثنیہ میں حالانکہ ایسا نہیں ہے یعنی ضرر عدم حکم میں یکساں ہے کذا فی الطحاوی لخصا تصرف وکذا لوقال ہذا المعجل حتمہ المسیف لانہم علیۃ ایضاً لولہما فی بیعہ تبا و لولہما خاصۃ فسد البیع لازالت الاحتمال اور اسی طرح مثل سابق پانڈی کا من شمار لیا جائے گا اگر مشتری نے یوں کہا کہ یہ منی عمل فقط طوار کا حصہ ہے اس واسطے کہ طوار زبور کا بھی نام ہے بسبب داخل ہونے تو یوں کہ طوار کی بیع میں تابع ہو کہ منی طوار زبور کا ایک چیز ہیں اور اگر مشتری نے خاصہ کا لفظ زیادہ کیا یعنی یوں بولا کہ یہ منی عمل فقط طوار ہی کا من ہے تو بیع فاسد ہو گا اس واسطے کہ اس قول نے احتمال کو دور کر دیا یعنی اب کسی طرح گنہائش درہم کا زید کو طوار میں داخل کیجیے فان افتراق من غیر قبض بطل فی الحلیۃ فقط و صح فی السیف ان تخلص بلا ضرر کہ طوق الباریۃ وان لم تخلص بلا ضرر لطل اصلاً سو تو بیع مذکور میں عاقدین کا افتراق ہوا دون قبض من تو بیع فقط زبور میں باطل ہے چاہے طوار میں صح ہے اگر زید بلا ضرر جدا ہو سکتا ہو پنا پچا طوق جاریہ اور اگر بمانہ ہو سکتا ہو دون ضرر کے تو باطل بیع باطل ہے منی زید میں صحیح ہے نہ طوار میں اس واسطے کہ زبور کا حصہ قبل الافتراق واجب قبض ہے پھر جب قبض واقع نہ ہوا تا افتراق تو زبور کی بیع باطل ہوئی بواسطہ نقد ہی شرط اصلاً ہی طوار کی بھی باطل ہے کیونکہ تسلیم اس کی جائز متعذر ہے بخلاف طوق وغیرہ کے جس کے جہا کہ منی ضرر نہیں کیوں کہ وہاں فقط جاریہ یا تو اس کی بیع صحیح ہے کیونکہ تسلیم پر قدرت حاصل ہے بلا ضرر الاصل از تو بیع نقد صحیح غیرہ کمنفرض و مزدکش بقدر من جنسہ شرط زیادۃ الثمن فلو مثلاً او اقل جمل بطل ولو بیع منہ شرط انما بقض فقط اور مسائل مذکورہ کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب عقد غیر نقد سے مل کر ہوا پھر منفرض اور مزدکش بیچا ہائے جو منی اس نقد کے جو اس کے ہم جنس ہو تو زیادہ ہونا منی کا شرط ہے تو اگر منی نقد بیع کے برابر ہو یا کمتر ہو یا کمی بیشی معلوم نہ ہو تو بیع باطل ہے اور اگر نقد کی بیع ہو اس نقد سے جو اس کا غیر جنس ہے تو فقط بقا بقض شرط ہے من منفرض وہ ہے جس پر پانڈی کا پتر ہو پنا پتر لڑی کا پتر ہو یا کسی یا بلنگ کے ہائے پانڈی کے پتر سے منڈے اور مزدکش پنا پتر کم خواب یا زور دوزی کی چیز تو منفرض کے من میں بالیقین زیادت لازم ہے تاکہ پانڈی کے مقابل اس کے برابر پانڈی واقع ہو اور باقی منی مثلاً اس نگرہی کے مقابل ہو جس پر پانڈی کا پتر ہے اور صورت تساوی منی اس واسطے بیع فاسد ہے کہ مثلاً نگرہی کے جو من میں کمی بیشی نہ ہوا اور صورت عدم علم کمی بیشی کے اس واسطے بیع فاسد ہے کہ اس میں شہد ہے فضل کا اور شہدہ بالحق بحقیقت راجح ہے اور اگر منفرض کی بیع مثلاً اشرفیوں سے کی تو ہاں زیادت اور قلت اور مساوات کہ شرط منی نہیں اختلاف مجلس کے سبب لہذا بقض بالیقین البتہ شرط ہے ومن بلیع انا وفضۃ لفضۃ او بدیہ

لوندی میں ہونے کے پنا پتر ہو سکتا ہے اور صورت میں بلوا زبارہ سطرہ ہونے کا ماہ کہ صرف ہونے کے کلبے سے صحیحہ ذکر سے بتایا ہے ۱۱

ولقد لعرض ثمنه فی المجلس ثم افتراق صحیما قبض واشترکافی الاناء لانه صرف اور جس نے چاندی کا برتن چاندی یا سونے سے بیجا اور اس کا کچھ ثمن ہو کیا مجلس عقد میں بشرط قبض طرف پھر دونوں میں جدائی واقع ہوئی تو بیع صحیح ہے اس قدر میں جس میں قدر ہو اور دونوں شخص برتن میں شریک ہو گئے کیونکہ یہ صرف ہے ولا خيار للمشتري لتعدي من قبل لاجل نقدہ اور اس میں اختیار نہیں مشتری کا بسبب عیب دار ہو جانے برتن کے مشتری کی جانب سے پورا ثمن نہ دینے سے م یعنی بوجہ عیب شرکت مشتری رد بیع نہیں کر سکتا یہ عیب اسی کی طرف سے ہوا نہ بائع کی طرف سے بخلاف ہلاک احد العبدین قبل القبض فیجوز عدم صنعه بخلاف ہلاک احد العبدین کے قبل از قبض کہ اس میں مشتری مختار ہے کیونکہ یہ عیب مشتری کے فعل سے نہیں وان استحق بعضہ ای الاناء اخذ المشتري مالم یبق بقسطہ اور وہ لتعديہ لغير صنعه قلت ومفاده تخصیص استحقاقہ بالبدنہ لا بالاقرار فلیجر اور اگر بعض طرف یعنی نصف یا ثلث برتن مستحق غیر نکلا تو مشتری مالم یبق بقسطہ اس کے حصے کے خرید کرے یا رد بیع کرے مختار ہے بسبب معیوب ہو جانے بیع کے بلا فعل مشتری میں کتابوں اور مفاد تعلیل مذکورہ استحقاق کے مخصوص ہونے کا ہے شہادت سے نہ اقرار سے تو اس کی تلاش اور تنقیح کرنا چاہیے جب علت خیار مشتری عدم صنعت مشتری مگر اور صورت استحقاق اس وقت مشتری کو اختیار ہوگا جبکہ استحقاق مستحق کے گواہوں سے یا بائع کے انکار قسم سے ثابت ہو نہ مشتری کے اقرار سے کیونکہ اس وقت ثبوت عیب مشتری کی جانب سے ہوگا تو اب بائع سے ثمن کو نہیں پھیرے سکتا کیونکہ اقرار حجت قاصرہ ہے فان اجاز المستحق قبل فسخ الحاکم العقد جاز العقد اختلفوا متى یفسخ البیع اذا ظهر الاستحقاق وظاهر الروایۃ ان لا یفسخ ما لم یفسخ وهو لا یفسخ پھر اگر مستحق بیع کا اجازت سے قبل اس بات کے کہ حاکم عقد کو فسخ کرے تو عقد جائز ہے فقہاء میں اختلاف ہے کہ بیع کب فسخ ہو جاتی ہے جبکہ استحقاق ظاہر ہو اور ظاہر الروایۃ ہے کہ وہ فسخ نہیں ہوتی جب تک فسخ نہ کی جائے اور یہی صحیح ہے کذا فی الفسخ کان الثمن له یا خذہ البائع من مشتری ویسلمہ له اذا لم یفیرہ فالبیوع لا یفسخ ولا یفسخ العاقد ویسأل للمبیع فتعلق احکام العقد به دون المبیع حتی یطبل العقد بمفارقة العاقد دون المستحق جو ہرہ اور ثمن مستحق کا ہوگا بائع ثمن سے مشتری سے اور مستحق کو سپرد کرے عقد مذکورہ وقت صحیح ہے جب کہ بائع اور مشتری متفرق نہ ہو گئے ہوں بعد اجازت مستحق کے اور اس صورت میں عاقد یعنی بائع وکیل ہو جائے گا اجازت دینے والے کا تو عقد کے احکام عاقد سے متعلق ہوں گے نہ چیز سے تا اینکه عقد باطل ہوگا عاقد کی مفارقت سے نہ مستحق کی بدائی سے کذا فی الجوبہ ولو باع قطعة لقرۃ فاستحق بعضہا اخذ المشتري مالم یبق بقسطہ ولا خيار لان البیوع لا یفسخ الا اذا کان جازیا کذا لا یجوز اور اس میں سے کچھ مستحق غیر نکلا تو مشتری مالم یبق بقسطہ اس کے حصے کے لیے بلا اختیار رد بیع اس واسطے کہ کاٹنے والے کو ضرر نہیں کرتا م مشتری کو اس واسطے اختیار نہ ہو کہ بقدر حصہ بائع کاٹ لینا ممکن ہے بلا ضرر بخلاف طرف کے کہ اس میں قطع کرنا مضرب لہذا استحقاق طرف میں مشتری مختار ہے و ہذا لو کان الاستحقاق بعد قبضہا وان قبل قبضہا لہ الخیار لتفرق الصفقة و کذا الدینار والدرہم جو ہرہ اور یعنی عدم خیار مشتری ثابت ہے اگر استحقاق ظاہر ہو بعد قبضہ کرنے چاندی کی ڈلی کے اور اگر قبل قبضہ ہو تو مشتری کو اختیار ہے بسبب متفرق ہونے عقد کے اور یہی حکم ہے دینار اور درہم کا کذا فی الجوبہ م یعنی اگر دینار یا درہم خرید کرے اور بعض دینار یا درہم مستحق غیر نکلے تو مشتری مالم یبق کو اس کے حصے کے موافق لے بلا اختیار اس واسطے کہ دینار اور درہم کی شرکت عیب میں داخل نہیں کیونکہ استیفا کل حی عوض لے کر ممکن ہے کذا فی الطحاوی وصحیح درمیان و دینار درہم و دینارین لیسرہم بخلاف جنس اور صحیح ہے بیع دو درہم اور ایک دینار کی ایک درہم اور دو دینار سے جنس کو غیر جنس کی طرف پھیر کر یعنی درہم بمقابلہ دینار اور دینار بمقابلہ درہم واقع ہو کر صحیح ہو گئی کیونکہ در صورت اختلاف جنس تساوی بدین شرط نہیں و مشلک بیع کرہ و کرہ شعیر بکبریٰ و کرہ شعیر اور مسئلہ سابقہ کے مانند ہے ایک کرہوں اور ایک کرہوں کے دو کرہ اور جو کے دو کرہ سے یعنی گہوں کا ایک کرہ جو کے دو کرہ کے مقابل پر ہو کر اور جو کا ایک کرہوں کے دو کرہ کے مقابل ہو کر صحیح ہو گئی برابری شرط نہ رہی و کذا بیع احد عشر درہم بالعشرۃ درہم و دینار اور اسی طرح صحیح ہے بیع گیارہ درہم کی دس درہم اور ایک دینار سے م اگرچہ مسئلہ صرف جنس الی خلاف الجنس سے معلوم ہو چکا لیکن مصنف نے اس واسطے اس کو ذکر کیا تا معلوم ہو کہ دو جنس مختلف دونوں عوضوں میں سے ہر ایک جنس میں پائی جاویں یا فقط ایک عوض میں دونوں صورتوں میں کچھ فرق نہیں کذا فی النہر و صحیح بیع درہم صحیح و درہمین غلۃ بفتح فتشید یا درہم بیت المال و یقبلہ التجار یدرہمین صحیحین و درہم غلۃ للمساواة و زنا و عدم اعتبار الجودۃ اور صحیح ہے بیع ایک درہم صحیح اور دو درہم غلۃ کی دو درہم صحیح اور ایک درہم غلۃ سے بسبب برابر ہونے وزن کے اور نہ متبر ہونے جودت اور عمدگی کے غلۃ بفتح غیل بمعنی و تشدید لام وہ درہم ہے جس کو بیت المال یعنی سرکار سلطانی پھیرے اور سوداگر اس کو لیتے ہوں م عدم قبول بیت المال اس وجہ سے نہیں کہ وہ درہم کھوٹا ہے بلکہ درہم

قطعہ کسوت ہوتے ہیں اور اس سے کوئی ٹکڑہ رچیدم ہوتا ہے اور کوئی ٹکڑہ اس سے کتر اور بیت المال میں نہیں لیتے مگر مال کذا فی الطحاوی عن اہل من عربوں و صحیح  
 بیع میں بیع عشرۃ دینار ہمہ تنی کسی یکا ای سے دانہ فصیح بیعہ مزدینا ما بہما اتفاقا وقع المقامۃ بنفس العقد اذ لا یوافی دینی سقطا و ریحیح ہے بیعنا اس کا بیعہ  
 دس دینار قرض میں اس کے ساتھ جس کے ہم ہیں بیعہ مانے سے تو بیعوں کو طاق سے دینار کا بیعنا بیعوں دما ہم مذکورہ کے صحیح ہے اور مقامۃ واقع ہو جائے گا  
 بجز حدیث کے اس واسطے کہ سود نہیں اس میں جو ساقط ہوا م خلاصہ ہے کہ زید کے دس دینار خالد پر دین میں سو خالد نے ایک دینار بیعوں دما ہم مذکورہ کے بیچا تو یہ بیع  
 باہ اتفاق صحیح ہے اور بجز حدیث مذکورہ مقامہ ہوا بیعے کا یعنی دین ٹکن میں بجز ہوا کہ ماقدرین حساب میں برابر برابر ہو جائیں گے بلا ذکر مقامہ بخلاف مسئلہ آند و کہ وہاں  
 مقامہ کہنے کا ضرور حاجت ہے طحاوی نے کہا کہ اگر اتنی یوں کہتا صحیح بیع مدیون بیعشرۃ دینار ہم ہی دائرہ دینا ما بہما توافق واقع تر اور مختصر تر ہوتا اور بیعہ عشرۃ مطلقہ سے تعبیر  
 بیعہ ایلان دفع البائع الدینار المشتري و تقاصا العشرۃ من بالعشرۃ الدین ایضا استنادا صحیح ہے بیع مدیون کی بیعوں ایسے دروں کے جو مطلق ہیں قید دین سے  
 بشلیک بلع نے دینار مشتری کو دیا ہوا وہ دونوں دس دینار میں بجز بھی کرنا ہوا بطریق ائحسان کے م د صورت اطلاق دما ہم مقامہ شرط ہے تو اگر ماقدرین  
 باہم بجز اگر ایسے کے تو باہم مقامہ واقع نہ ہو گا چنانچہ خیار میں مصرع ہے خواہ دین موجود ہو قبل عقد صرف کے یا بعد اس کے حاصل ہوا ہو بقول صحیح و جب استناد ہے کہ جب  
 ماقدرین نے مقامہ کیا تو عقد اول فسخ ہو گیا اور دس ماقدرین مضاف علی الدین منعت ہوا تو مضاف علی الدین بطریق ائحسان ثابت ہو گئی کذا فی الطحاوی و ما غلب فضتہ  
 و زہب فضتہ و ذہب حکما اور میں میں پانڈی غالب ہوا وہ پانڈی کے حکم میں ہے اور جس میں سونا غالب وہ حکم کرنے کے ہے مثلاً آندہ پانڈی پانڈی ہوا اور میں پانڈی تانا تو ہر ما  
 خالص پانڈی کے برابر ہے اس واسطے کہ تقویر اسلہ لفظہا کے عش سے کتر خالی ہوتے ہیں اور گئے عش خلقی ہو تو ہے چنانچہ مدی تم میں لندا قلیل ساقط الا اعتبار ہوا فلاح  
 بیع الخالص بر ولا یصح بعض الاتساویا و زنا تو صحیح نہیں خالص پانڈی اور سونے کی بیع غالب الفضة واللذہبک اور ز بیع اس کے بعض کی بعض سے  
 مگر برابر تول کر کیونکہ غالب حکم خالص ہے و کذا لا یصح الاستقرض بہا الا و زنا کا مرفا ابلا ما کلہ غالب الفضة واللذہب کا قرض لینا صحیح نہیں مگر وزن کر کے خالص کی مانند  
 چنانچہ باب القرض میں مذکور ہے چکا والغالب علیہ الغرض منہا فی حکم عروض اعتبار الغالب اور جس میں عش یعنی تانا یا ایسا غالب ہے پانڈی سونے سے وہ اسباب  
 اور جاس کے حکم میں غالب کو مستبرہاں کہ ما اعتبار بالغالب ساقط الا عقد دونوں کی حالت ہے فصیح بیعہ بالخالص ان کالان الخالص اکثر من الغشوش لیکن قدرہ  
 بشک والا اند باغش کما تو صحیح ہے بیع غالب الغشوش کی خالص چاندی یا سونے سے اگر خالص زیادہ تر ہو غشوش سے تا مقدار فضل مقابل شل ہو اور زیادہ مقابل غشوش واقع ہو  
 چنانچہ مسئلہ ہا یہ اور بیعت میں مذکور ہو چکا و کجنتہ متفاضلا و زنا و عدد البصر والجنس بخلاف صحیح ہے بیع غشوش کی اپنی جنس سے زیادہ کر کے تول اور شمار میں بسبب  
 پھیرنے جنس کے مخالف جنس کی طرف م شکا ایک غشوش میں تول بجز چاندی ہے اور دو تولے تانا اور دسے غشوش میں دو تولے چاندی ہے اور ایک تول یا زیادہ تانا تو ان  
 دونوں کے بیع باہم ہائز ہے اس کی چاندی اس کے تسبیح کی طرف پھیر کر اور تانبے کو چاندی کے مقابل کر کے بشروط التقابض قبل الافتراق فی المجلس فی الصورین لغز التیز  
 بیع مذکور صحیح ہے بشلیک ماقدرین کا قبض واقع ہو جا ہونے سے پہلے مجلس میں دونوں صورتوں میں بسبب مغز ہونے تیز کے ہم دونوں صورتوں میں بیع خالص کی غشوش سے  
 اور بیع غشوش کی غشوش سے تقابض قبل الافتراق اس واسطے شرط ہوا کہ صرف فی البعض ہے کیونکہ چاندی یا سونا دونوں جانب میں موجود ہے اور غشوش میں اس واسطے  
 تقابض شرط ہوا کہ اس کے بعد کہلے میں چاندی یا سونے سے فرہ ہے وان کالی الخالص مثلاً ای مثل الغشوش او اقل منہ او لا یدری فکل الصحیح الیبع للربوا فی الاولین  
 فلا حائل ان لے اھا اگر خالص برابر ہو غشوش کے یا اس سے کتر ہو یا معلوم نہ ہو کہ کتنا ہے تو بیع صحیح نہیں بسبب بیع کے پہلے دو صورتوں میں یعنی صورت تساوی  
 اور قلت بسبب متعل ہونے یا بیع کے تیسری صورت میں یعنی صورت عدم علم مقدار خالص کیونکہ شہرہ بجا بجا ہے تحقیق ربولہ ہے اور صورت تساوی اس واسطے ربوا  
 ہے کہ چاندی غشوش چاندی کے مقابل بڑی اور غشوش خالی میں غشوش باقی رہا اور ہوا الخالص الغشوش لا یتعین بالتعین ان راجح التیزہ حینئذ وہ یعنی غالب الغشوش نہیں

عصر صحیح دس دینار کا بیعہ کرنا کہ بیعہ قرض خواہ کتنا کہ بیعہ قرض کے دس دینار کے ساتھ دھلے اور سکے لگانے کے

ہوتا معین کرنے سے اگر اس کا چین ہو گیا ہو بسبب اس کے ثمن ہونے کے اس وقت میں غائب الغش رواج سے اس واسطے ثمن ہو گیا کہ ثمنیت اصطلاح اور حل  
 پر موقوف ہے تو جب تک اس کا چین باقی رہے گا تو ثمنیت باطل نہیں یعنی اگر غائب الغش ہلاک ہو جائے گا قبل قبض تو عقد باطل نہ ہو گا چنانچہ خالص روپے یا شرفی کی  
 ہلاکی سے بطلان عقد نہیں بلکہ اس کا مثل دیا جائے گا والا یرج تعین کیسوتہ اور اگر غائب الغش مروج نہیں تو متعین کرنے سے متعین ہو جائے گا مانند قماش اور جنس کے  
 ہم متعین اس واسطے ہو گا کہ وہ اصل میں منجملہ اسباب اور قماش کے ہے اور ثمن ہو گیا تھا بسبب اصطلاح اور رواج کے پھر جب اس سے معاملہ کرنا لوگوں میں متروک ہو گیا  
 تو اس نے اپنی اصل پر رجوع کیا تو اب اس کے ہلاک قبل قبض سے عقد باطل ہو گا یہ اس صورت میں ہے جب کہ متعاقبین اس کا حال جانتے ہوں اور ہر عاقدہ جانتا  
 ہو کہ دوسرا عاقدہ بھی اس کو جانتا ہے سو اگر دونوں اس حال سے ضرر دار نہ ہوں یا خریدار ہوں مگر ہر ایک یہ نہ جانتا ہو کہ دوسرا عاقدہ جانتا ہے تو درہم ما تجب سے بیع متعلق ہو گی  
 مگر جب کہ درہم غیر مردہ کی طرف اشارہ کر دیا ہو کذا فی الطحاوی عن النہدوانی قبلہ البعض فکزیون فی تعلق العقد بجنسہ زلیفان علم البائع بحالہ والا فجنسہ جید اور  
 اگر غائب الغش کو بعض لوگ لیتے ہوں اور بعض نہ لیتے ہوں تو وہ ناقص درہم کے برابر ہے تو اس کے ہم جنس ناقص درہم سے عقد متعلق ہو گا اگر البائع اس کا حال جانتا  
 ہو اور اگر نہ جانتا ہو تو اس کے ہم جنس عمدہ درہم سے تعلق ہو گا و صحیح المبیاعۃ والاستقراض بما روج منہ عملاً بالعرف فیما لایض فیہ اور صحیح ہے باہم خرید و  
 فروخت کرنا اور قرض لینا اس غائب الغش سے جس کا رواج ہو عرف پر عمل کر کے اس میں جس میں تصریح نہیں فان راج فیہ زنا او عدد و سیا و بہما فیکل منہما سو اگر  
 اس میں دزن رائج ہو یا شمار مروج ہو یا وزن اور شمار دونوں جاری ہوں تو دزن اور عدد ہر ایک صحیح اور استقراض صحیح ہے والمساوی عشرہ و فضتہ ذہبہ  
 کغالب الفضتہ والذہب فی تبایع واستقراض غلام یجزی بالابا لوزن الا اذا اشار الیہما کما فی الخلاصۃ اور جس میں غش اور چاندی یا سونا برابر ہے وہ غائب الغش یا غائب  
 الذہب کے مانند ہے خرید و فروخت اور قرض لینے میں تو بیع اور استقراض اس میں جائز نہیں مگر قول کر لیکن جبکہ دونوں کی طرف اشارہ کر دیا تو وزن کرنا لازم نہیں درہم یا ذہب یا نیر  
 خالصہ استثناء فقط تبایع کی طرف راجع ہے یعنی استقراض بہر صورت بلا وزن صحیح نہیں اور مردہ بیع ہے جو صرف کے سوا ہے اس واسطے کہ صرف کا حکم بعد اس کے  
 مذکور ہو گا و اما فی الصرف فکغالب غش فیصح باعتبار المار و بیع الصرف میں تو غائب الغش کے مانند ہے تو صرف صحیح ہو گی باعتبار گذشتہ سے یعنی اگر جنسہ خالص سے  
 بیع الصرف ہوئی ہے تو ضرور ہے کہ خالص اس سے اکثر ہو والا جائز نہیں اور اگر اپنے ہم جنس سے ہے تو تقاضا جائز ہے اور خلاف جنس سے بھی جائز ہے  
 باوجود قبض کے دونوں صورتوں میں کذا فی الطحاوی اشتری شیئاً بگائب الغش و ہونافق او بفلوس نافقہ فکسد ذلک قبل التسلم للبائع بطل البیع کما لو انقطعت  
 عن ابیدی الناس فله کالکس و خرید کی کوئی چیز غائب الغش سے اور حالانکہ وہ رائج ہے یا فلوس مروجہ سے خرید کی پھر اس کا رواج جاتا رہا قبل تسلیم بایع کے تو بیع باطل  
 ہو گئی چنانچہ اگر وہ منقطع ہوئی ہوں لوگوں کے ہاتھ سے تو انقطاع کساد کے مانند ہے و کذا حکم الدرہم لو کسدت او انقطعت بطل اور یہی حکم ہے درہم کا اگر ان کا رواج  
 جاتا رہا ہے یا وہ منقطع ہو جائیں تو بیع باطل ہے و صحابہ بقیۃ البیع و بقیۃ رفقاً بالناس بخر و حقائق اور صاحبین نے بیع کی قیمت سے بیع کو صحیح کہا ہے اور اسی کا فتویٰ  
 ہے لوگوں کی آسانی کے واسطے کذا فی البحر والحقائق ہم بجائے قیمت بیع کے کساد کما صواب تھا علامہ نوح نے کہا در صورت بقا عمد قیمت کا سدا واجب ہے  
 ابو یوسف کے نزدیک یوم البیع کی قیمت اور محمد کے نزدیک یوم الکساد کی قیمت معتبر ہے صاحب ذخیرہ اور خلاصہ اور علی نے شرح کنز میں کہا کہ ابو یوسف کے قول  
 پر فتویٰ ہے اور صاحب محیط اور ترمذی اور حقائق نے کہا کہ محمد کے قول پر فتویٰ ہے لوگوں کی آسانی کے واسطے اتھی تو جو اجمال کہ شایع کے کلام میں ہے تو اس تقریر سے  
 معلوم ہو گیا کذا فی الطحاوی وحد الکساد ان ترک المعاملۃ بہما فی جمیع البلاد فلوراجت فی بعضہا لم یبطل بل یتخیر البائع لتعیبہا اور کساد یعنی عدم رواج کی  
 مدیہ ہے کہ ان سے معاملہ کرنا جمیع بلاد میں متروک ہو جاوے تو اگر بعضے بلاد میں رائج ہوں تو بیع باطل نہیں بلکہ بائع مختار ہے بسبب ان کے عیب دار ہونے کے  
 ہم یعنی اگر البائع کے شہر میں رائج نہ ہوں تو اس کو اختیار ہے چاہے ان کو لے چاہے ان کی قیمت لے کذا فی البحر وحد الانقطاع عدم وجودہ فی السوق وان وجد  
 فی ابیدی الصیارتہ و فی البیوت و کذا ذکرہ العینی وابن الملک بالعطف خلافاً لما فی نسخ المصنف وقد غراه للمدائتہ ولم ارہ فیہا و التہ اعلم اور انقطاع کی مدیہ موجود

لہ ایک نسخے میں الخلاصہ ہے بجائے الخالصہ کے یعنی چنانچہ نولہ میں مذکور ہے ۱۱



ہونا لازمی اگرچہ صافوں کے پاس اور گھر میں موجود ہوا کی طرح اس کو ذکر کیا ہے یعنی وہاں تک کہ نہ حرف عطف یعنی فی البیوت کا لفظ ہو اور عطف مذکور ہے بخلاف  
 شرح مصنف کے نسخہ کے کہ ان میں عطف مذکور نہیں اور مصنف نے عدم عطف کو ہدایہ کی طرف منسوب کیا ہے اور میں نے ہدیہ میں اس کو نہیں دیکھا واللہ اعلم بالطحاوی نے کہا یہ  
 جماعت ہاں میں اس مسئلہ کے بیان میں مذکور نہیں شاید کسی اور محل میں مذکور ہو وہی البزازیہ اور اجماع قبل نسخ ابا نوح یصح ما د بائز العموم الفسخ العقد بائز و علیہ قول المصنف  
 بطل البیع ای ثبت للبائع ولایۃ منہ ولانہ للوفیۃ البزازیہ میں ہے کہ اگر دوسری ہدایہ ہوگی قبل اس کے کہ بائع بیع کو فسخ کرے تو بائز ہوگا بیع چہرے کے سبب فسخ نہ ہونے بیع کے  
 بدول فسخ کرنے کے اور بوجہ اس کے تو مصنف کا یوں کہنا کہ قبل تسلیم کے عدم بطلان سے بیع باطل ہوگی اس کا مطلب یہ ہے کہ بائع کو اس کے فسخ کی طاقت اور اختیار ثابت ہے  
 اور حق تعالیٰ تو فریقین کے واسطے بقید الکسالاتہ لوقعت قیمتہا قبل القبض فالبیع علی سالہا جماعاً ولای تخیر البائع اور بطلان بیع میں مصنف نے کہا کہ لگانے  
 اس واسطے کہ اگر غالب الغرض کی قیمت کم ہو جائے قبل قبض کے تو بیع بحال خود قائم ہے ہلا جماع اور بائع فسخ میں مختار نہیں مگر جب غالب الغرض کی ارزائی اور گرانی قیمت کا  
 حکم معلوم ہو تو غالب القصد کا حکم بطریق اولیٰ ثابت ہوگا و مگر کو عطف قیمتہا و انذات فلذک البیع علی سالہ ولای تخیر المشتري و لطالب بقصد ذلک العیار الذی کان  
 وقع وقت البیع صحیح اور بالعکس اس کے اگر غالب الغرض کی قیمت گراں ہوگی اور زیادہ ہوگئی تو اس کی طرف بیع بحال خود قائم ہے اور مشتری مختار نہیں اور مشتری سے  
 اس قدر تعدد کا مطالبہ ہوگا جو بیع کے وقت تھا کہ انی الفسخ م عیار سے مراد وہ مقدار ہے جو وقت عقد مذکور ہوئی اور بعد اس کے قیمت زیادہ ہو جانے کا اعتبار نہیں  
 کذا فی الطحاوی وقید بقبول قبل التسليم لانه لو باع دلال وکذا فنصولی متاع الغير بغیر از نہ بدراہم معلومہ واستوفیاً فکسرت قبل دفعها لئلا رب المتاع  
 لایفسد البیع لای حق القبض العینی وغیر ما اور مصنف نے بطلان بیع میں کہا کہ قبل التسليم کے قید لگانے اس واسطے کہ اگر دلال اور عیار فسخ فنصولی نے غیر کی متاع  
 کو بیوں اس کے اذن کے دراہم معلومہ سے بچا اور دراہم مذکورہ مشتری سے لوٹے پھر لیے پھر ان کا رواج موقوف ہوگا صاحب متاع کے دینے سے پہلے تو بیع فاسد  
 نہ ہوگا اس واسطے کہ حق دلال اور فنصولی کے واسطے ثابت ہے کذا فی العینی وغیرہ کیونکہ عاقد وہی ہے نہ صاحب متاع م اسی طرح اگر مولیٰ نے ایک مرد کو وکیل کی  
 کہ وہاں سے فلوس خریدے سے اس نے فلوس خریدے پھر ان کا رواج جاتا رہا تو وہ فلوس مولیٰ کے ہیں اور اگر کس قبل قبض وکیل ہوا تو فلوس مذکورہ وکیل  
 کے ہیں کذا فی الطحاوی میں لکھی صیح البیوع بالفلوس لنافیۃ والیٰ لم یستعمل بکلمہ صیح فلوس ما ثبو سے اگر پر وہ متعین نہیں درہم کے مانند فلوس سے صیح اس واسطے  
 صیح ہے کہ وہ بخل انواع مال میں دراہم کے مانند تاریخہ اگر ہاک ہوں قبل قبض تو عقد منسوخ نہیں اور اگر فلوس بدل کرے تو بائز ہے اور فلوس ما ثبو متعین اس واسطے نہیں  
 حصے کہ اتان میں داخل ہیں نقد کا تعین صاحب نہیں بلکہ اگر کسی کو متعین کرے تو بی متعین نہیں ہوتا مگر جب عاقد ہی یوں کہیں کہ ہم نے تعین حکم کا فلوس بعینہ سے امداد  
 کیا تو اب البتہ تعین عقد کا بعینہ فلوس سے ہوگا کذا فی النہر وان کاسدۃ حتی بعینہا کسب اور فلوس کا سدۃ غیر ما ثبو صیح نہیں جتا وقتیکہ ان کو میں ذکر سے چنانچہ قاش  
 اہا سباب سے بیع بتعین صیح نہیں تعین اس واسطے ضرور ہے کہ در حالت عدم رواج فلوس صیح میں نہ تھی اور بیع کا متعین ہونا ضرور ہے کذا فی النہر و جب علی  
 المستقر فی رطل فلوس القرض اذ اکسدت و ادبب محمد قیستلوم الکسود علی الفتویٰ بزازیہ اور قرض لینے والے پر قرض کے فلوس کے مانند کا پھر دینا واجب ہے  
 جبکہ فلوس کا رواج جاتا ہے اور محمد نے فلوس کی قیمت یوم الکساد واجب رکھی ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہے کہ بائز ازیم محض خلاف اس صورت میں ہے کہ جب بقرض کے فلوس  
 ہلاک ہو گئے ہوں پھر ان کا رواج موقوف ہو گیا ہو اور اگر مستقر قرض کے پاس فلوس باقی ہیں تو بعینہ ان کو پھر دینا چاہیے بالافتقار کذا فی الطحاوی میں بشرطیہ عن شرح الحج  
 فی النہر قاضی صاحب السیاریہ و لیسوا ظاہری اختیاراً لہما اور نہ لفظی میں ہے کہ بیع فاسد یا صاحب ہدایہ کا ما جہیں کہ دلیل کو ظاہر ہے صاحبی کے قول کے مخالف ہونے محمد صنی  
 صاحب ہدایہ کی حالت ہے کہ قول مخالف کی دلیل کو بیع ذکر کرتے ہیں مشتری ثیناً بنصف درہم مثلاً فلوس صحیح بلا بیان عددہ العلم بہ علیہ فلوس بتبع بنصف درہم و کذا  
 ثلث درہم اور لہ خریدی کوئی چیز مثلاً نصف درہم کے فلوس سے تو خریدی ہے بدلہ یہی کرنے فلوس کے شمار کے سبب اس کے معلوم ہونے کے اور مشتری پر اس قدر فلوس واجب  
 ہے بنصف درہم کو بیع ہاتے ہیں اسی طرح ثلث درہم یا ربع درہم کے فلوس سے خریدی ہے مگر اگر صحیح ہے مگر کے نزدیک خریدی ذکر صحیح نہیں کیونکہ فلوس عدلی چیزیں تو بلا بیان عددی

مجمول ہوگا جو اب اس کا یہ ہے کہ ثمن مجہول نہیں بلکہ معلوم ہے کیونکہ جب نصف درم کو ذکر کیا پھر نصف درم کو ذکر کیا پھر نصف کو موصوف فلوس کیا اور حالانکہ نصف درم کا فلوس ہونا ممکن نہیں تو معلوم ہو گیا کہ قول مذکور سے اتنے فلوس کا اس نے ارادہ کیا ہے جو نصف درم سے بیسے جاتے ہیں اور یہ معلوم ہے تو ذکر عدد فلوس کی کچھ حاجت نہ رہی کذا فی النہر و کذا الواشتری بدرہم فلوس او بدرہمین فلوس جاز عند الثانی و ہوا الاصح للعرف کافی اور اسی طرح اگر خرید کی کوئی چیز ایک درم کے فلوس سے یا دو درم کے فلوس سے تو جائز ہے (ام ابو یوسف کے نزدیک اور یہی صحیح ہے بسبب عرف کے کذا فی الکافی ومن اعطی صیر فیہا درہما کثیر فقال اعطنی بہ نصف درہم فلوسا بالنصب صفتہ نصف ونصفا من الفضة صغیر الاجتہ صیح و یكون النصف الاجتہ بشک و ما بقی بالفلوس اور جس نے نمران کو درم کبیر یعنی درم کامل دیا پھر لولا کہ دے مجھ کو بعض اس کے نصف درم فلوس اور نصف چاندی کا درم صغیر مگر بقدر حیرت یعنی وہ درم صغیر جو وزن میں بقدر نصف درم کبیر ہو ایک جرم کذا فی النہر تو عقد صحیح ہے اور ہوگا نصف درم مگر جبہ مقابل اپنے مثل کے اور باقی بمقابلہ فلوس کے شایح نے کہا کہ لفظ فلوس منصوب صفت ہے نصف کی ولو کہ لفظ نصف بطل فی الکل للزم الیہ اور اگر نصف کا لفظ دوبارہ کہا اس طرح کہ اعطنی نصف فلوسا و نصف نصفا الاجتہ یعنی دے مجھ کو بعض نصف درم کبیر کے فلوس اور بعض نصف درم کبیر صغیر جس کا وزن بقدر نصف درم کبیر ہے مگر یہ تو فلوس اور درم صغیر سب میں بیع باطل ہے بسبب لازم آنے بیاج کے ہم بیان اس واسطے لازم آیا کہ نصف درم کبیر بقدر جبہ زائد ٹھہرا درم صغیر سے تو بقدر جبہ خالی عن الوضو رہتا نہ الفائق میں ہے کہ عقد مذکور لازم کے نزدیک باطل ہے اور صاحبین کے نزدیک فلوس میں عقد صحیح ہے اور جو مقابل ہے چاندی کے اس میں باطل ہے اور اگر لفظ اعطا کو مکرر کیا یعنی اس طرح کہ اعطنی نصف فلوسا و اعطنی نصف نصفا الاجتہ تو فلوس میں بیع جائز ہے اور چاندی میں باطل الہمی و کذا فی الطحاوی و بما تقرظہ ان الاموال ثلثۃ الاول ثمن بکل حال و ہوا التقدان بحبۃ الباء اولاً و ثانیاً بجنسہ اولاً اور جو ثابت اور مذکور ہو چکا اول کتاب المبیوع سے یہاں تک کہ اس سے ظاہر ہوا کہ سب مال تین قسم پر مشتمل اول وہ مال ہے جو نہیں ہے ہر حال میں وہ چاندی اور سونا ہے خواہ اس کا بارہا آوے یا نہ آوے خواہ اپنی جنس سے مقابل ہو یا نہ ہو م سابق مذکور ہو چکا کہ ثمن وہ ہے جو واجب فی الذمہ ہو بلا تعین والثانی بیع بکل حال کالتیاب والدواب اور قسم ثانی وہ مال ہے جو بیع ہے ہر حال میں چنانچہ کپڑے اور جانور بیع ہے ہر حال میں یعنی خواہ اپنے جنس سے مقابل ہوں یا غیر جنس سے باوجود ان پر آوے یا نہ آوے والثالث ثمن من ویر بیع من ویر کالتیاب اور قسم ثالث وہ مال ہے کہ ایک وجہ سے ثمن ہے دوسری وجہ سے بیع چنانچہ مثلی چیزیں کیلٹ اور موزونات سوائے نقدین کے فان اتصل بہا الباء ثمن والا فبیع سو اگر مثلیات کے ساتھ باوجود متصل ہو اس طرح کلا شترین الثوب بالخطۃ تو اس راہ سے وہ ثمن ہے اور اگر متصل نہ ہو تو اس راہ سے وہ بیع ہے ہم ہر الراتی میں یوں ہے کہ اگر مثلی معین ہو عقد میں تو وہ بیع ہے اور اگر معین نہ ہو اور اس پر باوجود آوے اور اس کے مقابل بیع واقع ہو تو وہ ثمن ہے واما الفلوس فان راجحہ نکم و الا فکسح اور فلوس اگر راجح ہوں تو ثمن کے مانند ہیں اور نہیں تو جنس اور فحاش کے مانند ہیں و الثمن من حکمہ عدم اشتراط وجودہ فی ملک العاقد عند العقد وعدم لطلانہ ای العقد ہسلا کہ ای ثمن و صحیح الاستبدال بہ فی غیر الصرف والسلم لانیہما اور بخدا احکام ثمن نہ مشروط ہونا اس کے وجود کا وجود کا ہے عاقد کی ملک میں عقد بیع کے وقت اور نہ باطل ہونا عقد کا ہے ثمن کے ہلاک ہوجانے سے اور صحیح ہے بدل لینا ثمن سے یعنی اس کو خرچ کر ڈالنا اور اس کے بھون اور دینا غیر صرف اور سلم میں نہ ان دونوں میں یعنی بیع ہر طرف اور سلم میں ثمن اور اس المال کا استبدال صحیح نہیں و حکم المبیع خلافہ ای الثمن فی الکل فی شرط وجود المبیع فی ملک و کذا اور حکم بیع کا برخلاف ثمن کے ہے جمیع امور مذکورہ میں مشروط ہے بیع کا موجود ہونا عاقد کے ملک میں عقد کے وقت اور اسی طرح باقی امور میں بیع باطل ہوجاتی ہے بیع کے ہلاک ہوجانے سے اور بیع کا استبدال جائز نہیں و من حکمہا و بموجب التساوی عند المقابله بالجنس فی المقدرات کما تقرظہ اور ثمن اور بیع کی برابری کا واجب ہونا بخدا احکام کے ہے مقابلہ جنس کے وقت مقدرات میں یعنی کیلٹ اور موزونات میں چنانچہ مذکور اور ثابت ہو چکا ہے باب البرو امین یعنی کیلٹ یا موزون میں در صورت اتحاد جنس ثمن اور بیع دونوں کا برابر ہونا واجب ہے تزیین فی بیع العینہ و یاتی متافی الکفالات و بیع التبیعہ و یاتی متافی الاقراریہ کتاب المبیوع کا دنبال ہے بیع العینہ کے ذکر میں اور اس کا بیان کتاب الکفالات کے متن میں آوے گا اور بیع التبیعہ کے بیان

۱۳ اس کی مثال مال کے دواغ کے موافق یوں سمجھو کہ ایک روپیہ یا دو روپیہ کا آٹھ آنے پیسے دو اور ایک اٹھنی روپیہ کے قول کی ۱۳

یہ اس کا ذکر کتاب الاقراء کے متن میں آئے گا مذنیب عبارت ہے اس سے جس کو آخر کلام میں لاویں اور اس کو کلام سابق سے تعلق ہو سو وہ مصدق ہے یعنی منقول  
اس مذنیب میں بیع العین کے ذکر کا کچھ فائدہ حاصل نہیں تو بہتر یہ تھا کہ شایع کتا کا قسم بیع سے بیع العین باقی رہی سو اس کا ذکر کتاب الاقراء میں آئے گا کثافی طحاوی  
وہ ہوا نظر العقدا للربطان علیہ خوف عدو و یولیس بیع فی الحقیقۃ بل کانزل کما بسط فی التشریح علی النار اور وہ بیع التبیئۃ یہ ہے کہ عقدہ کو دو شخص عا ہر کریں اور اس کا  
دل میں قصد نہ رکھیں ایسے عقد کا طرف اتفاق ہوا ہے جس کے طرف سے اور وہ حقیقت میں بیع نہیں ہے بلکہ ہزل اور یہودگی کے مانند ہے چنانچہ اس کو میں نے شرح  
ہوئی کی ہے یعنی شرح مناسک کے آخر میں مذنیب میں ہے کہ تبیہ عبارت ہے اس امر کے کہنے سے جس کا باطن مخالف ہے اس کے ظاہر کے فتاویٰ مالگیری میں ہے کہ تبیہ وہ عقد  
ہے جس کو انسان بضوت امر ایجاد کرتا ہے تو وہ مدفع الیہ کے مانند ہوتا ہے اور تبیہ میں قسم پر ہے ایک قسم یہ ہے کہ نفس بیع میں تبیہ ہو اس طرح پر کہ کسی فرد سے  
کہے کہ میں یہ ظاہر کرتا ہوں کہ میں نے اپنا گھر بیعے یا حقہ بیچا اور یہ فی الحقیقت بیع نہیں اور اس پر گواہ کے پھر ظاہر میں بیع کرے تو یہ باطل بیع ہے دوسری قسم یہ ہے  
کہ تبیہ بدل میں ہو چنانچہ ما قدر باطن میں اس پر متفق ہوں کہ میں ہزار دم میں اور ظاہر میں دو ہزار کو بیع کریں تو میں وہی ہے جو باطن میں مذکور ہوا اور دنیاوت میں گواہوں  
ہل کیا اور ابو یوسف سے ایک روایت یوں ہے کہ میں وہی ہے جو ظاہر میں مذکور ہوا تیسری قسم یہ ہے کہ عاقدین باطن میں اس پر اتفاق کریں کہ اس بیع کا اقرار کریں کہ میں ہزار دم  
ہے اور ظاہر میں سو دینار سے بیع کریں محمد نے کیا قیاس یہ ہے کہ عقد باطل ہوا اور اسحاق میں سو دینار سے بیع صحیح ہے اور اگر دونوں اس پر اتفاق کریں کہ اس بیع کا اقرار کریں  
جو نہیں واقع ہوئی پھر اس کا اقرار کریں تو بیع باطل ہے اور ان دونوں کی اجازت سے بھی جائز نہیں طحاوی نے کہا کہ شارع کی عبارت میں عموم ہے جس کا ایضاً یہ ہے  
و نقلت عن التلویح ان الاقسام ثانیۃ و سبعمونۃ اور میں نے نقل کیا شرح مذکورہ میں یہ تصریح سے کہ بیع التبیئۃ کی احکام قسمیں ہیں دو عقدہ قاضی خان فصلاً آخر الاکراہ مخصرانہ  
بیع منعقد طبعاً لازم کا بیع بالظاہر اور قاضی خان نے انکار کیا میں بیع التبیئۃ کے واسطے ایک فصل منعقد کی ہے خلاصہ اس کا یہ ہے کہ تبیہ بیع منعقد غیر لازم ہے بیع الخیار  
کے مانند و جملہ الباقی فاسد اور باقی نے تبیہ کو بیع فاسد قرار دیا ہے و لو ادعی احدہما صح التبیئۃ وانکرہ الاخر فالقول لمدعی الھجۃ بیئینہ اور اگر ایک شخص نے بیع التبیئۃ کا  
دعویٰ کیا اور دوسرے نے اس کا انکار کیا تو مدعی ثبوت کا قول اس کی قسم کے ساتھ معتبر ہے م طحاوی نے کہا کہ شاید یہ اس واسطے ہے کہ جملہ میں بیع ہزل خلاف اصل ہے  
لہذا اس کا قول معتبر نہ ہوا اور لو ہوا احدہما قبل ولو رہنا فالسببۃ اور دونوں میں سے اگر کوئی گواہ لادے اپنے دعوے پر تو گواہی مقبول ہوگی اور اگر دونوں گواہ لاویں  
تو مدعی تبیہ کی گواہی مقبول ہوگی یعنی اس واسطے کہ شہادت خلاف ظاہر کے اثبات کے واسطے ہے ولو بتایعان العلانیۃ ان احدہما بنا علی التبیئۃ فالبیع باطل  
فالتاقتحان انما بنی بالبدو والا فلازم ولو لم تحضر جائزۃ فباطل علی الظاہر فیہ اور اگر دونوں نے علانیہ بیع کی اگر دونوں اقرار کریں کہ بیع تبیہ پر بھی تو بیع باطل ہے بسبب  
متفق ہونے دونوں کے اس پر کہ ظاہر میں بیع کا ہزل کے طور تھا اور نہیں تو بیع لازم ہے یعنی اگر دونوں اعراض پر متفق ہوئے یا بنا اور اعراض میں مختلف ہوئے تو بیع  
لازم ہے اور اگر دونوں کو بیع کے وقت کوئی نیت حاضر نہ ہوئی نہ بنا کی نہ اعراض کی تو بیع باطل ہے قول ظاہر پر کثافی النیت ہم نہا میں مصرع ہے کہ در صورت عدم  
حضور نیت عقد صحیح ہے اور فیہ سے معلوم ہوا کہ باطل ہے تو شاید یہاں دو قول ہیں کثافی الطحاوی بالیقین اس مسئلے میں دو قول ہیں پہنا پختہ قول فیہ یعنی علی الظاہر  
اس پر دلالت کرتا ہے فالتاقتحان انما بنی بالبدو والا فلازم ولو لم تحضر جائزۃ فباطل علی الظاہر فیہ انہما لو تواضعا علی الوفاء قبل العقد ثم حثوا خایا عن شرط الوفاء فالعقد جائز ولا حرجۃ للمواضعتہ میں کتا ہوں  
کہ فیہ کے قول سے استفادہ ہوا کہ اگر عاقدین وفادگی میں ٹھہرائیں قبل عقد کے پھر بیع منعقد کریں خالی شرط وفاء سے تو عقد جائز ہے اور کچھ اعتبار نہیں مواضعت یعنی ٹھہرا  
رکھنے کا م وہاں فادہ یہ ہے کہ بیع التبیئۃ اس وقت باطل ہے جب دونوں اس کا اعراض کریں کہ بنا علانیہ تبیہ پر پختہ والا بیع لازم ہے تو معلوم ہوا کہ اس کا اگر صدور  
وعدو فایر ہو تو بیع باطل نہیں جائز ہے بیع الوفاء ذکر نہ ہوا تبیہ بیع الوفاء ذکر نہ ہوا تبیہ بیع الوفاء ذکر نہ ہوا تبیہ بیع الوفاء ذکر نہ ہوا تبیہ بیع الوفاء ذکر نہ ہوا  
اذ اذ علیہ ان لا یطیر العین سماہ الشافعیۃ بان من العاد لیس بمصریح الامانہ وبالشام بیع للاطاعۃ اور بیع الوفا کی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص بیع کرے ہزار دم  
لیکن ہزار کم نہ کرے اور بیع ہو

سے مثلاً اس شرط پر کہ جب بائع مشتری کو من پھیر دے تو مشتری اس کو جنس بیع پھیر دے اور شافعی مذہب اس کو رہن معاد کہتے ہیں اور مصر میں بیع الامانہ بولتے ہیں اور شام میں بیع الاطاعت کہتے ہیں ہم رہن معاد کے تسمیر کی وجہ یہ ہے کہ اس کا عود رہن کی طرف ہوتا ہے ایفا مقبوض کے وقت اور بیع الامانہ کی وجہ یہ ہے کہ صدور اس بیع کا امانت پر مبنی ہے کہ صاحب درم نے بائع کو امین جان کر درم دیے اور بائع نے صاحب درم کو امین سمجھ کر بیع دی کہ جب میں اس کو درم دوں گا تو وہ بالکل بیع کو پھیر دے گا اور یہی وجہ ہے بیع الاطاعت کی کہ ایک دوسرے کی اطاعت کا منقذ ہے بعد جو شرط کے قیل ہو رہن فیتضمن زوائدہ اور بعضوں نے کہا کہ بیع الوفاء فی الحقیقت رہن ہے تو زوائد اس کے منسوخ ہیں یعنی مشتری کو منافع بیع حلال نہیں مانند رہنوں کے و قیل بیع لیسفید الانتفاع اور بعضوں نے کہا کہ بیع الوفاء حقیقت بیع ہے کہ بیع سے فائدہ لینے کے مفید ہے و فی اقالہ شرح الجمع علی النہایۃ و علیہ الفتویٰ اور شرح مجمع کے باب الاقالہ میں نہایت سے منقول ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے یعنی بیع ہونے پر قیل ان بلفظ البیع لم یکن رہن اور بعضوں نے کہا کہ بیع الوفاء بلفظ بیع ہے تو رہن نہ ہوگی م اس واسطے کہ بیع اور رہن ہر واحد عقد مستقل ہے شرعاً اور ہر ایک کے احکام مستقل ہیں کذا فی الدرر اذ ذکر الفسخ فیہ او قبلہ او زعماء غیر لازم کان بیعاً فاسداً پھر جب کہ عاقد نے بیع الوفاء کے اندر یا قبل اس کے فسخ کو ذکر کیا یعنی شرط کیا یا دونوں نے اس کو بیع غیر لازم گمان کیا تو بیع فاسد ہوگئی و لو بعدہ علی وجہ المبیع جاز و لزوم الوفاء بہ لان المواعیہ قد تكون لازماً لمحااجة الناس و هو الصحیح كما كان فی الکافی و الخانیۃ و اقرہ خسرو مہنا و المصنف فی باب الاکراہ و ابن الملک فی باب الاقالہ بزیادۃ اور اگر فسخ کو بعد بیع الوفاء کے بطریق مذکور کیا تو بیع جائز ہے اور اس وعدے کا وفا کرنا لازم ہے اس واسطے کہ مواعیہ کا بیع لازم الایفا ہو جاتے ہیں لوگوں کی حاجت کے واسطے اور یہی قول صحیح ہے کذا فی الکافی و الخانیۃ اور ثابت رکھا ہے اس قول کو ملا خسرو نے یہاں اور مصنف نے باب الاکراہ میں اور ابن ملک نے باب الاقالہ میں زیادہ بیان کے ساتھ و فی الظہیرۃ لوزکر الشرط بعد العقد یتحقق بالعقد عند ابی حنیفہ و لم ینکر ان فی مجلس العقد و بعدہ اور ظہیر یہ میں ہے کہ اگر شرط مذکور ہوئی بعد عقد کے تو وہ شرط العقد کے ساتھ لاحق ہوگی اور صاحب ظہیر نے ذکر نہیں کیا کہ ذکر شرط مجلس عقد میں ہو یا بعد اس کے م جب شرط فسخ امام کے نزدیک طوق عقد سے ہوئی تو بیع فاسد ہوگی اگرچہ شرط بعد مجلس ہو کذا فی الطحاوی و فی البرزازیہ و لو باعہ لآخر با تا توقف علی اجازۃ مشتری فاء و لو باعہ للمشتري فلبایع او ورثتہ حق الاسترداد اور برزازیہ میں ہے اور اگر بیع الوفاء کے بائع نے بیع کو بیچا دوسرے مشتری کے ہاتھ بطریق بیع لازم کے تو بیع اس کے مشتری اول کی اجازت پر موقوف ہوگی جس نے بطریق بیع الوفاء کے خرید کیا تھا اور اگر مشتری با ووفانے اس کو بیچا تو اس کے بائع اور بائع کے وارثوں کو حق استرداد ثابت ہے م مشتری کی اجازت پر اس واسطے بیع موقوف ہوئی کہ حق مشتری اس سے متعلق ہو گیا اور بائع اور اس کے وارثوں کو حق استرداد ہوا بنظر جانب رہن و افاذ فی الشر بنسب الیہ ان ورثتہ کل من البائع و المشتري تقوم مقام مورثہ نظر الجانب الرهن فلیحفظ اور شر بنسب الیہ میں ذکر کیا کہ بائع اور مشتری ہر ایک کے وارث اپنے مورث کے قائم مقام ہیں بنظر جانب رہن تو اس کو یاد رکھنا چاہیے م ہی حکم فتاویٰ عالمگیری میں جو اہر غلامی سے منقول ہے و لو استاجرہ بالثمن لایزومہ الاجر لانه ہن حکما حتی لایجل الانتفاع بہ اور اگر بیع الوفاء کے بائع نے بیع کو اجارہ دیا تو اس کو اجرت لازم نہیں اس واسطے کہ وہ حکم رہن ہے یہاں تک کہ اس سے فائدہ لینا حلال نہیں م یہ قول بیع الوفاء کے رہن ہونے پر مبنی ہے قلت و فی فتاویٰ ابن الحلبي ان صدرت الاجارة بعد قبض المشتري المبیع و فاء و لو للبنا و عدہ فی صحیحہ و الاجرة لازمة للبائع طول مدة التواجد انتہی فتنبہ اور میں کہتا ہوں اور ابن الحلبي کے فتاویٰ میں ہے کہ اگر اجارہ صادر ہوا بعد قبض کرنے مشتری کے بیع بالوفا کو اگرچہ قبض فقط بنا کے واسطے ہو تو اجارہ صحیح ہے اور اجرت بائع کے واسطے لازم ہے بقدر طول مدت تو اجرت انتہی تو آگاہ ہو جا م یہ قول بیع الوفاء کے بیع ہونے پر مبنی ہے شر بنسب الیہ میں مذکور ہے کہ بیع الوفاء میں نو قول ہیں از انجلہ یعنی علمائے محققین کا یہ قول جامع ہے کہ بیع الوفاء بعضے احکام میں تو فاسد ہے یہاں تک کہ بائع اور مشتری ہر واحد فسخ کا مالک ہے اور بعضے احکام میں صحیح ہے چنانچہ منافع بیع کے حلال ہونے میں اور بعضے احکام میں

بیع الوفا رہن ہے یہاں تک کہ مشتری اس کی بیع اور مدین کا مالک نہیں صاحب بھرا لائق نے بعد نقل کرنے اس قول کے کہا کہ لائق یوں ہے کہ فتویٰ دینے میں اس قول جامع سے عدول دیکھا جائے اسی اور منجملہ منافع اس کے کے اجارہ دینا اور اجرت لینا ہے اور وہ جو فتاویٰ غیرہ میں عدم اجارہ مذکور ہے تو وہ بیع الوفا کے رہن ہونے پر مبنی ہے واللہ اعلم کذا فی الطحاوی قلت وعلیہ فلو مضت المدۃ وبقی فی یدہ فالتی علیہ الرزم بلزوم اجراء التسل وسمیون بیع الاستفصال میں لکھا ہوں اور بموجب فتاویٰ ابن العلی کے اگر مدت اجارہ منقذی ہو جائے اور اس کے لمحہ میں باقی ہے تو عملائے رزم نے لزوم اجرت مثل کا فتویٰ دیا ہے اور عملائے مددین اس بیع کو بیع استفصال کہتے ہیں دنی السیوطی بیع الوفا فی العقار آتھنا واخلت فی المنقول اور در میں ہے کہ بیع الوفا زمین میں صحیح ہے بطریق آستان کے اور منقول میں اطلاق ہے یعنی بیع صحیح کہتے ہیں اور بعض غیر صحیح م اور بموجب قول صحت بیع لونڈی بیوعہ کی وطلی بائع اور مشتری کو حلال نہیں اس واسطے کہ اس میں دونوں کا حق متعلق ہے تو گویا وہ بمنزلہ مشتری لونڈی کے ہو گئی اور اسی طرح کھانا اور پینا جائز نہیں اگر بیع ماکول یا ملبوس ہو کذا فی الطحاوی ولی الملتقط والینۃ اختلاف ان ایسح بانا وادوفا جدا ویزل فالقول لمدعی المجد والبنات الا بقربۃ النزل والوفاء اور ملقطہ اور غیرہ میں ہے کہ بائع اور مشتری نے اختلاف کیا کہ بیع لازم ہے یا بیع الوفا ہے واقعی بیع ہے یا نزل اور یہودگ تو اس کا قول منبر ہے جو واقعی ہونے اور لزوم بیع کا مدعی ہے مگر بقربہ نزل اور وفا مکی نزل اور وفا کا قتل معتبر ہوگا۔ م قرینہ نزل ہے کہ نیت نہایت معتبر ہے نسبت بیع کے کذا فی الطحاوی قلت کما ذکرنا الشیخ ان القول لمدعی علی الوفا استقامت تاکسینی فیحفظ۔ میں کہتا ہوں کہ صاحب ملقطہ کتاب الشیخ میں کہا ہے کہ قول مدعی علی الوفا کا معتبر ہوگا۔ بنا برآستان کے جیسے فقیر آدے گا۔ تو اس کو

یاد رکھنا چاہیے تو معلوم ہوا کہ قول سابق بطریق قیاس تھا ولو قال البائع بعک بیعا بانا فالقول لمدعی علی الوفا بقضاء انتم کثیر الا ان مدعی صاحب غیر السعرا اور اگر بائع نے مشتری سے کہا کہ میں نے تیرے لمحہ بیع کی بطریق بیع لازم کے تو اس کا قول معتبر ہے مگر یہ کہ بیع الوفا پر نہایت کمی غنم دلات کرے تو اس وقت دعویٰ لزوم بیع معتبر نہیں مگر یہ کہ مدعی لزوم بیع متغیر ہو جانے پر غ کا دعویٰ کرے تو باوجود نقصان کثیر مدعی لزوم کا قول معتبر ہوگا وانی الشیخ

فی الاخر قاعدا العادۃ محکمۃ فی النیتہ لودفع عزال الی حاکم لیسیر بالنسب جوڑہ مشایخ بنجار اللعروف تم نقل فی آخر ما عن اجارۃ البرازیۃ ان برافتی مشایخ بلخ وخرزم والی علی السیوطی ایضا قال والفتویٰ علی جواب الکتاب الطمان لازم منصوص علیہ فیلزم البطلان النص اور استباہ میں اور قاعدا العادۃ محکمہ کے اندر غیر سے منقول ہے کہ اگر سوت دیا جو لاپس کو تا اس کو بنے آدھے کپڑے کی مزدوری لینے پر اس کو مشایخ بنجانے جائز کہ ہے بسبب عرف اور عادت کے پھر صاحب اشباہ نے اسی قاعدے کے آخر میں بزازیہ کی کتاب الاجارہ سے نقل کیا کہ اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے مشایخ بلخ اور خرزم اور ابو علی نسفی نے بھی کہا صاحب اشباہ نے اور صحیح فتویٰ تو مسئلہ طمان کے جواب پر ہے جو کتاب یعنی قدوی میں مذکور ہے اس واسطے کہ مسئلہ طمان کا جواب منصوص علیہ ہے تو جواز مسئلہ حاکم سے البطلان نص لازم آتا ہے م مفتی ابو سعید نے کہا کہ فقہا کے عرف میں کتاب سے مراد عند الاطلاق قدوری ہے اور جلی محشی نے کہا کہ بسوط محمد مراد ہے جس کو اصل بولتے ہیں کیونکہ اول عبارت اشباہ میں بسوط مذکور ہے بالجملہ مسئلہ طمان یہ ہے کہ اگر آٹا پسوانے کا اجارہ کرے کچھ لٹے کو اجرت مقرر کرے تو جائز نہیں اور چونکہ مسئلہ حاکم مسئلہ طمان کے مانند ہے تو وہ بھی جائز نہیں کذا فی الطحاوی ملخص بتعرف و فہما من بیع الفاسد

القول السادس فی بیع الوفا ان بیع لاجرتہ اناس فرما من الراجا و قالوا ما مذاق علی اناس امر الاتبع حکم صاحب اشباہ نے کہا اور بزازیہ میں بیع الفاسد سے قول سادس بیع الوفا میں یہ ہے کہ بیع الوفا صحیح ہے بسبب حاجت آدمیوں کے بیاج سے بھاگنے کے واسطے اور فقہان نے کہا ہے کہ کوئی امر لوگوں پر تنگ نہیں ہوا مگر اس کا حکم کشادہ ہو جائے علم قال والی حاصل فی اللذہب مدع اعتبار العرف انما من و لکن افتی کثیر باعتبارہ فا قول علی اعتبارہ یعنی ان لفتی بان ما یقع فی بعض الاسواق من غلو المورائت لازم ویبیر التکو فی المورائت مقالہ فلا یحکم صاحب المورائت انظر منہا ولا اجارۃ ما غیرہ ولو کانت وقفا پھر صاحب اشباہ نے کہا

کہ البتہ ظاہر مذہب عدم اعتبار عرف خاص ہے لیکن بہت فقہانے عرف خاص کے معبر رکھنے کا فتویٰ دیا ہے تو میں کہتا ہوں بموجب اعتبار عرف خاص کے یوں فتویٰ دینا لائق ہے کہ جو بعضے بازاروں میں واقع ہوتا ہے دوکانوں کا خلوہ لازم ہے اور دوکانوں کا خلوہ اس کا معنی ہو جاتا ہے تو صاحب دوکان اس کے نکالنے کا دوکان سے مالک نہیں اور نہ اس کے کرایہ دینے کا اس کے غیر کو اگرچہ دوکان وقف ہو م تحقیق خلوہ اول کتاب المبیع میں مذکور ہو چکی و کذا قول علی اعتبار العرف الخاص قد تعارف الفقہاء النزول عن الوظائف بما ليعطى لصاحبها فيتعين الجواز انزل له وقبض من المبلغ ثم اراد الرجوع لا يملك ذلك ولا حول ولا قوة الا باللہ اور اسی طرح میں کہتا ہوں عرف خاص کے اعتبار کرنے پر کہ البتہ فقہا میں متعارف ہے نزول عن الوظائف یعنی بازار ہنا وظائف معینہ سے بعض اس مال کے جو صاحب وظیفہ کو دیا جاوے تو لائق یہ ہے کہ یہ نزول جائز ہو اور لائق یہ ہے کہ اگر صاحب وظیفہ اپنے وظیفہ کو چھوڑے اور طالب وظیفہ سے مبلغ قبض کرے پھر اپنے وظیفہ کے لینے کا ارادہ کرے تو وہ اس کا مالک نہیں ولا حول ولا قوة الا باللہ قلت وایده فی زواہر الجواہر بمافی واقعات الصریحی رحلی فی یدہ وکان نصاب فرغ المتولی امرہ الی القاضی فامرہ القاضی بفتحہ و اجارۃ ففعل المتولی ذلک وحضر الغائب منہ واولی بدکانہ وان کان له خلوه او لی بخلوه ایضا ولا الخیار فی ذلک فان شاء فسخ الاجارة وسکن فی دکانہ وان شارعا زنا اور جمع بخلوه علی المتأخر ویومر المتأجر بآداء ذلک ان رضی له ولا یومر بالخروج من الدکان انتہی بلفظہ شایح کہتا ہے میں کہتا ہوں زواہر الجواہر میں قول اشباہ کی تائید کی ہے اس روایت سے جو واقعات صریحی میں ہے کہ ایک مرد ہے کہ اس کے ہاتھ میں دوکان ہے منجد دکانین وقف کے سو وہ غائب ہو گیا اور متولی وقف نے اس کا حال قاضی کے روبرو پیش کیا قاضی نے دوکان کھولنے اور اس کے اجارہ دینے کا دوسرے شخص کو حکم دیا سو متولی نے ایسا کیا اور شخص اول حاضر ہوا تو شخص غائب ہی اپنی دوکان لینے کا سزاوار تر ہے یعنی اس واسطے کہ اس کی مدت اجارہ ہنوز باقی ہے اور اگر غائب کا خلوہ ثابت ہو دوکان میں تو وہ اپنے خلوہ کے لینے میں بھی اولیٰ ہے اور اس کو اس میں اختیار ہے سو اگر وہ چاہے تو اجارہ ثانیہ کو فسخ کرے اور رہے اپنی دوکان میں اور اگر چاہے دوکان کے اجارہ کو جائز رکھے اور اپنا خلوہ مستاجر سے پھیر لے اور مستاجر ثانی کو حق خلوہ کے ادا کرنے کا حکم ہو گا اگر صاحب دوکان راضی ہو اس کے باقی رکھنے سے اور اس کو دوکان سے خارج ہو جانے کا حکم نہ ہو گا یعنی بعد دینے حق خلوہ کے انتہی بلفظ الزواہر کذا فی حاشیۃ المدنی ۔



۱۱ یعنی دوکان منہدم کو اپنے روپے سے نبوا یا تاکہ اس کا نفع اس کو ملا کرے اور اس کا بیان کامل اس جلد کے صفحات ابتداء میں گذرا۔ ۱۱

۱۲ یعنی تینوں حرکتوں سے۔ ۱۲

# کتاب الکفالة

یہ کتاب ہے کفالت یعنی ضمانت میں مناسبتاً بیع کرنا یا غیرہ غالباً اور لکونہ بالامر معارضة۔ امتداداً مناسبتاً کفالت کی بیع سے بسبب ہونے کا منہ، کہ بیع میں الزام و بسبب نہ ضمانت بالامر کے معاوضہ آخر کار میں ہم چونکہ الزامات میں کی ہوتی ہے یا بیع کی از بیع میں ضمانت غالب الوقوع ہے تو یہ مناسبت برتی بیع سے عموماً اور بیع الحف سے کفالت یہ ہے کہ ضمانت آخر کار عند الرجوع معاوضہ ہے اس سے جو ذمہ من پر ثابت ہے کذافی البصر یعنی نفاذ انصاف کفالت لغت میں بمعنی ضم ہے یعنی ایک چیز کو دوسری چیز کو دوسری چیز سے ملانا کفالت لغت میں بمعنی الزام معاوضہ جہالت ہے کل اور ضم سے بھی کذافی المطاویء دیکھی اس المقطاع کفالت و کفالت ہر دو معنی شلیث الفاظ اور اس قطع لغوی نے کفالت اور کفالت با و کفالت مز اور تثلیث فاکو نقل کیا ہے ہم بمعنی کفالت متدی بنفسہ اور متدی بحروف جار و دون مستمل جاوہر میں کلمہ پر حرکات ثلثہ ہائیں و ضم ذمہ الکیفیل الی ذمہ الاصل فی المطاویء مطلقاً بنفس لو بین او میں کمنصوب ذکرہ کما سبھی لان المطاویء تمہذک اور ضرع میں کفالت جہالت سے لانے ذمہ کیل سے ذمہ اصل کی طرف مطالبہ میں مطلقاً خواہ مطالبہ ذات کا ہو یا دین کا یا عین کا چنانچہ منصوب وغیرہ جیسے اس کا ذکر او سے گا اس واسطے کہ مطالبہ مثال سے اس مذکورہ کو یعنی نفس اور دین اور عین کو بدلہ وغیرہ میں مصروح سے کہ کفالت ضم فی المطاویء سے جہالت ہے نہ ضم فی الدین سے اور یہی قول اصح ہے یعنی کیفیل پر مطالبہ دین ثابت ہوتا ہے۔ اور دین ثابت نہیں ہوتا اور بعضوں کے نزدیک کفالت ضم فی الدین ہے یعنی ضامن کے ذمہ دین ثابت ہوتا ہے بلا سطران ذمہ اصل اور یہ قول غیر اصح ہے مطاویء نے مصباح سے نقل کیا کہ ذمہ جہالت سے لغت میں جہل اور امان اور ضمان سے ہر الفاظ میں تحریر سے مشمول ہے کذمہ وہ وصف شریعی ہے جس سے وجوب مالہ اور مالیکہ کی اصلیت ثابت ہوتی ہے اور غیر الاسلام نے ذمہ کو بنفس و قبض صاحب جہد تفسیر کیا ہے اور مراد ذمہ سے جہل اور جہالت ہے دین و ضامن یا الضم فی الدین انما اور تعریف نوح منہا جو الکفالة بالمال لان محل المللاف اور میں نے کفالت کی تعریف ضم فی الدین کی ہے اس نے تو کفالت کی ایک قسم کے بیان کا اشارہ کیا ہے یعنی مال ضامن کا کیونکہ وہی محل خلاف ہے ہم فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ دین ذمہ کیفیل کے ثابت ہوتا ہے یا نہیں کذافی المللی و بیستنی فاؤ کہ ملاحظہ فرمادہ مصنف کی تعریف سے حاجت نہیں رہتی اس تعریف کی جس کو ملاحظہ فرمادہ ذکر کیا ہے ہم ملاحظہ فرمادہ ذمہ کی کفالت کی یوں تعریف کی ہے (حی ضم ذمہ الی الذمہ فی مطاویء بنفس او المال او التسلیم) شارح کا مطلب یہ ہے کہ جب مطالبہ کو علی الاطلاق کہا تو اقسام ثلثہ کو مثال یا تفصیل کی کہ حاجت دینی نہ رہی۔ اور کہنا ایجاب و قبول بالالفک الایۃ ولہ جعل الاثنی الاثنی رکن اور ضمانت کا رکن ایجاب و قبول ہے الفاظ آئندہ سے ابو یوسف نے قبول کو دیکھ نہیں ٹھہرا یعنی ابو یوسف کے نزدیک قطعاً ایجاب کیفیل سے کفالت تمام ہوتی ہے طرف ثانی قبول کرے ذکرہ و شرطہا کون المکفول بہ نفساً او مالاً مقدوراً لتسلیم من کیفیل ظلم بصر بحد و قعدا و شرط ضمانت یہ ہے کہ جس چیز کی ضمانت ہو خواہ نفس یا مال مقدوراً تسلیم ہو ضامن سے یعنی ضامن اس کی تسلیم پر قادر ہو تو خود اور قصاص کی ضامنی درست نہیں یعنی اس واسطے کہ حد اور قصاص کے ضامن پر امانت نہیں ہوتی بلکہ مجرم پر و فی الدین کونہ بھی قائماً لا ساقطاً بموتہ مفسداً ولا ضعیفاً کبیل کتابتہ و نفقہ زوجہ قبل الیکم بہا اور دین کی ضمانت حد ہر تادی کا صحیح قائم شرط ہے۔ نہ کہ دین کا ساقط ہونا دین کے مفسد مرجع سے اور نہ ضعیف ہونا دین کا چنانچہ بدل کتابت اور زوجہ کا نفقہ قاضی کے حکم میں سے پہلے دین صحیح ہے جو بعد از او یا ابراہیم ساقط ہو صحیح کی قید سے دین ضعیف نکل گیا چنانچہ بدل کتابت کیونکہ وہ صورت ہر کتابت ساقط ہو جاتا

ہے اور دین قائم کی قید سے سب مفلس کا دین نکل گیا اور ظاہر کلام شارح اس پر دلالت کرتا ہے کہ نفقہ زوجہ بھی دین ضعیف کی مثال ہے حالانکہ نفقہ بدون حکم قاضی یا رضامندی اصلا دین نہیں ہوتا تو وہ دین غیر قائم کی مثال ہے خلاصہ یہ ہے کہ بدل کتابت اور مفلس میت کے دین کی ضمانت جائز نہیں اور عدم جواز ضمانت نفقہ زوجہ بحث ہے صاحب بہر کی نہ روایت مذہب فالیس دینا بالاولی نہر تو جو چیز کہ دین نہیں چنانچہ نفقہ زوجہ قبل الحکم اور الرضا اس کی کفالت بطریق اولی صحیح نہیں یعنی جب دین ضعیف کی کفالت صحیح نہ ہوئی تو غیر دین کی بطریق اولی صحیح نہیں **وحکمها لزوم المطالبة علی الکفیل** نما ہو علی الاصل نفا او مالا اور کفالت کا حکم یعنی اثر مرتب لازم ہونا مطالبہ کا ہے کفیل پر اس چیز کا جو اصل پر واجب ہے باعتبار نفس یا مال کے م یعنی اگر حاضر ضامن ہے تو ضامن سے حاضر کر دینے کا مطالبہ ہوگا اور اگر مال ضامن ہے تو اس کا مطالبہ ہوگا **واہلها من ہواہل للتبرع** فلا تنفذ من مجنون ولا صبی الا اذا استلن له ولیہ وامرہ ان یکفل المال عنہ فتصح وکیون اذنا فی اللداء محیط اور ضمانت کا اہل وہ ہے جو تبرع کا اہل ہے یعنی بر عاقل بالغ تندرست تو ضمانت نافذ نہیں مجنون سے اور نہ صغیر سے مگر اس وقت جب اس کے واسطے اس کے ولی نے قرض لیا اور صغیر کو امر کیا کہ میرا مال ضامن ہو تو یہ ضمانت صحیح ہے اور یہ ضمانت صغیر کا اذن ہوگا ادائے قرض میں کذا فی محیط م مال ضامن کی قید اس واسطے لگائی کہ صغیر کو اپنے ولی کی حاضر ضامن کرنا درست نہیں اس واسطے کہ ضمان دین صغیر پر بلا شرط لازم ہے تو شرط سے کوئی چیز زیادہ نہ ہوگی سوائے تاکید کہ تو صغیر متبرع نہ ٹھہر اختلاف ضمان نفس کے اور یہی حکم ہے دین اور یتیم کا لذانی البحر و مفادہ ان الصبی یطالب بہذا المال بموجب الکفالة ولو لا لطلب الولی نہر اور صحت ضمانت صغیر کا مفاد یہ ہے کہ صغیر سے اس مال کا مطالبہ ہوگا بموجب ضمانت کے اور اگر ضمانت نہ ہو تو ولی سے مطالبہ ہوتا کذا فی النہر ولا من مرعی الامن الثلث اور ضمانت نافذ نہیں مرضی سے مگر ثلث مال سے یعنی ضمانت تبرع ہے اور مرضی کا تبرع صحیح نہیں مگر اس کے ثلث مال میں کیونکہ دو ثلث میں وارثوں کا حق متعلق ہو گیا و الامن عبد ولو ما ذونا فی التجارة ویطالب بعد التعلق الا اذا اذن له المولی اور ضمانت نافذ نہیں غلام سے اگرچہ غلام ما ذون ہو مجاز کرنے میں اور غلام بعد آزاد ہونے کے مطالبہ ہوگا مگر جب کہ اس کو اس کے مولی نے ضامن ہونے کا اذن دیا ہو تو در حالت ملکیت بیع لیا جائے گا ضمانت میں بشرطیکہ غلام مدیون نہ ہو کذا فی البحر م اس روایت سے معلوم ہوا کہ حریت نفاذ ضمانت کی شرط ہے نہ العقاد ضمانت کی و الامن مکاتب لوبا ذن المولی اور ضمانت نافذ نہیں مکاتب سے اگرچہ مولی نے اس کو اذن دیا ہو م اصل اور مکفول کی شرط باقی رہ گئی سوا اصل کی شرط یہ ہے کہ قادر ہو مکفول بہ کی تسلیم پر تو مفلس میت سے ضامن ہونا صحیح نہیں اور یہ کہ اصل معلوم ہو تو غیر معلوم سے ضمانت جائز نہیں اور اس کا آزاد و عاقل بالغ ہونا شرط نہیں اور مکفول لہ کی شرط یہ ہے کہ معلوم ہو اور مجلس میں موجود ہو اور یہ العقاد ضمانت کی شرط ہے اور اس کا عاقل ہونا شرط ہے نہ آزاد ہونا کذا فی الطحاوی عن البحر والمدعی و الموالین مکفول لہ اور مدعی یعنی صاحب دین کو مکفول لہ کہتے ہیں یعنی جس کے نفع کے واسطے ضمانت ہوئی والمدعی علیہ وہ المدیون مکفول عنہ ویسی الاصل ایضا اور مدعی علیہ یعنی مدیون مکفول عنہ سے یعنی جس کی طرف سے ضمانت ہوئی اور اس کو اصل بھی بولتے ہیں والنفس والمال مکفول بہ اور نفس یا مال مکفول بہ ہے یعنی جس چیز کی ضمانت ہوئی ومن لزمہ المطالبة کفیل اور جس پر کفالت سے مطالبہ لازم ہوا وہ کفیل ہے۔ م کفیل کو زعم اور ضامن اور ذمیل اور ذمیل بھی کہتے ہیں و ذمیلہا الاجماع وسندہ قولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام الزعم غارم اور صحت ضمانت کی دلیل اجماع امت سے اور سند اجماع کی حدیث ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کہ الزعم غارم یعنی ضامن صاحب تاوان ہے۔ م یہ حدیث سنن ابو داؤد اور جامع ترمذی میں ہے ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے و ترکھا احوط مکتوب فی التورۃ الزعامۃ اولہا ملائمہ و اوسطہا مذامۃ و آخرہا غارمہ مجتبی اور ضامن نہ کرنے میں زیادہ تر احتیاط ہے تو دیت میں لکھا ہے کہ ضامن کے اول میں ملائمہ ہے اور درمیان میں مذامت اور اس کے آخر میں ڈانڈ دینا ہے کذا فی المجتبی م ضمانت کے اول میں ملائمہ ہے یعنی خلق اس کو ملائمہ کرتی ہے کہ کیوں پر آیا بوجہ اپنے اوپر لیا اور درمیان میں مذامت ہے یعنی بعد ضامن کے آدمی سوچتا ہے کہ دین یا احضار نفس مجھ پر لازم ہو گیا۔ اور شاید مجھ سے نہ ہو سکے تو سخت بلا میں گرفتار ہوا اور غرامت سے تاوان مال مراد ہے اور یہ اکثر ضمانت میں ہوتا ہے۔ یا غرامت سے لزوم ضرر مراد ہے اور یہ ہر ضامن کو مثال ہے۔ شارح نے ضمانت



کی برائیاں ذکر کریں اور اس کی غور میں سے سکوت کیا۔ حالانکہ اس میں مدہ خوبیاں بھی ہیں۔ اتنا جلد یہ ہے کہ ضامن ہونے سے طالب ضمانت کا غم تشویش دور ہوتا ہے اور جو مطلوب کہ اپنی ذات پر ضمانت ہے اس کی تشویش دور ہوتی ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ جو مومن کی تشویش اور مصیبت دنیا میں رنج کرے حق تعالیٰ اس کی معاف کر دے۔ **کفالات** کے معنی یہ ہیں کہ کفالت منقذہ بنفس من بدتہ کا مطلق وقد مناشئہ انہم لو تعارفوا اطلاق الید علی الجملۃ وقع بہ الطلاق فکذالی الکفالات فح اور کفالات نفس میں حاضر ضامن منقذہ ہوتی ہے۔ یوں کہنے سے کہ میں نے ضمانت کی اس کی ذات کی اور مانند اس کے وہ لفظ ہے جس سے بدن انسان تیسرے کی جگہ سے منطلق کے اور ہم پہلے ذکر کیے ہیں وہاں کتاب الطلاق میں کہ اگر ایک کوم میں بولنا ماتہ کا تمام بدن پر معروف اور مروج ہو تو اس سے طلاق واقع ہوگی تو اس طرح کفالات میں کذالی الفح یعنی اگر یہ جائے عمل بدن بولتے ہوں تو اگر ایک شخص کہے کہ میں اس کے ماتہ کا ضامن ہوں تو ضمانت منقذہ ہوتی ہے و بجز شائع کفالت منقذہ اور لفظ اور انسان کے جزا شائع سے کفالات منقذہ ہوتی ہے جیسے میں نے کفالات کی اس کے نصف یا ربع کی م نصف یا ثلث یا ربع مکفول ہونے کا مراد ہے تو اگر کفیل اپنے جزو شائع کی طرف اضافت کرے اس طرح کہ ترے واسطے میرا نصف یا ثلث ضامن ہو تو جو جائز نہیں کذالی الفح طحاوی من اسراج و منقذہ بضم نون او علی اوالی او عندی او انا بہ زعمی ای کفیل او قبیل بہ ای بفلان اذخیرم اذخیرم یعنی معمول بدائع اور منقذہ ہوتی ہے حاضر ضامن ان الفاظ سے کہ میں اس کا ضامن ہوں یا علی یا الی باخذی سے یا میں اس کا زعم ہے یا اس کا قبول ہوں یعنی فلا نے شخص کا ضامن ہوں یا اس کا زعم یا قبیل ہوں یعنی معمول کذا فی البدائع م قولہ علی یعنی مجھ پر اس کی ضمانت لازم اور واجب ہے اس واسطے کہ علی کلمہ سے وجوب کا تو یہ صیغہ التزام ہو تو قولہ الی یعنی چھوڑا اس کو میری طرف کذا فی التاخر خانیزہ قولہ فی یعنی یہ شخص میرے پاس ہے میں اس کو ترے پاس حاضر کروں گا اور قبیل یعنی کفیل یعنی قابل ضمان سے طحاوی نے کہا اظہر ہے کہ قبیل یعنی قابل ہو کیونکہ وہ حامل سے کفالات کا منقذہ ہوتا ہے انا ضامن حتی یکتمعا او حتی یطیحا و کیوں کفیل الی التایہ تا انا ضامن اور منقذہ ہوتی ہے کفالات اس قول سے کہ میں ضامن ہوں یہاں تک کہ طالب اور مطلوب جمع ہوں یا یہاں تک کہ دونوں ملیں اور ہوگا قائل اس کا ضامن غائب تک کذالی التاخر خانیزہ م یعنی یہ ضمانت نہی نہیں بلکہ ضمانت موقت ہے باجماع والتاخر طریح و قبل لا تنقذہ لعدم بیان المضمون بہ یعنی جو نے مضمون بہ کے یعنی جس چیز کی ضمانت ہوئی اس کا بیان نہیں کہ وہ کیل ہے ذات ہے کہ (ا) ضامن حتی یجمعا سے ضمانت منقذہ نہیں ہوتی بسبب نہ بیان ہونے مضمون بہ کے یعنی جس چیز کی ضمانت ہوئی اس کا بیان نہیں کہ وہ کیل ہے ذات ہے یا مال ہے چنانچہ یہ قول خانیزہ میں ابو یوسف سے مروی ہے قال المصنف والظاهر ہوانہ لیس المذہب لکنہ مستنبط منہ فی فتاواہ انہ لو قال الطالب ضمانت بالمال وقال الضامن انما ضمانت بنفسہ لایصح مصنف نے اپنی شرح میں کہا اور ظاہر عدم انعقاد ابو یوسف کا مذہب نہیں لیکن صاحب خانیزہ نے قول مذکور سے اپنے اپنے فتاویٰ میں مستنبط کیا ہے کہ اگر طالب کہے کہ تو نے مال کی ضمانت کی ہے اور ضامن کہے کہ میں نے حاضر ضامن کی ہے تو ضمانت صحیح نہیں م علی نے کہا اس واسطے ضمانت صحیح نہیں کہ دونوں کا اتفاق ایک امر نہیں ہوا۔ طحاوی نے کہا کہ یہ استنباط ضامنی مصنف نہیں تو بقول معتد قول مذکور کفالات نفس ہے ثم قل و یضنی انہ اذا احرز انہ ضمن بنفس ان یؤخذ باقرانہ فرجعہ پر مصنف نے کہا کہ لائق یوں ہے کہ جب ضامن اقرار کرے کہ وہ ضامن ہوا ہے اس کی ذات کا کہ وہ مانو ہے اپنے اقرار سے تو اس روایت کو تلاش کر کتب معتد میں کیا لا تنقذہ فی قولہ انا ضامن او قبیل لمعرفۃ علی المذہب ظاہر انضانی لانہ لم یسزم الطالب علی المعرفۃ جیسے معتد نہیں ہوتی ضامن اس قوم میں کہ میں ضامن یا قبیل ہوں اس کی معرفت اور شناخت کا بموجب مذہب کے بخلاف ابو یوسف کے ضمانت اس واسطے منقذہ نہیں ہوتی کہ قائل نے مطالبہ التزام نہیں کیا بلکہ شناخت اور پہچان کا و اختلف فی انا ضامن لتعریفہ علی تعریفہ و لوجہ التزام فح او اختلف ہے۔ اس قول میں کہ میں ضامن ہوں اس کی تعریف کا یا اس کی تعریف پر یعنی اس کے سچو امینے کا ضامن ہوں اور دلیل قوی لزوم ضمانت ہے کذالی الفح م اس واسطے کہ تعریف معتد کا ہے تو قائل نے التزام کیا کہ طالب کو مطلوب کی طرف دلائل کو سے بخلاف معرفت کے کہ اس سے ثابت لکن لزوم اولیٰ علی غیر مسلم ہونے کو معرفت علی و بیجا رہا حالانکہ ضامن کا مسلم میں جسے انا تو جواب یہ ہے کہ ترجمہ یوں ہو کہ مجھ پر ہے اس کی تعریف ۱۲

نہیں ہوتا۔ مگر پیمانہ کفیل کا مطلوب کو کذافی الحموی کا نام ضامن لوجہ لائے یعنی یہ عن الجملہ تراجیحاً نہ اس قول میں لزوم ضمانت ہے کہ میں اس کے چہرے کا ضامن ہوں۔ اس واسطے کہ چہرے سے سارے بدن کی تعبیر ہوتی ہے۔ کذافی اسراج دنی معرفۃ فلان علی یزید ان یدل علیہ عنانیتہ ولا یلزم ان یکون کفیلاً نہ اس قول میں کہ فلا نے شخص کی معرفت مجھ پر ہے اس پر تبادیلاً لازم ہے۔ اور تبادیلاً کو ضامن ہونا لازم نہیں۔ کذافی النہر واذا کفل الی ثلثۃ ایام مثلاً کان کفیلاً بعد الثلثۃ ایضاً ابداحتی یسلمہ لانی الملتقط وشرح الجمع لوسلہ للحال برئ و انما المدة لتاخیر المطالبۃ اور جب کہ ضامن ہوا تین دن تک مثلاً تو وہ ضامن ہوگا تین دن کے بعد بھی ہمیشہ تا وقتیکہ اس کی تسلیم کرے اس واسطے کہ مطلقاً اور شرح مجمع میں ہے کہ اگر قول مذکور میں بالفعل مطلوب کو تسلیم کر دے تو ضامن سے بری ہوگا۔ اور مدت کا بیان تو مطالبہ کی تاخیر کے واسطے ہے۔ ہم یعنی ذکر مدت انقطاع ضمانت کے واسطے نہیں بلکہ تاخیر مطالبہ کے واسطے ہے تو تسلیم مطلوب بہ دائی ضمانت ہے طحاوی نے کہا کہ ابتداء ضمانت کے حذف سے اشارہ کیا کہ اگر یوں کہے کہ میں حاضر ضامن ہوں آج سے دس دن تک تو وہ بالفعل ضامن ہو جائے گا اور جب دس دن گزر جائیں گے تو وہ ضامن باقی نہ رہے گا۔ کذافی التشریح لالیہ ولو زاد وانا برئ بعد ذلک لم یفیر کفیلاً اصلاً فی ظاہر الروایۃ وہی الجملۃ فی کفالتہ لا یلزم در رواۃ شاہ اور اگر اتنا زیادہ کہا کہ میں بری الذمہ ہوں بعد اس کے یعنی یوں کہا کہ تین دن تک ضامن ہوں اور بعد اس کے بری ہوں تو اصلاً ضامن نہ ہوگا۔ ظاہر الروایۃ میں اور یہ جملہ سے اس کفالت میں جو لازم نہ ہو مطلقاً ضامن نہ ہوگا یعنی مطلقاً ضامن نہ ہوگا نہ مدت کے اندر نہ بعد اس کے اس واسطے کہ اعتبار ہوتا ہے آخر کلام کا اور حالانکہ آخر کلام میں وہ ضمانت سے بری ہو گیا تو اول کلام سے معلوم ہوا کہ وہ مطالب ہوگا بعد مدت کے کیونکہ مذکور ہو چکا کہ ذکر مدت تاخیر مطالبہ کے واسطے ہے اور پھر اس نے ذکر کیا کہ بعد مدت وہ ضمانت سے بری ہے تو کسی وقت اس پر مطالبہ نہ ہوا تو ضمانت بھی نہ ہوتی کذافی الطحاوی قلت ونقل فی لسان الحکام عن ابی الولیث وان علیہ الفتویٰ ثم نقل عن الواقعات ان الفتویٰ انہ یفیر کفیلاً اتمیٰ لکن نقوی الدلیل بانہ ظاہر الذمہ فتنہ میں کہتا ہوں کہ صاحب شاہ نے لسان الحکام میں ابی الولیث سے نقل کیا کہ اسی پر فتویٰ ہے یعنی عدم کفالت پر پھر واقعات سے نقل کیا کہ اس کا فتویٰ ہے کہ وہ کفیل ہو جاتا ہے اسی کلامہ لیکن قول اول یعنی عدم ضمانت کا فتویٰ قوی ہوتا ہے اس وجہ سے کہ وہ ظاہر ذمہ ہے سو آگاہ رہتا ہے یعنی در صورت تعارض افتا ظاہر الروایۃ کی طرف رجوع لازم ہے **ولا یطالب بالکفول بہ فی الحال فی ظاہر الروایۃ و** پر لفتی و صحیح فی السراجیۃ اور جب مثلاً تین دن کی مدت سے ضمانت ہوتی تو ضامن سے مکفول بہ کا مطالبہ فی الحال نہ ہوگا۔ بدو گزر جانے تین دن کے ظاہر الروایۃ میں اور اسی کا فتویٰ ہے اور اسی قول کو صحیح کہا ہے سراجیہ میں دنی البرازیۃ کفیل علی انہ متی او کلما طلب فله اجل شہر صحت ولہ اجل شہر ذمہ فاذا تم الشہر فطالبہ لزم التسليم ولا اجل لہ ثانیاً اور بزاز یہی ہے کہ ایک شخص نے ضامن کی اس شرط پر کہ جس وقت اور ہر بار کہ اس سے مطالبہ ہو تو اس کے واسطے ایک مینے کی مدت ہوگی جیسے کہ طالب ضامن سے طلب کرے گا یعنی طلب اول کے بعد پھر جب مینہ پورا ہوگا پھر طالب اس سے مطالبہ کرے گا تو ضامن کو حاضر کرنا مکفول بہ کو لازم ہوگا اور ضامن کے واسطے دوسری بار مدت مقرر نہ ہوگی ہم یعنی مطالبہ سے ایک مینے کے بعد تعلق باطل ہوگی۔ کیونکہ اگر ابطال نہ ہو تو ابطال ضمانت لازم آوے عدم مطالبہ سے مطلقاً تم قال و نقل علی انہ بالخیار عشرۃ ایام او اکثر صحیح بخلاف البیع لان بیئاً علی التوسع پھر صاحب بزاز نے کہا کہ ضامن نے ضمانت کی اس شرط پر کہ دس دن یا زیادہ اس کو اختیار ہے یعنی چاہے مدت میں ضامن کرے یا نہ کرے تو صحیح ہے بخلاف بیع کے کہ اس میں تین دن سے زیادہ اختیار شرط صحیح نہیں اس واسطے کہ ضمانت کی بنا کشادگی پر ہے۔ **وان شرط تسلیمہ فی وقت بعینہ احضرہ فیہ ان طلبہ کہین موصل حل اور اگر** شرط ہوگئی ہو مکفول بہ کی تسلیم معین وقت میں تو ضامن اس کو اس وقت میں حاضر کر دے اگر مکفول بہ طلب کرے جیسے دین موصل کا ادا کرنا لازم ہے جس کا مدت لازم ہوگی۔ ہم طحاوی نے کہا کہ لفظ شرط کو مجہول پڑھنا چاہیے تاکفیل اور مکفول بہ دونوں کی شرط کو شامل رہے **فان احضرہ فیہا والا حبسہ** الحاکم حتی ینظر مطلقہ پھر اگر کفیل مکفول بہ کو حاضر کرے مدت شرط میں تو خوب ہے اور نہیں ہے تو حاکم اس کو قید کرے جب کہ اس کو ٹالنا ظاہر جو ہم شام کو یوں کہتا بہتر تھا کہ اذا اظہر مطلقہ اس واسطے کہ بحر الرائق میں ہے کہ ضامن کو حاکم قید نہ کرے تا وقتیکہ اس کا ٹالنا ظاہر نہ ہو۔ کیونکہ جس ظلم کی جزا ہے اور وہ ٹالنے

سے پہلے ظالم نہیں آتی اور بعضے نسخوں میں میں نظر مطلب ہے اور یہ ظاہر سے خائزہ اور بزاز میں ہے کہ جس اس وقت ہے کہ ضامن مقرر ہو اور اگر ضمانت کا منکر ہو اور  
 لگا ہوں ہے اس کی ضمانت ثابت ہو تو اس وقت اس کے جس میں جلدی کرے۔ کذائی الطحاوی و اولیٰ طرہ ابتداء لا یجسہ یعنی اور اگر ضامن کی عاجزی حاضر کرنے میں  
 ضرور سے ظاہر ہو تو اس کو قید کرے۔ کذائی یعنی فان طالب اہملہ مدۃ ذمہ و ایابہ ولو بدار و یسب یعنی و ایابہ ملک پھر اگر کفول بہ غائب ہو تو ضامن کو اس  
 بچا، جانے اور آلے کی مدت تک عدلت سے۔ اگر کفول بہ دار الحرب میں ہو کذائی یعنی و ایابہ ملک، ولو لم یعلم مکانہ لا یطالب بہ الا انما جزان  
 ثبت ذلک تصدیق الطالب زطی زانی اہمرا و بیئۃ اقاہم الکفیل مست لا یجانی التینہ اور اگر اس کفول بہ کا مکان نہ جانتا ہو کہ کون شہر  
 میں وہ گرا ہے تو اس سے مطالبہ نہ کیا جائے کیونکہ وہ عاجز ہے بشرطیکہ وہ علم مکان کا طالب کے تصدیق کرنے سے ثابت ہو ہو کذائی المزنی بقرہ اللہ میں آنا زیادہ  
 کیا ہے یا ضامن کے لوگوں سے ثابت ہو جو قینہ کی جہارت سے استدلال کر کے ہم طحاوی نے کہا اس میں یہ نکل ہے کہ یہ گواہی اس چیز کی نفی ہے جس پر علم شاید  
 یطابہ نہیں قاب المکفول بہ ظلالہ لا یجوز ان یفیل حتی یجوز کفول بہ غائب ہو گیا تو صاحب دین کو ملازمت کفیل جائز ہے تا وقتیکہ اس کو حاضر کرے وہ دعیہ  
 و ضمان یعنی کفیل علیہ ان یصک فاقب فیتہ لا تعدی لیس لی موضع فان بری علی ذلک تنفع منہ المضمونہ اور دفع ملازمت کا یہ جیلہ سے کہ دعویٰ کوئے ضامن  
 طلب پر کہ ترا خصم بنیت غیر معلوم غائب ہے سو اس کا مکان مجھ سے بیان کرے پھر اگر ضامن اپنے اس دعویٰ پر گواہی گزارنے تو طالب کی خصومت اس سے  
 منفع ہو جائے گا۔ ولو اختلفا فادہ القربۃ المعروفہ امر الکفیل بالذمہ الیہ والا ملط ان لا یجوزی موضعہ اور اگر طالب اور ضامن میں اختلاف ہو ایسی دان  
 کتابا ہو کہیں کفول بہ کا مکان نہیں جانتا اور طالب کہتا ہو کہ تو ہانتا ہے تو اگر کفول بہ سو داری کے واسطے جاتا ہو اور وہ مکان مشہور ہو تو ضامن کو اس تک  
 جانے کا حکم ہو گا اور نہیں تو اس سے قسم لی جائے کہ وہ اس کا مکان نہیں جانتا اور اگر ضامن نے کہا کہ وہ اس کا مکان نہیں جانتا اور طالب نے کہا کہ وہ اس کا مکان نہیں  
 جانتا تو اس میں ہم نے ضامن کے جانے کو کہا تو طالب کو ہانتا ہے یہ کہ ضامن سے مضبوطی کرے ضامن نے کہ تاکہ وہ دروغ غائب نہ ہو جاوے و میرا کفیل  
 بالتقویٰ بموت المکفول بہ ولو عہدا او بوفع تو ہم ان العبدہ فاذا تعدر تسیر لزم قیتمہ و سبھی بالوکمل برقبۃ اور بری الذمہ ہو جائے گا و ضامن  
 کفول بہ موت سے اگر کفول بہ غلام ہو مصنف نے غلام کے ذکر کرنے سے اس وہم کو دفع کیا کہ غلام تھا ہے پھر جب اس کی تسلیم مستند ہوئی تو اس کی قیمت  
 ضامن پر لازم ہوئی اور آگے آوے گا کہ غلام کی ضمانت کا مسئلہ و بموت المکفیل و قبل یطالب وارثہ او ویرثہ حضارہ من خذہ برات حامل ہوتی ہے۔  
 ضامن کی موت سے اور قول ضیوت یہ ہے کہ ضامن کے وارث سے یا اس کے وصی سے کفول بہ کے حاضر کرنے کا مطالبہ ہو گا کذائی السراج لا یموت المطالب  
 بل وارثہ او ویرثہ یطالب الکفیل و قبل ییرا و مہانیرہ الذمہ الاول قوی اور ضامن بری الذمہ نہیں ہوتا طالب کی موت سے بلکہ طالب کا وارث یا اس کا وصی ضامن  
 سے مطالبہ کرے گا۔ اور کل ضیوت یہ ہے کہ طالب کی موت سے ضامن بری الذمہ ہو جائے کذائی الوہانیرہ اور قوی ذمہ پہلا ہے ویرثہ بقعدالی من کفیل  
 لہ حیث اسی کی موضع یکمن محاصرتہ سواد قبل الطالب اظا ولکن لم یفل وقت کفیل اذا وقعت الیک فانابری ویرا تسیر مرۃ قلل ستر  
 لیکن بجز کفلا اور ان بجز یقول ذلک اور بری الذمہ ہو جائے ضامن کفول بہ کو سپرد کر دینے سے اس مکان میں جہاں اس کو محاصرتہ ممکن ہو خواہ طالب  
 اس کو قبول کرے یا نہ کرے اگرچہ ضامن نے ضمانت کے وقت یوں نہ کہا کہ جب میں کفول بہ کو سپرد کروں تو میں بری الذمہ ہوں اور بری الذمہ ہو جائے  
 ایک بار کی تسلیم سے خواہ ضامن نے طالب سے یوں کہا ہو کہ میں اس کو سپرد کیا ہوں طرف کفالت کی نیت سے یا نہ کہا ہو یہ اس شرط پر ہے جب کہ طالب نے اس  
 سے کفول بہ کو طلب کیا ہو اور اگر طالب نہ کیا ہو تو یہ کہنا ضرور ہے کہ میں نے اس کو بجز کفالت سپرد کیا ہم مکان ممکن الامکان کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر  
 جگہ یا دیہات میں تسلیم ہوگی تو ضامن بری الذمہ نہ ہو گا کیونکہ طالب وہاں خصوصیت پر قادر نہیں۔ ولو شرط تسلیم فی مجلس القاضی سلم فیہ ولم  
 یجز تسلیم فی غیرہ برقی فی زمانہ استبان القاضی فی ما حانہ الحق اور اگر تسلیم کفول بہ کی مجلس قاضی میں شرط ہو تو ضامن دین اس کو حاضر کرے اور اس

کی تسلیم غیر مجلس قاضی میں جائز نہیں، اسی کا فتویٰ ہے ہمارے زمانے میں بسبب سستی کرنے لوگوں کے امر حق کی مددگاری میں ہم یہ زفر کا قول مفتی بہ ہے ولو سلم عند الامیر او شرط تسلیم عند هذا القاضي فسلم عند قاض آخر جاز بحر اور اگر در صورت شرط مجلس قاضی ضامن نے اس کو امیر کے پاس حاضر کیا یا اس کی تسلیم اس قاضی کے پاس مشروط تھی سو اس نے دوسرے قاضی کے پاس سپرد کیا تو جائز ہے کذا فی البحر ولو سلم فی السجن لوسجو هذا القاضي او سجن امیر البلد فی هذا المصر حاز ابن ملک اور اگر اس کو قید خانہ میں سپرد کیا۔ تو اگر اس قاضی کا قید خانہ ہے یا حاکم شہر کا قید خانہ ہے اس شہر میں تو جائز ہے کذا صرح ابن ملک، فی شرح الجمع وکذا برآء الکفیل بتسلیم المطلوب لنفسه لمقصود وبتسلیم وکیل الکفیل لقيامه مقامه ورسوله الیه لان رسوله الی غیره کالاجنبی اور اسی طرح ضامن بری الذمہ ہوتا ہے مطلوب کی تسلیم سے اپنی ذات کو یعنی اگر کفول بہ خود حاضر ہوا تو ضامن بری ہو گیا بسبب حاصل ہونے مقصود کے اور ضامن بری الذمہ ہو جاتا ہے اپنے وکیل کی تسلیم سے بسبب قائم ہونے وکیل کے مقام اس کے اور بری الذمہ ہوتا ہے ضامن فرستادہ کی تسلیم سے طالب کی طرف اس واسطے کہ ضامن کا فرستادہ غیر طالب کی طرف اجنبی کے مانند ہے ہم تسلیم مطلوب ہے اس وقت ضامن بری الذمہ ہوتا ہے کہ جب کفالت با مر مطلوب ہو اور اگر اس کے بغیر امر تو بری نہیں ہوتا اور غیر طالب کی طرف تسلیم رسول کی یہ صورت ہے کہ ضامن نے ایک شخص سے کہا کہ اے اس کو اور فلا نے شخص کو سپرد کرتا وہ طالب کو سپرد کرے پھر رسول نے خود طالب کو سپرد کیا تو یہ اجنبی کے مانند ہے اور تسلیم اجنبی کی یہ صورت ہے کہ شخص اجنبی نے مطلوب کو طالب کی طرف سپرد کیا اور کہا کہ میں اس کو تیرے پاس ضامن کی جانب سے سپرد کرتا ہوں سو اگر طالب اس کو قبول کرے تو ضامن بری الذمہ ہو گیا۔ اور اگر چاہے تو ضامن بری نہیں رکھتا کذا فی الطحاوی قبول الاصل بشرط ان یقول کل واحد من هؤلاء سلمت الیک عن الکفیل ودر من کفالتہ ای حکم الکفالتہ عینی والایبر ابن کمال فلیحفظ اور تسلیم رسول میں قبول کرنا طالب کا شرط ہے اور یہ شرط ہے کہ ہر شخص مذکورین سے یعنی مطلوب اور ضامن کا وکیل اور ضامن کا رسول طالب سے کہے کہ ہم نے تجھ کو سپرد کیا ضامن کی جانب سے کذا فی الدرر اس کی ضمانت سے یعنی بحکم ضمانت سپرد کیا۔ کذا فی العینی اور اگر اس طرح نہ کہے گا تو ضامن بری الذمہ نہ ہوگا کذا صرح ابن کمال تو اس کو یاد رکھنا چاہیے فان قال ان لم اواف ای ات به خدا فهو ضامن لما علیہ من المال فلم لو اوف بمع قدرته علیہ فلو عجز بحسب او مرض لم یلزمه المال الا اذا عجز بموت المطلوب او جنونه کما افاده بقولہ پھر اگر حاضر ضامن نے کہا کہ اگر میں مطلوب کو کل نہ لے آؤں تو میں ضامن ہوں اس مال کا جو اس پر ہے سو وہ مطلوب کو نہ لایا باوجودیکہ لانے پر قادر تھا تو اگر ضامن لانے سے عاجز ہو بسبب قید یا بیماری کے تو اس پر مال لازم نہیں۔ مگر اس وقت جب کہ مطلوب کی موت یا دیوانگی سے حاضر نہ کر سکے چنانچہ مصنف نے اس کو اپنے آئندہ قول میں بیان کیا ہم اور ضامن اگر عاجز ہو طالب کے فاسد ہو جانے سے تو مال لازم ہوگا م خلاصہ میں سے کہ طالب جب غائب ہو تو قاضی اس کی طرف سے وکیل قائم کرے۔ کذا فی الطحاوی ملخصاً واما المطلوب فی الصورة المذكورة ضمن المال فی الصورةین لانه علق الکفالتہ بالمال بشرط متعارف صحیح یا مطلوب مرگیا صورت مذکورہ میں تو ضامن ہوگا مال کا دونوں صورتوں میں یعنی نہ حاضر کرنے میں باوجود قدرت اور مطلوب کے مرجانے میں اس واسطے کہ حاضر ضامن نے مال ضامن کو شرط متعارف پر معلق کیا تو تعلیق صحیح ہے ہم مطلوب کی موت سے ضمانت وحق تسلیم باطل ہوگئی نہ وحق مال ولایبر اسمن کفالتہ لنفس لعدم التناهی اور ضامن مال ضامن سے حاضر ضامن سے بری الذمہ نہ ہوگا۔ بسبب عدم مخالفت کے یعنی مال ضامن اور حاضر ضامن میں مخالفت نہیں جو جمع نہ ہو سکیں۔ فلوا برآء عتبا فلم لو اوف به لم یجب المال لفقده شرطه سو اگر در صورت مذکورہ طالب نے ضامن کو حاضر ضامن سے بری الذمہ کر دیا پھر ضامن نے مطلوب کو حاضر نہ کر دیا تو اس پر مال واجب نہ ہوگا۔ بسبب نہ پانے جانے اس کی شرط کے یعنی شرط وجوب مال عدم تسلیم مطلوب تھی ودر صورت بقائے حاضر ضامن سو ابراء طالب سے وہ باقی نہ رہی قید بموت المطلوب لانه لو مات الطالب طلب وارثه ولو مات الکفیل لطلب وارثه ودر مصنف نے موت طالب کی قید لگائی اس واسطے کہ اگر طالب مرے گا تو اس کا وارث طلب کرے گا۔ اور اگر ضامن مرے گا تو اس کے وارث سے مطالبہ ہوگا کذا فی الدرر فان دفعه الوارث الی الطالب بری وان لم یدفعه تبتی معنی الوقت کان المال علی الوارث یعنی من ترکة المیت عینی پھر اگر ضامن کے وارث نے مطلوب طالب کو سپرد کیا

تو دولت بری الذمہ ہو گیا۔ اور اگر اس کو نہ دیا گیا تک کہ وقت گزر گیا تو مال لازم ہو گا ضامن کے وارث پر یعنی میت کے متروکہ سے مال دینا لازم ہو گا کذا فی الینی ولو اختلفا فی الموافاة و مدہا فالقول للطالب لانه منکر او جینة فللمال للذم علی الکفیل خانیة اور اگر دونوں نے مطلوب کی موافقات اور عدم موافقات میں اختلاف کیا تو طالب کا قول معتبر ہو گا کیونکہ وہ منکر ہے اور اس وقت میں تو مال لازم ہو گا ضامن پر کذا فی الخانیة و فیما لو اختلف الطالب فلم یجدہ الکفیل نصب عنہ القاضی و کیلا او رضانیہ میں ہے کہ اگر چھپ رہا طالب سو ضامن نے اس کو نہ پایا تو قاضی اس کی طرف سے ایک وکیل قائم کرے یعنی نام مطلوب اس کو سپرد کیا جاوے۔ ولا یصدق الکفیل علی الموافاة الا بحی۔ اور ضامن کی تصدیق نہ کی جائے گی موافقات پر یعنی مطلوب کے حاضر نہ ہونے پر بدون گواہی کے ادعی علی الاخر حقاً یعنی اوماتہ و تیار و لم یبتہا ایچہ ام رویہ ام اشرافیہ تصحیح الدعوی ایک شخص نے دوسرے پر غیر میں حق کا دعوی کیا کذا فی الینی یا سو دینار کا دعوی کیا۔ اور اس کی صفت کا بیان نہ کیا۔ کہ دینار عمدہ یا ناقص یا اشرافی ہے تاکہ دعوی صحیح ہو تا فقال رجل لکذا وھ فاکفیل بنیہ و الیہ لیراکم فیلای فعلی الماتہ فلم لو اف الرجل بہ عدا فلیس للماتہ اتی بینا الیہ اما بالبیتہ لو اقرار المدعی علیہ سو مدعی مذکور سے ایک مرد نے کہا کہ معاہدہ کو چھوڑ دے میں اس کا حاضر ضامن ہوں اور اگر وہ کل ادا نہ کرے گا تو مجھ پر سو دینار ہیں سو اس نے کل ادا نہ کیا تو ضامن پر سو واجب ہوں گے یعنی وہ سو دینار ہی کو مدعی نے بیان کیا یعنی ثابت کیا ہے یا گواہی سے یا معاہدہ کے اقرار سے و تصحیح الکفالتان لانه اذا بین التمس البیان باصل الدعوی فبین صحت الکفالة بالنفس فترتب علیہا الخانیة اور صحیح ہوں گی دونوں ضامنین یعنی حاضر ضامن اور مال ضامن اس واسطے کہ جب دعوی کا بیان ہو گیا تو یہ بیان اصل دعوی سے ملحق ہو گیا۔ تو حاضر ضامن کی صحت ظاہر ہو گئی تو اس پر دوسری ضامن یعنی مال ضامن مترتب ہو گئی یعنی ہر چند اول دعوی مجہول فیہ بین تھا لیکن جب آخر کار اس کا بیان ہو گیا تو ہر حالت مرتفع ہو گئی۔ اور حاضر ضامن صحیح ہو گئی پھر جب حاضر ضامن صحیح ہوئی تو اس پر مال ضامن کی بھی صحت مترتب ہو گئی والقول لہ ای الکفیل فی البیان لانه یدعی صحت الکفالة اور بیان میں اسی کا قول معتبر ہے یعنی کفیل کا کیونکہ وہ صحت کفالت کا مدعی ہے ہم شارح ارجاع ضمیر یہ صاحب درد کا تابع ہو گیا۔ اور حلالہ کہ صواب یہ ہے کہ مرجع ضمیر مذکور کفول لہ ہر چنانچہ شرح الفقہاء میں ہے اس واسطے کہ اس تصویب پر تعلیل مذکور وال ہے یعنی باندہ مدعی الصحت کیونکہ ضمیر مدعی کی کفول لہ کی طرف رجوع ہے کذا فی الطحاوی و کام السراج یفید اشرط اقرار المدعی علیہ بالمال فلو ادر مرعہ کلام مال کے معاہدہ کے اقرار شرط ہونے کا مفید ہے تو اس کی نتیجہ کذا چاہیے ہم طحاوی نے کہا اعمام کے لائق وہ ہے جو ہدیہ اور کنز اور اصحاح اور مجمع اور درر وغیرا میں ہے کہ معاہدہ کا اقرار شرط نہیں بلکہ مدعی کا بیان کافی ہے لہذا کفر المدعی علی اعطاء الکفیل بالنفس فی دعوی کفول و قود مطلقاً معاہدہ پر جو نہیں حاضر ضامن دینے کے واسطے حد اور قصاص کے دعوی میں مطلقاً و قال الجبرنی قود حد قذف و سرقة کعزیر لانه حق اودی و المراد بالجبر الملازمة لا الجبس اور صاحبین نے کہا کہ معاہدہ پر حاضر ضامن دینے کے واسطے جبر ہے قصاص اور حد قذف اور سرقت میں تعزیر کے مانند کیونکہ وہ کوئی کا حق ہے۔ اور جبر سے مراد بقول صاحبین ملازمة ہے یعنی ساتھ نہ چھوڑنا نہ قید کرنا و لو اعطی برضاه کفیلانی قود قذف و سرقة سچاؤ اتفاقاً ابن کمال فلما برکلام انہانی حقوۃ تعالی لا یجوز نہر قتل و سب انہا لا تصح بنفس حد و قود فلیکن التوفیق اور اگر معاہدہ نے اپنی خوشی سے ضامن دیا قصاص اور قذف اور ضرر کے دعوی میں تو بلا اتفاق جائز ہے کما مرعہ ابن کمال تو فقہاء کا ظاہر کلام یہ ہے کہ ضمانت حق تعالی کے حقوق میں جائز نہیں کذا فی النہر میں کہتا ہوں آگے آوے گا کہ ضمانت نفس حد اور قصاص میں صحیح نہیں تو دونوں قول میں اتفاقاً ہو جا چاہیے ہم نفس حد اور قصاص میں اس واسطے ضمانت صحیح نہیں کہ استیصال حد اور قصاص ضامن سے ممکن نہیں وجہ توفیق جواز اور عدم جواز ضمانت میں یہ ہے کہ جو حدود و خالصہ میں ضمانت کا مجوز ہے چنانچہ صحت تو وہ بطریق تبرع کے قائل ہے بخلاف اس کے جو جواز ضمانت کا مانع ہے تو اسے دونوں کلام میں تاقص نہ رہا ولا جیس فیہما حتی یشہد شاہدان مستوفیان او واحد عدل یردہ القاضی بالعدالة لان الجبس قہرہ مشروع و کذا العزیر لیتیم بحر اور حد اور قصاص میں قید کرنا جائز نہیں

جب تک دو شاہد مستور العداۃ والفسق گواہی نہ دیں یا ایک شاہد عادل جس کی عدالت کو قاضی جانتا ہے اس واسطے کہ قید کرنا بسبب تہمت کے مشروع ہے اور اسی طرح تعزیر متہم کی مشروع سے کذافی البحر فوائد یہ چند ثابت ہیں جن کو شارح نے زیادہ کیا لایزم احد احضار احد فلا یزیم الزوج احضار زوجہ لسمع دعوی علیہا الا فی اربع کیفیل نفس وسبجان قاضی والاب فی صورتین فی الاشباہ لازم نہیں کسی پر حاضر کرنا کسی کا تو زوج ہر لازم نہیں اپنی زوجہ کا حاضر کرنا دعوی مدعی کی سماعت کے واسطے مگر چار شخصوں پر حاضر کر دینا لازم ہے حاضر ضامن پر اور قاضی کے واروغہ محبس پر اور باپ پر دو صورتوں میں کذافی الاشباہ م قنیه میں ہے کہ مدیون کو قاضی نے قید کیا اور واروغہ محبس نے پر اس کو تھوپڑ دیا تو صاحب دین کو واروغہ سے اس کے حاضر کروینے کا مطالبہ جائز ہے اتنی باپ نے اجنبی سے کہا کہ میری بیٹی کا ضامن ہو سو ضامن نے اس کو طلب کیا تو باپ پر اس کا حاضر کر دینا لازم ہے دوسری صورت یہ ہے کہ باپ نے اپنی بیٹی کا ہر اس کے زوج سے مانگا سو زوج نے دعوی کیا کہ وہ اس سے قریب کر چکا ہے یعنی مہر دے چکا ہے اور اس نے زوجہ کے احضار کا مطالبہ کیا تا مہر دینا اس سے ثابت ہو تو اگر وہ عورت اپنی حاجات کے واسطے نکلتی ہو تو قاضی حکم کرے کہ باپ اس کو حاضر کرے اور نہیں تو امین اس کے پاس بھیجے و فی حاشیتہا لابن المصنف معنی الاحکامات العمادیۃ الاب یطالب باحضار طفله اذا غیب اور ابن مصنف کے حاشیہ اشباہ میں ہے احکامات عماد سے نقل کر کے باپ سے اس کے صغیر کے حاضر کروینے کا مطالبہ ہوگا جب کہ وہ غائب ہو جاوے ابو سعود نے کہا کہ شاید اس صورت میں ہے جب باپ نے صغیر کو تجارت کا ذن دیا ہو اور وہ قرض دار ہو کر غائب ہو گیا ہو کذافی الطحاوی فیہا القاضی یاخذ کیفیلاً باحضار المدعی علیہ الا فی اربع مکاتبہ وما فونہ وصی وکیل اذا لم یتب المدعی والوکالۃ اور اشباہ میں ہے کہ قاضی ضامن لے مدعا علیہ کے حاضر کروینے کے واسطے اگر وہ مال منقول ہو کذافی التآر خانیتہ اور اسی طرح مدعا علیہ کے حاضر کروینے کے واسطے ضامن لے مگر چار صورتوں میں ضامن نہ لے اس کے مکاتب اور ما ذون میں اور وصی اور وکیل میں جب کہ مدعی نے وصایت اور وکالت ثابت نہ کی ہو مگر جب کہ مولی نے مکاتب پر بدل کتابت یا کسی اور دین کا دعوی کیا تو اس سے ضامن نہ لیا جاوے گا اور عہد ما ذون غیر مدیون نے اپنے مولی پر دین کا دعوی کیا یا بالعکس تو مولی سے حاضر ضامن لیا جائے گا اور اگر مدعی وصایت اور وکالت کو ثابت کر چکا ہو اور مدعا علیہ میت یا غائب پر اثبات دین کا ارادہ کرے اور مدعا علیہ سے تین دن کی ضمانتی طلب کرے تا اپنے گواہوں حاضر کرے تو قاضی اس وقت وصی اور وکیل سے ضامن لے گا کذافی الطحاوی فی شرح البحر معنی محمد اذا کان المدعی علیہ معروفاً لا یجبر علی کیفیل ولو کان غیر بالذبح اتفاقاً قابل حقه فی الیمین فقط انتہی اور شرح مجمع میں محمد ایک روایت یہ ہے کہ جب مدعا علیہ مشہور شخص ہو تو اس پر چہر نہیں ضامن دینے کے واسطے اور اگر مدعا علیہ مسافر ہو تو بالاتفاق چہر نہیں بلکہ اس کا حق فقط قسم میں ہے۔ ہم یہ روایت ظاہر الروایۃ کے مخالف ہے براء الاصل براء کیفیل الا کیفیل النفس الا اذا قال لا حق لی قبلہ ولا لملوکی ولا لیتیم نادیمیہ ولا لوقف انا متولیہ فینبذ براء کیفیل اشباہ اصیل کے بری الذمہ کروینے سے ضامن بھی بری الذمہ ہو جائے مگر حاضر ضامن بری الذمہ نہیں ہوتا لیکن اس صورت میں جب کہ طالب لیل کہے کہ اس کی جانب میرا کوئی حق نہیں اور نہ میرے مولی کا حق اور نہ اس قسم کا جس کا میں وصی ہوں اور نہ اس وقت کا جس کا میں متولی ہوں۔ تو اب ضامن بری الذمہ ہوگا کذافی الاشباہ واما کفالة المال فتصح بہ ولو المثل بموالات اذا کان ذلک المال وینا صحیحاً الا اذا کان الدین مشترکاً کما سبغی لان قسمۃ الدین قبل قبضہ لایجوز ظہیرہ اور مال ضامن تو صحیح ہے اگرچہ مال بموالات غیر معین ہو بشرطیکہ یہ مال دین صحیح ہو مگر جب کہ دین مشترک ہو تو ضامن صحیح نہیں چنانچہ عنقریب اس کا ذکر آوے گا۔ اس واسطے کہ دین کا قسمت کرنا اس کے قبضہ کرنے سے پہلے جائز نہیں کذافی الظہیرہ ہم دین مشترک کے ضمانت کی یہ صورت ہے کہ حامد اور محمود کا دین زید پر اثبات ہے سو حامد نے زید سے تقاضا کیا محمود اس کے حصے کا ضامن ہوا تو یہ ضامن صحیح نہیں اگرچہ دین صحیح ہے۔ کیونکہ اس میں قسمت دین قبل قبضہ لازم آتی ہے۔ وہ صحیح نہیں۔ والا فی مسئلۃ النفقۃ المقننۃ فتصح انہا تسقط بموت وطلاق اشباہ وکانہم اخذوا فیہا بالاستحسان للحاجۃ لا بالقیاس سوائے دین صحیح کے ضمانت صحیح نہیں مگر نفقہ مقررہ کے مسئلے میں تو ضامن صحیح ہے باوجودیکہ نفقہ موت اور طلاق سے ساقط ہو جاتا ہے۔ کذافی الاشباہ اور گویا کہ فقہانے مسئلہ نفقہ میں استحسان پر عمل کیا ہے حاجت کے سبب سے نہ قیاس

یہ یعنی اگر یہ فقہ میں صحیح نہیں مگر خانی اس کی صحیح ہے۔ تو یہ صحت استعمالی ہرگز نہ قیاسی والی بلکہ سعایہ عندہ بزازیہ وکانہ التی بدل الکتابۃ ولا فہو لا یسقط لاند  
 لا یقبل التبریر فیلغز ای دین صحیح کا قطعاً کفارہ ہر دین ضعیف وفتح ہر دین صحیح میں ضمانت صحیح ہے مگر بدل سعایت میں اگرچہ وہ دین صحیح ہے اس کی خانی  
 صحیح نہیں امام نے نزدیک اور گواہ نام بدل سعایت کو بدل کتابت کے ساتھ لفظ کیا اور اگر بدل سعایت کو بدل کتابت سے لفظ نہ کیجئے بلکہ اس کو دین صحیح قرار  
 دیکھے تو صحیح نہیں کہ وہ ساقط نہیں ہوتا اس واسطے کہ وہ تہذیب کو قبول نہیں کرتا۔ تو بطور پستی ان اور پیل کے پوچھتے ہیں۔ کہ کون صحیح دین ہے جن کی خانی صحیح نہیں تو  
 جواب اس کا یہ ہے کہ بدل سعایت سے اور کون دین ضعیف ہے جس کی ضمانت صحیح ہے تو جواب یہ ہے کہ نفقہ ہے م دن مشترک اور بدل سعایت کا استثنا  
 بخبر مردم صحت ضمانت کے ہے۔ والدین الصبح ہو ملا یسقط الایلا وادوا والا ابراہ وادوا علی الفعل لیزر سقوط الدین فیسقط وی الجہطاء وفتا ابی الزروع للابراہ  
 اعلیٰ ابی اگمال اور دین صحیح وہ ہے جو ساقط نہ ہو کسی طرح بدون لوایا ابراہ کے اگرچہ ابراہ علی ہو اس فعل سے جس کو سقوط دین لازم ہے۔ تو ساقط ہو گا عورت  
 کا دین ہر ای زروع کی مطاوعت سے یعنی اگر زواج اپنے زہد کے فرزند کو دینی سے راضی ہو تو جہاں اس کا ساقط ہو جائے گا بسبب ابراہ علی کے کذا صرح ابن کمال فلا  
 یصح بدل الکتابۃ لاند یسقط بدینا بتبریر وکفیل ولوی رجح بما اوی بجزئی لو کفیل بامو ویکی قید آخر تو خانی صحیح نہیں بلکہ کتابت کی کیونکہ بدل کتابت بدل  
 اویا ابراہ تہذیب مکاتب سے ساقط ہو جائے گا اگر کوئی شخص مکاتب کا خاص ہو اور اس نے بدل کتابت اویا تو مکاتب سے پھر لے جتنا اس نے دیا یعنی اگر  
 وہ خاص ہو اور مکاتب کے امر سے اور آگے دوسری قید آمد علی م قید آمدہ یہ ہے کہ خاص اور اگر اسے اس گمان سے کہ مجھ پر ادا کرنا لازم ہے ضمانت کے سبب  
 سے بکفالت حتمی صحیح عتربالغ مثال المعلوم خاص صحیح ہے اس لفظ سے کہ میں اس کا خاص ہو انوار دم کا یہ مثال سے دین معین کی ضمانت کی شاعر  
 نے کہا بکفالت کا لفظ صحیح کے لفظ سے متعلق ہے و مثل الجہول باربعۃ امثلۃ بیا لک حلہ و بما یدرک فی بلا البیع و ذہ ایسی ضمانت اللہک اور مصنف  
 نے دین جہول کی چار مثالیں مذکور ہیں پہلی مثال یہ ہے کہ میں خاص ہو اتنے مال کا جو تیرا اس پر ہے دوسری مثال یہ ہے میں خاص ہو اتنے مال کا جو تجھ  
 کو دینا پڑے۔ اس میں اور اس کو خاص اللہک کہتے ہیں م دن بنتمیں ولسکون ثانی بابت ہے جن پھیر لینے سے جب بیہ میں استحقاق ثابت ہو کذا فی  
 الطحاوی اور ضمان درک کو ضمان استحقاق ہی کہتے ہیں یعنی جن پھیر دینے کی مشتری سے ضمانت کہے۔ اگر بیع کا کوئی شخص مستحق لکھے کذا فی شرح  
 الوقتی طحاوی میں سراج سے منقول ہے کہ جب بیع مستحق غیر جو مشتری کو چاہے بسکا اول بالغ سے خصوصیت کرے پھر جب استحقاق ثابت ہو تو مشتری  
 کو اختیار ہے چاہے بالغ سے پھیر لے چاہے خاص سے ظاہر الروایہ میں خاص سے پہلے خصوصیت کرنا مشتری کو جائز نہیں و بما یایعت قلانا  
 فعلی و کذا قول الرجل لامرأۃ الفیر کفالت کب بالنفقۃ ابدأ ما دامت الزوجۃ خانیہ تیسری مثال دین جہول کی ضمانت کی یہ ہے کہ جو تو نے چاٹا نے شخص  
 سے ملکہ ہے اور اسی طرح موکا کنا غیر کی عورت سے کہ میں تیرے نفع کا خاص ہو ہمیشہ جب تک کہ زوجیت قائم رہے کذا فی الامانیۃ وما غصبک  
 فلان فعلی ما بنا شرطیۃ ای ان بایعت فعلی لانا شرطیۃ لا یجوز ان الکفلاۃ بالبیع لا تجوز اور جو غصب کر لیا تجھ سے فلا نے شخص نے مجھ سے لفظ کا مثال  
 ثالث اور بالغ میں شرطیہ ہے یعنی اگر تو بیچے گا فلا نے سے تو وہ مجھ سے ہے نہ وہ چیز جو تو خرید کرے اس سے اس واسطے کہ آگے آوے گا کہ بیع کی خانی  
 صحیح نہیں ہم جوفظ کہ لزوم پر دلالت کرے وہ ضمانت کے مانند ہے چنانچہ یوں کہنا کہ جو اس سے ہے وہ مجھ سے ہے یا مجھ پر ہے کہ میں ادا کروں جو اس سے ہے  
 یا میں لے لاؤں کہ لیا جو تیرا ہے اس سے ہے تا ما رضیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ فقہاء کے نزدیک ایک قسم ضمانت کی ضمانت تقاضا بھی ہے چنانچہ ایک نے دوسرے سے  
 اپنا دین طلب کیا سو ایک موٹے طالب سے کہا کہ میں تیرے دین کا خاص ہوں کہ اس سے لے کر تجھ کو دوں گا تو یہاں خانی نہیں بلکہ ضمانت تقاضا ہے کذا  
 فی الطحاوی و شرطیٰ فعلی بقول الی و لفظ بان بایعا و غصب منہ لعلی لہر اور ضمانت کی سبب صورتوں میں قبول کرنا شرطیہ ہے یعنی اگر یہ قبول باعتبار  
 دلالت حال کے ہو اس طرح ہر کہ اس سے بیچ کی ہو یا اس سے غصب کیا ہو کذا فی النہرم یہ قول غیر تہذیبی بحث ہے صاحب نہر کی یعنی زید نے خالد سے

کہا کہ جو تو محمود سے خرید کرے گا یا تجھ سے محمود غصب کرے گا اس کا میں ضامن ہوں پھر فی الفور بیع یا غصب واقع ہو تو ضامنی صحیح ہے اگرچہ قبول ضمانت صریح نہیں  
 ولو باع ثانیاً لم يلزم الكفيل الا في كل ما قيل يلزم الا في اذا وعيله القهستاني والشرنبلالی فليحفظ اور اگر دوسری بار بیع کرے گا تو ضامن پر ضمانت لازم نہ ہوگی مگر کلام کے لفظ  
 میں لازم ہوگی اور قول ضعیف یہ ہے کہ لازم ہوگی مگر اذا کے لفظ میں لازم نہیں۔ اور اسی قول پر قہستانی اور شرنبلالی ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے ہم عینی نے مجھ سے نقل  
 کیا کہ امام اعظم نے کہا کہ اگر ضامن نے کہا کہ ما بایعت فلانا فعلى پھر اس نے چند بار بیع کی تو اس پر ضمانت لازم نہیں مگر اول بار کی انتہا اور قول ضعیف میں لفظ ما کلام  
 کا مفید ہے عموماً کذا فی لفظ طوی ولو جمع عنہ الکفیل قبل لمبايعة صح بخلاف الکفالات بالذوب اور اگر ضامن ضامنی سے رجوع کرے گا قبل خرید و فروخت کے تو  
 رجوع صحیح ہے بخلاف ضمانت بلنفظ ذوب ہم یعنی اگر ضامنی اس طرح کی کہ ما بایعت فلانا فعلى پھر قبل بیع اس نے ضمانت سے انکار کیا تو صحیح ہے اور اگر یوں کہا کہ ما ذاب  
 لك عليه فعلى یعنی جو تیرا دین اس پر واجب اور ثابت ہو وہ مجھ پر ہے تو رجوع ضمانت سے صحیح نہیں کیوں کہ یہ ضمانت ہے دین متاخر الظہور کی بخلاف ما غصبك الناس  
 او من غصبك من الناس او بايعة او قتلک او من غصبته او قتلته فانا كفيله فانا كفيله فانا باطل اور بخلاف اس قول کے کہ جو تجھ سے غصب کریں لوگ یا جو شخص لوگوں میں سے تیرا  
 مال غصب کرے یا جو شخص تیرے ہاتھ سے یا جو شخص تجھ کو قتل کرے یا جس کا تو غصب کرے یا تو قتل کرے تو میں اس کا ضامن ہوں تو یہ ضامنی باطل ہے ہم اس  
 واسطے باطل ہے کہ مثلہ مذکورہ میں یا مکفول عنہ کی جہالت سے یا مکفول لہ کی کقولہ ما غصبك اهل ذہ الدار فانا ضامن فانا باطل حتی کسی انسانا بعینہ چنانچہ یوں کہتا کہ جو  
 تجھ سے غصب کریں اس گھر کے تو میں ضامن ہوں جو یہ ضامنی باطل ہے جب تک ایک معین انسان کا نام نہ لے ہم بخلاف اس قول کے کہ جماعت حاضرین سے  
 کہا کہ جو تم لوگ اس شخص سے بیع کرو گے تو میں ضامن ہوں تو یہ ضامنی درست ہے پھر جو شخص اس سے بیع کرے گا تو ضامن پر ضمانت لازم ہوگی کذا فی النہر ۱ و  
 علقت بشرط صریح ملائم ای موافق للكفالات باحد او ثلثتہ یا ضامنی کی تعلیق بشرط صریح ملائم یعنی وہ شرط جو موافق اور مناسب ہو ضامنی کے واسطے امور  
 ثلثتہ سے ہم او علقت عطف ہے کان یعنی کفالات المال تصح اذا كان المال ديناً صحیحاً او علقت بشرط بكونه شرطاً للزوم التی نحو قوله ان استحق المبيع او وجد  
 المودع او غصبك كذا او قتلک او قتل ابنک او صدقک فعلی الدیۃ ورضی بہ المكفول جاز بخلاف ان الکفک سبع ہونا شرطاً کا مناسب ضمانت اس طرح پر کہ وہ لازم  
 ہونے حق کی امیل پر شرط ہو یعنی وہ شرط جو بحتی کا سبب ہو چنانچہ یوں کہنا ضامن کا کہ اگر بیع مستحق غیر نکلے یا امانت و اتیری امانت کا انکار کرے یا کوئی  
 چیز تجھ سے غصب کرے یا تجھ کو یا تیرے فرزند کو یا تیرے شکار کو قتل کرے تو مجھ پر دیت ہے اور مکفول یعنی مکفول لہ اس سے راضی ہو تو جائز ہے بخلاف اس  
 شرط کے کہ اگر تجھ کو دزدہ کھا جاوے تو میں ضامن ہوں ہم بعینہ نسخہ میں صدقک مدقک ہے اور دیت سے مراد وہ ہے جو قیمت کو بھی شامل ہے اور قتل  
 مخاطب قتل خطا مراد ہے اس واسطے کہ قتل عدس خفیس کے نزدیک قصاص ہے نہ خون بہا اکل سبع کی شرط اس واسطے صحیح نہیں کہ دزدہ مکفول عنہ ہونے  
 کی صلاحیت نہیں رکھتا اور اس واسطے کہ اس کا فعل بد ہے او شرطاً لا مکان الاستيفاء نحو ان قدم زيد فعلى ما عيله من الدين وپومعنی قوله هو ای والحال  
 ان زيد مکفول عنہ او مضار بہ او مودعہ اور غاصبہ جازت الکفالات المتعلقة بقدمه لتوسله للاداء یا شرطاً لوکان استيفاء کی یعنی ضامن کو امیل کی حاصل ممکن ہو  
 چنانچہ اگر زید آوے تو مجھ پر ہے وہ دین جو اس پر ہے اور یہی مطلب ہے مصنف کے اس قول کا اور حالانکہ وہ یعنی زید مکفول عنہ ہے یا ضامن کا مضارب یا امانت دار  
 یا اس کا غاصب ہے تو وہ ضامنی جو اس کے آنے سے متعلق ہے جائز ہے بسبب قادر ہونے ضامن کے ابراء دین پر او شرطاً لثبوتہ ای الاستيفاء نحو ان قام  
 زيد من المصرف فعلی واثمہ کثیرۃ فبذہ جملۃ الشرط التی یجوز تعلیق الکفالات بہا یا شرطاً ہو اس کے تعذر کی یعنی استيفاء دین کے تعذر کی چنانچہ یوں کہنا کہ اگر  
 زید شہر سے غائب ہو تو اس کا دین مجھ پر ہے اور تعذر کی مثالیں بہت سی ہیں سو یہ بالکل وہ شرط ہیں جن پر معلق کرنا ضمانت کا جائز ہے ہم من جملہ مثلاً کثیر و مذکورہ  
 کے یہ مثالیں ہیں کہ اگر تیرا مال جو فلاں پر ہے تلف ہو یا تیرے دین کا وعدہ آوے اور وہ نہ دے یا تیرا دین چھ مہینے تک نہ دے تو میں ضامن ہوں و لا  
 تصح ان علقت بغير ملائم نحو ان هبیت الریح او جاء المطر لانه تعلیق بالظن تبطل ولا يلزم المال و ما فی الہدایۃ سہو کا حردہ ابن الکمال اور ضامنی



صحیح نہیں اگر اس کی تعلیق ہو شرط غیر موافق سے چنانچہ اگر بواچلے یا مینہ آوے تو مجھ پر سے کیونکہ یہ تعلیق خطر پر ہے یعنی وجود اس کا بالیقین معلوم نہیں تو ایسی شرط باطل ہوگی اور مال لازم نہ ہوگا خاصا پر اور جو بایں ہے وہ سہو ہے چنانچہ اس کو ابن کمال نے حکم کر کیا ہے ہم خلاصہ ہدایہ یوں ہے کہ تعلیق بسبب رجوع و بیتی مضر اگر چہ صحیح نہیں مگر ضمانت صحیح ہے کیونکہ جب کفالت کی تعلیق شرط صحیح ہوتی تو شرط فاسدہ سے باطل نہ ہوگی مانند طلاق اور حقائق کے فتح القدر میں کہا خلاصہ یہ ہے کہ شرط غیر طائم کے ساتھ کفالت اصلاح صحیح نہیں ہوتی اور اصل غیر طائم کے ساتھ فی الحال صحیح ہوتی ہے اور مدت باطل ہو جاتی ہے اور اس مقام میں بہت گفتگو ہے اس کا ذکر نہیں سوائے اس خلاصہ کے کہ ذاتی الطحاوی نعم لوجعلہ اجلا صحت ولزم المال للمال للمی غلط بل اگر شرط غیر طائم کو ضامن مدت ضمان قرار دے تو ضمانت صحیح ہوگی اصل فی الحال لازم ہوگا تو اس کو یاد رکھنا چاہیے ہم مدت قرار دینا اس طرح کفالت کے میں ضامن ہوں تاہم بوجہ رجوع و بیتی مضر وہ تصریح ایضا بہما لہ مکفول عنہ فی تعلیق و اضافہ لا یخیر کفالت مالک علی فلان او فلان فصیح و تسعین مکفول لہ لانه صاحب الحق او صحیح نہیں ضامن مکفول عنہ کی جہالت سے ہی تعلیق اور اضافت میں نہ تغیر میں چنانچہ میں ضامن ہوں تیرے اس مال کا جو فلان نے پر ہے یا فلان نے پر تو تغیر میں یہ ضمانت صحیح ہے اور ایک کام میں کر لینا مکفول لہ کے امتیاز میں ہے کیوں کہ وہ صاحب حق ہے ہم تعلیق کی مثال یہ ہے کہ لکھنؤ سے کوئی انسان کوئی چیز غصب کرے تو میں ضامن ہوں اور اضافت کی مثال یہ ہے کہ جو لوگوں پر تیرا دین ثابت ہو اس کا میں ضامن ہوں کہ ذاتی الحلی طحاوی نے کہا کہ اس مثال کو اضافت کی مثال ٹھہرانا باطل ہے اور جو علی نے تعلیق کی مثال دی اس کو ہرگز میں اضافت کی مثال میں ذکر کیا ہے اور حالانکہ یہ بھی اضافت نہیں تو شاید اضافت سے زمان مستقبل کی اضافت مراد ہے۔ واثر تالی علم ولا جہالت مکفول لہ و بطلان اور صحیح نہیں ضامن مکفول لہ اور مکفول بہ کی جہالت سے ہر طرح خواہ تعلیق ہو یا اضافت ہم مکفول بہ سے یہاں مراد نفس ہے مدال اس واسطے کہ سابق مذکور ہو چکا کہ جہالت مال مانع ضمانت نہیں نعم لوقال کفالت رجلا عرفہ لوجہ لہا سہ جاد والی رجل اتی بہ وحلت انہ جو بری بزازیتاں اگر ضامن کہے کہ میں ضامن ہوں اس سے کہ جس کا منہ یہاں ہوں نہ نام اس کا تو ضامن جاؤں گے اور جس مرد کو لادے گا اور رقم کھاوے گا کہ میں شخص مکفول بہ ہے تو وہ بری الذمہ ہوگا ضمانت سے کہ ذاتی ابن الزبیری فی السراجیۃ قال لعینہ و بویحان علی دابتہ من الذمہ ان اکل الذب حادک فانا ضامن فاکل الذب لم یضمن اور سلجینی ہے کہ صاحب خانہ نے اپنے معان سے کہا ان حلالہ کما انہ انہ جانور پر بیٹھے سے ڈرتے کہ اگر بیٹھا یا تیرا گدھا کھا جاوے۔ تو میں ضامن ہوں سوائے اس کو بیٹھا کھا گیا تو وہ ضامن نہیں ہم علت عدم ضمان اکل ذب اکل سبع میں مذکور ہو چکی تھو ماؤاب ای ثابت لک علی الناس اولی احد منہم فعلی مثال مطلق و نحوہ بابایت بر احد من الناس معین المفتی چنانچہ جو ثابت ہو تیرا وہی لوگوں پر یا کسی شخص پر سوچو ہے یہ مثال ہے اول کی یعنی مکفول عنہ کی جہالت کی مانند اس کے یہ ہے کہ جو تو بیچ کر کے کسی سے لوگوں میں وہ مجھ پر ہے کہ ذاتی معین المفتی او ماؤاب علیک للناس اولی احد منہم علیک فعلی مثال مثنوی یا جو ثابت ہو لوگوں کا خیمہ پر یا کسی کا لوگوں میں سے خیمہ پر سوچو ہے یہ مثنوی کی مثال ہے یعنی مکفول بہ کی جہالت کی ولایع شخص احد و قصاص لان النیابہ لا تجزی فی العقوبات اور صحیح نہیں ضمانت نفس حد اور قصاص کی اس واسطے کہ نیابت جاری نہیں ہوتی عقوبات میں ولایکل و ابہ معینہ مستاجر لہ و خدمتہ جب معین مستاجر لہا ای لخدمتہ لانه یلزم تغیر المعقود علیہ اور یہ ضمانت صحیح ہے معین جانور کی بار برداری کی جس کو کرایہ لیا بار برداری کے واسطے اور نہ ضمانت خدمت گزار ہی قصاص میں کی جس کو کرایہ لیا خدمت کے واسطے کہ ضمانت میں معقود علیہ کا تغیر لازم آتا ہے ہم تغیر معقود علیہ اس واسطے لازم آتا ہے کہ جب جانور معین ہو تو ضامن اس کی تسلیم سے حاجت ہے کیونکہ اس کو نہ رت نہیں غیر کے جانور پر اور اگر مطلق بنا جانور تسلیم کرے تو مستحق اجرت نہ ہوگا اس واسطے کہ وہ جانور لایا جس پر عتدا ہمارا منعقد نہیں ہوگا ذاتی الطحاوی عن البکر بخلاف فیہ طبعی لوجوب مطلق افضل لہ تسلیم مکتات غیر معین جانور کے اجارہ کے کہ اس میں ضمانت صحیح ہے بسبب واجب ہونے مطلق فعل کے نہ تسلیم کے ہم یعنی غیر معین جانور میں مطلق بار برداری واجب ہے اور ضامن اس پر لادے اس طرح سے کہ اپنے جانور پر بوجھ اپنا لادے اور تسلیم اس پر واجب جس ضمانت میں جانور کے کہ وہ لیں تسلیم

واجب ہے نہ بار برداری شارح نے عدم وجوب تسلیم سے تعلیل ثانی کی طرف اشارہ کیا جس کو ابو نصر اقطع نے مذکور کیا ہے اس طرح پر کہ ضمانت حل واجبہ معینہ اس واسطے جائز نہیں کہ جب جانور معین ہو تو موجد پر تسلیم جانور واجب ہے نہ بار برداری پھر جب بار برداری کی ضمانت کرے گا تو اس کا ضامن ہو جو مکفول عنہ پر واجب نہیں لہذا صحیح نہیں اور اگر جانور غیر معین ہو تو وہاں ایسا نہیں کیونکہ وہاں موجد پر بار برداری واجب ہے سو اس کا حاصل ہونا ضامن سے متصور ہے لہذا اس کی ضمانت صحیح ہے کذا فی المطحطاوی ولا یمسح قبل قبضہ و مرمون و امانہ بایمانہ اور صحیح نہیں ضمانت میں بیع کی قبل اس کے قبض کے اور نہ میں مرمون اور نہ میں امانت کی ہم امور مذکورہ کی ضمانت صحیح نہیں بسبب فقدان شرط ضمانت وہ یہ ہے کہ مکفول مضمون ہو اسیل پر اس طرح میں مکفول دوسرا اس کے بدل کو اور یہاں ایسا نہیں کیونکہ بیع مضمون بالثمن اور مرمون مضمون بالبدین ہے اور امانت کا عدم ضمان خود ظاہر ہے کذا فی المنہر فلو تسلیم ہا صح فی الكل در رجح الکمال تو اگر ضمانت ہو امور مثلثہ مذکورہ کے تسلیم کی تو سب میں ضمانت صحیح ہے کذا فی الدر اور ترجیح دی ہے اس قول کو کمال الدین نے ہم چونکہ تسلیم امور مذکورہ اسیل پر واجب ہے تو اس کا التزام ضامن کو ممکن ہے کذا فی المنہر فلو بلک المستاجر مثلاً لا شیء علیہ لکفیل التمس تو اگر تسلیم ضمانت کی صورت میں اجارہ کا جانور یا غلام وغیرہ مثلاً ہلاک ہو جائے تو ضامن پر کچھ واجب نہیں حاضر ضامن کے مانند مستاجر یہاں بفتح جیم ہے و جب عدم لزوم یہ ہے کہ جانور وغیرہ کے ہلاک سے اجارہ فسخ ہو گیا تو اسیل مطالب بالتسلیم نہ رہا اور واجب تو یہاں اجرت پھر دینا ہے اور ضامن اس کا ضامن نہیں اور یہی حکم ہے ہلاک بیع اور مرمون کا کذا فی الفتح و صح ایضاً لو مکفول بہ ثمناً لکونہ دیناً صحیحاً علی المشتري الا ان یکن صبیاً مجوراً علیہ فلا یلزم الکفیل تبعا لاصیل خانیتہ اور بھی ضمانت صحیح ہے اگر مکفول بہ ثمن ہو بسبب ہونے ثمن کے دین صحیح مشتری پر مگر اس وقت دین صحیح نہیں جب کہ مشتری صغیر مجبور علیہ ہو تو اب ضامن پر بھی ثمن لازم نہ ہوگا اسیل کی تبعیت سے کذا فی الخانیہ یعنی جب صغیر مجبور علیہ پر ثمن مضمون نہ ہو تو اس کے ضامن پر کیونکر لازم ہوگا و کذا فی مقصوباً و مقبوضاً علی سوم الشراء ان سی الثمن والا فهو امانہ کا مراد اسی طرح ضمانت صحیح ہے اگر مکفول بہ مقصوب یا مقبوض ہو خریداری کی طلب پر بشرطیکہ ثمن معین ہو گیا ہو اور نہیں تو مقبوض مذکور امانت ہے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی در صورت عدم تسمیہ ثمن ضمانت اس کی صحیح نہیں کیونکہ امانت میں ضمانت نہیں و میدعا فاسداً او بدل صلح عن دم و خلع و غیر خانیتہ اور اسی طرح ضمانت صحیح ہے اگر مکفول بہ بیع فاسد ہو یا بدلا ہو صلح کا خون سے یا عوض ہو خلع کا یا ہب ہو کذا فی الخانیہ ہم وجہ صحت اشیا مذکورہ کی ضمانت کی یہ ہے کہ یہ چیزیں باطل نہیں ہو جائیں ہلاک ہونے میں سے کیونکہ ضمانت قیمت اشیا مذکورہ ان کے قائم مقام ہو جاتی ہے تو ایجاب ضمان ضامن پر ممکن ہو اطحطاوی نے کہا اولیٰ یہ ہے کہ لفظ ہب منصوب ہو یعنی تا بدل صلح پر عطف ہو کیونکہ خلع پر عطف اس کا بے معنی ہے والا صل انہا تقع بالا ایان المضمونہ بنفسہا لا بغیرہا ولا بالا امانات اور مسائل مذکورہ میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ ضمانت صحیح ہے ایان مضمونہ بنفسہا کی نہ ایان مضمونہ بغیرہا کی اور نہ امانت کی ہم دریافت کرنا چاہیے کہ ایان اسیل پر مضمون ہیں یا غیر مضمون تو ایان غیر مضمونہ چنانچہ ودیعت اور مال مضاربت اور شرکت اور عاریت اور مستاجر بفتح جیم مستاجر کے پاس اور ایان مضمونہ یا مضمون بغیرہا میں یعنی در صورت ہلاک ان کی قیمت واجب نہیں چنانچہ بیع قبل القبض کہ وہ مضمون بالثمن ہے چنانچہ رسن کہ وہ مضمون بالبدین ہے سو کفالت ایان مضمون بغیرہا کی صحیح نہیں یا ایان مضمونہ بنفسہا میں یعنی ان کی قیمت واجب ہے در صورت ہلاک چنانچہ مقصوب اور بیع فاسد کا بیع اور مقبوض علی سوم الشراء تو اس کی کفالت صحیح ہے اور ضامن پر وہ واجب ہے یعنی دفع عین اور اگر عاجز ہو تو قیمت اس کی یا مثل اس کا ضامن پر واجب ہے کذا فی الفتح و المنہر ملخصاً ولا تصح الکفالات بزعمہا بلا قبول لطلب او نائبہ ولو فعلوا فی مجلس العقد اور دونوں قسم کی ضمانتیں ایان غامضہ اور حاضر ضامن صحیح نہیں بدون قبول کرنے طالب کے مجلس عقد میں یا قبول کرنے اس کے نائب کے اگرچہ نائب وکیل نہ ہو فضولی ہوم تو اگر اسیل راضی ہو جائے ضمانت سے طالب کے قبول کرنے سے تو ضمانت کا مال اسیل سے ضامن بھر لے اور اگر وہ راضی نہ ہو بعد اس کے قبول کرنے کے تو نہیں لے سکتا اور اگر فضولی عقد ضمانت

کی مجلس میں ضامن قبول کو ہے تو وہ طالب کی اجازت پر موقوف ہے اور ضامن سے آپ کو نکال سکتا ہے ضامن قبل اجازت کے کذا فی الطحاوی و جوزا  
 اللثانی بلا قبول وہ یعنی درود و بناد و قرقول لہم و بہ قالت الائمة الثالثة لکن نقل المصنف من الطرسوسی ان الفتوی علی قولہا و اختارہ شیخ قاسم  
 بناسکم الانشاء و ادبہ یوسف نے جائز رکھا ہے ضامن کو یہ قبول کرنے طالب کے اوامیر کا فتویٰ ہے کذا فی اللہ و البرازیزہ او ثبات رکھا ہے اس  
 کو بحر الرائق میں قول ہے میںوں اماموں کا لیکن مصنف نے اپنی شرح میں طرسوسی سے نقل کیا ہے کہ فتویٰ امام اور محمد کے قول پر ہے اور  
 شیخ قاسم نے اس قول کو پسند کیا ہے یہ یعنی عدم صحت ضمانت بلا قبول طالب النساء ضمانت کا حکم ہے ولو اخرجہما ان قال انما کفیل بالمال فان علی  
 فان حال فھیة الطالب و کفیل وارث المرضی المملی عنہ بامرہ بان یقول المرعی لارثہ کفیل منی بما علی من الدین تکمل بمع عیبت انفراد صح فی المرضی  
 بلا قبول اتفاقاً استسمانا لانا و صیت لہم قال لا یجوز لہم و قبل یصح فشرح الحجج او ما کر ضامن بمرہ سے ضمانت سے اس طرح پر نہ کہے کہ میں طمانے کے مال کا ضامن  
 ہوں جو طمانے پر ہے یہ جہودی طالب کے قائب ہونے کے وقت یا ضمانت کی مرضی مال دار کے وارث نے مرضی کی طرف سے اس کے امر سے اس طرح  
 پر کہ مرضی کے اپنے وارث سے کہ تو میری طرف سے ضامن ہو اس مال کا جو مجھ پر دین ہے سو وہ ضامن ہو باوجود قائب ہونے ار باب دیوں کے تو ضمانت  
 صحیح ہے و دونوں صورتوں میں بلا قبول طالب کے بالتمام طرفوں اور نزدیک ابو یوسف کے بطریق استسمان کے کیونکہ ضمانت مرضی مذکور کی وصیت سے تو  
 اگر مرضی مذکور ضمانت کے واسطے کہ تو ضمانت صحیح ہوگی اور بعضوں نے کہا کہ صحیح ہے کذا فی شرح الحجج کفالت وارث اس واسطے جائز ہوتی کہ مرضی  
 قائم مقام سے طالب کا اس صورت سے کہ مرضی فادخ الذمہ ہو جائے اوامیر میں طالب کا فائدہ ہے تو گویا وہ بذات خود حاضر ہے شارع نے تعلیل مسئلہ  
 اولیٰ مذکورہ کی بسبب اس کے ظاہر ہونے کے اس واسطے کہ اخبار میں المتقد اخبار ہے اس کے دونوں دکن سے یعنی ایجاب اور قبول سے ذنی المنفع العود  
 او بدو حق انہا کفالات لکن یہ علیہ تو قفالی المال اود فتح القدر میں ہے کہ ضمانت اجنبی کا صحیح ہونا زیادہ تر موجود ہے اور ثبات کیا ہے کہ وہ یعنی ضمانت  
 وارث کفالت سے نہ وصیت لیکن اس پر اعتراض وارد ہوتا ہے موقوف ہونے کفالت کا مال پر اگر کفالت ہوتی تو مطلقاً جائز ہوتی مال پر موقوف نہ  
 ہوتی۔ ولو مال علی غائب بل یؤثر التفریم بانشاء و اویط طالب الکفیل لمارہ و غیبی علی اذ وصیت ان یتظر لعلی انہا کفالات او اگر مرضی کا مال غائب پر ہو تو کیا صاحب  
 دین کو اس کے انشاء کا امر کیا جائے یا وہ ضامن سے مطالبہ کرے اس کو کسی کتاب میں نہیں دیکھا اور اس کے وصیت ہونے پر لائق یہ ہے کہ شخص غائب کا انشاء  
 کیا جائے نہ اس کی کفالت ہو نہ پر ہم یہ بحث سے صاحب نہر کی اور صاحب بحر الرائق نے بیان کیا ہے کہ مرضی مذکور کی ضمانت بہر طرح ضمانت نہیں ہے اس واسطے  
 کہ وہ صحیح نہیں ہر دون مال مرضی کے تو اگر مطلقاً کفالت ہوتی تو مطلقاً صحیح ہوتی اور وصیت نہیں ہے ہر طرح اس واسطے کہ اگر وصیت ہوتی مطلقاً تو شخص  
 صحیح سالم کا امر صحیح ہوتا حالانکہ ایسا نہیں و قیدنا بامرہ لان تبرع الوارث بفضانہ فی فیہتم لایصح و روی الحسن العسمری اور قید لکافی ہم نے ضمانت مرضی میں اس کے  
 امر کی اس واسطے کہ تبرع وارث کا اس کی ضمانت میں اصحاب دیوں کی غیبت میں صحیح نہیں اور یہی قول معتد ہے کذا فی الطحاوی او حسن نے صحت کی روایت کی  
 ہے ہر دون امر کے بھی ولو ضمن بعد موت صحیح سراج و لعلہ قول اللثانی لامر نہر اور اگر وارث ضامن ہو وصیت کا اس کی موت کے بعد تو صحیح ہے کذا فی السراج او تالیف  
 کریم ابو یوسف کا قول ہے چنانچہ مذکور ہو چکا کذا فی النہرم مذکور ہو چکا کہ ابو یوسف کے نزدیک قبول کرنا شرط نہیں و فی البرازیزہ اختلافی الاخبار و الانشاء خالقول  
 لہم و بنادیزہ میں ہے کہ دونوں نے اختلاف کیا کفالت کے اخبار اور انشاء میں ہے تو خبر کا قول معتد ہے یعنی مدعی اخبار کا اور وہ طالب سے اس واسطے  
 کہ اصل صحت سے اور صحت معتد نہیں یہاں کام کو اخبار قرار دیا کذا فی الطحاوی و لا یصح بدین ساطع و لو من وارث عن صیت مفلس الا اذا کان کفیل او  
 دین سراج او خبر لہ مال صحیح بقدرہ این تک او صحیح نہیں ضمانت اس دین کی جو ساقط ہے صیت مفلس سے اگر یہ ضمانت صیت کے وارث کی ہو مگر اس وقت  
 دین ساقط نہیں جب کہ دین صیت کا کوئی کفیل ہو گیا ہو اس کی زندگی میں دین جو کذا فی المراج یا اس کمال ظاہر ہو گیا ہو تو ضمانت صحیح ہوگی بقصد مال مذکور

کے کذا ذکرہ ابن ملک ہم سقوط دین میت مغنس دنیا کے احکام میں ہے بسبب ضرورت کے تو بقدر ضرورت اس کی تقدیر ہوگی تو جو کفالت اس کی حیثیت میں ہوئی یا اس نے کچھ دین رکھ دیا تو اب دین اس کا سا قطنہ ہوگا بسبب عدم ضرورت کے قنینہ میں سے کہ ایک شخص نے کفالت کی میت مغنس کی پر میت کا مال ظاہر ہو تو اس قدر مال کی ضمانت صحیح ہوگی اولحقہ دین بعد موتہ فتوح الکفالة بہ بان حفر بئر علی الطريق فکلف بہ شیء بعد موتہ لزمہ ضمان المال فی مالہ و ضمان النفس علی عاقلة لثبوت الدین مستند الی وقت السبب وهو الحفر الثابت حال یتام الذمۃ بحکم میت کو دین لاحق ہو اس کی موت کے بعد تو اس کی کفالت صحیح ہے اس طرح پر کہ میت نے کنواں کھودا متقارہ میں یعنی غیر ملک میں پھر اس سے کوئی چیز تلف ہوگئی بعد اس کی موت کے تو لازم آوے گا ضمان مال کا اس کے مال میں اور ضمان نفس اس کے اہل محلہ اور برادری پر بسبب ثبوت ہونے دین کے سبب کے وقت سے مستند ہو کر اور سبب کنواں کھودنا ہے جو ثابت ہے قیام ذمہ کی حالت میں کذا فی الجبر و ہذا عندہ و صحیحاً مطلقاً وہ قالہ التلثۃ اور یہ یعنی عدم صحت ضمانت دین میت مغنس امام کے نزدیک ہے اور صاحبین نے ضمانت کو صحیح کہا ہے مطلقاً خواہ اس کا مال ظاہر ہو یا نہ ہو اور یہی قول ہے ائمہ ثلاثہ کا ولو تبرع بہ احد صحیح اجراء اور اگر کسی شخص نے بطریق تبرع ضمانت کی تو صحیح ہے بالاجماع اس واسطے کہ تبرع کا اعتماد قیام دین پر نہیں کذا فی الطحاوی ولا تصح کفالة الوکیل یا الثمن للموکل فیما وکل مبیعہ لان حق القبض لرب الاصالۃ فیصیر ضمانتاً لنفسہ اور صحیح نہیں ضمانتی وکیل کی ثمن میں واسطے موکل کے اس چیز میں جس کے بیچنے کے واسطے اس کو وکیل کیا اس واسطے کہ قبض ثمن کا حق وکیل کے واسطے ہے بالا صالۃ تو وکیل اپنی ذات کے واسطے ضامن ٹھہرے گا اور حالانکہ یہ صحیح نہیں ہم وکیل کی قید اس واسطے لگائی کہ ضمانت رسول صحیح ہے اور بالبیع کی قید اس واسطے لگائی تاکہ صورت نکل جاوے جبکہ موکل دوسرے شخص کو وکیل کرے قبض ثمن کا وکیل سے تو اب ضمانت وکیل کی صحیح ہے اور ثمن کی قید اس واسطے لگائی کہ نکاح کے وکیل کو ہر کا ضامن ہونا صحیح ہے کذا فی النہر و مفادہ ان الوسی والناظر لایصح ضمانہا الثمن من المشتري فیما باعہ لان القبض لہما ولذا لو ابروا عن الثمن صح وضمانا اور تعلیل مذکور کا مفاد یہ ہے کہ وہی اور ناظر کا ضامن ہونا مشتری کی طرف سے اس چیز میں جس کو دونوں نے سچا ہے صحیح نہیں اس واسطے کہ قبض ثمن کا حق انہیں دونوں کے واسطے ہے ولہذا اگر دونوں مشتری کو بری الذمہ کر دیں ثمن سے تو صحیح ہے اور دونوں پر ضمان لازم ہوگا یہ استنباط ہے صاحب نہر اور بحر کا فقہاء کے کلام سے ولا تصح کفالة المضارب لرب المال یہ ای بالثمن لما مروان الثمن امانۃ عندہما فالضمان تغییر حکم الشرع اور صحیح نہیں مضارب کو ضمانت ثمن کی صاحب مال کے واسطے اس دلیل سے جو وکیل کی ضمانت میں مذکور ہو چکی اور اس واسطے وکیل اور مضارب کی ضمانت صحیح نہیں کہ ثمن امانت ہے وکیل اور مضارب کے پاس تو ضامن ہونا ان کا حکم شرع کا بدل ڈالنا ہے کیونکہ ایمن برضمان نہیں ہم طحاوی نے کہا کہ ایمن ہونا دونوں کا بدون قبض ظاہر نہیں اور عدم صحت کفالت کا حکم عام ہے قبض اور عدم قبض سے ولا تصح للشریک بدین مشترک مطلقاً ولو بائرا لانه لو صح الضمان مع الشریک لیس ضمانتاً لنفسہ ولو صح فی حصۃ صاحبہ لوی الی قسمۃ الدین قبل قبضہ و ذالاجوز اور صحیح نہیں ایک شریک کو دوسرے شریک کے واسطے ضامن ہونا دین مشترک میں کسی طرح کا اشتراک ہو اگرچہ بطریق ارث کے اشتراک ہو اس واسطے کہ اگر ضمانت شرکت کے ساتھ صحیح ہو تو شریک اپنی ذات کا ضامن ہو یعنی اس واسطے کہ جو قلیل یا کثیر مشتری یا ضامن ثمن او کرے گا تو شریک کا اس میں حصہ ضرور ہوگا اور اگر اپنے شریک کے حصے میں ضمانت صحیح ہے تو قسمت دین قبل اس کے مقبوض ہونے کے لازم آتی ہے اور یہ یعنی ضمانت لنفسہ اور قسمت دین قبل قبض جائز نہیں نعم لو تبرع جازگاً لوکان منفقتین ہاں اگر شریک بطریق تبرع ضامن ہوگا تو جائز ہے چنانچہ اس صورت میں ضمانت شریک جائز ہے جب ہر ایک شریک کا عقد بیع جدا جدا ہو مبدائی عقد امام کے نزدیک اس طرح ہے کہ لفظ بعث مکرر ہو اور صاحبین کے نزدیک اس طرح کہ ثمن جدا جدا مذکور ہو تو اب ایک شریک کو دوسرے شریک کے حصے کا ضامن ہونا صحیح ہے کیونکہ ہر ایک کا حصہ جدا جدا ہو گیا تو شرکت باقی نہ رہی ولا تصح کفالة بالعہدۃ لاشتباه المراد بہا اور عہدہ ضمانت صحیح نہیں کیونکہ عہدہ کی مراد میں اشتباہ ہے ہم ضمانت اس طرح پر کہ غلام کو خرید کرے اور ایک شخص مشتری سے عہدہ کا ضامن ہو اور مشتری اور ضامن

اس پر سکوت کریں یا ان نہ کریں کہ جبکہ کسی چیز مراد ہے تو ضمانت صحیح نہیں اس واسطے کہ جبکہ کا لفظ اس ذمہ میں مستعمل ہے جو ملک ہائے کاشا ہذا اور ہذا کا ملوک ہے تو اگر اس کی تسلیم کاہ شری کے واسطے ضامن ہو تو اس کا ضامن ہوا جس پر قاعدہ نہیں اور مشترک ہے ہتھ میں اور اس کے حقوق اور درک اور نیا شرط میں اور چونکہ عمل اس پر قبل بیان متعدد ہے بسبب جہالت کے لہذا اس کی ضمانت صحیح نہیں ہے باطل ہے کذا فی الطحاوی ولا یابا لخص ای تخلیص میں مستحق ہونہ عدا اور ضمانت خلاص کی یعنی اس مبیع کے خلاص کرنے کی ضمانت صحیح نہیں جو مستحق غیر ہو بسبب حاجت ہونے ضامن کے اس سے نعم لو ضمن تخلیص ولو بشرط ان قدما لایفیر والٹمن کان کالدک صینی ہاں اگر تخلیص مبیع کا ضامن ہو اگر وہ تخلیص اس کے خرید کرنے کے سبب سے ہو اگر قدرت ہو خرید پر اور نہیں تو مضمون مشتری کو پھر دے تو یہ ضمانت مثل ضمان درک کے صحیح ہوگی کذا فی العینی قاعدۃ یہ غاۃ ہے جس کو شارح نے زیادہ کیا مٹی ادوی کفلا۔

فاسدہ میں کیسے جامع الفصولی ثم قال ونظیرہ کو نقل بدل الکتابۃ لم یصح فی رجب باوای اذا حسب انہ یجوز علی ذلک لفضائہ السابق واقرو المصنف فلیعطف جب کہ ضامن نے بسبب کفالت فاسدہ کے دین او ایک تو مطلوب سے بھرے کفالت صحیح کے مانند کذا فی جامع الفصولین پھر صاحب فصولین نے کہا اور نظیر اس کی یہ ہے کہ اگر ضمانت کی بدل کتابت کی تو صحیح نہیں پس مکاتب سے بھرے اس دین جو اس نے دیا بشرطیکہ ضامن کو یہ گمان ہو جو کہ میں مجبور ہوں اس کے دین پر بواسطے اپنی ضمانت سابقہ کے اور ثابت رکھا ہے مصنف نے اپنی شرح میں تو اس کو تو یاد رکھنا چاہیے ہم تو معلوم ہوا کہ اگر ادا کرے گا بلاطن لزوم دین یا بلا سبقت ضمانت ضمانت دے گا تو رجوع جائز نہیں ولو کفیل یا امرہ ای بامر المطلوب بشرط قولہ عنی او علی انہ علی وجوب فی وجوبی و عبد مجبورین ابن ملک اور کفالت کرے مطلوب کے امر سے بشرطیکہ مطلوب نے یوں کہا جو کہ میری طرف سے تو ضامن ہو یا اس شرط پر کہ وہ مجھ پر لازم الا دایے اور حالانکہ مطلوب صغیر مجبور اور غلام مجبور نہیں ہے کذا صریح ابن ملک ہم تو معلوم ہوا کہ صغیر یا ذون اور عبد یا ذون کا امر صحیح ہے لائق رجوع وجع علیہ بما ادی ان اوای باضن والا فیما ضمن وان اوای ارد الملک الدین بالاداء نکان کا الطالب وکما لو ملک بہتہ اوارث عینی اگر مطلوب کے امر سے ضامن ہو جو تو مطلوب سے بھرے جو اس نے او ایک اگر اس نے ضمانت کے موافق ادا کیا اور اگر اس نے ضمانت کے مخالف ادا کیا اس طرح پر کہ مکفول بہ جید تھا سو اس نے روی دیا یا بالعکس تو ضمانت کے موافق بھرے اگر چہ اس نے بدتر ادا کیا ہو بسبب مالک ہونے ضامن کے دین کو بسبب ادا کرنے کے تو اب ضامن ہو گیا طالب کے مانند اور چنانچہ اگر ضامن دین کا مالک ہو جائے بسبب ہبہ یا ارث کے کذا فی العینی ہم ضامن کے مالک ہونے کی یہ متی ہے کہ طالب مر جائے اور ضامن اس کا وارث ہو یا طالب نے اس کو اپنی جیات میں دین مذکور ہبہ کیا ہو اور یہ ہبہ کفیل کے واسطے جائز ہے اگر چہ غیر یوں کے واسطے ہبہ دین جائز نہیں کیونکہ یہاں دین منقول ہو ا کفیل کی طرف بمقتضائے ہبہ نسبت ضرورت کے کذا فی الطحاوی وان بغیرہ لا یرجع لقرہ الا اذا اجاز فی المجلس فی رجب قادیۃ اور اگر بغیر امر مطلوب کے ضمانت کی ہو تو جو مال ضامن نے دیا ہو اس کو مطلوب سے نہ بھرے بسبب اس کے تبرع کے مگر جب کہ مطلوب نے مجلس ضمانت میں ضمانت کو جائز رکھا تو مطلوب سے مال مذکور بھرے کذا فی العناویہ وحیلۃ الرجوع بلا امر ان یربہ الطالب الدین ویوکلہ بقبضہ ولو الیجۃ اور حیلہ بھر لینے ضمانت بلا امر کا یہ ہے کہ طالب ضامن کو دین ہبہ کر دے اور اس کو قبض دین کا وکیل کرے اپنی جانب سے کذا فی الوالوجیۃ ہم ولو الیجۃ میں یہ حیلہ یعنی کفالت نفس مذکور سے شارح نے اشارہ کیا کہ یہ حیلہ کفالت مال میں بھی ابتدا جاری ہے بعضوں نے کہا یہ حیلہ اس وقت جاری ہے جب کہ ضامن نے بقدر دین دیا اور نہ ذکر نہ کیا کہ یا میل یا دین ہے اور اگر اس کو یا میل کا دین کہ کر دے گا تو یا میل دین سے بری ہو جائے گا پھر یہ حیلہ صحیح نہ ہوگا کذا فی الطحاوی ولا یطالب کفیل امیلا بال قبل ان یؤدی الکفیل عن لان تکہ بالاداء نعم کفیل اخذ من کل امیل قبل اداءہ وخانیۃ اور مطالبہ ذکر سے ضامن امیل سے قبل اس کے کہ او اس سے ضامن امیل کی جانب سے اس واسطے کہ ضامن اس کا مالک ہوتا ہے اور کرنے سے ان ضامن کو کوئی چیز گروہ میں لینا امیل سے قبل ادا مال جائز ہے کذا فی التانیۃ قالن لزوم الکفیل لازمہ ای لازم ہوا میل

اینا حتی نخلصہ پھر اگر کپڑا جائے ضامن تو وہ بھی پکڑے اصیل کو تا اس کو وہ چھوڑا جائے واذا جلسہ لہ جلسہ ہذا اذا کفل بامرہ ولم یکن علی الکفیل  
 لمطلوب دین مثلاً والا فلا ملازمہ ولا حبس سراج اور جب کہ طالب ضامن کو قید کرے تو ضامن کو مطلوب کا قید کرنا جائز ہے یہ اس صورت میں ہے جب  
 کہ اس نے بامر مطلوب ضمانت کی ہو اور ضامن پر مطلوب کا دین ضمانت کے مال کے مانند نہ ہو اور اگر بلا امر ضمانت ہو یا مطلوب کا اس پر دین ہو تو نہ ملاز  
 ہے نہ حبس کذا فی السراج و فی الاشباہ اداء الکفیل یوجب براءتہما للطالب اور اشباہ میں ہے کہ ضامن کا ادا کرنا طالب کو ضامن اور اصیل کی براءت کا  
 موجب ہے ہم للطالب متعلق ہے ادا سے باوجود فصل کے کذا فی الحموی الا اذا حال الکفیل علی مدیونہ و شرط براءتہ نفسہ فقط مگر جب کہ ضامن طالب کا حوالہ  
 کرے اپنے مدیون پر اور فقط اپنے نفس کی براءت شرط کرے تو اصیل بری الذمہ نہ ہو گا ہم مدیون قید نہیں بلکہ مطلق حوالہ بشرط قبول طالب اور حال  
 علیہ یہی حکم رکھتا ہے و برمی الکفیل باء الا اصیل اجماعاً الا اذا بر من علی اداء قبل الکفالت فیہ فقط کا لو حلف بھر اور بری الذمہ ہو گا ضامن اصیل کے  
 ادا کرنے سے بالاتفاق مگر جب کہ اصیل گواہ لاوے اپنے ادا کرنے پر قبل ضمانت کے تو فقط اصیل بری ہو گا چنانچہ اصیل اگر قسم کھائے گا کہ میں نے  
 قبل کفالت کے ادا کیا تو فقط ہی بری الذمہ ہو گا کذا فی البحر مسلمہ قسم کا منح التفارین قینہ سے منقول ہے تو یہ جو شارح نے بحر الرائق کی طرف نسبت کیا ہے  
 سو بے محل ہے ظاہر ایہ مسئلہ مشکل ہے کیونکہ مطلوب مدعی سے تو اس پر کیونکر قسم آئے تو تصویر اس کی یہ ہے کہ مدعی نے مال کا دعویٰ کیا سو کوئی آدمی  
 اس کا کفیل ہو اور مدعا علیہ مال کا منکر ہے اور مدعی کے پاس گواہ نہیں بھر مدعی علیہ نے قسم کھائی تو وہی بری الذمہ ہو گا نہ کفیل کذا فی الطحاوی ولو ابراً  
 الطالب الا اصیل واخر عنہ ای اجد برمی الکفیل تبعاً للاصیل الا کفیل النفس کا مر اور اگر بری الذمہ کر دے طالب اصیل کو یا اس سے تاخیر کرے یعنی  
 ادا دین کی کچھ مدت مقرر کر دے تو ضامن بری الذمہ ہو گا اصیل کا تابع ہو کر مگر کفیل نفس بری نہ ہو گا چنانچہ مذکور ہو چکا حاضر ضامن کی بحث میں و ما تخر الدین  
 عنہ تبعاً للاصیل الا اذا صار الحکامات عن قتل العمد بال ثم کفله انسان ثم عجز المکاتب تاخرت مطالبۃ المصارح الی عتق الا اصیل ولا مطالبۃ الکفیل الا ان اشباہ  
 اور متاخر ہو گا مطالبہ دین کا ضامن سے اصیل کا تابع ہو کر مگر جب کہ صلح کی مکاتب نے قتل عمد سے بعض مال کے پھر مکاتب کا کوئی آدمی ضامن ہو پھر عاثر  
 ہو مکاتب بدل صلح کے ادا کرنے سے تو مطالبہ صلح کرنے والے کا یعنی وارث مقتول کا متاخر ہو جائے گا تا عتق اصیل یعنی مکاتب کے آزاد ہونے تک  
 اور وارث مقتول کو ضامن سے مطالبہ کرنا بالفعل جائز ہے کذا فی الاشباہ ہم غایہ میں مذکور ہے علت تاخیر مطالبہ تنگ دستی اور افلاس اصیل بحر الرائق  
 میں کہا تو معلوم ہوا کہ جب اصیل مفلس تنگ دست ہو تو طالب اس سے مطالبہ نہیں کر سکتا اور ضامن سے کر سکتا ہے اگر وہ مقدور والا ہو کذا فی الطحا  
 ولا ینعکس لعدم تبعیۃ الا اصیل للفرع اور حکم مذکور منعکس نہیں یعنی براءت کفیل براءت اصیل کی موجب نہیں اور تاخیر عن الکفیل تاخیر عن الا اصیل کی موجب  
 ہے بسبب تابع ہونے اصل کے واسطے فرع کے نعم تو کفیل بالمال مؤجل تا اجل عنہما لان تا جیلہ علی الکفیل تا جیل علیہما لان اگر فی الحال مال کی ضامن  
 ضمانت کرے مدت مقرر کر کے تو اصیل اور کفیل دونوں سے مطالبہ متاخر ہو جائے گا اس واسطے کہ طالب کا مہلت دینا ضامن پر اصیل اور ضامن  
 دونوں پر مہلت دینا ہے۔ و فیہ لیشترط قبول الا اصیل الابرار والتاجیل لا الکفیل اور کتاب مذکور میں ہے کہ قبول کرنا اصیل کا ابراء اور تاجیل کو شرط ہے  
 نہ قبول کرنا کفیل کا ہم ظاہر ضمیر فیہ بحر الرائق کی طرف راجع ہے جو قبل اس کے مذکور ہے اور حالاً نکر یہ عبارت اس میں نہیں بلکہ تہا یہ سے یوں مذکور  
 ہے کہ ابراء اصیل اور تاجیل اس کے رو کرنے سے پھر جاتی ہے اور ابراء کفیل رو کرنے سے پھر تہا ہے اور تاجیل اس کی نہیں پھر تی انتہی خلاصہ اس  
 کا یہ ہے کہ ابراء قبول پر موقوف نہیں لیکن کرنے سے پھر تہا ہے کذا فی الطحاوی الا اذا وہبنا و تصدق علیہ و در قبول کفیل شرط نہیں مگر جب کہ طالب  
 نے اس کو ہبہ کر دیا اس پر تصدق کیا تو قبول شرط ہے کذا فی الدرہم ہبہ در صورت غنی ہونے کفیل کے سے اور صدقہ بحالت فقیر ہونے کے قبول اس  
 شرطی الحال کے لفظ میں تسامح ہے فرض اس دین سے ہے جس کی میعاد ہو گئی ۱۲۔

واسطے شرط ہو اگر ہوا صدقہ دین میں تسلیط علی المدیوں شرط ہے قلت وئی فتاویٰ ابن تیمیہ جلد اول الکفیل یا جمل علیہا و عہدہ للمادی القدسی فی مخطوط میں کہتا ہوں اور ابن تیمیہ کے فتاویٰ میں ہے کہ کفیل پر جہالت دینے سے کفیل اور اصیل دونوں پر جہالت ہو جاتی ہے اور اس قول کو ابن تیمیہ نے ماوی قدسی کی طرف منسوخ کیا ہے تو یاد رکھنا چاہیے م طحاوی نے کہا یہ قول مستثنی صورت پر محمول ہے یعنی لو تکفل بالمال یا رخ تو اب متن سے کچھ منافات نہ رہی وئی القین طالب الدیان الکفیل فقال لا امر بقرہ یعنی لا اصیل فقال لا تعلق لی علیہ انما تعلق علیک بل برأجاب لعمریہ لاد و ہوا لختار اور قنیہ میں ہے کہ صاحب دین نے ضامن سے مطالبہ کیا سو اس نے کہا صبر کر تاکہ اصیل آجائے سو صاحب دین نے کہا کہ اس پر میرا کچھ تعلق نہیں میرا تو تعلق تجھی پر ہے کیا اس قول سے اصیل بری الذمہ ہو جائے گا جواب دیا کہ ہاں بری الذمہ ہوگا اور بعضوں نے کہا کہ بری الذمہ نہ ہوگا اور یہی قول مختار ہے م وجہ مختار ہونے قول مذکور کی منع الفغار میں قنیہ سے یوں منقول ہے کہ ایسے قول سے نفی تعلق کا ارادہ نہیں رکھتے بلکہ نفی تعلق صبی کا ارادہ کرتے ہیں انہی اور ظاہر امر اس سے نفی ضامن سے نہ برأت اصیل واذ حل الدین المحول علی الکفیل لم یوتہ الاصل علی الاصل فلوا داه وارتہ لم یرجع لو الکفالة بامرہ الا الی اجلہ خلافا لزمخدر اور جب کہ دین محول سال ہو جا ضامن پر اس کی موت سے تو حال نہیں ہوتا اصیل پر تو اگر ضامن وارث اس کو ادا کرے تو اصیل سے بھرنے لے اگر کفالت اس کے امر سے ہو مگر اس کی مدت تک اصیل سے دے نہیں سکتا بخلاف زفر کے کمال العمل المحول علی الکفیل اتفاقا اذا حل علی الاصل بہ ای موتہ و لہذا تہتم الطالب در چنانچہ حال نہیں ہوتا دین محول ضامن پر بالاتفاق جب کہ دین حال ہو اصیل پر اس کی موت سے اور اگر ضامن و اصیل دونوں مر گئے تو طالب مختار ہے کذالی اللہ یعنی اس کو اختیار ہے چاہے ضامن کے متروکہ سے لے جاوے اصیل کے صارح احد ہمارب المال عن الف الدین علی نصفہ مثلا یوما الا ان المسئدہ مریدہ۔ اصیل یا کفیل نے صلح کر لی صاحب سال سے ہزار دو مہوین کی صلح کی اس کے نصف پر مثلاً یعنی بعض دین پر صلح کی تو دونوں بری الذمہ ہو گئے مگر مسئلہ صلح کا پورا صورتوں کو منحل ہے م ایک صورت یہ ہے کہ دونوں کی برات صلح میں شرط کی ۴ فقط اصیل کی برات شرط کی ۳ سکوت واقع ہو برات سے مہ فقط کفیل کی برات شرط کی طحاوی نے کہا بلکہ ثنہ ہے یعنی آٹھ صورتوں کو منحل ہے چار صورتیں باعتبار صلح اصیل کے اور چار باعتبار صلح کفیل کے فاذا شرط برہما اور براءۃ الاصل او سکت برہما تو جب کہ دونوں کی برات شرط کی صلح میں یا برات اصیل یا برات سے سکوت کیا تو دونوں بری الذمہ ہو گئے واذا شرط ببراءۃ الکفیل وصدہ کانت فتم الکفالة لا اسقاطا اصل الدین اور جب کہ صلح میں فقط کفیل کی برات شرط کی تو یہ صلح سے ضمانت کا نہ اسقاط اصل دین م فرغ کفالت اس قدر دین میں سے جس میں صلح واقع ہوئی مثلاً نصف میں نہ کل دین میں فیعبراً ہو وصدہ من خمس مائۃ دون الاصل فتبقی علیہ الف فیخرج علیہ الطائۃ بخمس مائۃ وکفیل خمس مائۃ لو بامرہ تو فقط کفیل کی برات میں فقط کفیل ہی بری الذمہ ہوگا پانچ سو سے نہ اصیل تو اصیل ہزار ہا ہی رہینگے تو طالب اصیل سے پانچ سو بھر لے اور کفیل سے پانچ سو بھر لے اگر ضمانت اصیل کے امر سے ہوئی ہو تو صارح علی جنس آخر رجح بالالف کما اور کفیل نے صلح کر لی طائۃ سے کسی دوسری جنس پر مثلاً بعض درم کے کپڑا دیا تو کفیل اصیل سے ہزار درم بھر لے چنانچہ مذکور ہو چکا م ہزاروں اس واسطے لے گا کہ وہ جہاد سے دین کا مالک ہو گیا۔ صارح الکفیل الطالب علی تہی لیسیرہ من الکفالة لم یطرح الصلح ولا یجب المال علی الکفیل خانیہ و ہوا طلاق ویم الکفالة بالمال والنفس بخرج کی ضامن نے طالب سے کسی چیز پر طالب اس کو ضمانت سے بری الذمہ کر دے تو صلح صحیح نہیں اور کفیل پر مال صلح کا واجب نہیں کذالی الخانیہ اور وہ یعنی عدم صحت صلح بسبب اپنے اطلاق کے مال ضامن اور حاضر ضامن دونوں کو شامل ہے کذالی البوم کفالت نفس میں عدم صحت صلح بالاتفاق ہے تو اگر ضامن طالب درم درم شلاد سے تا اس کو حاضر ضامن سے بری الذمہ کر دے تو اس کو عرض لینا بالاتفاق روایات مسلم نہیں اور اس کی برات میں کفالت سے دو روایتیں ہیں کذالی البوم قال الطالب للكفیل برمت الی من المال الذی کفالت بہ رجح الکفیل بالمال علی المطلوب اذا کانت الکفالة بامرہ لا قرانہ بالتبض کما طالب نے ضامن سے کہ برت الی یعنی تو بری الذمہ ہو مگر اس مال سے جس کا تو

ضامن ہوا تھا تو ضامن مطلوب سے مال بھر لے جب کہ ضمانت مطلوب کے امر سے ہوئی ہو بسبب اقرار کرنے طالب کے قبض مال کا ضامن سے اقرار قبض لکنا ہے برت الی کی ترکیب سے اس واسطے کہ فقط الی موضوع ہے انتہائے غایت کے واسطے اور مکمل صاحب دین ہستی سے اس ترکیب میں تو ضرور ہے کہ ہستی کے واسطے مبتدا بھی ہو سو یہاں ابتدا نہیں مگر کفیل مخاطب سے تو طالب کے کلام سے براءت مال سے ثابت ہوئی جس کی ابتدا کفیل سے ہے تو گو یا طالب نے یوں کہا کہ تو نے مجھ کو مال دیا تو اب طالب ضامن اور اصیل سے نہیں لے سکتا تو ضامن اب اصیل سے مال مذکورے گا والد اعلم ومفادہ براءۃ المطلوب للطالب لاقراءہ کالکفیل اور مفاد تعلیل براءت مطلوب سے طالب کی طرف سے سبب اس کے اقرار کے ضامن کے مانند یعنی طالب کا مطالبہ مطلوب سے متوجہ نہیں ہو سکتا۔ بسبب اقرار قبض کے کفیل سے کیونکہ ایک دین دو بار مقبوض نہیں ہوتا و فی قولہ للکفیل براءت بلا الی او ایرائیک لا رجوع کقولہ انت فی محل لانه ایراء لا اقرار بالقبض اور طالب کے یوں کہنے میں کفیل سے کہ براءت بدون لفظ الی یعنی تو بری ہو گیا یا میں نے تجھ کو بری کر دیا رجوع نہیں یعنی کفیل مطلوب سے مال نہیں لے سکتا چنانچہ اس قول میں رجوع نہیں۔ کہ انت فی محل یعنی تو خلاصی اور کشادگی میں ہے کیونکہ یہ بری کر دینا ہے طالب کی طرف سے نہ اقرار قبض مال کا براءت محتمل ہے براءت طالب اور ادائے کفیل کا تو رجوع ثابت نہیں ہو سکتا بسبب شک کے اور ایراء تک میں تو صاف ابتدا اسقاط سے نہ اقرار قبض کا کیونکہ متکلم نے فعل کو اپنی ذات کی طرف نسبت کیا۔ اور کفیل مالک دین نہیں ہوتا مگر ایفا سے تو اس لفظ میں بالاتفاق رجوع نہیں مگر طالب اپنے دین کو مطلوب سے لے گا کیونکہ اس نے تو فقط کفیل کو بری الذمہ کر دیا ہے نہ مطلوب کو اور انت فی محل اسقاط ہے باجماع ایماہ اربعہ کیونکہ لفظ محل براءت بالابراء میں مستعمل ہے نہ براءۃ بالقبض میں کذا فی الطحاوی خلافاً لابن یوسف فی الاول ای براءت فانه جعلہ کالاول ای الی قبل وهو قول الامام و اختارہ فی البدایہ و ہوا قرب الاحتمالین فکان اولی نہر معنی اللعنایۃ بخلاف ابو یوسف کے لفظ اول میں یعنی براءت میں اس واسطے کہ ابو یوسف نے براءت کو لفظ اول یعنی براءت الی کے مانند کہا ہے اور بعضوں نے کہا کہ وہ امام اعظم کا قول ہے اور ہدایہ میں اسی کو پسند کیا ہے اور وہ یعنی ابو یوسف کا قول اقرب الاحتمالین ہے تو وہی بہتر ہوا کذا فی النہر عن العنایۃ ہم دو احتمال یعنی براءت استیفا اور براءت اسقاط واجمعوا علیٰ انہ لکن فی الصک کان اقراراً بالقبض عملاً بالعرف اور اجماع علماء سے کہ اگر طالب لفظ براءت کو کاغذ میں لکھے گا یہ قبض مال کا اقرار ہو گا بنا بر عمل بالعرف کے ہم یہ راجع ہے مسئلہ خلافی کی طرف یعنی اگر لفظ براءت طالب لکھ دے گا تو ضامن درہم ضمانت سے بری ہو جائے گا بالاتفاق اس واسطے کہ عرف میں کتابت نہیں مگر ایفا سے مال کے بعد تو کتابت اقرار ٹھہر گئی کذا فی الطحاوی و ہذا کلام مع نجیبۃ الطالب ومع حضرتہ میرجع الیہ فی البیان لمرادہ الفاقالانہ الجمل اور یہ یعنی جو تفصیل مسائل ثلاثہ کی مقدم ہو چکی طالب کے غائب ہونے کے ساتھ ہے اور اس کے حاضر ہونے کے ساتھ اس کی طرف رجوع ہوگی اس کے مراد کے بیان میں بالاتفاق کیونکہ اس کا کلام مجمل ہے یعنی طالب سے پوچھا جائے گا کہ تو نے قبض مال کا ارادہ کیا ہے یا نہیں اور یہ لفظ بحر الرائق میں نہایت سے اور فتح القدیر میں بلفظ قبل مذکور ہے کذا فی الطحاوی ومثل الکفالات الحوالۃ اور مانند کفالات کے حوالہ ہے یعنی اگر محال نے محال علیہ سے کہا کہ براءت الی تو محال علیہ مجمل سے مال بھر لے گا اور اگر ایرائیک کے گا تو رجوع نہیں اور اگر براءت کے گا فقط اس میں اختلاف ہے و لعل تعلیق البراءۃ من الکفالات بالشروط الی غیر الملائم علی ما اختارہ فی الفتح والمعراج و اقراء المصنف ہنا و فی المتفرقات لکن فی النہر ظاہر للزیلعی وغیرہ ترجیح الاطلاق اور باطل ہے تعلیق براءت کی کفالات سے شرط غیر موافق پر بموجب اختیار فتح القدیر اور معراج کے اور اسی قید کو مصنف نے یہاں ثابت رکھا ہے۔ اور متفرقات میں لیکن نہر الفائق میں ہے کہ ظاہر کلام زیلعی وغیرہ سے ترجیح الاطلاق نکلتی ہے یعنی بہر صورت تعلیق باطل ہے خواہ شرط موافق ہو یا غیر موافق شرط غیر ملائم وہ شرط محض ہے جس میں طالب کو فائدہ نہیں چنانچہ دخول دار اور میخی غدا اور شرط ملائم چنانچہ استیفا بعض مال یا تبجیل بعض قید بکفالات المال لان فی کفالات النفس تفصیلاً مذکوراً فی الحانیۃ مصنف نے بطلان تعلیق براءت میں کفالات مال کی قید لگائی اس واسطے



کہ کفالت نفس میں وہ تفصیل ہے جو غایہ میں مذکور ہے م مصنف نے قید کفالت مال میں مذکور نہیں کی تو یہ مطلب ہے کہ اثناء مسائل کفالت میں اس کا ذکر کرنا بجائے تفسیر ہے والسا علم غایہ میں تفصیل مذکور یوں ہے کہ جب حاضر ضامن کی برات معلق بشرط ہو تو اس کی چند وجوہ میں ایک وجہ یہ ہے کہ برات جائز اور شرط باطل چنانچہ طالب نے کفیل نفس کو بری کیا دس درہم وجبہ کی شرط پر اور دوسری وجہ یہ کہ برات اور شرط دونوں جائز ہیں چنانچہ ایک شخص مال ضامن اور حاضر ضامن ہے سو طالب نے کفیل سے کہا کہ اگر تو مال دے تو حاضر ضامن سے بری ہو جائے اور میری وجہ یہ ہے کہ برات اور شرط دونوں جائز نہیں چنانچہ فقط حاضر ضامن سے طالب نے یہ شرط کی کہ طالب کو وہ مال دے اور مطلوب اس کو بھرنے تو یہ باطل ہے کذا فی الطحاوی عن المنع خصا لا یستروا اصل ما ادى الی الکفیل بامو لیدفع الی الطالب وان لم یعطه طالبہ نہ پھیرے اصل اس مال کو جو دیا اس کفیل کو جو ضامن ہو اصل کے امر سے اس واسطے کفیل کو دیا تا کفیل وہ مال طالب کو دے اگر پھر کفیل مال مذکور اس کے طالب نہ دے م باوجود کہ کفیل طالب کو نہ دے تو بھی اصل اس کو نہیں پھیر سکتا اس واسطے کہ ضمانت بامر اصل سے دو دین ثابت ہو ستم میں ایک دین طالب کا کفیل پر اور دوسرا دین کفیل کا اصل پر لیکن دین طالب کا مال اور دین کفیل کا مال تا وقت ادائے ہے تو جب بعد بعد سبب ادائے دین میں اصل مہلت کرے گا تو ادا صحیح ہوگا اور کفیل اس کا مالک ہو جائے گا لہذا اصل اس کو پھیر نہیں لے سکتا کذا فی شرح الوقاہ و لا یصل ہیمن الاداء لو کفیل بامرہ والامل لانه یمنذ ینکب الامر واد بقرہ واقترہ لمصنف لکنہ قدم قبلہ بالما لفظ فلیمر بامرہ کچھ عمل نہ کرے گا روکنا اصل کا ادائے دین سے اور اگر وہ ضامن ہوا اصل کے امر سے اور الرضات بامر اصل نہیں تو اس کا روکنا عمل کرے گا اس واسطے کہ اصل اس وقت میں استرواد کا مالک ہے کذا فی البحر اور ثابت رکھا ہے اس کو مصنف نے اپنی شرح میں لیکن شرح مذکور میں قبل اس کے اس مضمون کو مقدم کر چکا ہے جو اس کے مخالف ہے تو اس کی توجیہ کرنا چاہیے م طحاوی نے کہا کہ جب صاحب نہر اور حموی نے بحر الرائق کے قول کو ثابت رکھا تو ابجائے مخالف قول کا کچھ اعتبار نہیں یعنی اب توجیہ کی کچھ حاجت نہ رہی وان ربح الکفیل طالب لہ لانه نما ملکہ حیث قبضہ علی وجہ الاقتضای فلولی وجہ الرسالۃ فلا تصح لمانۃ خلافتی اور اگر مال مذکور میں کفیل کچھ نفع حاصل کرے گا تو اس کو حلال طیب ہے کیونکہ نفع مذکور اس کے مملوک مال کی زیادتی اور بڑھوتی ہے بشرطیکہ کفیل نے مال کو بردہ اقتضا قبضہ کیا ہو تو اگر بردہ رسالت قبضہ کیا ہوگا تو نفع اس کو حلال نہیں کیونکہ وہ مال خالص لانت سے برخلاف ابو یوسف کے م قبض بطریق اقتضا کی یہ صورت ہے کہ اصل کفیل سے کہے کہ یہ مال لے اور طالب کو دے اور اگر اصل نے بیان اقتضای رسالت سے سکوت کیا تو بطریق اقتضای واقع ہوگا یہ جب قبض بطریق اقتضا ہوگا تو منفعت کفیل کو حلال ہے خواہ کفیل طالب کا دین ادا کرے خواہ اصل کذا فی الطحاوی وندب روع علی للاصل اذا قضی الیہ بنفسہ ودر فیما یتعین بالتعمین کمنظہ لایمالا یتعین کفقود غلایندب اور مستحب ہے منفعت کا پھیر دینا اصل کو جب کہ اصل بذات خود دین ادا کرے کذا فی الد اس دین میں پھیر دینا مستحب ہے جو متعین ہو جانا ہوتے ہیں کرنے سے چنانچہ کہوں نہ اس دین میں جو نہیں ہے متعین نہ ہوتا ہو چنانچہ فقود تو وہاں روکنا مستحب نہیں م جامع صغیر میں استجاب روکے واسطے ادائے اصل کی قید مذکور نہیں لیکن درر کی عبارت موم ہے خلافت مقصود کے کذا فی الطحاوی وجہ استجاب کی یہ ہے کہ اس میں خبت آگیا ہے بسبب متعلق ہونے حق مطلوب کے لیکن حاکم اس کے پھر وادینے پر جبر نہیں کر سکتا کذا فی النہر ولورہل یطیب للاصل الا شہ نعم طوفینا فتاہ اور اگر نقد مال کی منفعت کفیل اصل کو پھیر دے تو کیا اصل کو وہ حلال طیب ہے یا نہیں قول اشہہ بان حق یہ ہے کہ ان حلال طیب سے اگرچہ اصل فنی ہو کذا فی الفناۃ امر الاصل کفیلہ و بیع العینۃ ای بیع العین بالربح لیسیر علیہما المستقرض باقل بعض دینہ انترہ اکلہ الربو او مکر وہ مذموم شرعاً لانیہ من الاعراض عن مبرۃ الاقراض امر کیا اصل نے اپنے ضامن کو بیع العینہ کا یعنی چنانچہ کا اوصاف قائم لے کر تفریح لینے والا اس کو ٹن اول سے کم تر بیچ لے تا وہ اپنا دین ادا کرے بیع العینہ کو سود خواروں نے

ایجاد کیا ہے اور بیع شرعی میں مکروہ اور مذموم ہے کیونکہ اس میں قرض دینے کے احسان میں روگردانی ہے م عینہ یکسریین جملہ عبارت سے سلف سے اس کو بیع العینہ اس واسطے کہا کہ اس میں میلان ہے دین سے بیع العین کی طرف مسکین نے کہا کہ عینہ مشتق ہے عین سے بیع العین بالریح کی صورت یہ ہے کہ دس روپیہ کی قیمت کا کپڑا پندرہ روپے کو ادھار بیچے منفعوت حاصل کرنے کے واسطے پھر وہ مشتری وہ کپڑا دس روپے کو بیچے اور پانچ روپے کا نقصان اٹھا دے اور بعضوں نے کہا صورت اس کی یہ ہے کہ عین خرید کرے زیادہ تر اس کی قیمت سے تا اس ضمن سے کم تر کو بیچے غیر بائع کے ہاتھ پھر بائع اول شخص غیر سے بعض اتنے ضمن کے لئے جتنے کو غیر نے خرید کیا اور بائع اول شخص غیر کو کم تر ضمن دے اور غیر شخص مشتری مدیوں کو دے مثلاً زید نے دس روپیہ کی قیمت کا کپڑا خالد کے ہاتھ بیس روپے کو ادھار بیچا پھر خالد نے محمود کے ہاتھ دس روپے کو بیچا پھر محمود سے زید نے دس روپے کو خرید کیا اور دس روپے اس کو دے محمود نے وہی دس روپے خالد کو دیے توسط شخص غیر اس واسطے فرض ہوتا خرید کرنا بائع کا کم تر ضمن اول سے قبل از نقد ضمن لازم نہ آوے اس طرح بیع العینہ کی چند صورتیں اور بھی ہیں محمد نے کہا کہ یہ بیع میرے دل میں پہاڑوں کے برابر ہے اس کو سود خواروں نے اختراع کیا ہے اور شارح اسلام نے اس کی مذمت کی ہے سو فرمایا کہ اذابتا لعیتم بالعینہ وابتعم اذتاب البقر للتم وناظر علیکم حدوکم یعنی جب تم خریدو فروخت بطریق بیع العینہ کے کرو گے اور بیوں کے دموں کے پیچھے پڑو گے یعنی کھیتی میں مشغول ہو کر جہاد کرنے سے غافل ہو گے تو ذلیل ہو جاؤ گے اور تمہارے دشمن یعنی کفار تم پر غالب ہوں گے اور ابو یوسف نے کہا کہ یہ بیع مکروہ نہیں کیونکہ اکثر صحابہ نے ایسا کیا ہے کمال الدین نے فتح القدیر میں کہا کہ میرے دل میں یہ آتا ہے کہ جس کو دافع اخراج کرتا ہے اگر اس نے ایسی صورت کی بیع کی جس میں وہ چیز سب یا بعض دافع کی طرف عود کر آئی جیسے کپڑے کا عود کرنا پہلی صورت میں اور چنانچہ یہ صورت کہ پندرہ روپے قرض دیئے تھے پھر لیے اس کے ہاتھ دس روپے کا کپڑا پندرہ روپے کو بیچا اور پندرہ روپے جو قرض میرے ہتھے پھر لیے تو دافع سے خارج نہ ہوئے مگر دس اور جو خارج ہوا تھا اس میں سے بعض پھر آیا تو ایسی بیع مکروہ ہے یعنی مکروہ تحریمی اور اگر عین بیع اس کی طرف راجع نہ ہوئی تو اس بیع میں کراہت نہیں مگر خلاف اولیٰ ہے شیخ الاسلام مفتی ابو سعود نے کہا کہ جو فتح القدیر میں مذکور ہوا وہ توفیق بین القولین کی صلاحیت رکھتا ہے اس طرح پر کہ قول محمد کبراہت بیع العینہ اس صورت پر محمول ہے جب کہ دافع کی طرف کل یا بعض عین پھڑا دے اور قول ابو یوسف بعدم کراہت اس صورت پر محمول ہے جب کہ دافع کی طرف کچھ عود نہ کرے اسی طرح حدیث بھی اسی صورت پر محمول ہے جس پر محمد کا قول محمول ہوا تو اب وہ شبہ ساقط ہو گیا کہ ابو یوسف بیع العینہ کی عدم کراہت کے کیوں کرتا تھا ہوئے باوجود اس حدیث کے جو کہ مفتی سے مذمت کی والداعلم کذافی الطحاوی م فتح القدیر میں مذکور ہے کہ جب دافع کی طرف وہ عین جو اس کے ہاتھ سے خارج ہوئی عود کرے گی تو وہ بیع مسمیٰ بیع العینہ نہ ہوگی کیونکہ وہ ماخوذ ہے عین مسترجمہ سے نہ مطلق عین سے والا بر بیع بیع العینہ ہو جائے مفعول الکفیل ذلک فالبیع الکفیل و زیادة الریح علیہ لانه العاقد ولا شیء علی الامر لانه اما ضمان الخسران او تکیل مجہول وذلک باطل پھر کفیل نے ویسا ہی کیا یعنی بوجوب امر اصیل بطریق بیع العینہ کے خرید کی تو بیع مذکور کفیل کے واسطے ہے اور زیادتی منفعوت جو تا جمر کو حاصل ہوئی اس کی مضرت کفیل ہی کو ہے کیونکہ کفیل ہی عاقد ہے اس بیع کا اور اور کچھ لازم نہیں اصیل امر کرنے والے پر کیونکہ وہ یا ضمانت سے نقصان کی یا مجہول کی تکیل سے اور وہ یعنی ضمان نقصان یا تکیل مجہول باطل ہے م خلاصہ یہ ہے کہ یہ صورت کفالت فاسدہ یا وکالت فاسدہ کی طرف راجع ہے ضمان خسران اس واسطے باطل ہے کہ ضمان نہیں ہوتا مگر مضمون کا اور نقصان کسی پر مضمون نہیں تو اگر بائع بازار میں مشتری سے کہ جو نقصان تجھ کو لاحق ہوا ہے یعنی دس روپیہ کو بیچ کر اپنی ضرورت رفع کرے اور بعد پندرہ روپیہ اصیل مالک کو بیچا دے ۱۲ ۱۵ من جلد ان کے ایک یہ کہ جس قدر لینے والا روپیہ طلب کرے اس قدر کو ایک رومال میں رکھ کر دینے والا کہے کہ میں تیرے ہاتھ اس کو بیچتا ہوں اور دام اس کے مطلوب روپوں سے دو چار زیادہ بنا دے اور لینے والا اس روپوں کو خرید کرے اور پھر دینے والے کو قول کے بموجب بعد چندے دام دام ادا کرے ۱۲

وہ مجھ پر ہے یا غلام کے خریدار ہے کہہ کر اگر تیرا غلام بیگ گیا تو وہ مجھ پر ہے تو جانز نہیں دکالت فاسدہ کی وجہ سے کہ مقدار مبیع اور ثمن مذکور نہیں کفیل من قبل بما قاب لنا و باقضا لہ علیہ او بما التزم لہ عہدۃ اللدین بل ضامیر ولی الہدایۃ و بذامان اریدہ بہ المستقبل کقولہ اطال اللہ قتلک ضامی ہوا ایک مرد کی طرف سے اس مال کا جو مکفول لہ کے واسطے ثابت اور واجب ہو اس مرد پر یعنی اصیل پر یا اس مال کا ضامن ہوا جس کا قاضی اس پر حکم کرے یا جو مال کماں کو لازم ہو مدد کی جہاد میں لفظ لزم بدون ضمیر کے ہے اور دایہ میں سے کہ یہ یعنی لفظ ذاب اور قضی ماضی سے اور مرد اس سے مستقبل ہے چنانچہ اطال اللہ بقاؤہ میں فغاب الاصل فبرہن المدعی علی الکفیل ان لہ علی الاصل کذا لم یقبل برأۃ حتی یخبر الغائب فیقضی علیہ فیلزم بہ تبعاً للاصل یہ ضمانات مذکور کے بعد اصیل غائب ہو اسو مدعی نے ضامن پر بگوایا ثابت کیا کہ مدعی کا اصیل پرانا مال ہے تو گواہی اس کی مقبول نہ ہوگی جب تک کہ اصیل غائب حاضر نہ ہو پھر جب وہ آوے گا تو اس پر مال مذکورہ کا حکم دیا جائے گا پھر ضامن پر مال دینا لازم آوے گا یا بتبع اصیل م و جاس کی بستہ کہ کفیل نے اس مال کا التزام کیا جو اس پر قاضی ضمان مستقبل میں حکم کرے یا جو اصیل پر واجب اور ثابت ہو زمان آئندہ میں تو ضمانت ہے اس مال کی جو اصیل پر ثابت ہو بعد فقہ کفالت کے نہ قبل کفالت کے اور مدعی کا دعوی مطلق ہے کیونکہ اس نے وجوب مال بعد کفالت کا تعرض نہیں کیا بلکہ محتمل ہے کہ قبل کفالت کے واجب تھا اور وجوب قبل کفالت تحت کفالت داخل نہیں تو دعوی فاسد ہوا لہذا گواہی سموع نہیں کذاتی الطحاوی عن الاتقانی وان برہن ان لہ علی زید الغائب کذا من المال و ہوا ای الحاکم کفیل قضی بالمال علی الکفیل فقط اور اگر مدعی نے بگوایا ثابت کیا کہ اس کا زید غائب پرانا مال ہے اور وہ یعنی شخص حاضر ضامن سے غائب کا تو فقط ضامن پر مال کا حکم کیا جائے گا و لو زاد بامرہ قضی علیہا فلکفیل الرجوع لان مکفول بہ من مال مطلق فاکن اثباتہ بخلاف ما تقدم اور اگر مدعی نے قول مذکور میں اتنا زیادہ کہا کہ شخص حاضر ضامن ہے غائب کا اس کے اسرے تو ضامن اور زید غائب دونوں پر مال کا حکم کیا جائے گا تو اب ضامن کو مال کا بھرنی اصیل غائب سے جائز ہے اس واسطے گواہی سموع ہونی کہ مکفول بہ یہاں یعنی مسئلہ ثانیہ میں مال مطلق ہے تو اس کا اثبات ممکن ہے بخلاف ما تقدم کے م گواہی یہاں مقبول ہونی نہ مسئلہ متقدمہ میں اس واسطے کہ وہاں مکفول بہ مال مقید ہے یعنی جو مال کہ ضامن پر بعد کفالت کے ثابت ہو اور دعوی مدعی کا مطلق تھا تو دعوی فاسد ہوا لہذا گواہی مقبول نہ ہونی اور ہاں مکفول بہ مال مطلق ہے اور مال کا دعوی بھی مطلق ہے تو دعوی صحیح ہوا لہذا گواہی مقبول ہونی کیونکہ وہ صحت دعوی پر مبنی ہے دعوی نے کہا کہ اگر میرے قضا علی الغائب ہے مگر یہ کہ حکم ضمنی ہے اور اکثر شئی ضمانت ثابت ہوتی ہے اور قصداً ثابت نہیں ہوتی کذاتی الطحاوی و ذہ جلد اثبات الدین علی الغائب اور یہ یعنی مسئلہ ثانیہ جلد سے اثبات دین کا غائب پر یعنی بعض کفالت غائب پر دین ثابت ہو جاتا ہے ولو خان الطالب موت الشہر تو وضع مع حل ویدی علیہ مثل ذہ کفالة فیقر الرجل با کفالة ویکر للدين فیبرہن المدعی علی الدین فیقضی بہ علی الکفیل والاصل تمہیر الکفیل فیستی المال علی الغائب و کذا الطوالہ و تمامہ فی الفتح والحوار اگر طالب یعنی صاحب دین شاہد کے مرجانے سے ڈرے تو موافقت کر کے کسی مرد کے ساتھ اور اس پر اسی طرح کی کفالت یعنی کفالت بالامر کا دعوی کرے پھر وہ مرد کفالت کا اقرار کرے اور دین کا منکر ہو جائے پھر مدعی گواہی سے دین ثابت کئے تو دارالقضا میں ضامن اور اصیل پر ثبوت دین کا حکم کیا جائے گا پھر مدعی ضامن کو بری الذمہ کر دے تو غائب پر مال باقی رہے گا اور اسی طرح کفالت کے مانند ہوا ہے اور پورا مال اس کا نفع المقدر اور بخر الراتق میں سے کفالت بالمدک تسلیم منہ لمبیع کفالت بالمدک تسلیم ہے واسطے بیع کے جانب کفیل سے م یعنی جس نے ثمن کی ضمانت کی وہ بیع استحقاق بیع اس نے تصدیق اور اقرار کیا کہ بیع بائع کی تک ہے تو اگر بعد بیس سکریہ دعوی کرے گا کہ بیع مذکور میری ملک ہے تو دعوی اس کا سموع نہ ہوگا کیونکہ اقدام علی الکفالة تک بائع کا اقرار ہے اس کے بیع کے وقت

تو بعد اس کے اپنے ملک کا دعویٰ صحیح نہیں کذا فی الطحاوی کشفۃ فلا دعویٰ لہ مانند شفعہ کے پھر اس کا دعویٰ نہیں یعنی کفالت بالدراک تسلیم سے شفعہ کی تو اگر ایک شخص شفعہ ہو ایک تو بی کا اور حویلی کا مالک اس کو بیچے اور شفعہ در صورت استحقاق بیع ضمن کا ضامن ہو تو اب شفعہ کا دعویٰ کرنا بعد ضمانت مذکور صحیح نہیں لکھتے شہادتہ فی حکم کتب فیہ باع ملکہ او باع بیعانا فذبا با ما فانه تسلیم ایضا چنانچہ اپنی گواہی لکھنا اس کا عذر میں جس میں یہ لکھا ہے کہ بائع نے اپنے ملک بیچا یا بیع نافذ لازم کی تو یہ شہادت بھی تسلیم اور تصدیق ہے ملک بائع کی مالو شہد بالبیع عند الحاکم قضی بہا اولاً چنانچہ یہ بھی ملک بائع کی تصدیق سے اگر گواہی دی بیع کی حاکم کے نزدیک خواہ حاکم نے گواہی کے بموجب حکم دیا ہو یا نہ دیا ہو ہم دعویٰ نے نقل کیا کہ گواہی دینا لفاذ بیع کا اقرار ہے باتفاق روایات لایکون تسلیم کتب شہادتہ فی حکم بیع مطلق عماد کہ تسلیم نہ ہو گا اپنی گواہی کا لکھنا اس بیع کے کاغذ میں جو مطلق ہے قیود مذکورہ سے قیود مذکورہ سے وہ مراد ہے جو اعتراف ملک بائع کے مفید ہو چنانچہ قید ملکیت بائع اور بیع کا نافذ اور لازم ہونا تو اگر ایسی قیود بیع نامے میں نہ ہوں تو گواہی لکھنے سے تسلیم اور تصدیق ثابت نہ ہوگی بلکہ دعویٰ ملکیت شاید بعد اس کے مسموع ہو گا کیونکہ اس میں وہ بات نہیں جو ملک بائع کے اقرار پر دلالت کرے اس واسطے کہ بیع کا ہے غیر مالک سے صادر ہوتی ہے چنانچہ فضولی سے اور شاید اس واسطے گواہی لکھی ہو تا واقعہ یاد رہے بعد اس کے اثبات بینہ میں کوشش کرے یا تامل کرنے کے واسطے گواہی لکھی ہو کہ اگر اس میں مصلحت معلوم ہو تو اس کو جائز رکھے کذا فی الطحاوی او کتب شہادتہ علی اقرار العاقدین لانه مجرد اخبار فلا تناقض یا اپنی گواہی لکھی عاقدین کے اقرار پر تو بھی تسلیم اور تصدیق ملک بائع نہیں کیونکہ یہ مجرد اخبار ہے تو کچھ تناقض نہیں یعنی دعویٰ ملک شاید مسموع ہو گا کیونکہ شہادت بیع میں مشروط نہیں اور نہ گواہی ملک کا اقرار ہے اس واسطے کہ بیع کا ہے مالک سے صادر ہوتی ہے گاہے غیر مالک سے کذا فی النہر ولم یدکر الختم لانه وقع اتفاقا باعتبار عادہم اور مصنف نے کتابت شہادت کے ساتھ مہر کرنا مذکور نہ کیا چنانچہ کثر وغیرہ میں مذکور ہے اس واسطے کہ مہر کا ذکر اتفاقی ہے باعتبار عادت قدیمہ اہل زمانہ کے یعنی اہل زبان سابق کی عادت یہ تھی کہ بعد کتابت اپنے ناموں کے مہر بھی کر دیتے تھے تالیف اور تزییر سے محفوظ رہے لیکن حکم مہر صورت ایک ہی ہے مہر ہو یا نہ ہو قال الکفیل ضمننتہ لک الی شہر وقال الطالب ہو حال فالقول للضامن لانه ینکر المطالبۃ ضامن نے کہا کہ میں اس کا بچے سے ضامن ہوا ہوں ایک مہینے تک اور طالب نے کہا کہ وہ یعنی دین حال سے نہ مؤجل تو ضامن ہی کا قول معتبر ہے کیونکہ وہ مطالبہ عالیہ کا منکر ہے و عکسہ اسی الحکم الذکور فی قولہ لک علی ماتہ الی شہر مثلا اذا قال الآخر ہو المقرہ حالہ لان المقرہ ینکر الاجل اور حکم مذکور کے بالعکس حکم ہے اس قول میں کہ تیرے مجھ پر سو میں ایک مہینے کی مدت تک مثلا جب کہ دوسرے شخص یعنی مقرہ نے کہا کہ سو حال میں نہ مؤجل اس واسطے کہ مقرہ مدت کا منکر ہے والجلد لمن علیہ دین مؤجل و خاف الکذب او حلولہ باقرارہ ان یقول ابو حال او مؤجل فان قال حال انکرہ ولا حرج علیہ زیلعی اور جس پر دین مؤجل ہو اور وہ کذب یا حلول دین سے بسبب اپنے اقرار کے ڈرے تو اس کا جیلہ یہ ہے کہ کہے صاحب دین سے کہ تیرا دین مجھ پر حال ہے یا مؤجل پھر اگر دائن کہے کہ دین حال ہے تو دیون اس کا انکار کرے اور اس انکار میں اس پر کچھ حرج نہیں کذا فی الزیلعی م خوف کذب در صورت انکار دین ہے اور حلول کا خوف یعنی مواخذہ حلول دین کا بسبب اقرار دین مؤجل کے سے انکار حلول میں اس واسطے حرج نہیں کہ وہ اس میں صادق ہے ولا یؤخذ ضامن الدرک اذا استحق المبیع قبل القضاء علی البائع بالتمس اذ یجوز الاستحقاق لا یتحقق البیع علی الظاہر كما مر اور ما یؤخذ نہیں ہوتا ضامن درک کا جب کہ مبیع مستحق غیر لکھے قبل اس بات کے کہ بائع پر تم پھر دینے کا حکم ہو اس واسطے ضامن ما یؤخذ نہیں ہوتا کہ بجز استحقاق کے مستحق نہیں ہوتی بنا بر ظاہر مذہب کے چنانچہ کتاب البیوع میں مذکور ہو چکا و صحیح ضامن الخراج ای الموظف فی کل سنۃ و ہوا یجب علیہ فی الذمۃ بقیر قولہ والرہن یہ اذ الرہن بجز الخراج المقاسمۃ باطل نہر علی خلاف ما اطلق فی البحر اور صحیح ہے ضمانت خراج کی یعنی خراج موظف کی جو ہر سال ایک ہا ہوتا

سے خراج موقوف وہ ہے جو لشکار کے ذمہ پر واجب ہوتا ہے قید موقوف کی مصنف کے اس قول کے قرینے سے لگائی اور صحیح سے بواسطہ خراج کے رہن لینا اس واسطے کہ رہن لینا بذریعہ خراج مقاسمہ باطل سے کذا فی النہر بر خلاف اطلاق بحر الرائق کے م خراج موقوف کی تخصیص ضمانت کی یہ وجہ ہے کہ موقوف دین سے جس کا مطالبہن جہہ العباد ہو تو موقوف باقی دیون کے مانند ہو گیا مضمون ہونے میں بخلاف خراج مقاسمہ کہ وہ غیر مضمون ہے یہاں تک کہ اگر کھیتی تھت ہو جائے تو کاشتکار پر کچھ واجب نہیں اور کفالت ایسا غیر مضمونہ کی جائز نہیں اور صاحب بحر لے اطلاق اور تفسیر دونوں نقل کیے ہیں تو اس پر کچھ اعتراض وارد نہیں کذا فی الطحاوی لمخصاً و تجویز الریعی الرمن فی کل ما تجوز بہ الکفالات بجامع التوق منقوض بالمدک لہذا الکفالات بہ دون الرمن اور جواز رہن کہنا رلیعی کا ہر ایک اس چیز میں جس کی کفالت جائز سے بواسطہ جامع توش کے منقوض سے دیک سے بوجہ جائز ہونے کفالت بالمدک کے نہ رہن بالمدک کے م جامع توش یعنی حصول وثوق کفالت رہن میں یکساں ہے طحاوی نے کہا نقص مذکور صاحب بحر سے اور متاخرین مصنفین اس کے تابع ہیں حموی نے کہا جواب دیا ہے کہ فقہاء کے قضایا اخلیہ میں نہ کلیہ اومان کو کلیہ جو کہتے ہیں تو بائیسوی کہ داخل تحت شئی نہیں ہیں نہ بائیسوی کہ ہر فرد پر منطبق ہیں و کذا النواثب اور اسی طرح نواثب کی ضمانت صحیح ہے م نواثب جمع ہے ناثب کی بعضی معصیت و حادثہ یہاں مراد وہ مال ہے جس کو حاکم لوگوں پر مقرر کرے نہہ الفائق میں سے کہ نواثب دو قسم ہیں واجبی اور غیر واجبی نواثب واجبی جیسے نہہ مشترک کا صاف کرانا جس سے سب خلق کو فائدہ ہے اور جو کیدار حملہ کی اجرت اور جوال کہ بادشاہ اسلام لشکر اسلام کے سامان کے واسطے اور مسلمان قیدیوں کے چھوڑانے کے واسطے معین کرے و صورت کہ بیت المال خالی ہو تو ایسے نواثب کی کفالت بالاتفاق جائز ہے کیونکہ امور مذکورہ ہر مسلم مال دار پر واجب ہیں اس واسطے کہ اطاعت بادشاہ اسلام کی اس امر میں جس میں مصلحت ہے مسلمین کی واجب ہے بشرطیکہ بیت المال میں کچھ مال نہ ہو دوسری قسم نواثب غیر واجبی چنانچہ جلیات یعنی مظالم سلطانی جو ہمارے رہنے میں لوگوں پر نا حق مقرر ہو گئے ہیں ان کی صحت کفالت میں اختلاف ہے لیکن ایضاً الامصار میں صحت کفالت پر فتویٰ ہے انتہی لمخصاً ولولہ لبق حق کجایات رہانا فانما کی المطالبہ کالدیون بل فوقہا حق لو اخذت من الاکلاف لہ الرجوع علی مالک الارض و علیہ الفتویٰ

صد الشریعہ و اقروہ المصنف و ابن الکمال کفالت نواثب کی صحیح ہے اگر نواثب غیر واجبی اور نا حق ہوں چنانچہ مظالم سلطانی ہمارے رہنے کے کیونکہ وہ مظالم مطالبہن دیون کے مانند بلکہ ان سے بھی فوق ہیں یہاں تک کہ اگر مزاد سے بابت زمین کے نا حق مال حاکم لے تو مزاد کو مالک زمین سے اس کا بھر لینا جائز ہے اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی شرح الوقایہ اور مصنف نے اپنی شرح اور ابن کمال نے ایضاً الامصار میں اس کو مسلم رکھ لے م دیا ورتقی میں سے کہ اس کو معلوم کرنا چاہیے اس پر فتویٰ دینا نہ چاہیے فتح القدیر میں سے کہ جلیات موقوفہ لوگوں پر ہمارے رہنے میں بلاؤنا اس کے اندر روزی اور رنگ ریز و غیرہ ہم پر بطور مالانہ یا یومیہ یا سہا ہی سلطان کے واسطے مقرر ہو انہا میں سے کہ معصیت کرنے سے کس سے یعنی معاورہ سلطانی وہ قطعاً حرام ہے اور اس کی کفالت جائز نہیں کذا فی الطحاوی و قیدہ الشمس الاثمہ بما اذا مرہ بہ طاعناً فلو کمرانی الامر لم یعتبر امرہ بالرجوع ذکرہ الاکل اور شمس الاثمہ نے رجوع میں یہ قید لگائی ہے جب اس کو اس کا امر کرے بخوشی سو اگر اس پر زبردستی ہوگی امر کرنے میں تو اس کا امر بالرجوع معتبر ہوگا ذکر کیا ہے اس کو اکل نے علیہ میں م یہ کلام مرتبط سے محذوف ہے جس کے حذف کرنے سے مطلب میں صلل ہو گیا مضمون عبارت مصنف منخ الفعاز میں سے کہ جو غیر کے نائب کو اس کے امر سے ادا کرے تو اس سے بھرنے اگرچہ رجوع شرط نہ کیا ہو یہی صحیح ہے چنانچہ علیہ میں سے جیسے کہ ایک شخص نے غیر شخص کا دین اس کے امر سے ادا کیا اور غنا میں سے کہ شمس الاثمہ نے کہا کہ یہ اس وقت سے صلا ہوگا ان کے خروج کی صورت یہاں باطل ہے ۱۱

جب کہ اس کا یعنی اولیٰ وین کا امر اکراہ سے نہ کیا ہو اور اگر زبردستی سے امر کیا ہو تو اس کا امر بالرجوع معتبر نہیں کذا فی الطحاوی و قالوا من قام  
بمذیبتہا بالعدل اجر علیہ فلا یفسق حیث عدل و ہونا در اور علماء نے کہا ہے کہ جو شخص تقسیم جہایات میں قائم بالانصاف ہو یعنی متولی قسمت بن المسلمین  
از روئے انصاف کے ہو وہ ماجور ہے یعنی ثواب پاوے گا اور اس قول کے بموجب متولی قسمت فاسق نہ ٹھہرے گا جب کہ وہ عدل کرے اور  
ایسا شخص نا اور الوجود ہے کذا فی النہرونی و کالاتہ البرزازیہ قال لرحل خالصنی من مصادرة الوالی اذ قال الامیر ذک فخلصہ رجع بلا شرط علی الصیحہ قلت  
و نہ تقع فی واران اکثر اذ ہوان الصولبا شی میسک رجلا ویسجسہ فمقول للآخر خالصنی فیخلصہ بمبلغ فینذیر رجع بغیر شرط الرجوع بل بحرہ الامر قد بر  
کذا یخط المصنف علی حاشیتہا فلیحفظ اور بزازیہ کی کتاب الوکالۃ میں ہے کہا کسی شخص نے کہ مجھ کو چھوڑا مصادرہ حاکم سے یا قیدی نے اسی طرح  
کہا سو اس نے چھوڑا یا تو مال تخلیص میں جو خرچ کیا ہو وہ اس شخص سے بھر لے بلا شرط رجوع بنا بر صیح مذہب کے میں کہتا ہوں اور ایسا حادثہ  
ہمارے ملک میں بکثرت ہوا کرتا ہے کہ صولبا شی پکڑ رکھتا ہے کسی مرد کو اور اس کو قید کرتا ہے تو وہ مجبوس دوسرے شخص سے کہتا ہے کہ مجھ کو  
چھوڑ لے سو وہ اس کو چھوڑا لیتا ہے کچھ مبلغ دیکر تو ایسے وقت میں مبلغ مذکور بھر لے مجبوس سے بلا شرط رجوع بلکہ مجر و اس کے امر کرنے کے  
سو تامل کر ایسا کچھ مذکور ہے حاشیہ بزازیہ میں مصنف کے خط سے تو یاد رکھنا چاہیے والقسمۃ ای التصدیب من النابئۃ وقیل ہی النابئۃ  
الموظفۃ وقیل غیر ذلک وایا ما کان فالکفالة بہا صحیحۃ صدر الشرعیۃ اور ضمانت قسمت یعنی نابئۃ کے حصے کی صحیح ہے اور بعضوں نے کہا کہ قسمت  
عبارت ہے نابئۃ موظفہ معینہ سے اور بعضوں نے موائے اس کے تفسیر کی ہے اور جو کچھ قسمت سے مراد ہو سو اس کی ضمانت صحیح ہے کذا  
فی شرح الوقایہ م قسمت تبفسیر مصدر سے بمعنی مقسوم نابئۃ موظفہ سے نابئۃ مرتبہ مراد ہے جو براہ یا سہا ہی میں مقرر ہو بعضوں سے تفسیر قسمت  
یوں کی ہے کہ پہلے دونوں شریک قسمت کر لیں پھر ایک شریک دوسرے کو دخل نہ دے سو اس کا کوئی ضامن ہو اور بعضوں نے یوں تفسیر  
کی کہ ایک شریک قسمت کی درخواست کرے اور دوسرا شریک نہ مانے پھر اس کا کوئی ضامن ہو تو صحیح ہے کیونکہ اس پر قسمت واجب ہے کذا  
فی الطحاوی قال رجل لا تتراسلک نذا الطریق فانه امن فسلک واخذ مالہ لم یضمن احد منہم منہم ایک مرد نے دوسرے سے کہا کہ یہ راہ چل اس وا  
کہ اس راہ میں خوف نہیں یا امن ہے پھر وہ شخص اس راہ میں گیا اور اس کا مال چھین لیا گیا تو وہ شخص ضامن نہیں ولو قال ان کان محوقا واخذ  
مالک فانا ضامن والمسئلۃ بجالبا صحن اور اگر یوں بولا کہ اگر یہ راہ خوفناک ہو اور تیرا مال چھین لیا جاوے تو میں ضامن ہوں اور یہ مسئلہ بدستور  
مسئلہ سابقہ سے یعنی بموجب اس کے کہنے کے وہ شخص اس راہ میں گیا اور اس کا مال چھین گیا تو وہ شخص ضامن دے گا بندا اور علی ما قدمہ بقولہ و  
لا تصح بجمالہ المکفول عنہ کافی الشر بنالیۃ یہ اعتراض وارد ہے مصنف کے اس قول مقدم پر کہ ضمانت صحیح نہیں مکفول عنہ کی بجاہالت سے کذا فی الشر  
بنالیۃ م میاں صحت زبان صحت کفالت کی جہت سے نہیں تا اعتراض مذکور وارد ہو بلکہ ضمان اس وجہ سے ہے کہ قائل نے دھوکا دیا اور فریب رجوع کا  
موجب ہے اگر بشرط ہونا چہ اشباہ کی آئینہ عبارت میں سے کذا فی الطحاوی عن ابی المسعود والاصل ان الغرور انما یرجع علی الغار اذا حصل  
الغرور فی ضمن المعاوضۃ او ضمن الغار صفة السلامة للمغرور لصادر و تمامہ فی الاشباہ و مر فی المراجحة اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ فریب کھانے والا  
فریب دینے والے سے اسی صورت میں رجوع کرتا ہے جب کہ فریب در ضمن عقد معاوضہ ہو یا فریب دینے والا سلامتی کی صفت کا فریب  
کھانے والے سے بھراحت ضمانت کرے کذا فی الدرر اور پورا بیان اس کا اشباہ میں ہے اور باب المراجحة میں مذکور ہو چکا م عقد معاوضہ و ضا حراز  
سے عقد تبرع سے چنانچہ ہبہ اور صدقہ اور ضمانت سلامتی کی مثال متن میں مذکور ہے اس واسطے کہ تعلیق مذکور کا حاصل یہ ہے کہ وہ اصل کے  
مال کے سلامت رہنے کا ضامن ہوا قروع مسائل لمحہ شارح کے ضمان الغرور فی الحقیقۃ ہو ضمان الکفالة فریب کا ضمان فی الحقیقۃ وہ ضمان

کفالت کا بے یعنی کفالت کہانندے نہ ضمان اطلاق کے مانند تکفیل منع الاصل میں سفر کو کفالت حالہ لیمتلفہ منہا باء او او ابرار مال ضامن کو روکنا اصل کا سفر سے جائز ہے اگر اس کی کفالت فی الحال کی ہو نہ موجب تا اصل ضامن کو ضمانت سے خلاص کسیے بسبب او کسیے دین کے یا معاف کر دینے طالب کے م تو معلوم ہوا کہ ضمانت موجب میں روکنا اس کو جائز نہیں اگر ضامن چاہے اس کے ساتھ بار سے تاحلول مدت و فی تکفیل بالنفس یہ وہ الیہ کافی الصغریٰ کا لو با مرہ اور تکفیل بالنفس میں تو یہ حکم سے کہ حاضر ضامن اصل کو پھر لادے اس کے پاس کافی الصغریٰ یعنی اگر حاضر ضامن اصل کے امر سے موافق ہی غیرہ بواجب با مرہ جمع با دفع وان لم یشرطہ کالامر بالانفاق و تقضاء دینہ الائی مسائل امرہ بوجہ بعض من جبتہ و با طعام من کفارتہ و با واد زکوٰۃ مالہ و بان یہب فلا یمنی الفاجو شخص غیر کی طرف سے مال واجب اس کے کئے سے ادا کرے تو جو مال دیا ہو اس کو اس غیر سے بھرنے اگرچہ رجوع مال شرط نہ کیا ہو چنانچہ انفاق زوجہ اور اس کے اولیٰ دین کے امر میں گھر چلے مسئلوں میں رجوع مال نہیں ایسا مسئلہ یہ کہ غیر شخص امر کیا اپنے مہ کے عوض دینے کا ۲۔ امر کیا اپنے کفارہ سے کھانا دینے کا ۳۔ امر کیا اپنے مال کی زکوٰۃ دینے کا ۴۔ امر کیا کہ فلا نے شخص کو میری طرف ہزار مہ کرے م فتاویٰ مالگیری میں ہے کہ اگر ایک مرد نے اجنبی کو مال مہ کیا پھر مہ بولنے دوسرے شخص سے کہا کہ واجب کو اپنے مال سے اس کے مہ کا عوض دے سو اس نے ایسا ہی کیا تو جائز ہے اور یہ شخص امر سے رجوع مال نہ کرے مگر بشرط رجوع اتہی اور استثنا بنظر اس مسئلہ کے منقطع ہے کیونکہ عوض دینا مہ بولنے پر واجب نہیں فی کل موضع یکک المدفوع الیہ المال المدفوع الیہ مقابلہ ملک مال فان الامور یرجع بلا شرط والافلاذ تمامہ فی وکالہ السراج واکل فی اشباہ جہاں کہیں کہ وہ شخص جس کو مال دیا گیا وہ اس مال کا مالک ہو جائے بمقابلہ ملک مال کے تو ماورد امر سے ایسا مال بھرنے کا بدون شرط کے اور اگر ایسا نہیں تو رجوع نہیں اور پورا بیان اس کا سراج کی کتاب الکفالت میں ہے اور یہ سب فروع مذکور اشباہ سے منقول ہیں م مالکیت مال بمقابلہ ملک مال چنانچہ بائع ثمن کا مالک سے بمقابلہ مملوک ہونے بیع کے واسطے مشتری کے تو اگر مشتری کسی مرد سے کہے کہ میری طرف سے ثمن ادا کر تو صحیح ہوگا اور اگر ماورد اپنا مال بھرنے کا مشتری اور اسی طرح اگر قاصب اپنی طرف سے غصب کا بدلہ لاکسی سے دلائے تو صحیح ہے کیونکہ مفسوب منہ مالک ہوتا ہے بدل کا بمقابلہ مفسوب اور اگر ملک بمقابلہ ملک نہیں چنانچہ کسی سے اپنے کفارہ دینے کا امر کیا یا اپنی طرف سے حج کروانے کا امر کیا تو یہاں مدفوع الیہ طعام یا مال مملوک بمقابلہ ملک مال نہیں تو ماورد کو یہاں اپنا مال بھرنے کا امر سے جائز نہیں الا بشرط رجوع کذا فی الطحاوی و فی الملتقط اکفیل للمملوۃ بالاصل الزوج من الدین للبر بجد النکاح بینہا اور ملتقط میں ہے کہ جو ضامن سے مملوۃ کے اس مال کا جو اس کے زوج پر دین سے وہ بری الذمہ نہیں ہوتا ضمانت سے دونوں میں نیا نکاح ہو جانے سے م ضرورت اس کی ہے کہ زوج نے اپنے زوج سے خلع کیا اور بدل خلع ادا کر دیا اور زوج پر اس کا دین ہے جو اس نکاح کے متعلقات سے نہیں سو اس دین کا کوئی شخص ضامن ہوا زوج کی طرف سے پھر عورت اور وہ میں عقد جدید ہوا تو ضمانت علیٰ حال باقی ہے کیونکہ تجدد نکاح متعالین مستقط کفالت مذکور نہیں ثوب غاب عن حلال الاضمان علیہ کیرا غائب ہو گیا دلال سے تو اس پر تاوان نہیں م اس واسطے کہ دلال وکیل اجرت گیر ہے تو وہ مابین ظہر اور امین پر ضمان نہیں مگر تصدی سے دلوناب عن صاحب الحانوت وقد سام و التقاتل فی فضلیہ قیمة الثوب اور اگر کیرا غائب ہو گیا دوکان دار سے اور حالانکہ اس نے خریدار کی خواہش کی تھی اور مالک ثوب اور دوکان دار میں متفق ہو گئے تھے تو دوکان دار پر قیمت کیرے کی واجب ہوگی۔ ولو طاف بہ الدلال ثم وضع فی حانوت فہک منہ بالانفاق ولا ضمان علی صاحب الحانوت عند الامام لانه موعود الموعود اور اگر دلال کیرے کو لے پھر پھر اس کو دوکان میں رکھ دیا سو کیرا ضائع ہو گیا تو وہ مال ضمان سے گالانفاق اور دوکان دار پر تاوان نہیں امام اعظم کے نزدیک کیونکہ وہ ضمانت دار کا امانت دار ہے م دلال پر اس واسطے ضمان ہوا کہ اس

نے بلا اذن مالک کیوں دوکان پر کپڑا رکھ دیا تو تعدی اس کی ثابت ہوئی دلال معروف فی یدہ ثوب تبین انہ مسروق فقال ردوت علی الذی اخذت منہ بری مشہور دلال ہے جس کے ہاتھ میں کپڑا ہے جس کا مسروق ہونا کھل گیا سو دلال نے کہا میں نے کپڑا پھیر دیا جس سے لیا تھا تو وہ بری المواخذہ سے ولو قال طالب غری فی مصر کذا فاذا اخذت مالی فلک عشرة منه یجب اجر المثل لایزاد علی عشرة الملتقط اور اگر صاحب دین نے کہا کہ میرا دیون فلا نے شہر میں ہے جس وقت کہ تو میرا مال اس سے لے گا تو تیرے واسطے دین درم یا دینا میں اس مال سے تو اجرت مثل واجب ہوگی جو دس سے زیادہ

نہ ہو کذا فی الملتقط وافتیت بان ضمان الدلال والسمسار التملی للبائع باطل لانه وکیل بالاجرو ذکر وان الوکیل لا یصح ضمانه لانه یصیر عاملاً لنفسه فلیجر تشارح کتا سے اور میں نے اس کا فتویٰ دیا ہے کہ دلال اور سمسار کا ضمان ہونا من کا بائع سے باطل ہے کیونکہ وہ اجرت دار وکیل سے اور فقہاء نے ذکر کیا ہے کہ وکیل کی ضمانت صحیح نہیں کیونکہ وہ اپنی ذات کے واسطے عامل ہو جائے تو اس کی تحریر کرنا چاہیے م عامل لنفسه اس واسطے ٹھہرتا ہے کہ قبضہ من کی دلالت اسی کے واسطے ہے اور ضمان غیر کے واسطے عامل ہوتا ہے دلال وہ ہے جس کے پاس قماش اور متاع ہو غیر کی اور سمسار وہ ہے کہ جو متاع اور اس کے مالک کو تباہ سے چنانچہ کتاب البیع میں مذکور ہو چکا فائدہ ذکر الطرسوسی فی مولف لہ ان مصادرة السلطان

لا رباب الاموال لا یجوز الالعمال بیت المال مستدلابان عمر رضی اللہ عنہ صادر باہریرۃ انتہی وذلک عین استعمال علی البحرین ثم عزله واخذ منہ اثنی عشر الفا ثم دعاہ للعل قانی رواہ الحاکم وغیرہ یہ فائدہ ہے جس کو طرسوسی نے اپنی کتاب میں ذکر کیا کہ سلطان کو ڈانڈ لینا مال داروں سے جائز نہیں مگر بیت المال کے عاملوں سے بایں استدلال کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ڈانڈ لیا انتہی کلامہ اور یہ اس وقت ہوا تھا جب کہ فاروق اعظم نے ان کو بحرین کا عامل کیا تھا پھر ان کو معزول کیا اور بارہ ہزار ان سے لیے پھر ان کو عاملی کے واسطے بلایا سو انھوں نے نہ مانا حاکم وغیرہ نے یہ روایت کی ہے م سیوطی نے تفسیر و منشور میں سورہ یوسف کے اندر اجعلنی علی خزائن الارض کی تفسیر میں بسند حاکم و ابن ابی حاتم ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ عمر نے مجھ کو بحرین کا عامل کیا پھر مجھ کو معزول کیا اور دس ہزار روپے مجھ سے ڈانڈ لیے پھر عاملی کے واسطے مجھ کو بلایا میں نے انکار کیا سو فاروق نے کہا کیوں انکار کرتے ہو اور حالانکہ یوسف علیہ السلام نے عاملی کی درخواست کی اور حالانکہ وہ بہتر تھے تم سے تو میں نے کہا کہ یوسف علیہ السلام خود نبی اور فرزند نبی کے اور پوتے نبی کے اور پوتے نبی کے اور میں تو امیر کا بیٹا ہوں ڈرتا ہوں کہ بے علی سے کچھ کلام کروں اور بے علی سے کچھ فتویٰ دوں اور میری پیٹھ پر بار پڑے اور میری بے عزتی ہو اور میرا مال چھینا جاو کذا فی الطحاوی و اراو لعمال بیت المال خدمتہ الذین یحبون اموالہ من ذلک کتبہ اذا توسعوا فی الاموال لان ذلک دلیل علی خیانتہم و یحق بہم کتبہ

الاوقاف و نظارہ اذا توسعوا و تعاطوا انواع اللہ و بنوا الاماکن فللحاکم اخذ اموالہم منہم و عزلم فان عرف خیانتہم فی وقف معین رد المال الیہ والادنعہ فی بیت المال ہر و بحر اور طوسی نے عمال بیت المال سے خادم مراد لیے میں جو بیت المال کے اموال کی تحصیل کرتے ہیں اور من جملہ ان کے منشی اور متصدی ہیں بیت المال کے جب کہ وہ لوگ کشائش اور بہتایت مال میں ظاہر کریں اس واسطے کہ توسع ان کی خیانت کی دلیل ہے اور انھیں کے ساتھ متصدیان اوقات کے ناظر ملحق ہیں جب کہ وہ کشائش اور فضول خرچی کریں اور انواع لہو لعب میں مشغول ہوں اور عبادت و بار بنا دیں تو حاکم کو ان کے مال ان سے چھین لینا اور ان کا معزول کرنا جائز ہے سو اگر ان کی خیانت کسی وقف مخصوص میں معلوم ہو جائے تو اس مال کو اسی وقف میں داخل کرے اور نہیں تو بیت المال میں رکھے کذا فی النہر والبحر م سید جموی نے کہا کہ یہ مسئلہ اس قسم کا ہے جس کو دریافت کیجیے اور چھپا ڈالیے اور اس کا فتویٰ دینا جائز نہیں کیونکہ یہ فتویٰ ارتکاب ممنوع کا ذریعہ ہوگا اس واسطے کہ اگر طالب اول نے طالب کو فاعل قال قرار سے کر لیا اگر اس کو یہ صیغہ امر مطالبہ سے قرار دیا جائے اور قال کا فاعل ضمیر مستتر ہے تو زیادہ چھپا ہے اور معنی یہ ہوں گے کہ میرے مدیون سے فلا نے شہر میں مطالبہ کر لیا



ہمارے لئے کے حاکموں کو اس کا فتویٰ دیا جائے تو وہ مال مذکور کے اموال کو چھین لیں نہ اوقات میں ان اموال کو داخل کریں نہ بیت المال میں بلکہ ان کو ٹالائی اس میں صرف کریں یعنی اپنی خواہش نفسانی میں تو اس کو خوب یاد رکھنا چاہیے کذا فی الطحاوی فی التخصیص لو کفل الحال مویلا تاخر من الاصل ولو قرضت لالان الدین وادخلت وقد مناننا جیلہ تاویل القرض او تخیر من یبے کہ اگر دین فی الحال کی ضمانت کرے کوئی مدت مقرر کرے تو مقابلہ مقرر ہو جائے گا اصل سے اگرچہ دین قرض ہو اس واسطے کہ دین تو ایک ہی ہے میں کتابوں اور ہم مقدم ذکر کر چکے ہیں کہ کفالت مویلا تاویل قرض کا یہ ہے۔ یعنی ان اللیون السفر قبل حلول الدین ولیس للذات منعد لکن یسافر معہ فاذا اجل منه لیوفیہ اور ادا سے گا کہ مدیون کو سفر کرنا قبل حلول دین جائز ہے اور صاحب دین کا روکنا درست نہیں لیکن صاحب دین اس کے ساتھ سفر کرے پھر جب دین کی مدت ہو چکے تو اس کو سفر سے روکے تا وہ ادا دے دین کرے ہم منتہی میں سے کہ وہ صورت ارادہ سفر مدیون صاحب دین کو ضامن لینا جائز ہے اگرچہ دین مویلا ہو اور بعضوں نے کہا کہ اگر مدیون اولے دین میں طال بال کرتا ہو تو ضامن نے اور نہیں تو نہیں کذا فی الطحاوی واکتم ابو یوسف خذ کفیل شہر الامراة طلبت کفیلاً بالنفقة لسفر الزوج وحلیہ للفتویٰ اور ابو یوسف نے بطور استحسان جائز رکھا ہے ایک عینے کا ضامن دینا اس عورت کے واسطے جس نے اپنے نان و نفقہ کا ضامن مانگا بسبب سفر کرنے زون کے اور اسی قول پر فتویٰ ہے ہم جواز کفالت نفقہ بطور استحسان ہے اور بطور قیاس اس کی کفالت صحیح نہیں کیونکہ نفقہ دین صحیح نہیں۔ وقاس علیہ فی المیط بقیۃ اللیون لکن مع الفارق کافی شرح الوہابیۃ للشریحالی اور محیط میں کفالت نفقہ پر بقیہ دین کا قیاس کیا ہے لیکن وہ قیاس مع الفارق ہے چنانچہ شرح بنیالی کی شرح وہابیہ میں ہے ہم یعنی صاحب محیط نے بقیہ دین مویلا کو قیاس کیا ہے کہ کفالت اس کے لئے جائز ہے بسبب سفر کرنے مدیون کے علامہ عبدالبر نے کہا کہ یہ توجیح قول ہے صاحب محیط سے قیاس مع الفارق ہونے کی وجہ یہ ہے کہ دیون توی تریں نفقہ سے کیونکہ وہ مدت گزر جانے اور موت مدیون سے ساقط نہیں ہوتے بخلاف نفقہ کے علاوہ ہر منتہی میں تجویز تکفیل مدیون مسافر معر سے اگرچہ دین مویلا ہو اور بانک صاحب محیط کی توجیح میں لوگوں کو آسانی سے کذا فی الطحاوی لکن فی المنظورۃ الجیبۃ سے لو قال یثقی مرادہ السفر و داخل الدین علیہ ما استقرہ وطلب التکفیل قالوا لیرم ۛ علیہ اعطاء کفیل بعلم ۛ لیکن منظورہ مجیبہ میں سے کہ اگر صاحب دین نے کہا کہ میرے مدیون کی مراد سفر ہے اور دین کی مدت اس پر منوز مستقر نہیں اور اس نے تکفیل کی طلب کی تو فقہاء نے کہا کہ اس کو ضامن کا دینا لازم ہے وہ کفیل جو معلوم اور مشہور ہو یعنی اس واسطے کہ کفیل مجہول لائق اعتماد نہیں ہے لو بس التکفیل قالوا اجازلہ ۛ اذا انا د جس من قدر کفله ۛ لا ینتقد کان لاجلہ ۛ جس علیہما زہ بقولہ ۛ اگر ضامن مجہول ہو تو عطا کرنے کہا کہ جب وہ جس اصل کا ارادہ کرے تو اس کو جائز ہے کیونکہ ضامن کی مجہولت اس کی واسطے مویلا سے تو چاہئے کہ وہ اس کو بلا دے اپنے فعل سے ۛ تم تکفیل ان بیت قبل الابل ۛ

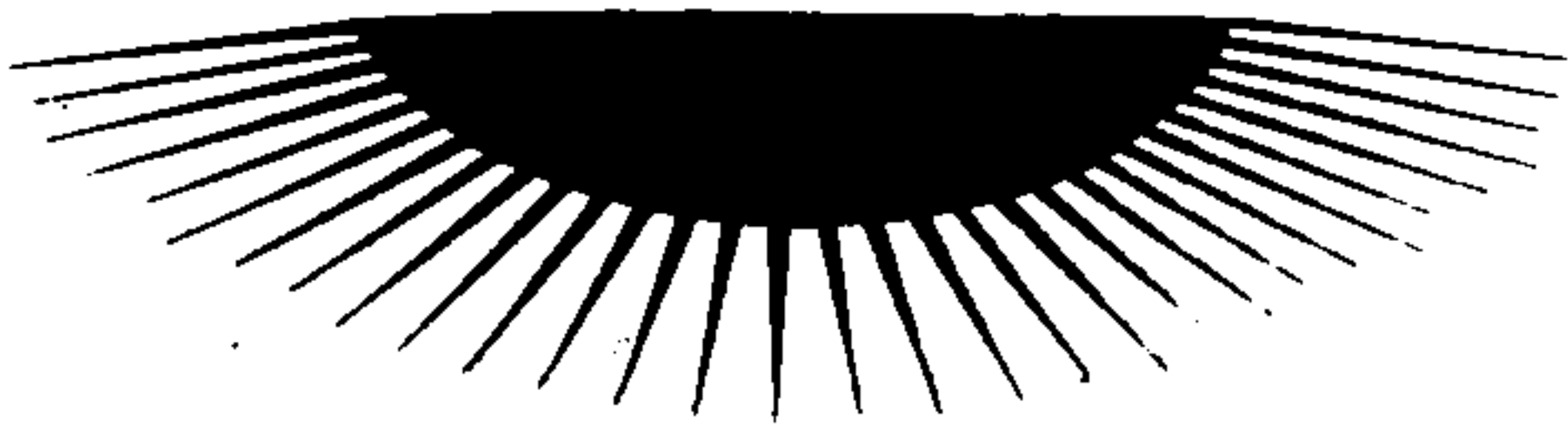
ۛ فک ان الدین فی والحال حل ۛ علیہ فالوارث ان اداہ لم ۛ یرجع بہ من قبل المال تاویل تم ۛ پھر اگر ضامن مر جائے قبل مدت کے تو بے شک اس حالت میں دین فی الحال اس پر واجب الاوا ہو گیا تو اگر ضامن کا وارث اس کو ادا کرے تو اصل سے نہ بھرنے قبل تمام ہونے مدت کے ہم اصل میں یوں تھا کہ لم یرجع من قبل ماتم الابل ما مصدر یہ ہے اور فاعل فعل مقدم ہو گیا اپنے فعل پر اور یہ بعضوں کے نزدیک جائز ہے یا مبتدا اور خبر ہے کذا فی الطحاوی

**باب کفالة الرجلین** یہ باب سے دو مردوں کے ضامن ہونے کا ہے چونکہ کفالت رجلین مرکب کے مانند ہے تو بعد فراغت مغوا اس کو شروع کیا دین علیہما الاخر یا اخر لانهما ہذا وکفل کل عن صاحبہ لہمہ جاز ولم یرجع علی شریکہ الا با اداہ فاذا علی النصف

لرجحان جهة الاصل على النيابة دين ہے دو شخصوں پر دوسرے آدمی کا اس طرح پرکہ دونوں نے اس سے ایک غلام سو روپے کو خرید کیا اور ضامن ہوا ہر دین اپنے ساتھی کا اس کے امر سے تو جائز ہے اور نہ بھرنے اپنے شریک سے مگر اتنا جتنا زیادہ ادا کیا نصف سے بسبب غالب ہونے جہت اصالت کے نیابت کی جہت پر یعنی ضمانت کی جہت پر کیونکہ پہلے جہت دین سے دوسرے مطالبہ یہ حکم اس صورت میں ہے جب کہ دونوں دین صفت اور بسبب میں برابر ہوں اگر صفت مختلف ہو اس طرح پرکہ ایک شخص پر دین موکل اور دوسرے پر حال تو اگر صاحب اجل ادا کرے گا تو اس کی تعیین اپنے شریک کی جانب سے صحیح ہے اور اس سے بھرنے اور اس کے بالعکس میں رجوع نہیں اور بسبب مختلف ہو اس طرح پرکہ ایک پر قرض ہوا اور دوسرے پر پختہ بیع تو تعیین مودی اپنے شریک کی جانب سے صحیح ہے اس واسطے کہ دو شخص مختلف ہیں نیت معتبرے نہ شخص واحد میں اور دونوں کی کفالت اس واسطے شرط کی کہ اگر ایک اپنے شریک کا ضامن ہو گا نہ دوسرا اور ضامن ادا کرے گا اور اپنے شریک کی جانب سے اس کو ٹھہرا دے گا تو اس کی تصدیق ہوگی اور نصف سے مراد وہ ہے جو اس کے حصے سے زیادہ ہو اگرچہ نصف سے کم یا زیادہ ہو کذا فی الطحاوی ولا نہ لو رجع بنصف لادی الی الدور در اور اس واسطے کہ اگر رجوع نصف دین کرے گا تو دور کا موجب ہوگا کذا فی الدرر اس واسطے دور ہوگا کہ اگر نصف شریک کی جانب سے ہو بسبب کفالت کے تو اس کو شریک سے بھرنے یا جائز ہوگا اور شریک کو بھی رجوع کرنا جائز ہوگا اس واسطے کہ اولے نائب یعنی اولے کفیل بامراصلی مانند ادا کرنے اسیل کے ہے اور اگر اسیل آپ ادا کرتا تو رجوع کرتا اسی طرح نائب کے ادا کرنے سے رجوع کرے گا دیرا کرنا چاہیے کہ یہاں حقیقت دور مراد نہیں کیونکہ وہ عبارت سے توقع التی علی نفسه سے ادا ہے الحقیقت یہاں تسلسل فی الرجوعات لازم ہے و ان کفلا عن حل لیشی بالتعاقب بان کان علی رجل دین فکفل عنه رجلاں کلا واحد منهما بجمیع منفردا ثم کفل کل من الکفیلین عن صاحبہ بامرہ بالجمیع و ہذہ القیود مخالفت الاولی اور اگر دو شخص ضامن ہوئے ایک مرد کی جانب سے بطریق تعاقب اس طرح پرکہ ایک مرد پر دین تھا سو اس کے دوسرے ضامن ہوئے ان میں سے ہر شخص جمیع دین کا علیہ علیہ ضامن ہو اچھرو دونوں کفیلوں میں سے ہر کفیل اپنے ساتھی کا ضامن ہو اس کے امر سے سب دین کا اور ان قیود ثلاثہ مذکورہ سے یہ مسئلہ پیسے مسئلے سے جدا ہو گیا تعاقب کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر دونوں شخص جانب اسیل سے جمیع دین کے ساتھ ہی ضامن ہوں پھر ہر شخص اپنے ساتھی کا ضامن ہو تو یہ پہلا مسئلہ ہو جائے گا کیونکہ دونوں پر دین نصفانصاف منقسم ہوگا تو اسیل کے جمیع دین کا ضامن نہ ٹھہرے اور جمیع دین کی کفالت اس واسطے قید لگائی کہ اگر ہر شخص نصف نصف کا ضامن ہوگا پھر ہر واحد اپنے ساتھی کے نصف دین کا ضامن ہو تو یہ پہلا مسئلہ ہو جائے گا فاداہ احد ہما رجع بنصفہ علی شریک لکن کل کفالة ہنا سو دونوں شخصوں میں سے جو شخص جتنا مال قلیل یا کثیر ادا کرے گا اس کے نصف کو اپنے شریک سے بھرنے کا کیونکہ یہاں بالکل کفالت سے ہم جب بالکل کفالت ہوتی بلا شائبہ اصالت تو رجحان یہاں ثابت نہ ہو بخلاف مسئلہ اولی کہ وہاں اصالت راجح ہے کفالت پر اور رجوع ان شاء بالکل علی الاصل لکن کفلا بالکل بامرہ یا اگر چاہے اسیل سے سب مال مودے بھرنے کیونکہ وہ کل دین کا ضامن ہے اسیل کے امر سے وان ابرا الطالب احد ہما اخذ الطالب الکفیل الاثر لکن حکم کفالة اور اگر طالب بری الذمہ کرے ایک ضامن کو تو طالب دوسرے ضامن سے مواخذہ کرے تمام دین کا حکم اس کی کفالت کے ہوتے صورت مفروضہ یہ ہے کہ ہر واحد کل دین اسیل کا ضامن ہے پھر ہر شخص اپنے شریک کا ضامن ہے پھر جب طالب نے ایک کو معاف کر دیا تو دوسرے شخص کی کفالت جمیع دین کی باقی ہے لہذا کل دین کا مطالبہ اس سے صحیح ہے ولو افرق المقاولان و علیہما دین اخذ العزم ایستاء منہما بالکل الدین لضمہما الکفالة کما اور اگر دو شریک مفاوض میں افرق ہو یعنی شرکت مفاوضہ باقی نہ رہے اور دونوں پر دین ہو تو صاحب دین ان میں سے جس سے چاہے اپنے دین کا مواخذہ اور مطالبہ کرے بسبب متضمن ہونے مفاوضہ کے کفالت کو یعنی ہر شخص اپنے شریک کا ضامن ہوتا ہے چنانچہ

کتاب الشکرہ میں مذکور ہو چکا ہے کہ وہ ہے جس کا دینی ہوا اور جس پر دینی ہو اذنی الطحاوی یعنی دائن اور دیون دونوں کو غلام کہتے ہیں ولا رجوع علی صاحبہ حتی یؤدی اکثر من النصف لیس لہ رجوع نہیں اپنے ساتھی سے تا وقتیکہ اکثر نصف دین سے ادا نہ کرے چنانچہ مسئلہ اولیٰ کی اظہار میں مذکور ہو چکا کہ وہ اصل ہے نصف میں اور کفیل ہے نصف باقی میں تو جو لو اکرے گا وہ اس کے دین میں شمار ہوگا بہت اصالت پھر اگر نصف سے زیادہ ہوگا تو زیادہ کفالت میں داخل ہوگا تو اسی قدر میں رجوع ہے کاتب عبدیہ کتابت واحدہ و کفیل کل من العبدین عن صاحبہ صحیح استھانہ مولیٰ نے مکاتب کیا اپنے دو غلاموں کو ایک بار کی کتابت سے یعنی یوں کہا مثلاً کہ میں نے تم کو مکاتب کیا ایک ہزار درہم پر ایک سال تک اور ہر غلام اپنے ساتھی دوسرے غلام کا ضامن ہوا تو صحیح ہے بطریق استحسان کے م بطریق قیاس یہ کفالت صحیح نہیں کیونکہ کفالت مکاتب کی اور بدل کتابت کی کفالت علیہ علیہ صحیح نہیں تو در صورت اجتماع بطریق اولیٰ صحیح نہ ہوگی وجہ استحسان یہ ہے کہ تعین انسان کا حتی الامکان ذرا صحیح ہے اور شارع کی رضامندی متفق میں ثابت ہے کذا فی الطحاوی لخصا و جینذ فی اادی احد ہما رجوع علی صاحبہ نصفہ لاسواء ہما اور اس وقت میں جو کچھ کہ ایک مکاتب ادا کرے گا اپنے ساتھی سے اس کا نصف مال بھرنے کا بسبب برابر ہونے دونوں کے یعنی اصالت اور کفالت میں و لو اعترق المولیٰ احد ہما المسئلۃ کمالہما صحیح و اخذ ایا شاہ منہما بحضہ من لم یعیقہ الممتنع بالکفالۃ والآخر بالاصالۃ اور اگر مولیٰ نے ایک مکاتب کو آزاد کر دیا اور یہ مسئلہ بدستور سابق ہے تو صحیح ہے اور مواخذہ کرے مولیٰ دونوں میں سے جس سے چاہے اس غلام کا حصہ جس کو اس نے آزاد نہیں کیا غلام آزاد سے مطالبہ کرے بسبب کفالت کے اور دوسرے غلام غیر آزاد سے باعث اصالت کے فلان اخذ الممتنع رجوع علی صاحبہ لکفالۃ و ان خذ الاثر لاصالۃ پھر اگر مولیٰ مواخذہ اور مطالبہ کرے آزاد غلام سے تو وہ اپنے ساتھی سے بھرنے بسبب اس کی ضمانت کے اور اگر دوسرے غلام سے مطالبہ کرے تو وہ رجوع نہیں کر سکتا بسبب اپنی اصالت کے و اذا کفل شخص عن عبد مالاً موافاً بکونہ لم یظہر فی حق مولیٰ بل فی حقہ بعد فقہ کمال لزمہ باقرار او استقرض او استہلاک و دلیقہ فہو ای المال المذكور حال وان لم یسیر ای المملوک لحد علی العبد و عدم مطالبۃ لیسرۃ و الکفیل فی مصر و یتبع بعد فقہ لوبامہ ولو کفل مؤجلاً تا قبل کامر اور جب کہ ضامن ہوا ایک شخص غلام کی طرف سے اس مال کا جس کا دین ہونا حق مولیٰ میں ظاہر نہیں بلکہ غلام کے حق میں ظاہر ہے بعد اس کے آزاد ہونے کے چنانچہ وہ مال جو غلام کو لازم ہوا اقرار یا استقرض یا استہلاک و بیعت سے تو وہ یعنی مال مذکور حال سے نہ موبل اگر یہ اس نے حلول کا نام نہ لیا ہو بسبب حلال ہونے مال کے غلام پر اور عدم مطالبہ مال ظلم سے بسبب اس کی فقری اور تنگ دستی کے سے اور کفیل اس کا فقیر اور تنگ دست نہیں اور ضامن غلام سے مال مذکور بھرنے کا اگر کفالت غلام کے امر سے ہوئی ہو اور اگر ضامن نے مال کی ضمانت موبل کی ہو تو اس صورت میں مال موبل ہوگا نہ حال چنانچہ مذکور ہو چکا اونی شخص قبیۃ عبد کفیل بہ رجل قات العبد المکفول بہ قبل تسلیم فبرین المدعی انہ کان لہ ضمن الکفیل قیمتہ لواء بالایمان المضمونۃ کامر دعویٰ کیا ایک شخص نے غلام کی گردن کا سوا اس کا ایک مرد ضامن ہوا پھر غلام مکفول بہ مر گیا قبل اس کی تسلیم کے سو مدعی نے شہادت ثابت کیا کہ وہ غلام اس کا مملوک تھا تو ضامن ضمان دے اس کی قیمت بہ سبب جائز ہونے ایمان مضمونہ کی ضمانت کے چنانچہ مذکور ہو چکا ایمان مضمونہ سے ایمان مضمونہ بنضہا مراد ہیں اور انہیں تابعین پر عین واجب ہے اور بعد ہاکی عین رد قیمت واجب ہے اسی طرح ضامن پر شہادت کی قیاس واسطے کافی کہ اگر تک مدعی تابعین کے اقرار سے یا عند التخلیف قسم کے انکار سے ثابت ہو تو قیمت عبد مدعی علیہ پر لازم ہے نہ کفیل پر کذا فی الطحاوی ولو ادی علی عبد مالاً کفیل بنفسہ ای نفس العبد یبطل قات العبد برمی الکفیل کامر فی الحد اور اگر غلام پر مال کا دعویٰ کیا ہو ایک مرد غلام کا حاضر ضامن ہوا پھر غلام مر گیا تو ضامن بری الذمہ ہو گیا چنانچہ آزاد کی حاضر ضامن میں مذکور ہو چکا یعنی اس واسطے کہ

مکفول بہ کی موت سے ضمانت باطل ہو جاتی ہے بسبب تعذر تسلیم کے و لو کفل بعد غیر مدیون مستغرق عن سیدہ بامرہ بجاز لان الحق لہ اور اگر وہ  
 وہ غلام جو مدیون مستغرق بالدين نہیں ضامن ہوا اپنے مولیٰ کی طرف سے اس کے امر سے تو جائز ہے اس واسطے کہ حق ملکیت غلام مولیٰ کے واسطے  
 ثابت ہے ہم ظاہر اغلام میں لیاقت کفالت نہیں کیونکہ اہل بترع نہیں مانند صیغہ کے مگر مولیٰ کے امر سے اس کی عدیم التصرفی زائل ہو گئی پھر حیب کہ  
 غلام پر دین نہ ہو تو اس کی مالیت میں مولیٰ کا حق ہے لہذا مولیٰ کا اذن اس کے ضامن ہونے میں کافی ہو گیا اور اگر غلام مستغرق بالدين ہو گا تو اس کی  
 کفالت صحیح نہیں کذا فی الطحاوی فاذا اعتق فاداه او کفل سیدہ عنہ بامرہ فاداه و لو بعد عتقہ لم یرجع واحد منهما علی الآخر للعقود ہیز موجبہ  
 للرجوع لان کلامہما لا ینتوجب دینا علی الآخر فلا تنقلب موجبہ لہ بعد ذلک پھر حیب کہ غلام کفیل آزاد ہوا پھر اس نے مولیٰ کا دین ادا کیا یا مولیٰ غلام کا ضامن  
 ہوا غلام کی طرف سے اس کے امر سے پھر اس کا دین ادا کیا اگرچہ بعد عتق غلام دین ادا کیا ہو نہ رجوع کرے کوئی غلام اور مولیٰ میں سے دوسرے پر  
 بسبب منعقد ہونے کفالت کے نیز موجب واسطے رجوع کے اس واسطے کہ ہر دواحد غلام اور مولیٰ سے مستوجب دین نہیں دوسرے پر تو اب کفالت  
 منقلب بايجاب دین نہ ہوگی بعد اس کے یعنی بعد العقاد غیر موجب کے کہ لو کفل رجل عن رجل بغیر امرہ فبلغہ فاجاز الکفالت لم تکن الکفالت  
 موجبہ للرجوع لما قلنا ہ چنانچہ اگر ضامن ہر ایک مرد و دوسرے مرد کی جانب سے پھر مکفول عنہ کو کفالت مذکورہ کی خبر پہنچی سو اس نے کفالت جائز  
 رکھی تو یہ کفالت رجوع دین کے موجب نہ ہوگی اس دلیل سے جس کو ہم کہہ چکے یعنی العقاد غیر موجب منقلب بايجاب رجوع نہیں ہوتا و قالوا فائدہ کفالت  
 المولیٰ عن عبده و تجوب مطالبته بالفاء الدین من سائر امواله اور علمائے کبار نے کہا کہ مولیٰ کے ضامن ہونے کا فائدہ اپنے غلام سے موجب  
 مطالبہ مولیٰ ہے ادائے دین کفالت کے واسطے اس کے پائی اموال سے یعنی غلام کے سوا اور جو کچھ مولیٰ کا مملوک مال ہے اس سے ادائے  
 دین غلام کرے نہ غلام کو بیچ کر و فائدہ کفالت العبد عن مولاه لعلقہ ای الدین پر قبضہ و بذالم یشبہ المصنف تنالی شرمہ اور غلام کے ضامن ہونے  
 کے فائدہ اپنے مولیٰ کی جانب سے متعلق ہونا دین کا ہے اس کی گردن سے اور یہ یعنی فائدہ کفالت مولیٰ و کفالت غلام کو مصنف نے اپنی شرح میں  
 بطور متن کے ثابت نہیں کیا یعنی بطور شرح اس کو داخل کیا ہے بطور متن واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم





مجلس سے اور سن کر جائز رکھے تو حوالہ منعقد نہیں اور مجال علیہ میں غفل اور جوع شرط ہے تو حوالہ قبول کرنا صغیر کا صحیح نہیں اگرچہ بامعہیل ہو اور اگر اس کا ولی اس کو جائز رکھے اس واسطے کہ بامر رضا ہے اور منجملہ شرط رضا ہے اور ہونا مجال علیہ کا مجلس حوالہ میں اور یہ شرط انعقاد ہے اور مجال بہ میں یہ شرط ہے کہ دین صحیح لازم ہو تو بدل کتابت کا حوالہ صحیح نہیں تو جس کی کفالت صحیح نہیں اس کا حوالہ بھی صحیح نہیں کذا فی الطحاوی عن ابن عمر والحوالۃ شرط لصحیحہ ہر فی النکل بلا خلاف الا فی الاول و ہا میں فلا یشترط علی المختار شرط بلالیہ عن الموہب اور صحت حوالہ کے واسطے رضامندی سب کی بلا خلاف شرط ہے مگر اول یعنی محیل میں سوا اس کی رضامندی بنا بر قول مختار شرط نہیں کذا فی الاثرین بلالیہ عن الموہب ہم زیادات میں رضائے محیل شرط نہیں مگر قدوری میں شرط ہے رضامندی مختار کی اس واسطے شرط ہے کہ دین منتقل بحوالہ مختار کا حق ہے اور لوگ حسن ادا اور مطل یعنی مثال مثول میں متفاوت ہوتے ہیں تو اس کی رضامندی ضروری ہے کہ اس کا ضرر لازم نہ آوے مختار علیہ کی نادر ہندگی سے اور رضامندی مختار علیہ کی اس واسطے شرط ہوئی کہ اس پر دین کا ادا کرنا لازم ہوتا ہے اور زرم دین نہیں ہوتا مگر اس کے التزام سے اگرچہ مجال علیہ محیل کا مدیون ہو کیونکہ لوگ تقاضا کرنے میں متفاوت ہوتے ہیں کوئی آسانی سے مانگتا ہے اور کوئی سختی سے اور رضائے محیل اس واسطے شرط نہ ہوئی بقول مختار کہ دین کا التزام یعنی قبول کرنا نہ تعرف ہے مختار علیہ کا اپنی ذات کے حق میں اور محیل کا اس میں کچھ ضرر نہیں بلکہ اس میں اس کا فائدہ ہے کیونکہ مختار علیہ اس پر رجوع نہیں کر سکتا جب کہ حوالہ بامعہیل نہ ہو کذا فی المنہر امام احمد بن حنبل اور ابن ابی شیبہ نے روایت کی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مطل النبی ظلم اذا حیل احدکم علی غنی علیہ یعنی مال دار کا مالان اور ادا دین نہ کرنا ظلم ہے اور جب تم میں سے کسی کو حوالہ کیا جائے مال دار پر تو چاہیے کہ حوالہ قبول کرے اکثر اہل علم کے نزدیک یہ استنباب کا امر ہے اور امام احمد کے نزدیک امرِ خوب ہے اور حق ظاہر ہے کہ یہ امر اباحت کا ہے یعنی دلیل ہے جواز نقل دین یا نقل مطالبہ کی شرطاً کذا فی الفتوح لمنصائب قال ابن الکمال انما شرطه القدوری لرجوع علیہ فلا اختلاف فی الروایۃ بلکہ ابن کمال نے کہا کہ قدوری نے رضائے محیل اسی واسطے شرط کی ہے کہ اس پر رجوع ہونے کو کچھ اختلاف نہیں روایت میں ہم یہ توفیق بین القولین ہے یعنی اشترط رضا کا قول اس پر معمول ہے کہ مختار علیہ محیل پر رجوع نہیں کر سکتا مگر جب کہ حوالہ اس کی رضا سے ہو اور عدم اشترط کا قول صحت حوالہ پر فی حدیثنا معمول ہے لکن استظهر الاکمل ان ابتداء ما کان یکن ائیل شرط ضروریۃ دلالا اور اکمل نے عنایہ میں قول ظاہر اس کو کہا ہے کہ ابتداء حوالہ اگر محیل کی طرف سے ہے تو رضائے محیل ضروری شرط ہے اور نہیں تو شرط نہیں ہم یعنی اگر محیل کی جانب سے ہے تو احوال ہے اور یہ فعل اختیاری ہے کہ بدون ارادہ اور رضا کے متصور نہیں اور یہ روایت قدوری کا محل ہے اور اگر ابتدا اس کی مجال علیہ کی جانب سے ہے تو اختیار ہے کہ فقط رضائے مجال علیہ سے تمام ہو جاتا ہے بدون رضائے محیل اور یہ روایت زیادات کا محل ہے اتنی خلاصۃ العناجیۃ الحاصل حوالہ قدوری کے کلام میں معنی احوال ہے اور زیادات کے کلام میں معنی اختیار ہے کذا فی الطحاوی عن العموی و اراد بالرضی القبول فان قبولہا فی مجلس الایجاب شرط لا نعقاد بجز من البدایع اور رضا سے قبول کا ارادہ کیا یعنی عدم رد بلا قبول مراد نہیں اس واسطے کہ حوالہ قبول کرنا ایجاب کی مجلس میں انعقاد حوالہ کی شرط ہے کذا فی البحر من البدایع ہم اور بعض نسخے میں قبولہما ہے یعنی قبول مختار اور مختار علیہ شرط انعقاد ہے یہ مذہب ہے طرفین کا اور ابو یوسف کے نزدیک قبول نفاذ حوالہ کی شرط ہے تو اگر مختار علیہ غائب ہو مجلس سے پھر اس کو خبر سنیے اور وہ جائز رکھے تو حوالہ منعقد نہ ہو گا طرفین کے نزدیک بخلاف ابو یوسف کے اور صحیح طرفین کا قول ہے کذا فی البحر من البدایع و نیز اہل الشرط قبول المختار اور ناظرہ و رضی الباقین لا حضور بہا و اقرہ المصنف لیکن در رد و نیز ہما میں مختار یا اس کے نائب کا قبول کرنا شرط ہے اور باقی شخصوں کی رضامندی شرط ہے نہ حاضر ہونا محیل اور مختار علیہ کا اور ثابت رکھا اس کو مصنف نے اپنی شرح میں ہم بزاز یہ اور خانہ میں بھی یہی مذکور ہے اور اگر ان کتب کی روایات کو ابو یوسف کے قول پر معمول کیجئے تو منافات پائی نہیں رہتی لیکن مذکور ہو چکا کہ طرفین کا قول صحیح ہے نہ ابو یوسف کا کذا فی الطحاوی و نصیح فی الدین

المعلوم لانی العین زادنی المہرۃ ولانی المقوق اتھی اولوالہم ہے دین معلوم غیر مجبول میں نہ میں میں جو ہرہ میں زیادہ کیلئے اور نہ اولوالہم سے  
مقوق میں اتھی م میں میں اس واسطے حوالہ صحیح نہیں کہ وہ ثابت فی الذمہ نہیں تو اس کا نقل کرنا ایک ذمہ سے دوسرے ذمہ کی طرف نہیں جو سکتا اور  
یہ دم صحت والہ مطلقہ میں ہے اور اولاد مقیدہ میں تو حوالہ صحیح کا صحیح ہے کہ اس میں ہے کہ حوالہ دو قسم ہے مقیدہ اور مطلقہ مقیدہ وہ ہے کہ مال علیہ  
پر دلیل کا دین ہو یا اس کے پاس میں جو دلیل کا بطریق نصب یا ودیعت یا اور طرح سے اور مطلقہ وہ ہے کہ دلیل حوالہ کو مقید بہین یا میں نہ کہ ہے چنانچہ  
اس شخص پر حوالہ کرے کہ جس پر اس کا دین ہے اس کے پاس میں کا میں ہے کہ لانی المطاویٰ وہ عرف ان حوالہ الغازی بکفہ من خمیذہ موزنہ لا یصح اور  
جو ہرہ کی رعایت سے معلوم ہوا کہ غازی کو حوالہ کرنا اپنے حق کا قیمت موزنہ سے صحیح نہیں م تو قیمت فیہ لوزہ سے بطریق اولی حوالہ جائز نہ ہو گا و کذا حوالہ المستحق  
بمعلوم فی الوقف علی انظر اور اس طرح حوالہ مستحق ناظر پر اپنے وظیفہ معلومہ کا وقف صحیح نہیں کہ لانی المنہر تم قال بعد در تین و ہذا فی الحوالۃ المطلقہ عام  
واما المقیدۃ یعنی بالمران لانی فی نظر یعنی ان صح کا حالہ علی الموضع والا لا انما مطابقتہ اتھی و مقتضاء صحت بق التمیذہ و عندی فیہ تردد پیر صاحب نے  
دو ذمہ کے بعد کہا اور یہ میں دم صحت حوالہ وقف حوالہ مطلقہ میں ظاہر ہے یعنی اس واسطے کہ حوالہ شخص بہ یون ہے اور اگر حوالہ مقیدہ ہے تو کوہ الراتی میں ہے  
کہ اگر مال ناظر کے پاس ہے تو لائق یوں ہے کہ حوالہ صحیح ہو چنانچہ حوالہ کرنا و دیعت رکھنے واسطے صحیح ہے اور اگر مال ناظر کے پاس نہیں تو حوالہ صحیح نہیں کیونکہ  
وہ مطالبہ ہے اور مطالبہ ناظر پر نہیں بدون مال کے اور مقتضائے بحث صاحب جو صحت حوالہ ہے بحق قیمت اور میرے نزدیک اس میں تردد ہے موطاوی  
نے کہا کہ مؤید صحت ثبوت ارث ہے یعنی قیمت موزنہ میں ظہری کے درجہ اس کا صحت بطور وارث ہاتے ہیں تو تک اس کی قیمت میں نہ کہ ہو گئی تو اب  
قیمت ودیعت کے مانند ہوئی صحت حوالہ میں و بروی المیل من الین والطالبہ بیعا بالقبول من المال للموتہ اور بروی الذمہ جو جاتا ہے میل میں  
اور مطالبہ سہب سے بسبب قبول کرنے قتال کے حوالہ کو م قبول مقید برأت موقف عدم ہلاک ہے اور غائدہ برأت یہ ہے کہ اگر میل رجائے تو قتال یا  
دین اس کے ترک سے نہیں رکھتا لیکن میل کے درجہ اور اس کے باب ویون سے عناصر سے اس خوف سے کہ سبب اس کا حق ضائع ہو کہ لانی ثمن  
الجمع اوسے قبول قتال شرط برأت ہے اسی طرح قبول قتال علیہ بھی شرط ہے کہ لانی ہر مطلبہ یرجع المال علی الی بالقبول یا بقصر ویہ ہاک المال لان  
برأتہ مقیدہ بسلاۃ عقبہ تو قتال رجحان نہ کہے گا میل پر گر مال کی ہلاک سے اس واسطے کہ میل کی برأت بسلاۃ حق قتال مقیدہ تو کی بانف مقصودہ  
ہادت ہے ہاک ہونے مال سے اور بعضوں سے اس کو محدودہ بھی کہا م بردن مطلق وقت میں یعنی ہاک مال ہے اور اس کے اصطلاحی معنی کو مصنف  
آگے ذکر کرے گا جب برأت مقیدہ بسلاۃ حق قتال ہوئی تو معلوم ہوا کہ برأت استیفا ہے نہ برأت استیفا ہے برأت استیفا ہے حق مقصد ہوا تو رجوع  
اصل مریون پر واجب ہوا و قیدہ فی امر بان لایكون المیل و برالقتال علیہ ما ینار جمع در صورت ہلاک کو برالاتی میں اس طرح مقید کیا ہے نہیں وہی  
قتال علیہ نہ ہوا ہوا دوسری بار م صاحب نے کہا کہ یہ قید اس واسطے لگا ل کہ ذمیرہ میں ہے کہ ایک مرد نے اپنے دان کا نوزاریا دوسرے مرد پر پھر  
قتال علیہ نے اس کا حوالہ اس پر میں پر اصل وین ہے کیا تو قتال علیہ اول بری ہو گیا پھر اگر ہلاک ہوا تو قتال علیہ اول پر محدودہ کرے گا اتنی یقینا  
اس کا یوں ہے کہ ماد محدودہ کا دین ہے سو عامر نے دین محدودہ کا حوالہ کیا نہ پھر پھر زید نے ملکہ پر حوالہ کیا تو وہ صحت ہلاک ماد محدودہ کا اما وہیہ  
پر ہر گاہ کہ پھر پھر بری ہو گیا حوالہ ثابت ہے وہ ہر احد اور ان محمد اللال علی الحوالۃ وکیلف ولا یغنیہ لہ ای التناہل دلیل او یجوت المال علیہ مفسا  
نیز عین و مرین و کفیل و تالا بہا و بان افسر انکم اور نہ یعنی ہاک احد الامری سے ہوتی ہے کہ مال علیہ مقدم ہوا کا انکار کرے اور تم کھائے اور قتال  
اور میں کو اسلے شہادت نہ ہو یا مال علیہ مفسر ہلاکے بدون عین اور دین اور کفیل اور صاحبین نے کہا ہلاک ثابت ہوتی ہے دونوں امر مذکورہ  
سے اور اس طرح سے کہ مال علیہ کو ماک مفسر ہلاک سے ولو اختلف فیہ ای فی مرتہ مفسا و لانی مرتہ قبل واد و بعدہ فالقول بالحقال مع بیینہ

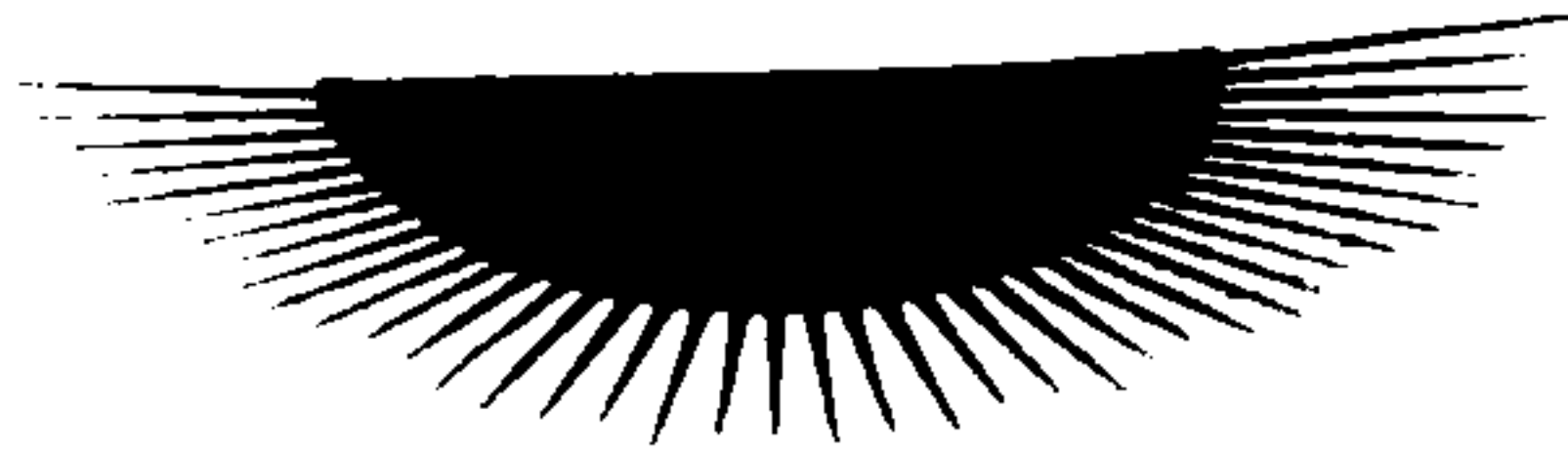
علی العلم لیسک بالاصل وهو العسرة نطمی وقیل القول للمیل بمینہ فتح اور اگر اختلاف کیا میل اور محال نے اس میں یعنی محال علیہ کے مفلس ہو کر مر جانے میں اور اسی طرح اس کی موت کے اختلاف میں قبل ادائے دین اور بعد اس کے تو محال کا قول معتبر ہے اس کی قسم کے ساتھ علم پر یعنی نفی علم پر بسبب متمسک ہونے محال کے اصل سے اور وہ عسرت اور تنگدستی ہے کذانی النطمی اور بعضوں کے نزدیک میل کا قول معتبر ہے اس کی قسم کے ساتھ صورت اس کی یہ ہے کہ محال نے کہا کہ محال علیہ مفلس ہلا متروکہ مر گیا اور میل نے کہا کہ متروکہ چھوڑ کر مرنا تو محال کا قول معتبر ہے اس طرح قسم کھا کر کے دائرہ مجھ کو اس کا مال دار ہونا معلوم نہیں اور موت قبل ادا کا مسئلہ اگرچہ صحیح ہے مگر باتصال بین علی العلم صحیح نہیں کیونکہ اس میں قسم یقین پر ہے نہ علم پر اور اعتبار قول میل کی یہ وجہ ہے کہ وہ خود دین کا منکر ہے طالب المحتال علیہ للمیل بما ای مثل ما حال یہ مدعی قضاء دین بامرہ فقال المیل انما اعلنت بدین ثابت لی علیک لم یقبل قوله بل ضمن المیل مثل الدین للمحتال علیہ لانکارہ مطالبہ کیا محال علیہ نے میل سے اس دین کے حائل کا جس کا میل نے حوالہ کیا تھا مطالبہ کیا یوں مدعی ہو کر کہ اس کا دین ادا کیا اس کے امر سے ہو میل نے کہا کہ میں نے تو اسی دین کا حوالہ کیا جو میرا ثابت تھا میرے ادھر تو اس کا قول مقبول نہ ہو گا بلکہ حیل حائل دین کا همان دے گا محال علیہ کو بسبب منکر ہونے محال علیہ کے ہم یعنی میل مدعی دین ہے اور محال علیہ منکر ہے لہذا منکر کا قول مجتہد ہو اگر کوئی مشبہ کرے کہ جب محال علیہ نے حوالہ قبول کیا تو معلوم ہوا کہ وہ میل کا مدعیون تھا اس کا جواب شارح نے آئندہ قول میں دیا قبول الحوائج لیس اقراراً بالدين لصحنا بدونه اور حوالہ قبول کرنا دین کا اقرار نہیں بسبب صحیح ہونے حوالہ کے بدون دین کے بھی دان قال المیل للمحال اعلنتک علی فلان بمعنى دلتک لتقبضه لی فقال المحتال بل اطلقتی بدین لی علیک فالقول للمیل لانه منکر ولفظ الحوائج یستعمل فی الکالة اور اگر میل نے محال سے کہا کہ میں نے تیرا حوالہ کیا فلا نے یعنی تجھ کو دیکھ لیا تاکہ دین میرے واسطے قبض کرے سو محال نے کہا بلکہ تو نے میرے دین کا حوالہ کیا تھا جو تجھ پر ثابت ہے تو میل کا قول معتبر ہے کیونکہ وہ منکر ہے یعنی محال مدعی دین ہے اور وہ دین کا منکر ہے اور لفظ حوالہ دکالت میں مستعمل ہے یعنی باعتبار جازم اگر کوئی کہے کہ حقیقت حوالہ نقل دین ہے تو حوالہ بمعنی دکالت خلاف حقیقت ہے بلا دلیل اس کا جواب یہ ہے کہ دکالت محلات لفظ سے ہے اس واسطے کہ حوالہ دکالت میں مستعمل ہوتا ہے جازم کیونکہ دکالت میں نقل تعریف ہے مکمل سے طرف دیکھ کے تو اس کا ارادہ کرنا جائز ہو تو میل کی تصدیق ہوگی اس مراد میں لیکن قسم کے ساتھ کیونکہ اس میں کچھ مخالفت ہے ظاہر کی کذانی الطمطاوی احوال ہمالہ عند زید حال کورہ وولیعۃ بان اودع رجلاً القائم احوال ہما غزیہ حوالہ کیا میل نے اپنے ہمال کا بوزید کے پاس ہے درانما لیک وہ دولت ہے اس طرح پر کہ امانت رکھی ایک مرد کے پاس ہزار پیران کا حوالہ کیا اپنے دائن کو تو حوالہ صحیح ہے ہم دولت سے امانت مراد ہے تو عاریت اس میں داخل ہوئی اور وہ عین متاجر ہے جس کی مدت اجارہ منتفی ہوگئی فان ہلکت الودیۃ ہرگی الموصوع وعود الدین علی المیل لان الحوائج مقیدۃ بما بخلاف المقیدۃ المنصوب فان لا یرا لان مثلاً یلقہ پیر اگر دولت ہلاک ہو تو دولت وار بری الذمہ ہوجا گا حوالہ سے اور دین نو دکرے گا میل پر اس واسطے کہ حوالہ مقید تھا دولت کے وجود سے بخلاف اس حوالہ کے جو مقید منصوب ہے اس واسطے کہ ہلاک منصوب سے محال علیہ یعنی ناصب بری الذمہ نہیں ہوتا حوالہ سے کیونکہ مثل یعنی بدل منصوب اس کے قائم مقام ہوتا ہے ہم تعلیل مذکور سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر منصوب ہلاک ہو اس طرح پر کہ وہ مستحق ملک غیر ثابت ہو شہادت سے تو منصوب دولت کے مانند ہوگا برات میں کذالی الطمطاوی من شرح العینی ونصح ایضاً بدین خاص فصارت الحوائج المقیدۃ ثلاثہ اقسام اور حوالہ صحیح ہوتا ہے دین خاص سے بھی تو حوالہ مقیدہ تین قسم ہو گیا یعنی ایک حوالہ مقیدہ بدولیت اور دوسرا مقیدہ بمنصوب اور تیسرا مقیدہ بدین خاص یعنی خاص اس طرح پر کہ حوالہ کو قرض یا مانا اس کے اور کسی دین کے ساتھ مقید کرے دیکھا ان لا یمکن المیل مطالبۃ المحتال علیہ ولا المحتال علیہ وفضلاً للمیل مع ان المحتال اسوۃ لغزاة المیل بعد موته اور حوالہ مقیدہ کا حکم یہ ہے کہ میل محال علیہ سے مطالبہ کا مالک نہیں اور نہ محال علیہ میل کو اس کے دینے کا مالک ہے باوجود کہ محال میل کے دین والوں کے ساتھ برابر ہے اس



کی صورت کے بعد ہم نے اگر میل سے ما قبل قبض کرنے کے تو میں یا دین مال پر میل کے سبب ارباب دین میں حصول کے موافق منقسم ہو گا جو کہ جو کوں  
 میل کا مال ہے کہ اس پر کسی کا قبض ثابت نہیں کیونکہ مال کا بھی وہ ملوک نہیں ہو بسبب عدم قبض کے کذا فی الطحاوی بکلف الحلالہ المطلقة کا بعد ضرورہ وغیرہ۔  
 بکلف الحلالہ المطلقة کے چنانچہ ظاہر وغیرہ نے اس کو مشروع بیان کیا ہے ہم یعنی حوالہ مطلقہ لائف ہے حوالہ مقیدہ کے احکام مذکورہ میں یعنی میل متال میرے میں  
 یا دین کا مطالعہ کر سکتا ہے اور متال پر میل کو دے سکتا ہے اور متال پر میل سے شروع کر سکتا ہے بعد ازاں اگر حوالہ اس کی صفائے ہو کذا فی الطحاوی  
 فتح القدر میں ہے کہ حوالہ مطلقہ کہ میل طلب سے کے کہ میں نے تیرا حوالہ کیا اس رو پر بعد وہ کما کہ مال پر اس سال سے ادا کرے جو میرا اس پر ہے تو اگر اس  
 طرح حوالہ کرے اور میل کا مال طلب کے پاس منسوب یا عدلیت یا دین میں جو تو میل اس کو طلب کر سکتا ہے کیونکہ اس میں اس میں سے متال کا حق تصدق  
 اس واسطے کہ حوالہ اس سے مطلق واقع ہو ہے بلکہ حق متال میرے کے ذمہ پر ہے اور ذمہ میں کہ غائش اور کفالت ہے یعنی وہ اپنے مال سے لو کرے تو میل متال میرے  
 سے پتا دین یا میں نے گا اور مال باطل ہو گا اور نمبر حوالہ مطلقہ یہ صورت ہے کہ اس پر حوالہ کرے جس پر نہ میل کا دین ہے نہ اس کے پاس اس کا میں ہے  
 اتنی بدع بشرط ان کی میل بل المشتزی بالثمن غیر مالہ ای لباع لعل ولو بل بشرط ان یقال بالثمن مع لانه شرط قائم بشرط الجودۃ بخلاف الاول بالثمن نے  
 بیع کی اس شرط سے کہ مشتری پر ثمن کا حوالہ کرے گا بائع اپنے ذمہ کو تصدق باطل ہے اور اگر بیع کی اس شرط سے کہ بائع ثمن کا حوالہ قبول کرے گا تو بیع صحیح  
 ہے اس واسطے کہ امتیال شرط قائم مقبضے ماند شرط کرنے جو ثمن کے بخلاف اول کے ہم دو بشرطان بیع یہ ہے کہ اس شرط کو تصدق مقبض نہیں اور اس میں  
 بائع کا قائم ہے پھر یہ بیع باطل ہوتی تو حوالہ ہی باطل ہو گیا بخلاف سدا تا نیک کی شرط کے کہ وہ مناسب مقبض ہے کیونکہ وہ تاکید محکم موجب ہے اس واسطے کہ  
 حوالہ مادت میں اکثر اس شخص پر ہوتا ہے جو مال طرا اور خوش معاملہ ہو تو یہ جو ثمن کی شرط کے ماند ہو کذا فی الدرر اوی لصال فی الحوائج والفساد  
 فہو بالبیعان شاء جمع علی المتقال اتقا بضر وان شاء جمع علی المیل وکذا فی کل موضع عدو استحقاق بزانیہ متال میرے نے مال ادا کیا حوالہ فاسد  
 میں تو اس کو اختیار ہے چاہے اپنا مال متال قابض سے بھرے اور چاہے میل سے بھرے اور اسی طرح حکم ہے ہر ایک مکان میں جہاں استحقاق دار دو ہو کذا  
 فی البزانیہ ہم استحقاق دار دو ہو یعنی مال میرے کا استحقاق صحیح ثابت ہو چنانچہ بائع نے کوئی چیز بیچی اور ثمن کا حوالہ کیا ایک شخص کو پھر بیع مستحق چیز ثابت ہوئی بعد  
 ادا کرنے کے تو مال میرے کو اختیار ہے چاہے بائع سے چاہے قابض سے اپنا مال بھرے دینا من صور فساد الحوائج مالو شرط فیہا الامضاء من ثمن ولا یس مشنا  
 بجزہ من الوفاء بالکرم ثم لو بائع ہانکا لوقبلھا المتال میرے بشرط الامضاء من ثمن دارہ وکن طایعیر علی البیع ولو باع بکبر علی الاداء اور بزانیہ میں ہے کہ فساد حوالہ کی  
 صورتوں میں سے وہ صورت ہے جس میں مشنا مال پر کا دین ثمن دار میل سے شرط ہو بسبب ما بزانہ نے متال میرے کے اس کے دینے سے جس کا احترام کیا  
 ہاں اگر میل بیچ کر بیٹا جائز کے تو حوالہ جائز ہو گا چنانچہ اس طرح سے جائز ہے اگر حوالہ کو متال میرے قبول کرے بشرط کہ میل اپنے ٹھکانے سے مٹا کرے  
 لیکن مال میرے پر زبردستی مانگی بیع پر اور اگر بیع کرے گا تو ادا کے مال پر زبردستی ہوگی ہم میں اگر میں نے اپنے ٹھکانے سے مٹا کرے گا تو ب حوالہ  
 جائز ہو گا کیونکہ اب اس کو بیع اور ادا پر قدرت حاصل ہوئی لیکن اس کے بیچ ڈالنے پر زبردستی نہ ہوگی کیونکہ ادا واجب نہیں قبل بیع کے لہذا اگر بیع  
 کرے گا تو ادا پر زبردستی ہوگی بسبب ثابت ہونے وجوب کے کذا فی الطحاوی لمفسد والبیع تا جمیل حقدہ لفظو قال ضمانت ہا لک علی فلان علی من یک  
 علی فلان علی شرا صرف تا جمیل اللالہ من لاندہ بیع تا جمیل حقدہ لفظو لفظہ بکرم الحیو اور حقدہ حوالہ کی تا جمیل بیع نہیں تو اگر ایک شخص نے کہا کہ میں تیرے  
 اس مال کا ضامن ہوں ہونے شخص پر ہے اس شرط سے کہ میں تیرے مال کا نمانے شخص پر حوالہ کروں گا بعد بیع کے تو یہ تا جمیل دین کی طرف  
 صحیح ہے ہوگی یعنی ضامن پر ادا ہونے بعد ایک بیع کے لازم ہوگا اس واسطے کہ حقدہ حوالہ کی تا جمیل نہیں کذا فی البزانیہ لفظو لفظہ بکرم الحیو  
 حقدہ صحیح ادا کرے ہے مستحبہ بضم سین و سکون فاو خ نا اور سین کا فخر بھی ہاں ہے ہم مستحبہ عربی سے سنتہ کا جو یعنی ہے حکم ہے جو اس ضمن میں

ستور خط طریق سے محکم اور مضبوطی حاصل ہوگی لہذا کسی بسفجہ ہوا وہی اقراض سقوط خط طریق اور سفجہ یعنی ہنڈوی کرنا قرض دینا ہے خطر راہ ساقط ہو جانے کے واسطے صورت اس کی یہ ہے کہ اپنا مال دے کسی شہر میں ایک تاجر یا ماہر کو بطریق قرض تاکہ وہ اس کے دوست یا وکیل کو مثلاً دوسرے شہر میں دے تا اس طریق سے خطر راہ سے محفوظ رہے تو مقرض کو اس قرض سے فائدہ حاصل ہو یعنی خطر راہ کا ساقط ہو گیا وجہ کراہت وہ حدیث ہے جو عمارت بن اسامہ کی سند میں علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کل قرض جہل ہے یعنی قرض جو قرض ہے کہ فائدہ کھینچے وہ بیلج ہے اور یہ حدیث ضعیف ہے کہ اس کی سند میں سواد بن معصب ہے جس کو عبدالحق نے متروک کہا اور ابن عدی نے کامل میں جابر بن عمرو سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (السفجہ حرام) یعنی ہنڈوی حرام ہے اور یہ حدیث بواسطہ عمرو بن موسیٰ ضعیف ہے کہ اس کی بخاری اور نسائی اور ابن معین نے تصحیف کی ہے اور ابن جوزی نے اس کو موضوعات میں ذکر کیا اور اس باب میں احسن روایت جو صحابہ اور سلف سے منقول ہے وہ اثنی عشر ہے جو ابن ابی شیبہ کے مصنف میں عن خالد الامرنی عن جابر عطاء سے منقول ہے اکانوا یقرضون کل قرض جہل منفعۃ یعنی صحابہ کرام مکروہ جانتے ہیں ہر ایک اس قرض کو جو منفعت پہنچے اور اسے کذا فی الفتح ملخصاً مروی ہے اور دوسری وجہ کراہت یہ ہے کہ یہ تملیک درہم ہے بعض درہم کے پھر جب یہ شرط ہوئی کہ دوسرے شہر میں دے تو یہ حکم تاویل ہے اور تاویل ایسا بیان میں صحیح نہیں نکالنا حال الخطر المتوقع علی المستقرض ذکاں فی معنی الحوالہ گو یا مقرض نے خطر متوقع کو قرض لینے والے پر ڈالا تو یعنی حوالہ ہو گیا م شام نے یہ وجہ مناسبت سفجہ کی کتاب الحوالہ کے ساتھ بیان کی باتباع امام کر وی فتح القدییر اور نہ الفائق میں وجہ مناسبت یوں مذکور ہے کہ سفجہ معاطر فی الدیون ہے مانند کفالت اور حوالہ کے طحاوی نے علامہ وانی سے نقل کیا کہ ہنڈوی مشابہ حوالہ ہے اس بہت سے کہ مقرض قرض دیتا ہے تاجر کو پھر مقرض حوالہ کرتا ہے اس مال کا جو مستقرض پر اپنے دائن یا دوست کے واسطے جو دوسرے شہر میں ہے و قالوا اذا لم یکن المنفقۃ مشروطۃ ولا متعارفۃ فلا باس بہ اور فقہانے کہا کہ جب ہنڈوی میں منفعت مذکورہ شرط اور متعارف نہ ہو تو اس کا پھر مضائقہ نہیں م ظاہر عبارت اس پر دلالت کرتی ہے کہ یہ قول متفق علیہ ہے اور حالانکہ ایسا نہیں بلکہ ایک قول یہ ہے کہ کراہت اس فعل کی مطلقاً ہے چنانچہ اس میں اور کثر کے متن کے اطلاق سے معلوم ہوتا ہے شارح زیلعی نے کہا کہ مناظر کراہت جہل نفع ہے خواہ مشروط ایسا نہ ہو اور دوسرا قول ہے کہ جب منفعت مشروط نہ ہو تو پھر مضائقہ نہیں اور اسی قول پر جزم کیا ہے فتویٰ معرین اور واقعات حسانیہ اور کفالت شہید میں اور بزازیہ کے باب العرف میں بھی اسی کو مذکور کیا ہے کذا فی النہر فتح القدییر اور شرح عمدی میں واقعات سے شرط کی صورت اس طرح مذکور ہے کہ ایک مرد نے دوسرے کو مال قرض دیا اس شرط پر کہ مستقرض اس کو لکھ دے فلاں شہر کی طرف اور اگر قرض دیا بغیر اس شرط کے اور مستقرض نے لکھ دیا تو جائز ہے فتح القدییر اور نہ الفائق میں ہے کہ فقہانے کہا کہ عدم شرط کے ساتھ اس وقت حلال ہے جب کہ اس کا یعنی دوسرے شہر پر لکھ دینے کا درج اور عرف ظاہر نہ ہو اور اگر معروف اور راجح ہو کہ یہ فعل اس واسطے ہوتا ہے یعنی یہ اقراض سقوط خط کے واسطے مروج ہو تو حلال نہیں اتنی طحاوی نے کہا خلاصہ یہ ہے کہ عدم اشتراط کے قول پر حجت ہونے کا محل وہ ہے جب کہ اس کا نفع نہ ہو اس واسطے کہ متعارف مشروط کے مانند ہے فرسخ مسئلہ لمحققہ شارح کافی النہر والجرمن صرف البزازیہ ولوان المستقرض وہب منہ الزائد لم یجز لانہ مشاع یمثل القسمۃ نہر اور بجز میں بزازیہ کے باب العرف سے منقول ہے اور اگر مستقرض اس میں سے زائد کو میہ کر دے تو جائز نہیں کیونکہ وہ مشاع ہے محتمل القسوم شارح نے اختصار کیا عبارت کا اور پوری روایت بزازیہ کی یوں ہے کہ مدیون کے ہر قبول کرنے اور اس کی دعوت قبول کرنے میں بلا شرط پھر مضائقہ نہیں اور اسی طرح کہ عمدہ تراوا کرے مقبوض سے تو حلال ہے بلا شرط اور اگر ناقص تر یا وزن میں مانع تراوا کرے اگر وہ کثیر ہے تو جائز نہیں اور اگر قلیل ہے تو جائز ہے اور جو تفاوت موازن میں داخل نہ ہو اور میں لکھیں جاری نہ ہو تو وہ اس کو یعنی دائن کو مسلم نہیں بلکہ اس کو پھر دے اور ایک درم کو سو درم میں بالاتفاق پھر دے اور نصف درم میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ کثیر ہے اور بعضوں نے کہا قلیل ہے اور اگر مستقرض اس میں سے ناکند میہ کرے تو جائز نہیں کیونکہ وہ مشاع محتمل القسمۃ ہے اتنی اور اس کو تامل کر کہ اگر نصف دینا قرض لے اور پورا دینا تراوا کرے اور زائد کو میہ کر دے تو وہ ایسا مشاع ہے

قتل القدرتہ نہیں پھر میں نے مارن سنان افندی کی تبیین المارم میں دیکھا کہ اول تو انھوں نے قاضی خاں سے بزاز کے مانند نقل کیا پھر یہ کہا کہ جس میں احتمال  
قسمت نہ ہو قبا زہے یعنی ہر شے کذا فی المطاوی و لولو کمل الجبل عن المتال لقصص وین الحوالہ لم یصح اور اگر کسے جو محیل قتال کی طرف سے دین نور کے  
قبض کرنے کا تو جمع نہیں ہوا واسطے جمع کہ محیل اپنے واسطے مل کر تاسے ہمزہ مؤدی حاصل کسے کذا فی المطاوی نے کہا بعضے نے میں ہماے من المتال علی ہذا ہے  
تو ہاں علی من ہے ولو شرک المتال الضمان علی الجبل صح و یطلب ایاشاء ان الحوالہ بشرط عدم براءۃ العلیل خلافہ غایبہ اور اگر قتال محیل پر تاوان شرط کرے تو صحیح ہے اور  
طلب کسے جس سے چاہے لواء محیل سے غیاہ لعل علیہ اس واسطے کہ لواء بشرط عدم براءت محیل کفالت ہے کذا فی التاویذین چونکہ کفالت بشرط براءت محیل لواء ہے کذا فی حاکم  
وینا عن اثنی لوفاب المال علیہ ثم جاد المال و لاء علی محمودہ اللال لم یصدق وین برہن بان المشہود علیہ نائب فلو عاقر و قد الحوالہ و انبیتہ کان نقول لہ و جعل محمودہ منی و  
غایبہ میں ابو یوسف سے روای ہے کہ اگر محیل علیہ غائب ہو پھر قتال اوسے اور اس کے انکار مال کا دعویٰ کرے تو اس کی تصدیق نہ ہوگی اگرچہ اس دعویٰ کو بشارت ثبت  
کسے اس واسطے کہ مشہود علیہ یعنی محیل علیہ غائب ہے سو اگر محیل علیہ حاضر ہو اور وہ حوالہ سے انکار کرے اور گواہ نہ ہوں مقدم حوالہ کے تو قتال ہی کا قول معتبر ہوگا اور اس کا  
انکار نفع حوالہ گزار دیا جائے گا تو اس صورت میں محیل پر دین ہو کرے گا کیونکہ براءت محیل بشرط سلامت حق قتال ہے اور یہ مسئلہ ہکات دین کا ہے جو سابق میں  
دکورد ہو چکا ہے مسلطہ شرع کا لایب اولوی اذ اخطال ہاں الیتیم فان کان غیر یتیم بان کلن المثل اصلا مع سراجیۃ اللہ کی کانی مضاربتہ البورۃ قلت و مفادہ تاما  
الہذا لو تسامیاء نقلہ او ہمزہ علی التاویذ و لواء جینتہ اختقل بالالتیید و اسلفہ و انما شرحت للفائدۃ انتہی باب یادھی جب کہ مال یتیم کا حوالہ لہذا ہے کہ تو یہ  
یتیم کے حق میں بستر ہوا اس طرح کہ مدرس شخص یعنی محیل علیہ ذرئال وار ہو محیل سے تو جمع ہے کذا فی السراجیہ اور اگر زیادہ ذرئال وار نہ ہو تو حوالہ قبول کرنا جائز نہیں  
چنانچہ جو ہرہ کی کتاب المضاربتہ میں ہے اس کتاب میں کہ مفادہ شرط غیرت عدم جواز حوالہ ہے اگر دونوں شخص محیل اور محال علیہ مساوی ہوں مال داری اور دین  
یا دونوں متعلق ہوں اور اسی کا یقین کیا ہے غایبہ میں اور دلیل بھی اسی کی مقتضی ہے اس واسطے کہ در صورت تساوی یہ قاریب حوالہ قبول کرنا اس نتیجہ کا نتجہ  
ہے جو مفید نہیں اور مشروط مفادہ نہیں مگر فائدہ کے واسطے واللہ تعالیٰ اعلم ہم دیون نے دامن حوالہ کی صورت میں علیہ شرط سے اس طرح غائب ہوگی کہ اس کا مال  
عدم نہیں بہت اس کی صورت اور ماجزی کے سوتال نے چاہا کہ اپنا حق محیل سے بھرے تو اس کو ہمزہ بلین محیل پر جائز نہیں جب تک قتل میرک موت  
ہاں و کسے کذا فی المطاوی من الالگیریہ واللہ سبحانہ اعلم واستغفر اللہ العظیم



# کتاب القضاء

یہ کتاب ہے مسائل قضائیں جھگڑا فیصل کرنے میں لاکان اکثر المنازعات تفتیح فی الدیون والبیانات عقباً بالیقظہما ہر گاہ کہ اکثر جھگڑے دیون اور بیانات میں واقع ہوتے ہیں تو مصنف دیون اور بیانات کے متناقب اس کو لایا جو ان کی قاطع اور رافع ہے یعنی قضا کہ رافع منازعات دین اور بیانات ہے دیون سے مراد وہ دیون ہیں جن میں کفالہ اور حوالہ واقع ہوتا ہے جو بالمد و یقصر لغہ اہلک تضا بالف مدودہ ہے اور بالف مقفہ و رہی آیات لغت میں یعنی حکم ہے ہر چند قضاقت میں معنی حکم و ذرائع ہلاک و ادا و اہلاد معنی و منع و تقدیر مستعمل ہے کذا فی البحر لیکن مشارح نے فقط حکم پر اقتصار کیا تا معنی لغوی اور اصطلاحی کی مناسبت ظاہر ہوا سے و شرعاً فصل الخصومات و قطع المنازعات اور اصطلاح شرع میں قضا عبارت ہے فیصل کرنے خصوصیات اور قطع کرنے منازعات سے ہم یعنی فیصلہ جو خصوصیات میں واقع ہو اس طرح کہ حق دار کا حق بیان ہو اور مظلوم کا منع اور الزام ثابت ہو تو فیصلہ رافع یعنی قطع ہے تو تعریف میں عطف تفسیری ہوا اور بہتر یہ تھا کہ مصنف علی وجہ مخصوص کی قید زیادہ کرنا تا امیر اور حکم فصل خصوصیات قضا سے نکل جائی کذا فی الطحاوی و قیل غیر ذلک کالسطحی المطولات اور بعضوں نے تعریف قضا کی اس کے سوا اور طرح سے بھی کی ہے چنانچہ کتب مطولہ میں مصرح ہے ہم از الجملہ بدائع میں تعریف یوں مذکور ہے کہ قضا عبارت ہے حکم بین الناس بالحق سے جو خدا کے نزدیک حکم حادثات میں ثابت ہے خواہ حکم قطعی ہو اس طرح پر کہ اس پر دلیل قطعی ہو یعنی نفس مفسر کتاب اور سنت متواترہ یا مشہورہ یا اجماع سے خواہ ظاہر ہو اس طرح پر کہ دلیل ظاہر قائم ہو جو غلبہ ظن کے موجب ہے کتاب اور سنت اور قیاس سے اور قیاس ان مسائل اجتناب دین میں ہے جس میں اختلاف فقہاء ہے یا جن میں سلف سے روایت نہیں تو اگر قاضی وہ حکم کرے جو دلیل قطعی کے مخالف ہے تو وہ جائز نہیں کیونکہ وہ بالیقین باطل ہے اور اسی طرح موضع اختلاف میں وہ حکم کرے جو اذیل فقہاء سے خارج ہے تو جائز نہیں کیونکہ حق ان سے متجاوز نہیں اور یہ تفصیل مذکور مجتہد قاضی کے حق میں ہے اور مقلد قاضی یعنی مثلاً حنفی اور شافعی پر تو یہ واجب ہے کہ اپنے مذہب کے معتقدوں پر حکم کرے تو وہ بہ نسبت اپنے خلاف مذہب کے حکم کرنے میں معزول ہے اور اگر غیر مذہب کے موافق حکم کرے گا جان کنز اس کا حکم جاری نہ ہوگا اور اگر ناوائتہ حکم کرے تو اس کا ابطال حکم مناسب اور بعضی روایات میں اس کی قضا اہم اعظم کے نزدیک جائز ہے برخلاف صاحبین کذا فی الطحاوی من البحر دار کاتب سنت علی ما ظہر ابن الفرس بقولہ ۱۰ اطراف کل قضیہ یکبیتہ پست یلوع بعد ما تحقیق بہ حکم و محکوم بہ ولہ ۱۰ و محکوم علیہ و حاکم و طریق ۱۰ اور ارکان قضا کے چھ ہیں چنانچہ ابن الفرس نے اپنے اس قول میں نظم کی ہے یعنی اطراف ہر قضیہ یکبیتہ کے چھ ہیں جن کے شمار کر لینے سے تحقیق ظاہر ہوتی ہے حکم ہے ۲ محکوم بہ ۳ محکوم لہ ۴ محکوم علیہ ۵ حاکم ۶ طریق ۷ ابن الفرس بنین معجمہ فرما کہ بدیعہ کا مصنف ہے اور اطراف سے مراد ارکان ہیں اور قضیہ عبارت ہے حادثہ سے جس کو عرف میں مقدمہ کہتے ہیں حکم دو قسم سے قوی اور ضعیف حکم قوی یہ کہ قاضی کے کہ جس نے تجھ پر حکم کیا یا لازم کیا یا تجھ پر قضا میں نے جاری کی یا میرے نزدیک ظاہر بدیعہ ہو گیا یا میں جان گیا اور حکم فعلی اس طرح پر کہ قاضی نے مثلاً تمیم کا مال آپ خرید کیا یا اپنا مال تمیم کے ہاتھ بیچا تو جائز نہیں کیونکہ قاضی کی بیع حکم ہے اس کا اور وہ اپنی ذات کا قاضی نہیں ہو سکتا اور محکوم بہ یعنی جس امر کا قاضی نے حکم دیا اس کی شرط یہ ہے کہ معلوم ہو اور محکوم لہ یعنی مدعی اس کی شرط یہ ہے کہ دعوی اس کا صحیح ہو اور مدعیان میں جو جن کی شہادت قاضی کے واسطے مقبول ہے اور محکوم علیہ یعنی مدعا علیہ میں یہ شرط ہے کہ حاضر ہو کیونکہ قضا علی الغائب صحیح نہیں اور حاکم یعنی قاضی کی نو شرطیں ہیں اول مقدمہ ۲ بلوغ ۳ اسلام ۴ حریت ۵ سب ۶ بصرہ نطق ۸ حد قذف سے سلامت رہنا ۹ حکم دینے کے واسطے مقرر ہونا ۱۰ فقط دعوی کی سماعت کے واسطے اور مرد ہونا اور مجتہد ہونا شرط نہیں اور



ظہیرتہ دستغیب اور فتویٰ دسے قاضی اس کو جو اس کے پاس فیصلہ کروانے نہیں آیا کذافی الظہیرتہ اور اگے یہ مسئلہ واضح ہوگا فتویٰ دینا قاضی کا بائیں ہے اگر پراختیاء مجلس  
قضا میں ہو اور یہی قول صحیح ہے کذافی الدرر خواہ مسئلہ معاملات کا ہو خواہ دیانات کا کذافی المنع و یاخذ القاضی بالمفتی بقول ابی حنیفہ علی الاطلاق اور قاضی مفتی کے  
مانند امام ابو حنیفہ کا قول ہے مطلقاً یعنی خواہ صاحبین امام کے ساتھ متفق ہو یا نہ ہوں ہم جامع الفصولین میں ہے اور اگر ایک مسئلہ میں ہمارے اصحاب مختلف ہو تو اگر  
ابو حنیفہ کے ساتھ صاحبین میں سے کوئی ہو تو دونوں کے قول کو لے بسبب ظاہر ہونے صواب کے اس میں اور اگر صاحبین نے اختلاف کیا ابو حنیفہ سے تو اگر اختلاف ان کا  
حسب زمان ہو جیسے ظاہر عدالت پر حکم کرنا تو یہاں صاحبین کا قول ہے بواسطہ تغیر احوال مردم اور عزت اور معاملات میں بھی صاحبین کے قول کو اختیار کرے کیونکہ اس پر  
متاخرین کا اجماع ہے اور اس کے سوا میں بعضوں نے کہا کہ مجتہد مجتہد ہے اپنے اجتہاد کے موافق عمل کرے اور بعضوں نے کہا کہ یہاں ابی حنیفہ کے قول کو لے قاضی کذافی الظہیرتہ  
ثم بقول ابی یوسف ثم بقول محمد ثم بقول زفر والحسن بن زیاد واولا صحیح نیتہ وراجحہ وعبارة النہم بقول الحسن فتنہ پورا ابو حنیفہ کے بعد ابو یوسف کا قول ہے پھر ان کے  
بعد محمد کا قول ہے پھر ان کے بعد زفر و حسن بن زیاد کا قول ہے اور یہی ترتیب مذکور صحیح قول ہے کذافی المینہ والسراریۃ اور عبارت نہر الفائق اس طرح ہے پھر زفر کے بعد حسن بن  
زیاد کا قول ہے سو خبر طرہ یعنی مرتبہ حسن کا بعد زفر کے ہے نہر الفائق میں اور نیتہ اور سراریۃ میں زفر اور حسن بن زیاد ہم مرتبہ ہیں عمومی نے کہا کہ جب ایک مسئلہ میں دو قولوں کی  
صحیح واقع ہوئی ہو تو مفتی مختار ہے جس کا پاس ہے فتویٰ دے اور یہ جائز نہیں کہ ایک مقدمہ میں دونوں قولوں کا فتویٰ دے چنانچہ ہمارے زمانے کے بعض مفتیوں سے  
ایسا ہی واقع ہوا صحیح فی الحادی اعتبار قوۃ الدرک دلاول اضبط نہر اور حادی قدسی میں اعتبار کرنے قوۃ مدسک کی صحیح کی ہے اور قول اول اضبط ہے کذافی النہم صحیح حادی  
اطلاق متن کے مقابل ہے اور مدسک لفتح را مصدر ہے یعنی ادراک یعنی مختلف قولوں میں قوت ادراک معتبر ہے اور قوت ادراک راجح ہے دلیل کی قوت کی طرف  
یا مدسک سے محل ادراک مراد ہے یعنی دلیل صاحب نہر نے قول اول یعنی نیتہ اور سراریۃ کے قول لفظ وسطی اضبط کہا کہ وہ خاص اور عام کو شامل ہے عام وہ جو شخص قوت مدسک  
کو ادراک نہیں کر سکتا علاوہ اس کے گاہے انسان کو بقدر اپنے ادراک کے قوت معلوم ہوتی ہے اور واقع اس کے برخلاف ہوتا ہے یا مجب دلیل قوت معلوم ہوتی  
ہے اور صاحب مذہب کی دوسری دلیل ہے جس پر یہ شخص مطلع نہیں بجز الراقی میں کہا کہ صحیح حادی قدسی اس صورت میں ہے جب کہ امام ایک جانب میں ہو اور صاحبین  
دوسری جانب میں صاحب بجز الراقی نے کہا کہ اگر تو کہے کہ مشائخ کو فتویٰ دینا پتیر قول امام کیونکہ جائز ہوا باوجودیکہ وہ مقلد ہیں امام کے میں کتابوں کہ یہ شبہ مجھ پر دست  
درا تک مشکل رہا اور اس کا جواب میں نے نہیں دیکھا مگر جواب میں سمجھا ہوں ان کے کلام سے وہ یہ ہے کہ مشائخ نے ہمارے اصحاب سے نقل کیا کہ کسی کو فتویٰ دینا ہمارے  
قول کا حلال نہیں جب تک یہ نہ جانے کہ ہم نے کہاں سے کہا ہے اور سراریۃ میں نقل کیا کہ عصام جو امام کی مخالفت کیا کرتے تھے تو اس کا یہی سبب تھا اور وہ بخلاف  
قول امام اکثر فتویٰ دیا کرتے تھے کیونکہ امام کی دلیل ان کو نہ معلوم ہوتی تھی ادراک پر دوسری دلیل ظاہر ہوتی تھی تو اس کے موافق فتویٰ دیتے تھے سو میں کتابوں کہ  
یہ شرط مشائخ سابقین کے زمانے میں تھی یعنی اس واسطے کہ ان کو ترتیب اجتہاد حاصل تھا اور ہمارے زمانے میں تو حفظ یعنی حفظ اقوال امام کافی ہے چنانچہ قیہ وغیرہ میں  
ہے تو اب فتویٰ دینا بقول امام حلال ہے بلکہ واجب ہے اگرچہ معلوم نہ ہو کہ امام نے کہاں سے کہا اور بموجب اس تقریر کے جس قول کی حادی نے صحیح کی اور اسی  
شرط مذکور پر منتخب ہے اور فقہان نے صحیح کی ہے کہ فتویٰ دینا امام کے قول پر ہے تو نتیجہ یہ حاصل ہوا کہ ہم پر یعنی مقلد ہیں پراختیاء بقول امام واجب ہے اگرچہ مشائخ نے برخلاف  
اس کے فتویٰ دیا ہو کیونکہ انھوں نے برخلاف قول امام فتویٰ دیا بسبب فقدان شرط کے ان کے حق میں یعنی وقف ہونا امام کی دلیل پر اور ہم پر تو اختیاء بقول امام  
لازم ہے اگرچہ ان کی دلیل نہ جائیں انتہی مضمون البر کذافی المطاوی و لایخیر اذالم یکن محتمل المقلد فی خالف معتد اندہ لاینفذ حکم و متقیض ہو الخ لایضو  
کالسطر المصنف فی فتاواہ وغیرہ وقد متاہ فی اول الكتاب دینی اور قاضی مختار نہیں اخذ مذاہب میں جب کہ وہ مجتہد نہ ہو بلکہ قاضی مقلد جب کہ اپنے مذہب کے  
معتق قول کا خلاف کرے گا تو اس کا حکم جاری نہ ہوگا بلکہ توڑ دیا جائے گا یہی قول مختار ہے فتویٰ کے واسطے چنانچہ مصنف نے اس کو مشورہ بیان کیا  
ہے اپنے فتاویٰ میں اور غیر مصنف نے بھی اور ہم اس کتاب کے اول میں قبل کتاب الطہارۃ اس کو مقدم ذکر کر چکے ہیں اور اگے بھی مذکور ہوگا

ولی القستانی و غیرہ الامم بنی کل امر منع کالای فی القاضی فالمراد صاحب مد کلہ الاجتهاد اتقی اور قستانی وغیرہ میں سے معلوم کر کے میں مقام میں ملائے گیا کہ اس میں قاضی کی لئے ہے قضاہاں وہ قاضی ملا ہے جس کو وقت اجتہاد حاصل ہوا اتقی ولی الحکامۃ و انما یخذ القضاء فی البتہ فیہ انما علم انہ مجتہد فیہ والا فلا یخیر فیہ ہے کہ مجتہد فیہ یعنی جس میں اجتناف مجتہد ہے اس میں تو اس وقت حکم قاضی نافذ ہوتا ہے جب کہ قاضی کو یہ معلوم ہو کہ وہ مجتہد فیہ ہے اور اگر یہ معلوم نہ ہو تو حکم اس کا نافذ نہیں ہے حکم ہے قاضی مجتہد کا اس واسطے ابھی معلوم ہرچکا کہ قاضی مقلد یا اتباع احمد مذہب واجب ہے غیر مذہب کا اس کو خلاف معلوم ہوا ہے اور مجتہد کو حکم مجتہد ہے اس واسطے شرط ہوا کہ شاید صحابہ یا غیر صحابہ کے اجماع سے اس کا حکم تلف نہ ہو جائے کذلکی الموطاوی واذا اختلفت مقتیان فی جواب حدیث اخذ لقبول القضاہ بعد ان یکون اور صحابہ اسباب کی وجہ سے قاضی کو ترک قول سے بعد قاضی نے ہونے کے کذلکی الموطاوی یعنی جو عدلوں میں زیادہ ترقیہ اور زیادہ ترقیہ ہونے والا ہے اس کے قول پر قاضی عمل کرے ولی الملتقط واذا اشکل علیہ امر و راوی لہ فیہ شاور العلماء و نظر اس فی احوال قاضی بامانہ صوابا لا یجوز الا ان یکون غیر القوی فی الایمان و مجتہد فیہ و ترک ما یجوز ترکہ لہ برأیہ اور مقلد میں سے ہے اور جب قاضی پر کوئی امر اشکل ہو اور اس کی رائے اس میں نہ ہو یعنی اس کا اجتہاد کسی شے پر واقع نہ ہو تو ملائے مشورہ سے اور ان کے اقوال میں سے خوب تر قول کو نال کر کے اور میں قول کو ٹھیک اور صحیح جانے اس پر حکم کرے یہ اس قول پر کہ اس کے سوا ہے مگر اس صورت میں جب کہ غیر قاضی قضاہ و مجتہد و اجتہاد میں قوی تر ہو تو جب قاضی کو اپنا اجتہاد ترک کرنا باقلاً اجتہاد فیہ قوی کے ہائے ہے مگر یہ مجتہد قاضی کے حق میں ممول ہے فتاوی مالگیری میں ہے کہ الطمان و جہانب کے ملائے مشورہ لینا خط لکم کر سنت قدیم ہے جو اہل شریعت میں اور اگر قاضی مجتہد نہیں تو وہ صورت اختیار ہو اس کے نزدیک افتہ اور اس کے پاس کا قول ہے ہر مجتہد ایک مسلم سے لینا کافی ہے لیکن چند ملائے مشورہ لینا مطلب ہے تم قال طن لکن مجتہد افضلہ تعقیدیم متابہ راہیم فاذا قضی بخلافہ لاینفذ حکم صاحب مقلد نے کہا اور اگر قاضی مجتہد نہ ہو تو اس پر تعقید صحابہؓ اور ان کی رائے کا اتباع واجب ہے تو اگر بظن اس کے حکم کرے گا تو اس کا حکم نافذ ہو گا مگر یہی صورت قضاہ اتباع صحابہ واجب ہے اور وہ صورت اجتناف قول محمد کا اتباع عدم ہے کذلکی الموطاوی المصر شرط لفقضاء القضا علی ظاہر الرویہ و فی روایۃ النوارۃ لا یفتقد فی القری ولی مقار فی دعایۃ علی اصحی طحاوی لفظی جانیہ شہر کا ہونا قاضی کے حکم چلایا ہونے کی شرط ہے ظاہر روایۃ میں اور روایت النوارۃ میں شہر کا ہونا شرط نہیں تو حکم اس کا جاری ہو گا حیثیت میں اور اس زمین میں جو اس قاضی کی حکومت میں واقع نہیں بنا بقول مجھے کے کذلکی الامتداد اور اسی قول میں ظاہر روایۃ پر فتویٰ ہے کذلکی البرجوزیہ اخذ القضاء ویرثوہ سلطان او خود و ہر مال ہوا و بعد از جابع الفصولین و فتاویٰ ابن نجیم اور تشریحی ہوا او احوالہ بعد از تشریحی و حکم لاینفذ حکم قاضی نے عمدہ قضایا بادشاہ یا اس کی قوم کو رشوت سے کرا دیا کہ قاضی رشوت دینے سے وقف ہے یا سفارش کرا کے قضالی کذلکی جابع الفصولین و فتاویٰ ابن نجیم یا قاضی نے خود رشوت لی یا اس کے ملازم گرنے قاضی کی دانت میں اور حکم کیا تو اس کا حکم نافذ نہیں مگر جب قاضی مذکور کا حکم نافذ ہوا تو اس کے حقوق اور فروع سب باطل ہیں حدیث میں راہی اور تشریحی اور رائے شہر بہ لغت دار ہے راہی وہ ہے جو رشوت سے اور تشریحی وہ ہے جو رشوت سے راہی وہ جو عدلوں میں متوسط ہے اس کے باوجود رشوت حاصل ہوتی ہو مگر اس نے کہا اس زمانے کے قاضیوں کو اس لغت کی شدت سننا چاہیے خصوصاً مصر کے قاضیوں کو طرہ ماہرا ہے کہ بعضا قاضی جو رشوت سے کرا قضایتا ہے اگر اس کو دانت کیے تو کہتا ہے کہ ہم اس واسطے رشوت دیتے ہیں تا صاحب قضا مظلوم رہے اور باطلوں اور فساقوں کے ہاتھ میں نہ ڈالے اور حق تعالیٰ پر کوئی چیز یعنی نہیں سر راج و لایع مدینا پیچ سے مقبول ہے کہ ابو یوسف نے کہا کہ اگر قاضی مت تک لوگوں میں حکم کرے پھر معلوم ہو کہ وہ رشوت سے ہے تو اس قاضی کے پاس اس کے مقدمات کا مواظب ہونا اس کو واجب ہے کہ اس کے بیع قضایا کو باطل کر دے بنازیہ میں ہے رشوت سے کرا قضایتا نام ہے کہ خود قاضی دے یا اور کوئی شخص قاضی کے ہاں ہوا یا میں ہکا اگر قاضی کے ملائے سے کوئی رشوت لے گا قاضی کنا و اشکل میں تو اس صورت میں قاضی کا حکم نافذ ہو گا اور جو مصنف نے اختیار کیا کہ رشوت





قرابت کے پھر یہ سے چنانچہ قبل اس کے وقت تھا پھر وہ اس کا مقدمہ درست کر دے تو یہ غریب بات ہے کیونکہ یہ فرض ہے اصحاب کا اصحاب سے اور کرم کا کرم سے اتنی فتح تقدیریں ہے کہ اگر یہ بلا شرط ہو لیکن بالیقین معلوم ہے کہ اس واسطے یہ وہی ہے کہ اس کی امانت کرے سلطان نزدیک تو مشائخ ہمارے اس پر میں کہ اس کا کچھ ضابطہ نہیں اور اگر اس کا کام ہر شرط اور بلا شرط اور بلا طبع کرے پھر اس کے وہ یہ دوسے تروہ ملتا ہے اس میں کچھ مضائقہ نہیں اور عبداللہ ہی مسجد جو اس میں کراہت منقول ہے سو وہ وریع اور تقویٰ ہے اتنی دینا اور جعل لہر یہ مبلغانی کل شہر یا خذہ منہ ویفوض الیہ قضاء نابت فتاویٰ العصف وکن ذل الخ من قد بلا سطر الشفاء کن قلا خسا با و مثلاً فی بزازیہ زیادۃ دن لم یل الطلب بالشفاء اور اسی دم نفاذ حکم میں سے ہے یہ صورت کہ آدمی عمدہ فضل کے دینے دے کے لیے کہ وہ پھر پھر کرے کہ برینے میں تم جو سے لے لیا کرواد کسی پرگز کی قضایہ سے ملا کر وکن ذل فتاویٰ العصف لیکن فتح تقدیر میں ہے کہ جو قاضی ہو جو واسطہ سفارشوں کے واسطے مل نہیں مہر استدراک جامع مضمون کا جو قبل اس قول کے مذکور ہو چکا اولو کان عدل ففسق یا خذ ما اذینہ انصا لہ العزم استحق العزل وجر با و قبل نزول و طیر الفتویٰ ابی الکل مالک اور اگر قاضی عادل جو پھر ناسخ ہو جائے رشوت لینے یا بیز رشوت کسی اور گناہ کبیرہ کرنے سے تو اسے معزول کرے ہو گا بجز وہ جو ب کے معنی سلطان پر اس کا معزول کرنا واجب کفائی بزازیہ اور وہ قول یہ ہے کہ فسق سے قاضی خود معزول ہو جاتا ہے یہی بدون معزول کرنے کے اور ہی پر فتویٰ ہے کہ تصویح ابی الکل اور ابن ملک اور شامی نے کہا کہ معصف نے اخذ رشوت کو اس واسطے خاص کر کے ذکر کیا کہ قاضی کا ناسخ ہونا اکثر رشوت لینے سے ہوتا ہے مہمل وہ ہے جو احکام شرع بجا لے اور اس کے نواہی سے اپنی اور ناسخ یہ کہ حکم الہی سے باہر ہو جائے کبیرہ گناہ کر کے چنانچہ استماع خنا و تصدق و اخذ رشوت و غیرہ ذلک فسق قاضی رشوت سے ثابت ہوتا ہے خواہ قاضی ایک رشوت سے یا اس کا بیٹا اور کوئی قرابت دار جس کی گواہی اس کے حق میں درست نہیں بشرطیکہ قاضی اس کی رشوت لینے کو جانتا ہو کذالی الطحاوی ولی الشافعی من انوار لوفسق اور استدراکی تم صلح اور بصر منوط قضاء و قضی فی فسق و کورہ باطل و ائتمہ فی البر اور خلاصہ میں نوادہ سے منقول ہے کہ اگر قاضی ناسخ یا ترد یا انصاف ہو جائے پھر صلح اور متقی ہو جائے تو باوجود اسلام سے یا اس کو نظر آنے لگے تو وہ اپنی قضایہ قائم ہے اور جو اس نے اپنے فسق و غیرہ میں حکم کیا وہ باطل ہے اور اس قول پر بجز الراق میں استواء کیا مہ قول بھی ہے اس قول پر کہ فسق سے قاضی مستحق عزل ہوتا ہے معزول نہیں ہوتا اور سوسی نے کہا کہ جو فسق سے مستحق عزل کا قائل ہے وہ اس کے احکام کی صحت کا قائل ہے اور جو اس کی معزولی کا قائل ہے وہ بطمان احکام کا قائل ہے ولله تعالیٰ اعلم کذالی الطحاوی ولی الفتح الفتاویٰ الامامۃ و السلطۃ علی عدم الاغتریل بالحق لانا جزیۃ علی التقریر و الخلیۃ اور فتح تقدیر میں سے کہ اہمیت اور سلطنت میں فقہا کا اتفاق ہے مہم مغزول پر سب فسق کے کیونکہ بنائے اہمیت اور سلطنت تہر اور غیر پر ہے لکن فی اول و لوی الثانیۃ الالی کا قاضی غیر ناسخ لیکن غائب اول کتاب لدعویٰ میں ہے کہ دل قاضی کے مانع ہے کہ اس کو یاد رکھنا چاہیے مہ بجز الراق میں غایہ سے منقول ہے کہ مالک جب فسق ہو جائے تو وہ بجز قاضی مستحق عزل ہے معزول نہیں ہو جاتا تو یہ استدراک مہم عزل دلی کے اتفاق پر وہ بعضی ان کیوں ہو تو نامہ فی عفاذہ و عقلہ و صلاحہ و فہمہ و علمہ بالسنتہ و الاثار و وہو بالفتنہ لہر ہوا یہ ہے کہ قاضی موقوف ہوا ہر مہم علیہ جو اپنے عفاذہ اور عقل اور صلاح اور علم اور سنت اور آثار اور وجود فقہ کے علم میں مہم صحت یعنی پاک و امنی عبارت سے قرابت اور غلام مہم ہارنے سے اور عقل بقول اکثر روایات ہے اس قوت سے جو مد رک کلیات ہے یعنی قاضی کا ل عقل چاہیے تو اہمیت ناقص العقل ہا لقی قضایہ میں صحت لے گا کہ اہل صلاح وہ ہے جو مستور ہے یعنی پر وہ دارہ صاحب تمت مستقیم طریقہ سلیم انانیہ کامن لہذی قلیل السوہ و شلب نبیذ نہ سبب بحال نہ تناف مہمیت و معروف بالکذب اور ہم بعضوں کے نزدیک وہ قوت ہے جس سے نفس نفسانی اکتساب تہر اور مطالب کے واسطے مستعد ہو جائے اور سنت مہمیت ہے حدیث قولی اور فعل اور تقریری سے اور آثار سے صحابہ اور تابعین کے اقوال مضمود میں اور وجہ فقہ سے وہ طریق لہ طرح کا سبب مہمیت بلکہ ہر سبب ہر حکم کرنے والا ہے لہذا وہی ہے سورہ بقرہ کا دیکھنے والا مہمیت کا بیانیہ جو رتوں کو نہ ناک تہمت لگانے والا

مراد ہیں جن سے مستنبط ہوتی ہیں اور وہ اصول جن پر بنائے فقہ طحاوی نے کہا کہ ظاہر کلام بحر الرائق اس پر دلالت کرتا ہے اوصاف مذکورہ استنباب کی شرط  
ہیں والا اجتہاد و شرط الاولیۃ تعذرہ اور اجتہاد الاولیت کی شرط ہے بسبب تعذر ہونے اجتہاد کے ہم یعنی وجود اجتہاد ہر زمانے میں متعذر ہے اور فقہا کی طرف  
ہر زمانے میں عادت ہے لہذا اجتہاد پر فقہا موقوف نہیں دریافت کرنا چاہیے کہ اجتہاد ولغت میں عبارت سے بذل طاقت سے مشقت والی چیز کے حاصل کرنے کے واسطے  
اور اصطلاح میں اجتہاد عبارت ہے فقہ کے بذل طاقت سے حکم شرعی ظنی کی تحصیل کے واسطے تلویح میں کہا بذل طاقت سے مراد یہ ہے کہ ایسی کوشش کرے کہ اس سے زیادہ کوشش  
کرنے سے عاجز ہو جائے اور شرط اجتہاد اسلام اور نقل اور بلوغ اور فقیہ النفس یعنی شدید الغم بالطبع ہونا اور لغت عربی کا علم ہونا اور کتاب اللہ کا عادی ہونا بقدر  
متعلقات احکام اور حدیث کا علم ہونا بطریق متن اور سند اور نسخ اور نسخہ کے اور قیاس کا ماہر ہونا اور یہ شرط تو مجتہد مطلق کے حق میں ہیں جو جمیع احکام شرعیہ میں فتویٰ  
دیتا ہے اور جو ایک حکم خاص میں مجتہد ہونے دوسرے حکم میں تو اس پر معرفت اسی قدر کی لازم ہے جو اس حکم خاص سے متعلق ہے مثلاً حکم متعلق بالصلوۃ کا اجتہاد جمیع متعلقات  
نکاح کی معرفت پر موقوف نہیں اور یہاں اجتہاد یعنی اول مراد ہے کذانی الطحاوی عن المودعی علی نزدیک زملوا الزمن عنہ عند اکثر منہر فیصیح تالیف العالی ابن کمال و حکم لغتوی  
غیر علاوہ برائے خالی رہنا زمانے کا اجتہاد سے اکثر اہل علم کے نزدیک جائز ہے کذانی انہر تو اس صورت میں جاہل مامی کا قاضی ہونا صحیح ہوگا کذا ذکر ابن کمال اور حکم  
قاضی جاہل غیر شخص کے فتویٰ سے ہم اس واسطے کہ مقصود قضاء یعنی حق دار کو حق کا پہنچانا حاصل ہو سکتا ہے نیز کے فتویٰ سے کذانی البراہن عرس صاحب ذواکہ بدری نے  
کہا کہ فقہا کی مراد عامی سے جاہل شخص نہیں بلکہ تامل علم اور فہم ہر درجہ اور کثیر مرتبہ یہ ہے کہ بعض حوادث اور مسائل دقیقہ کو خوب جانتا ہو اور طریقہ تفصیل احکام شرعیہ  
کاتب مذہب اور صدور مشائخ سے جانتا ہو اور وقائع اور دعاوی اور نفع میں کیفیت ایراد اور اصدار سے واقف ہو انتہی کذانی شرح المودعی وغیرہ لکن فی ایمان  
البرزانیۃ المفتی لفتی بالدیانۃ والقاضی لفتی بالظاہر دل علی ان الجاہل لا یکنہ القضاء بالفتویٰ ایضا فلا بد من کون الی حکم فی الدماء والفروج مالا دینا کا لکبریت الامردین بکبریت  
الامر دین العلم لیکن بزائری کی کتاب الایمان میں ہے کہ مفتی دیانت پر فتویٰ دیتا ہے اور قاضی ظاہر پر حکم کرتا ہے یہ قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ جاہل کو غیر کے فتویٰ  
پر حکم دینا ممکن نہیں تو دماء اور فروج میں قاضی عالم کو عالم اور دین دار ہونا ضروری ہے اور عالم دین دار ہونا کبریت الامر کے مانند ہے اور کہاں ہے کبریت الامر  
کہاں علم انتہی کلام البرزانی ہم یعنی جب یہ ثابت ہو کہ بنائے فتویٰ دیانت پر ہے یعنی فیما بینہ دین اللہ اور بنائے قضا ظاہر لفظ پر ہے اور جس پر قرآن دلالت کریں تو  
اب قاضی کو مفتی کے فتویٰ پر حکم کرنا نیز ممکن ہے یعنی ہر مقدمے میں متصور نہیں اس واسطے کہ جائز ہے کہ فتویٰ بالدیانت دہو دماء اور فروج کو اس واسطے خاص  
کر کے ذکر کیا کہ دونوں میں فوری اور اختلافات مناسب ہر زمانہ ہے طحاوی نے کہا بعضوں نے اس کا جواب یوں دیا ہے کہ افتاء سے وہ مراد ہے جس پر قاضی عمل  
کرے اس طرح ہے کہ قاضی مفتی سے سوال کرے کہ اگر ایسی صورت قاضی کے روبرو پیش ہو تو وہ اس میں کیا حکم کرے علاوہ اس کے مخالفت دیانت کی قضا سے نادر  
مسائل میں ہے نہ ہر مسئلے میں و مشککہ دیا ذکر المفتی اور قاضی کے مانند اوصاف مذکورہ ہیں مفتی ہے یعنی مفتی کا بھی موثوق ہونا مراد ہے ہفت اور نقل اور صلح  
اور فہم اور حدیث اور آثار اور وجوہ فقہ کے علم میں دہر عند الاصولیین المجتہد و اما من یحفظ اقوال المجتہد فلیس بمفتی و فتواہ لیس بفتویٰ بل ہو نقل کلام کا بسطہ ابن  
الہمام اور مفتی اصولیین کے نزدیک عبارت ہے مجتہد سے اور جو اقوال مجتہد کو یاد کرے وہ مفتی نہیں اور اس کا فتویٰ بھی فتویٰ نہیں بلکہ وہ نقل کلام ہے چنانچہ ابن  
ہمام نے اس کو فتح القدر میں شرح بیان کیا ہے ہم فتح القدر میں آراء اصولیین اس پر مستقر ہو گئی ہے کہ مفتی وہ ہے جو مجتہد ہو اور غیر مجتہد کا نقل یاد کرے  
وہ مفتی نہیں اور جب اس کوئی سوال کرے تو اس پر واجب ہے کہ مجتہد کا مثلاً انہر فیہ کا قول بطریق حکایت کے ذکر کرے تو اس سے معلوم ہوا کہ ہمارے  
زبانے میں علماء موجودین کا فتویٰ درحقیقت فتویٰ نہیں بلکہ وہ کلام کی نقل ہے اور اس کے نقل کرنے کے دو طریقے ہیں یا یہ کہ ناقل کی اس نقل میں مجتہد  
مفتی تک سند میں ہو یعنی قول مجتہد بواسطہ روایت معتدین اس کو پہنچا ہو یا ناقل نے کتاب مشہور سے جو دست بردست متداول ہے قول مجتہد کو لیا ہو چنانچہ  
محمد بن حسن شیبانی کی کتب یا مانند ان کی تصانیف مشہورہ و معتدہ مجتہدین سے کیونکہ کتب مذکورہ بمنزلہ خبر متواتر یا مشہور کے ہیں ایسا کچھ ذکر کیا ہے

رازی نے اتنی کلام الفتح و لا یطلب القضاء قبلہ ولا یسئلہ بجانہ اور نہ خواہش کہے قضا کی اپنے دل سے اور نہ اس کا سوال کہ سہانی زبان سے ہم  
 نے نئی یعنی صحیحہ ابو داؤد اور ترمذی اور ابی ایوب میں جس مری ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو قضا کا سوال کرے گا وہ اپنی امانت پر سپرد کیا جائے گا  
 گائیں خدا نے تعالیٰ کی طرف سے جو نیکو فیہ اس کو نہ ہوگی اور جس پر میرا جائے گا یعنی جو زبردستی قاضی کیا جائے گا تو اس کی طرف فرشتہ نازل کیا جائے گا وہ اس  
 کو طریقی مستقیم پہنچائے گا اور نیکو بھلائی میں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے عبداللہ بن عمرو امانت کا سوال نہ کیوں اس واسطے کہ اگر امانت  
 سوال سے تھوڑی کوئی جائے گی تو اس کی طرف تو سپرد کیا جائے گا اور اگر بدون سوال تھوڑی امانت دی جائے گی تو تیری امانت کی جائے گی کذا فی الفتح معلوم ہوا کہ  
 طلب اور سوال قضا کا سوال نہیں حرام ہے اس واسطے کہ جب سوال سے امانت ربانی نہ ہوئی تو سوائے خدا ن داریں اس کا کابا ثرہ ہے اور اس واسطے کہ طلب  
 قضا اپنے نفس پر اتماد و کتاب سے تو معلوم ہے کہ اور جس پر زبردستی ہوگی اور اپنے رب پر توکل کرے گا تو وہ تمہم بالیزہ ہوگا فی الخلاصہ طالب الایمان لایرئ الا اذانی  
 علیہ القضاء او کانت التولیة مشروطہ لاجلہ فی الاموال من لقا فی الاول بغیر جزئہ نمراد ظاہر میں ہے کہ جو روایت طلب کرے اس کو حکومت زدوی جائے کہ جب  
 طالب پر قضا تعین ہو جائے یا تولیت وقف اس کے واسطے مشروطہ ہوا تو اس یا قاضی یا قاضی کے معزولی میری قاضی اول کی جانب سے بلانصوب  
 ہے کذا فی النہج نہ لافائق میں ہے کہ جیسے طلب جائز نہیں ویسی ہی تولیت بھی طالب کی جائز نہیں اور اس میں کچھ فرق نہیں باہین قضا اور تولیت وقف اور  
 وصایت اور صورت شرعیہ تولیت اگر طلب کرے گا تو یہ تنفیذ شریک طلب ہے اور در صورت دعویٰ بقصور ہی اگر قاضی بدیہہ نالی اندہ قضا  
 طلب کرے تو قاضی اس سے کہے کہ تو اپنی اہلیت ثابت کر پھر اس کو متولی کرے اتنی بھلائی میں ہے کہ اگر قاضی تعین ہو اس طرح کہ اس کے جوئی یا قضا  
 نہ لکھا تو تو اب اس پر طلب قضا واجب ہے تا حقوق مسلمین محفوظ میں اور قلم خالین دفع بمقتل اکتب اللہ فیہ والاکیر طلب القضاء کمال اللہ کر قرأ  
 علم اور صاحب غلامی نے کہا اور شافعیہ ایک نے مستحب کہا ہے طلب قضا کو شخص کم نام کے واسطے تاکہ اس کا ظاہر ہو وختار القدا اقدر والا ولی بہ  
 اور سلطان قاضی کا میں کرنے والا اس شخص کو اختیار کرے جو قادر تر اور اس حد کے واسطے بہتر ہو اپنے ذمہ یعنی تنفیذ قضا میں قادر تر ہو اور اپنے ذمہ  
 بجز جو یعنی جو علم اور علم میں افضل ہو اس کو یہ حد جلید حکم کے ہم پرانی میں ہیں باہین مری ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص متولی  
 امر مسلمین ہو کسی شے میں پھر وہ حاکم اور مال کے اور ملاکہ وہ ہائے کن میں یعنی مسلمین میں کوئی شخص اولیٰ باہین ملے ہے اور اس زیادہ تر مال کتاب  
 الشفاء سنت رسول کا اثر ہے اس کے اللہ کی اور اس کے رسول کی اور حماوت مسلمین کی خیانت کی اور ماخذ اس کے مستدرک عالم اور مستدرک علی موصل میں مرفوعہ  
 اور سلطان کو لازم ہے کہ قاضی کا رزق بیت المال سے مقرر کرے اور قاضی کو بیت المال لینا جائز ہے اگرچہ وہ غنی اور مقدر وال ہو اور اگر کپیرت اور  
 لہ عمل قضا کرے تو افضل ہے اور اصل اس میں قول ہے اللہ تعالیٰ کمال تیم میں جس کو وہی اس کی کارنگ کرے درمن کان خیا فیستعفف ومن کان بغیرا  
 علیا کل بالعرف یعنی جو غنی ہو وہ عفت اختیار کرے اور جو فقیر ہو تو دستور کے موافق کھلے مرفاروق سلیمان بن ربیعہ ماسلی کو بعدہ قضا پانچ سو رویم کا  
 مشاہرہ دیتے تھے بعد کلاہیت ان کی حیا کے اور شریح قاضی کو سو رویم مشاہرہ دیتے تھے اور علی مرفعی شریح کو پانچ سو رویم دیتے تھے اس واسطے شریح  
 کی حیا قدرتی اعظم کے وقت میں کم تھے اور ظہار زین تھا اور وفات مرفعی میں ان کے حیا بکرت تھی اور غلاموں کا قاضی کی روزی میں کہ قضا  
 اور حد میں بقصد کلاہیت چاہیے کیونکہ امرت نہیں اس واسطے کہ قضا پر امرت لینا مطلق نہیں کذا فی الفتح وہ یکھنہ فیہ حد فیہ لہ فیہ رسول اللہ صلی  
 اللہ علیہ وسلم و قاضی جو خلق سنت دل مگر غضب اکو و ناتی پسند مطلق نہ ہو کہ وہ غلیظہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے ..... شریح کے جلی  
 کرنے میں غلیظہ ہے ہم میں نے کہا مقصود قضا سے دفع فساد ہے اور ملاق ذکرہ تو آپ ہی فساد میں ولی طلاق اسم غلیظہ اللہ غلام تا غایۃ اور غلیظہ  
 اللہ کے نام لہنے میں خلاف ہے کذا فی التامر غایۃ ہم بعضوں کے نزدیک جائز ہے قاضی کو غلیظہ اللہ کنا اس واسطے کہ غلیظہ اللہ غلیظہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے

اور بعضوں کے نزدیک جائز نہیں شاید اس واسطے کہ یہ لفظ مخصوص بانبیا علیہم السلام مانند آدم اور داؤد علیہما السلام کے ذکرہ تھا۔ التقلید ای انقلدای لمن خلاف الحیف ای الظلم والعجز یعنی احد ہمانی الکرہیۃ ابن کمال اور مکروہ تحریمی قضا کا قبول کرنا اس شخص کو جو ظلم یا مابزئی سے ڈرے ظلم اور عجز میں سے ایک چیز کراہت کے واسطے کافی ہے کذا ذکرہ ابن کمال ہم اکثر نسخہ در مختار میں کہہ رہے التقلید اور مصنف کی شرح میں کہہ رہے التقلد ہے اور یہی مناسب ہے اور اسی طرح اگلے قول میں والتقلید رخصت ہے اور بہتر التقلد رخصت ہے کذا فی الطحاوی وان لعین لہ ادا منہ لایکرہ فتح تم ان اخصر فرض بینا والا کفایتہ بحر اور اگر باوجود ظلم عہدہ قضا اس کے واسطے متعین ہو یا وہ شخص ظلم یا عجز سے بے خوف ہو تو قبول قضا مکروہ نہیں کذا فی الفتح پھر اگر ریاست قضا اسی شخص میں منحصر ہو تو قبول کرنا فرض عین اور نہیں تو فرض کفایہ کذا فی البحر فتح القدر میں محل کراہت اس وقت ہے جب کہ قضا اس پر متعین نہ ہو اور اگر اسی پر منحصر ہو تو قبول قضا فرض عین اور اس پر واجب ہے کہ آپ کو ظلم وغیرہ سے بچانے کے لیے گویا کہ سلطان سے فصل مصوات مکن ہوا تھی والتقلد رخصتہ ای مباح والتکرک عزیمتہ عند العاقبۃ بزازیتہ فالاولی عدمہ اور قضا کا قبول کرنا رخصت یعنی مباح ہے اور ترک قضا عزیمت ہے اکثر فقہاء کے نزدیک کذا فی البزازیتہ تو عدم قبول قضا بہتر ہے ہم در صورت عدم خوف ظلم قبول قضا مکروہ نہیں اس واسطے کہ کبار صحابہ اور تابعین نے قضا قبول کی ہے اور یہاں تک کہ بعض فقہاء کے نزدیک قضا میں داخل ہونا جائز نہیں مگر زبردستی سے اور ابو حنیفہ کا یہی مذہب ہے اور صحیح یہ ہے کہ دخول عزیمت ہے اور امتناع رخصت اتنی تو بموجب اس کے اولی عدم دخول ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ دخول فی القضا عزیمت ہے اور امتناع رخصت ہے بزازیتہ نے کہا عامہ مشائخ قول اول پر ہیں اور فتح القدر میں اسی پر یقین کیا ہے اس دلیل سے کہ اکثر خطا پڑتی ہے اس شخص کے گمان میں ہونے نفس پر اعتدال کا گمان رکھتا ہے پھر اسی خلاف اس کے ظاہر ہوتا ہے کذا فی النہج حکیم علی غیر الاہل لہ دخول فیہ قطعاً من غیر تعدد فی الحرۃ فقیر الاحکام الخمسة اور حرام ہے نااہل پر داخل ہونا قضا میں یقیناً بلا تردد فی الحرۃ تو اس میں احکام خمسہ میں ہم غلامہ یہ ہے کہ قبول قضا گاہے فرض میں ہوتا ہے اگر وہی شخص متعین ہو قضا کے واسطے اور فرض کفایہ ہے واسطے متاہل کے جب کہ اس کے سوا اور لوگ بھی اہلیت قضا رکھتے ہیں اور مکروہ ہے جب کہ ظلم کا خوف ہو اور حرام ہے اگر ظلم کا ظن غالب ہو اور مباح ہے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی در صورت بے خوفی ظلم و نیت انصاف کذا فی النہج پندرہاویث در باب تحذیر قضا نقل کرنا مناسب مقام ہے اصحاب سنن اربعہ نے ابو ہریرہ سے روایت کی (ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من جعل علی القضا نقد ذبح بغیر سکین) یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو قاضی بنایا گیا وہ بے چھری ذبح ہو گیا ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے اور ابن عدی نے کہا میں ابن عباس حدیث مرفوعہ نقل کرتا ہوں (من استقضی نقد ذبح بغیر سکین) یعنی جس نے قضا طلب کی وہ بے چھری ذبح ہو گیا ولذا اکثر سلف نے قضا سے پرہیز کیا چنانچہ امام اعظم ابو حنیفہ نے ضرب اور قید اختیار کی مگر قضا قبول کی اور یہاں تک صبر کیا کہ قید خانے میں مر گئے اور محمد بن حسن اسی واسطے ایک مہینہ پندرہ روز قید رہے ابو حنیفہ نے فرمایا کہ قضا عین سمندر ہے کیونکہ اس کے پار ہو سکوں تیر کر تو ابو یوسف نے کہا کہ بجز عین اور سفینہ و شقی ہے اور طالع عالم واقف کہے تو امام نے فرمایا کہ (کافی بک قاضیا) یعنی شاید کہ تو قاضی ہو گا صحیح مسلم میں ابو ذر سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابو ذر میں تیرے واسطے جو چیز محبوب رکھتا ہوں جو اپنی ذات کے واسطے رکھتا ہوں ہرگز نہ حکم کیجیو وہ شخصوں پر اور مال تیم کا متولی نہ ہو جو اور ابو داؤد میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قاضی تین ہیں دو بیخ میں ہیں اور ایک بہشت میں اور ایک مردہ ہے جس نے حق کو دریافت کیا پھر اسی کے موافق حکم دیا تو وہ بہشت میں ہے اور ایک مردہ ہے جس نے حق کو دریافت کیا اور اس پر حکم نہ دیا اور حکم میں جو رکھا تو وہ دوزخ میں ہے اور ایک مردہ ہے جس نے حق کو دریافت کیا اور لوگوں کا فیصلہ کیا نادانی اور جہل سے تو وہ دوزخ میں ہے اور صحیح ابن ماجہ میں عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے کہ قاضی عادل بلا باجائے گاتیات کے دن تو شدت حساب میں اتنا گرفتار ہو گا کہ اگر زندہ کرے گا کہ اپنی عمر میں وہ شخصوں میں فیصلہ نہ کیا ہوتا اور نسائی میں روایت ہے کہ کھولنے کے لیے کہا کہ اگر چہ کو اختیار دیا جائے میری گردن مارنے میں اور قضا قبول کرنے میں تو میں اپنی گردن کھولنا اختیار کروں اور حاکم نے ابن عباس سے حدیث مرفوعہ

قتل کی کہ بعد اس شخصوں پر حکم ہوا پس اس نے ان میں ان کی فری یا فری کے موافق حکم کیا تو وہ قیامت کے دن ہلایا جائے گا اور اس کا اتھ گردن میں بند  
 ہوگا اور اس نے لڑائی کے موافق حکم کیا اور سخت دلی اپنے حکم میں اور ظلم نہ کیا تو حق تعالیٰ اس کے عمل اور بندش کو چھوڑے گا اور اگر بغیر قرآن کے حکم کیا اور  
 اپنے حکم میں سخت دلی اور ظلم کیا تو اس میں اس کا ایسا اتھ دینے اتھ کی طرف باندھا جائے گا پھر وہ ڈال دیا جائے گا جہنم میں کذافی خ اتھ یہ و کچھ نقل القضاہ  
 من السلطان العادل والی الامر ولو کافر ذکر سکین و غیرہ الا ان ینفون القضاہ بالحق فیرم اور جائز ہے قبول کتاتفا کا بادشاہ مملوک اور عالم سے  
 اگرچہ بادشاہ کا لڑو ذکر کیا ہے اس کو سکین و غیرہ نے کر جبکہ بادشاہ مذکور قاضی کو قضا بالحق سے منع کرے تو اب عام ہے ہم مملوک وہ بے ہوشی کے اس کے  
 مقام پر سکے اور بھونکے گا جو تو سطر کے اوپر اور تقریب میں خراہ تو سطر مقام میں ہو یا ممال میں یا اخلاق میں وکیل غیر ذلک اور سعادت بن یوسف کتالم میں کہ  
 حکم نہیں دیا کہ مملوک نے اس کی جانے میں قضا قبول کی تاہم غایز میں کے اس شرط نہیں اس بادشاہ میں جو قاضیوں کو مقرر کرتا ہے اور جو اب اسلام  
 کا لڑوں کی قبضے میں ہیں وہ با حکم بادشاہ ہیں وہ اس واسطے کہ انھوں نے میں کفر کا حکم جاری نہیں کیا اور قاضیوں میں مسلمان ہیں اور مملوک جو ان کی  
 اطاعت بفرستتے ہیں وہ مسلمان ہیں اور اگر ضرورت اطاعت کرتے ہیں تو قاضی میں اور میں شہر میں کہ کفار کی طرف سے عالم مسلم ہے تو اس میں قیامت  
 بجا اور عید اور اخذ قضا اور تقلید قضا اور ترویج کا یا ای ہائز ہے کیونکہ ان پر مسلم قبول ہے اور اطاعت کفر تو قضا ہے اور وہ جو دین پر کفار عالم ہیں مسلمان  
 کون میں قیامت بجا اور عید جائز ہے اور قاضی تو قاضی ہو جاتا ہے راجعی مسلمین اور مسلمانوں پر واجب ہے کہ کفار سے عالم مسلم کی وفی است کریں اتھی اور سکین نے  
 اس کو اپنی شرح میں اصل کی طرف نسبت کیا ہے اور مانند اس کہ ہاں مفسرین میں کتانی منرولو قد دل بطلہ کفار وجب علی المسلمین تعین طول و اہم لہجہ طو  
 اگر حکم مملوک ہو بسبب غلبہ کفار کے تو مسلمین پر واجب ہے عین کفر یا عالم اور امام جمعہ کا کذافی الخ ہم خ اتھ یہ میں کہ اگر بادشاہ نہ ہو اور نہ وہ ہو تو تقلید  
 قضا ہائز ہے چنانچہ بعضے باد مسلمین میں اب کافر غالب ہو گئے ہیں جیسے قرطبہ میں تو مسلمین پر واجب ہیں کہ انہے مسلمین ایک شخص پالفاظ کریں و اس کو  
 دلی قرار دین پھر وہ قاضی کو مقرر کرے تو وہ دن میں فیصلہ کیا کرے اور اسی طرح ایک شخص کو امام ٹھہرائیں جو ان کو جمعہ پڑھایا کرے اتھی اور یہ وہ قول ہے جس کے  
 طرف نفس طعن کرتا ہے تو اسی پر اتھاد کرتا ہے کتانی منرولو من سلطان الخراج و اہل البیعی و الامت الترتیب مع اعزل و اذ ارفع قضا اہل البیعی قاضیوں کے  
 فہم ذیل لاد پر عین ان کی اور ہائز ہے قضا قبول کرنا کفر میں کے بادشاہ اور ہائزوں سے اور جب کہ اہل جہاد کی تولیت قضا ہے ہوتی تو ان کا منرولو کرنا بھی  
 صحیح ہے یعنی اگر قاضی مملوک اور منرولو کے قاضی ہائی مقرر کرے قاضی ہائی کا طرف ہو قاضی مملوک کی طرف تو اس کو جاری رکھے اور بعضوں نے کہا  
 کہ ہاری ذکر ہے اور اسی پر تعین کیا ہے نامی ہم بولتانی میں کہ قاضی ہائی کی قضا نافذ ہے جیسے فساق اہل عدل کی قضا نافذ ہے اس واسطے کہ قول صحیح میں فاسق  
 صلیت قضا کی رکھا اور ہی قول مستحب اتھی تو معلوم ہوا کہ قول نامی خلف مستحب ہے قاضی القضاہ و طلب دیوان قاضی قبل یعنی اسمت پھر جب کہ  
 ہمدہ قضا پر منصب ہو تو قبل قاضی کے قاضی سے دیوان یعنی اسمت کو طلب کرے م دیوان اصل میں یعنی برید صاحب پھر صاحب اس کا اطلاق ہوا پھر برید  
 صاحب اور یہاں مملوک و قیامیاں اور بتے ہیں میں اسمت اور منرولو ہاں و منرولو پھر کہ قاضی دوسرے کتاب ایک اپنے پاس رکھتا ہے کہ شاید اس  
 کی طرف گئے حاجت ہو اور مملوک کے اتھ میں در تارے اور پھر حکم کے اتھ میں ہے وہ اتھاد کے اتھ نہیں تو قاضی منصب و شخص یا ایک امین کو بھیجے تا  
 قاضی منرولو یا اس کے امین سے کتات مذکورہ سے اور ایک کا قضا کمال اس کے پورے اور ہر قسم کو طیرہ طیرہ تھیل میں یکے حکم ان اسان ہو پھر بعد قبض کے  
 اس پر ہر کہے تھیر کے خوف سے کمال وہ میں میں بصورت قاضیوں اور اقرار مکی طیرہ یا حکم بشاہد یا نکول کو اس طرح پر مذکور ہو کہ اشتباہ  
 حائے اور اس کو حضور کی کتے ہیں اور حکم وہ جس میں بیج یا ہرین اور اقرار و غیرہ مکتوب ہوا اور جت اور شیخ مینوں کو شامل ہے اور حال کے عرف میں  
 کمال وہ ہے جس کو شاہدوں نے واقع میں لکھا اور قاضی کے پاس ہوا اس پر قاضی کا خط نہیں اور جت وہ جس میں کمال سے دتھ منقول ہوا اور اس کے

ادب قاضی کی علامت ہو اور نیچے اس کے شاہدوں کا خط ہو اور ختم کو دیا جاوے کذا فی الطحاوی عن البر و نظری حال المحبوسین فی سجن القاضی اور قاضی نظر کرے ان قیدیوں کے حال میں جو قاضی کے قید خانہ میں ہیں ہم یعنی قاضی ایک معتد کو قید خانہ میں بھیجے اور وہ قیدیوں کے نام اور ان کی اخبار اور ان کے مقید ہونے کا سبب لکھے اور دریافت کرے کہ کس نے ان کو مقید کیا واما المحبوسون فی سجن الوالی فعلى الامام الظفری او الوالم اور جو شخص حاکم کے قید خانے میں محبوس ہیں تو امام یعنی بادشاہ پر ان کے حال کا نظر کرنا لازم ہے نیز لزم ادب اور بلا اطلاق سو جس قیدی کو ادب دینا لازم ہو تو اس کو ادب دے یعنی تعزیر دے اور نہیں تو اس کو چھوڑ دے ہم لوگوں کو کتنا مناسب تھا جیسا کہ بزرگ اللہ میں شرح ادب ہے کہ اگر محبوس کا کوئی قصیدہ نہ ہو تو چھوڑ دے اس واسطے کہ جائز ہے کہ محبوس لائق تاویب نہ ہو مگر اس کے قصیدہ متعلق ہو تو لائق اصلاحی قید لار جلا مطلقاً بایدم اور کسی کو شب باش نہ ہونے دے قید میں مگر اس مرد کو جو خونریزی میں مافوق ہر وقتہ من لیس لال فی بیت المال ہو اور اس قیدی کا خرچ جس کے پاس مال نہیں بیت المال میں ہے کذا فی البرغنی مفلس محبوس کی خوراک اور پوشاک بیت المال میں ہے اور یہی حکم ہے مشرکین کے محبوسوں کا اور سزاوار ہے کہ اس کام پر ایک مرد صالح کو مقرر کرے جس کے پاس ان کے نام لکھے ہوں اور ہر شخص کا خرچ ماہ بہ ماہ دیتا رہے اور ہر شخص کو بلا کر اپنے ہاتھ سے دے کذا فی الطحاوی عن اقرم من حق او اقامت علیہ بدینہ الزمہ البس ذکرہ مسکین ذیل النجی سو محبوسین میں سے جو حق کا اقرار کرے یا اس پر گواہی قائم ہو تو اس کو جس کا لازم رکھے اس کو مسکین نے شرح میں ذکر کیا ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ اس پر حق لازم کر دے یہ قول یعنی اور ابن ہمام کا ہے والا نادوی علیہ بقدر ما یری ثم یطلق بکفیل بنفسه فلان ابن نادوی علیہ شہرتاً اطلاقاً اور اگر اقرار یا گواہی نہ ہو تو اس پر منادی کرادے جس قدر کہ مدت قاضی کی رائے میں اوسے پھر محبوس کو چھوڑ دے اس سے حاضر عناصر لے کر سو اگر وہ حاضر نامنی دینے سے انکار کرے تو اس پر میزبہ منادی کرادے پھر اس کو چھوڑ دے ہم طریقہ بدیون ہے کہ قاضی اپنے جلوس کے وقت محلے میں منادی کو بھیجے کہ وہ پکار دے کہ میں کو فلاں بن فلاں محبوس پر کچھ دعویٰ ہو وہ حاضر ہوتا اس کی رو بکاری ہو وکل فی الودائع بیئہ اذ اقرار ذی اید اور قاضی محل کرے اموال و دولت اور حاصل وقف میں گواہی یا قابض کے اقرار سے ہم دعویٰ نے کہا کہ شاید یہ حکم فقہائے سابقین کے عرف پر مبنی ہے کہ و دائع اور وقف قاضی کے امین کے پاس رہتے تھے اور ہمارے زمانے میں تو اموال وقت ناظروں کے تحت میں ہیں اور و دائع یتامی کے ادویا کے قبضے میں ہیں اور اگر یہ فرض کیجیے کہ قاضی معزول کے عند وقف یا دولت میں کسی امین کے پاس رکھو یا تو اسی کے موافق عمل کرے جیسا کہ کتاب میں مذکور ہے ولم یعمل الولى بقول المعزول لالتحاقه بالریا وشهادة الفرد لا قبل خصوصاً لفضل نفسه و رد مفادہ و رد و دائع اور قاضی منصوب نہ کرے معزول قاضی کے قول پر بسبب بمن ہونے معزول رعایا کے ساتھ اور اگر اس کو شاہ قرار دیکھے تو گواہی ایک شخص کی مقبول نہیں خصوصاً اپنی ذات کے فعل کی گواہی کذا فی الدرر اور لفظ خصوصاً کا مفاد رد شہادت معزول ہے اگرچہ دوسرے گواہ کے ساتھ ہو کذا فی المنہجی جب کہ اپنے فعل نفس کی گواہی معزول کی مقبول نہ ہوئی تو باقی رہ گیا ایک گواہ تو نصاب شہادت پوری رہی اس کی گواہی بھی مردود ہوگی قلت لکن افقی قاری السدایۃ بقولہما و تبوا بن نجیم فتنبہ میں کتنا ہوں لیکن قاری ہدایہ نے قبول شہادت مذکورہ کا فتویٰ دیا ہے اور ابن نجیم صاحب فتاویٰ اس کا تابع ہوا ہے تو خبر دار رہہم طحاوی نے کہا بزرگ اللہ میں تو نہر الخلق کے مانند عدم قبول شہادت مذکور کیا ہے شاید ابن نجیم کے فتاویٰ میں قبول شہادت کا فتویٰ مذکور ہو الا ان یقر ذوالیدانہ ای العزول سلمہا ای الودائع والنفات الیہ فیقبیل قولہ فیہا نہما زید الا اذا بدأ ذوالید بالاقرار للنجیم اقر تسلیم القاضی الی القاضی باننا لا فر فیسلم للقر الاول و عین المقربۃ او مثلاً للقاضی باقرارہ الثانی یسلم من اقر القاضی قول معزول پر عمل نہیں مگر جب کہ قابض یہ اقرار کرے کہ قاضی معزول نے اس کو و دائع اور حاصل اذات سپرد کیے ہیں تو اب و دائع اور حاصل میں معزول کا یہ قول مقبول ہو گا کہ وہ زید کے ہیں مگر جب کہ قابض نے پہلے میز کے واسطے اقرار کیا پھر اقرار کیا کہ قاضی معزول نے اس کو سپرد کیا سو قاضی معزول خود سے شخص کے واسطے اقرار کیا تو اس صورت میں و دائع اور حاصل پہلے مقررہ تسلیم کیے جائیں گے اور تاوان دے مقرر قیمت کا یا مثل کا اگر وہ مثلی ہو قاضی کو اس کے اقرار ثانی کے سبب سے پھر قاضی منصوب قیمت یا مثل قاضی معزول کے مقررہ تسلیم کرے و لقی فی فی المسی و ینتار مسجدانی وسط البلد تیسیر الناس ویستد برا القبلة کتیبہ و ینتار

یہ بھیجے اس کے لیے قاضی معزول نے اقرار کیا کہ اس کو و دائع دے

اور قاضی مسجد میں بیٹھ کر حکم کے ساتھ سب کے ہوتے ہوئے بے اختیار اور اس کی کاسی کے واسطے اور پشت بقبل ہو کر بیٹھے انہیں خطیب اور مدرس کے  
 ہم ہرگز قضا میں سے ہرگز اس میں ہرگز اور بھڑک کو مسجد کے گانے سے منع نہ کہے اور اس کو جو جس کی کہے تو بابت نہایت اور مسکوئی کے مسکوئی نے کہا قضا  
 فی المسئلہ غازی سابق میں قاضی ہند سے زمانے میں قضا نہیں کیوں کہ اب لوگ مساجد کا عیب قرار دیتی تھی نہیں کرتے اور مال جنات ہانے سے حجاز نہیں کرتے  
 ہند مساجد میں وہ کام کرتے ہیں جو ہرگز اطلاق نہیں واجبۃ المسطر علی المدعی ہوا مگر بجز ازیۃ و فی الاثیۃ علی التمزود ہوا مگر اور اجرت حاصل کرنے والے کسی مدعی پر  
 بھی قول ہے کثالی المرمن البزازیہ اور غازیہ میں کہ اجرت حضور کرکس پر ہے اور یہ قول میں ہے ہم پہلا قول معتد ہے کیوں کہ اس میں مقدم ہے بیج پر طحاوی نے کہا اور  
 بعضوں نے کہا کہ اجرت حاضر کرنے والے کی بیت المال میں ہے بجز اطلاق میں ہے کہ حاضر کرنے والے کی اجرت اس شہر میں نصف دم سے ہے اور دم تک اور غازیہ  
 شہر میں بجا بیت المال میں تین دم سے ہے اور دم تک اور ہزارہ میں کہ حاکم کے اموان سے افسار کی درخواست کرتے و کذا السلطان والفقیر اور  
 اسی طرح سلطان اور مفتی اور فقیر یعنی مسکن لہذا جو مسجد میں جلوس جائز ہے اور وہ یا زکوٰۃ یا حاجی حکم کرے اپنے گھر میں اور لوگوں کو آنے کی اجازت  
 دے علی العموم ظاہر ہے کہ قاضی مسجد مکان بیچ انسان میں جلوس کہے اور وہ جان اور عابد مقرر ہے یعنی افضل ہے لیکن شارع ادب میں ہے کہ اگر فقیر  
 جلوس کے واسطے وہاں مقرر ہے تو جائز ہے اور حکم کر کے مشغل قلب کی حالت میں یعنی عزت یا غضب یا تشویش یا حاجت جملہ یا نہایت سروی یا گرمی یا بول  
 کی حاجت میں اور جس سے جلوس کا ارادہ کہے نفل بھڑ نہ رکھے اور پہلے اس شایب اور احوال میں کثالی الطحاوی دیرو بہ پیہ احتکیر تقبیل باہن  
 کال اور قاضی بد یہ استقامت دے پیر کے ابن کال کے کہ لفظ بد یہ بکرہ و ناقلیل کے واسطے یعنی حضور کی خیر خبر کا بھی بد یہ لینا قاضی کو جائز نہیں پیر دینے کے  
 لفظ سے معلوم ہوا کہ بد یہ کہ بیت المال میں رسد کے اور ہی قول ہے اکثر مشائخ کا اور بعضوں نے کہا بیت المال میں رسد کے بد یہ پیر دینے کا حکم اس واسطے ہوا کہ وہ رشوت  
 کے مشابہ ہے ہی طریقہ تھا جو بہ کرام کا رضی اللہ تعالیٰ عنہم کثالی الطحاوی وہی واسطے بجز طرا مانہ بکلاف الرشوة ابن ملک اور بد یہ وہ ہے جو دیا جائے بلا شرط امانت  
 بکلاف رشوت کذا کہ ابن ملک یعنی بد یہ اور رشوت میں یہ فرق ہے کہ بد یہ میں امانت مشروط نہیں ہوتی اور رشوت میں مدد گامی اور کار بر آری مشروط ہوتی  
 ہے و لولا ذی اللہ بالردی لعلیٰ مثل غیرت خلاصہ اور اگر بد یہ لانے والے کو پیر دینے سے منع ہوتی قاضی اس کو بقدر اس کی قیمت کے عطا کرے کذا فی الکلاحتہ  
 ولولا قدر اللہ ولعمرو مؤخر اوالہد مکانہ و ضروری بیت المال اور اگر بد یہ کا پیر دینا اس کی عدم معرفت یا اس کے مکان کی مددی سے منع ہوتی اس کو  
 بیت المال میں رسد کے من خصوصاً علی السلام ان بد یاہ لہ تاکثر غازیہ اور خصوصاً رسول معصوم علیہ السلام سے یہ ہے کہ آپ کے بد یاہ آپ کے ملکوت تھے  
 کذا فی التاخر غازیہ میں وضع دخل ہے یعنی اگر کوئی کے کہ قاضی تو نائب ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور آنحضرت علیہ السلام تو بد یہ قبول فرماتے تھے پیر کیا وہ  
 قاضی قبول کرے اس کا بولہ یا کہ ہر خصوصاً نبوی ہے اور نفل خصوصاً میں اتباع جائز نہیں اور وہ خصوصیت شاید دخلی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 معصوم تھے سعادت خاطر مدعی خلاف شیعہ حضور سے حضور زخمی بکلاف قاضی کو معصوم نہیں دیکھو اور اہلس لکلام قبول الہدیۃ والاکم کن خصوصیت وغیر  
 بلکہ لکلام والحق والواوہ قبول الہدیۃ لانا ایہی علی السلام لکلاف قاضی اور تاکثر غازیہ کا مفاوہ ہے کہ امام یعنی سلطان کو بد یہ قبول کرنا جائز نہیں  
 والا خصوصیت نہیں رہتا اور تاکثر غازیہ میں ہے کہ امام اور مفتی اور واصل کو بد یہ قبول کرنا جائز ہے اس واسطے کہ امام کو بد یہ دیا جاتا ہے اس کے علم کے  
 سبب بکلاف قاضی کے کہ قاضی اس کے ہدیہ دینے میں خود نیا کی کار بر کی کا احتمال ہے مگر شارع نے اس تقریر سے تاکثر غازیہ کے دونوں قولوں میں ممانات  
 ثابت کر لیں پہلے قول سے ثابت ہوا کہ قبول بد یہ خصوصاً نبویہ سے بجز سلطان کا بد یہ قبول کرنا جائز نہ ہوا اور دوسرے قول سے سلطان کا بد یہ قبول کرنا  
 ثابت ہوتا ہے لکلام نے اس کا جواب دیا ہے کہ اقتضاس نبوی سے یہ لازم نہیں تھا کہ سلطان بد یہ قبول نہ کریں اس واسطے کہ اگر وہ بد یہ قبول کریں  
 بصیرت المال میں رکھ دیں تو جائز ہے چنانچہ فصل جنس میں مذکور ہے کہ اہل عیب کا بد یہ لینا امام کو جائز ہے اور اس کو صلح مسلمین میں صرف کرے

اور اگر امام سے امام مسجد مراد لیجیے تو منافات مطلق پاتی نہیں رہتی الا من ارض السلطان والباشا اشباہ وکچر وقریبہ الحرم اذ من بھرت عاوتہ بذلک بقدر عاوتہ ولا خصوصتہ لہما اور اگر چار شخصوں کا ہدیہ قاضی نہ پھیرے سلطان کا اور باشا یعنی نائب سلطان کا کذانی بلا شباہ والہم اور اپنے قزاقی محرم کا یا اس شخص کا جس کو ہدیہ دینے کی عادت ہو قبل از قضا بشرطیکہ ہدیہ بقدر عاوتہ قدیم ہو اور خصوصت نہ ہو دونوں کی کذانی الدر یعنی بشرطیکہ قریب اور معتاد کا مقدمہ دار القضاء میں رجوع نہ ہو مگر اگر عادت سے ہدیہ زیادہ دے اتنا پھیر دے اور اگر مقدمہ رجوع ہو تو قرابت دار اور معتاد دونوں کا ہدیہ قبول نہ کرے اور واجب ہے کہ سلطان اور اس کے نائب کے ہدیہ قبول کرنے میں بھی عدم خصوصت کی قید لگائی جائے سلطان اور نائب کے ہدیہ قبول کرنے کی یہ وجہ ہے کہ ان کا ہدیہ بیت المال میں سے ہے اور قاضی بیت المال کے معارف میں سے ہے اور ظاہر قبول ہدیہ اس صورت میں ہے جب کہ حلت غالب ہو اور اگر عزت غالب ہو یا حلت اور عزت دونوں برابر ہوں تو سلطان اور نائب کا ہدیہ قبول نہ کرے فتاویٰ مالگیری میں ہے کہ قاضی قرض نہ لے مگر اس دوست اور شریک سے جو قبل از قضا دوست اور شریک تھا بشرط عدم خصوصت و عدم تہمت امانت اور اسی طرح عدلیت لینا کذانی الطحاوی و پیرداجا تہ و کوفۃ خاصہ وہی التی لا یتخذ صاحبہا والا خصوصاً القاضی ولومن محرم و معتاد و قبیل ہی کا ہدیہ اور قاضی دعوت خاصہ کے مان لینے کو قبول نہ کرے دعوت خاصہ وہ ہے جس کو صاحب دعوت نہ کرے اگر قاضی ذاتی سے اگرچہ دعوت خاصہ محرم اور معتاد کی ہو اور قبول بعض یہ ہے کہ دعوت خاصہ ہدیہ کے مانند ہے م بعضوں نے کہا دعوت نکاح اور غنہ مانہ اور ان کے سوا دعوت خاصہ ہے اور بعضوں نے کہا دس شخص تک دعوت خاصہ ہے اور اس سے زیادہ دعوت عامہ اور مصنف کی تفسیر صحیح ہے چنانچہ سراج میں ہے اور یہی معتد ہے چنانچہ بحر الرائق میں ہے اور عدم اجابت دعوت خاصہ محرم یہ شخصیں کا قول ہے اور محمد نے کہا کہ دعوت خاصہ محرم کی قبول کرے کہ اس میں صلہ رحم ہے اور خصات نے کہا کہ قبول کرے بلا خلاف چنانچہ اسی قول کو صاحب کانی نے اختیار کیا صاحب بجر نے کہا تو یوں کہنا بہتر ہے کہ ہدیہ اور دعوت خاصہ قبول نہ کرے مگر محرم اور معتاد سے تو معلوم ہوا کہ قول ثانی بھی صحیح ہے کذانی الطحاوی و فی السراج و شرح المجمع لا یجیب دعوتہ خصم و غیر معتاد و لو عادتہ للتمتہ اور سراج اور شرح مجمع میں ہے اور قاضی قبول نہ کرے دعوت خصم اور غیر معتاد کی اگرچہ دعوت عامہ ہو بسبب تہمت کے مگر اگر ایک شخص کی عادت دعوت ہو ہر مینے میں ایک بار پھر وہ ہر ہفتہ میں بعد قاضی ہونے کے دعوت کرے تو قبول نہ کرے اور اگر طعام اکثر ہو عادت قہمی سے تو نہ قبول کرے مگر اس صورت میں جب کہ شخص معتاد کا مال زیادہ ہو گیا ہو کذانی الطحاوی من التاثر غایۃ و لیشہد الجنائزۃ و لعیود المریض ان لم یکن لہما ولا علیہما دعویٰ شریکاً لیکن البرہان اور قاضی جنازہ پر حاضر ہو اور مریض کی عیادت کرے بشرطیکہ صاحب جنازہ اور مریض مدعی اور مدعی علیہ نہ ہوں کذانی الشریک لایہ من البرہان مگر مرعیض کے پاس زیادہ نہ بیٹھے کذانی النور و لیسوی و جو بابین الخصمین جلوساً و اقبالا و اشارۃ و نظراً و محتسباً مسارۃ اھد سہا و الاشارۃ الیہ و ریح صوۃ علیہ اور واجب ہے کہ قاضی مساوات اور برابری کرے بین الخصمین یعنی مدعی اور مدعی علیہ کو یکساں رکھے باعتبار بیٹھنے اور متوجہ ہونے کے اور باعتبار اشارہ کرنے کے دیکھنے کے اور باز ہے ایک کی سرگوشی سے یعنی چپکے ایک کے کان میں بات نہ کرے اور باز ہے ایک شخص کی طرف اشارہ کرنے سے اور ایک پر آواز بلند کرنے سے یعنی دوسرے سے زیادہ ایک پر شور نہ کرے م اور امور مذکورہ میں مساوات بین الخصمین اس واسطے واجب ہے تاکہ دوسرے کی دل شکنی نہ ہو اور قاضی پر تہمت نہ لگے اور اس واسطے کہ اسحق بن راہویہ نے حضرت ام سلمہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بیٹلا بقضا بین المسلمین ہو اور ان میں مساوات رکھے مجلس اور اشارہ اور نظریں اور اھد الخصمین پر آواز نہ بلند کرے و دوبرے سے زیادہ اور ابن عمر نے ابو موسیٰ اشعری کو لکھا کہ مساوات بین الناس کر اپنے متوجہ ہونے اور عدل اور مجلس میں تا شریف قیرے ظلم میں طبع نہ کرے اور ضعیف سے یعنی جس کا مقدمہ عدالت میں دائر ہو اسے نزیہم اول نے ابن عمر سے لکھ دیا بلکہ امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابو موسیٰ اشعری کو کہ آپ کی طرف سے مال سے یہ خط لکھا تھا ان القضاء فی حلیۃ حکمہ دستہ ما و لا یخ و فیہ اس بین الناس فی دھمک و عدلک و لیسک الخ کار و ہ الدر تلمیذی ۷



تیرے محل سے نامیہ ہو اور اس کا نصیب سے نفی بات ذکر اور دودھ جو سے نفی بات کہے اور اس کو تقنین حجت ذکر بسبب نہمت کے نوازل اور فتاویٰ کبریٰ میں ہے۔  
 کہ بادشاہ نے سلامت کی ایک طرف کے ساتھ سو بادشاہ قاضی کے پاس اس کی نشت گاہ میں اگر بیٹھا تو قاضی کو لائق ہے کہ اپنے مقام سے اٹھے اور بادشاہ کا نام  
 وہاں بیٹھے اور قاضی زمین میں بیٹھ کر دونوں میں فیصلہ کرے اور اس پر دلیل قاضی شریعہ کا ہے کہ انھوں نے ایزالو منین علی مرتضیٰ کو اور جن کے جام کو اسی طرح خطا  
 اور باقی اہل علم سے کہ دونوں کو اپنے ساتھ بٹھا دے اور ایک کو اپنے دابے اور دوسرے کو بائیں نہ بٹھا دے کیونکہ وہ اپنی طرف افضل ہے اور ہمیں کو  
 لائق ہے کہ قاضی کے ساتھ دونوں بیٹھیں دو ہاتھ کے فاصلے سے جیسے شاکر و میٹھا ہے استاد کے روہد اور چار زانوں یا اٹھ لوگوں پر نہ بیٹھیں اور اگر اس طرح بیٹھیں  
 تو تنظیم قضا کے سبب سے قاضی ان کو منع کرے اور ان کو قاضی کے اس کے سامنے کھڑے میں ہیبت قاضی کے واسطے پھر یہ نصیبین حاضر ہو لیں تو قاضی مختار ہے  
 چاہے ان سے ابتدا بہ حکم کرے کہ تھلائی اطلب اور چاہے سکوت کرے یاں تک کہ وہی کلام آغاز کریں پھر مدعی کلام شروع کرے تو دوسرا خاموش کیا جائے  
 تا وقتیکہ وہ اپنا کلام پورا کرے کیونکہ دونوں کے کلام ساتھ کرنے میں شروع و شغب ہے کہ محنت مجلس قضا کے لائق نہیں پھر مدعا علیہ سے کلام کر دیا جائے اگر پھر  
 مدعی جواب اس کے طلب نہ کرے یہی قول راجح ہے کہ علم بالخصوص حاصل ہو اور محمد کے نزدیک انفصال و مادی میں ترتیب مختار ہے یعنی دعوئی اول کا فیصلہ  
 کہے پھر دوسرے کا پھر پھر کا دلی بظاہر القیاس اور اس پر ایک امین غیر مرتضیٰ مقرر کرے کہ وہ شخص سابق کی پہچان رکھے اور امین کو چاہیے کہ قاضی نے مدعا علیہ پر  
 علی الصراح حاضر ہو اور سابق میں شروع و وقوع ہو تو قرعہ ڈالے اور خصوم پر شتابی نہ کرے بلکہ سکت سے کیونکہ شتابی میں حجت مستطیع ہو جاتی ہے اکثر امور کو  
 ادنیٰ اصول جاتا ہے اور معلوم کرے کہ قاضی کے روہد کو خطا ہو نامعروف نہ تھا یعنی صلح میں اس کا رواج نہ تھا تو یہ بھی ان محدثات سے جس کی طرف حاجت  
 ہوئی کیونکہ لوگ مختلف احوال طالب ہیں تو قاضی مل کرے بقضا کے مال احسن سیر کا راہہ کہے نہ محنت نفس جو تکبر کی طرف پہنچاتی ہے و ماحول و لا تواتر  
 اہل اللہ اور مستحب ہے کہ قاضی میں جودست یعنی خفک خزامی ہو یا غضب اور تواضع کسار ہو بلا ذلت و ضعف اور قاضی کو چاہیے کہ ایک کتاب امین صلح ہو  
 کہ مقرر کرے جو حاضر اور سماعت کو لکھے تا سبل نامہ نہ ہو جائے یعنی شروع کے ترک کرنے چنانچہ وہ شروع کتاب السجلات والماضی میں مذکور ہیں کذا فی التبع  
 تقدیر یعنی ان الفاظ میں ہے کہ اطلاق تسویہ میں انھیں فی الجبوس مام ہے کیر اور صلیب اور بادشاہ اور رعیت اور ذیل اور شریف اور باپ اسی طرح اور مسلم  
 اور مدعی کو کرے اگر بادشاہ مدعی ہو تو قاضی کو لائق ہے کہ اپنے مقام سے اٹھے اور بادشاہ اور اس کے مدعی کو وہاں بٹھا دے اور باپ زمین پر بیٹھ کر فیصلہ  
 کرے تا حد الخفک خزامی وجہہ و کلا التیام رہا اور قاضی بازر ہے اور انھیں کے سامنے ہنسنے سے اور اسی طرح ایک شخص کے واسطے اٹھنے سے  
 بازر ہے بلقی اعلام اس واسطے کہ قاضی کے خفک سے وہ شخص باغی غم پر دلا اور ہو جائے گا کذا فی المنہ و حقیقتہ اور قاضی ایک شخص کی دونوں میں سے  
 ضیافت نہ کرے سائق بن رہا ہو یہ اپنی سند میں مام سے روایت کی کہ ایک شخص علی مرتضیٰ کے گھوڑوں آگرا نکالنے اس کی ضیافت کی پھر جب اس نے یہ کہا  
 کہ میں یہ پہلا ہوں کہ فلاں شخص سے خصوصیت کروں تو علی مرتضیٰ نے فرمایا کہ تو یہاں سے اٹھ جا اس واسطے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو منع فرمایا اس سے کہ ہم ایک  
 خصم کی ضیافت کریں مگر کہ اس کے ساتھ اس کا خصم ہلا دے اسی طرح عبدالرزاق اور ورظنی نے روایت کی اور اس واسطے کہ اس میں تہمت میلان ہے کذا  
 فی الصحیح لوصول ذلک صحابہ ہذا نہراں مگر اس کو دونوں کے ساتھ کہے تو جائز ہے کذا فی المنہ و حقیقتہ اور قاضی میں ہے کہ ضیافت میں امدہا کی قید اس واسطے لگائی  
 کہ اگر دونوں کی ساتھ ہی ضیافت کرے تو جائز ہے اور قیاس اس کا یہ ہے کہ اگر دونوں سے مرگوشی کرے یا دونوں کی طرف ساتھ ہی اشارہ کرے تو جائز  
 ہے اتنی ولا یخرج فی مجلس الیکم مطلقا ولو بیہما لادابہ بجا ہے اور قاضی خوش طبعی نہ کرے حکم کی مجلس میں مطلقا اگر ہم خصمیں کے سوا اور کسی سے کرے  
 اس واسطے کہ خوش طبعی سے محبت اور رعب نہیں رہتا والا یلقنہ مجتہد ومن مثالی بائس بدینی اور قاضی کسی مدعی یا معاہدہ کو حجت نہ سکھا دے اور جو یہ  
 سے روایت ایک یہ بھی ہے کہ تقنین حجت میں کہ مضائقہ نہیں کذا فی المنہ و حقیقتہ اور قیاس واسطے جائز نہیں کہ اس میں تہمت ہے اور دوسرے کی لکھنی

ہے ولا یلقن الشاہد شہادۃ استحسنہ ابو یوسف فیما یتفید بہ زیادۃ علم اور قاضی شاہد کو تلقین شہادت نہ کرے اور تلقین شہادت کو ابو یوسف نے پسند کیا ہے جس تلقین میں شاہد کو زیادہ دانت حاصل ہو ابو یوسف اور قاضی کا ایک قول یہ ہے کہ جس شاہد پر میرٹ اور ہیبت غالب ہو سو وہ شرائط شہادت سے کچھ ترک کرے تو مفالئہ نہیں کہ قاضی اس کی اس طرح امانت کرے کہ تو گواہی دیتا ہے ایسی اور ایسی بشرطیکہ محل تہمت نہ ہو اور اگر محل تہمت ہو اس طرح پر کہ مدعی پندرہ سو کا دعویٰ کرے اور مدعی علیہ پانچ سو کا منکر ہو اور شاہد ہزار کی شہادت دے تو قاضی کہے کہ شاید مدعی نے پانچ سو معاف کر دیے ہوں اور شاہد کو اس سے علم حاصل ہو سو معافی کے قول سے اپنی شہادت کو دعویٰ مدعی کے موافق کرے جس طرح قاضی نے توفیق دی تو یہ بالاتفاق جائز نہیں جیسے تلقین احد الخصمین جائز نہیں اور بسوط میں ہے کہ طرفین کا قول عزیمت سے اور قول ابو یوسف رخصت سے اس واسطے کہ جب ابو یوسف مبتلا بقضا ہوئے اور دیکھا کہ ہیبت مجلس قضا سے شاہد ادائے شہادت سے بند ہو جاتا ہے تو کہا کہ اگر ہم اس کو تلقین نہ کریں تو حق ضائع ہو جائے کذانی الفتح والفتویٰ علی قولہ فیما یتعلق بالقضاء لزیادۃ تجربۃ بزازیہ اور فتویٰ ابو یوسف کے قول پر ہے تعلقات قضا میں ابو یوسف کے زیادہ تجربہ ہونے کے سبب ہے م اور قنینہ میں بھی بزازیہ کے موافق فتویٰ بقول ابو یوسف مذکور ہے کذانی النہر طحاوی نے کہا کہ فتویٰ بقول ابو یوسف قضا میں انہی سے یعنی اکثری سے نہ کلی ولی الوالیۃ علی ان ابو یوسف وقت موندہ قال اللهم انک تعلم انی لم امل الی احد الخصمین حتی بالقلب الا فی خصوصۃ نصرانی مع الرشید مع استوہبہما و قضیت علی الرشید ثم کئی اتھی قلت و مفادہ ان القاضی یقضی علی من ولاءہ و فی الملتقی ویصح لمن ولاءہ و علیہ سبکی اور دلوالجیہ میں حکایت ہے کہ ابو یوسف نے اپنی موت کے وقت کہا ائی تو جانتا ہے کہ میں نے میلان نہیں کیا یعنی میں نہیں بھگا احد الخصمین کی طرف یہاں تک کہ دل سے بھی مگر ایک نصرانی کی خصوصیت میں اردو رشید کے ساتھ ہیں نے دونوں کو برابر نہیں کیا یعنی مجلس میں اور حکم کیا میں نے ہارون رشید یعنی اس کو ہرایا اور نصرانی کو جتایا پھر ابو یوسف روئے انتہی میں کتاہوں اس حکایت کے مسئلے سے معلوم ہوا کہ قاضی کا حکم جاری ہے اس بادشاہ پر جس نے اس کو قاضی مقرر کیا اور طبعی الاجر میں ہے اور قاضی کا حکم صحیح ہے اس سلطان کے نفع اور مضرت میں جس نے اس کو قاضی کیا اور اس کا ذکر آگے آوے گا فروع مسائل ملحقہ شارح کے فی البدلح من جلد اول اب القاضی انہ لا یکلم احد الخصمین بلسان لا یعرفہ الا غیرہ بل یأمر بالبعث میں ہے کہ منجد ادب قاضی یہ ہے کہ قاضی کلام نہ کرے احد الخصمین سے اس بولی میں جس کو دوسرا خصم نہیں جانتا یعنی اس واسطے کہ یہ بمنزلہ کلام مخفی کے ہے و فی التامار خانہ والا حوطان لبقول لخصمین حکم بینکما متی اذا کان فی التقليد خلل یحیر حکما بجمکما اور تamar خانہ میں ہے اور زیادہ تر اغیبا ط یہ ہے کہ قاضی مدعی اور مدعی علیہ سے کہے کہ تمہارے مابین میں حکم کروں تو اگر قاضی کی تقلید قضا میں کچھ خلل ہو گا تو قاضی حکم اور پانچ ہو جائے گا دونوں کی تکمیل سے یعنی قاضی حکم کرنے کی دونوں سے اجازت چاہے جب وہ کہیں کہ حکم کیجئے تب حکم کرے فائدہ اس کا یہ ہے کہ اگر تقلید قضا میں کچھ خلل ہو مثلاً رشوت دے کر عمدہ قضا لیا ہو تو بطور نجات کے فیصلہ صحیح ہو گا کذانی الطحاوی قضی بحق ثم امرہ السلطان لاستینا بجز من العلماء بل بزمہ بزازیہ قاضی نے فیصلہ واجب کیا پھر بادشاہ نے اس کو حکم کیا کہ پھر سر نو سے علما کے سامنے فیصلہ کرے یعنی دعویٰ اور گواہی سن کر تو قاضی پر استیناف لازم نہیں کذانی البزازیہ طحاوی نے کہا بحر الرائق میں بزازیہ سے یوں منقول ہے کہ قاضی پر یہ فرض نہیں تو معلوم ہوا کہ استیناف جائز ہے طلب المقضی علیہ نسوہ السجل من المقضی لہ یعرض علی العلما لہ یوضح ام لا فان منع الزم القاضی بذک جوہر الفتاویٰ جوہر اس نے نسوہ السجل کا مانگا اس سے جو جتنا ساجل کو علما کے سامنے کرے کہ وہ صحیح ہے یا نہیں سو اس نے نسوہ دیا تو قاضی اس پر اس کا دینا لازم کر دے یعنی ولاء سے کذانی جوہر الفتاویٰ و فی الفتح متی امکن فادہ الحق بلا یغار صدور کان اولی اور فتح القدر میں ہے کہ جب تک اقامت حق بلا کینہ اندلی قلوب ممکن ہو تو بتر ہے م طرفہ اس کا بسوط میں بولوں مذکور ہے کہ جو شخص ہمارا ہے اس سے قاضی مذر کرے اور وجہ حکم اس سے بیان کرے اور کہے کہ ہم نے تیری محبت سنی اور دریافت کی لیکن حکم شرع اس طرح تھا اس کے سے یعنی نقل حکم کی ۱۲

سوائے جو کہتا تھا یا متدار اس واسطے کہ وہ لوگوں سے شکایت نہ کرے اور قاضی کو ظالم نہ جانے اور لوگ اس کی شکایت سن کر بگمناں نہ ہوں گے۔  
 فی الطحاوی مضافاً لبقول بعض النحویین ان جلس الفقہاء لا یأخذوا بالایضاح بانہا الا اذا اقر بلفظ صریحاً اور قاضی اہل مقدمات کی حکایات قبول کرے یا نہ کرے  
 جواب اس کا یہ ہے کہ اگر قاضی فیصلہ کے واسطے بیٹھ کر کہتا ہے کہ یہ سب صحیح ہے تو قبول کرے اور حکایات میں کوئی بات نہ کہے مگر اس بات کو اہل  
 کلمے میں کو اس نے فقط صریحاً اقرار کیا حکایات سے وہ حکایات مراد ہیں جو دعوی سے متعلق ہیں چنانچہ مضارب کا بولنا کہ میں مال مضارب کو سفر میں  
 گیا اور فلاں نے شہر میں اس کو بیچا اور اس سے ہنہ اس کو خرید کیا اور مانند اس کے اور وہ حکایات مراد نہیں جو متعلقات دعوی سے نہیں مجلس حکم میں مدعی  
 حکایات اس واسطے نہیں کہ مجلس مدعی اور مدینت اور اقرار اور حکم کے واسطے ہے اس طرح ہر کہ مدعی کے کہ اس کے پاس میرا مال مضارب تھا سو یہ سفر  
 میں گیا پھر اس نے وہاں نگہبانی کی سوال خانہ ہو گیا اب میں اس سے تاہن ہا ہتا ہوں تو مدعی علیہ جواب میں کہہ کہ اس کا انکار کرے اور اقرار  
 بلکہ صریحاً اس طرح کہ مضارب کے کہ میں نے مال مضارب سمندر کے کنارے پر بلا حافظ بھڑا اور میں شہر میں مال ہونے کے واسطے گیا پھر جو کہنا ہے پر کیا  
 تو مال نہ پایا کذا فی الطحاوی فصل فی الجس فی فصل ہے جس کے حکام میں ہم چونکہ جس نے اہکام قضا تھا اور نقص باہکام کثیرہ تھا کذا مصنف نے اس کو طبری  
 فصل کر کے ذکر کیا جس مقصد ہے یعنی منع یعنی روکنا اور بند کرنا پھر موضع جس پر اس کا اطلاق ہوا کذا فی الحموی اہل بند جس کو قید خانہ اور بندی خانہ  
 اور اہل خانہ کہتے ہیں وہو شروع بقول تاملی او یغوا من الارض جس شروع ہے حق تعالیٰ کے اس قول سے یا نفی کے جائیں زمین سے یعنی فظن الطريق  
 نفی سے نفی من الارض مراد نہیں کہ مقصود نہیں تو نفی سے جس مراد ہے وہ جس علیہ العلوۃ و السلام رجلاً بائتمہ فی المسجد اور رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک  
 مرد حج کو مسجد میں مجوس کیا ہم رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں اور صدیق اور فاروق اور عثمان رضی اللہ عنہم کے زمانے میں جس مسجد میں تھا یا دیوڑھی  
 میں یا بائیمہ کراہی ایک قول یہ ہے کہ فاروق نے ایک گھر کو منگھڑ میں چار ہزار دم کو خرید کیا اور اس کو جس ٹھکانا واقعہ بسن علی رضی اللہ عنہ و بناہ من نصب  
 و ماہ ناخافہ لہم یعنی پیرہ من مدد و ماہ فیما یقع لہا و ذکر موضع انیس و ہر التذلیل اور امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ نے قید خانہ ایجاد کیا اور اس کو بانس  
 سے بنایا اور اس کا نام نافع رکھا اس میں نقب نکلا چروہوں نے یعنی اور قیدیوں کو نکال لے گئے پھر حضرت تغنی نے اس کے سوا اور جس بنایا مٹی کے  
 ڈھیلوں سے اور اس کا نام جیس یعنی یار رکھا اور کمرہ یا بھی جائز ہے قیس موضع نہیں یعنی دلیل کرنے کا مکان ہم نہیں بغیر وقت حادث یا مع التشدید یا ہم  
 ہے یعنی عمل تذلیل اور بکریا ام فاعل ہے یعنی دلیل کرنے والا و فی قول علی رضی اللہ عنہ لا ترانی کبسا کبسا ہفت بعد نافع قینا ہفت حسینا و امینا کیسا  
 اور اس میں علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کیا تو مجھ کو نہیں جانتا مائل نیز کا مائل بنانے میں نے بعد نافع کے قیس بنایا مکان مضبوط اور اس پر دار و فر  
 لانت طبعاً مائل ٹھکانا ہم غلام ہے کہ جس کتاب اور سنت اور خلفاء راشدین کے فعل سے ثابت ہے اور اس کے جواز پر جماع امت قائم ہے کذا فی الزیلعی  
 صفحہ ان یکون بمجرع علیس بہ فریش ولا وطاہ یطیر فیونی صفت قید خانہ ہے کہ ایسا مکان ہو جہاں فریش اور سوہنے کا کچھو ناہ ہو تا مجوس کو تکلیف  
 ہو تو دین ادا کرے ہم بقرہ تھا کہ مصنف ان کیوں موضع کتابت با جہادہ اور دطاہ لہن کتابت و صاحب خلاف مطالبہ پناچہ قانس میں ہے تو معلوم ہوا کہ  
 فریش اور دطاہ ایک ہی چیز ہے اور بعضوں نے کہا کہ دطاہ و فریش ہے جو سونے کے واسطے مایا تو اب حلف خاص کامام پر ہو گا کذا فی الطحاوی و مفادہ انہ  
 لویا کہ منع من اور مفادہ لعل یہ ہے کہ اگر مجوس کے واسطے کچھو ناہ ہائے تو منع کیا جائے ولا لیکن امدان یہ دخل علیہ لاسینا اس اللہ لا قار بہ  
 و غیر انہ لا قیام لثا وۃ اور کئی قارہ کیا جائے اس کے پاس جانے ہوئی لگانے کے واسطے مگر اس کے قرات و لہا اور پڑو کی جانے پلوں شور سے  
 کیا قیام کے سبب سے ہم یعنی اس واسطے کہ ان کے مشورے سے حصول مقصود مقصود ہے یعنی لگانے وین و لیکٹون عنہ طویط و مفادہ لہن مذکور  
 لہیں وہ یہی الفاظ لہو و لہا اور قارب بعد جہانے اس کے نزدیک زیادہ نہ ٹھہری اور مفادہ لعل کثا قارب ہے کہ مجوس کذا و جاس کے

ساتھ قید نہ کی جائے اگر قید کروانے والی وہی ہو اور یہ قول ظاہر ہے ہم زوجه اقارب اور میران میں داخل نہیں تو افادہ مذکور کہاں حاصل ہوا اور یہ غلط ہے یا ہوا  
 نہ الفائق کی صدر عبارت کے خلاف کرنے سے نہ الفائق میں یوں مذکور ہے کہ جب مجبوس جماع کا محتاج ہو تو اس کی زوجه یا لونڈی اس کے پاس جائے اگر وہاں  
 اڑ کا مکان ہو اور اس میں دلیل یہ ہے کہ زوجه اس کی قید نہ کی جائے اس کے ساتھ اگر وہ حاملہ ہو اس کی اور یہ ظاہر ہے انتہی لیکن اس میں بھی یہ غلط ہے کہ حاملہ  
 ہونے کی تقید ما تقدم سے مستفاد نہیں بلکہ عدم مجبوس زوجه مطلقاً ثابت ہوتا ہے بحر الرائق میں ہے کہ اگر زوجه پر احتمال فساد ہو تو متاخرین کے نزدیک زوج کے  
 ساتھ قید کی جائے کذا فی الطحاوی و فی الملتقی لیکن من وطئ جاریۃ لوفیہ خلوة اور مطلق میں ہے کہ مجبوس کو قدرت دی جائے اس کی لونڈی کی قریت پر اگر مجبوس  
 میں خلوت ہو ولا یخرج لجمعة ولا لجماعة ولا لرحل فخرج فیہ ادلی اور مجبوس نہ نکلے نماز جمعہ اور نہ جماعت بیگناہ اور نہ فرض حج کے واسطے تو غیر فرض یعنی  
 حج واجب اور حج نفل کے واسطے بطریق ادلی نہ نکلے ولا لکنوز جنازة ولو کان بکفیل زلیعی و فی الخلافۃ یخرج بکفیل لجنائزہ اھولہ دفوعہ لا ینزہم و فیہ الفتویٰ  
 اور نہ نکلے جنازہ پر حاضر ہونے کے واسطے اگرچہ خروج ضامن دے کہ ہو کذا فی شرح الزیلعی اور خلاصہ میں ہے کہ ضامن دے کر نکلے اپنے اھول اور فروغ کے  
 جنازے کے واسطے نہ سوائے ان کے اور اسی پر فتویٰ ہے ولو مرض مرضاً اقنناہ ولم یجد من ینجد منہ یخرج بکفیل والا لا یفتی اور اگر بیماری نے اس  
 کو ضعیف اور قریب الہلاک کر دیا اور نہیں پاتا کسی کو جو اس کی خدمت کرے تو ضامن دے کر نکلے اور اگر ایسا نہ ہو یعنی سخت بیمار نہ ہو یا وہاں کوئی خدمت  
 کرنے والا ہو یا ضامن نہ دے تو نہ نکلے اسی کا فتویٰ ہے ولا یخرج لمعالجۃ و کسب قبل ولا یکتب فیہ دلولہ دیون شرح لینی ہم تم مجبوس خانیہ اور نہ نکلے علاج اور  
 کائی کے واسطے بلکہ مجبوس میں بھی کسب نہ کرے اور اگر مجبوس کے لوگوں پر دیون ہوں تو خصومت کے واسطے قاضی کے پاس جائے پھر قید کیا جائے کذا فی الخانیۃ  
 ولا یضرب المجرم الا فی ثلاث اذا امتنع عن کفارة الظہار والالفاظ علی قریبہ والقسم بین نسائہ بعد وعظہ والضاہل بالیحدت بالتاخیل الی خلف اشباہ اور نہ مجبوس  
 پر مار پڑے مگر تین صورت میں ایک یہ کہ کفارہ ظہار نہ ادا کرے یعنی باوجود قدرت دوسرے یہ کہ اپنے قرابت دار محتاج پر مال خرچ نہ کرے تیسرے یہ کہ اپنی  
 زوجات کے درمیان باری ترک کرے نصیحت کرنے اور بچانے کے بعد اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو حق کہ فوت ہو جائے تاخیر سے اور کوئی چیز اس کے قائم مقام  
 نہ ہو سکے اس کے ترک میں ضرب ہے کذا فی الاشباہ ہم ضرب اس واسطے ہوئی کہ تاخیر کفارہ میں زوجه کا ضرب ہے اور زیادتی مجبوس میں قرابت دار کا ضرب ہے  
 کیونکہ اس کا نفقہ ساقط ہو گا مدت گذر جانے سے اور اسی طرح مزید مجبوس میں زوجات کا فوت حق ہے قلت دینا و مالی الوہبانیۃ ۵ وان فی ضرب دون قید  
 تا دباہ و لطین باب مجبوس فی العنت ینکرہ میں کتابوں اور مسائل ثلثہ ضرب پر وہ مسئلہ زیادہ کیا جائے جو وہبانیہ میں ہے یعنی اور اگر مجبوس بھاگے تو  
 ادب دینے کے واسطے مارا جائے بدن بڑی ڈانٹنے کے اور دروازہ مجبوس کو مٹی سے بند کرنا مکرشی میں مذکور ہے ہم یعنی اگر مجبوس نہر کش ہو اور مال نہ ادا  
 کرتا ہو تو دروازہ چن دیا جائے اور ایک سوراخ اس میں رکھا جائے جس سے روٹی پانی اس کو دیا جائے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس میں قاضی کی رائے  
 کو دخل ہے جیسا مناسب دیکھے کرے کذا فی الطحاوی ولا یغفل الا اذا خان فزارہ فی قید او یجول الی سجن اللصوص و فی لطین الباب الرای فیہ للقاضی بزاز  
 اور مجبوس کے گلے میں طوق نہ ڈالا جائے مگر جب کہ اس کے بھاگ جانے کا خوف ہو تو پٹیاں ڈالی جاویں یا اس مجبوس میں بدل دیا جائے تو چوروں کے واسطے  
 مخصوص ہے اور کیا دروازہ مٹی چن دیا جائے اس میں قاضی کا اختیار ہے جیسا مناسب دیکھے کرے کذا فی البرزازیہ ولای یجوز اور نہ مجبوس برہنہ کیا جائے  
 کپڑے اتار کر ولا یؤاھر و عن الثانی یوجز لقضاء دینہ اور نہ مجبوس سے محنت مردودی کرائی جاوے اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ مزدوری کرائی جائے  
 اس کے ادا نہ دینے کے واسطے ولا یقام بین یدی صاحب الحق امانۃ لاور نہ مجبوس صاحب حق کے آگے کھڑا کیا جائے اس کی غفلت کے واسطے  
 دوکان بلبدة لا قاضی فیہ لازم لیسلا و نہ راتھی یاخذ حقہ جو اہر الفتاویٰ اور اگر صاحب حق اس شہر میں ہو جہاں قاضی نہیں تو دیون کے ساتھ لگا رہے  
 رات اور دن یہاں تک کہ اپنا حق پا جائے کذا فی الجواہر الفتاویٰ ہم صاحب حق کو ملازمت میں اختیار ہے اور یہ اختیار نہیں کہ دیون کو کسب نہ کرنے دے

یا اگر میں وہاں سے اس کی طرف اشارہ حدیث شریف میں ہے کہ صاحب الحق لید و اللسان اتھ سے ثابت ہوا ہے اور زبان سے کت تقاضا کرنا اور منع کسب اور دخل بیت حکومت سے متعلق ہے بلکہ قاضی کا اس کو منع اور جس کی ولایت ثابت ہے کذا فی اللغ و لغتین مکانہ ای مکانی الجس عند مد ہادہ صاحب الحق للقاضی اوستین مکان جس قاضی کے اقتدار میں ہے جبکہ صاحب حق نے تعین مکان کا ارادہ کیا ہوا الا اذ اطلب الدی مکانا اگر یہ چیز لاکھ تک ہے جبکہ مکان دوسرے مکان کی دعوت کرے تو قاضی اس کو مان لے کذا فی القنیہ و ائقی العنقہ بمعقلی المدایہ بن معبرۃ فی ذلک صاحب الحق و القاضی اتھی اور مصنف نے فتویٰ دیا قاضی کا ہر ایک کے تابع ہو کر اس میں یعنی تعین مکان میں صاحب حق کا اعتبار ہے قاضی کا اتھی ولی التمر یعنی اس کو طلب لطلب جس کی مکان المصوم دکن اور قاضی میں سے ہائی یہ سب کے قبول کیا جائے اگر مکان نے جس کو کرنا مکانی علیہ کا پر سولہ کے مکان یا خدا اس کے اور کت مکان میں طلب کیا ہو فرض مسئلہ طے شارع فی المبرمن المیوط و کھل النساء کمن علی مدۃ نغیا لفقہ کبر الراق میر، بوط سے منقول ہے اسعد توں کے واسطے میٹر ہر دوں سے جس بنایا ہائے تصرف کرنے کے واسطے واقفیت الحق اللدکی دلو و تقاد ہورس دوم بیترہ عمل جسے لطلب الدی اللدکی اللدکی بانکارہ ادب کہ مکانی کا حق ثابت ہو گیا گوہی سے اگر وہ اس کا حق بقدر ایک دانگ کے ہوا اور دانگ چٹا ہے درم کا تو قاضی اس کو علیہ قید کرے مکان کی درخواست سے بسبب ظاہر ہو جانے ناہندگی کے مکانی علیہ کا شمار سے م درم ہوتا ہے مترہ ملی اور مس رتی چاندی کا تو دانگ کو کہ زمین کی چاندی کی ٹھری لٹاوی نے کہا طلب مکانی کی قید اس واسطے لگائی کہ بدون اس کی طلب کے قاضی کو جس کر ناما ز نہیں مگر شرح کے قول میں والایثیت بیترہ بل بالقرارہ عمل جسے بل یا مرہ بلا وادخان بل جس اور مکانی کا حق گوہی سے ثابت نہ ہو بلکہ مکانی علیہ کے اقرار سے ثابت ہو تو قاضی اس کے جس میں جلدی نہ کہے بلکہ اس کو ہوا کرنے کا حکم کہے سو اگر وہ دمانے تو اس کو قید کرے م جبکہ اقرار سے ثابت ہو تو اس کی ناہندگی ظاہر نہ ہوئی لہذا اس کے جس میں متالیہ کہے اور اولے دین کا اس وقت کرے جبکہ اس کے اولے دین پر خود قادر ہو اس طرح کہ مکانی علیہ نے دوسرے پر دوائی میں یا ودیعت کیا اور اس دوائی کو گوہی سے ثابت کیا اور یہ اس کے پاس نکلی تو قاضی اس کو لے اور اولے دین کرے کذا فی المنر و مکرہ منری اور اس کے بائیس کا منری نے لگوت گوہی سے ثابت ہو تو جس میں متالیہ کہے اور اقرار میں جلد جس کہے اس واسطے کہ مکانی علیہ کہہ سکتا ہے درصورت گوہی کہ جو اس کا دین معلوم نہ تھا مگر معلوم ہوا سو میں اب ہوا کروں گا ویدہ احتمال اقرار میں نہیں ہو سکتا کذا فی الجلی و سوی بینانی مکنز و لید و استنہ النیسی اور کز اور درد میں ثبوت گوہی اور اقرار میں بلابری کی ہے اور نہ لٹی نے اس کو پسند کیا ہے م یعنی گوہی اور اقرار دونوں میں جس کی تعمیل نہ کرے اس واسطے کہ لٹا دین تحمل ہے تو جس میں متالیہ کہے ہو چیکہ اس کی ناہندگی بعد اقرار مطالبہ کے ظاہر ہو کذا فی الجلی و اول نثار المدایہ و لوقایہ و لبح قال فی المبر و الذہب عند اتھی اول اول یعنی من کا قول ہا یہ احد قایہ اور لبح کا مطلب ہے لٹائی میں کہ اگر ہی مذہب قوی ہے ہمارے نزدیک اتھی کا وقت دنی نیزہ المفق وثبت بینہ کس فی اول مرہ بالقرارہ کس فی اٹا یہ و لٹا و لمدون لاولی فلیکن التوفیق میں کتابوں اور نیزہ المفق میں ہے کہ اگر حق گوہی سے ثابت ہو تو اول ہار کے حکم بعد ہر میں جس کو کیا جائے اور اگر حق ثابت ہو لٹا سے تعدد مری ہا لود تیسری بار کے حکم میں قید کرے ذلول ہار کے حکم میں قیاب اقول محذ ذکور میں اتفاق ہو ہا نا پاپیہ مے تفریق تسویہ کے قول میں ظاہر نہیں ہوتی اور نہ مری کے قول میں اس واسطے کہ اس کے نزدیک جس قسم میں متالیہ ہے و منکر کی تو یہ نہیں کہہ سکتا کہ جس قسم میں لٹا ہے عدوی اور تیسری ہا یا جس حکم میں لٹا ہے اول بار لود ظاہر اہ قول رابع ہا و اتھی اور شارع نے نکل کا حکم ذکر کیا جو لٹائی میں قاضی سے مذکور ہے کہ جب حق ثابت ہو چکے گول اور مطلوب تسلیم میں ہا یہ کہے اور طلب اس کے حق کا طلب ہو تو قاضی اس کے جس کا حکم دے کذا فی لٹاوی لٹاوی کہ جس لٹاویوں کی کل دین ہو بدل بل اور حرم بقدر صد و لبح و مصلی مثل النمن و لٹاویہ و لقرض و لٹاویہ ملہ حق دانے کہ اتھ سے اور زبان سے

والمرء لمجمل وبالزمرہ کفالتہ مذکور بالدرک اذ کفیل الکفیل وان کثر و بزازیہ بارہ التزمہ بعقد کالمہ و ہذا ہو المتمدن خلافا للفتاویٰ قاضی خان لتقدیم المتن  
 والشروع علی الفتاویٰ بجزئی حفظ اور جس کیا جائے مدیون ہر ایک اس دین میں جو عوض ہے مال کا یا لازم کر لیا ہے دین عقد سے کذا فی الدرر والمجمع والملتقى  
 مانند من بیع کے اگرچہ ثمن بعوض منفعت ہو جیسے اجرت اور مانند قرض کے اگرچہ ذمی کا قرض ہو مسلم پر اور مانند مہر مجمل کے اور جو کہ اس کو لازم ہے  
 کفالت سے اگرچہ کفالت بالدرک ہو یا ضامن کا ضامن ہو اگرچہ ضامن بکثرت ہوں کذا فی البرزازیہ اس واسطے کہ ضامن نے دین کو اپنے اور پر لازم کر لیا بسبب  
 عقد کفالت کے مانند مہر کے اور یہ یعنی ثمن اور قرض اور مہر مجمل اور دین کفالت میں مجسوس ہو نا بلاتصدیق و دعویٰ محتاجی قول معتد بہ برخلاف فتاویٰ قاضی  
 خاں کے بسبب مقدم ہونے منوں اور شروع کے فتاویٰ پر کذا فی البحر تو اس کو یاد رکھنا چاہیے م قاضی خاں نے کہا کہ در صورت دعویٰ افلاس جس نہیں مگر  
 ثمن اور قرض میں اور مہر مجمل اور دین کفالت میں جس نہیں اظہار مفلسی میں لیکن یہ فتویٰ متون اور شروع مذہب کے مخالف ہے لہذا معتد نہیں اشیاء  
 مذکورہ میں جس کرنے کی وجہ باوجود دعویٰ افلاس یہ ہے کہ جب مال اس کے ہاتھ میں آیا یعنی بیع اور قرض تو ادائے دین پر قدرت ثابت ہوئی اور جو دین کے بعد  
 التزام کیا مانند مہر اور کفالت کے اس میں قدرت ایفا ثابت ہے کیونکہ قبول مہر اور کفالت پر پیش قدمی کرنا دلیل ہے قدرت ایفا پر تو مجسوس ہو گا اور اس کا  
 یہ قول کہ میں محتاج ہوں مسوع نہ ہو گا کیونکہ یہ قول منقض کے مانند ہے بسبب وجود دلیل کشادہ دستی الحاصل اس علت میں حال غالب کو معتبر رکھا  
 والا اشیاء مذکورہ کو باوجود افلاس بھی کرتے ہیں کیونکہ مناط احکام غالب پر ہے نہ نادر پر کذا فی الطحاوی نعم عدہ فی الاختیار لبدل الخلع بنا خطا و مجتہد ہاں  
 اختیار شرع میں مختار بدل خلع کو یہاں شمار کرنا غلط ہے سوا گاہ رہنا م بدل خلع کو یہاں شمار کرنا یعنی جہاں جس لازم باوجود دعویٰ محتاجی دنا والفقہانی  
 انہ جس ایفائی کل عین بقدر علی تسلیمہما کا عین المنصوبہ اور قلانی نے اشیاء اور بعد مذکورہ پر یہ بھی زیادہ کیا ہے کہ مدعی علیہ جس کیا جائے ہر ایک اس میں  
 میں جس کی تسلیم پر وہ قدرت رکھتا ہے چنانچہ خصب کی ہر نئی چیز لایجس فی غیرہ ای نیز ما ذکر و توسیع صورت بدل خلع و منصوب و متلف و دم مہر و حق  
 حظ شریک و ارش جنایۃ و نفقہ قریب و زوجہ و مہر مہر جس نہ کیا جاوے اس کے غیر میں یعنی اشیاء اور بعد مذکورہ کے غیر میں اور اس کی صورت میں ہیں  
 ۱۔ بدل خلع ۲۔ بدل منصوب ۳۔ متلف یعنی جو چیز تلف کر ڈالی اس کا بدل ۴۔ دم مہر کا بدل ۵۔ شریک کا حصہ آزاد کر دینا ۶۔ جنابت کی دیت ۷۔ نفقہ  
 تزات دارہ و نفقہ زوجہ ۹۔ مہر مہر قلت ظاہرہ و لو بعد طلاق میں کتا ہوں اور ظاہر اطلاق مہر مہر مہر کا اس پر دلالت کرتا ہے کہ اس میں جس نہیں طلاق  
 بعد بھی یعنی اگرچہ مہر مہر طلاق سے مجمل ہو گیا تو بھی جس نہیں و فی نفقات البرزازیہ ثبت ایسا بالاختیار بنا بخلاف سائر الدیون اور بزازیہ کے نفقات  
 میں ہے کہ کشادہ دستی خبر دینے سے ثابت ہوتی ہے یہاں یعنی نفقات میں بخلاف باقی دیون کے کہ وہاں فقط اقرار سے ثابت نہیں ہوتی لکن افئی ابن نجیم  
 بان القول لہ بیئنیہ مالم یتب غناہ فرجہ لیکن ابن نجیم نے فتویٰ دیا ہے کہ تک دستی میں متفق کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے تا وقتیکہ اس کی تو نگری ثابت نہ  
 ہو تو اس کی طرف مراجعت کر م مدار سند اک اس پر ہے کہ تعبیر ثبوت سے متبادر یہ ہے کہ کشادہ دستی شہادت سے ثابت ہونے اقرار سے اور جو بولوں  
 ہو سکتا ہے کہ دین نفقہ میں ثبوت اقرار سے ہوتا ہے اور اس کے غیر میں اقرار سے کیونکہ اس کی عبارت میں تبیین نہیں کذا فی الطحاوی ولو اختلفا  
 فقال الدیون لیس بدل مال قال الدائن انہ من متاع فالقول للمدیون مالم یبرهن رب الدین طرسوسی بخا و اقراہ فی النہر اور اگر دونوں میں اختلاف  
 ہو اور دیوں کتا ہو کہ مجھ پر دین بدل کا مال نہیں ہے اور دائن کتا ہو کہ وہ ثمن ہے متاع کا تو مدیون ہی کا قول معتبر ہے تا وقتیکہ صاحب دین گوہی  
 سے ثابت نہ کرے چنانچہ اس کو طرسوسی نے بطریق بحث کے بیان کیا ہے اور نہ الفائن میں اس کو ثابت رکھا ہے م مدیون مجسوس نہ ہو گا اگر مدعی فقیر ہو  
 قرض مسئلہ ملحقہ لایجس فی دین مہر و کذا لا یمنع من السفر قبل حلول الاجل وان بعد ولا السفر معہ فاذا حل منہ من حق یوفیہ بدل الخ و قد مناہ فی الکفالتہ  
 لہ ایک نسخہ میں خطا کے بعد ظاہر بھی ہے ۱۱

مدیون مجوس نہ ہو گا دین موجب میں ہو اسی طرح سفر جانے سے ممنوع نہیں ہو سکتا قبل اُنے مدت دین کے اگرچہ سفر بعید ہو اور صاحب دین کو اختیار ہے کہ اس کے ساتھ سفر کرے پھر جب مدت دین پہنچے تو اس کو سفر سے روکے ایضاً دین کذا فی البدیہہ اور ہم اس کو مقدم ذکر کر چکے ہیں کتاب الکفایات میں ان لوگوں کی الفقار غلام العسرة اشیاء اربعہ کے فیہیں مجوس نہ ہو گا اگر مکی اپنے اغلاس اور فقیری کا دعویٰ کرے اس لیے کہ اصل تنگ دستی ہے م یعنی ہر شخص کے حق میں عسرت اصل ہے اس واسطے کہ برادری مدیم اللیل پیدا ہو اذانی الفسخ اور مدعی امر طرف کا دعویٰ کرتا ہے یعنی مال داری کا تو بدون شہادت اس کا دعویٰ مقبول نہ ہو گا کذا فی البحر الا ان یہ کہی غریبہ علی طناہ ای قدر ذلی الوفاء ولو باقرض ما بقضی غریبہ مگر یہ کہ اس کا صاحب دین اس کی مال داری اور قاضی کو ہی سے ثابت کرے یعنی مدیون کا قادر ہونا ادا دین پر ثابت کرے اگرچہ قدرت قرض لینے یا اپنے مدیون کے تقاضا کرنے سے حاصل ہونے سے حاصل ہونے سے خفا کو بقدرت علی الاغلاس واسطے تعبیر کیا ہے معلوم ہو کہ خفا سے خفا سے زکوٰۃ مرو نہیں تو اگر مدیون کو قرض دینے والا ہے اور وہ قرض نہ لے تو وہ ظالم ہے مجوس ہو گا کیونکہ جس جزا اللہ ہے اور اس کا ظلم ثابت ہو چکا جو دقرض سے اور اگر قاضی مدیون کی عسرت جانے لیکن اس کا مال دوسرے پر ہے تو اس سے تقاضا کرے تو اگر مدیون کا مدیون کثرت سے مجوس ہو تو مدیون مجوس نہ ہو گا اور اگر مدیون اپنے مدیون سے تقاضا کرے تو مجوس ہو گا کذا فی الاطلاق من الدعوی فیہیہ عینہما را کی ولو یوما ہو اجمع تو قاضی جس کسے اس وقت میں جس قدر مدت کا اس کی رائے میں آدے اگرچہ ایک ہی دن جس کسے ہی قول صحیح ہے مگر یہ کہ اسے کثرت سے کثرت سے ثابت ہو تو مدت جس قاضی کی رائے پر موقوف ہے سو اگر قاضی کا کان غالب ہو کہ اس کا مال ہوتا تو اپنی مدت کی جس میں آپ کو غلام کر دینا تو مجوس ہے سوال کر کے پھوٹو سے محمد کی روایت میں مدت جس دو یا تین لینے میں اور سن لکھ روایت میں چار لینے سے چھ لینے تک جاری میں کہا کہ صحیح ہے کہ تقدیر لازم نہیں اور قاضی کی رائے پر موقوف ہے کیونکہ لوگوں کے حال متفاوت ہیں کذا فی النہر فی المسائل اللغویہ قال ابو یوسف اذا کان المصروف بالعمرة لم یجوز علی الاذنیہ ولو فقرہ ظاہر اسل من ما جلا و قبل ینتہ علی فلاسہ دخل سید نہر بلکہ فقط کی شہادت میں ہے کہ بوند نے کہا کہ جب مفلس مشہور باغلاس ہو تو میں اس کو مجوس نہ کروں یعنی اس کے جس کا حکم نہ کروں اور غایب میں ہے کہ اگر اس کی موت ہی ظاہر ہو تو اسے حال جلد لوگوں سے حد یافت کرے اور اس کے اغلاس پر گواہی قبول کرے اور اس کو چھوڑ دے و فی البرزویہ قال المدیون حلفہ لہ ما یعلم انی مصرف بہا بقاضی فان حلف جبرہ لطلبہ من کل غلاہ وقرضہ المصنف وغیرہ اور بزازیہ میں ہے کہ مدیون نے قاضی سے کہا کہ مٹی کو قسم دیکھ کر وہ مجھ کو مفلس نہیں جانتا تو قاضی اس کو قبول کرے پھر اگر مٹی کھائی تو اس کو جس کسے مٹی کی حد خواست سے اور اگر قسم نہ کھائے تو اس کو چھوڑ دے اور اس قول کو مصنف وغیرہ نے ثابت رکھا ہے لغت قدس میں دیکھی کہ لا حکۃ الا بمتلافتہ میں کتابوں ہم پہلے ذکر کیے کہ اس قاضی کی رائے کا اقتدار ہے جس کو قدرت اجتمعا حاصل ہو سو خبر دار رہنا یعنی قاضی غیر جسد کھائے کا پورا تقدیر نہیں مگر علی نے کہا کہ شرع اس میں قستانی کا تابع ہوا ہے میں کتابوں کو لیا امر یعنی تقدیر مدت جس قاضی کے بہتد ہونے پر موقوف نہیں اتنی تم بعد جبرہ ہا راہ لو حالہ مطلقا عند القاضی ولا کل باقرض و اعتمادہ المصنف پھر مدیون کے جس کرنے کے بعد بقدر اس مدت کے ہا اس کی رائے میں آدے اگر اس کا حال مشکل ہو قاضی کے نزدیک یعنی تنگ دستی اس کو نہ معلوم ہو سکتی ہو تو لوگوں سے اس کا حال دریافت کرے وہ اگر ظاہر ہو تو مجوس بنا رہے مگر کسے کفالی ہا راہ مصنف نے اپنی شرح میں اس پر احتیاط کیا ہے سائل عنہ احتیاطا لا یجوز بان حیرانہ وکیل مدلی بنیۃ المدائن پھر بعد جس اس کا حال اس کے پڑوسیوں سے پوچھے بنا احتیاط کے ذیبارہ وجوب کے اور کفایات کتاب ہے ایک مرد مولد سے پوچھا صاحب دین کی بنیبت میں یعنی اس کا حضور ضرور نہیں مگر ہا راہ کذا فی امر ہے اس میں ایک شخص ما دل کا قول کالی ہے چنانچہ وکیل اور منزل کی ہا راہ میں دو شخصوں سے دریافت کرنا اصل ہے اور کیفیت انہا یہ ہے کہ ہجر کے کہ مدیون مجوس کا حال محتاجوں کا حال ہے ہر ایک سورہ اس میں اور مال اس کا تنگ ہونے اس کا حال ظاہر اور غنی حیثیت کیا ہے کفالی الطحاوی دا ما المستور فان وحق قولہ لکی القاضی کل ہر وہا لا یفسخ المسائل بخا اور اگر عدالت

یافق خبر مستور اور مخفی ہو تو اگر اس کا قول قاضی کی رائے کے موافق ہو تو اس پر عمل کرنے اور نہیں تو نہیں کذانی انفع المسائل پر تمام بحوالہ حق میں ہے کہ قاضی کی خبر مقبول نہیں ولا یشترط حصره الخضم ولا لفظ الشہادہ الا اذا تنازعانی ایسا روا الامسار مستثنیٰ اور شرط نہیں اخبار میں ماخوذ بامدی کا اور نہ لفظ شہادت مگر جب کہ مدعی اور مدعی علیہ تنگ دستی اور کشادہ دستی میں تنازع کریں کذانی القہستانی ہم یعنی اگر مدعی کتا ہو کہ یہ کشادہ دستی ہے اور مدعی علیہ کتا ہو کہ میں تنگ دستی ہوں تو اخبار کافی نہیں لفظ شہادت ضرور ہے اور اسی طرح خبر واحدہ در صورت تنازع مقبول نہیں بلکہ بینه ضرور ہے قلت لکننا بالامسار للنفی وہی لیست بحجۃ ولذا لم یجب السؤال انفع الوسائل فتنبہ میں کتا ہوں لیکن تنگ دستی کی گواہی نفی منافی گواہی ہے اور نفی کی گواہی حجت نہیں ولہذا اس کے حال کا سوال کتا واجب نہیں کذانی انفع الوسائل سو خبر دار ہو جاہم بحوالہ حق میں سقانی سے منقول ہے کہ یہ شہادت نفی پر نہیں کیونکہ امسار بعد لیسار کے امر حادث ہے تو یہ شہادت امر حادث پر ہوئی نہ نفی پر انتہی اور علامہ ودانی نے کہا کہ شہود کہتے ہیں کہ مدعی علیہ صنیق الحال کثیر العیال ہے اور یہ نفی نہیں یعنی اثبات ہے کذانی المطاوی قال لم یظہر مال خلاہ بالکفیل الا فی ثلث مال یتیم ودوقف واذا کان الدائن غائباً پھر اگر مجبوس کا مال ظاہر نہ ہو تو قاضی اس کو چھوڑ دے بلا ضمان مگر تین صورتوں میں ضمان لے کر چھوڑے یتیم کے مال میں اور وقف کے مال میں اور جب کہ صاحب دین غائب ہو مفسس کے چھوڑ دینے کی وجہ یہ ہے کہ حضرت اس کی قاضی کے نزدیک ظاہر ہو گئی تو وہ مہلت دینے کے لائق ہو گیا بموجب آیت قرآنی کے تو بعد اس کے اس کو قید کرنا ظلم ہے اور مال وقف کو صاحب کفر نے قیاس کیا ہے مال یتیم پر اور علمائے متاخرین اس کے تابع ہو گئے ہیں اس قیاس میں کذانی المطاوی ٹیچر ثانی الاول دلائل وغیرہ حتیٰ مثبت مزید منہا بزاز یہ پھر جب مدیون افلاس کے سبب سے جس سے چھوڑنا تو قاضی اس کو دوبارہ قید نہ کرے اول مدعی کے واسطے اور نہ اس کے عزیز کے واسطے تا وقتیکہ اس کا صاحب دین اس کی مال داری ثابت نہ کرے کذانی البرازیة فی القینہ برہن المجبوس علی الفلاسہ فاراد الدائن اطلاق قبل تقبیل لقیسہ فعلی القاضی القضاء بہ حتیٰ لایعیدہ الدین ثانیاً اور قہر میں ہے کہ مجبوس نے اپنے افلاس پر گواہی گزارے سو صاحب دین نے اس کا چھوڑا دینا چاہا قبل اس بات کے کہ قاضی اس کی مفلسی پر حکم کرے تو قاضی پر لازم ہے اس کی مفلسی پر حکم دینا تا صاحب دین اس کو دوسری بار قید نہ کرادے ہم شارح نے یہاں ایک جملہ قیہ کا حذف کر دیا اور حالاً کہ وہ ضرور ہے یعنی صاحب دین قبل تقبیل اس کا اطلاق چاہے اور مجبوس نہ نکلے بدون افلاس کے حکم کے تب قاضی پر حکم بافلاس لازم ہے کذانی المطاوی عن البروزیہ فرغ مسئلہ ملحقہ شارع کا احضار المجبوس لدین وغلب رہیرید تطویل جسہ ان علمہ وقدرہ اخذہ او کھیلا وغلاہ خانیۃ مجبوس نے دین حاضر کیا اور صاحب دین غالب ہو گیا تطویل جس سے کارادہ کر کے اگر قاضی دین کو اور دین کے مقدار کو جانتا ہو تو اس کو سبے یا مدیوں سے ضمان لے اور اس کو چھوڑ دے کذانی الخانیہ ہم ضمان یعنی مال ضمان اور حاضر ضمان لے کذانی البرازیة فی الاستنباہ لایوز اطلاق المجبوس للبرہنی نعمہ الا اذا ثبت امسارہ او احضر الدین للقاضی فی ہذہ نعمہ اور استنباہ میں ہے کہ چھوڑنا مجبوس کا جائز نہیں مگر اس کے مدعی کی رضامندی سے مگر جب کہ اس کا افلاس ثابت ہو یا مدیون دین حاضر کرے تو قاضی کو اس کا چھوڑ دینا مدعی کی نیت میں جائز ہے ہم بشرطیکہ قاضی مدعی اور دین اور مقدار دین کو جانتا ہو اگرچہ مدعی اپنی نیت سے تطویل جس کا قصد نہ ہو اور اس عہدت کے ذکر کرنے کا فائدہ تعیم ہے چنانچہ ہم نے اس کی طرف اشارہ کر دیا کذانی المطاوی ولو قال من یراد جسہ اربع ہفتی و اقضی دینی اجلہ القاضی یومین او ثلثہ ایام ولا یجسہ لان الثلثۃ مہترت لابلاد الاعذار اور اگر کہا اس نے جس کے مجبوس کرنے کا ارادہ ہوا کہ میں اپنا اسباب بچتا ہوں اور دین ادا کرتا ہوں تو قاضی اس کے واسطے دو یا تین دن کی مدت مقرر کرے اور اس کو قید نہ کرے اس واسطے کہ تین دن آزمائش مہذرات کے واسطے مدت مقرر ہو گئے ہیں یعنی اتنے عرصے میں اسباب مہذرات کا حال معلوم ہو جاتا ہے ولولہ عقارہ کجسہ ای لیبیہ و تقضی الدین الذی علیہ ولو یمن قلیل بزازیہ دسچی تمامہ فی البحر اور اگر شخص مذکور کے زمین یا باغ ہو تو اس کو جس کرے یعنی اس واسطے کہ تا اس کو بیچے اور وہ دین ادا کرے جو اس پر ہے اگر چہ بیع بہ ثمن قلیل ہو کذانی البرازیة اور پورا بیان اس کا آگے آگے کتاب البحر میں ولم یمنع غیر ما یوہ عنہ علی الظاہر اور درو کے جائیں



میں سے اس کے دین ملے بنا بر ظاہر رعایہ ہم پر جہد میں کے اس قول سے معلوم نظر لیاں غلام مرتبہ ہے یعنی اگر مجوس کمال ظاہر ہو تو قاضی اس کو چھوڑ  
 سے اس کا راجب دیوں اس کے ساتھ بنے کا قصد کریں تو قاضی ان کو نہ روکے یہی ظاہر الودایت ہے امام سے خلافاً لیساجین امام کی دلیل یہ ہے کہ مجوس  
 مفسس کو ذمت ہے تا حصول قسوت ایفا اور حصول قسوت ہر وقت ممکن ہے تو وہ اس کے ساتھ میں تاکہ وہ مفسس نہ کر دے کذا فی المطاہی نیوز منہ  
 نہ لایہ الا ان یکتسب فیہ تو دین طے مدیوں مفسس کے ساتھ گئے رہیں دن کو نہ رات کو نہ ریکہ وہ رات کو کسب کرتا ہو تو رات کو بھی ساتھ رہیں م و عت  
 میں بہر قول وہ ہے جو ٹنڈ سے عریکے عقیام اور قصود میں ملازمت کرے اور اس کو جو دو ورڈوں کے پاس جانے سے نہ روکے اور نہ اس کو دونوں وقت  
 کے کھانے سے روکے اور نہ دوسروں سے اور نہ ہائے قسوت کے جانے سے فراوان آپ اس کے ساتھ رہے یا کسی اور کو ملازمت کے واسطے مقرر کرے اور یہاں  
 نہیں کہ اس کو دھوپ میں رکھے یا برف پر یا جس مکان میں کہ اس کو اذیت ہو کذا فی المطاہی ویستاجر لمرأة امرأة ملازمتیہ لودعت مدیونہ کے واسطے  
 دوسری صورت لو کہہ کہ یہ اس کے ساتھ رہے کذا فی القنیہ فرغ مسئلہ طوقہ شارع کا لوانا المطلب البس والطالب الملازمتی جہد الیہ یجز الطالب  
 الا لمراد اگر مطلب جس مقید کرے اور طالب ملازمت تو ہدایہ کی کتاب الجور میں ہے کہ طالب کو اختیار کیا جاوے مگر ضرر سے یعنی اگر ملازمت سے ضرر ظاہر ہو  
 اس طرح کہ طالب مطلب کو اس کے گھر میں دھانے سے توب دفع ضرر کے واسطے جس دایع ہے کذا فی المنہر وکلفنی المزانیہ بکفیل النفس اور بزازیہ میں ماہی خاص  
 دینے سے اس کو مکلف کیا ہے م ہزازیہ میں ہے کہ اگر اس کی ملازمت میں اس کی روزی جاتی رہے تو عاقر دامن نے کہ اس کو چھوڑ دے کذا فی المطاہی  
 طالب ملازمت بلا امر قاضی تو مقرباً اصطلاح کو اس کی عزم سے کا اختیار ہے بدون قاضی کے حکم کے اگر مطلب اس کے حق کا مقرر ہو وہ قبل ہر مانہ  
 علی اطلاق قبیل جیسے لقیام علی انشی و مگر عزیزی ناوہ اور مقبول نہیں مدیون کے گواہ لانا اپنے افلاس پر مجوس ہونے سے پہلے بسبب قائم ہونے کو ہی کے  
 نفی پر نفی بنا پر عزیزی ناوہ نے اس قول کو صحیح کہا ہے م ہزازیہ میں گواہی نفی پر مقبول نہیں اس واسطے کہ جب چند مدت وہ مجوس رہا تو ظاہر ہو گیا اگر  
 اس کے پاس مال جو تا تو جس کی ہتی دیشا تا اور اس قول کی صاحب نہاد اور کثیر مشائخ نے بھی تصحیح کی ہے کذا فی المطاہی عن الہدیۃ و مگر وغیرہ قبول اور  
 حیرت زنی ناوہ اور ملا نے قبول شہادت افلاس قبل البس کی تصحیح کی ہے م ہزازیہ میں کانتوی دیا ہے محمد بن فضل اسمیل بن حاد بن ابی حنیفہ اور نصیر بن کئی نے  
 اسی قول سے شافی اور امام کا کذا فی المطاہی و لعل علیہ بایہ کامر قان علم اسارہ قبلہا و لانا نہر لیل حفظ اور اس میں مستعملیہ قاضی کی رائے سے سو گرتا ہتی اس  
 کا افلاس معلوم کرے تو گواہی قبول کرے اور نہیں تو نہیں کذا فی المنہر تو اس کو یاد رکھنا چاہیے و بیہ یہاں لیسارہ اتق من بیۃ لیسارہ بالقبول ان لیسارہ مفسس  
 و حیثیات الا شہاد اور گواہی مال مدیون کی اتق بالقبول ہے اس کے افلاس کی گواہی سے اس واسطے کہ مال دار ہونا امر مرض ہے اور گواہی بیان تو شہاد  
 کے واسطے میں رہنے کے واسطے مفسس اگر مفسس کے مطلب ہکا مال داری پر اور مطلب گواہ سے اپنے افلاس پر تو اس صورت میں مال داری کی گواہی  
 اتق بالقبول ہے پہلے کہ شہادت نم لومین بسبب اسلہ و شہدواہ تقدم اثباتا امرامرضاتحیثا و اختد علی انہوں مگر مدیون اپنے مفسس ہو جانے کا سبب بیان  
 سے اور گواہ اس کی گواہی دین تو اب افلاس کی گواہی مقدم ہونے کا سبب ثابت کرنے شہادت مذکورہ کے لمرض کو یعنی یہ گواہی اثبات کی ہوتی رہنے کی کذا فی فتح  
 م ہزازیہ پر ہزازیہ نے اس کا کیا ولی القنیہ ان لم یبینوا معتدرا ہیک قبلت و لایمکن قبولہا لانا قامت للمجوس و جو منکر و البیہنتی قامت للمنکر و تقبل  
 اور قنیہ میں ہے کہ اگر شہود مال داری کے تعارض کے وقت نہ بیان کریں اس مقدمہ کو جس کا مدیون مالک ہے تو گواہی مقبول ہو گئی اور اگر مقدار بیان کی  
 اس کا قبول کرنا ممکن نہیں اس واسطے کہ مجوس کے واسطے گواہی قائم ہوئی ہے اور وہ منکر ہے اور گواہی جب منکر کے واسطے قائم ہو تو مقبول نہیں و اید  
 بس المفسس ہر جزاء اظلم قلت و یکنی الجور انہ یباع مالہ لیسرہ عند جہاد یعنی و یمنذ فلا یجا بعبہ فقہ اور مجوس مال داری کی گواہی کیا جائے اس واسطے کہ  
 جس واسطے عالم کا میں کتابت ہونے کا سبب کہ میں اس کے گواہی کا مال اس کے دین کے واسطے نہ کیا جاتا ہے صاحبین کے نزدیک اور ہی کا ہتی

اور اس وقت میں تو اس کا جس دائی نہیں رہتا تو خبردار ہو جاہ یعنی بموجب قول مفتی بہاں بیچ کر دیں اور اگر کے وہ چھوڑ دیا جائے گا پھر دوام جس کا باقی رہا  
 والا کیس لیا مفتی من لفقہ زوجه و ولدہ اذا ادعی الفقر وان قضی بہا لانہا لیت بدل مال ولا الزمہ لبعقد علی ما ترقی لو برہنت علی یسارہ جس بطبہا اور قید نہ  
 کیا جائے گا زوجه اور بیٹے کے نفقہ گذشتہ کے واسطے جب کہ وہ اپنی تنہا ہی کا دہائی کرے اگر قاضی نے نفقہ دینے کا حکم بھی کر دیا ہو اس واسطے مجوس ہو گا کہ  
 نفقہ بدل مال نہیں اور نہ اس کو لازم ہو ہے بسبب عقد کے چنانچہ مذکور ہو چکا یہاں تک کہ اگر زوجه زوج کی مال داری شہادت سے ثابت کرے گی تو اس کی  
 درخواست سے جس کا مخلصہ یہ ہے کہ نفقہ واجبہ مجتہد میں جس نہیں در صورت ادماے نفقہ اس صورت میں جب کہ زوج اس کی مال داری ثابت کرے کذا فی  
 المنع بل کیس اذا برہنت علی یسارہ بطبہا کا لالی ان منفق علیہا ادلی اصولہ دفرد فیہا ایما ولم یبر بک زواج مجوس بموجب کاس کی مال داری گواہی سے  
 ثابت کرے عورت کی درخواست سے چنانچہ اگر مرد انکار کرے زوجه اور ولد پر خرچ کرنے سے یا اپنے اصول اور فرد پر خرچ کرنے سے تو جس کی جائے  
 ان لوگوں کے جملانے کے واسطے قلت دل کیس لمرمہ لوابی لم ارہ وظاہر تفتیہم لاکن ما من الا شہا لایضرب المجوس الا فی ثلث لیقید خال عند الفتویٰ میں  
 کتابوں اور کیا آدمی مجوس ہوتا ہے اپنے محرم کے سبب سے اگر نفقہ دینے سے انکار کرے میں نے اس کو مصرع نہیں دیکھا اور ظاہر تفتیہ فقہا یہ ہے کہ مجوس  
 نہ ہو یعنی تفتیہ نذہ اور اصول اور فرد اس کی مقتضی ہے کہ محرم کے نفقہ نہ دینے سے مجوس نہ ہو لیکن یہ روایت اشباہ سے مذکور ہو چکی کہ نہ مارا جائے  
 مجوس مگر تین صورتوں میں مفید جس ہے تو تامل کیجیو فتویٰ دینے کے وقت ہم منجملہ صورت ثلاثہ ایک صورت یہ ہے جب کہ نفاق نہ کرے اپنے قریب پر اور بلاد  
 قریب سے نیز اصول اور فرد میں کیونکہ اصول اور فرد اقارب میں داخل نہیں اور اقارب میں کسی کا نفقہ واجب نہیں مگر قرابت دار محرم کا طوطا دی سے  
 کہا میں کتابوں کہ عدول جائز نہیں قول صریح سے اس تفتیہ کی طرف جو ذکر عدو سے ماخوذ ہے سبھی جس الولی بدین الضمیر اور اگے آدے گا مجوس ہونا  
 ولی کا ضمیر کے دین سے یعنی جو دین کہ ذمہ ضمیر پر مرتب ہے اس کے ادا کرنے سے ولی اس کا سر تابی کرے تو ولی مجوس ہو گا کذا فی المنع عن السراج لایجس  
 اصل وان علمانی وین فرعہ بل یقضی القاضی دین من عین مالہ او قیمتہ واسیح عندہما یبع عقارہ کمنقولہ کخر فلیقظ نہ مجوس ہو اصل اگرچہ ادنیٰ ہو یعنی دادا پر  
 دادا سر دادا اپنے فرد کے دین میں بلکہ قاضی فرد کا دین اصل کے عین مال سے یا اس کی قیمت سے ادا کرے اور ہا جین کے نزدیک مجموعہ مع اس کی  
 ارضی کی ہے مانند اس کے مال منقول کے کذا فی المنع تو اس کو یاد رکھنا چاہیے ہم جس اصول اس واسطے جائز نہیں کہ جس عقوبت سے اور والد اپنے ولد  
 کے سبب سے مستحق عقوبت نہیں ہوتا اس واسطے کہ جب اصل کو فام کنا حرام ہو بموجب نص قرآنی کے تو جس اس سے فوق ہے اور اصل سے ملاوہ  
 ہے جو نانا کو بھی شامل ہے اور اصل کی قید اس واسطے لگائی کہ ولد مجوس ہو گا اپنے اصل کے دین میں اور ایک قرابت دار دوسرے قرابت دار کے دین میں  
 مجوس ہو گا عین مال اصل سے اس وقت تضاوت دین کرے جب کہ موجود حق دائی کی جنس سے ہو اور قیمت سے اس وقت جب کہ مال موجود اس کے حق کی  
 جنس سے نہ ہو کذا فی الطحاوی ولا یتخلف قاض نایب الا اذا فوض الیہ صراکول من شئت ادواتہ کجستک قاضی القضاة والدلالة ہنا تو یلان  
 فی الصریح الذکور بیک الاستخلاف لا العزل و فی الدلالة یلکھا کقولہ ول من شئت استبدل اذا استخلف من شئت فان قاضی القضاة ہوالذی یتصرف فیم مطلقا  
 تقلید اور لا اور نہ خلیفہ مقرر کرے قاضی کسی نایب کو مگر اس وقت جب کہ بادشاہ کی طرف سے اس کو نایب کرنا مفوض ہو گیا ہو صریح چنانچہ سلطان کا ولی  
 کنا قاضی سے کہ ولی کر جس کو تو چاہے یا تفویض باعتبار دلالت کے ہو چنانچہ ولیوں کنا سلطان کا کہ میں نے تجھ کو قاضی القضاہ کیا اور دلالت یہاں تو یلان  
 صریح سے اس واسطے کہ تفویض صریح مذکور میں قاضی نایب کرنے کا مالک ہے نہ معزول کرنے کا اور دلالت میں نایب کرنے اور معزول کرنے  
 دونوں کا مالک ہے چنانچہ سلطان کے اس قول میں کہ ولی کر جس کو تو چاہے اور بدل ڈال یا خلیفہ کر جس کو تو چاہے اس واسطے کہ قاضی القضاة وہ شخص ہے  
 جو تصرف کرے قاضیوں میں ہر طرح منصوب اور معزول کرنے میں ہم ذمہ مفوض کو استخلاف میں اختیار نہیں اگرچہ استخلاف بعد ہو مصنف نے استخلاف کی

قید اس واسطے کہ تا کی اصلاح ہائے سلطان بکون اختلاف اس واسطے کہ نائب قاضی وہ کرتا ہے جو کہیں اور بھی نہیں کر سکتا تو قیاس  
 نہاد نیابت تھا میں زیادہ جاسد کرتا قاضی نائب کو مباح تھی اور شہادت کلمہ کے ساتھ کتاب بقران کی اہلیت دوسرے حکم دینے کی تو اس کے امر کے موافق  
 کہے اس واسطے کہ حکم دینا ہوا تو نہیں عد ہوا یہ میں ہے کہ نائب حکم کہے اس کو ایسی ہی جو قاضی کے روبرو ہوئی اور قاضی حکم کرے جو نائب کے روبرو ہو  
 ہوئی کہ انی الطحاوی و اختلاف الامور باقامۃ الحجۃ فان سئل جندو فی الاذن والامر ابن حکم وغیرہ بخلاف اس شخص کے جو امور ہوا سلطان کی طرف  
 سے بھی کیا پڑھانے کے واسطے اس واسطے کہ وہ طیارہ کر سکتا ہے بدون تفویض کے بسبب اذن کے بنا ہر وقت حال کے کذا ذکرہ بن حکم وغیرہ ہم  
 اس واسطے کہ جمعہ کا ایک وقت صحیح ہے تو اگر اس وقت کوئی مار منام جمعہ کو ماضی ہو تو جمعہ فوت ہو جائے اور یہ ظاہر ہے کہ انسان نشانہ ہے اوقات اور  
 جملہ یوں کا تو گویا سلطان نے اس کو نائب کہنے میں اذن دیا ہوا تھا وکالت کے اور یہ ممکن نہیں کہ سلطان کا انتظار کیا جائے اس واسطے کہ جمعہ تاخیر میں وقت  
 کا قتل نہیں بخلاف تاخیر میں خصوصاً تا اذن سلطان کہ وہ ممکن ہے اور ظاہر تھیل جواز اختلاف ہا سبقت حدیث کو بھی مقتضی سے چنانچہ خطیب اگر جمہ جو جائے  
 یا اس کو کوئی دفع ماضی ہو پھر وہ اپنی جگہ دوسرے خطیب کو نائب کہے تو جائز ہے چنانچہ جو الراقی میں ہے امام جمعہ کو اختلاف اس وقت جائز ہے جب کہ نائب  
 نے خطیب سے ہوا اور اگر خطیب دوسرا ہو تو جائز نہیں اس واسطے کہ مباح خطیب شرط اقتناع جمعہ سے ہے بخلاف اس امام کے جس کا حضور ٹوٹا اور اس نے اس کو نائب  
 کیا جمعہ خطیب حاضر تھا اور وہ جائز ہے اس واسطے کہ امام یہاں ہانی ہے نہ منع اور خطیب شرط اقتناع ہے سو وہ درحق اصل موجود ہے کلائی الطحاوی  
 من الحج وما ذکرہ لاخر و قال فی الاموال اصل لہ وانا ہوں ہم نے من بعض اہمال و قد مر فی الحجۃ اور جو خمر و نے در میں ذکر کیا بقرانہ میں کہا اس کو کہ اصل  
 نہیں وہ تو اس کا ہم ہے جو بعض عبارات سے بجا ہے اور بقرانہ یہ گفتگو جمعہ میں مذکور ہو چکی ہم لاخر و نے کہا کہ خطیب کو اختلاف ابتدا جائز نہیں بل اذن اتھی  
 یعنی باسبقت حدیث اور در صورت حدیث جائز ہے تو اختلاف فی اصولہ کو اس نے بقرانہ جائز کیا اپنی شرح میں کذا فی الطحاوی نائب القاضی  
 المقوض الیہ الاستتابة فقط لا یزول نائب عن الاصل ہوا سلطان وینتد فلا یلک ان لعزلہ القاضی بغير تفویض من لعزلہ ایضا کہ کیل  
 وکل وکذا لا یعزل ایضا لعزلہ ولا یجوز ولا یجوز السلطان بل بقرانہ زعمی وینی وابن حکم وغیرہ منی الوکالۃ وامتدنی الدرر واللمتی فی النزول و غیرہ  
 و تامل فی الاسماء و فی فتاوی الصنف و ہذا ہوا التمدنی الذہب لہذا ذکرہ ابن الفرس لمانفۃ للذہب اس قاضی کا نائب جس کو فقط نائب کرنا مقوض  
 ہے و معزول کرنا وہ نائب ہے اصل سے یعنی سلطان کی طرف سے اور اس وقت میں تو قاضی اس کے معزول کرنے کا مالک نہیں بغير تفویض کرنے  
 سلطان کے معزول کو بھی مانتا اس کیل کے جس نے کیل کیا دوسرے کو یعنی باذن مولی کہ وہ معزول نہیں ہوتا اس کے معزول سے اور اسی طرح نائب قاضی  
 بھی معزول نہیں ہوتا قاضی کے معزول کرنے سے اور نہ اس کی موت سے اور نہ سلطان کی موت سے جو نائب مذکور سلطان کے معزول کرنے سے  
 معزول ہوتا ہے چنانچہ زعمی اور ینی اور ابن حکم نے کتاب الوکالت میں مذکور کیا ہے اور درر نور شمس میں اس پر اکتفا کیا ہے اور بقرانہ میں ہے کہ اسی  
 پختہ ہے اور بعد بیان اس کلام میں ہے اور صنف کے فتاوی میں ہے اور یہی قول متمدنی الذہب ہے نہ وہ قول جو ابن فرس نے ذکر کیا بسبب تلف  
 ہونے اس قول کے واسطے ذہب کے میں ابن فرس نے فرما کہ ہر یہ میں ذکر کیا کہ نائب قاضی ہلے زمانے میں معزول ہو جائے قاضی کی معزول ہونے سے  
 کلائی الطحاوی مخرج نائب غیرہ ای ہذا فی الاموال قضی عندہ لونی جبہ و ہذا ہوا القاضی صح قضاہ ہوا لہا بل یقضی فیقول او کہنی فی نوبۃ واجازہ  
 ہا من ہا ہوا معزول کہیر کہ قال وہ علم و قول الخصول فی القضاہ اور غیر قاضی مذکور کا نائب یعنی میں قاضی کو نائب کرنا سلطان کی طرف سے موقوف نہیں اس کا  
 نائب ہوا کہ قاضی کے معزول ہونے کی حیثیت میں نہیں کہ قاضی اس کے نائب کا فیصلہ ہے کتاب الہدایۃ لہذا ہوا کہ قاضی یا معزول ہوا  
 لہذا ہذا ہوا ہمت نہ کرنے میں

یا کافر ہو تو صحیح نہیں بلکہ اگر شخص اجنبی یا خود قاضی اگر غیر نوبت قضا میں فیصلہ کرے اور بعد قاضی ہونے کے اس کو جائز رکھے تو جائز ہے اس واسطے کہ مطلب تو اس کی رائے حاصل ہونا ہے اور وہ ان صورتوں میں حاصل ہے کذا فی البحر صاحب بر نے کہا اور اس سے معلوم ہو گیا فضول کا داخل ہونا قضا میں فرغ مسئلہ ملحقہ شارح کافی الاشباہ والمنظومات المحیثۃ لوفوض بعد فوض غیرہ مع دلو حکم بنفسہ لم یصح ولو متن قضی صحیح بخلاف صبی بلغ اشباہ اور منظومہ مجیدہ میں ہے کہ اگر سلطان نے غلام کو عہدہ قضا مفضول کیا اور اس نے غیر شخص کو جو لیاقت قضا رکھتا ہے قضا تفویض کی تو صحیح ہے اور اگر غلام نے خود حکم کیا تو صحیح نہیں اور اگر غلام مذکور آزاد ہوا پھر اس نے حکم کیا تو صحیح ہے بخلاف صغیر کے جو بالغ ہوا صاحب اشباہ نے حکام صبیان میں بزازیر سے نقل کیا کہ سلطان یا دالی اگر نابالغ پھر صبیب کہ وہ بالغ ہو تو تقلید جدید کی حاجت ہے انتہی اور اس نے قاضی کا ذکر نہیں کیا اگر عموم دالی میں قاضی بھی داخل ہے کذا فی الطحاوی و اذ ارفع الیہ حکم قاضی شرح الحکم و دخل المیت و المعزول و المنخالف لرأیہ لانه نکرۃ فی سیاق الشرط فتعم فانہم اکثر قید الفاتی اذ حکم لنفسہ قبل ذلک کذلک ابن کمال لفظہ ای لازم الحکم و العمل بمقتضاه اور جب کہ مراد قاضی کی طرف دوسرے قاضی کے حکم کا تو اس کو نافذ کر دے یعنی اس کے حکم کو اور عمل بمقتضائے حکم کو یعنی اپنے حکم سے اس کے حکم کو نافذ اور لازم کر دے شارح نے کہا قاضی کی قید سے محکم نکل گیا اور قاضی میت اور قاضی معزول اور قاضی جس نے اپنے مذہب کے مخالف حکم کیا داخل ہو گیا اس واسطے کہ لفظ قاضی نکرہ ہے سیاق شرط میں تو عام ہو گا جمیع انواع مذکورہ کو سوا اس کو سمجھ لے اور دوسرے قاضی کی قید الفاتی ہے اس واسطے کہ خود اس قاضی کا حکم قبل اس کے یعنی قبل مرادہ ایسا ہی ہے یعنی اپنے حکم کو بھی بعد مرادہ جاری کرنا چاہیے کذا ذکرہ ابن کمال ہم محکم کو اس واسطے نکالا کہ اگر اس کے حکم کا مرادہ ہو قاضی کے پاس تو اگر قاضی کے مذہب کے موافق ہو تو جاری کرے اور اگر موافق نہ ہو تو باطل کرے اس واسطے کہ محکم کا حکم رافع خلاف نہیں ہوتا چنانچہ باب التکمیم میں آدے گا اور عموم قاضی میں اہل یعنی کا قاضی بھی داخل ہے اس واسطے کہ قاضی اہل عدل اس کے حکم کو نافذ کرے بشرطیکہ اہل عدل کے موافق ہو وقتستانی میں منقول ہے کہ قاضی ثانی پر قاضی اول کا حکم جاری کرنا واجب ہے تو وہ اس کو رو نہیں کر سکتا اور اگر رو کرے تو قاضی ثالث قاضی اول کے حکم کو جاری کرے اور ثانی کے رو کر دکرے کذا فی الطحاوی لو مجتہد فیہ عالم باختلاف الفقہاء فیہ فلو لم یعلم یجز قضاؤہ لا یفنیہا ثانی فی الظاہر الذہب زلیعی و عینی وابن کمال قاضی ثانی قاضی اول کا حکم نافذ کرے بشرطیکہ حکم مجتہد فیہ ہو یعنی جس امر میں مجتہدوں کا اختلاف ہو اور بر قول مستند ہدیل ہو اور قاضی جانتا ہو کہ اس میں فقہائے مجتہدوں کا اختلاف ہے تو اگر قاضی نہ جانتا ہو اختلاف مجتہدین کو تو اس کی قضا جائز نہیں اور نہ قاضی ثانی اس کو جاری کرے کذا ذکرہ الزلیعی و العینی وابن کمال ہم خلاصہ مقام یہ ہے کہ جب قاضی نے امر مجتہد فیہ میں اس کو مختلف فیہ جان کر حکم کر دیا تو وہ صحیح علیہ ہو گیا تو دوسرے قاضی پر اس کی تنفیذ واجب ہے یہ اس صورت میں ہے جب کہ قاضی نے اپنے مذہب کے موافق حکم کیا اور اگر اپنے مذہب کے مخالف حکم کیا تو اگر یہاں مذہب سے حکم کیا تو امام کے نزدیک قاضی ثانی اس کو جاری کرے اور اگر عہدہ حکم کیا تو اس میں دو روایتیں ہیں یعنی تنفیذ اور عدم تنفیذ اور صاحبین کے نزدیک نسباں اور عہدوں صورتوں میں اس کا حکم نافذ نہ کرے اس واسطے کہ اس نے اس کا حکم کیا ہو تو اس کے نزدیک خطا ہے اور فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے کذا فی شرح الوقایہ طحاوی نے کہا یہ مجتہد قاضی کے حق میں معمول ہے فقہ میں ہے کہ قاضی مقلد جب اپنے مذہب کے مخالف حکم کرے تو نافذ نہ ہو گا اور فتح القدیر میں ہے کہ فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے اس واسطے کہ مجتہد فیہ میں اپنے مذہب کے مخالف سہوا یا عمدًا قضا نافذ نہیں اس واسطے کہ جو اپنا مذہب عمدًا چھوڑتا ہے تو خواہش باطل ہی سے چھوڑتا ہے نہ قصد جمیل سے اور ناسی کی قضا اس واسطے نافذ نہیں کہ مقلد نے اس کی تقلید نہیں کی مگر اس کے مذہب کی جہت سے نہ اس کے غیر کے مذہب سے اور یہ سب مجتہد قاضی کے حق میں ہے اور قاضی مقلد کو تو سلطان نے اتنے واسطے قاضی کیا ہے تا وہ ابو حنیفہ کے مذہب پر مثلاً حکم کرے اور وہ خلاف نہیں کر سکتا تو وہ بہ نسبت حکم مخالف معزول ہو گا انتہی اور بحر الرائق میں دبیوی کیا کہ مقلد قاضی جب غیر کے مذہب پر حکم کرے یا روایت ضعیفہ یا قول ضعیف پر حکم کرے تو نافذ ہے اور اس کی قوی تردیل وہ ہے جو بزازیر میں ہے

کہ اگر قاضی مجتہد دوسرا اور فتویٰ لے کر اپنے مذہب کے مخالف حکم کرے تو ناقد ہو گا اور دوسرے قاضی کو نقص حکم جائز نہیں محمد کے نزدیک خود اس قاضی کو اپنا حکم توڑنا جائز ہے اور ابو یوسف کے نزدیک ہائز نہیں انتہی مانی ابو زریعہ اور محمد بن احمد میں ہے وہی قول معتد ہے مذہب میں اور بزازیہ کا قول صاحبین کی ایک روایت پر عمل ہے اس واسطے کہ نہایت کلام ہے کہ قاضی مقلدوں میں نے اپنے مذہب کے مخالف حکم کیا ہنزل اس قاضی مجتہد کے ہے جس نے نسیاں سے اپنے مذہب کے مخالف حکم کیا اور مجتہد میں صاحبین سے روایت قوی مذکور ہو چکی کہ حکم اس کا ناقد نہیں تو مقلد کی تضا بطریق اولیٰ ناقد نہ ہوگی کذا فی المنز والحموی شریعتی نے کہا اور بریل میں بھی فتح القدر سے منقول ہے پھر شریعتی نے کہا کہ یہ حق مرجح ہے جس کو دانتوں سے پہلے لینا چاہیے انتہی کلام اطلیٰ لکن فی الامتہ ولعیٰ بخلاد وکان فیہم علیہم لفظ لیکن غلامہ میں ہے کہ خلاف اس کے فتویٰ دیا گیا اور گویا کہ یہ فتویٰ آسانی کر دینے کے واسطے ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے مگر اس واسطے فتویٰ دیا گیا ہے یعنی تضامی الزامات ناقد ہے خواہ قاضی اس مسئلے میں اختلاف مجتہدین کو ہائز ہو ابن الغرس نے کہا تو کہ بدیہ میں ہے کہ میں کتابوں میں لائی ہے کہ علم بالاختلاف کو شرط لفظاً ذلت کیے خصوصاً ہمانے زمانے میں اس واسطے کہ پہلے سے زمانے کے قاضیوں کو اپنے مذہب کی طرف مت حاصل نہیں ہو چکے علم بذمات بقیہ مجتہدین پھر اس نے غلامہ سے روایت مذکورہ کو نقل کیا انتہی اطلیٰ نے کہا مذکور ہو چکا کہ یہ یعنی اشتراط علم مذمات مجتہدین قاضی مجتہد کے حق میں ہے یعنی جب ثابت ہو کہ علم مذمات مجتہدین مجتہد قاضی کو لازم ہے نہ مقلد کو تو بقتضا زمانہ کے عدم علم کا ذکر کرنا بے محل ہے اس واسطے کہ قضاة زمانہ مقلد شخص میں نہ مجتہد بعد دعویٰ کیوں منضم علی خصم حاضر بعد دعویٰ میج کے ایک خصم سے دوسرے خصم حاضر پر مصلحتی نے کہا بعد دعویٰ طرف سے الزام کا یعنی قاضی حکم کو لازم کر دے بعد دعویٰ میج کے جو صادر ہوا ہوا اس کے سامنے یعنی قاضی ثانی کے روبرو انتہی اطلیٰ نے کہا بہتر یہ ہے کہ طرف مذکور کو اتن کے قول یعنی حکم قاضی کی طرف راجع کیے یعنی قاضی ثانی قاضی اول کا حکم اس وقت نافذ کرے جب کہ قاضی اول کا حکم دعویٰ میج کے بعد واقع ہوا ہو اور حاضر شخص اصل شرط نہیں بلکہ اثبات قضاء قاضی کا ہی ہے بزازیہ میں ہے کہ ایک مٹھر کے قاضی نے ایک مرد پر مال کا حکم کیا اور سب لکھ دی پھر قاضی دیکھا اور مدعی نے اپنے خصم حکم ملے کو دوسرے قاضی کے پاس حاضر کیا اور قضاہ اول کو ثابت کیا تو قاضی ثانی زبردستی اس سے مال دلا دے بشرطیکہ وہ حکم میج کے بعد واقع ہے نام ایسا قاضی کا اور بیان اس کے نسب کا انتہی دلاکان افتاء فیکم بجز یہ لایزیکر اور اگر ایسا نہیں تو یہ افتاء ہے تو اپنے مذہب پر حکم کرے دوسرے اپنے کے کذا لہم مصلحتی نے کہا کہ حکم سے ملو انتہی بقریہ قولہ کلاں افتاء اور اس واسطے کہ بدون دعویٰ حکم نہیں ہوتا انتہی اطلیٰ نے کہا کہ بہتر یہ ہے کہ کلاں افتاء حکم اول کی طرف راجع ہو جو بدون دعویٰ میج صادر ہوا انتہی غلامہ مطلب مصلحتی وہ ہوا اگر قاضی ثانی کے روبرو دعویٰ میج واقع ہوا تو یہ افتاء ہے یعنی طلب فتویٰ ہے و طلب قضاء قاضی ثانی اپنے مذہب کے موافق فتویٰ دے اور قاضی اول کے حکم کو جاری نہ کرے اور حاصل مضمون اطلیٰ ہے کہ جب قاضی اول کا حکم صادر ہوا دعویٰ میج تو وہ افتاء قضاہ اول اپنے مذہب کے موافق حکم کرے دوسری کتاب واز اذانتا فی حکم اول لا طلب شہد حاصل اور اگر کتاب یعنی مسائل شفی میں قبل کتاب الفرائض کے مسئلہ مذکورہ آدے گا اور یہ آدے گا کہ جب قاضی ثانی کو تردد اور شبہ ہے قاضی اول کے حکم میں تو اس کا اختیار ہے کہ سوا حاصل کو طلب کرے ہم اریتاب کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر اس کو شک نہ پڑے تو اس سے متحمل نہ ہو کلاں اللمی نقل دوسرے من تافیز زمانہ لا تفر لک ما ذکر صاحب بقرنے کہا اور اس سے یعنی اشتراط صدور دعویٰ سے معلوم ہو کہ ہمارے زمانے کے تعلیمات معتبر نہیں بسبب اس کے کہ اس چیز کے جو مذکور ہو چکی ہم یہی قاضی ثانی کا جاری کر دینا اس واسطے معتبر نہیں کہ بعد دعویٰ اور بلا حاد و وہ جاری کر دیتا ہے اس لیے کہ صاحب واقف گاہ گنڈا تلبے فلا نے قاضی کے حکم پر قاضی ثانی اس کو لکھ دے کہ قاضی اول کا حکم اس کو ملا اور اس نے اس کتاب کو دیکھا ہے کہ ہوائی شہدے میں کتابوں اور گاہے یہ لکھ دیا جاتا ہے قاضی اول کے ویشقی پر بدولت قضاہ اول کذا فی اطلیٰ و قد قضاہ اولیٰ و انتہی اور بالرجح اور بہتر یہی ہو گیا ہے پہلے سے زمانے کے قاضیوں میں تھا بالوجوب یعنی موجب پر حکم کرنا مگر شرع نے تضامی موجب

کامثلہ نہ الفائق سے نقل کیا اور صاحب نہ نے ابن عرس سے مزید توضیح کے واسطے اصل سے نقل کرنا چاہیے ابن عرس نے نوآگہ بدریہ میں کہا تھا بالوجب کا ذکر سلف میں معروف نہیں سلف میں تو صریح فیصلے ہوتے تھے مثلاً یوں کہتے تھے کہ فلا نے کے واسطے گھر کا فیصلہ ہوا یا گھوڑے یا تسلیم میں بیع کا حکم یا قبض دین کا حکم ہوا کرتا تھا دیگر ذلک اور اس طرح حکم صریح ہونا اصل ہے اس باب میں پھر قضا بالوجب متخارف ہو گئی توسیع اور آسانی کے واسطے پھر تو یہودگی کی یہاں تک نوبت پہنچی کہ جو قاضی کہ موجب کے مدلول اور معنی سے آگاہ نہیں وہ کتاب ہے کہ میں نے حکم بالوجب کیا اتنی ملخصاً موجب لغت میں اس کو کہتے ہیں جس کو کوئی شے واجب کر دے اور اس کو مقتضی ہو اور موجب کی اصطلاح شرعی شارح بیان کرتا ہے کذا فی الطحاوی و ہر عبارۃ عن المعنی المتعلق بہا اذیف الیہی ظن القاضی شرعاً من حیث انہ لیقضی بہ اور موجب عبارت ہے معنی متعلق بالعقد سے جو کہ عقد کہ شرعاً مضاف اور منصوب ہے موجب کی طرف قاضی کے ظن میں جس حیثیت سے کہ قاضی اس کا حکم کرتا ہے م مثال اس کی یہ ہے کہ ایک شخص نے بیع صحیح کی اور قاضی نے اس کے موجب کا حکم کیا تو اس بیع کا موجب اس صورت میں مقتضائے بیع ہے یعنی خارج ہونا بیع کا بائع کی ملک سے اور داخل ہونا اس کا مشتری کی ملک میں اور تسلیم اور تسلیم ضمن اور ضمن میں انی ہر ذلک من مقتضیات بیع و لوازمہ تو یہ معنی محکوم بہ جو مضاف اور منصوب ہے بیع کی طرف اور متعلق با بیع ہے قاضی کے ظن میں شرعاً وہی موجب ہے یہاں اور اسی کو عقد بیع مقتضی ہے اور حیثیت قضا کی قید سے وہ صورت نکل گئی کہ مثلاً قاضی حنفی الذہب نے بیع ارض کی صورت اور اس کے موجب کا حکم کیا تو اس حکم سے شفعہ ہمسایہ کا ثابت نہ ہو گا اگرچہ شفعہ موجب بیع سے ہے اس واسطے کہ دعویٰ شفعہ حکم کے وقت موجود نہیں اور قاضی کو اس کا دھیان بھی نہیں تو یہ موجب متعلق بالحکم نہ ہو اس راہ سے کہ قاضی نے اس کا بھی حکم کر دیا مثال کذا فی الطحاوی فاذا حکم حنفی بموجب بیع المدبر کان معناه الحکم بطلان البیع سو جب کہ قاضی حنفی نے بیع مدبر کے موجب کا حکم کیا تو مطلب اس کا حکم ہے بطلان بیع کا حکم یعنی ایک شخص نے اپنے غلام مدبر کو بیچا پھر اس بیع میں تنازع واقع ہوا اور مقدمہ حنفی قاضی کے پاس رجوع ہوا اور قاضی نے اس کے موجب کا حکم کیا تو یہ حکم صحیح ہو گا اور مطلب اس کا یہ ہو گا کہ یہ بیع باطل ہے تو موجب اس صورت میں وہ معنی ہے جو اس بیع محکم پر کی طرف مضاف ہے شرعاً قاضی کے ظن میں یعنی اس بیع کا باطل ہونا کذا فی الطحاوی لوقال الموثق و حکم بمقتضاه لایصح لان الشیء لا یقتضی بطلان نفسه اور اگر موثق یا قاضی نے کہا اور بیع مدبر کی مقتضی کا حکم کیا تو حکم صحیح نہ ہو گا اس واسطے کہ شے اپنی ذات کے باطل ہونے کو مقتضی نہیں ہوتی م یعنی اگر قاضی یا موثق یوں کہے کہ میں نے بیع مدبر کی مقتضی کا حکم کیا تو یہ حکم صحیح نہ ہو گا اس واسطے کہ بیع مدبر کا کوئی مقتضی نہیں حنفی کے نزدیک تو یہ حکم باطل ہے معنی ہوا تو قاضی شافعی اس کی صورت کا حکم دے سکتا ہے اور جو حنفی قاضی نے کیا وہ فعل شافعی کو مانع نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ مدبر کی بیع حنفی کے نزدیک باطل ہے تو مقتضائے بیع مدبر حکم متوجہ نہ ہو اس واسطے کہ اس بیع کا کچھ مقتضی ہی نہیں اس واسطے بیع اپنی ذات کے بطلان کو مقتضی نہیں کذا فی الطحاوی عن الفواکہ و بہ ظہران الحکم بالوجب اہم نہر اور تقریر گذشتہ سے ظاہر ہو گیا کہ حکم بالوجب عام تر ہے حکم بالقتضی سے کذا فی النہر ہم نہر الفائق کی عبارت مخقرہ سے تباین ظاہر ہوتا ہے اور معلوم تو ابن عرس کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے ابن عرس نے نوآگہ میں کہا کہ لازم یہ آتا ہے کہ بیان حکم میں موجب اہم ہے مقتضائے موجب صادق آتا ہے بدون مقتضائی قضا کی بعضی صورتوں میں چنانچہ بیع المدبر کی صورت میں اتنی اور موجب اور مقتضی جمع ہو جاتے ہیں بیع صحیح کے قضا بالوجب میں چنانچہ اول مذکور ہو چکا نوآگہ بدریہ میں کہا حاصل یہ ہے کہ موجب یہاں مقتضائے ساتھ صادق آتا ہے اور بدون مقتضائی اور صورت صدق اکثر اور غالب الاستعمال ہے فلہذا اقبال ہوتا ہے کہ موجب اور مقتضی میں تسادی کی نسبت ہے الی آخرہ ما قال کذا فی الطحاوی لا ما عری عن دلیل مجمع در صورت مرفوع قاضی اول کے حکم کو قاضی ثانی نافذ کرے مگر جو کہ معراج و دلیل سے اس کو جاری نہ کرے کذا فی الجمع ہم صاحب مجمع نے اس کو بعد کتاب اور سنت اور اجماع کے ذکر کیا معراج عن الدلیل کی ایک صورت یہ ہے کہ قاضی سقوط دین کا حکم کرے جب کہ چند سال صاحب دین مطالبہ کرے کذا فی الطحاوی او خالف کتابہم یختلف فی تاویلہ السلف کتروک التسمیۃ یا قاضی اول کا حکم مخالف قرآن مجید ہو جس کی تاویل میں سلف نے اختلاف نہیں کیا



جمع مسائل مذکورہ میں وعدہ منہانی الاشباہ فیفاطواریعین اور منجملہ احکام غیر ناقدہ کے اشباہ میں چالیس اور چند مسائل شمار کیے ہیں ہم شارع نے اشارہ کیا کہ مسائل مذکورہ اشباہ میں بطریق بصر کے مذکور نہیں عمومی نے کہا اور جن مسائل میں قضا قاضی منقوض ہوتی ہے ان کا ذکر بجز الرائق اور بزاز یہ اور جامع الفقہ اور خانیر اور میر فیہ اور فتح القدیر میں ہے جس کا جی چاہے اور کتب مذکورہ کی طرف مراجعت کرے و ذکر فی الدرر لما یفند سبع صور منہا کما لو قفنت المرأة بعد و قد و کئی تناخلافاً لا ذکرہ المصنف ثمر اور در میں قضا ناقدہ کی سات صورتیں مذکور کیں ان میں سے ایک یہ صورت ہے کہ اگر عورت حد اور قضا کا حکم کرے اور یہ مسئلہ میں اوسے کا کتاب القاضی الی القاضی میں اس کے برخلاف جس کو مصنف نے شرح میں ذکر کیا ہم اس میں دو قول ہیں خانیر میں نفاذ مذکور ہے اور بزودی نے قضا جامع کے مقدمہ میں عدم نفاذ ذکر کیا کذا فی الطحاوی والاصل ان القضا لیس فی موضع الاختلاف لا الخلف والفرق ان الاول دلیل الاثباتی اور نفاذ قضا اور عدم نفاذ کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ قضا صحیح ہے موضع اختلاف اور خلاف میں فرق یہ ہے کہ اختلاف کے واسطے دلیل ثابت ہے نہ خلاف کے واسطے یہ تفرقہ عرفیہ ہے والا فقد قال تعالیٰ اذا ما اختلف فیہ الا الذین اوتوه وما اختلف الذین اوتوا للکتاب، اور مالانکار اہل کتاب کے واسطے کچھ دلیل نہیں اور مراد شارع یہ ہے کہ موضع خلاف میں کوئی دلیل صحیح نہیں مخالف کی نظر میں والا اس کے قائل نے تو دلیل پر اعتماد کیا ہے کذا فی الطحاوی وہل اختلاف الشافعی معتبر الاصح نعم صدر الشریعہ اور کیا اختلاف شافعی کا معتبر ہے قول اصح یہ ہے کہ ہاں معتبر ہے کذا فی شرح الوقایہ للصدر الشریعہ ہم شرح وقایہ میں ہے ہدایہ میں کہا کہ معتبر اختلاف صدر اول کا ہے یعنی صحابہ کرام کا لیکن اصح یہ ہے کہ یہ شرط نہیں تو شافعی کا بھی اختلاف معتبر ہے یوم الموت لا یدخل تحت القضاء بخلاف یوم القتل موت کا دن تحت قضا داخل نہیں یعنی اس سے کوئی حکم متعلق نہیں بخلاف قتل کے دن کے کہ وہ داخل تحت قضا ہے اور اس کی تاریخ معتبر ہے اور قتل کے مانند نکاح ہے اعتبار تاریخ میں کذا فی الطحاوی فلو برهن علی موت امیرنی یوم کذا ثم برهن ان المرأة ان الیت نکح بعد ذلک قضی بالنکاح تو اگر ایک شخص گواہ لایا اپنے باپ کی موت پر فلا نے دن پھر کوئی عورت گواہی لائی کہ میت مذکور نے اس سے نکاح کیا بعد اس دن کے تو ثبوت نکاح کا حکم دیا جائے گا ہم جب ثبوت نکاح کا حکم ہوا تو ہر اور میراث ابن کے ساتھ ثابت ہوگی اس واسطے کہ یوم موت تحت حکم داخل نہیں اور استحقاق میراث سبب سابق علی الموت سے ہوتا ہے تو تاریخ موت اور عدم موت برابر ہوگئی لہذا دونوں کے گواہ مقبول ہوں گے اور ہر ایک کے حق کا حکم دیا جائے گا کیونکہ دونوں گواہیوں پر عمل ممکن ہے ولو برهن علی قتلہ فیہ برهن ان المقتول نکح بعدہ لا قبل اور اگر گواہ لایا اپنے باپ کے قتل پر فلا نے دن پھر عورت گواہ لائی کہ مقتول نے اس سے نکاح کیا بعد اس دن کے تو عورت کے گواہ مقبول نہ ہوں گے ہم اس واسطے کہ یوم القتل تحت قضا داخل ہے تو اس کی تاریخ معتبر ہوگی و کذا جمیع العقود والذاتیات اور اسی طرح قتل کے مانند جمیع عقود اور مدائنات ہیں ہم عقود چنانچہ بیع اور ہبہ اور وصیت اور صلح و میزنا اور مدائنات چنانچہ قرض اور دوایت مستملکہ یعنی بیع عقود اور مدائنات کا حکم قتل کے مانند ہے تعلق قضا میں کذا فی الطحاوی الا انی مسئلۃ الزوجۃ النتی معہا ولد فانہ یقبل بینہما تاریخ تناقض لما قضی القاضی بہ من یوم القتل اشباہ مگر اس زوجہ کے مسئلے میں جس کے ساتھ لڑکا ہے اس واسطے کہ زوجہ کے گواہ مقبول ہوں گے اس تاریخ کے ساتھ جو تناقض ہے یوم القتل کی قضا سے کذا فی الاشباہ ہم صورت اس کی دلالت میں یوں ہے کہ ایک مرد نے دو مرتبے پر دعوئی کیا کہ اس نے اس کے باپ کو عداً تلوار سے قتل کیا پس برس کی مدت سے اور میں اس کا وارث ہوں کوئی اس کا وارث نہیں سوائے میرے اور اس دعویٰ کو گواہوں سے ثابت کیا پھر ایک عورت آئی اور اس کے ساتھ ایک لڑکا ہے سو اس نے گواہی قائم کی اس پر کہ پندرہ برس گذرے کہ اس مدعی کے باپ نے مجھ سے نکاح کیا اور یہ لڑکا اس کا ہے اور اس کا وارث ہے اس مدعی کے ساتھ امام رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس میں یہ مستحسن جانتا ہوں کہ عورت کے گواہوں کو جائز رکھوں اور ولد کو ثابت الینب کہوں اور قتل کے گواہوں کو باطل کر دوں اور یہ حکم امرنہ کی احتیاط کے سبب سے ہوا اس دلیل سے کہ اگر عورت فقط نکاح کا دعویٰ کرے اور لڑکا ساتھ لاوے

لے اور نہیں اختلاف کیا اس میں مگر ان لوگوں نے جن کو وہ دیا گیا ہے اور نہیں اختلاف کیا انھوں نے جن کو کتاب دی گئی ۲



کتاب میں دی گئی ہے۔ گواہ مقبول ہوں گے۔ وصیت کے اور فاضلین کا بھی یہی قول ہے۔ اتنی کذالی المظاہری فاضلین مخصوصاً من الاول مسائل منها ادعیاء میراثنا سابقا  
تاریخ اولیٰ شاہ کے فیصلوں نے مستثنیٰ کیا ہے چند مسائل کو اول سے یعنی یم موت سے جو داخل قضا نہیں ازاں جگہ یہ مسئلہ ہے کہ دو شخصوں نے ایک چیز میں میراث  
کا دعویٰ کیا تو میراث اس کے واسطے ہے جس کی تاریخ سابق تھے م پر شخص یہ کہتا ہے کہ یہ چیز میری ہے میں نے اس کو اپنے باپ سے میراث میں پایا ہے اور  
وہ چیز میرے شخص کے قبضے میں ہے تو یہاں تاریخ مقدم کا اعتبار ہوگا اور اگر دونوں نے تاریخ مذکورہ کی یا دونوں نے ایک ہی تاریخ بیان کی تو وہ چیز دونوں  
میں بھٹا نصف ہر ایک کذالی المظاہری برہنوں کو کیل وکالت و حکم بہا نادری المظاہر موت الطالب مع الرفع قبضہ میں کے وکیل نے اپنی وکالت گواہی سے  
ثابت کی اور ثبوت وکالت کا حکم ہو گیا پھر مدیوں مطلوب نے دائر طلب کی موت کا دعویٰ کیا یعنی طالب مر گیا بعد تو کیل کے تو دفع معج ہے یعنی وکیل اب طالب  
نہیں کر سکتا اس واسطے کہ مولیٰ کی موت کے بعد وکیل کے واسطے حق قبضہ باقی نہیں رہتا مظاہری نے کہا یہاں حکم کیا ہے جو کیے کہ پورا موت تحت حکم  
داخل نہیں تو فقط دفع ہے دعویٰ کا برہنہ اور شراہ من ابیرہ مندرستہ و برہن ذوالید علی مردہ مندرستہ من تسبیح و قیل تسبیح مدعی گواہ لایا کہ اس نے فلانی چیز کو  
ذوالید کے باپ سے خرید کیا ایک سال سے اور ذوالید گواہ لایا اپنے باپ کی موت پر دو سال سے تو موت کی گواہی سموت نہ ہوگی اور دو سال سے کہ  
سموت ہوگی اس مشن بنظر قول بیان ہے اور مدعی مر حافظ کا قول سے تلبہ میں ہے کہ یہی قول صواب ہے کذالی المظاہری دسرہ ان القضاء بابینہ سجدۃ  
موسم الزمان و الموت من حیث ان موت لیس محالاً لئلا یرتفع باشاد بخلاف اقصیٰ فان من حیث جو محل للزمان کلا علی اور جید اس کا یعنی موت اوقس کے  
تفرق کی حکمت کا یہ ہے کہ قضا بالینہ عبارت ہے دفع نزاع سے اور موت اس راہ سے کہ موت ہے محل نزاع نہیں کہ نزاع مرتفع ہو اثبات موت سے یعنی موت  
سے کوئی حکم متعلق نہیں اور میراث کا سبب منقذ ہے موت سے پہلے تو جس وقت کہ موت ہوگی مال اس کا وارث پائے گا بلا خصوصیت زاد موت بخلاف  
قتل کہ وہ من حیث اقصیٰ محل ہے نزاع کا پناہ نہیں مگر اس میں مذکور ہے کہ محمد نے دونوں میں فرق بیان کیا ہے اس طرح کہ قتل سے حق لازم  
متعلق ہوتا ہے اور موت میں کوئی لازم نہیں تو وضع اس اجمال کی ہے کہ قتل ظلم ظالم نہیں تھا من یادیت سے اور عورت کے گواہ مقبول کرنا مکمل ہے  
زمانہ تاریخ میں پناہ کے مسئلہ سابق میں مذکور ہے اس کا جو قتل سے لازم ہو گیا کیونکہ یہ ہمیں ہو سکتا کہ آدمی مقتول ہو زمانہ سابق میں پھر زندہ  
بالی رہے اور صلح کسے خلاصہ یہ ہے کہ موت قتل جو کوئی لازم کا متضمن ہے تو موت کے گواہ اثنی اعتبار کے نہ ہوں گے بواسطہ اطمینان استقاط حق لازم اور  
ان کے گواہ باپ کی موت پر لیتے نہیں اس واسطے کہ یہاں موت کے گواہ متضمن استقاط حق انہیں نہیں اس لیے کہ ان وارث ہوتا ہے زوجہ کے ساتھ  
جس طرح حالت افراد میں وارث ہوتا ہے تو دونوں گواہوں میں وہ باپ وارث تعارض نہ ہو اس کے استقاط اور اثبات میں لہذا عورت کے گواہ  
یہاں مقبول ہونے کذالی المظاہری و ینفذ القضاء بشاؤ الزور ظاہر او باطن اور ناقذ ہے قاضی کا حکم کسب کی گواہی سے ظاہر اور باطن میں م  
ام کے نزدیک اگر مدعی بواسطہ سبب معین دعویٰ کرے اور جھوٹے گواہ سے اور قاضی تکلیف یا تحکم کا حکم کرے تو قضا ناقذ ہے ظاہر اور باطن  
میں کذالی المظاہری نفاذ ظاہر سے مراد یہ ہے کہ اگر شامی نے ایک صورت کے نکاح کا دعویٰ کیا تو قاضی عورت کو مدعی کے سپرد کرے اور عورت سے کہے  
کہ اپنی ذمہ داری کو تسلیم کر کہ وہ تیرا زوج ہے اور فقہ و غیرہ لوازم زوجیت کا حکم کرے اور نفاذ باطن سے مراد یہ ہے کہ مرد کو وطی اور عورت کو تکبیر مندرستہ  
مطلوب سے اس واسطے کہ وہ حال غلام میں اللہ تعالیٰ کے اور نہا ہونڈوں میں اور موتی کو وراثت اجبار ثابت ہے اپنے ملکوں کے نکاح میں اور وراثت  
اللہ تعالیٰ کی کامل تہ ہے زوجین کی وراثت سے حاجی ذوات پر کذالی المظاہری یعنی قاضی نائب ہے شارع کا اور ماوردی شہادت کے صلح کا تو قضا باطن کا  
کیا ہے جو یہ کا اٹھا ہے شارع کی جانب سے بیٹ کا اصل قابل و القاضی غیر ملزم ہونے پر قضا ناقذ ہے بشریکہ محل قابل حکم کے ہو اور قاضی گواہوں کے  
کسب کو ہانا ہر محل قابل حید اس واسطے کہ کسی کی حکومت کسی کی حکومت ہو یا مستعدہ یا مردہ یا مدعی کی عمر ہو کہ بہب معاہرت یا رضاع کے تو قضا ناقذ

نہ ہوگی کیونکہ محل قابل انشاء نکاح نہیں بجز الرائق میں فتح القدر سے سے کہ اگر قاضی کذب شہود کا مالم ہو تو قضا نافذ نہ ہوگی کذا فی الطحاوی فی العقود  
 کسب و نکاح و القسوح کا قالہ و طلاق لقول علی رضی اللہ عنہ شاید کہ زواج کذا فی الشہادت زور نافذ ہے عقود میں نافذ ہے عقود میں مانند بیع اور  
 نکاح کے اور نسخ میں مانند قالہ اور طلاق کے بدلیل قول علی رضی اللہ عنہ کہ تیرے دونوں شاہدوں نے تیرا نکاح کر دیا م یا م کی دلیل ہے مروی ہے کہ ایک  
 مرد نے ایک عورت پر نکاح کا دعویٰ کیا علی رضی اللہ عنہ کے سامنے اور دو گواہ اس نے قائم کیے تو اب نے دونوں میں ثبوت نکاح کا حکم کیا تو عورت نے  
 کہا یا امیر المؤمنین اگر مجھ پر اور ناچاری ہے تو میرا نکاح اس سے کر دیجئے تو علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تیرے دونوں شاہدوں نے تیرا نکاح کر دیا تو اگر دونوں  
 میں نکاح منعقد ہو جاتا آپ کی قضا سے تو آپ تجدید نکاح سے امتناع نہ کرتے باوجودیکہ عورت طلب نکاح کر چکی تھی اور مرد راضی تھا اور البتہ اس میں  
 دونوں کا محفوظ رہنا تھا نہ اسے اور شہود بلاشبہ کاذب تھے بدلیل قہر مذکورہ کذا فی الدرر سبع کی صورت یہ ہے کہ مشتری نے غیر پر دعویٰ کیا کہ اس نے اس  
 کو بیوی کو اتنے ثمن سے بیچا اور بائع نے انکار کیا سو عدلی نے شہود زور قائم کیے سو قاضی نے کو بیوی کا حکم کیا مشتری کے واسطے تو یہ حکم نافذ ہے باطن میں  
 بھی امام کے نزدیک اور اس کو اس کی وطی حلال ہے اور طلاق کی یہ صورت ہے کہ عورت نے اپنے زوج پر طلاق ثلاث کا دعویٰ کیا اور اس پر شہود قائم کیے  
 اور قاضی نے فرقت بین الزوجین کا حکم کیا اور عورت نے بعد مدت دوسرے زوج سے نکاح کیا تو امام کے قول پر زوج اول کو اس کی وطی ظاہر اور باطناً  
 حلال نہیں اور زوج ثانی کو ظاہر اور باطناً وطی حلال ہے خواہ زوج ثانی حقیقتہ الحال جانتا ہو کہ زوج اول نے اس کو طلاق نہیں دی اس طرح کہ زوج ثانی  
 احد الشاہدین ہو یا حقیقت حال نہ جانتا ہو اس طرح کہ وہ اجنبی ہو کذا فی العالمیہ پر اگر تو کہے کہ امام کا مذہب سخت مشکل ہے اس واسطے کہ حرام محض یعنی شہادت  
 کاذبہ کیونکہ سبب ہوگی حلت کا تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم نے عام محض کو سبب حلت کا نہیں ٹھہرایا بلکہ قاضی نے بسبب اپنے حکم دینے کے گویا عقد جدید کو  
 انشاک کیا لہذا اکثر فقہاء کے نزدیک حضور شہود شرط ہے یعنی در صورت حکم نکاح اور قاضی کا حکم حرام نہیں بلکہ وہ واجب ہے اس واسطے کہ قاضی کذب شہود  
 سے واقف نہیں اور قضا مرتب ہے شہادت پر اس کے نزدیک شہادت حق ہے بنا برہم ظہور قاعدہ شہادت تو حلت مرتب ہوئی انشاء اللہ لا یندر  
 قاضی کی جانب سے کذا فی الطحاوی و صدر الشریعہ بتصرف امام کی قوی تر دلیل تحریم بالقضا سے یہ ہے کہ اگر تفریق بین الزوجین واقع ہو زوج کے امر سے تو نافذ  
 ہو ظاہر اور باطن میں تو تفریق بامر اللہ اولیٰ بالنفاذ ہے کیونکہ قاضی اس کا امور ہے حق تعالیٰ کی جانب سے کذا فی الفتح و قالوا و زفر و الثلثہ ظاہر فقط و علیہ الفتویٰ  
 شریعاً لیس فی البرہان اور صاحبین اور زفر اور ائمہ ثلاثہ نے کہا کہ قضا شہادت زور سے فقط ظاہر میں نافذ ہے اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی الشریعہ لیس فی  
 البرہان یعنی قضا شہادت زور ظاہر میں نافذ ہے نہ باطن میں اس واسطے کہ شہادت زور ظاہر میں حجت ہے نہ باطن میں تو قضا بھی اسی طرح فقط ظاہر میں نافذ  
 ہوگی نہ باطن میں اس واسطے کہ قضا نافذ ہوتی ہے بقدر حجت کے ہستانی میں عقالت سے منقول ہے کہ عدم نفاذ باطن پر فتویٰ ہے بجز الرائق میں فتح القدر  
 سے ہے کہ قول ابو حنیفہ ہو الا و جہر یعنی قوی ہے کذا فی الطحاوی بخلاف الاطلاق المرسلہ ای المطلقة عن ذکر سبب الملک فقط اجماعاً التزام الاسباب  
 بخلاف قضا اطلاق مرسلہ یعنی وہ اطلاق جو ذکر سبب ملک سے مطلق ہیں تو فقط ظاہر میں نافذ ہوگی بلحاظ سبب التزام اسباب کے ہم یعنی اطلاق مرسلہ عقود اور  
 نسخ کے مخالف ہیں کہ ان میں ظاہری میں فقط قضا نافذ ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ مثلاً نکاح میں نکاح منہم ہو جاتا ہے قضا پر بطریق اقتضا کے گویا قاضی  
 نے کہا کہ میں نے تیرا نکاح اس سے کر دیا یا تم دونوں میں نکاح کا حکم کیا قطع منازعت کے واسطے اور اطلاق مطلقہ میں ایسا نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ  
 ملک کے واسطے کوئی سبب ضرور ہے اور بعض سبب اولیٰ نہیں بعض سبب التزام اسباب ملک تو یہاں اثبات سبب سابق علی القضاء ممکن نہیں بطریق  
 اقتضا پھر جب باطن میں قضا نافذ نہ ہوئی تو مقتضی کہ کوئی اور اکل و بیزہ حلال نہیں اور مقتضی علیہ کو حلال ہے لیکن وہ پوشیدہ کیا کرے کیونکہ اگر ظاہر میں  
 سے اور ایک نسخے میں بعد رضی اللہ عنہ کے تنک المراء یعنی جیسا ارشاد علی رضی اللہ عنہ کا اس صورت کو راجح ۱۱

کرے گا لوگ اس کا نسبت بسبق کریں گے یا خریدیں گے کذا فی المطاوی من مولیٰ جبرم حتی لو ذکر سبب مسیئنا فعلی الخلاف من کان سبباً لیکن انشاء اللہ لو ذکر لوگ  
 میں سبب میں کو ذکر کرے تو خلاف سابق پر محمول ہوگا بشرطیکہ وہ سبب ایسا ہو جس کا اثرا اور پیدا کرنا ممکن ہو قاضی کی قضا سے چنانچہ جبرم یعنی کر مانی نے  
 دعویٰ کیا کہ کذا فی مولیٰ جبرم یعنی اللوک سبب غریب کے اور شہادت کا وہاں پر قائم کی اور قاضی نے شہادت تک کا حکم کیا تو امام کے نزدیک قضا نا لذ ہوگی ظاہر ہو رہا  
 اور صاحبین کے نزدیک فقط للہ ہی میں نا لذ ہوگی و باطن میں وہ لایق فیذا اتفاقاً کالارث اور اگر یہ سبب مہمی نے ذکر نہیں کیا جس کا اثرا قاضی سے ممکن ہو تو  
 قضا باطن میں نا لذ نہ ہوگی بل اتفاق امام اور صاحبین کے چنانچہ ارث یعنی ارث اگرچہ سبب تک ہے لیکن ایسا سبب نہیں ہے جس کو قاضی شاکر حکم اور مدار  
 نفاذ قضا امام کے نزدیک اس سبب پر ہے جو قاضی کے حکم سے پیدا ہو سکے مطاوی نے کہا بلکہ میں سے کہ میرا قضا اور مطلق تک دعویٰ میں برابر میں اور اسی قول کو  
 ہم کہتے ہیں حکا لکات المرأة مرتبة فوعدة اودود و کما لایم القاضی بکذب الشہود و یستلای فیذامہا کالقضا بانہیں انکا ذبہ نہی و نکاح الطبع اور چنانچہ اگر حضرت عمر  
 یعنی مہمی پر عوام ہو سبب مدعی یا ارتداد و غیرہما کے اور چنانچہ اگر قاضی کو اپنی کی دروغ گوئی سے واقف ہو جائے کہ وہاں اصل قضا نا لذ نہ ہوگی محمول قسم کی قضا  
 کے مانند کذا فی الزمینی و نکاح فتح القدریم بہتر تھا کہ عودت عمرہ اور علم قاضی کے مسئلے کو شارع طہرہ ذکر کرتا ارث کے ساتھ تمثیل زدیتا کیونکہ دونوں صورتوں  
 میں اصل قضا نا لذ نہیں ظاہر میں نہ باطن میں خلاف ارث کے کہ اس میں فقط باطن میں نا لذ نہیں ہیں کا ذب کی یہ صورت ہے کہ اگر مذہب نے دعویٰ کیا کہ زوج  
 نے اس کو مطلق کیا بطلان طلاق اور نہ دعویٰ اس کا منکر ہے تو قاضی نے اس کو قسم دی اور اس نے قسم کھائی انکار پر اودودت جاتی ہو کہ بلا شبہ طلاق واقع ہوا  
 تو اس کو زوج کے پاس رہنا جائز نہیں اور نہ اس کی میراث لینا اس کو درست ہے ظاہر میں سے کہ نہ دعویٰ کہ اس کی مطلقا نہیں اجماعاً کذا فی المطاوی  
 دلی اس واسطے حلال نہیں کہ امام کے نزدیک شہادت کا ذب سے قضا نا لذ ہوتی ہے وہیں کا ذب سے نفسی فی مجتہد فریہ بخلاف رأیہ ای مذہب جمع وہن کمال  
 لایقذ مطلقاً ناسیاً اوداماداً عند ہما والا کذا فی الشرح و معنی مجمع فتاویٰ دمشق و قیل بانفاذ یعنی قاضی نے حکم دیا مسئلہ مجتہد فیما میں برخلاف اپنی رائے کے یعنی  
 اپنے مذہب کے خلاف کذا فی الجمع ابن کمال تو ناقد ہوگا مطلقاً بھول کر نہ ہوا صاحبین اور ائمہ کرام کے نزدیک اور اسی قول کا فتویٰ ہے کذا فی الجمع والوقایح  
 والفتویٰ اور قول ضیف ہے کہ نفاذ پر فتویٰ ہے چنانچہ مغزی میں کالی سے فتویٰ منقول ہے کذا فی المطاوی مہم مسئلہ مغزیب شروع ذکر ہو چکا وہی  
 شرح الودہانۃ مشرک لہی من لیس مجتہد اکتفیہ زماناً بخلاف مذہب ہامدا لایقذ اتفاقاً و کذا فی سیاحند ہما اور شرنہلی کی شروع وہبانیہ میں ہے کہ جو قاضی کہ  
 مجتہد نہیں جیسے ہامدا نے لے کے قاضی ضعیف الذہب اس نے حکم دیا اپنے مذہب کے خلاف جان بوجہ کہ تو حکم مذکور نا لذ نہ ہوگا بالاتفاق امام اور صاحبین کے  
 اور اسی طرح اپنا مذہب بھول کر حکم نا لذ نہ ہوگا صاحبین کے نزدیک حکم خلاف مذہب چنانچہ مغزی یا مالکی حکم کرے یا بھکس تو نا لذ نہ ہوگا  
 اگر مغزی یا مالکی یا محمد وغیرہ امام کے شاگردوں کے قول پر حکم کرے تو حکم خلاف مذہب نہیں ہے چنانچہ درمنی سے یہ اس صورت میں ہے جبکہ  
 قاضی کا حکم مذہب امام کی تقییدہ قطع ہوئی ہو وادوہ موزول ٹھہرے گا کذا فی المطاوی و لو قیدہ السلطان بھی مذہب کنا نالقییدہ بخلاف کونہ معزول  
 عزاتقی اور اگر سلطان نے قضا کو اپنے مذہب کے ساتھ مقید کیا ہامدا نے زمانے میں تقیید مذہب امام واقع ہوتی ہے تو قضا بلخلاف مقید ہو  
 کی بسبب ہمنے قاضی کے معزول حکم خلاف مذہب سے اتقی کلام الشرنہالی و قد غیرت بیت الودہانۃ نکلت ۵ و لو حکم القاضی بحکم خلاف مذہب مدعی اصلاً  
 بظروہ اطلتہ میں نے حیر کر دیا وہبانیہ کی بیت کو سولوں کہا اور اگر قاضی حکم کرے اپنے مذہب کے خلاف تو اصلاً ہی نہیں نہ ہامدا نہ سالیہ اس کو کہہ کنا  
 چاہیے فتی طا الودہانۃ صحت قضا بتدافیر نفاذ اس کا قد مناہ من میرا فتاویٰ خانہ تیز باغیہ فیذامہا کالقضا بانہیں انکا ذبہ نہی و نکاح الطبع اور چنانچہ اگر حضرت عمر  
 کا تو اس کا نا لذ نہ ہوگا چنانچہ ہم نے اس کو مقدم ذکر کیا ہے کتاب میرا فتاویٰ خانہ تیز باغیہ فیذامہا کالقضا بانہیں انکا ذبہ نہی و نکاح الطبع اور چنانچہ اگر حضرت عمر  
 بلکہ نفاذ علی العقی بہر حکم دیا ہائے شخص غائب غیر حاضر عودت اس کے واسطے یعنی غائب کی حضرت اور نہ نعت کے واسطے حکم دینا صحیح نہیں بلکہ حکم نا لذ

ہی نہیں قول مفتی بہ پر کذا فی الجرم امام شافعی اور مالک اور احمد کے نزدیک غائب پر حکم کرنا جائز ہے بدلیل حدیث البیضاء علی المدی والیحین علی من اکر و حضور ختم کو شرط کرنا اس حدیث پر زیادت ہے بلا دلیل اور ہماری دلیل وہ حدیث صحیح ہے جو ابوداؤد میں مروی ہے کہ جب علی رضی کو میں کا قاضی کر کے بھیجا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تیرے سامنے دونوں خصم بیٹھیں تو حکم نہ کیجیو جب تک دوسرے سے نہ سن لینا چاہیے اول سے سنا اور اس کو اہم اور اسحق اور طیبی اور حاکم نے بھی روایت کیا ہے تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دوسرے کا کلام معلوم نہ ہونا حکم کا مانع ہے اور یہ ثابت ہے خصم کے غائب ہونے سے یا اس کے نائب کے غائب ہونے سے اور اسی واسطے کہ شہادت کا حجت ہونا اس پر موقوف ہے کہ منکر جائز ہو دفع اور طعن فی الشہادت سے اور اس کا جائز ہونا بدون حاضر ہونے کے معلوم نہیں ہو سکتا کذا فی الفتح القدیر الا بحضور نائبہ ای من یقوم مقام الغائب بحقیقۃ کو کیلہ و وصیہ و متولی الوقف غائب پرقضا نہیں مگر اس کے غائب کے حضور میں غائب سے مراد وہ شخص ہے جو قائم مقام ہو غائب کے حقیقۃ چنانچہ غائب کا وکیل اور اس کا وصی اور متولی وقف کام فراہم وکیل خصوصت اور دعویٰ کا ہونہواہ حکم کے واسطے اس طرح پر کہ مدعا علیہ پر اقامت بنیہ ہوئی سو اس نے کسی کو وکیل مقرر کیا اس پر حکم ہوا قیض میں ہے اقامت میں کیل پر ہوئی سو وہ غائب ہو گیا اور موکل اس کا حاضر ہوا یا بالعکس یا مورث پر اقامت ثابت ہوئی سو وہ مر گیا اور اس کا وارث حاضر ہوا یا اس کے وارث پر اقامت ہوئی سو وہ غائب ہو گیا اور دوسرا وارث حاضر ہوا سو مدعیہ مذکورہ سے اس پر حکم ہو گا جو حاضر ہے اتنی اور وہی سے وہ مدعی مراد ہے جو میت کی طرف سے ہے نہ قاضی کی طرف سے اور متولی وقف پرقضا جائز ہے اگرچہ وہ امیل نہ ہو کذا فی المططاوی انفاذ بالاستثناء ان القاضی انما یکمل علی الغائب والیت الا علی الوکیل والوصی فیکتب فی السجل بہ حکم علی الیت و علی الغائب بحضرة دکیلہ و حفرة و صیہ جامع الفصولین مصنف نے وکیل اور وہی کے استثناء کرنے سے یہ قائم نکالا کہ قاضی تو فقط غائب اور میت پر حکم کرتا ہے نہ وکیل اور وہی پر تو قاضی سجل میں یوں لکھے کہ میں نے میت اور غائب پر حکم کیا وکیل کے سامنے اور میت کے وہی کے رد پر و کذا فی جامع الفصولین و انفاذ الکاف عدم المحضر ان الی الورثہ کذا لک ینتخب خصما من الباقین و کذا احد شرعی الدین واجنبی بیدہ مال تیمم بعض الموقوف علیہم ای لو الوقف ثابتا کامر بارہ اور مصنف نے کاف تمثیلی سے فائدہ ظاہر کیا عدم حصر کا یعنی نیابت حقیقی وکیل اور وہی اور متولی وقف میں منحصر نہیں اس واسطے کہ ایک شخص وارثوں میں سے اس طرح خصم قائم ہوتا ہے باقی وارثوں کی طرف سے اور اسی طرح دین کے دو شریکوں میں سے ایک شریک خصم ہو جاتا ہے دوسرے شریک کی طرف سے اور اسی طرح وہ اجنبی جس کے ہاتھ میں تیمم کا مال ہے خصم ہو جاتا ہے تیمم کی جانب سے اور جن پر وقف ہوا ہے ان میں سے ایک دوسرے کا نائب ہو جاتا ہے یعنی اگر وقف ثابت ہو چنانچہ باب الوقف میں مذکور ہو چکا اور نائبہ شرعی کو ہی نصیب القاضی فرج المسزک اسمی یا قضا جائز ہے غائب پر اس کے شرعاً نائب کے سامنے جیسے غائب کا وہ مدعی جس کو قاضی نے مقرر کیا قاضی کے وہی کی قید سے مسزکل گیا چنانچہ منقریب اس کا ذکر آدے گا مسمخر وہ ہے کہ قاضی ایک وکیل قائم کرے غائب کی طرف سے تا وہ مدعی کا دعویٰ سے کذا فی المططاوی عن الجبر اور حکایان بکیون ما یدعی علی الغائب سبباً لامی نہ للو شرعی امتہ ثم ادعی ان مولانا زوہما من فلان الغائب واراد رد ما یجب الا رد وارج لم یقبل للتمال انہ طلقتا و ذال العیب ابن کمال ما یدعی علی الی حضر یا قضا جائز ہے غائب پر اس کے حکمی نائب کے سامنے اس طرح پر کہ جو دعویٰ کیا جائے غائب پر وہ ہی لگالہ بلا احتمال سبب ہے اس دعویٰ کا جو شخص حاضر پر دعویٰ کیا جائے تو اگر ایک شخص نے لونڈی خریدی پھر لونڈی کے مالک پر دعویٰ کیا اس نے لونڈی کا نکاح فلان نے شخص غائب سے کر دیا اور مدعی نے ارادہ کیا کہ لونڈی کو پھر دے منکوم ہونے کے عیب سے تو دعویٰ اس کا مقبول نہ ہو گا اس احتمال سے کہ شاید غائب نے اس کو طلاق دی ہو اور عیب زائل ہو گیا ہو کذا صرح ابن کمال م شارع نے یہ تفریع کی لامحالہ کی قید زیادہ کرنے سے تو طلاق کے احتمال سے ادما علی الغائب بالیقین سبب نہ ہو ادما علی الحاضر کا یعنی تزوج غائب رد علی المولیٰ کا سبب قطعی نہ ٹھہرا الفکاک کے احتمال سے مثالی کا اذ ادعی دارانی یدرجین بزین الدعی علی ذی الیدانہ اشتری الدار من فلان الغائب حکم الی کم علی ذی الید الحاضر کان ذک علی علی الغائب ایضا حق لوصفوا حکم لبعثان الشراء من مالک

سے گواہ دعویٰ کرنے والے پر ہیں اور قسم اس شخص پر ہے جو انکار کرے ۱۲

سبب طلاق کا حالہ مثال سبب مالک چنانچہ دعویٰ کیا اس گھر کا ہوا ایک مرد کے قبضے میں ہے اور مدعی قابض پر اس بات کے گواہ لایا کہ مدعی نے اس گھر کو فقہانہ  
شخص نائب سے خرید کیا ہے اور حکم کیا تو یہی حکم شخص نائب پر بھی ہو جائے گا تو اگر نائب حاضر ہو بعد اس حکم کے اور ذبح کا انکار کرے تو معتبر ہوگا  
اس واسطے کہ خرید کرنا مالک سے سبب ہے ملکیت کا لاکھالہ قطعاً ہم اس صورت میں احوال الغائب یعنی شراہ دار سبب ہے ثبوت اور احوال الحاضر کا یعنی ملکیت  
کا اس واسطے کہ مالک سے خرید کرنا سبب ہے ملک کا لاکھالہ یعنی بلا احوال انفساک سببیت کنانی الا کیلئے ولہ صور کثیرہ ذکر مناسباتی الہجبتی تسعد و مشہدین اور نائب کی  
نیابت محلی کی بہت صورتیں ہیں ان میں سے فقہی میں تیس صورتیں مذکور ہیں ہم انہماکہ یہ ہے کہ مدعی گواہ لایا اس پر کہ اس کا نالانے نائب پر تینادین ہے اور یہ  
شخص حاضر اس کا فاضل ہے اس کے امر سے تو نائب اور حاضر دونوں پر حکم ہوگا اور اگر فہمائت باہر نائب نہ کہتا تو نائب پر حکم نہ ہوتا اور انہماکہ یہ ہے کہ مدعی نے  
دعویٰ کیا حاضر پر کہ تو نے خرید کیا ہے مگر نالانے نائب سے اور میں اس کا شیع ہوں اور حاضر منکر ہوا اور مدعی گواہ لایا اس کی خرید مذکور پر تو نائب پر حکم ہوگا اس سے  
خرید کرنے کا اور حاضر پر لزوم شعبہ کا اور انہماکہ مسئلہ من ہے اور انہماکہ اثبات متعلق الغائب کا مسئلہ ہے جس کو شارع ذکر کرے گا کذا فی الطوطا دی من اللہ  
من الہجبتی ولو کان امیدی علی الغائب شرطاً لا بد من علی الحاضر کا اذا دعویٰ عبد علی گواہ ان معلق متعلق زہدہ زید و برہن علی التعلیق بعبیۃ زید لا یقبل فی اللہ اذا  
کان ذیہ البطل اتقی الغائب فلو لم یکن کا اذا معلق طلاق امراتہ بد قول زید الدال علی یقبل لعدم فہر الغائب اور جو دعویٰ کیا جائے نائب پر مگر وہ شرط ہو اس  
دعویٰ کی جو حاضر پر ادا ہوا چنانچہ اگر غلام نے اپنے میاں پر اس کا دعویٰ کیا کہ اس نے معلق کیا میرے حق کو زوجہ زید کی تطلق پر اور گواہ لایا زید کی زوجہ کے طلاق  
ہونے پر زید کی بیعت میں تو گواہ مقبول نہ ہوں گے قول اصح میں جب کہ اس میں حق نائب کا ابطال ہو چنانچہ مطلق ہونا زوجہ زید کا صورت مذکورہ میں تو اگر  
نائب کا حق باطل نہ ہوتا ہو چنانچہ اگر زوج نے اپنی زوجہ کی طلاق زید کے دخول دار پر معلق کی یعنی یوں کہا کہ اگر زید گھر میں داخل ہوا تو اس کی زوجہ مطلقہ  
ہے تو ثبوت دخول دار کے گواہ مقبول ہوں گے بسبب عدم فہر نائب کے یعنی زید کا کچھ فہر نہیں دخول دار کے ثابت ہونے میں ہفتالی شرط میں اختلاف  
مشائخ ہے اور صحیح ہے کہ مقبول نہیں سبب اور شرط میں فرق یہ ہے کہ سبب اصل ہے نسبت بسبب کو حاضر نائب ہوگا صاحب سبب کا یعنی نائب  
کلائد و کیوں کے اور ایسا نہیں ہے کہ شرط ہو یعنی شرط اصل نہیں ہے نسبت بشرط تو حاضر نائب کا نائب نہیں ہو سکتا کذا فی عدل الشریعۃ ومن میل اثبات  
المتعلق علی الغائب ان یدعی الشہود و علیہ ان الشاہد عبد فلان ہرہن اللہ علی ان مالک الغائب اتفقہ لقبیل اور اثبات متعلق علی الغائب کے میلوں میں سے ایک  
میل ہے کہ شہود و طہیرہ دعویٰ کر سکے شہاد مدعی کا نالانے شخص کا غلام ہے سو گواہ لادے مدعی کہ اس کے مالک نائب نے اس کو آزاد کر دیا ہے تو  
گواہی حق کی مقبول ہوگی ومن میل الطلاق عدلہ الکفالتہ بہرہ مطلقہ بطلاق اور میل طلاق سے میل ہے صورت کے ہر کی کفالت کا معلق بطلاق صورت ہم  
صورت اس کی یہ ہے کہ صورت ایک مرد پر دعویٰ کر سکے تو نے کہا ہے کہ اگر تیرا زوج طلاق دے تو میں تیرے مہر کا فاضل ہوں جو زوج پر ہے سو اس  
اس نے کفالت کا اقرار کیا اور طلاق کا انکار کیا اس نے طلاق پر گواہ قائم کیے تو طلاق اور کفالت کا حکم ہوگا طوطا دی نے کہا میاں سے تیرے تک قبضے مسائل  
میں وہ قول ضعیف پر تضرع میں چنانچہ منع انفار میں اس کی تضرع ہے اس واسطے کہ من قبیل شرط حاضر میں نائب کے واسطے جامع الفصولین میں ہے  
کہ باہر وہ اس کے مگر تاضی اس پر حکم کرے گا تو حکم نالانہ ہوگا اختلاف مشائخ کے سبب سے دعویٰ کفالتہ بنفقہ البتہ معلقہ بطلاق اور نفقہ مدت کی کفالت  
صحت بطلاق کا دعویٰ ہم صورت اس کی یہ ہے کہ صورت نے ایک مرد پر دعویٰ کیا کہ تو نے کہا ہے کہ اگر تیرا زوج کچھ کو طلاق دے تو میں نفقہ مدت کا فاضل  
ہوں سو اس نے کفالت کا اقرار کیا اور طلاق کا انکار کیا صورت سے طلاق پر گواہ قائم کیے تو طلاق اور کفالت کا حکم ہوگا بر قول ضعیف ومن اراد ان  
یہی خریدانی مدعی الی زوجہ مدعی علیہ ان ذمہ ہا الغائب طلاقاً وانفقنت مدتیاً و تزوجھا فانقرت بذمیتہ الغائب وانقرت طلاقاً فبرہن علیہا لہما زوجۃ  
الحاضرہ یکتفی الی اعادة البیتۃ اذ حاضر الغائب اور ہر شخص ہوا وہ کرے کہ نالانہ کرے تو اس کا میل وہ ہے جو زیادہ ایک کتاب الدعویٰ میں ہے کہ دعویٰ کیا

ایک عورت پر کہ اس کے زوج غائب نے اس کو طلاق دی اور اس کی عدت منقضی ہو گئی اور مدعی نے اس کا نکاح کر لیا سو عورت نے نائب کی عدت کا اقرار کیا اور اس کے طلاق دینے کا انکار کیا تو مدعی نے عورت پر یہ گواہی طلاق ثابت کر دی تو عورت پر حکم ہو گا کہ وہ زوجہ ہے حاضر کی اور اعداد شہادت کی حاجت نہ ہوگی جب کہ شخص غائب حاضر ہو گا مطلقاً مدعی نے کہا کہ اگر یہ دعویٰ راست ہے تو اس کو صلہ کنا بلا دہر ہے اور ذکر عدم ارادہ زنا بے موقع ہے اور طرز بیان شارع اس کا موہم ہے کہ دعویٰ دروغ میں یہ صلہ جادتی ہے اور حالانکہ ایسا نہیں بلکہ ایسا فعل اکبر الکبائر میں سے ہے اور ظاہر کلام بزازیہ اس پر ولایت کرتا ہے کہ برہان اطلاق مثبت زوجیت ہے حالانکہ دونوں میں تلازم نہیں سواگر یہ مراد ہے کہ گواہی طلاق اور نکاح دونوں پر قائم ہوئی تو آپ ظاہر ہے انتہی و تقاضی علی غائب بلا نائب نیز فتویٰ اہل اہل و اہلین عن اصحابنا ذکرہ ملا خسر دنی باب فی الایوب اور اگر قاضی نے حکم کر دیا غائب پر بدون نائب کے تو قضا نافذ ہوگی حنفیہ کی اہل اہل و اہلین میں بیان کیا ہے اس کو ملا خسر نے درر کے خیار العیب کے باب میں مطلقاً مدعی نے کہا کہ یہ معمول ہے اس صورت پر جب کہ مفقود کی منفع کے واسطے حکم ہوا ہو نہ مطلق غائب میں بجز الرائق میں ہے کہ اس قول سے کہ قضا علی الغائب کے لفظ پر فتویٰ ہے بہت لوگوں نے دھوکا کھایا ہے یعنی وہ عالم سمجھے ہیں کہ خواہ قاضی شافعی ہو جس کے مذہب میں قضا علی الغائب جائز ہے خواہ حنفی جس کے نزدیک جائز نہیں اور ظاہر یہ فتویٰ اس قاضی کے حق میں ہے جس کے نزدیک قضا علی الغائب جائز ہے اس واسطے کہ حنفیہ کا اجماع ہے کہ قضا علی الغائب جائز نہیں چنانچہ صدر شہید کی شرح آداب القاضی میں ذکر کیا ہے اور اگر عام ہو تو ہمارے اصحاب کا ہم مذہب لازم نہ آدے یا فتویٰ نفاذ کا مفقود کے حق میں معمول ہے نہ مطلق غائب میں وقیل لا ینقض زوجہ غیر واحد دنی المیتہ و لہذا یہ ذمہ الفتاویٰ و علیہ الفتویٰ اور دوسرا قول یہ ہے کہ قضا علی الغائب بلا نائب نافذ نہیں اور اسی قول کو راجع کہا ہے اکثر علمائے اور نیر اور بزازیہ اور مجمع الفتاویٰ میں کہا اور ای پر فتویٰ ہے ورنہ فی الفتح توقف علی امضاء قاضی افراد رفع القدر میں قضا علی الغائب کے موقوف ہونے کو ترجیح دی دوسرے قاضی کے جاری کرنے پر یعنی قضا علی الغائب اس وقت نافذ ہوگی جب دوسرا قاضی اس کو جاری کر دے مطلقاً مدعی نے کہا بیان شارع اس کا مقنی ہے کہ توقف کا قول میرا قول ہے حالانکہ یہ بعینہ وہی قول ہے عدم نفاذ کا دنی البحر و المتحدان القضاء علی المسر لا یجوز الا للضرورة وہی فی نفس مسائل اور بجز الرائق میں ہے اور قول مفقود وہ ہے کہ حکم کرنا مسخر پر جائز نہیں مگر ضرورت کے سبب سے اور یہ ضرورت پانچ مسئلوں میں ہے ہم سخر کی تفسیر مقرب گذری یعنی جس کو قاضی سماع خصوصیت کے واسطے وکیل مقرر کرے غائب کی طرف سے مشتری بالخیار فتواری پہلا مسئلہ یہ ہے کہ کوئی چیز بشرط خیار خریدی کی سوبائع پھپ رہا یعنی مشتری نے مدت خیار میں رد بیع کا قصد کیا اور بائع مخفی ہے تو مشتری قاضی سے درخواست کرے کہ بائع کی طرف سے وکیل قائم کرے تا اس کو بیع پھیر دے صاحب بحر نے اس میں دو قول نقل کیے ہیں بلا ترجیح اختفی المکفول لہ و دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ مکفول لہ پھپ رہا م صورت اس کی یہ ہے کہ ایک شخص کا حاضر فاسن ہوا اس شرط پر کہ اگر اس کو کل حاضر نہ کرے تو مکفول عنہ کا دین کھیل پر ہے سو مکفول لہ کل غائب ہو گیا اور کھیل نے اس کو نہ پایا یہاں تک کہ مدت گذر گئی تو کفیل پر مال لازم ہو گیا اور اگر کھیل نے قاضی سے ناش کی سو اس نے مکفول لہ کی طرف سے وکیل قائم کیا اور کھیل نے اس کو مکفول عنہ کے سپرد کیا تو کفیل بری الذمہ ہو جائے گا اور ظاہر ہے کہ مخالف ہے تو یہ ابو یوسف کی بعضی روایت میں سے ہے کہ ذانی البحر من جامع الفصولین حلف لیوید الیوم فتغیب الدائن تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ دیوں نے قسم کھالی کہ البتہ اس کا دین آج ادا کرے گا سو دائن غائب ہو گیا م خواہ طلاق کی قسم ہو یا حقائق کی مجرہ ہو یا معلق اور عارف عنث سے ڈرا تو قاضی غائب کی طرف سے وکیل قائم کرے اور اس کو دین ادا کرے تو حائث نہ ہو خانیہ میں کہا اسی قول پر فتویٰ ہے شرف الدین غازی نے کہا کہ نصب وکیل کی کچھ حاجت نہیں مگر قاضی کو دین ادا کرے گا تو حائث نہ ہو گا بر قول مختار حنفی پر چنانچہ اکثر کتب متمدہ میں ہے اور اگر وہاں قاضی نہ ہو تو حائث ہو گا بقول منقہ یہ کہ ذانی الطحاوی جعل المراد ان لم یفصل نفقتا فتغیب چوتھا مسئلہ یہ ہے کہ زوج نے زوجہ کو طلاق کا اختیار دیا اگر اس کا نفع نہ پہنچے سو عورت پھپ رہی یعنی بقصد ایقاع طلاق تو قاضی وکیل قائم کرے نفقہ قبض کرنے کے واسطے الخاستہ ادا تواری الختم فالمتاخر و ان القاضی ینصب وکیلانی انکل و ہو قول الثانی خانیہ پانچویں مسئلہ یہ ہے کہ جب

تمام چھ سب طلاقہ میں حاضر ہو کر متاخرین نے کہا کہ قاضی دیکھیں قالم کرے سب صورتوں میں اور یہ قول ہے جو یوسف کا کذابی اٹا ختہ قلت و نقل  
 شرع الوبالیہ من شرع ادب القاضی بقول اہل دول القاضی ختم یتتمہ بیہ اتم نصب الوکیل اور سباز کے شد میں نے شرح ادب القاضی سے نقل کیا ہے۔  
 یعنی نصب دیکھیں امام اور ماہرین سب کا قول ہے اور یہ کہ قاضی جو حاضر کے گھر پر نہ کرے جس قدر مدت کا اس کو مناسب معلوم ہو پھر دیکھیں قالم کرے ولایت  
 مع الترتیب المستقر فیہ بالذین للقاضی لا للورثۃ لعدم ملک میت کان الذین غیر ہم ولایت مع ترہ مستغرق بالذین کی قاضی کے واسطے سے وارثوں کو  
 بسبب نہ ملک ہونے وارثوں کے چھ کر دین وارثوں کے سو ہو کسی کا ہرم مثلاً متروکہ ہے پانچ سو کا اور میت پر دین اتنا ہے یا زیادہ ادب قاضی اس کو بیچ  
 کرا دئے دین کسے گا نہ اس کے واسطے مگر جب کار باب دیون بیع درش سے ماضی ہوں اور وارثوں کو استلام متروکہ کا حق ہے تو اگر وارث استلام کا قصد  
 کسے اور مال نقد اور کسے تو اگر باب دیون سے ذریعہ قبول کسے یا ماہادے گا اور اگر وارث کہیں کم دین کما داکریں گے اور مال نقد حاضر کریں تو قاضی کو  
 بیع حرکہ کا اختیار ہے کذالی الطحاوی لیس فی القاضی مال الوقف والغائب والفقیر والیتیم من علی حرمین میت لادھی ولان یقبل مضاربتہ ولا یتوا  
 یشریہ قاضی قرض سے مال وقف اور مال غائب اور مال فقیر اور مال یتیم مال وراثت دار کعب کہ قیم کا کوئی بھی نہ ہو اور نہ وہ شخص جو مال کو بطریق نقد  
 مضاربت قبول کسے اور نہ مستغل جو جس کو قاضی فرید کسے م قاضی بسبب کثرت اشتغال کے بذات خود اموال مذکورہ کی مخالفت نہیں کر سکتا لہذا مستحب  
 ہے کہ بطریق قرض کے سے کیونکہ قرض میں تاوان ہے نہ عدلیت میں اور قاضی کو مناسب ہے کہ قرض لینے والوں کا مال دریافت کسے تاکہ کسی کا مال  
 پیشان دیکھے تو اس سے مال کھنے سے اس واسطے کہ قاضی مگر پر استلام پر قادر ہے مگر فی سے نہ محتاج سے ولذا احتیاج کو قرض دینا ہائز نہیں اور قاضی کو  
 یہ جالو نہیں کہ اپنی ذات کے واسطے مال مذکور قرض سے اور مگر قیم کا کوئی بھی ہو تو قاضی کو قرض دینا منسحب ہے چنانچہ قیزی میں ہے کذالی الطحاوی مستقل وہ چیز  
 ہے جس میں آمدنی ہو چنانچہ زمین زراعت کی یا مکان کرایہ کا یا غلام کا سبب ولما فی المال من اب بندر و دھو منہ عدل قضا اور قاضی کو جائز ہے فضول لیس  
 باب سے مال کا پھین لینا اور اس کو رکھنا چھوڑنا مرد مالوں کے پاس کذالی القیزی یعنی اس واسطے کہ تا فضل منیر کا مال برباد نہ ہو جائے ویکتب الھک  
 نہ بالیقظہ اور تک لکھو یا جاوے سوال مذکورہ کے قرض لینے والے سے بطریق استھاب کے بل قرض یا دوسے م عمومی نے کہا صک عبارت ہے مال  
 منیرہ کے اقرار نامہ سے وہ قاضی عرب ہے لا یقرض الالب ولو قاضیا لادھ القاضی الولدہ ذ قرض سے باب اپنے فزند منیر کا مال اگرچہ باب قاضی ہو  
 اس واسطے کہ باب قضا نہیں کر سکتا اپنے فزند کے واسطے م یعنی اگر مستقر قرض کا منکر ہو تو گواہی کی جہت ہوگی اور اس کی سماعت اور حکم دینا قاضی  
 سے متعلق ہے اور قاضی کو اپنے فزند کے واسطے حکم دینا جائز نہیں تو جواز قرض کی صحت متنی ہوگی کذالی الطحاوی لا الوھی ولا الملقظ علی اقرضو  
 اخذوا العیزم من التھمیل بخلاف القاضی اور نہ قرض سے وہی تیم کامل اور نہ فقط لفظ کسی کو قرض دے سو اگر باب دروہی اور فقط قرض دینے کے  
 قضا دینا اس پر لازم ہوگا بسبب ان کے عاجز ہونے کے تحصیل قرض سے بخلاف قاضی کے کہ وہ تحصیل پر قادر ہے م شذرح نے نقدت تحصیل قرض  
 سے جواب دیا اس دوری روایت کا کہ باب کو فضل منیر کا مال قرض دینا جائز ہے کیونکہ روایت اس کی قاضی کی روایت سے ماہر ہے اس واسطے کہ نفس  
 اوسال میں عدولوں کی روایت یکساں ہے مگر مزید شکتے میں باب زیادہ ہے قاضی سے تو ظاہر باب اس کو قرض دے گا جو لے کر منکر ہو جائے فلاص  
 جائز ہے کہ جو قرض اور عدم قرض میں قریب قرابت اور زیادت ولایت کو دخل نہیں بلکہ تمام قدرت علی الاسترجاع کا اعتبار ہے بعد وجود اصل ولایت  
 کے اور باب کو پھر لینے پر قدرت نہیں بخلاف قاضی کے اس واسطے کہ اگر قاضی کو ہوں کو زیاد سے بسبب موت یا نبیت کے تو اپنے علم اور دانست پر  
 حکم کسے گا یا مال نکالے گا کذالی الطحاوی من نکال عدلی الراجح معروضہ کو قق اور نہ پوز قضا کا کہ ہر وہ ہم چوڑا جس سے انہی میں مذکورین کا قرض  
 معاشق ہے بسبب عرصہ کے چنانچہ اہل دل یا مذکور کی کا لہذا تا ہی صورت میں بالاتفاق جائز ہے کذالی ابو موسی ہاشم لفظ تصدیق خواہ قرض اول

اور جس وقت کہ ملتقط کو تصدق لفظ جائز ہے تو اس وقت میں قرض دینا بطریق ادنیٰ جائز ہو گا ہم یعنی جب کہ بعد تعریف کے ملتقط کو ظن غالب عدم طلب کا ہو تو اس وقت اس کا خیرات کرنا جائز ہے تو اس حالت میں قرض دینا بھی جائز ہے دلوقضی بالجور فالقرم علیہ فی مالہ ان معتدا و اقربہ ای بالعمد و لفظاً قاضی علی المقضی لہ در را اگر قاضی نے غیر واجب جوہر کا حکم دیا تو تاوان قاضی پر ہے اس کے ذاتی مال میں اگر بالقصد حکم کیا اور اقرار بھی کیا تو بعد جوہر کا اور اگر خطا سے حکم دیا تو تاوان مقضی لہ پر ہے یعنی جس کے واسطے حکم دیا کذانی الدرہم حکم قاضی جب کہ خلاف حق واقع ہو تو دو وجہ سے خالی نہیں بطریق خطا یا بطریق عمد خطا کی دو صورتیں ہیں پہلی صورت یہ کہ حق اللہ میں ہو دوسری صورت یہ کہ حق العباد میں ہو تو اگر حق العباد میں نذرک اور رد ممکن ہو اس طرح پر کہ مال یا صدقہ یا طلاق یا عتاق کا حکم دیا پھر خطا ثابت ہوئی اس طرح کہ غلام یا کفار یا محمدی القذف نکلے تو قاضی اپنا حکم باطل کرے غلام مالک کو دے اور صورت اس کے زوج کو اور مال صاحب مال کو اور اگر خطا اس میں ہوئی جس کا پھیر نامکن نہیں اس طرح پر کہ قصاص کا حکم دیا اور استیفاء قصاص ہو چکا تو مقضی لہ کے قصاص کا حکم نہ دے کیونکہ شہدہ قصاص سے قصاص سے لیکن مقضی لہ کے مال میں خون بہا واجب ہو گا یہ سب کچھ اس صورت میں ہے جب کہ قاضی کی خطا میں یا مقضی لہ کے اقرار سے ثابت ہو اور اگر خطا قاضی کے اقرار سے ظاہر ہو تو یہ مقضی لہ کے حق میں ظاہر نہ ہو گا جب تک اپنے حکم کو مقضی لہ کے حق میں باطل نہ کرے اور اگر قاضی نے حق اللہ میں خطا کی اس طرح پر کہ حد زنا یا حد سرقت یا حد شرب خمر کا حکم دیا اور رجم اور قطع اور حد کا استیفاء ہوا پھر ظاہر ہوا کہ شہود عبیدہ یا کفار یا محمدی القذف ہیں تو تاوان اس کا بیت المال میں ہے اور اگر قاضی نے عمداً حکم کیا حکم میں اور اس کا اقرار کیا تو اس کے مال میں تاوان ہو گا سب وجوہ مذکورہ میں اور قاضی پر تہذیب ہوگی بسبب ارتکاب جرم عظیمہ اور معزول ہو گا قضا سے کذانی الطحاوی من السننیہ ملخصاً ذی المنع معنیاً للشرح قال محمد بن نو قال محمد بن الجوزی انزل من القضاء وفیہ عن ابی یوسف اذا غلب جورہ و رشوتہ ردت قضا یا ہ و شہادۃ اور من الغفار میں ہے سراج کی طرف نسبت کر کے کہ محمد نے کہا کہ اگر قاضی کے کہ میں نے عمداً ظلم کیا تو معزول ہو جائے گا قضا سے اور اس میں ابو یوسف سے ہے کہ جب قاضی کا ظلم اور رشوت غالب ہو تو اس کے فیصلہ کو وہی مردود ہے فروع مسائل ملحقہ شارح کے القضاء منظر لا ثبت قضا ظاہر کرنے والی ہے حق کی نہ ثابت کرنے والی ہے یعنی حکم قاضی منظر ہے ختم کے حق کا اس واسطے کہ حق ثابت ہے عند اللہ قبل حکم کے اور اس کا مثبت نہیں جو قبل حکم ثابت نہیں یہ اس صورت میں ہے جب کہ حکم واقع کے مطابق ہو اور اگر مخالف واقع ہو تو حکم اب ثابت ہو گا چنانچہ حکم بشہادت کا ذرہ کذانی الطحاوی و تخصیص بزمان و مکان و خصوصیت حتی لو امر السلطان بعدم سماع الدعوی بعد خمسہ عشر سنۃ فسمعہا لم ینفذ اور قضا خصوصیت قبول کرتی ہے زمان اور مکان اور خصوصیت کی تو اگر سلطان امر کرے عدم سماعت و دعویٰ کا پندرہ سال کے بعد تو قاضی نے دعویٰ سنا تو حکم نافذ نہ ہو گا ہم ظہیر یہ کے مختصر میں ہے کہ اگر امام ایک مرد کو ایک دن یا ایک مجلس کے واسطے قاضی مقرر کرے تو جائز ہے اور ظاہر میں ہے کہ اگر سلطان قضا میں خصوصیت استثنا کرے یعنی یوں کہے کہ فلانا مقدمہ فیصلہ نہ کرنا تو صحیح ہے کذانی الطحاوی قلت فلا تسمع الا ان بعدہ الا بالاموال فی الوقف والارث و وجہ عذر شرعی و ہ افقی المفتی ابو السعود و فلیوقف فی کتاہوں تو اب بعد امر سلطان کے دعویٰ نہ سنا جائے پندرہ برس کے بعد اگر سلطان کے امر سے لیکن وقف اور میراث اور موجود ہونے عذر شرعی میں بعد پندرہ برس کے بلا امر سلطان بھی سماعت ہوگی اسی کا فتویٰ دیا ہے مفتی ابو سعود نے اس کو تو اس کو یاد رکھنا چاہیے ہم عمومی نے اپنے استاد بھی متعارف سے نقل کیا کہ سلاطین یعنی سلاطین رد مہب اپنے قاضیوں کو حکم کرتے ہیں اپنی سب دلائل میں کہ دعویٰ نہ سنیں پندرہ برس کے بعد سوائے وقف اور ارث کے انتہی اور یہ بھی قطع حیل اور دفع تردد کے واسطے ہے اور یہ جو روایت میں برس یا تینتیس برس یا چھتیس برس کی خلاصہ اور مبسوط اور فتاویٰ عیالی میں ہے در باب عدم سماع سویر روایت قبل حدودی سلطان ہے عذر شرعی چنانچہ طفلی اور دیوانگی اور غیبت کذانی الطحاوی مختصراً امر السلطان انما ینفذ اذا وافق الشرع والا فلا شہادۃ من القاضی و القاضی مسود و لولہ لشی فلوا امر قضا تہ بتخلف الشہود و وجب علی العلماء ان ینصحوہ و لقیو لوالہ لا تکلف قضا تک ال امر معلوم منہ سخطک او خطا الخالق تعالیٰ حکم بادشاہ کا اس وقت



نافذ ہوتا ہے جب تک شرع کے موافق ہو اور نہیں تو ناقد نہیں پناہ شاہ کے پاؤں قائمے اور فوائد شتی میں مذکور ہے تو اگر بلا شاہ نے اپنے قاضیوں کو شاہدوں کی قسم دانے کا حکم کیا تو مالوں پر واجب ہے کہ بادشاہ کو نصیحت کریں اور اس سے کہیں کہ اپنے قاضیوں سے اور امر نہ کر دانے جس کتاب کا منصب لازم آئے یا مخالف برتر کا منصب یعنی گرتیری اطاعت کریں تو مخالف کا منصب ہے اور اگر تری نافذ مال کریں تو نیز اخصب ہے ہم صاحب کب نے کہ منصب سے نقل کیا کا طاعت نام غیر نصیحت میں واجب ہے تو اگر سلطان ایک دن کے روزہ رکھنے کا حکم کرے تو روزہ واجب ہو گا میریہ سے جواز تکلیف منقول ہے یعنی شاہدوں سے قسم لینا ہائز ہے مفتی ابو سعود نے کہا کہ یہ مقدم ہے اس قید کے ساتھ کہ جب قاضی قسم لینے کو دست جائے اس طرح پر کہ وہ صاحب راہ یعنی مجتہد ہو اور اگر صاحب راہ کے ذہن تو تکلیف نہیں جائز ہے کذالی اطلالی وی قضاء البشاد و کتاب الی القاضی جائزوں لم یکن قاضی مولی من سلطان قضا باشا کی اور کتب اس کا قاضی کی طرف جائز ہے مگر سلطان کی طرف سے قاضی معین نہ ہو مگر باشا امیر کو کہتے ہیں رحم میں باشا کی قید اس واسطے لگائی کہ قضا سلطان کی بقول اصح مفتی بنانہ پناہ وہب انصاف میں ہے کذالی اطلالی وی والحکم بالقاضی الکی اربعة عشر مستود ذکر ناہالی شرع الکنز یعنی البیرونی حکم یعنی قاضی کے مانند ہے مگر وہ مسئلوں میں جن کو ہم نے ذکر کیا ہے شرع کنز میں یعنی بوالرائق میں ہم بوالرائق میں سنتہ مسئلے مذکور ہیں اس طرح کہ حکم جب فیصلہ کرے فصل مجتہد میں پھر اس کا مراد ہو قاضی یا حکم کی طرف تو اگر اس نے مذہب کے موافق ہو تو جلدی کرے نہیں تو باطل کرے اور حکیم پر تراضی نصیب ضرور ہے اور حکیم کی تطیق اور امانت ابو یوسف کے نزدیک جائز نہیں اور حکیم مراد قضا میں اور بیت میں بقول مجمع جائز نہیں اور فقہ میں مضاف میں جواز حکیم کا فتویٰ نہ دیا جائے مگر یہ قول صحیح میں وہ ناقد ہے اور حکم کا حکم غائب کی طرف متعدی نہیں ہوتا اگر او ماملی الغائب سبب ہو او ماملی الحاضر کا اگر ایک مسئلے میں اور ہائز نہیں کتب حکم قاضی کی طرف جیسے قاضی کا کتب اس کی طرف ہائز نہیں اور حکم حکم ذکر کے قاضی کے کتب پر مگر وہ بکریوں کا ہم راضی ہوں اور اگر حکم مرتد ہو جائے تو معمول ہو گا پناہ سے سوا اگر بعد از تداو پھر اسلام قبول کرے گا تو حکیم جدید کی حاجت ہوگی اور اگر حکم گواہی کو سبب تہمت کے قبول ذکر کے تو قاضی اور دوسرے صحیح کو اس کا قبول کرنا درست ہے اور نئے کا حکم ایک وارث سے باقی داروں کی طرف نہیں پہنچتا اور حکم کا حکم نصیحت بائع کے بائع کی طرف نہیں پہنچتا مگر جب کہ وہ حکیم سے راضی ہو اور اگر حکم نے دلیل پر یہی بیع کا حکم کیا تو اس کا حکم موکل کی طرف نہیں متعدی ہوتا اور حکم اس کا ضمیمہ کے وہی یہ ناقد نہیں جس میں ضمیمہ کا ضرر ہو اور حکم حکم کا حکیم کے ساتھ مفید نہیں بلکہ اس کا حکم جائز ہے بیع بلا میں یعنی بعد ہا تھا میں اور اگر حکم میں اختلاف ہو گا وہی کے اختلاف کے سبب سے سو یک گواہ کہتا ہے کہ اس کو خصوصیت میں دلیل کیا ہے ہلانے فقہ کی طرف اور وہ لے شاہد کہتا ہے کہ دوسرے فقہ کی طرف تو ایک فقہ کو حکم کرنا جائز نہیں اور حکم کا حکم خلاف نہیں بخلاف قاضی کے بیع مسائل مذکورہ میں علی نے کہا محل ان مسائل کا باب حکیم میں ہے اتھی شخصاً اور بخلاف مسائل مذکورہ یہ ہے کہ عدل میں الزوجین میں حکم کا حکم جائز نہیں پناہ برصندی میں سے کذالی اطلالی وی فی الفصل الاول من جامع الفصولین القاضی بتائیر حکم یا تم ویزل ویبر اور جامع الفصولین ل فصل اول میں ہے کہ قاضی حکم کی تاخیر سے گناہ گار ہوتا ہے اور یہ معمول کیا جائے اس کو اور تصریح مذی جائے علی الاشباہ لیکوز لقا قاضی تاخیر حکم بعد و شر فطالانی بحث لریہ در ہا صلح اقارب واذا فصل الہی اور اشباہ میں ہے کہ ہائز نہیں قاضی کو تاخیر حکم دینے میں شرائط حکم کے پائے جانے کے بعد کہ میں وجہ سے تاخیر جائز ہے شک اور اشباہ کے سبب سے اور امید صلح اقارب سے اور جب کہ عدلی صلت چاہے ہا اشتباہ یہ کہ قاضی کو شہود میں مشہد پٹے پناہ اس طرح کہ میں گواہوں نے قاضی کے پاس ایک مقدمے میں گواہی دی اور ہنوز میں کی گواہی کے بموجب حکم نہیں ہو گا ایک گواہ میں سے بولا استغفر اللہ میں نے جھوٹی گواہی دی اور قاضی نے حکم سننا کر معلوم نہیں کہ میں نے کس نے یہ حکم کیا سو قاضی نے اس کو ان سے پوچھا سو سب بولے کہ ہم اپنی گواہی پر قائم ہیں تو قاضی نے حکم گواہی حکم دیکھے اور لسان الحکام میں ہے کہ جب قاضی کے پاس بحالی یا حیرے بحالی جھگڑا اور میں تو قاضی کو لائق ہے کہ میں کو تھوڑا ٹٹا لے

اور جلدی حکم نہ دے شاید وہ باہم صلح کر لیں اس واسطے کہ حکم اگر پہنچ ہو مگر اکثر عداوت کا سبب ہو جاتا ہے بجائیوں میں علامہ شیخ صالح نے کہا کہ تاخیر حکم باسید صلح اقارب میں مخصوص نہیں بلکہ اجانب میں بھی ایسا ہی کرنا چاہیے کیونکہ حکم قاضی کیے کا موثر ہے تو جتنی الامکان اس سے اجتناب کرنا چاہیے اور مخالف نہیں قضائی الفور کے اس واسطے کہ قضائی الفور اس صورت پر محمول ہے جب کہ قاضی کو حصول صلح کی توقع نہ ہو اور اس کا مؤید وہ ہے جو اختیار اور جواز الامت میں ہے کہ جب قاضی کو بارضائے خصمین کی توقع ہو تو ان کے رد کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں اور دونوں میں حکم جاری نہ کرے شاید صلح کر لیں اور ان کو دوبار سے زیادہ رو نہ کرے اور اگر توقع صلح نہ ہو تو حکم جاری کر دے اتنی اور جیسے استعمال مدعی سے تاخیر حکم جائز ہے ویسے ہی استعمال مدعی علیہ سے جب کہ وہ دفع دعوئی کا مدعی ہو بشرطیکہ دفع صحیح کا مدعی ہو نہ دفع نیک کا اور ایک صورت اور باقی رہ گئی جس میں تاخیر قضا جائز ہے یعنی جب کہ قاضی اہل شہر کے فتویٰ پر اعتماد نہ کرے اور دوسرے شہر کے علمائے فتویٰ دریافت کرے تو تاخیر قضا سے گنہگار نہ ہو گا چنانچہ خلاصہ میں ہے کذا فی المططاویٰ

والصلح موجود عن قضاء الاثنتی لولعلمہ او ظہر خطاہ او بخلاف مذہبہ اور قاضی کو اپنے حکم سے پھر جانا یعنی اس پر عمل نہ کرنا اور اس کو باطل کر دینا جائز نہیں مگر تین صورتوں میں اگر حکم کیا اپنے علم اور دانست پر یا حکم کی خطا ظاہر ہو گئی یا اپنے مذہب کے مخالف حکم دیا یا اپنے علم پر حکم کیا پھر ظاہر ہو گیا کہ اس کا حکم وہم تھا چنانچہ قاضی کے نزدیک ایک شخص نے دوسرے شخص کے واسطے مبلغ کا اقرار کیا اور دونوں وہاں سے غائب ہو گئے پھر دوسروں نے دعویٰ کیا قاضی کے پاس سو قاضی نے ایک پر حکم کیا اس گمان سے کہ یہ شخص وہی معترف ہے پھر معلوم ہوا کہ یہ اس کے سوا کوئی اور ہے تو قاضی کو حکم توڑنا جائز ہے بلکہ واجب ہے اور ظہور خطا کی یہ صورت ہے کہ مثلاً منعی الذہب نے شاع مثل القسیر کی صحت سے حکم دیا پھر اس کو اپنی خطا ظاہر ہو گئی اور خلاف مذہب کا حکم دینا عمداً یا سہواً سابق بتفصیل مذکور ہو چکا فتح القدیر میں ہے کہ امام کے نزدیک قاضی کو اپنے علم پر حکم کرنا جائز ہے اس شرط سے کہ جاننا ہو اپنے عمدہ قضا کے وقت اس شہر میں بہاں کا وہ قاضی ہے اس حق کا علم جو حد خالص لہذا نہیں چنانچہ قرض دیا بیع یا غصب یا تطبیق یا قتل عمد یا حد قذف اور اگر قبل عمدہ قضا جانتا ہو حقوق العباد میں پھر وہ قاضی ہو اور وہ مقدمہ اس کے سامنے آوے یا حالت اپنی قضا میں جان چکا غیر شہر میں پھر اس شہر میں داخل ہوا اور مقدمہ اس کے پاس موجود ہوا یا ایک حادثہ معلوم ہوا اور وہ اسی شہر میں قاضی ہے پھر وہ معزول ہو گیا پھر بحال سابق منصوب ہوا تو امام کے نزدیک حکم نہ کرے اور صاحبین کے نزدیک حکم کرے اور حد شرب اور زنا میں تو قضا بعلم قاضی بالاتفاق نافذ نہیں اتنی مختصراً فصل قاضی حکم فلوزون الیتیم من نفسہ او ابنہ لم یجز قاضی کا فعل حکم ہے تو اگر قاضی تیم لڑکی کا نکاح اپنی ذات سے یا اپنے بیٹے سے کرے تو جائز نہیں م فعل سے ملو وہ ہے جو قاضی سے صادر ہو بلا تعلق صیغہ حکم نکاح مذکور اس واسطے جائز نہیں کہ قاضی کا فعل مذکور جب کہ حکم ٹھہرا تو جائز نہ ہو کیونکہ قاضی کو اپنی ذات کے واسطے یا اپنے فرزند کے واسطے حکم کرنا صحیح نہیں الا انی مسئلتین مگر قاضی کا فعل دوسروں میں حکم نہیں م یہ استثنائے فعل القاضی حکم سے نہ لم یجز سے کذا فی المططاویٰ اذا اذن الولی القاضی تزویجاً کان وکیلاً ایک صورت یہ ہے کہ جب ولی قاضی کو تزویج صغیرہ کا اذن دے تو قاضی کیس ہو گا م قاضی جب کیس ٹھہرا تو فعل تزویج حکم ہو گا تو اگر اس کے عقد کا مرافعہ ہو دوسرے قاضی مخالف مذہب کی طرف تو اس کو نقص نکاح جائز ہے کذا فی المططاویٰ ان اشبا و اذا اعطى فقیراً من وقف الفقراء کان له اعطاء غیرہ دوسری صورت یہ ہے کہ قاضی نے ایک فقیر کو دیا فقر کے وقف سے تو دوسرے قاضی کو اس کے غیر او فقیر کو دینا جائز ہے م اس مسئلہ میں قید یہ ہے کہ قاضی نے فقیر کے واسطے رائتہ نہ مقرر کر دیا ہو اور فقیر قرابت واسطے حکم نہ کر دیا ہو والا قاضی ثانی کو نقص اس کا جائز نہ ہو گا کذا فی المططاویٰ امر القاضی حکم الا انی مسئلۃ الوقف الذکورۃ فامرہ فتویٰ فلوصرف لغیرہ صحیح امر قاضی کا حکم ہے مگر اس مسئلہ وقف میں جو مذکور ہو چکا تو امر اس کا فتویٰ ہے تو اگر اس کے سوا اور کی طرف صرف کرے تو صحیح ہے م خطا قاضی کا یوں کہنا مدعی سے حماقت ہے بلکہ بعد کہ گھر اس کو تسلیم کرادیں اور تو یہ حکم ہے اس شہاہ میں عادیہ اور بزازیر سے کہ فقیر اور پھر بعض قرابت دار واقف کے محتاج ہو چکا ہو قاضی نے امر کیا کہ

کچھ وقف میں سے لیا گیا ہے تو یہ اصول فقہی ہے یہاں تک کہ اگر وقفیہ امدادہ کرے گا اس کو دوسرے فقیر کی طرف صرف کسے تو صحیح ہے اتنا ہی کہتے ہیں  
 غرض لیسے دو لاکھ روپے قاضی قاضی قسم سے میت کے درمیان طے کو اگرچہ مریض نے اس کا اقرار کیا ہو یعنی میت نے مرض الموت میں دین کا اقرار کیا ہو تو بھی قسم  
 دینا چاہیے اور اگرچہ وارث قسم طلب کریں کذا فی المطاویٰ القیل قول امین القاضی ارجح الحدیث الامتدادین قاضی کے امین کا یوں کہنا کہ اس نے صورت  
 پر وہ شخص کو قسم دلائی مقبول نہیں مگر وہ شاہدوں سے ہم بندگی نے کہا مگر وہ صورت پر وہ شخص سے جس کو غیر حرام نہ دیکھیں کواری ہو یا بیایا ہو جو موت  
 جلوه گاہ مروی میں بیٹھی اور اس کو جہاں اجانب نے دیکھا چنانچہ بیٹھے بلاد میں ملوت ہے وہ مقدمہ نہیں کذا فی المطاویٰ من اتمد علی امر القاضی الذی لیس بشری  
 لم یخرج من العمدۃ اتھی جس نے اتمد کیا قاضی کے اس امر جو بشری نہیں وہ عمدے سے خارج ہو گا یعنی بری الذمہ ہو گا اتھی کلام الاستبہام مثال اس  
 کی ہے کہ ایک نے دوسرے کو وصیت کی کہ فلا نے شہر کے فقیروں کو تلو دریا غیرات کرے اور وہی دور ہو اس شہر سے اور وہاں تک دہنچ سکے اور مروی  
 کا اس شہر میں ایک مریوں ہے جس پر ہزار درم میں تو قاضی کے مدیون مذکورہ کلام کیا گیا کہ وہ مذکورہ فقیروں کو دے تو مدیون پر اس کا دین باقی رہے گا  
 اور مدیون کا دینا قطع ٹھہرے گا اور وصیت میت وصی پر نکال سابق قائم رہے گی کذا فی المطاویٰ وقف منالی الوقف من التطورۃ الجبیتۃ معہا بمسوطان  
 لسلطان ظللہ شرط الواقف لوفاء قری و مزایع و ان لیل بامرہ وان غایر الشرط فلیفظ اور سابق ہم ذکر کئے ہیں منظومہ حدیث سے نسبت بمسوطا کہ سلطان  
 کو مخالفت کرنا شرط واقف کا ہائے ہے مگر اکثر وقف دیہات اور کشتزار ہوں اور یہ کہ عمل کیا جاوے سلطان کے امر اگرچہ اس کا امر مخالف ہو واقف  
 کی شرط کا تو اس کو یاد رکھنا چاہیے معنی ابو سعید نے فتویٰ دیا کہ ملوک اور امر کے واقف میں واقفین کی شرط کی رعایت نہیں اس واسطے کہ وہ مطلقان  
 یعنی اراضی بیت المال کی ملوک یا بیت المال کی طرف راجع ہے اس طرح کہ واقف ان کا رفیق ہے بیت المال کا جس کی آزادی ثابت نہیں اتھی اور یہ ہم مطلق  
 نہیں بلکہ ان اراضی میں ہے جن میں واقفین کی ملک ثابت نہیں اور اگر ان کی ملک شرعی ثابت ہے تو شرط کی مخالفت صحیح نہیں کذا فی المطاویٰ فقہ جعفر  
 قلت واجب معنی افندی ہذا متنی کان فی الوقف مسودہ لم یقصر فی اہل خدمتہ لایمنع کتبہ میں کتابوں اور معنی افندی نے یوں جواب دیا ہے کہ جب وقف میں  
 گنجائش ہو اور جس کے واسطے سلطان نے وقف میں ذلیف مقرر کر دیا بلا شرط واقف وہ اپنی خدمت کے ادا کرنے میں قصور نہ کرے تو ممنوع نہیں یعنی  
 اس کو وقف ذلیف حرام نہیں سوا گاہ رہنما یہ بھی اسی صورت پر محمول ہے جب کہ وقف واقف کا ملک رہی ہو بولب اس احتما پر ہے کہ گنجائش وقف  
 ظاہر اس دلیل پر ہے کہ اصل اس کی بیت المال سے ہے کذا فی المطاویٰ دلی البیانۃ یکس بالول بدین الصغیر حق یو دیا ویل نظر الصغیر قلت لکن قدم  
 خدا من قاضی خان المراد علیہ والبالغ فالصغیر فی الجس سوار فلیتانی غیر ہنا قالہ الشر بنیال اور وہ بیانہ میں ہے مجبوس ہو ولی طفل صغیر کے درمیان میں یہاں  
 تک کہ اس کو ادا کرے یا صغیر کی محتاجی ظاہر کرے میں کتابوں لیکن وہ بیانہ کے شارح یعنی عبدالبر نے مقدمہ ذکر کیا ہے قاضی خاں سے کہ انا اور نظام اور علی  
 اور صغیر مجبوس ہونے میں برابر ہیں تو فوراً کرنا چاہیے ولی کی نفی جس کو یہاں یہ قول ہے شر بنیالی کا یعنی جب جس صغیر جائز ہو تو ولی اس کا کابھی کو مجبوس ہو گا  
 م خلاصہ میں ہے کہ صغیر مجبور علیہ مجبوس نہیں کیا جاتا دین کے استساک سے ولکن اس کا باپ یا وصی جس کی جائے اتھی اور ظاہر ہے تو نین میں الغولین  
 ہے کہ قاضی خاں کا کلام صغیر بلذون میں اور خلاصہ اور وہ بیانہ کا کلام صغیر مجبور علیہ میں ہے پناہی خلاصہ کی عبارت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کذا فی المطاویٰ  
 قال لیس لقاضی البیع مع دمج و بلذون ہی قائمۃ حسنۃ قلت وہی فی اللغۃ ومعنی ہا ما لفقاضی لفقہ راصح کا نظم لشارح حضرت لکن صغیر بعضہ قلت شر بنیالی  
 نے کہا اتھی قاضی کو بیع جائز نہیں ہا مرد باپ یا وصی کے اور یہ صحیح قائمہ ہے میں کتابوں اور یہ مسئلہ تو فقہ میں ہے اور جبکہ باپ اور وصی نے بیع کی  
 قاضی کو اس کا توڑ دینا جائز ہے اگر شخص راصح ہو چنانچہ وہ بیانہ کے شارح نے اس کو نظم کیا ہے سو میں نے اس کو تم سے دیا بعض الفاظ کو بل  
 کہوں کہ اس سے وقف بیع میں سبب اور صیغہ صلیح و صلیح وقف بیع اور توڑی جائے بیع بلہ یا اس کے وصی کی گھر باپ یا وصی صلیح ہو د

مفسد اور حالانکہ لفظ صلح ہے یہ حکم مستور ہے کتب مذہب میں دیکھیں نبی دین علی الطفل والنذور صی وللتادیب بعض یصور اور جس کیا جائے طفل صغیر کے دین میں باپ اور وصی اور تادیب کے واسطے یعنی علی جس صغیر کو بھی صورت بتاتے میں یعنی بعضوں کے نزدیک جس صغیر تادیب کے واسطے ہائز ہے تاکہ وہ ڈھیٹ نہ ہو جاوے دنی الدین لم یجس اب ومکاتب ۶ وعبد لولاء کعکس ومعصر اور صغیر کے دین میں باپ مجوس نہیں ہوتا یعنی اگر صغیر کا دین باپ پر ہو تو وہ مجوس نہ ہوگا اور نہ مکاتب مولیٰ کے دین کتابت و غیرہ میں اور نہ غلام مولیٰ کے دین میں اور نہ مولیٰ غلام کے دین میں اور نہ دیون مفسس مجوس ہوتا ہے نعم لوالعبد یدونا یجس المولیٰ لانه للقرناء لول اگر غلام مدیون ہو غیر شخص کا تو مولیٰ مجوس ہوگا اس کے دین میں اس واسطے کہ کسب غلام کا اب اصحاب دیون کا حق ہے یعنی جس مولیٰ اس واسطے ہے تاکہ ان کو وہ دیون حاصل ہو جاویں جو غلام پر ہیں کذانی الططاوی وکذا یجس بدین مکاتبہ الا فیما کلن من جنس الکتاۃ اور اسی طرح مولیٰ مجوس ہوتا ہے اپنے مکاتب کے دین میں مگر اس دین میں مجوس نہیں ہوتا جو دین کہ کتاب کی جنس سے ہے یعنی اگر دین مکاتب پر مثلاً دس من گیہوں میں اور کتابت ہوئی مثلاً دس درم پر اس صورت میں بدل کتابت مغائرت ہے دین کے تو مولیٰ مجوس ہوگا اور اگر کتابت بھی دس من گیہوں پر ہوئی ہے تو اب دین جنس کتابت سے مٹتا تو مجوس نہ ہوگا یعنی متاق الوہبانیۃ سے دنی نیز جنس الجنی کیس سیدہ مکاتبہ والعبد فیہا غیرہ سو وہبانیۃ کی کتاب التناق میں ہے اور نیز جنس حق میں مجوس کرے مولیٰ کو مکاتب اس کا اور غلام کتابت میں مختار ہے یعنی چاہے تو کتابت کو غلام نسخ کر دے بدون رضامندی مولیٰ کے کذانی الططاوی دنی جبراً : دیکھیں ذوالکتاب الصحاح المکرر ۶ علی الدین اذ بالکتاب ما ہو معصرہ اور وہبانیۃ کی کتاب البحر میں ہے اور صحیح کتابوں والا کتاب مجوس ہوگا دین پر اس واسطے کہ بسبب کتابوں کے وہ مفسس نہیں م قنیہ میں ہے کہ فقیہ پر دین ہے اور اس کے پاس کتابیں ہیں تو وہ درحق قضاہ دین مقدور والا ہے تو وہ مجوس ہوگا اگرچہ وہ فقیر ہے درحق صدقہ و وجوب زکوٰۃ کذانی الططاوی

**باب التحکیم** یہ باب ہے تحکیم میں یعنی پنج مقرر کرنے میں تحکیم بھی قضا کے فروع سے ہے اور حکم یعنی پنج کار تہ کم تر ہے قاضی سے کرانی میں اس واسطے کہ قاضی کا حکم عام ہے اور حکم کا حکم فقط اسی پر مخصوص ہے جس نے اس کو پنج ٹھہرایا اور پنجایت حدیث سے ثابت ہے اس واسطے کہ ابو شریح سے مروی ہے کہ میں نے کہا کہ یا رسول اللہ میری قوم میں جب اختلاف ہوتا ہے کسی چیز میں تو میرے پاس آتے ہیں سو میں ان میں حکم کر دیتا ہوں تو مجھ سے فریقین راضی ہو جاتے ہیں تو حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا یہ کیا خوب ہے رداہ الناسی کذانی لفتح بولتہ جعل الحکم فی مالک لیزک اور حکم لغت میں عبارت ہے اس واسطے کہ تو اپنے مال میں یوز شخص کے واسطے حکم کرنا مقرر کرے ورفا لولیتہ الخ صہین جا کا حکم بینہما اور حکیم عرف میں عبارت ہے متولی اور مقرر کرنے صہین سے ایک حاکم کو کہ وہ دونوں میں حکم کرے ورنہ لفظ الال علیہ مع قبول الاثر ذک اور کن حکم لفظ تحکیم ہے یا محام کا وہ لفظ جو حکیم پر دلالت کرے ساتھ قبول کرینے دوسرے کے یعنی حکم کے اس کو ہم یعنی متنی صہین ایک مرد سے کہیں کہ ہم نے تجھ کو حکم مقرر کیا تو ہم میں حکم کرے اور وہ اس کو قبول کرے اور مانند اس کے یہ ہے کہ حکم کے کہ میں تم دونوں میں حکم کرتا ہوں اور متنی صہین اس کو قبول کر لیں عیظ میں ہے کہ اگر متنی صہین ایک مرد کو حکم مقرر کریں سو وہ قبول نہ کرے تو اس کا حکم کرنا جائز نہیں مگر تجب یہ حکم کذانی الططاوی وشرطہ من بہت المحکم بالکسر العقل الا لحریتہ والاسلام فیفتح حکیم ذمی ذمیاً اور شرط حکیم کی حکم بالکسر یعنی پنج مقرر کرنے والے کی طرف سے عقل ہے نہ آزاد ہونا اور نہ مسلمان ہونا تو صحیح ہے حکیم ذمی کی ذمی کو ہم پنج ہونا ذمی کا مسلمین میں باطل ہے اور ذمیوں میں ذمی کا پنج ہونا صحیح ہے کذانی النہایۃ شرطہ من وہبہ المحکم بالفتح صلا حیثہ للقضاہ کامر اور شرط حکیم کی حکم بالفتح یعنی پنج کی طرف سے لیاقت رکھنا اس کا ہے قضا کے واسطے چنانچہ اس کا ذکر ہو چکا یعنی پنج کی شرط یہ ہے کہ مسلم بالغ مافل مادل ہو نہ اندھانہ بہرانہ گو نگانہ نہ مخدو فی القذف فتادی مالگیری میں ہے کہ اگر فاسق حکم کرے تو واجب ہے کہ جائز ہو ہمارے نزدیک اتھی م ظاہر فاسق کو پنج مقرر کرنا معصیت ہوگا جیسے کہ فاسق کو قاضی بنا نا گناہ ہے والذاعلم وشرطہ الاہلیۃ مذکورہ وقتہ ای التحکیم وقتہ حکم صحیحاً



کرنا اور عین مضاف الی الملک کا نسخ کر دینا نیز ذلک ہم از اجماع یہ ہے کہ خوش دامن کو شہوت سے مساس کیا اور انتشار حاصل ہوا پھر زوجین نے ایک شرافتی مذہب حکم مقرر کیا تو وہ دونوں میں حلت کا حکم کرے امام شافعی کے مذہب پر تو لقبول اصرار صحیح ہے کذا فی الطحاوی مخصا لکن ہذا ما یعلم وکتیم وظاہر الحدیثہ از تجیب بلا کیل فتا مل لیکن اس کو یعنی صحت تکیم مجتہدات کو معلوم کیجیے اور چھپا ڈالیے اور ظاہر ہدایہ یہ ہے کہ مفتی جواب دے حلال نہیں ہے سو تامل کر ہم یعنی اگر مفتی سے کوئی اس طرح سوال کرے جس کا کتمان مصلحت کے واسطے واجب ہے تو یوں جواب دے کہ حلال نہیں ہے اور اول قول پر مفتی سکوت کرے اور کچھ جواب نہ دے کذا فی الحلبی کتمان اس واسطے واجب ہے تا عوام الناس ہدم مذہب پر دلیر نہ ہوجاویں و صحیح اخبارہ باقرار احمد الخصمین و بعد الہ الشاہد حال ولایتہ ای بقا و تکیمہما اور صحیح ہے خبر دینا حکم کا اجماعاً خصمین کے اقرار اور شاہد کی عدالت میں اپنی ولایت کی حالت میں یعنی در صورت بقا و تکیم متنی خصمین ہم یعنی اگر مدعی الیہ سرکشی کرے اور حکم حاکم کو اس کے اقرار کی خبر دے اور جرح حق کے واسطے یا مدعی علیہ شاہد کو فاسق کہے اور حکم اس کی عدالت ظاہر کرے تو صحیح ہے در حال بقا و تکیم کیونکہ اس کا اخبار اس حال میں قائم مقام ہے و دو شاہدوں کی شہادت کے کذا فی الطحاوی لایصح اخبارہ بحکمہ لان قضاء ولایتہ صحیح نہیں اس کا خبر دینا اپنے حکم کا بسبب منقضی ہو جائے اس کی ولایت کے یعنی حکم کے بعد اس کی ولایت باقی نہ رہی تو وہ منجملہ رعایا کے ہو گیا تو اب اس کا اخبار بجائے شہادت شاہدین نہیں ہو سکتا و لایصح حکم لایورہ و ولدہ و زوجتہ حکم القاضی اور صحیح نہیں حکم حکم کا اپنے والدین اور ولد اور زوجہ کی منفعت کے واسطے جیسے قاضی کا حکم اشخاص مذکورین کے واسطے صحیح نہیں ہم اشخاص مذکورین کی قید سے معلوم ہوا کہ بھائیوں اور چچوں اور ان کی اولاد اور سر اور داماد کے واسطے اس کا حکم صحیح ہے کذا فی البیہ بخلاف حکمہما ای القاضی و الملک علیہم حیث یصح کالشہادۃ بخلاف قاضی اور حکم کے حکم کے اشخاص مذکورین کی مضررت پر کہ وہ صحیح ہے جیسے شہادت معززت کی صحیح ہے حکم جلیین فلا بد من اجتماع علی الملکوم بہ مدعی اور مدعی علیہ نے و دو شخصوں کو بیخ مقرر کیا تو دونوں کا اجتماع محکوم پر ضرور ہے یعنی اب ایک رائے پر فیصلہ صحیح نہ ہوگا تا وقتیکہ دونوں متفق رائے نہ ہوں و معضی القاضی حکمہ ان وافق مذہبہ والا البطلان حکم لایرفع خلافا اور قاضی حکم کے حکم کو جاری کسے در صورت مرافعہ اگر قاضی کے مذہب کے مخالف ہو تو حکم کو باطل کرے اس واسطے کہ حکم کا حکم اختلاف مجتہدین کا رافع نہیں ہم اس واسطے کہ ولایت حکم میں تصور ہے کہ وہ فقط حکمیں پر مخصوص ہے بخلاف قاضی قاضی کہ وہ عام ہے تو اس کا رافع خلاف ہوگا و لیس لہ ای الملک لفقہ لیس التحکیم الی غیرہ اور جائز نہیں حکم کو تکیم سپرد کرنا اپنے سوا کسی اور شخص کو یعنی اس واسطے کہ متنی خصمین نیز کے حکم سے راضی نہیں اور اگر غیر شخص حکم کرے اور محکوم اس کو جائز رکھے تو جائز نہیں مگر متنی خصمین کی اجازت سے البتہ جائز ہوگا کذا فی الطحاوی و حکمہ بالوقف لایرفع الخلاف علی البیہ غایہ اور لزوم وقف پر حکم کا حکم نہ نارافع خلاف امام نہیں بنا بر قول صحیح کذا فی الغایہ یعنی امام کے نزدیک عدم لزوم وقف ثابت ہے تو لقبول صحیح حکم کے حکم سے یہ خلاف مرتفع نہ ہوگا فلورفع الی موافق لہذہ بہ حکم ابتداء بلزومہ بشرط ولا یجیبہ لانہ لیقع معبراً پھر اگر حکم کے حکم کا مرافعہ ہو اس قاضی کی طرف جو حکم کے مذہب کے موافق ہے تو وہ سر لزوم وقف کا حکم کرے اس کی شرط کے ساتھ اور حکم کے حکم جاری نہ کرے کیونکہ وہ معتبر نہیں واقع ہوام لزوم وقف کی شرط ہے کہ صادر ہواہل سے اپنے محل میں کذا فی الطحاوی والی حاصل انہ القاضی الانی مسائل عدنی البجر منہا سبب و عشر منہا لوارتد العزالی فاذا سلم احتیاج التحکیم جدید بخلاف القاضی خلاصہ مقام یہ ہے کہ حکم قاضی کے مانند ہے مگر فی مسائل میں قاضی کے مانند نہیں ان میں سے بجز الراقی میں سترہ مسئلہ شمار کیے ہیں از اجماع یہ ہے کہ اگر حکم مرتد ہو جائے تو معزول ہوگا پھر جب مسلمان ہو تو حکم جدید کی حاجت ہوگی بخلاف قاضی کے کہ وہ اسلام بعد الارتداد سے معزول نہیں ہوتا و منہا لور و الشہادۃ لعمتہ فلیفرہ قبولہا اور از اجماع یہ ہے کہ اگر حکم رو شہادت کرے بسبب تہمت کے تو عزیز کو قبول شہادت جائز ہے و یعنی ان لایلی العیس و لم ارہ اور لائق یہ ہے کہ حکم متولی جس نہ ہو اور میں نے اس کو معزول نہیں دیکھا ہم یہ بحث صاحب بجر کی ہے طحاوی نے کہا صد الشریعہ نے تصریح کی ہے کہ حکم کو جس کا اختیار ہے و کذا الملک حکم قبول لہدیہ و یعنی ان تیرزان الہدی لہدیہ حکم

## باب کتاب القاضی الی القاضی وغیرہ

اور اسی طرح میں نے نہیں دیکھا حکم کے بدیہ قبول کرنے کا حکم اور لائق یہ ہے کہ ہدیہ قبول کرنا جائز ہو اگر جی ہم نے اس کو ہدیہ دیا ہے حکیم کے وقت ہدیہ اور وغیرہ قولہ واللہ تعالیٰ الخ یہ باب ہے قاضی کے خطیبے کا دوسرے قاضی کی طرف اور باب ہے فیہ خط کا مصنف نے لفظ دیرہ سے اپنے

اس قول کا ارادہ کیا ولما تفتنی الخ یعنی صورت قاضی ہوتی ہے مدارق قضاہ کے سوا اور احکام میں ہم کتاب یعنی مکتوب ہے اور نیزہ عطف سے کتاب پر کذالی الخ طحاوی خلاصہ یہ ہے کہ اس باب قاضی کے خط کے احکام مذکور ہیں اور خط کے سوا اور بھی احکام اس میں ہیں القاضی یکتب الی القاضی الخ قول حق یعنی استسنا قاضی مکتوب لکن بھیتا ہے دوسرے قاضی کی طرف ہر ایک حق میں ایسی کانتولی ہے بطریق استسنا کے م یعنی دین اور نکاح اور طلاق اور شفعاء اور کالت اور وصیت اور ایصال اور موت اور وراثت اور غسل موجب مال اور نصب اور نصب اور امانت اور مضاربت اور ایمان منقولہ اور نیز منقولہ سب حقوق میں لفظ لکنا جائز ہے اور یہی مروی ہے محمد سے اور اسی پر متاخرین میں اور اسی پر فتویٰ ہے بسبب ضرورت کے کذالی الخ غیر محدود و قد وثبتہ قاضی خط لکھے سوائے مدارق قضاہ کے بسبب مشبہہ کے یعنی مشبہہ بدلیت من الشهادات سے اور اس واسطے کہ مدارق قضاہ کی بنا اسقاط پر ہے تو ان میں خط پر عمل کرنا ان اثبات کی کوشش ہے کذالی الخ فان شہدوا علی نعم حاضر حکم بالشہادۃ وکتب بکلمہ لیفظ سو اگر شاہد گواہی دین نعم حاضر پر تو قاضی بواسطہ شہادت کہے اور اپنے حکم کو لکھے تا محفوظ رہے ہم یہ قول مقصود بالذات نہیں بلکہ تحریر مکتوب الی القاضی کا توطیہ سے کذالی الخ تحریر حکم کا قائدہ یہی ہے کہ طول مدت سے واقعہ قبول نہ جائے والا تحریر حکم کی حاجت نہیں کیونکہ حکم تمام ہو جاتا ہے خصوصاً نعم سے یا اس کے دلیل سے مگر وہ کتاب ہو جائے حکم کے بعد یا حکم کا منکر ہو تو اب لکنا ہائے تالیق دار کا حق سلامت رہے اور قاضی کا حکم نافذ بنا رہے کذالی الخ وکتب الی القاضی الی الخ حکم ہوا لیسجل الخ ای الی الخ ایضا حکم القاضی بذاتی مرضم وئی عرفنا کتاب گیر تقبض فیہ وقائع الناس اور حکم کتاب وہی سجل حکم ہے یعنی حجت اور سند جس میں قاضی کا حکم مندرج ہے یہ اصطلاح تھی سلف میں اور ہمارے عرف میں سجل حکم وہ بڑی کتاب ہے جس میں لوگوں کے وقائع اور مقدمات لکھے جاویں مگر مغرب میں ہے کہ سجل قاضی کا نوشتہ ہے جس میں اس نے اپنا حکم لکھا خواہ دوسرے قاضی کے پاس بھی یا نہ بھیجا اور محض وہ ہے جو قاضی کے سامنے ماجر الی الخ یعنی صرف دعویٰ اور اسامی شود اور درایم اتھی اور کفایہ میں ہے کہ محض وہ ہے جس میں دعویٰ لکھا گیا قبل جواب دوسرے کے پھر جس میں نے جواب دیا یا اقرار یا سزا ہوئی تو وہ تو قیح ہے اور جب قاضی نے حکم کیا تو وہ عمل سے کذالی الخ طحاوی وان لم یکن نعم حاضر لکیم وہ حکم علی القاضی وکتب الشہادۃ الی قاضی کو نعم فی ولایہ لیکم اتھی المکتوب الیہ بہا علی رأیہ وان کان من الفار رأی الکتاب لان ابتداء حکم وبقول الشہادۃ مفیقہ ویسی الکتاب الخ حکم نہیں لکھا اور قاضی کا مکتوب کسی یہ کتاب حکم ہے اور مکتوب الیہ گواہی سے اور لکھے گواہی کو اسی قاضی کی طرف جس کی ولایت میں نعم ہوتا کہ قاضی مکتوب الیہ گواہی سے اور مذہب کے موافق حکم کہے اگرچہ اس کا مذہب مخالف ہو قاضی کا مذہب کے بسبب کے کیونکہ یہ ابتداء حکم ہے اور وہ یعنی قاضی کتاب کا نوشتہ نقل ہے شہادت کی فی الحقیقہ یعنی اس واسطے کہ قاضی کتاب نے اس میں حکم نہیں لکھا اور قاضی کا مکتوب کسی یہ کتاب حکم ہے اور عمل نہیں مگر اس واسطے نہیں کہ اس میں حکم مندرج نہیں اور اس کو کتاب حکم کہا جاتا ہے انہما کار کے وقرأ کتاب علیہم او حکم ہو حکم منہم ای منہ شہودا طریق اور قاضی کتاب مکتوب مذکور کو شہود طریق پر پڑھے یا ان کو فقط معنون سے مطلع کر دے اور اپنی ہر کہے مکتوب پر ان کے سامنے ہم شہود طریق وہ ہیں جو قاضی کا خط لے جائیں دوسرے قاضی کے پاس اور ان کے سامنے خط پڑھے کا قائدہ یہ ہے کیونکہ یاد گاری ضرور ہے وقت شہادت سے تاکہ شہادت طریق کے نزدیک کذالی الخ اور فتویٰ اس پر ہے کہ اگر خط شہود کے پاس ہو تو ہر شرط ہے کذالی الخ وکتب الی الخ حکم لکھ کر کہے

اور مکتوب الیہ کا نام اور شہرت دونوں کی لکھی ہیں یعنی فقط نام اور کنیت عنوان میں کافی نہیں تا وقتیکہ وہ لفظ اور لقب نہ لکھے جس سے دونوں مشہور ہیں اس واسطے  
کہ نام اور کنیت میں لوگ مشترک ہوتے ہیں اور عمومی نے کہا یہ شرط ہے کہ تاریخ لکھے اور اگر تاریخ نہ ہوگی تو قبول نہیں آتی اور یہ شرط ہے کہ مدعی اور مدعی علیہ  
کا نام بروہر امتیاز لکھے اور حق اس میں ذکر کرے اور چاہے تو مشہور کا ذکر بھی مندرج کرے کذا فی الطحاوی فلو کان العنوان علی ظاہرہ لم یقبل قبل ہذا فی منہم  
وہی عرفنا بکون علی الظاہر فیعلیٰ ہ سو اگر عنوان یعنی سرنامہ خط کے اوپر ہو یعنی لفظ نہ ہو تو مقبول نہ ہوگا بعضوں نے کہا کہ یہ سابقین کے عرف میں تھا اور ہمارے عرف  
میں عنوان ظاہر خط پر ہوتا ہے تو اسی پر عمل کیا جائے گا کتفی الثانی بان یشہد ہم ان کتابہ وعلیہ الفتویٰ کافی الغرینۃ عن الکفاۃ ذی الملتقی ولسی الخیر کالعیان اور  
ابو یوسف نے کفایت کی ہے اس پر کہ قاضی کاتب شاہدوں کو اس پر گواہ کرے کہ وہ اس کا خط ہے یعنی خط کا پڑھنا مشہور طریق کے سامنے اور تسلیم کرنا جیسا کہ  
طرفین کا مذہب ہے ضرور نہیں اور اسی قول پر فتویٰ ہے پناچہ ممبر میں ہے کفایہ سے اور متقی میں ہے کہ خبر دیکھنے کے برابر نہیں م یعنی ابو یوسف قاضی ہوئے  
تھے اور انہوں نے وقائع کو دیکھا اور جس میں مصلحت تھی اس کو معائنہ اور معلوم کیا اور طرفین کو مصالح قضا کا معائنہ نہیں ہوا تو معائنہ تجربہ کار کا قول لائق فتویٰ  
ہے کذا فی الطحاوی فاذا وصل الی المکتوب الیہ نظر الی ختمہ اولاد لا یقبلہ ای للیقراہ الا بکھنور الختم و مشہور وہ ہے کہ جب خط پہنچے مکتوب الیہ کو تو  
اس کے ہر کو پہلے دیکھے اور اس کو قبول نہ کرے یعنی اس کو نہ پڑھے مگر ختم اور اس کے مشہور طریق کے سامنے م تو اگر مدعی علیہ حق کا اقرار کرے تو خط کی کچھ  
حاجت نہیں اور اگر منکر ہو اور مدعی کے کہ میرے ساتھ قاضی کا خط ہے تو اس سے غلطی کے گواہ طلب کرے یہی مطلب ہے مصنف کا کہ مشہور کے سامنے خط پڑ  
یعنی مشہور خط اور مشہور طریق کے سامنے اور مشہور طریق یا دو مرد ہیں یا ایک مرد اور دو عورتیں جو اس کی گواہی دین کر یہ فلا نے قاضی کا خط ہے کذا فی الطحاوی  
ولا بد من اسلام مشہورہ ولو کان لذی علی ذی بشاد تم علی فعل المسلم اور ضرور ہے مشہور طریق کے اسلام سے اگر یہ قاضی کا خط ذمی کے واسطے  
ہو و مدعی ذمی پر سبب ان کے گواہ ہونے کے مسلم کے فعل پر یعنی اگر یہ مدعی اور مدعی علیہ کافر ہوں تو بھی اسلام مشہور ضرور ہے کیونکہ وہ مسلمان کے فعل کے  
گواہ ہیں یعنی قاضی نے ان کو اپنے خط کا گواہ قرار دیا ہے الا اذا اقر الختم فلا حاجۃ الیہم الی الشہود مگر جب کہ مدعی علیہ نے دعویٰ کا اقرار کیا کی مشہور کی کچھ حاجت  
نہیں بخلاف کتاب الامان فی دار الحرب حیث لا یحتاج الی بیتیہ لانہ لیس بلزم بخلاف کتاب الامان کے دار الحرب میں کہ اس میں مشہور کی کچھ حاجت نہیں  
کیونکہ وہ ملزم نہیں یعنی سلطان چاہے امان دے چاہے نہ دے م منع النظار میں عنایہ سے منقول ہے کہ جب خط آدے کفار کے بادشاہ کا طلب امان کے  
واسطے آتی تو اب اس کی حاجت نہیں کہ مشہور گواہی دیں کہ یہ خط دار الحرب کے بادشاہ کی طرف سے ہے تو بجز ہر تھا کہ شارع بحال یعنی دار الحرب من دار الحرب  
کتا کذا فی الطحاوی ذی الاشباہ لا یعمل بالخط الی فی مسئلۃ کتاب الامان و ملحق بہ البرات اور اشباہ میں ہے کہ خط معمول بہ اور لائق عمل کے نہیں مگر کتاب الامان  
کے مسئلے میں اور کتاب الامان سے ملحق ہیں قراہین سلاطین درباب دلائف ہم برأت سے مراد فرمانات سلطانیہ ہیں کسی انسان کی نظارت یا وظیفہ مدعیس غیرو  
ذلائف کے مقرر کرنے کے واسطے اور یہ الحاق صاحب اشباہ کی طرف سے ہے نہ منصوص مذہب کذا فی الطحاوی و دفتر بیاع و صرف و مسماہر اور  
خط پر عمل نہیں بیاع اور صرف اور متوسط بین البائع و المشتري کے دفتر یعنی ان کے ہی کھاتے پر م دفتر بیاع عطف ہے کتاب الامان پر کیونکہ وہ منصوص  
اہل مذہب ہے نہ ملحق ابو سعود نے نوازہ اکل سے نقل کیا کہ بیاع وہ شخص ہے کہ اہل دانش اس کے قول پر خرید و فروخت میں اعتماد کریں اور بیاع  
سے دلال مراد نہیں کیونکہ اس کے قول پر اعتماد نہیں شہادت میں تو کتابت میں کیونکہ اعتماد ہوگا اتنی علامہ عبد البر نے شرح منظومہ میں بزاویہ سے  
نقل کیا کہ ملائح نے کہا کہ یادگار بیاع کا بجز بیاع حجت لازم ہے اس پر اگر بیاع کے کہ میں نے اپنا نوشتہ پایا کہ میرے اوپر فلا نے کے اتنے درم ہیں  
تو اس پر دین لازم ہو گیا مدعی نے کہا اور اسی طرح صرف اور مسماہر کا خط ہے اتنی تو موضوع مسئلہ اس صورت میں ہے کہ جب کاتب پر دین ہونہ  
کاتب کا دین نوازہ اکل میں ہے کہ صرف نے اپنی ذات پر کچھول معین کہا یعنی مجھ پر فلا نے کا تادین ہے اور خط اس کا اہل شہر اور مسود گروں میں معلوم ہے پڑ



رگیا اور اس کا صاحب دین گیا اور اس کے طرفوں سے دین کا مطالبہ کیا اور میت کا خط لوگ پھلتے میں تو اس کے دین کا حکم ہو گا اس کے ترک میں منتی طرفی نے ان مسائل پر عرض کیا کہ تمہا نے کہا ہے کہ خط مشاہد ہوتا ہے دوسرے خط کے ادویاں اس کا اختیار نہیں کیا اس کی وجہ نہیں کھلتی مشاہد میں کہا بن جہاں نے اس کا مطالبہ دیا کہ وہ اپنے طرف میں نہیں کہتا مگر وہ دین ہوا اس کا ہوا اس پہ ہے اتنی ہیجب نے دائرہ بہت وسیع کر دیا حالہ کہ مسائل کتاب کے اصل واقع اس دین میں ہے جو کتاب پہ ہے چنانچہ نصوص مستند لہا سے معلوم ہو چکا تو اگر اس نے یہ لکھا کہ میرا دین خلانے پر اتنا ہے اس پر برگزمل نہ ہو گا اس واسطے کہ اس کو کسی نے نہیں کہا بلکہ بعضے ناواقفوں نے اس وجہان کی تمہیم سے اس کو بجا ہے اور علامہ حموی نے وہ بیان کا قول اس طرح رد کیا ہے کہ کہاں سے یہ کہہ کر معلوم ہوا کہ سوائے مالہ اور مالیک کے وہ کچھ نہیں لکھتا اس واسطے کہ گاہے طرف دہیر اس کے سوا بھی لکھتا ہے اتنی ہی نصوص میں جب کہ تاجر معتد علیہ مسلم ہو چنانچہ اگر ایسا ہی ہے اس نہ مانے میں تو کیوں ہو کر مل کیا جائے گا اس کے خط پر اس کے دین کے ثبوت میں اور جو اس کا فتویٰ دے وہ جاہل ہے اصل نص لفظ اول سے اور مشاہد لفظ تیسرا ہے کہ انی اللطای فی حقرا و جوزہ محمد لاد و قاض و شایان یقین بقیل و بلفتی اور محمد نے خط پر عمل کرنا جائز رکھا ہے راوی اور قاضی اور شاہد کے واسطے اگر اس کا یقین ہو بعضوں نے کہا اور اسی کا فتویٰ ہے ہم فرزانہ اکل میں ہے کہ ابو یوسف اور محمد نے خط پر عمل کرنا شاہد اور قاضی اور راوی میں جائز رکھا ہے جب کہ وہ پنا لکھا دیکھے اور عاویہ یا وہ ہوا اتنی میوں میں کہا اور فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے در صورت یقین لفظ اگر پہلے نہ لکھا ہے شاہد کے اثبات میں نہ ہوا اس واسطے کہ غلط نادر ہے اور تغیر اور جعل کے اثر پر الطلاع ممکن ہے اور اگر مشتبہ ہو تا ہے خط پر جب سے تو جب یقین ہو جائے تو اس پر اعتماد جائز ہے تا لوگوں پر دست ہو جائے تکی اس میں باقی نہ رہے کہ انی اللطای من الحموی بتعرف تفرغانیہ میں ہے کہ ایک شخص کے پاس زمین ہے سو ایک مرد آیا اور اس نے دعویٰ کیا کہ وہ زمین وقف ہے اور اس نے مکہ ظاہر کی جس میں غلطیوں میں مدول اور لفظ تالیف کے اور قاضی سے اس نے حکم طلب کیا اس وقتے کاملانے کہ جب کہ قاضی کو یہ جائز نہیں اس واسطے کہ قاضی تو فقط حجت سے حکم کرتا ہے اور حجت شہادت ہے اقرار یا گول اور حکم یعنی نوشتہ حجت ہونے کی لیاقت نہیں رکھتا اس واسطے کہ خط مشاہد ہوتا ہے دوسرے خط کے اور اسی خانہ میں ہے کہ ایک مرد پر مال کا دعویٰ کیا سو معاہدہ لے لکھا گیا تو معاہدہ نے معاہدہ کے خط سے اس کا اقرار ظاہر کیا اور معاہدہ نے لکھا کیا کہ یہ میرا خط نہیں سو اس سے کہ لکھا گیا اور دونوں کے خط میں مشابہت ظاہر نکلی تو اس میں مل کا اختلاف سے بعضوں نے کہا کہ اس پر حکم ہو گا اور بعضوں نے کہا کہ نہ ہو گا اور یہی قول صحیح ہے اتنی اور جو راوی زایدی میں ہے کہ اگر مکہ یعنی وثیقہ قدیم ہو اور کوئی شخص اس وقت کا باقی نہ ہو اور اس میں حکم ہو شہادت یا اقرار سے اور حاکم نے افسوس میں لکھا ہو کہ یہ ہم نے وقت حاجت کے واسطے لکھا تو یہ وثیقہ قائم مقام دو شاہدوں کے ہے تو جائز ہے اس کے موافق حکم دینا لہذا لفظ معاہدہ تغیر اور تردید کی تمت اس میں ہو کرے اور اگر تمت کہے وہ صاحب وثیقہ مدد تردید کی تمت لکھا تو بھی اس کے موافق حکم ہو گا کہ وہ شاہدین کے قائم مقام ہے اور اگر تمت نہ لکھائے تو اس کا حجت ہونا باطل ہے اتنی سو یہ قول راوی کا خلاف قاضی خاں کے قائلہ کا ہے جو اصل مذہب کے موافق ہے کہ انی اللطای ولا بدین مسافۃ شہدایام بین القاضیین کا شہادۃ علی الشہادۃ علی اظاہر جو زبانہ لکھتے ایچول اور علی القوی شہدایہ اور اہمہ ہونے سے مسافرت میں دن کی دونوں قاضیوں کے باہم جیسے شہادت کی شہادت میں مسافرت مذکورہ ضروری ہے ظاہر روایت میں اور ابو یوسف نے کتاب القاضی الی القاضی کو اور شہادت علی شہادت کو جائز رکھا ہے اتنی مسافرت میں جس میں راوی ہو کر سکے اسی دن اور اسی پر فتویٰ ہے کہ انی اللطای ولا بدین مسافۃ شہدایہ اور اہمہ وہ عیال کتاب بحوث الکاتب و عرکہ قبل وصول لکتاب الی الثانی اور بعد وصول قبل اقرار کا و اجازہ الثانی اور باطل جو ہاتا ہے خط قاضی کاتب کی سمت اور اس کی وصول سے قبل پہلے خط کے دوسرے قاضی کی طرف یا بعد وصول عیال اس کے پڑنے کے اور ابو یوسف نے اس کو جائز رکھا ہے ولا بدین مسافۃ شہدایہ عیال اور بعد وصول کتاب اور بعد قرائت کے لکھ کاتب رکھا یا

معزول ہو گیا تو خط باطل نہیں یعنی اس پر عمل ہو گا و بطل بچوں الکاتب و روتہ و حدہ بقذف و عمارہ و فسقہ بعد عدالتہ لخر و غیر من الایمانہ و اجازتہ  
الثانی اور باطل ہو جاتا ہے خط کاتب کے محنون اور مزید ہو جانے سے اور اس کے محدود فی القذف اور اندھا ہونے اور فاسق ہو جانے سے بعد اس کے بدل  
ہونے کے بسبب نکل جانے کاتب کے بجزت اور صف مذکورہ اہلیت قضا سے اور ابو یوسف نے اس کو جائز رکھا ہے و کذا بموت المکتوب الیہ و خروجہ عن  
الایمانہ اور اسی طرح خط باطل ہو جاتا ہے مکتوب الیہ قاضی کی موت سے اور خارج ہو جانے لیاقت قضا سے الا اذا تم بعد تخصیص اسم المکتوب الیہ مگر اس وقت  
مکتوب الیہ کی موت سے خط باطل نہیں ہوتا جب کہ قاضی کاتب بعد تخصیص اسم مکتوب الیہ کے تعین کر دے یعنی یوں لکھے کہ یہ خط ہے فلانے قاضی کی طرف یا جو وہاں  
کا قاضی ہو تو اب قاضی منصوب کو عمل کرنا جائز ہے بخلاف مالو حکم ابتداء و جوزه الثانی و علیہ العمل خلاصہ بخلاف اس کے اگر ابتداء سے تعین کرے تو جائز نہیں اور  
ابو یوسف نے تعین ابتدائی کو جائز رکھا ہے اور اسی پر عمل ہے کذا فی الخلاف لا یصل بموت الخصم یا کان لقیام وارثہ او وصیہ مقامہ خط باطل نہیں ہوتا  
متخادم کی موت سے کوئی ہو خواہ مدعی ہو یا مدعا الیہ بسبب قائم ہونے اس کے وارث یا وصی کے اس کے مقام پر قلت کذا لا یصل بموت شاہد الاصل کا سیاہی  
تثانی باہر خلافا فی دفع فی الخانیۃ ہنا فانہ مخالف لا ذکرہ بنفسہ ثم فتنہ اور اسی طرح خط باطل نہیں ہوتا شاہد اصل کی موت سے چنانچہ شہادت علی شہادت کے  
باب میں تن کے اندر اوسے کا بخلاف اس کے جو خانیہ میں یہاں واقع ہوا ہے کہ وہ مخالف ہے اس قول کے جو خود صاحب خانیہ نے وہاں یعنی شہادت  
علی شہادت کے باب میں ذکر کیا ہے سو نمبر دار رہنا اس مخالفت سے ہم خانیہ میں اس مقام پر مذکور ہے کہ شہادت فرع اصل کی موت سے باطل ہے کذا فی  
الجبلی و اعلم ان الکتابۃ بعلمہ کالقضاء بعلمہ فی الاصح بقرن جوزه جوزه و من لا فلا الا ان المعتمد عدم حکم بعلمہ فی زماننا اشباہ اور معلوم کر کہ کتابت یعنی قاضی  
کا خط لکھنا دوسرے قاضی کو بواسطہ اپنی دانست کے مانند حکم کرنے کے اپنے علم و دانست سے ہے قول اصح میں کذا فی البیرونی نے قضا بعلم قاضی جائز رکھی  
ہے اس نے کتابت بھی اس کی دانست سے جائز رکھی اور جس نے قضا بعلم ناجائز رکھی اس نے کتابت بھی ناجائز رکھی مگر یہ کہ حکم کرنا قاضی کا اپنے علم سے ہمارے  
زمانے میں قول معتد نہیں کذا فی الاشباہ ہم پھر جب قضا بعلم معتد نہ ہوئی تو کتابت بعلم کیونکر معتد ہوگی و فیہا الامام لقیضی بعلمہ فی حد قذف و قود و تعزیر اور اشباہ  
میں ہے کہ سلطان حکم کرتا ہے اپنی دانست سے حد قذف اور قصاص اور تعزیر میں قلت فعل الامام قید کا قد سنہ فی الحد و دلم ارہ لکن فی شرح الوہابیۃ لشریفا  
و المختار لان عدم حکم بعلم مطلقا میں کتا ہوں سو کیا سلطان قید ہے قضا بعلم کے مسئلے میں چنانچہ ہم اس کو پہلے ذکر کر چکے ہیں حد و دین میں نے اس کو  
مصرح نہیں دیکھا لیکن شریک شریک کی شرح و بیانیہ میں ہے اور مختار اب عدم حکم قاضی ہے اپنے علم سے مطلقا شارح نے شرح و بیانیہ سے استدراک کا  
کا قصد کیا ہے یعنی ذکر امام قید ہے کیونکہ قاضی حکم نہیں کرتا بقول معتد مطلقا خواہ معقول العباد و خالصہ میں حکم ہو خواہ حد قذف اور قصاص اور تعزیر میں  
کذا فی الطحاوی کا لا یقضی بعلمہ فی الحد و الخالق لقتلہ لہ تعالیٰ کذا فی مطلقا بیسے قاضی حکم نہیں کرتا اپنی دانست سے حد و خالصہ لہ تعالیٰ میں چنانچہ زنا  
اور شراب میں مطلقا یعنی خواہ حالت قضا میں اس کو علم حاصل ہوا یا قبل قضا پھر وہ قاضی ہوا ہو خواہ شرب پینے سے مست ہوا ہو یا نہ ہوا ہو چنانچہ اس پر قول  
آئندہ لالت کرتا ہے کذا فی الطحاوی غیر ان یعزیر من بہ اثر السکر للتمتہ مگر یہ کہ قاضی تعزیر دیتا ہے اس شخص کو جس میں اثر ہے مستی کا بسبب تہمت کے ہم اس  
دائے کہ تہمت سے تعزیر دینے کی اصل ہے شرع میں و عن الامام ان علم القاضی فی طلاق و عتاق و غضب و یثبت الجیلوت علی وجہ الحسنۃ لا القضاہ اور امام سے  
روایت ہے کہ علم قاضی کا طلاق اور عتاق اور غضب میں جیلوت کو ثابت کرتا ہے بطریق اختساب کے نہ بطریق قضا کے ہم یعنی اگر قاضی طلاق اور عتاق اور  
غضب سے واقف ہو اور گواہ نہ ہوں تو زوج کو امر کرے زوجہ کی عدم مخالفت کا بطریق مخالفت ازواج اور مولیٰ کو عدم استیلام قہری اور عدم طلی کا امر کرے  
دفع منسوب کا یا اس کو کسی امین کے پاس رکھوادے لیکن اگر بطریق اختساب اور امید تو اب کے ہو گا یعنی بطور فتویٰ نہ بطور حکم کذا فی الطحاوی و لا یقبل  
کتاب القاضی من حکم بل من قاضی مولیٰ من قبل الامام بیک اقامۃ الحجۃ و قبل یقبل من قاضی رستاق الی قاضی معزول رستاق و اعتمد

والکمال اور مقبول ہیں کتاب القاضی حکم کثرت سے بلکہ اس قاضی کی طرف سے جو میں سے سلطان کی طرف سے کہ جو اقامت ہو گا مالک سے اور بعضوں نے کہا کہ دیہات کے قاضی کا خط شہر کے قاضی یا دیہات کے قاضی کی طرف مقبول ہے اور اس قول پر اعتماد کیا ہے معنی نے اپنی مشورہ میں اور کمال الدین نے کتب کتاب الی من یصل الیہ من قضاء المسلمین فوصل الی قاض ولی بعد کتابہ ہذا المکتوب الی القبل لعدم ولایت وقت الخطاب جو اہر الفتاویٰ قاضی نے خط لکھا اس شخص کی طرف میں کو پہنچا ہل اسلام کے قاضیوں میں سے سو خط پہنچا اس قاضی کو جو قاضی مقرر ہوا بعد کتابت اس مکتوب کے تو مقبول نہ ہو گا بسبب ولایت نہ ہونے اس قاضی کے خطاب کے وقت کہ انہی جو اہر الفتاویٰ یعنی تحریر مکتوب کے وقت وہ قاضی نہ تھا تو اس کا مخاطب ہی نہ تھا یہ تمیم ابتدائی مذہب ابو یوسف سے جس پر عمل ہے دنیا لو جعل الخطاب لمکتوب الیہ لیس نائبہ من یقبل اور اسی جو اہر الفتاویٰ میں ہے کہ اگر خطاب مکتوب الیہ کی طرف معین ہو گیا تو اس کے نائب کو اس کا قبول کرنا جائز نہیں ہے اور اسی طرح اگر نائب کی طرف خطاب ہو تو منسوب کو قبول کرنا جائز نہیں کذا فی المنع والمرآة لفقہانی غیر محدود و دو وان ام المولیٰ لما تجزى بقری لم یطرح قوم ولوا عموم امرأة اور عورت قاضی ہو سکتی ہے سوائے مدارق قصاص کے اگرچہ عورت کا قاضی کرنے والا گنہگار ہو گا بسبب نکاح کی اس حدیث کے بجلانہ ہوا اس قوم کا جس نے اپنا کاروبار عورت کو دیا ہم جو اہر میں من یطرح قوم سے یعنی بزرگ بجلانہ ہو گا اس قوم کا جنہوں نے عورت کو حکومت دی جو مرد مغلط ہے کہ انہوں نے اپنا میں ناقص الحقل بنایا تو تدریجاً اس سے نہ ہو سکے گی و فصل ناظرہ لوقف دومینہ تمیم و شہدۃ فتح مع تقریر الی النظر والشہادۃ فی الاوقاف ولو بلا شرط الواقف بقر اور عورت لیاقت رکھتی ہے وقف کے ناظر ہونے کی اور تمیم کے وہی ہونے کا اور شاید ہونے کی کذا فی الفتح تو مع ہے مقرر کرنا اس کا نظارت اور اوقاف کی شہادت میں اگرچہ بلا شرط واقف کے ہو کذا فی البقر قال وقد ائتمت لعم شرط الشہادۃ فی وقف لفلان ثم لولده فمات وترک بنتا انما تمتن وظیفۃ الشہادۃ صاحب ہونے کا اور میں نے فتویٰ دیا اس شخص کے بارہ میں جس نے شہادت شرط کی اپنے وقف میں فلا نے شخص کے واسطے پھر اس کے ولد کے واسطے سو وہ شخص مر گیا اور اس نے ایک لڑکی چھوڑی کہ وہ لڑکی روزینہ شہادت کی مستحق ہوگی م یہ فتویٰ فتح القدر کے قول پر مبنی ہے اور صاحب نے اس فتویٰ پر اعتراض کیا ہے کہ عرف واقفین واجب ہے عادت سے عادت حال کسی وقت اس کا اتفاق نہیں ہوا کہ عورت وقف کی شاہد ہوئی ہو تو واجب ہوا ان کے للفاظ کا عرف کرنا ان کے عرف پر تو واقف کی مراد شاہد کامل ہے تو اس کی غیر مراد کی طرف کیوں کر اس کی لفظ کا عرف ہو گا کذا فی المطاویٰ محقر اونی الامام شہادۃ من الامام اثنی اختیار فی المسائرۃ جواز کو بنا بنیۃ لا رسولہ بسناہ حال من علی المتر اور اشہادہ میں بجلانہ احکام عورت کے مذکور ہے کہ مسائرہ میں عورت کے بنی ہونے کو اختیار کیا ہے نہ اس کے رسول ہونے کو کیونکہ عورتوں کا مال تتر اور افتقار پر مبنی ہے م اور رسول کو امتداد رجل کا ضرور ہے تعلیم اور اقامت وائل کے واسطے اور یہ نہیں ہو سکتا مگر مرد سے اور جواز نہایت معنی وقوع نہیں بجا الامالی میں کہا کہ عورت گاہے نبی نہیں ہوتی مسائرہ رسالہ ہے علم مقاید کا صاحب فتح القدر نے اس میں حقیقہ امام منزل لک شہاد کی ہے کذا فی المطاویٰ ولو قضت فی حد و قد فرغ الی قاضی انحریری جوازہ مضاء لیس لعمیرہ البطلان بخلاف شرح یعنی اور اگر عورت نے حکم کیا حد اور قصاص میں پھر اس کا مراد ہوا دوسرے قاضی کی طرف جس کے مذہب میں حد کا حکم کرنا حد اور قصاص میں جائز ہے ہی قاضی نے حدت کا حکم جاری اور نافذ کر دیا تو اس کے غیر کو اس کا اجال جائز نہیں بسبب خلاف شریک کے کذا فی الیمنی م یعنی نے کیا کہ شریک کے نزدیک عورتوں کی شہادت مرد کے ساتھ حد اور قصاص میں جائز ہے اتنی پھر یہ ان کی شہادت جائز ہوئی تو میں قضا بھی عورت کی جائز ہوگی تو مسئلہ مجتہدین ہوا تو قاضی ثانی کے نفاذ سے رفع امتحان ہو گا کا مرد و الفتی کا لٹی بقر اور قضی عورت کے مانند ہے کذا فی البقر یعنی تو اس کا حکم نیز حد اور قصاص میں صحیح ہو گا و اعلم ہذا واقع للقاضی ہوا لولده فاناب غیرہ قضی نائب القاضی لہ اولولده جائز قضاءہ کا لوقضی الامام الذی قلده القضاء اولولہ الامام سراجیہ اور دیہات کے کہ جب قاضی یا اس کے ولد کا کوئی لائق

حادث ہو پھر وہ غیر شخص کو اپنا نائب کرے سو قاضی کا نائب اس کے یا اس کے والد کے واسطے حکم کرے تو اس کی قضا جائز ہے چنانچہ اگر قاضی اس سلطان  
 کے واسطے حکم کرے جس نے اس کو عہدہ قضا سپرد کیا ہو یا امام کے والد کے واسطے حکم کرے تو جائز ہے ہم اور اسی طرح سلطان کے والد اور زوجہ کے واسطے  
 حکم قاضی جائز ہے کذا فی العاقلیری دنی البرازیہ کل من تقبل شہادۃ ولہ وعلیہ یصح قضاء ولہ وعلیہ انتہی خلافا للجوہر والملتقط اور بزازیہ میں ہے کہ جس شخص کے نفع  
 اور نقصان میں قاضی کی گواہی مقبول ہے تو اس کے نفع اور نقصان میں اس کی قضا بھی صحیح ہے انتہی بخلاف جوہر اور ملتقط کے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے  
 ہم خلاف جوہر اور ملتقط سلطان اور اس کے والد کی قضا کی طرف راجح ہے چنانچہ منع الغفار کی عبارت اس پر دلالت کرتی ہے کذا فی الطحاوی ولفظی ان نائب  
 بما شہد واپہ عند الاصل وعلیہ یصح قضاء الاصل بما شہد واپہ عند النائب فیوز للقاضی ان لفظی بملک الشہادۃ بانبار النائب وعلیہ خلاصہ اور حکم کرے  
 نائب اس کا جس کی گواہی دی گواہوں نے اصل کے پاس اور بالعکس اس کے یعنی اصل کا حکم کرنا اس گواہی سے جو نائب کے سامنے ہوئی تو قاضی کو جائز ہے  
 کہ حکم دے اس گواہی سے نائب کے خبر دینے سے اور بالعکس اس کے یعنی نائب حکم کرے قاضی کے خبر دینے سے کذا فی الخلاصۃ فروع مسائل ملحقہ شارع  
 کے لایقینی القاضی لمن لا تقبل شہادۃ لہ الا اذا ور علیہ کتاب قاضی لمن لا تقبل شہادۃ لہ فبوز قضاء بہ استنباہ حکم نہ کرے قاضی اس شخص کے واسطے جس کے  
 واسطے قاضی کی گواہی مقبول نہیں چنانچہ اصول اور فروع مگر جب کہ قاضی کے پاس دوسرے قاضی کا خط آوے اس شخص کے واسطے جس کے واسطے اس  
 کی گواہی مقبول نہیں تو اب قاضی کا حکم کرنا بواسطہ مکتوب جائز ہے کذا فی الاستنباہ ہم معین الاحکام میں سے نہ قضا کے مانند اثبات ہے تو مفتی کو مناسب ہے  
 کہ اس سے کنارہ کرے جب کہ قادر ہو انتہی یعنی جس صورت میں کہ ذور مفتی موجود ہو تو خود فتویٰ دے کذا فی الحموی و فیہا لایقینی لنفسہ ولا لولدہ الا فی  
 الوصیۃ اور استنباہ میں ہے کہ حکم نہ کرے اپنی ذات کے واسطے اور نہ اپنے والد کے واسطے مگر وصیت میں ہم یوں مناسب تھا کہ اگر ایسا میں صورت اس کی  
 یہ ہے کہ ایک مرد کا قاضی پر دین ہے یا قاضی کے بعض اقارب پر جس کے حق میں قاضی کی گواہی مقبول نہیں پھر صاحب دین مر گیا پھر دوسرے مرد نے دعویٰ  
 کیا کہ میں میت کا وصی ہوں اور اس پر گواہی قائم کی قاضی مدیون کے سامنے سو قاضی نے ثبوت وصایت کا حکم کیا تو بطریق استحسان کے جائز ہے کیونکہ  
 اس حالت میں قاضی شاید ہو سکتا ہے تو قاضی بھی ہو سکے گا سو اگر وصی کو دین قاضی دے گا حکم وصایت کے بعد تو دیتا صحیح ہوگا اور قاضی بری الذمہ ہو  
 جائے گا اور اگر قاضی دین دے گا اس مرد کو جو آپ کو وصی میت گمان کرتا ہے پھر دینے کے بعد اس کی وصایت کی گواہی قائم ہوئی سو قاضی نے اس کی وصایت  
 کا حکم کیا اس گواہی سے تو قضا اس کی نافذ نہ ہوگی اور قاضی دین سے بری الذمہ نہ ہوگا اس واسطے کہ بعد اوائے دین قاضی اس مرد کا شاید نہیں ہو سکتا  
 کیونکہ اس گواہی میں قاضی کی منفعت ہے یعنی برادرت ذمہ اور گواہی انسان کی اپنی منفعت کے واسطے صحیح نہیں اسی طرح قضا بھی صحیح نہیں تو اگر قاضی بری الذمہ  
 مرجائے یا معزول ہو جائے تو قاضی ثانی اس کے حکم کو باطل کرے گا اور مدفوع الیہ کو وصی قرار نہ کر دے گا اور نہ قاضی اور اس کے قرابت دار کو بری الذمہ  
 ٹھہرے گا کذا فی الطحاوی و مر الشربلانی فی شرحہ للوسبانیۃ قضا القاضی لام امرأۃ ولا مرأۃ ایہ ولو فی حیۃ امرأۃ وایہ اور شربلانی نے وہبانہ کی  
 شرح میں صحت قضا کے قاضی اپنی خوشدامن اور اپنی سوتیلی ماں کے واسطے تحریر کی ہے اگرچہ حکم اپنی زوجہ یا اپنے باپ کی زندگی میں دیا ہو و ان لفظی  
 فیما ہو تحت نظرہ من الاوقات و زاد بتین فقال اور یہ کہ قاضی حکم کرتا ہے ان اوقات میں جو اس کے تحت نظر ہیں اور شربلانی نے بعضوں مذکورہ  
 بتین زیادہ کہیں سویوں کہا ہے و لفظی لام العرس حال جملوتہاہ ورس ایہ و ہوتی محررہ اور حکم کرتا ہے قاضی اپنی زوجہ کی ماں کے واسطے زوجہ  
 کی حالت حیات میں اور حکم کرتا ہے اپنے باپ کی زوجہ کے واسطے اور حالانکہ باپ زندہ ہے یہ حکم محررہ و بعد وفاة ان خلاصہ نصیبہ بہ میراث مقضی  
 بہ قہر و اد بعد وفات باپ اور زوجہ کے حکم کرتا ہے بشرطیکہ جس کا اس نے حکم دیا وہ خالی ہو نصیبہ میراث یعنی اس میں حکم کرے جس میں قاضی کے  
 واسطے میراث نہ ہو چنانچہ اس وقف میں دعویٰ ہو جو خوشدامن اور سوتیلی ماں کے واسطے مخصوص ہو تو لہ مقضی بہ فاعل ہے خلا کذا فی الطحاوی و لہ

قبصر دہانے بہت ہے یعنی اجماعت حاصل کرو اس حکم کو دریافت کر کے۔ یعنی بوقف مستحق لریجہ بوجہ بوصف القضاء والعلم وکان ينظر بہ اور حکم کرتا ہے  
قاضی اس وقف میں جس کی آمدنی کا بوجھ قضاء و علم مستحق ہے یا وقف قاضی کے تحت نظر ہو م یعنی اگر واقف نے وقف کیا اظہار نے شہر کے قاضی پر یا اہل  
یہاں قاضی اس کو جانتا ہے تو اس میں قاضی کا حکم کرنا جائز ہے مگر یہ قاضی مستحق وقف ہو قضا یا علم کے وقف ہو سکتا ہے لفظ طوی بندہ مسائل کسی  
ای متفرقہ یہ کتاب القضاء کے چند مسائل متفرقہ ہیں مطلقاً بیع شتیت کی ہے یعنی متفرق و مختلف قال تعالیٰ ان سیکم شیء یعنی مختلف الخبر و ہذا شیء  
ای متفرقہ مراد ہے میں وہ لوگ شتی یعنی متفرق بیع صاحب سفیل الیہ علیہ علو ای طبقاً لآخر من ان یتدای یدق اوتدنی سخر و ہر  
امتنالی منع کیا ہائے بچے مکان والا جس پر دوسرے شخص کا بلاغاد ہے اس سے کہ مخی ٹھوٹے بیت شمال میں م ایک مکان دو منزلہ ہے نیچے کے مکان کا  
ایک شخص مالک ہے اور اوپر کے مکان کا دوسرا شخص مالک ہے تو بچے کے مکان والا بیخ یا کھوٹی دیوار میں گاڑے تو حاکم منع کرے گا طحاوی نے  
کیا تصوف دیوار کی قیاس سے معلوم ہوا کہ یہی تعرف ہائز ہے غایہ میں ہے کا گھاس صاحب شمالی زمین میں کنویں وغیرہ کھودے تو امام کے نزدیک جائز ہے  
اگر چلا جانے والے کا ضرر ہو اور صاحبین کے نزدیک بعت ضرر ہائز نہیں اور یقیناً کو قہ بفتح او قہم الطائفة وکذا بالعکس وروی الجمع یا صاحب شمالی روز  
کھودے تو منع کیا جائے اور اسی طرح بالعکس کنالی وروی الجمع یعنی اگر صاحب بلاغاد ہے کہ اوپر کچھ بناوے یا کڑیوں رکھے یا پانچا بناوے تو منع کیا جائے  
کنالی یعنی کہ بفتح و قہم کان و تشدید واد مہارت ہے طائفة سے بلا رھی الا کثر من ذمہ و ہذا القیاس بجمعی صاحب شمالی منع گاڑے اور روز کھودے  
سے بدکن رضامندی دوسرے کے نہ کا جائے گا اور حکم امام کے نزدیک ہے اور یہی قیاس ہے کنالی ابو قتادہ لکل فعل بلا یغز اور صاحبین نے  
کہا دونوں میں سے ہر ایک کو دخل درست ہے جو دوسرے کو ضرر نہ کرے م ظاہر قول شارح اس پر دلالت کرتا ہے کہ صاحبین کا قول مقہر ہے کیونکہ  
وہ استحسان ہے اور استحسان مقدم ہوتا ہے قیاس پر عمومی میں ترجیح سے منقول ہے کہ یہی قول فتویٰ کے واسطے مختار ہے و لو انتم المسفل یا منع  
سہ لم یکر علی البنا و لعدم التصدی اور اگر نیچے کا مکان گر گیا اس نے مالک کے بدون کرتب کے تو اس پر اس کے بنانے میں زبردستی نہ ہوگی بسبب عدم تصدی  
کے ولذی الطوان یعنی تمہر مع ہا لفق ان بنی بلونہ او اذن قاضی ولا یغیر البنا یوم بنی و تامل العینی اور صاحب بلاغاد کو ہائز ہے کہ بناوے یعنی  
نیچے کے مکان کو دوسرے اجہام پر جو اس کا فریضہ ہوا وہ نیچے کے مکان دانے سے بھرے گا اس کے ادن یا قاضی کے اذن سے بنایا ہو اور  
نہیں تو جو اس کی قیمت ہو جانے کے دن اس کو بھرے اور پورا بیان اس کا یعنی میں سے م ظلام میں سے کہ ایک شخص نے پنا گھر گرایا سو اس کے  
پڑوسی کا گھر گر گیا تو اس پر تاوان نہیں کنالی الطحاوی زلفہ مستطیلہ ای سکو طویہ یتشعب عنہا سکتہ مشکلا لکن غیر نافذۃ ال محل اور یمنع  
اہل الاولی عن فتح باب الرد الاستفادۃ والریح یعنی فی القصوی الغیر نافذۃ علی اجمع الاما حق لعم فی الرد بخلاف النافذۃ زلفہ مستطیلہ یعنی  
بناؤ کو چھ ہے جس سے دوسرا کو چھوٹا ہے مانند پہلے کوپے کے بنا لیکس وہ کو چھوٹا ہے نہ تو دوسرے مکان کی طرف یعنی بند ہے دوسرے جانب  
سے تو رو کے چادریں گے پہلے کوپے دانے چلنے کے واسطے دروازہ چھوڑنے سے کو چھوٹا ہے نہ تو دوسرے مکان کی طرف یعنی بند ہے دوسرے جانب  
ثابت نہیں بخلاف کو چھوٹا ہے نہ تو دوسرے مکان کی طرف یعنی بند ہے دوسرے جانب کے واسطے دروازہ چھوڑنا جائز ہے یعنی نے کار و شنی کے واسطے بعد ہوا آنے کے واسطے کو چھوٹا ہے نہ تو  
لگانا پہلے کو چھوٹا ہوا کو چھوٹا ہے م یعنی گرا بل کو چھوٹا ہے نہ تو دوسرے مکان کی طرف یعنی بند ہے دوسرے جانب کے واسطے دروازہ چھوڑنا جائز ہے  
اپنی دیوار میں دروازہ نہیں چھوڑ سکتا کہ کو چھوٹا ہے نہ تو دوسرے مکان کی طرف یعنی بند ہے دوسرے جانب کے واسطے دروازہ چھوڑنا جائز ہے  
مرد نہیں کو چھوٹا ہے نہ تو دوسرے مکان کی طرف یعنی بند ہے دوسرے جانب کے واسطے دروازہ چھوڑنا جائز ہے کو چھوٹا ہے نہ تو دوسرے مکان کی طرف  
اس میں ثابت نہیں بخلاف اہل کو چھوٹا ہے نہ تو دوسرے مکان کی طرف یعنی بند ہے دوسرے جانب کے واسطے دروازہ چھوڑنا جائز ہے

کے کہ اس میں سب کا مرد ہے یعنی مشائخ نے کہا کہ کوچہ غیر نافذہ میں فتح باب ممنوع نہیں بلکہ مرد ممنوع ہے اور واضح یہ ہے کہ فتح ممنوع ہے چنانچہ جامع میں نہیں محمد صریح ہے اس واسطے کہ منع مرد بعد فتح باب ممکن نہیں کہ رات اور دن اس کی نگہبانی ممکن نہیں اور شاید کہ بعد ترکیب باب اور طول زمان حق مرد کا دعویٰ ہو تو ترکیب باب احوال سے کہانی فتح القدر تو معلوم ہوا کہ یعنی کا قول مذکور غیر صریح ہے اور مثال کوچہ مستطیلہ اور منحنیہ غیر نافذہ کے حاشیہ پر ہے و فی زالیغہ مستدیرہ لائق ای فصل طرفا کا ای نہایت سعة نحو جاہا بالمستطیلہ للمنع و ہنا کما مہ مشترکہ فی دار اور گول کوچے میں جن کے دونوں کنارے کوچہ مستطیلہ سے متصل ہیں دروازہ چھوڑنا ممنوع نہیں کوچہ مستطیلہ والوں کو اس واسطے کہ گول کوچہ مانند اس صحن کے ہے جو گھر میں مشترک ہے دونوں کناروں سے مراد گول کوچے کی نہایت کشادگی ہے فتح باب اس واسطے جائز ہوا کہ کوچہ مستطیلہ والوں کو مستدیرہ میں حق مرد ثابت ہے اس واسطے کہ صحن مشترک ہے نہایت امر یہ ہے کہ وہ کج ہے ولذا وہ لوگ تنفعہ میں مشترک ہیں اگر کوئی گھر مستدیرہ کا بیع ہو کذا فی الفتح فتح باب اس وقت ہے جب کہ مستدیرہ نصف دائرہ کے برابر ہو یا نصف سے کمتر تو اگر کوچہ مستدیرہ نصف سے زیادہ ہو تو اس میں فتح باب جائز نہیں تو یہاں دو صورتیں تصور کرنا چاہیں پہلی صورت میں فتح باب جائز ہے نہ دوسری صورت میں وجہ فرق یہ ہے کہ صورت اولیٰ میں مستدیرہ صحن مشترک ٹھہرے گا بخلاف صورت ثانیہ کے اس واسطے کہ جب اس کا داخل کشادہ تر ہو داخل سے تو وہ دوسرا موضع ٹھہرا مستطیلہ کا تابع نہ ہو کذا فی شرح وقایہ ہم تو مستدیرہ میں تین صورتیں ہوں گی ایک یہ کہ استداریۃ بقدر نصف دائرہ ہو دوسری یہ کہ کم نصف سے تیسری یہ کہ زیادہ نصف سے چنانچہ مثال اس کی حاشیہ سے واضح ہو گی بخلاف مالوکات مربعہ فانہا کسکتہ فی سکتہ ولذا یکنتم نصب البوائیۃ اتقوا ابن کمال ہذہ الصورۃ کوچہ مستطیلہ اولیٰ کوچہ مستطیلہ کوچہ مستطیلہ بخلاف کوچہ منحنیہ مربعہ کے کہ وہ مانند اس کوچے کے ہے جو کوچے میں واقع ہے ولذا کوچہ مربعہ والوں کو لقب بوابہ ممکن ہے کذا ذکرہ ابن کمال بصورت مرقومہ مشائخ ہم یعنی کوچہ مستطیلہ والوں کو جائز نہیں کہ کوچہ مربعہ میں دروازہ لگا دیں اور اس محل کی صورتیں نسخوں میں مختلف رقم ہیں لیکن مقام سے قریب القوم ہیں کذا فی الطحاوی چنانچہ مترجم نے سمولت ہم کے واسطے حاشیہ پر مفصل مرقوم کر دیں ہیں تم فتح القدر میں ہے کہ کوچہ غیر نافذہ ہے اور وہاں کے لوگوں میں سے ایک شخص نے گار بنانے کا ارادہ کیا تو اگر راہ بقدر مرد لوگوں کے چھوڑی اور مٹی جلا اٹھالی اور یہ فعل کبھی کبھی کرتا ہوتا منع دیکھا جائے گا اور اگر ایک شخص کی دیوار دوسرے شخص کے گھر میں ہے سو اس نے اپنی دیوار میں مٹی لینے کا ارادہ کیا اور کوئی راہ نہیں وہاں جانے کی بدولت داخل ہونے پڑوسی کے گھر کے یا دیوار منہم ہو گئی اور اینٹ اور مٹی ہمسایہ کے گھر میں پڑی ہے سو اس نے اینٹ اور مٹی نکالنے کا ارادہ کیا تو صاحب مکان مانع ہوتا ہے یا اس کا نابذلان ہے دوسرے کے گھر میں سو اس نے اس کے صاف کرنے کا ارادہ کیا اور ممکن نہیں بدولت اس کے گھر کے داخل ہونے اور وہ منع کرتا ہے تو اس کے ہمسایہ سے کہا جائے گا کہ یا تو اس کو داخل ہونے سے منع نہ کرنا وہ درست کرے یا تو اپنا مال خرچ کر کے اس کا مطلب پورا کر دے یہی مروی ہے محمد بن حسن سے اور اسی قول کو فقیر ابو اللیث نے لیا ہے اگر ایک شخص نے اپنی ملک میں کنواں یا نجاست ڈالنے کا گڑھا کھودا سو اس کے ہمسایہ کی دیوار ضعیف اور کمزور ہو گئی تو اس پر زبردستی نہیں پھر اگر دیوار منہم ہو گئی تو اس پر تاوان نہیں ہے ہی قول ظاہر مذہب ہے حکایت ہے کہ ایک شخص نے امام اعظم سے شکایت کی کہ میرے پڑوسی نے اپنے گھر میں کنواں کھودا ہے یعنی میری دیوار کو اس سے ضرر ہے امام نے کہا تو اپنے گھر میں اس کے قریب بر بام یعنی نجاست ڈالنے کا کنواں کھودو سو اس نے ایسا ہی کیا تو اس پڑوسی کا کنواں بھس ہو گیا اس نے ناچار ہو کر کنواں بند کر ڈالا امام



نے منع ماہر کاشفی دویا لکھا اس کو مقتدر بتائی جس سے مطلب حاصل ہو گیا کذلک المنع ولا يمنع لشخص من تعذر فی ملکہ الا اذا کان الضرر بجلدہ ذرا  
 یمنع من ذلک و علی الفتویٰ بزلاہ و التارہ فی الامادیہ و فی قاری الہدیۃ حتی یمنع المہاجر مع العاقبہ و بذہا جواب الشارح اثنی عشر انا اور منع نہ کیا جائے شخص  
 اپنی ملک میں تعویف کرنے سے کہ جب کاس کے پڑوسی کو ضرر ہو حرر مرتع نوب اس تعویف سے روکا جائے گا اور اسی قول پر فتویٰ ہے کذلک بزلاہ اور اسی کو  
 پسند کیا ہے عماد میں اور اسی کاشفی دیا ہے قاری دیا ہے نے تو منع کیا جائے گا پڑوسی طاق یعنی کھڑکی اور روزن کھولنے سے اور یہ جواب ہے شارع کا بطریق  
 استحسان کے م حرر میں یعنی حرر مرتع وہ ہے جو سبب ہدم ہے اور جو مہارت کو کمزور رکھتے ہوئے یا منع سے بالکل خارج کر دے اور جو مہارت  
 امیر کا منع ہو چنانچہ مدبھی کا بالکل بند کرنا اور اسی کو ملانے فتویٰ کے واسطے پسند کیا اور اگر لاکھ مذکورہ مضرت بھی مانع ہو تو اپنی ملک سے فائدہ لیتے کا باب باطل  
 سد و ہوائے رانی نے کتاب الاستحسان میں ذکر کیا کہ ایک گھر اگر متصل چند گھروں کے ساتھ اس گھر کا مالک یہ ارادہ کرے کہ اس میں نور بنا دے  
 جس میں ہمیشہ دہلیاں پکا کریں و کان کے مانند پانی کی پکی یاد ہو ہمیں کی گندی کرنے کی پڑی بنا دی تو جائز نہیں کیونکہ اس میں پڑوسیوں کا مزہ خاطر  
 ہے جس سے ہماڈ نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ نور مذکور سے کثرت و شدت و جہاں پھیلے گا اور پکی اور گندی کی پڑی سے دیواریں بوری ہو جائیں گی بخلاف  
 عام کہ وہ مضرتیں مگر بسبب طراوت کے اور اس سے پکاؤ لکن ہے درمیان میں دیوار اٹھا کر اور بخلاف نور صغیر کے جو گھروں میں ہوتا ہے موی نے ملامہ  
 مقدسی سے نقل کیا کہ میں نے تہذیب قلاسی میں وہ قول پایا جو وزن بنانے کے واسطے اس عمارت میں جو مشرف ہے کسی کی زمین یا گھر پر ائق عقد  
 ہے وہ یہ ہے کہ اگر روزن و صوب یا شبنم کے واسطے ہو تو منع کیا جائے گا اور اگر روشنی کے واسطے ہو تو روزن کا نہ جائے گا یعنی اگر اس عمل عمارت میں روزن  
 ہے تو پہلی صورت ہے اور اگر مال عمارت میں ہے یا اس پر شباک یعنی جالی ہے تو دوسری صورت ہے کہ ظاہر روشنی کے واسطے ہے کذا فی الطحاوی و جواب ظہر  
 الروایۃ عدم المنع مطلقاً بائق طائفۃ کا امام لہیر الدین و ابن الشز و والدہ در ذکر المنع فی تفسیر التہذیب و بیغی و احتمہ العصف ثم نقل وہ اختلاف افتاء و منہج ان  
 یحول علی ظاہر الروایۃ اتقی قلت تعارض متنہ و شرحہ فاعمل علی المتون کا تقرر مراد افتد بر اور جواب ظہر الروایۃ کا عدم منع ہے ہر طرح سے خواہ پڑوسی کا حرر  
 مرتع ہو یا نہ ہو اور اسی کاشفی دیا ہے چند ملانے چنانچہ امام ظہیر الدین اور ابی شحہ اور اس کے والد نے اور منع القدر میں اس کو تزیج دی ہے اور تہذیب کی  
 کتاب القدر میں ہے کہ اسی کاشفی ہے اور مصنف نے اپنی شرح میں دہا یعنی کتاب القدر میں اسی پر اعتماد کیا ہے سو یوں کہ اور البتہ فتویٰ دینے میں  
 یہاں اختلاف واقع ہوا ہے اور لائق ہے کہ در صورت اختلاف فتویٰ ظاہر الروایۃ پر اعتماد کیا جائے اتنی میں کتابوں اور جب کہ مصنف کے متن اور شرح  
 میں تعارض ہوا تو عمل متون پر لازم ہے چنانچہ یہ قاعدہ ثابت ہو چکا ہے بلکہ اس سوال کرم جواب ظہر الروایۃ ہی قیاس ہے کہ انسان اپنے ملک کے تعویف  
 میں مختار ہے کسی کا حرر ہو یا نہ ہو اور جب کہ معلوم ہو چکا کہ اکثر متاخرین جواب استحسان پر ہیں یعنی در صورت حرر مرتع ہمسایہ منع تعویف ہے نہ ہر ضرر میں دلہ  
 اعلیٰ کذا فی الطحاوی قلت و فی مالواہ کل بل یحرم لادۃ و ریشی لاشباہ المنع قیاساً علی مسئلۃ المسفل و العلوان لایبدا اذا انفرد کذا اھل علی المنع و الفتویٰ  
 کا فی الحقیقۃ قل الحصل فکذا تعذر فی ملکہ ان العنا و اشکل یمنع و ان لم یضرم یمنع قال و لم ار من خبر علیہ لیلیقنم فاد من خواص کتابی اتنی میں کتابوں اور باقی  
 رہی یہ بات کہ اگر مصالح اور تردد واقع ہو کہ تعویف مالک پڑوسی کو ضرر ہے یا نہیں اور البتہ اس کے جواب میں ہمیشہ اشباہ نے منع تعویف کی تحریر کی ہے  
 مسئلہ مسفل اور طور قیاس کے کہ صاحب مسفل یا صاحب طویخ دیوار میں نہ ٹھونکنے جب کہ دوسرے کو ضرر کرے اور اسی طرح حکم ہے کہ جب تردد واقع  
 ہو ضرر اور عدم ضرر میں بنا بر اس قول کے جو فتویٰ کے واسطے مختار ہے چنانچہ خانہ میں ہے ہمیشہ نے کہا تو اسی طرح فسان کا تعویف اپنے ملک میں گویا  
 کہ ضرر یا ضرر اور عدم ضرر میں تردد واقع ہو تو منع کیا جائے گا اور اگر ضرر نہیں تو منع نہ کیا جائے گا مٹی نے کہا میں نے نہیں دیکھی اس شخص کو جس نے اس  
 تفصیل ہما لگا کر دیا ہو تو اس کو غیرت جاننا چاہیے تو تحقیق میری کتاب کے خواص سے ہے اتنی کلام الطحاوی نے کہا کہ ہمیشہ اشباہ سے شیخ

مراد ہے اور محشی کے قول ثانی کی حاجت نہ تھی اس واسطے کہ پہلا قول محشی کا ادائے مطلب میں کافی تھا اور علیٰ آئمہ بیعتہ مع تفضلی وقت فسئل المدعی بیتیہ فقال قد حجرتیہا ای الہیۃ فاشترتہا منہ اولم یقل فلک ای جمدیہا ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا ہے مع القبض کا ایک وقت میں مثلاً یہ دعویٰ کیا کہ اس نے فلانی چیز مجھ کو مرعنان میں دی سو مدعی سے گواہی طلب ہوئی اثبات ہے پر سو اس نے کہا کہ معاملہ یہ ہے کہ منکر ہو گیا ہے تو میں نے اس سے وہ چیز خرید کر لی یا مدعی نے یہ نہ کہا یعنی انکار ہے معاملہ کا ذکر نہ کیا بلکہ اول ہے کہ دعویٰ کیا پھر اس کے بعد خرید کا مفادہ الاکتفاء بامکان التوفیق و ہون مختار شیخ الاسلام من اقوال الاربعۃ اور مفادہ عدم قول بانکار ہے بامکان توفیق اور یہ قول شیخ الاسلام کا مختار ہے منجملہ چار قولوں کے ہم میں موضع میں تناقض واقع ہو مدعی سے یا مشرود سے یا مدعیہ سے تو اس کی توفیق یعنی رفع تناقض میں فقہاء کے چار قول ہیں پہلا قول یہ ہے کہ دونوں کلاموں میں میں بالفعل توفیق ضرور ہے اور امکان توفیق کافی نہیں دوسرا قول یہ ہے کہ امکان توفیق کافی ہے مطلقاً خواہ مدعی کی جانب سے یا مدعیہ کی طرف سے دوسرا توفیق متعدد ہو یا متحد میرا قول ہے ہے جمدی کا مختار ہے جس کو شارح ذکر کرے گا چوتھا قول یہ ہے کہ امکان توفیق کافی ہے بشرطیکہ دوسرا توفیق متحد ہو نہ متعدد و کذا فی الطحاوی عن ابی حنیفہ یہ معلوم ہوا تو دریافت کرنا چاہیے کہ جب مدعی نے یہ دعویٰ کیا پھر مدعیہ کا انکار یہ بیان کر کے خرید کا دعویٰ کیا تو مدعی کے کلام سے قول اول کے مطابق بالفعل توفیق حاصل ہوگئی اب تناقض باقی نہ رہا اور اگر یہ دعویٰ کیا پھر بلا ذکر انکار خرید کا دعویٰ کیا تو یہاں توفیق بالفعل مدعی کے کلام سے نہیں بلکہ قول ثانی کے مطابق شیخ الاسلام کا مختار ہے امکان توفیق ہے و اختارہ الجندی انہ یکنی من المدعی علیہ لامن المدعی لانه مستحق وذلك دافع والظاہر یکنی للدفع لالاستحقاق بزاتیہ اور جندی نے یہ قول پسند کیا ہے کہ امکان توفیق مدعیہ کی طرف سے کافی ہے نہ مدعی کی جانب سے اس واسطے کہ مدعی طالب حق ہے اور مدعیہ مدعیہ دافع استحقاق ہے اور مدعیہ دافع کے واسطے کفایت کرتا ہے نہ استحقاق کے واسطے کذا فی البزازیہ یعنی امکان توفیق کے نزدیک وجود اور دفع اس کا ظاہر ہے اور مدعیہ دافع میں حجت ہے نہ استحقاق میں کذا فی ابی حنیفہ علی الشراہ بعد وقتہا ای وقت الہیۃ تقبل فی العورۃ میں پھر مدعی مذکور نے بعد وقت ہر کے خرید پر گواہ قائم کیے یعنی مثلاً شوال کی خرید پر گواہی مقبول ہوگی دونوں صورتوں میں یعنی ایک صورت یہ کہ مدعی نے کہا کہ معاملہ نے یہ کاجھ سے انکار کیا دوسری یہ کہ نہ کہا بعد وقتہا طرف سے شراہ اقام کا کذا فی الحلبی وقیلہ لا لوضوح التوفیق فی الوجہ الاول وظہور التناقض فی الثانی اور قبل وقت ہر کے خرید پر مثلاً شعبان کی خرید پر گواہ قائم کیے تو گواہی مقبول نہ ہوگی بسبب واضح ہونے توفیق کے وجہ اول میں اور ظاہر ہونے تناقض کی وجہ ثانی میں ہم حاصل مسئلہ یہ ہے کہ مدعی نے یہ مرعنان کا مثلاً دعویٰ کیا جب گواہ طلب ہوئے تو اس نے خرید کا دعویٰ کیا اور گواہوں نے گواہی دی کہ مدعی نے وہ چیز مثلاً شوال میں خرید کی تو گواہی مقبول ہے کیونکہ توفیق بین القولین واضح ہے اس واسطے کہ بعد وقت ہر کے خرید میں تناقض نہیں کہ اس کی ملک بعد ہر ثابت ہوئی اور اگر گواہوں نے کہا کہ مدعی نے اس کو شعبان میں خرید کیا تو اس میں قول مدعی اور شہادت مشرود میں تناقض ہے اس واسطے کہ دعویٰ ہے اس کا اقرار ہے کہ مہربوب واجب کاملوک ہے قبل وقت ہر کے کلام ہی اس انفرادی مناقض لہذا مقبول نہیں ولولم ینذکر لہما تاریخا او ذکر لہما قبل الامکان التوفیق بتاخر الشراہ اور اگر مدعی نے یہ اور خریداری کی تاریخ ذکر نہ کی یا فقط بتاخر خرید کی تاریخ ذکر کی تو دعویٰ مقبول ہے بواسطہ امکان توفیق کے بسبب تاخر خریداری یعنی جب یہ اور خرید کی تاریخ ذکر نہ ہوئی تو احتمال ہے کہ خریداری بعد ہر واقع ہوئی ہو وہل بشرط کون الکلامین عند القاضی او الثانی فقط خلاف ذیغی تریج الثانی بجران بہ التناقض اور کیا شرط ہے کہ دونوں کلام تناقض قاضی کے سامنے صادر ہوں یا فقط کلام ثانی کا صادر ہونا قاضی کے پاس شرط ہے اس میں خلاف ہے اور قول ثانی کی تریج منوط ہے کذا فی ابی حنیفہ اس واسطے کہ کلام ثانی ہی کے سبب سے تو تناقض ثابت ہوتا ہے ہم علامہ مقدسی نے کہا کہ یہ خلاف لفظی ہے اس واسطے کہ جو کلام مجلس قاضی سے پیشتر ہوا جب تک کہ وہ قاضی کے نزدیک ثابت نہ کیا جائے گا تب تک تناقض متحقق نہ ہوگا اور دونوں مجلس قاضی میں صادر ہونے کذا فی الطحاوی و التناقض یرفع تصدیق الختم و یقبل التناقض ترکہ لاولیٰ و ادعیٰ بکذا و تکفیب الیٰ کم و تاملنی البزازیہ المصنف اور تناقض رفع ہوتا ہے ختم کی تصدیق سے اور تناقض کے یوں کہنے سے کہ میں نے کلام اول کو پورا اور سب میں یہ دعویٰ کرتا ہوں





بہتر یہ تھا کہ شارح لفظ بخلاف النکاح کو حذف کرتا کہ اس کی کچھ حاجت نہیں اور ان مسائل کا ذکر کتاب المعانی میں مناسب تھا مگر یہاں ان کا ذکر اس واسطے ہوا  
تاکہ قضا میں مذکور ہوا قرعہ قبض عشرۃ درہم ثم ادعی انہا زیوف او نہرہ صدق بملیہ لان اسم الدرہم لعیبا بخلاف السنوۃ لغلیۃ غشبا اقرار کیا دس  
درہم کے قبضہ کرنے کا پھر مقرر نے دعویٰ کیا کہ درہم مذکورہ زیوف ہیں یا نہرہ تو اس کی تصدیق ہوگی قسم کے ساتھ اس واسطے کہ درہم کا نام زیوف اور نہرہ کو شامل ہے بخلاف  
سنوۃ کے کہ ان کو اسم درہم شامل نہیں بسبب غالب ہونے ان کے عش کے ہم زیوف جمع ہے زیف کی زیف وہ درہم ہے جو خزانہ سلطانی میں نہ لیا جائے اور سودا گری  
میں اس کا لینا دینا راجح ہو اس واسطے کہ خزانہ سلطانی میں کھرا مال لیا جاتا ہے اور سنوۃ وہ درہم ہے جس کے اندر ناسیبا سبسہ ہوا اور دونوں طرف چاندی دعویٰ نے  
الوسعود سے نقل کیا کہ حق یہ ہے کہ نہرہ کے لفظ میں ب مقدم ہے لون پر چنانچہ مغرب سے معلوم ہوتا ہے کہ ذانی الطحاوی ولذا الواو ادعی انہا سنوۃ لا لصدق  
ان کان البیان مفصولا وصدق لو بین موصولا نہایتہ بالتفصیل فی الموصول لا الموصول اور چونکہ درہم کا نام سنوۃ کو شامل نہیں اگر یہ مقرر مذکورہ دعویٰ کرے  
کہ درہم مقبوضہ سنوۃ ہیں تو اس کی تصدیق نہ ہوگی اگر یہ بیان جدا ہوا قرعہ قبض سے اور تصدیق ہوگی اگر یہ بیان کیا اقرار قبض سے مگر ذانی نہایتہ تو تفصیل مذکور  
مفصول میں ہے نہ موصول میں یعنی تفصیل زیوف اور نہرہ ہیں اور سنوۃ میں در صورت انفصال بیان ہے یعنی اگر درہم مقبوضہ کو زیوف یا نہرہ کہا بطریق انفصال  
تو تصدیق ہوگی اور اگر سنوۃ کہا تو بطور انفصال تصدیق نہ ہوگی اور اگر اقرار کے ساتھ بیان متصل واقع ہوا تو بلا تفصیل تصدیق ہوگی خواہ زیوف کہا خواہ نہرہ  
خواہ سنوۃ ولو اقرار قبض الجبیا ولم یصدق مطلقا و موصولا لتناقض اور اگر کہے درہم کے قبضہ کرنے کا اقرار کیا اور پھر دعویٰ کہ درہم زیوف  
یا نہرہ یا سنوۃ تھے تو تصدیق نہ ہوگی مطلقا اگر یہ بیان موصول واقع ہوا بسبب تناقض کے یعنی جب وجود کا اقرار کیا تو اب اس کے خلاف دعویٰ کرنا صحیح  
تناقض ہے ولو اقرار قبض سنوۃ اذ قبض الثمن او استوفی حقه صدق فی دعواه الزیافہ لو بین موصولا والالا اور اگر اقرار کیا کہ اس نے اپنے حق پر  
قبض کیا یا ثمن پر قبضہ کیا یا اس نے اپنا حق پورا بھر لیا تو اس کی تصدیق ہوگی دعویٰ زیافت میں یعنی اگر یوں کہا کہ وہ درہم زیوف تھے تو تصدیق ہوگی بشرطیکہ اس  
کو موصول بیان کیا ہو اور اگر اس کو موصول بیان نہیں کیا تو تصدیق نہ ہوگی مگر نہرہ اور سنوۃ ہونے کا دعویٰ ماخذ ہے دعویٰ زیافت کے کیونکہ سب کا حکم ایک  
ہی ہے نہایہ میں ہے کہ اگر اپنے قبضہ کا دعویٰ کیا پھر بولا کہ وہ سنوۃ ہیں یا درہم رہا میں تو موصول تصدیق ہوگی نہ مفعلا کہ ذانی الطحاوی لان قولہ بیاد مفسر  
فلا یجمل التادیل بخلاف غیر لان ظہر اذ نفس فیجمل التادیل ابن کمال اس واسطے کہ مقرر کا بیاد یعنی کہے درہم کہنا مفسر ہے تو جمل تادیل نہیں بخلاف غیر بیاد کہنے کے کیونکہ وہ  
ظاہر ہے یا نفس تو اس میں تادیل کا احتمال ہے کہ ذکرہ ابن کمال مفسر میں مشدد وہ ہے جو نفس سے زیادہ تردید ہو اس طرح پر کہ اس کے ساتھ احتمال تادیل  
باقی نہ ہے اور ظاہر وہ ہے جس میں غیر مراد کا احتمال بعید ہو اور نفس وہ ہے جس میں غیر مراد کا احتمال بعید نہ ہو کہ ذانی الطحاوی تو جب جید بولا تو غیر جید کا احتمال  
باقی نہ رہا کیونکہ وہ مفسر ہے بخلاف قبض حق یا قبض ثمن یا استیفاء حق کے اقرار کے کہ وہ ظاہر ہے یا نفس تو اس میں زیافت دیرہ کا احتمال ہے اگرچہ احتمال بعید  
یا البعد ہے اقر بدین کم ادعی ان بعضہ قرض وبعضہ رجا و برکن علیہ برکنہ تینہ من ملا الدین دیگی فی الاقرار اقرار کیا دین کا پھر دعویٰ کیا کہ بعض دین  
قرض ہے اور بعض بیاج ہے اور اس پر گواہ لایا تو گواہی اس کی مقبول ہوگی چنانچہ قینہ میں ہے ملا الدین سے اور آگے کتاب الاقرار میں اذ سے کا قال لا اقر  
لک علی درہم فر وہ المقر ثم صدقہ فی مجلس فلا شئ علیہ للمقر لا لاجبہ اور اقرار ثانیاً و کذا الحکم فی کل ما فیہ الحق لو احد یک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تیرے  
بھڑے درہم ہیں سو میں نے اس کے واسطے اقرار کیا اس نے اس کا اقرار رد کیا یعنی یوں کہا کہ میرا تجھ پر کچھ نہیں یا وہ درہم تیرے ہیں یا فلا نے شخص کے ہیں کہ ذانی الطحاوی پھر  
مقرر نے مقرر کی تصدیق کی اسی مجلس میں تو مقرر کا کچھ ثابت نہ ہوگا مگر شہادت سے یا مقرر کے دوسرے اقرار سے اولیٰ طرح کا حکم پر ایک اس قرار میں جس میں ایک شخص کا  
حق ہے مقرر مذکور کا دین اس واسطے ثابت نہ ہوگا مقرر کا اقرار دین مردود ہو گیا مقرر کے رد کرنے سے اور بعد انکار کے تصدیق کرنا یہ دعویٰ ہے تو اس کے  
ثبوت کے واسطے گواہی یا تصدیق مہم ضرور ہے معنی نے اقرار مال کی قبضہ اس واسطے نکالی کہ رقیق اور اور طلاق اور اعتاق اور نسب اور ولا کا اقرار رد کرنے سے



تو چار سو سے تین سو ساقط ہو گئے اور بعضوں نے کہا کہ تین سو ساقط نہیں اور اسی پر فتویٰ ہے کہ ذانی التلقظ اور شاید کہ عدم سقوط کی وجہ سے کہ جب کہ مدعا علیہ منکر ہو  
تو اس کا ذمہ مشغول نہیں اس کے گمان میں پھر مقام یعنی باہم مجرا ہونا کہاں واقع ہوتا ہے **والسید اعلم** وان زاد کلمۃ ولا امرک و نحوہ کہ ایک لایقبل لتعذر التوفیق  
اور اگر منکر مال نے یہ لفظ زیادہ کیا اور میں تجھ کو نہیں پہچانتا سوں اور مانند اس کے چنانچہ یوں کہا کہ میں نے تجھ کو نہیں دیکھا تو برہن ایفایا ابرا مقبول ہے بسبب  
متعذر ہونے توفیق کے م یعنی ایک شخص نے دوسرے پر مال کا دعویٰ کیا سو مدعا علیہ نے کہا کہ تیرا مجھ پر کچھ نہ تھا ہرگز اور میں تجھ کو نہیں پہچانتا یا یوں بولا کہ میں نے  
تجھ کو نہیں دیکھا یا درمیان میرے اور تیرے مخالفت اور خلط نہیں اور نہ دینا اور نہ لینا یا میں اور تو ایک مکان میں مجتمع نہیں ہوئے اور مانند اس کے پھر مدعا علیہ  
نے ایفاء دین یا ابرا دین پر گواہ قائم کیے تو مقبول نہیں کہ ذانی فتح القدر شرح دقایہ میں ہے کہ عدم قبول بسبب تعذر توفیق کے ہے اس واسطے کہ وہ شخصوں کے دریا  
لینا اور دینا اور معاملہ اور ابرا بدون معرفت کے نہیں ہوتا اتنی ذیل لایقبل لان المحتب والخذرة قد تباذی بالشغب علی بارہ قیام بارضاء انھم ولا یعرفہ ثم یعرفہ  
حق لو کان ممن لعل بنفسہ لایقبل اور بعضوں نے یعنی قدری نے کہا کہ ایفاء دین کی برہن باوجود عدم معرفت مقبول ہے اس واسطے کہ مرد محتجب یا عورت پردہ نشین کو  
گاہے اذیت ہوتی ہے اپنے دروازے کے غل شور کرنے سے تو اپنے دلیل وغیرہ سے وہ امر کرتا ہے قائم کے راضی کر دینے کا اور حالانکہ مخاہم کو نہیں پہچانتا کہ وہ  
کون ہے پھر اس کو معلوم کرتا ہے تو اگر مدعا علیہ ان لوگوں میں سے ہو جو اپنا کام بذات خود کرتے ہیں بلا واسطہ دلیل تو اس کی برہن ایفاء قول عدم معرفت مقبول  
نہ ہوگی م یہ تفریح سے قاضی خاں کی محتجہ وہ ہے جو متولی اعمال بذات خود نہ ہو اور بعضوں نے کہا کہ محتجب وہ شخص عظیم الشان ہے جس کو ہر شخص نہ دیکھے کہ ذانی الطحا  
نعم لو ادعی اقرار المدعی علیہ بالوصول والا ایصال صح در رنی آخر المدعی لان التناقض لا یبطل صحت الاقرار بل اگر مدعا علیہ اس شخص کے اقرار وصول یا ایصال کا دعویٰ  
کرے جس پر دفع یا ایفاء کا دعویٰ کیا گیا تو صحیح ہے کہ ذانی الد رنی آخر المدعی اس واسطے کہ تناقض مدیوں صحت اقرار دائن کا مانع نہیں م طحاوی نے کہا یہ قول  
مرتبط ہے اس کلام مخذوف سے جو معنوم ہوتا ہے مقام سے تقدیر مخذوف یہ ہے کہ جب توفیق ممکن نہ ہو تو تناقض منقطع نہ ہو گا چنانچہ اس نے کہا کہ میں نے  
اس کو کچھ نہیں دیا پھر اس نے دینے کا دعویٰ کیا تو مسموع نہ ہو گا کیونکہ محال ہے کہ شے واحد میں دافع غیر دافع ہو بل اگر مدعی کے اقرار وصول یا ایصال کا دعویٰ کرے  
یعنی جس پر دفع دین اور قضاء دین کا دعویٰ ہو چکا اس کے اقرار کا دعویٰ کرے اس طرح کہ اس نے یہ اقرار کیا کہ دین اس کو پہنچ گیا ہو مدیوں سے یا مدیوں نے  
اس کو پہنچا دیا ہے اور گواہی سے اس کو ثابت کرے تو مسموع اور مقبول ہے کہ ذانی الطحاوی تبصر ف اقر ببع عبده من کلان ثم مجد صح لان الاقرار بالبیع  
بلا ثمن باطل اقرار بزازینہ اقرار کیا اپنے غلام کے بیع کا فلا نے شخص سے پھر اس کا انکار کیا تو اس کا انکار صحیح ہے اس واسطے کہ بیع کا اقرار بدون ثمن کے باطل ہے  
چنانچہ بزازینہ کی کتاب الاقرار میں ہے م صحت انکار کا مطلب یہ ہے کہ کلام تناقض نہیں اور اقرار سابق کی گواہی مسموع نہیں ادعی علی اقرار باعد امتہ منہ  
**فقال الآخر لم البع منک قط فبرہن المدعی علی الشرا منہ فوجد المدعی بہا علیہ ادا رد ہا فبرہن البائع انہ ای المشتري ہری الیہ من کل عیب**  
**بہا لم تقبل مینۃ البائع للتناقض دعویٰ کیا دوسرے پر کہ اس نے اپنی لونڈی اس کے ہاتھ بیچی تو دوسرے نے کہا کہ میں نے اس تیرے ہاتھ نہیں بیچا ہرگز سو گواہ ۶**  
**لای مدعی بائع سے خرید کرنے پر پھر مدعی نے لونڈی میں عیب پایا اس کے پھر دینے کا ارادہ کیا سو گواہ لایا بائع اس پر کہ مشتری بائع سے برأت کر چکا ہے اس کے**  
**ہر عیب سے تو گواہی بائع کی مقبول نہ ہوگی بسبب تناقض کے م وجہ تناقض یہ ہے کہ ادل بیع کا منکر ہوا پھر بیع کا مدعی ہو اس واسطے کہ برأت عیوب بیع بدون بیع**  
**متصور نہیں دمن الثانی تقبل لامکان التوفیق بیع وکیلہ وبراہ عن العیب اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ بائع کی گواہی مقبول ہے بسبب ممکن ہونے توفیق بائع**  
**کے وکیل کی بیع سے اور ابرا وکیل کے عیب سے م جب اس کے وکیل نے بیع کی تو یہ کہنا درست ہو گا کہ میں نے بیع نہیں کیا یعنی بذات خود مباشرت میں نہیں ہوا اور برأت**  
**عیب کی نسبت اپنی طرف کی کہ فعل وکیل بمنزلہ فعل موکل کے ہے ورنہ واقفہ سمرقند اور ازہنس مسئلہ تین واقعہ ہے سمرقند کا جس میں تناقض واقع ہے م طحاوی**  
**نے کہا کہ اگر شناسہ واقفہ سمرقند کو مصرح بیان کرتا تو واضح تر ہوتا اور صحت اندکھا بکذا وطلبتہ بالمہر فاکر فبرہنت فادعی انہ خلعا علی المہر تقبل لامحالہ ورنہ وہ دہو**

صیر وہ علم خلاصہ زوہ بنے دوی کی کہ اس نے بھر سے نکاح کیا اتنے عمر پر اور اس سے ہر کا مطالبہ کیا سو اس نے نکاح کا انکار کیا تو عدت گواہ کنی نکاح اور ہر پر سو  
مرد نے دوی کیا کہ اس نے عدت سے خلع کیا بعد میں ہر کے توہر و کا دوی مقبول ہے یعنی مرد سے اس دوی پر گواہ طلب ہوں گے مقبولیت دوی اس احتمال سے ہے  
کہ مرد کا نکاح اس کے باپ نے کر دیا ہو اور وہ صغیر ہو اور اس کو معلوم نہ ہو کہ نکاحی الخلامہ ہم یعنی اس کا انکار نکاح اس پر محمول ہے کہ وہ خود مباشر نکاح نہیں ہوا  
اور نفی مباشرت وقوع نکاح اجباری کی مثال نہیں پھر جب ایسا ہو تو بعد اس کے دوی خلع بوجہ ہر میں تناقض نہیں نکاحی الخلامہ ہی سبب جمع حکم ای مکتوب  
کتاب الشاہ الثانی آثرہ باطل ہو جاتا ہے تمام مضمون اس حکم یعنی کا قدر مرقوم کا جس کے آخر میں انشاء اللہ لکھا ہے ہم شریح نے بلفظ جمع اشارہ کیا کہ نوشتہ  
باطل ہو جاتا ہے خواہ اس میں ایک شے مرقوم ہو یا چند اشیا اور صاحبین کا خلاف مثال میں ہے وقالوا کہہ فقط وہوا استمان رابع علی قولہ فتح اور صاحبین نے کہہ  
فقط کچھ مضمون کا قدر مرقوم کا باطل ہوتا ہے جو انشاء اللہ تعالیٰ سے متصل ہے اور قول صاحبین استمان ہے جو رابع ہے امام کے قول پر نکاحی الخلامہ و ہوا استمان یہ ہے  
کہ عمل میں اصل مستقل ہے یعنی بجز دوسرے سے متعلق نہیں اور وثیقہ لکھا جاتا ہے عتدا و اسد ثلث کے واسطے تو اس استنی کل کی طرف راجع ہو تو کل کا بطلان لازم آوے  
اور یہ مقصود تحریر کے مخالف ہے تو استنی اسی کی طرف راجع ہو گا جو اس سے متصل ہے نکاحی الخلامہ من الزیعی و الفقوا علی ان لفرجہ کفاحل سکوت اور امام اور  
صاحبین متفق ہیں اس پر کہ فرجہ خط میں فاحل سکوت کے مانند ہم نیز یعنی انشاء تحریر میں کا قدر سادہ چھوڑنا ایسا ہے جیسے نطق میں سکوت کرنا لفرجہ انشاء اللہ تعالیٰ  
بالفرضہ کی طرف راجع ہو گا جیسے سکوت میں مابعد سکوت کی طرف راجع ہوتا ہے وہی انفرادہ السکل فی عمل مطلق ہو اور اذاعت بشرط اور علی لفرجہ متفق ہیں انشاء  
تعلق کے راجع ہونے پر کل کی طرف اور ان عمل منطوقہ میں جن میں عطف جرف داد واقع ہوا ہے اور ان کا غیر میں شرط ہے م چنانچہ ایک شخص نے یوں کہا کہ اس کی موت  
مطلق ہے اور اس کا خلام آزاد ہے اور اس پر بیت اللتک پیدل چلنا ہے انشاء اللہ تعالیٰ تو شرط تینوں جملوں کی طرف راجع ہے یعنی طلاق اور عتاق اور استنی کہ لازم  
نہیں بل منطوقہ کی قید ترجمہ میں اس واسطے لگائی کہ عمل مکتوبہ میں امام اور صاحبین کا اتفاق نہیں چنانچہ مسد حکم میں مذکور ہو چکا و اما استثناء بلا و اخواتا  
فلایمیر الاقرینہ ما ہم و مسون وینارا اور ہما فلادول استمان اور استثناء بلفظ لا اور اس کے اشال سے اخیر کی طرف راجع ہوتا ہے مگر بقریزہ اول کی طرف  
راجع ہو جاتا ہے چنانچہ اس قول میں کہ سو عدم اور پچاس دینار الا ایک درم تو یہ استثناء اول یعنی درجوں کی طرف راجع ہے نہ اخیر کی طرف بطریق استمان کے  
م تو نیز یہاں انکا وجہیت مستثنیٰ از اور مستثنیٰ ہے و اما الاستثناء بالشاء اللہ بعد جملتین ایھا مین فالیہما اتفاقا اور استنی بلفظ انشاء اللہ بعد جملتین ایھا مین و دنوں  
کی طرف بالاتفاق راجع ہے ہم جملہ ایقار سے جملہ بجز مراد ہے جس میں تعلیق واقع نہیں بقریزہ مقابلہ چنانچہ یوں کہنا کہ انت طاق و ہوا انشاء اللہ کملی لہی  
و بعد طاقین معلقین اور طلاق معلق و عتق معلق فالیہما من الثالث و لایمیر عند اللتانی اور استنی واقع ہونا بعد و و طلاق معلق کے باطلاق معلق اور عتق معلق کے  
تو دونوں کی طرف راجع ہوتا ہے ہر کے نزدیک اور اخیر کی طرف راجع ہوتا ہے جو یوسف کے نزدیک م و د طلاق معلق کی مثال وہی دخلت الدار فان  
طاق و طلاق انشاء اللہ اور طلاق معلق اور عتق معلق کی مثال ان دخلت الدار فان طاق و عیدی مہا اور یہ خلاف نطق میں ہے اور حکم میں تو دونوں  
کا اتفاق ہے ولو بلا عطف اور ہر سکوت فلایمیر اتفاقا اور اگر شرط واقع ہو بعد عمل و غیرہ متعاطفہ کے یا جملوں میں عطف ہو لیکن ماہین میں سکوت واقع  
ہو اور لفظ میں یا فرجہ واقع ہو انشاء خط میں تو استنی اخیر کی طرف راجع ہے بالاتفاق اخیر سے مراد مابعد سکوت ہے نکاحی الخلامہ ہی و عطف بعد سکوت لغو ہوتا ہے  
فیہ تشدید علی لغو و قمارنی لہم اور عطف کرنا تکلم کا بعد اپنے سکوت کے لغو ہے مگلاس میں لغو نہیں جس میں سخت گیری ہے اس کی ذات پر اور پوری بیان  
اس کا بجز لسانی میں م یعنی جس میں حکم کی ذات پر دست ہے تو وہاں عطف بعد سکوت لغو ہے چنانچہ یوں بولا کہ اگر تو اس گھر میں داخل ہوئی تو تجھ کو طلاق ہے  
اسے تعلیق میں جملہ اکرم واقع ہو گا اس وقت منظور ہوگی شرط پر نمونہ کیا جائے اور یہ یعنی اس لیے کہ آگے اس لیے ہے اس کے مقابلہ میں اور یہ یہاں غیر معلق ہونا چاہیے نہ تو طلاق  
دال ہے اس لیے ہے مگر خدا ہے نہ اگر تو گھر میں داخل ہو تو طلاق دالی ہے اور فلاں عتق طلاق دالی ہے مگر تو گھر میں داخل ہو تو بکھلا طاق ہے اور یہ لفظ آزاد ہے فاش

پھر چپ رہا پھر لولا اور اس دوسرے گھوڑے میں اور یہ ارادہ کیا کہ طلاق واقع نہ ہو مگر دونوں گھروں کے داخل ہونے سے اور جس میں سخت گیری ہو اپنی ذات پر چنانچہ پیر  
بولاکہ اگر تو گھوڑے میں داخل ہوئی تو تجھ کو طلاق ہے اور چپ ہو گیا پھر لولا اور اس دوسری زوجہ کو تو زوجہ ثانیہ میں داخل ہوگی کذا فی الطحاوی مات ذمی  
فقالت عرسہ اسلمت بعد موتہ و رقالت و رثتہ قبلہ صدقوا حکیم اللہ ذمی مرگیا سو اس کی زوجہ نے کہا کہ میں مسلمان ہوئی زوج کی موت کے بعد  
اور ذمی کے وارثوں نے کہا کہ قبل اس کی موت کے تو مسلمان ہوئی ہے تو وارثوں کی تصدیق ہوگی باعتبار حکیم حال کے ہم یعنی بدلیل استصحاب حال اس واسطے  
کہ سبب حرمان ارث یعنی اسلام زوجہ فی الحال ثابت ہے تو زمانہ گذشتہ میں بھی ثابت رہے گا تحریر میں ہے کہ استصحاب عبارت ہے اس امر محقق کے بقا حکم ہے جس کا  
عدم مظنون نہیں کا حکم الحال فی مسئلہ جہر بیان ما الطحاوی تہ صیغہ حال حاکم ہے پن چکی کے پانی جاری ہونے کے مسئلے میں ہم یعنی پن چکی کو ایک شخص نے اجارہ لیا سو  
مستاجر نے کہا کہ میں ارتفاع پر قادر نہ ہوا اس کے پانی جاری نہ ہونے سے اور مالک نے کہا کہ تو قادر ہوا تھا تو اب فی الحال پانی کو دیکھنا چاہیے اور اس کے موافق  
زمانہ گذشتہ میں حکم کرنا چاہیے یعنی اگر فی الحال پانی جاری ہے تو سابق میں جاری تھا اور اگر بالفعل جاری نہیں تو سابق میں بھی جاری نہ تھا تم الحال انما تصدق بوجہ  
لا الاستحقاق پھر دریافت کرنا چاہیے کہ استصحاب حال لیاقت رکھتا ہے حجت ہونے کی فقط دفع دعویٰ کے واسطے چنانچہ مسئلہ سابقہ میں نہ استحقاق کے واسطے  
کافی مسلم مات فقالت عرسہ الذمیت اسلمت قبل موتہ فارثہ وقالوا بعدہ فالقول لم لان الحادث یغنی عن اقرب واقاتہ چنانچہ حکم ہے اس مسلمان کے باب  
میں جو مرگیا سو اس کی ذمیہ زوجہ نے کہا کہ میں اسلام قبول کر چکی ہوں قبل موت زوج کے تو میں اس کی وارث ہوں اور میت کے وارثوں نے کہا کہ بعد اس  
کی موت کے تو مسلمان ہوئی ہے تو وارثوں کا قول معتبر ہے اس واسطے کہ تمہی چیز اپنے اقرب اوقات کی طرف منسوب ہوتی ہے یعنی بعد موت اقرب ہے ماقبل موت  
سے لہذا اسلام حادث مابعد موت کی طرف منسوب ہو گا اور اگر عورت کا قول معتبر ہوتا تو حکیم حال موت کے استحقاق ارث کی موجب ہوتی ہم طحاوی نے کہا  
ظاہر تمثیل اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ مثال ہے استحقاق ارث کی بسبب حکیم حال کے اور حالانکہ ایسا نہیں وجہ خلل یہ ہے کہ مسئلہ طحاوی اصل متن میں نہ تھا تو  
مسئلہ ذمی کے بعد مسئلہ مسلم تھا اور دونوں میں وجہ شہرہ اعتبار قول و رثتہ تخی مسئلہ طحاوی کے درمیان میں کئے سے یہ خلل پیدا ہو گیا تو اگر شارح متن کو بلا زیاد  
مسئلہ طحاوی باقی رکھتا تو بہتر ہوتا انتہی بتصرف فرع مسئلہ طحاوی شارح کا دفع الاختلاف فی کفر المیت و اسلامہ فالقول لمذی الاسلام بحر واقع ہوا اختلاف میت کے کفر  
اور اسلام میں تو مذی اسلام کا قول معتبر ہے کذا فی البہرہ صورت اس کی یہ ہے کہ ایک شخص مرگیا اور اس کے والدین ذمی ہیں اور بیٹا مسلم والدین نے کہا کہ میت  
کافر تھا اور بیٹے نے کہا کہ مسلمان ہو کر مر گیا تو میراث بیٹے کو ملے گی نہ والدین کو قال المودع بالفتح ہذا ابن مودعی بالکسر المیت لا وارث له غیرہ وفعھا الیہ ہوا  
لقولہ ہذا ابن وائسی کہا موصوع بالفتح نے یعنی جس کے پاس بیڑی دولت ہے اس نے کہا کہ یہ شخص میرے مودع بالکسر یعنی جس میت نے میرے پاس ولایت رکھوائی ہے  
اس کا یہ بیٹا ہے کوئی اس کا وارث نہیں سوائے اس کے تو واجب ہے کہ دولت اس شخص کو تفویض اور تسلیم کرے چنانچہ اس قول میں تسلیم دین واجب ہے کہ یہ  
شخص میرے صاحب دین کا بیٹا ہے یعنی بعد موت وائسن قید بالوارث لانه لو اقرانہ وصیہ او کید او مشتری من لم یدفعھا معنی نے وارث کی قید لگائی اس واسطے کہ  
امانت دار یہ اقرار کرے کہ وہ شخص میت مذکور کا وصی یا وکیل مشتری ہے میت سے تو اس کو ولایت نہ دے فان اقرنا نیا با بن اقرنہ لم یضد اقرارہ او انکرہ  
الابن الاول لانه اقرار علی غیر پھر اگر امانت دار دوسری بار میت مذکور کے دوسرے بیٹے کا اقرار کرے تو اس کا اقرار مفید نہ ہو گا جب کہ پہلا بیٹا اس کی تکذیب کرے  
کیونکہ یہ اقرار بے بیڑی حضرت کا ہم اور اقرار علی غیر حجت نہیں اس واسطے کہ اقرار اول صحیح ہو چکا کہ اس کا کوئی کذب نہیں بخلاف اقرار ثانی اور اگر ولد اول اقرار  
ثانی کی تصدیق کرے تو وہ بھی وارث ہو گا میت کا و لعمین لثانی خطہ ان دفع لاول بلا قضاء زلی علی اور در صورت تکذیب ولد ثانی کو بقدر اس کے حصے کے امانت  
دار نادان دے اگر ولد اول کو دولت دے چکا ہو بدون حکم قاضی کذا فی التزییہ ہم قول بالفن ان بھی صواب ہے چنانچہ فتح القدر میں ہے اور مقابل اس کے  
غایۃ البیان کا قول ہے عدم ضمان کا کذا فی الطحاوی ثمرکہ قسمت بین الورثتہ او العزما و لیسوا و لم یقولوا العلم کذا فی نفع المتن و الشرح و عبارتہ الدرر و غیرہ

نہ لم یضد کی جگہ لم یضد ہے یعنی اس کا اقرار نافذ نہ ہو گا

لاخیر وارث اور غیر عالم یکساں اور اولاد کا لہجہ لکنول ترکہ مقسوم ہو گیا اور یہاں وارثوں کے یا وہی وارثوں کے ان گواہوں کی گواہی سے جنہوں نے یہ نہیں کہا کہ ہم جانتے ہیں کہ میت کا کوئی وارث یا صاحب دین اس طرح سے لفظ نعم کا بلا صفت لفظی متن اور شروع کے نسخوں میں اور عبارت دررہ و نیز اکی یوں ہے کہ میں خود کی شہادت سے ترکہ مقسوم ہوا جنہوں نے یہ نہیں کہا کہ ہم میت کا کوئی وارث یا صاحب دین نہیں جانتے ہیں تو فاضل نے منہ لگا کر کہا کہ شائع نے نسخہ میں نعم ہو گا باسقاط اور ہرے پاس جو متن بعد شروع کا نسخہ ہے اس میں لفظ نعم مذکور ہے اور لفظ نعم لفظی لفظی معنی ہے اور فیروز نے وہ نسخہ کی طرف رجوع سے اتنی غلطی سے ہے کہ ایک شخص منہ لگا کر چھوڑ کر گیا اور شہادوں نے قاضی سے کہا کہ میت نے فلا نے فلا نے وارث یا صاحب دین میں لیکن انہوں نے معذرت کی گواہی نہیں دی تو قاضی ترکہ قسمت کر دیا ان میں اور ان سے فاضل نے کہے دیتوں القاضی ماتہ ثم تقضی اور قاضی کو میت قسمت ترکہ میں تاخیر سے قسمت کا حکم کرے م تاخیر احتیاط کے واسطے ہے کہ شاید کوئی وارث یا صاحب دین پیدا ہو پھر وہاں غالب ہو کر کوئی شریک ہو تا تو حاضر موتاں قسمت کا حکم دے اور مراد تاخیر حکم ہے تاخیر دفع بعد انقضاء اور مقلدہ مت قاضی کی تجویز پر مفوض ہے اور طحاوی نے ایک سال کی مدت مذکور کی ہے کہ ذالی الطحاوی مفضا و لو ثبت بالانذار کھلا اتفاق اور اگر وہ یا صاحب دین ان اقرار سے ثابت ہوں نہ شہادت سے تو طہات دیں بلطریق امام اور صاحبین کے دلو قتل الشہود ذلک لا اتفاقا بلکہ لیس یعنی یوں کہیں کہ ہم میت کا کوئی وارث یا صاحب دین سوائے ان کے نہیں جانتے ہیں تو نہیں عنایت بالاتفاق کہ ذالی الطحاوی اولی علی آخر وار القفسر والایمہ الغائب اور پسرین علی علی ما اوامہ انزلہ فی نصف الدی شامہ و ترک باقیہ مع ذی الید بلا کفیل ججد و ولید و عواہ اولم یجد غدا لہما و لہما استمان نہایت ایک شخص نے دوسرے پر ایک گھر کا دعویٰ کیا اپنے واسطے اور اپنے نائب بھائی کے واسطے بطریق ارث اور گواہ لایا اپنے دعویٰ پر تو مدعی نصف گھر سے بطور شائع اور چھوڑے ہائی کو قاضی کے پاس بدون ضمان لینے کے خواہ قاضی نے دعویٰ مدعی کا انکار کیا ہو یا انکار نہ کیا ہو بلکہ صاحبین کے یہی ان کے نزدیک در صورت انکار دعویٰ ہائی کو اس کے پاس در رکھو اور صاحبین کا قول استمان ہے کہ ذالی انہما یہ م امام کی دلیل یہ ہے کہ حاضر نعم نہیں نائب کی طرف سے استیفاء وارث میں اور قاضی کو تعرض جائز نہیں بدون نعم کے صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ جب اس نے دعویٰ ارث کا انکار کیا تو اس کی نجات ثابت ہوئی تو اب اس کے پاس رکھنا حضرت سے خالی نہیں والاتحاد البیتہ و القضاہ و الاموال و الغائب کی افصح انتحاب اصلا لورثہ صحابیت حتی لفظی منہ و لورثہ او گواہی کا ملوہ نہ ہو گا اور نہ قضا کا جب کہ مدعی کا نائب بھائی سفر سے آئے قول امح میں بسبب قائم ہو جانے ایک وارث کے قائم ہو کر میت کی طرف سے یہاں تک کہ او کے ہاویں گے متروکہ سے میت کے دیوں تم انا کیوں خصما بشرط تسوہ مسوہ فی البیوع معلوم کیجئے کہ وارث حاضر تو نعم ہوتا ہے باقی وارثوں کی طرف سے اس میں جو میت پر دعویٰ کیا جائے تو وارثوں سے جو شروع مذکور میں ہوا لائق میں م سید دعویٰ نے کہا کہ بتوہ تھا کہ شائع بشرط قطعہ کتا ایک شرط یہ کہ جن بالکل وارث کے ہاتھ میں ہو دوسرے یہ کہ اس میں قسمت ہو گئی تو میرے یہ کہ وارث نائب اس کی تصدیق کہے کہ میں مذکور میراث سے میت سے اتنی اس واسطے کہ جمع ہو نہ ہو جو الاراقی میں مذکور ہیں دو شرط نہیں بلکہ بیعہ شرط میں اور بیعہ احکام اور وہ بھی کا طہ میں یہ تو کہ ذالی الطحاوی فقہا والحق الفرق بین المدین والعیین اور حق ہے وہی اہل عین میں فرق ہے ہم یعنی اور اور نہ نعم نہیں باقی وارثوں کی طرف سے اس میں کے دعویٰ میں جو میت سے ہے کہ میں اس کے ہاتھ میں ہو اور اگر میت پر دعویٰ ہے تو اور اور نہ نعم ہو گا ہائی وارثوں کی جانب سے اگر چہ اس کے ہاتھ میں ہیں ترکہ نہ ہو اس واسطے کہ وارث کا حق جمع متروکہ میں شائع ہے بلکہ بیعہ صحابہ اور ہائی اور نہ یاہ اور نہ یاہ کا ظاہر ہے کہ دعویٰ دین میں بھی میں ترکہ کا بالکل ہاتھ میں ہو نا ضروری ہے جو الاراقی میں کہا کہ قطعہ میں ہر معنی فرق مذکور ہی حق ہے باقی سو بجا ہے اس صورت میں ہے جب کہ وارث صاحبین ہو چنانچہ مذکور ہو چکا اور اگر وارث میراث میں کامی ہو جائے تو اگر پنا دعویٰ ثابت کہے تو اس کے واسطے وارثوں کے واسطے وارث کا حکم ہو گا اگر اپنے اور ان کے واسطے وارث کا دعویٰ کیا ہو اور اگر دعویٰ ثابت نہ

کر سکا ہو اور مدعا علیہ اس کا دفع کر دیا ہو اس طرح پر کہ میں نے اس کو تیرے مورث سے خرید لیا ہے اور خرید کو ثابت کر چکا ہو تو دعویٰ ارث کا حاضر اور غائب کے حق میں منفع ہو گا کذا فی الطحاوی ابی السعود و مثله او مثل العقار المنقول فیما ذکر فی الاصحح در در اور مانند اس کے یعنی غیر منقول کے مانند منقول بھی امر مذکور میں بقول اصح کذا فی الدرر معنی اگر مال منقول میں دعویٰ ارث مدعی ثابت کرے تو وہ اپنا حصہ لے اور غائب کا حصہ ذی الید کے پاس چھوڑے مگر اعمدنی اللقی انہ یؤخذ منه اتفاقا و مثله فی البحر لیکن ملتقی الاجر میں اس قول پر اعتماد کیا ہے کہ منقول لے لیا جائے ذی الید سے باتفاق امام اور صاحبین کے اور اسی کے مانند بکر الراجح میں ہے م اس واسطے کہ منقول میں حفاظت کی حاجت ہے اور اس سے لے لینے میں زیادہ تر حفاظت ہے اور زمین تو خود محفوظ ہے قال واجمعوا انہ لا یؤخذون مقر صاحب بکر نے کہا اور امام اور صاحبین نے اجماع کیا ہے اس پر کہ غائب کا حصہ نہ لیا جائے یعنی منقول میں اگر ذی الید مقرر ہو طحاوی نے کہا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر منقول میں اجماع نہیں حالانکہ ایسا نہیں کیونکہ در حالت اقرار عقار اور منقول کا ایک ہی حکم ہے اوصیٰ لہ ثلث مالہ لقیح ذلک علی کل شیء لانما اختلف الیرث ایک شخص نے وصیت کی اپنے ثلث مال کی دوسرے کے واسطے تو یہ وصیت ہر چیز پر واقع ہوگی یعنی جمیع ملوک پر اس واسطے کہ وصیت میراث کی بہن ہے یعنی ہم جنس میراث ہے تو جیسے میراث ہر چیز میں جاری ہے ویسے ہی وصیت بھی ولو قال مالی او مالک صدقۃ فهو علی جنس مال الزکوٰۃ استمانا اور اگر کہا کہ میرا مال یا جس چیز میں ہوں وہ صدقہ ہے تو وہ مال زکوٰۃ کی جنس پر واقع ہوگا بطریق امتحان کے م وجہ امتحان یہ ہے کہ ایجاب عبد معتبر ہے حق تعالیٰ کے ایجاب سے یعنی جس چیز میں حق تعالیٰ نے صدقہ واجب کیا ہے اسی میں ایجاب عبد بھی واقع ہوگا مال زکوٰۃ میں سوائے سوائم اور نقدین اور اسباب تجارت داخل ہے خواہ بقدر نصاب ہو یا نہ ہو خواہ اشیاء مذکورہ مستغرق بدین ہوں یا نہ ہوں اس واسطے کہ جس چیز میں زکوٰۃ واجب ہوئی ہے اس کی جنس معتبر ہے قطع نظر اس کی مقدار اور شرط سے کذا فی الطحاوی وان لم یجد غیرہ امسک منہ قدر قوتہ فاذا ملک غیرہ تصدق بقدرہ اور اگر شخص مذکور نہ پائے سوائے مال زکوٰۃ کے یعنی اس کے پاس سوائے سوائم اور نقدین اور اسباب تجارت کے اور مال نہ ہو تو اس میں سے بقدر اپنی قوت کے رکھ لے اور باقی میراث کرے پھر سوائے اس کے جب کہ مالک ہو تو بقدر اس کے تصدق کرے مگر متاخرین نے مقدار قوت کی یوں ٹھہرائی ہے کہ پیشہ در اپنی ذات اور عیال کے واسطے ایک دن کا قوت رکھ لے اور صاحب غلہ یعنی جس کو مکان وغیرہ کا کرایہ حاصل ہونا ہو وہ ایک مہینے کا قوت رکھ لے اور اراضی کا مالک ایک سال کا قوت اور سوا اگر اتنا رکھ لے جو اس کو کفایت کرے یہاں تک کہ اس کو نیا مال حاصل ہو کذا فی الطحاوی فی البحر قال ان فعلت کذا فی مالک صدقۃ فیلزم ان یتبع ملک من رجل ثوب فی مندیل ویقبضہ ولم یرہ ثم یفعل ذلک ثم یردہ بخیار الرویۃ فلا یزید من غیر الراتی میں ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ اگر میں ایسا کروں یعنی مثلاً اگر زید سے کلام کروں تو جس کا میں مالک ہوں وہ صدقہ ہے تو اس کا صلہ یہ ہے کہ اپنی ملک کو ایک مرد کے ہاتھ بیع کرے بعوض اس کپڑے کے جو وہ مال میں پٹا ہوا ہے اور اسے قبضہ کرے بدون اس کے دیکھنے کے پھر وہ صل کرے یعنی زید سے کلام کرے پھر اس کپڑے کو بسبب بخیار رویت کے پھیر دے تو اس پر کچھ صدقہ لازم نہ آوے گا م اس واسطے صدقہ لازم نہ ہوگا کہ وقت حنث یعنی مثلاً کلام زید کے وقت کوئی چیز اس کی ملک میں نہ تھی بسبب بیچ ڈالنے کے اس واسطے کہ ملک کا اعتبار حنث کے وقت ہے نہ حلف کے وقت ولو قال الف درہم من مال صدقۃ ان فعلت کذا لفظہ ہو ملک اقل لزوم بقدر ما یمکن ولم یکن لشیء لایجب شیء اور اگر بولا کہ ہزار درہم میرے مال سے صدقہ ہیں اگر میں ایسا کروں پھر وہ فعل کیا اور حالانکہ وہ ہزار سے کم تر کا مالک ہے تو اس پر اتنا صدقہ لازم ہوگا جتنے کا وہ مالک ہے اور اگر اس کی ملوک کوئی چیز نہیں تو کچھ واجب نہیں و صحح الایضا و بلا علم اوصیٰ فصح تعزیرہ اور صحیح ہے وصیت کرنا موہی کا بدون علم وصی کے تو صحیح ہے تعریف وصی کا م یعنی اگر ایک شخص نے دوسرے کو اپنے طفل صغیر یا تترکہ پر وصی کیا اور وصی کو معلوم نہیں پھر وصی نے کوئی تعریف کیا مثلاً کوئی چیز اس کی بیچ ڈالی تو صحیح ہے لایصح التوکیل بلا علم وکیل نہیں صحیح ہے وکیل مقرر کرنا بدون علم وکیل کے یعنی اس کا تعریف بھی بدون علم توکیل صحیح نہیں والفرق ان تعریف الوصی خلاصہ والوکیل نیانہ ایضا اور توکیل میں فرق یہ ہے کہ تعریف وصی کا بطور خلافت ہے اور تعریف وکیل کا بطور نیابت ہے م جب تعریف وصی کا بطریق خلافت کے ہو تو علم ضرور نہ ہو جیسے تعریف وارث بطریق ملک اور ولایت کے ہے تو اگر دادا پوتے کا مال بعد موت ابن بلا علم موت ابن بیچ ڈالے تو جائز ہے اور وکیل کا





کذانی ولو لوجیه غلام کو بیچا دین والوں کے ادائے دین کے واسطے اور مال لیا سو اس کا ثمن ضائع ہو گیا قاضی کے پاس اور غلام ملک غیر نکلا یا غلام ہلاک ہو گیا قبل اس کی تسلیم کے تو قاضی اور امین پر ضمان نہیں اس واسطے کہ قاضی کا امین قاضی کے مانند ہے اور قاضی سلطان کے مانند ہے اور ہر ایک ان میں سے تاوان نہیں دیتا بلکہ ان سے قسم بھی نہیں لی جاتی بخلاف ناظر و قف کے نائب کے کہ اس کا قول بدون قسم کے معتبر نہیں قاضی اور سلطان پر اس واسطے تاوان نہیں کہ اگر ان پر تاوان ہو تو اس امانت کے قبول کرنے سے وہ پر سز کریں تو رعایا کی مصالح معطل ہو جاویں کذافی العینی و ربح المشتري علی العزماء تعذر الرجوع علی العاقد اور مشتری اپنا ثمن دین والوں سے پھرنے بسبب متعذر ہونے رجوع کے عاقد پر یعنی قاضی یا امین پریم اور قاعدہ یہ ہے کہ برب تعلق حقوق کا عاقد سے متعذر ہو تو اس شخص سے تعلق ہو گا جو اقرب الناس الی القعد ہے اور مقتدی اقرب الناس وہ ہے جس کو عقد سے قائمہ حاصل ہو سو یہاں اہماب دیون ہیں جن کے واسطے بیع واقع ہوئی کیا تو نہیں جانتا کہ قاضی بیع کا حکم نہیں دیتا جب تک صاحب دین طلب نہ کرے کذافی الحموی تعرف ولو بائع الوصی لحم ای لاجل العزماء بامر القاضی او بلا امره فاستحق العبد او مات قبل الفحص للعید من الوصی و ضلع الثمن ربح المشتري علی الوصی لانه وان نصب القاضی ما قد انبأ به الحق فربح الحقوق لیه و فربح علی العزماء لا مال لم اور اگر غلام کو وصی نے دین والوں کے واسطے بیچا قاضی کے حکم سے یا برون اس کے حکم کے پھر غلام مستحق غیر نکلا یا مر گیا قبل قبضہ کر دینے غلام کے وصی کی جانب سے اور ثمن ضائع ہو گیا تو مشتری وصی سے ثمن بھرے اس واسطے کہ وصی کو اگر پھر قاضی نے عاقد قائم کیا میت کا نائب بنا کر حقوق بعد وصی ہی کی طرف راجع ہوں گے اور وصی دین والوں پر رجوع کرے گا کیونکہ وہ عامل ہے انھیں کی منفعت کے واسطے م جو کسی کے واسطے کام کرے اور اس کام کے سبب سے اس پر ضمان لازم آوے گا تو وہ تاوان اس سے پھرنے جس کے واسطے کام کرتا تھا مخطاوی نے کہا بہتر ہے تھا کہ شایع بیوع کتبا بجائے بیوع کے ولو نظر بعدہ للیت مال ربح الغریم فیہ بدین ہوا لامر اور اگر بعد اس کے میت کا مال ظاہر ہو تو دین والا اپنا دین اس مال میں سے بھرے یہی قول اصح ہے اخرج القاضی الثالث للفقراء ولم یعظم ایاہ حتی ملک کان الہاک من المای الفقراء والثلاثان للورثۃ لامر قاضی نے متذکرہ بھی سے تہائی نکالی فقروں کے واسطے اور ان کو نہیں دی یہاں تک کہ وہ تلف ہو گئی تو فقروں کا مال ضائع ہو گیا اور باقی دو تہائیاں وارثوں کا حق ہے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی قاضی فقروں کے واسطے عامل تھا تو قاضی پر ضمان نہ ہو گا امرک قاض عدل بربکم او قطع فی سرقة او ضرب فی حد فنی بہ ما ذکر وسعک فعلہ لوجوب طاعة ولی الامر سے مخاطب ہے کہ قاضی عادل نے امر کیا زانی محسن کی سنگ ساری کا یا اتمہ کاٹنے کا پوری میں یا مارنے کا حد میں جس کا وہ حکم کر چکا ہے یعنی ثبوت رجم یا قطع یا ضرب کا حکم دے چکا تو تجھ کو اس کے فعل میں گنجائش ہے تنگی نہیں بسبب واجب ہونے طاعت حاکم کے یعنی طاعت اولی الامر قرآن مجید سے ثابت ہے اور بخل طاعت کم کی تصدیق ہے ومنہ محمد حتی یعاین الحجۃ واستخمدہ فی زمانہ دنی ایوں و بلفیتی اور منع کیا ہے فعل مذکور کو محمد نے تاوقیہ حجت ثبوت کو معائنہ کرے اور علمائے اس کو پسند کیا ہے ہمارے زمانے میں اور عیون میں ہے کہ اسی قول کا فتویٰ ہے م وہ استحسان مذکور فنا وقفاۃ ہے اس واسطے کہ اکثر قاضی رشوت دے کر عمدہ قضا حاصل کرتے ہیں تو احکام ان کے باطل ہیں اور تدارک قطع وغیرہ کا غیر ممکن ہے بجز اللائق میں کہا لیکن میں نے بعد اس کے صدر شہید کی شرح ادب القاضی میں دیکھا کہ محمد نے شیخین کے قول کی طرف رجوع کیا ہے چنانچہ ہشام نے محمد سے رجوع کی روایت کی ہے اتھی خلاصہ یہ ہے کہ محمد اول شیخین کے موافق تھے پھر قائل منع مذکور کے ہوئے پھر انکار رجوع کرنا شیخین کے قول کی طرف صحیح ہوا کذافی الطحاوی الانی کتاب القاضی الضرورة مگر قاضی کے خط میں اس کے موافق عمل کرنا بلا معائنہ حجت جائز ہے بسبب ضرورت کے یعنی بضرورت اھیاء حق اور اس واسطے کہ خیانت اس میں کم واقع ہوتی ہے کذافی الطحاوی ذیل یقبیل لو عدلا عالما اور بعضوں نے کہا رجم یا قطع یا ضرب کا قول مقبول ہے اگر قاضی عادل اور عالم ہو م یہ قول ہے جو منصور کا اس واسطے کہ عدم اعتماد بجلت ضنا اور غلطی کے ہے اور یہ امر عالم عادل میں فتنی ہے اور اسبابی نے ذکر کیا امام کے نزدیک قاضی کے بموجب قول کے عمل کرنا اس صورت میں ہے جب کہ قاضی عالم عادل ہو اس واسطے کہ قاضی جاهل ظالم لائق قضا کے نہیں اور اس کا امر بالاتفاق لائق امتثال کے نہیں تو ابو منصور کا قول کشف ہے مذہب امام سے کذافی الطحاوی وان عدلا جاهل ان استفسر فاحسن سے یعنی جس کا کفار ہو گیا ہو اور باوجود اس کے پھر نہ اس کے سے دسک فعلہ کاتر جہوں مناسب تھا کہ تو اس فعل کو کر سکتا ہے یعنی اگر قاضی رجم اور ضرب کا حکم دے تو مخاطب کو تعمیل ممکن ہے

تفسیر الشرائع والادب اور تفسیر ماہیوں کے ہاں ہے اگر اس سے مستفاد کیا جاوے تو میان شرائط کا محراب سے تو اس کی تصدیق ہوگی اور نہیں تو تصدیق نہ ہوگی  
 مثال اس کی نہیں ہے کہ قاضی نے ذناب کے مقررے مستفاد کیا اور زنا کا اور میں محبت سے اس نے زنا کیا اس کا سوال مقررے کی تو اس نے فرمایا پھر  
 اس میں موقوف ہے اور اس پر میں نے شکر کیا کہم کیا اور عدد مقررے میں کے کہ میرے نزدیک ثابت ہوا اس نے بقدر نصاب ممکن محفوظ سے یا جس میں کو  
 مشہد نہیں استقصا میں کے کہ اس نے عدل با شہر قتل کیا تو اب اس کی تصدیق اور قبول قول واجب ہے کذا فی النسخ و کذا فی التبتی قولہ لو کان فاسقاً لما کان  
 او با لا متیذ فالقضا کا ارجح اور اسی طرح قاضی کا قول مقبول نہیں مگر قاضی فاسق ہر عالم ہو یا جاہل بسبب تمت کے تو قاضی چار قسم میں م قاضی بل عالم عادل ہے  
 جاہل عادل یا عالم غیر عادل ہے یا جاہل غیر عادل ہے تو قاضی اول کے قول پر قطع یہ ہائے اور قاضی ثانی اگر سوال سبب میں خوب بیان کرے تو تصدیق اس کی  
 واجب ہے اور قطع ہائے اور ثالث اور رابع کا قول مقبول نہیں کذا فی حدیث الشریعۃ الا ان للعلیین الحجۃ ای سبباً شرعیاً کما جرت مجتہدین یعنی سبب شرعی کما جرت  
 تو اب قاضی جاہل اور فاسق کا قول مقبول ہے م اس واسطے کہ بعد معائنہ جہت تمت باقی نہ رہے شائع نے جہت کو مادل بسبب اس واسطے کیا تو قرار کو بھی شامل  
 ہو جائے صعب و ہنال انسان عند المشورہ فادعی ملک منارہ وقال صاحب کانت الدین محبتہ وانکرہ الالک فالقول للعصاب بالکارہ الفعلان و مشرؤ  
 یشدون علی صاحب لامل عم النجاستہ و صلک یا کسی ہادی کانیں گوہوں کے سامنے سواس کے مالک سواس کے تاوان کا دعویٰ کیا بعد و صلکانے دتے نے کیا  
 کتب ناپاک تھا بعد مالک اس کا انکار کرتا ہے تو و صلکانے دے کے قول مجتہد چاہیے مگر ہونے ضمن کے اور گواہ گواہی دیتے میں و صلکانے پر نہ کانیں کی عم نہایت  
 پر م اللہ بر اجاب دم ضمنی مطلق پر دولت کرتا ہے حال نہ تیل مگر ناپاک ہو جائے تو اس کی تیلیر ممکن ہے اور تیل ناپاک کا پراخ جانا اور ست ہے غیر مسجد میں اور  
 اس کو اس پر عمل کیے کہ اس پہ ناپاک تیل کا ضمن نہیں بلکہ ناپاک کا ضمن ہے تو جواب ظاہر ہے یعنی ہاتھ دھو کر ناپاک تیل کا پراخ جانا اور ست ہے غیر مسجد میں اور  
 لرو نہ او لقتلہ الی لہم لیسوع قولہ لیسوعی الی فریح باب السعدین فارقتل و لقول کان یقفل لذلک و المراد م عظیم فلا یحل بکاف الال قرارہ بزانیہ اور اگر ایک شخص نے  
 قتل کیا ایک مرد کو اور بعد میں نے اس کو قتل کیا بسبب اس کے امتداد کے یا بسبب کے بار ڈالنے کے میرے باپ کو تو قاتل کا قول شروع نہ ہوگا تا کہ سزا اور  
 شورش کا وعدہ نہ رکھ جائے یعنی اگر اس کا قول بلا مشورہ مقبول ہو تو سزا و عظیم ہر پا ہو جو شخص چاہے دوسرے کو ناحق مار ڈالے اور اس کے ارتداد و غیرہ کا دعویٰ  
 کسے لندا وہ قاتل کیا جائے گا اور قاضی کے کہ قتل اس کے واسطے تھا اور خون کا ہر عظیم ہے سو وہ عمل چھوٹ نہیں سکتا بخلاف مال کے کذا فی البرزہ میں  
 کتاب الاقرارم نکل کا ہر عظیم ہے لندا مال میں ایک تم کفایت کرتی ہے اور خون میں پچاس تین صدق قاضی معزول ہائیں قال لزیاد اخذت منك  
 الفاقصیت ہای بلان لیکر و وضعہ الیہ فقال قمیث قطع پر کئی حق و ادوی زیاد اخذ الالف و قطر ہید ظلم و اقرب کو نہما ای الا فذا قطع  
 فی وقت قصائہ و کذا لوزم خود قبل القیاد بعد العزل فی الامح لانا اسند فوالی مالا مسودۃ منافیۃ للضمنی بیعت الامن یرین زید لک کو نہما فی ہر قصار  
 قاضی یکرین بطور حدیثیہ تصدیق کی جائے گی اس قاضی معزول کی بدوی تم کے جس نے زید سے کہا کہ میں نے تجھ سے عد ہر ترمیم یہ جن کا میں نے حکم  
 کیا تھا اگر کے واسطے اور میں نے اس کو ویسے یا قاضی نے کہا کہ میں نے حکم دیا تھا تو بے اتھ کائے کائنات میں اور زید نے اس کے ہزارہ میں نے اور اتھ کائے کاہ  
 ما عالم کے دعویٰ کیا اور اگر کو ایک دونوں میں سے اس کا قول قطع اس قاضی کی قضا کی حالت میں واقع ہوئی اور اسی طرح قاضی ہوگی اگر اس کے فضل نہ کر کہ  
 گواہ کی قتل تصدیق قضا یا بعد معزول ہونے کے قتل امح میں اس واسطے کہ زید نے قاضی کے فضل کی اس حالت میں معینہ یعنی قضا کی طرف نسبت کی جو تاوان کے منافی ہے  
 تو قاضی کی تصدیق ہوگی مگر یہ کہ زید کا وعدہ ہے اس پہ کہ اس کا قول قطع حالت قضا میں نہیں واقع ہوئی تو اب قاضی بطل ہوگا اس فضل میں کذا فی حدیث الشریعہ م حالہ  
 تھا اس واسطے منافی حمان ہے کہ ظاہر اس کا شاید ہے اس پہ کہ با قاضی حکم کا کم نہیں کرتا اور قاضی پر تم اس واسطے نہیں کہ فضل اس کا قضا میں ہو جرمی  
 ملے عمر بدلنے نہیں کہ بعد ہر قضا کا اصل قاضی کو ہاں سے صعب ہوا گیا بلکہ یہ قبلی قبول کا اصل ہر حدیث ہے صعب ہوا گیا بلکہ یہ دوسرے کا اصل کہ جھٹکے کا اصل  
 ۲۸

ثابت ہوا کہ ذانی الطحاوی فرغ مسئلہ ملحقہ شارع کا نقل فی الاشباہ عن بعض الشافعیۃ اذ لم یکن للقاضی شیء فی بیت المال فلما اخذ عشر تمولی من اموال التیامی ولاقان اشباہ میں نقل کیا کسی شافعی مذہب سے کہ جب قاضی کا بیت المال سے کچھ زونہ مقرر نہ ہو تو اس کو دسواں حصہ اموال تیامی اور اوقاف سے من کا وہ کار پر دانہ لینا درست ہے ہم صاحب اشباہ نے اس قول کو صاحب الوار سے نقل کیا پھر اس کے انکار میں مبالغہ کیا ذانی الخانیۃ للمتولی العشر فی مسئلۃ الطاحونۃ اور خانیہ میں ہے کہ متولی کو دسواں حصہ لینا جائز ہے مسئلہ طاحونہ میں ہم اس مسئلہ کا یہاں ذکر بے محل ہے علاوہ بریں یہ قول محرر اور منقح بھی نہیں اشباہ میں خانیہ سے یوں منقول ہے کہ ایک شخص نے اراغی اپنے موالی پر وقف کی پھر وقف مرگیا اور قاضی نے وقف ایک متولی کو سپرد کیا اور حاصلات وقف کا دسواں حصہ متولی کے واسطے مقرر کر دیا اور وقف میں ایک طاحونہ یعنی ایک پنچ کی ہے ایک شخص کے ہاتھ میں بطور مقاطعہ جس میں متولی کی کچھ حاجت نہیں اور اس پنچ کی دلے لوگ اس کا غلبہ لیا کرتے ہیں تو متولی کا دسواں حصہ اس میں واجب نہ ہو گا اس واسطے کہ متولی نہیں لیتا مگر بطریق اجرت کے تو مستوجب اجرت نہ ہو گا بدون عمل کے انتہی علامہ میری نے کہا صواب یہ ہے کہ عشر جو متولی کے واسطے اس وقف میں مقرر ہوا تو مراد اس سے اجرت مثل ہے تو اگر عشر زیادہ ہو اجرت مثل سے تو زائد کو پھر دے اور تجھیں کرے اور خزانہ اکل اور دلوالہ میں بطریق اجمال یوں ہے کہ متولی کو اجرت مثل سے زیادہ لینا جائز نہیں کہ ذانی الطحاوی ملحقاً قلت لکن فی البراز یہ کل ما یجب علی القاضی والمفتی لایکل لہما اخذ الاجر بہ کانکار صغیر لانه واجب علیہ وجواب المفتی بالقول دام بالکتابۃ فیجوز لہما علی قدر کتابتہما لان الکتابۃ لاتوزمہما وتمامہ فی شرح الوبیانۃ میں کتابوں لیکن برازیہ میں ہے کہ جو فعل کہ قاضی اور مفتی پر واجب ہے تو وہ دونوں کو اس کی مزدوری لینا جائز نہیں جیسے صغیر کانکار کر دینا اس واسطے کہ وہ قاضی پر واجب ہے اور جیسے مفتی کا زبانی جواب دینا کہ وہ مفتی پر واجب ہے اور تحریر کی اجرت لینا سو قاضی اور مفتی دونوں کو جائز ہے بقدر ان کی کتابت اس واسطے کہ کتابت قاضی اور مفتی پر لازم نہیں اور پوری بیان اس کا شرح وہبانیہ میں ہے ہم خلاصہ میں ہے کہ قاضی کو سجلات ویزہ کی کتابت پر اجرت لینا بقدر اجرت مثل جائز ہے یہی قول مختار ہے اور نکاح صغار پر کچھ لینا نہیں اور اس کے سوائے حلال ہے اور مال یتیم کی بیع کی اجازت پر اجرت حلال نہیں اور اگر اجرت لے گا تو بیع نافذ ہوگی انتہی شرح وہبانیہ میں کہا اور واضح یہ ہے کہ تقدیر اجرت کی بقدر مشقت کے ہے اور گاہے ایک سو کے وثیقے کی مشقت جس میں اجناس مختلفہ ہیں زیادہ ہوتی دس لاکھ نقد کی مشقت پر میں کتابوں اور عادیہ میں ملقط سے ہے اور یہ جو بعضوں نے کہا کہ ہر ایک ہزار میں پانچ درم اجرت ہے سو معتد نہیں اور ہمارے اصحاب رحمہم اللہ کی فقہ سے مناسب اور لائق نہیں اور کون سی مشقت ہے کاتب کو کثرت ثمن کی تحریر میں اس کو تو اجرت مثل ہے بقدر اس کی محنت کے اور بقدر اس کی صنعت اور عمل کے مانند اجرت حکاک اور شتاب کے مشقت قلیلہ میں اور شرح ترمذی میں نصاب سے منقول ہے کہ اجرت واجب ہے بقدر سنج اور تعب کے اور یہ قول ہمارے اصحاب کے اصول سے اشباہ ہے اور کتاب السجلات میں ہے کہ مجمع قول یہ ہے کہ وثیقہ نوشتہ کے طول اور قصر اور اس کی صعوبت اور سہولت کی مقدار کی طرف مرجع ہے اجرت کا انتہی کہ ذانی الطحاوی دینا ہے دلیم لہ اجروان کان قاسما: وان لم یکن من بیت قال مقررہ اور شرح وہبانیہ میں ہے اور قاضی کے واسطے اجرت نہیں اگرچہ وہ قاسم ترکات ہو اور گو اس کے واسطے بیت المال سے کچھ مقرر نہ ہو اور جس بعض لاندہم مقررہ ذنی مختارنا فالقول الاول بنصرہ اور بعضوں نے بسبب اندام مقررہ کے اجرت جائز رکھی ہے اور ہمارے زمانے میں تو پہلا قول منصور اور مختار ہے + وجوز للمفتی علی کتب خطہ علی قدرہ اذ لیس فی الکتب یحصرہ اور مفتی کو اجرت مجوز تھی اس کے لکھنے پر بقدر اس کی کتابت کے اس واسطے کہ مفتی کتابت میں منہر نہیں یعنی اس پر کتابت واجب اور لازم نہیں م شرح وہبانیہ میں جلال الدین ابوالہمامد سے منقول ہے کہ فقہانے کہا کہ مفتی کو کچھ مضائقہ نہیں جو اب فتویٰ کی کتابت لینے میں اس واسطے کہ مفتی پر نہ بان سے جواب دینا واجب ہے نہ ہاتھ سے لکھ دینا اور باوجود اس کے نہ لینا بہتر ہے یعنی تا قیل اور قال سے نیچے اور برابر وابتدال سے محفوظ رہے کہ ذانی الطحاوی واللہ تعالیٰ اعلم واستغفر اللہ العظیم



## کتاب الشہادت

یہ کتاب ہے شہادت کے احکام میں شہادات جمع ہے شہادت کی اگرچہ شہادت اصل میں مصدر ہے لیکن مصنف اس کو بعینہ جمع لایا باعتبار اس کے انواع کے آخر من القضاء لانہا کالوسیلة وهو المقصود مصنف نے شہادت کو مؤخر کیا قضا سے اس واسطے کہ شہادت بمنزلہ وسیلہ کے ہے اور قضا مقصود ہے اور مقصود مقدم ہے وسیلہ پر ہی لفظ خبر قاطع شہادت لغت میں عبارت ہے خبر قاطع سے یعنی قطعی اور یقینی خبر جس میں محکم اور تردد نہیں و شرعاً اخبار صدق لاثبات حق فتح قلت فاطلاقاً علی الزور مہاز کا طلاق الیمن علی الفوس اور شرعاً میں شہادت جہاد ہے اخبار صدق سے حق ثابت کرنے کے واسطے کذافی الفتح میں کتابوں جب شہادت اخبار صدق ہوتی تو بھوتی گواہی کو شہادت بولنا مجاز سے حقیقت جیسے قسم بولنا بھوتی قسم پر مجاز ہے اخبار بمنزلہ جنس کے ہے اور صدق کی قید سے اخبار کا ذبہ حد شہادت سے نکل گئی اور اثبات حق کی قید سے وہ قول لکل گیا جو بعض عرفیات کو کوئی شخص مجلس قضا میں بہ لفظ اشہد تکلم کرے۔ بلفظ الشہادۃ اخبار صدق بلفظ شہادہ ہوم یعنی شہادت میں بالخصوص لفظ شہادت مستعمل ہے تو تعبیر بہ لفظ علم یقین کافی نہیں فی مجلس القاضی ولو بلا دعوی کافی عن الامت اخبار صدق بہ لفظ شہادت مجلس قاضی میں اگرچہ بلا دعوی مدعی ہو جیسے لوٹدی کی آزادی میں مجلس قضا کی قید سے شاید کہ وہ خبر خارج ہو گئی ہو غیر مجلس قضا میں واقع ہوتی کہ وہ معتبر نہیں حتی ہاریا وطلاق زدہ میں صحت شہادت کے واسطے دعوی شرط نہیں بلکہ جمیع شہادت حسیکا یہی حکم ہے کذافی الطحاوی و سبب وجوبہا طلب ذی الحق او خون فوت حقد بان لم یعلم بہا ذوا الحق و ذوات فوتہ لزم ان یشہد بلا طلب فتح اور وجوب شہادت کا سبب طلب صاحب حق ہے یعنی جب کہ صاحب حق شہادت کی درخواست کو سے یا صاحب حق کے حق فوت ہونے کا خوف ہو اس طرح پر کہ صاحب حق نہ جاننا ہو شاید کہ شہادت کو اور شاید قدرے فوت ہو جانے سے تو اس کو گواہی دینا لازم ہوگا بلا طلب مدلل کے کذافی الفتح یعنی آدمی کے حق میں شہادت شاید پر واجب نہیں بلا طلب آدمی مگر در صورت خون فوت حق اور حق اللہ کی اولئے شہادت میں تو شاید شرط مطالب ہے شرطہا احدى عشر و شہادت کی شرطیں ایسی ہیں شرائط مکاننا و احد مکان شہادت کی شرط ایک ہے یعنی ایک شرط یہ ہے کہ مجلس قضا میں شہادت واقع ہو طحاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارع یوں کہتا کہ شرط مکاننا و احد و شرائط العقل ثلثہ العقل الکامل وقت العقل والبصر و معایرہ المشہورہ بالایمان مثبت بالتسامح اور تحمل شہادت یعنی شاید ہونے کی شرطیں میں عقل کامل ہونا شاید ہونے کے وقت اور بصارت اور معانہ کرنا اس چیز کا جس کی گواہی دی جائے مگر اس کا معانہ شرط نہیں جس میں تسامح سے گواہی ثابت ہے مگر جب عقل کامل شرط ہوتی تو جنوں اور صغیر لا یعقل کا گواہ بھی نہیں اور اسی طرح اندھے کی گواہی صحیح نہیں بسبب عدم بصارت کے لیکن تحمل شہادت کے واسطے بلوغ اور حریت اور اسلام اور عدالت شرط نہیں تو اگر گواہ ہونے کے وقت صغیر مائل ہو یا کافر یا فاسق یا پھر غیر مسلم یا مجنون یا اولاد صرف تو ب مقصود ہے کہ اس کا حق ثابت ہو نہ کہ ثابت کرنا منظور ہے ۱۱ ۱۲ یعنی ایک درجہ سے کہنے سے متحقق ہو ۱۲

بالغ ہو جائے اور غلام آزاد اور کافر مسلمان اور فاسق توبہ کرے اور اشخاص مذکورین قاصی کے سامنے گواہی دیں تو گواہی مقبول ہوگی۔ کذا فی البحر  
وشرائط الاداء سبعتہ عشر عشرۃ عامہ و سبعتہ خاصۃ اور ادائے شہادت کی سترہ شرطیں ہیں دس شرطیں عام ہیں جمیع انواع شہادت میں اور سات  
شرطیں بعض انواع شہادت میں خاص ہیں منہا الضبط ازاں جملہ ضبط ہے یعنی یہ شرط ہے کہ شاہد کو واقعہ خوب یاد ہو بلا شک و تردید تو امام کے  
نزدیک شاہد کو اپنے خط پر اعتماد کرنا جائز نہیں۔ بدون مقدمہ یاد ہونے کے خلافاً للصاحبین والولایۃ فی شرط الاسلام والمدعی علیہ مسلماً اور  
من جملہ شرائط ولایت ہے یعنی شاہد کو ولایت حاصل ہو مشہور علیہ پر اس طرح کہ دونوں کا دین ایک ہو یا شاہد کا دین حق ہو اور شاہد صریحاً بالغ ہو کذا  
فی الطحاوی تو اسلام شاہد کا شرط ہے اگر مدعا علیہ مسلمان ہو اور اگر مدعا علیہ کافر ہو تو مسلم اور کافر کی گواہی مقبول ہے والقدرۃ علی  
التیمر بالسمع والبصرین المدعی والمدعی علیہ اور ازاں جملہ یہ شرط ہے کہ شاہد کو قدرت ہو مدعی اور مدعا علیہ کے مابین امتیاز کرنے  
کی بسبب سماعت اور بصارت کے یعنی آواز سن کر اور صورت دیکھ کر دونوں میں فرق کر سکتا ہو ومن الشرائط عدم قرابۃ ولادۃ وزوجیۃ اور  
من جملہ شرائط عدم قرابت ہے باعتبار ولادت اور زوجیت کے م تو گواہی اصل کی فرع کے واسطے اور اس کے بالعکس جائز نہیں اور اسی  
طرح زوجین کی گواہی او عداوۃ دنیویۃ اور من جملہ شرائط عدم عداوت دنیوی سے تو دنیوی عداوت مانع شہادت نہیں اور دفع مغرم او بر منعم کا سببی  
یا من جملہ شرائط دفع تاوان یا حصول منفعت کا نہ ہونا ہے چنانچہ عن قریب اس کا ذکر آئے گا یعنی یہ شرط ہے کہ شاہد کو شہادت سے فائدہ نہ حاصل  
ہو اور نہ اپنی ذات سے دفع مضرت کرے م ماق اور شارح نے شہادت کے شرائط کو بالاستیعاب ذکر نہ کیا اور تفصیل شرائط اس طرح سے کہ  
بعض شرائط شاہد کی طرف راجع ہیں ان میں سے پانچ وجوب و قبول کی شرطیں ہیں بلوغ اور حریت اور بصارت اور نطق اور عدالت اور یہ کہ شاہد  
محدود فی القذف نہ ہو اپنی ذات کے واسطے جو منفعت نہ کرے اور نہ اپنی ذات سے تاوان کو ہٹا دے اور یہ کہ شاہد خصم نہ ہو تو شہادت وہی  
کی تیم کے واسطے اور کیل کی موکل کے واسطے مقبول نہیں اور یہ کہ مشہور بہ ثوب یا بدہو اور بعضے شرائط شہادت کی طرف راجع ہیں وہ یہ ہیں کہ دونوں  
شاہدوں کا اتفاق ہو گواہی میں اور یہ شرط عام ہے جمیع انواع شہادت میں اور جو بعض انواع میں مخصوص ہیں ان میں سے اسلام سے اگر مشہور علیہ  
مسلم ہو اور ذکوۃ یعنی مرد ہونا اور قصاص کی گواہی میں اور تقدیم دعوی حقوق عباد میں اور موافقت شہادت کی دعوی سے جس میں توافق شرط  
ہے اور قیام رات شرب خمر کی شہادت میں مگر بعد مسافت سے اور اصالت حدود اور قصاص کی شہادت میں اور حضور اصل کا متعذر ہونا شہاد  
علی الشہادت میں تو یہ ادائے شہادت کی سترہ شرطیں ہیں اور مکان شہادت مجلس قضا اور عقل اور بصارت یہ دونوں تو محل اور ادانوں میں  
شرطیں اور معائنہ مشہور بہ فقط محل کی شرط سے نہ ادا کیا تو یہ سبب بیس شرطیں ہوں اور امتیاز کرنا سماعت سے یہ شرط سے زائد ہے  
جس کو شارح نے اعتبار کیا ہے تو باعتبار سمع کیس شرطیں ہوتی ہیں کذا فی الطحاوی اور کہتا لفظ شہد لا یندر لغتہا معنی مشاہدۃ و قسم و  
اجار للخال نکا نہ یقول اقم باللہ لقد طلعت علی ذلک وانا خبر بہ و ہذہ المعانی مفقودۃ فی غیرہ فتعین حتی لو زاد فیہا علم البطل للثبوت اور شہادت  
کا رکن لفظ شہد ہے بصیغہ مضارع متکلم نہ کوئی اور لفظ سوائے اس کے بسبب متضمن ہونے اس لفظ کے معنی شہادت اور قسم اور اجارہ حالی  
کو تو شاہد نے لفظ شہد بول کر گویا بول کہا کہ میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ مقررین مطلع ہوں اس پر اور میں اس کی خبر دیتا ہوں اور یہ معانی ثلثہ  
حاصل نہیں لفظ شہد کے غیر میں تو اسی واسطے لفظ شہد کا متعین ہو گیا یہاں تک کہ اگر شاہد فیما علم زیادہ کرے گا یعنی یوں کہے گا شہد  
فیما علم یعنی میں گواہی ہوں اپنے علم کے موافق تو شہادت باطل ہوگی بسبب شک کے م لفظ شہد بصیغہ مضارع جب کہ رکن شہادت کا ہے تو شہد  
کے لفظ سے گواہی جائز نہیں اس واسطے کہ میں نے نامی زمان گذشتہ کی اخبار کے واسطے موضوع ہے تو اگر شہد کہے تو اخبار ماضی کی اس

میں قتل ہوگی تو شہادت الحال کا فہرہ ہوگا پھر جب کہ لفظ اشد متعین ہو گیا شہادت میں تو علم اور یقین کا لفظ کافی نہ ہوگا یعنی اگر شاہد یوں کہے کہ میں جانتا ہوں یا فلائی پیر میرے نزدیک متیقن ہے تو شہادت مقبول نہیں اور اسی طرح یہ شرط ہے کہ بعد لفظ شہادت وہ لفظ نہ بولے جو شک پر دلالت کرے چنانچہ لفظ فیما ظہر یا فی ظنی کذافی الطحاوی و حکمها وجوب الحكم على القاضی بموجبہا بعد التزکیۃ یعنی افتراضہ فوراً الا فی ثلث قدمنا اور حکم شہادت واجب ہونا حکم کا ہے قاضی پر بمقتضائے شہادت کے تزکیہ شہود کے بعد وجوب حکم بمقتضی افتراض حکم ہے فوراً مگر تین صورتوں میں جن کو ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں یعنی جب تزکیہ شہود ہو گیا تو اب قاضی پر بمقتضائے شہادت کے فی الفور حکم کرنا فرض ہو گیا مگر جب کہ صلح اقرار کی توقع ہو یا مدعی ہمت طلب کرے یا قاضی کو شک واقع ہو تو فی الفور حکم کرنا فرض نہیں بشرط تزکیہ صاحبین کا قول منعی ہے کذافی الشریبالیہ قلو المتنع بعد وجود شرط طلبا ثم تزکیہ الفرض واستحق العزل لفسق وعجز لا ترکا بہ الا بجز شرط حازمی سوا کرتا قاضی بمقتضائے شہادت حکم نہ دے شرائط متقدمہ کے پائے جانے کے بعد تو گنہگار ہوگا بسبب ترک کرنے فرض کے اور معزول کرنے کے لائق ہوگا بسبب اس کے قاضی ہو جانے کے اور اس کو تعزیر بھی پائے گی بسبب اس کے ترک ہونے اس چیز کے جو شرطاً جائز نہیں کذافی اللزیمی و کفرانی لم ییر الوجوب ای ان لم یعتقد افتراض علیہ ابن ملک و اطلاق الکافی کفرہ واستظہر المصنف الاول اور قاضی کافر ہو جائے گا اگر اس کا وجوب نہ جانے یعنی اگر حکم فرض ہونے کا اپنے اوپر معتقد نہ ہو تب کافر ہوگا کذا ذکرہ ابن ملک فی شرح الجمع اور کافعی نے قاضی کا کفر امتناع حکم سے مطلق کہا بلا قید عدم اعتقاد فرضیت اور مصنف نے اپنی شرح میں قول اول یعنی در صورت عدم اعتقاد فرضیت کے تقویت کی ہے م کافعی ایک عالم ہے جس کا رسالہ ہے مسلی بسیف القضا علی البغاة کذافی المنع و یجب اداہ بالطلب ولو حکم کما مراد واجب ہے اور اگر ناگواہی کا مدعی کی طلب سے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی جب کہ قضا حق شاہد کا شہادت کو جاننا ہو اور دعوت ہو قوت حق کا تو شاہد پر بلا طلب ادا ئے شہادت واجب ہے م افتراض اول ئے شہادت مجمع علیہ سے حق تعالیٰ نے فرمایا (لا تکتموا الشہادۃ من یکتمہا فانہ آثم قلبا) یعنی نہ چھپاؤ گواہی کو اور جو اس کو چھپا دے تو اس کا دل گنہگار ہے تو معلوم ہوا کہ کتمان قاضی سے حرام ہے تو قاضی سے اظہار فرض ہوا شاہد دل پر پھر کتمان مجرم کی تاکید فرمائی کہ جو چھپا دے اس کا دل گنہگار ہے تو یہ تاکید پر تاکید ہے اس واسطے کہ گناہ کی نسبت ہے دل کی طرف جو اثرات الاغضاء ہے اور بدن کا نہیں ہے کیونکہ دل محل کتمان ہے تو وہی بالکل معصیت کا محل ہے بظاہر اختلاف باقی معامی کے جن کا تعلق اعضاء ظاہری سے ہے کذافی الفتح امام رازی نے احکام قرآن میں حق تعالیٰ کے اس قول میں کہا اولایا اب الشہادۃ ما اذا دعوا یعنی انکار نہ کریں شاہد حیث کہ وہ بلائے جائیں کہ یہ بھی حاکم ہے تحمل اور اول ئے شہادت میں لیکن تحمل میں متعاقدین کو شاہد کرنے کے واسطے شاہدوں کے پاس جانا پہلے شاہدوں کو ان کے پاس حاضر ہونا لازم نہیں اور اول ئے شہادت میں شاہدوں کو قاضی کے پاس حاضر ہونا پہلے ہے نہ کہ قاضی ان کے پاس سماعت شہادت کے واسطے آوے پھر رازی نے کہا کہ شہادت فرض کفایہ ہے کہ بعض کی گواہی سے باقیوں سے ساقط ہو جاتا ہے اور اگر دو شاہدوں کے سوا تحمل اور اول ئے واسطے کوئی نہ ہوے تو شہادت فرض میں اور گواہ کرنا مبایعات اور بلائیات پر مستحب ہے مگر تقدیر میں چنانچہ روٹی اور پانی اور ساگ اتھی اور کاکا میں ہے کہ شہاد معقول مستحب ہے مگر حکم میں ہمارے نزدیک واجب ہے اور اسی طرح رحمت میں شافعی اور احمد کے نزدیک اتھی اور بزازیہ میں ہے کہ کفر منکر نہیں احراز کرے آدمی تحمل اور اول ئے شہادت سے باوجود طلب کے جب کہ اور شخص موجود ہو تحمل اور اول ئے واسطے اور اگر آدمی ہو کہ نہ ہوں تو امتناع جائز نہیں کذافی الطحاوی و کفی وجوب بشرط سبعة ہبوط فی البیضیہ منہا عدلۃ قاضی و قرب کلمہ و عدل القبول

ملاحظہ فرمائیے جو کہیں جانا ہوا میرے گمان میں ہے ۱۱ ملاحظہ فرمائیے جو کہیں کہیں دریاخت کرنا گواہ عادل اور قابل قبول شہادت میں ہے ۱۲

اویکونہ اسرہ قبول و طلب المدعی لونی حق العبدان لم یوجد بدله ای بدل الشاہد لانا فرض کفایۃ متعین لولم یکن الا شاہدان لتحل اوداؤہ ولیکن اداۃ شہادت کا وجوب سات شرطوں سے ہے جو بجز الرائق وغیرہ میں مشرح ہیں ازاں جملہ عدالت قاضی اور اس کا مکان قریب ہونا تو شاہد کو قاضی کا قبول کرنا معلوم ہونا یا اس کے کتاب تر قبول ہونے کا علم اور مدعی کا طلب کرنا اگر گواہی حق العبد میں بشرطیکہ اس کا بدل یعنی شاہد کا عوض کوئی موجود نہ ہو اس واسطے کہ شہادت فرض کفایۃ سے فرض عین ہو جاتی ہے اگر تحمل اور اداء کے واسطے سوائے دو شاہدوں کے اور کوئی نہ ہو م شاریح نے شرط سبوعہ سے پانچ شرطیں ذکر کیں ایک عدالت قاضی تو اگر قاضی غیر عادل ہو تو گواہی نہ دینا جائز ہے کیونکہ غیر عادل اکثر طعن کرتا ہے قبول نہیں کرتا اور اگر ظن غالب ہو قبول کا تو صاحب بحر نے کہا منراواریہ سے کہ اداء اور شہادت اس پر متعین ہو ۲۰ اقرب مکان تو اگر قاضی کا مکان اتنا بعید ہو کہ قاضی تک جانا اور اسی دن آجے گھر بیٹھ آنا ممکن نہ ہو تو فقہانے کہا کہ امتناع شہادت سے گنہگار نہ ہوگا کیونکہ اس کو اس میں ضرر لاحق ہوتا ہے اور حق تعالیٰ نے فرمایا (ولا یضار کاتب ولا شہید) یعنی اور ضرر نہ پہنچایا جاوے کاتب اور شاہد کو ۳ علم قبول تو اگر شاہد جانے کہ قاضی گواہی قبول نہ کرے گا تو اس پر گواہی دینا لازم نہیں یا علم سرعت قبول یعنی اگر شاہد جانے کہ میری گواہی جلد تر قبول ہوگی بہ نسبت اور شاہدوں کے تو اس پر ادائے شہادت واجب ہے اگرچہ وہاں اور بھی شاہد مقبول الشہادت ہوں چنانچہ فتح القدیر میں ہے علامہ مقدسی نے کہا اس میں نال ہے وجہ نال شاہد یہ ہے کہ جب وہاں وہ شخص موجود ہے جس سے حق ثابت ہو سکتا ہے تو وجہ وجوب کی ظاہر نہیں ۴ طلب مدعی تو بلا طلب اولے شہادت واجب نہیں مگر در صورت خوف فوت حق و عدم علم مدعی بشہادت شاہد ۵ شاہد پر ادائے شہادت کا متعین ہونا تو اگر متعین نہ ہو اس طرح پر کہ وہاں اور بھی شاہد مقبول الشہادت موجود ہوں اور مقبول نے گواہی بھی دی ہو اور مقبول بھی ہو گئی ہو تو اب امتناع شہادت سے گنہگار نہ ہوگا اور اگر مقبول نہ ہوئی ہو تو اب گواہی نہ دینے میں گناہ ہوگا بشرط سادہ یہ ہے کہ شاہد کو دو عادل شخصوں نے بطلان مشہودہ کی خبر نہ دی ہو تو اگر اس کو عادلین نے اس طرح خبر دی ہو کہ مدعی اپنا دین قبض کر چکے یا زوج نے تین بار طلاق دی ہے یا مشتری نے غلام کو آزاد کر دیا ہے یا ولی مقتول نے قاتل کو خون معاف کر دیا ہے تو اب اس کو دین اور نکاح اور بیع اور قتل کی گواہی دینا جائز نہیں اور اگر مجر عدول نہ ہوں تو شاہدوں کو اختیار سے چاہیں گواہی دیں اور قاضی سے مجرمین کی خبر بیان کر دیں اور چاہیں گواہی نہ دیں اور اگر مجر ایک عادل ہو تو ترک شہادت میں اختیار نہیں شرط سابع یہ ہے کہ شاہد کو یہ معلوم نہ ہو کہ مقرر نے خون سے اقرار کیا ہے تو اگر یہ جانتا ہو کہ اس نے خون سے اقرار کیا ہے تو اس کے اقرار کی گواہی نہ دے کذافی الطحاوی مخصراً بتصرف و کذا الکاتب اذا تعین لکن لا اخذ الابرة لا للشاہد حتی لو اکرہ بلا عذر لم یقبل وبہ تغیر حدیث اگر مو الشہود اور اسی طرح کاتب کا حکم سے یعنی کتابت فرض ہے جب کہ کاتب متعین ہو جائے یعنی جب اس کا کوئی بدل نہ ہو لیکن کاتب کو اجرت لینا کتابت پر جائز ہے نہ شاہد کو یہاں تک کہ اگر مدعی شاہد کو بلا عذر سوار کر لے گا تو اس کی گواہی مقبول نہ ہوگی اور عذر سے سواری دینے سے گواہی مقبول ہے بدلیل اس حدیث کے کہ اگر مو الشہود عذر یہ ہے کہ شاہد ایسا پیر مرد ہو کہ چلنے پر قادر نہ ہو اور جانور کے کرایہ دینے کا مقدور نہ ہو اور یہ تفصیل صاحب نوازل کی ہے یوریا حدیث خطیب اور ابن عساکر نے ابن عباس سے یوں روایت کی ہے کہ اگر مو الشہود فان اللہ تعالیٰ یستریح بہم الحقوق و یدفع بہم الظلم یعنی تکریم اور تفریح کر دشاہدوں کی اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ ان کے سبب سے حقوق کو نکالتا ہے اور ان کی جہت سے ظلم دفع کرتا ہے کذافی الطحاوی تو یہ مرد عاجز کو سواری دینا من جلد توقیر اور تکریم کے ہے و جواز الثانی الا کل مطلقاً و بلفظی بحر واقعہ المصنف اور ابو یوسف نے شاہدوں کو کھانا دینا مطلقاً جائز رکھا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور مصنف نے اس کو ثابت رکھا ہے اپنی شرح میں م تجوز اکل مطلقاً سے خواہ طعام میسا ہو چکا ہو شاہدوں کے آنے سے پہلے یا انھیں کے واسطے تیار کیا ہو اور محمد نے مطلقاً منع کیا ہے اور بعضے مشاریح نے تفصیل کی ہے و یجب الاداء بلا طلب لو الشہاد



فی حقوق اللہ تعالیٰ اور اولیٰ شہادت واجب ہے بدون طلب کے اگر شہادت اللہ تعالیٰ کے حقوق میں ہجوم واجب سے مراد فرض ہے  
خواہ فرض کفایہ ہو خواہ فرض عین حق اللہ میں قبول شہادت بلا طلب کی وجہ سے کہ حق تعالیٰ کے حق کو ثابت کرنا ہر شخص پر واجب ہے تو شہد  
بھی میں جہاں کے ہے وہاں پر یہ واجب ہے تو شہادت میں جہت الیٰ اللہ اور جہت الیٰ اللہ تعالیٰ کے بہت میں ان میں سے ایشاہ  
اور بعضوں نے حق اللہ میں قاضی کو مدعی کہا ہے وہی کثیرۃ عد منہائی الا شہاء اربعۃ عشرۃ اور حقوق اللہ تعالیٰ کے بہت میں ان میں سے ایشاہ  
میں جو وہ شمار کیے ہیں م حقوق مذکورہ کی تفصیل سے طلاق عورت عتیق جاریہ تدبیر جاریہ وقت طال رمضان حدود سولہ صدقہ و ستر نش  
خلع ایلا ظہار معاہرت کزیت اصلہما جہین کے نزدیک نکاح عتیق جہدما جہین کے نزدیک لیکن قاضی خان نے کہا لائق یہ ہے کہ وقت میں جو  
علی التفصیل ہو کہ جب وقت ہو قوم پر یا یوانہم تو گواہی بدون دعویٰ عند اکل مقبول نہیں اور اگر فقروں اور مسجدوں پر وقت ہو تو امام کے  
نزدیک بدون دعویٰ مقبول نہیں اور صاحبین کے نزدیک بدون دعویٰ مقبول ہے اسی کا قوی دیا ابو الغضل کرمانی نے اور یہی مختار عداۃ  
سے اور طال رمضان کی گواہی قاضی خان کے نزدیک بلا دعویٰ مقبول ہے اور عداۃ میں فتاویٰ رشید الدین سے عدم قبول مذکور سے اور  
انہی میں اختلاف سے بعضوں نے اس کو طال رمضان پر قیاس کیا اور بعضوں نے طال فطر پر اور نسب میں خلاف سے صاحب محیط نے قبول  
بلا دعویٰ نقل کیا ہے اور بعضوں کے نزدیک بلا دعویٰ مقبول نہیں اور ایلا اور ظہار اور معاہرت میں شرط یہ ہے کہ مشہور علیہ حاضر ہو اور نکاح  
بلا دعویٰ ثابت ہوتا ہے اس واسطے کہ حلت اور حرمت شرم گاہ حق اللہ ہے اور عتیق جہد میں صاحبین کے نزدیک حق اللہ غالب ہے اس واسطے  
کہ حرمت سے حقوق اللہ متعلق ہوتے ہیں یعنی وجوب زکوٰۃ اور جمعہ اور عید اور حج اور صدقہ اور امام کے نزدیک حق العبد غالب ہے اس واسطے  
کہ حرمت کا نفع جہد کی طرف راجع ہے کذانی الطحاوی قال دمتی اخر شہدا بحسبہ شہادۃ بلا عذر فسق فتر و صاحب بکر نے کہا کہ حیب شہد حید  
اپنی شہادت میں تاخیر کرے بدون عذر کے تو حاکم ہو جائے گا پس گواہی اس کی مردود ہوگی م بکر المراقب میں قینہ سے منقول ہے کہ بعضے مشائخ  
نے ان گواہوں میں جواب دیا جنہوں نے حرمت غلیظہ کی گواہی دی یا فسخ دن کی تاخیر کے بعد بلا عذر کہ ان کی گواہی مقبول نہیں گا کی نے کہا ہے  
وہ ہے جس سے ثواب آخرت کی توقع ہو کذانی الطحاوی کطلاق امرأۃ ای باننا و عتیق امۃ و تدبیر با حقوق اللہ چنانچہ عورت کی طلاق ہائ  
اور لونڈی کی آزادی اور اس کا بد بھونا م عورت عام ہے خواہ بی بی ہو یا لونڈی یا ن کی قید اس واسطے گائی کہ طلاق رجعی میں زوجین کا پاس رہنا  
بطور اذواج مخالف شرع نہیں اس واسطے کہ اس طرح کا رہنا رجعت میں شمار نہ ہوگا۔ لونڈی کی آزادی اس واسطے حق اللہ ہوتی کہ مولیٰ پر اس کی  
شرم گاہ اپ حرام ہوگئی اور اسی طرح تدبیر سے اس کی شرم گاہ وارثوں پر حرام ہے مولیٰ کی موت کے بعد اور حرمت حق اللہ ہے و کذا عتیق جہد  
عمیرہ شرح وہبانیۃ اور اسی طرح ہے غلام کی آزادی اور اس کا بد بکرنا کذانی شرح الوہبانیۃ م ای وہ بیان نے کہا کہ غلام کے عتیق اور تدبیر میں  
خلاف ہے اور لونڈی کا عتیق اور تدبیر بلا اتفاق حق اللہ ہے کذالی الطحاوی و کذا الرضاع کا مرتی بابہ اور اسی طرح وضع حق اللہ ہے چنانچہ باب  
الرضاع میں مذکور ہو چکا وہل قبل جرح المشاہدۃ للظاہر نعم لکونہ حقا لہ تعالیٰ ایشاہ اور کیا طعن کرنا شہد میں بارادہ ثواب مقبول ہے یا نہیں جو  
ظاہر ہے کہ ان مقبول ہے کیونکہ وہ حق اللہ ہے کذانی الا شہاء م حسبہا لے جرح سے یعنی اگر طاعن شہد میں بقصد ثواب طعن کرے تو ظاہر  
مقبول ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ حسبہ شہد سے حال واقع ہو چنانچہ بعضوں نے ذکر کیا ہے کذانی الطحاوی فہلغت ثمانیۃ عشر تو حقوق  
اللہ ایشاہ تک پہنچ گئے یعنی جو وہ حقوق وہ جو المراقب سے مذکور ہو چکے اور چار حق شارح نے زیادہ کیے یعنی عتیق جہد اور اس کی تدبیر  
اور رضاع اور طعن شہاد اور یہ جو مصنف نے طلاق عورت اور عتیق امۃ اور اس کی تدبیر کو ذکر کیا سو تو جو وہ میں داخل ہیں بالجلہ حقوق اللہ

حقوق مذکورہ میں منحصر نہیں چنانچہ شارح نے پہلے بہ لفظ کثرت اس کی طرف اشارہ کر دیا و لیس لنا مدعی حسبہ الا فی الوقف علی المرحوم  
 فیلی فقط اور نہیں ہے ہمارے واسطے مدعی حسبہ گرفت میں برابر قول ضعیف کے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے مگر یعنی اگر موقوف علیہ اصل وقت میں  
 دعویٰ کرے تو وہ بعض کے نزدیک مسموع ہے اور فتویٰ اس پر ہے کہ دعویٰ مسموع نہیں مگر متولی سے پھر جب موقوف علیہ کا دعویٰ مسموع نہ  
 ہو تو اجنبی کا بطریق اولیٰ مسموع نہ ہوگا کذا فی الاشباہ وسترہ فی الحدود ابرجدیت من سترہ فالاولیٰ الکتان الامت تک بحرا و شہادت  
 کا پھیلا رکھنا حدود میں نیک تر ہے بدلیل اس حدیث کے کہ جو چھپائے گا وہ پھیلا جائے گا تو حدود میں کتمان شہادت بہتر ہے مگر بے جا پردہ  
 دہنے واسطے کتمان بہتر نہیں بلکہ گواہی دینا بہتر ہے کذا فی البحر حم ہر چند قرآن مجید میں نہیں من الکتان عام ہے لیکن اس کی تخصیص حدود کی شہادت  
 میں احادیث مشہورہ سے ثابت ہے اس واسطے کہ اس میں پردہ پوشی ہے ازال جملہ حدیث سے جو ابو ہریرہ سے بخاری اور مسلم میں مروی  
 ہے (من ستر علی مسلم سترہ اللہ فی الدنیا و الآخرة) یعنی جو پردہ پوشی کرے مسلمان کی توحیح تعالیٰ اس کی دنیا اور آخرت میں پردہ پوشی کرے  
 و تمامہ فی فتح القدر و الاولیٰ ان ليقول الشاہد فی السرقة اخذ احياء للمحق لا سرق رعاية الستر و بہتر یہ ہے کہ شاید چوری میں پول لکے کہ اس  
 نے لیا تاکہ صاحب مال کا حق تلف نہ ہو اور یوں نہ کہے کہ اس نے چوری کی پردہ پوشی کی رعایت کے واسطے یہ قول بمنزلہ استدراک کے ہے یعنی جب  
 حدود میں پردہ پوشی بہتر ہوئی تو اس سے لازم آتا ہے کہ چوری کی گواہی مطلقاً نہ دے کہ وہ مستنہم حد سے اس کا جواب دیا کہ اس طرح کی گواہی  
 دے کہ موجب قطع ید نہ ہو اور مالک کی حق تلفی نہ ہو اس واسطے کہ لفظ اخذ عام سے خواہ بطریق غصب کے ہو یا بطریق ادعائے ملک وغیر ذلک  
 تو شہادت اخذ مطلق کی مستنہم حد نہیں اور باوجود اسکے کہ اس میں مسروق منہ کی بھی مصلحت ہے اس واسطے کہ اگر چوری کی گواہی دے گا  
 تو قطع واجب ہوگا اور تاوان مال کا منتفی ہوگا در صورت اتلاف کذا فی الفتح لطیفہ امام رازی نے تفسیر میں حکایت کی کہ ہارون رشید کے پاس فقہا  
 جمع تھے ان میں قاضی ابو یوسف بھی تھے سو ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ اس نے اس کا مال اس کے گھر سے لیا سو مدعا علیہ نے اخذ مال  
 کا اقرار کیا بادشاہ نے فقہاء سے سوال کیا انھوں نے قطع ید کا فتویٰ دیا تو ابو یوسف نے کہا کہ قطع نہیں اس واسطے کہ اس نے چوری کا اقرار نہیں کیا  
 بلکہ اخذ کا اقرار کیا ہے پھر مدعی نے دعویٰ کیا کہ اس نے چوری کی سو مدعا علیہ نے چوری کا اقرار کیا تو فقہاء نے قطع کا فتویٰ دیا اور ابو یوسف نے ان  
 کے خلاف کہا فقہانے ابو یوسف سے کہا کہ عدم قطع کی اب کیا وجہ ہے ابو یوسف نے جواب دیا کہ جب اس نے اول اخذ مال کا اقرار کیا تو ضمان  
 اس پر ثابت ہوا اور قطع ید ساقط ہو گیا تو اب اس کے بعد مدعا علیہ کا وہ اقرار مقبول نہ ہوگا جو مستقط ضمان سے تو فقہاء اس جواب سے متعجب  
 ہو گئے و نصابہا للزنا اربعة رجال لیس منہم ابن زوجہا اور شہادت زنا کا نصاب وہ چار مرد ہیں جن میں کوئی مرد عورت کے زوج کا بیٹا نہ ہو  
 ثبوت زنا کے واسطے چار مرد گواہ ہونا چنانچہ قرآن مجید میں مصرح ہے یہ عبارت پردہ پوشی کی طرف مشیر ہے اس واسطے کہ چار مردوں کا یہ صفت  
 خاص گواہی دینا کم تر واقع ہوتا ہے اور ابن زوجہ کی نفی مقید ہے اس قید کے ساتھ کہ جب باپ مدعی ہو یا ابن زوجہ کی ماں زندہ ہو اور اگر ایسا نہ  
 ہو تو ابن زوجہ کی گواہی جائز ہے بحر الرائق میں کہا کہ محیط برہانی کا خلاصہ یہ ہے کہ مرد کی اگر دو عورتیں ہو اور ایک عورت کے پانچ بیٹے ہوں ان میں سے  
 چار بیٹوں نے اپنے بھائی پر یہ گواہی دی کہ اس نے زنا کیا ان کی سوتیلی ماں سے تو گواہی مقبول ہے مگر جب کہ باپ مدعی زنا ہو یا ان کی ماں زندہ ہو  
 تو گواہی ان کی مقبول نہیں کذا فی الطحاوی و لولعل عتق بالزنا وقع برجلین و لاحدا و اگر مولیٰ نے اپنے غلام کی آزادی اپنے زنا سے متعلق کی یعنی  
 یوں بولا کہ اگر میں زنا کرول تو یہ غلام آزاد ہے تو آزادی واقع ہوگی دو مردوں کی گواہی سے اور حد نہ ہوگی مولیٰ پر یعنی اگر وہ شاید مولیٰ کے زنا کی گواہی  
 دیں تو ہر چند مولیٰ پر حد نہیں کیونکہ چار گواہ نہیں لیکن عتق غلام ثابت ہوگا و لو شہد العتق ثم اربعة بزنا محصنا فاعتق القاضی ثم رجمہ رجح المل ضمن الاولان

قیمت لہوہ والابابہ دیتے اور اگر وہ شہادوں نے فتاق مولیٰ کی گواہی دی پھر چار گواہوں نے غلام کے زنا و عیال احصاء کی گواہی دی سو قاضی نے غلام کو آزاد کر دیا یعنی اس کی آزادی کا حکم کیا پھر غلام کو سنگسار کیا پھر سب گواہوں نے شہادت سے رجوع کیا یعنی کذب شہادت کے قائل ہوئے تو روئے پہلے گواہ غلام کی قیمت کا ضمان دیں اس کے مولیٰ کو اور زنا کے چار گواہ مولیٰ کو غلام کی دیت کا بھی تاوان دیں اگر مولیٰ غلام کا وارث ہو و بقیۃ الحدود والقود و منہ اسلام کا فرد کر لیا لہذا لفظ خلاف الاثمیٰ بحر و مثلاً ردة مسلم رجلاً اور باقی حدود اور قصاص کی نصاب شہادت دو مرد ہیں اور من قبیل قصاص کافر مرد کے اسلام کی گواہی سے کیونکہ انجام کار شہادت کا اس کافر کا قتل سے بخلاف اسلام عورت کذافی البہ اور اسلام کافر کے مانند ارتداد مسلم ہے ہم مرد کافر کے اسلام کی گواہی میں دو مرد اس واسطے شرط ہوئے کہ اگر وہ اپنے کفر پر اصرار کرے گا تو قتل کیا جائے گا بخلاف اسلام عورت کافر کے کہ اس کے اسلام پر عورتوں کی گواہی مقبول ہوگی کیونکہ اس کا مال کار قتل نہیں اگر وہ کفر پر اصرار کرے اسی طرح ارتداد مسلم کی گواہی میں دو مرد شرط ہیں اس واسطے کہ دو صورت اصرار اس کا بھی مال کار قتل سے بخلاف ارتداد عورت مسلم فتح القدیر میں ہے کہ زنا کے سوا باقی حدود اور قصاص میں دو مردوں کی گواہی مقبول ہے نہ عورتوں کی اس واسطے کہ ابن ابی شیبہ نے زہری سے روایت کی (قال مضت السنۃ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والخیلفین بعدہ ان لا یجوز شہادۃ النساء فی الحدود والدرء یعنی زہری نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے بعد دونوں خلیفوں سے یہ سنت جاری ہے کہ جائز نہیں عورتوں کی گواہی حدود اور درء میں یعنی قصاص میں اور تخصیص خلیفین یعنی صدیق اور فاروق رضی اللہ عنہما کی اس واسطے کہ جو عظیم تبغیر شرع اور طریق احکام انھیں دونوں کے زمانے میں ہوا اور ان کے بعد اور خلفاء میں نہ تھا مگر ان کا اتباع انتہی الامتعلق فیقع ولا یجزم کما مر مثلاً فتق معلق واقع ہوگا اور حد نہ ماری جائے گی چنانچہ فقہ حنفیہ مذکور ہو چکا ہے یعنی اگر بعض شہود عورت ہوں تو امر معلق واقع ہوگا بدون حد کے صورت اس کی یہ ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ اگر میں شراب پیوں تو میرا غلام آزاد ہے پھر ایک مرد اور دو عورتوں نے اس کے شراب پینے کی گواہی دی تو غلام آزاد ہوگا لیکن مولیٰ پر صدق قائم نہ ہوگی کیونکہ حدود میں شہادت عورت کی مجال نہیں کذافی الطحاوی والولادۃ واستہلال البصری للصلوۃ علیہ ولارث عند شہادت واحدہ ہوا ریح فتح والبکارۃ وعیوب النساء فیما لا یطلع علیہ الرجال امرأۃ حرة مسلمۃ وانما انحوط اور ولادت اور آواز طفل اس پر نماز پڑھنے کے واسطے اور بکارت اور عیوب نسائہ کے واسطے جس عضو میں مرد مطلع نہیں ہوتے ایک عورت مسلمان آزاد سے اور دو عورتوں میں زیادہ تر احتیاط ہے اور گواہی ایک عورت مسلمہ کی آواز طفل پر میراث کے واسطے صاحبین اور شافعی اور احمد کے نزدیک سے اور یہی قول راجح تر ہے کذافی الفتح م یعنی امور مذکورہ میں ایک عورت کی شہادت کافی ہے قاضی خان نے کہا ایک عورت کی گواہی سے ولادت ثابت ہوتی ہے یعنی بحق ثبوت نسبت بحق میراث اتہی اگر دانی گواہی دے طفل کے رونے پر تو صاحبین کے نزدیک میراث ثابت ہوگی اور امام کے نزدیک میراث ثابت نہ ہوگی ہاں اس کی یہ گواہی طفل پر نماز جنازہ پڑھنے کے واسطے کافی ہے عودت کے عیوب چنانچہ شرم گاہ میں بٹکا یا گوشت زائلم ہونا لوٹری خرید کرنے میں اس کے دریافت کی حاجت ہوتی ہے زلیعی نے عورت شاہدہ میں بالف عاقلہ کی قیود زیادہ مذکور کی ہیں کذافی الطحاوی فتح القدیر میں ہے کہ ایک عورت کے شاہد ہونے کی دلیل وہ ہے جس کو مسبوط میں محمد بن حسن نے روایت کیا ہے (عن ابی یوسف عن غالب بن عبد اللہ عن محمد بن سعید بن المسیب و عطاء بن رباح و طاؤس قالوا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہادۃ النساء لا یستعمل الرجال النظر الیہا یعنی مجاہد اور سعید اور عطاء اور طاؤس تابعین نے کہا فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ شہادت عورتوں کی جائز ہے اس میں جس کی طرف مرد نہیں نظر کر سکتے یہ حدیث مرسل واجب العمل ہے وجہ استدلال یہ ہے کہ نساء

جمع محل بالف ولام ہے اور مراد اس سے جنس ہے تو قلیل اور کثیر کو لازم سے تو ایک عورت کی بھی گواہی صحیح ہوگی اور زیادہ احسن ہے اور عبد الرزاق نے زہری سے روایت کی کہ سنت جاری سے اس پر کہ عورتوں کی گواہی اس امر میں جائز ہے جس پر ان کے سوا کوئی مطلع نہیں ہو سکتا اس قبیل سے ولادت نساء اور عیوب نساء انتہی والا صحیح قبول رجل واحد خلاصہ اور ایک مرد کی گواہی مقبول سے بقول اصح کذا فی الخلاصہ م بحر الرائق میں سے کہ جب ایک مرد ولادت کی گواہی دے اور کہے کہ میں عورت کے پاس ناگہاں جا پڑا اور ولادت کے وقت میری نظر اس پر پڑ گئی تو گواہی مقبول ہے اگر وہ عادل ہے اور اگر اس نے کہا کہ میں نے بالمقصد اس کی طرف نظر کی تو گواہی مقبول نہ ہوگی یعنی اس واسطے کہ وہ نظر کرنے سے فاسق ہو گیا و فی البرجنیدی عن الملقطان المعلم اذا شہد منفردا فی حوادث الصبیان نقبل شہادۃ انتہی فلیحفظ اور برجنیدی میں ملتقط سے منقول ہے کہ معلم جب کہ تنہا گواہی دے وقائع اطفال میں تو اس کی گواہی مقبول ہے انتہی تو اس کو یاد رکھنا چاہیے م حموی نے حاوی قدسی سے ذکر کیا کہ فقط عورتوں کی گواہی حمام کے قتل میں بحکم دیت مقبول ہے تاکہ خون مفت ضائع نہ ہو و نصابہا لغير ما من الحقوق سواء كان الحق مالا او غیر نکاح و طلاق و وکالت و وصیة و استہلال صبی و لولارتہ رجلان اور امور مذکورہ کے سوا اور حقوق کی نصاب شہادت و مرد میں خواہ حق مال ہو یا غیر مال چنانچہ نکاح اور طلاق اور وکالت اور وصیت اور آواز طفل اگرچہ گواہی میراث کے واسطے ہو الا فی حوادث صبیان المکتب فانہ یقبل فیہا شہادۃ المعلم منفردا قہستانی عن التجنیس نہ صبیان مکتب میں اس واسطے کہ ان میں تو تنہا معلم کی گواہی مقبول ہے چنانچہ قہستانی میں ہے تجنیس سے م ابو سعود نے کہا ملتقط میں صبیان مکتب کی قید نہیں تو اہل صبیان صرفہ کو بھی شامل ہے تو ظاہر ایہاں صبیان مکتب کی قید اتفاقی ہے اور رجل و امرأتان یا ایک مرد اور دو عورتیں یعنی زنا اور حدود اور قصاص کے سوا اور حقوق میں نصاب شہادت دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتیں قال اللہ تعالیٰ (فان لم یکنوا رجلین ف رجل و امرأتان) یعنی اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں الحاصل شہادت چار قسم پر ہے زنا میں چار مرد اور باقی حدود اور قصاص میں دو مرد اور ان کے سوا اور معاملات مالیہ اور غیر مالیہ میں دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں اور ان امور میں مرد مطلع نہیں ہو سکتے مانند ولادت و عیوب نساء کے ایک عورت عادلہ کی گواہی ہے ولایفرق بینہما لقولہ تعالیٰ فتذکر احدہما الا شری اور جدائی کرنا نہ چاہیے دو گواہ عورتوں میں بدلیل قول تعالیٰ تو یاد دلادے ایک عورت دوسری کو م جب تذکر کا حکم ہوا تو یہ بدون اجتماع کے نہیں ہو سکتا و لم تقبل شہادۃ اربع بل رجل لئلا یکثر خروہن اور مقبول نہیں چار عورتوں کی گواہی بدون مرد کے تاکہ عورتوں کا نکلنا کثرت سے نہ ہو یعنی اگر تنہا عورتوں کی گواہی مقبول ہو تو ہمیشہ گواہی کے واسطے ان کو دوازا میں آنا پڑے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ عورت کی گواہی شرع میں ثابت نہیں و خصہن الائمة اللہنہ بالاموال و توابعہا اور ائمہ ثلثہ نے عورتوں کی گواہی مرد کے ساتھ مخصوص کی ہے اموال اور ان کے توابع کے ساتھ یعنی حقوق غیر مالیہ میں ان کی گواہی مرد کے ساتھ امام شافعی اور مالک اور احمد کے نزدیک جائز نہیں توابع اموال جیسے شرط خیار اور شفعہ اور اجارہ اور قتل خطا جس زخم سے کہ مال واجب ہو اور اسی طرح فسخ عقود اور امام احمد سے دو روایتیں ہیں ایک روایت شافعی کے مذہب کے موافق ہے اور دوسری روایت ہمارے مذہب کے موافق ہے کذا فی الفتح و لزم فی الكل من المراتب الاربع لفظ شہد بلقظ المضارع بالاجماع یقبولہا اور لازم سے شہادت قبول ہونے کے واسطے جمیع مراتب اربعہ مذکورہ میں لفظ شہد کا بلفظ مضارع بالاتفاق م یعنی شہادت میں یہ ضرور ہے کہ گواہ یوں کہے کہ میں گواہی دیتا ہوں اس کی کہ مدعی کے دس درم مثلا مدعا علیہ پر ہیں تو اگر یوں کہے کہ

میں جانتا ہوں یا یقین رکھتا ہوں اس کا تو مقبول نہیں کیونکہ یہ اخبار سے شہادت نہیں فتح القدر میں ہے کہ لفظ شہادت اس واسطے شرط ہوا کہ  
 نصوص اشترطوا علیہما علیٰ ما قال تعالیٰ (واشہدوا ذوی عدل منکم واشہدوا اذا ابتایتم فاشہدوا واشہدوا انہما عدلین) ۱  
 اربعہ منکم واقیموا الشہادۃ وقال علیہ الصلوٰۃ والسلام اقاہیت مثل الشمس فاشہدوا الحاصل کہ ان نصوص میں امر شہادت بلفظ شہادت وارد ہے  
 اس واسطے کہ لفظ شہادت اقویٰ سے اخبار اور یقین سے کیونکہ معنی مشابہہ اور قسم اور اخبار کے سے بخلاف تکبیر اخبار کے واسطے کہ الحداجل اور  
 اعظم تعظیم میں برابر ہے التذاکیر کے لہذا تعظیم فقط التذاکیر کے لفظ میں منحصر نہیں اتنی ملخصاً تصرف وکل بالالیشرط فیہذا اللفظ کطبارۃ ماہ ورویۃ  
 بلال ہوا اخبار لا شہادۃ اور جس میں کہ یہ لفظ اشہد کی شرط نہیں جیسے طہارت پانی کی یا روایت بلال رمضان کی تو وہ اخبار سے شہادت نہیں  
 والعدالۃ لوجوبہ اور مراتب اربع میں عدالت شاید کی لازم ہے وجوب قبول کے واسطے یعنی قاضی پر قبول شہادت واجب نہیں بدون عدالت  
 شاید عدالت شرط ہوئی بدلیل آیت قرآنی (واشہدوا ذوی عدل منکم یعنی شہد کرو دو شخص عدالت والوں کو انہوں سے یعنی اہل اسلام سے اور  
 اس واسطے کہ عدالت ہی سے صدق کی جہت متعین ہوتی ہے اس واسطے کہ شہادت خبر ہے جس میں صدق ہو کذب دونوں کا احتمال برابر ہے  
 بنظر نفس مفہوم تو اس سے اس کا راست ہونا لازم نہیں آتا کہ اس پر عمل کیا جائے کذافی الفتح فی الینایع العدل من لم یطمین علیہ فی بطن ولا فرج  
 ومنہ الکذب مخروب من البطن ینایع میں ہے کہ عادل وہ شخص ہے جس پر طعن نہ ہو پیٹ اور شرم گاہ میں اور ازاں جملہ کذب سے بسبب نکلنے  
 کذب کے پیٹ سے م علامہ عبدالبر نے کہا تفسیر عدالت میں بہتر قول یہ ہے کہ عادل وہ ہے جو مجتنب ہو کبار سے معصوم ہو صائر پر صلاح لو  
 صواب اس کا اگر نہ ہو اس کے فساد اور خطا سے صدق اس کے استعمال میں ہو اور کذب سے کتارہ گزین ہو دیات اور مردت کی راہ سے اور یہی بیان  
 مردی سے ابو یوسف سے دریافت کرنا چاہیے کہ لفظ شہادت اور عدالت کے ساتھ تیسری شرط بھی ضروری ہے یعنی تفسیر شہادت تو اگر شاید  
 یوں کہے کہ میں گواہی دیتا ہوں مثل اس کی شہادت کے تو مقبول نہیں اور اگر کہے گواہی دیتا ہوں مثل گواہی انے ساتھی کے تو جمہور کے  
 ترویج مقبول ہے اور آذر جندی نے اس میں یہ قید لگائی کہ اگر یوں کہے کہ میں گواہی دیتا ہوں مثل اپنے ساتھی کی گواہی کے جو اس نے مدعی  
 کے واسطے مدعا علیہ پر مدعی علامہ میں ہے کہ اسی قول کا فتویٰ ہے کذافی الطحاوی لا لخصۃ خلا فالشامی فلو فی بشارۃ فاسق نفذ  
 وائم فتح عدالت وجوب قبول کی شرط سے نہ صحت قبول کی برخلاف امام شافعی کے تو اگر قاضی حکم کرے فاسق کی شہادت کے تو حکم نافذ  
 ہوگا اور قاضی گناہ گار ہوگا کذافی الفتح الا ان یمنع منہ الام من القضاء بشہادۃ الفاسق الامام فلا ینفذ لامر ان یتاقت ویتقید بزبان ومکان  
 وصادقہ وقول معتدھی لا ینفذ قضاءہ باقوال ضعیفہ مگر یہ کہ امام منع کرے اس سے یعنی قضاء بشہادت فاسق سے تو اب قضاء نافذ نہ  
 ہوگی اس واسطے کہ مذکور ہو چکا کہ قضاء موقت اور مقید ہو سکتی ہے زبان اور مکان اور صادقہ اور قول معتدھی سے تو قاضی کی قضاء نافذ  
 نہ ہوگی اقوال ضعیفہ میں و ما فی القینۃ والمجتبی من قبول ذی المروۃ العادۃ فقول الثانی بحر وضعف الکمال بانہ تعلیل فی مقابله النص فلا یقبل  
 واقرہ المصنف اور جو قینہ اور مجتبیٰ میں ہے صاحب مردت صادقہ کی شہادت قبول ہونے سے سو ابو یوسف کا قول ہے کذافی البحر اور  
 اس قول کو ضعیف کہہ سے کمال الدین نے فتح القدر میں اس طرح کہ یہ تعلیل ہے نص کے مقابلہ میں تو مقبول نہیں اور اس کو مصنف نے ای  
 شرح میں مسلم رکھتا ہے فتح القدر میں ہے کہ ابو یوسف سے روایت ہے کہ فاسق جب کہ لوگوں میں صاحب و جاہل ہو جیسے سلاطین کے  
 ملہ اور شاید مردہ ماول کو اپنے آپ سے ۴ اور شاید کہ لو جب تم باہم سو اور ۴ اور شاید کہ مرد گواہ اپنے مردوں سے ۴ اس میں شاید کہ مرد کو  
 پر چاہر اپنے آپ سے ۴ اور قائم کہ شہادت کو ۴ ملہ جب تو دیکھے مل آفتاب کے تو گواہی مے ۴۔

مصاحب تو اس کی گواہی مقبول ہے اس واسطے کہ سبب اس کی رواداری اور جہالت کے تھوٹی گواہی کے واسطے کوئی اس کے واسطے اجورہ مقرر نہیں کر سکتا اور وہ کذب سے باز رہتا ہے سبب اپنی مروت کے اور قول اول اصح ہے کیونکہ یہ تعلیل ہے نص کے مقابل میں تو مقبول نہیں انتہی نص سے مراد نص قرآنی ہے یعنی (واشهدوا ذوی عدل منکم) طحاوی نے کہا مروت عبارت ہے آداب نفسانیہ سے جو محاسن اخلاق اور جمیل عادات پر باعث ہے وہی ان علی حاضر یحتاج الشاہد الی الاشارة ای ثلثہ مواضع اعنی التخصیص والمشہود بہ لوعیننا لادینا اور گواہی اگر حاضر شخص پر ہے تو شاید کوئی موضع کی طرف اشارہ کرنے کی حاجت سے یعنی مدعی اور مدعا علیہ اور مشہود بہ یعنی جس امر کی گواہی دینا ہے بشرطیکہ مشہود بہ عین ہونہ وین م مثلاً یوں کہے شاید کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ تلوار اس مدعی کی ہے اس مدعا علیہ کے پاس وان علی غائب کما فی نقل الشہادۃ او میت فلا بد لقبولہا من نسبتہ الی جدرہ فلا یکنی ذکر اسمہ واسم امیرہ وصناعۃ الا اذا کان یعرف بہا ای بالصناعۃ لا محالۃ بان لا یشارک فی المصر فرہ اور اگر گواہی غائب ہو چنانچہ نقل شہادت میں یا میت پر گواہی ہو تو اس کے مقبول ہونے کے واسطے ضرور ہے نسبت مشہود علیہ کی اس کے دادا تک تو ذکر کرنا اس کے نام اور اس کے باپ کے نام اور اس کے حرفے اور پیشے کا کافی نہیں مگر جب کہ وہ اس پیشے کے ساتھ مشہور ہو بلا تردد اس طرح پر کہ شہر میں دوسرا شخص اس حرفے میں اس کا شریک نہ ہو قلوب قضی بلا ذکر الجذر تقدراً لمعتبر التعریف لا تکثیر الحروف حتی لو عرف باسمہ فقط او بلقبہ وحدہ کفی جامع الفصولین وملتقط تو اگر قاضی بلا ذکر جرح کرے تو حکم نافذ ہو گا پس معتبر مشہود علیہ کی تعیین ہے نہ تکثیر حروف یہاں تک کہ اگر وہ فقط اپنے نام سے یا صرف اپنے لقب سے مشہور ہو تو فقط نام یا صرف لقب ذکر کرنا کافی ہے کذا فی جامع الفصولین وملتقط ولا یسأل عن شہادہ بلا طعن من الخصم الا فی حدود و قوادری قاضی شاید کی عدالت اور فسق لوگوں سے نہ پوچھے بدون طعن مدعا علیہ کے مگر حدود قصاص میں البتہ سوال کرے و عندہا یسأل فی کل ان جہل بجاہم بحر سہر او علناً بلفظی و ہواختلاف زمان لانہما کانا فی القرن الرابع اور صاحبین کے نزدیک سب صورتوں میں شاید کا حال دریافت کرے اگر قاضی ان کا حال نہ جانتا ہو کذا فی البحر سوال کرے مخفی اور علانیہ اسی قول کا فتویٰ ہے اور یہ اختلاف امام اور صاحبین کا باعتبار اختلاف زمانہ کے ہے اس واسطے کہ صاحبین جو تھے قرن میں تھے مسمومی نے کہا صاحبین کے نزدیک سوال واجب ہے تو قاضی گناہ گار ہو گا ترک سوال سے مگر حکم باطل نہ ہو گا انتہی مخفی سوال کا یہ طریقہ ہے کہ قاضی ایک رقعہ جس کو مستورہ بھی کہتے ہیں مزی کے پاس بھیجے اور اس رقعہ میں مشہود کے نام اور نسب اور حلیہ اور جس مسجد میں وہ نماز پڑھتے ہوں مرقوم ہو سو مزی کی شاہد کی عدالت اس میں لکھے اس طرح کہ وہ عادل جائز الشہادۃ ہے اور جس کی عدالت یا فسق اس کو معلوم نہ ہو تو یوں لکھے کہ وہ مستور ہے اور جس کا فسق مزی کو معلوم ہو تو اس کی تصریح نہ کرے بلکہ سکوت کرے تاکہ مسلمان کی پروردہ دری نہ ہو اور یہ لکھے کہ واللہ اعلم مگر جب کہ اس شاہد کو کسی نے عادل کہا ہو اور مزی کی ڈرے کہ اگر میں تصریح نہیں کرتا تو اس کی شہادت پر حکم ہو جائے گا تو اب تصریح فسق کرے چنانچہ بنایا ہے اور اختلاف سوال کا فائدہ یہ ہے کہ اگر مزی کی شاہد کو مجروح کرے تو قاضی مدعی سے کہے کہ دوسرا اور شاہد حاضر کر اور قاضی یہ نہ کہے کہ یہ مجروح اور مطعون ہے تاکہ مسلم کی آبرو محفوظ رہے اور مزی کی سے عداوت اور خلش نہ پیدا ہو اور علانیہ سوال کا یہ طریقہ ہے کہ مزی کی اور شاہد کو قاضی یکجا جمع کرے اور پوچھے کہ اسی شخص کو تو نے عادل کہا ہے ملتقط میں ابو یوسف سے مروی ہے کہ تزکیہ علانیہ مقبول نہیں مگر بعد تزکیہ سرزیعی نے کہا کہ قرن رابع میں لوگوں کے احوال متغیر ہو گئے تھے اور خیانت اور کذب ظاہر ہو گیا تھا لہذا صاحبین نے تزکیہ مشہود کو مقدم جانا بخلاف امام ابو حنیفہ کے کہ وہ قرن ثالث میں تھے جن کے واسطے خیر اور صلاح کی گواہی حدیث مرفوعہ میں موجود ہے فرمایا رسول خدا ﷺ یعنی جس صورت میں کہ گواہ مشہود علیہ کے دادا کا ذکر نہ کرے ۱۳ تزکیہ پاک کرنے کو کہتے ہیں یہاں مراد گواہوں کی راستی کے ثبوت ہے۔ مزی کی وہ شخص جو گواہوں کی راستی بتلاوے

صلی اللہ علیہ وسلم نے بہترین قرون میرا قرن سے جس میں میں ہوں پھر وہ لوگ جو ان کے متصل میں پھر وہ لوگ جو ان سے متصل پھر کذب پھیل جائے گا یہاں تک کہ مرد قسم کھائے گا اور خواست قسم سے پہلے اور گواہی دے گا گواہی طلب کرنے سے پہلے انتہی اور یہی ہے اس پر کہ قرن پچاس برس کا ہو چنانچہ اخضری نے مشرع مسلم میں مذکور کیا ہے ابن حجر عسقلانی نے شرح بخاری میں کہا کہ قرن عبارت سے مدت زمانے سے اور اس کی تحدید میں اختلاف ہے دس برس سے ایک سو برس تک لیکن ستر اور سو برس کا قول میں نے نہیں دیکھا انتہی طبقات عبدالقادر میں مذکور ہے کہ امام کا انتقال ڈیڑھ سو برس میں ہوا اور ابو یوسف کا انتقال ایک سو بیاسی میں ہوا اور محمد کا انتقال ایک سو ستاسی میں ہوا کذا فی الطحاوی ولو التفتی بالسراجاز جمع و بقی سراجیہ اور اگر قاضی سوال مخفی پر کفایت کرے تو بائز سے کذا فی الجمع اور اسی قول کا فتویٰ سے کذا فی التقریرم فقط تزکیہ علانیہ صدرا دل میں تھا اور محمد سے مروی ہے کہ تزکیہ علانیہ بار اور فقہ سے و کفی فی التزکیہ قول المزکی ہو عدل فی الایض لثبوت الحرۃ بالدارد ر یعنی الاصل فین کان فی دار الاسلام الحرۃ فہو بعبارة جواب عن المنقص بالبعد و بدلالة عن المنقص بالمجد و ابن کمال اور تزکیہ میں مزکی کا یوں کہنا کفایت کرتا ہے کہ وہ عادل ہے قول ارحم میں بسبب ثابت ہونے حریت کے بھرت دار الاسلام ہونے کے کذا فی الد یعنی جو شخص کہ دار الاسلام میں رہتا ہے اس میں اصل حریت سے تو وہ معنی لفظ عادل اپنی جہارت اور منطوقی سے جواب سے نقص عبد سے اور اپنی دلالت سے جواب ہے محدود فی القذف کے نقص سے کذا ذکرہ ابن کمال م یعنی فقط لفظ عادل بلا قید جائز الشہادۃ کافی ہے تزکیہ میں اس واسطے کہ اس کا غلام نہ ہونا اور محدود فی القذف نہ ہونا اس لفظ سے ثابت ہوتا ہے اتما فرق ہے کہ نفی عبیدت بعبارة المنص ہے اور نفی محدود فی القذف بدلالة المنص ہے طحاوی نے کہا یہ اس وقت مسلم موجب کہ حریت لفظ عادل سے بطریق منطوق مفہوم ہوا اور غلام پر عدل نہ بولاجا ہوا اور محدود فی القذف عدل نہ ہوتا ہوا لانکہ ایسا نہیں و لہذا خبری کا مختار یہ ہے کہ فقط عدل کہنا کافی نہیں اس واسطے کہ محدود فی القذف بعد توبہ کے عدل غیر جائز الشہادت سے اور اسی طرح باپ جب کہ اپنے فرزند کے واسطے گواہی دے تو ضرور ہے زیادہ کرنا جائز الشہادۃ کا چنانچہ ظہیر میں ہے بحر الرائق میں کہا کہ یہ قول تزکیہ کے لائق سے انتہی خصصت کی شرح ادب القاضی میں ہے کہ تزکیہ کی آٹھ شرطیں اول یہ کہ گواہی قاضی عادل عالم کہہ پاس ہو دوم یہ کہ مزکی شاید گواہ کا ہوا ہو شرکت یا معاملہ یا سفر سے شوم مزکی کو معلوم ہو کہ شاید نماز جماعت کا ملازم ہے چہاں یہ کہ شاید دینار اور درم کی خوش معاملگی میں معروف ہو سچ یہ کہ اولیٰ امانت میں قاصر نہ ہو سچشم یہ کہ راست گو ہو سچشم یہ کہ گواہ سے مجتنب ہو سچشم یہ کہ صفات پر مہر نہ ہوا انتہی مافی الطحاوی و التعدیل من الخصم الذی لم یرجع الیہ فی التعدیل لم یصح اور تعدیل یعنی عادل کہنا اس مدعا علیہ سے جس کی طرف تعدیل میں رجوع نہیں کیا گیا صحیح نہیں م جب کہ مدعا علیہ کی تعدیل صحیح نہ ہوئی تو مدعی کی تعدیل بطریق اولیٰ صحیح نہیں ہوتی نہ کہا تعدیل خصم اس واسطے صحیح نہیں کہ مدعی اور اس کے شہود کے گمان میں مدعا علیہ کا ذب سے انکار دعویٰ میں اور مبتدل ہے اپنے اصرار میں لہذا وہ معدل ہونے کی لیاقت نہیں رکھتا فلوکاں ممن یرجع الیہ فی التعدیل صحیح بزازہ تو اگر مدعا علیہ ان لوگوں میں ہو جن کی طرف تعدیل میں رجوع ہوتی ہو تو اب تعدیل اس کی صحیح ہے کذا فی البرزازیہ والمراد بتعدیلہ تزکیہ بقول ہم عدول زاد لکنہم اخطا والوں نسوا ولم یزد اور مدعا علیہ کی تعدیل سے مراد اس کا تزکیہ ہے یوں کہنے سے کہ شاید عادل ہیں خواہ اس نے یہ قول زیادہ کیا ہو لیکن شاید وہ نے خطا کی یا بھول گئے یا نہ زیادہ کیا ہو جب مدعا علیہ مرجع الیہ فی التعدیل ہو تو اس کی تعدیل صحیح ہوگی اور نہ لایا نسیان کا قول باطل ہوگا و اما قولہ صدقوا او ہم عدول صدقۃ قائمہ اعتراف بالحق لیعنی باقرارہ لا بالینۃ عند لحد و اختیار اور مدعا علیہ کا یوں کہنا کہ شاید سچے ہیں یا وہ عدول ہیں سچے سو یہ تو حق مدعی کا اعتراف اور اقرار ہے تو قاضی اس کے اقرار پر حکم کرے نہ گواہوں پر انکار کے وقت کذا فی الاختیار م یعنی اگر مدعا علیہ دعویٰ مدعی کا انکار کرے

اور شاہدوں کو سچا کہے تو یہ درحقیقت اقبال دعویٰ سے تو اب یہاں مدعا علیہ کے اقرار پر حکم ہوگا گواہوں کی کچھ حاجت نہیں اور اس کا انکار بسبب  
 تناقض کے لائق التفات کے نہیں واللہ اعلم وفی البحر عن التہذیب بحلف الشہود فی زماننا للتعذر التزکیۃ اذا مجهول لا یعرف المجهول واقره  
 المصنف ثم نقل عن الصیرفیۃ تفویضہ للقاضی بحر الرائق میں ہے تہذیب قلائسی سے کہ قسم دلائی جاوے گواہوں کو ہمارے زلمے میں بسبب متعذر  
 ہونے تزکیہ کے اس واسطے کہ مجہول نہیں بتا سکتا مجہول کو اور مصنف نے اپنی شرح میں اس قول کو ثابت رکھا ہے پھر اس نے صیرفیہ سے نقل  
 کیا سپرد کرنا حلف کا قاضی کو یعنی اگر قاضی مناسب دیکھے تو شاہدوں سے قسم لے م تزکیہ کو متعذر کہا بسبب غلبہ فسق و فجور کے اور مجہول  
 اول سے مزکی مراد ہے اور مجہول ثانی سے شاید یعنی مزکی کی عدالت اس زلمے میں خود مجہول سے تو وہ شاید مجہول کو کیا بتاھے گا قلت ولا  
 تنس ما عن الاشباہ میں کہتا ہوں اور نہ بھولیو وہ قول جو اشباہ سے مذکور ہو چکا م کتاب القضاء میں قبل حکیم اشباہ سے مذکور ہو چکا کہ اگر سلطان  
 اپنے قاضیوں سے تحلیف شہود کا امر کرے تو علماء پر اس کا نصیحت کرنا واجب ہے اس طرح کہ کہیں کہ تکلیف نہ دے اپنے قاضیوں کو اس  
 امر کی جس سے تیری ناخوشی لازم آوے اگر وہ تیری مخالفت کریں یا مخالف کی ناخوشی اگر وہ تیری موافقت کریں انتہی علامہ مقدسی نے بعد  
 کئے قول مذکور تہذیب کے کہا کہ یہ امر مخفی نہیں کہ تحلیف شہود کا قول کتب معتدہ مانند خلاصہ اور بنیازیہ کے مخالفت ہے کہ شاید پر قسم نہیں اور  
 یوں نہیں کوئی کہہ سکتا کہ تحلیف شہود پر عمل واجب ہے اس واسطے کہ شاید مجہول ہے مزکی کے مانند غالباً اور مجہول بتایا نہیں کرتا مجہول کو کیونکہ  
 ہم یوں کہتے ہیں کہ فی الواقع حال اسی طرح ہے لیکن فقیہ نے کہا کہ اگر ایسا استقصا کیا جائے یعنی تفتیش عدالت اور تقویٰ میں نہایت کد و کاوش  
 کیا جاوے تو دائرہ تنگ ہو جائے اور کوئی مومن بلا عیب نہ ملے چنانچہ قائل نے کہا ہے ومن الذی ترغی سجا یاہ کلہا + کفی المرئی ان تعد  
معابہ کذا فی السطحاوی یعنی ایسا کون ہے جس کے سبب سے عصال پسندیدہ ہوں مرد کی خوبی کے واسطے اتنا کافی ہے کہ اس کی برائیاں گئی جاو  
ولہ ان یشہد بیا سمع اور امی فی مثل البیع ولو بالتعاطای فیکون من المرئی والاقرار ولو بالکتایۃ فیکون مرئیاً اور شاہد کو جائز ہے کہ گواہی دے  
 اس کی جس کی سنے یا دیکھے بیع کے مانند میں اگر بیع بطریق تعاطی کے ہو تو بیع بالتعاطای من جملہ مرئیات اور مبصرات کے ہوگی اور مانند اقرار کے  
 اگر بیع اقرار بطریق لکھنے کے ہو تو یہ اقرار من جملہ مبصرات ہوگا م یعنی اگر مشہود بہ مسموعات سے ہو تو اس کو سن کر اور اگر مرئیات سے ہو تو دیکھ  
 کر گواہی بخائز ہے اور گاہے شئی مسمومہ او مرئی دونوں ہوتی ہیں دو اعتبار سے بیع کا انعقاد اگر ایجاب اور قبول سے ہو تو وہ مسموعات سے ہے اور  
 اگر تعاطی سے ہو تو مرئیات سے ہے اور تعاطی میں گواہ لینے چینی کی گواہی دیں اور اگر بیع کی گواہی دیں گے تو بھی جائز ہے چنانچہ بنیازیہ میں ہے اور  
 خریداری کی شہادت میں بیان ثمن ضرور ہے اس واسطے کہ من مجہول کی خریداری پر حکم کرنا صحیح نہیں اور اقرار لسانی مسموعات سے ہے اور اقرار  
 بالکنا یہ مرئیات سے لیکن معلوم کرنا چاہیے کہ اگر ایک شخص نے اپنا اقرار شاہدین کی روبرو لکھا اور کچھ نہ کہا تو یہ اقرار نہیں اور گواہی دینا اس  
 طرح کہ اس نے اقرار کیا حلال نہیں کیونکہ لکھنا گاہے آزمائش سیاہی یا قلم کے واسطے ہوتا ہے اور اگر کتابت مصدر اور مسموم ہو اس طرح کہ شخص تعا  
 کو بطریق رسالت اور پیام کے یوں لکھے کہ (اما بعد فلک علی کذا) یعنی بعد حمد یا سلام دریافت کر لے مخاطب کہ تیرے مجھ پہلے درم ہیں اور اگر لکھے  
 اور شہود کے روبرو پڑھے تو ان کو اس کے اقرار کی گواہی دینا درست ہے اگرچہ کتابت نے یہ نہ کہا ہو کہ تم گواہ رہنا میرے اقرار پر اور اگر شاہد  
 کے روبرو لکھا اور کہا اس کے گواہ رہنا تو اگر ان کو اس کا نوشتہ معلوم ہو تو یہ اقرار ہے اور نہیں تو اقرار نہیں اور گونگے کی کتابت تو بالفرض مصدر  
 اور معنون چاہیے اگرچہ فائب کے واسطے اقرار نہ ہو کذا فی السطحاوی وحکم الحاکم والغصب والقتل وان لم یشہد علیہ ولو منقیا یرى  
 المقر ویغیر اور جائز ہے گواہی دینا حاکم کے حکم اور غصب اور قتل کی اگرچہ شاہد کو اس پر گواہ نہ کیا ہو گو کہ شاید اس وقت چھپا لکھا ہو اس طرح



ہر کہ مقرر کا منہ دیکھتا ہو اور اس کا اقرار بکھتا ہو علم میں ہے کہ اگر مقرر نے کہا کہ میرے اقرار کی جو تہ نے سنا گواہی نہ دینا تو بھی گواہی دینا جائز ہے انتہی در  
 صورت سکوت مقرر بطریق اولیٰ گواہی جانتے اور اگر شاید مقرر کو دیکھتے نہ ہوں اور اس کا کلام سنتے ہوں تو ان کو گواہی اس کے اقرار کی دینا حلال نہیں مگر در  
 صورت آئینہ حق کذافی الطحاوی ولای شہد علی مجہب بسامہ منسلاً اذا تبین القائل بان لم یکن فی البیت غیرہ مکن لوفسر لا قبل و در اور جو شخص دیوار وغیرہ کی  
 آڑ میں ہے اس پر گواہی دے اس سے باہر سن کر مگر جب کہ ظاہر ہو جائے قائل اس طرح کہ نہ ہو کوئی کوٹھری میں سوتے اس کے لیکن اگر شاید آڑ کی سمت  
 کو بیان کرے گا تو گواہی مقبول نہ ہوگی کذافی الدم یعنی جب کہ شاید کوٹھری میں داخل ہو اور وہاں ایک مرد کو دیکھا پھر شاید نکل کر اس کے دروازے پر  
 بیٹھا اور اس کوٹھری میں کوئی ماہ نہیں سوانے دروازے کے تو اب اس مرد کے اقرار کی گواہی جانتے کذافی الطحاوی عن الخفاف اور بری شخصہا ای  
 القائل مع شہادۃ الثمین بانہا فلان بنت فلان بن فلان دیکھنی ہذا للشہادۃ علی الاسم والنسب و علیہ الفتوی جامع الفصولین یا شاید عورت کلام  
 کرنے والی کا جسم دیکھے دو مردوں کی یوں گواہی دینے کے ساتھ کہ وہ عورت فلانی سے فلان بن فلان کی بیٹی اور یہ یعنی دو شخصوں کی نہر عورت کے اسم اور نسب  
 پر گواہی کے واسطے کافی ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہے کذافی جامع الفصولین م رویت شخص کی قید اس واسطے لگائی کہ نقاب دار عورت کی صحت پر اس کا  
 چہرہ دیکھنا شرط نہیں یعنی مشرخی کے نزدیک چنانچہ شرط لایہ میں ہے اور اگر عورت کا جسم نظر آوے اور دومر شاید سے کہیں کہ یہ فلانی عورت ہے تو اس کو گواہی  
 دینا جائز نہیں چنانچہ ابن مقاتل سے مروی ہے جامع الفصولین میں ہے کہ اگر دو معلول نام اور نسب عورت مذکورہ کا بتاویں تو مالین کو لائق ہے کہ فریغ  
 کو اپنی شہادت پر شاید کریں تاکہ شاید عورت پر نام اور نسب اور حق کی گواہی بالاصار دے کذافی الطحاوی فریغ مسند طحہ شارع کافی الجواب عن محمد بن یحییٰ  
 للفقہاء و کتب الشہادۃ لان عندنا داود بن یحییٰ علیہ فیضہ جو ابر میں ہے محمد بن حسن سے کہ اہل فقہ اور اہل علم کو لائق نہیں گواہی لکھنا یعنی ذائق پر اس  
 واسطے کہ اولے شہادت کے وقت مدعا علیہ بغض پیدا کرے گا ان سے تو بغض اس کو ضرر کرے گا مگر ضرر یہ ہے کہ یہ ناحق بغض ہے اور لوگوں سے  
 جو شرعاً محبوب میں یعنی اہل علم کی محبت شرعاً لازم اور عقل شہادت آخر کار موجب بغض ہوگا تو اہل علم کو گواہی نہ لکھنا خوب سے یہ اس صورت میں ہے جب کہ  
 اہل علم میں قتل یا اولے شہادت متعین نہ ہو۔ والی کان بن الخلیل بن اخرج المدنی خط اقرار المدنی علیہ فانکر کو زحفنا لکتب کتب دین الخلیل مشاہیر  
 ظاہرہ علی الہما خط کاتب واحد لیکم علیہ بالمال ہوا یصح خانیزہ والی قاری الہدیۃ بخلاف فلا یعول علیہ والی یعول علی ہذا تصحح لان قاضی خان من اہل  
 من یعمد علی لیسما کذا ذکرہ المصنف ہذا و کتب الاقرار و اعتمده فی الاشباہ اور اگر وہ خطوں میں تشابہ ہو اس طرح کہ مدعی اقرار نامہ نکلے مدعی  
 علیہ کے خط سے سو مدعی علیہ نے اپنے خط ہونے کا انکار کیا سو مدعی علیہ سے آزمائش کے واسطے کچھ لکھا یا گیا سو اس نے لکھا اور حالانکہ دونوں خطوں  
 میں ایسی مشابہت ظاہر ہے کہ دونوں خط ایک ہی کاتب کے ہیں تو مدعی علیہ پر ثبوت مال کا حکم نہ ہوگا۔ یہی قول صحیح ہے کذافی الخانیۃ اگرچہ ہماری  
 ہدایت نے اس کے مخالف فتویٰ دیا ہے یعنی ثبوت مال کا تو اس پر اعتماد دیکھا جائے گا اعتماد تو فقط اس خانیہ کی تصحیح پر ہوگا اس واسطے کہ جن لوگوں  
 کے تصحیحات پر اعتماد ہوتا ہے ان میں سے قاضی خان زیادہ تر جلیل القدر ہے ایسا کچھ مصنف نے اپنی شرح میں کہا اور کتاب الاقرار میں ذکر  
 کیا ہے اور اسی قول پر اشباہ میں اعتماد کیا ہے م مشابہت خطوں سے عدم حکم ثبوت مال کی وجہ یہ ہے کہ تشابہ خط اس سے زیادہ تر نہیں کہ مدعی علیہ  
 اقرار کرے کہ یہ میرا خط ہے اور میں نے اس کو لکھا ہے لیکن ہم پر مال نہیں ہے تو اس اقرار سے مال واجب نہیں ہوتا تو اسی طرح تشابہ خطوں سے بھی  
 واجب نہ ہوگا کذافی الخ مکن کی شرح الوہبانیۃ لوقال ہذا علی مکن لیس علی ہذا لال ان کان الخط علی وجہ الرسالۃ مصدر معنونا لیسدی و لیزم بالمال  
 و کرمی المخطوط فتاویٰ قاری الہدیۃ فرابع ذلک لیکن شرح وہبانیۃ میں ہے اگر مدعی علیہ کے کہ یہ میرا خط ہے لیکن مجھ پر یہ مال نہیں ہے اگر خط بطریق  
 حکم مصدر اور معنوی ہو تو انکار مدعی علیہ کی تصدیق نہ ہوگی اور مال اس پر لازم کیا جائے گا اور ماخذ اس کے مخطوط اور قاری ہدایت کے فتاویٰ میں ہے

تو اس کی طرف مراجعت کرم یہ قول ہے قاضی نسفی کا کہ اگر غائب کو بطریق رسالت یوں لکھے اما بعد فلک علی کذا تو یہ مال کا اقرار ہے اس واسطے کہ مکتوب غائب سے ایسا ہے جیسے خطاب حاضر سے تو کاتب تکلم قرار دیا جائے گا انتہی لیکن جمہور علماء اس کے خلاف پر ہیں اس واسطے کہ لکھنا گاہے تجربہ کے واسطے بھی ہوتا ہے کذا فی البحر لمخصا ولا لیشہد علی شہادۃ غیر عالم لیشہد علیہ و قیدہ فی النہایۃ بما اذا سمعہ فی غیر مجلس القاضی فلوفیہ جاز وان لم یشہدہ بشر بنالیۃ عن الجوبہ اور نہ گواہی دے اپنے غیر شخص کی گواہی پر جب تک کہ شخص غیر اس کو اپنی شہادت پر گواہ نہ کرے اور نہ ہی میں اس مسئلہ کی یہ قید لگائی ہے کہ جب غیر کی شہادت قاضی کی مجلس کے سوا اور کہیں سے تو گواہی دینا جائز نہیں بدون اس کے گواہ کرنے کے تو اگر محکمہ قضائے اس کو سنے تو گواہی دینا درست ہے اگرچہ غیر شخص نے اس کو گواہ نہ قرار دیا ہو کذا فی الشر بنالیۃ عن الجوبہ م وجہ توار یہ ہے کہ شہادت اب ملزم ہے اور یہ دلیل اس کی مفید ہے کہ قاضی نے اس شہادت پر حکم کر دیا کذا فی الحوی اس واسطے کہ شہادت بدون قضا ملزم نہیں و بخلاف تصور صدر الشریعہ وغیرہ اور نہ ہیہ کی قید مذکور کے مخالف ہے صدر الشریعہ وغیرہ کی تصویر صدر الشریعہ نے اس مسئلہ کی صورت یوں بیان کی ہے کہ ایک مرد نے قاضی کے پاس دائی شہادت کو سنا تو اس کو اس کی گواہی پر گواہی دینا جائز نہیں انتہی تو اگر اس کو قبل قضا پر محمول کیجیے تو منافات مرتفع ہو جائے کذا فی الطحاوی وقولہم لا بد من التحمیل و قبول التحمیل وعدم انتہی بعد التحمیل علی الاظہر اور نہ ہیہ کی قید کے مخالف ہے فقہاء کا یہ قول کہ ضرور ہے تحمیل سے یعنی گواہ کر دینے سے اور ضرور ہے قبول تحمیل اور عدم نہی سے بعد تحمیل کے بقول اظہر ہم قولہم عطف ہے تصویر پر اور مواضع ثلثہ میں تحمیل مصدر ہے باب تفعیل کا وجہ مخالفت یہ ہے کہ تحمیل اور قبول تحمیل یہاں حاصل نہیں اس واسطے کہ شاید عند القاضی نے اس کو گواہ نہیں کیا اور سامع نے اس کو قبول نہیں کیا اور جواب یوں ممکن ہے کہ شہادت بعد از قضا بمنزلہ قضا کی شہادت کے سے کذا فی الطحاوی ولعم الشہادۃ بقضاء القاضی صحیحہ وان لم یشہدہما القاضی علیہ وقیدہ ابو یوسف بمجلس القضاء وهو الاحوط ذکرہ فی الخلاصۃ مثل حکم قاضی کی گواہی دینا صحیح ہے اگرچہ قاضی نے شاہدین کو اس پر گواہ نہ کیا ہو اور ابو یوسف نے شہادت قضا کو مجلس قضا کے ساتھ مقید کیا ہے یعنی شہادت حکم کی بلا شہاد اس وقت صحیح ہے جب کہ شاہدین نے قاضی کا حکم مجلس قضا میں سنا ہو اور اس میں زیادہ ترا حقیقہ ہے کذا فی الخلاصۃ کفی عدل واحد فی اثنا عشر مسئلہ علی بافی الاشباہ منہا اخبار القاضی بافلاس المیوس بعد المدۃ کفایت کرتی ہے ایک عادل کی خبر بارہ مسئلوں میں چنانچہ اشباہ میں سے ازاں جملہ قاضی کا خبر دینا ہے مجوس کے افلاس میں بعد مدت جس کے م عادل کی قیاس واسطے لگائی کہ مستور العدالت کی خبر اور اسی طرح مستورین کی خبر ان چیزوں میں مقبول نہیں خبر قاضی کی یہ صورت ہے کہ قاضی نے ایک شخص کو مجوس کیا اس مال میں جو دوسرے مال کا عوض ہے اور مدعی علیہ نے اپنے افلاس کا دعویٰ کیا تو اس کی تصدیق نہ کرے اور مناسب حال مدت تک اس کو مقید رکھے پھر جب اس شخص کے بعد شخص عادل اس کے افلاس کی خبر دے تو اس کی خبر کو قبول کرے اور اس کو چھوڑ دے کذا فی الطحاوی وللتزکیۃ ای تزکیۃ السر واما تزکیۃ العلانۃ فتشادۃ اجماعا اور عادل واحد کافی ہے تزکیہ میں یعنی تزکیہ مخفی میں اور تزکیہ علانیہ تو گواہی ہے بالاجماع م تو تزکیہ علانیہ میں وہ شرط ہے جو شہادت میں شرط ہے سوائے لفظ شہادت کے اور ظاہر تزکیہ علانیہ میں دو عادل یا ایک عادل اور دو عادل عورتیں مراد ہیں تنسیبہ قاضی کو چاہیے کہ اس کو مکر کی شہود مقرر کرے جو لوگوں کے احوال خوب تر جانتا ہو اور لوگوں سے اختلاط رکھتا ہو اور خود عادل ہو اور جانتا ہو کہ کون کون کون ہے اور کون نہیں لایچی اور مفلس نہ ہو مال پاکر دھوکا نہ کھاوے اور اگر شاہد کے پڑوسی میں یا اہل بازار میں کوئی شخص لائق اعتماد کے نہ ہو تو اب تو اتراخبار معتبر ہوگا یعنی عدالت شہود میں کذا فی الطحاوی و ترجمہ الشاہد والخصم اور شاہد اور خصم کے ترجمے میں ایک عادل کافی ہے م مصباح میں ہے ترجم کلامہ عرب بولتے ہیں جب کہ مشکلم اپنے کلام کو ظاہر اور واضح کرے و ترجم کلام غیرہ بولتے ہیں جب کہ غیر کے کلام کو دوسری بولی میں تعبیر کرے اور اسم فاعل ترجمان سے بفتح تاء و ضم جیم لغت فصیح میں او ضمتہ تاء علی جانہ سے اور گاہے جیم اور تاء دونوں کو مفتوح بولتے ہیں انتہی امام اعظم کے نزدیک شرط ہے کہ شاہد اور خصم کا مترجم اندھا نہ ہو اور اگر قاضی شاہد اور خصم کی زبان جانتا

ہو تو ترجمہ کی حاجت نہیں اور ترجمہ کو مقرر کرنا جاہلیت اور اسلام دونوں میں واقع ہوا ہے چنانچہ زید بن ثابتؓ بحکم سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم لغت جو انہی سے لکھی گئی تھی ترجمہ کی گئی تھی کذا فی الطحاوی والرسالة من القاضی الی المزکی والاشنان اسطی اور کافی سے عادل واحد پیام رسانی میں قاضی سے مزکی کی طرف اور دو شخصوں کے ہونے میں زیلہ تر لیتا طے ہے م اسطی مزکی کی پیام رسانی میں قاضی کی طرف عادل واحد کافی سے و جاز تزکیۃ عبید مہدی و والد اور جاز سے تزکیۃ غلام کا اپنے مولیٰ کے واسطے اور غیر کا تزکیہ اور والد کا تزکیہ اپنے والد کے واسطے و کذا بالعکس کذا فی الطحاوی وقد نظم ابن وہبان منہا احد عشر فقال اور البتہ ایہ وہبان نے وہبانیہ میں بارہ مسائل مذکورہ سے گیارہ مسائل نظم میں بیان کیے ہیں سو یوں کہا سے و یقبل عدل واحد فی تقوم، و تخرج و تعدل و اتس یقعد اور مقبول سے عادل واحد کا کلام قیمت ٹھہرانے میں جرح اور تعدیل شاید میں اور دیت مقدر میں کہ نبی میر محمد کی قید ٹھہرانے میں اور تلف کر ڈالنے کی قیمت میں اس طرح کہ ایک شخص نے دوسرے شخص کی کوئی چیز تلف کر ڈالی سو دیکھنے والی دعویٰ کیا کہ اس کی قیمت اتنی تھی اور مدعا علیہ کہتا ہے کہ اتنی قیمت اس کی نہ تھی تو اس کے اثبات قیمت میں عادل واحد کا قول کافی ہے لیکن نصاب صرفہ اس کلام سے مستثنیٰ ہے کہ اس میں دو شخصوں کی تقویم ضرور ہے چنانچہ وہبانیہ میں ہے اور سر کے زخموں کی دیت ٹھہرانے میں مثلاً ایک عادل کافی ہے۔ و ترجمہ و السلم بل ہو جیدہ، و اقلار و الارسل و العینب یظہر، اور مقبول سے عادل واحد کا کلام ترجمہ میں اور مسلم فیہ میں کہ وہ عمدہ ہے یا ناقص اور ناقص مجبوس میں اور قاضی کی پیام رسانی میں اور عادل عیب کو ظاہر کرتا ہے م سلم سے مسلم فیہ مراد ہے یعنی جب مسلم فیہ حاضر ہوا اور رب المسلم اور مسلم ایہ میں اختلاف ہو اس کے عمدہ یا ناقص ہونے میں تو عادل واحد کا قول اس میں کافی ہے اور جب کہ بائع اور مشتری میں اختلاف ہو عیب بیع کے اثبات میں تو عادل واحد کا قول اس میں کافی ہے کذا فی الطحاوی و صوم علی مامر و عند علیہ موت اذ الشاہدین یکر اور صوم میں چنانچہ مذکور ہو چکا یا ملت ہونے کے وقت اور موت میں جب کہ دو شاہدوں کو ایک عادل موت کی خبر دے م مذکور ہو چکا کہ بلال رضفان میں عادل واحد کی خبر کافی ہے اگرچہ آسمان پر ملت نہ ہو مانند ابراہم اور جبار کے یہ روایت ہے حسن کی اور ظاہر روایہ میں ہے کہ در صورت علت مذکور عادل واحد کافی ہے اور اگر عادل موت انسان کی خبر دے تو شاہدین کو اس کی موت کی گواہی دینا جائز ہے کذا فی الطحاوی و التزکیۃ للذمی حکون بالامانۃ فی دینہ و لسانہ و یدہ و ان صاحب یقلہ۔ فان لم یعرف المسلمون سألوا عن عدول المشکرین ایسا بر تزکیہ ذمی کا ہوتا ہے امانت داری سے اس کے دین اور زبان اور ہاتھ میں اور یہ کہ وہ ہوشیار ہے مہبوت نہیں ہے پھر اگر ذمی کو مسلمان نہ پہچانتے ہوں تو اس کا حال عدول مشرکین سے دریافت کریں کذا فی الاختیار م دین ذمی کی امانت داری یہ کہ اپنے معتقدات شریعت پر محافظ ہو اور زبان کی امانت داری یہ کہ جھوٹ نہ بولتا ہو اور ہاتھ کی امانت داری شاید یہ کہ ساری نہ ہو اور ہتھیار نہ تھا کہ شارح کہتا کہ اگر نہ جانتے ہوں تو قاضی عدول کفار سے اس کا حال دریافت کرے چنانچہ محیط او اختیار میں ہے کذا فی الطحاوی و فی المتقط عدل نهرانی ثم اسلم قبلت شہادۃ و لو سکر الذمی لا یقبل اور ملقط میں ہے کہ ایک نهرانی کی عدالت بیان کی گئی پھر وہ مسلمان ہو گیا تو اس کی گواہی مقبول ہے یعنی وہ گواہی جو قبل اسلام دے چکا ہے اگر ذمی نهرانی مست ہو تو گواہی اس کی مقبول نہیں م طحاوی نے کہا اس واسطے کہ نشا اور مستی انجیل میں حرام ہے تو وہ فاسق ٹھہرا نصاریٰ کے دین میں واللہ شہد من رای خطہ ولم یدکر ما ای الحادۃ و رواہ شخص گواہی نہ دے جس نے اپنا کلمہ دیکھا اور صاۃ اس کو یاد نہیں کذا القاضی والراوی لمتابۃ الخط للخط اسطی طرح قاضی اور راوی حکم نہ دے اور روایت نہ کرے اپنا خط دیکھ کر بدوین یا و داشت کے بسبب مشابہ ہونے ایک خط کے دوسرے خط سے م خلاصہ میں ہے کہ ابو حنیفہ نے جمع ہدایت تک روی اختیار کی لہذا ان سے روایت احادیث میں قلت واقع ہوئی باوجود کثرت سماع احادیث اس واسطے کہ امام نے بارہ سو مودوں سے سماعت کی مگر امام کے نزدیک حفظ خط سے وقت سماع کے اور روایت کے وقت بھی تو امام کے نزدیک شاید کو واقعہ اور تاریخ اور مقدار مال اور صفت مال یاد رکھنا ضروری ہے تو اگر ان میں سے کوئی چیز یاد نہ ہو اور اس کو یقین ہو کہ یہ میرا خط ہے اور میری ہر ہے تو اس کو گواہی دینا لائق نہیں اور اگر باوجود اس کے گواہی دے گا تو وہ شاید

چوتھا ہے کذا فی المنع اور فقط تذکر مجلس شہادت کافی نہیں و جو زاہ لونی ترزہ و بہ تاخذ بحجر عن المبتغی اور صاحبین نے اس کو جائز کہا ہے اگر کاغذ مرقوم اس کے قبض اور حفاظت میں ہو اور اسی قول کو ہم لیتے ہیں کذا فی البحر عن المبتغی م خلاصہ میں ہے شرط یہ ہے کہ صک محفوظ ہو دست بدست نہ گیا ہو اور مدنی کے ہاتھ میں نہ ہو جب سے کہ اس نے اپنا نام اور اپنی مہر لگائی سو اگر ایسا نہ ہو تو اس کو گواہی دینا جائز نہیں انتہی بحر الرائق میں ہے کہ ابو یوسف نے یہ قاضی اور مدعی کے واسطے جائز کہا ہے نہ شاہد کے واسطے اور محمد نے کل میں جائز کہا ہے اعتماد کرنا کتاب پر جب کہ اس کو یقین ہو کہ یہ میرا خط ہے اگرچہ حادثہ یا وہ ہو لوگوں پر مانا کرنے کے واسطے انتہی اور ظاہر کلام شارح مانند کلام مسکین کے ہے کہ صاحبین اس میں متفق ہیں اور جو بحر الرائق میں ہے وہ معلوم ہو چکا اور اسی طرح یعنی اور زیلعی میں ہے ابو سعود نے کہا دفعۃً ثانی یوں ممکن ہے کہ ابو یوسف سے دو روایتیں ہیں کذا فی الطحاوی طحطاوی والی شہد احدہما لم یجانہ بالاجماع الا فی عشرۃ علی مانی شرح الوہبانیۃ اور نہ گواہی دے کوئی اس چیز کی جس کو اس نے معائنہ نہیں کیا بالاجماع مگر وہ مسائل میں بلا معائنہ گواہی درست ہے جیسا کہ وہبانیہ کی شرح میں ہے م عدم معائنہ سے مراد عدم یقین ہے یعنی جس چیز کا یقین حاصل نہیں آنکھ کے معائنہ یا سماع سے اس کی گواہی دے اور سماع کی مثال حقوق میں کذا فی الطحاوی منها العتق والولاء عند الثانی والمہر علی الارح بزازیہ من جملہ مسائل عشرہ ایک عتق ہے ۲۲ دلار ابو یوسف کے نزدیک ۳ ہر بقول ارجح کذا فی البرزازیہ شمس الامم نصری نے کہا کہ شہادت سماعت سے عتق میں بالاجماع مقبول ہے اور نصری کے استاد حلوانی نے ذکر کیا کہ اس میں خلاف ثابت ہے سو ابو یوسف سے جواز منقول ہے تو معتمد عدم قبول ہے عتق میں جیسے دلار میں عدم قبول معتمد سے اور علامہ عبد البر کی شرح وہبانیہ میں ہے کہ شہادت عتق میں یعنی بسماعت حلال نہیں ہمارے نزدیک خلافاً للشافعی پھر اس نے حلوانی کا قول مقدم مذکور کیا اور ولایہ میں محمد کا کلام مضطرب ہے اور ظاہر امام کا قول معتمد ہے کیونکہ ابو یوسف کے قول کی تصحیح ثابت نہیں اور مہر میں محمد دو روایتیں ہیں ارجح یہ ہے کہ ہر تابع ہے نکاح کا یعنی قبول شہادت بالسماع میں چنانچہ علامہ البرزازی نے اس کو ذکر کیا ہے اور اسی کے مانند ہے بحر الرائق میں ظہیر اور بزازیہ اور خزائن سے اور شرنبلالیہ میں ہے خلاصہ سے کذا فی الطحاوی والنسب ہم نسب ہم تو جس نے ایک جماعت سے امام کے نزدیک یا دو عادل سے سنا صاحبین کے نزدیک کہ وہ شخص فلان بن فلان ہے تو اس کو اس کی گواہی دینا جائز ہے اگرچہ اس نے اس کی ولادت اس کے فرانس پر نہیں دیکھی اور فتویٰ صاحبین کے قول پر سے کذا فی الطحاوی والموت ۵ موت توجب لوگوں سے سنا کہ فلانا شخص مر گیا تو اس کو موت کی گواہی دینا درست ہے اگرچہ اس نے موت کا معائنہ نہ کیا ہو بزازیہ میں ہے کہ ایک مرد نے ثورت سے کہا کہ تیرا شوہر مر گیا تو اس کو نکاح کر لینا درست ہے اگر مخبر عادل ہو انتہی محیط میں ہے کہ اگر انسان کی موت کی خبر آئی سو اس کے اپنوں نے وہ سامان کیا جو میت پر ہوتا ہے تو جائز نہیں اس کی موت کی خبر دے جب تک شخص معتمد اس کو یہ خبر نہ دے کہ میں نے اس کی موت کا معائنہ کیا اس واسطے کہ مصائب گاہے موت پر مقدم ہو جاتے ہیں خطا کی راہ سے یا مال کے بانٹ لینے کے لیے کیلئے کذا فی الطحاوی والتکاح ۶ نکاح م تو اگر جماعت سے سنے امام کے نزدیک اور دو عادلوں سے سنے صاحبین کے نزدیک تو نکاح کی گواہی دینا جائز ہے عادیہ میں ہے کہ شہادت بے شہرت اور سماع نکاح میں جائز ہے تو اگر ایک مرد ایک عورت پاس آتے جاتے دیکھے اور لوگوں سے سنے کہ فلانی عورت فلان نے مرد کی جو رو ہے تو اس کو اس کی زوجیت کی گواہی دینا جائز ہے اگرچہ اس نے عقد نکاح کا معائنہ نہیں کیا اور در میں ہے کہ اگر ایک شخص نے مرد اور عورت میں اختلاط اور انبساط دیکھا جیسے جو دو خاوندیں ہوتی ہیں تو گواہی دے کہ وہ اس کی جو رو ہے کذا فی الطحاوی والنحول بزوجتہ ۷ دخول بزوجتہ یعنی یہ بھی بالسماع ہے اور قبول شہادت پر احکام مترتب ہیں چنانچہ عدل اور ہر اور نسب و ولایۃ القاضی ۸ ولایت قاضی م یعنی جب سنا کہ فلانا شخص قاضی ہو فلان نے مہر کا تو اس کو اس کی قضا کی گواہی دینا درست ہے اگرچہ اس نے تقلید سلطان کا معائنہ نہیں کیا بحر الرائق میں معراج سے ہے کہ امیر قاضی کے مانند ہے تو امارت کی شہادت کو بھی زیادہ کرنا

چاہئے وَأَمَّا الْوَقْفُ اصل وقف میں گواہی دی کہ یہ وقف ہے فلاں نے موضع یا فلاںی جماعت پر اور کیا ذکر صرف کا شرط ہے یا نہیں کانی میں مقینانی سے روکے کہ ان شرط سے اور جواز میں ہے کہ شرط نہیں بقول مختار اگر وقف قائم ہے تو فقہروں کی طرف منصرف ہوگا قیل وشرائط علی المختار کامرلی باب اور قول ضعیف میں شرائط وقف کی بھی گواہی بسماح درست ہے بقول مختار چنانچہ مذکور ہو چکا وقف کے باب میں مخطاوی نے کہا اس کو بعینہ یعنی ذکر کرنا بلا وجہ کیونکہ دونوں قول کی تصریح ثابت ہے بقرہ الرائق میں فصول عادیہ سے کہ قول مختار یہ ہے کہ شرائط وقف پر گواہی دینا شہرت سے مقبول نہیں اتنی اور مجتبیٰ میں سے قول مختار یہ ہے کہ شرائط وقف پر شہادت بشرت مقبول ہے اتنی اور اس پر اعتماد کیا ہے معراج اذنی القدرین واصلہ ہو گل بالعلق یہ صحت و توقف علیہ والا لکن شرائط اور اصل وقف ہر ایک وہ چیز ہے جس سے صحت و وقف کی تعلق ہو اور جس پر وقف ہو اور اگر ایسا نہیں تو وہ شرائط وقف سے م تعلق صحت و وقف شرط صحت و وقف سے ہے چنانچہ وقف کا بھی ہونا معلق اور مسلم ہونا اور انجام کار کو اس جہت کے واسطے مقرر کر دینا جو منقطع نہ ہو وغیر ذلک اور جس پر صحت و توقف نہیں جیسے جہات صرف ذکر کرنا چنانچہ امام اور مؤذن کا قلم الشہادۃ ہذا اگر اذنی القدرہ بہا بسنہ الاشیاء من شوق الشاہد بہ من غیر جہاد لا یصور کو اطمین علی الکذب بلا شرط عدالت او شہادۃ العدلین الا فی الموت فیکفی العدل ولو اتی ذہوا المختار طسقی ورج تو شاید کہ بسبب تسامح کے گواہی دینا جائز ہے جب کہ ان اشیا و مذکورہ کی وہ شخص جو روئے جس پر شاید اعتماد لکھا ہے اس جماعت کی خبر دینے سے جن کا تعلق ہونا کذب پر متصور نہیں بلا شرط عدالت محض یا وہ عادل کی شہادت سے سولے موت کے کہ اس میں ایک عادل کی خبر کافی ہے اگرچہ خبر طورت ہو یہی قول مختار ہے کذا فی الملتقی والفتوح م فتاویٰ صفحہ ۱۵ میں مذکور ہے کہ شہرت کی دو صورتیں ہیں ایک شہرت حقیقی چنانچہ کو اثر دوسری شہرت علی اس طرح کہ دو عادل مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں ہر لفظ شہادت خبروں مگر موت میں ایک عادل کی خبر کافی ہے باللفظ شہادت اتنی ہوا مذکورہ میں ہا وجود عدم معائنہ بجز خبر اہل اعتماد شہادت بطریق استحسان کے جائز ہے دفع حرج کے واسطے اور تاکہ تعطیل احکام لازم نہ آئے اس واسطے کہ اشیا و مذکورہ میں ہر شخص حاضر نہیں ہوتا سولے خواص کے کیونکہ نکاح میں ہر شخص موجود نہیں ہوتا اور دخول زوجہ میں کوئی وقف نہیں ہوتا اور اسی طرح ہر شخص موت کو معائنہ نہیں کرتا اور نسب کا سبب ولادت سے سو دنوں کوئی موجود نہیں ہوتا سولے دانی جنائی کے اور سبب قضا تقلید سلطان ہے سو اس کو کوئی معائنہ نہیں کرتا سولے ذریعہ خواص کے اور اسی طرح وقف سے وہ احکام متعلق ہوتے ہیں جو علی مرتضیٰ باقی رہتے ہیں تو اگر ان امور میں تسامح مقبول نہ ہو تو بجز اصحیح لازم آوے اور احکام بالکل معطل ہو جائیں کذا فی المحوی اور ایک عادل کی خبر موت کی شہادت میں کافی ہے نہ قضا کے واسطے کیونکہ قاضی بدون دو شخص کی گواہی کے حکم نہ دے گا اور اگر موت کے وقت ایک ہی شخص موجود ہو تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ دوسرے کو خبر دے موت کی پھر دونوں مل کر قاضی کے روبرو گواہی دیں تو قاضی ان کی شہادت پر حکم کرے کذا ذکر ابو السعود و قیدہ شارح الوہبانیۃ بان لایکون الجز منہا کو ارت و موصلہ اور شارح وہبانیہ نے خبر موت میں یہ قید لگائی کہ وہ مستہم نہ ہو چنانچہ وارث میت کا اور جس کے واسطے میت کی وصیت کی وہ جہت یہ ہے کہ وارث شائد اس واسطے مورث کی موت بیان کرتا ہو کہ اس کا مال بطریق وصیت کے حاصل کرے ومن فی یدہ شیء سوی رقیق طریقہ ولعین نفسه والا فهو کتھا ملک ان تشہد بہ انہ لہ ان وقع فی تملیک ذلک ای انہ ملک اور جس شخص کے قبضے اور موت تصرف میں کوئی چیز ہو سوائے اس رقیق کے جس کی رقیق معلوم سے اور وہ اپنا حال بیان کر سکتا ہے اور اگر رقیق صغیر ہے کہ اپنا حال بیان نہیں کر سکتا تو وہ متارح اور اسباب کے مانند ہے تو تم کو اس متارح مقبوض کی یوں گواہی دینا درست ہے کہ وہ قابض کی مملوک ہے بشرطیکہ تیرے دل میں یہ بات واقع ہو کہ مقبول قابض کی ملک ہے م خلاصہ یہ ہے کہ جو چیز نوٹھی غلام کے سوا نقد

ہو یا اسباب یا زمین کسی شخص کے قبض اور تصرف میں ہو اور شاہد کا دل گواہی دے کہ یہ چیز قابض کی ملک سے تو اس کی ملکیت کی گواہی دینا درست ہے اس واسطے کہ قبض اور تصرف ملک کی پلے پلے کے دلیل ہے کیونکہ جمیع اسباب میں مزجج دلالت قبض سے تو اسی پر اکتفا ہوگی اور صورت اس کی یہ ہے کہ ایک چیز ایک آدمی کے قبض اور تصرف میں دیکھے پھر وہی چیز دوسرے شخص کے ہاتھ میں دیکھے اور پہلا آدمی اس کی ملک کا مدعی ہے تو دیکھنے والے کو یہ گواہی دینا جائز ہے کہ وہ چیز مدعی کی ملک سے ہے اور اگر مقبوض رقیق کبیر ہے کہ اپنی رقیق یا حریت کو بیان کر سکتا ہے تو پھر مدعا قبض اس کی ملکیت کی گواہی جائز نہیں اور اگر رقیق ایسا صغیر ہے کہ اپنا حال بیان نہیں کر سکتا تو اب وہ متاع کے مانند ہے تو اس کی ملکیت کی گواہی معائنہ قبض سے درست ہے طحاوی نے کہا یہ جو شارح نے جملہ زیادہ کیا کہ علامہ سہلابوہد ہے اور شارح کو دھوکا پڑا بشر بنالیہ کی عبارت سے مضمون عبارت مذکورہ کا یہ ہے رقیق معبر کے سوا یعنی جب تک نہ جانے کہ وہ رقیق ہے تو معائنہ قبض سے اس کی رقیق کی گواہی نہ دے اور غیر معبر میں اس کی رقیق کی گواہی دے انتہی یعنی معائنہ قبض سے مراد اس کی یہ ہے کہ جو غلام اپنے حال کو بیان کر سکتا ہے تو اس کی ملکیت کی گواہی نہ دے معائنہ قبض سے مگر جب کہ اس کی رقیق معلوم ہو اور یہ مطلب شارح کے کلام سے نہیں نکلتا تو اگر شارح یوں کہتا سوا... رقیق یعبر نفسہ دلم لعلہ و الاہم متاع تو کلام ٹھیک ہوتا انتہی بشر بنالیہ میں ہے شہادت قلب بالاتفاق شرط ہے اس واسطے کہ حلت شہادت میں یقین ہونا اصل ہے تو تعذر یقین کے وقت شہادت قلبی کی طرف حاجت ہوگی اس واسطے کہ قبض دلیل ہو تب سے بسبب حاصل ہونے کا ان ملک کے پھر جب دل نے گواہی نہ دی تو ظن حاصل نہ ہو تو مجرّد قبض مفید نہ ہو لہذا اعماء نے کہا ہے کہ جب انسان گراں قیمت موتی خاکروب کے ہاتھ میں دیکھے یا کتاب جاہل کے پاس دیکھے جس کے آباء اور اجداد میں کوئی اہل علم نہیں ہو تو اس کی ملک کی گواہی قابض کے واسطے جائز نہیں تو معلوم ہوا کہ فقط قبض کافی نہیں انتہی اور یہ شرط کہ شاہد کو دو عادل اس کی خبر نہ دیں کہ چیز مقبوض غیر قابض کی ہے تو اگر خبر دیں تو ملک قبض کی گواہی دینا جائز نہیں چنانچہ خلاصہ میں ہے اور ایک عادل کی گواہی شہادت قلبی کی مزیل نہیں مگر جب کہ تیرے دل میں یہ جہل ہے کہ یہ شخص صادق ہے تو اب تجھ کو اول قابض کے واسطے ملک کی گواہی دینا حلال نہیں چنانچہ شبلی کے حاشیہ میں سے خایہ سے والالا اور نہیں تو نہیں یعنی اگر تیرا دل ملک قابض کی گواہی نہ دے تو تجھ کو اس کی ملکیت کی گواہی دینا جائز نہیں چنانچہ مفصل مذکور ہو چکا ولوعاين القاضی ذلک جائزہ القضاء بہ بزازیہ ای اذا ادعاہ المالك والالا اور اگر قاضی اس کو یعنی قبض اور تصرف کو معائنہ کرے تو اس کو حکم دینا قابض کی ملکیت کا جائز ہے کذا فی البرازیہ یعنی اس وقت حکم جائز ہے کہ جب کہ مالک اس کا دعویٰ کرے اور اگر دعویٰ نہ کرے تو جائز نہیں م دعویٰ ملک کی قید میں تنازع صاحب بحر کا تابع ہوا ہے اور صاحب بحر نے اس قید سے دفع تناقی کا ہے زلیعی کے کلام میں اور بزازیہ اور خلاصہ کے کلام میں زلیعی نے کہا کہ قاضی کو حکم دینا بمعائنہ قبض جائز نہیں خلافاً للخالصہ و البرازیہ تو صاحب بحر نے خلاصہ اور بزازیہ کا کلام حصول دعویٰ پر محمول کیا اور زلیعی کا کلام عدم حصول دعویٰ پر محمول کیا اور سعود نے کہا کہ اس تکلف کی کچھ حاجت نہیں کیونکہ ان مسئلہ میں اختلاف ہے متقدمین اور متاخرین میں متقدمین کے نزدیک قاضی کو حکم دینا اپنے علم پر جائز ہے اور متاخرین کے نزدیک جائز نہیں تو خلاصہ اور بزازیہ کا کلام متقدمین کے مذہب پر مبنی ہے اور زلیعی کا کلام متاخرین کے مذہب پر کذا فی الطحاوی وانفسر الشاہد للقاضی ان شہادۃ بالتسامع او بمعائنہ الیدروت علی الصیح الا فی الوقت والموت اذا قسر او قال فیہ اخیرنا بہ من شیش یہ تقبلی علی الارح خلاصہ اور اگر شاہد بالتسامع قاضی سے بیان کرے کہ اس کی گواہی تسامع سے ہے یا معائنہ قبض سے تو گواہی بقول صحیح مردود ہوگی مگر وقت اور موت میں جب کہ دونوں شاہد بیان کریں اور یوں کہیں کہ ہم کو وقت یا موت کی خبر دی ہے اس نے جس پر ہم کو اعتماد ہے تو بقول صحیح گواہی مقبول ہوگی

سوا... اس ملک کے کہ اپنا حال بیان کرے اور اس کا ملک ہونا معلوم نہ ہو درندہ متاع ہوگا ۳۱۴

لذاتی الخلام مع حصول نے کہا ہمارے فرمایا ہے کہ شاید کو مناسب ہے کہ مطلق گواہی سے اور اس کی تفسیر نہ کرے یعنی تسامع یا معانہ قبض کو  
 ذکرے بل کی الغریبہ عن الخانیۃ معنی التفسیر ان یقولوا شہدا لانا سمعنا من الناس ابلو قالام نعاين ذلک و لکنہ اشترکہ عندنا جازت فی الکل و صحیح شاذ  
 الوبائیۃ و غیرہ بلکہ در کے حاشیہ فرمی زادہ میں خانیہ سے منقول ہے کہ معنی تفسیر شہادت بالتسامع یہ ہے کہ شاہدین کہیں کہ ہم نے گواہی دی  
 اس واسطے کہ نکاح وغیرہ کو لوگوں سے سنا اور اگر یوں کہیں کہ ہم نے اس کو معانہ نہیں کیا لیکن وہ ہمارے نزدیک مشہور ہے تو جمیع امور میں  
 شہادت بالتسامع جائز ہے اور شاذ و ہبیانہ وغیرہ نے اس قول کو صحیح کہا ہے م شہرت اور سماع من الناس میں فرق یہ ہے کہ شہرت وہ ہے  
 جو سب لوگوں میں مشہور ہو یا اگر نہیں اور سماع من الناس میں وہ بات حاصل نہیں کہ ذاتی الخطاوی والقد تعالی اعلم

باب القبول و عدمہ | ای سبب علی القامنی قبول شہادۃ و من لم یجب لامن یصح قبولہا اولاً یصح بصحہ شہادۃ الفاسق مثلاً کا حقیقۃ

یعنی یعقوب ہا شاذ وغیرہ یہ باب سے قبول شہادۃ اور وہ قبول میں یعنی کس شخص کی شہادت قبول کرنا قاضی پر واجب ہے  
 اور کس کی واجب نہیں ذیہ کہ کس کی شہادت کا قبول کرنا صحیح ہے اور کس کی نہیں بسبب صحیح ہونے قضا کے فاسق کی شہادت سے مثلاً اور حال کہ عدم  
 قبول شہادت فاسق مذکور سے چنانچہ اس کو معصفت نے اپنی شرح میں بائنا یعقوب ہا شاذ وغیرہ کے ذکر کے لیے لقیل من اہل الامواء ای  
 اصحاب بدعہ لا کفر کجہر و در فض و خروج و تشبیہ و تعطیل و کل منہم اثنا عشر فرقة۔ فصاروا اثنتین و سبعین مقبول سے گواہی اہل ہوی کی یعنی  
 اہل بدعات کی جو منسوب بکفر نہیں چنانچہ بیہر اور قدر اوفض اور خروج اور تشبیہ اور تعطیل اور ہیک ان چھ مذہبوں سے بارہ فرقے میں تو اہل بدعات  
 کے بہتر فرقے ہو گئے م ہوی جہادت سے خواہش مذہوم سے اور اہل ہوی ایک فرقہ معین نہیں بلکہ جو مخالفت سنت کے ہے بتاویل فاسد وہ اہل ہوی ہے  
 مغرب میں سے کہ اہل امواء وہ لوگ ہیں جو طریقہ اہل سنت اور جماعت سے کجروی کریں اور اہل قبہ ہوں یعنی آپ کو مسلمان کہتے ہوں ان کی گواہی اس  
 واسطے مقبول ہوتی کہ ان کا فسق اعتقادی ہے اور بدعت میں اس کو نہیں ڈالا مگر اس کی تین نے یعنی اپنے نزدیک حق جان کر اس نے بدعت اختیار  
 کی بخلاف فسق من حیث المتعالی کے انتہی یعنی فاسق اعتقادی متم بہ کذب نہیں بخلاف فاسق فعلی کے کہ وہ متم بہ کذب ہے لہذا اس کی گواہی مقبول  
 نہیں جہرہ وہ فرقہ ہے جو قدرت عہد کی نفی کرے اور قدرہ وہ ہے جو حق تعالی کی قضا اور قدر کی نفی کرے اور کہے کہ عہد نے افعال کا خالق ہے  
 اولاً یعنی فرقہ مشہور ہے اور خارجی وہ لوگ ہیں جو حضرت علیؑ اور طلحہ اور زبیرؓ اور معاویہؓ کو کافر کہیں معاذ اللہ اور اہل تشبیہ وہ ہیں جو خالیوں میں مخلوق کے  
 صفات ثابت کریں اور ہستیائی میں حوض ان کے مرجیہ کا ذکر ہے مرجیہ وہ فرقہ ہے جو کہے کہ ایمان کے ساتھ کوئی گناہ مضر نہیں کرتا اور اہل تعطیل اور  
 مصلہ وہ فرقہ ہے جو حق تعالی کی ذات پاک کو صفات سے خالی اعتقاد کرے ہستیائی نے کہا کہ اہل ہوی میں سے جن کی تکفیر ثابت ہے چنانچہ مجرور  
 خوارج اور خلاۃ رافض اور جو خلق قرآن کے قائل ہیں ان کی شہادت مسلمین پر مقبول نہیں انتہی تو شارح نے ان فرقوں کو اہل ہوی کے بیان میں شہد  
 کی ہے ذیہ کہ ان سب فرقوں کی گواہی مقبول سے چنانچہ کلام بجز الرافضی اسپر دلالت کرتا ہے کہ اصول ہوی چھ ہیں پھر شارح کے مانند فرقہ سہ کو ذکر  
 کیا کہ ذاتی الخطاوی جمعہ الا الخطائیۃ صنف من الرافضی یرون الشہادۃ لشیعتم و کل من صلفناہ عن فردیم لابلدہم بل لہتمہ الکذب ولم یبق

لذہم کہہ اہل ہوی کی گواہی مقبول ہے سو اخطا بیہ کے کہ وہ ایک قسم ہیں رافضی سے جائز جانتے میں گواہی اپنے شیعوں کے واسطے اور اس شخص  
 کے واسطے جو قسم کھائے کہ میں حق نہیں ہوں تو ان کی شہادت کا مردود ہونا ان کی بدعت کے سبب سے نہیں بلکہ کذب کی بدعت کے سبب سے ہے اور  
 ان کے مذہب کا ذکر لائی نہیں رہا کہ ذاتی بالہرم یعنی اس مذہب و ملا کوئی باقی نہیں رہا م خطا بیہ نسبت ہے ابوالخطاب محمد بن ذہب احمد بن محمد بن ابی  
 ذہب اسدی احمد بن محمد بن ابی الخطا بیہ نے کو فرم فرمایا کیا اور عیسیٰ بن موسیٰ بن علی بن عبد اللہ بن عباس سے کہ اور امام جعفر صادقؑ کی اہل

کی طرف دعوت کی اور یہ دعویٰ کیا کہ علی مرتضیٰ خدائے اکبر ہیں اور جعفر صادق خدائے اصغر سو کو ذمہ میں سولی دیا گیا خطابیہ کی رو شہادت فقط بدعت سے اس واسطے  
 نہیں کہ محض بدعت لائق تکفیر کے نہیں لیکن طیکہ اپنے رئیس کے مانند اعتقاد رکھتے ہوں کذا فی الطحاوی من الذمی لو عدلانی دینم جویرہ علی مثلہ الا  
 فی خمس مسائل علی مافی الاشباہ اور ذمی کی گواہی اس کے مانند دوسرے ذمی پر مقبول ہے اگر ذمی عادل ہو اپنے دین میں کذا فی الجویہ مگر پانچ صورتوں  
 میں ذمی کی گواہی ذمی پر مقبول نہیں جیسے اشباہ میں ہے ہم من جملہ مسائل خمسہ ایک یہ ہے کہ دو نصرانی ایک نصرانی کے مسلمان ہو جانے کی گواہی  
 دیں اور وہ انکار کرتا ہو تو گواہی مقبول نہیں اور نصرانیہ کے اسلام پر گواہی مقبول ہوگی اور اسلام لانے پر زبردستی کی جائے گی ۲ جب کہ دو ذمی نصرانی  
 میت پر گواہی دیں اور وہ مسلم کا دیون ہوا اور ترکہ ادا میں کفایت نہ کرتا ہو ۳ جب کہ ذمی ایک خریدار پر مسلم سے گواہی دیں اور مسلم منکر بیع ہو مگر جب کہ چار شخص  
 گواہی دیں نصرانی پر کہ اس نے عورت مسلمان سے زنا کیا مگر در صورت استکراہ مسلمہ ۵ مسلمان نے ایک غلام کا دعویٰ کیا جو کافر کے پاس ہے اور  
 اور دو کافروں نے گواہی دی کہ وہ اس کا غلام ہے اور فلا نے مسلم قاضی نے اس کا حکم دیا ہے و تبطل باسلام قبل القضاء و کذا بعدہ لو بعقوبہ کفقود بجر اور  
 باطل ہو جاتی ہے ذمی کی گواہی اس کے مسلمان ہو جانے سے قبل قضا کے اور اسی طرح بعد قضا بھی باطل ہو جاتی ہے اگر عقوبت کی گواہی دی چنانچہ قضا  
 کذا فی البحر اگر ذمی مشہود علیہ مسلمان ہو جائے تو گواہی باطل ہو جاوے گی کیونکہ اگر اس گواہی پر حکم دے تو لازم آتا ہے مسلمان پر حکم کرنا کافر کی گواہی سے  
 اور یہ جائز نہیں وان اختلفا لہ کالیہود والنصارى ذمی کی گواہی ذمی پر مقبول ہے اگرچہ شہاد اور مشہود علیہ کا دین مختلف ہو چنانچہ یہود اور نصاریٰ  
 اس واسطے کہ کل کفر ملت واحدہ ہے والذمی علی المستامن لا عکسہ اور مقبول ہے ذمی کی گواہی مستامن پر نہ بالعکس یعنی مستامن کی گواہی ذمی پر مقبول  
 نہیں کیونکہ ذمی افضل ہے مستامن سے اس واسطے کہ دارالاسلام میں رہتا ہے ولا ترد علی مثلہ فی الاصح اور نہ مرد کی گواہی مقبول ہے ویسے دوسرے  
 مرد کی بقول اصح و نقل منہ علی مستامن مثلاً مع اتحاد الدار لان اختلاف دارہما یقطع الولاية كما یمنع التوارث اور مقبول ہے مستامن کی  
 گواہی ویسے دوسرے مستامن پر ایک ملک میں رہنے کے ساتھ یعنی جب کہ دونوں ایک ہی ملک کے رہنے والے ہوں اس واسطے کہ دونوں کا ملک مختلف  
 ہونا قاطع ولایت سے جیسے توارث کا مانع ہے ہم مثلاً ایک مستامن فرنگ کا ہو اور دوسرا حبش کا اور دونوں دارالاسلام میں ہوں تو ایک کی گواہی  
 دوسرے پر مقبول نہیں اور اسی طرح ایک دوسرے کا وارث بھی نہ ہوگا اور ملک مختلف ہونے سے باعتبار اختلاف سلطنت و حکومت کذا فی البحر  
 و قبل من عدو بسبب الدین لانہا من التذین بخلاف الذمیون فانہ لایا من من التقول علیہ کاسیجی اور مقبول ہے گواہی دشمن دینی کی اس واسطے کہ  
 کہ عداوت دینی بسبب دین داری کے ہے بخلاف عداوت دنیوی کے کہ اس میں اطمینان نہیں و روغ گوئی سے چنانچہ آگے آوے گا اسی باب میں  
 ہم یعنی عداوت دینی ہوتی ہے بسبب کمال دین داری اور عدالت کے واسطے کہ عداوت گاہے واجب ہوتی ہے اس طرح پر کہ ایک شخص کو تکب  
 خلاف شرع دیکھے اور اس کے منع کرنے سے وہ باز نہ رہے لہذا شہادت مسلم کی کافر پر مقبول ہے باوجودیکہ دونوں میں عداوت دینی ہے کذا  
 فی الحموی و اما الصدیق لصدیقہ فقبل الا اذا كانت الصداقة متنامیة بحدت تیسرتی کل فی مال الاثر قتاوی المصنف معرباً لمعین المحام اور دوست  
 کی گواہی تو دوست کے واسطے مقبول ہے مگر جب کہ دوستی نہایت مرتبہ ہو اس طرح پر کہ تصرف کرتا ہو ہر دوست دوسرے دوست کے مال میں  
 تو اب مقبول نہیں چنانچہ مصنف کے قتاوی میں ہے معین المحام کی طرف منسوب ومن مرکب صغیرہ بلا اصرار ان اجتوب الکبار کلہا و غلب  
 صواب علی صغارہ در رو غیر ما قال ہو معنی العدالة اور مقبول ہے گواہی اس کی جو مرکب صغیرہ ہو بلا اصرار لیکن جمع کیا ہے پر مزید کرتا ہو یا صواب اس  
 کا غالب ہو اس کے صغائر پر یعنی خطا پر کذا فی الدر وغیر ما صاحب در نے کہا اور یہی مذکور معنی عدالت ہے ہم تو اگر گناہ صغیر پر اصرار کرے یا اس کے  
 کرنے سے خوش ہو یا اس کو ہلکا جانے یا عالم ہو اور لوگ اس کی پیروی کرتے ہوں تو وہ صغیرہ اب کبیرہ ہو گیا فتح القدییر میں کہا بہتر قول وہ ہے جو



ابو یوسف سے تفسیر عادل بن علیوں منقول ہے کہ کبیرہ گناہ نہ کسے اور صغیرہ پر اصرار نہ کرے اور پورہ پوشی اکثر پورہ درک سے اور وہ اب اس کا اکثر موصیٰ ہے اور مردوں سے اس کی ظاہر مواد مستعمل صدق اور مجتنب کذب ہو باعتبار روایت اور مردوں کے قبستانی لے کہا کہ جو مجتنب ہو کہا لے سے اور سونیکہاں کہیں اور تنازوں سے صغیرہ تو وہ عادل ہے اور اگر ایک ہی کرے اور دو گناہ صغیرہ تو وہ عادل نہیں کذا فی الطحاوی ولی الخلامۃ  
 فی فعل یرفع المرءة والکرم واقربہ ابن کمال اور خلاصہ میں ہے کہ جو فعل کہ مردوں اور کرم کو چھوڑے اور وہ کبیرہ گناہ ہے اور ثابت رکھتا ہے اس قول کو لکن کمال نے مفتح القدیوم میں اس پر اعتراض کیا ہے کہ یہ قول منہبط اور صحیح نہیں لہذا محقق نے کہا کہ ترک مردوں و کرم کبیرہ نہیں ہو سکتا مگر من حیث منع شہادت کذا فی الطحاوی قال و فی الذکب کبیرة سقطت عدالتہ ابن کمال نے کہا اور جب کہ مسلم ترک کبیرہ کا ہو اس کی عدالت بزرگی مسمیٰ لے کہا مگر زوال عدالت کا اس وقت حکم ہوگا جب کہ کبیرہ مرتبہ ظہور میں پہنچے لہذا شرب الخمر میں اویان بشرط سے اور قبستانی میں خلاصہ سے کہ مختار یہ ہے کہ کبیرہ کے اصرار سے مجتنب ہو تو اگر ایک بار ترک کبیرہ ہو تو اس کی شہادت مقبول ہے ومن اقلع لومن عند والالا و بہ ناخذنم اور غیر محضوں کی گواہی مقبول ہے اگر ترک نعتہ مذہب سے مواد اگر بلا عذر ہو تو گواہی مقبول نہیں اور اسی قول کو ہم لیتے ہیں کذا فی البہرہ  
 عدیہ ہے کہ نعتہ ترک کرے اپنی جان تکلیف ہو جانے سے اور جیسے اس کی شہادت مقبول ہے ویسے ہی اس کی امانت بھی صحیح ہے اور نعتہ کے میں اختلاف ہے خلاصہ میں کہا مختار یہ ہے کہ ابتداء وقت نعتہ سات برس میں اور آخر وقت بارہ برس میں کذا فی المنع والاسبغ البی من الشہادۃ  
 کفر ابن کمال اور طویل طبعی اور منہی کرنا ساتھ کسی چیز کے احکام شرعی سے کفر ہے ذکرہ ابن کمال و شخصی واقطع اور گواہی مقبول ہے خود اور دست  
 بریدہ کی م اس واسطے کہ خوب کا حضور ظلم سے کاٹا گیا جیسے کسی کا ہاتھ کوئی کاٹ ڈالے اور میں کا ہاتھ چوری میں کاٹا گیا اس کی گواہی اس وقت مقبول  
 ہے جب کہ وہ عدل ہو کذا فی الطحاوی و ولد الزنا و بوالزنا خلافاً لاک اور ولد الزنا کی گواہی مقبول ہے اگرچہ وہ زنا کی گواہی سے نکلا  
 امام مالک کے مذہب کے م اس واسطے کہ فسق والدین فسق ولد کا موجب نہیں جیسے کفر والدین کذا فی المنع و شخصی کا تخی لو مشکلا والافلا اشکال  
 اور شخصی عورت کے مانند ہے اگر شخصی مشکل ہو تو چھ اشکال میں م بشرط الیہ میں ہے کہ شخصی مشکل جمیع احکام میں عورت کے مانند ہے انتہی تو اس  
 کی گواہی دوسری عورت کے ساتھ برابر ایک مرد کے ہوگی اور اگر شخصی مشکل نہ ہو یعنی اگر علامت مردی غالب ہے تو اس کا مرد کا حکم سے اور  
 نہیں تو عورت کا و عتیق لمصنوع و عکسہ الا التبرہ لانی الخلامۃ شہدا بعد عتقہا ان المشن کذا عند اختلاف بائع و مشتری یقبل بجمہل النفع بائعات لیس  
 اور غلام آزاد کی گواہی اتنا دکانے طے کے واسطے اور آزاد کرنے والے کی گواہی غلام آزاد کے واسطے مقبول ہے مگر بسبب ہمت کے مقبول  
 نہیں اس واسطے کہ خلاصہ میں سے کہ بائع اور مشتری کے اختلاف میں کے وقت دو غلاموں نے اپنے آزاد ہونے کے بعد یہ گواہی دی کہ تھی اتنا  
 تھا تو گواہی مقبول نہ ہوگی بسبب کہنے منفعہ کے اثبات عشق سے مگر منفعہ کی وجہ سے کہ اگر دونوں کی شہادت ہوتی تو بائع اور مشتری  
 دونوں قسم کاتے اور بیع صحیح ہو جاتی تو عشق باطل ہوتا عتیق کی گواہی عشق کے واسطے اس واسطے مقبول ہے کہ شریح نے قبر کی گواہی علی مرتضیٰ  
 کے واسطے قبول کی تھی اور قبر میں کے غلام آزامتھے کذا فی الطحاوی ولا یمون وکرم و من محرم رضا ما او مصاہرۃ الا اذا اشتدت الخسومۃ و  
 عام علی مانی القینۃ اور مقبول ہے گواہی بھائی کی اپنے بھائی کے واسطے اور بھتیجے کی اپنے چچا کے واسطے اور محرم رضائی یا سسرانی رشتے  
 کے محرم سے گواہی مقبول ہے مگر جبکہ نہایت جھگڑا ہو اور شاید جھگڑا ہو علی کے ساتھ تو گواہی مقبول نہیں چنانچہ قینہ میں ہے م محرم رضائی  
 جیسے رضائی بیٹا اور سسرانی رشتے کے محرم جیسے خوش دامن اور دوہ کی بیٹی دوسرے زور سے اور داماد اور سوتیلی ماں اور بہو وغیرہ میں مذکور  
 صلہ شخصی شکل اس کو کہتے ہیں جو دونوں صاحبین رکھتا ہو اور کسی کو علیہ نہ ہو

کی گواہی اس واسطے درست ہے کہ املاک ہر ایک کی جدا جدا ہوتی ہیں اور ایک دوسرے کے مال میں تصرف نہیں کرتا تو محل تہمت نہیں ہے بخلاف شہادت قرآن  
 ولاء لیکن جب کہ شاہد مدعی کے ساتھ خصوصیت کرتا پھرے تو گواہی مقبول نہ ہوگی کیونکہ وہ اب مدعی علیہ کا گویا خاص ہو گیا و فی الخزانة تخاصم الشہود والذکا  
 علیہ تقبل لوعد ولا اور خزانہ میں ہے کہ تخاصم شہود اور مدعی علیہ کی گواہی مقبول ہے اگر شاہد عادل ہوں م یہ قول قینہ کا ظاہر مخالفت ہے صاحب بحر  
 نے توفیق بن القزین کی واسطے اس کو عدم مساعدت مدعی پر محمول کیا ہے یا عدم کثرت مساعدت پر والدہ تعالیٰ اعلم ومن کافر علی عبد کافر مولاہ مسلم او علی  
 وکیل حر کافر مولاہ مسلم لایکوز عکسہ لقیما ہما علی مسلم قصد او فی الاول ضمنا اور مقبول سے گواہی کافر سے اس غلام کافر پر جس کا مولیٰ مسلم ہے یا اس کی  
 حر کافر پر جس کا مولیٰ مسلمان ہے ہی نہیں جائز ہے اس کے بالعکس بسبب قائم ہونے شہادت کافر کے مسلم پر قصد اور اول میں قیام شہادت ضمنا  
 ..... جائز ہے نہ قصد ہم بالعکس یہ ہے کہ گواہی دے کافر اس مسلمان غلام پر جس کا مولیٰ کافر ہے کذافی الطحاوی و تقبل علی ذمی میت  
 وصیہ مسلم ان لم یکن علیہ دین مسلم بحر اور مقبول سے گواہی کافر کی اس ذمی میت پر جس کا وصی مسلمان ہے بشرطیکہ میت پر کسی مسلمان کا دین نہ ہو کذا  
 فی البحر و فی الاشباہ لا تقبل شہادۃ کافر علی مسلم الا تبعاً لکامراد ضرورۃ فی مسلمین فی الایضاً شہد کافر ان علی کافر انہ او علی الی کافر و احضر مسلماً علیہ حق  
 للمیت و فی النسب شہدان التصرافی ابن المیت قاعدی علی مسلم بحق و ہذا استحسان و وجہہ فی الدرر اور اشباہ میں ہے کہ کافر کی گواہی مسلم پر مقبول  
 نہیں مگر کافر کے ساتھ ہو کر چنانچہ مذکور ہو چکا مسلم کی گواہی عبد کافر میں یا کافر کی گواہی مسلم پر بضرورت مقبول ہے دو مسئلوں میں وصیت کرنے  
 میں چنانچہ دو کافروں نے ایک کافر پر یہ گواہی دی کہ اس نے دوسرے کافر کو وصی کیا ہے اور وصی نے اس مسلم کو حاضر کیا جس پر میت کافر کا حق  
 ہے اور نسب میں بضرورت مقبول ہے چنانچہ دو کافروں نے گواہی دی کہ یہ نصرانی میت کا بیٹا ہے سو اس نے مسلم پر حق میت کا دعویٰ کیا اور  
 یہ استحسان ہے اور وجہ استحسان در میں مذکور ہے م وجہ استحسان یوں مذکور ہے کہ مسلمین نصاریٰ وغیرہم کفار کی موت میں موجود نہیں ہوتے اور  
 وصیت اکثر موت کے قریب ہوتی ہے اور ثبوت نسب کا بسبب نکاح ہے اور اہل اسلام کفار کے نکاح میں نہیں ہوتے تو اگر نصاریٰ کی شہاد  
 اثبات مسلم پر اثبات ایضاً میں جو موت پر مبنی ہے اور نسب میں جس کی بنا نکاح پر ہے مقبول نہ ہو تو وہ حقوق ضائع ہو جائیں جو ایضاً سے  
 متعلق ہیں تو گواہی بضرورت مقبول ہے جسے دایہ کی گواہی بضرورت مقبول ہے انتہی شہدائے نے کہا کہ ظاہر قبول شہادت اس صورت میں ہے  
 جب کہ مسلم دین کا مقرر اور وصیت کا منکر ہو تو ذمیوں کی گواہی مقبول ہوگی کیونکہ یہ نصرانی میت پر گواہی سے اور مسلم منکر ہو دین کا تو ذمیوں کی  
 گواہی اس پر کیونکہ مقبول ہوگی اور صورت نسب کا وہی محل ہے جب کہ مسلم دین کا مقرر اور نسب کا منکر ہو کذافی الطحاوی و العمال للسلطان  
 اور عمال سلطانی کی گواہی مقبول ہے م عمال بضم عین و تشدید میم عامل کی جمع ہے عمال سے مراد وہ لوگ ہیں جو حقوق واجبہ یا نذر خراج وغیرہ کے  
 رعایا سے لیتے ہیں یہی قول ہے جمہور کا اس واسطے کہ نفس عیستق نہیں کہ بعض اصحاب کبار عامل تھے کذافی الطحاوی الا اذا کانوا اعواناً علی الظلم  
 فلا تقبل شہادۃ ہم لغلبۃ ظلمہم کرمیس القریۃ والجبالی والصراف والمعرفین فی المراکب والعرفان فی جمیع الاصناف ومحضر قضاۃ العہد والوکلاء المقعدۃ  
 والصکاک و صمان الجہات کہ قاطعہ سوق النخاسین حتی حل عن الشاہد لشہادۃ علی باطل فتح و بحر مگر جب کہ عمال سلطانی ظلم اور ستم کے مددگار ہوں  
 تو ان کی گواہی مقبول نہیں بسبب غلبہ ظلم کے جیسے زمیں قریہ یعنی زمیندار کی گواہی مقبول نہیں بسبب اس کی ستم گاری کے اور خراج جمع کرنے والے  
 کی یعنی جو ظلم سے خراج جمع کرے اور صراف کی اور حمازوں کے معرفت کی یعنی جو تجارت اہل حجاز اور مشتریوں سے شناسائی کر دیتے ہیں اور جمع اوقاف  
 اہل حرفہ کے چودھری اور نہتروں کی اور اس کی گواہی جو قاضیان زمانہ کے پاس اہل مقدمات کو رجوع کرے اور بناوٹ کے وکیلوں کی اور  
 قبائل تالیسوں کی اور جہات کے ضمانت داروں کی گواہی مقبول نہیں مانند ان لوگوں کے جو ٹھیکروں کی بازار کو یا نخاس کی بازار کو بطور مقاطعہ

حاکم سے لیتے ہیں یہاں تک کہ شاید بر لعنت کرنا محال ہے بسبب اس کی گواہی دینے کے باطل پر کذا فی الفتح و بجم مراد سے وہ مراد ہے جس کے پاس لوگ اپنا مال رکھا دیں اور وہ خوشی سے رکے اور مراد پیشہ وروں کے زین اور محض قضاء حمد کی گواہی بسبب رشوت خوری اور عدم مروت کے مقبول نہیں اور دکلائے مستفعل سے شاید وہ لوگ مراد ہیں جو دعاوی اور مصومات میں ذمہ دار ہو جاتے ہیں تو ان کی گواہی بسبب قلت مبالغات اور رشوت خوری کے مقبول نہیں اور ان کو مقفل اس واسطے کہا کہ لوگ ان کی جہل سازی اور حیدہ بازی سے اپنی نفع میں اعانت چاہتے ہیں اور توکل حقیقی کا قصد نہیں کرتے اور صاک بجم مراد جمع سے صکا کہ بفتح صاد کی یعنی کاتب وثائق و قبائلوں ان کی گواہی اس واسطے مقبول نہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ فلا نے خرید کیا اور بیچا اور فلاں درک ہوا اور بیع پر قبضہ کیا اگرچہ امور مذکور واقع ذہول اور کتابت مانند تکلم کے ہے لیکن اگر کاتب غالب الصلاح اور تحقیق کر کے لکھتا ہو تو مقبول الشہادت ہے اور منانی بجم مراد جمع سے منان کی فتح القدر میں ہے اور گواہی مقبول نہیں اس کی جو اقرار باطل پر گواہی دے مانند اس کے جو سوقی نحاسین کو بطور مقاطعہ کے لیتا ہے یا اس کے وثیقے پر گواہی لکھتا ہے مشائخ نے کہا کہ اگر گواہی دیں تو ان پر لعنت کرنا محال ہے کیونکہ وہ باطل پر شہادت سے سو کیا محال ہے ان لوگوں کا مباشرتین سلطان سے جو ضامن جہات اور اجارات معادہ پر گواہی دیتے ہیں اتنی نحاسین بجم مراد جمع سے اور بعضے کتب میں بجم مراد جمع نحاس یعنی بائع دواب و رقیق کذا فی الطحاوی ولی الوہبانیۃ امیر کبیر ادنی شہد لعدا و گواہی و در عیالہم لا یقبل کتبا المزارع لرب الارض اور وہبانیہ میں ہے امیر کبیر نے دعویٰ کیا سو اس کے حال اور توابع نے اور حال کی رعایا نے اس کے واسطے گواہی دی تو مقبول نہیں جیسے مزاج کی گواہی زمیں و لے کے حق میں مقبول نہیں م حال اور رعایا کی گواہی بسبب جہالت کے اور بسبب ستم گاری کے امیر کے خوف سے مقبول نہیں قبل اراد بالعدل المحرفین ای بحرف لایقہ ہدی حرفہ ایاہ واجدادہ والافلام و دة لودین فلا یقبل لہما عرف فی صلا المدالہ فتح و اقرو العصف اور بعضوں نے کہا کہ حال مقبول الشہادت سے پیشہ و مراد میں یعنی وہ پیشہ جو اس کے لائق سے یعنی جو پیشہ و ر کے باپ دادوں کا پیشہ ہے اور اگر اس کا پیشہ نالائق ہے باپ دادا کے مخالف تو اس پیشہ و مراد میں مروت اور جہول مردی نہیں اگر اس کا پیشہ رقیق اور ذلیل ہے تو اس کی گواہی بھی جائز نہیں اس واسطے کہ مروت کا داخل ہونا حد عدالت میں معلوم ہو چکا کہ کذا فی الفتح اور ثابت رکھا ہے اس کو مصنف نے اپنی شرح میں م فتح القدر میں ہے کہ ترک مروت مسقط عدالت سے مروت کی تعریف میں بعضوں نے یوں کہا کہ انسان ایسا فعل ذکر جس سے اس کا مرتبہ اہل نفل کے نزدیک گھٹتا جائے اور اجنبوں نے کہا کہ مروت عہادت سے روٹ نیک اور حفظ لسان اور سب کی قفل کے اجتناب سے اور بر خلق ولی کے ارتفاع سے اتنی لا یقبل من امی اکانا یعنی بہا و لوقضی صحیح قولاً مطلقاً ما لومنی بعد الادا و قبل القضاء و ما یجاز السکا خلافاً لکی مقبول نہیں گواہی اندھے کی مطلقاً یعنی اندھے کی گواہی سے قاضی حکم نہ دے اور اگر حکم دے گا تو صحیح ہے اور مصنف کا مطلقاً کتنا عام ہے اس صورت کو کہ شاید اندھا ہو گیا بعد اذ لے شہادت قبل قضا کے اور اس صورت کو جس میں شہادت بالتسامح جائز ہے بخلاف ابو یوسف کے یعنی ان کے نزدیک تسامح کی شہادت جائز ہے م عدم سماع شہادت امی کی علت یہ ہے کہ ادائے شہادت میں اشارے سے تمیز کی حاجت ہے مشہورہ اور مشہور علیہ کے درمیان... اور اندھا امتیاز نہیں کر سکتا لگتا آواز سے تو خوف ہے کہ اس کو کچھ ختم تلقین کرے اس واسطے کہ ایک آواز دوسری آواز کے مشابہ ہو جاتی ہے واقفاً عدم مقبول الاخرس مطلقاً بالادوی اور مصنف نے عدم اخرس کا مطلقاً افادہ کیا بطریق اولیٰ م گوئیگی کی گواہی مطلقاً مقبول نہیں خواہ اس میں شہادت ہو جس میں تسامح کافی ہے یا اس کے غیر میں خواہ بے اشارہ ہو خواہ بہ کتابت البیت افادہ کی وجہ سے کہ اخرس کو اصحاب میں کی طاقت نہیں بخلاف امی کے کہ ان فی الطحاوی و مرتد و ملوک و لوم کا بتا او مبعضاً اور مرتد اور غلام کی گواہی مقبول نہیں اگرچہ غلام کتابت یا اس کا نصت یا ملت آزاد ہو و صبی و مغفل و مجنون الا کی حال صحیحہ اور صغیر اور غافل اور دیوانے کی گواہی مقبول نہیں مگر

دیوانے کی حالت صحت میں گواہی مقبول ہے م محیطہ میں سے کہ جو ایک ساعت مجنون ہو جاتا اور دوسری ساعت ہوشیار ہوتا ہو سو حالت صحت میں گواہی دے تو مقبول ہے کہ یہ بمنزلہ بے ہوشی کے ہے اتنی تو معلوم ہوا کہ استثنا مجنون سے ہے کذا فی الطحاوی الا ان تجملاتی الرق والتمییز وادیا بعد الحقیقہ ولولمعتقہ کامر و بعد البلوغ مگر یہ کہ غلام اور صغیر ملک اور تمیز کی حالت میں تحمل شہادت کریں اور بعد آزادی اور بلوغ کے اولے شہادت کریں تو گواہی مقبول ہے اگرچہ غلام آزادانے آزاد کرنے کے حق میں گواہی دے چنانچہ مذکور ہو چکا و کذا بعد البصار و اسلام و توفیق و طلاق زوجہ لان المعبر حال الاداء شرح تکلمہ اور اسی طرح گواہی اندھے کی مقبول ہے بعد بینائی کے اور کافر کی بعد اسلام کے اور فاسق کی بعد توبہ کے اور زورج کی بعد طلاق زوجہ کے اس واسطے کہ معتبر ادائے شہادت کا حال سے کذا فی شرح التکلمہ عطف اس کا مقتضی ہے کہ اگر تحمل کے وقت اعمی ہو اور ادائے وقت بصیر تو گواہی مقبول ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے اس واسطے کہ مذکور ہو چکا کہ بصارت شرط تحمل ہے اور باقی مسائل ثلاثہ میں حکم صحیح ہے کذا فی المحلی و فی البحر متی حکم بردہ لعلہ ثم زالت فشهد فیہا لم یقبل الا اربعة عبد و صبی داعی و کافر علی مسلم اور بحر الرائق میں ہے جب کہ شاہد کی گواہی بحکم قاضی مردود ہو بسبب کسی علت کے پھر وہ علت زائل ہو جائے پھر شاہد اسی مقدمہ میں گواہی دے تو مقبول نہ ہوگی مگر چار شخصوں کی گواہی مقبول ہے بعد رد کے غلام اور صغیر اور داعی اور کافر کی مسلم پر ہم حادثہ اولی کی قید اس واسطے لگائی کہ حادثہ ثانیہ میں اس کی گواہی مقبول ہے بعد رد شہادت کے عدم قبول کو مطلق اس واسطے کہا کہ اگر ایک حاکم شاہد کی گواہی ایک حادثہ میں رد کرے تو دوسرے حاکم کو اس کی گواہی اس حادثہ میں قبول کرنا جائز نہیں اگرچہ اس کے نزدیک شاہد عادل ہو منخ الغفار وغیرہ میں ہے چار شخصوں کے استثناء سے معلوم ہوا کہ شہادت زوج کی اخراج اور مغفل اور متم اور فاسق کی بعد رد شہادت مقبول نہیں اتنی اور قبول شہادت اعمی بعد رد اس پر محمول ہے کہ تحمل اور ادائے شہادت حال بصارت میں ہوا اور تحمل اور ادائے درمیان نابینائی واقع ہو گئی اور اسی پر شارع کا قول سابق محمول ہے یعنی و کذا بعد البصار و اسلام کذا فی الطحاوی و ادخال الکمال احد الزویلین مع الاربعہ سہوا و رد اخل کرنا کمال الدین بن ہمام کا احد الزویلین کو اشخاص اربعہ مذکورین کے ساتھ سہو ہے م چنانچہ منخ الغفار سے عنقریب گزرا و محدود فی قذوف تمام الحد و قبل بالاکثر وان تاب بکذیبہ فتح لان الروین تمام الحد بالنص اور اس کی گواہی مقبول نہیں جس پر پوری حد قذوف ماری گئی اور بعضوں کے نزدیک اکثر حد اگرچہ محدود فی القذوف نے توبہ کی ہو اپنی دروغ گوئی ظاہر کر کے کذا فی الفتح اس واسطے کہ رد شہادت من جہل کمال حد قذوف کے ہے نص قرآنی سے م قاذوف کے حق میں قرآن مجید میں ارشاد ہوا (والذین یرمون المحصنات ثم لم یتوا باربعة شہداء فاجلدوہم ثمانین جلدۃ ولا تقبلواہم شہادۃ ابدانکم ہم الفسقون الا الذین تابوا من بعد ذلک واصلوا فان اللہ غفور رحیم یعنی جو حرام کاری کا عیب لگا دیں محصنات کو پھر چار گواہ نہ لادیں تو ان کو تاشی کوڑے مارو اور ان کی گواہی بھی قبول نہ کرو اور وہ لوگ فاسق ہیں مگر جن لوگوں نے توبہ کی بعد اس کے نیکو کاری کی تو البتہ اللہ غفور رحیم ہے اتنی تو ظاہر اعطفت ولا تقبلوا کا فاجلدوا پر دلالت کرتا ہے کہ عدم قبول شہادت حد کے اندر داخل ہے اس واسطے کہ عدم قبول شہادت مؤلم اور دردناک ہے کوڑے مارنے کے برابر اور قید تا بید اس کی مؤید ہے واللہ تعالیٰ اعلم (والاستثناء منصرف لما یلیہ و ہوا لکن ہم الفسقون) اور استثناء راجع ہے اپنے متصل جلد سے وہ جلد یہ سے و اولئک ہم الفاسقون م استثناء یعنی الا الذین تابوا راجع ہے و اولئک ہم الفاسقون کی طرف ولا تقبلواہم شہادۃ ابدانکم طرف اس واسطے کہ علم اصول میں ثابت ہو چکا ہے کہ استثناء جب کہ جمل متعاطفہ کے بعد واقع ہو تو اخیر کی طرف راجع ہوتا ہے مگر جب کہ وکیل قائم ہو جو جوع الی الملک کی تو سب کی طرف راجع ہوگا چنانچہ آیت مجازین میں اور امام شافعی اور مالک اور احمد کے نزدیک محدود فی القذوف کی گواہی بعد توبہ کے مقبول ہے و تمامہ فی الفتح الا ان یجد کافر فی القذوف فیسلم فیتقبل وان منہ اکثر بعد اسلام علی الظاہر بخلاف بعد حد فتن لم یقبل مگر یہ کہ کافر پر حد قذوف ماری جائے پھر وہ مسلمان ہو جائے تو اس کی گواہی مقبول ہوگی اگرچہ اکثر حد قذوف بعد اس کے



ولا الولد والوالدة ولا المرأة تزوجها ولا الزوج لامرأته ولا العبد لسيدہ ولا السيد لعبدہ ولا الشريك لشريكه ولا الابن لوالديه استا برہ امتی) كذا في الفتح الا في مسئلتين في الاشباه مگر اشباہ کے دو مسئلوں میں زوج کی گواہی نہ وجہ کی حضرت پر جائز نہیں م پہلا مسئلہ یہ کہ زوج نے زوجہ کو عیب لگایا پھر میں شہادوں کے ساتھ زوجہ کے زنا کی گواہی دی دوسرا مسئلہ یہ کہ زوج نے اور دوسرے شخص نے گواہی دی کہ زوجہ نے اقرار کیا کہ میں فلا نے شخص کی لوٹری ہوں اور وہ شخص اس کا گناہ ہے كذا في الطحاوی ولو في عدة من ثلث لما في القينة طلقها ثلثا وبما في العدة لم تجز شہادۃ لہا ولا شہادۃ تہا لہ ولو شہد لہا ثم تزوجها بطلت خانیۃ۔

فعلم منع الزوجية عند القضاء لا تحل واداء احد الزوجین کی گواہی دوسرے کے حق میں جائز نہیں اگرچہ طلاقات ثلاثہ کی عدت میں گواہی واقع ہو اس واسطے کہ قینہ میں ہے کہ زوجہ کو تین بار طلاق دی اور وہ عدت میں ہے تو جائز نہیں شہادت زوجہ کے واسطے اور نہ شہادت زوجہ کی زوجہ کے واسطے اور اگر گواہی دی پھر اس سے نکاح کیا یعنی قبل قضا کے تو گواہی باطل ہے كذا في الخانیۃ تو منع زوجیت معلوم ہوا قضا کے وقت نہ نکل اور ادا مئے شہادہ کے وقت م شارجہ کو مناسب تھا کہ دوسرا مسئلہ بھی خانیہ سے نقل کرتا تاکہ تفریح زیادہ تر واضح ہو جاتی وہ مسئلہ یہ ہے کہ اگر شخص عادل نے اپنی زوجہ کے واسطے گواہی دی اور حاکم نے اس کی گواہی زد نہ کی یہاں تک کہ اس نے زوجہ کو طلاق بائن دی اور عدت گزر گئی تو اس کی گواہی نافذ ہے اتہی جب زوجیت عند التعمیر منع نہ ہوئی تو اگر زوج گواہ ہو حالت زوجیت میں اور بعد انقضائے عدت اس نے گواہی ادا کی تو جائز ہے اور عدم زوجیت زوجیت حالت ادا میں مسئلہ خانیہ میں مذکور ہو چکی كذا في الطحاوی والقرع لا صلہ وان علا اور مقبول نہیں گواہی شارجہ کی اپنی برط کے واسطے یعنی اولاد کی آبا اور اجداد کے واسطے اگرچہ اصل بعید ہو یعنی دادا پر دادا اور نانا پر نانا م دلیل اس کی قول شریح اور حدیث عائشہ ہے جو مذکور ہو چکی اور اس واسطے کہ منافع اولاد اور آبا میں متصل ہیں تو من وجہ اپنی ذات کے واسطے گواہی ہوگی ولہذا ان کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں اور یہی مذہب تھا شریح قاضی کا یہاں تک کہ حسن مجتبیٰ کی گواہی جو انھوں نے قبور کے ساتھ علی مرتضیٰ کے حق میں دی تھی شریح نے قبول نہ کی تو علی مرتضیٰ نے کہا کہ تو نے وہ حدیث نہیں سنی جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی کہ حسن اور حسین دوسرا ہیں جو انان اہل بہشت کے شریح نے کہا کہ ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صادق ہیں لیکن آپ دوسرا شاہد لائے بعض روایت میں آیا ہے کہ علی مرتضیٰ نے ان کو قضا سے معزول کیا پھر ان کو بحال کیا اور روزینہ ان کا زیادہ کر دیا تو بعض نے کہا کہ علی مرتضیٰ نے شریح کے قول کی طرف رجوع کیا كذا في الفتح الا اذا شہد الحدیث لابن ابیہ اشباہ مگر جب کہ داد اپنے پوتے کے حق میں گواہی دے اپنے بیٹے پر تو گواہی مقبول ہے كذا في الاشباہ م صاحب محیط نے اس گواہی کو صورت مخصوصہ میں مٹھرایا ہے وہ صورت یہ ہے کہ ایک عورت لڑکا جتی اور اس نے دعویٰ کیا کہ یہ لڑکا اسی زوج سے ہے اور زوج منکر ہے تو زوج کے باپ اور اس کے دلہنے زوج کے اقرار پر گواہی دی کہ وہ میرا بیٹا ہے اس عورت سے تو دونوں کی گواہی مقبول ہے اور شرح الفقاریں وہبانیہ کی شرح عبدالبر سے مذکور ہے کہ خانیہ میں قبول مطلقاً منقول سے بلا تقييد حق اور شاید کہ وقبول ہے کہ بیٹا عزیز تر ہوتا ہے پوتے سے تو بیٹے کے مخالف شہادت پر اقدام کرنا دلیل ہے اس کی صداقت کی تو تہمت کا مقام باقی نہ رہا اس مسئلہ کا محل ذکر بعد عکس کے تھا کیونکہ یہ شہادت اصل کی سے فرع کے واسطے كذا في الطحاوی قال وجاز علی اصلہ الا اذا شہد علی ابیہ لامرہ ولو بطلاق صر تہا والام فی نکاح صاحب اشباہ نے کہا اور جائز ہے گواہی فرع کی اپنی اصل پر مگر جب کہ اپنے باپ پر گواہی دے اپنی ماں کے واسطے اگرچہ اس کی موت کے طلاق کی گواہی ہو اور حالانکہ ماں اس کے باپ کے نکاح میں ہے م اصل کی حضرت پر اس واسطے گواہی مقبول ہے کہ محل تہمت نہیں لیکن صورت مستثنیٰ میں اس واسطے مقبول نہ ہوئی کہ اس میں جبر منفعیت سے ماں کے واسطے كذا في النجوى و فیما بعد ثمان ورق لا تقبل شہادۃ الانسان لنفسہ الا في مسئلۃ القتال اذا شہد ليعفودی المقتول فراجعہا اور اشباہ میں آٹھ ورق کے بعد سے کہ انسان کی گواہی اپنی ذات کے نفع کے واسطے مقبول نہیں مگر مسئلہ قاتل میں جب کہ وہ ولی مقتول کے عفو کی گواہی دے تو مراجعت کر اس کی

طرفہ القتال کا الف لام نہیں کا ہے جو متعدد پر صادق آتا ہے صورت اس کی ایشاہ میں یوں مذکور ہے کہ میں شخصوں نے ایک مرد کو قتل کیا پھر انہوں نے توبہ کے بعد گواہی دی کہ ولی نے ہم کو معاف کر دیا حسن نے کہا کہ گواہی مقبول نہیں مگر اس طرح کہ ان میں سے دو شخص کہیں کہ ہم کو معاف کیا اور اس ایک شخص کو تو اس صورت میں ابو یوسف نے کہا کہ شخص واحد کے حق میں گواہی مقبول ہے اور حسن نے کہا کہ سب کے حق میں مقبول ہے اتنی تلخیص کہی میں ہے کہ فتویٰ ابو یوسف کے قول پر پہلے یہی ابو یوسف کے قول پر انسان کی گواہی اپنی ذات کے واسطے نہ ہونی بلکہ دو کی گواہی ہونی تیسرے شخص کے حق میں ہاں مگر حسن کے قول پر گواہی انسان کی اپنی ذات کے واسطے مقبول ہونی بنظر شاہدین کے کذافی الطحاوی لمخفا وبالعکس للتمتہ اور بالعکس یعنی اصل کی گواہی فروع کے حق میں مقبول نہیں بسبب تہمت کے م وجہ تہمت اتصال مشاقصصول اور فروع ہے تو گویا اپنے حق میں گواہی دی و سید لعدہ و مکاتبہ والشریک لشریک فیما ہون کہتہا لانا النفسین وجہ اور مقبول نہیں میاں کی گواہی اپنے غلام اور اپنے مکاتب کے حق میں اور شریک کی گواہی اپنے شریک کے حق میں اس مال میں جو دونوں میں مشترک ہے اس واسطے کہ یہ گواہی اپنی ذات کی منفعت کے واسطے ہے ایک ماہ سے فی الاشباہ والنظائر ان یطعن بثلاثہ برقی وحدہ شرکۃ ایشاہوں ہے کہ مثل علیہ کو جائز ہے کہ شاہد میں طعن کرتے ہیں طرح سے رقیت سے اور حدیث سے اور شرک سے م جب مدعا علیہ کے کہ شاہد غلام ہیں تو مدعی کو گواہ قائم کرنا چاہیے ان کی حریت پر اور اگر کہے کہ محدود فی القذف ہیں تو طاعن پر اقامت بینا لازم اور اگر کہے کہ شاہد شریک ہے مدعی کا اور اس پر گواہ قائم کرے تو گواہی مقبول ہے اور مدعی کے گواہ عدم شرکت پر مقبول نہیں غلام المراد یہ ہے کہ چونکہ یہ شہادت علی التعمی ہے کذافی الطحاوی دنی فتاویٰ المنسفی نو شہد بعض اہل القریۃ علی بعض متہم بزیادۃ الخراج لا تقبل مالم یکن خراج کل ارض معینا اولاً خراج للشاہد اور فتاویٰ نسفی میں ہے کہ اگر گواہی دی بعض اہل قریہ پر زیادتی خراج کی تو مقبول نہیں جب تک کہ ہرمیں کا خراج میں نہ ہو یا شاہد کے واسطے خراج میں منفعت نہ ہو م اور اگر خراج ہرمیں کا معین ہو تو گواہی بعض کی بعض پر مقبول ہے کیونکہ اس میں بر منفعت اور دفع ضرر نہیں اور اسی طرح جب کہ شاہد کو خراج میں دخل نہ ہو کذا اہل قریہ شہد و اعلیٰ ضیغہ انہا من قریہم لا تقبل و کذا اہل سکتہ یطہرون بطنی منی مصالح لو غیر نافذہ و فی النافذۃ ان طلب حق النفس لا تقبل وان قالا انہذا شیئاً تقبل و کذافی وقف المدرسۃ اتہمی فلیحفظ اور اسی طرح اہل قریہ نے گواہی دی قطع زمینی پر کہ وہ ان کے گاؤں میں سے ہے تو مقبول نہیں اور اسی طرح اہل کوچہ کسی چیز کی گواہی دین من حد مصالح اور منافع کے مثلاً قطع زمین کو کہیں کہ ہمارے سکے میں سے ہے کذافی العالما لیکر یہ تو مقبول نہیں بسبب جو منفعت کے اگر کوچہ غیر نافذ ہو اور کوچہ نافذہ اگر اپنے واسطے حق طلب کرتا ہو اس طرح پر کہ شاہد اس قطع زمین میں دروازہ پھوڑا چاہتا ہو تو گواہی مقبول نہیں اور اگر کہے کہ میں کوچہ نہ لوں گا تو گواہی مقبول ہے اور اسی طرح وقف مدرسہ میں گواہی مقبول ہے اتہمی مانی فتاویٰ نسفی تو اس کو یاد رکھنا چاہیے جو وقف شاہد کی شہادت کی قید اس واسطے لگائی کہ شہادت مستحق کی غلہ وقف میں مقبول نہیں کیونکہ شاہد کا حق ہے مشہود میں تو وہ متہم ہے کذافی الطحاوی من الیوم مسائل مذکورہ میں عدم قبول شہادت کی وجہ یہ ہے کہ شاہد کا اس میں فائدہ ہے تو محل تہمت سے والا جبر الخالص مستاجرہ مسانئہ او مشاہرۃ او الخادم والتالیٰ اول التکید الخاص الی بعد من استاذہ من نفسه ونفع نفع نفسه ودر و مو معنی قولہ علیہ السلام لا شہادۃ للقاتل باہل

الطالب معاشہ منہم من القنوع لاس القنوع اور مقبول نہیں گواہی اجیر خاص یعنی مزدور اور چاکر کی اپنے مستاجر کے واسطے خواہ اجرت بطور مالانہ ہو یا مالانہ یا ایسی کہ کذافی الخاصتہ یا اجیر خاص سے غلام یا تلخ یا شاگرد خاص مراد ہے جو استاد کے مزر کو اپنی ذات کا مزر اور اس کے نفع لیا گیا وہ اس کا نفع سمجھے کذالی اللہ اور وہی مطلب ہے اس حدیث کا کہ گواہی نہیں قانع اہل بیت کی یعنی جو اپنی معاش ان سے یعنی مگر والوں سے طلب کرے قانع مشتق ہے قنوع بالضم یعنی سوال و تدلل نہ قناعت سے م اجیر خاص کی مراد میں اختلاف ہے بقول اکثر علماء اجیر خاص

سے تلمیذ خاص مراد ہے جو استاد کے نفع اور ضرر کو اپنا نفع اور ضرر جانے اور استاد کے ساتھ کھٹے اور پھی مراد ہے قانع سے جو حدیث میں مذکور ہے اور بعضوں نے کہا کہ سالانہ یا ماہانہ یا یومیہ دار ہے اجیر مراد ہے اور حدیث مذکور ٹکڑے ہے اس حدیث کا جو ابو داؤد میں عن عمرو بن شعیب عن ابی عن جده مروی سے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رد شہادۃ الخائن والخائنة وذوی الغرۃ علی اخیرہ وشہادۃ القانع لاہل البیت واجاز ما لغيرہم یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رد کی شہادت خیانت والے مرد اور عورت کی اور عداوت والے کی اپنے بھائی پر اور شہادت قانع کی واسطے اہل بیت کے اور غیر اہل بیت کے واسطے شہادت جائز رکھی کذا فی فتح القدر طحاوی نے کہا خادم اور تابع اور شاگرد میں بعضوں نے یوں فرق بیان کیا ہے کہ خادم سے وہ شخص مراد ہے جو بلا اجرت خدمت کرے اور تابع وہ ہے جو مشہود علیہ کے گھر میں زندگی بسر کرے بلا خدمت مانند ملازم بیت اور شاگرد سے اہل صناعت مراد ہیں جو اپنے رئیس اور کبیر کے تابع ہوں اجیر خاص کی قید اس واسطے لگائی کہ اجیر شہادت کی گواہی چنانچہ خیاط اور حداد اور نجار اور نائی اور دھوبی کی گواہی مستاجر کے واسطے مقبول ہے اس واسطے کہ وہ مستوجب اجرت کا نہیں مگر اپنے عمل سے تو جب وہ اجارے سے کسی چیز کا مستوجب نہ ہو تو تہمت باقی نہ رہی بخلاف اجیر خاص کہ اس کے منافع مستاجر کے مستحق ہیں ولہذا وہ دوسرے کی مزدوری اور چاکری نہیں کر سکتا مدت اجارہ میں تو اگر اس کی گواہی جائز ہو تو شہادت بالاجر لازم آوے کیونکہ اس کی شہادت بھی من جہد اس کے منافع کے ہے تو مستاجر کی تجارت وغیرہ میں مقبول نہیں اتہی ومفادہ قبول شہادۃ المستاجر والاشاذلہ اور مفاد حدیث مذکور کا یہ ہے کہ مستاجر اور استاد کی گواہی اجیر خاص اور شاگرد کے واسطے مقبول ہے یعنی اس واسطے کہ وہ اس کا محتاج نہیں بخلاف اجیر خاص کے م یہ مسئلہ فتح القدر میں مصرح مذکور ہے ومخنت بالفح من یفعل الردی ولولی اور مخنت کی گواہی مقبول نہیں مخنت بفتح نون وہ ہے جو نالائق فعل کرے اور لالت کرے یعنی عورتوں کے افعال کرے یعنی عورتوں کا سا سنگا کرے اور قول اور فعل میں ان کے ساتھ مشابہت کرے فعلی مشابہت یہ کہ محل لالت اور قولی مشابہت یہ کہ عورت کی طرح نرم کلامی اختیار کرے بناوٹ سے کذا فی المغرب اور بعضوں کے نزدیک فقط قولی یا فقط فعلی مشابہت کافی ہے سنن ابو داؤد میں ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لعن اللہ المخنت من الرجال والمترجلات من النساء یعنی لعنت کرے اللہ مردوں میں سے مخنت پر اور عورتوں میں سے ان عورتوں پر جو مردوں کے ساتھ مشابہت کرتی ہیں واما بالکسر فالکسر المتلین فی اعضاءہ وکلامہ خلقتہ فیقبل بحر اور مخنت بکسر نون وہ شخص سے جو پیدائشی جرم راجح بجا ہونے اعضا اور گفتگو میں تو اس کی گواہی مقبول ہے کذا فی البصر اس واسطے کہ یہ امر اختیاری نہیں پیدائشی سے بخلاف مخنت ملعون کے ومعنیہ ولولنفسہا لحرمة رفع صوتہا درر اور گانہ والی عورت کی گواہی مقبول نہیں اگرچہ اپنی دفع وحشت کے واسطے گاتی ہو اور لوگوں کو سناتی نہ ہو بسبب حرام ہونے عورت کی آواز بلند کرنے کے کذا فی الدرر کہستانی نے کہا اگرچہ حکمت کا شعر گاتی ہو اس واسطے کہ نہی صلی اللہ علیہ وسلم عن الصوتین الاحمقین المغنیۃ والتائخہ دیافت کرنا چاہیے کہ تغنی یعنی گانا لہو اور جمع مال کے واسطے بالاتفاق حرام ہے اور اسی طرح نوحہ گری خصوصاً جب کہ عورت سے ہو اس واسطے کہ عورت کو آواز بلند کرنا بلا خلاف حرام ہے کذا فی الطحاوی عن الثعلبی وینبغی تقييدہ بحدودہا علیہ لیلہ عند القاضي کافی مدن الشرب علی اللہود کمرہ الوانی اور لائق ہے راگ میں مداومت کی قید لگاتا یعنی عورت ہمیشہ گایا کرتی ہوتا کہ قاضی کے نزدیک اس کا گانا ظاہر ہو جیسے دائم الشرب علی اللہود میں مداومت شرط ہے کذا ذکرہ الوانی م اسی طرح جمیع ابواب کما مر میں مداومت کی تقلید ہے کذا فی الفتح یعنی بلا مداومت قاضی کے نزدیک ثبوت نہیں ہو سکتا کہ وہ گواہی رد کرے اور یہ مطلب نہیں کہ اگر عورت ہمیشہ گایا نہ کرے تو حرام نہیں ہے وناکحہ فی مصیبتہ غیر ما یابردہ ررفح زاد العینی ظلو لہ منع فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو احمق آوازوں سے یعنی گانے والی اور نوحہ کرنے والی کی آواز سے ۱۳ ۱۴ ہمیشہ پینے والا لہو پر لہو کے واسطے ۴



فی مصیبتا تقبل و علة الوافی بتیاقا اضطراراً و انسلا ب صبراً و اختیاراً مکان الشرب للتداوی اور اس عورت نوحہ گری کی گواہی مقبول نہیں جو غیر کی مصیبت میں نوحہ کرے اجرت لے کر کذاکی الدرہ و المفتح یعنی نے اتنا زیادہ کہا اگر اپنی مصیبت میں نہ کرے تو گواہی مقبول ہے اور علة وان غلبہ بیان کی گواہی مقبول ہے نیز لفظ علة کے اضطرار کے اور سبب ہونے کے لئے اختیار کے تو اس کا نوحہ اپنی مصیبت میں مانند شرب مسکر کے جو اطلاع کے واسطے وعدہ بسبب الدنیا اور مقبول نہیں اس دشمن کی گواہی جس کا عداوت بسبب دنیا کے ہونہ بسبب دین کے م عداوت دنیاوی جیسے دنی مقبول کی گواہی قابل برادر و مہر و ریح کی ہمارے پورا و مقدوف کی گواہی قاذف پورا و جس کا اسباب راہ میں لٹا اس کی گواہی رہن غارت گر پورا و یہ مطلب نہیں ہے کہ جو شخص کسی شخص سے حق میں مصرت اور نزار کرے وہ اس کا دشمن دنیاوی ہے جیسا کہ بعض متفقین نے توہم کیا ہے کذا فی لہجہ جملہ اینکمال کس الفرع لاصلا مقبل لہ اعلیہ اور ابن کمال نے دشمن دنیاوی کی شہادت کو مشدہ شہادت فرع لاصلا بالعکس قرار دیا ہے تو اس کی گواہی اپنے دشمن کے نفع میں مقبول ہے نہ اس کے ضرر پر و اعتمده فی الوہبانیۃ و المیمیۃ قبولہا مال لیسق بسببہا قالوا الحمد فسق لہنی عنہ اور وہبانیہ اور میمیۃ منظورہ میں قبول شہادت دشمن دنیاوی پر اعتماد کیا ہے تا وقتیکہ دشمن بسبب عداوت کے فاسق ہو گیا ہو فقہانے کہا ہے کہ دل میں کینہ رکھنا فسق ہے اس واسطے کہ شرع میں کینہ رکھنے سے نبی وارد ہے م یہ روایت منصوص سے اور اطلاق اختیار متاخرین سے کہستانی میں سے کہ قول متاخرین صحیح ہے ان کے مانے اور ہمارے مانے میں کذا فی الطحاوی دلی الاشبہاء فی تتمۃ قاعدۃ اذا اجتمع الحلال والحرام ولو العداۃ للدنیا لا تقبل سواء شہد علی عدوہ او غیرہ لانہا فسق و ہولای تجری اور اشبہاء میں اجتماع حلال و حرام کے قاعدے کے تتمہ میں سے اور اگر دنیا کے واسطے عداوت ہو تو گواہی مقبول نہیں خواہ وہ شخص اپنے دشمن پر گواہی دے یا اس کے غیر پر اس واسطے کہ عداوت دنیاوی رکھنا فسق ہے اور فسق قسمت پذیر نہیں دنی قداوی المصنف لا تقبل شہادۃ الجاہل علی العالم لفسقہ بترک ما یجب تعلیظہ عما فیہ من ذل لا تقبل شہادۃ علی مثلہ ولا علی غیرہ و للعالم تعزیرہ علی ترکہ ذلک ثم قال والعالم من لیس تخرج المعنی من التریب کما یحق و ینفی اور مصنف کے قوادے میں ہے کہ مقبول نہیں گواہی جاہل کی عالم پر بسبب فاسق ہونے جاہل کے اس چیز کے ترک کرنے سے جس کا سیکھنا اس پر واجب ہے شرعاً یعنی احکام شرع پر عیب کہ وہ فاسق ظہر اتواب اس کی گواہی مقبول نہیں ویسے دوسرے جاہل یہ غیر جاہل پر اور حکم کو جانتے ہے کہ جاہل کو تعزیر دے ترک تعلیم پر مصنف نے کہا کہ عالم وہ ہے کہ جو معنی کو استخراج کرے ترکیب الفاظ سے جیسا کہ واقع میں ثابت اور لائق ہے م عالم کی تفسیر اس واسطے کی کہ کلمہ کوئی نہ سمجھے کہ عالم سے مدعا ہر اسے اور استخراج معنی سے مدعا فہم سے اور ظاہر امر اور تفسیر مذکورہ سے یہ ہے کہ عالم وہ ہے کہ جو علوم ظہریہ اور بعض آلات علوم ظہریہ کی جانتا ہو معنی صرف خوباغت کذا فی الطحاوی و مجازف می کلام اور اس کی گواہی مقبول نہیں جو ایسا کثیر الکلام ہو کہ است گوئی کی برواہ نہ رکھتا ہو جس کو اتونی اور علی کہتے ہیں اس واسطے کہ کثرت کلام فضول گوئی اور بے ہودگی سے غالی نہیں کذا فی الطحاوی م فتح القدر حکایت ہے کہ فضل ابن ربیع وزیر مارون الرشید نے قاضی ابو یوسف کے سامنے گواہی دی ابو یوسف نے گواہی اس کی رد کی وزیر نے خلیفہ سے شکایت کی خلیفہ نے کہا کہ ہانا وزیر مروان صاحبے جھوٹی گواہی نہیں دیتا سو تم نے اس کی گواہی کیوں نہ قبول کی ابو یوسف نے کہا کہ میں نے اس سے سنا کہ خلیفہ سے کہتا تھا کہ میں آپ کا غلام ہوں تو اگر وہ اس کلام میں صادق ہے تو غلام کی گواہی جائز نہیں اور اگر کاذب ہے تو کاذب کی بھی گواہی مقبول نہیں تو خلیفہ نے عذر قبول کیا اور میرے نزدیک رو شہادت بسبب کذب کے نہیں کیونکہ حکایوں کہنا کہ میں ترا غلام ہوں با اختیار مجاز کے ہے یعنی قائم بحدت ہوں یا صلح اور مجاز کلام میں شائع ہے یہاں تک کہ ظہر ان مجید میں بھی وارد ہے بلکہ رو شہادت اس سبب سے ہے کہ اس مجاز مخصوص میں آپ کو ذلیل کرنا اور دنیا کے واسطے چاہی ہو کہ کذب سے اجاہل ترک مروت مستطعد اللہ سے انتہی مخلص اور کثیر اذاعتاد شتم اولادہ او غیر ملامت مصیبت کثیر یا گواہی مقبول نہیں اس کی جو اپنی گفتگو میں بہت قسم کھتا ہو یا اپنی اولاد یا غیر کو گالیاں دیا کرتا ہو اس واسطے کہ اعتقاد شتم یعنی گالیانا

دینے کی عادت کبیرہ گناہ سے کم کثرت حلف اگرچہ راستی میں سے مگر امور دین کی قلت مبالغات پر دلالت کرتی ہے اور شدہ شدہ کذب کی بھی نوبت پہنچتی ہے اور گالی دینا یا اس کے سامنے ہے یا پیچھے اگر سامنے سے تو شورخ چٹھی اور سوء ادب اور کمینوں کی عادت ہے جن میں مروت اور یہاں نہیں اور اگر پیچھے سے تو غیبت سے اور وہ موجب فسق سے اور مسقط عدالت ہے اور اگر اسی طرح دشنام بہ لفظ لعنت سے چنانچہ بازار یا بی بی نصیب کی عادت ہے کذا فی الطحاوی عن ابن وہبان کہ ترک زکوٰۃ اور حج علی روایت فوریت جیسے ترک زکوٰۃ یا حج کبیرہ گناہ ہے بموجب روایت و بموجب علی الفور یعنی تاخیر ادا سے زکوٰۃ بلا عذر فسق سے یعنی مختار ہے فقہ ابو اللیث کا اور ترک جماعت اور جمعہ اوائل فوق طبع بلا عذر یا ترک جماعت بیگانہ یا ترک نماز جمعہ یا کھانا آسودگی سے زیادہ بلا عذر گناہ مسقط عدالت سے مگر بلا عذر ترک جماعت اور ترک جمعہ اوائل تینوں کی قید سے یعنی اگر جماعت استخفاف اور فسق سے ترک نہ کرے بلکہ تاویل سے ترک کرے اس طرح کہ امام فاسق ہو یا تارک جماعت اول وقت نماز پڑھتا ہو اور امام تاخیر کرتا ہو تو وہ ساقط العدالت نہیں اور اگر جمعہ عذر من یا بعد مصر یا تاویل فسق ترک کرے تو فسق نہیں بعضوں کے نزدیک ایک بار ترک جمعہ فسق ہے اور بعضوں کے نزدیک تین بار چنانچہ بشری کا قول ہے اور اگر بعد موانست ہمان یا نیت روزہ زیادہ کھائے تو ساقط العدالت نہیں کذا فی الطحاوی وغیرہ و خروج لفرحہ قدم امیر اور نکلنا قدم امیر اور سلطان کے تماشے کے واسطے ہم ظہر میں فتویٰ اس پر ہے کہ اگر مستحق التعظیم کی تعظیم کے واسطے یا عبرت کے واسطے نہ نکلیں بلکہ تماشے کے واسطے تو ساقط العدالت ہیں کذا فی الطحاوی در کوب بحر اور سمندر یعنی ہند کے سمندر کی سواری فسق ہے ہم اس واسطے کہ جب بحر ہند میں سوار ہوا تو مال کے واسطے اپنی جان اور دین کو محل خطر میں ڈالنا تاکہ مال دار ہو کر اپنے گھر میں پلٹ آوے تو ایسے شخص سے کیا بعید ہے کہ کچھ مال لے کر جھوٹی گواہی دے ظہیر الدین نے کہا کہ کوب بحر منع نہیں علامہ عبد البر نے کہا کہ ظاہر کوب بحر علی الاطلاق بلکہ اقران تحصیل دینا سے اور یہ حکم اس وقت تھا جب کہ ہندوستان تمام کفرستان تھا چنانچہ تعلیل سے معلوم ہوتا ہے اور کیوں کہ کوب بحر منع ہو کہ نص قطعی سے مطلقاً اباحت ثابت ہے مگر جب کہ گمان غالب ہو یا کی کا اور ہمیشہ سلف سمندر میں سوار ہوا کیسے ہیں بلا انکار اور نص قرآنی اعظم دلیل ہے جواز کی اتہمی کذا فی الطحاوی و لیس حریر و بول فی سوق ادا فی قبلہ او تمس او قمر و طفیلی و مسخرہ و رقاص و شتام للدابۃ و فی بلادنا الشتمون بالغ الدابۃ فتح وغیرہ اور ریشی کپڑا پہننا اور بازار میں پیشاب کرنا یا جانب قبلہ یا آفتاب یا ماہتاب کی طرف پیشاب مسقط عدالت ہے اور طفیلی اور مسخرہ اور ناچنے والے اور جانور کے گالی دینے والے کی گواہی مقبول نہیں اور ہمارے ملک میں جانور کھینچنے والے کو گالی دینے میں کذا فی الفتح و فی شرح الوہبانیۃ لا تقبل شہادۃ البخیل لانه یخجل لانه لیس تقصی فیما یتقرض من الناس فی اخذ زیادۃ علی حقہ فلا یكون عدلا اور شرح وہبانیہ میں ہے کہ مقبول نہیں شہادت بخیل کی اس واسطے کہ وہ اپنے بخیل سے مبالغہ کرتا ہے اپنے قرض کے تقاضے میں لوگوں سے تولینے حتیٰ سے زیادہ لیتا ہے تو صاحب عدالت نہ نام ایک نسخہ میں تقیض سے بجائے تقیض کے اور اسی طرح خلاصہ میں ہے اور وہبانیہ کی شرح عبد البر اور شربلالی میں یقرض سے بیلے تختانیہ و قاف کذا فی الحلبی و لا شہادۃ الاثرات من اہل العراق لتعصیم اور مقبول نہیں گواہی اہل عراق کے اشراف کی بسبب ان کے تعصب کے ہم اہل عراق کی عادت ہے کہ جیب کسی کو مصیبت پیش آتی ہے تو وہ اپنے سردار قوم کے پاس جانتا ہے تو سید قوم اس کے واسطے گواہی دیتا ہے اور اس کی سفارش کرتا ہے تو عجب نہیں کہ جھوٹی گواہی دے یعنی پاس داری قوم سے کذا فی الطحاوی عن شرح عبد البر و نقل المصنف عن جوہر الفتاویٰ و لا من استقل من مذہب ابی حنیفہ الی مذہب الشافعی اور نقل کیا مصنف نے جوہر الفتاویٰ سے اور اس کی گواہی مقبول ہے جو امام ابو حنیفہ کا مذہب چھوڑ کر شافعی مذہب اختیار کرے مگر مصنف نے آخر باب میں جوہر الفتاویٰ سے نقل کیا کہ اگر حنفی مذہب

تشافی اختیار کرے بسبب قلت بیانات فی الاعتقاد کے اور اس کو جرات ہو ایک مذہب سے انتقال کرنے کی دوسرے مذہب کی طہت بسبب  
اپنی خواہش نفسانی کی کوئی فرض حاصل ہونے کے واسطے تو اس کی گواہی مقبول نہیں انتہی ملخصاً تو مذہب ابوحنیفہ کی کچھ قید نہیں بلکہ ہر مذہب حق  
چھوڑنے کا یہ حکم ہے کیونکہ وہ ممنوع ہے کما تقدم کذا فی الطحاوی تبصرہ قال وکذا بائع للاکفان والمحنوط القمیز الموت مصنف نے کہا یعنی اپنی  
شریح میں اسی طرح کفن اور میت کی خوشبو دینے والے کی گواہی مقبول نہیں بسبب تمنا رکھنے اس شخص کے موت کو م جو فقط کفن فرمائی کرتا ہو اس  
کی گواہی مردود ہے نہ ہرگز لینے والے کی کذا فی العالگیریہ وکذا الدلال اور اسی طرح دلال کی گواہی مقبول نہیں م طحاوی نے کہا کہ شاید مراد یہ ہے  
کہ دلال کی گواہی نہیں مقبول نہیں اس واسطے کہ قادی عالیگری میں ہے کہ بیع کی دو دیکل اور دو دلال گواہی دیں اور کہیں کہ ہم نے اس چیز کو بیچنے  
فلان کے ہاتھ تو گواہی مقبول نہیں فتح القدر میں سے کہ اہل صناعات وغیرہ یعنی ذیل پیشہ والے جیسے حلال خور اور جو لانا اور حجام اس سے کہ ان کی گواہی  
مقبول ہے اس واسطے کہ قوم صالحین نے ان پیشوں کو اختیار کیا ہے تو جب تک قادی شہادت معلوم نہ ہو تو رد شہادت کی بنا ظاہر صناعت  
پر نہیں ہو سکتی اور یہی حکم ہے نحاسین اور دلائین کا انتہی والوکیل لوباشات النکاح اما لوشہداتہا امرأۃ تقبل والیحدانہ لیشہد بالنکاح ولا یذکر الوکالۃ  
بزازیہ و تسہیل اور اسی طرح نکاح کے وکیل کی گواہی مقبول نہیں اگر اثبات نکاح کی گواہی دے اور اگر یوں گواہی دے کہ عورت اس مرد کی زوجہ  
سے تو گواہی مقبول ہے اور حید قبول شہادت کا ہے کہ نکاح کی گواہی دے اور وکالت کا ذکر نہ کرے یعنی یوں نہ کہے کہ میں وکیل تھا نکاح کا کذا فی  
البرازیہ والتسہیل م اس واسطے گواہی مقبول ہے کہ قیام نکاح کی گواہی ہے نہ عقد نکاح کی اور عقد نکاح کی گواہی اس واسطے مقبول نہیں کہ لینے  
فعل کا گواہی ہے واعتمدہ قدری افندی فی واقعات و ذکرہ المصنف فی اجارۃ معینہ معزیا الی البرازیہ ولخصہ انہ لا تقبل شہادۃ الدلائین والکفان  
والمحضرین والوکلاء المفتعلۃ علی ابوابہم ونحوہ فی فتاویٰ مؤند زادہ اور قول سابق پر اعتماد کیا ہے قدری افندی نے اپنے واقعات میں اور مصنف نے  
اس کو ذکر کیا ہے اپنی کتاب مسی بالمعین کی کتاب الاجارہ میں بزازیہ کی طرف نسبت کر کے اور خلاصہ اس کا یہ ہے کہ مقبول نہیں گواہی دلاؤں کی  
اور قبائل لولیسوں کی اور ان کی جو مدعا اور مدعی علیہ کو قاضی کے پاس حاضر کر دیتے ہیں اور وکیلان مفتعل کی جو قاضیوں کے دروازوں پر حاضر ہوتے  
ہیں اور اسی کے مانند مؤند زادہ کے فتاویٰ میں ہے م فتاویٰ عالیگری میں ذخیرہ اور غیاثیہ اور فتح القدر سے ہے کہ اگر قبائل لولیس غالب الصلح  
ہوں تو صحیح قول یہ ہے کہ ان کی گواہی مقبول ہے انتہی فی الدین نے کہا کہ اعوان حاکم اور جو وکیل کہ قاضیوں کے دروازوں پر ہوتے ہیں ان کی گواہی  
مقبول نہیں اس واسطے کہ وہ حق مستحقین کے ابطال میں کوشش کرتے ہیں اور وہ فسق سے کذا فی الطحاوی و فیہا بھی اخرج فی الوہایۃ  
بعد قبولہا لم تجز شہادۃ لیت ابداء وکذا لولیل بعد اخرج من الوکالۃ ان خاصر اتفاقا والا فکذک عند ابی یوسف اور فتاویٰ مؤند زادہ میں  
سے کہ ایک دفعہ خارج کیا گیا وصایت سے بعد قبول کرنے وصایت کے تو اس کی گواہی میت کے حق میں جائز نہیں کبھی اور اسی طرح وکیل کی  
بعد خراج کالت اگر خصومت کی ہو تو بالاتفاق گواہی مقبول نہیں اور اگر خصومت نہ کی ہو تو ابویوسف کے نزدیک مقبول نہیں م اس  
مسئلہ کا ذکر بعد ایک ورق کے متن میں آئے گا و مدین الشرب بغير الخمر لان بقطرۃ منہا یر تکب الکبیرۃ فتر شہادۃ وما ذکوا ان الکمال  
فقط کما مر فی البحر قال فی غیر الخمر لیشرب الادمان لان شربہ صغیرۃ اور گواہی مقبول نہیں ہمیشہ نشانیے والے کی سوائے شراب کے اس واسطے  
کہ شراب کے ایک قطرہ پینے سے ترکب کبیرہ ہوتا ہے تو گواہی اس کی مردود ہوگی اور جو ان کمال نے ذکر کیا ہے سو غلط ہے چنانچہ بوالرائق  
میں اس کی تحریر کی ہے اور سوائے شراب کے اور مسکرات میں ادمان یعنی دوام شرب شرط ہے اس واسطے کہ غیر خمر کا شرب صغیرہ گناہ ہے م  
یہ شارع نے بتایا صاحب بحر ذکر کیا کہ رد شہادت میں غیر خمر میں ادمان شرط ہے نہ خمر میں سوائے اتفاق اعتماد کے نہیں کہ صریحاً نقول مذہب

کے مخالف سے کافی میں ہے کہ ادا مان اس واسطے شرط ہوا تاکہ یہ فعل اس کا ظاہر ہو کیونکہ جو شرط پتیا ہے پوشیدہ اور اس کا یہ فعل ظاہر نہیں ہوتا تو عدالت سے خارج نہیں ہوتا اگرچہ بکثرت پتیا ہو عدالت اسی وقت ساقط ہوگی جب کہ شرب ظاہر ہو اس سے یا مست ہو کر نکلے اور اطفال اس سے کھیلیں تو ایسے شخص میں مروت نہ رہی اور ایسا شخص کذب سے پرہیز نہیں کرتا عادتاً اور قنایہ قاضی خاں میں سے کہ مدن خمر اور مدن سکر کی گواہی مقبول نہیں اور ذغیرہ میں ہے کہ مدن خمر کی شہادت جائز نہیں چنانچہ زلیعی اور عینی میں ہے اور نہایہ میں سے کہ ادا مان شرط ہے خمر میں بھی سقوط عدالت کے حق میں انتہی تو یہ نقول مترجح ہیں کہ خمر اور غیر خمر دونوں میں ادا مان شرط سے بلا فرق اور سابق مذکور ہو چکا کہ ہر کبیرہ گناہ میں اشتہار شرط ہے یعنی سقوط شہادت کے واسطے ابن کمال نے کہا کہ شرب خمر کبیرہ گناہ نہیں تو عدالت ساقط نہ ہوگی مگر اصرار سے صاحب بحر نے کہا کہ یہ غلط ہے اس واسطے کہ مشارح نے تصریح کی ہے کہ شرب خمر کبیرہ ہے اور حدیث مشہور میں شرب خمر کو کیا نرسبعہ میں شمار کیا ہے انتہی تو خمر میں ادا مان اشتہار کے واسطے شرط ہوا ہے نہ اس واسطے کہ وہ صغیرہ ہے دریافت کرنا چاہیے کہ ادا مان اور اصرار میں دو قول ہیں ایک ایک قول یہ ہے کہ ادا مان فعل سے ہوتا ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ نیت سے ہوتا ہے کذا فی الطحاوی واما قال علی اللہم لیخرج الشرب

للتداوی فلا یسقط العدالة لشبهة الاختلاف صدر الشریعہ و ابن کمال اور مصنف نے ادا مان شرب میں لہو یعنی کھیل کا قید اس واسطے لگائی تاکہ دوا کے واسطے نشہ پتیا نکل جائے تو عدالت ساقط نہ ہوگی بسبب شبہہ اختلاف کے کذا ذکرہ صدر الشریعہ ابن کمال م ابو عبارت ہے دل خوش کرنے سے بواسطہ اس قول اور فعل کے جو مقتضائے حکمت نہیں اور مراد کھیل سے وہ جو دوا کے واسطے نہ ہو تو عادت کا پتیا بھی کھیل میں داخل ہے اور قول اصح یہ ہے کہ دوا کے واسطے بھی پتیا حرام ہے ومن یلعب بالصبیان لعدم مروت و کذب غالباً کافی اور اس کی گواہی مقبول نہیں جو لڑکوں کے ساتھ کھیلے اس کی عدم مروت اور کذب کے سبب سے غالباً کذا فی الکافی م لڑکوں سے مراد نوجوان میں نہ اطفال صغار چنانچہ عدم مروت کی تعلیل اس پر دلالت کرتی ہے غایۃ البیان میں حسن سے مروی ہے کہ اگر بڑھا نوجوان سے کشتی کڑے مجامع میں تو اس کی گواہی مقبول نہیں کذا فی الطحاوی فتح القدر میں کرمی سے منقول ہے کہ اگر شیخ نوجوانوں سے مجامع میں کشتی کڑے تو

گواہی اس کی مقبول نہیں کیونکہ وہ نحیف ہے والیطیور الا اذا مسکھا لاستیناس فیباح الا ان یجر حمام فیہ فلا لاکلہ الحرام عینی و عنایہ اور اس کی گواہی مقبول نہیں جو چڑیوں سے کھیلے مگر جب کہ طیور کو دفع و حشمت کے واسطے رکھے تو مباح ہے مگر جب کہ غیر کے گوتے کھینچ لیتا اور کپڑا رکھتا ہو تو مباح نہیں بسبب اس کی حرام خوردگی کے کذا فی العینی و العنایۃ م کبوتر بازی وغیرہ سے اس واسطے گواہی مروت ہوگی کہ مورت غفلت ہے اور وہ محمول ہے اس صورت پر جب کہ کبوتر اڑانے کے واسطے کوٹھے پر چڑھتا ہو اور عورت نساء پر مطلع ہوتا ہو کذا

فی البحر و الطینور و کل لہو شنیع بین الناس کالطنابیر المرزایمیر دان لم یکن شنیعاً نحو الحداء و ضرب القصب قلا الا اذا فحش بان یرقصوا بہ خانہ لدخولہ فی حد الکبار مگر اور اس کی گواہی مقبول نہیں جو طنبور اور ایک ایسا یا جا بجاوے جو قبیح اور میوب ہے لوگوں میں چنانچہ طنبور اور مرزایمیر اور اگر میوب نہ ہو لوگوں میں چنانچہ اونٹوں کے تیز قدم کرنے کے واسطے آہنک بلند کرنا اور ضرب قصب تو مانع شہادت نہیں مگر جب کہ اس میں مبالغہ اور زیادتی کرے اس طرح کہ اس پر لوگ رقص کریں تو مانع شہادت ہے کذا فی العنایۃ بسبب اس کے داخل ہونے کے حد کبار میں کذا فی البحر محیط میں بھی یہی تفصیل مذکور ہے جو خانہ سے مذکور ہو چکی اور معراج الدرایہ میں ہے کہ ملاہی دو قسم میں ایک قسم حرام ہے وہ آلات مطربہ میں بدون راگ کے یعنی طرب انگیز باجے چنانچہ مرزا خواہ وہ حشمت کی ہوں یا قصب کی چنانچہ شبابہ یا طنبور بدلیل حدیث ابو امامہ ان اللہ یعنی رحمۃ العالمین وامر فی بحق للعارف المرزایمیر یعنی حق تعالیٰ نے مجھ کو بھیجا سارے عالم کی رحمت کے واسطے اور مجھ کو حکم کیا

معافیت اور مزامیر کے مثلنے کے واسطے اور دوسری قسم ملامی کی مبارح ہے وہ دن ہے نکاح میں اور نکاح کے مانند ہے یہ سرود و حاکمیت اور اس کے غیر میں دن بھی مکرہ ہے اور اس کو قرح القدر میں بھی نقل کیا ہے با احرام کذا فی الطحاوی عن ابی حمزہ عن ابی سعید بن جبیر کہ منکوحہ سے منکوحہ میں مسنداً عدی بنی سے منقول سے معافیت آلات سرود اور قاموس میں سے کہ معافیت ملامی میں مانند عود اور طنبوس کے اور حرام جمع زراراً عیناً اور جس قبیلہ یعنی نی اور بانہ میں گاویں اس کو نبارہ اور نبارہ کہتے ہیں امام نووی نے اس کی حرمت کی تصریح کی ہے فقہا کہتے ہیں کہ گانا آلات مطرب سے حرام ہے اور فقط آواز مکرہ ہے اور اجنبی عورت سے سخت تر کذا فی ترجمہ مشکوٰۃ للشیخ عبد الحق الدہوی ومن لفظی للناس لای جمیع علی کبیرہ بدایہ وغیرہ اور اس کی گواہی مقبول نہیں جو داک گانا ہو لوگوں کے واسطے اس واسطے کہ وہ لوگوں کو کبیرہ گناہ پر جمع کرتا ہے چنانچہ بدایہ وغیرہ میں ہے کلام سعدی افندی یغید تقییدہ بالابتر فاعل اور سعدی افندی کلام منہ میں اجرت لینے کی قید لگانے کا مفید ہے یعنی اس منہ کی گواہی مقبول نہیں جو لوگوں سے اجرت لے کر گانا ہو سو مایل کر اس کو مصلحاوی نے کہا قید مذکور غیر ظاہر ہے بلکہ فقہاء کلام مطلق ہے بلا قید اجرت واما المنہ لتفسد لدفع الوضوء فلا بأس به عند العامة عنایہ و صوالینی وغیرہ قال دلو فیہ وعظ و حکمہ فی نزاع الطاقا او جو شخص کہ اپنی ذات کے واسطے گاوے دفع و حشمت کے لیے تو اس کا کچھ مضائقہ نہیں جمہور فقہاء کے نزدیک کذا فی العنایہ اور اس کو صحیح کہا ہے یعنی وغیرہ نے عینی نے کہا اور اگر سرود میں وعظ اور حکمت ہو تو بالاتفاق جائز ہے م محل اباحت سرود وہ ہے کہ با جانہ ہو اس کے ساتھ اس واسطے کہ بزاری نے مناتب میں اجماع نقل کیا ہے حرمت سرود پر جب کہ سرود باجماع پر چنانچہ عود اور بنیہ اور عنایہ میں ہے کہ لہو اور لعب کے واسطے گانا معصیت ہے جمیع ادیان میں ومنہ من اہازہ فی العرس کما جاز ضرب الدف فیہ ومنہ من ابارہ مطلقاً ومنہ من کریر مطلقاً اتنی ذی البوم والذمب حرمتہ مطلقاً فالقطع الاختلاف بل ظاہر البدایہ کبیرہ ولولنفسہ واقرة المصنف اور بعض فقہاء نے جائز کہا ہے سرود کو نکاح میں جیسے دن گانا اس میں جائز ہے اور بعضوں نے اس کو مبارح کہا ہے مطلقاً نکاح اور غیر نکاح میں اور بعضوں نے اس کو مکرہ کہا ہے مطلقاً باجا ہو یا نہ ہو نکاح ہو یا غیر نکاح اتنی کلام یعنی اور بحوالہ الراق میں ہے اور مذمب یہ ہے کہ سرود مطلقاً حرام ہے تو اختلاف علماء کا منقطع ہو گیا بلکہ ظاہر بدایہ سے کہ سرود کبیرہ گناہ ہے اگرچہ اپنی ذات کے واسطے ہو اور ثابت ہے اس قول کو مصنف نے اپنی شرح میں بحوالہ الراق میں سے کہ شارحین نے تصریح نہیں کی کہ سرود میں مذمب کیا ہے اور بنیہ اور عنایہ میں ہے کہ تغنی لہو کے واسطے معصیت ہے جمیع ادیان میں لہو اور زیادات میں کہا کہ اگر اس چیز کی وصیت کرے جو معصیت سے ہمارے نزدیک اور اہل کتاب کے نزدیک اور من جہ اس کے وہ وصیت ذکر کی جو مغنیوں اور مغنیات کے واسطے ہو اتنی تو ثابت ہو گئی نص مذمب کی گانے کی حرمت پر تو اختلاف منقطع ہو گیا اتنی مافی البحر اور تو خود جائز ہے کہ جو صاحب بحر نے لہو ذکر کیا وہ اطلاق حرمت کی مؤید نہیں کیونکہ بنیہ اور عنایہ کی عبارت مقید لہو ہے اور زیادات کی عبارت تقید شہرت کا مفید ہے اور شہرت اس وقت ہوگی جب لوگوں کے سامنے گاوے وہ اقلوہ قید شہرت سے کہ وصیت منصرف ہوتی ہے متعارف کی طرف لہو عرف میں مغنیہ یا مغنی نہیں کہتے مگر اس کو جو داک گانے کے ساتھ معروف ہو اور شارح اطلاق حرمت تغنی میں مصنف کا تابع ہوا ہے اور صحیح تو وہ ہے جو قلاوی مالگیری میں خزاند لغتیں سے منقول ہے کہ مقبول نہیں گواہی اس کی جو لوگوں کے واسطے گاوے اور ان کو سنا سکے اور اگر تغنی اپنی ذات کے سننے کے واسطے ہو تاؤ حشمت دفع کرے اپنی ذات سے بدون اس بات کے کہ دوسرا شخص سنے تو اس کا منقطع نہیں اور عدالت اس کی ساقط نہیں ہوتی قول صحیح میں اتنی کذا فی الطحاوی فتح القدر میں ہے کہ فقہانے تصریح کی ہے کہ لہو و لعب اور جمع حال کے واسطے تغنی حرام ہے بلا اختلاف اگر تو کہے کہ صاحب بدایہ کی تعلیل کہ مغنی لوگوں کو کبیرہ پر جمع کرتا ہے اس کی مقتضی ہے کہ تغنی مطلقاً حرام ہے اور حالاً ایسا نہیں ہے کیونکہ اگر اس طرح تغنی کہے کہ آپ سنے اور غیر سننے لگنا اپنی ذات سے و حشمت دفع کرے مکرہ نہیں اور بعضوں نے

کہا کہ استفادہ نظم خوانی اور فصیح اللسان ہونے کے واسطے تغنی مکروہ نہیں اور بعضوں نے کہا کہ اگر لوگوں کے سنانے کے واسطے نکاح اور ذمہ میں تغنی کرے مکروہ نہیں تو جواب اس کا یہ ہے کہ اپنے سنانے اور دفع وحشت کے واسطے تغنی میں فقہاء کا اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ مکروہ نہیں مکروہ وہ تغنی ہے جو علی سبیل اللہ ہو بلیل روایت انس بن مالک کہ وہ اپنے بھائی براء بن مالک کے پاس گئے اور وہ زیاد صحابہ میں تھے اور وہ تغنی کرتے تھے اور اسی قول کو شمس الائمہ شمس نے لیا ہے اور بعضے مشائخ اس کو بھی مکروہ کہا ہے اور اسی قول کو شیخ الاسلام نے لیا ہے اور محل حدیث براء بن مالک کا یہ ہے کہ وہ اشعار مبارکہ کو خوش آواز سے پڑھتے تھے جن میں مواعظ اور حکم تھیں اس واسطے کہ لفظ غناء جیسے غناء معروف کو بولتے ہیں ویسے ہی غیر معروف کو بھی کہتے ہیں چنانچہ حدیث میں آیا ہے من لم يتغن بالقرآن فليس منا اور اشعار مبارکہ کی شعر خوانی جائز ہے پھر جب کہ اختلاف تغنی کا حال معلوم ہوا تو جائز ہے کہ صاحب ہدایہ تعلیم منع تغنی کا قائل ہو شیخ الاسلام کے مانند مگر ہم کو معلوم ہو چکا ہے کہ تغنی محرم وہ ہے جس کے الفاظ ایسے ہوں جو حلال نہیں جیسے مرد معین اور عورت معینہ زندہ کا وصف یا شراب کی ایسی تعریف جو شوق انگیز ہو اس کی طرف یا جو موسیٰ یا ذمی کی بشرط قصد بھونہ بقصد استشہاد یا تعلم فصاحت و بلاغت اور اگر اشعار غیر معین عورت کے وصف میں ہوں تو مباح ہیں بدلیل قصیدہ بانس سعاد کہ خود صاحب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو پڑھا گیا اور حضرت نے اس پر الکا نہیں فرمایا بل اگر بطریق ملاہمی کے ہو تو ممنوع ہے اگرچہ مواعظ اور حکم ہوں معنی میں ہے کہ ملاہمی دو قسم میں ایک محرم چنانچہ آلات مطربہ غناء جیسے مزنا اور طنبور وغیرہ اور دوسرے مباح وہ وہ وقت سے نکاح اور اس کے مانند اور سرود حادث میں اور اس کے غیر میں مکروہ ہے عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ جب آوازوں کی سنتے تو خبر منگولتے اگر ولیمہ ہوتا تو سکوت کرتے اور اگر اس کے سوا اور کچھ ہوتا تو دورہ لیتے اور اجتناس میں ہے کہ محمد بن شجاع سے اس شخص کے حال کا سوال ہوا جو اپنے نفس کے ساتھ ترم کرتا ہے جواب دیا کہ یہ اس کی شہادت کا قادر نہیں اور قرآن خوانی الحان سے بعضوں کے نزدیک مباح ہے اور بعضوں کے نزدیک منع ہے اور مختار یہ ہے کہ اگر الحان سے حروف اپنی نظر اور حقیقت سے خارج نہیں ہوتے ہوں تو مباح ہے اور نہیں تو غیر مباح ہے ایسا کچھ علماء نے ذکر کیا ہے اور ہم باب الاذان میں مذکور کر چکے ہیں کہ تلحین بدون تغیر مقصیات حروف کے نہیں ہوتی تو یہ تفصیل بے معنی ہے انتہی مافی الفتح ملخصاً تبصرت قال ولا قبل شہادۃ من سماع الغناء

اور مجلس مجلس الغناء و زاد العینی اور مجلس الفجر والشرب وان لم یسکر لان اختلاطہم وترکہ الامر بالمعروف لیسقط عدالتہ مصنف نے کہا اور مقبول نہیں گواہی اس شخص کی جو راگ سنتا ہے یا راگ کی مجلس میں بیٹھتا ہے عینی نے اتنا زیادہ کہا یا فسق و فجور یا شرب کی مجلس میں بیٹھتا ہے اگرچہ وہ نشا نہ پیتا ہو اس واسطے کہ اس کا مختلط ہونا ان کے ساتھ اور امر بالمعروف کا ترک کرنا اس کی عدالت کا مسقط ہے مجلس غنائ میں بیٹھنا مسقط عدالت ہے اگرچہ وہ راگ نہ سنتے بلکہ ذکر الہی میں مشغول ہے اور اسی طرح جو راگ سنتے اگرچہ راگ کی مجلس میں نہ بیٹھا ہو کذا فی الطحاوی اور ترکیب یا جریہ بلفسق و مرادہ من یرتکب کبیرۃ قال المصنف وغیرہ یا اس کی گواہی مقبول نہیں جو ترکیب ہو اس چیز کا جس کے سبب سے اس کو حدیاری جاوے بواسطہ فسق کے اور مطلب اس کا یہ ہے کہ جو کبیرہ گناہ کا مرتکب ہو اس کی گواہی مقبول نہیں ایسا کچھ کہا ہے مصنف وغیرہ نے م کبیرہ کی حد میں اقوال مختلف ہیں اور قول محقق وہ ہے جو شاہ ولی اللہ دہلوی نے قول انجیل میں اختیار کیا ہے یعنی حق یہ ہے کہ کبیرہ گناہ وہ ہے کہ جس پر دوزخ یا عذاب شدید کی وعید وارد ہے قرآن مجید میں یا حدیث صحیحہ میں جو اہل حد کے نزدیک مشہور ہے یا اس کے مرتکب کو کافر کہا ہو چنانچہ تارک صلوة معتدا کو یا اس کے مرتکب پر شرع میں حد مشروع ہو چنانچہ زنا اور

۱۲ جو شخص قرآن کو خوش آواز سے نہ پڑھے وہ ہم سے نہیں ۱۲

مرقاہ قطع طریق اور شرب خمر اس مذکورہ کے برابر یا ان سے زیادہ قہر و شدت اور برائی میں بکلم یا بہت قتل اور صغیر وہ گناہ ہے جو شرع میں منہی عنہ ہو یا ناکف مشروع ہو یا دیکھ کے طریقہ یا ثبوت کا مانع ہو اتنی شیخ ابوالعالم نے قوت القلوب میں کہا کہ میں نے ان احادیث کو جمع کیا جن میں کبار کی تصریح وارد ہے تو سترہ کہاں پائے چاروں میں شرک اور نیت امر علی المعصیۃ اور زنا امیدی رحمت الہی سے اور بے خوفی کراہی سے اور چار زبان میں شہادت زور اور قذت محسن اور میں غموس اور سو اوہی پیٹ میں شرب خمر اور مال یتیم اور مال زنا اور دوشرم گاہ میں زنا اور لو اطلت اور دو ہاتھ میں تل یا حتی اور چوری اور ایک پاؤں میں یعنی فراصفت کفہ سے اور ایک گناہ سامے بدن سے یعنی حقوق والدین اتنی حق تعالیٰ اپنے کرم سے ہم کو ان سے بچا ہے آئین اویدخل بالجماع لیسوا لہ لانا حرام یا اس کی گواہی مقبول نہیں جو حجام میں غسل کے واسطے بلا ازار برہنہ جائے اس واسطے کہ بڑھکی حرام ہے اور یلعب بزرگ او طاب مطلقاً قمار اولایا اس کی گواہی مقبول نہیں نرد یا طاب سے مطلقاً خواہ بازی بدے یا نہ بدے م نفع القدر میں ہے کہ لعب طاب کھیل سے ہمارے بلاد یعنی مصر وغیرہ میں نرد کے مانند اس کو بلا حساب اور بلا فکر بھینکتے ہیں جو کھیل ایسا ہو جس کو شیطان نے پیدا کیا اور اہل فحلت اس کو کرتے ہوں وہ مطلقاً حرام ہے اتنی معلوم ہوا کہ طاب ایک کھیل ہے جو سر کے پانسوں کی طرح اسکو پھینکتے ہیں اما الشطرنج فلشبیۃ للاختلاف شرط واحد من شرطہ لذا قال اولی الامر لیشطرنج اور شطرنج میں تو بسبب شبہہ اختلاف کے سقوط عدالت کے واسطے چھ چیزوں سے کوئی ایک چیز مشروط ہے تو اسی واسطے مصنف نے کہا یا جواب دے شطرنج سے تو اس کی گواہی مقبول نہیں م امام مالک اور شافعی کے نزدیک شطرنج حلال ہے لہذا مصنف نے شطرنج کھیلنے کو مطلقاً مسقط عدالت نہ کہا اور ترک بہ الصلوٰۃ حتی لغوت وقت یا شطرنج کی بازی سے نماز ترک کیے یہاں تک کہ نماز کا وقت فوت ہو جاوے م ترک صلوٰۃ سے عدم فعل مطلقاً نہیں بلکہ از قضا کرنا مراد ہے اور کھیل علیہ کثیراً یا شطرنج کھیلنے میں قسم بہت کھاتا ہوں زمین نے اور القافی نے اس میں حلف کا ادب کی قید لگائی ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ کثرت حلف بلا کذب یا کذب بلا کثرت سے شہادت مردود نہیں کیونکہ شہرت بدون کثرت نہیں ہوتی کذافی الطحاوی عن ابی السعود او یلعب بہ علی الطریق او یدکر علیہ فسقا اشباہ یا شطرنج رستے پر کھیلے یا اس پر فسق کو ذکر کرے کذافی الاشباہ م یعنی وہ چیز ذکر کرے جس سے فاسق ٹھہرے چنانچہ قلم اور قذت اور غنا اویدوم علیہ ذکرہ سعدی افندی معز اللکافی والمعراج یا ہمیشہ شطرنج کھیل کرتا ہو اس کی گواہی مقبول نہیں اس کو سعدی افندی نے کافی اور معراج سے نقل کیا م اس واسطے کہ مداومت تہی کی دلیل ہے اور غالباً بعض مزدبلیات میں خلل پڑتا ہے یہاں تک کہ بعضے شطرنج بازوں کا لڑکا مگیا اور اس کی تجہیز و تکفین کے واسطے انہوں نے بازی موقوف نہ کی لغوہ بالذکر من انماک المعاصی او یا کل الربوا قیدوہ بالشہرۃ ولا یخفی ان الفسق یمنعہ شرعاً الا ان القامنی لا یتبت ذلک الا بعد ظہورہ لہ فالکل سوالو بکر فلیحفظ یا اس کی گواہی مقبول نہیں جو بیایع کھائے یا بیع کھانے میں علمائے شہرت کی قید لگائی ہے اور یہ امر مخفی نہیں کہ فسق مانع ہے شہادت کا شرعاً مگر یہ کہ قاضی فسق کو ثابت نہیں کرتا مگر بعض ظاہر ہونے فسق کے قاضی کے نزدیک تو سب گناہ اس میں برابر ہیں کذافی البحر تو اس کو یاد رکھنا چاہیے م بعضوں نے اکل مال یتیم اور اکل ربوا میں باس طرح فرق کیا ہے کہ اگر یتیم کا مال کھائے ایک بار تو گواہی اس کی مقبول نہیں اور بیایع غوری میں شہرت شرط ہے صاحب بکر نے اس کو رد کیا کہ دونوں میں کچھ فرق نہیں فسق ہونے میں دونوں برابر ہیں اور اشتراط شہرت میں دونوں یکساں ہیں شہرت تولتہ واسطے شرط ہے کہ قاضی اس کو ثابت کرے تو اس میں سب گناہ برابر ہیں تخصیص بلاد دلیل ہے اویدخل علی الطریق وکذا کل ما یحل بالمرۃ ومنہ کشف عورتہ لیستیجی بجانب البرکۃ والناس حضور و قد کثر فی زماننا فرج یا اس کی گواہی

مے ایک نسخے میں فسق کی بجگہ فسق سے جمع فاسق کی وجہ سے ہم انہی کے لئے ہیں کہ ہوں میں مستغرق ہونے سے ۱۱

مقبول نہیں جو پیشاب کرے یا کھائے راہ میں اور اسی طرح ہر ایک وہ فعل جو مغل مروت سے ازاں جملہ اپنی شرم گاہ کھولنا تا لاپ کے کنارے استنجا کرنے کے واسطے اور حالانکہ لوگ سامنے ہیں اور ہمارے زلمے میں یہ فعل بکثرت ہو گیا کذا فی الفتح ثم فتح القدر میں ہے اس کی گواہی مقبول نہیں جو افعال مستحقرہ نالائق کرے اگرچہ فی نفسہا وہ حرام نہیں جیسے لوگوں کے رو برو راہ میں کھانا اور نقطہ سراویل یعنی پاجامہ پہن کر چلنا پھرنا اور لوگوں کے رو برو پاؤں پھیلانا اور وہاں سر کھولنا جہاں خفت اور بے ادبی اور قلت مروت اس کو شمار کریں اس واسطے کہ جو شخص ایسا ہو اس سے بعید نہیں کہ جھوٹی گواہی دے اور حدیث مرفوع میں وارد ہے کہ لوگوں نے جو پہلے نبوت سے کلام پایا ہے وہ یہ ہے کہ جب تجھ کو جانز ہے تو جو تیرے دل میں آوے سو کر انتہی طحاوی من جملہ افعال خلاف مروت لقمہ کے چوری کرنا اور حد سے زیادہ خوش طبعی اور دل لگی کرنا کہ موجب استحقاق ہو اور کینوں کی صحبت میں بیٹھنا اور لوگوں کو ذلیل کرنا اور بازار میں غل و شور کرنا مروت عبارت ہے دین اور اصلاح سے اور بعضوں نے کہا کہ مروت عبارت ہے روش نیک اور حفظ لسان سے اور سبکی عقل سے کتارہ گیری اور ارتقاع ہر خلق دنی سے انتہی اور لظہر سب السلف لظہور فسقہ بخلاف من یخفیہ لانه فاسق مستور یعنی قال المصنف واما

قیدنا بالسلف تبعاً لکلامہ والاقالاولی ان یقال سب المسلم لاحتیاط العداۃ بسبب المسلم وان لم یکن من السلف کما فی السراج والنهاية یا اس کی گواہی مقبول نہیں جو سلف کی بدگونی ظاہر کرے بسبب ظاہر ہو جانے اس کے فسق کے بخلاف اس شخص کے جو سب سلف کو مخفی رکھتا ہے اس واسطے کہ وہ فاسق مستور ہے یعنی وہ مقبول الشہادت ہے کذا فی العینی مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ ہم نے سلف کی قید لگائی باتباع کلام فقہاء مصنفین اور یہ تو یوں کہنا بہتر تھا کہ جو مسلمان کی بدگونی کو ظاہر کرے وہ مقبول الشہادت نہیں بسبب ساقط ہونے عدالت کے مسلمان کی بدگونی سے اگرچہ وہ سلف میں سے نہ ہو چنانچہ سراج اور نہایت میں ہے ہم سب دشنام اور گالی یہ ہے کہ انسان کی آبرویں ایسی گفتگو کرنا جو اس کے حق میں معیوب ہو حدیث میں وارد ہے کہ

سبب المسلم فسق وقتالہ کفر فیہا الفرق بین السلف والخلف ان السلف الصالح الصدا الاول من التابعین منہم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ والظاہر بالفتح من بعدہم فی الخیر وبالسکون فی الشکر اور نہایت میں ہے کہ درمیان سلف اور خلف کے فرق یہ ہے کہ سلف صالح سے مراد تابعین کا صد اول ہے ان میں سے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ہیں اور خلف بفتح لام وہ لوگ ہیں جو تابعین کے بعد نیک لوگ ہیں اور خلف بسکون لام بدکار لوگ ہیں جن کو عرف میں ناخلف کہتے ہیں کذا فی الحرم صد الشریعہ نے کہا کہ سلف سے مراد صحابہ اور علمائے مجتہدین بائین ہیں رضوان اللہ علیہم اجمعین وغیرہم اتقنا

عن ابی یوسف لا قبل شہادۃ من سب الصحابۃ واقبلہا من بر ائمنہم لانه یعتقد دینا والکان علی باطل فلم یظہر فسقہ بخلاف الساب اور بحر الرائق میں عنایہ سے ہے کہ ابو یوسف سے مروی ہے کہ میں قبول نہیں کرتا گواہی اس کی جو صحابہ کرام کی بدگونی کرے اور اس کی گواہی قبول کرتا ہوں جو صحابہ سے بیزار اور ناراض ہے اس واسطے کہ وہ ایک دین کا معتقد ہے کا لخوارج والروافض اگرچہ وہ باطل پر ہے تو متبری نے اپنا فسق ظاہر نہ کیا دل میں رکھا بخلاف بدگو کہ اس نے اپنا فسق ظاہر کر دیا م ظاہر ایہ مسئلہ متفق علیہا ہے اور ابو یوسف کی طرف اس واسطے منسوب ہوا کہ وہ مخزوم ہیں اس کے شہدان ایہا اذی الیہ فان ادعاه صحت شہادۃہما استحسانا کثرت شہادۃ وانی المیت وند یونہیہ والموصی لہما ووصیہ ثالث علی الایضاد وند یونہیہ گواہی دی کہ ہمارے باپ نے قتلے شخص کو وصی کیا ہے تو اگر شخص مذکور اس کا دعویٰ کرے تو دونوں کی گواہی صحیح ہوگی بطور استحسان کے جیسے میت کے دو دائیوں کی گواہی ایک شخص کے وصی ہونے میں اور میت کے دو دیونوں کی گواہی کسی شخص کے وصی ہونے میں اور جن دو شخصوں کے واسطے میت نے وصیت کی ان کی گواہی کسی کے وصی ہونے میں اور میت کے دو وصیوں کی گواہی تیسرے شخص کے وصی کرنے میں صحیح ہے کذا فی الطحاوی وان اکر لا لان القاضی لا یمکن اجباراً علی قبول الوصیۃ یعنی اور اگر وہ شخص قبول وصیت سے انکار کرے تو گواہی اشخاص مذکورین کی صحیح نہیں اس واسطے

سہ مسلمان کو گالی دینا فسق سے اور اس کے ساتھ قتال کرنا کفر ہے ۱۲



کتاب اللہک نہیں کسی کو ذمہ دہیست قبول کرنے کا کذا فی شرح العینی کیا لا تقبل لو شہد ان ابائہما الغائب وکلہ بقبض دیونہ وادعی الوکیل  
اداکرہ الفرقان القاضی لایک نصب الوکیل علی الغائب بخلاف الوعی جیسے مقبول نہیں گواہی اگر وہ بیٹے گواہی دیں کہ ہمارے غائب باپ نے فلا نے  
کو وکیل کیا ہے اپنے دیون کے قبض کرنے کا خواہ وکیل وکالت کا دعویٰ کرے یا انکار کرے اور فرقہ وی اور وکیل کے مسئلہ میں یہ ہے کہ قاضی ملک نہیں  
غائب کی طرف سے وکیل مقرر کرنے کا بخلاف نصب وہی کہ اس میں قاضی کو اختیار ہے شہد الوعی ای وی المیت بحق المیت بعد ما عزل القاضی عن ما  
ونصب غیرہ او بعد ما ادک الوری غلا تقبل شہادۃ المیت فی مالہ او غیرہ خاصہ اولاً لملول الوعی محالاً لیس وذلک لایک عزل نفسہ بلا عزل قاضی  
فکان کالمیت لفسد فاستوی خصامہ و عدم گواہی دی وی نے یعنی میت کے وطن نے میت کے حق میں بعد اس کے کہ قاضی نے اس کو معزول کر دیا تو  
سے اور قائم کیا غیر گواہی دی بعد بلخ ہونے در شہد میت کے تو اس کی گواہی میت کے حق میں اس کے مال اور غیر مال میں مقبول نہیں خواہ وہی نے  
خصوصیت کی ہو یا نہ کی ہو بسبب ہو جانے و حکم کے بجائے میت کے اور اسی واسطے وہی اپنی ذات کے معزول کرنے کا مالک نہیں بدون معزول کرنے  
قاضی کے تو وہی مثل ذات میت کے ہو گیا تو اس کی خصوصیت اور عدم خصوصیت برابر ہو گئی م در صورت بقائے وصایت وہی کا بجائے میت کے ہونا  
ظاہر ہے اور در صورت معزولی ظاہر نہیں مگر باعتبار ما کان پھر جب بجائے میت کے ہوا تو گواہی اس نے اپنی ذات کے واسطے گواہی دی لہذا مقبول  
نہیں بخلاف الوکیل فلذا قال ولو شہد الوکیل بعد عزل الموکل ان خصام فی مجلس القاضی ثم شہد بعد عزله لا تقبل اتفاقاً للتمتہ بخلاف وکیل کے کلاس  
کی خصوصیت اور عدم خصوصیت برابر نہیں تو اسی واسطے مصنف نے کہا اور اگر گواہی دے وکیل اپنے معزول ہونے کے بعد موکل کے حق میں اگر اس نے  
خصوصیت کی مجلس قاضی میں پھر گواہی دی بعد اپنے معزول ہونے کے تو گواہی بالاتفاق مقبول نہیں بسبب تہمت کے م تہمت سے مراد تہمت  
تصدیق سے یعنی وکیل جس میں خصوصیت کر چکا ہے اس میں اپنی صداقت ظاہر کرتا ہے گواہی دے کر والا قہت بعد ما خلا فاللثانی فوجہ کالوعی  
مراجہ اور اگر خصوصیت نہیں کی تو گواہی وکیل کی موکل کے حق میں بعد معزولی کے مقبول ہے بسبب نہ ہونے تہمت مذکورہ کے بخلاف ابو یوسف  
کے کہ ان کے نزدیک در صورت عدم خصوصیت بھی مقبول نہیں تو ابو یوسف نے وکیل کو وہی کے مانند ٹھہرایا کذا فی المسراج ولی قسارۃ الزبلی کل  
من صار خصماً فی حادۃ لا تقبل شہادۃ فیہا من کان بعرضۃ ان یحیر خصماً ولم ینصب خصماً بعد تقبل وذلک بالامکان متعلق علیہما وکما فیہا وشرح  
زبلی کی کتاب القسامت میں ہے کہ جو شخص کہ منہم ہو گیا کسی مقدمے میں تو اس مقدمے میں گواہی اس کی مقبول نہیں اور جس کا منہم ہونا پیش ہے اور  
حالانکہ ہنوز وہ منہم نہیں ہوا تو اس کی گواہی مقبول ہے اور یہ دونوں قاعدے بالاتفاق ہیں اور پورا بیان اس کا اسی شرح میں ہے م زبلی نے اپنی  
شرح میں کہا تو اصل اول کی جنس سے وکیل بالخصوص جب کہ اس نے حاکم کے پاس خصوصیت کی پھر وہ معزول ہو گیا تو اس کی گواہی مقبول نہیں لہ  
شبیح نے جب شفعہ طلب کیا یعنی قاضی کے پاس اور مشتری سے خصوصیت کی پھر اس کو ترک کیا تو اس کی گواہی بیع میں مقبول نہیں اور اصل ثانی کی جنس  
سے وکیل ہے جب کہ اس نے خصوصیت نہ کی اور شفیع ہے جب کہ اس نے شفعہ طلب نہ کیا اور گواہی دیا تو دونوں کی گواہی مقبول ہے کذا فی المطالب  
قید نا مجلس القاضی لاند لو خصام فی غیرہ ثم ورتہ قبلت عندہا لوشہد فی غیرہ او کل فیہا علیہ جامع الفتاویٰ قید لگائی ہم نے مجلس قاضی کی اس واسطے  
کہ اگر وکیل نے غیر مجلس قاضی میں حکومت کی ہو پھر موکل نے اس کو وکالت سے معزول کیا ہو تو طر فین کے نزدیک گواہی مقبول ہے چنانچہ اگر وکیل  
نے گواہی دی اس مقدمے کے سوا جس میں وہ وکیل مقرر ہوا یا موکل کی معرفت کی گواہی دی تو مقبول ہے کذا فی جامع الفصولین ولی البزازیۃ  
کلہ بالخصوص عند القاضی خاصہ المطلوب بالف دوم عند القاضی ثم عزله شہدان لموکل علی المطلوب ماتہ ویندر تقبل بخلاف ما لو کله عند غیر القاضی خاصہ  
و کما فیہا ورتہ ازیر میں ہے کہ ایک شخص کو خصوصیت کے واسطے وکیل کیا قاضی کے نزدیک سو اس نے بھلا کیا مدعا علیہ سے ہزار روپے کا پھر موکل نے

دکیل کو مغزول کیا سو دکیل نے گواہی دی کہ اس کے موکل کے مدعا علیہ پر سو دینار میں تو گواہی مقبول ہے یعنی اس واسطے کہ یہ دوسرا مقدمہ سے غیر متعلق ہوگا بخلاف اس صورت کے کہ اس کو غیر قاضی کے نزدیک دکیل کیا اور اس نے خصومت کی تو گواہی مقبول نہیں اور پورا بیان اس کا اسی کتاب میں ہے مابقی بیان بزازیہ اور کافی میں یوں ہے کہ اگر قاضی کو وکالت معلوم نہ ہو اور مدعا علیہ وکالت کا منکر ہو اور دکیل اپنی وکالت گواہوں سے ثابت کرے پھر موکل اس کو مغزول کرے اور دکیل موکل کے واسطے گواہی دے تو گواہی اس کی مردود ہے ہر ایک اس حق میں جو وقت توکیل کے قائم ہے مگر جب کہ اس حق کی گواہی دے جو نیا پیدا ہوا تاریخ وکالت کے بعد تو اب گواہی مقبول ہوگی کذا فی الطحاوی کا قبلت عندہا خلافا لثانی شہادۃ ابن بدین علی المیت لرجلین ثم شہد المشہود لہما للشاہدین بدین علی المیت لان کل فریق یشہد بالذین فی الذمۃ وہی تقبل حقوقا شتی فلم تقع الشرکۃ لہ فی ذلک بخلاف الوصیۃ بغير عین کافی وصایا الجمع وشرہ وشیخہ جیسے طریقین کے نزدیک بخلاف ابو یوسف کے گواہی مقبول ہے دو شخصوں کی گواہی دو مردوں کے دین کی میت پر پھر مشہود لہما نے گواہی دی کہ شاہدین کا دین میت تکویر پر ہے اس واسطے کہ ہر فریق گواہی دیتا ہے کہ دین ثابت ہے دمر پر اور ذمہ حقوق متفرقہ کو قبول کر سکتا ہے تو شاہد کی شرکت نہ واقع ہوئی اس میں بخلاف اس وصیت کے جو غیر عین میں ہو چنانچہ مجمع اور اس کی تشریح میں ہے اور اس کا ذکر کتاب الوصایا میں آوے گا مگر دین کی شہادت شاہد کی شرکت ثابت فی الذمہ میں ثابت نہیں بلکہ شرکت مقبوض میں بعد قبض ثابت ہے اور وہ مانع شہادت نہیں بخلاف وصیت غیر معین یعنی اگر ہر فریق دوسرے فریق کی گواہی دے کہ میت نے اس کے واسطے ثلث میں وصیت کی ہے تو بالاتفاق گواہی مقبول نہیں اس واسطے کہ ان کا حق ترکیب ہے یعنی ثلث میں اور وہ دونوں فریق میں مقسوم ہے تو یہ گواہی ہوئی اس میں جو دونوں میں مشرک ہے اور اگر دونوں شخصوں نے گواہی دی کہ میت نے ان دو شخصوں کے واسطے اس پیر معین کی وصیت کی پھر مشہود لہما نے شاہدین کے واسطے دوسری پیر معین کی گواہی دی تو مقبول ہے کیونکہ اس میں شرکت نہیں۔ وکشاہدۃ وصیین لوارث کبیر علی اجنبی فی غیر مال المیت فانہا مقبولۃ فی ظاہر الروایۃ کما لو شہد الوصیان علی اقرار المیت بشئ معین لوارث بالغ فقبل بزازیہ اور جیسے گواہی دو وصیوں کی وارث کبیر کے واسطے شخص اجنبی پر مال میت کے سوا میں کہ وہ مقبول ہے ظاہر الروایۃ میں چنانچہ اگر دو وصیوں نے اقرار میت پر گواہی دی کسی معین پیر کی وارث بالغ کے واسطے تو وہ مقبول ہے کذا فی البزازیم وارث بالغ کی قید اس واسطے لگائی کہ صغیر کے واسطے گواہی مقبول نہیں بسبب تہمت کے کذا فی الطحاوی ولو شہد فی مالہ امی المیت لاصحابہا ولو لصغیر لم یحکم اتفاقا وشیخ فی الوصایا اور اگر دو وصیوں نے میت کے مال میں گواہی دی تو مقبول نہیں بخلاف صاحبین کے اور اگر صغیر کے واسطے گواہی دی تو بالاتفاق امام اور صاحبین کے جائز نہیں اور یہ مسئلہ کتاب الوصایا میں آوے گا کمالا تقبل الشہادۃ علی جرح بالفتح امی نسخ مجرد عن اثبات حق اللہ تعالیٰ اول بعد جیسے مقبول نہیں گواہی جرح مجرد یعنی اس فسق کے اظہار پر جو خالی ہے اثبات حق اللہ یا اثبات حق العبد سے مگر جرح بالفتح اصطلاح شرع میں عبارت ہے اظہار فسق شاہد سے کذا فی البحر حق اللہ چنانچہ حد وحق العبد چنانچہ قدف یا قتل ہستانی نے کہا جرح مجرد سے جس پر دفع خصومت مشہود علیہ سے مرتب نہ ہو فتح القدیر میں ہے کہ جرح مجرد کی گواہی دو وجہ سے مقبول نہیں ایک یہ کہ گواہی مقبول ہوتی ہے حکم کے واسطے تو ضروری ہے کہ مشہود بہ تحت حکم داخل ہو اور فسق تحت حکم داخل نہیں اس واسطے کہ حکم الزام ہے اور قاضی کے اختیار میں نہیں الزام فسق کا کسی شخص پر کیونکہ فسق اس کے دفع پر فی الحال قادر ہے تو بہ کرنے سے دوسری وجہ یہ ہے کہ بجز اس گواہی کے شاہد فسق موجود ہے کیونکہ اشاعت فاحشہ نص قرآن سے ممنوع ہے اگر کوئی کہے کہ شہادت سے اشاعت فاحشہ مقصود نہیں بلکہ مشہود علیہ سے دفع ضرر مطلوب ہے اس کا جواب یہ ہے کہ دفع ضرر اشاعت میں منحصر نہیں اس طرح پر کہ بر ملا قاضی کی مجلس میں گواہی بلکہ اگر قاضی قاضی کو خبر دے تو بھی مطلب حاصل ہے اتہی وان لضمینۃ قبلت والالا تقبل سوا اگر گواہی اثبات حق اللہ یا اثبات حق العبد کی تصحیح ہو تو مقبول

سے اور اس کو مقبول نہیں بعد التعمیل ولو قبل قبلیت ای التعمیل قبل الاخبار و لو من واحد علی الجرح المحذور و کذا التعمیر المصنف تبعاً لما قرره صدر الشریعہ و اقره ما خصو و ادخل تحت قولہم الذم اسهل من الرفع و ذکر وجہ و اطلق ابن الکمال رد ما تمعنا لعمارة الکتاب و ذکر وجہ جرح مجرد پر گواہی مقبول نہیں بعد ثبوت عدالت مشہور و مدعی کے اور اگر قبل ثبوت عدالت یعنی مجرد پر گواہی ہو تو مقبول سے بلکہ اخبار مقبول ہے اگرچہ اخبار ایک ہی شخص سے ہو جرح مجرد پر اسی قول پر افتاد کیا ہے مصنف نے صدر الشریعہ کے قرائد ادکبہ پیروی کر کے اور اسی کو ثابت رکھا ہے ما خصو نے درر مغرب میں اور داخل کیا ہے اس کو فقہاء کے اس قول کے نیچے کہ دفع سہل تر ہے دفع سے یعنی قبل ثبوت کے ہٹانا آسان تر ہے بعد ثبوت کے اٹھانے سے اور اس کی وجہ بیان کی ہے اور ابن کمال نے جرح مجرد کی شہادت کو مطلقاً مردود کہا ہے باعتبار عامہ کتب فقہ اور اس کی وجہ مذکور کی ہے م ما خصو نے وجہ یہی بیان کی ہے کہ اگر کوئی کہے کہ جرح مجرد کی خبر واحد کیوں مقبول ہے قبل تعدیل شہود کے اور بعد تعدیل مقبول نہیں مگر نصاب شہادت در صورت کہ غیر مجرد ہو اس کا جواب تحقیقی یہ ہے کہ جرح مشاہد قبل تعدیل دفع ہے شہادت کا قبل ثابت ہونے شہادت کے اور یہ دیا ہے کہ باب سے ہے و لہذا اس میں خبر واحد مقبول سے اور بعد تعدیل کے دفع سے شہادت کا بعد ثابت ہوجانے شہادت کے یہاں تک کہ قاضی پر عمل بشہادت واجب ہے جب تک جرح متبرر ہو اور قواعد مقررہ سے یہ قاعدہ ہے کہ دفع اسهل سے دفع سے اور یہی مجید ہے جرح مجرد کے مقبول ہونے میں قبل تعدیل کے اگرچہ ایک شخص سے ہو اور غیر مقبول ہے بعد تعدیل کے بلکہ نصاب شہادت اور اثبات حق شرع یا حق عدل کی احتیاج ہے انتہی اور ابن کمال نے یوں وجہ بیان کی ہے کہ جرح مجرد پر اس واسطے گواہی مقبول نہیں کہ تحت حکم داخل نہیں اور گواہی اس میں مقبول ہوتی ہے جو تحت حکم داخل ہو اور قاضی کے اختیار میں اس کا الزام ہو خواہ قبل تعدیل کے یہ ہو یا بعد تعدیل کے انتہی اب معلوم کرنا چاہئے کہ ابن کمال اور ما خصو کے کلام میں لفظی خلاف ہے نہ معنوی اس واسطے کہ ابن کمال نے یہ جو کہا ہے کہ شہادت فسق مجرد کی مقبول نہیں اگرچہ قبل تعدیل ہو تو مراد اس کی یہ ہے کہ وہ معتبر نہیں باہن معنی کہ وہ ایسی شہادت نہیں کہ مطعون کو جرح قبول سے خارج کر دے اور بعد اس کے تعدیل مقبول نہ ہو چنانچہ ابن کمال نے اس کو خود بطریق سوال اور جواب کے اس طرح بیان کیا ہے کہ اگر تو کہے کہ کیا یہ بات نہیں ہے کہ فسق شہاد کی خبر قبل ثبوت عدالت قاضی کو مانع ہے قبول شہادت سے اور اس شہادت کے موافق حکم دینے سے تو میں جواب دوں کہ ہاں مانع ہے لیکن یہ مانع اس سبب سے ہے کہ خبر فسق طعن ہے ہاں کی عدالت میں نہ اس سبب سے کہ کوئی امر ایسا ثابت ہو گیا جس نے شاید وہ کو جرح قبول سے ساقط کر دیا و لہذا اگر مشاہد کا عدالت ثابت ہو بعد اس کے تو ان کی گواہی مقبول ہے اور اگر شہادت فسق کی مقبول ہوتی تو شاید غیر شہادت سے ساقط ہوجاتے اور مجال تعدیل باقی نہ رہتی انتہی تو یہ قول ما خصو کے اس کلام کا منافی نہیں کہ فسق مجرد کی گواہی قبل تعدیل کے مقبول ہے اس واسطے کہ جرح اس نے یہ بھی کہا ہے کہ اگر مشاہدوں کی عدالت ثابت ہو بعد جرح مجرد کے تو مدعی کے شہود کی گواہی مقبول ہوگی تو خلاف لفظی مگر اذانی الطحاوی مخصوصاً و ظاہر کلام انوائی و عزیزی زادہ دلیل الیہ اور علامہ دانی اور عزیزی زادہ کے ظاہر کلام سے ابن کمال کے کلام کی طرف میلان ثابت ہوتا ہے م علامہ دانی نے جو ابن کمال کی طرف سے جواب دیا ہے علامہ اس کا یہ ہے کہ ابن کمال کی مراد یہ ہے کہ فسق مجرد کی طرف شہادت در حقیقت شہادت نہیں ہے خواہ قبل تعدیل یا بعد تعدیل ہو بلکہ وہ نہر معنی ہے بدلیل قبول خبر واحد قبل تعدیل پھر جب وہ شہادت نہ ٹھہری تو اس باب سے اس کا تعلق نہ ہو اس واسطے کہ اس باب میں ابن کمال نے جرح کی گواہی مقبول نہیں تو ابہ کمال کا یہ قول کہ گواہی معتبر نہیں مطلب اس کا یہ ہے کہ وہ شہادت کے شمار میں نہیں آتی جو قبل تعدیل ہو انتہی اس واسطے کہ اگر وہ شہادت کے شمار میں ہوتی تو مطعون کی شہادت بعد ثبوت عدالت مقبول نہ ہوتی تو اس قول کا بھی حاصل خلاف لفظی کی طرف راجع ہو اذانی الطحاوی و کذا القہستانی فی حیث کمال و فیما فی المعنی لم یلقفت لہذا الشہادۃ و لکن یزکی الشہود منہ و یطہرنا

فان عدلوا قبلها و غزاہ للمضرات اور اسی طرح قہستانی کا بھی میلان ابن کمال کے کلام کی طرف ظاہر ہوتا ہے اس واسطے کہ قہستانی نے کہا اور اس میں یعنی نقایہ کے کلام میں اس کا اشارہ ہے کہ قاضی نہ التفات کرے اس شہادت کی طرف یعنی فسق مجرد کی شہادت کی طرف و لیکن شہود مدعی کا ترکہ کرے پوشیدہ اور علانیہ سو اگر ان کی عدالت ثابت ہو تو گواہی ان کی قبول کرے اور اس قول کو قہستانی نے مضمرات کی طرف نسبت کیا ہے م نقایہ کا کلام یہ ہے کہ تفسیق مجرد شاید معدل میں مقبول نہیں انتہی تو اس سے معلوم ہوا کہ غیر معدل میں مقبول ہے (قولہ لم یلتفت الا اولی لا یلتفت کذا فی الطحاوی) ولہذا مترجم نے لم یلتفت کی طرف التفات نہ کیا بلکہ لا یلتفت کا ترجمہ کیا وجعلہ البرجندی علی قولہما لا قولہ قہنہ اور برجندی نے قبول شہادت کو دو صورت تعدیل قرار دیا کا قول بظہر ایسے نہ امام کا سو خبر دار ہو جاؤ طحاوی نے کہا کہ تجھ کو معلوم ہو چکا کہ اس کی کچھ حاجت نہیں اس واسطے کہ خلاف نقل ہے نہ معنی مثل ان لیشہدوا علی شہود المدعی علی الجرح المجرم بانہم فسقہ او زناة او اکلہ المرہوا او مشربہ الخ چنانچہ مدعی کے شہود پر جرح مجرد کی یوں گواہی دیں کہ شہود مدعی فاسق ہیں یا زانی ہیں یا سود خوار ہیں یا شراب خوار ہیں م جرح مرکب کی بھی مثالوں میں زنا اور اکل ربا اور شراب خمر مذکور ہے تو مطلب یہ ہے کہ جرح مجرد میں سبب متقدّم پر محمول ہے اور جرح مرکب میں غیر متقدّم پر محمول ہے علامہ مقدسی نے کہا کہ ظاہر تر وجہ فرق یہ ہے کہ جرح مجرد میں تفسیق بصیغہ اسم فاعل ہے اور اسم فاعل گلابے بمعنی استقبال ہوتا ہے تو یقین نہ ہوا کہ شاید بالفعل متصف تفسیق میں بخلاف جرح مرکب کے کہ وہاں بصیغہ ماضی تفسیق ہے او علی اقرارہم انہم شہدوا بزور او بانہم اجراء فی ہذہ الشہادۃ او ان المدعی مبطل فی ہذہ الدعوی او انہ لا شہادۃ لہم علی المدعی علیہ فی ہذہ الحادثۃ فلا تقبل بعد التعديل بل قبلہ در رواعتمدہ المصنف یا جرح کے گواہ شہود مدعی کے اس اقرار کی گواہی دیں کہ انہوں نے جھوٹی گواہی دی یا شہود اجرت گیری اس شہادت میں یا اس اقرار کی کہ مدعی ناحق پر ہے اس دعویٰ میں یا اس اقرار پر کہ شہود کی شہادت ثابت نہیں مدعا علیہ پر اس حادثہ میں تو یہ گواہی مقبول نہیں بعد تعدیل کے بلکہ قبل تعدیل مقبول ہے چنانچہ در میں ہے اور اس پر اعتماد کیا ہے مصنف نے م طحاوی نے کہا کہ عدم قبول بعد تعدیل اور قبول قبل تعدیل تکرار محض ہے و تقبل لو شہدوا علی الجرح المکب کا اقرار المدعی بفسقہم او اقرارہ لشہادۃ ہم بزور او بانہ استاجرم علی ہذہ الشہادۃ اور گواہی مقبول ہے اگر گواہوں نے جرح مرکب پر گواہی دی جیسے مدعی کے اقرار کی بفسق شہود یا مدعی کے اس اقرار کی کہ شہادوں کی گواہی جھوٹی ہے یا اس اقرار کی کہ مدعی نے ان کی اجرت مقرر کی اس گواہی پر م جرح مرکب اس واسطے کہا کہ اس جرح پر رد شہادت مترتب ہے تو گواہ جرح اور جو اس پر مترتب ہوا اور وہ دو چیزیں ہیں اور فسق شہود کی گواہی باقرار مدعی اس واسطے مقبول ہونی کہ شہادوں نے اظہار فاحشہ کی گواہی نہیں دی بلکہ اظہار فاحشہ کی حکایت کی غیر شخص سے تو وہ اس گواہی سے فاسق نہ بظہرے اور اقرار ایسی چیز ہے جو تحت حکم داخل ہے اور قاضی بسبب اس کے الزام پر قادر ہے کیونکہ اقرار توبہ کرنے سے تفرق نہیں ہوتا خزانہ اکل میں ہے کہ اثبات اقرار مدعی بفسق شہود یا مبطل شہادت مقبول ہے اور یہ جرح اور طعن نہیں بلکہ اس بات سے ہے کہ اقرار کا اقرار اس کی ذات پر حجت ہے کذا فی الطحاوی او علی اقرارہم انہم یحضروا المجلس الذی کان فیہ الحق یعنی یا گواہی دی شہود کے اس اقرار پر کہ وہ حاضر نہ تھے اس مجلس میں جس میں مدعی کا حق تھا کذا فی العینی او انہم عبیدوا محدودون فی قذوف او انہ ابن المدعی او ابوہ عنایتہ او قاذف والمقتدہ یدعیہ یا جرح مرکب کی یوں گواہی دی کہ شہود مدعی غلام ہیں یا محدود فی القذوف ہیں یا گواہ مدعی کا بیٹا ہے یا اس کا باپ ہے کذا فی العنایتہ یا کہ شہادہ قاذف ہے اور حالانکہ مقتدوف اس کا مدعی ہے او انہم زناوا و صغوه او سر قوا منی کذا و بینہ او شرہوا الخ ولم یقادم العہد کما رمی یا بہ یا گواہی دی کہ شہود مدعی نے زنا کیا اور زنا کی حقیقت کو انہوں نے بیان کیا یا شہود نے میرا فلانا مال چرایا اور مال مسروقہ کی اس نے تھریج کی یا شہود نے شراب پی اور حالانکہ زمانہ شراب متقدّم نہیں ہوا چنانچہ مذکور ہو چکا حد شراب کے باب میں م حد شراب میں مذکور ہو چکا کہ شراب کا تقدّم تو باب شراب

یعنی بدبو ہونے سے قبل ہے اور شرب کا نظام ایک عین گز رہنے سے اوٹھنا النفس عذاب میں یا گواہی دی کہ خلدوں نے آدمی کو مارا الا جان  
 بوجہ کہ کفائی یعنی اوپر کا مدعی والد کا مال یا گواہی دی کہ شہود شریک میں مدعی کے اور حالانکہ جس میں دعویٰ سے وصال ہے مگر ادیب سے کہ شہد  
 شریک مفاد میں مدعی کا تو جو اس دعویٰ باطل سے مدعی کو حاصل ہوگا تو شاید کو اس میں فائدہ ہوگا اور میرا نہیں کہ شہد مدعی کا شریک ہے مدعی پر میں  
 اس کا اثر ہوگا کہ مدعی اور شہد کے ملوک ہے کہ الذریعہ القدریہ اور استاہریم بکذالہا الشہادۃ و اعطایم ذلک مما کان لی عندہ من ممالک  
 ولولم یقلیم یقبل لہ صحابہ الا استجار لغيرہ ولا ولا لایۃ لہ علیہ یا گواہی دی مدعی علیہ کے اس قول پر کہ مدعی نے خلدوں کی اتنی اجرت مقربہ کی گواہی کے واسطے  
 اور ان کو اجرت دی اس مال میں سے جو میرا تھا مدعی کے پاس اور اگر یہ نہ کہے گا تو گواہی مقبول نہ ہوگی بسبب دعویٰ کرنے استیجار کے غیر شخص کے  
 واسطے اور حالانکہ اس کی ولایت نہیں غیر شخص پر یعنی تو وہ صحیح مگر ام یعنی جب یہ کہے گا کہ اجرت میرے مال سے دی اس وقت شہود مدعی کی  
 گواہی موقوف ہوگی اور شہود جرح کی گواہی مقبول ہوگی اور فقط دعوے استیجار بلا قید مذکور جرح مجرب ہے جو مقبول نہیں ادا کی صاحب مقربہ علی کذا و  
 دفعۃ الیم ای رثوۃ و الافلاح بالمعنی الشرعی ولو قال لم اذ فعل یقبل علی ان لا یثبہوا علی زوراً وقد شہدوا زوراً وانا اطلب ما اطلبتم یا  
 گواہی دی مدعی علیہ کے اس قول پر کہ شہود مدعی سے میں نے صلح کی تھی بعض اتنے مال کے اور وہ مال ان کو بطور رشوت کے میں نے دیا تھا اس شرط  
 پر کہ مجھ پر جھوٹ گواہی نہ دیں ساتھ اس کے انھوں نے جھوٹ گواہی دی اور میں ان سے طلب کرتا ہوں وہ مال جو ان کو میں نے دیا تھا مجھے لے گیا  
 کہ اگر دینا مال کا بطور رشوت کے ظاہر نہ کرے گا تو صلح یعنی شرعی ثابت نہ ہوگی اور اگر کہے کہ صلح کر کے میں نے مال نہیں دیا تو گواہی مقبول نہیں و  
 انما قبلت فی ہذہ الصور لانہا حق الہما والجد لست الحاجۃ لایجادہما اور ان امور تو میں نے تو گواہی اسی واسطے مقبول ہے کہ امور مذکورہ یا  
 حق الہما حق العبد ہیں تو دونوں حقوق کے زندہ کرنے کے واسطے حاجت واقع ہوئی شہد عدل ظلم میرج من مجلس القاضی ولم یقبل المجلس  
 ولم یذہبوا لہم شہودہ حتی قال اوہم انہا خطا بعض شہادتوں کی ولامنا قضاۃ قبلت شہادۃ بجماع شہد بہ لوعدا لا ولوبعد القضاء وعلیہم لفظی  
 خالیہ و پھر گواہی شہادوں نے سوہنوز وہ مجلس قاضی سے جدا نہیں ہوا اور مجلس میں دراز نہیں ہوئی اور مدعی نے اس کی تکذیب نہیں کی یہاں تک کہ  
 شہد نے کہا کہ میں نے خطا کی بعض شہادت میں اور حالانکہ دونوں قولوں میں مناقضہ نہیں تو اس کی گواہی مقبول ہے سب چیز میں جس کی اس نے  
 شہادت دی بشرطیکہ شہادوں جو الیہ انہما خطا بعد حکم قاضی کے ہو اور اسی پر یعنی قبول بعد قضایہ فتویٰ ہے کذا فی النہی و البوم خطا بعض  
 شہادت خواہ بنیاد مت موخا و ہمتان زیادت اس طرح کہ ہزارہم کی گواہی دی پھر بولا کہ میں چوک گیا حقیقت میں یا خج مسودم میں اور کی کہ یہ  
 مثال سے کہ یا خج مسو کی گواہی دی پھر بولا کہ میں بھول گیا وہ تو ہزارہم میں تو گواہی بشرط عدالت شہادہ دونوں صورتوں میں مقبول ہے اس واسطے  
 کہ عیب مجلس قضا سے گاسے ایسا ہے جہاں سے کذا فی الفتح عدم مناقضہ کی قید اس واسطے لگائی کہ دھورت تناقض شہادت چنانچہ اولیوں  
 گواہی دی کہ وہ چیز زید کے سے پھر بولا کہ میں نے خطا کی بلکہ وہ خالد کی ہے تو گواہی مقبول نہ ہوگی قلت مکن جبرۃ لمتنی لفظی قبول قول اوہم  
 و انہ یعنی ہا اتی وہو منہا الشرعی وغیرہ و ظاہر کلام اکل و سعدی ترجمہ تبتہ و تبصر میں کہتا ہوں لیکن جبارت متنی الا ہجر اس کی معنی ہے کہ شاید کا  
 یوں کہتا کہ میں نے خطا کی مقول ہے اور اس کی کہ مانتی کا حکم ہوگا اور یہ قول شری وغیرہ کے نزدیک محض ہے اور اکل اور سعدی کا ظاہر کلام اس  
 قول کی تفسیر یہ ولایت کرتا ہے تو خبر دانا ہر شہادہ ہوا ہم شہادہ کا یہ استدا کہ بے معنی ہے کیونکہ اس قول میں صریح اختلاف ہے بلکہ میں ہا ہا کہ  
 کذا فی الفتح ای شہادۃ التبتہ یہ ہے کہ مدعی کی ہندہ سو کا تو شاید نے ہزار کی گواہی دی پھر بولا کہ میں چوک گیا اس کا حق تو چہا ہ سو ہے تو  
 اس میں اختلاف ہے ہندہ نے کہا کہ سب کا حکم یعنی ہندہ سو کا اور بعضوں نے کہا فقط مانتی کا حکم ہوگا یعنی ہزار کا یہاں تک کہ ہزار کی

گوای دے پھر کہے میں نے غلط کہا وہ پانچ سو ہیں تو فقط پانچ سو کا حکم ہوگا اس واسطے کہ جو حادث ہو بعد شہادت کے وہ اس کے مانند ہے جو شہادت کے وقت حادث ہوا اور اسی کی طرف تیس الٹ میٹری کا میلان ہے انتہی محض اوان قالہ الشاہد بعد قیام عن المجلس لا تقبل علی الظاہر احتیاطاً اور اگر شاہد نے بعض شہادت کی خطا ظاہر کی اپنے اٹھ جانے کے بعد مجلس سے تو گوای مقبول نہیں بنا بر ظاہر الروایۃ کے بنظر احتیاط ہم وجہ احتیاط یہ ہے کہ زیادت میں شاید مدعی نے اور کمی میں مدعا علیہ نے اس کو ورغلا تا ہو طمع دینا دے کر صدر الشریعہ نے کہا کہ عدم قبول اس صورت میں ہے جب کہ محل شبہ ہو یعنی چنانچہ زیادت یا نقصان میں اور اگر شبہ کا مقام نہ ہو تو باوجود تغاّر مجلس گوای مقبول ہے چنانچہ لفظ شہادت کو اس نے ذکر نہ کیا پھر دوسری مجلس میں اس نے لفظ شہادت کو زیادہ کیا انتہی اور اسی طرح اگر شاہد نے مدعی یا مدعا علیہ کی طرف اشارہ ترک کیا یا ایک کسی کا نام نہ لیا تو مقبول ہے اس واسطے کہ قضا متصور نہیں بدون امور مذکورہ کذا فی الفتح وکذا لودع الغلط فی بعض الحدود والنسب ہدایۃ اور اسی طرح گوای مقبول ہے اگر غلطی واقع ہو گئی بعض حدود یا نسب میں کذا فی الہدایۃ م مثلاً حد غربی کے مکان میں شرقی ذکر کیا یا بعض نسب میں خطا کر گیا چنانچہ بجائے محمد بن علی بن عمران کے محمد بن احمد بن عمر بول گیا پھر اسی مجلس میں تدارک کیا تو مقبول ہے اور بعد مجلس مقبول نہیں کذا فی الفتح طحاوی نے بزاز سے نقل کیا کہ اگر شاہدوں نے ایک حد یا دو حد میں غلطی کی پھر اس کا تدارک کیا اسی مجلس میں یا غیر مجلس میں تو در صورت امکان توفیق مقبول ہے چنانچہ شاہد یوں بولے کہ اس کا نام فلانا تھا پھر اس کا نام فلانا ہو گیا بینۃ انہ ای الجرح مات من الجرح الا ولی من بینۃ الموت بعد البراء اس کی گوای کوزخی مر گیا زخم سے اولی بالقبول ہے اس گوای سے کہ بعد صحت کے مر گیا یعنی زید نے خالد کو زخمی کیا اور زخمی مر گیا تو اس کے اولیاء نے گوای قائم کی کہ وہ زخم کے سبب سے مر گیا اور زید کے مددگاروں نے گوای قائم کی کہ وہ زخم سے چنگا کورس دن کے بعد مر گیا تو اولیاء مقتول کی گوای اولی سے کذا فی الدرر ولو اقام اولیاء المقتول بینۃ علی ان زیداً جرحہ وقتلہ و اقام زید بینۃ علی ان المقتول قال ان زیداً لم یجرحنی ولم یقتلنی بینۃ زید اولی من بینۃ اولیاء المقتول مجمع الفتاوی اور اگر اولیاء مقتول نے اس پر گوای قائم کی کہ زید نے اس کو زخمی کیا اور قتل کیا اور زید نے گوای قائم کی کہ خود مقتول نے کہا تھا کہ زید نے مجھ کو زخمی نہیں کیا اور نہ قتل کیا تو زید کی گوای اولی اور اقدم سے اولیاء مقتول کی گوای سے کذا فی مجمع الفتاوی م ایسا کوئی نہ سمجھے کہ زید کی گوای نفی پر ہے بلکہ قیام شہادت مقتول کے قول پر ہے و بینۃ الغبن من یتیم بلغ اولی من بینۃ کون الیقینۃ ای قیمة ما اشتراہ من وصیہ فی ذلک الوقت مثل الثمن لانہا تثبت امر اذ ائداً ولان بینۃ الفساد ارجح من بینۃ الصحة ودر خلافاً لما فی الوثبنا اور ثبوت نقصان کی گوای اس یتیم کی جانب سے جو بالغ ہو گیا اولی ہے اس گوای سے کہ قیمت ثمن کی خصل تھی یعنی جس قیمت سے مشتری نے بیع کو یتیم کے دھی سے خرید کیا اس وقت میں یعنی وقت عقد اس واسطے کہ گوای غبن کی امر زائد کو ثابت کرتی ہے اور اس واسطے کہ فساد کی گوای راجح تر ہے صحت کی گوای سے برخلاف اس کے وہ ہے جو وہبانیہ میں ہے یعنی اس میں بینۃ صحت کی تقدیم بینۃ فساد پر نہ کرے م در میں صورت مسئلہ یوں نہ کرے کہ یتیم دھی نے انگور کا باغ جو یتیم کا مملوک تھا بیچا پھر یتیم بالغ ہوا اور اس نے دعویٰ کیا کہ بیع میں غبن ہوا تو مشتری نے گواہ قائم کیے کہ اس باغ کی قیمت اس وقت میں مثل ثمن کے تھی تو غبن کے گواہ اولی بالقبول ہیں انتہی اما بدون البینۃ فالقول مدعی الصحة منینۃ اور بدو گوای کے تو مدعی صحت کا قول معتبر ہے کذا فی المنیۃ م شرح وہبانیہ میں ہے کہ جب بالغ اور مشتری میں اختلاف ہو ایک صحت بیع کا دعویٰ کرتا ہو اور دوسرا فساد کا تو مدعی صحت کا قول معتبر ہے اور در صورت گوای تو فساد کی گوای مقدم ہے باتفاق روایات کذا فی الطحاوی و بینۃ کون المتصرف فی نحو تدبیر اذ خلع او خصومۃ ذاعقل اولی من بینۃ الوثۃ مثلاً کونہ مخلوط العقل او مجنوناً اور اس کی گوای کہ تصرف مانند تدبیر یا خلع یا خصومت کے تصرفات میں صاحب عقل تھا مقدم ہے وارثوں کی مثلاً اس گوای سے کہ مورث متصرف مختلط العقل یا مجنون تھا یعنی لوٹری

نے گواہی قائم کی کہ اس کے مولیٰ نے اس کو اپنے مرض الموت میں مدبر کیا اور حال کہ وہ عاقل صاحب ہوش تھا اور وارثوں نے گواہی قائم کی کہ وہ منقطع العقل تھا تو لڑائی کی گواہی مقدم ہے اور اس طرح اگر زوجہ سے خلع کیا پھر زوج نے گواہی قائم کی کہ وہ مجنون تھا خلع کے وقت اور زوجہ نے گواہی قائم کی کہ وہ عاقل تھا یا ولی تصرف نے گواہی قائم کی کہ وہ مجنون تھا خصوصیت کے وقت اور عورت نے گواہی قائم کی کہ وہ عاقل تھا تو دونوں صورتوں میں عورت کی گواہی مقدم ہے کذا فی الدرر ولو قال الشہود لا ندی کان فی صوۃ او مرض جنون علی المرض اور اگر گواہوں نے کہا کہ ہم کو معلوم نہیں کہ طلاق یا عتاق صحت میں تھا یا مرض میں تو وہ مرض پر محمول ہوگا یعنی جب کہ مدعی صحت کا دعویٰ کرتا اور مدعی علیہ مرض کا کذا فی الطحاوی ولو قال الواثکان ہدی یهدق حق یشہا نہ کان صحیح العقل ہذا زیادہ اور اگر وارث نے کہا کہ عورت بدحواس ہذیان گو تھا تو اس کے قول کی تصدیق ہوگی یہاں تک کہ وہ شاہد گواہی دیں کہ وہ صحیح العقل تھا کذا فی البرازیہ وبنیۃ الاکراہ فی اقرارہ اولیٰ من بنیۃ الطووع ان اذوادا متحد تاریخہا فان اختلفوا ولم یورد خابئینہ الطووع اولیٰ ملقط وغیرہ واعتدہ المصنف وابنہ وغری زادہ اور اقرار مقررین اکراہ کی گواہی مقدم ہے طووع اور رضامندی کی گواہی سے اگر شہدین نے تاریخ مذکور کی اور دونوں کی تاریخ متحد ہوئی اور اگر دونوں کی تاریخ مختلف ہوئی یا دونوں نے تاریخ مذکور نہ کی تو رضامندی کی گواہی مقدم ہے کذا فی الملقط وغیرہ اور اسی قول پر مصنف نے اور اس کے فرزند شیخ صلح اور غری زادہ نے اعتماد کیا ہے فروع مسائل ملقط شارع کے بنیۃ الفساد اولیٰ من بنیۃ الصوۃ شرح وبنیۃ فساد عقد کی گواہی مقدم ہے صحت عقد کی گواہی سے کذا فی شرح الوہبانیۃ م طحاوی نے کہا یہ مسئلہ مکرر ہو گیا مشہدین کے ساتھ و فی الاشباہ اختلاف المتبائعان فی الصوۃ والبطلان قال القول لمدعی البطلان و فی الصوۃ والفساد لمدعی الصوۃ الا فی مسئلۃ الاقالہ اور اشباہ میں ہے کہ بائع اور مشتری نے اختلاف کیا صحت اور بطلان بیع میں تو مدعی بطلان کا قول معتبر ہے اور اگر صحت اور فساد بیع میں اختلاف کیا تو مدعی صحت کا قول معتبر ہے مگر مسئلہ اقالہ میں مدعی فساد کا قول معتبر ہے م مسئلہ اقالہ کی یہ صورت ہے کہ مشتری نے دعویٰ کیا کہ میں نے بیع کی بائع کے ہاتھ کم تر من سے قبل ادا کرنے میں نے اور بائع نے اقالہ بیع کا دعویٰ کیا تو مشتری کا قول معتبر ہے باوجودیکہ وہ فساد عقد کا مدعی ہے اور اگر اس کے بالعکس ہوتا تو دونوں قسم کھاتے کذا فی الطحاوی و فی الملقط اختلاف فی البیع والربح فالربح اولیٰ اور ملقط میں ہے کہ دو شخصوں نے اختلاف کیا بیع اور ربح میں تو بیع کا قول مقدم ہے اختلاف فی البیات والوفاء فالوفاء اولیٰ لئلا استحسانا دو شخصوں نے اختلاف کیا بیع کے لازم ہونے میں اور بیع الوفاء میں تو بیع الوفاء کا قول اولیٰ اور اقدم ہے باعتبار استحسان کے شہادۃ قاصرۃ یتبہا غیر ہم تعقل کان شہیدا بالدار بلا ذکر انہا لیدان الخم شہدا بہ اخوان شہادت قاصوہ کو پورا کرنا اور شہدوں نے تو مقبول ہوگی چنانچہ وہ شہدوں نے گواہی دی کہ مدعی کا بیع بدون اس بیان کے کہ وہ گھر مدعی علیہ کے قبضے میں ہے سو وہ اور شہدوں نے اس کی گواہی دی م دونوں گواہیوں میں اس واسطے کہ اثبات قبض مدعی علیہ کی حاجت ہے کہ مدعی علیہ معی صحت سے ملک مدعی کے اثبات میں کذا فی الدرر او شہدا بالملک فی الحدود و اخوان بالحدود یا دو شخصوں نے ملک محدود کی گواہی دی یعنی بلا ذکر حدود اور ان کے سوا اور دو شہدوں نے حدود کی گواہی دی تو مقبول ہے او شہدا علی الاسم والنسب ولم یعرفوا الرطل بعینہ فشد اخوان اذ الیٰ بیورد یا دو شہدوں نے نام اور نسب کی گواہی دی اور حال کہ دونوں شہدیں مرد کو بعینہ نہیں جانتے ہیں تو وہ اور شہدوں نے گواہی دی کہ فلاں شخص مسی باسم ونسب مذکور ہے کذا فی الدرر یعنی یہ نام اور نسب فلاں نے شخص کا ہے تو گواہی مقبول ہے شہد و اولیٰ قائل الباقون سخن شہد کشرہادہ لم تعقل حتیٰ یکتم کل شہد بشہادۃ و علی الفتویٰ ایک گواہ نے گواہی دی تو باقی شہدوں نے کہا کہ ہم بھی گواہی دیتے ہیں اس شہد کی گواہی کے ساتھ تو مقبول رہو گی بلکہ کہ ہر شہد اس کی گواہی کو قبول لے اور اسی قول پر فتویٰ ہے شہادۃ الغنی المتواتر مقبول لغنی متواتر کی گواہی مقبول ہے م یعنی اگر لغنی متواتر

ہو لوگوں کے نزدیک اس طرح پر کہ سب جانتے ہوں کہ مدعی علیہ اس مکان اور زمان میں نہ تھا تو اس شخص پر کوئی دعویٰ متعلق بمکان یا زمان مذکور مسموع نہ ہوگا اور اس کے فرائض ذمہ کا حکم ہوگا تاکہ اس کی تکذیب نہ لازم آوے جو ضروری الثبوت ہے کیونکہ ضروریات میں شک داخل نہیں ہوتا اور اگر نفی متواتر نہ ہو تو مقبول نہیں مگر دس مسائل میں جو اشباہ کی کتاب القضا میں مذکور ہیں اور نوادریں ابو یوسف سے مروی ہے کہ وہ شخصوں نے قول یا فعل کی گواہی دی تو اس گواہی سے مدعی علیہ پر اجارہ یا کتابت یا طلاق یا عتاق یا قتل یا قصاص زمان اور مکان اور صفات میں لازم ہوگا اور اگر مشہور علیہ گواہ قائم کرے کہ وہ شخص وہاں اس دن موجود نہ تھا تو مقبول نہیں مگر جب کہ نفی متواتر ہو اور شہادت علی المنفی کی وجہ عدم قبول یہ ہے کہ شہادت متضمن ہے مشاہدہ کو اور مشاہدہ اور علم حاصل نہیں ہوتا نفی سے اور پورا بیان اس کا حواشی اشباہ میں ہے کذا فی الطحاوی والشہادۃ

اذ اطلت فی البعض بطلت فی الكل الا فی عبدین مسلم ونصرانی فشهد نصرانیان علیہما بالعتق قبلت فی حق النصرانی فقط اشباہ جب کہ گواہی بطلت بعض میں تو کل میں باطل ہو جاتی ہے مگر اس غلام میں جو مشترک ہے مسلم اور نصرانی میں سود و نصرانیوں نے دونوں مالکوں پر آزاد کرنے کی گواہی دی تو فقط نصرانی کے حق میں مقبول ہوگی کذا فی الاشباہ م بطلان بعض سے بطلان کل کی مثال یہ ہے کہ بھائی بہن نے ایک زمین کا دعویٰ کیا تو بہن کے زوج اور دوسرے شخص نے گواہی دی تو بہن اور بیٹی دونوں کے حق میں مقبول نہ ہوگی اور یہ قول معتد محمد کا ہے اور ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے کہ بعض میں شہادت باطل ہو اور بعض میں باقی ہے کذا فی الطحاوی عن الطہیری قلت وزاد محشیہا خمسة اخری مغزیۃ للبرازیۃ میں کہتا ہوں اور اشباہ کے محشیوں نے پانچ صورتیں اور زیادہ کی ہیں برازیہ سے نقل کر کے م ازاں جملہ یہ ہے کہ لفظ سے کافر اور مسلم کے قبض میں ہو صاحب لفظ نے دو شاہد کافر اس پر قائم کیے تو فقط کافر کے حق میں شہادت ممنوع ہوگی اور ازاں جملہ یہ ہے کہ کافر گیا اور اس کے دو بیٹوں نے اس کا ترکہ بانٹ لیا پھر ایک بیٹا مسلمان ہو گیا پھر دو کافروں نے باپ یردین کی گواہی دی تو فقط کافر کے حق میں مسموع ہوگی اور ازاں جملہ یہ ہے کہ دو کافروں نے مسلم اور کافر پر کپڑے کی چوری کی گواہی دی تو درحق قطع مقبول نہیں اور کافر پر نصف کپڑے کا حکم ہوگا کذا فی الطحاوی ہ

باب الاختلاف فی الشہادۃ یہ باب ہے شہادت کے اختلاف کام اختلاف شہادت دو طرح ہے یا شہادت دعویٰ کے مخالف

مقرہ یہ ہے م یعنی مصدر می سے نہ اسم مکان اس واسطے کہ مکان تو خود باب ہے منہا ان الشہادۃ علی حقوق العباد لا تقبل بلاد دعویٰ بخلاف حقوق تعالیٰ من جملہ قواعد مذکورہ یہ قاعدہ ہے کہ حقوق العباد پر شہادت مقبول نہیں بدون دعویٰ کے بخلاف اللہ تعالیٰ کے حقوق کے کہ وہ دعویٰ پر موقوف نہیں م یہ قاعدہ اس باب سے نہیں کیونکہ یہ باب ہے اختلاف شہادت کا نہ قبول شہادت اور عدم قبول کا کذا فی الطحاوی ومنہا ان الشہادۃ اکثر من المدعی باطلہ بخلاف الاقل للاتفاق فیہ اور ازاں جملہ یہ قاعدہ ہے کہ شہادت مدعی سے زیادہ باطل ہے بخلاف اس شہادت کے جو مدعا سے کم تر ہے کہ وہ مقبول ہے بسبب ثابت ہونے اتفاق کے کم تر میں م جب شہادت زیادہ ہوتی مدعا سے تو مدعا اس کا مذکور ہے لہذا شہادت باطل سے بخلاف اقل کے کہ اس میں شہادت اور مدعا کا اتفاق ہے ومنہا ان الملک المطلق ازید من المقید للثبوت من الاصل و الملک بالسبب مقصر علی وقت السبب اور ازاں جملہ یہ ہے کہ ملک مطلق یعنی جس میں ملک کا سبب مانند خرید یا کنہ مذکور نہ ہو وہ زیادہ تر سے ملک مقید سے بسبب ثابت ہونے مطلق کے اصل سے اور ملک بواسطہ سبب وقت سبب پر مقصور ہے م ملک مطلق اس واسطے اکثر اور ازید ہے ملک مقید سببی سے کہ مطلق اولیت کے مقید ہے اور ملک سببی مقید حدوث سے کذا فی الفتح یعنی اب پیدا ہونے اول سے نہ تھی بخلاف مطلق طحاوی نے کہا کہ یہ قاعدہ اصل مستقبل نہیں بلکہ قاعدہ سابق کی فروغ میں سے ہے ومنہا ان الشہادۃ فی لفظا ومعنی



دو امرتہ الشہادۃ الدعویٰ معنی فقط و سبغ اور ازاں جملہ موافقت شہادتیں سے یعنی ایک شاہد کی گواہی دوسرے شاہد کی گواہی کے ساتھ مطابق ہونے میں اور معنی میں اور مطابق ہونا شہادت کا دعویٰ سے فقط معنی میں مزدوہ ہے اور یہ آگے واضح ہو گا کہ شہادت اور دعویٰ کے مطابقت میں فقط معنی کا اعتبار ہے نہ لفظ کا بخلاف تطابق شہادتیں کہ اس میں تطابق لفظی اور معنوی دونوں ضروری ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ وقایہ کی عبارت کا معنی نہیں کہ اس میں موافقت شہادت کی دعویٰ کے ساتھ اتفاق شاہدین کے مانند لفظاً اور معنی شرط ہے کذا فی الدرر

**تقدم الدعویٰ فی حقوق العباد** شرط قبولہا لتوفیہا علی مطالبہم ولو بالتوکیل بخلاف حقوق اللہ لوجوب اقامتہا علی کل احد فکل احد خصمہا الدعویٰ موجودہ مقدم ہونا دعویٰ کا حقوق عباد میں قبول شہادت کی شرط ہے بسبب موقوف ہونے حقوق کے عبادت کے مطالبہ پر اگر یہ مطالبہ اصلاً نہ ہو بلکہ وکلاً ہو بخلاف حقوق اللہ کے کہ اس میں تقدم دعویٰ شرط نہیں بسبب واجب ہونے اقامت حقوق مذکورہ کے ہر شخص پر تو ہر مسلمان صاحب بصورت ہے تو گویا دعویٰ موجود ہے م جب اقامت حق شروع ہر مسلم پر واجب ہوا تو شاہد بھی اس میں داخل ہے تو شاہد گویا مدعی ٹھہرا باعتبار وجوب اقامت کے اور شاہد ہوا باعتبار تحمل شہادت کے فاذا اوافقتا ای وافقت الشہادۃ الدعویٰ قبلت والا تو افقتا لا قبل وذا احد لاصول للتقدم جب کہ شہادت دعویٰ کے مطابق ہو گئی تو مقبول سے اور اگر مطابق دعویٰ نہ ہوئی تو مقبول نہیں اور یہ ایک قاعدہ ہے قواعد متقدم سے م شارع نے تقدم دعویٰ کو یہاں قاعدہ نہ کہا حالانکہ اول اس کو قاعدہ اعتبار کر چکا ہے باتباع صاحب درر کے واسطے کہ مذکور ہو چکا کہ تقدم دعویٰ کو اس باب میں نہیں فلو ادعی ملکاً مطلقاً فمشہد بہ بسبب کثر اولاد یا قبلت کونہا بالکل مساوی تطابق معنی کا مگر مدعی نے ملک مطلق کا دعویٰ کیا موشاہدوں نے ملک یا بسبب کی گواہی دی چنانچہ خریدار ارث یعنی مثلاً مدعی نے دعویٰ کیا کہ اس گھر کا ملک ہوں اور سبب ملک کا بیان نہ کیا اور شاہد نے گواہی دی کہ مدعی نے اس کو خرید کیا یا اس میں پایا ہے تو گواہی مقبول ہے بسبب ہونے شہادت کے کہ تر دعویٰ مدعی سے تو دعویٰ اور شہادت مطابق ہو گئی باعتبار معنی کے چنانچہ مذکور ہو چکا قواعد متقدم میں م شارع نے ارث کو ملک مقید کی مثال میں مذکور کیا باتباع صاحب کثر اور حالانکہ قول مشہور ہے کہ ارث ملک مطلق کے مانند ہے چنانچہ بوجہ الرائق میں سے نوع القدر سے اور خود شارع اس کو عنقریب ذکر کرے گا تو اگر یہاں ارث کا ذکر نہ کرتا تو خوب ہوتا کذا فی الجلبی و عکسہ بان ادعی بسبب و شہداً بطلاق لا یقبل فکونہا بالکل کثر کامر اور بالعکس اس کے اس طرح کہ دعویٰ کیا ملک مقید کا اور طلبہوں نے ملک مطلق کی گواہی دی تو گواہی مقبول نہیں بسبب ہونے شہادت کے اکثر دعویٰ سے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ جب شہادت اکثر ہو دعویٰ سے تو مقبول نہیں قلت و بذاتی غیر دعویٰ ارث و متاع و شراد من مجہول کا بسطہ الکمل میں کتابوں اور یہ یعنی ملک بسبب کے دعویٰ میں ملک مطلق کی شہادت کا مقبول نہ ہونا دعویٰ ارث اور متاع اور بائع مجہول سے خرید کرنے کے سوائے میں سے چنانچہ اس کو مشرع بیان کیا ہے کمال الدین نے نوع القدر میں م اگر دعویٰ کیا ملک بالارث کا اور شاہد نے ملک مطلق کی گواہی دی تو مقبول ہے اس واسطے کہ ارث ملک مطلق کے مساوی سے بقول مشہور مذکور اور اگر متاع کا دعویٰ کیا یعنی یوں دعویٰ کیا کہ یہ غلام میرا مملوک ہے کہ میری لونڈی سے پیدا ہوا اور گواہ نے ملک مطلق کی گواہی دی تو مقبول ہے اس واسطے کہ مطلق اصل ہے متاع سے اس واسطے کہ مطلق مقید اولیت سے بطریق احتمال اور متاع بطریق یقین مقید اولیت سے اور اگر دعویٰ کیا کہ میں نے اس کو خرید کیا اور بائع کا ذکر نہ کیا یا یوں کہا کہ میں نے اس کو ایک مرد سے خرید کیا اور شاہدوں نے ملک مطلق کی گواہی دی تو مقبول ہے مگر اس میں اختلاف ہے کذا فی المتع والجلب بصرف مطلق فی الاموال و بشرطہا اور بوجہ الرائق میں تیس صدقوں کو استثنائاً ہے م یعنی اس قاعدہ سے کہ شہادت مقبول ہے

ہو لوگوں کے نزدیک اس طرح پر کہ سب جانتے ہوں کہ مدعی علیہ اس مکان اور زمان میں نہ تھا تو اس شخص پر کوئی دعویٰ متعلق بر مکان یا زمان مذکور مسموع نہ ہوگا اور اس کے فرائض ذمہ کا حکم ہوگا تاکہ اس کی تکذیب نہ لازم آوے جو ضروری الثبوت ہے کیونکہ ضروریات میں شک داخل نہیں ہوتا اور اگر نفی متواتر نہ ہو تو مقبول نہیں مگر دس مسائل میں جو اشباہ کی کتاب القضا میں مذکور ہیں اور نوادریں ابو یوسف سے مروی ہے کہ وہ شخصوں نے قول یا فعل کی گواہی دی تو اس گواہی سے مدعی علیہ پر اجارہ یا کتابت یا طلاق یا عتاق یا قتل یا قصاص زمان اور مکان اور صفات میں لازم ہوگا اور اگر مشہود علیہ گواہ قائم کرے کہ وہ شخص وہاں اس دن موجود نہ تھا تو مقبول نہیں مگر جب کہ نفی متواتر ہو اور شہادت علی المنفی کی وجہ عدم قبول ہے ہے کہ شہادت متضمن ہے مشاہدہ کو اور مشاہدہ اور علم حاصل نہیں ہوتا نفی سے اور پورا بیان اس کا خواصی اشباہ میں ہے کذا فی الطحاوی والشہادۃ

اذ ابطلت فی البعض بطلت فی کل الا ان عبد بن مسلم و نصرانی فشهد نصرانیان علیہما بالعتق قبلت فی حق النصرانی فقط اشباہ جب کہ گواہی بلل بونی بعض میں توکل میں باطل ہو جاتی ہے مگر اس غلام میں جو مشترک ہے مسلم اور نصرانی میں سود و نصرانیوں نے دونوں مالکوں پر آزاد کرنے کی گواہی دی تو فقط نصرانی کے حق میں مقبول ہوگی کذا فی الاشباہ م بطلان بعض سے بطلان کل کی مثال یہ ہے کہ بھائی بہن نے ایک زمین کا دعویٰ کیا تو بہن کے زوج اور دوسرے شخص نے گواہی دی تو بہن اور بھائی دونوں کے حق میں مقبول نہ ہوگی اور یہ قول مقدم محمد کا ہے اور ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے کہ بعض میں شہادت باطل ہو اور بعض میں باقی ہے کذا فی الطحاوی عن الطہیری قلت وزاد محشیہا خمسة اخرى معزۃ للبرازیۃ میں کہتا ہوں اور اشباہ کے محشیوں نے پانچ صورتیں اور زیادہ کی ہیں برازیہ سے نقل کر کے م ازاں جملہ یہ ہے کہ لفظ سے کافر اور مسلم کے قبض میں ہو صاحب لفظ نے دو مشاہد کافر اس پر قائم کیے تو فقط کافر کے حق میں شہادت ممنوع ہوگی اور ازاں جملہ یہ ہے کہ کافر گیا اور اس کے دو بیٹوں نے اس کا ترکہ بانٹ لیا پھر ایک بیٹا مسلمان ہو گیا پھر دو کافروں نے باپ یردین کی گواہی دی تو فقط کافر کے حق میں مسموع ہوگی اور ازاں جملہ یہ ہے کہ دو کافروں نے مسلم اور کافر پر کپڑے کی چوری کی گواہی دی تو درحق قطع مقبول نہیں اور کافر پر نصف کپڑے کا حکم ہوگا کذا فی الطحاوی ہ

باب الاختلاف فی الشہادۃ | یہ باب ہے شہادت کے اختلاف کام اختلاف شہادت دو طرح ہے یا شہادت دعویٰ کے مخالف

ہو یا شاہدین میں اختلاف ہو جتی ہذا الباب علی اصول مقررۃ اس باب کے مسائل کی بناء احکام چیز قواعد مقربہ پر ہے م مبنی مصدقہ می سے نہ اسم مکان اس واسطے کہ مکان تو خود باب ہے منہا ان الشہادۃ علی حقوق العباد لا تقبل بلا دعویٰ بخلاف حقوق تعالیٰ من جملہ قواعد مذکورہ یہ قاعدہ سے کہ حقوق العباد پر شہادت مقبول نہیں بدون دعویٰ کے بخلاف اللہ تعالیٰ کے حقوق کے کہ وہ دعویٰ پر موقوف نہیں م یہ قاعدہ اس باب سے نہیں کیونکہ یہ باب ہے اختلاف شہادت کا نہ قبول شہادت اور عدم قبول کا کذا فی الطحاوی ومنہا ان الشہادۃ باکثر من المدعی باطلہ بخلاف الاقل للاتفاق فیما ورازاں جملہ یہ قاعدہ سے کہ شہادت مدعی سے زیادہ باطل ہے بخلاف اس شہادت کے جو مدعا سے کم تر ہے کہ وہ مقبول ہے بسبب ثابت ہونے اتفاق کے کم تر میں م جب شہادت زیادہ ہوئی مدعا سے تو مدعا اس کا مکذب نظر لہذا شہادت باطل سے بخلاف اقل کے کہ اس میں شہادت اور مدعا کا اتفاق ہے ومنہا ان الملک المطلق ازید من المقید للثبوت من الاصل و الملک بالسبب مقصر علی وقت السبب اور ازاں جملہ یہ ہے کہ ملک مطلق یعنی جس میں ملک کا سبب مانند خرید یا کتبہ مذکور نہ ہو وہ زیادہ تر سے ملک مقید سے بسبب ثابت ہونے مطلق کے اصل سے اور ملک بواسطہ سبب وقت سبب پر مقصور ہے م ملک مطلق اس واسطے اکثر اور ازید ہے ملک مقید سبب سے کہ مطلق اولیت کے مفید ہے اور ملک سبب مقید حدوث سے کذا فی الفتح یعنی اب پیدا ہونے اول سے نہ تھی بخلاف مطلق طحاوی نے کہا کہ یہ قاعدہ اصل مستقبل نہیں بلکہ قاعدہ سابق کی فروغ میں سے ہے ومنہا موافقۃ الشہادین لفظاً ومعنی

و موافقۃ الشہادۃ الدعویٰ معنی نقطہ و سبب اور ازاں بعد موافقت شہادتین سے یعنی ایک شہاد کی گواہی دوسرے شہاد کی گواہی کے ساتھ مطابق ہونے میں اور معنی میں اور مطابق ہونا شہادت کا دعویٰ سے فقط معنی میں ہر دو ایک سے اور یہ آگے واضح ہو گا شہادت اور دعویٰ کے مطابقت میں فقط معنی کا اعتبار ہے نہ لفظ کا بخلاف تطابق شہادتین کا اس میں تطابق لفظی اور معنوی دونوں ضروری ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ وقایہ کی عبارت کا معنی نہیں کہ اس میں موافقت شہادت کی دعویٰ کے ساتھ اتفاق شہادین کے مانند لفظاً اور معنی شرط ہے کذا فی الدرر

**تقدم الدعویٰ فی حقوق العباد شرط قبولہا** لتوضیحا علی مطالبہم ولو بالتوکیل بخلاف حقوق اللہ لوجوب اقامتہا علی کل لحد فکل احد خصم کا دعویٰ موجود ہونا دعویٰ کا حقوق عباد میں قبول شہادت کی شرط ہے بسبب موقوف ہونے حقوق کے عبادت کے مطالبہ پر اگر یہ مطالبہ اصلاً نہ ہو بلکہ کلاً ہو بخلاف حقوق اللہ کے کہ اس میں تقدم دعویٰ شرط نہیں بسبب واجب ہونے اقامت حقوق مذکورہ کے شخص پر تو ہر مسلمان صاحب بصورت ہے تو گویا دعویٰ موجود ہے م جب اقامت حق شروع ہر مسلم پر واجب ہوا تو شاید ہی اس میں داخل ہے تو شاید گویا دعویٰ شرط باعتبار وجوب اقامت کے اور شاید ہوا باعتبار تحمل شہادت کے فاذا وافقنا ای وافقت الشہادۃ الدعویٰ قبلت والا تو افقنا لا قبل وذا امد لاصول المتقدمہ جب کہ شہادت دعویٰ کے مطابق ہو گئی تو مقبول سے اور اگر مطابق دعویٰ نہ ہوئی تو مقبول نہیں اور یہ ایک قاعدہ ہے قواعد متقدمہ سے م شارع نے تقدم دعویٰ کو یہاں قاعدہ نہ کہا حالانکہ اول اس کو قاعدہ اعتبار کر چکا ہے باتباع صاحب درر کے واسطے کہ مذکور ہو چکا کہ تقدم دعویٰ کو اس باب میں نہیں فلو ادعی ملکاً مطلقاً فشد بہ بسبب کثیر ادارت قبلت کہ نہ ہا بالکل مساوی تطابق معنی کا مگر مدعی نے ملک مطلق کا دعویٰ کیا سو شاید وہ نے ملک یا بسبب کی گواہی دی چنانچہ خرید یا ارٹ یعنی مثلاً مدعی نے دعویٰ کیا کہ اس گھر کا ملک ہوں اور سبب ملک کا بیان نہ کیا اور شاید نے گواہی دی کہ مدعی نے اس کو خرید کیا یا ارٹ میں پایا ہے تو گواہی مقبول ہے بسبب ہونے شہادت کے کہ تر دعویٰ مدعی سے تو دعویٰ اور شہادت مطابق ہو گئی باعتبار معنی کے چنانچہ مذکور ہو چکا قواعد متقدمہ میں م شارع نے ارٹ کو ملک مقید کی مثال میں مذکور کیا باتباع صاحب کثیر اور حالانکہ قول مشہور یہ ہے کہ ارٹ ملک مطلق کے مانند ہے چنانچہ بحر الرائق میں سے فتح القدر سے اور خود شارع اس کو عنقریب ذکر کرے گا تو اگر یہاں ارٹ کا ذکر نہ کرتا تو خوب ہوتا کذا فی الحلوی و عکسہ بان ادعی بسبب و شہداً بطلاق لا یقبل لکن ہا بالکثیر کامر اور بالعکس اس کے اس طرح کہ دعویٰ کیا ملک مقید اور طلبہوں نے ملک مطلق کی گواہی دی تو گواہی مقبول نہیں بسبب ہونے شہادت کے اگر دعویٰ سے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ جب شہادت اکثر ہو دعویٰ سے تو مقبول نہیں قلت و بذاتی غیر دعویٰ ارٹ و تابع و شراد من مجہول کا بسطہ اکمل میں کہتا ہوں اور یہ یعنی ملک بسبب کے دعویٰ میں ملک مطلق کی شہادت کا مقبول ہونا دعویٰ ارٹ اور تابع اور تابع مجہول سے خرید کرنے کے سوائے میں سے چنانچہ اس کو مشرع بیان کیسے کمال الدین نے فتح القدر میں م اگر دعویٰ کیا ملک ہا ارٹ کا اور شاید نے ملک مطلق کی گواہی دی تو مقبول ہے اس واسطے کہ ارٹ ملک مطلق کے مساوی سے بقول مشہور مذکور اور اگر تابع کا دعویٰ کیا یعنی یوں دعویٰ کیا کہ یہ غلام میرا مملوک ہے کہ میری لونڈی سے پیدا ہوا اور گواہ نے ملک مطلق کی گواہی دی تو مقبول ہے اس واسطے کہ مطلق اقل ہے تابع سے اس واسطے کہ مطلق مقید اولیت سے بطریق احتیال اور تابع بطریق یقین مقید اولیت سے اور اگر دعویٰ کیا کہ میں نے اس کو خرید کیا اور بالغ کا ذکر نہ کیا یا یوں کہا کہ میں نے اس کو ایک مرد سے خرید کیا اور شاید وہ نے ملک مطلق کی گواہی دی تو مقبول ہے مگر اس میں اختلاف ہے کذا فی الفتح والحبس بصرف داخل فی لا یقبل و بشرطہا اور بحر الرائق میں تیس صورتوں کو استثناً کیا ہے م یعنی اس قاعدہ سے کہ شہادت مقبول ہے

اگر دعویٰ سے موافق ہو اور اگر موافق نہ ہو تو مقبول نہیں بجز الرائق میں تین صورتیں مستثنیٰ کی ہیں طحاوی نے کہا حق عبارت یہ تھا کہ شارح اس کو متن کے اس قول کے بعد (فاذا واقفہا قبلت والالا) مذکور کرنا چنانچہ صاحب بحر نے ذکر کیا ہے من جملہ صورتوں مذکورہ چار صورتیں وہ ہیں جو شارح (فی کل قول جمع مع فعل) کے تحت میں مذکور کرے گا اور بائیسویں صورت شرعاً من المجهول سے جو مذکور ہو چکی انتہی مختصراً وکذا یجب مطابقت الشہادۃ بین لفظاً ومعنی اور اسی طرح مطابقت شہادۃ بین کاللفظاً ومعنی واجب ہے م امام اعظم کے نزدیک تطابق شہادۃ بین لفظاً ومعنی شرط ہے اور لفظی سے مراد یہ ہے کہ دونوں شہادوں کے لفظ افادہ معنی میں برابر ہوں خواہ وہی لفظ ہو بعینہ یا اس لفظ کا مراد ہو تو اگر ایک شہادہ کی گواہی دے اور دوسرا عطیہ کی گواہی تو مقبول ہے کذا فی القح الا فی اثین واربعین مسئلۃ بلسوطۃ فی البحر وزاد ابن المصنف فی حاشیئۃ علی الاشباہ ثلاثۃ عشر آخر ترکہا حشیئۃ التطویل مگر بایلیس مسئلوں میں جو بحر الرائق میں مشرح مذکور ہیں مطابقت شرط نہیں اور مصنف کے فرزند شیخ صدر نے اپنے حاشیہ میں جو اشباہ پر سے تیرہ مسئلے اور بڑھائے ہیں میں نے ان مسائل کو بخوف تطویل ترک کیا م یعنی اس مقام میں بخوف تطویل مسائل مذکورہ کو ذکر نہیں کیا والا مسائل مذکورہ تو کتاب الوقف کے اخیر میں مذکور کر چکا ہے بطریق الوضع لا التضمن وکتبنا بالموافقۃ المعنویۃ وہ قال ثلاثۃ تطابق مذکور بطریق وضع واجب ہے نہ بطریق تضمن اور صاحبین نے موافقت معنوی پر بلا موافقت لفظی کے کفایت کی ہے اور یہی مذہب سے ائمہ ثلاثہ باقیہ کام وضع کی قید سے وہ صورت نکل گئی کہ ایک شہادہ نے یہ گواہی دی کہ زوج نے زوبہ کو کہا کہ تو خلیہ ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ بریہ کہا تو یہ گواہی مقبول نہیں اس واسطے کہ دونوں لفظ متباہین میں اگرچہ لازم واحد یعنی بینونت میں مشترک ہیں اس واسطے کہ لغت میں خلیہ کے معنی غیر معنی بریہ ہیں کذا فی البحر ولو شہداً حدیثاً بالنکاح والآخر بالتزویج قبلت لانتحاد معنایہما اور اگر ایک شہادہ نے نکاح کی گواہی دی اور دوسرے نے تزویج کی تو مقبول ہے اس واسطے کہ دونوں لفظوں کے ایک معنی ہیں م مصنف نے اس قول سے اشارہ کیا کہ امام کے نزدیک موافقت میں یہ شرط نہیں کہ لفظ بعینہ ہو بلکہ بعینہ وہی لفظ ہو یا اس کا مراد یعنی ہم معنی دکن الہبتہ والعطیۃ ونحوہما اور اسی طرح مہ اور عطیہ اور ان کے مانند کی گواہی مقبول ہے م مانند مہ اور عطیہ کی یہ صورت ہے کہ مدیون نے ابراہین کا دعویٰ کیا تو ایک گواہ نے ابراہین کی گواہی دی اور دوسرے نے مہ یا تصدق یا تمیک کی کذا فی الطحاوی ولو شہداً حدیثاً بالعتق والآخر بالغنیم او مائتہ و مائتین او طلقہ و طلقین او قلت ردت لاختلاف المعنیین اور اگر ایک شہادہ نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے دو ہزار کی یا ایک نے سو کی گواہی دی اور دوسرے نے دو سو کی یا ایک نے ایک بار طلاق دینے کی گواہی دی اور دوسرے نے دو بار یا تین بار طلاق دینے کی مقبول نہیں م دوسرے بسبب مختلف ہونے دونوں معنوں کے م صاحبین کے نزدیک یہ گواہی مقبول ہے اس واسطے کہ دونوں شہادہ ایک ہزار اور ایک طلاق اور ایک سویر متفق ہیں کیونکہ دو ہزار ایک ہزار کو مضمون میں اور ایک شہادہ منفرد بزیادت ہے تو مجتمع علیہ ثابت ہے نہ منفرد بہ اور امام کی یہ دلیل ہے کہ دونوں شہادوں کے لفظ مختلف ہیں اور اختلاف لفظی اور اختلاف معنوی پر دلالت کرتا ہے اس واسطے کہ ہزار کو دو ہزار نہیں بولتے کما لو ادعی غصباً وقتلاً فشہداً حدیثاً بہ والآخر بالاقرار بہ لم تقبل چنانچہ اگر دعویٰ کیا غصب کا یا قتل کا تو ایک شہادہ نے غصب یا قتل کی گواہی دی اور دوسرے نے اقرار غصب یا قتل کی تو مقبول نہیں م اس واسطے کہ شہادین کا اختلاف واقع ہوا انشا اور اقرار میں فعل کے اندر لہذا قبول شہادت ممنوع ہوا ولو شہداً بالاقرار بہ قبلت اور اگر دونوں شہادوں نے اقرار غصب یا قتل کی گواہی دی تو مقبول ہے م اس واسطے کہ یہاں اختلاف واقع ہوا شہادت اور دعویٰ میں بخلاف سابق کہ وہاں اختلاف تھا شہادین میں اور شہادت اور دعویٰ میں تطابق ویسا شرط نہیں جو شہادین میں شرط ہے کذا فی الطحاوی بتصرف وکذا لا تقبل فی کل قول جمع مع فعل بان ادعی الفاشہداً حدیثاً بالذبح والآخر بالاقرار بہا لالتسع للجمع بین قول وفعل قینۃ اور اسی طرح گواہی مقبول نہیں ہر قول میں جو جمع کیا گیا

فصل کے ساتھ اس طرح کہ دعویٰ کیا ہزار کا تھا ایک شاید نے ہزار کے دینے کی گواہی دی اور دوسرے نے ہزار کے لینے کے اقرار کی گواہی دی تو مسوع نہیں بسبب جمع کرنے کے مابین قول اور فعل کے کذافی القینیم جمع قول اور فعل سے مراد یہ ہے کہ ایک شاہد کے لفظ میں قول مذکور ہو اور دوسرے کے لفظ میں فعل الا اذا اتحد اللفظا کتہادۃ احدہما بیع اور قرض اطلاق او عتق والاخر بالقرارہ فیقبل لا اتحاد صیغۃ الانشاء والاقرار فاد لیقول فی الانشاء بعت واقترضت و فی الاقرار کنت بعت واقترضت فلم یمنع القبول مگر جب کہ اقرار اور انشاء متحد ہو جوں بہ اعتبار لفظ یعنی دونوں کی تعبیر ایک ہی لفظ سے ہوتی ہے جیسا کہ ایک شاہد کی گواہی بیع کی یا قرض یا اطلاق کی یا عتاق کی اور دوسرے کی گواہی اقرار بیع یا قرض یا قرض یا اقرار اطلاق یا اقرار عتاق کی تو یہ گواہی ہا جمیع بین القول والفعل مقبول ہے بسبب متحد ہونے صیغۃ انشاء اور اقرار کے یعنی تفرقات مذکورہ میں انشاء اور اقرار کا ایک ہی لفظ ہے اس واسطے کہ انشاء بیع اور قرض میں عاقد کہتا ہے بعت اور اقرضت اور قرض بیع اور قرض میں مقرر کہتا ہے کنت بعت واقترضت تو قبول شہادت کا مانع نہ ہوا جمیع صیغۃ انشاء اور اقرار باعتبار آخر صیغۃ اقرار کے سے والاقرار میں تو کنت کا لفظ زیادہ سے اور اثبات لفظ کنت کی کچھ حاجت نہیں اس واسطے کہ اقرار میں بھی بعت اور مانند اس کے بولتے ہیں بقصد اخبار کذافی الطراد بخلاف شہادۃ احدہما بقتلہ عذ البیعت والاخر بالسیکین لم یقبل لعدم تکرر الفعل تکرر الالۃ محیط و مثر بنالیۃ بخلاف اس گواہی کے کہ ایک شاہد نے گواہی دی قاتل کے قتل کی عدا تلوار سے اور دوسرے نے قتل عمد کی گواہی پھری سے تو مقبول نہیں بسبب نہ مکرر ہونے فعل کے الۃ قتل کی تکرر سے کذافی محیط و الشر بنالیۃ م فعل واحد یعنی قتل کا مکرر ہونا ممکن نہیں کہ ایک بار تلوار سے آدمی کی روح بدن سے نکلے اور دوسری بار پھری سے طعنہ نے کہا بہترینوں تھا کہ شارع کہتا شر بنالیۃ عن محیط اس واسطے کہ شر بنالیۃ میں مسئلہ محیط سے منقول ہے و یقبل علی الف فی شہادۃ احدہما بالف والاشتر بالف وماتۃ ان ادعی اللدنی الا کثر لا الاصل لان یلحق باستیفاء او ابراء لان کمال اور گواہی مقبول سے ہزار پر اس شہادت میں کہ ایک گواہ نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے ہزار اور ایک سو کی اگر مدعی اکثر کا دعویٰ کرتا ہو یعنی گیارہ سو کا نہ اقل کا یعنی ہزار کا مگر اس صورت میں جب کہ مدعی توفیق کرے استیفاء یا ابراء دین سے کذا ذکرہ ابن کمال ہم یعنی اگر مدعی نے گیارہ سو کا دعویٰ کیا اور ایک شاہد نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے گیارہ سو کی تو ہزار ثابت ہوں گے اس واسطے کہ ہزار میں دونوں کا اتفاق ہے اور ایک شاہد سو میں منفرد ہے اور اگر مدعی فقط ہزار کا دعویٰ کرتا ہو تو مقبول نہیں اس واسطے کہ مدعی کذب ہے اس شاہد کا جس نے گیارہ سو کی گواہی دی کذافی اللدنی ان اگر مدعی اس طرح توفیق بیان کرے کہ واقع میں میرے گیارہ سو تھے سو میں سو درم لے چکا یا میں نے اس کو معاف کر دیا تو دعویٰ اقل میں بھی گواہی مقبول ہے و ہذا فی اللدین اور یہ یعنی اشراط موافقت میں الشہادۃ فی لفظاً بحسب وضع دین کے دعویٰ میں ہے تو اسم اشارہ اس کی طرف را جمع سے جو اصول سابق سے معلوم ہے کذافی الطراد فی العین یقبل علی الواحد کما لو شہد واحد ان بنین العبدین لہ اشتران بذال قبلت علی العبد الواحد الذی اتفقا علیہ اتفاقاً دراد دعویٰ میں گواہی مقبول ہے ایک پر چنانچہ اگر گواہی دی ایک شاہد نے کہ یہ دونوں غلام مدعی کے ہیں اور دوسرے گواہ نے گواہی دی کہ یہ ایک غلام مدعی کا ہے تو گواہی مقبول ہے اس ایک غلام پر جس پر دونوں شاہدوں کا اتفاق ہوا جامع امام اور صاحبین کے کذافی اللدنی محیط فی العقد لا یقبل مطلقاً سواء کان للذی اقل المالین او اکثرہما مزی زلواہ اور اثبات عقد میں کی زیادتی کی گواہی مقبول نہیں خواہ دعویٰ اقل المالین ہو یا اکثر المالین ہو کذا ذکرہ مزی زیادہ اور خواہ مدعی عقد بائع ہو یا مشتری کذافی اللدنی ثم فرع علی ہذا اصل بقول قلو شہد واحد بشہادۃ عید او کتابتہ علی الف واقترضت خمس مائة روت لان المصنوع اثبات العقد ہونے مختلف باختلاف البدل فلم یمکن اللدنی علی واحد مصنف نے اس اصل پر تفریح کی اپنی اس قول سے سوا اگر ایک شاہد نے گواہی دی غلام کی خرید یا اس کے مکاتب ہونے کی ہزارہ

پر اور دوسرے شاہد نے پندرہ سو کی گواہی دی تو مقبول نہیں اس واسطے کہ یہاں مقصود اثبات ہے عقد بیع یا کتابت کا اور عقد مختلف ہو جاتا ہے بسبب مختلف ہونے بدل کے تو عدد تمام نہ ہو یعنی نصاب شہادت تمام نہ ہوتی ہر واحد پر ہم عقد مختلف ہوتا ہے اختلاف بدل سے اس واسطے کہ بیع بعوض ہزار مغائر ہے اس بیع کے جو بعوض پندرہ سو کے ہے تو مشہود بہ مختلف ہو گیا ثمن کے اختلاف سے اور اس واسطے کہ مدعی ایک شاہد کا کذب ہے کذافی الدرر ومثلہ العتق بالمال والصلح عن قود الرهن والخلع ان ادعی العبد والقاتل والراہن والمرأة لفت ونشر مرتب اذ مقصود ہم اثبات العقد کما مر اور بیع کے مانند عتق بعوض مال اور صلح قصاص سے اور رهن اور خلع ہے اگر غلام مدعی ہو عتق میں اور قاتل مدعی ہو صلح میں اور راہن رهن میں اور خلع میں مدعی ہو شارح نے کہا عبارت تن میں لفت ونشر مرتب سے عتق وغیرہ مانند بیع اس واسطے ہوا کہ مدعیوں کا مطلب اثبات عقد ہے نہ اثبات مال چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی اور عقد مختلف ہونے سے باختلاف بدل تو ہر واحد پر نصاب شہادت پوری نہ ہوتی وان ادعی الآخر کالمولی مثلاً فکد عوی الدین اذ مقصود ہم المال فتقبل علی الاقل ان ادعی الاکثر کما مر اور اگر دوسرا شخص مدعی ہو مثلاً مولی مدعی ہو تو دعوی دین کے مانند ہے اس واسطے کہ مدعیوں کا مقصود مال ہے نہ اثبات عقد تو اقل المالیین پر گواہی مقبول ہوگی اگر مدعی اکثر المالیین کا دعوی کرتا ہو چنانچہ مذکور ہو چکا تو وضع دعاوی مذکورہ اس طرح سے کہ غلام کے مولی نے کہا کہ میں نے تجھ کو پندرہ سو درم پر آزاد کیا اور غلام دعوی کرتا ہے کہ ہزار درم پر یا ولی قصاص کہتا ہے کہ میں نے تجھ سے پندرہ سو پر صلح کی اور قاتل ہزار کا دعوی کرتا ہے اسی طرح باقی دو صورتیں کذافی الدرر والاحیاء کا بیع لونی اول المدرة للحاجة لاثبات العقد اور اجارہ مانند بیع کے ہے اگر اول مد میں ہو بسبب حاجت اثبات عقد کے م یعنی اگر مستاجر یا موجر نے دعوی کیا کہ اس گھر کی اجرت ایک سال کی پندرہ سو ہیں سو ایک شاہد نے اس کے موافق گواہی دی اور دوسرے نے ہزار کی گواہی دی تو اجارہ ثابت نہ ہوگا مانند بیع کے اس واسطے کہ قبل استیفاء منفعت کے اجرت کا استحقاق نہیں تو مقصود اثبات عقد ہو اور عقد مختلف ہوتا ہے باختلاف بدل تو اجارہ ثابت نہ ہوگا کذافی الفتح وکالدین بعد ما لو ادعی المورر ولو المستاجر فدعوی عقد اتفاقا اور اجارہ دین کے مانند ہے مدت گزر جانے کے بعد اگر موجر مدعی ہو اور اگر مستاجر مدعی ہو تو عقد کا دعوی سے بالاتفاق ہم دعوی موجر میں بعد تسلیم عین موجر اثبات عقد کی حاجت نہیں خواہ مستاجر نے منفعت حاصل کی ہو یا نہ حاصل کی ہو تو یہ دعوی اجرت کا ہے تو اگر گواہ ہزار کی گواہی دے اور دوسرا پندرہ سو کی اور موجر مدعی ہو اکثر کا تو ہزار کا حکم ہوگا اس واسطے کہ موجر کا کچھ مقصود نہیں بعد مدت کے سوائے اجرت کے اور اگر مستاجر مدعی ہو تو بالاجماع عقد کا دعوی ہے کیونکہ وہ مال اجارہ کا معترف ہے تو مستاجر پر حکم ہوگا بقدر اس کے اعتراف کے خواہ شاہدین کا اتفاق ہو یا اختلاف اور عقد ثابت نہ ہوگا بسبب اختلاف کے کذافی الفتح و صحیح النکاح بالاقول ای بالف مطلقاً استحساناً خلافاً لہما اور صحیح سے نکاح اقل مال سے یعنی ہزار سے مطلقاً خواہ مدعی زوج ہو یا زوجہ خواہ اقل کا دعوی ہو یا اکثر کا بطور استحسان کے بخلات صاحبین کہ ان کے نزدیک نکاح باطل ہے م وجہ استحسان یہ ہے کہ مال تابع ہے نکاح میں اور مقصود اصلی نکاح میں حلت اور ملک ہے اور اس میں اختلاف نہیں بلکہ تابع میں ہے پھر جب تابع میں یعنی مال میں اختلاف ہو تو اقل المالیین پر حکم ہوگا کیونکہ اقل پر اتفاق ہے شاہدین کا تو اب ہزار پر بالفرض قضا بالنکاح لازم ہوگی کذافی الفتح ولزم فی صحیح الشہادۃ البحر بشہادۃ ارث بان یقولوا مات وترکہ میراثاً للمدعی اور میراث کی گواہی کی صحت میں جر میراث کا بیان کرنا لازم ہے اس طرح کہ شاہدین کہیں کہ مورث مر گیا اور متروکہ کو اس نے مدعی کے واسطے میراث چھوڑا ہم جر میراث یعنی ملک مورث کو وارث کی ملک کی طرف نقل کرنا طرفین کے نزدیک لازم ہے کیونکہ وارث کی ملک جدید پیدا ہوتی ہے متروکہ میں دلہذا مورث لوئی میں وارث پر استبراد واجب ہے اور وہ وارث غنی کو حلال ہے جو مورث فقیر پر صدقہ تھا اور متحد و متحد ہے نقل کا تا استحباب حال مثبت نہ ٹھہرے اور ابو یوسف کے نزدیک جر میراث لازم نہیں اس واسطے کہ وارث مالک ہوتا ہے بطور مطلقاً

کے موت سے جاننا اور اسے سبب عیب کے کر سکتا ہے تو ملک حادث کی گواہی بعد ملک وارث کی گواہی سے الا ان لشہدا بملکہ عند موت  
 اویہ او بیہ من یقوم مقامہما بجرہ مستحب و ناصب و مورد یعنی ذلک عن الہدایۃ عند الموت تنقلب ید ملک بواسطۃ الضمان  
 فاذا ثبت ملک قبضہ بالمرزوقہ جرمیراث لازم ہے مگر یہ کہ شاہدین گواہی دیں حادث کے ملک کی اس کے مرنے کے وقت یعنی یوں کہیں کہ مورث  
 تلمرگ اس کا ملک بنا یا اس کے ماتھے کی یعنی اس کے قبضہ اور تصرف کی گواہی دیں یا اس شخص کے قبضہ اور تصرف کی گواہی دیں جو مورث کے  
 قائم مقام ہے چنانچہ مستاجر یا عاریت لینے والا یا فاضل یا امانت دار تو یہ یعنی شہادت ملک یا قبضہ معنی ہے بیان جرمیراث سے اس واسطے  
 کہ قبضہ اور تصرفات موت کے قریب منقلب یعنی قبضہ ملک ہو جاتے ہیں بواسطہ ضمان کے پھر جب حادث کی ملک ثابت ہونی تو جرمیراث صحیح ثابت  
 ہو گئی مگر تا وقت موت قبضہ ثابت ہو تا مثبت ملک ہے اس واسطے کہ قبضہ اگرچہ چند قسم ہوتا ہے یعنی قبضہ ناصب اور قبضہ امانت اور قبضہ ملک  
 لیکن موت کے قریب بغیر بیان قبضہ ملک کا ہو جاتا ہے اس واسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ فاضل اور امانت دار اگر بلا بیان غصب اور امانت کے  
 مجاہدے تو مفسوب اور ودیعت اس کی ملک ہو جاتی ہے اس پر ضمان واجب ہو کر شرعاً کذا فی الفتح ملاحظہ فرمائیے کہ اس کا موت قیام تصرف  
 دلیل ملک میت سے بواسطہ ضمان کے اس واسطے کہ ظاہر حال مسلم اس پر ولایت کرتا ہے کہ اگر مفسوب اور امانت اس کے پاس ہوتی تو ایسے  
 وقت تا ذلک میں بیان کرے یا پھر جب اس نے بیان نہ کیا تو معلوم ہوا کہ جو اس کے تصرف میں تھا سو اس کا ملوک تھا انتہی ملخصاً ولا بد مع الجرح  
 المذكور من بیان سبب الوارثہ و بیان انہ اخوہ لابیہ و امرا و لاحدہا و نحو ذلک نظیرتہ اور شہادت میراث میں جرمذکور کے ساتھ بیان کرنا  
 سبب وراثت کفر و کفر یعنی سبب خاص کا بیان کرنا کہ مدعی میت کا بھائی ہے یا بیچا اور یہ بیان ضروری ہے کہ مدعی میت کا سگا بھائی یا فقط بھائی  
 بھائی ہے یا ماوری ادا بنا اس کے کذا فی الفتح یہ صہ اور مولیٰ کی شہادت میں یوں کہنا ضروری ہے کہ مدعی مولیٰ ہے میت کا جس نے اس کو آزاد  
 کر دیا اور کوئی اس کا وارث نہیں سوائے اس کے اس واسطے کہ لفظ مولیٰ مشترک ہے چند معانی میں کذا فی الطحاوی و لقی شرط ثالث و بقول  
 الشاہد لا وارث الا اهلہ و اذنا غیرہ اور شہادت ارث میں تیسری شرط باقی رہی اور وہ یہ قول ہے شہد کا کہ میت کا کوئی وارث نہیں سوائے  
 مدعی کے یا میں کسی وارث کو نہیں جانتا سوائے اس کے والرابع و جوان یدک الشاہد للمیت و الا باطلہ لعدم معانیتہ السبب مذکور ہا البزازی اور  
 باقی رہی جو تھا شرط وہ یہ ہے کہ شہد نے میت کو پایا ہو یعنی دیکھا ہو اور نہیں تو شہادت باطل ہے بسبب عدم معانیتہ سبب ملک کی شرط ثالث اور  
 رابع کو بزاز نے ذکر کیا و ذکر اس اسم المیت لیس بشرط اور میت کا نام ذکر کرنا شہادت میں شرط نہیں و ان شہد بیدعی سواء قالوا شہد  
 اولادہ و تعلقا بہا ببول التنوع یدالی اور اگر شہد بچا نے شخص زندہ کے قبضہ اور تصرف کی گواہی دی خواہ شہدین نے یوں کہا کہ ایک صبیغہ ایک  
 سال سے قبضہ تھا یا یوں نہ کہا تو گواہی مقبول نہیں بسبب قائم ہونے گواہی بامر محمول سبب چند قسم ہونے قبضہ زندہ کے مگر یعنی مثلاً ایک گھر  
 ایک مرد کے قبضہ میں ہے سو دوسرے شخص نے دعویٰ کیا کہ میرا ہے اور گواہوں نے گواہی دیا کہ وہ سابق میں مدعی کے قبضہ میں تھا تو مقبول نہیں  
 بسبب جہالت مشہور و بکے اس واسطے کہ مثل سے کہ اس کا قبضہ بطریق ملک تھا یا بطریق ودیعت یا اجارہ یا غصب تو قاضی بسبب ملک  
 کے حکم دے گا کہ میرا ہے کہ وہ بھلا سے کذا فی الہدایۃ بخلاف مالو شہدا انہما کانت ملکہ او اقر المدعی علیہ بذلک او شہد شہدان  
 اقر انہ کان فی ید المدعی و فی المدعی المدعیہ لا یقبل الاقرار بخلاف اس صورت کے کہ اگر دو شہدوں نے گواہی دی کہ  
 مثلاً گھر صلی کا ملک تھا یا مدعی نے اس کا اقرار کیا کہ وہ مدعی کی ملک تھا یا دو شہدوں نے گواہی دی کہ مدعی نے اقرار کیا کہ وہ مدعی کے قبضہ  
 میں تھا تو یہ گواہی کوئی مدعی کو دہانہ ہائے کی بسبب معلوم ہونے اقرار کے اور جہالت مقربہ بسبب اقرار نہیں صحیح صورت میں دلانے کی وجہ یہ

سے کہ ملک منقضی کی گواہی مقبول ہے اس واسطے کہ اصل یہ ہے کہ ہر چیز کو بطور سابق باقی رکھے تا عدم ثبوت انتقال اور مقربہ یعنی جس کا مدعا علیہ نے اقرار کیا یعنی قبض مدعی کا اقرار مقبول ہے معلوم نہیں کہ اس کے قبضے میں بطور امانت یا غصب کے تھا یا بطور ملک کے تو یہ جہالت مبطل اقرار مدعا علیہ دلانے کے حق میں نہیں خلاصہ یہ ہے کہ جب مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ مثلاً گھر سابق میں مدعی کے قبضے میں تھا تو قاضی حکم کرے گا کہ مدعی کو تسلیم کرے اس واسطے کہ انسان کا اقرار اس کی ذات پر محبت سے ہے بعد اس کے اگر مدعا علیہ دعویٰ کرے کہ اس کے قبضے میں بطور امانت یا غصب کے تھا تو اس کی گواہی سے ثابت کرے کہ ذاتی الطوطا وی تبصرف والا اصل ان الشہادۃ بالملک المنقضی مقبولہ لا بالید المنقضیۃ لتتوخ الید لا الملک بزاتیۃ اور مسائل مذکورہ میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ ملک منقضی کی گواہی مقبول ہے نہ قبض منقضی کی بسبب چند قسم ہونے قبض کے نہ چند قسم ہونے ملک کے کذا فی البرزازیۃ م قبض منقضی سے زندہ کا قبض مراد سے نہ قبض میرت کا اس واسطے کہ قبض میرت کی گواہی مقبول ہے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ ذاتی الطوطا وی لو اقرانہ کان بید المدعی بغیر حق بل کیون اقرار بالید المفتی بہ نعم جامع الفصولین اور اگر مدعا علیہ اس کا اقرار کرے کہ وہ چیز مدعی کے قبضے میں تھی تھی تو یہ مدعی کے قبضے کا اقرار ہوگا یا نہیں قول مفتی بیہے کہ ہاں یہ بھی قبض کا اقرار ہوگا کذا فی جامع الفصولین یعنی اگر بعد اس کے گواہی غصب پر قائم ہوگی تو مسموع ہوگی فروغ مسائل ملحقہ شارح کے شہد ابالف وقال احدہما قضی خمس مائۃ قبلت بالفت الا اذا شہد معہ آخر دو شاہدوں نے ہزار کی گواہی دی اور ایک اور گواہ نے کہا کہ مدعا علیہ نے پانچ سوا دیکھے ہیں تو ہزار میں گواہی مقبول ہوگی مگر جب کہ اس شاہد کے ساتھ دوسرا شاہد بھی پانچ سو کے ادا کرنے کی گواہی دی تو اب پانچ سو میں مقبول ہوگی م اور رد کرنا مدعی کا تکذیب شاہد نہ ہوگی ہزار کی شہادت میں بلکہ تکذیب اس شہادت میں ہے جو اس کی حضرت میں واقع ہوئی اور ایسی تکذیب مانع شہادت نہیں ولا یشہد من علمہ حتی یقر المدعی بہ اور نہ گواہی دے اپنی دانست سے یہاں تک کہ مدعی اس کا اقرار کرے م تبیین اور کافی میں ہے کہ پورے ہزار کی گواہی دے جب اس کو معلوم ہو کہ مدیون نے اس میں سے پانچ سوا دیکھے ہیں تا وقتیکہ مدعی یا حج سو قبض کرنے کا اقرار نہ کرے تاکہ شاہد مددگار ظلم کا نہ ہو کذا فی العالمگیریۃ شہد ابسرقۃ بقرة واختلفا فی لونہا قطع خلافا لہما واستنظر صدر الشریعہ قولہما دو شاہدوں نے نیل کی چوری کی گواہی دی اور اختلاف کیا اس کے رنگ میں تو سارق کا قطعید ہوگا بخلاف صاحبین کے اور صدر الشریعہ نے صاحبین کے قول کو ظاہر کہا ہے ہم امام کی دلیل یہ ہے کہ چوری بیشتر رات کو ہوتی ہے تو رنگت میں دھوکا پڑ سکتا ہے لہذا اس کا اختلاف مانع شہادت نہیں وذا اذالم یذکر المدعی لونها ذکرہ الزیلعی اور یہ یعنی عدم اعتبار رنگ اس وقت سے جب کہ مدعی اس کی رنگت مذکورہ کی کذا فی الزیلعی یعنی اگر مدعی رنگ ذکرے گا تو بالاثفاق گواہی مقبول نہ ہوگی اس واسطے کہ مدعی ایک شاہد کا تکذیب ٹھہرے گا ادعی المدیون الا ایصال متفرقا وشہد اب مطلقا او جملۃ لم تقبل وہیاتیۃ مدعی نے ایصال دین کا دعویٰ کیا بطریق اولیٰ متفرق اور شاہدین نے ایصال مطلق یا ایصال یک بارہ کی گواہی دی تو مقبول نہیں کذا فی الوسیانیۃ شہد فی دین الحی بانہ کان علیہ کذا قبل الا اذا ساہلہما الخضم عن بقاۃ الآن فقالا لاندری وفی دین المیت لا تقبل مطلقا حتی یقول امانت وہو علیہ بحر شاہد نے گواہی دی زندہ کے دین میں اس طرح کہ اس پر اتنا دین تھا تو مقبول ہے مگر جب کہ مدعا علیہ نے شاہدوں سے اب تک بقائے دین کا سوال کیا تو شاہدوں نے کہا کہ ہم کو معلوم نہیں تو گواہی مقبول نہیں اور میت کے دین میں مطلقا مقبول نہیں جب تک کہ شاہدین یوں نہ کہیں کہ وہ مر گیا اور دین اس پر موجود ہے کذا فی البحر قلت وینخالقہافی معین الحکام من ثبوتہ بجر و بیان سببہ وان لم یقول امانت علیہ دین اہمی والا احتیاط لا یخفی میں کہتا ہوں بحر الرائق کے مخالف ہے وہ قول جو معین الحکام میں ہے ثابت ہو جانے دین سے بجر و بیان سبب دین اگرچہ شاہدین نے یہ نہ کہا ہو کہ وہ مر گیا اور دین اس پر موجود ہے اہمی اور احتیاط مخفی نہیں م یعنی بحر الرائق کے قول میں احتیاط ہے تاکہ مال میں توفیر سے وارثوں کے واسطے علامہ مقدسی نے کہا کہ اول یعنی بحر الرائق کا قول ضعیف



سے اور احتیاطاً حرجیت میں اس قدر کافی ہے کہ خصم سے قسم لی جاوے باوجود شہادت کے کذا فی الطحاوی اور مالک کی الماضی و شہادت فی الحال لم یقبل فی المارح کا لفظاً بالماضی ایضا جامع الفصولین مدعی نے ملک زمان گذشتہ کا دعویٰ کیا اور شاہدین نے ملک فی الحال کی گواہی دی تو مقبول نہیں قول صحیح میں چنانچہ اگر شاہدین نے ملک ماضی کی گواہی دی تو مقبول نہیں کذا فی جامع الفصولین م اوہانے ملک ماضی قرینہ ہے نفی ملک فی الحال کا اسکا کہ مدعی کا کچھ قائمہ نہیں اشہاد ماضی میں باوجود قیام ملک فی الحال کذا فی الطحاوی عن جامع الفصولین :

**باب الشہادۃ علی الشہادۃ** | یہ باب ہے گواہی پر گواہی دینے کا م شہادت علی الشہادۃ کو قیاس مقتضی نہیں کیونکہ وہ عبادت ہدنی سے اور نیابت جاری نہیں عبادت بدنیہ میں لیکن فقہائے بدلیل استحسان اس کو جائز رکھے بسبب عادت

حاجت کے اس واسطے کہ اصل شاہد بسبب موت یا سفر وغیرہ کے ادا نہ شہادت سے عاجز ہوتا ہے تو اگر اصل کی گواہی پر فرع کی گواہی جائز ہوتی تو اکثر حقوق ضائع ہو جاتے ولہذا شہادۃ علی الشہادۃ جائز ہے اگرچہ کثرت ہو یعنی فروع کی شہادت پر شہادت پھر ان کی گواہی کی شہادت پر شہادت و علی ہذا القیاس کذا فی الدرر المفصلا ہی مقبولہ وان کثرت استحساناً فی حق علی الصیح الا فی حد و حدود لستقرطھا بالشہادۃ

شہادت پر شہادت مقبول ہے اگرچہ طبقات فروع میں کثرت اور تعدد ہو مقبول ہے بطریق استحسان کے ہر حق میں بقول صحیح مگر حد اور قصاص میں مقبول نہیں بسبب ساقط ہونے دونوں کے خبر سے و ہذا الا شہاد مطلقاً اور جائز ہے شاہد کرنا ہر طرح سے یعنی بعذر و بلا عذر مخرجات

المقتضی میں سے کہ اپنی ذات کی شہادت پر گواہ کرنا جائز ہے اگرچہ اصول کو کچھ عذر نہ ہوتا ہو اگر اصول کو بیماری یا سفر یا موت سے عذر پیش آوے تو فروع گواہی دیں لیکن لا تقبل الا بشرط تعدد حضور الاصل بموت ای موت الاصل لیکن فرع کی گواہی مقبول نہیں مگر بشرط تعدد حاضر

ہونے اصل کے موت سے یعنی اصل شاہد کے مرجع سے و ما قلہ القہستانی عن قضاہ النبیۃ فیہ کلام فانہ نقد عن النبیۃ عنہا و موخطا و المعصا ہا ہنا اور جو قہستانی نے نہایت کی کتاب القضا سے نقل کیا ہے اس میں کلام ہے سو قہستانی نے اس کو نہایت سے نقل کیا اور نہایت میں خانیہ سے اور جو

خانیہ کی کتاب القضا میں ہے وہ خطا ہے اور ٹھیک وہ قول ہے جو خانیہ کے باب الشہادۃ علی الشہادۃ میں سے م قہستانی نے کہا لیکن نہایت خیرہ کی کتاب القضا میں سے کہ اصل جب مرجع سے تو اس کی فرع کی شہادت مقبول نہیں تو حیات اصل کی شرط ہے انتہی مجلسی نے کہا کہ تو نے

جسٹائیکہ دیکھی اس میں نقل نہایت خانیہ سے نہیں طحاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح یوں لکھا (فانہ نقد عن النبیۃ عن النبیۃ) چنانچہ خود شارح نے اس کی تصریح کی ہے شرح متقی میں اتہی لہذا مترجم نے اس طرح ترجمہ کیا اور مرض او سفر و اکثفی الثانی بلینیۃ بحیث یعذر ان یمیت بالمد و

استحسانہ غیر واحد فی القہستانی و السراجیۃ و علیہ الفتویٰ و اقروہ المصنف یا حضور اصل متعذر ہو بسبب بیماری یا سفر کے اور ابو یوسف نے اصل کی غیبت پر کفایت کی ہے اس طرح کہ متعذر ہو اس کو اپنے لوگوں میں رات کا پینچنا اور پسند کی ہے اس قول کو بہت علما نے اور

قہستانی اور سراجیہ میں سے اور اس قول پر فتویٰ ہے اور ثابت رکھا ہے اس کو مصنف نے اپنی شرح میں م بیماری سے وہ بیمار کھراوے کہ مجلس قضائے حاضر نہ ہو سکے اور سفر سے تین رات دن کی راہ کی غیبت مراد ہے اور یہی قول ظاہر الروایت ہے تاہم خانیہ میں ہے کہ اس قول پر

فتویٰ ہے اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ اگر صبح سے ادا نہ شہادت کے واسطے جائے اور اپنے گھر میں رات تک نہ آسکے تو اشد جائز ہے اور یہ قول ہے فقہ ابو اللیث کا سراجیہ میں ہے کہ اس قول پر فتویٰ ہے کذا فی العالمیۃ او کون المرأۃ محذوقہ لا تخلط الرجال وان

فرجت لہا جہ و عام قینہ یا حضور اصل متعذر ہو بسبب ہونے عورت کے مستورہ پردہ لشتین مجردوں سے حیالط نہ کرتی ہو اگر فرجت اور عام کے واسطے نکلتی ہو کذا فی القینۃ و فیما لا یجوز الا شہاد بسطان و امیر اور قینہ میں ہے کہ سلطان ادا مہر کو گواہ کرنا جائز نہیں م نہایت

کہ سلطان اور امیر شہر میں ہوں تو ان کو اپنی شہادت پر دوسرے کو گواہ کرنا جائز نہیں مگر محمدؐ کے نزدیک کذا فی الطحاوی وہل يجوز لمحیی ان من غیر حاکم الخصومة نعم ذکرہ المصنف فی الوکالۃ اور کیا مجبوس کو اپنی شہادت پر گواہ کرنا جائز ہے اگر اس کو غیر حاکم خصوصیت نے حبس کیا ہو تو وہاں جائز ہے مصنف نے اس کو کتاب الوکالۃ میں ذکر کیا ہے ہم مصنف نے اپنی شرح میں ذخیرہ سے نقل کیا کہ اس میں ہمارے زمانے کے مشائخ مختلفہ میں بعضوں نے کہا کہ اگر اسی قاضی کے پاس وہ شخص مجبوس ہو تو جائز نہیں کیونکہ قاضی اس کو جس سے نکال کر گواہی سن کر پھر قید کر سکتا ہے اور اگر والی کے محبس میں ہو اور نکالنا اس کو ممکن نہ ہو تو جائز ہے اتہی کذا فی الطحاوی وقولہ عند الشہادۃ عند القاضی قید للکل لا ینبغی ان یؤثر فی جواز الشہادۃ لا الاداء لکما مر اور مصنف کا یہ قول کہ قاضی کے رو بروا دلے شہادت کے وقت حضور اصل متعذر ہو یہ قید ہے سب عدالت مذکورہ یعنی موت اور سفر اور پردہ نشینی عدوت کی بسبب مطلق ہونے جواز اشہاد کے نہ ادائے شہادت کے چنانچہ مذکور ہو چکا اس قول میں کہ جواز الاشہاد مطلقاً و بشرط شہادۃ عدو نصاب ولو رجلاً و امراً میں اور گواہی پر گواہی مقبول ہے بشرط شہادت عدو یعنی بشرط نصاب شہادت اگر یہ ایک مرد اور دو عورتیں ہوں تو دما فی الحادی غلط ہے اور جو قول حادی میں سے غلط ہے کذا فی البحر حادی میں ہے کہ اصل کی شہادت پر عورتوں کی گواہی مقبول نہیں کذا فی الطحاوی عن کل اصل ولو امرأة نصاب شہادت شرط ہے ہر اصل کی شہادت سے اگر یہ اصل شاید عورت ہو یا الغائر فرعی ہذا و ذلک خلافاً للشافعی نہ مغائر ہونا اس اصل کی دو فرع کا اور اس اصل کی دو فرع کا شرط ہے بخلاف شافعی م یعنی یہ واجب نہیں کہ ہر شاہد کے دو شاہد حتماً ہوں بلکہ دو شاہدوں کی شہادت ہر اصل شاہد سے کافی ہے کذا فی الدرر یعنی ہر اصل کی دو فرع لازم ہیں خواہ ہر ایک کے دو شاہد جدا جدا ہوں یا دو شاہد دونوں کے ہوں اور امام شافعی کے نزدیک یہ شرط ہے کہ چار شاہد ہوں دو اس کے اور دو اس کے جدا جدا و کیفیتہا ان یقول الاصل فحاطباً للفرع ولو ابنتہ بحر اشہد علی شہادتی انی اشہد بکذا اور شہادت علی الشہادۃ کی کیفیت یعنی طریقہ اس کا یہ ہے کہ اصل کے فرع سے مخاطب ہو کر اگر یہ فرع بیٹا ہو اصل کا کذا فی البحر کہ تو شاید ہو میری اس شہادت پر کہ میں ایسی شہادت دیتا ہوں کہ یہ ضرور ہے کہ اصل فرع کو گواہ کرے اس واسطے کہ فرع کو اصل کی گواہی پر گواہی دینا جائز نہیں اگر یہ فرع نے اصل سے گواہی سنی ہو کذا فی الطحاوی عن الثموی و کیفی سکوت الفرع و لورده ارتدقنیہ اور کافی ہے سکوت فرع کا اور اگر فرع اس کو رد کرے یعنی گواہ ہونا قبول نہ کرے تو اشہاد رد ہو گا کذا فی القیۃ یعنی بعد رد کرنے کے اگر گواہی دے گا تو مقبول نہ ہوگی و لا ینبغی ان یشہد علی شہادۃ من لیس بعدل عندہ حادی اور لائق نہیں فرع کو گواہی دینا اس اصل کی گواہی پر جو اس کے نزدیک عادل نہیں کذا فی الحادی م بحر الرائق میں خزانہ سے منقول ہے کہ فرع جب کہ اصل کی عدالت اور عدم عدالت نہ جانے تو وہ شہادت علی الشہادۃ میں مستی یعنی بدکار سے بسبب ترک کرنے احتیاط کے ویقول الفرع اشہد ان فلانا اشہدتی علی شہادۃ بکذا و قال ابی اشہد علی شہادتی بذلک ہذا و وسط العبارات و فی خمس شینات والاقصر منه ان یقول اشہد علی شہادتی بکذا ویقول الفرع اشہد علی شہادۃ بکذا و علیہ فتویٰ السخری وغیرہ ابن کمال دہوالاصح کما فی القہستانی عن الزاہدی اور فرع کہے کہ میں شہادت دیتا ہوں اس کی کہ فلان شخص نے مجھ کو شاہد کیا ہے اپنی اس شہادت پر اور اس نے مجھ سے کہا کہ تو شاید ہو میری اس شہادت پر شاہد نے کہا یہ سب عباراتوں میں سے اوسط عبارات ہے اور اس میں پانچ شین ہیں اور اس سے مختصر زیادہ یہ عبارت ہے کہ اصل کہے کہ شاید ہو میری اس شہادت پر اور فرع کہے کہ میں شہادت دیتا ہوں اس کی اس شہادتی پر اور عبارت مختصر پر سخی وغیرہ کا فتویٰ ہے چنانچہ ابی کمال نے ذکر کیا ہے اور یہی قول ارحم سے چنانچہ قہستانی میں زاہدی سے منقول ہے ہم اوسط عبارات اس واسطے اختیار کی کہ شہادت فرع اور ذکر شہادت اصل اور ذکر جمیل ضرور اور عبارت مذکورہ اس واسطے کافی ہے اور اوسط سے اطول یہ عبارت ہے کہ فرع قاضی کے نزدیک کہے (اشہد ان فلانا لہ میں گواہی دیتا ہوں کہ فلان نے میرے سامنے گواہی دی اس بات کی کہ فلان شخص کا فلان پر اس قدر مال ہے اور مجھ کو اپنی شہادت پر گواہ کیا ہے اور اجازت دی ہے کہ اس کی گواہی پر گواہی دوں اور میں اس کی گواہی پر مال مذکور کے باب میں گواہی دیتا ہوں ۴۲

شہد عندی ان فلان علی فلان کذا من الملک ما شہد علی شہادۃ ما منی ان شہد علی شہادۃ و انما شہد علی شہادۃ بذکرہ اس عبارت میں آٹھ  
ظہن میں اور واسطہ عبارت میں لایا گیا ہے اور تصریح و تفسیر میں ہے کہ اقصی عبارت فقیہ ابواللیث اور ان کے استاد ابو جعفر کے  
تذوکر ہوتا ہے کذا فی الحدیث یعنی تعدیل الفروع لا صلحاً و حرمت الفروع بالعدالۃ و الا لزم تعدیل الملک اور کفایت کرتی ہے تعدیل فروع کی اپنی  
اصل کے واسطے اگر فروع مشہور و عدالت میں ہوں تو اصول اور فروع سب کی تعدیل لازم ہوگی تاکہ تعدیل احد الشاہدین صاحب فی الامح لان  
العدل لایتم بغلیبہ کفایت کرتی ہے ایک ظاہر کی تعدیل دوسرے شاید ساقی کو قول اصح میں اس واسطے کہ عادل متہم نہیں ہوتا ہے مانند  
دوسرے عادل کی تعدیل سے ملاحظہ بعضوں کے نزدیک یہ جائز نہیں کیونکہ وہ متہم ہے اس واسطے کہ احد الشاہدین اپنے رفیق کی تعدیل سے یہ چاہتا  
ہے کہ میری شہادت مقبول ہو اور قاضی اس پر حکم دے لیکن بقول اصح جائز ہے اس واسطے کہ عادل تعدیل مثل سے متہم نہیں جیسے اپنی ذات کی شہادت متہم  
نہیں یعنی اس کی ذاتی شہادت بھی اس منفعہ کی کتب میں ہے کہ وہ مقبول بقول ہو اور قاضی اس کی شہادت پر حکم کرے تو جیسے شرع نے بسبب  
اس کی عدالت کے اس منفعہ کو مانع شہادہ معتبر نہیں کیا ویسے ہی تعدیل مثل میں بھی کذا فی الفروع وان سکنت الفروع عند نظر القاضی فی حالہ  
و کذا لایتم الا عرف حلال علی الشیخ شریانیہ و شرح الفروع و کذا لایتم الا عرف حلال علی الشیخ شریانیہ و کذا لایتم الا عرف حلال علی الشیخ شریانیہ  
تو نظر کرے قاضی اصل کے عادل میں یعنی فروع کی گواہی جائز ہے پھر اگر غیر فروع اصل کی عدالت میں اس کے تو حکم دے اور نہیں تو نہیں کذا فی الفروع  
اور اسی طرح حکم سے بقول صحیح اگر فروع کے حال کو نہیں مانگا کذا فی الشریانیہ اور شرح الفروع اور اسی طرح اگر فروع کے اصل عادل نہیں  
چنانچہ قسطنطینی میں میط سے سوائے رہتا و تبطل شہادۃ الفروع یا مورد بینیم من الشہادۃ علی الاظهر فلا صلاحتی متناہیاً مخالفہ اور باطل ہو جاتی ہے  
فروع کی گواہی چند امور سے بسبب روک دینے فروع کی شہادت سے یعنی اصول نے فروع سے کہا کہ تم ہماری شہادت کی گواہی نہ دیجو تو شہادت  
فروع باطل ہے لکن کذا فی الفروع اور آدھے فروع مخالف اس کے و بجز فروع اصل میں البتہ کفایت و عرس وہی اور باطل ہوتی ہے شہادت  
فروع کی بسبب نکل جانے اصل کے شہادت کی اہلیت سے مانند فسق اور گلی اور تلبینہ کی یعنی اگر اصل شہد فاسق یا گونگا یا اندھا ہو گیا تو فروع  
کی شہادت باطل ہے اسی طرح جنون اور اذعان و بالکافی اصل الشہادۃ کہ قولہ ملتا شہادۃ اولہ شہدیم او شہدنا ہم و غلظنا اور فروع کی شہادت  
باطل ہے بسبب انکار کرنے اصل کے شہادت کو چنانچہ اصول کا یوں کہنا کہ ہم گواہ نہیں یا ہم نے ان کو گواہ نہیں کیا یا ہم نے ان کو گواہ کیا اور ہم  
نے غلط کہا کافی ہیں سے صورت مسئلہ یہ ہے کہ اصول نے کہا کہ ہم اس حادثہ کے گواہ نہیں پھر وہ مرگے یا غائب ہو گئے پھر فروع آئے اور ان  
کی شہادت سے شہادت دی اس حادثے میں اور اگر اصول موجود ہیں تو فروع کی شہادت کی طرف التفات نہیں اگرچہ اصول منکر نہ ہوں کذا فی  
الحدیث لو شہدوا فسکتوا قبلت خلاصہ اور اگر اصول سے فروع کی شہادت کا سوال ہوا اور انہوں نے سکوت کیا یعنی نہ اقرار کیا نہ انکار تو فروع  
کی گواہی مقبول ہے کذا فی الفروع اس مسئلہ میں سکوت مانند لظن کے ہے شہادۃ علی شہادۃ یعنی علی فلانہ بنت فلان الفلانیتہ و  
قالا خبرانا بصر فتبادوا المدی بامرأۃ لم یعرفا انہما ہی قبل لہ مات شہدین انہما ہی فلانہ و لومقرۃ دو شہدوں نے گواہی دیا دو شخصوں کی  
شہادت پر فلانی عدت بنت فلان فلانی قوم والیہ اور فروع میں لے کہا کہ ہم کو اصل میں نے خبر دی اس کی معرفت کی یعنی شاید اصل اس عدت کو جانتے  
تھا اور مدی ایک عورت کو لایا جس کو شاید فروع نہیں پہچانتے کہ یہ عدت وہی ہے تو مدی سے کہا جائے گا کہ تو وہ شاید کہ یہ عورت وہی فلانی  
عدت سے اگرچہ عدت حاضرہ اقرار کرتی ہو کہ میں دیکھا عدتوں میں عدت الشریعت نے کہا کہ اس مسئلہ سے غرض یہ ہے کہ یہ شرط نہیں کہ فروع شہد  
عدت کو جانتے ہوں یا نہ یہ غرض نہیں کہ یہ نہ سمجھ لوری ہے اور گواہی مقبول ہے اس واسطے کہ شاید میں نے جب کہ اس کے دادا کا ذکر کیا تو اس کے

صغیرہ یا قبیلہ مخصوصہ کی طرف نسبت کرنا ظہور میں کے نزدیک ضروری ہے تاکہ نسبت پوری ہو انتہی ملاحظہ کرنے دریں کہا کہ مدعی سے اس واسطے گواہ طلب ہوئے کہ تعریف بالنسبہ ثابت ہو چکی دونوں کی شہادت سے اور مدعی دعوی کرتا ہے کہ نسبت مذکورہ مورث عام میں ثابت ہے مگر یہ احتمال سے ہے کہ شاید اور عورت ہو غیر اس کی تو ضرور گواہ اس کا اثبات حاضر کے واسطے تو یہ گواہی شہادت قاصرہ کے مانند سے جو اور شاہدوں سے پوری ہوتی ہے انتہی و مثلاً کتاب الحکمی و ہو کتاب القاضی الی القاضی لانه کالشہادۃ علی الشہادۃ فلجاء المدعی برجل لم یعرفہ یخلف لاثبات انہ ہو ولی مقر الاحتمال التزویر بحر اور مسئلہ مذکورہ کے مانند کتاب حکمی ہے یعنی ایک قاضی کا خط دوسرے قاضی کو اس واسطے کہ وہ مانند شہادت علی الشہادۃ کے ہے تو اگر مدعی لایا ایک مرد کو جس کو قاضی کے خط کے دو شاہد ہیں پچانتے تو قاضی مکتوب الیہ مدعی کو تکلیف دے اثبات کی کہ یہ مرد وہی مدعا علیہ ہے جو قاضی کا تب کی مراد ہے اگرچہ مرد حاضر اقرار کرتا ہو بسبب محتمل ہونے ترویر اور بناوٹ کے کذا فی البحر و یلزم مدعی الاشتراک البیان کا بسط القاضی خان اور اشتراک مدعی کو بیان کرنا لازم ہے چنانچہ اس کو مشرح بیان کیا ہے قاضی خان نے ہم قاضی خان نے کہا کہ جب قاضی نے دوسرے قاضی کو خط لکھا اور اس میں مدعا علیہ کا نام اور نسب علی وجہ الکمال لکھا تو مدعا علیہ نے کہا کہ فلان بن فلان فلا فی نسبت والا نہیں ہوں اور قاضی مکتوب الیہ اس کو نہیں جانتا تو مدعی سے کہے کہ تو گواہوں سے ثابت کر یہ فلان بن فلان ہے پھر اگر مدعا علیہ کہے کہ میں فلان بن فلان بن فلان ہوں اور اس محلہ یا اس قبیلہ خاصہ یا اس شہر میں میرے سوا ایک اور شخص ہے اس نام کا تو قاضی کہے کہ ثابت کر اگر وہ ثابت کرے تو خصوصیت اس سے مندرج ہوگی انتہی بلخصاً کذا فی الطحاوی ولو قال فیہا التیمیۃ لم یجز حتی ینسبنا الی فخذنا کجدا اور اگر شارحین نے مسئلہ مذکورہ میں عورت مدعا علیہا کو تیمیۃ کہا تو جائز نہیں یہاں تک کہ اس کو اس کے قبیلہ خاصہ کی طرف نسبت کریں چنانچہ اس کے دادا کی طرف ہم بنو تیمیم میں بکثرت قبائل ہیں لہذا ان سے معرفت حاصل نہیں ہوتی جب تک قبیلہ خاصہ کی طرف نسبت نہ ہو و یا یہ میں فخذ بکسر خا کی تفسیر قبیلہ خاصہ کی ہے اور زبلی نے جدا علی کی سے خلاصہ میں ہے الحاصل اعتبار تو حصول معرفت کا ہے اور انقار اشتراک کا ایضاً میں سے کہ عم یعنی غیر عرب میں ذکر پیشہ مبتدئہ قبیلہ خاصہ کے ہے اس واسطے کہ عم میں انساب صنایع میں انتہی ز مختصر میں ذکر کیا کہ عرب کے چھ طبقات ہیں شعب بالفتح اور قبیلہ اور عمارہ اور بطن اور فخذ اور فیصلہ تو مضر اور ربعیہ اور حیر اور مذحج شعب بن اس واسطے کہ قبائل ان سے منشعب ہوتے ہیں اور کنانہ قبیلہ ہے اور قریش عمارہ ہے اور قصی بطن ہے اور ہاشم فخذ ہے اور عباس فیصلہ کذا فی الطحاوی و کیفی نسبتہا لزوجہا والمقصود الاعلام اور کفایت کرتی ہے عورت کی نسبت اس کے زوج کی طرف اور مقصود الاعلام ہے یعنی جس طرح سے کہ حاصل ہووے اشہدہ علی شہادۃ ثم نہاہ عنہا لم یصح ای نہیہ فلان یشہد علی ذلک دررد اقرہ المصنف ہنا لکنہ قدم تزجیح خلاصہ عن الخلاصۃ اصل شاید نے فرع کو شاید کیا اپنی شہادت پر پھر اس کو منع کیا گواہی دینے سے تو صحیح نہیں یعنی منع کرتا صحیح نہیں تو فرع کو جائز ہے کہ اس پر گواہی دے کذا فی الدرر اور ثابت رکھا ہے اس کو مصنف نے اپنی شرح میں یہاں لیکن اس کے خلاف کی تزجیح پہلے ذکر کی ہے خلاصہ سے ہم چنانچہ شارح اس کو عنقریب ذکر کر چکا کافر ان شہد علی شہادۃ مسلمین لکافر علی کافر لم یقبل کذا شہادۃ تہما علی القضاء لکافر علی کافر دو کافروں نے گواہی دی دو مسلمانوں کی شہادت پر ایک کافر کے حق میں دوسرے کافر پر تو مقبول نہیں اسی طرح دو کافروں کی گواہی قاضی کے حکم پر ایک کافر کے حق میں دوسرے کافر پر مقبول نہیں و یقبل شہادۃ رجل ..... علی شہادۃ ابیہ و علی قضاء ابیہ فی الصیح در خلاصہ لملتقطا و مقبول ہے گواہی ایک مرد کی اپنے باپ کی گواہی پر اور اپنے باپ کی قضاء پر قول صحیح میں کذا فی الدرر خلاصہ ملتقط یعنی اس میں عدم قبول مذکور ہے من ظہر انہ شہد بزور بان اقر علی نفسه ولم یدع سہوا ولا غلطا کما

حرفہ لکن کمال جس شہد کا حال ظاہر ہو اس نے جھوٹی گواہی دی اس طرح ظاہر ہو کہ اس نے اپنی ذات پر جھوٹ گواہی منے کا اقرار کیا اور  
 سہو کا دعویٰ کیا نہ غلط کا چنانچہ کمال نے اس کی تحریر کے م یا شہادت زود کے ظہور کی یہ صورت ہے کہ شاید نے قتل ہونے ایک  
 مرہ اس کی موت کی گواہی دی پھر وہ شخص زید موجود ہوا یا دیت بلال کی گواہی دی اور میں دن گز گئے اور آسمان پر کچھ ابراہ اور خیاں  
 نہیں اور جائزہ دکھائی دیا اور ماشد اس کے کذانی اللہ فقہار کے نزدیک شہادت زود جہارت ہے شہادت باطلہ سے حد کذانی الطحاوی  
 ولا یکن شہادۃ بالبینۃ لانه من باب النفی اور ممکن نہیں شہادت زود کا اثبات گواہوں سے اس واسطے کہ من قبیل نفی سے م اس واسطے کہ گواہ  
 یہ کہیں گے کہ شاید نے نامی گواہی دی اور اس کی طرف التفات نہ ہو گا کذالی الطحاوی من الشبلی عزیر بالتشہیر و علیہ الفتویٰ سراجیہ کی  
 گواہی جھوٹ ظاہر ہو وہ تعزیر و یا حملے تشہیر سے اور اس پر فتویٰ سے کذانی السراجیہ تمہیر کا طریقہ یہ ہے کہ اگر شہد شخص بازاری سے  
 تو قاضی اس کو بازاری میں بھیجے اور اگر بازاری نہیں تو اس کی قوم کی طرف عصر کے بعد جس وقت لوگ خوب جمع ہوتے ہوں بھیجے اور قاضی کا آدمی  
 کہے کہ ہم نے اس کو شاید زود پایا تم اس سے پوچھو اور لوگوں کو اس سے بچاؤ قاضی شرح صحابہ کے وقت میں یہی کیا کرتے تھے لہذا امام اعظم نے  
 اسی کو پسند کیا و زامضر بہ وجہ جمع اور صاحبین نے اس کا مارنا اور قید کرنا بھی زیادہ کہا کذالی الجع م فتح القدر میں اسی قول کو ترجیح دی  
 اور کہا ہے کہ یہی حق ہے واللہ اعلم ولی المر ذہاب کلہم ان لقاضی ان یوم و جہاذا اللہ میاستہ اور پھر الراتی میں سے کہ ظاہر کلام فقہا یہ ہے کہ ظہنی  
 کو جائز ہے کہ جھوٹے گواہ کا منہ کالا کرے بطور سیاست کے اگر اس کو مصلحت دیکھے و قبل ان یرجع مضر ان یرب اجا وان تابنا لم یعز  
 اجلعا اور بعضوں نے کہا کہ اگر شہد زود رجوع کرے مضر ہو کر تو باجایع امام اور صاحبین کے ماراجادے اور اگر توبہ کرے رجوع کرے  
 تو بالاتفاق اس پر تعزیر نہیں م امر کی یہ صورت ہے کہ شاید کہے کہ میں نے یہ جھوٹی گواہی دی اور میں ایسی گواہی سے نہ پھروں گا کذالی الفح  
 و لغوی فی مدۃ توجہ دولہای القاضی علی الصیح لو فاسقا و لو عدلا او مستورا لا یقبل شہادۃ ابد اور شاید زود کے توبہ کرنے کی مدت قاضی  
 کہائے پر مضمون ہے بقول صحیح اگر شہد فاسق ہو اور اگر عادل ہو یا مستور الی ال موتواں کی گواہی کبھی مقبول نہیں یعنی اس واسطے کہ اس کی  
 توبہ معلوم نہیں ہو سکتی کذالی الطحاوی قلت و من الثانی یقبل وہ یعنی یعنی دینہ میں کتاہوں اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ شہد عدل  
 عادل یا مستور الحال کی بعد توبہ کے گواہی مقبول ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہے کذالی العینی دینہ م اس واسطے کہ گاہے اس کی توبہ ظاہر  
 ہو سکتی ہے شہادت زود پر نہامت اور تاسف کرنے سے والسا عمل کذالی الطحاوی

یہ باب ہے شہادت سے رجوع کرنے کا رجوع عن الشہادۃ یعنی گواہی دے کر پلٹنا اور پھر جانا اور  
 باب الرجوع عن الشہادۃ اصطلاح فقہ میں جہارت ہے نفی کرنے اس چیز سے جس کو ثابت کر چکا کذالی الطحاوی ہو ان یقول  
 رجعت عما شہدت بہ و نحوہ رجوع عن الشہادۃ یہ ہے کہ شاید کہے کہ میں پھر اورد پلٹنا اس چیز سے جس کی میں نے گواہی دی اور ماننا اس  
 کلام کے م چنانچہ یوں کہنا کہ میں نے جھوٹی گواہی دی یا میں جھوٹ بولا اپنی گواہی میں کذالی الطحاوی یا میں سبطل تھا شہادت میں یعنی ناحق  
 برضا اس میں کذالی اللہ فلوا کرا لا یکن رجوعا اور اگر شہد نے شہادت کا انکار کیا توبہ انکار رجوع عن الشہادۃ نہیں والرجوع شرطہ  
 مجلس القاضی ولو غیر الاول لانه من اد توبہ وہی بحسب الجنایۃ کما قال علیہ الصلوۃ والسلام النسر بالسر والعلانیۃ بالعلانیۃ اور رجوع کی شرط  
 قاضی کی مجلس ہے اگر چہ اول قاضی کے سوا دوسرے قاضی کے زود رجوع کرے مجلس قاضی اس واسطے شرط ہے کہ رجوع جہارت  
 سے یعنی شہادۃ صراحتاً توبہ سے اور توبہ گناہ کے موافق ہوتی ہے چنانچہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ غرضی گناہ کی غرضی توبہ ہے

اور علانیہ گناہ کی علانیہ توبہ یعنی شہادت زور گناہ سے مجلس قضا میں توبہ کی توبہ بھی مقید مجلس قضا ہوگی فلاو ادعی المشہود علیہ رجوعہما بعد  
غیرہ ویرمین ادارہ میں ہالہ لاقبل لفساد الدعویٰ تو اگر دعویٰ کیا مشہود علیہ نے شاہدین کے رجوع عن الشہادۃ کا غیر قاضی کے رد برد  
اور اس کو بگو اہی ثابت کیا یا در صورت عدم گواہ شاہدین سے قسم لینے کا ارادہ کیا تو مقبول نہیں بسبب فاسد ہونے دعویٰ کے ہم یعنی  
بینہ اور میں دعویٰ صحیح پر قائم ہوتی ہیں اور یہ دعویٰ کہ شاہدین نے غیر مجلس قاضی میں رجوع کیا باطل ہے لہذا نہ بینہ مقبول ہے نہ تکلف  
شاہد کذافی الدرر بخلاف مالو ادعی وقوعہ عند قاض و تصنیفہ ایہا ملتقی بخلاف اس کے اگر دعویٰ کیا واقع ہونے رجوع کا کسی قاضی کے  
پاس اور ضمان لینے قاضی کا شاہدین سے کذافی الملتقی ہم یعنی اگر یہ دعویٰ کیا کہ شاہدین نے فلا نے قاضی کے پاس رجوع عن الشہادۃ کیا اور  
قاضی نے شاہدین سے ضمان مال لیا یعنی ضمان کا ان پر حکم کیا اور اس دعویٰ پر گواہ قائم کیے تو مقبول ہے بسبب صحیح ہونے دعویٰ کے  
کذافی الدرر ویرمین انہما اقراب رجوعہما عند غیر القاضی قبل وجعل النشاء للمال ابن ملک یابد عا علیہ گواہ لایا اس پر کہ دونوں شاہدوں نے رجوع  
شہادت کا غیر قاضی کے رد برد اقرار کیا تو مقبول اور اقرار مذکور فی الحال کا النشاء قرار دیا جائے گا کذا ذکرہ ابن الملک یعنی گویا بالفعل رجوع  
واقع ہو فان رجوع قبل الحکم بہا استقطت سو اگر شاہدین نے رجوع شہادت کیا اس سے پہلے کہ قاضی بموجب اس شہادت کے  
حکم کرے تو شہادت ساقط الاعتبار ہے قاضی اس پر حکم نہ کرے ولا ضمان ویزر و لو عن بعضہا لانه فسق نفسه جامع الفصولین اور قبل حکم  
شاہد پر ضمان نہیں اور اس کو تعزیر دیا جائے اگر یہ شاہد بعض شہادت سے رجوع کرے اس واسطے کہ شاہد نے اپنی ذات کو فسق یعنی  
کیا رجوع سے کذافی جامع الفصولین اور حالانکہ فاسق کی گواہی مقبول نہیں کذافی المنع ہم قبل حکم ضمان نہیں بسبب عدم اتلاف کے اور  
تعزیر سے وہی تعزیر مراد ہے جو شاہد زور میں مذکور ہو چکی یعنی تشہیر امام کے نزدیک اور ضرب اور حبس صاحبین کے نزدیک اور بعض شہادت  
سے رجوع چنانچہ زمین اور اس کی عمارت کی اور گھوڑی اور اس کے بچے کی گواہی دی پھر عمارت اون بچے میں رجوع کیا و بعدہ لم یفسخ  
الحکم مطلقاً لزوجہ بالقضاء اور بعد قضا حکم فسخ نہ ہوگا کسی طرح خواہ شاہد کا حال عدالت میں رجوع کے وقت برابر ہو اس حال کے جو شہاد  
کے وقت تھا یا ادنیٰ یا اعلیٰ ہو کذافی المنع بسبب راجح ہوجانے خبر اول کے قضا سے ہم اگر شارح توضیح کرتا لزوجہ الخبر الاول من الشاہد  
بالقضاء، تو بہتر ہوتا اس واسطے کہ ترجمہ کی ظاہر ضمیر حکم کی طرف راجع ہے اور وہ خلاف مقصود ہے حکم اس واسطے فسخ نہ ہوگا کہ شاہد  
کی خبر ثانی ناقص ہے خبر اول کے تو حکم منقوض نہیں ہو سکتا بسبب تناقض کے اور اس واسطے کہ خبر ثانی صدق پر دلالت کرنے میں خبر  
اول کے مانند ہے اور حالانکہ خبر اول مرجح اور غالب ہو چکی اتصال قضا سے بخلاف خبر ثانی کذافی الطحاوی بخلاف ظہور الشاہد عبدا  
او محدودانی قذوف فان القضاء یبطل ویرد ما اخذ وتلزم الدیۃ لو قصاصاً ولا یضمن الشہود لمان ان الحاکم اذا اخطا فالفرم علی المتقاضی لہ  
شرح تکلمہ بخلاف ظاہر ہونے شاہد کے غلام یا محدود فی القذوف اس واسطے کہ قضا اس صورت میں باطل ہو جاتی ہے اور مقضی لہ پھر یہ  
جو اس نے لیا اور ولی مقتول کے واسطے دیت لازم ہے اگر قصاص کا حکم ہو گیا ہو اور شہود مذکورین پر ضمان نہیں اس واسطے کہ مذکور  
ہو چکا کہ حاکم جب خطا کرے حکم میں تو تاوان مقضی لہ پر ہے کذافی شرح تکلمہ ہم صورت مذکورہ میں خطائے حاکم یہ ہے کہ اس نے حال  
شہود کا تلفظ نہ کیا تا معلوم ہوتا کہ وہ غلام ہیں یا محدود فی القذوف و ضمناً ما تلقاه للشہود علیہ لتسبہما تعدیاً مع تعدر تفسین المباشر  
لانہ کا ملجاء الی القضاء اور شاہدین راجعین تاوان دیں مشہود علیہ کے اس مال کا جس مال کو انھوں نے تلف کر دیا اس واسطے کہ شاہدین تلف  
مال کے سبب واقع ہوئے تعدی کی راہ سے ساتھ متعذر ہونے تفسین مباشر یعنی قاضی کے اس واسطے کہ قاضی مباشر مضطر کے ہے

حکم دینے میں امام شافعیؒ کے نزدیک شہود پر ضمان نہیں جب کہ وہ رجوع کریں اس واسطے کہ شہود سبب میں تلف مال کے اور قاضی مباشر ہے اور سبب کا اقتباس نہیں مباشر کے ہوتے اس کا جواب یہ ہے کہ شہود نے اپنی ذات پر سبب ضمان کا اقرار کیا یعنی شہادت باطلہ سے اور قاضی مباشر پر ضمنی حلف ہے اس واسطے کہ قاضی حکم دینے میں مضطر ہے کیونکہ قاضی پر حکم دینا واجب ہے جب کہ شہود کی عدالت ظاہر ہوتا ہے کہ اگر حکم نہ دے تو گناہ گار اور مستحق عدل اور لائق تعزیر ہے قبض المدعی المال اولاً بلعنی بحد بزاتیہ و خلاصۃ و خزائہ المتعینین شہدین ضمان دینے والے مال کو قبض کیا یا نہ کیا ہو اسی کا فتویٰ ہے کذالی الہود والبرازیہ والظاہرۃ و خزائہ المتعینین و قیدہ فی الوقایہ والکنز والدرر والعتق با اذا قبض المال لعدم الاتکاف قبلہ اور مقید کیا ہے ضمان کو وقایہ اور کنز اور درر اور عتق الا بحدی البحر میں ساتھ اس قید کے کہ جب مدعی مال کو قبض کرے اس وقت تک قبض کے اطلاق نہیں قبل ان المال ینافکا لاول وان دنیا فکان ثانی و اقربہ القستانی اور بعضوں نے کہا کہ اگر مال میں سے یعنی غیر دین ہے تو اول قول کے مانند ہے یعنی قبض اور عدم قبض دونوں صورتوں میں ضمان ہے اور اگر مال دین ہے تو قول ثانی کے مانند ہے یعنی بشرط قبض ضمان سے اور اس قول مفصل کو ثابت رکھا ہے کہستانی نے ہم وجہ تفصیل مذکور یہ ہے کہ ضمان مقید بمانت سے سو میں ہیں تو شہود علیہ کی ملک نائل ہو گئی قضا سے ولذا مقضی علیہ کو اس میں تعین جائز نہیں اور مقضی لہ کو جائز ہے اور دین میں ملک اس کی زائل نہیں ہوتی جب تک مقضی لہ قبض نہ کرے تو اگر شاید پر ضمان ہو قبض سے پہلے تو ممانت متحقق نہ ہو کذالی الجلی والعبرة فیہ لمن لقی من الشہود لا لمن جمع اور ضمان میں اس کا اعتبار ہے جو شاید کہ باقی رہا نہ اس شاید کہ جس نے شہادت سے رجوع کیا م یہ قاعدہ کلیہ ہے ضمان کے حساب کا فان جمع احدہما ضمن النصف اور اگر شاید پھر گیا شہادت سے تو نصف مال کا تاوان دے م اس واسطے کہ دو مردوں کی شہادت میں ہر شاید کی شہادت سے نصف محبت قائم ہے تو جب ایک شاید اپنی شہادت پر باقی رہا تو نصف مال میں محبت باقی رہی تو راجع پر اس کا ضمان واجب ہے جس میں محبت باقی نہ رہی وہ نصف ہے کذالی الدرر وان جمع احد ثلثہ لم یضمن اور اگر تین شایدوں میں سے ایک شاید جمع ہوا تو وہ ضمان نہ دے گا م اس واسطے کہ دو شاید باقی ہیں جن کی شہادت سے کل حق باقی ہے وان جمع آخر ضمنا النصف اور اگر تین شایدوں میں دوسرا بھی پھر گیا تو دونوں شایدین راجعین نصف مال کا ضمان دین م اس واسطے کہ شہادت پر وہ قبض باقی ہے جس سے نصف مال باقی ہے یعنی ایک شاید وان رجعت امرأۃ من رجل وامرأتین ضمنت الربع اور اگر ایک عورت پھر جانے ایک مرد اور دونوں سے تو وہ چوتھائی مال ضمان دے م اس واسطے کہ شہادت پر تین شخص باقی ہیں جن سے تین چوتھائیاں باقی ہیں وان رجعتا النصف اور اگر ایک مرد اور دو عورتوں سے دونوں عورتیں شہادت سے پھر گئیں تو دونوں نصف مال ضمان دین م اس واسطے کہ وہ شخص شہادت پر قائم ہے جس سے نصف مال باقی ہے وان جمع ثمان نسوة من رجل و عشر نسوة لم یضمن اور اگر آٹھ عورتیں پھر گئیں ایک مرد اور دس عورتوں سے تو کوئی تاوان نہ دے م اس واسطے کہ اس قدر شاید باقی ہیں جن کی شہادت سے کل حق باقی ہے کیونکہ نصاب شہادت دو مرد کا ایک مرد اور دو عورتیں ہیں فان رجعت اخری ضمن التسع ربعہ بقا ثلثہ اربع النصاب اور اگر ایک اور پھر گئی تو نو عورتیں چوتھائی مال کا ضمان دین بسبب باقی رہنے نصاب کی تین چوتھائیوں کے م اس واسطے کہ نصف حق مرد سے باقی رہا اور ربع حق ایک باقی عورت سے قائم ہے کذالی الدرر تو نو عورتوں کی رجوع سے تلف نہ ہوا مگر ربع فان رجعتا لفرم بالاسداس سو ایک مرد اور دس عورتیں سب مل کر شہادت سے پھر گئے تو امام کے نزدیک تاوان ششٹی حصوں کے حساب سے ہے یعنی چھ حصہ مرد پر ہے اور باقی حصوں پر م امام کی دلیل یہ ہے کہ دو عورتیں بجانے ایک مرد کے ہیں تو دس عورتیں قائم مقام پانچ مردوں کے ہوں تو ایسا ہو گا کہ گویا چھ مرد

گواہی دے کر پھر گئے تو ان پر ضمان بالاسد اس ہوگا کذا فی الدیۃ یعنی برہم مرد پر چھٹا حصہ تاوان ہوگا وقال علیہن النصف کما لو ربحن فقط اور صاحبین نے کہا کہ وہیں عورتوں پر نصف مال کا ضمان ہے چنانچہ اگر فقط دسوں عورتیں پھر جائیں تو ان پر نصف تاوان ہے م صاحبین کی یہ دلیل ہے کہ عورتیں اگرچہ بکثرت ہوں مگر شہادت میں قائم مقام ایک مرد کے ہیں ولہذا ان کی گواہی بدون ملنے ایک مرد کے مقبول نہیں اور ایک مرد کی شہادت نصف مال ثابت تھا تو نصف باقی ان کی شہادت سے کذا فی الدیۃ ولا یضمن راجع فی النکاح شہد بہر المثل او الاقل اذا اتلاف بعض کلا اتلاف اور ضمان نہیں دنیا شاید راجع نکاح میں جس نے مہر یا کم تر مہر کی گواہی دی یعنی مہر کی گواہی دی جو بقدر مہر مثل ہے یا کم تر اس واسطے کہ اتلاف بتقابلہ عوض بمنزلہ اتلاف کے ہے م شارح نے جو اقل مہر مثل کی قید زیادہ کی اس کی حاجت نہ تھی اس واسطے کہ ما تین خود اس کی تصریح کرے گا صورت اس کی یہ ہے کہ مرد نے عورت پر دعویٰ کیا نکاح کا اور اس پر گواہ قائم کیے اور عورت منکر نکاح ہے سو قاضی نے عورت پر نکاح کا حکم کیا شہادت سے پھر گواہ شہادت سے پھر گئے تو گواہ عورت کو ضمان کچھ نہ دیں گے خواہ مہر مثل کے برابر ہو یا اکثر یا اقل کذا فی العالمیۃ عن الذخیرۃ وان زاد علیہ ضمانا لوی المدعیۃ وہا المنکر عمری زادہ اور اگر مہر مسمی زیادہ ہو مہر مثل پر تو دونوں شاہد بقدر زیادت تاوان دیں زوج کو اگر عورت مدعی نکاح ہو اور مرد منکر ہو کذا ذکرہ غری زیادہ م صورت اس کی یہ ہے کہ عورت نے اپنے نکاح کا مرد پر دعویٰ کیا اور قاضی نے نکاح کا حکم دیا پھر شاہدین نے شہادت سے رجوع کیا تو اگر اس عورت کا مہر مثل مہر مسمی کے برابر ہو یا زیادہ تو شاہدوں پر کچھ ضمان نہیں اور اگر اس کا مہر مثل کم تر ہو مسمی سے یعنی مہر مسمی اکثر ہو مہر مثل سے تو زوج کو زیادت کا ضمان دیں کذا فی العالمیۃ عن الکافی اس واسطے کہ شاہدوں نے زوج پر قدر زیادت کو تلف کیا بلا عوض کذا فی الدرر خلاصہ یہ ہے کہ راجع فی النکاح پر مطلقا ضمان نہیں خواہ مرد مدعی ہو یا عورت مگر جب کہ عورت مدعی ہو اور مہر مسمی مہر مثل سے زیادہ ہو تب بقدر زیادت ضمان ہے ولو شہدا باصل النکاح باقل من مہر مثلہا فلا ضمان علی المعتذر لتعدد المماثلۃ بین البیض والمال اور اگر شاہدین نے اصل نکاح کی گواہی دی عورت کے کم تر مہر مثل سے تو شاہدوں پر ضمان نہیں بقول معتد بسبب متعدد ہونے مماثلت کے درمیان شرم گاہ عودت کے اور مال گے م یہ ترکیب موم ہے کہ مسئلہ اولیٰ میں شہادت اصل نکاح پر نہ تھی حالانکہ وہاں بھی اصل نکاح پر شہادت ہے تو اگر ما تین یوں لکھتا (ولو باقل فلا ضمان) تو مختصر اور واضح تر ہوتا اور یہ جو شارح نے کہا کہ مماثلت معتذر ہے یعنی منافع شرم گاہ کے عند الاتلاف فیہ متقوم ہیں تو تقوم سے ضمان نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ تضمین مماثلت کی مستدعی ہے اور حالانکہ شرم گاہ اور مال میں مماثلت نہیں اور زوج کے تلف سے جو ضمان اور تقوم ہوتا ہے تو اس کے اظہار تعظیم کے واسطے کیونکہ اس سے نسل حاصل ہوتی ہے کذا فی الطحاوی بخلاف مالو شہدا علیہما بقبض المہر او بعضہ ثم رجعا ضمانا لبالا تلافی المہر بخلاف اس صورت کے کہ اگر شاہدین نے عورت پر قبض مہر یا بعض مہر کی گواہی دی پھر دونوں شہادت سے پھر گئے تو عورت کو دونوں شاہد ضمان دیں گے بسبب تلف کر دینے مہر کے و ضمان فی البیوع والشرا و ما نقص عن قیمت البیوع لو الشہادۃ علی البائع او زاد لو الشہادۃ علی المشتري للاتلاف بلا عوض اور دونوں شاہد ضمان دین بیع اور شرا میں اس قدر کا جو کم ہو گیا ہو قیمت سے اگر گواہی بائع پر ہو یا ضمان دین اس قدر کا جو زیادہ ہو گیا ہو قیمت سے اگر شہادت مشتري پر ہو بسبب اتلاف بلا عوض کے م اتلاف بلا عوض نقصان اور زیادت دونوں کی تعلیل سے پہلی صورت یہ ہے کہ مشتری نے کہا کہ میں نے اس غلام کو اس مرد سے بیع ہزار درم کے لیا اور وہ دو ہزار کا ہے سو شاہدوں نے گواہی دی پھر گواہی سے پھر گئے تو شاہد بائع کو ہزار درم ضمان دیں کیونکہ امضوں نے اس کے ہزار درم تلف کیے اور دوسری صورت یہ ہے کہ بائع نے دعویٰ کیا کہ مشتری نے یہ



غلام ہزار درم کو لیا اور اس پر ہزار روپے اور مشتری اس کا مکر ہے سو شایدوں نے گواہی دی کہ مشتری نے غلام دو ہزار کو لیا اور حالانکہ وہ ایک ہزار کا ہے پھر شہادت سے پھر گئے تو شاید مشتری کو ایک ہزار کا ضمان دیں اس واسطے کہ انہوں نے مشتری کے ایک ہزار تلف کیے کذا فی الدرر

ولو شهدا بالبيع وبقصد الممن للوئی شہادۃ واحدة مننا الیقینہ ولو فی شہادۃ مننا الممن یعنی اور اگر دو شاہدوں نے بیع اور نقد میں گواہی دی تو اگر بیع اور نقد میں کے ساتھی ایک ہی ہار گواہی دی تو شاید قیمت کا ضمان دیں اور اگر دو شہادت میں گواہی دی یعنی ایک بار بیع کی گواہی دی اور دوسرے ہار میں کی تو میں کا ضمان دیں کذا فی الممنی م اس واسطے کہ سہلی صورت میں مقضی ہزار بیع ہے سخن اور دوسری صورت میں سخن بالاستقلال مقضی ہے کذا فی الطحاوی طحاوی ولو شهدا علی البائع بالبیع بالیقین الی سنتہ و قیمتہ الف فان شاء ضمن الکشہود و قیمتہ حالاً والشہادۃ اخذ مشتری الی سنتہ و ایام اختیار بری الاخر و تمامہ فی خزانہ المفتیین اور اگر شایدوں نے بائع پر دو ہزار کی بیع کی گواہی دی کما بدت یک سال اور حالانکہ قیمت بیع کی ایک ہزار سے تو بائع چاہے شہود سے فی الحال کی قیمت کا تاوان لے یعنی ہزار کا اٹھائے مشتری دو ہزار کا مواخذہ کئے تا یک مال اور دونوں میں سے جس کو بائع اختیار کرے گا دوسرا شخص بری الذمہ ہوگا بائع کے ہونے سے اور یوں بیان اس کا خزانہ المفتیین میں ہے م صورت اس کی یہ ہے کہ مشتری نے دعویٰ کیا کہ میں نے اس کا غلام دو ہزار کو لیا کما بدت یک سال اور قیمت اس کی ایک ہزار ہے سو شایدوں نے بھی گواہی دی پھر شہادت سے پھر گئے تو بائع کو اختیار ہے دونوں سے ایک کے مواخذہ کا اگر شہود سے فی الحال ہزار درم لے تو شہود مشتری سے مدت آنے کے وقت دو ہزار پھر لیں ان کو ایک ہزار حال میں اور دوسرے ہزار کو وہ خیرات کر دیں سو اگر مشتری غلام میں کوئی عیب پاوے اور اس کو پھر دے سو اگر اسے بغیر حکم قاضی کے پھر دیا تو یہ بجز بیع جدید کے ہے تو بائع سے وہ ہزار درم لے اور اس کا کچھ مواخذہ نہیں شایدیں پر اور اگر قاضی کے حکم سے بائع کو غلام پھر دیا تو جو دو ہزار اس نے شایدیں کو دیے ہیں ان کو پھر لے اور جو شایدوں نے ایک ہزار درم بائع کو دیے تھے وہ بائع سے پھر لیں کذا فی العالگیریۃ من المصنرات و شرح الطحاوی چونکہ بیان عالمگیری کا واضح تر تھا خزانہ المفتیین سے لہذا مترجم نے اسی کا ترجمہ کیا ہے

تدیکھا و فی الطلاق قبل وطی و محلوۃ مننا نصف المال الممسے او المتعہ ان لم یمس او طلاق قبل وطی او قبل خلوت کے شہادت اور رجوع میں شایدیں نصف مال مسمی کا تاوان دیں یا متعہ کا ضمان دیں اگر مسمی سے مسمی نہ ہو و لو شهدا انہ طلقا ثلثا و آخرانہ طلقا واحد قبل الدخول ثم رجعوا فضا من نصف المهر علی شہود الثلث لا غیر للمرۃ الفلیظہ اور اگر شایدیں نے گواہی دی کہ زہو نے اپنی زوجہ کو تین بار طلاق قبل دخول کے دی اور دو اور شایدوں نے گواہی دی کہ اس نے اس کو ایک بار طلاق دی قبل دخول کے پھر چاروں شاہد شہادت سے پلٹ گئے تو نصف مہر کا ضمان تین طلاق کے گواہوں پر ہے نہ ان کے غیر پر بسبب حرمت فلیظہ کے م اس واسطے کہ طلقہ واحد کی شہادت پر قاضی حکم دے گا کیونکہ وہ مفید ہیں اس واسطے کہ طلقہ واحد کا حکم حرمت خفیہ ہے اور طلاقات ثلثہ کا حکم حرمت فلیظہ ہے کذا فی المنع صلی نے کہا قبل دخول دونوں گواہوں کی قید ہے و لو بعد وطی او خلوة فلا ضمان اور اگر گواہی دی طلاق بعد وطی یا بعد خلوت کا پھر شہادت سے پھر گئے تو شہادت پر ضمان نہیں م یہ مسئلہ قدوری اور دایہ میں ہے اور تحفہ میں ہے

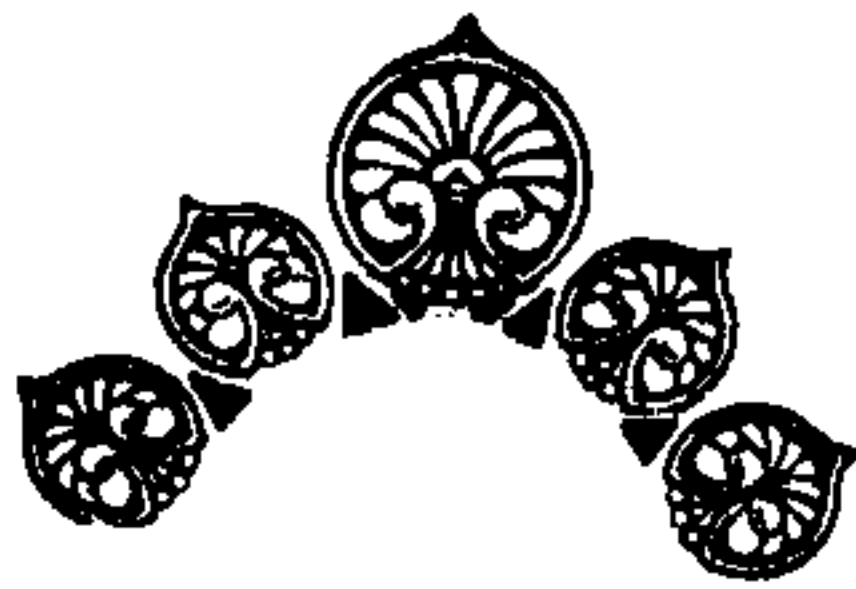
کرضان نہیں مگر اتنا جو مثل پر زبان سے کہہ کر الی المنع و لو شهدا باطلاق قبل الدخول و آخران بالدخول ثم رجعوا ضمن شہود الدخول ثلثہ۔

ارباب المہر و شہود الطلاق بعد اختیار اور اگر وہ گواہوں نے طلاق قبل دخول کی گواہی دی اور دو شایدوں نے دخول کی گواہی دی پھر شایدوں شاید گواہی سے پھر گئے تو دونوں کے گواہ مہر کے تین ربع یعنی پون مہر کا ضمان دیں اور طلاق کے شہود چوتھائی مہر کا ضمان دیں

کذا فی الاختیار ولو شہدا لعقن فرجنا ضمننا القيمة لمولاه مطلقا ووضعت لانه ضمان اطلاق اور اگر شاہدین نے غلام کے آزاد کرنے کی گواہی دی پھر دونوں گواہی سے پھر گئے تو غلام کے مولیٰ کو اس کی قیمت کا ضمان دیں مطلقا اگرچہ شاہدین مفلس ہوں اس واسطے کہ اطلاق کا تاوان ہے واللہ اعلم للمعتق لعدم تحویل العقن ایہما بالضمنان فلا تحویل الولاء بدایہ اور ولا یعنی حق آزاد کرنے کا مالک آزاد کرنے والے کے واسطے ہے بسبب نہ پھر جانے عقن کے ضمان دینے سے شاہدوں کی طرف تو حق ولدان کی طرف منتقل نہ ہوگا کذا فی الہدایۃ و فی التدریج ضمننا بالقصد و ہونثرت قیمتہ اور تدبیر میں شاہدین ضمان دیں اس قدر کہ جس کو تدبیر نے کم کر دیا یعنی اس کی تہائی قیمت ہم یعنی شاہدوں کی گواہی دی کہ مولیٰ اپنے غلام کو بدر کیا سو قاضی نے اس کے ہونے کا حکم دیا پھر شاہد گواہی سے پھر گئے تو شاہد اس کے مولیٰ کو تہائی قیمت کا ضمان دیں اس واسطے کہ تدبیر غلام کی تہائی قیمت کم ہو جاتی ہے قن سے ولومات المولیٰ عقن من الثلث ولزمہما بقیۃ قیمتہ وتمام فی البحر اور اگر مولیٰ مر گیا تو آزاد ہوگا تدبیر اس کی ثلث متروکہ سے اور شاہدین کو اس کی بقیہ قیمت لازم ہوگی اور پورا بیان اس کا بحر الرائق میں ہے ہم یعنی اگر مولیٰ مر گیا اور غلام ثلث متروکہ سے نکل سکتا ہے تو وہ آزاد ہو جائے گا اور قیمت تدبیر کا ضمان لازم ہوگا شاہدوں پر وارثوں کے واسطے کذا فی البحر و فی الکتابۃ لیضمنان قیمتہ کلہا وان شاء اتبع المکاتب اور کتابت میں شاہد ضمان دیں اس کی پوری قیمت اور اگر مولیٰ چاہے تو مکاتب کے پیچھے بڑے یعنی بدل کتابت کا تقاضا کرے ہم یعنی شاہدوں نے گواہی دی کہ مولیٰ نے اپنے غلام کو ہزار درم پر مکاتب کیا مدت ایک سال اور قیمت غلام کی پانچ سو ہے اور قاضی نکتہ کتابت کا حکم کیا پھر شاہدوں نے شہادت سے رجوع کیا تو قاضی مولیٰ کو اختیار دے سو اگر وہ ضمن شاہدین اختیار نہ کرے تو اس کو مکاتب سے بدل کتابت لینے کا اختیار نہ رہے گا ہے اور مکاتب ہزار درم کتابت کے شاہدین کو دے گا اور اگر مولیٰ ابتداء مکاتب اختیار کرے تو شاہدوں سے ضمان نہ لے گا ہے کذا فی العالمگیریۃ عن المحیط مختصر اولایعقن حتی یودی ما علیہ ایہما و تصدقا بالفضل اور مکاتب آزاد نہ ہوگا یہاں تک کہ شاہدوں کو ادا کرے جو اس پر بدل کتابت ہے اور شاہدین خیرات کریں زائد از قیمت کو یعنی اگر بدل کتابت جو شاہدوں نے مکاتب سے لیا ہے اکثر ہو اس قیمت سے جس کا وہ ضمان دے چکے ہیں مولیٰ کو تو زائد کو خیرات کریں چنانچہ صورت مذکورہ میں پانچ سو ان کو حلال طیب میں او پلینے سو کو خیرات کریں یہ مذہب سے طریقین کا و لا لولا لولاہ و لا یحجر عاد لمولاہ و رد قیمتہ علی الشہود اور ولا مکاتب کی اس کے مولیٰ کے واسطے ہے اور اگر مکاتب عاجز ہو گیا ادا سے کتابت سے بعد ضمان دینے شاہدوں کے تو پھر آدے گالیئے مولیٰ کی طرف اور مولیٰ اس کی قیمت جو شاہدوں سے لے چکا ہے وہ شاہدوں کو پھر دے و فی الاستیلا و یضمنان نقصان قیمتہا بان تقوم وام ولد لوجاز بیعنا یضمنان بلینہما اور استیلا میں شاہدین ضمان دیں ام ولد کی نقصان قیمت کا اس طرح پر کہ قیمت ٹھہرائی جائے خالص لونڈی کی اور ام ولد کی اگر اس کی بیع جائز ہوتی تو ضمان دیں شاہد اس قدر کا جو دونوں قیمتوں کے مابین میں ہے ہم صورت استیلا دیکھئے کہ شاہدوں نے گواہی دی کہ مولیٰ نے اقرار کیا کہ میری لونڈی میری ام ولد ہے اور مولیٰ منکر ہے سو قاضی نے اس کے ام ولد ہونے کا حکم دیا پھر شاہد گواہی سے پھر گئے تو اگر لونڈی کے ساتھ لڑکانہ ہو اور مولیٰ زندہ ہو تو نقصان قیمت ضمان دیں کذا فی الطحاوی عن الیمنی و یکنان فی العالمگیریۃ عن المحیط نقصان قیمت کی مثال مثلا خالص لونڈی کی قیمت تین سو درم ہے اور ام ولد کی در صورت جواز بیع دو سو قیمت ہے شاہدوں پر سو درم کا ضمان لازم ہوگا فان مات المولیٰ عنقت وضمننا ام ولد لورثۃ وتمام فی الیمنی اور اگر مولیٰ مر گیا تو ام ولد آزاد ہوگی اور شاہد وارثوں کا ضمان دیں اس کی باقی قیمت کا یعنی خالص لونڈی کی بقیہ قیمت کا اور پورا بیان اس کا یعنی میں سے و فی القصاص الدیۃ فی الیمنی فی مال الشاہدین وورثاہ اور قصاص میں دیت ہے شاہدین کے مال میں اور شاہدین مشہود علیہ کے وارث

ہوں گے مگر یعنی شاہدین گواہی دی کہ سلطان خالد نے محمود کو قتل کیا سو قاتل کی موت کا منہ اس کے قتل کا حکم دیا ہو سو خالد مقتول ہوا پھر شاہد گواہی سے پھر گئے تو شاہدوں پر مدیت لازم ہوگی بھر الرائق میں مروج سے منقول ہے کہ شاہدوں کے مال سے تین سال میں دیت لی جائے گی اور شاہدوں پر کفارہ نہیں اور میراث سے وہ محروم نہیں یعنی اگر شاہدین خالد مشہود علیہ کے بیٹے ہوں تو دونوں اس کے وارث ہوں گے کذا فی الطحاوی ولم یقتضا بعدم المباشرة اور شاہدین سے قصاص نہ لیا جائے گا بسبب عدم مباشرت کے یعنی شاہدوں نے اپنے سے اس کو قتل نہیں کیا جو قصاص ان پر آتا ولو شهدا بالعموم یعنی لان القصاص لیس بالاختیار اور اگر شاہدین نے قصاص معاف کر دینے کی گواہی دی تو ان پر ضمان نہ ہوگا اس واسطے کہ قصاص مال نہیں جو ان پر ضمان لازم ہوتا کذا فی الاختیار وضمن شہود الفرع بر جوہم لا ضافة التکف ایسم اور ضمان لازم ہوگا شہود فرج پر بسبب ان کے رجوع کے بسبب معاف ہونے تلف کے ان کی طرف م اس واسطے کہ مجلس قاضی میں شہادت فردی سے صادر ہوئی نہ اصول سے اور قاضی کا حکم انھیں کی شہادت پر مبنی ہوگا کذا فی الطحاوی لا شہود الاصل بقولہ بعد القضا لم نشہد الفرع علی شہادتنا او اشہدنا ہم وغلطنا نہ ضمان دیں شہود اصل اس قول سے بعد قضا کے کہ ہم نے شہود فرج کو اپنی شہادت پر مشاہد نہیں کیا یا اس قول سے کہ ہم نے ان کو شاہد کیا اور ہم نے غلط کام بعد قضا کے قید اس واسطے لگائی کہ اگر قبل قضا انکار اشہاد اصول کریں گے تو حکم نہ ہوگا اس واسطے کہ انھوں نے قبل شہادت کا انکار کیا اور حالانکہ وہ ضروری ہے کذا فی الدرر وکذا قولوا رجنا عنہا لعدم اطلاق ولا الفروع لعدم رجوع اور اسی طرح اگر اصول کہیں کہ ہم نے شہادت سے رجوع کیا تو ان پر ضمان نہ ہوگا بسبب عدم اطلاق کے اصول کی جانب سے اور نہ فرج پر ضمان ہوگا بسبب عدم رجوع فرج ولا اعتبار بقول الفرع بعد الحكم کذب الاصول او غلطوا فلا ضمان او باعتبار نہیں فرج کے اس قول کا بعد حکم کے کہ اصول جھوٹ بولے یا انھوں نے غلط کہا تو فرج پر ضمان نہیں اس واسطے کہ جو حکم قاضی کا ہوگا وہ نہیں ٹوٹتا ان کے قول سے اور فردی اپنی گواہی سے بھی نہیں پھرے بلکہ انھوں نے غیر پر رجوع کی گواہی دی کذا فی الطحاوی ولو جرح الكل ضمن الفرع فقط اور اگر اصول اور فردی سب گواہی سے پھرے تو فقط فرج ضمان دیں گے مگر یہ قول ہے شیخین کا اس واسطے کہ سبب اطلاق وہ شہادت ہے جو مجلس قضا میں قائم ہوئی سو وہ فردی سے پائی گئی اور محمد کے نزدیک مشہود علیہ مناسب ہے چاہے اصول سے ضمان لے چاہے فردی سے اس واسطے کہ قضا فردی کی شہادت سے واقع ہوئی اس واسطے کہ قاضی نے انھیں کی شہادت معاند کی اور اصول کی شہادت سے واقع ہوئی اس واسطے کہ فردی نائب ہیں اصول کے نقل شہادت میں ان کے امر سے کذا فی الدرر وضمن المزکون ولو الیة للرجوع عن التکیة مع علمہم بکونہم عبیداً خلافا لہما اور ضمان مزکی یعنی شہود کی عدالت ظاہر کرنے والے اگر پر ضمان دیا گیا ہو بسبب پھر جانے کے تعدیل سے باوجود ان کی دانست کے کہ شہود غلام میں بخلات صاحبین کے مگر امام کی یہ دلیل ہے کہ حکم مضان ہے شاہد کی طرف اور شہادت جرح نہیں ہوتی مگر عدالت سے اور عدالت ثابت ہوتی ہے تزکیہ سے تو تزکیہ حکم کی علت کا علت ہوا اور صاحبین کی یہ دلیل ہے کہ مزکیوں نے تو خوبی شہود کی بیان کی پھر اس سے پھر گئے یعنی اس سے ضمان لازم نہیں آتا کذا فی الدرر ضمان دیت کی یہ صحت ہے کہ مزکیوں نے شہود زنا کا تزکیہ کیا سو زانی سنگ سار ہوا پھر ثابت ہوا کہ شہود غلام یا مبوس ہیں اور مزکیوں نے تزکیہ سے رجوع کیا تو ضمان مزکیوں پر ہوگا اور اگر تزکیہ سے رجوع کریں اور یہ زعم کریں کہ وہ آزاد ہیں تو ان پر ضمان نہیں اور شہود کذا فی الطحاوی امام مع الخطاء فلا اجابا بحر اور خطا کے ساتھ تو مزکیوں پر ضمان نہیں باتفاق امام اور صاحبین کے مگر خطا کی یہ صحت ہے کہ مزکی کے کہ میں نے خطا کی تزکیہ شہود میں کذا فی الطحاوی وضمن شہود لتعلیق قیمة القن ونصف المہر قبل الدخول اور ضمان دیں شہود لتعلیق کی

قیمت غلام اور نصف مہر کی قبل دخول زوج م صورت اس کی یہ ہے کہ شاہدین نے گواہی دی کہ مولیٰ نے اپنے غلام سے کہا کہ اگر تو گھر میں داخل ہوگا تو آنا ہے یا زوج نے اپنی زوجہ سے کہا کہ اگر تو گھر میں داخل ہوگی تو مطلقہ ہے اور حالانکہ عورت سے قربت نہیں ہوتی پھر اور دو شاہدوں نے وجود شرط یعنی دخول دار کی گواہی دی پھر فریقین نے بعد حکم قاضی شہادت سے رجوع کیا تو ضمان شہود میں پر ہوگا نہ شہود شرط پر کیونکہ شہود میں شہود علت حکم ہیں اس واسطے کہ تلف حاصل نہیں ہوا مگر اعتاق اور تطلیق سے اوکھین کے مشاہدوں نے یہ کلمہ ثابت کیا اور تعلیق بالشرط مانع تھی تو شرط پائی جانے کے نزدیک تلف مضاف ہوا اپنی علت کی طرف بسبب زائل ہونے مانع کے کذافی الدرر اور بعد دخول اگر رجوع ہوگا تو شہود تعلیق پر ضمان لازم ہوگا بسبب استیفاء منافع نکاح کذافی الطحاوی لا شہود الا احصان لانه شرط بخلاف التزکیۃ لانہا علت نہ ضمان لازم ہوگا شہود احصان کو اس واسطے کہ احصان شرط ہے بخلاف تزکیہ کہ وہ علت ہے م صورت اس کی یہ ہے کہ چار گواہوں نے زنا کی گواہی دی اور دو گواہوں نے کہا کہ زانی محسن ہے پھر سب گواہ شہادت سے پھر گئے تو ضمان شہود زنا پر ہوگا کیونکہ زنا علت ہے اور شہود احصان پر ضمان نہ ہوگا کیونکہ احصان علامت ہے بشرط حقیقی نہیں بہتر یہ تھا کہ مشارح کتبا کہ تزکیہ علت العلة ہے کیونکہ علت تو شہادت سے کذافی الطحاوی والشرط اور نہ ضمان لازم ہوگا شہود شرط پر یعنی وجود شرط کے شہود پر چنانچہ اس کا بیان شہود تعیین میں ہو چکا ولو وجد ہم علی امر صحیح یعنی اگر یہ فقط شہود شرط کی شہادت سے پھر جائیں بالرجوع شہود تعلیق تو بھی بقول صحیح ان پر ضمان نہیں کذافی یعنی ہم شمس الامم نے کہا کہ مذہب صحیح یہ ہے کہ شہود شرط کسی حال میں ضمان نہ دیں چنانچہ زیادات میں مخصوص ہے کذافی فتح القدر قال ومن شاہد الا یقاع لا التفویض لاد علیہ والتفویض سبب عینی نے کہا اور ضمان دے شاہد الا یقاع کا نہ تفویض کا اس واسطے کہ ایقاع علت ہے اور تفویض سبب ہم بجز الاق میں ہے شاہدین نے گواہی دی کہ زوج نے اپنی عورت سے کہا کہ تو طلاق دی گئی اپنی ذات کو اور دو اور گواہوں نے کہا کہ عورت نے اپنی ذات کو طلاق دی اور یہ ماجرا قبل دخول تھا پھر سب شاہد گواہی سے پھر گئے تو ضمان شہود طلاق پر ہوگا انتہی اب بشرط اور علت اور سبب اور علامت میں فرق دریافت کرنا چاہیے اہل اصول کے نزدیک شرط وہ ہے جو وجود کی موقوف علیہ ہو اور حکم نہ مؤثر ہونے اس کی طرف منقض ہو اور علت وہ ہے جو حکم میں مؤثر ہو اور سبب وہ ہے جو حکم کی طرف منقض ہو بلاتاخیر اور علامت وہ ہے جو حکم پر دلالت کرے اور وجود کی موقوف علیہ نہ ہو کذافی الطحاوی واذا علم واستغفر اللہ لکم



## کتاب الوکالة

یہ کتاب ہے وکالت کے احکام میں م وکالت نفع و کسرو اولغت میں اسم ہے توکیل سے اور توکیل یہ کہ تو اپنا کام وکیل کو سپرد کرے اس پر اہم ذکر کے اپنی اسائنش یا عاجزی کی جہت سے اور وکیل و شخص ہے جو قائم ہا مرفوع یعنی ایہ ہو تو وہ نفعیل ہے سبب منقول یعنی جس نے طرف امر موقوف ہو کذا فی نفع القدریر سہم الرائق میں ہے کہ وکیل یعنی فاعل بھی ہوتا ہے جب کہ سبب حافظہ جو چنانچہ اس آیت میں رسبنا اللہ و نعم الوکیل لفظ اللہ کے لکھا ہے یہ صحیح ہے کہ آیت میں وکیل یعنی موقوف ایہ ہونا سببہ ان کلام من المشاہدہ والوکیل سارع فی تکمیل مراد غیرہ مناسبت کتاب الوکالة کی کتاب المشاہدہ سے ہے کہ شاہد اور وکیل ہر ایک کو شش کرنے والا ہے اپنے غیر کی تکمیل مراد میں یعنی شاہد مدعی کی مراد اور وکیل موکل کی مراد میں سامع ہے التوکیل صحیح بالکتاب السنۃ قال اللہ تعالیٰ دعا بشوا اللہ کہ ہر قائم غیر کو اپنا وکیل کرنا صحیح ہے قرآن اور حدیث سے حق تعالیٰ نے فرمایا اہم کتاب کی حکایت میں ہے جو ایک شخص کو اپنے درجہ کے لئے کرم و جہد استدلال سے کہ یہ بھیجا بطریق توکیل تھا اور شرالع سابقہ جماعہ واسطے محبت میں جب کہ الشاؤراں کا رسول بیان کرے جلا انکارا و اس کا نسخہ ظاہر ہو کذا فی نسخ و وکل علیہ الصلوٰۃ والسلام حکیم بن حزام بشراد الاہویۃ اور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکیم بن حزام کو وکیل کی قرانی خرید میں م ووداؤد نے اس سند سے روایت کی جس میں ایک راؤد کہہ مہول ہے کہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکیم بن حزام کو ایک دینار سے کر بھیجا کہ آپ کے واسطے قرانی خرید کرے حکیم نے بعض ایک دینار کے قرانی خرید کی اور اس کو بعض دو دیناروں کے بیجا پھر ایک دینار سے روہری قرانی خرید کی اور ایک دینار اور قرانی رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس لائے نور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دینار کو تصدق کیا اور ان کی تجارت کے واسطے رکت کی دعا کی اور ہانڈاس کے ترقی میں سے بالجملہ توکیل نبوی اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کذا فی نفع القدریر و علیہ لاجماعہ اور اس کی سمیت پر اجماع اور اتفاق ہے و ہونام و عام کانت وکیل فی کل شیء عمرا کل حتی الطلاق قال الشہید و یغنی و خصمہ ابو اہلبت بجز طلاق و عتاق و وقف و عمدہ فی الاشباہ و خصمہ قاضی خاں بالمعاوضات غلام علی العتق و التبرعات و ہوا لہ مذہب کمالی تنویر البصائر و زہا ہر الجواہر و سبب ان بیعتہ و اعتمہ فی اللفظ فقال اما الہبات و العتاق فلا یكون وکیل عندانی حنیفہ بن حنیفہ قال لہذا وکیل خاص ہے اور عام ہے چنانچہ منکر کا یہ قول کہ تو میرا وکیل ہے ہر چیز میں یہ توکیل عام ہے اور شامل ہے سبب تصریحات کو بیان تک کہ طلاق کو بھی شہید نے کہا اور اس کی موم کا فتویٰ ہے اور فقہ ابو اہلبت نے اس کو بجز طلاق و عتاق اور وقف کے مخصوص کیا ہے اور اسی پر استدکایا ہے اہلہ میں اور قول مذکور کو قاضی خاں نے معاوضات کے ساتھ مخصوص کیا ہے تو عتق اور تبرعات میں وکیل تصریح نہ کر کے گلاہر میں مذہب تھا ہے چنانچہ تنویر البصائر اور زہا ہر الجواہر میں ہے اہلہ کے آوے گا کہ اسی قول پر فتویٰ ہے اور اسی پر مقلد میں اہم ذکر کیا ہے سو کہا کہ بہات اور عتاق میں تو وہ شخص وکیل نہ ہو گا ابو حنیفہ کے نزدیک بخلان حکم عام توکیل عام کی یہ بھی مثال ہے کہ جو کچھ تو کوک اور تبرع امر موقوف ہے ہر چیز میں اور توکیل خاص کی مثال یہ ہے کہ تو میرا وکیل ہے اس گھر کی خرید میں مثلاً کذا فی المطاوی و فی بشریۃ لیلہ و لم یکن لیلہ صناعہ معروفہ بالوکالہ بالظنہ اور بشریۃ لیلہ میں ہے کہ اگر موکل کا کوئی پیشہ مشورہ ہو تو وکالت باطل ہے م یہ قول بلا میں نے تجھ کو وکیل کیا ہے جمع احمد میں اور قائم کیا تجھ کو بجائے اپنی ذات کے توکیل عام نہیں ہے تو اگر موکل کا کوئی پیشہ معینہ ہو چنانچہ تجارت مثلاً تو وہ تجارت کوکیل ہو گا اور اگر اس کا پیشہ غیر معینہ ہے تو وکالت باطل ہے کذا فی نفع القدریر و ہوا قاتلہ الغیر مقام نفسہ زہا ہر الجواہر فی تصریح ہاؤ

معلوم اور اصطلاح شرع میں توکیل قائم کرنا ہے غیر شخص کو اپنی ذات کے مقام پر اسٹائش یا عاجزی کی جہت سے اس تصرف میں جو جائز اور معلوم ہے ممانہ کی قید سے یہ خارج ہو گیا کہ صغیر غیر شخص کو اپنی زوجہ کی طلاق یا اپنے غلام کے عتق یا اپنے مال کے ہبہ کرنے میں وکیل کرے اور معلوم کی قید سے تصرف مجہول کی توکیل خارج ہو گئی اگر کوئی شخص کہے کہ توکیل عام جائز ہے اس میں تصرف معلوم نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ توکیل عام فی الجملہ معلوم ہے تو اگر اسے اسلوباً نہ چنانچہ وہ شخص جس کے معاملات بکثرت ہیں تو توکیل باطل ہے کذا فی الطحاوی فلو جعل ثبت الادنی وهو المحفظ تو اگر تصرف مجہول ہو تو ادنی ثابت ہو گا اور وہ نگہبانی ہے م تصرف مجہول چنانچہ موکل نے وکیل سے کہا کہ میں نے تجھ کو وکیل کیا اپنے مال کا کذا فی المنع فتح القدر میں ہے کہ اگر تصرف معلوم نہ ہو تو ادنی تصرفات وکیل ثابت ہو گا وہ فقط حفظ ہے امام مجہوبی نے کہا کہ جب غیر سے کہا کہ تو میرا وکیل ہے ہر شے میں تو فقط حفظ کا وکیل ہو گا اتنی حد میں ہے کہ قول مذکور میں فقط حفظ اس واسطے مراد ہوا کہ لغت میں وکالت بمعنی حفظ کے ہے ممن یمیکہ اے التصرف نظر الی اصل التصرف وان امتنع فی بعض الاشياء بعراض النہی ابن کمال توکیل غیر کو قائم کرنا ہے اپنے مقام پر اس شخص کی جانب سے جو تصرف کا مالک ہے بنظر اصل تصرف کے اگرچہ تصرف موکل کو متمنع ہو بعض اشیاء میں بسبب عارضہ نہی شارع کے کذا ذکرہ ابن کمال م اصل تصرف کی ملک سے مراد یہ ہے کہ متصرف کا کوئی شخص مانع اور معارض نہ ہو تصرف میں قطع نظر حکم شرعی کے تو اس میں داخل ہو گیا وکیل کرنا مسلم کا ذمی کو خراج و خنصریہ کی بیع میں اور محرم کا غیر محرم کو شکار کی بیع میں اور یہ قول یعنی ہے اس پر کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے ملک تصرف موکل اس واسطے شرط ہوئی کہ وکیل تو ولایت تصرف کی موکل سے حاصل کرتا ہے کذا فی الطحاوی ملخصاً فلا یصح توکیل مجنون و صبی لا یعقل مطلقاً و صبی یعقل تصرف ضار نحو طلاق و عتاق و ہبہ و صدقہ تو صحیح نہیں وکیل کرنا مجنون اور صغیر عاقل کا مطلقاً خواہ تصرف ضار ہو یا نافع یا نفع اور ضرر دونوں کا متحمل ہو اور صحیح نہیں وکیل کرنا غیر عاقل کا تصرف ضار میں چنانچہ طلاق اور عتاق اور ہبہ اور صدقہ میں م توکیل مجنون اور صغیر اس واسطے صحیح نہیں کہ وہ تصرف کے مالک نہیں اور معلوم ہو چکا کہ توکیل میں موکل کا متصرف ہونا شرط ہے و صحیح بما نیفہ بلا اذن ولیہ کقبول ہبہ اور صحیح ہے غیر عاقل کا وکیل کرنا بدوں اذن اس کے ولی کے اس تصرف میں جو صغیر کو نافع ہے چنانچہ ہبہ قبول کرنا و صحیح ہا ترو دین ضرر و نفع کبیع و اجارۃ ان ماذونہ والا توقف علی اجازۃ ولیہ کما لو باشرہ بنفسہ اور صحیح ہے صغیر عاقل کا وکیل کرنا اس تصرف میں جو ضرر اور نفع کا متحمل ہے چنانچہ بیع اور اجارہ بشرطیکہ صغیر مذکور ماذون ہو تصرف مسطور میں اور اگر اس کو اس کے ولی نے اذن نہ دیا ہو تصرف کا تو وکالت موقوف رہے گی اس کے ولی کی اجازت پر چنانچہ اگر صغیر عاقل بذات خود بیع یا اجارہ کا مباشر ہو بلا اذن تو وہ تصرف بھی ولی کی اجازت پر موقوف رہے گا و لا یصح توکیل عبد مجبور اور صحیح نہیں وکیل کرنا غلام ممنوع التصرف کا و صحیح لو ماذونہ او مکاتباً اور صحیح ہے وکیل کرنا غلام ماذون یا مکاتب کا و توقف توکیل مرتد فان اسلم نفذ وان مات او لحق اوقتل لا خلافا لہما اور موقوف رہے گا وکیل کرنا مرتد کا سوا کہ وہ مسلمان ہو گیا تو توکیل نافذ ہے اور اگر حالت ارتداد میں مرگیا منعاذ اللہ یا دار الحرب میں جا ملا یا مقتول ہوا تو توکیل نافذ نہیں بخلاف صاحبین کے و صحیح توکیل مسلم ذمیہ بیع خمر اور خنصریہ و شرابہا کما فی البیع الفاسد و محرم حلالاً بیع صید وان امتنع عنہ الموکل لعارض النہی کما قدمنا فتنہ اور صحیح ہے وکیل کرنا مسلم کا ذمی کو شراب اور سور کے بیچنے اور ان کے خرید کرنے میں چنانچہ مذکور ہو چکا بیع فاسد میں اور صحیح ہے وکیل کرنا محرم کا غیر محرم کو شکار کے بیع میں اگرچہ فعل مذکور سے موکل متمنع ہے بسبب عارضہ نہی شارع کے چنانچہ ہم نے مقدم ذکر کر دیا توکیل کی تعریف میں سوا گاہ ہو جائے ذکر شرط الوکیل فقال اذا کان الوکیل یعقل العقد پھر مصنف نے موکل کی شرط کو ذکر کیا سو یوں کہا کہ جب وکیل عقد کو سمجھتا ہو جتنا ہوم یعنی وکیل میں اتنی عقل شرط ہے کہ جانتا ہو خرید کرنا یا بیع اور سائب ثمن اور سائب بیع ہے اور غنیم فاش کو غنیمت سے تفرق کرتا ہو اور ظاہر صغیر عاقل میں بھی عقل کی یہی تفسیر ہے کذا فی الطحاوی ولو صبیا او عبداً مجبوراً اگرچہ وکیل صغیر غیر ماذون یا غلام غیر ماذون ہوم مجبور صبی اور بد دونوں کی صفت ہے تو معلوم ہوا کہ وکیل میں عقل شرط ہے بلوغ اور حریت شرط نہیں لایخفی ان الکلام الان فی صوۃ الوکالت انی ہر بیع الوکیل فلما لم یعقل ولیقصدہ تبعا للکثریۃ بات پوشیدہ نہیں کہ اب اسباب میں صحت وکالت میں گفتگو ہے نہ بیع وکیل کی صحت میں تو اسی واسطے مصنف نے

یہاں یوں نہ کہہ کر وکیل عقد کا قصد کہے باتحاص صاحب کتوز مد مذکورم ہا یا اور وقایہ اور رد و غیرہ میں وکیل کی شرط میں یوں مذکور ہے کہ یعتقل العقد بقصد  
یعنی وکیل میں شرط ہے کہ عقد کا مقصد کہے اور اس کا ارادہ کہے قصد کی قیاس واسطے لگائی کہ اگر وکیل بطریق ہزل یا اکراہ کے بیٹے کہے گا تو موکل کی طرف سے  
واقع نہ ہوگی شایع نے کہا کہ صورت عدم قصد اگر بیع صحیح نہیں لیکن یہاں گفتگو صحت وکالت میں ہے نہ صحت بیع میں تو اس لفظ کے زیادہ کرنے  
کی کچھ حاجت نہیں تم ذکرنا بطل الموکل فیہ فقال بطل ما یا بشرہ الموکل بنفسہ پھر مصنف نے قاصد موکل کا توکیل میں ذکر کیا یعنی صحیح ہے وکیل کرنا  
ہر ایک اس چیز میں جس کو موکل بذات خود کرتا ہے لہذا ذات کے واسطے م بنفسہ کی قیاس واسطے لگائی تا وکیل سے احتراز ہو جائے اس واسطے کہ  
وکیل کو جائز نہیں دوسرے کو وکیل کرنا اس کام میں جس میں وہ وکیل مقرر ہوا کیونکہ وکیل غیر کے واسطے تصرف کرتا ہے نہ اپنے واسطے اگر کوئی کہے کہ وکیل  
کا صحیح نہیں اس واسطے کہ موکل استقران کا مباشر ہو تاکہ بذات خود اپنے واسطے اہا استقران کے توکیل کا مالک نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ در صورت  
اضاف الی الموکل توکیل صحیح ہے اس واسطے کہ خانہ میں مصرع ہے کہ اگر استقران کا وکیل ہوا تو اگر وکیل نے استقران لای موکل کی طرف مضاف اور  
منسوب کیا تو استقران موکل کے واسطے ہو گا اور نہیں تو وکیل کے واسطے کذالی الطحاوی فشمیل المنصوۃ تو وکیل شامل ہوئی خصوصت کو م مصنف  
کا یہ قول بطل ما یا بشرہ بہتر ہے کتوز وغیرہ کے اس قول سے بطل ما یقصدہ اس واسطے کہ مصنف کا قول عقد اور غیر عقد یعنی خصوصت وغیرہ کو شامل ہے  
خصوصت لغت میں یعنی بدل ہے اور شرع میں ہاں یا نہیں کا جواب ہے یعنی مدعی نے کوئی دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے اس کے جواب میں اقبال کیا یا انکار  
یقینت شرعی ہے خصوصت کی اور جو تہرہ میں ہے کہ خصوصت عبارت ہے دعویٰ صحیح اور جواب مرجح سے کذالی الطحاوی فلذا قال فصح بخصوۃ  
فی حقوق العباد برضی المخصم تو اس واسطے مصنف نے کہا صحیح ہے وکیل کرنا اس خصوصت میں جو حقوق العباد میں ہے مخاصم کی رضامندی سے و جو  
بلا رضاء و بقرات السنۃ اور صاحبین نے توکیل کو بدول رضامندی مخاصم کے تجویز کیا ہے اور یہی قول ہے آئمہ ثلاثہ کام امام اور صاحبین کا خلاف  
لزام توکیل میں ہے نہ بلا رضاء یعنی امام کے نزدیک اگرچہ بدول رضائے مخاصم جائز ہے لیکن بدول اس کے راضی ہونے کے لازم نہیں بخلاف ما بین  
مذہب صاحبین کی یہ دلیل ہے کہ خصوصت میں وکیل کرنا اپنے خالص حق میں تصرف کن تو موقوف نہ ہوگا غیر کی رضامندی پر اور امام کی دلیل یہ ہے کہ جواب  
مستحق ہے مخاصم پر اور لوگوں کی عادت پر خصوصت میں متفاوت ہوتی ہے تو اگر لزام توکیل کے ہم قائل ہوئے تو مخاصم کا نہ ہو گا لہذا اس کی رضا پر موقوف ہے  
کذالی الطحاوی و علیہ فتویٰ دانی الیث وغیرہ واختارہ المتالی و مکہ فی المناہیۃ والمنتار للفتویٰ لقولین للحاکم و رد اور صاحبین کے قول پر فقیہ ابو الیث کا  
فتویٰ ہے اور پسند کیا ہے اس کو عثمانی نے اور صحیح کیا ہے اس کو نہایت میں اور فتویٰ کے واسطے یہ ہے کہ اس کو مخاصم کی رائے پر منوم کرنا چاہیے کذالی  
المدرم و در میں ہے کہ اگر قاضی کو لعنت اور سرکشی مخاصم کی عدم قبول وکالت میں معلوم ہو تو مخاصم کو دخل نہ دے اور وکیل کو قبول کرے اور اگر معلوم ہو  
کہ موکل کو وکیل کرنے سے ضرر سانی مخاصم کی مراد ہے تو وکیل قبول نہ کرے بدول رضائے مخاصم اور منتار شرعی کا ہے چنانچہ کافی میں ہے انتہی الطحاوی  
نے بزاز سے نقل کیا کہ تھو فیض الی الحاکم بظن سابق تھا جب کہ قاضی اہل دین اور صلاح تھے اور اس زمانہ کے قاضیوں کے اختیار دینے میں توفیاء ہے  
انتھی ولله تعالیٰ اعلم الا ان یون الموکل مر لیثا لایکنہ حضور مجلس الحکم بقدمیہ ابن کمال توکیل بدول رضائے مخاصم لازم نہیں مگر یہ کہ موکل ایسا بیمار ہو  
کہ اس کو حاضر ہونا مجلس حکم میں اپنے قدموں سے نہیں ہو تو اب توکیل لازم ہوگی بدول رضامندی مخاصم کے مخاصم خواہ موکل مدعی ہو یا مدعا علیہ او غائب  
مدعا سفر یا موکل غائب بقدمت سفر ہو یعنی اگر تمی منزل غائب ہو تو توکیل بلا رضائے مخاصم لازم ہے مخاصم انتظار نہ  
ذکرے و لہذا محیط کہے کہ اگر موکل مدعی یا مسافر ہو تو توکیل دونوں سے لازم نہیں بدول رضائے مخاصم بلکہ مدعی سے کہنا چاہیے کہ اگر تو اپنے مخاصم کا جواب  
چاہتا ہے تو میرا ارتقاغ غدا ہوا اگر میری نہیں کرتا تو توکیل سے عاصمی ہو پھر جب کہ وہ راضی ہو جائے تو توکیل لازم ہوگی ظاہر الروایہ میں انتھی مدع سفر

کی قید اس واسطے لگائی کہ جو مدت سفر سے کمتر غیب ہو تو بمنزلہ حضور کے ہے کذا فی الطحاوی او سریدالہ و یکنی قولہ انا ابید السفر ابن کمال یا موکل سفر کا ارادہ رکھتا ہو تب توکیل لازم ہے اور کفایت کرتا ہے موکل کا اتنا کہنا کہ میں سفر کا ارادہ رکھتا ہوں کذا ذکرہ ابن کمال م یہ اس صورت پر محمول ہے جب کہ مخاصم موکل کے قول کی تصدیق کرے مثلاً بحر الرائق میں ہے کہ ارادہ سفر امر باطنی ہے تو اس پر دلیل چاہیے اور وہ یا خصم کی تصدیق ہے یا قرینہ ظاہرہ سفر کا اور یہ قول اس کا مقبول نہیں کہ میں سفر کا ارادہ رکھتا ہوں لیکن قاضی اس کے حال کو ملاحظہ کرے اور اس کے میلان میں اس واسطے کہ مسافر کا سامان مخفی نہیں رہتا کذا فی الطحاوی او مخدرة لم تخی لوط الرجال کما مر یا عورت پر وہ نشین ہو جو مردوں سے مخالفت نہیں رکھتی ہے چنانچہ باب الشهادة میں مذکور ہو چکا کہ مخدرة کی شہادت پر شہادت مسوع ہے م پر وہ نشینی عذر ہے متاخرین کے نزدیک بدلیل استحسان اس واسطے کہ اگر پر وہ نشین کچھری میں حاضر بھی ہو تو اپنے حق کی گفتگو نہ کر سکے گی جیسا کہ سبب سے تو اس کو توکیل لازم ہے اگرچہ مخاصم راضی نہ ہو کذا فی الطحاوی او مائنا او لفساء و الحاکم بالمسجد اذا لم یرض الخصم باتناخیر بحر یا حیض یا نفاس والی عورت ہو اور حاکم مسجد میں ہو تو توکیل لازم ہے جب کہ مخاصم تاخیر جو اسے راضی نہ ہو کذا فی البحر م اگر تاخیر سے راضی ہو تو حیض اور نفاس عذر نہ ہو گا لزوم توکیل میں کذا فی البحر ایضاً و محسوساً من غیر حاکم ہذہ الخصومة فلو نہ فلیس بعذر بزائزہ بخنا یا موکل مجبوس ہو اس حاکم کی جانب سے جس کے پاس یہ مقدمہ رجوع نہیں تو اگر مجلس اس حاکم کی طرف سے ہو جس کے پاس یہ مقدمہ رجوع ہے تو مجلس عذر نہیں کذا فی الزائزہ بخنام اس واسطے عذر نہیں کہ مجبوس اس حاکم کے اختیار میں ہے اس کو مجلس سے نکالے اور دعوی کا جواب لے بھر مجبوس کرے اور اگر مجبوس مدعی ہو تو دعوی کرے اگر تاخیر دعوی سے راضی نہ ہو پھر اس کو قید کرے کذا فی البحر اولاً بحسن الدعوی خانیتہ یا موکل دعوی ثوبت کر سکتا ہو تب توکیل لازم ہے کذا فی الخانیہ یعنی اگر قاضی معلوم کرے کہ موکل عاجز ہے بیان خصومت سے بذات خود تو وکالت اس کی قبول کرے اگرچہ خصم راضی نہ ہو لایکون من الاعذار ان کان الموکل شریفاً مخاصم من دونہ بل الشریف وغیرہ سوا بحر لزوم توکیل میں عذر نہیں اگر موکل مرد شریف مخاصم ہو کہ شخص سے بلکہ شریف اور غیر شریف برابر ہے کذا فی البحر ولہ الرجوع عن الرضی قبل سماع الحاکم الدعوی لابعده قنیدہ اور مخاصم کو جائز ہے پلٹ جانا وکالت کی رضامندی سے حاکم کے دعوی سننے سے پہلے اور پلٹ جانا جائز نہیں سماعت دعوی کے بعد کذا فی القنیدہ رجوع جائز ہے اگرچہ بعد مدت کے ہو اور قنیدہ میں ایک دن کی قید اتفاق ہے کذا فی البحر ولو اختلفا فی کونہا مخدرة ان من بغات الاشراف فالقول لهما مطلقاً و لو شیا فی رسل ابینہ لیمضی مع شایبین بحر واقره المصنف اور اگر متخاصمین اختلاف کریں عورت کے پر وہ نشین ہونے میں تو اگر عورت مدعا علیہا اشراف کی بیٹیوں میں سے ہو تو عورت ہی کا قول معتبر ہے ہر طرح اگرچہ باکرہ نہ ہو قنیدہ ہو تو قاضی اپنا امین شایبوں کے ساتھ اس کے پاس بھیجے تاکہ اس سے قسم لے کذا فی البحر اور ثابت رکھا ہے اس کو مصنف نے اپنی شرح میں م امین کے ساتھ دو شایبوں کے واسطے جاوین تاکہ امین کو اطلاع کریں کہ ہاں یہ وہی عورت ہے دوسری عورت نہیں طحاوی نے کہا دو اور شایبہ گواہی دیں اس کے حلف یا نکل ہر وان من اوساط فالقول لهما لو کبکرا وان ہی من الاسافل فی الوجہین عملاً بانظاہر بزائزہ اور اگر عورت متوسط لوگوں کی بیٹیوں سے ہے تو عورت کا قول معتبر ہے اگر وہ باکرہ ہے اور اگر عورت کینوں اور ارذال میں سے ہے تو اس کا قول پر وہ نشینی میں معتبر نہیں دونوں صورتوں میں خواہ باکرہ ہو خواہ یتیمہ ظاہر پر عمل کرنے سے کذا فی الزائزہ ہم عمل بظاہر مسائل ثلثہ کی علت ہے یعنی ظاہر سال یہ ہے کہ اشراف کی بیٹیاں مطلقاً پر وہ نشین ہوتی ہیں اور اوساط کی بیٹیاں در صورت بکارت البتہ پر وہ نشین ہوتی ہیں اور کینوں میں مطلقاً پر وہ نہیں طحاوی نے کہا ظاہر اشراف سے عرفی اشراف مراد ہیں تو غنیائے دنیاوی اس میں داخل ہیں کہ ان کی بیٹیاں نہیں نکلتی ہیں اگرچہ علماء اور سادات کی بنات سے نہ ہوں و صح بالیقاتہا و کذا ہا ستیفانہا الانی حد و قود بغیبتہ موکل من المجلس ملتی اور صحیح ہے وکیل کرنا حقوق کے دینے میں اور اسی طرح حقوق کے لینے میں مگر حد اور قصاص کے دینے لینے میں وکالت صحیح نہیں در صورت غائب ہونے موکل کے مجلس ایفا اور استیفا سے کذا فی الملتقم ایفا سے مراد یہاں دنیا ان حقوق کا ہے جو موکل پر واجب الادا ہیں اور استیفا



کے تعلق میں لینا حقوق موکل کا مراد ہے اور صادر قصاص میں ایسا کی نکات اس واسطے صحیح نہیں کہ صادر قصاص گنہگار پر جاری ہوتا ہے سو وہ موکل ہے نہ اس کا وکیل اور استیخانے صادر قصاص موکل کی نسبت میں اس واسطے صحیح نہیں کہ حدود مل جاتے ہیں شہادت سے اور شہدہ معاف کرنے کا موکل کی قیمت میں موجود ہے یعنی اگر شاہد موکل حاضر ہوتا تو معاف کر دیتا کذا فی المطاوی و حقوق عبد لابن اصفیہ ای ذلک للتعذر لئلا یؤکد البیع و اجارۃ و صلح من اقرار تعلق بہ مادام میا و لو فانی ابن ملک اور جس عقد کی نسبت وکیل کی طرف ضرور لگے چنانچہ بیع اجارہ اور صلح اقرار کی تو اس کے حقوق وکیل سے متعلق ہیں جب تک وہ زندہ ہے اگر یہ وہ فانی ہو کذا صرح ابن ملک م اضافت لئلا یؤکد من اسنادی الصیغہ مراد ہے چنانچہ وکیل ہوں کننا کہ میں نے اس گھر کو بیجا یا موکل کا فلاں گھر میں نے بیجا یا اجارہ دیا اور اگر موکل کی طرف نسبت کسے گا بطور پیام رسانی کے کہ یہ گھر موکل سے بیجا تو وکیل ذریعے لافضولی ہو جائے گا محیط میں ہے کہ اگر وکیل مر گیا نام فصل نے کیا تو عقد کے حقوق اس کے وکیل کی طرف منتقل ہوں گے نہ موکل کی طرف اور اگر وہی نہ ہو تو حاکم وہی قائم کسے اور صحیح قول مقتول ہے اور بعضوں نے کہا کہ بطلان وکیل قبض کی ولایت موکل کی طرف منتقل ہو گی تو فتویٰ کے نزدیک احتیاط کرنا چاہیے اتنی کذا فی المطاوی و ابن لہٰکین مجہولاً بشکل وکیل مجہولاً یعنی ممنوع التصرف نہ ہو م۔ احتراز ہے منیر محمد اور غلام مجاہد سے اس واسطے کہ ان کی نکات جائز ہے لیکن دونوں کے حقوق عقد موکل کی طرف راجع ہوں گے کذا فی الدرر کتسلیم بیع و قبضہ و قبضہ من و رجوع بہ عند استحقاق و خصوصتہ فی عیب بلا فصل بین حضور موکل و غیرتہ لانه العاقد حقیقہ و حکما حقوق عقد کے بیسے کا تسلیم کرنا اور بیع کا قبضہ کن اور ثمن کا قبضہ کن اور ثمن کا پھیر لینا یا پھیر دینا استحقاق بیع کے وقت اور خصوصت کرنا عیب بیع میں بدوں فرق کے درمیان حاضر ہونے اپنے موکل کے اور اس کے نائب ہونے کے یعنی خواہ موکل حاضر ہو یا نائب لیکن حقوق فقط وکیل ہی سے متعلق ہیں اس واسطے کہ وکیل ہی تو ماقده ہے حقیقہ و حکما م عقد قائم ہوتا ہے کلام سے اور کلام صادر ہوتا ہے وکیل سے تو وہی حقیقت میں ماقده مٹا اور انکام عقد کے وکیل ہی کی طرف راجع ہوتے ہیں تو وہی حکما ماقده ہو لکن فی الجورہ لہٰذا العاقد علی اخذ الثمن لئلا یؤکد فی اصح الاقوال لیکن جو ہو میں ہے کہ اگر موکل اور وکیل دونوں حاضر ہوں تو عمدہ حقوق عقد کا ثمن لینے والے پر ہے نہ عاقد پر اصح الاقوال میں لوانف الاعتدال لئلا یؤکد تعلق الحق بالموکل اتفاقاً ابن ملک علی حفظ فقولہ لا بد لہ ما فیہ ولذا قال ابن الکمال یکتفہ بالاضافۃ الی نفسہ فافہم اور اگر وکیل نے عقد کی نسبت موکل کی طرف کی تو حقوق عقد کے موکل سے متعلق ہوں گے بالاتفاق کذا صرح ابن ملک سو اس کو یاد رکھنا چاہیے تو مصنف کے اس قول میں نسبت عقد کی وکیل کی طرف ضرور لگے ہے اور اس واسطے ابن کمال نے کہا کہ وکیل کفایت کسے (یعنی ذات کی نسبت پر یعنی اس وقت حقوق عقد متعلق ہو وکیل ہوں گے سو اس کو بوجہ م خلاصہ احترازی شایع یہ ہے کہ نکات میں نسبت کرنا عقد کا وکیل کی ذات کی طرف ضرور لگے نہیں چنانچہ ابن ملک کی تصریح سے معلوم ہوا تو مصنف کا لا بد کہنا ہے عمل ہے مطاوی نے کہا بزاز نے اور خلاصہ میں ابن ملک کے مخالف ہے یعنی خرید و بیع کا وکیل مالک عہد کے ہاں گیا سو خلاصہ کے مالک ہاں کہ یہ غلام میں نے موکل کے ہاتھ بیجا اور وکیل نے کہا کہ میں نے قبول کیا تو یہ بیع موکل کو لازم نہیں اس واسطے کہ وکیل نے لہر موکل کفایت کیا اس واسطے کہ اس کا ہر ہتھاکہ صدر اس کی طرف راجع نہ ہو سو راجع کر دیا اور بلا حاکم سفار نے کہا صحیح قول یہ ہے کہ وکیل وکیل اور لافضولی ہو گیا اور عقد معروف رہے گا موکل کی اجازت پر اتنی تو معلوم ہوا کہ وہ وکیل نہ ہو گا مگر جب کہ عقد کو اپنی ذات کی طرف نسبت کسے اور اگر موکل کی طرف نسبت کرے گا تو اس میں اختلاف ہے اور صلح انفار میں ہے کہ وکیل کی قیاس واسطے لکن کہ رسول کی طرف حقوق عقد راجع نہیں ہوتے اور رسول کی شرط یہ ہے کہ اپنے بیچنے والے کی طرف عقد کی نسبت کسے اتنی مانی المطاوی مختصراً تو معلوم ہوا کہ مصنف کا لا بد کہنا لا بد تھا و شرط الموکل عدم تعلق الحق بالموکل بہ اسے ہاں وکیل لفظ باطل جو ہرہ اور شرط انکام موکل کا وکیل سے خواہ باطل ہے کذا فی الجورہ والملک یشبہ الموکل ابتداءً فی اللہ اور وکیل کے عقد سے موکل کی ملک ثابت ہوتی ہے سرے سے قول راجع میں م، قول ابو طاہر کا ہے اور کئی کا یہ قول ہے کہ پہلے ملک وکیل کی ملک ہوتی ہے

پھر موکل کی طرف منتقل ہوتی ہے فلا یعتق قریب الوکیل بشرائہ ولا یفسد نکاح زوجتہ یہ تو آزاد نہ ہوگا قرابت واروکیل کا اس کے خرید کرنے سے اور فاسد ہوگا نکاح وکیل کی زوجہ کا وکیل کے خرید کرنے سے م یعنی اگر وکیل نے اپنے بھائی کو خرید کیا یا وکیل کی زوجہ کی نوٹڈی تھی اور اس نے زوجہ کو موکل کے واسطے خرید کیا تو بھائی آزاد ہوگا نہ زوجہ کا نکاح فاسد ہوگا اس واسطے کہ عتق قریب اور فساد نکاح ملک سے ثابت ہوتا ہے سو ملک یہاں ابتدا سے موکل کی ثابت ہے نہ وکیل کی یہ وہی بقول ابو طاہر ہے اور کجی کے قول پر بھی یہی حکم ہے اس واسطے کہ عتق اور فساد نکاح ملک ثابت اور مستقر سے ہوتا ہے نہ ملک منتقل سے اور اگر موکل غلام کو آزاد کرے قبل قبض تو اعماق نافذ ہے اس واسطے کہ اس نے اپنی ذاتی ملک کو آزاد کیا بجز الرائق میں کہا کہ ابو طاہر اور کجی کے قول کے خلاف کا کچھ ثمرہ نہیں اس واسطے کہ انکام مذکورہ میں دونوں کا اتفاق ہے و لکن ہما ثابان علی الموکل لو اشتری وکیلہ قریب موکلہ و زوجتہ لان الموجب للعتق والفساد الملك المستقر و لیکن دونوں یعنی عتق اور فساد نکاح موکل پر ثابت ہیں اگر موکل کے وکیل نے موکل قرابت وار اور اس کی زوجہ کو خرید کیا اس واسطے کہ عتق قریب اور فساد نکاح کا موجب ملک مستقر ہے م یہ تعلیل کجی کے قول کے مناسب ہے نہ ابو طاہر کے قول کے چنانچہ مشرح مذکور ہو چکا و فی کل عقد لا بد من اضافة الی موکلہ یعنی لا یتغنی عن الاضافة الی موکلہ حتی لو اضافة الی نفسه لم یصح ابن کمال اور جس عقد میں کہ نسبت کرنا اس کا وکیل کے موکل کی طرف ضروری ہے یعنی موکل کی طرف نسبت کرنے سے استغنا حاصل نہیں تو اگر وکیل اس عقد کو اپنی ذات کی طرف نسبت کرے گا تو صحیح نہ ہوگا کذا ذکرہ ابن کمال م عدم صحت عقد سے مراد یہ ہے کہ باعتبار روکالت صحیح نہیں نہ باعتبار اصالت یعنی اگر وکیل نکاح کو اپنی طرف نسبت کرے گا تو موکل کا نکاح صحیح نہ ہوگا بلکہ خود وکیل کا نکاح واقع ہو جائے گا تو اب تفریح آئندہ سے منافاة باقی نہ رہی یعنی قولہ (حتی لو اضافة لنفسه وقع النکاح) نکاح و خلع و صلح عن دم عمد و انکار و عتق علی مال و کتابتہ و ہبہ و تصدق و اعارة و ایداع و رہن و اقراض و شرکت و مضاربتہ عینی متعلق موکلہ لایہ لکن فیہا سفیراً محضاً حتی لو اضافة لنفسه وقع النکاح نہ فکان کارسول اور جس عقد کی نسبت موکل کی طرف ضروری ہے چنانچہ نکاح اور خلع اور صلح قتل عمد سے اور صلح انکار سے اور عتق بعوض مال اور کتابت اور ہبہ اور تصدق اور عاریت دینا اور ودیعت رکھنا اور رہن اور قرض دینا اور شرکت اور مضاربت کذا فی العینی تو اس عقد کے حقوق وکیل کے موکل سے متعلق ہوتے ہیں نہ وکیل سے بسبب ہونے وکیل کے عقد مذکورہ میں محض پیام رسان تو اگر وکیل نکاح کو اپنی طرف نسبت کرے گا تو وکیل ہی کا نکاح واقع ہوگا تو وکیل رسول کے مانند ہوگا فلا مطابقت علیہ فی النکاح بمر و تسلیم للزوجتہ تو مطالبہ نہیں وکیل پر نکاح میں مہر اور تسلیم زوجہ کام یعنی جب حقوق عقد موکل سے متعلق ہوئے تو وکیل سے مطالبہ نہیں اگر وکیل زوج کی طرف سے ہے تو اس سے مہر کا مطالبہ نہیں اور اگر زوجہ کی طرف سے ہے تو تسلیم زوجہ کا مطالبہ نہیں و للمنتزعی الالباء عن دفع الثمن للموکل اور مشتری کو انکار کرنا جائز ہے موکل کو ثمن دینے سے م چونکہ بیع میں حقوق عقد وکیل سے متعلق ہیں نہ موکل سے تو اگر ایک شخص کے وکیل سے کوئی چیز خرید کی اور موکل اس چیز کا ثمن مانگے اور مشتری کہے کہ میں تجھ کو ثمن نہیں دیتا تو جائز ہے طحاوی نے غزی زادہ سے نقل کیا کہ اگر وکیل موکل کو قبض ثمن کا وکیل کرے تو اب مشتری منع ثمن پر قادر نہیں و ان دفع له صح و لو صح نہی الوکیل استخانا ولا یطالبہ الوکیل ثانیاً لعدم الفائدة اور اگر مشتری موکل کو ثمن دے تو صحیح ہے اگرچہ دینا وکیل کے روک دینے کے ساتھ ہو بیس استخانا اور وکیل دوبارہ ثمن کا مطالبہ نہ کرے بواسطے عدم فائدہ کے م وجہ استخانا یہ ہے کہ ثمن مقبوض موکل کا حق ہے سو اس کو پہنچ گیا اور اس میں کچھ فائدہ نہیں کہ اس سے لیا جاوے پھر اس کو دیا جاوے کذا فی الطحاوی نعم تقع المقاصد بدین الوکیل لو وعدہ و لیغنیہ لموکلہ بان واقع ہوتا ہے یا ہم مگر اگر لینا ثمن کا وکیل کے دین سے مگر فقط وکیل مدیون ہو مشتری کا اور ضمان دے وکیل ثمن کا اپنے موکل کو م یعنی اگر فقط وکیل بیع کا مدیون ہو مشتری کا تو ثمن کا مقاصد دین کے ساتھ واقع ہوگا دونوں برابر برابر ہو گئے ایک دوسرے پر مطالبہ نہیں کر سکتا لیکن وکیل پر ضمان لازم ہوگا اس واسطے کہ وکیل

لہ یہاں تک کہ اگر عقد کا اپنے نفس کی طرف منسوب کرے گا تو نکاح اسی کا واقع ہوگا۔

اپنی بی بی کو مال سے لیا گیا اور اگر فقط بی بی کو مشتری کا ہوا تو مال اور وہ کیل دونوں بی بی کو مشتری کے تو دونوں مورثوں میں موکل سے مقاسمہ واقع ہوگا۔ کذا فی الطحاوی عن الذخیرۃ بخلاف وکیل یتیم و مرن میں بخلاف وکیل یتیم اور وکیل مرن کے کذا فی الصنیعہ یہ متعلق ہے ماں کے اس قول سے و ان دفع لہ صحیح یعنی اگر مشتری موکل کو ثمن دے تو صحیح ہے مگر ان دونوں صورتوں کو موکل کو دینا صحیح نہیں یعنی میں بہانے وکیل یتیم و مرن یتیم ہے صورت اس کی یہ ہے کہ وہی نے مال یتیم کا بیچا اور مشتری نے یتیم کو اسکا ثمن دیا تو مشتری عمدہ سے خارج نہ ہوگا بلکہ اس کو واجب ہے کہ دوسرے بار وہی کو ثمن دے اس واسطے کہ یتیم کو اپنے مال کے قبضہ کرنے میں اختیار نہیں تو اس کا دینا القبیح ہے اور وکیل فی العرف نے جبکہ عقد صرف کو منعقد کیا اور موکل نے بدل مرن پر قبضہ کیا تو عقد مرن باطل ہوگی بسبب افتراق احد العاقدین کے بلا قبضہ کذا فی الطحاوی و مثلاً اسے مثل الوکیل عبد مازون لادین علیہ مع مولانا فلا یبطل قبضہ دیونہ ولو قبض استسما نام کی علیہ وہی لانه للفرمان بزازہ اور مثل اس کے معنی وکیل کے مازن عبد مازون فی التہارۃ ہے جس پر دین نہیں اپنے مولیٰ کے ساتھ تو مولیٰ مالک دیون عبد کے قبضہ کرنے کا نہیں اور اگر قبضہ کرے گا تو صحیح ہوگا بدلیل استسما مذکور جب تک غلام پر دین نہ ہو اس واسطے کہ خدا کے دین میں اس کے دلائل کا حق ہے کذا فی البزازہ یعنی اگر غلام مازون دیون ہوگا تو اس کے دیون پر قبضہ مولیٰ کا صحیح نہیں کیونکہ اس میں مازون کے دائیون کا حق ہے فرع مسئلہ طحاوی شایع کا التوکیل بالاستقراض باطل لا یرسلہ در قرض لینے کے واسطے وکیل کرنا باطل ہے نہ رسالت کذا فی الدرر میں ہے۔ توکیل بالاستقراض اس واسطے باطل ہے کہ مالک غیر میں تصرف کو تفویض کرنا جائز نہیں اور استقراض کی رسالت باطل نہیں کیونکہ اس میں تفویض تصرف نہیں اس واسطے کہ رسول سفیر معنی ہے اور مذکور ہو چکا کہ توکیل بالاستقراض یعنی قرض دینے میں وکیل کرنا صحیح ہے اس واسطے کہ اس میں تفویض تصرف ہے اپنی ملک میں اتنی مختصر الطحاوی میں خانیہ سے مذکور ہے کہ مامور بالاستقراض اگر قرض سے یوں کہے کہ مجھ کو دس درم قرض ہے تو یہ استقراض اپنے واسطے ہوگا نہ امر کے واسطے تو اس کو جائز ہے کہ دس درم کو دس درم قرض سے دس درم قرض مانتا ہے سو اس نے قرض دینا قبول کیا تو دس درم امر کے ہوں گے لیکن مامور اس صورت میں رسول ہوگا نہ وکیل اور باطل ہے وکالت فی الاستقراض نہ رسالت اتنی و التوکیل یقبض القرض صحیح فتنبہ اور وکیل کرنا قرض کے قبضہ میں صحیح ہے سو آگاہ رہنا م صورت اس کی یہ ہے کہ موکل کسی شخص سے کہے کہ مجھ کو اتنا قرض ہے اور وہ اقبال کہے پھر وہ اس کے قبضہ کرنے کا کسی کو وکیل کرے۔

یہ باب ہے بیع اور شراکی وکالت میں الاصل انہما ان عمت او عطلت او جہلت جمالہ بسیرۃ وہی جمالہ النوع  
**باب الوکالت بالبیع والشراء** المعنی کفرس صحت قاعدہ کلید اس باب میں یہ ہے کہ اگر وکالت عام ہو یا معلوم یا مہول بجمالت بسیرہ ہو اور جمالت بسیرہ نوع خاص کی جمالت ہے چنانچہ فرس تو وکالت صحیح ہے م وکالت عام یہ کہ موکل وکیل سے کہے کہ خرید کر جو تجھ کو بہر معلوم ہو کیونکہ اس نے تفویض امر اس کی رائے پر کی سو جو چیز کہ وہ خریدے گا اشتغال امر ہو جائے گا یا معلوم ہادہ متعین ہو اس طرح کہ موکل نے وکیل سے تصریح کر دی جو عمومی نے کہ جو چیز متعین کی خرید پر وکیل ہو تو اس کی جنس اور نوع کا ذکر کرنا ضروری ہے چنانچہ علامہ شیبی یا ہندی یا اس کی جنس اور مقدار میں کا ذکر ضروری ہے تاکہ اس کے واسطے وکیل ہو اسے وہ معلوم ہو جائے تاکہ اشتغال امر ممکن ہو اتنی نوع خاص کی قید اس واسطے دیکھا تاکہ نوع سے اشتراک ہو مترادف میں الجنس والنوع ہے چنانچہ عبد اور عبد کہ اس میں تفصیل ہے وہی خاصہ وہی جمالہ الجنس کہ یہ بطلت اور اگر جمالت عامہ کثیرہ ہو اور وہ جنس کی جمالت ہے چنانچہ وایتہ تو وکالت باطل ہے م مابہ لغت عرب میں برہاندار کا اسم ہے جو زمین پہ چلے اور عرف میں گھوڑے اور بچہ اور گدے کو کہتے ہیں تو اس میں چند اجناس مجتمع ہو گئیں اور اسی طرح کپڑا بیوس کو شامل ہے اطلس اور دم خواب سے تاگری اور گارھا و ان متوسطہ کہہ دیاں ہیں انیس اور العنقہ کتر کی صحت والا لا اور اگر جمالت متوسطہ ہو یا جنس اور نوع کے چنانچہ غلام سوا کہ موکل اس کا ثمن بیانی کر دے یا اس کی

صفت مذکور کرے چنانچہ ترکی تو وکالت صحیح ہے اور اگر ثمن یا صفت مذکور نہ ہو تو وکالت باطل ہے مگر دو شے حقیقت اور مقاصد میں متحد ہوں تو دونوں ایک جنس ہیں اور اگر حقیقت مختلف ہو یا مقاصد تو وہ دو جنس ہیں پھر اگر جہات جنس کی بکثرت ہو اس طرح پر کہ ایسی جنس مذکور ہو جس کے تحت چند اجناس ہوں چنانچہ رقیق کہ وہ منقسم ہے مرد اور عورت کی طرف اور مرد اور عورت نبی آدم میں دو جنس ہیں بواسطہ اختلاف مقاصد پھر ہر ایک لونڈی اور غلام سے گاہے خوبصورتی مقصود ہوتی ہے چنانچہ ترکی غلام میں اور گاہے خدمت مقصود ہوتی ہے چنانچہ ہندی غلام میں اور اسی طرح ثوب اور دابکہ ذانی شرح الوکالیۃ وکلمہ بشری ثوب ہر وی او فرس او غنبل صحیح بما یتجدہ حال الامر زیلعی فر اجبہ وان لم یسم ثمننا لانہ من القسم الاول وکیل کیا اس کو ہرات کے کپڑے یا گھوڑے یا چمڑے کی خرید کا تو صحیح ہے بقدر احتمال حال امر کذا فی الزیلعی تو اس کتاب کی طرف مراجعت کر تو کیل مذکور صحیح ہے اگرچہ موکل ثمن مذکور نہ کیا ہو اس واسطے کہ وہ پہلی قسم سے ہے یعنی جہات لیسیر کہ عبارت ہے نوع خالص کی جہات سے م اتقانی نے کہا کہ جہات نوع کی عنف ہے اس واسطے کہ تفاوت مابین نوع قبیل ہے تو مانع امتثال امر کی نہیں ہے لیکن وکالت متصرف ہوگی اس کی طرف جو موکل کے حال کے لائق ہو انتہی زیلعی نے کہا حال امر کے احتمال کی قید اس واسطے لگائی کہ وکیل قادر ہوگا مقصود موکل کی تحصیل پر اس طرح کہ موکل کے حال کو دیکھ لے یعنی اس کے مقدور اور حوصلے کے موافق خرید کرے کذا فی الطحاوی و بشری دار او عبد جازان سہمی الموکل ثمننا یخصص نوعا اولابحر او نوعا کعبشی زادنی البرازیۃ او قدر کذا فی فیروز اکیل کیا گھر یا غلام کی خرید کا تو جائز ہے اگر موکل نے ثمن معین کر دیا خواہ اس ثمن سے خصوصیت ایک نوع کی معلوم ہو یا نہ ہو کذا فی البحر یا موکل نے ایک نوع کو معین کر دیا چنانچہ غلام کعبشی برازیہ میں اتنا زیادہ کہا یا وکیل نے ثمن معین کر دیا چنانچہ اتنے فقیر گھوں یا جو م یہ جہات متوسطہ کی مثال ہے کہ ثمن یا نوع کی بیان سے وکالت صحیح ہو جاتی ہے صاحب ہدایہ نے دار یعنی گھر کو جہات فاحشہ میں شمار کیا ہے اس واسطے کہ گھر میں اختلاف فاحش ہوتا ہے باعتبار اختلاف اغراض اور پڑوسیوں اور مراتب اور محلات اور بلاد کے تو امتثال متعذر ہے اور مصنف مانند صاحب کنز قاضی خاں کا تابع ہے اور صاحب بخر نے ہدایہ کا قول اس ملک پر محمول کیا ہے جہاں گھروں میں اختلاف فاحش ہوتا ہو اور غیر ہدایہ کا کلام عدم اختلاف فاحش پر محمول کیا ہے مع الغفار میں ہے کہ بیان مقدار مانند بیان کرنے ثمن کے ہے چنانچہ برازیہ میں ہے کہ موکل نے وکیل سے کہا کہ میرے واسطے گھوں خرید کر تو صحیح نہیں جب تک کہ گھوں کی مقدار نہ بیان کرے کذا فی الطحاوی والا لیسم ذلک لایصح والحق بجمالیۃ الجنس وہی مالو وکلمہ بشری ثوب او دابۃ لایصح وان سہمی ثمننا للجمالیۃ الفاحشۃ اور اگر اس کو معین نہ کرے یعنی ثمن یا نوع یا مقدار کو تو وکیل صحیح نہ ہوگی اور ملحق بجمالیۃ جنس ہوگی اور جہات جنس وہ ہے کہ وکیل کرے کپڑے یا جانور کی خرید کا تو صحیح نہیں اگرچہ موکل نے اس کا ثمن معین کر دیا ہو بسبب جہات فاحشہ کے ہم یہ تم ثانی ہے اقسام ثلاثہ مذکورہ سے خلاصہ یہ ہے کہ جس کی خرید کے واسطے وکالت ہوئی اگر اس کی جنس اور نوع اور صفت بیان کرے تو قطعاً وکالت صحیح ہے اور اگر سبب ترک کیا اس طرح کہ ایسا لفظ ذکر کیا ہو اجناس مختلفہ پر دلالت کرتا ہے تو وکالت صحیح نہیں بسبب کمال نادانگی کے اور اگر ایسا لفظ ذکر کیا جو انواع مختلفہ پر دلالت کرے تو اگر اس کے ساتھ ذرا یا ثمن کے بیان کرنا یا تمبیح ہے ورنہ نہیں اور اسی طرح اگر نوع بیان کرے بلا صفت چنانچہ جودت کذا فی الطحاوی عن الجموی بشری طعام و بین قدرہ او دفع ثمنہ وقع فی عرفنا علی المعاد المرہا لاکل من کل مطوم یمن اکلہ بلا ادام کلمہ مطبوخ او مشوی وہی قاتلہ السنۃ وریضتی عینی وغیرہ اعتبار المعروف کافی الیمن وکیل کیا طعام کی خرید کا اور اس کی مقدار بیان کر دی یا اس کا ثمن وکیل کو دیا تو وکیل واقع ہوگی ہمارے عرف یعنی صاحب نازیہ کے عرف میں اس طعام پر جو مہیا ہے کھانے کے واسطے ہر ایک اس مطوم سے جس کا کھانا بدوں سالن کے ممکن ہے جیسے پختہ گوشت یا بھنا گوشت اور یہی قول ہے ائمہ ثلاثہ کا اور اسی کا فتویٰ ہے کذا فی المعین وغیرہ باعتبار عرف کے جیسے تم میں عرف اور رواج معتبر ہے م اور کو ذکے عرف میں طعام عبارت ہے گھوں اور اس کے آٹے سے اور مہیا کے عرف میں طعام کہتے ہیں پختہ گوشت شوربا دار کو کذا فی البحر بالجملہ موکل اور وکیل کا عرف معتبر ہے اگرچہ قیاس یہ ہے کہ شرعاً طعام کی وکالت

اس واسطے کہ طعام بر مطعم پر واقع ہے تو اس کی جنس میں جو حالت فاسدہ ہے وہی الوصیۃ لہ اسے لشخص بطعام یہ نقل کل مطعم ولود و اولاد و کسببیں ہماز تہ کسی شخص کے واسطے طعام کی وصیت میں داخل ہے بر مطعم اگر پر وہ دوا ہو جس میں شیرینی ہے چنانچہ سکببیں کذافی البرازیہ ہم جزای نے سکببیں کو کتاب البیوع میں ذکر کیا ہے نہ وصیت میں اور شاید کہ شارع نے یہ ارادہ کیا کہ آگاہ کرے اس پر کہ وصیت بحکم میں ہے کذافی الطحاوی وللوکیل الرد بالعیب ما دام البیوع فی یدہ تعلق التعلق بملو وارثہ او وصیہ ذلک بعد موت الوکیل فان لم یکن یوما فلو کل ذلک اسے الرد بالعیب و کذا لوکیل بالبیوع وکیل کو ہماز ہے پیر دینا بیع کا بسبب عیب کے جب تک بیع اس کے ماتہ میں ہے بسبب متعلق ہونے حقوق کے وکیل سے اور اس کے وارث اور وصی کو وہ ہماز ہے بعد نے وکیل کے سوا وکیل کا وارث اور وصی نہ ہو تو اس کے موکل کو وہ درست ہے یعنی بسبب عیب کے پیر دینا اور اس کی طرح بیع کے وکیل کا حکم ہے م یعنی وکیل نے کوئی چیز بیع کی اور بیع میں عیب نکلا تو بیع اس کو پیر دی جائے گی جب تک وہ زندہ اور مائل اور لازم مدہ کے لائق ہے اور اگر مجبور ہو گا تو موکل پر پیر دی جائے گی اور موکل اجنبی ہے خصوصاً بالعیب میں کذافی الطحاوی من البیوع البرازیہ وذا الذالم لیسر فلو سل علی موکلہ اقلع ردہ الا بامرہ لا تنہاء الوکالۃ بالتسلیم اور یہ یعنی رد بالعیب اس وقت ہے جب کہ وکیل نے موکل کو بیع تسلیم نہیں کر دی اور اگر اس نے بیع اپنے موکل کو پیر کر دی تو اب اس کو پیر دینا متنع ہے مگر موکل کے امر سے بسبب آخر ہو جائے وکال کے تسلیم موکل سے بخلاف وکیل باع فاسد فلو الغنہ مطلقاً الحق الشرع تغیر بخلاف اس وکیل کے جس نے کوئی شے بطریق بیع فاسد کے پیر تو وکیل کو بیع ہماز ہے مطلقاً بسبب حق شرع کے کذافی الغنہ مطلقاً یعنی اگر بیع منسخری کو دے چکا ہو اور اگر ثمن اپنے موکل کو دے چکا ہو تو بیع اس کو بیع بیع کا اختیار ہے بلا ذی موکل اور ثمن اس سے پیرے بدوں اس کی رضامندی کے کذافی الطحاوی وللوکیل حبس البیوع ثمن دفعہ للوکیل من مالہ اولاً بونی لانه کالبائع اور وکیل کو ہماز ہے روک رکھنا بیع کا موکل سے قبض ثمن کے واسطے خواہ وکیل نے ثمن اپنے مال سے دیا ہو یا ز دیا ہو اگر نہ دیا ہو تو بطریق اولی حبس ہماز ہے اس واسطے کہ وکیل بائع کے مانند ہے مطالبہ ثمن میں ولو اشتراء الوکیل بقتلہ اجله للبائع کان للوکیل المطالبۃ بہ حالاً وہی الیحد ملاحظہ اگر وکیل نے اس کو ثمن حال خرید کیا پھر بائع نے ثمن دینے کی کچھ مدت مقرر کی تو وکیل کو مطالبہ ثمن کا موکل سے فی الحال ہماز ہے اور یہی جید ہے کذافی الغنہ م م یعنی قبض ثمن کا وکیل پر اور حصول ثمن کا موکل پر یہی جید ہے کہ وکیل ثمن حال خرید کرے پھر بائع ثمن کی مدت پھر اوے کذافی الطحاوی ولو ویر کل ثمن یرجع بکلہ ولو بعد رجوع بالباقی لانه حلیہ حراماً گبائع نے وکیل کو سب ثمن ہبہ کر دیا تو وکیل اپنے موکل سے تمام ثمن ہبہ لے اور گبائع نے ثمن ثمن ہبہ کر دیا تو باقی ثمن ہبہ لے اس واسطے کہ بعض ثمن کا ہبہ کم کر دینا ہے اہل ثمن کا کذافی البیوع ہک البیوع من یدہ قبل ہبہ ہک من مال موکلہ ولم یسقط الثمن لان یہ ہک نہیں اگر بیع ہک ہو گئی وکیل کے ماتہ سے قبل بیع تو موکل کے مال سے ہک ہو گئی اور ثمن ساقط ہو گا موکل کے ذمے سے اس واسطے کہ قبضہ وکیل کا مانند قبضہ موکل کے ہے م اور اگر ثمن ہک ہوا اور وکیل کے ماتہ میں تو بیع موکل کا مال ہک ہوا اور اگر وکیل خرید کر چکا پھر موکل نے دیا سو ہک ہو گا کذافی الطحاوی ولو ہک بعد ہبہ فہو بیع فیہک بالثمن و عند انسانی کی میں اور اگر بیع ہک ہوئی بعد اس کے جس کے تو وہ بیع کے مانند ہے تو ہک بیع کی ثمن سے ہے یعنی اس کا ثمن ساقط ہو گیا موکل کے ذمے سے اور البیوع من کے نزدیک رہیں کے مانند ہے م بیع کے مانند ہے یعنی اس بیع کے مانند ہے جو بائع کے پاس ہک ہو گئی اور بائع جب کہ جس بیع کرنے کا استفادہ ثمن کے واسطے تو اس کے ہک ہونے سے ثمن ساقط ہو گا کی طرح وکیل کے پاس ہک ہونے سے موکل سے ثمن ساقط ہو گا اب وکیل موکل سے نہیں لے سکتا اور البیوع من کے نزدیک جب کہ وہ ثمن رہیں کے ہوا تو اگر ثمن اکثر ہو گا قیمت سے تو وکیل بقدر فضل موکل سے ہبہ لے گا کذافی الطحاوی وللا اعتبار بمفارقة الموکل ولو حاضراً کی اعتمده البیوع من ثمن فاعینہ و ابن ملک اور صرف اہل سلم میں اعتبار نہیں موکل کی مفارقت کا اگرچہ موکل حاضر ہو چنانچہ اسی پر اعتماد کیا ہے مصنف نے

بحر الرائق کی پیروی سے برخلاف عینی اور ابن ملک کے م عینی نے کہا کہ وکیل نائب ہے پھر اصل حاضر ہوا تو نائب کا کچھ اعتبار نہیں جموی نے اس کا جواب دیا کہ وکیل نائب ہے اصل عقد میں اور حقوق عقد میں وہ اصل ہے تو اب کچھ اعتبار نہیں حضور موکل کا کذا فی الطحاوی بل بمفارقة الوکیل ولو صبیا فی صرف وسلم فی بطل العقد بمفارقة صاحب قبل القبض لانه العاقد بکده صرف اور سلم میں مفارقت وکیل کا اعتبار ہے اگرچہ وکیل صغیر ہو تو عقد باطل ہوگا صاحب عقد کی مفارقت قبل القبض سے اس واسطے کہ وکیل عاقد ہے یعنی چونکہ عاقد وکیل ہے اگر صاحب عقد وکیل سے جدا ہوگا قیل قین تو عقد باطل ہوگا اس واسطے کہ احد الماقدین کا افتراق قبل قبض مبطل عقد صرف ہے والمراد بالسلام الاسلام لا قبول السلام لانه يجوز ان کمال اور مراد سلم سے اسلام ہے نہ قبول سلم اس واسطے کہ قبول سلم کی توکیل جائز نہیں کذا ذکوه ابن کمال م اسلام کی یہ صورت ہے کہ رب السلم کسی شخص کو وکیل کرے تاکہ وکیل راس المال مسلم الیہ کو دے اور قبول سلم کی یہ صورت ہے کہ مسلم الیکسی کو وکیل کرے راس المال کے قبضہ کرنے کا کذا فی الطحاوی والرسول فیہما لے الصرف والسلام لا تعتبر مفارقت بل مشارقة مرسله لان الرسالة فی العقد لا القبض اور صرف اور سلم میں مفارقت رسول کی معتبر نہیں بلکہ اس کے بھیجنے والے کی مفارقت معتبر ہے اس واسطے کہ پیام رسالتی عقد میں ہے نہ قبض میں واستفید صحت التوکیل بہا اور استفاد اور معلوم ہوئی توکیل صرف اور سلم کی صحت یعنی مسئلہ عدم مفارقت وکیل سے معلوم ہوا کہ صرف اور سلم میں وکیل کرنا صحیح ہے ہتیرہ تھا کہ شارح اس کو قبل مسئلہ رسول ذکر کرتا وکلا لثبیر اور عشرة ارطال لحم بدرہم فاشتری ضعفہ بدرہم فاشتری ضعفہ بدرہم مما یباع به عشرة بدرہم لزم الموکل منہ عشرة بنصف درہم خلافا لہما والثلثة قلنا انہ مامور ارطال مقدرة فینفذ الزائد علی الوکیل وکیل کیا دس رطل گوشت کے خرید کرنے کا ایک درم سے سو وکیل نے دو چنڈ گوشت اس کا خرید کیا یعنی بیس رطل ایک درم سے اس قسم کا گوشت جو دس رطل ایک درم کو بکتا ہے تو لازم ہوگا موکل کو بیس رطل سے دس رطل بعوض نصف درم کے بخلاف صاحبین اور آئمہ ثلثہ کے یعنی ان کے نزدیک بیس رطل موکل کو لازم ہے اس واسطے کہ وکیل نے اس کے حق میں بہتر کیا ہم کہتے ہیں جو اب میں امام کی طرف سے کہ وکیل مامور ہے ارطال معینہ کا یعنی دس رطل کا تو اس سے زائد کی بیع وکیل پر نافذ ہوگی ہم خلاصہ جو اب یہ ہے کہ وہ دس رطل کی خرید کا مامور ہے نہ زیادہ کا تو زیادہ کی بیع وکیل کو لازم ہوگی نہ موکل کو ولو نشری مال ایسا وی ذلک وقع للوکیل اجماعا کبیر موزون اور اگر گوشت خرید کیا جو اس کے برابر نہیں یعنی مثلا جو گوشت کہ بیس رطل ایک درم کو بکتا ہے اس کو دو درم سے خرید کیا تو یہ بیع وکیل کے واسطے واقع ہوگی باتفاق امام اور صاحبین کے جیسے کہ غیر موزون کی بیع ہم غیر موزون کی صورت ہے کہ موکل نے وکیل کیا ایک غلام کی خرید کا بعوض سو درم کے تو اس نے ایسے دو غلام خرید کیے سو درم کو موکل کے واسطے کہ ہر ایک غلام سو درم کا ہے تو یہ بیع موکل کو لازم نہ ہوگا اس واسطے کہ ہر ایک کا ثمن مجہول ہے اس واسطے کہ ثمن معلوم نہیں ہو سکتا مگر انکل سے بخلاف گوشت کے کہ وہ موزون مقدور ہے تو ثمن اس کے اجزا پر منقسم ہو جائے گا کذا فی الطحاوی بتصرف ولو وکلا لثبیر انہی بعینہ بخلاف الوکیل بالنکاح اذا تزوجها لنفسه صح فیتہ والفرق فی الوانی غیر الموکل لا لثبیر یہ لنفسہ ولا الموکل اذ بالاولیٰ عند غیبتہ حیث لم یکن مخالفا دفعاً للفرار اور اگر اس کو وکیل کیا اس میں چیز کی خرید کا جو موکل کی غیر ہے تو وکیل اس چیز کو اپنے واسطے نہ خرید کرے اور دوسرے موکل کے واسطے بطریق اولیٰ خرید کرے موکل کی غیبت میں جب کہ وکیل نے امر موکل کی مخالفت نہ کی ہو اپنے واسطے نہ خرید کرنا دفع فریب کی جہت سے ہے بخلاف وکیل نکاح کہ جب عورت معینہ سے وہ اپنا نکاح کرے گا تو صحیح ہوگا کذا فی اللیذی اور فرق خرید اور نکاح کی توکیل کا علامہ وانی کے حاشیہ در میں مذکور ہے ہم غیر موکل کی قید اس واسطے لگائی تاکہ صورت نکل جائے جس میں چیز معینہ نفس موکل ہو چنانچہ ایک غلام نے کسی شخص کو اپنی خرید کرنے کا اپنے مالک سے وکیل کیا سو وکیل نے اس کو اپنے واسطے خرید کیا تو یہ خرید وکیل ہی کی واسطے واقع ہوگی چنانچہ آئمہ مذکور ہوگا اور غیبت موکل کی قید سے حضور موکل نکل گیا تو اگر شے معینہ کو موکل کے سامنے وکیل اپنے واسطے خرید کرے گا تو صحیح ہے اس واسطے کہ وکیل کو جائز ہے کہ موکل کے حضور میں اپنی ذات کو وکالت سے معزول کرے اور خلاصہ فرق خرید اور نکاح کا یہ ہے کہ نکاح ان عقود سے ہے جن کی امانت موکل کی طرف ضرور

ہے اور اس کا ثبوت نہیں ہوتا مگر جب کہ اس کی طرف منسوب اور منافع ہو بخلاف خرید کے کہ وہ ہر صورت موکل کے واسطے ثابت ہے مگر یہ  
 وکیل اس کی نسبت اپنی طرف سے چنانچہ مذکور ہو چکا کنافی مطاوعی مختصراً فلو اشتراه بغیر النقص او بخلاف ماس المومل لمن اشترى وقب الشراء للموکل  
 امرہ و سبزل فی نفس المناقضۃ یعنی تو اگر وکیل نے شے معین کو خرید کیا بغیر نقوض یا بخلاف اس شخص کے جس کا موکل نے نام لیا وکیل سے تو یہ خرید وکیل ہی کے واسطے  
 واقع ہوگی اس واسطے کہ وکیل نے نام موکل کی مخالفت کی اور وکیل مغزول ہوگا وکالت سے در ضمن مخالفت امر کنافی العینی م یہ تفریح ہے حیث لم یکن مخالفاً  
 والی بشراء شخصی بغیر حدیثہ فالشراء للموکل الا اذا اذناہ للموکل وقت الشراء و شراء بمالہ ای بمال المومل اور اگر اس کو وکیل یا غیر معین تہذیب کی خرید کا تو خرید وکیل  
 کے واسطے ہے مگر جب کہ موکل کے واسطے اس کی نیت کسے کا خرید کرنے کے وقت یا اس کو موکل کے مال سے خرید کسے گا و لو تکاذ بان فی الغیر حکم بالشدہ بان  
 اور اگر ماہی وکیل اور موکل ایک نے دوسرے کو کاذب کما نیت میں نقد پر حکم ہوگا بالاتفاق یعنی اگر نقد سے خرید کیا تو موکل کے واسطے ہے اور نہیں تو وکیل کے  
 واسطے و لو توافقاً انما تمکفہ فدا بایقان اور اگر دونوں میں اتفاق ہو اس بات پر کہ خرید کے وقت نیت موثود تھی تو اس میں دو روایتیں ہیں تفصیل اس سبب  
 کی تبیین اور بقرہ الرأقی میں اس طرح ہے کہ اگر وکیل نے عقد کی اضافت اور نسبت ایک شخص کے مال کی طرف خواہ وکیل کے مال کی طرف یا موکل کے مال کی طرف تو  
 چیز اس شخص کی ہوگی اور اگر مطلق مال کی طرف نسبت کی تو اگر وکیل اور موکل ایک شخص کی نیت پر متفق ہونے تو وہ چیز اس کی ہوگی اور اگر نیت میں اختلاف  
 واقع ہو تو نقد پر حکم ہوگا اور اگر عدم نیت پر دونوں کا اتفاق ہو تو مومل کے نزدیک وہ چیز عاقد کی ہے اور ابو یوسف کے نزدیک وہ چیز حکم ہوگا اتنی جب یہ  
 معلوم ہوا تو مصنف کے اس قول کو (الاذا اذناہ موکل) واجب ہے کہ اس صورت پر مومل کیجیے جب کہ وکیل عقد کو اپنے مال کی طرف نسبت نہ کرے خواہ اس  
 کو موکل کے مال کی طرف نسبت کرے یا مطلق مال کی طرف خواہ اس نے اپنے مال سے ادا کسے یا موکل کے مال سے اور یہ جو مصنف نے کہا کہ یا موکل کے مال سے  
 خرید کرے یا اس کے مال سے کہ موکل کے مال کی طرف اس کو نسبت کرے چنانچہ ہدایہ وغیرہ میں مصرح ہے خواہ وجود نیت اور عدم نیت پر اتفاق ہو یا اختلاف خواہ  
 ادا کے نفس اپنے مال سے کیا ہو یا موکل کے مال سے اور نیت میں تکاذب اور توافق اس وقت کا مراد ہے جب کہ عقد مطلق مال کی طرف منافع ہو اور دو  
 روایتوں سے صاحبی کا قول مراد ہے کذا فی المجلس زعم ان المشتري عبداً للموکل فملک وقال موکل بل شرتی لنفسک فان کان العبد معیناً و ہوگی قائم  
 ناقول الامور اجماعاً مطلقاً نقد النفس اولاً وغیرہ میں امر ایک استیناف وکیل نے کہا کہ اس نے غلام اپنے موکل کے واسطے خرید کیا سو چاک ہو گیا اور اس  
 کے موکل نے کہا جگہ تو نے وہ غلام اپنی ذات کے واسطے خرید کیا تو اگر غلام معین ہو اور وہ زندہ موجود بھی ہو تو بالاتفاق مومل کا قول معتبر ہے مطلقاً خواہ اس نے نفس  
 ادا کیا ہو یا نہ کیا ہو اس واسطے کہ وکیل نے اس کی خبر دی جس کے استیناف کا وہ مالک ہے م استیناف مفذ عن سر نو عقد خرید جدید کر سکتا ہے یعنی اگرچہ وکیل  
 نے اس کو اپنے واسطے خرید کیا ہو لیکن اس کو ادا ہوا استیناف کا اختیار ہے اس طرف پر کہے کریں نے اس کو موکل کے واسطے خرید کیا اس واسطے کہ شے  
 معین کی خرید میں وکیل کو اختیار نہیں کہ اپنے واسطے خرید کرے وان یتا والی ان الثمن منقود فکذا لک لکما و اگر غلام میت اور عالا کہ نفس نقد ہے تو اس طرح  
 حکم ہے یعنی مومل کا قول معتبر ہے ولایکن منقوداً فالقول للموکل ما نرک الزوج علیہ اور اگر نفس نقد ہو تو موکل کا قول معتبر ہے اس واسطے کہ وہ اپنے لہو سے  
 رجوع تھی کا حکم ہے اور اعتبار کے لائق منکر کا قول ہے وان العبد غیر معین ہو گا وصیت فکذا لک لکما و ان الثمن منقود لایمینی اور اگر غلام غیر معین ہے  
 تو اداہ زندہ ہوا مراد تو ایسا ہی حکم ہے یعنی مومل کا قول معتبر ہوگا اور اگر نفس نقد ہے اس واسطے کہ مومل میں ہے والا فلا امر لثمنہ خلافاً لہما اور اگر نفس نقد ہو تو  
 لکما قول معتبر ہے بسبب تہمت کے بخلاف صاحبی کے م تہمت یہ ہے کہ شاید مومل نے اپنے واسطے خرید کیا ہو پھر جب اس میں نقصان دیکھا تو امر پڑا  
 قال منی ہذا و عرفہ ہذا ثم انکر لکما و انکر المشتري ان عمر امرہ بالشراء ائذہ عمر و لئنا انکارہ لئنا لئنا قصتہ لا قرارہ تو کید بقولہ نے مومل ایک شخص نے  
 اس کو اس کو بیع مجھ سے عمر کے واسطے پھر اس نے عمر کرنے مانے کا انکار کیا یعنی مشتري نے اس کا انکار کیا مگر وہ نے اس کو خرید کرنے کا امر کیا تو عمر و ان مع کما

اور اسکا انکار کر کے یہ لغو ہوگا بسبب متناقض ہونے اس کے انکار کے اس کی توکیل کے اقرار سے یوں کہنے سے کہ مجھ سے بیع عمرو کے واسطے یعنی جب اس نے اول یوں کہا کہ فلا نے کے واسطے بیع تو یہ اقرار ہوا اس کا کہ میں اس کا وکیل ہوں پھر اس نے وکالت کا انکار کیا تو اب یہ ان کا لغو ہوگا کیونکہ یہ انکار اقرار توکیل کے متناقض اور مخالف ہے الا ان یقول عمرو لم آمرہ بہ اے بالشرع فلا یاخذہ عمرو لان اقرار مشتری ارتد بروہ مگر یہ کہ عمرو کہے کہ میں نے اس کو خرید کرنے کا امر نہیں کیا تو اب اس کو عمرو نے لے گا اس واسطے کہ مشتری کا اقرار رد ہو گیا اس کے رد کرنے سے الا ان لیسلم مشتری الیہ اے انی عمرو لان التسليم علی وجه البیع بیع بالتعاطی وان لم یوجد فقد الثمن للعرف مگر یہ کہ مشتری بیع عمرو کو تسلیم کرے تو عمرو اس کو لے اس واسطے کہ دینا بطریق بیع کے بیع بالتعاطی ہے اگرچہ ادائے ثمن نہ پایا جاوے بسبب عرف اور رواج کے یعنی تراخی ثمن مرد ہے امرہ بشر ایشیئین معینین او غیر معینین اذ انواہ فملکو کل کما مر بجر امر کیا موکل نے وکیل کو دو معین چیزوں کی خرید کا یا دو غیر معین چیزوں کی خرید کا جب کہ وکیل نے اس کی خرید کے وقت موکل کے واسطے نیت کی چنانچہ مذکور ہو چکا کذا فی البحر عنقریب مذکور یہ ہو چکا کہ اگر غیر معین چیز کی خرید کا وکیل کیا تو وہ خرید وکیل کے واسطے ہے مگر جب کہ موکل کے واسطے نیت کرے گا تو خرید موکل کے واسطے ہوگی و الحال انہ لم یسیم

تسنا فاشتری لہ احدہما بقدر قیمتہ او بزیادۃ لیسیرۃ یتغابن الناس فیہا صح عن الامر والا لا اذ لیس لوکیل الشراء الشراء بنعین فاحش اجماعا بخلاف وکیل البیع کی سببی معین چیزوں کی خرید کا امر کیا اور حالانکہ اس کا ثمن مذکور نہ کیا سو وکیل نے موکل کے واسطے دو میں سے ایک چیز خرید کی بقدر اس کی قیمت کے یا ایسی قلیل زیادتی کے ساتھ جس قدر میں لوگوں کو خسارہ ہو جاتا ہے تو وہ خرید صحیح ہے موکل کی طرف سے اور اگر ایسا نہیں یعنی کثیر زیادتی سے خرید کیا تو وہ خرید موکل کی طرف سے صحیح نہیں اس واسطے کہ خرید کے وکیل کو بن فاحش کے ساتھ خرید کرنا بالاتفاق جائز نہیں بخلاف وکیل بیع کہ اس کو بن فاحش کے ساتھ بیچنا جائز ہے چنانچہ مذکور ہوگا و کذا بشر ایشیئین ہا بالفت و قیمتہا سواء فاشتری احدہما بنصفہ او اقل صح اور اسی طرح امر کیا دوسرے کو دو چیز کے خرید کرنے کا بوجہ ہزار کے اور دونوں کی قیمت برابر ہے سو وکیل نے ان دو میں سے ایک چیز خرید کی پانسو یا کمتر سے تو صحیح ہے مگر قیمت کی خرید میں اگرچہ مخالفت امر ہے لیکن اس میں موکل کو فائدہ ہے لہذا صحیح ہے ولو بالاکثر ولو لیسیرا لا یلزم الامر الا ان لیشتری الثانی من المعینین مثلاً بما بقی من الالف قبل الخصومۃ لمحصل المقصود اور ایک چیز پانسو سے زیادہ کو خرید کی اگرچہ زیادتی قلیل ہو تو موکل کو وہ لازم نہیں مگر یہ کہ وکیل دوسری چیز کو مثلاً دونوں معین چیزوں سے ہزار کی مابقی سے قبل خصومت کے خرید کرے تو اب موکل کو خرید لازم ہوگی بسبب حاصل ہونے مطلب کے م مثلاً دو غلام کے خرید کرنے کا بوجہ ہزار درم کے امر کیا سو اس نے ایک غلام پانسو اور دو درم کو خرید کیا تو یہ خرید موکل کو لازم نہیں ہاں اگر دوسرے غلام کو دو درم پانسو درم سے خرید کرے گا خصومت سے پہلے تو موکل کو خرید لازم ہوگی بسبب حصول مقصود کے یعنی حاصل ہونا دونوں غلاموں کا ہزار درم سے و بوزاہ ان بقی ما لیشتری بمثلہ الا خرا و صاحبین نے اس کو جائز کہا ہے اگر باقی رہی اتنی قیمت جتنی قیمت سے دوسرا غلام خرید ہو سکے و لو امر رجل مدیونہ بشر ایشیئین معینین بدين له علیہ وعلیہ او عین البائع مع وجہ البائع وکیلا بالقبض دلالتہ قیر الغریم بالتسليم ایہ اور اگر ایک مرد نے اپنے مدیون کو چیز معین کی خرید کا امر کیا بوجہ اس دین کے جو اس کا اس پر ہے اور بیع کو اس نے معین کر دیا یا بائع کو معین کر دیا تو خرید صحیح ہے اور بائع صاحب دین کا وکیل ٹھہرایا جائے گا قبض دین میں باعتبار دلالت حال کے تو مدیون بری الذمہ ہو جائے گا بائع کو دینے سے بخلاف غیر المعین لان توکیل المجهول باطل ولذا قال والایعین قلا یلزم الامر ونفذ علی الا فہلک علیہ خلافا لہما بخلاف غیر معین بیع یا بائع کے اس واسطے کہ وکیل کرنا شخص مجهول کا باطل ہے اور اسی واسطے معصن نے کہا اور اگر بیع کو وہ معین نہ کرے تو خرید موکل کو لازم نہ ہوگی اور مامور پر نہ نافذ ہوگی تو اس کی ہلاکی کا نقصان مامور ہی پر پڑے گا بخلاف صاحبین کے کہ ان کے



نزدیک ہر خرید لازم ہے امور کے قبض کرنے سے کہ لانی الطحاوی و کتا الخلاف لو امرہ ان سلیم ماعلیا و لیس فرہ بناء علی تعین التقودی الوکالات عندہ  
 و عدم تعینہا فی المعاوضات عندہا اسی طرح امام اور صاحبین کا خلاف ثابت ہے اگر صاحب دین نے اپنے مدیون کو یہ امر کیا کہ مقد سلم یا مقد عرف  
 کہے جو میں اس دین کے جو اس پہ ہے بنائے خلاف ہے نقد کے متعین ہونے پر وکالت میں امام کے نزدیک اور نہ متعین ہونے نقد کے معاوضات میں  
 صاحبین کے نزدیک ہے جو کہ صاحبین کے نزدیک درہم اور دنانیر معاوضات میں متعین نہیں خواہ دین ہوں یا عین تو توکیل صحیح ہے اور امر کو لازم ہے اس واسطے  
 کہ عرف نامہ کا امر کے عرف کے مانند ہے اور امام کے نزدیک چونکہ درہم اور دنانیر وکالت متعین ہیں تو وکالت باطل ٹھہری تو در صورت تعین نقد غیر متعین  
 کو توکیل دین ٹھہری ہوں اس بات کے کہ اس غیر کو قبض دین کا وکیل قرار دیجیے اور یہ جائز نہیں کہ لانی الطحاوی ملخصا و لو امرہ اسے امر رجل مدیونہ بقبض  
 با علیہ صح امرہ بجملة المال لہ تعالیٰ و ہو معلوم اور اگر اس نے اس کو امر کیا یعنی ایک مرد نے اپنے مدیون کو اس دین کی خیرات کرنے کا امر کیا جو اس کے فے  
 پر ثابت ہے تو اس کا امر صحیح ہے بسبب ٹھہرانے صاحب دین کے مال کو اللہ تعالیٰ کے واسطے اور وہ معلوم ہے نہ جمہول کہ تو کیا بقیہ میں دین صحیح نہ ہو مگر  
 جب مدیون سے کہہ کہ دین کو تصدق کہے تو گو یا اس نے حق تعالیٰ کو قبض دین کا وکیل ٹھہرایا اور فقیر اب تصدق میں نائب ہے خدا بل شانہ کا کا صح امرہ  
 لو امر لاجرا المستاجر برتہ ما استاجرہ مما علیہ من الاجرة و کذا لو امرہ بشراء عبد لیسوق الدابة و منفق علیہما صح اتفاقا للضرورة لانه لا یجد الا بر کل وقت فعمل  
 المورج کا لو بر فی الغبن جیسے صحیح ہے امر اس کا اگر کہے اجارہ دینے والا مستاجر کو اس کی مرمت کا جس کو اس نے اجارہ لیا اس اجرت سے جو مستاجر پہ ہے  
 اسی طرح اگر جو مستاجر کو امر کیا غلام کے خریدنے کا جو غلام کا اجارہ کے جانور کو لائے اور اس پر خرچ کرے تو امر اس کا باتفاق امام اور صاحبین کے  
 صحیح ہے بسبب ضرورت کے اس واسطے کہ مستاجر جو کہ ہر وقت نہیں پاتا تو اجارہ والہ عزیز قبض اجرت میں اجارہ دینے والے کے مانند قرار دی گئی مگر جو بفتح جیم  
 عبارت ہے میں مستاجر سے اور جو بفتح جیم اجارہ دینے والا قلت و فی شرح الجامع الصغیر لقا منی خاں کان ذلک قبل وجوب الاجرة لانه لا یجوز و لاجل وجوب  
 قبل علی الخلاف الی آخرہ فرا جوہ میں کتابوں اور قاضی خاں کی شرح جامع صغیر میں ہے کہ اگر مستاجر کا یہ امر قبل واجب ہونے اجرت کے ہے تو جائز نہیں  
 اور بعد وجوب کے بعضوں کے نزدیک جو جب خلاف امام اور صاحبین کے ہے الخ تو اس کی طرف مراجعت کر م بیان خلاف یہ ہے کہ مستاجر کا بعد وجوب  
 اجرت امام کے نزدیک صحیح نہیں ہوں تعین جیسے یا بائع کے اور بلا تعین جیسے امور ہر نافذ ہو گی اور صاحبین کے نزدیک ہر صورت امر پر نافذ ہو گی کذا فی  
 الطحاوی و لو امرہ بشراء بالعت و دفع المائف فاشتری و قیمتہ کذلک قال الامم اشتریت نصفہ و قال المامور بل بکل صدق لانه لا یجوز  
 اس کو امر کیا اس کی خرید کا بوض ہنہ کے اور اس نے ہنہ بیے سو وکیل نے اس کو خرید کیا اور قیمت اس کی ہنہ ہی ہے سو وکیل نے کہا کہ تو نے پانسو سے خرید لیا  
 اور وکیل نے کہا جگر پوسے ہنہ سے خرید کیا تو وکیل ہی کے قول کی تصدیق ہو گی کیونکہ وہ امین ہے وان کان قیمتہ نصفہ فالقول للامر بلا یحین درد و ان کلل  
 بما لصد الشریعہ حدث قال صدق فی النکل بغیر الحلف و جیم للمصنف لکن جرم الوان با نہ قولین و صواب بعد الحلف اور اگر قیمت اس کی پانسو ہو تو وکیل کا قول  
 مستحب ہے ہوں قسم کے چنانچہ صاحب درد اور امی کمال نے ذکر کیا ہے صد الشریعہ کے تابع ہو کہ صد الشریعہ نے شرح وقایہ میں کہا ہے کہ وکیل کی تصدیق  
 ہو گی در صورت دفع اور عدم قیمت دونوں صورتوں میں ہوں قسم کے اور مصنف تابع ہوا ہے افاضل ثمرہ مذکورہ کا لیکن وانی مٹی درد نے یقین کیا ہے کہ قول  
 جیم حلف تحریف ہے اور ٹھیک بات ہے کہ بعد حلف کے وکیل کی تصدیق ہو گی مگر طحاوی نے کہا کہ مٹی درد نے تحریف کی نسبت میں کوئی نص مریح پر لیا  
 نہیں کی تو لو عدائے تحریف در حق افاضل بلا سند بگانی ہے اور تحریف بے عمل ہے وان لم یذفع المائف و قیمتہ نصفہ فالقول للامر بلا یحین قالا المصنف  
 بما لصد کما مرقت لکن فی الاشبہ القول للوکیل بقیمتہ لانی اربع فبا بیئہ فبئہ اگر وکیل نے ہزار درہم وکیل کو نہیں دیے اور ملا کہ قیمت اس کی پانسو ہے  
 تو وکیل کا قول مستحب ہے ہوں قسم کے ایسا کہہ کہ ہے مصنف نے درد کا تابع ہو کہ چنانچہ مذکور ہو چکا میں کتاب میں لیکن اشباہ میں ہے کہ وکیل کا قول مستحب ہے

قسم کے ساتھ مگر چار صورتوں میں گواہی کے ساتھ قول اس کا معتبر ہے تو ہزار ہا اس اختلاف سے مطلقاً وہی نے کہا یہ استدراک صحیح نہیں ماقبل پر کیونکہ وہ موکل میں ہے اور یہ وکیل میں تو اس عبارت کی کچھ حاجت نہ تھی علاوہ اس کے اشتباہ میں تصدیق قول وکیل مذکور ہے تو نفی میں اس کو لازم نہیں آنتی مطلقاً وان کان قیمتہ الفایتجان ثم یفسخ العقد بینہما فیلزم البیع المامور اور اگر قیمت اس کی ہزار ہو تو موکل اور وکیل دونوں قسم کھائیں پھر دونوں میں عقد فسخ کیا جائے تو بیع وکیل کو لازم ہوگی وکذا لو امرہ لبشراء معین من غیر بیان فمن فقال المامور اشتریتہ بكذا وان صدقہ بالثمن علی الامر وقال الامر بنصفہ صحا لقا لوقوع الاختلاف فی الثمن وموجبہ التحالف اور اسی طرح اگر اس کو امر کیا چیز معین کے خرید کرنے کا بدول بیان کرنے ثمن کے سو وکیل نے کہا کہ میں نے اس کو اتنے ثمن کو خرید کیا اگرچہ بائع اس کا وکیل کی تصدیق کرے بقول اظہر اور کہا موکل نے کہ تو نے اس کو نصف ثمن سے خرید کیا تو دونوں قسم کھائیں بسبب واقع ہونے اختلاف کے ثمن میں اور اختلاف ثمن کا موجب باہم قسم کھانا ہے ہم تصدیق بائع کی تصحیح میں اختلاف ہے قول اظہر مذکور ابو منصور کا قول ہے اور قاضی خاں نے باتباع فقیہ ابو جعفر اس کی تصحیح کی ہے کہ بائع کی تصدیق سے تحالف نہ ہوگا کذا فی المطحطاوی وان اختلفا فی مقدار اسی الثمن فقال الامر تک بشرائہ بمانۃ وقال المامور بالف فالقول للامر بمینۃ فان برہنا قدم برہان المامور لکن اثباتا اور اگر دونوں نے اختلاف کیا مقدار ثمن میں یعنی تسمیہ مقدار ثمن میں تو موکل نے کہا کہ میں نے تجھ کو اس کی خرید کرنے کا امر کیا سو دم سے اور وکیل نے کہا کہ تو نے ہزار دم سے خرید کرنے کو کہا تو موکل کا قول معتبر ہے اس کی قسم کے ساتھ پھر اگر دونوں گواہ لادیں تو وکیل کے گواہ مقدم ہیں باعتبار کثرت اثبات کے ولو امرہ لبشراء اخیرہ فاشتری الوکیل فقال الامر لیس ہذا المشتري باخی فالقول له بمینۃ ویکون الوکیل مشترياً لنفسه والاصل ان الشراء متى لم یفخذ علی الامر نیفخذ علی المامور بخلاف البیع كما فی خيار الشرط اور اگر موکل نے اس کو امر کیا اپنے بھائی کے خرید کرنے کا سو وکیل خرید کیا تو موکل نے کہا یہ جس کو خرید کیا میرا بھائی نہیں تو موکل کا قول اس کی قسم کے ساتھ معتبر ہوگا اور وکیل اس کا مشتری بھڑے گا اپنی ذات کے واسطے اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ خریداری کا جب کہ موکل پر نافذ نہ ہوگی تو وکیل پر نافذ ہوتی ہے بخلاف بیع کے چنانچہ کتاب البیع خيار الشرط کے باب میں مذکور ہو چکا یعنی در صورت بطلان بیع موکل ملک باقی رہے گی وعتق العبد علیہ اسے علی الوکیل لزم عمقہ علی موکلہ نیواخذہ بخانیۃ اور غلام آزاد ہوگا وکیل پر بسبب گمان کرنے وکیل کے اس کا آزاد ہونا اپنے موکل پر تو وہ مانو ہوگا اس گمان پر کذا فی الخانیۃ ولو امرہ عبد لبشراء نفس الامر من مولاہ بكذا و دفع المبلغ فقال الوکیل لیسیدہ اشتریتہ لنفسه فباع علی ہذا الوجه عتق علی المال وولاءہ لیسیدہ کان الوکیل سفیرا اور اگر غلام نے ایک شخص کو وکیل کیا اپنی ذات کے خرید کرنے کا اپنے مالک سے بیع میں اتنے مال کے اور مبلغ اس کو دیا سو وکیل نے اس کے مالک سے کہا کہ میں نے اس غلام کو خرید کیا اسی کی ذات کے واسطے سو مالک نے اس کو بیچا اسی طریق پر تو وہ آزاد ہوگا مال مذکور پر اور حق آزادی اس کے مالک کا ہے اور وکیل درمیانی ہے ہم جب وکیل سفیر محض ہو تو حقوق عقد اس کی طرف راجع نہ ہوں گے اور مطالبہ الف تثنائی کا غلام پر ہے نہ وکیل پر یہی قول صحیح ہے آزاد اس واسطے ہو کہ غلام کا بیچنا غلام سے اعتنا ہے اور غلام کا خرید کرنا قبول اعتنا بیع میں مال ہے کذا فی المطحطاوی وان قال الوکیل اشتریتہ ولم یقل لنفسه فالعبد ملک للمشتري والالف للیسید فیہما لان کسب صحیح و علی العبد الف اخیری فی الصورة الاوئی بدل الاعتاق كما علی المشتري الف مثلہما فی الثانیۃ لان الاول مال المولے فلا یصلح بدلا اور اگر وکیل نے کہا میں نے اس غلام کو خرید کیا اور یہ نہ کہا کہ غلام کو غلام کے واسطے خرید کیا تو غلام مشتری کا مملوک ہوگا اور ہزار دونوں صورتوں میں مالک کا مال ہے اس واسطے کہ وہ اس کے غلام کی کماٹی ہے اور غلام پر دوسرے ہزار دم پہلی صورت میں واجب ہیں عوض اعتنا کے جیسے مشتری پر ہزار ہیں مانند اس کے دوسری صورت میں اس واسطے کہ اول ہزار مال ہے مولیٰ کا تو وہ لیاقت عوض ہونے کی نہیں رکھتا و شراء العبد من سیدہ اعتنا فتنفذوا حکام الشراء فقال قال فلو شری العبد لنفسه الی العطاء صح الشراء بجر اور خرید کرنا غلام کا اپنی ذات کو اپنے مالک سے اعتنا ہے نہ بیع تو احکام خریداری کے انہو ہوا ہیں

تو اس واسطے مصنف نے کہا سو اگر غلام نے اپنی ذات کو خرید کیا عطا تک تو خرید صحیح ہے کذا فی العموم اور اگر خرید حقیقی ہوتی تو فاسد ہوتی بسبب  
 بطلان ہونے مدت کے کذا فی الطحاوی کا صرح فی حصۃ اذا اشتری نفسہ من مولاه و معررہ من آخرہ بطل الشراء فی حصۃ شریک جیسے صحیح  
 سے خرید غلام کے حصہ میں جب کہ غلام نے اپنی ذات کو مول لیا اپنے مولیٰ سے اور حالانکہ غلام کے ساتھ دوسرا مشتری ہے اور باطل  
 ہوگی خریداری غلام کے ساتھ جس کے حصے میں مہر اور یہ ہے کہ غلام اور اس کے شریک نے بسبقہ واحدہ خریداری کی چنانچہ تعلیل لاحق  
 اس پر اہل ہے بخلاف مالو شری لاب ولہ مع رجل آخر فانہ یبیع فیہما بیوع النخانیۃ من بحث الاستحقاق والفرق العقد البیع فی التالی لا الادل  
 لان الشرح جعل اعمتا قاولا بطل فی حصۃ شریک لئلا یلزم الجمع بین الحقیقۃ والمجاز بخلاف اس صورت کے کہ اگر باپ نے اپنا بیٹا خرید کیا ایک  
 اور مرد کے ساتھ شریک ہو کر کہ یہ خریداری دونوں شریکوں کے حق میں صحیح ہے چنانچہ خانزادہ کی کتاب البیوع میں ہے استحقاق کی بحث سے اور  
 دونوں صورتوں میں وجہ فرق یہ ہے کہ بیع منعقد ہو جاتی ہے دوسری صورت میں یعنی باپ کی شرکت میں نہ پہلی صورت میں یعنی غلام کی شرکت  
 میں اس واسطے کہ شرع نے غلام کی خریداری کو اعمتا قاولا قرار دیا ہے ولہذا بیع باطل ہے غلام کے شریک کے حصے میں بسبب لازم ہونے جمع بین  
 الحقیقۃ والمجاز کے م یہ شارح نے جواب دیا سوال مقدر کا حاصل سوال یہ ہے کیا وجہ ہے کہ بیع مذکور حق غلام میں اعمتا قاولا اس کے شریک  
 حق میں مفید ملک نہ ہوگی خلاصہ جواب یہ ہے کہ یہ نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ اس سے لازم آتا ہے ایک لفظ کا استعمال کرنا معنی مجازی یعنی اعمتا قاولا  
 میں اور معنی حقیقی یعنی ثبوت ملک اور حالانکہ جمع بین الحقیقۃ والمجاز جائز نہیں قال بعد اشتری نفسک من مولائ فقال لمولاه یعنی نفسی  
 لغلام ففعل اسے با حوالہ علی بذلہ وجہ نہو لئلا یلزم عدلہ علیہ ان علم بہ العبد فلان علم الوکیل کعلم الموکل وان لم یعلم فارد للعبد اعتبار  
 کما ایک شخص نے غلام سے کہ میرے لیے اپنی ذات کو خرید کر اپنے مالک سے سو غلام نے اپنے مالک سے کہا کہ بیچ میری ذات فلا نے شخص نے  
 واسطے سو اس نے کیا یعنی اس کے مالک نے اس کو اسی طرح بیچا تو وہ غلام موکل کا مملوک ہے سو اگر موکل نے اس میں کوئی عیب پایا اگر اس عیب کو  
 غلام جانتا تھا تو پھر بیچنا جائز نہیں اس واسطے کہ دانست وکیل کی دانست کے مانند ہے اور اگر اس کو معلوم نہ تھا تو غلام کو اپنی رویت  
 کا اختیار ہے کذا فی الاختیار شرح المختارم غلام کو رویت کا اس واسطے اختیار ہوا کہ غلام وکیل ہے اور حقوق بیع میں اصل وکیل ہے وان لم یقل  
 لغلام حق لانه ان تعرف انہ فمذہبہ علیہ التتم فیہما زوال مجرہ بعقد باشرہ مقترنا باذن المولیٰ درر اور اگر غلام نے یہ نہ کہا کہ بیچ مجھ کو فلا نے شخص  
 کے واسطے بلکہ یوں کہا کہ مجھ کو بیچ میرے ہاتھ یا یوں کہا کہ مجھ کو بیچ ڈال کذا فی الطحاوی تو غلام آزاد ہوگا اس واسطے کہ وکالت کے سوا اس نے  
 وہ نہ تعرف کیا تو اس پر نافذ ہو گیا اور غلام پر نفس لازم ہے دونوں صورتوں میں یعنی در صورت وکالت اور عدم وکالت میں بسبب زائل ہونے  
 منع تعرف غلام کے اس عقد کے سبب سے جس کا وہ مباشر اور غافل ہوا اذن مالک کے ساتھ متصل ہو کر کذا فی الدرر یہ جواب ہے سوال  
 مقدر کا تقریر اس کی یہ ہے کہ وکیل یہاں غلام ہے اور غلام مجرہ التعرف ہے تو چاہیے کہ حقوق بیع اس کی طرف راجع نہ ہوں فرغ مسئلہ طحاوی  
 شارح کا الوکیل اذا خالف ان مطلقا الی غیر فی الحبس بیع بالف درہم فباع بالف و ما لہ لفقذ ولو بمائۃ دینار لا ولو غیر خلاصۃ درہم وکیل نے  
 عیب کہ اگر موکل کی مخالفت کی اور اگر مخالفت موکل کی بہتری کی طرف ہے ایک ہی بیس کے اندر چنانچہ موکل نے کہا کہ بیچ جو عرض ہزار درہم کے سو وکیل  
 نے گیا وہ سو درہم کو بیچا تو بیع نافذ ہے اور اگر بیس سو دینار کے بیچا تو بیع نافذ نہیں اگرچہ موکل کے حق میں سو دینار بہتر ہوں ہزار درہم سے کذا فی  
 الخلاصۃ والدرہم بمسئلہ عد میں خلاصہ سے منقول ہے تو بہتر یہ تھا کہ شارح فقط خلاصہ پر اختصار کرتا واللہ اعلم۔

**فصل** بیع اور شراہ وغیرہا کی وکالت کے احکام میں لا یعقد وکیل البیع والشراء ولا جارة والعرف والاسلم ونحوہا

مع من ترد شہادتہ لہ للتمتہ وکیل بیع اور شرا اور اجارہ اور صرف اور سلم اور ان کی مانند چنانچہ تزویج کا وکیل عقد نہ کرے اس شخص کے ساتھ جس کی گواہی وکیل کے حق میں مردود ہے بسبب تہمت کے م مثلاً اپنے اصول اور فروع کے ہاتھ وکیل بیع نہ کرے نہ اجارہ دے کہ محل تہمت ہے اور اس واسطے کہ منافع مابین اصول اور فروع کے متصل ہیں تو گویا اس نے اپنی ذات سے بیع کی من وجہ حق وکیل کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر اس کے ہاتھ بیع کرے گا جس کی گواہی موکل کے حق میں مقبول نہیں چنانچہ موکل کے باپ یا بیٹے یا غلام مدیون یا میکاتب سے وکیل بیع کرے گا تو جائز ہے اور اپنی ذات سے عدم جواز بیع کا حکم بطریق اولیٰ معلوم ہو گیا کذا فی الطحاوی وعن البحر و جوازہ بمثل القیمۃ لامن عبیدہ و مکاتبہ اور صاحبین نے عقد کو جائز کہا ہے قیمت کے مانند سے نہ اپنے غلام اور میکاتب سے الا اذا اطلق لہ الموکل کبیع من شدت فیجوز بیعہ لہم بمثل القیمۃ اتفاقاً وکیل کو اشخاص مذکورین کے ہاتھ بیچنا جائز نہیں مگر جب کہ موکل وکیل کو علی الاطلاق وکیل کرے چنانچہ یوں کہے کہ بیع جس شخص کے ہاتھ تیراجی چاہے تو جائز ہوگا اس کا بیچنا ان لوگوں کے ہاتھ بمثل قیمت بالاتفاق امام اور صاحبین کے کما یجوز عقدہ معہم باکثر من القیمۃ اتفاقاً بیعہ لاشراوہ باکثر منہا اتفاقاً جیسے جائز ہے عقد وکیل کا ان کے ساتھ در صورت عدم اطلاق اکثر قیمت سے بالاتفاق یعنی بیع وکیل کی در صورت اکثر قیمت جائز ہے نہ خریداری اس کی اکثر قیمت دے کہ بالاتفاق م شایح نے بیع قید کی لگا کر اشارہ کیا کہ مصنف مطلق بول گیا ہے محل تقید میں کما لو باع باقل منہا بغین فاحش لایجوز اتفاقاً و کذا ابیسیر عندہ خلافا لہما ابن ملک وغیرہ چنانچہ اگر بیع کرے اشخاص مذکورین کے ساتھ اکثر قیمت سے بنقصان کثیر تو بالاتفاق جائز نہیں اور اسی طرح بنقصان قلیل بیع جائز نہیں امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کذا ذکرہ ابن ملک وغیرہ فی السراجیۃ لوصرح بہم ہذا اجماعاً لامن نفسہ و طفله و عبیدہ و خیر المدیون اور سراجیہ میں ہے کہ اگر موکل نے تصریح کر دی ہو اشخاص مذکورین کے ساتھ بیع کرنے کی تو بیع بالاجماع جائز ہے مگر وکیل کو اپنی ذات اور اپنے طفل اور اپنے غلام غیر مدیون سے جائز نہیں و صحیح بیعہ بما قل او کثرو بالعوض اور صحیح ہے بیع وکیل کی قلیل قیمت یا کثیر قیمت سے اور بعوض اسباب کے م یعنی امام کے نزدیک بیع بہر صورت صحیح ہے اگر بیعین فاحش ہو اس واسطے کہ وکیل مطلق ہے تو بیع اپنے اطلاق پر جاری رہے گی اور گاہے انسان بیع سے عاجز ہو جاتا ہے تو نقصان قبول کر کے بیچتا ہے کذا فی الطحاوی وخصاہ و بالقیمۃ و ہا نقود و بہ لغتی بزاتیہ اور صاحبین نے صحت بیع وکیل کو قیمت اور نقود کے ساتھ مخصوص کیا ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہے کذا فی البرزازیہ محل خلاف در صورت تقید موکل ہے سو موکل اگر قیمت یا نقد کی تقید کر دے گا تو اس کا خلاف جائز نہ ہوگا کذا فی الطحاوی و لایجوز فی العرف کدینار بدرہم بغین فاحش اجماعاً لہ بیع من وجہ و شرا من وجہ میرقیۃ اور جائز نہیں عقد صرف میں جیسے ایک دینار کی بیع ایک درم سے بنقصان کثیر باجماع امام اور صاحبین کے اس واسطے کہ عقد صرف بیع ہے ایک راہ سے خرید ہے دوسری وجہ سے کذا فی البصر فیہم اور معلوم ہو چکا کہ خرید بغین فاحش جائز نہیں و صحیح بالنسیئۃ ان التوکیل بالبیع لتجارۃ وان کان للحاجۃ لایجوز کالمراۃ اذا دفعت غزل الی رجل لیبیعہ لہا و تیجین النقد بیئفتہ خلاصہ اور صحیح ہے بیع ادبار سے اگر بیع میں وکیل کرنا تجارت کے واسطے ہو اور اگر حاجت کے واسطے ہو تو ادبار سے بیچنا جائز نہیں چنانچہ عورت نے جب کہ سوت دیا ایک مرد کو کہ اسے بیچ دے عورت کے واسطے اور اس صورت میں نقد من سے بیچ دینا متعین ہوگا اسی قول کا فتویٰ ہے کذا فی الخلاصۃ ہم اس واسطے کہ دفع حاجت نہیں ہو سکتا مگر نقد سے بخلاف سوداگری کے و کذا فی کل موضع قامت الدلائل علی الحاجۃ کما افادہ المصنف اور اسی طرح نقد من سے بیچنا متعین ہوگا ہر ایک اس مقام میں جس میں دلالت حال قائم ہے حاجت اور ضرورت پر چنانچہ اس کو بیان کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں و ہذا یعنا ان با یما بیع الناس لسیئۃ فان طول المدۃ لم یجوز بیئفتہ ابن ملک اور یہ بھی یعنی تجارت میں ادبار سے بیچنا اس صورت میں جائز ہے اگر وکیل نے بیع کی اتنی مدت کے ساتھ جتنی مدت تک لوگ ادبار بیچتے ہیں سو اگر وکیل من کی مدت دراز مقرر کرے گا تو جائز نہ ہوگا اسی کا فتویٰ ہے کذا صرح ابن ملک و متی علین الامر شیئاً تعین الانی لہ بالسیئۃ بالف فباع بالنقد بالف جاز بجر اور جب کہ موکل کی کوئی چیز مقرر کرے گا تو وہ متعین ہو

ہلے کی مگر اس صورت میں کہ موکل نے کہا کہ بیچ اس کو ہزار درہم لہذا سے سو وکیل نے اس کو ہزار درہم نقد سے بیچا تو جائز ہے کذا فی ابوم اور اگر موکل نے  
 کہا کہ بیچ مدت مقررہ کے بعد تعیین میں سوا سے نقد سے بیچا لہذا مگر کسی نے کہا کہ اصح یہ ہے کہ بالا جماع جائز نہیں کذا فی الطحاوی قلت وقد منازعہ  
 مخالف الی غیر ذلک لکنس جازہ والا میں کہتا ہوں اور ہم پہلے ذکر کر چکے کہ اگر وکیل نے مخالفت اس موکل کی کی بہتری کے ساتھ اسی میں تو جائز ہے  
 اور نہیں تو جائز نہیں ہاں متعین ہنایں مکان اور البتہ وکالت مقید ہوتی ہے زمانہ اور مکان مکن فی البزازیۃ الوکیل للی عشرۃ ایام وکیل فی العشرۃ ولیدۃ  
 فی اصح وکنہ لکفیل کنہ لا یطلب الا بعد الاصل لکن فی تنویر البصائر لیکن جازہ میں ہے کہ دس دن تک کا وکیل دس دن میں اور بعد اس کے بھی وکیل ہے اور  
 اسی طرح دس دن کا ضامن لیکن ضامن سے مطالبہ نہ ہوگا مگر مدت کے بعد کما فی تنویر البصائر و فی زواہر الجواہر قال بعد بشہود اویری فلان موطن او معرفۃ  
 و باع بدو نم جاز بخلاف لایصح الا بشہود الا بمحض فلان یہ لیتے قلت ویرم حکم واقعۃ العتوی دفع لہ مالا وقال اشتری زیتا بمعرفۃ فلان مذہب  
 و اشترى بلا معرفۃ فلان الزیت لم یضمن بخلاف لا لشتر الا بمعرفۃ فلان فلیم یفطر اور زواہر الجواہر میں ہے کہ موکل نے کہا کہ بیچ اس کو گواہوں کے برو  
 مانہج اس کو فلا نے شخص کی تجویز سے یا اس کی دانست اور معرفت سے اور وکیل نے اس کو بیچا بدو اشخاص مذکورین کے تو جائز ہے بخلاف اس  
 قول کے کہ نہ بیچنا مگر گواہوں کے سامنے یا نہ بیچنا مگر فلا نے شخص کے روبرو کہ بدو ان کے بیچ جائز نہ ہوگی اور اسی کا فتویٰ ہے میں کہتا ہوں  
 اور اس قول سے معلوم ہو گیا اس واقعہ فتویٰ طلب کا حکم کہ موکل نے وکیل کو مال دیا اور کہا کہ میرے واسطے روغن زیتوی خرید کر فلا نے شخص کی  
 معرفت سے وکیل گیا اور اس نے بدلہ معرفت اس شخص کے خرید کیا پھر روغن مذکور تلف ہو گیا تو وکیل پر تاوان نہیں بخلاف اس قول کے کہ خرید کرنا  
 مگر فلا نے شخص کی معرفت تو اس کو یاد رکھنا ہائے ہم فتویٰ مالگیری میں ہے کہ اگر موکل نے ایسا شرط عقد میں کی جو اصلاً مفید نہیں بلکہ اس کو مفید ہے  
 تو وکیل پر اس کی مراعات واجب نہیں خواہ اس کی تاکید نفی سے کرے یا نہ کرے چنانچہ اس نے کہا کہ بعض ہزار درہم کے ادھار بیچے یا یوں کہا کہ نہ بیچنا مگر  
 ادھار ہزار درہم سے سوا سے ہزار نقد سے بیچ کی تو بیچ موکل پر جائز ہے اور اگر موکل نے ایسی شرط کی کہ ایک راہ سے مفید اور دوسری راہ سے مفید نہیں  
 تو اگر اس کی تاکید نفی سے کرے گا تو مراعات اس کی واجب ہے اور اگر نفی سے تاکید نہ کی ہو تو مراعات واجب نہیں چنانچہ یوں کہا کہ اس کو فلا نے بازار  
 میں بیچنا سوا سے دوسرے بازار میں بیچا تو اگر اس نے تاکید بہ نفی نہ کی ہو تو موکل پر بیع نافذ ہے اور اگر تاکید نفی کی ہو تو موکل پر نافذ نہ ہوگی کذا فی الخیرۃ  
 اور ہم ثالث چھوٹ ری وہ یہ ہے کہ شرط مفید معنی ہو اور ظاہر ان کی تصریحات سے اس وقت میں تعیین شرط معلوم ہوتی ہے کذا فی الطحاوی وکنہ اقدہ  
 رہنا وکفیل بالثمن فلا ضمان علیہ ان ضاع الرہی فی بیدہ او قوی المال علی الکفیل لان جواز الشرعی یثانی الضمان اور وکیل کو صحیح ہے ثمن  
 میں رہی لینا او ضمان لینا تو اس پر تاوان نہیں اگر رہی ضائع ہو گیا اس کے ہاتھ میں یا مال ہلاک ہو گیا ضامن پر اس واسطے کہ جواز شرعی تاوان کی  
 منافی ہے ہم ہلاک مال کی صورت یہ ہے کہ مفید رجوع کرے اس قاضی کے پاس میں کے مذہب میں اصل بری الذمہ ہو جاتا ہے ضمانت سے پھر  
 ضامن مفلس ہو کر رہ جائے لہذا بعضوں نے کہا کہ کفالت سے یہاں حوالہ مراد ہے اور بعضوں نے کہا کہ کفالت اپنے معنی حقیقی پر ہے تو ہلاک کی صورت  
 یہ ہوگی کہ کفیل اور کفول عن مجلس ہو کر رہ جائے کذا فی الطحاوی عن الوانی عن شرح الهدایۃ ولقیید شرآۃ بمثل القیمۃ وغین لیسیر و ہوا یقوم بہ  
 مقوم اور وکیل کی خرید مقید بمثل قیمت ہے یا ضامن قلیل کے ساتھ ضامن قلیل وہ ہے کہ اس کے برابر کوئی قیمت کرنے والا واقف کا قیمت کرتا  
 ہو کذا فی اللدم وغین لیسیر کا او یعنی او ہے اور ضامن لیسیر کی یہی تعریف مذکور اصح ہے کذا فی الطحاوی فی ہذا المکین سمرہ معروفہ وان کان  
 سمرہ معروفہ فابین الناس کبیر وکم ووز و ضامن لا یفذر علی الموکل وان قلت الزیادۃ ولو فلسا وادب لغتی بحر و بنا یہ طور یہ یعنی وکیل کی خرید  
 جائز ہونا ضامن لیسیر کے ساتھ اس وقت ہے جب کہ نرخ اس کا مشہور نہ ہو اور اگر نرخ اس کا معروف اور مشہور ہو لوگوں میں جیسے کہ روٹی اور

گشت اور کیلے اور پھر کا رخ توغبین کے ساتھ بیع نافذ نہ ہوگی موکل پر اگرچہ زیادتی قبیل ہو اگرچہ ایک ہی پیا ہو اس کا فتویٰ ہے کذا فی البحر والبنایۃ  
وکلہ بیع عبد فباع نصفہ صح لاطلاق التوکیل وقال ان باع الباقي قبل الخصومة جاز والالا وهو استحسانا ملحق وهدایہ وظاہرہ تزیح قولہما  
والمفتی یہ بخلافہ بحر وکیل کیا اس کو غلام کی بیع کا سو وکیل نے نصف غلام بیچا تو صحیح ہے بسبب مطلق ہونے توکیل کے اور صاحبین نے کہا  
کہ اگر وکیل نے باقی غلام کو بیچ ڈالا قبل خصومت کے تو بیع جائز ہے اور نہیں تو جائز نہیں اور یہ استحسان ہے کذا فی الملحق والهدایہ اور ظاہر  
ہدایہ میں قول صاحبین کی تزیح ہے اور قول مفتی بہ اس کے مخالف ہے کذا فی البحر امام کی دلیل یہ ہے کہ توکیل مطلق ہے اجتماع اور افتراق سے  
اور صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ شرکت ایسا عیب ہے کہ قیمت کو کم کر ڈالتا ہے تو اطلاق مراد نہ ہوگا خلاصہ یہ ہے کہ امام کے نزدیک توکیل بالبیع  
میں عموم اور اطلاق مراد ہے تو توکیل بالشراء میں وہ متعارف مراد ہے جس میں ضرر اور تہمت نہیں اور صاحبین کے نزدیک دونوں برابر ہیں و قید  
ابن الکمال الخلاف بما یتعجب بالشرکۃ والابازہ اتفاقا قلیرا جمع اور ابن کمال نے امام اور صاحبین کے خلاف میں اس کی قید لگائی کہ جو شرکت سے  
معیوب ہو جائے اور اگر شرکت سے معیوب نہ ہو تو با اتفاق جائز ہے اور اس تقیید کو تلاش کرنا چاہیے کتب فقہ میں ہم بحر الرائق میں ہے کہ غلام  
سے مراد وہ ہے جس کی تبغیض میں ضرر ہے تو اترازا واقع ہو اس سے جس کی تبغیض میں ضرر نہیں جیسے گہووں اور جو کہ وہ با اتفاق جائز ہے چنانچہ  
معراج میں ہے کذا فی الطحاوی وفي الشراء یتوقف علی شراء باقیہ قبل الخصومة اتفاقا اور نصف غلام کی خرید میں خرید موقوف ہے اس  
کی نصف باقی کے خرید کرنے پر قبل خصومت کے با اتفاق امام اور صاحبین کے معنی اگر قبل خصومت کرنے موکل کے وکیل نے نصف باقی کو خرید لیا  
تو صحیح ہے اور نہیں تو صحیح نہیں و لو رد بیع لعیب علی وکیلہ بالبیع بدیۃ و نکلہ او اقرارہ فی مالایحدت مثذنی ہذہ الحدۃ ردہ الوکیل علی  
الامر اور اگر بیع پھیر دیا گیا بسبب عیب کے اس کی بیع کے وکیل پر بواسطہ گواہوں کے یا قسم نہ کھانے وکیل کے یا اقرار سے وکیل کے اس  
عیب میں کہ ویسا عیب اتنی مدت میں پیدا نہیں ہوتا تو وکیل اس کو پھیر دے گا موکل پر و لو باقرارہ فیما یحدت لایردہ و لازم الوکیل اور اگر  
رد بیع ہو وکیل کے اقرار سے اس عیب میں کہ پیدا ہو سکتا ہے اتنی مدت میں تو موکل پر نہ پھیرے گا اور وکیل کو وہ لازم ہے الاصل فی  
الوکالتہ الخاصۃ فی المضاربتہ العموم قاعدہ کلیہ وکالت میں خصوص ہے اور مضاربت میں عموم ہے م دلتا دکالت بیان جنس سے صحیح  
نہیں بلکہ بیان نوع یا ثمن ضروری ہے بخلاف مضاربت دلتا مضارب ابداع کا مالک ہے و فرغ علیہ بقولہ فان باع الوکیل نسیۃ فقال  
امر تک بنقد وقال اطلقت صدق الامر مدعنت نے قاعدہ مذکور پر تفریح کی اپنے اس قول سے سو اگر وکیل نے ادھار اور موکل نے  
کہا کہ میں نے نقد کے ساتھ بیچنے کا امر کیا تھا اور وکیل نے کہا کہ تو نے مطلق کہا تھا تو موکل کی تصدیق ہوگی یعنی اس واسطے کہ وکالت میں خصوص  
اصل ہے و فی الاختلاف فی المضاربتہ صدق المضارب عملا بالاصل اور مضارب کے اختلاف میں مضارب کی تصدیق ہوگی اصل پر عمل کرنے  
سے یعنی مضارب نے ادھار بیچا اور رب المال نے کہا کہ میں نے نقد بیچنے کو کہا تھا اور مضارب نے کہا کہ تو نے مطلق کہا تھا تو مضارب ہی کی  
تصدیق ہوگی کیونکہ اصل مضاربت میں عموم ہے لاینفذ تصرف احد الوکیلیین معا کو کلتما بکذا احدہ و لو الاخر عبد او صبیا او مات او جن  
نافذ نہیں تصرف فقط ایک وکیل کا ان دو وکیلوں میں سے جن کو موکل نے ساعقی وکیل کیا چنانچہ یوں کہا موکل نے کہ میں نے تم دونوں کو  
وکیل کیا فلا نے کام کا اگرچہ دو ہر دو وکیل غلام یا صیغہ ہو یا مرگیا یا دیوانہ ہو گیا ہو م اس واسطے کہ ایک وکیل کا تصرف نافذ نہیں کہ موکل دونوں  
وکیلوں کی رائے سے راضی ہوا ہے نہ فقط ایک کی رائے سے اور یہ اس تصرف میں ہے جس میں اجتماع سے کوئی مانع نہیں اور اس میں رائے  
کی حاجت اور توکیل بلفظ واحد نہ ہو کذا فی الدرر الا فیما اذا وکلہما علی التعاقب بخلاف الوصیین کما یجوز فی بابہ مگر احد الوکیلیین کا تصرف اس

صورت میں نافذ ہے جب کہ موکل نے دو شخصوں کو ویس کیا علی التعاقب نہ ساتھی بہ لفظ واحد بخلاف دو وحی کے کہ باوجود وصایت ایک وصی کا ہونے کا ہر دو سے کے نافذ نہ ہو گا چنانچہ باب الوصایا میں آوے گا وہی خصوصاً بشرط رائے الآخر لا حصرۃ علی الصبیح تصرف احد الوکیلیین نافذ نہیں مگر خصوصیت میں نافذ ہے بشرط شرکت رائے وکیل ثانی کے نہ حاضر ہونا دوسرے وکیل کا بنا بر قول صبیح کے م خصوصیت میں تصرف ایک وکیل کا اس واسطے نافذ ہو کہ وہ اجتماع متعذر ہے کہ شور و شغب کا موجب ہو گا مجلس قضا میں کذا فی الدر المنع الغفار میں معنی سے مذکور ہے کہ خستہ میں وکیل ثانی کی رائے مشروط ہے تو اگر بدوں رائے ثانی وہ مباشر ہو گا تو ہمارے نزدیک جائز ہیں الا اذا استبہا ال الغیض حتی یجمعا جو بہ خصوصاً میں احد الوکیلیین کا تصرف نافذ ہے مگر جب دونوں وکیل ہوتے ہیں بعض کی طرف یعنی جب خصوصیت متنی قبض ہو تو جائز نہیں یہاں تک کہ دونوں وکیل مجتمع ہوں کذا فی الجوزۃ و عتق معین و طلاق معینۃ لم یعوضا بخلاف مومن و غیر معین اور تصرف احد الوکیلیین نافذ نہیں مگر غلام معین کے عتق اور زوجہ معینہ کی طلاق میں جو عتق اور طلاق کہ بلا بدل ہے بخلاف مومن اور غیر معین کے م عتق اور طلاق معینہ بلا عوض میں رائے کی حاجت نہیں لہذا فقط ایک وکیل کا تصرف کافی ہے بخلاف مومن اور غیر معین کے کہ اس میں ایک وکیل کا تصرف بدوں دوسرے کے کافی نہیں و تعلیق بمشیتہما اسے الوکیلیین فانہ یزیم اجتماعهما با تعلیق قال المصنف اور تعلیق بمشیت و کیلیین اس واسطے کہ اجتماع و کیلیین لازم ہے تعلیق پر عمل کرنے سے ایسا کچھ کہا ہے مصنف نے م چنانچہ موکل نے کہا دونوں وکیلوں سے کہ تم اس کو طلاق دو اگر تم جیا ہو تو وقوع طلاق میں دونوں کا فعل شرط ہے اس واسطے کہ جو چیز دو شے کے ساتھ معلق ہوئی وہ متحقق نہیں ہوتی ایک شے کے وجود کے لیے اور یہی حکم ہے عتق معلق کا قلت و ظاہرہ عطف علی لم یعوضا کا یعلم من العینی والدرر فتح العبارۃ ولا علقا بمشیتہما فتدبر میں کتابوں اور ظاہر اعطف بمشیتہما کا لم یعوضا پر ہے چنانچہ معنی اور در سے معلوم ہوتا ہے تو حق مہارت یوں تھا ولا علقا بمشیتہما سو تامل کر م تو اب ترجمہ یوں ہو گا کہ تصرف احد الوکیلیین نافذ نہیں مگر عتق معین اور طلاق معینہ میں جن کا بدلہ نہیں لیا گیا اور نہ وکیلیین کی مشیت پر دونوں معلق کیے گئے وہی تدبیر و تعلیق کو دلالت دہا رہے و مضمون و بیع فاسد خلاصہ اور تصرف احد الوکیلیین نافذ نہیں مگر مدبر کرنے اور رد معین میں چنانچہ ودیعت اور عاریت اور مضمون اور بیع فاسد کے پھر دینے پر کذا فی الخلاصہ بخلاف استرداد غلو قبض احد ہما ضمن کل عدم امرہ لقبض شئی منہ و صمدہ سراج بخلاف استرداد علی کے تو اگر وکیل ودیعت اور عاریت اور مضمون اور بیع فاسد کو پھیرے گا تو اس کے پورے کا تاوان دے گا یعنی در صورت ہلاکی شئی مسترد بسبب نہ ہونے امر موکل کے اس میں سے کچھ قبضہ کرنے کا تمنا یعنی موکل نے یہ کہا تھا کہ ایک وکیل تمہارا قبضہ شے پر قبضہ کئے کذا فی السراج م یہ جواب ہے سوال مقدم کا خلاصہ سوال یہ ہے کہ مسترد کے پورے تاوان ہونے کی کیا وجہ ہے لائق تو یوں تھا کہ وکیل پر نصف ضمان ہوتا اس واسطے کہ ہر وکیل نصف حصے کے قبضہ پر مامور تھا خلاصہ جواب یہ ہے کہ کہ اس کو نصف پر قبضہ کرنے کا تمنا امر نہ تھا بلکہ اجتماع و کیلیین امر تھا پھر جب اس نے خلاف امر کیا اور وہ چیز تلف ہو گئی تو پورا ضمان اس پر لازم آیا وہی تسلیم مرتبہ بخلاف قبضہ بالواحد البیہ اور تسلیم مرتبہ یعنی مضمون میں احد الوکیلیین کافی ہے بخلاف قبضہ مضمون کے کہ اس میں اجتماع و کیلیین ضروری ہے کذا فی الجوزۃ و قضاء دین بخلاف اقتضائے عینی اور دین کے او میں ایک وکیل کافی ہے بخلاف دین کے تقاضے کے کہ اس میں افراد کافی نہیں کذا فی العینی م استرداد میں اور قبضہ ہر اور اقتضائے دین میں ایک وکیل کا تصرف اس واسطے کافی نہ ہو کہ اجتماع و کیلیین ممکن ہے اور اس میں موکل کی غرض صحیح ہے اس واسطے کہ حفظ و شخصوں کا ایک شخص کا حفظ کی بار نہیں و بخلاف الوصایا لائتین و کذا المفاربتہ والقضاء والتکیم والتولیتہ علی الوقف فان ہذہ السنۃ کا لو کالاتہ فلیس للاحد ہما الا افراد بخر بنہ نہ دو شخصوں کے دمی ہونے کے اور اسی طرح دو شخصوں کی مفاربت اور قضاء اور تکیم اور وقف پر متولی ہونے کے تو یہ چیزیں وکالات کے مانند ہیں تو ایک شخص کو دو شخصوں میں سے انفرقا اور تنہائی جائز نہیں کذا فی الجوزۃ

م اشياء مذکورہ پانچ میں نہ چھ تو نشانہ کیشارح نے وصایت میں دو صورتیں ٹھہرائیں ایک صورت یہ کہ دونوں کو ساتھ ہی وصی مقرر کیا اور دوسری صورت یہ کہ علی التتابع کیا چونکہ اشياء مذکورہ میں رائے اور تجویز کی حاجت ہے لہذا افراد کافی نہیں مثلاً بادشاہ نے ایک محل یا ایک حادثہ میں دو قاضی مقرر کیے تو ایک قاضی کا فیصلہ کرنا کافی نہ ہوگا کذا فی الطحاوی مختصر آیت صرف الا فی مسئلہ ما اذا شرط الواقف النظر والاستبدال مع فلان فان للواقف الا افراد دون فلان اشياء مگر اس مسئلہ میں جب کہ واقف کرنے والے نے وقف کی نظارت یا استبدال کو اپنے واسطے شرط کیا فلا نے شخص کے ساتھ تو واقف کو نظارت یا استبدال میں افراد جائز ہے نہ فلا نے شخص کو کذا فی الاشياء والوکیل بقضاء الدین من مال او من مال موکل لا یجوز علیہ اذالم یکن للموکل علی الوکیل دین وہی واقعہ الفتویٰ کی بسطہ العمادی واعتمدہ المصنف اور ادائے دین کا وکیل خواہ ادائے دین وکیل کے مال سے ہو یا موکل کے مال سے ہو اس پر نہ بردستی نہ کی جائے گی ادائے دین میں بشرطیکہ موکل کا وکیل پر دین نہ ہو اور یہ واقعہ بھی فتویٰ طلب تھا چنانچہ اس کو عمادی نے مشرح بیان کیا ہے اور مصنف نے اس پر اعتماد کیا م اشياء کی عبارت اس سے عام تر ہے چنانچہ اس میں یوں ہے کہ وکیل پر جبر نہیں اگر وہ بازر ہے اس فعل سے جس میں وہ وکیل ہوا مگر تین مسئلوں میں انتہی اور ملتقات میں علت اس کی یہ مذکور ہے کہ اس کا کرنا اس پر واجب نہیں لیکن تنویر البصائر میں ہے کہ وکیل پر جبر ہوگا دفع دین میں جب کہ اس کے پاس موکل کا مال ہو کذا فی الطحاوی قال ومفادہ ان الوکیل جامع من مال الموکل لو فاء دینہ لایجبر علیہ کما لایجبر الوکیل نحو طلاق ولو لطلبہا علی المعتد وعتق وہبۃ من فلان و بیع من لکونہ متبرعاً مصنف نے کہا اور عدم جبر وکیل کا مفاد یہ ہے کہ موکل کے مال سے ایک چیز کے بیچنے کا ایک شخص وکیل ہے موکل کے ادائے دین کے واسطے تو اس پر جبر نہ ہوگا بیچنے پر چنانچہ وکیل پر جبر نہیں مثل طلاق اگرچہ توکیل طلاق عورت کی خواہش سے ہو بنا بر قول معتد کے اور جبر نہیں عتق پر اور فلا نے شخص کے ہبہ کرنے پر اور اس کے ساتھ بیچنے پر کیونکہ وکیل افعال مذکورہ کے کرنے میں متبرع ہے یعنی افعال مذکورہ اس پر لازم الفعل نہیں الا فی مثل مسائل اذا وکل بدفع عین فم غاب او بیع رہن شرط فیہ اولجہ فی الاصح او بخصومتہ لطلب المدعی وغاب المدعی علیہ اشياء خلافاً لما افقی بہ قاری الہدایہ مگر تین مسئلوں میں وکیل پر جبر کیا جائے گا جب کہ موکل نے اس کو وکیل کیا دفع عین کا پھر موکل غائب ہو گیا یا اس مرہون کی بیع کا وکیل کیا جس کے عقد رہن میں بیع مشروط ہے یا بعد رہن بیع کی شرط ہوئی قول اصح میں یا اس کو وکیل کیا خصومت میں مدعی کے طلب کرنے سے اور مدعا علیہ غائب ہو گیا کذا فی الاشياء بخلاف فتویٰ قاری ہدایہ م بیان شامح ظاہر اولالت کرتا ہے کہ قاری ہدایہ مسائل مثلثہ میں مخالف ہے حالانکہ مخالف اس کی فقط متن کے مسئلے میں ہے کہ وہ جبر وکیل کا قائل ہے در صورت امر موکل بدفع دین وثبوت مال موکل بدست وکیل چنانچہ منخ الغفار میں مشرح مذکور ہے کذا فی الحلبي قلت وظاہر الاشياء ان الوکیل بالاجرة یجبر فترہ میں کتا ہوں اور ظاہر اشياء یہ ہے کہ وکیل بالاجر پر جبر ہے سو تامل کر اس کو م اشياء میں ہے کہ وکیل پر جبر نہیں بغیر اجرت کے متن کے تقاضے پر انتہی مختصر اور ابن ضیا کی شرح جمع میں ہے کہ جو اجرت لے کر بیچتا ہے جیسے بیاع اور سمسار اس پر جبر کیا جائے گا استیفاء متن پر اس واسطے کہ اس کو پہنچ گیا بدلا اس کے عمل کا مانند مضارب کے در صورت حصول نفع کذا فی الطحاوی ولا تنس مسئلہ واقعہ الفتویٰ و رایح تنویر البصائر لعلہ اوفی اور نہ بھولنا واقعہ الفتویٰ کے مسئلے کو اور مراجعت کر تنویر البصائر حاشیہ اشياء کی طرف کہ اس نے پورا اس کو بیان کیا ہے م واقعہ الفتویٰ یہ ہے کہ جب وکیل ہو اس دین کی قضا کا جو موکل پر ہے تو اس پر جبر ہوگا تو مسائل اجبار وکیل ان دو مسئلوں کے ساتھ ملا کر پانچ مسئلے ہوئے خلاصہ تنویر البصائر یہ ہے کہ اگر وکیل مامور ہو قضا دین پر اپنے مال سے تو اس پر جبر نہیں اور اگر امر کے مال سے مامور ہو تو اس پر جبر ہے کذا فی الطحاوی ملخصاً و فی فروق الاشياء التوکیل بغیر رضی الخصم لایجوز عند الامام الا ان یكون الموکل حاضر بنفسہ او مسافراً اور لیساً او مخدراً اور اشياء کے فروق میں ہے وکیل کرنا بدوں رضامندی مخاصم کے جائز نہیں لام کے نزدیک مگر یہ کہ موکل بذات خود حاضر ہو



یا مسافر یا مریض یا پردہ نشین ہم یہ مسئلہ مقدم ہو گیا کہ اول کتاب الوکلاء میں مذکور ہو چکا الوکیل لا یوکل الا باذن آمرہ لوجود الرضی وکیل دوسرے شخص کو وکیل نہیں کر سکتا مگر اپنے موکل کے اذن سے بسبب وجود معاندی کے م وکیل کو دوسرا وکیل کرنا اس واسطے جائز نہ ہوگا کہ اس کو تعرف منوفی ہے نہ توکیل اور موکل تعرف میں وکیل کا ماننے سے ماضی ہو اور کچھ لوگ رائے میں مختلف ہوتے ہیں اور مراد یہ ہے کہ جس کام میں وہ وکیل ہو اس میں دوسرے کو وکیل نہیں کر سکتا تو حقوق متحد کی توکیل خارج ہو گئی مثلاً بیع کا وکیل دوسرے کو بیع میں وکیل نہیں کر سکتا لیکن تقاضائے ثمن میں بلا اذن موکل کر سکتا ہے اس واسطے کہ حقوق متحد میں وکیل خود اصیل ہے الا اذنا کل فی دفع زکوٰۃ نوکل آخر ثم ولم ندفع الا غیر ہما زولا یتوقف بخلاف شراء الاضیۃ الغایۃ وکیل دوسرے کو وکیل نہیں کر سکتا مگر جب کہ وکیل کو دفع زکوٰۃ میں وکیل کیا سو اس نے دوسرے کو وکیل کیا دوسرے نے تیسرے کو تیسرے نے چوتھے کو و علیٰ ہذا القیاس سو وکیل اخیر نے زکوٰۃ فقیر کو دی تو جائز ہے اور یہ جواز موقوف نہ رہے گا وکیل اول کی اجازت پر بخلاف خرید قربانی کذا فی الاضیۃ الغایۃ یعنی موکل نے زکوٰۃ قربانی خرید کر نہ کر وکیل کیا اور زینے خالد کو وکیل کیا سو خالد نے قربانی خرید کی تو یہ خرید زید کی اجازت پر موقوف ہے اگر اس نے جائز رکھی تو جائز ہے اور نہیں تو نہیں کذا فی الطحاوی والا الوکیل فی قبض الدین اذنا کل من فی عیالہ صح ابن طک اور وکیل کو وکیل کرنا جائز نہیں مگر قبض دین کا وکیل جب کہ وکیل کہے اس کو جو اس کے عیال میں ہے تو صحیح ہے کذا ذکرہ ابن طک والا عند تقدیر الثمن من الموکل الاول لہ ای لوکیل فیجوز بلا اجازت لخصم المقصود وید اور وکیل کو توکیل جائز نہیں مگر نزدیک مٹھرا دینے ثمن کے موکل اول کے جانب سے اپنے وکیل کو تو جائز ہے بلا اجازت وکیل اول بسبب حال ہونے مقصود کے کذا فی الدم اس واسطے کہ رائے کی طرف حاجت تقدیر ثمن کے واسطے ہوتی ہے سو یہاں حاصل ہے بخلاف اس صورت کے جب کہ دو وکیل مقرب کیے اور ثمن مٹھرا لیا اس واسطے کہ جب دو شخصوں کی طرف تفویض ہوئی باوجود تقدیر ثمن تو ظاہر ہو گیا کہ غرض موکل اجتماع رائے وکیلین ہے نہایت ثمن اور اختیار شری میں کذا فی الملایۃ والتفویض الی رایہ کامل بریک کالاذن فی التوکیل الا فی طلاق وعتاق لانہما یختلف فیہ فلا یقوم غیرہ متعارفینہ اور سپرد کرنا وکیل کی رائے کی طرف چنانچہ موکل کا وکیل سے یوں کہنا کہ عمل کر اپنی رائے اور تجویز سے اذن کے مانند ہے وکیل کرنے میں مگر طلاق اور عتاق میں اذن کے مانند نہیں اس واسطے کہ طلاق اور عتاق بمنہ ابن امور کے ہے کہ ان سے قسم کھائی جاتی ہے تو غیر وکیل سبائے وکیل نہیں ہو سکتا کذا فی التقیہم یہ حکم بظرف تفویض کے ہے اور اگر وکیل کو صریحاً اذن ہو طلاق اور عتاق کی توکیل میں تو بلا شہرہ صحیح ہے کذا فی الطحاوی فان وکل لوکیل غیرہ بدو نہما بدون اذن و تفویض ففعل الثانی بجزتہ او نیتہ فاجازہ الوکیل الاول صح و تعلق حقوقہ بالعاقد علی الصحیح پھر اگر وکیل نے اپنے غیر کو وکیل کیا بدون اذن اور تفویض موکل کے پھر وکیل ثانی نے وکیل اول کے سامنے یا پیچھے وہ کام کیا سو وکیل اول نے اس کو جائز رکھا تو صحیح ہے اور حقوق متحدہ عاقد سے یعنی وکیل ثانی سے متعلق ہوں گے بقول صحیح اس واسطے کہ مقصود حصول رائے وکیل اول ہے سو یہاں حاصل ہے الا فی مالیں بعقد نحو طلاق وعتاق لتعلقہما بالشرط کان للموکل ملکہ بلفظ الاول دون الثانی مگر اس تعرف میں جو عقد نہیں جیسے طلاق اور عتاق وکیل ثانی کا فعل باوجود اجازت وکیل اول صحیح نہیں بسبب تعلق ہونے طلاق اور عتاق کی شرط سے یعنی دونوں تعلیق بالشرط کی قابل ہیں تو گویا موکل نے طلاق یا عتاق کو معلق کیا وکیل اول کے لفظ سے نہ وکیل ثانی کے لفظ سے و ابراہ عن الدین قنیۃ وخصومتہ وقضاء دین فلا تکنی المحضۃ ابن طک خلافا للثانیۃ اور دین ہے ابراہ کہنے میں کذا فی التقیہ اور خصومت اور ابراہ نے میں تو کافی نہیں حاضر ہونا وکیل اول کا کذا ذکرہ ابن طک بخلاف خانیہ کے م خلاف خانیہ فقط خصومت میں ہے اس میں یوں ہے کہ اگر وکیل ثانی نے خصومت کی اور موکل حاضر ہے تو جائز ہے اس واسطے کہ جب وکیل اول حاضر ہوا تو گویا اس نے خصومت کی بذات خود مانند وکیل صح کذا فی الطحاوی وان فعل اجنبی فاجازہ الوکیل لاطل ہما زولا فی شراء فانہ یتخذ علیہ ولا یتوقف متی و بعد فاذا دعا اگر اجنبی شخص نے کام کیا سو اس کو وکیل اول نے جائز رکھا تو جائز ہے مگر خرید کرنے میں کہ وہ اجنبی پر نافذ ہوگا اور موقوف نہ رہے گا جب کہ

وہ نفاذ پاوے وان وکل بہ اے بالامر والتفویض فهو اے اثانی وکیل الامر وینفذ فلا یعزل بعزل موکلہ او موتہ وینعزلان بموت  
 الا اول کما فی القضاء اور اگر وکیل نے دوسرے کو وکیل کیا موکل اول کے امر یا تفویض سے تو وکیل ثانی امر یعنی موکل اول کا وکیل ہے اور اس  
 وقت میں تو وہ معزول نہ ہوگا اپنے موکل یعنی وکیل اول کے معزول کرنے اور مرنے سے اور دونوں وکیل معزول ہوں گے موکل اول کی موت سے  
 چنانچہ مذکور ہو چکا کتاب القضاء میں وفي البحر عن الخلاصۃ والخانیۃ لہ عزلی فی قولہ اصنع ما شئت لرضاه بصنعہ وعزلہ من صنعہ بخلاف اعمل براک قال للصنف  
 فعلیہ لو قیل للقاضی اصنع ما شئت فلعزل نائبہ بلا تفویض العزل صریح لان النائب کو وکیل الوکیل اور سبب الرائق میں خلاصہ اور خانیہ سے مذکور ہے کہ وکیل اول  
 ثانی کا معزول کرنا جائز ہے موکل کے اس قول میں کہ جو تیرا جی چاہے بسبب راضی ہونے موکل کے وکیل اول کی صنعت سے اور اس کا معزول کرنا بھی اس  
 کی صنعت سے ہے بخلاف اس قول کے کہ عمل کراپنی رائے پر مصنف نے اپنی شرح میں کہا تو بموجب اس قول کے اگر قاضی سے کہا جائے کہ جو تیرا  
 جی چاہے تو اس کو اپنے نائب کا معزول کرنا جائز ہے بدوں اس بات کے کہ اس کو معزول کرنا صریحاً مفوض ہو اس واسطے کہ نائب قاضی وکیل  
 الوکیل کے مانند ہے واعلم ان الوکیل وکالت عامہ مطلقہ مفوضۃ انما یمکن المعاوضات لا الطلاق والغتاق والتبرعات بلقی زواہر الجواہر وتنویر  
 البصائر اور دریافت کر کہ وکیل بوکالت عامہ مطلقہ مفوضہ مالک نہیں مگر معاوضات کا نہ طلاق اور غتاق اور تبرعات کا اسی کا فتویٰ ہے کذا فی  
 زواہر الجواہر وتنویر البصائر قال لرجل فوضت الیک امر امراتی صار وکیل بالطلاق وتقیید طلاقہ بالمجلس بخلاف قولہ وکلک فی امر  
 امراتی فلا یتقید بہ در کہہا ایک مرد سے کہ میں نے تفویض کیا تیری طرف اپنی عورت کا امر تو وہ وکیل ہو گیا طلاق کا اور مقید ہوگا طلاق دینا اس کا مجلس  
 میں یعنی اگر اس مجلس میں طلاق دے گا تو صحیح ہے نہیں تو صحیح نہیں بخلاف اس قول کے کہ میں نے تجھ کو وکیل کیا اپنی عورت کے امر میں تو طلاق مقید  
 نہ ہوگی اسی مجلس کے ساتھ کذا فی الدرر یعنی اگر بعد اس مجلس کے طلاق دے گا تو صحیح ہوگا من لا ولایۃ لہ علی غیرہ لم یخیر تصرف فی حقہ وینفذ فاذا باع  
 عبد او مکاتب او ذمی او حربی یعنی مال صغیرۃ المہ المسلم او شری واحد منهم بہ او زوج صغیرۃ کذلک اے حرۃ مسلمۃ لم یخیر لعدم الولایۃ  
 جس شخص کو ولایت ثابت نہیں اپنے غیر پر تو اس کا تصرف جائز نہیں اس غیر کے حق میں اور اس وقت تو اگر بیچے غلام یا مکاتب یا ذمی یا حربی  
 کذا فی العینی اپنے طفل صغیر آزاد مسلمان کا مال یا کوئی شخص ان میں سے بعض اس مال کے کچھ خرید کرے یا نکاح کر دے اسی طرح کی صغیر کا یعنی  
 آزاد مسلمان کا تو جائز نہ ہوگا بسبب ہونے ولایت کے یعنی غلام کی ولایت آزاد پر نہیں اور ذمی اور حربی کی ولایت مسلمان پر ثابت نہیں تو تصرفات  
 مذکورہ بھی جائز نہیں والولایۃ فی مال للصغیر الی الاب ثم وصیہ ثم وصیہ اذ الوصی یمکن الالبصاء ثم الی الجداد الی الاب ثم الی وصیہ ثم وصیہ  
 ثم الی القاضی ثم الی من نصبه القاضی ثم وصیہ اور صغیر کے مال میں اس کے باپ کی ولایت ہے پھر باپ کے وصی کی پھر اس کے وصی کے  
 وصی کی اس واسطے کہ وصی مالک ہے دوسرے کو وصی کرنے کا پھر ولایت دادا کی ہے جو باپ کا باپ ہے یعنی جد فاسد مراد نہیں پھر دادا کے وصی  
 کی پھر ولایت قاضی کی پھر اس کی جس کو قاضی نے وصی مقرر کیا پھر اس کے وصی کے وصی کی ولبیس الوصی الام وصی الاخ ولایۃ التصرف فی ترکۃ  
 الام مع حرۃ الاب او وصیہ او وصیہ او الجداد الی الاب اور ماں کے وصی اور بھائی کے وصی کو ولایت تصرف کرنے کی نہیں ماں کے  
 متروکہ میں اور اسی طرح بھائی کے متروکہ میں باوجود حاضر ہونے باپ کے یا اس کے وصی کے وصی کی یا باوجود ہونے دادا کے جو باپ کا باپ ہے  
 وان لم یکن واحد ما ذکر فلہ ای وصی الام المحفظ اور اگر کوئی شخص نہ ہو اور بعد مذکورہ سے تو اس کو یعنی ماں کے وصی کو ماں کے متروکہ میں تصرفات  
 کی ولایت ہے ولبیع المنقول لا العقار اور ماں کے وصی کو بیع منقول کی جائز ہے نہ زمین وغیر منقول کی بیع منقول اس واسطے  
 جائز ہے کہ وہ منجملہ حفاظت کے ہے ولا یشترى الا الطعام والسوة لانہما من جملة حفظ الصغیر خانیۃ اور ماں کا وصی کوئی چیز خرید نہ کہے سوائے

طعام اور لباس صیغہ کے اس واسطے کہ وہ دونوں بجز حفظ صیغہ کے ہیں کفائی الخانیہ فروع مسائل عقد شایع کے دوسرے اقسام کو جسے الاب  
الا اذ اقبدا القاضی بنوع تقدیرہ ولی الایہم اکل عمادۃ قاضی کا دوسرا باب کے دوسرے کے مانند ہے مگر جب کہ قاضی دسی کو ایک قسم کے تصرف کے مع  
مقید کرے تو اس کا دوسرا ہونا اسی قسم کے ساتھ مقید ہوگا اور باب کے دوسرے میں جمیع انواع تصرفات کا مجموعہ ہے کذا فی العماد یعنی اگر باب نے  
ایک نوع میں دسی کیا ہو تو وہی وہ جمیع انواع میں دسی ہوگا ولی متفرقات البحر القاضی اور ایضاً لایرجع حقوق عقد بشرط التیمم ایہما بخلاف  
دکیل دوسری داب فلو ضمن للقاضی ادا ایضاً تم ما باء التیمم بعد بلوغ فرج بخلانہ اور بحر الرائق کی متفرقات میں ہے کہ قاضی یا اس کے امین کی طرف  
اس عقد کے حقوق راجع نہیں ہوتے جس کے وہ فاعل اور مہاشر ہوئے بخلاف دکیل اور دسی اور باب کے تو اگر قاضی یا اس کا امین تاوان دے  
بعد بالغ ہونے تیم کے اس چیز کے من کا بس کو قاضی یا اس کے امین نے تیم کے واسطے بیچا تو بیچ ہے بخلاف ان لوگوں یعنی دلیل اور دسی یا  
کے ہم قاضی اور امین کا تاوان اس واسطے صحیح ہوا کہ دونوں حقوق عقد سے اجنبی ہیں بخلاف دکیل وغیرہ کے کہ ان کے واسطے حق استیفاء ثابت  
ہے تو ان کا ضمان دینا اپنی ذلتوں کے واسطے صحیح نہ ہوگا کذا فی الطحاوی و فی الاشبہہ ہذا التوکیل بل بالعقدہ الیس نفسہ الا ان یتیم مال  
التیم نفسہ لا غیرہ بوکالتہ اور ایشاؤں سے کہ دکیل کرنا ہائز ہے ہر ایک اس چیز میں جس کو دکیل عقد کر سکتا ہے اپنی ذات کے واسطے سوائے  
کے کہ اس کو مال تیم کا خرید کرنا اپنے واسطے جائز ہے نہ اپنے غیر کے واسطے بطریق وکالت کے ہم طحاوی نے کہا اشباہ کے جس نسخے پر حق ابو سوری  
حاشیہ لکھا ہے اس میں بجائے دکیل کے موکل کا لفظ ہے اور یہی موافق ہے ما تقدم سے انتہی و جاز التوکیل بالتوکیل اور دکیل کرنے کے واسطے  
دکیل کرنا جائز ہے ہم تو جب ایک شخص کو دکیل کیا اس بات کا کہ وہ فلا نے شخص کو خرید کرنے میں دکیل کرے سو اس نے اس کو دکیل آیا اور دکیل  
نے خرید کی تو وہ شخص مامور ہے بخرے اور مامور اپنے آمر سے اور دکیل آمر دل سے نہ لے گا کذا فی الطحاوی عن الاشبہہ

**باب الوکالت بالخصومة والقبض** یہ باب ہے خصوصیت اور قبض کی وکالت کے احکام میں ہم مصنف نے لانداز تیز وکیل ملازم اور  
تعلقہ وغیرہ کے جس مسائل مذکور کیے ہیں خصوصیت بابت ہے دعوی صحیح یا جواب صریح سے اس  
طرح کہ ان یا نہیں چنانچہ سالی مذکور ہو چکا وکیل بالخصومة والقاضی سے اخذ الدین لا یمکن القبض عند زفر و بفتحی لفساد الزمان واعتمد  
فی البحر العرف وکیل خصوصیت اور قاضی کا یعنی دین کے لینے کا مالک نہیں قبض دین کا زفر کے نزدیک اور اسی قول پر فتویٰ ہے بسبب فساد زمانے  
کے کہ اکثر دکیل خیانت پیشہ ہیں اور بحر الرائق میں عرف پر اعتماد کیا ہے ہم تقاضا یعنی اخذ دین باعتبار اصل لغت کے ہے لیکن عرف میں تقاضا یعنی مطالبہ  
ہے نہ قبض اور عرف مقدم ہے لغت پر اور امام اور صاحبین کے نزدیک وکیل تقاضا قبض کا مالک ہے اور من ظاہر الروایہ ہے خواہ وہ چیز میں ہو  
یا دین صاحب بخرے فتاوی صیغہ نقل کیا کہ وکیل تقاضا میں عرف کا اعتماد ہے اگر ایسے شہر میں ہو جہاں سوداگروں میں رواج ہو کہ تقاضا  
کرنے والا دیکھا قبض دین ہوتا ہو تو وہ قبض دین کا مالک ہوگا اور نہیں تو نہیں منع الفقہاء میں سراجیہ سے منقول ہے کہ اس قول پر فتویٰ ہے لذا  
فی الطحاوی ولا یصلح اجماعاً بحر اور خصوصیت اور قاضی کا وکیل صلح کرنے کا مالک ہے بالاتفاق کذا فی البحر اس واسطے کہ صلح مفاد ہے  
اس کا جس کے واسطے وہ وکیل ہو اور رسول القاضی یمکن القبض بالخصومة اجماعاً بحر اور تقاضا کرنے کا رسول مالک ہے قبض کا  
خصوصیت کا بالاتفاق کذا فی البحر ارسلک اوکن رسولاً منی ارسال و امریک بقبضہ توکیل خلاف لایطیع یوں کہنا کہ ارسلک یعنی میں نے تجھ کو  
پیام رساں کیا یا یوں کہنا کہ کن رسولاً منی یعنی تو میری طرف سے رسول یعنی پیام رساں ہو یہ رسول مقرر کرنا ہے اور یوں کہنا کہ میں نے تجھ کو امر  
کیا اس کے قبضہ کرنے کا یہ توکیل ہے برخلاف زبیری یعنی زبیری نے امریک بقبضہ کو ارسال کہا ہے نہ توکیل ولا یمکن اجماعاً بالخصومة والقبض وکیل

الملازمة اور وکیل ملازمت کا مالک نہیں خصومت اور قبض کا م ملازمت عبارت ہے ساتھ نہ چھوڑنے سے سوا اس کو خصومت اور قبض لازم نہیں کذا  
 فی المنع کما لا یملک الخصومة وکیل الصلح بحریجہ وکیل صلح کا مالک نہیں خصومت کرنے کا کذا فی البحر و وکیل قبض الدین یملک ما اے الخصومة  
 خلافا لہما لو وکیل الدائن ولو وکیل القاضی لا یملک ما اتفقا اور قبض دین کا وکیل مالک ہے خصومت کا برخلاف صاحبین کے اگر وکیل صاحب دین کا  
 ہو اور اگر قاضی کا وکیل ہو تو بالاتفاق امام اور صاحبین کے وہ خصومت کا مالک نہیں کو وکیل قبض العین اتفقا جیسے قبض عین کا وکیل بالاتفاق مالک  
 خصومت نہیں م اس واسطے کہ وکیل مذکور امین محض ہے تو مشابہ رسول کے ہوا تو اگر اپنے غلام کے قبض کا وکیل کیا سو ذوالید نے گواہ قائم کیے  
 اس پر کہ موکل نے اس کو بیچ ڈالا ہے تو امر موقوف رہے گا تا حضور موکل غائب کے کذا فی الطحاوی واما وکیل فتمت واخذ شفعة ورجوع بہتہ ورد  
 یعیب فیملکھا مع القبض اتفقا ابن ملک اور قسمت کا وکیل اور شفعمہ لینے اور بہتہ پھیرنے اور رد بالعیب کا وکیل تو مالک ہے خصومت کا  
 قبض کے ساتھ بالاتفاق کذا ذکرہ ابن ملک امرہ لقبض دینہ وان لا یقبضہ الا جمیعاً فقبضہ الا در بہالم بحیر قبضہ المذكور علی الامر لخاصة  
 فلم یصر وکیلاً والامر لہ الرجوع علی الغریم بکلہ وکذا لا یقبض در بہادون در ہم بحیر موکل نے وکیل کو امر کیا اپنے دین کے قبض کا اور  
 اس کا کہ نہ قبض کر دین مگر تمام سو وکیل نے دین قبض کیا سوائے ایک درم کے تو اس کا قبض مذکور جائز نہیں موکل پر بسبب موکل کی مخالفت  
 کرنے کے تو وکیل ہی نہ ہوا اور موکل کو جائز ہے اپنے دین کا بھر لینا مدیون سے پورا اور اسی طرح نہ قبض کرے ایک درم سوائے ایک  
 درم کے کذا فی البحر فلم یکن للغریم بنیۃ علی الایفاء فقتضی علیہ بالمدین و قبضہ الوکیل فضاغ منہ ثم برہن المطلوب علی الایفاء للموکل  
 فلا سبیل لہ للمدیون علی الوکیل واما یرجع علی الموکل لان یدہ کبدہ ذخیرہ تو اگر مدیون کے گواہ نہ ہوں ادا ئے دین موکل پر پھر مدیون پر  
 قاضی کا حکم ہو ادا ئے دین کا اور وکیل نے اس پر قبضہ کیا سوا اس کے پاس تلف ہو گیا پھر مدیون مطلوب نے ابراء دین کے موکل پر گواہ قائم کیے  
 تو مدیون کی کوئی سبیل نہیں وکیل پر اور وہ تو موکل سے بھر لے گا جو اس نے وکیل کو دیا اس واسطے کہ وکیل کا قبض اور تصرف موکل کے قبض کے  
 مانند ہے کذا فی الذخیرۃ الوکیل بالخصومة اذا ابی الخصومة لا یجبر علیہا الا اذا کان وکیلاً بالخصومة بطلب المدعی وغاب المدعی علیہ فی  
 الاشباہ لا یجبر الوکیل اذا امتنع عن فعل ما وکل فیہ لتبرعہ الا فی ثلث کما خصومت کا وکیل جب کہ خصومت کرنے سے انکار کرے تو خصومت کرنے  
 پر زبردستی نہ ہوگی مگر اس صورت میں کہ وکیل بالخصومة مدعی کی درخواست سے ہوا ہو اور مدعا علیہ رد وپوش ہو گیا ہو اشباہ میں ہے کہ وکیل پر جبر  
 نہیں جب کہ وہ باز رہے اس سے جس میں وہ وکیل مقرر ہوا بسبب تبرع ہونے وکیل کے مگر تین مسئلوں پر جبر کیا جائے گا چنانچہ مذکور ہو چکا اس  
 باب کے پہلے بخلاف الکفیل فانہ یجبر علیہا للالتزام بخلاف ضامن کے کہ اس پر جبر ہوگا خصومت پر بسبب التزام کے یعنی جو ضامن ہوا  
 خصومت کا اس پر جبر ہوگا اور تصویر اس کی یوں ممکن ہے کہ ضامن ہو ایک شخص کا جو اس پر ثابت ہو سو مطلوب نے پانسو کا اقرار کیا اور طالب  
 ہزار کا مدعی ہے تو ضامن سے خصومت کی جائے گی اس مال میں جو مدیون پر ثابت ہوگا کذا فی الطحاوی وکلہ بخصوماتہ واخذ حقوقہ من  
 الناس علی ان لا یكون وکیلاً فیما یدعی علی الموکل جاز بذات التوکیل فلو اثبت اے لوکلہ للمال لہ الوکیل انم اراد الخصم الدفع لا یریح  
 علی الوکیل لانه لیس بوکیل فیہ درر موکل نے ایک شخص کو وکیل کیا اپنی خصومات میں اور اپنے حقوق کے لینے میں لوگوں سے اس شرط پر وکیل  
 کیا کہ وہ وکیل نہ ہوگا اس میں جو موکل پر دعویٰ کیا جائے تو یہ تو وکیل جائز ہے سو اگر وکیل نے موکل کا مال ثابت کیا پھر محامم نے دفع مال کا ارادہ  
 کیا تو اس کا دعویٰ وکیل پر سموع نہ ہوگا اس واسطے کہ وہ اس میں وکیل نہیں کذا فی الدرہم تو مدعا علیہ پر مال کے دینے کا حکم ہوگا پھر محامم کو اختیار  
 ہے کہ موکل سے دفع دین کا مواخذہ کرے و صح اقرار الوکیل بالخصومة لا یزیر مطلقاً بغير الحد ووالقصاص علی موکل عند القاضی دون غیرہ

استحساناً اور صحیح ہے خصومت کے وکیل کا اقرار سوائے حدوداً و در قصاص کے اپنے موکل پر قاضی کے نزدیک نہ غیر قاضی کے نزدیک استحسان کی رو سے  
 نہ غیر خصومت کے وکیل کا اقرار مطلقاً نہ قاضی غیر قاضی کے نزدیک یعنی وکیل صلح یا وکیل قبض یا وکیل ملازمت کا اقرار اپنے موکل پر صحیح نہیں دان  
 انزل الوکیل بہ اسے ہذا اقرار حق لا یدفع الیہ المال وان برہن بعد علی الوکالت للنفا قض در وکیل خصومت کا اقرار اپنے موکل پر صحیح ہے اگرچہ  
 وکیل معزول ہو جائے اس اقرار کرنے سے تو وکیل کو مال نہ دیا جائے گا اگرچہ بعد اس اقرار کے گواہ لاوے وکالت پر بسبب تناقض کے کذا  
 الدرہم صورت اس کی یہ ہے کہ موکل نے اس کو وکیل کیا اس کا کہ خصومت لے دکل کی ہا بن سے دعویٰ بیع سے سو وکیل نے اپنے موکل پر  
 اقرار کیا کہ اس نے بیع کی ہے تو وہ اس اقرار سے معزول ہو گیا وکالت سے تو اب نزدیک کاٹھن مدعی سے نہیں لے سکتا لذاتی الطحاوی و کذا استثنی  
 الموکل باقرارہ بان قال وکلک بالخصومة غیر جائز الا اقرار صح التوکیل والاستثناء علی الظاہر بزائید اور اسی طرح جب کہ موکل نے اپنا اقرار  
 مستثنیٰ کر لیا اس طرح کہ میں نے تجھ کو خصومت غیر جائز الا اقرار میں وکیل کیا تو تو وکیل اور استثنای صحیح ہے قول ظاہر یہ کذا فی البرازیم بہ الراتی  
 میں کما خلاصہ ہے کہ وکالت پانچ طرح ہے ایک یہ ہے کہ خصومت کا اقرار کرے تو وہ خصومت اور اقرار دونوں کا وکیل ہو گا ۲۔ یہ کہ اقرار کو  
 مستثنیٰ کرے تو فقط انکار کا وکیل ہو گا نہ اقرار کا ۳۔ یہ کہ انکار کو مستثنیٰ کرے تو فقط اقرار کا وکیل ہو گا ظاہر اور ایہ میں ۴۔ کہ خصومت جائز الا اقرار  
 میں وکیل کہے تو خصومت اور اقرار میں وکیل ہو گا ۵۔ یہ کہ خصومت غیر جائز الا اقرار و الا انکار میں وکیل کرے اس میں متاخرین کا اختلاف ہے  
 کذا فی الطحاوی فلواقر عندہ اسے القاضی لا یصح و خرج بعن الوکالت فلا یصح خصومتہ درہ تو بعد استثناء اقرار اگر وکیل نے اقرار کیا قاضی کے  
 نزدیک تو صحیح ہو گا اور اس اقرار سے وکالت سے نکل جائے گا تو اس کا خصومت کرنا مسموع نہ ہو گا کذا فی الدرہ و صح التوکیل باقرار ولا یصیر بہ  
 اسے بالتوکیل مقرراً اور صحیح ہے موکل کو اپنے اقرار کا وکیل کرنا اور موکل اس توکیل بالقرار سے مقرر نہ ہو جائے گا کذا فی البحر طحاوی نے اس کی توجیہ  
 یوں مذکور کی ہے کہ ممکن ہے کہ موکل اقرار کے واسطے وکیل کرے شور اور شغب اور خصومت کے خوف سے اگرچہ اس پر کچھ حق واجب نہ ہو گا اس  
 واسطے کہ ہر شخص خصومت پر قادر نہیں سوا اگر محتاصم اس پر اثبات مال کا ارادہ کرے بسبب توکیل بالقرار کے تو قاضی اس پر حکم نہ کرے گا و بطل  
 توکیل الکفیل بالمال لئلا یصیر فاعلاً لنفسہ اور باطل ہے مال ضامن کو وکیل کرنا تاکہ وہ اپنی ذات کے واسطے عامل نہ ہو جائے م سورت اس  
 کی یہ ہے کہ اگر ایک شخص کا دوسرے پر دین ہو اور کوئی مرد اس کا ضامن ہو سو طالب ضامن کو اس دین کے قبض کرنے کا وکیل کرے مدعا علیہ  
 اصل سے تو توکیل صحیح نہ ہوگی اس واسطے کہ وکیل وہ ہے جو غیر کے واسطے عمل کرے اور اگر یہ وکالت صحیح ہو تو وکیل اپنے واسطے عامل ٹھہرے  
 یعنی وہ سامعی ہو گا اپنے بری الذمہ ہونے میں تو رکن وکالت منعدم ہو گیا پس وکالت باطل ہو گئی کذا فی العینی کما لا یصح لو وکل یقبضہ اسے لاین  
 من نفسہ او عبیدہ لان الوکیل متی عمل لنفسہ بطلت الا اذا وکل المدیون بآراء نفسہ فیصح ویصح عزل ابرار لنفسہ استہابہ جیسے صحیح نہیں توکیل کر موکل وکیل کے  
 قبض دین کا وکیل کی ذات سے یا اس کے غلام یا ذون مدیون سے اس واسطے کہ وکیل نے جب کہ عمل کیا اپنی ذات کے واسطے تو وکالت باطل ہو گئی مگر جب کہ  
 دائر مدیون کو ابراہائے ذات مدیون کا وکیل کرے تو توکیل صحیح ہے مدیون کا معزول کرنا وکالت سے قبل اس بات کے کہ وہ اپنی ذات کو بری الذمہ کرے کذا  
 فی الشاہم قولہ اذا وکل اس میں غیر فاعل ہے راجح دائر کی طرف اور مدیون بالانصب مفعول ہے غیۃ المفتی میں ہے کہ اگر وکیل ابراہائے نفس مدیون کا وکیل  
 کرے تو صحیح ہے اگرچہ وہ عامل ہے اپنے کے واسطے بسبب اپنے فارغ الذمہ کرنے کے اس واسطے کہ وہ عمل کرتا ہے صاحب دین کے واسطے اس کے  
 دین کے استقاط سے اور وکالت کی شرط یہ ہے کہ غیر کے واسطے عامل ہونے کی اپنی ذات کے واسطے عامل ہونا ہی جب یہ معلوم ہو تو شامح کا یوں کہنا  
 کہ وکیل جب اپنے واسطے عمل کرے تو وکالت باطل بلاوجہ ہے مگر یہ کہ اپنی ذات کے عمل کو خالص نفسہ عمل پر محمول کیجے کذا فی الطحاوی او وکل

المحال لمجیل قبضہ من المحال علیہ او کل المدیون وکیل الطالب بالقبض لم یصح لاستحالة كونه قاضیا ومقتضیا فینتہ یا وکیل کرے محال مجیل کو قبض  
 دین کا محال علیہ سے یا وکیل کرے مدیون طالب کے وکیل کو تو صحیح نہیں اس واسطے کہ ایک شخص کا دینے والا ہونا اور تقاضا کرنے والا ہونا محال کذا  
 فی الفینتہ م اگر کوئی کہے کہ مجیل کے ذمے سے دین منتقل ہو گیا بسبب حوالہ کے تو وہ اجنبی ہو گیا تو اس کی توکیل کیوں صحیح نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ مجیل  
 ساعی ہے اپنی برأت نفس میں اس واسطے کہ اگر محال علیہ مفلس مریدے یا منکر حوالہ ہو بلا بیان تو دین مجیل پر راجع ہو گا خلاصہ عبارت فقہیہ یہ ہے کہ  
 اگر دائن نے کسی کو اپنے مدیون سے دین لینے کا وکیل کیا سو مدیون نے اس وکیل کو اپنی طرف سے بھی وکیل کیا کہ یہ میرا باپ بیچ کر صاحب دین کا دین لیا  
 کر سو اس نے بیچا اور من لیا اور وہ تلف ہو گیا تو مدیون کا مال تلف ہو گیا کیونکہ اس کا قاضی اور مقتضی ہونا محال ہے اور ایک شخص صلاحیت نہیں رکھتا کہ  
 مطلوب اور طالب کا وکیل ہو قضا اور اقتضا میں کذا فی الطحاوی بخلاف الکفیل بالنفس والرسول وکیل الامام بیع العنائم والوکیل بالتزویج  
 حیث یصح ضمانہ لان کلامہم سیرا بخلاف ما فی رضا من کے اور رسول قبض دین کے اور بادشاہ کے وکیل کے جو عنائم بیچنے کا وکیل ہے اور تزویج کے وکیل  
 کے کہ ان کا تادان دینا صحیح ہے اس واسطے کہ ہر شخص ان میں سے سفیر اور مبعوث محض ہے یعنی حقوق عقود ان کی طرف راجع نہیں جو ان کا ضمان صحیح نہ ہو الوکیل  
 یقبض الدین اذا کفل صح و تبطل الوکالة لان الکفالة اقوی للزومها فتصلح ناسخ قبض دین کا وکیل جب کہ ضامن ہو جائے مدیون کا تو صحیح ہے اور وکالت  
 باطل ہوگی اس واسطے کہ ضمانت قوی تر ہے وکالت سے بسبب لازم ہونے ضمانت کے اور عدم لزوم وکالت کے تو ضمانت ناسخ ہو سکتی ہے وکالت کی  
 بخلاف العکس بخلاف عکس یعنی جب کہ دین کا ضامن ہو پھر قبض دین کا وکیل ہو تو وکالت صحیح نہیں اور ضمانت باطل نہ ہوگی یہی مطلب ہے مصنف کے  
 قول سابقہ کہ الضامن کی توکیل باطل ہے وکذا کلاما صحت کفالة الوکیل بالقبض بطلت وکالتہ تقدمت الکفالة او تاخرت لما قلنا اور اس طرح  
 جب کہ وکیل قبض دین کی ضمانت صحیح ہوگی وکالت اس کی باطل ہو جائے گی خواہ ضمانت مقدم ہو وکالت پر یا مؤخر ہو بسبب اس دلیل کے جس کو ہم کہ چکے  
 یعنی ضمانت قوی تر ہے وکالت سے تو اس کی ناسخ ہوگی وکیل البیع اذا ضمن الثمن للبائع عن المشتري لم یجز لما مر ان یصیر عاملا لنفسه بیع کا وکیل جب کہ بائع  
 کے ثمن کا ضامن ہو مشتری کی جانب سے تو جائز نہ ہو گا اس واسطے کہ مذکور ہو چکا کہ وکیل اپنی ذات کے واسطے عامل ہو جاتا ہے یعنی اور شرط وکیل یہ ہے کہ  
 عامل بغیر ہونے اپنی ذات کے واسطے فان ادی بحکم الضمان رجع بطلانہ ویدونہ لا تبرع پھر اگر وکیل نے ثمن ادا کیا بحکم ضمان تو مشتری سے پھر لے سبب باطل  
 ہونے ضمان کے اور اگر بدوں حکم ضمان ادا کیا تو مشتری سے نہ پھر لے سبب اس کے تبرع اور احسان کے ادعی انہ وکیل الغائب لقبض دینہ فصدقه  
 الغریب امر بدفع الیہ عملا باقرارہ ولا یصدق لو ادعی الایفاء دعوی کیا کہ وہ شخص غائب کا وکیل ہے اس کے دین کے قبضہ کرنے میں سو مدیون نے مدعی  
 وکالت کی تصدیق کی تو اس پر ادائے دین کا حکم جاوے گا بنا بر عمل باقرار مدیون اور مدیون کی تصدیق نہ ہوگی اگر وہ ایفائے دین کا دعوی کرے گا یعنی مجرد  
 دعوی ایفائے دین ثابت نہ ہو گا فان حضر الغائب فصدقه فی التوکیل فیہا ونعت والامر الغریب بدفع الدین الیہ اے الغائب ثانی الفساد  
 الاداء بانکارہ مع یمنہ پھر اگر غائب آیا سو اس نے اس کے وکیل کرنے کی تصدیق کی تو بہتر اور خوب ہوا اور نہیں تو مدیون کو حکم کیا جائے گا کہ غائب کو دوبارہ  
 دین ادا کرے بسبب فاسد ہو جانے ادائے اول کے اس کے اول منکر ہونے سے قسم کے ساتھ م یعنی جب غائب نے قسم کھائی کہ یہ شخص میرا وکیل نہیں  
 تو مدعی وکالت کو دین دینا فاسد ٹھہر لے گا اس پر دوبارہ ادائے دین لازم ہو گا ورجع الغریم بہ علی الوکیل ان باقیانی یدہ ولو حکما بان استتک فانہ  
 یضمن مثله خلاصہ اور مدیون وکیل سے دین پھیرے اگر دین اس کے ہاتھ میں باقی ہو اگرچہ بقائے دین حکمی ہونے حقیقی اس طرح کہ وکیل نے دین کو ہلاک  
 کر ڈالا ہو تو اس پر ضمان لازم ہو گا کذا فی الخلاصہ وان صناع لاعلماء تصدقہ اور اگر دین ضائع ہو گیا وکیل کے پاس تو مدیون اس کو نہیں لے سکتا اس کی

لے محال دائن کو کہتے ہیں اور مجیل مدیون ہوتا ہے اور محال علیہ جو حوالہ قبول کرے ۱۲

تصدیق پر عمل کرنے سے یعنی جب اس نے وہی دیا اس کی وکالت کو تصدیق کی کہ تو مدیون کا قصور بظہر العذات جوع نہیں کر سکا الا اذا کان قد ضمنہ فذلک دفع  
 بقدر ما یاخذہ الذم ثانیاً لامانۃ الوکیل لان امانۃ لا تجوز سوا اللغلا زبلی وغیرہ مگر مدیون اس وقت وکیل سے دین پھیرنے جب وکیل دفع دین کے وقت  
 ضامن ہوا ہوا مال کا بقدر اس کے جس کو دائن دوسرے بار لے لے اس مال ہ جس کو وکیل نے لیا کیونکہ وہ امانت ہے جس کی ضامنی جائز نہیں کذا  
 فی الزبلی وغیرہ مال ضامن کی صورت یہ کہ مدیون کے وکیل سے کہ ہاں تو اس کا وکیل لیکن میری خاطر جمع نہیں کہ موکل وکالت کا انکار کرے اور  
 مجھ سے دوسری بار اپنا دین لے تو وکیل ضامنی داخل کرے ماخوذ کی کذا فی الطحاوی او قال لرقبضت منك علی انی ابرأک من الدین فہو کما قال  
 الاب للفقن عند اخذ مہرتہ اخذ منك علی انی ابرأک من مہرتی فان اخذتہ البنت ثانیاً رجع الفتن علی الاب فکذا ہذا بزازیہ یا وکیل نے مدیون سے  
 کہا میں نے تجھ سے مال لیا اس شرط پر کہ میں نے تجھ کو بری الذم کر دیا ہاں سے بری الذم کر دیا تو وہ ایسا ہے جیسا کہ باب نے واد سے کہا اپنی بیٹی کے  
 مہر لینے کے وقت کہیں اس شرط پر سے لیا ہوں کہ میں نے تجھ کو بری الذم کر دیا اپنی بیٹی کے مہر سے سو الہم کو بیٹی دوبارہ لے گی تو داماد باب سے پھیرنے کا  
 سوا اسی طرح یہ سند ہے کذا فی الزبلی وغیرہ اذالم یصدقہ علی الوکالت یوم صورتی السکوت والنکذیب ودفع لذلک علی زعم الوکالت فہذہ  
 اسباب للرجوع عند السکوت او سوا اسی طرح وکیل نے مال ضامن کی جب موکل اس کی تصدیق نہ کرے وکالت پر اور مدیون نے اس کو دین دیا وکالت  
 کے گمان پر عدم تصدیق وکالت شامل ہے دو صورتوں میں سکوت اور تکذیب کو تو یہ اسباب ہیں رجوع دین کے جب دین بدل ہو جائے کیل  
 کے پاس رجوع کے تین سبب ہیں ایک یہ کہ عند دفع وکیل مال کا ضامن ہو دوسرا یہ کہ قبض کرے بشرط ابرائے مدیون تیسرا یہ کہ ضامن ہو وہ  
 صورت عدم تصدیق موکل خان اوعی الوکیل ہلاک او دفعہ لموکل صدق الوکیل بلخیر پھر اگر وکیل بلا دین کا اپنے موکل کے دین کا دعویٰ  
 کرے تو اس کی تصدیق ہوگی وکیل کی قسم کے ساتھ م تصدیق وکیل سوائے مسائل ثلثہ رجوع مذکورہ میں ہوگی کذا فی الطحاوی دینی الوجوہ الذکورۃ  
 کلہا الغریم لیس لہ الاسترداد حتی یحضر الغائب اور سب وجوہ مذکورہ میں مدیون کو پھیر لینا دین کا وکیل سے جائز نہیں تا حصویر بہا بل غائب  
 وان یرہن انہ لیس لوکیل او علی اقرارہ بذلک او اراد استخلاصہ یقبل لیس فی نقص ما وجب للغائب اور اراد مدیون کو لایا اس پر کہ وہ شخص وکیل  
 نہیں دائن کا یا گواہ لایا وکیل کے اس اقرار پر یعنی عدم وکالت اقرار پر یا اس نے وکیل سے قسم لینے کا ارادہ کیا تو مقبول نہیں بسبب سنی کرنے مدیون  
 کے اس چیز کے توڑنے میں جس کو اس نے واجب کیا غائب کے واسطے یعنی مال مدفوع حق ہے غائب کا اور واقع اس کا پھیر لینا چاہتا ہے کذا فی  
 الطحاوی نعم لو برہن ان الطالب جحد الوکالت وانذ منی المال یقبل بجرمان اگر مدیون کو وہ لاوے اس پر کہ موکل طالب وکالت کا انکار کر چکا ہے  
 اور وکیل نے مجھ سے مال لیا ہے تو برہن مقبول ہے کذا فی البحر یعنی اس واسطے مقبول ہے کہ نقص موکل کی جانب سے ہے کیونکہ ثابت بالبیان  
 ثابت بالبیان کے مانند ہے کذا فی الطحاوی و یومات الموکل و ورثہ غریبہ او وجبہ اخذہ قاناً ولو لولا لکا ضمنہ الا اذا صدقہ علی الوکالت اور اراد موکل مرگیا  
 اور مدیون اس کا وارث ہوا یا موکل نے دین مدیون کو مہرہ کر دیا تو مدیون مال کو وکیل سے لے گا اگر مال قائم ہو اور اگر جہاک ہو گیا ہو تو اس کا تاوان لے  
 مگر جب کہ مدیون وکیل کی وکالت پر تصدیق کر چکا ہو تو قائم مال کو لے گا نہ مالک کو نہ وافر بالذم وانما الوکالت حلف ما علم ان الدائن وکل علی اور اراد  
 مدیون نے دین کا اقرار لیا اور وکالت کا منکر ہوا تو یہ قسم کھانی کہ اس کو معلوم نہیں کہ دائن نے اس کو وکیل کہنے سے کذا فی العینی قال انی وکیل یقبض  
 الودیۃ فصدقہ المودع لم یومر بالدفع الیہ علی المشرع بخلاف ما بین التمسحہ کہا میں وکیل ہوں قبض امانت کا سوا امانت دانے اس کی تصدیق کی تو اس  
 کو وکیل کے دینے کا حکم نہ ہوگا بنا بر قول مشہور بخلاف ابی شیمہ جسی نے کہا کہ ابن شیمہ نے امر بالدفع کی ابو یوسف سے روایت کی ہے اور یہاں مذکور ہے  
 فقہ معارف نہیں ولو دفع لم یملک الاسترداد مطلقاً اور اگر امانت دار وکیل کو دے گا تو استرداد کا مالک ہے کسی طرح خواہ اس نے تصدیق کی  
 ہو یا تکذیب یا سکوت بدلیل گذشتہ وکذا حکم لو ادعی شراء بل من المالک وصدقہ للمودع لم یومر بالدفع لان اقرار علی الغیر اور اسی طرح حکم ہے اگر

ودیعت کی خرید کا دعویٰ کیا اور امانت دار نے اس کی تصدیق کی تو اس کے دینے کا حکم نہ ہوگا کیونکہ وہ اقرار ہے غیر شخص پر یہ علت ہے دونوں مسئلوں کی ولو ادعی انتقال یا لارث او الوصیۃ منہ و صدقہ امر بالذبح الیہ لاتفاقہما علی ملک الوارث اذالم یکن علی المیت دین مستغرق ولا بدین التلوم فیہما لا احتمال ظہور وارث آخر اور اگر دعویٰ کیا وکیل نے ودیعت کے انتقال کا صاحب ودیعت سے بسبب یا وصیت کے اور امانت دار نے اس کی تصدیق کی تو اس کو اس کے دینے کا حکم ہوگا بسبب متفق ہونے وکیل مدعی اور امانت دار کے وارث کی ملک پر بشرطیکہ میت پر دین مستغرق متروک نہ ہو اور ضروری ہے انتظار سے دونوں صورتوں وارث اور وصیت میں دوسرے وارث کے ظاہر ہونے کے احتمال سے یا دوسرے موصی کے احتمال سے ولو انکر موتہ او قال لا ادری لایومر بالمیرہن اور اگر امانت دار نے اس کی موت کا انکار کیا یا بولا کہ میں نہیں جانتا تو ودیعت کے دینے کا حکم نہ ہوگا جب تک وارث گواہ نہ لاوے موت پر ودعویٰ الایضا کو کالتہ فلیس لمودع میت ومدیونہ الذبح قبل ثبوت انہ وصی اور دعویٰ ایضا کو کالت کے دعویٰ کے مانند ہے تو میت کے امانت دار اور اس کے مدیون کو جائز نہیں دینا ودیعت اور دین کا قبل اس کے ثابت ہونے کے کہ مدعی وصی ہے میت کا یا وکیل ولو لا وصی فدفع الی بعض الورثۃ بری عن حصۃ فقط اور اگر وصی نہ ہو سو مدیون نے بعض وارثوں کو دیا یعنی سب دین دیا تو مدیون فقط اسی وارث کے حصے سے بری الذمہ ہو جائے گا یعنی باقی وارثوں کا مواخذہ اس پر باقی رہے گا وکل لقبض مال فادعی الغریم مالی سقط حق موکلہ کاداء او ابراء او اقرارہ بانہ ملکی دفع الغریم المال ولو عفا را الیہ اے الوکیل لان جو ابہ تسلیم مال میرہن اور اگر ایک شخص کو قبض مال کا وکیل کیا سو مدیون نے وہ دعویٰ کیا جو اس کے موکل کے حق کو ساقط کر دے چنانچہ ادائے دین یا ابراء دین یا موکل کا یہ اقرار کہ وہ مال میری ملک ہے یعنی مدیون کی ملک ہے تو مدیون وکیل کو مال دے اگرچہ زمین ہو اس واسطے کہ مدیون کا جواب قبول کر لینا ہے دین اور وکالت کا جب تک گواہ نہ لاوے اپنے دعویٰ پر یعنی جب مدیون نے ادائے دین کا دعویٰ کیا مثلاً اس نے دین اور وکالت کا اقرار کیا لہذا اس پر دینا لازم ہو اسید جموی نے کہا کہ یہ قول تعلیل ہونے کے لائق نہیں تعلیل وہ ہے جس کو فقہانے ذکر کیا ہے کہ دعویٰ مذکور سے وکالت ثابت ہوئی اور ادائے دین بجز ودعویٰ ثابت نہ ہو تو اس کے حق میں ناخیر نہ ہوگی ولہ تحلیف الموکل لا الوکیل لان النیابۃ لا تجری فی الیمین خلافا لفرقہ اور مدیون کو جائز ہے تم لینا مثلاً ادائے دین کے انکار میں موکل سے وکیل سے اس واسطے کہ نیابت جاری نہیں ہوتی بخلاف تفریح کے ولو کلبہ بعیب فی امنہ و ادعی البائع ان المشتري رضی بالعیب لم یرد علیہ حتی یحلف المشتري والفرق ان القضاء ہنا فسخ لا یقبل النقض بخلاف ما مر خلافا لہما اور اگر ایک شخص کو خریدی لونڈی کے عیب میں وکیل کیا اور بائع نے دعویٰ کیا کہ مشتری لونڈی کے عیب سے راضی ہو گیا تھا تو وکیل بائع پر رد بیع نہ کرے جب تک مشتری قسم کھائے اور فرق اس مسئلہ میں اور مسائل سابقہ میں یہ ہے کہ قضا یہاں وہ فسخ ہے کہ نقض کو قبول نہیں کرتا بخلاف اس کے جو مذکور ہو چکا بخلاف مذہب صاحبین کے کہ ان کے نزدیک رد بیع ہوگا مگر یعنی اگر رد بیع کے ہم قائل ہوں تو فسخ فسخ ٹھہرے گی کیونکہ رد ہے عیب سے اور اس طرح کا رد فسخ عقد ہے اور قضا بالعقود والفسوخ جاری ہے صحت پر اگرچہ خطا ظاہر ہو کیونکہ امام کے نزدیک قضا نافذ ہے ظاہر اور باطن دونوں میں بخلاف مسئلہ دین کے کہ اس میں تدارک ممکن ہے مقبوضہ وکیل کے استرداد سے اگر خطا ظاہر ہو قسم کھانے کے وقت اس واسطے کہ قضا یہاں باطن میں نافذ نہیں کیونکہ حکم نہیں مگر بجز تسلیم تو قضا عقود اور فسوخ میں نہ ٹھہری کذا فی الجلی فی فلورڈ الوکیل علی البائع بالعیب فحضرت الموکل و صدقہ علی الرضی کانت لہ لالبائع اتفاقا فی الاصح لان القضاء لاعن دلیل بل للجمہل الرضی ثم ظہر خلافہ فلا ینفذ باطنا نہایت پھر اگر وکیل نے لونڈی بھیر دی بائع کو یعنی حکم قاضی پھر موکل آیا اور اس نے بائع کی تصدیق کی اپنے راضی ہو جانے پر تو وہ لونڈی موکل مشتری کی ہوگی نہ بائع کی یا اتفاق امام اور صاحبین کے قول اصح میں اس واسطے کہ قاضی کا حکم دلیل سے نہیں بلکہ نادانستگی سے ہے پھر اس کے خلاف ظاہر ہو تو حکم نافذ نہ ہوگا باطن میں کذا فی النہایت والمأمور بالانفاق علی اہل او بناء او القضاء لدین او الشراء او التصدیق عن ذمۃ



اذا امسک ما دفع اليه ونقد من مال ناویا الرجوع كنفيد الخامسة في الاشباه حال قيامه لم يكن متبرعا بل يقع التقاض استثناء اذ لم يعنى  
الى غيره اور شخص مامور ہو خرچ کرنے کا موکل کے اہل یا بنائے عمارت پر یا مامور ہو اس کی اولے دین کا یا خریداری کا یا زکوٰۃ کے تصدق کرنے کا جب  
کہ وہ کچھ چھوٹے وہ مال جو اس کو موکل نے دیا اور دے اپنے مال سے موکل کے موجود ہونے کے وقت رجوع کی نیت کر کے اسی طرح نیت رجوع کی قید  
لگائی ہے مسئلہ خامس یعنی زکوٰۃ میں اشباہ کے اندر تو مامور تبرع نہ ہو گا بلکہ مقاصد واقع ہو گا یعنی مجرا ہو جائے گا بطریق استحسان کے جب کہ مامور نے اس  
مال کو غیر موکل کی طرف نسبت دیا ہو یعنی صرف کے وقت یوں نہ کہا ہو کہ میں اپنے مال سے دیتا ہوں بلکہ موکل کی طرف نسبت کیا یا مطلقاً یا ہوم رجوع  
کی نیت یوں ہوگی کہ جو مال کو موکل نے دیا اس کو عوض ٹھہرے اس مال کا جو اس نے صدقہ دیا اپنے مال سے طوطاوی اور جلیسی نے کہا کہ زکوٰۃ کی قید ظاہراً

اتفاقى ہے فلو كانت وقت انفاذ متمکون لولہ فیما الذی نفسہ او اذ انفاذ العقدال درایم نفسہ ضمن وصار مشترياً بنفسه متبرعا بالاتفاق لان الدائم متعين  
في الوکالت نہایت و بزائریہ پھر اگر مامور کے خرچ کرنے کے وقت موکل کے درایم متمک ہوں اگرچہ ان کا استملاک مامور کے دین ذاتی کی طرف صرف کرنے  
سے ہوا مامور نے عقد کو اپنے درایم ذاتی کی طرف نسبت کیا ہو یعنی یوں کہا ہو خرید کے وقت مثلاً کہ میں اس کو اپنے درایم سے مول لیتا ہوں تو مامور پر  
تاوان لازم ہو گا اور مامور اپنے واسطے خریدار ٹھہرائے گا اور اہل و عیال کے خرچ کرنے میں متبرع اور منطوع ہو جائے گا یعنی موکل کے مال سے مجرا  
نہ کر سکے گا اس واسطے کہ یہ درایم وکالت میں متعین ہو جاتے ہیں کذا فی النہایۃ والیزازیہ ہم اتفاق کے مانند شریما اور صدقہ ہے چنانچہ بحوالہ الراقی  
میں مخرج ہے جب کہ وکالت میں درایم متعین ٹھہرے اور قبل اتفاق یا قبل شراہک ہو گئی تو وکالت باطل ہو گئی پھر اگر مامور صرف کرے گا اپنے

مال سے تو متبرع ہو گا تو اس کو موکل سے نہیں لے سکتا کذا فی الطوطاوی لعم فی الملتحقی تو امرہ ان یقبض من مدیونہ الفاونی صدق قسود بالف لیرجع علی المدیون  
جائز استحساناً ان ملتقى میں ہے کہ اگر موکل نے وکیل کو امر کیا کہ میرے مدیون سے ہزار روپے اور صدقہ کرے سو اس نے ہزار صدقہ کیے اپنے مال سے تاکہ پھر لے  
اس کے مدیون سے تو جائز ہے بطریق استحسان کے م بحوالہ الراقی میں یہ روایت متفق بالنون کی طرف منسوب ہے اور اسی طرح درمختار کے بعض نسخوں میں  
ہے اور اسی طرح منخ الغفار میں ہے بلا سند ماک اور وجہ اس کی یہ ہے کہ جو درایم کہ مدیون پر دین ہیں گویا قائم اور موجود ہیں تو وکیل متبرع نہ ہو گا کذا  
فی الطوطاوی وصی انفق من مال والی الی مال الیتیم غائب فموا الی الوسی کالاب متطوع ان لیشہد انہ قرض جلیہ او انہ یوجع علی جمیع

الفصولین وغیرہ وعلل فی الخلاصۃ بان قول الوسی وان اعتبر فی الاتفاق لکن لا یقبل فی الرجوع فی مال الیتیم الا بالبیئۃ ایک وصی نے خرچ کیا اپنے مال سے  
اور حالانکہ مال یتیم اس وقت موجود نہیں تو وصی باپ کے مانند متطوع اور متبرع ہے مگر یہ کہ وصی صرف کے وقت گواہ کر لے اس کے کہ وہ خرچ کرنا بطریق  
قرض کے ہے کہ وہ پھیلے گا یتیم سے کذا فی جامع الفصولین وغیرہ اور علت اس کی خلاصہ میں یوں بیان کی ہے کہ وصی کا قول اگرچہ خرچ کرنے  
میں معتبر ہے لیکن مال یتیم سے پھر لینے مقبول نہیں بلا شہادت م غائب ہونے کی قید اس واسطے لگائی کہ مال یتیم کا حاضر ہوگا تو بطریق اولی متبرع ٹھہرے گا  
فروع مسائل طحاوی شارح کے الوکالت الجودۃ لاندخل تحت الحكم ویانہ فی الدرر وکالت مجردہ یعنی جو وکالت حقوق العباد سے خالی ہے وہ تحت  
حکم حاکم داخل نہیں اور بیان اس کا درمیں ہے ہم درمیں صغیر سے منقول ہے کہ قبض دین کے وکیل نے جب کہ مدعا علیہ کو جاننے کیا سو اس نے وکیل کا  
اقرار کیا اور دین کا مفک ہوا تو وکالت ثابت نہ ہوگی تو اگر وکیل اثبات دین کے واسطے گواہ لانا چاہے تو مقبول نہیں یعنی قاضی اس کو سماعت نہ  
کرسے گا انتہی بقدر ضرورت ومع التوکیل بالسلم اور صحیح ہے تو کسب مع سلم کرنے میں م صورت اس کی یہ ہے کہ کچھ روپے کسی آدمی کو  
دے تاکہ وہ مثلاً گیہوں پر عقد سلم کرے تو وکیل کرنا جائز ہے مانند بیع اور شرا کے کذا فی الطوطاوی لا یقبل عقد السلم  
صحیح نہیں وکیل کرنا عقد سلم کے مقبول کرنے میں م صورت اس کی یہ ہے کہ کسی کو وکیل کیا کہ روپے لے طعام کے لیے

سو وکیل نے روپے لیے اور موکل کو دیے تو طعام وکیل پر ہے نہ موکل پر اور پے در پے وکیل کے موکل کے ذمہ پر فرض ٹھہریں گے اس واسطے کہ توکیل باطل ہے کذا فی الخطاوی پھر شارع نے قاعدہ مذکورہ پر تفریح کی فلنناظر ان سلیم من رجب فی زینہ و صہیرہ تو وقف کے ناظر کو جائز ہے کہ عقد سلم کر وقت کے محاصل سے مسجد یا مدرسہ کے قیل اور چٹائیوں میں ہم یعنی اگر وقف سے دراہم یا دنانیر حاصل ہوئے اور اس نے مسجد کے چراغ روشن کرنے کے واسطے عقد سلم قیل میں یا فرش کے واسطے چٹائیوں میں سلم کیا تو صحیح ہے اسلئے کہ ناظر وکیل ہے واقف کا اور توکیل باطل صحیح ہے و لیس لان یوکل بر من جملہ اینا علی القرۃ قیامہ ببقہ سلم و سلم من ماتر نہ باطناً لانہ وکیل الواقف والوکالتہ امانہ ..... لایصح بیعہا و تمام فی شرح الوہبانیۃ اور جائز نہیں ناظر کو وکیل کرے عقد سلم کا اس شخص کو جس کو اس نے مقرر کیا ہے قرینہ وقف پر کچھ مال معین کر کے ناظر امین کو عقد سلم کا امر کرے اس اناج میں جو وقف کی زمین میں پیدا ہو اور اس المال سلم کا اس امین سے لے بطن میں بعض اس وظیفے کے جو ناظر کو واسطے مقرر ہو یاہ اس واسطے جائز نہیں کہ ناظر وکیل ہے واقف کا اور وکالت امانت ہے جس کی بیع صحیح نہیں اور پورا بیان اس کا شرح وہبانیۃ میں ہے ہم امین کو جو ب ارض وقف میں عقد سلم اس واسطے جائز نہیں کہ توکیل بقبول عقد سلم صحیح نہیں اور ناظر کو امین سے مال لینا اس واسطے جائز نہیں کہ ناظر واقف کا وکیل ہے محاصل قریب کے قبض کرنے کا تو جب ناظر نے امین سے کچھ مال لیا بعض اپنے وظیفہ معینہ کے تو اس نے وکالت کو بیچا حالانکہ بیع وکالت کی صحیح نہیں کذا فی الخطاوی ملخصاً۔

**باب عزل الوکیل** | یہ باب ہے معزولی وکیل کے احکام میں الوکالتہ من المقصود والغیر اللازمۃ کالعاریۃ فلا یدخلہا شرط وکالت ان عقود میں سے ہے جو لازم نہیں چنانچہ عاریت تو وکالت میں خیار الشرط داخل نہیں ہوتا م عقد لازم میں خیار شرط کی حاجت ہے تاکہ صاحب خیار فسخ عقد کر سکے اور وکالت خود عقد غیر لازم ہے تو اس میں خیار شرط کی کچھ حاجت نہیں ولایصح حکم بہما مقصوداً وانما یصح فی ضمن دعوی صحیحۃ علی غریم و بیانہ فی الدرر اور حاکم کو ثبوت وکالت پر مقصود بالذات حکم کرنا صحیح نہیں ثبوت وکالت کا تو حکم صحیح نہیں ہوتا مگر در ضمن دعوی صحیح کے مدیون پر اور بیان اس کا درر میں ہے ہم قبل اس باب کے عنقریب گذرا درر سے کہ اگر مدعا علیہ وکالت کا مقرر ہو اور دین کا منکر تو وکالت ثابت نہیں ہوتی عدم حکم کی وجہ یہ ہے کہ حکم سے وکالت لازم ہو جاتی ہے اور حالانکہ وکالت شرعاً غیر لازم ہے پھر مصنف نے عدم لزوم وکالت پر تفریح کی آئندہ قول میں قلم موکل العزل متی شاء ما لم یتعلق بہ حق الغیر کوکیل خصومت بطلب الخصم کا سببی تو موکل کو اختیار ہے وکیل کے معزول کرنے کا جب چاہے تا وقتیکہ اس سے حق غیر متعلق نہ ہو جیسے خصومت کا وکیل مدعی کی طلب سے چنانچہ آگے آوے گا۔ ہم یعنی اگر مدعی کی خواہش سے مدعا علیہ غائب کا کوئی وکیل مقرر ہو اور تو مدعا علیہ اس کو معزول نہیں کر سکتا اس واسطے کہ اگر مدعا علیہ چھپ رہے تو اس کا حق فوت ہو جائے اور اگر مدعا علیہ موجود ہو یا وکالت بلا طلب مدعی ہو تو وکالت لازم نہیں ہوگی اس کے معزول کرنے کا اختیار ہے ولو الوکالتہ درویرۃ فی طلاق وعتاق علی ما صحہ البرازی و سببی عن العینی خلافاً فقینہ معزول کرنا وکیل کا صحیح نہیں اگرچہ وکالت دوری ہو طلاق یا عتاق میں بنا برائے قول کے جس کی تصحیح کی ہے بزاز نے اور عنقریب اس کے مخالف آوے گا عینی سے تو خبر دار رہنا ہم وکالت دوری یہ کہ موکل کہے وکیل سے کہ میں نے تجھ کو فغانے کام کا وکیل کیا جب کہ میں تجھ کو معزول کروں تو تو میرا وکیل ہے کذا فی الدرر بشرط علم الوکیل اسے فی القصدی اما الحکم فی ثبوت وینعزل قبل العلم کارسول موکل کو معزولی کا اختیار ہے بشرط معلوم ہونے وکیل کے یعنی عزل قصدی میں علم وکیل شرط ہے اور عزل حکمی چنانچہ موکل کی موت میں تو عزل ثابت ہوگا اور وکیل معزول ہو جائے گا قبل علم کے چنانچہ رسول معزول ہو جاتا ہے رسالت سے قبل علم کے ولو عزلہ قبل وجود الشرط فی المعلق بہ اسے بالشرط بلفظی شرح وہبانیۃ اگرچہ اس کا معزول کرنا قبل وجود شرط کے ہو اس وکالت میں جو معلق بشرط ہے اسی قول کا فتویٰ ہے لہ یعنی مثلاً زید نے عمرو سے طعام میں سلم کرنے کا پیام کیا اور عمرو نے قبول سلم کے لیے خالد کو وکیل کیا کہ طعام کے لیے روپیے لے لے۔

کذا فی شرح الوبائیة ویثبت ذلک اے العزل بمشافہ بہ ویکتابہ مکتوب بعزلہ او ارسال رسولاً ممیزاً عدلاً وغیرہ اتفاقاً اور بعداً  
صغیراً وکیسراً صدقہ او کذبہ ذکر المصنف فی متفرقات القضاء اور وہ یعنی معزول کرنا بالمشافہہ معزول کرنے سے ثابت ہوتا ہے اور معزول نے  
خط نہیں سے اور رسول ممیز کی پیام رسانی سے خواہ رسول عادل ہو یا غیر عادل بالاتفاق آزاد ہو یا غلام یعنی ہوا یا یہ ولسل اس کی تصدیق  
رسالت میں یا تکذیب ذکر کیا ہے اس کو مصنف نے اپنی شرح میں متفرقات قضاء کے سائل میں مہمیز کی قید سے محض اور ہوش اور معسر  
غیر ممیز خارج ہو گیا اذ قال الرسول المومل ایاک لا یلغک عزل ایاک عنی وکالتہ عزل ثابت ہوتا ہے جب کہ پیام رسالوں کے  
کہ مومل نے جو کون تیرے پاس بھیجا ہے تاکہ میں تجھ کو تیرے معزول کر دینے کی وکالت سے خبر پہنچاؤں ولوا خبرہ فضولی بالعزل فلا یمن احد  
شطری الشهادة عدد او عدالت کا خواہما التقدم فی المتفرقات اور اگر وکیل نے فضولی کی خبر لے لے تو سرور لے ہے ثبوت عزل میں شہادت  
کے دو جزوں میں سے ایک جز خواہ باعتبار شمار کے یا عدالت کے چنانچہ اس کے مانند اور مسائل میں جو اول مذکور ہوئے ہیں ابواب متفرقہ میں ایک جز  
شہادت کا شرط ہے م اخوات متقدمہ اخبار مولیٰ بمنابہ عبد اور شفعی کو بیع لی خبر پہنچنا اور باکرہ کو نکاح کی اور غیر مسلم صاحب کو اسامہ شریعہ کی  
خبر اور عیب کی خبر قاصد کو اور بگر ماؤن اور نسخ شرکت اور عزل قاضی اور متولی وقف کی خبر میں سب امور مذکورہ کی اخبار میں یہ شرط ہے کہ یاد و شخص خبر کر  
یا ایک عادل وقد نماز منی صدقہ قبل ولو فاسقا اتفاقاً ابن ملک اور ہم نے مذم کیا ذکر جب کہ وہ مخبر کی تصدیق کہے تو اس کی خبر مقبول ہے اگرچہ  
مخبر فاسق ہو بالاتفاق کذا صرح ابن ملک و فرغ علی عدم لزومها من المجاہدین لبقولہ اور مصنف نے عدم لزوم وکالت پر دونوں طے مومل، وکیل  
سے تفریح کی اپنے قول آئندہ سے فلو وکیل اسے بالخصوص وبتشراء المومل و الوکیل نکاح وطلاق وعتاق وبيع مال وبتشراء غیر مال کما فی الاشباہ  
عزل نفسہ بشرط علم موکل خصوصت کے وکیل اور مٹی معین کی خرید کے وکیل کو اپنا معزول کرنا جائز ہے بشرط دانست اپنے موکل کے نکاح  
اور طلاق اور عتاق اور مال موکل کی بیع اور مٹی غیر معین کی خرید کے وکیل کو کذا فی الاشباہ یعنی نکاح وغیرہ کے وکیل کو اپنا معزول کرنا صحیح ہے  
اگرچہ اس کا موکل معزول کو نہ جانے وکذا بشرط علم السلطان بعزل قاضی و امام نفسہما والا لا کما بسط فی الجواب اور اسی طرح دانست بادشاہ  
قاصد امام مسجد کے اپنی ذات کی معزول کرنے کی شرط ہے اور نہیں تو معزول ثابت نہیں چنانچہ جو اہر الفتویٰ میں اس کو شرح بیان کیا ہے یعنی  
اگر قاضی نے آپ کو قضا سے معزول کیا اور امام جمعہ یا عید نے آپ کو امامت سے معزول کیا تو یہ صحیح نہیں بدوں علم سلطان کے وکل القبطی مدین ملک  
عزلہ ان غیر حضرتہ للدیون وان وکلہ بجزرة لا تتعلق حقه بہ کما مویکل کیا کسی کو قبضہ دین کا تو وکیل اپنے معزول کرنے کا ملک ہے اگر اس کو موکل نے بلا حضور  
مدیون وکیل کیا ہوا اور اس کو مدیون کے سامنے وکیل کیا تو وہ اپنے معزول کرنے کا ملک نہیں بسبب متعلق ہونے مدیون کے ساتھ اس کے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ در  
صورت تعلق حق غیر وکالت لازم ہو جاتی ہے م تعلق حق مدیون یوں ہے کہ اگر معزول بلا علم مدیون صحیح ہو تو مدیون معزول یعنی فریب خوردہ ہو جائے گا اور صورت  
اوائے دی توکیل الا اذا علم یہ بالعزل المدیون فیمنذ بعزل تم فرغ جلد قبولہ مگر جب کہ مدیون معزول کو معلوم کر جائے تو اب اس وقت میں وکیل معزول ہو  
جائے گا پھر مصنف نے اس قاعدہ پر قول آئندہ کو متفرغ کیا فلو دفع المدیون دینہ الیہ الوکیل قبل علمہ الی المدیون بعزلہ یہ آ وبعده لاد غیر غیر  
وکیل تو اگر مدیون نے موکل کا وکیل کو دیا قبل دانست مدیون بعزل وکیل تو وہ بری الذمہ ہو گیا اور بعد دریافت معزولی کے بری الذمہ نہ ہوگا بسبب  
دینے مدیون کے غیر وکیل کو یعنی جب اس کو معلوم ہو گیا کہ وکیل نے آپ کو وکالت سے معزول کیا اور پھر اس کو دین دیا تو بری الذمہ نہ ہوگا کیونکہ اس نے غیر وکیل  
کو دیا اور غیر وکیل کے دینے سے وہی ادا نہیں ہوتا و عزل الموکل بیع الی من نفسه بجزرة المترسین ان رضی بہ بالعزل صح واللہ استحق حقه بہ  
وکذا الوکالہ بالخصوص للطلب للدی منہ ضیغہ کما مر اور اگر اس مدول نے جو وکیل مقرر ہوا ہے وہ میں کامر ہوں کی بیع کے واسطے اپنی ذات کو معزول کیا

مرتن کے سامنے اگر مرتن راضی ہو گیا معزول سے تو صحیح ہے اور نہیں تو صحیح نہیں بسبب متعلق ہونے ہی مرتن کے ساتھ اس کے اور اسی طرح ہے خصوصیت کی وکالت مدعی کی طلب سے غیبت مدعا علیہ کے نزدیک چنانچہ مذکور ہو چکا عنقریب ہم طحاوی نے کہا کہ ظاہر اقید عدالت وکیل کی بمقتضائے غالب عادت کے ہے والا توکیل بیع رہن کی عدالت پر موقوف نہیں ولیس منہ توکید بطلا قہما بطلہما علی الصیح لانه لا حق لها فیہ ولا قول کلاماً عزلتک فانت وکیل العزلہ بکلاما وکلتک فانت معزول یعنی اور نہیں ہے اس قسم سے جس میں حق غیر متعلق ہو وکیل کرنا زوجہ کی طلاق کا زوجہ کی طلب سے بنا بر قول صحیح کے اس واسطے کہ زوجہ کا حق اس میں کچھ نہیں اور نہیں ہے قسم مذکور سے موکل کا یوں کہنا کہ ہر بار میں تجھ کو معزول کروں تو تو میرا وکیل ہے بسبب اس کے معزول ہونے کے اس قول سے کہ ہر بار میں تجھ کو وکیل کروں تو تو معزول ہے کذا فی العینی ہم طحاوی نے کہا کہ ظاہر اقید عدالت وکیل میں اس واسطے عزل ثابت ہوتا ہے کہ اس میں حق وکیل متعلق نہیں و قول الوکیل بعد القبول بجزءة الموکل الغیت توکیل او انا برئی من الوکالت لیس بعزل کحود الموکل بقولہ لم اوکلتک لایكون عزلا الا ان یقول الموکل للوکیل والله لا اوکلتک لشیئ فقد عرفت تہا و نک فعزل زلیعی اور وکیل کا یوں کہنا بعد قبول وکالت کے موکل کے سامنے کہ میں نے تیری توکیل کو لغو کر دیا یا کہ میں بری ہوں وکالت سے معزول کرنا نہیں ہے جیسے موکل کا یوں انکار کرنا کہ میں نے تجھ کو وکیل نہیں کیا عزل نہ ہو گا مگر یہ کہ موکل وکیل سے کہے کہ واللہ میں تجھ کو کسی چیز کا وکیل نہیں کرتا سوالبتہ میں نے تیری سستی اور کاہلی معلوم کی تو عزل ثابت ہو گا کذا فی الزلیعی لکن ذکر فی الوصایا ان محمود عزل وحملہ المصنف علی ما اذا وافق الوکیل علی التزک لیکن زلیعی نے کتاب الوصایا میں ذکر کیا کہ موکل کا انکار عزل ہے اور مصنف نے اپنی شرح میں اس کو اس پر محمول کیا ہے جب وکیل موکل کے ساتھ موافقت کرے ترک وکالت پر ہم یعنی انکار وکیل اس صورت میں عزل ہے جب کہ وکیل بھی وکالت کو چھوڑ دے لکن اثبت القستانی اختلاف الروایة وقدما ثانی وطلد بان محمود اسدا النکاح نسخ ثم قال وفی روایة لم یعزل بالجمود انتہی فلیحفظ لیکن قستانی نے اختلاف روایت کا ثابت کیا ہے اور قول ثانی یعنی عزل ہونا انکار کا اس کو مقدم ذکر کیا ہے اور وہ اس کی یوں بیان کی ہے کہ ماورائے نکاح کے انکار فسخ ہے پھر قستانی نے کہا اور دوسری روایت میں وکیل معزول نہیں ہوتا انکار سے انتہی کلام القستانی تو اس کو یاد رکھنا چاہیے اور اسی طرح حموی نے اختلاف روایت ثابت کیا ہے چنانچہ ولو الجیہ سے نقل کیا ہے کہ اگر وصایت سے انکار کیا تو وہ رجوع ہے اور جامع کبیر میں ہے کہ یہ رجوع نہیں تو اس میں دو روایتیں ہیں اور اسی طرح محمود وکالت میں وکیل یا موکل سے اور محمود شرکت اور محمود ولایت اور محمود قبایعین یا مستاجرین میں خلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ محمود رجوع ہے اس واسطے کہ محمود فسخ ہے انتہی علامہ مقدسی نے کہا محتمل ہے کہ تصحیح خاص وصیت میں ہے یا سب میں انتہی اور ظاہر اجمیع کی تصحیح تبادر ہے چنانچہ تعلیل قستانی کی اس کی مؤید ہے کذا فی الطحاوی وینعزل الوکیل بلا عزل نہایت اثنی الموکل فیہ کما لو وکله قبض دین فقبضہ بنفسہ او وکله نکاح فزوجہ الوکیل بزایزہ اور معزول ہو جاتا ہے وکیل بدون معزول کرنے کے اس چیز کے منسی ہونے سے جس میں وہ وکیل مقرر ہوا چنانچہ اگر اس کو قبض دین کا وکیل کیا سو موکل نے اس پر بذات خود قبضہ کر لیا یا اس کو نکاح کا وکیل کیا سو موکل نے وکیل کے ساتھ نکاح کر دیا کذا فی البزازیہ ولو باع الموکل والوکیل معا ولم یعلم السابق بیع الموکل اولی عند محمد وعند ابی یوسف لیشترکان ویخیران کما فی الاختیار وغیرہ اور اگر موکل اور وکیل نے ساتھی بیع کی اور معلوم نہیں کہ پہلی بیع کونسی ہے تو موکل کی بیع مقدم ہے محمد کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک دونوں مشتری بیع میں شریک اور مختار ہیں چاہیں بیع قائم رکھیں چاہیں فسخ کریں کذا فی الاختیار وغیرہ وینعزل بموت احدہما وجنونة مطبقا بالکسر المستوعبا سنة علی الصیح ودرر وغیرہ لکن فی الشر بنبلایة عن المصنرات شہر ابو بقی وکذا فی القستانی والبقانی وجعل قاضی خاں فی فصل فیما یقضى بالمجتمعات قول ابی حنیفة وان عیلة الفتوی فلیحفظ اور وکیل معزول ہوتا ہے وکیل اور موکل دونوں میں سے ایک کے مرجع سے اور اس کے سال بھر کے جنون سے بنا بر قول صحیح منیغ کذا فی الدرر وغیرہ لیکن شر بنبلایہ میں ہے مصنرات سے کہ عین بھر کے جنون

سے معزول ہوتا ہے۔ اسی کا فتویٰ ہے اور اسی طرح قستانی اور باقانی میں ہے اور قاضی خاں نے اس فصل میں جس میں قضا بالمجتمعات کا مذکور ہے جنوں شہری کو قول ابو حنیفہ کا قول قرار دیا ہے اور یہ کہ اسی قول پر فتویٰ ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے کہ مطبق بالکسر بمعنی مستوعب ہے اور بعضوں نے بمعنی دائم تفسیر کیا ہے جو الرائق میں مصباح سے منقول ہے کہ معام مطبق بفتح بالولتے ہیں وبالکسر بلحوق مرتدا لم لا تعود لبعودہ مسلما علی المذہب ولا بافاقہ بجا اور وکیل معزول ہوجاتا ہے وکیل یا موکل کے حکم لہوق دار الحرب سے مرتد ہو کر پھر وکالت عود نہیں کرتی اس کی پھر آنے سے دارالاسلام میں مسلمان ہو کر اور نہ اس کے جنون جلتے رہنے سے بنا بر مذہب صحیح کذا فی الجرم جب کہ مرتد ہو گیا پھر وکیل ٹھہرا پھر دار الحرب میں جا کر مل گیا اور قاضی خاں نے لہوق دار الحرب پر حکم کر دیا تو معزول ہو گا اس واسطے کہ مرتد کے تعریفات قبل حکم لہوق موقوف ہیں امام کے نزدیک تو اسی طرح وکالت مرتد ہی موقوف ہے اگر مسلمان ہو گیا تو نافذ ہے اگر مقتول ہو یا دار الحرب میں جا ملا تو وکالت باطل ہے کذا فی الطحاوی وی فی شرح الجمع و اعلم ان الوکالت اذا كانت لازمة لا تبطل بهذه العوارض فلذا قال الا الوکالت اللازمة اذا وکل الراعی العدل او المرتب ببيع الرمن عند حلول الاصل فلا یعزل بالاعزل ولا بموت الموکل و جنونہ اور شرح جمع میں ہے کہ جان لے کر وکالت جب لازم ہوتی ہے تو ان عوارض سے باطل نہیں ہوتی تو اسی وجہ سے مصنف نے کہا بجز وکالت لازمہ کے یعنی مثلاً جب راہن نے شخص عادل یا مرتب کو وکیل کیا بیع رمن کا مدت کے آتے تو وہ معزول نہ ہو گا معزول کرنے سے اور نہ موکل کی موت اس کے جنون سے مرنے عطف ہے عدل پر اور راہن پر اس کا عطف کرنا صحیح نہیں اس واسطے کہ مرتب بیع کا مالک نہیں کذا فی الطحاوی کالوکیل بالامر بالید والوکیل ببيع الوفاء لا یعزلان بموت الموکل بخلاف الوکالت بالخصومة والطلاق بزازیہ جیسے امر بالید کا وکیل اور بیع الوفا کا وکیل معزول نہیں ہوتے دونوں موکل کی موت سے بخلاف خصومت یا طلاق کی وکالت کے کذا فی البزازیہ م یعنی وکالت بالخصومة اگرچہ لازم ہے لیکن وکیل اس میں موت اور جنون موکل سے معزول ہوجانا ہے قلت والحاصل کذا فی البھران الوکالت ببيع الرمن لا تبطل بالاعزل حقیقیاً او حکمیاً ولا بالخروج عن الایمان بجنون وردة و فیما عدا ما من اللازمة لا تبطل بالحقیقی بل بالحکمی بالخروج عن الایمان قلت فاطلاق المدفئہ نظر میں کتابوں اور خلاصہ یہ ہے چنانچہ بحر الرائق میں ہے کہ بیع رمن کی وکالت باطل نہیں ہوتی عزل سے خواہ عزل حقیقی ہو یا حکمی چنانچہ موت اور نہ خارج ہوجانے سے لیاقت توکیل سے بسبب جنون اھارتہ کے اور اس کے سوا وکالت لازمہ باطل نہیں ہوتی عزل حقیقی سے بلکہ باطل ہوتی ہے عزل حکمی سے اور اہلیت کے خارج ہوجانے سے میں کتابوں تو درر کے اطلاق میں بحث ہے م درر میں یوں کہا ہے کہ جب حق غیر متعلق ہو تو وکیل معزول نہیں ہوتا انتہی اور تعلق حق غیر وکالت بالخصومة بالتماس طالب کو بھی شامل ہے اور حالانکہ اس میں ایسا حکم نہیں کذا فی المنع و یعزل بافتراق احد الشریکین ولو بتوکیل ثالث بالتصرف وان لم یعلم الوکیل لانه عزل حکمی اور وکیل معزول ہوتا ہے احد الشریکین کے افتراق سے اگرچہ وکالت بتوکیل ثالث ہوتصرف کے واسطے اور گوکہ وکیل کو عزل کا علم نہ ہو اس واسطے کہ وہ عزل حکمی ہے م اطلاق ماتن اس کو شامل ہے کہ دونوں شریکوں میں افتراق ہو شرکت کے بطلان سے چنانچہ دونوں مال یا ایک مال ہلاک ہو جائے قبل خرید کے تو وکالت غیر باطل ہوگی اور اس کو شامل ہے کہ دونوں یا ایک شریک تیسرے شخص کو تصرف کا وکیل مقرر کریں تو بعد افتراق وہ معزول ہوگا و یعزل بجز موکلہ لومکاتہا و حجرہ اسے موکلہ لومکاتہا و حجرہ اسے علم اولاً لانه عزل حکمی کما مر اور وکیل معزول ہوتا ہے اپنے موکل کے عاجز ہونے سے اور نہ بدل کتابت سے اگر موکل عبد مکاتہ ہو اور اپنے موکل کے مجبور ہونے سے اگر موکل عبد ماذون فی التجارة ہو اسی طرح معزول ہوجاتا ہے یعنی اس کو علم ہو عزل کا یا نہ ہو اس واسطے کہ وہ عزل حکمی ہے چنانچہ مذکور ہو چکا و پنا اذا کان وکیلاً فی العقود والخصومة اما اذا کان وکیلاً فی قضاء رین واقضائه وقبض ودیوئے فلا یعزل بجز اور یہ یعنی عزل بسبب مجبور اور حجر کے اس وقت ہے جب کہ وہ وکیل ہو حضور و خصوصیت

ہیں اور جب کہ وکیل ہو اداے دین اور طاب دین اور قبض و دلچیت میں تو معزول نہیں ہوتا عجز مکاتب اور حجراذون سے ولو عززل المول وکیل عبده الماذون لم یعزل اگر مولیٰ نے اپنے غلام ماذون کے وکیل کو معزول کیا تو وہ معزول نہ ہوگا و یعزل بتصرفہ اسے المولک بنفسہ فیما وکل فیہ تصرفا بعجز الوکیل عن التصرف معہ والا لاکم لو طلقها واحده والعدۃ باقیہ فملکوکیل تطیقہما اخری ببقاء المحل اور معزول ہوتا ہے وکیل موکل کے بذات خود تصرف کرنے سے اس فعل میں جس میں وہ وکیل مقرر ہوا موکل کے ایسے تصرف سے نزل ہوتا ہے کہ وکیل اس کے ساتھ تصرف کرنے سے عاجز ہو جائے اور اگر وکیل عاجز نہ ہو تو وہ معزول نہیں ہوتا چنانچہ اگر موکل نے اپنی زوجہ کو ایک بار طلاق دی اور حالانکہ عدت باقی ہے تو وکیل کو دوسری طلاق دینا جائز ہے بسبب باقی رہنے محل طلاق کے ہم موکل کے جس تصرف کے ساتھ وکیل تصرف نہیں کر سکتا اس واسطے معزول ہو جاتا ہے کہ وکالت کی حاجت باقی نہیں رہتی چنانچہ عملاق عبداکتبت کا وکیل کیا پھر اس کو موکل نے خود آزاد کر دیا یا مکاتب کیا یا تزویج یا خرید کا وکیل کیا سو آپ نکاح کر لیا یا مول لیا یا طلاق کا وکیل کیا سو خود اس کو تبین یا طلاق دی یا ایک بار طلاق دی اور عدت گذر گئی یا خلع کا وکیل کیا سو آپ خلع کر لیا ولو ارتد الزوج اذ لم یحق وقوع طلاق وکسیدہ ما بقیت العدة اور اگر زوج مرتد ہو گیا یا دار الحرب میں لاسحق ہوا تو اس کی طلاق واقع ہوگی جب تک عدت باقی ہے ہم بحر الرائق وغیرہ میں یوں ہے کہ اگر زوج مرتد ہو جائے تو وکیل کی طلاق عورت پر تاقائے عدت واقع ہوگی اور لحوق زوج بمنزلہ اس کی موت کے ہے اتھی تو شارح کے کلام میں لحوق اس لحوق پر محمول ہے جس پر قاضی کا حکم نہیں ہو اور صاحب بحر وغیرہ کا کلام اس لحوق پر جس پر حکم ہو گیا کیونکہ وہی بمنزلہ موت کے ہے کذافی الطحاوی و تود الوکالت اذا عاد الیہ اسے المولک قدیم ملکہ کان وکلہ بیع فباع موکلہ تم رد علیہ بما ہو فسخ بقی علی وکالتہ اور پھر آتی ہے وکالت جب کہ موکل کی طرف اس کی قدیم ملک پھر آوے چنانچہ ایک شخص کو بیع کا وکیل کیا سو اس کو بیع ڈالا پھر اس کو مشتری سے خرید کیا تو وکالت عود نہ کرے گی اس واسطے کہ یہاں قدیم ملکنے عود نہیں کیا بلکہ وہ تازہ ملک حاصل ہوئی فروع مسائل ملحقہ شارح کے فی المنتقط عززل وکتب لایعزل مالہ لیسد الکتاب ملقط میں ہے کہ معزول کیا اور معزولی لکھ بھیجی تو معزول نہ ہوگا جب تک وکیل کو خط نہ پہنچے گا یعنی اس واسطے کہ یہ عززل قصدی ہے اس میں علم وکیل شرط ہے اور علم خط بھیجنے سے ہے وکل غائباً ثم عزل قبل قبولہ صح وبعده لا وکیل کیا شخص غائب کو پھر اس کو معزول کیا قبل اس کے قبول کرنے کے تو صحیح ہے اور بعد قبول کے صحیح نہیں یعنی قبل قبول بلا علم وکیل عزل صحیح ہے اور بعد قبول صحیح نہیں بدوں علم کے در صورت عزل قصدی کذافی الطحاوی دفع الیہ مقمۃ لیدفعها الی انسان یصلحها فدفعها ونسی لاینبین الوکیل بالذبح دیا وکیل کو آفتاب تک اس آدمی کو دے جو اس کو درست کر دے سو وکیل نے اس کو دیا اور بھول گیا کہ کس کو دیا تو وکیل پر دینے سے تاوان نہیں اس واسطے کہ اس نے موافق اس کے کہنے کے عمل کیا اور نسبان سے قصدی اس کی ثابت نہیں ابراہ ممالہ علیہ بری من الکل قضاء واما فی الاخرۃ فلا الاقصد ما یتوہم ان لہ علیہ صاحب دین نے مدیون کو بری الذمہ کر دیا اس دین سے جو اس پر ہے تو وہ بری الذمہ ہوگا کل دین سے ظاہر حکم میں اور آخرت میں تو بری الذمہ نہ ہوگا مگر اس قدر دین سے جتنا صاحب دین گمان رکھتا ہے کہ اس کا اتنا ہے اس پر ہم یعنی جبلا اس نے دین معاف کر دیا لیکن اس کا گمان یہ ہے کہ میرے دس درم ہیں پھر ظاہر ہوا کہ اس کے سو درم ہیں تو باعتبار قضا سب دین سے بری ہو گیا بنظر اطلاق برأت اور عند اللہ فقط دس درم سے بری ہوگا کذافی الطحاوی و فی الاشباہ قال لمدیون من جاک لبعلا مہ کذا وامن اخذ اصبعک او قال لک کذا فادفع الیہ لم یصح لانہ لو وکیل مجبول فلا یر ابالذبح الیہ اور اشباہ میں ہے کہ اپنے مدیون سے کہا کہ جو تیرے پاس آوے فلا فی نشانی لے کر یا جو تیری انگلی پکڑے یا تجھ سے فلا فی بات کہے تو اس کو دیکھو تو صحیح نہیں اس

دانتہ یہ توکیل مجہول ہے تو مدلول بری الذمہ نہ ہوگا اس کے دینے سے وہی الوہبائتہ سے ومن قال اعط المال قابض خفہ فاعطاء لم یبر اولہا لہ  
 اور وہبانیہ میں ہے اور جس کے دائن نے کہا کہ دے مال چھنگل کے کپڑے والے کو سو دیا اس کو تو مدلول بری الذمہ نہ ہوگا اور مال میں اس کو خسارہ ہوا جسے  
 دوبارہ اس کو دینا پڑے گا وبعو ببع بالتقاریر خالہ فخالہ قالوا کجوز التغبہ اور جس موکل نے کہا یہی اس کو اور نہ سمی خالہ کے ہاتھ سو وکیل نے اس کے خلاف  
 کیا یعنی ادھار بیہ یا زبیک کے ہاتھ بیہ یا تو عملانے کہا کہ اتنا تغیر کرنا وکیل کو بائز ہے م وبعو ببع خالہ یہ دوسری صورت ہے وکیل کو مخالفت مذکورہ اس دانتہ  
 جائز ہے کہ یہ کلام مشورہ پر مجہول ہے پنا پڑ مضارب سے کہا کہ یہ مال بطور مضاربت کے لے اور اس سے کہوں خرید کرنا تو اس کو جو خرید کرنا جائز ہے کیونکہ یہ  
 کلام مشورہ سے ہے اس بخلاف اس قول کے کہ بعد بالتقدیر یا یوں کہا کہ بعد من فلان تو اب اس کو مخالفت کرنا جائز نہیں کذا فی الطحاوی عن شریع الوہبائتہ  
 وہی الدفع قل قول الوکیل مقدم ہ وکذا قول رب الدین والنقص بکبرہ اور مال دینے میں وکیل کا قول مقدم ہے اور خصم یعنی موکل پر جبر کیا جانے کا م صورت  
 اس کی یہ ہے کہ موکل نے وکیل کو مال دیا اور کہا کہ اس سے میرا دین ادا کر سو وکیل نے کہا کہ میں نے ادا کیا اور صاحب دین نے کہا کہ میں نے نہیں دیا تو وکیل  
 کا قول معتبر ہے بری الذمہ ہونے میں یعنی وکیل پر تاوان دینا لازم نہ ہوگا اور وکیل کا قول مقدم ہے موکل کے اس قول پر کہ اس نے صاحب دین کو نہیں دیا اور  
 صاحب دین کے اس قول پر کہ میں نے کچھ نہیں پایا لیکن یہ فقط درحق برأت ہے نہ درحق سقوط دائن تو وہ اپنا دین موکل سے لے گا اور دائن کا قول موکل  
 وکیل کے قول پر مقدم ہوگا عدم سقوط حق میں اور موکل سے زبردستی حق اس کا دلا یا جائے گا بعد اس کے اگر موکل طالب کا کذب اور وکیل کا مصدق ہو تو طالب  
 سے قسم لی جائے سو اگر اس نے قسم کھائی تو قبض دین ثابت نہ ہو اور اگر قسم نہ کھائی تو اس کا حق ساقط ہو گیا اور اگر بالعکس یعنی وکیل طالب کا مصدق اور  
 وکیل کا کذب ہو تو وکیل سے قسم لی جائے کذا فی الطحاوی ولو قبض الدلال مال البیہ کی بیسیلہ من ذنایع شطر اور اگر دلال نے مال بیع یعنی ثمن یا مشتری  
 سے تو بائع کو تسلیم کرے اور ثمن سناغ ہو گیا اور بائع میں نقصان نصف کیا جائے م یعنی مصالحہ بالنصف ہوگا در میان دلال اور بائع کے ناظم نے کہا یہ  
 تفصیل کرنا لائق ہے کہ اگر بائع نے دلال کو قبض ثمن کا اذن دیا ہو تو دلال پر تاوان لائق نہیں اور نہیں تو بائع چاہے مشتری سے تاوان لے چاہے دلال سے  
 اگر مشتری سے لے تا وقتیکہ دلال اس کا فرستادہ نہ ہو بائع کی طرف ثمن پہنچانے میں کذا فی الطحاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم



# کتاب الدعوی

یہ کتاب ہے دعویٰ کے احکام میں لایحییٰ مناسبتہا للوکالہ بالخصوص مناسبتہ الدعویٰ کی خصوصیت کی وکالت سے پوشیدہ نہیں م مناسبت یہ ہے کہ خصوصیت کے وکیل کو دعویٰ کی طرف حاجت ہے بلکہ گاہے غیر خصوصیت کا وکیل بھی دعویٰ کی طرف حاجت مند ہوتا ہے ہی لغتہ قول یقصد بہ الانسان ایجاب حق علی غیرہ لغت میں دعویٰ وہ قول ہے جس سے آدمی اپنے غیر پر ایجاب حق کا ارادہ کرے یعنی بلا قید منازعت و مسالمت اور اس میں دفع عن حق نفسہ سے کچھ تعرض نہیں و الفہم للتائینث فلا تنون اور لفظ کالف تائینث کے واسطے ہے تو اس پر تنوین داخل نہیں کی جاتی و جمعہا دعویٰ بفتح الواو کفتویٰ و فتاویٰ دررا و جمع دعویٰ کی دعاوی ہے بفتح واو و مانذ فتویٰ اور فتاویٰ کے کذافی الدرر لکن حیزم فی المصباح بکسرہ الیضا فیہما محافظۃ علی الف التائینث لیکن مصباح العلوم میں واو کے کسرہ پر یقین کیا دونوں میں یعنی دعاوی اور فتاویٰ میں الف تائینث کی محافظت کے واسطے م عبارت مختلف ہے مصباح میں یوں ہے کہ جمع دعویٰ دعاوی بکسر واو ہے اس واسطے کہ وہی اصل ہے اور بفتح واو ہے الف تائینث کی محافظت کے واسطے کہ انی الطحاوی ملخصا و شرعا قول مقبول عند القاضی یقصد بہ طلب حق قبل غیرہ خرج الشہادۃ والاقرار اور اصطلاح شرع میں دعویٰ عبارت ہے اس قول سے جو قاضی کے روبرو مقبول ہو اور اس سے طلب حق اپنے غیر شخص سے مقصود ہونکل گئی شہادت اور اقرار م قول مقبول سے قول ملزم مراد ہے تو غیر ملزم خارج ہو گیا قاضی کی قید اس واسطے لگائی کہ غیر قاضی کے روبرو دعویٰ مسموع نہیں اور طلب حق کی قید سے شہادت خارج ہو گئی دعویٰ کی تعریف سے اس واسطے کہ شہادت اگرچہ قول مقبول ہے مگر اس سے اثبات حق غیر مقصود ہے اور اسی طرح اقرار بھی اور دفعہ اسے دفع الخصم عن حق نفسہ دخل دفع دعویٰ التقرین فتسبع یعنی بزائیدہ دعویٰ عبارت ہے دفع کرنے مدعی سے مخاصم کو اپنی ذات کے حق سے تو اس میں داخل ہوا تعرض کے دعویٰ کو دفع کرنا تو وہ مسموع ہو گا اسی قول کا فتویٰ ہے کذافی البرزازیہ م دفع تعرض کی صورت یہ ہے کہ قاضی کے سامنے کہے کہ فلانا شخص ناحق میرا متعرض ہونا ہے اور میں اس کے دفع تعرض کا مطالب ہوں تو یہ دعویٰ مسموع ہے قاضی اس کو ناحق تعرض سے باز رکھے تو جب تک اس کے پاس حجت نہیں ہے تو وہ تعرض سے روکا جائے اور جب اس کو حجت ملے تو تعرض کرے کذافی الطحاوی بخلاف دعویٰ قطع النزاع فلا تسع سراجیہ بخلاف دفع قطع نزاع کہ وہ مسموع نہیں کذافی السراجیہ صورت اس کی یہ ہے کہ قاضی کے پاس جائے اور کہے کہ اگر فلانے شخص کا مجھ پر کچھ ہو تو دعویٰ کرے اور نہیں تو ابرا کرے تو اس شخص پر جبر نہ کیا جائے گا دعویٰ میں اس واسطے کہ وہ صاحب حق ہے کذافی الطحاوی و ہذا اذا ارید بالحق فی التعریف الامر الوجودی اور یعنی تعریف دعویٰ میں اور دفع عن نفسہ کا قول زیادہ کرنا اس وقت ہے جب کہ تعریف مذکور میں حق سے امر وجودی کا ارادہ کیجیے م جب امر وجودی مراد ہوا تو امر عدمی چنانچہ دفع کو تعریف شامل نہ ہوگی تو قول مذکور کے زیادہ کرنے کی حاجت ہوئی تاکہ دفع بھی دعویٰ کی تعریف میں داخل رہے اور عدمی سے مراد وہ ہے جو امر اعتباری کو بھی شامل ہو اس واسطے کہ دفع عدمی نہیں کیونکہ دفع سے کف عن المنازعت مراد ہے فلوارید ما لیم الوجودی والعدمی لم یصح لہذا القید سو اگر حق سے وہ ارادہ کیجیے جو کہ وجودی اور عدمی دونوں کو شامل ہو تو اس قید یعنی زیادت دفع کی حاجت نہ رہی والمدعی من اذا ترک دعواہ ترک اسے لایجر علیہا اور مدعی وہ شخص ہے کہ جب کہ ہائیدہ ترک کرے تو چھوڑا جائے یعنی حاکم اس سے زبردستی دعویٰ نہ کر دے والمدعی علیہ بخلاف اسے یجر علیہا اور مدعا علیہ وہ شخص جو مدعی کے برخلاف ہو یعنی جو ترک



خصوصیت سے چھوٹا نہ ہونے بلکہ اس سے زبردستی کروائی جائے غلو فی البدیۃ قاسیان کل فی محدۃ فانجبار المدعی علیہ عند محمد بہ یعنی بزاتیہ ولو انعقاد فی لفظ اہمب الاربعۃ علی لفظ اہر وہ بہ اہمیت ہر ایک شہر میں دو قاضی ہوں ہر ایک قاضی ہو علیہ علیہ علیہ علیہ کا تو مدعا علیہ کو اختیار ہے جس قاضی کے پاس چاہے حاضر ہو محمد کے نزدیک اسی قول کا فتویٰ ہے کہ انی البرازیہ اگرچہ وہاں چاروں مذہب کے قاضی ہوں بنا بر قول ظاہر کے اور اسی کام میں نے فتویٰ دیا ہے کئی بار کذا فی ابومر عملاً مقدسی نے صاحب بکر کے قول پر اعتراض کیا کہ ابو یوسف کے قول پر اعتماد کرنا مناسب ہے یعنی مدعی کو اختیار ہے اس واسطے کہ ابو یوسف کا قول مدعی اور مدعا علیہ کی تعریف کے موافق ہے قال المصنف ولو الولاية لغامین فاکثر علی السواہ فالجبرۃ مدعی نعم لو امر السلطان باجابت المدعی علیہ لزم اعتباره لعزلہ بالنسبۃ ایسا کہ مراد انکا مصنف نے اپنی شرح میں اور اگر دو قاضیوں کی یا زیادہ کی ولایت برابر جمیع محلات شہر میں تو مدعی کا اعتبار ہے ہاں اگر سلطان نے اجابت مدعا علیہ کا حکم دیا ہو تو اس کا معتبر رکھنا لازم ہونا سبب معزول ہونے اس قاضی کے جس کو مدعا علیہ نے پسند نہیں کیا اس دعویٰ کی نکتہ کے اعتبار سے چنانچہ چند بار مذکور ہو چکا کہ قضایہ مذکورہ کذا فی الطحاوی قلت و ہذا الخلاف فیما اذا کان کل قاض علی محلۃ علیہ

اذا کان فی المصر سفی و شافعی و مالکی و حنبلی فی مجلس واحد والولاية و امدۃ فلا یستغنی ان یقع الخلاف فی اجابت المدعی لما ان صاحب الحق کذا بخط المصنف علی حاشیۃ البرازیۃ فلیحفظ مع کتابوں یہ خلاف محمد اور ابو یوسف کا اس صورت میں جب کہ ہر قاضی علیہ علیہ کا حکم ہو اور جب کہ شہر میں سفی اور شافعی اور مالکی اور حنبلی ایک مجلس میں ہوں اور ولایت ایک یعنی حکومت عامہ ہو تو لائق نہیں کہ اجابت مدعی میں خلاف واقع ہو اس واسطے کہ بلا شک مدعی ہی تو حسب حق اسی طرح لکھا ہے مصنف کے خط سے بزازیہ کے حاشیہ پر تو اس کو یاد رکھنا چاہیے ہم اتحاد مجلس قید نہیں بلکہ علوم ولایت پر مدعا علیہ چنانچہ مذکور ہو چکا تو اگر شارع عموم ولایت پر کفایت آتا تو خوب ہوتا و رکنہا اضافۃ الحق الی نفسه لو امیلا کلی علیہ کذا و اضافۃ الی من ناب المدعی منابہ کو کیل و وہی عند النزاع متعلق باضافۃ الحق اور دعویٰ کا رکن نسبت کرنا ہے حق کا اپنی ذات کی طرف نزاع کے وقت اگر مدعی امیل ہو چنانچہ یوں کہنا کہ میرا مال اس پر اتنا ہے یا نسبت کرنا حق کا اس کی طرف جس کے مدعی قائم مقام ہے مانند کیل اور وہی کے شارع نے کہا کہ عند النزاع اضافت حق سے متعلق ہے والہما العال المیزر ولو صہیا لوما ذواتی الخصومتہ والاشباہ اور دعویٰ کا اہل وہ شخص ہے جو ہوشیار با تمیز ہو اگرچہ لڑکا ہو بشرطیکہ اس کے ولی نے اس کو خصومت کی اجازت دی ہو اور اگر اس کو اجازت نہ دی ہو تو وہ اہل دعویٰ نہیں کذا فی الاشباہ و شرطہا سے شرط جو از الدعوی مجلس القضاء و و حضور خصم فلا یعنی علی غائب اور دعویٰ کی شرط یعنی جو از دعویٰ کی شرط قاضی کی مجلس ہے اور موجود ہونا اس کے مخامم کا تو حکم نہ کیا جائے مدعا علیہ غائب پر وہل یخضرہ بمجرد الدعوی ای بالمصراہ بحیث ہیبت بمنزلہ نعم والاعتقیر میر میں او یکلف ہیتہ اور کیا قاضی مدعا علیہ کو مجرد دعویٰ کرنے مدعی کے حاضر کرے اور اگر مدعا علیہ اسی شہر میں یا شہر سے باہر ہو اس طرح پر کہ جواب دہی کر کے اپنے گھرات کو جا پہنچے تو ہاں مجرد دعویٰ حاضر کرے اور اگر ایسا نہ ہو تو اس کو نہ جے وے تا وقتیکہ مدعی گواہ لاوے یا قسم کھائے کذا فی النیہم مدعا علیہ علیہ کے احضار میں دو قول ہیں بعضوں کے نزدیک احضار نہیں مگر بعد شہادت اور بعضوں کے نزدیک بعد قسم قاضی خاں نے کہا کہ یہ گواہی مدعا علیہ کے بلانے کے واسطے ہے نہ حکم دینے کے واسطے شبلی نے کہا کہ ہمارے زمانے کے قاضیوں کا عمل برخلاف ماتقدم ہے کہ مجرد دعویٰ مدعا علیہ کو طلب کرتے ہیں اور دریافت نہیں کرتے کہ دعویٰ صحیح ہے یا غلط اور ان کی غفلت ہے فقہا کے کلام سے یا جماعت کذا فی الطحاوی و معلومیۃ اللال المدعی اذا یعنی مجہول اور دعویٰ کی شرط معلوم ہونا اس مال کا ہے جس کا مدعی نے دعویٰ کیا اس واسطے کہ مال مجہول کا حکم نہیں دیا جاتا ولا یقال مدعی فیہ و بہ الا ان یتضح الا عند احد مال مدعا علیہ مدعا علیہ نہیں کہتے مگر جب کہ لفظ ار ما یعنی اہم کے متضمن جواب مدعا علیہ بولنا درست ہے ہم مدعا علیہ اور مدعا علیہ بولنا درست ہے

لہ قد حکم المدعی شرط الدعوی بقولہ یا طالبانی شرط دعویۃ فتک ثمان من نظامی ما سوبہ فخرۃ خصم و انفرادت خصم و مجلس حکم بالعداۃ سہر جہ کذلک معلومیۃ مدعا علیہ و امکان استقلال ایک معلومہ کذا فی کتاب المدعی من شرطہا و اثار خصماہ علیہ ۱۲

نہیں اگرچہ متفقین بولتے ہیں مگر مشہور ہے تو وہ بہتر ہے صواب مجبور سے کذافی المحوی و شرطاً ایضاً کو نہ ملزمہ شیناً علی الخصم بعد ثبوتہا والا کان عننا اور یہی دعویٰ کی شرط ہے ہونا دعویٰ کا لازم کر دینے والا کسی چیز کا تمام پر بعد ثبوت ہونے دعویٰ کے اور اگر ملزم نہ ہوتا تو بے فائدہ ہوتا جب ملزم ہونا دعویٰ کی شرط محضہ تو دلیل کو اپنے موکل حاضر پر تو دلیل کا دعویٰ کرنا صحیح نہیں امکان عزل کے سبب سے کذافی ایچ و کون المدعی مما یحتمل الثبوت فدعویٰ ما یستحیل وجودہ عقلاً او عادی باطلہ لیتقن الکذب فی المستحیل العقلي كقولہ المعروف النسب اولمن لا یولد مثله هذا خبری و ظہورہ فی المستحیل للعادی کہ دعویٰ معروف بالفقر اموالاً عظيمة علی آخر انہ اقرضنا ایلاً دفعہ واحدة او غصباً منہ فالظاہر عدم صحابہما بحر و بحریم ابن الغرس فی الفواکد البدریۃ اور دعویٰ کی شرط ہے ہونا اس چیز کا جس کا دعویٰ کیا اس قسم سے جو محتمل الثبوت ہے تو اس کا دعویٰ جس کا وجود باعتبار عقل یا عادت کے محال ہے باطل ہے بسبب متیقن ہونے کذب کے محال عقلی میں چنانچہ یوں کہنا معروف النسب کو کہ یہ میرا بیٹا ہے یا اس کو اپنا بیٹا کہنا کہ ویسا آدمی اس جیسے آدمی سے پیدا نہیں ہوتا اور بسبب ظاہر ہونے کذب کے محال عادی میں چنانچہ مفلس مشہور کا دعویٰ اموال عظیمہ کا دوسرے شخص پر اس طرح کہ اس نے اس کو مال قرض دینے میں ایک ہی دفعہ یا مدعا علیہ نے اموال مذکورہ کو اس سے غصب کر لیا تو ظاہر یہ دعویٰ غیر مسموع ہے کذافی ایچ و کون المدعی لیتقن کیسے ابن الغرس نے فواکد بدریہ میں حکمہما و جوب الجواب علی الخصم و ہوا المدعی علیہ او نعم حتی لو سکت کان انکاراً قسماً البینۃ علیہ الا ان یکن اخرس اختیاراً و مستحقہ اور دعویٰ کا حکم واجب ہونا جوب کا ہے مدعا علیہ پر نہیں یا مال کہہ کے تو اگر وہ چپ رہا نہ نہیں بولتا نہ تو یہ سکوت انکار ہو گا تو گو ابھی سنی جائے گی مگر یہ کہ مدعا علیہ گونگا ہو تو اس کا سکوت انکار نہ ہو گا کذافی الا اختیار اور آگے اس کو ہم محقق بیان کریں گے یعنی قضی بنکولہ کی شرح میں و سببہا تعلق البقاء للقدرة تبعا علی المعاملات اور دعویٰ کا سبب متعلق ہونا بقاہ قدر کلہ معاملات کے استعمال سے یعنی اور معاملات میں زیادت اور نقصان اور اقرار اور انکار اور توکیل و غیر ذلک جاری ہے تو دعویٰ کرنا اسی قسم سے ٹھہرا جو بقائے عالم مکلفین کا مقتضی ہے اس واسطے کہ اگر دعویٰ نہ کیجیے تو اکثر حقوق ضائع ہو جائیں فلو کان ما یدعیہ منتقولا فی ید الخصم ذکر المدعی ان فی یدہ بغیر حق لا احتمال کونہ مرہونانی یدہ او مجبوسا بالثمن فی یدہ تو اگر وہ مال جس کا مدعی دعویٰ کرتا ہے مال منقول مدعا علیہ کے ہاتھ میں نا حق ہے بسبب احتمال ہونے اس مال کے مرہون مدعا علیہ کے ہاتھ میں یا کہ مجبوس بواسطہ ثمن کے ہو اس کے پاس و طلب المدعی احضارہ ان اکن فعل الغریم احضارہ لیشار الیہ فی الدعوی والشهادة والاستخلاف اور مطالبہ کرے مدعی اس کے حاضر کرنے کا اگر لے آنا اس کا ممکن ہو بلا مشقت تو دین پر احضار اس کا واجب ہے تاکہ اس کی طرف اشارہ کیا جائے دعویٰ اور شہادت اور استخلاف میں و ذکر المدعی قیمتہ ان تعذر احضار العین بان کان فی نقلہا مؤنۃ وان قلت ابن کمال معزباً للخراتہ اور مدعی اس کی قیمت ذکر کرے اگر متعذر ہو احضار عین کا اس طرح کہ اس کے لے آنے میں مؤنت ہو اگر پر مؤنت قلیل ہو ابن کمال نے اس کو ذکر کیا ہے نسبت بخرانہ کر کے م کلام ابن کمال چکی اور ڈھیر وغیرہ میں ہے نہ ہلاک عین میں تو شارح کا یہاں اس کو ذکر کرنا سمجھو کذافی الطحاوی بہلا کہا او غیبیہا لانہ مثلاً معنای قیمت بیان کرے اگر احضار اس کا متعذر ہو اس کے ہلاک ہو جانے سے یا اس کے غائب ہونے سے اس واسطے کہ قیمت اس کے مانند ہے باعتبار معنی کے یعنی قیمت اس کی مماثل معنوی ہے وان تعذر احضارہ مع بقائہا کر حی وصیرۃ طعام و قطع غنم بعث القاضی امینہ لیشار الیہا اور اگر احضار اس کا متعذر ہو باوجود اس کے موجود ہونے کے جیسے چکی اور گھوٹ کا ڈھیر اور بھیر بکری کا گلہ تو قاضی نے المدعی اپنا امین بھیجے تاکہ اس کی طرف اشارہ کیا جاوے والا لکن باقیۃ التفتی فی الدعوی بذکر القیمۃ اور اگر وہ چیز باقی نہ رہی ہو تو دعویٰ میں بذکر قیمت کفایت کرے و قالوا وادعی انہ غصب منہ عین کذا ولم یذکر قیمتہا تسمع فی حلف خصمہ او یجبر علی البیان در رواہ ابن ملک و لہذا وادعی اعیاناً مختلفۃ الجنس والنوع والصفة و ذکر قیمتہ کل جملة کفی ذلک الاجمال علی الصیح و تقبل بینۃ او یحلف خصمہ علی کل مرة اور فقہانہ کہہ ہے کہ اگر دعویٰ کیا مدعا علیہ نے مدعی سے فلانی چیز غصب کی ہے اور اس کی قیمت نہ بیان کی ہو تو دعویٰ مسموع ہو گا تو مدعا علیہ سے قسم لی جائے گی در صورت انکار یا اس پر بیان قیمت پذیر دتی ہوگی در صورت اقرار کذافی الدر و ابن ملک اور اسی واسطے یعنی بسبب سماع دعویٰ غصب اگرچہ مدعی اس کی قیمت نہ بیان کرے اگر مدعی

نے اشیاء مختلف الجنس والنوع والصفة کا دعویٰ کیا اور سب چیزوں کی قیمت بلا تفصیل مجمل بیان کی تو یہ اجمال کافی ہے صحت دعویٰ میں مقبول سمجھ اور مدعی کے گواہ بیان قیمت میں مقبول ہوں گے یا اس کے مدعا جلد سے قسم لیا جائے گی سب چیزوں پر ایک بار صحت اعیان مختلف الجنس چنانچہ اناج اور مختلف النوع چنانچہ گیہوں اور جوار مختلف الصفتہ چنانچہ عمدہ گیہوں اور ناقص وان لم یذکر قیمتہ کل علیحدہ لانا صحیح دعویٰ الغصب بلا بیان فدان یصح ادائین قیمتہ اکل جملہ بالادنی قیمتہ جملہ کا دعویٰ سموع ہے اگرچہ قیمت ہر چیز کی علیحدہ بیان کرے اس واسطے کہ جب دعویٰ غصب کا بلا بیان قیمت صحیح ہو تو اگر صحت ہو سب کے کل اشیاء کی قیمت مجمل بیان کرے تو بلا تفریق اولیٰ دلیل فی دعویٰ السرقة بشرط ذکر القيمة لیعلم کونہا انصافاً قلنا فی غیرہا فلا تشرط عمادیۃ او بعضوں نے کہا کہ دعویٰ کے قیمت کا ذکر کرنا شرط ہے تا اس کا نصاب ہونا معلوم ہو اور دعویٰ کے سولے میں تو بیان قیمت شرط نہیں کذا فی العمادیۃ ویناظر فی دعویٰ العین لا الدین فلو ادعی قیمتہ شیئ مستملک بشرط بیان جنسہ و نوعہ فی الدعویٰ والشہادۃ لیعلم القامی بماذا یقضی او یہ سب اکتفا بذکر قیمت عین کے دعویٰ میں ہے زید کے دعویٰ میں تو اگر مدعی نے شیئ مستملک کا دعویٰ کیا تو اس کی مجلس اور نوع کا بیان شرط ہے دعویٰ اور شہادت میں تا قاضی جانے کہ کیا حکم کرے وقد اختلفت فی بیان الذکورة والا نوثۃ فی الدایۃ بشرط ابوالبخت البنا واختارہ فی الاختیار وشرہ الشہید بیان السن البنا وتمامہ فی العمادیۃ اور فقہاء کے اندر اختلاف ہے جانور کی زری اور مادی کے بیان میں تو فقیر ابو الیث نے بیان قیمت کے ساتھ اس کو بھی شرط کیا ہے اور اس قول کو اختیار شرح مختار میں پسند کیا ہے اور حکم شہید نے زری اور مادی کے ساتھ جانور کی عمر کا بیان بھی شرط کیا ہے اور پورا بیان اس کا عمادہ میں ہے و فی دعویٰ الایداع لا بد من بیان مکان اے مکان الابداع سوا مکان لہ حمل اولاً اور دوسرے رکھنے کے دعویٰ میں مکان الابداع کا بیان کرنا ضرور ہے خواہ وہ چیز بار بار اسی کے لائق ہو یا نہ ہو ہم بیان مکان اس واسطے شرط ہے کہ ودیعت رکھنے والے پر تخلیف لازم نہیں مگر ان مکان میں جہاں ودیعت رکھی گئی اور اس میں بیان قیمت کا اعتبار نہیں کیونکہ مطلوب عین ودیعت ہے نہ اس کی قیمت و فی الغصب ان لہ حمل و نوثۃ فلا بد لصحة الدعویٰ من بیانہ والا حمل لہ لا اور غصب کے دعویٰ میں اگر مقصوب لائق بار بروری اور مشقت کے ہو تو ضرور ہے اس کے صحت دعویٰ کے واسطے بیان مکان غصب اور بار بروری کے لائق نہ ہو تو مکان ضرور نہیں و فی غصب غیر الشئ یعنی قیمتہ یوم غصب علی الظاہر عمادیۃ اور غیر مثل کے غصب میں روز غصب کے اس کی قیمت بیان کرے بنا پر قول ظاہر کذا فی العمادیۃ بشرط التحدید فی دعویٰ العقار کما لا یشرط فی الشہادۃ علیہ ولو کان العقار مشہوراً خلافاً لہما اور گھر اور باغ وغیرہ غیر منقول کے دعویٰ میں حدود کا بیان کرنا شرط ہے جیسے اس کی گواہی میں تحدید شرط ہے اگرچہ غیر منقول مشہور ہو بخلاف صاحبین کے کہ ان کے نزدیک در صورت شہرت تحدید شرط نہیں مگر عقار پر وزن سلام لغت میں عبارت ہے ہر ملک ثابت الامال سے چنانچہ گھر اور کھجور کا درخت اور گلابے متاع کو بھی عقار کہتے ہیں اسی اور مشایخ نے تصریح کی ہے کہ عمارت اور محل منقولات سے ہے اور اس میں شہوت نہیں جب کہ اس کی بلا عرضہ ہو کذا فی الطحاوی علی البحر الا اذا عرف اشہو الدار یعنی ما فلا یتاج الی ذکر حدودہا غیر منقول کی تحدید ضرور ہے مگر جب کہ شہوت کو یا خصوصاً جانتے ہوں تو اس کے حدود کے بیان کی حاجت نہیں م اس میں گفتگو ہے اس واسطے کہ تحدید سے مقصود احدی قاضی ہے اور شہوت کی معرفت سے یہ حاصل نہیں ہونا کذا فی الطحاوی کما لو ادعی ثمن العقار لاند دعویٰ الدین حقیقۃ بخرچنا پھر اگر زمین وغیرہ کے ثمن کا دعویٰ کیا تو تحدید شرط نہیں اس واسطے کہ وہ فی الحقیقۃ دین کا دعویٰ ہے نہ زمین کا لہذا فی البحر والابن و لہ جلدۃ فیہا الدار ثم المملۃ ثم السکتۃ فیسیداً بالاعلم ثم الاخص فالأخص کما فی النسب اور ضرور ہے اس شہر کے بیان سے جس میں وہ گھر ہے پھر محلہ پھر کوہر کے بیان سے تو پہلے نام ترکو بیان کرے پھر خاص ترکو چنانچہ نسب میں م یعنی یوں کے کہ وہ گھر فلانے شہر فلانے محلہ فلانے کوہر میں ہے پھر حدود بیان کرے اور نسب کی صورت ہے کہ اگر ایک شخص پر دعویٰ کیا جس کا نام مشکا جعفر ہے تو اگر معلوم اور مشہور ہو تو بہتر اور نہیں تو خاص ترکو طرف ترقی کرے در یوں کے کہ جعفر بن محمد

سواگر معلوم ہو جائے تو بہتر نہیں تو دادا کی طرف ترقی کرے اس طرح کہ جعفر بن محمد بن عبد اللہ و متقی بذکر ثلثہ فلو ترک الرابع صح وان ذکرہ و غلط لا متقی لان المدعی یختلف بثم انما ثبت الغلط باقرار الشاہد فصولین اور تین حدوں کے ذکر میں کفایت ہے تو اگر چوتھے کو ذکر کرے تو صحیح ہے اور اگر چوتھی حد بیان کرے اور اس میں غلطی کرے تو صحیح نہیں متقی اس واسطے کہ مدعا اس سے مختلف ہو جاتا ہے پھر غلطی کی تو شاہد کے اقرار سے ثابت ہوتی ہے کذا فی الفصولین ہم زفر کے نزدیک حدود اربعہ کا ذکر ضرور ہے اس واسطے کہ تعریف پوری نہیں ہوتی مگر حدود اربعہ سے ولہذا حد الرابع کی غلطی مقبول نہیں اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا اور اسی قول پر فتویٰ ہے کذا فی المحوی و ذکر اسماء اصحابہا اسے الحدود و اسماء آباء ثم ولا بد من ذکر الی کل منہم ان لم یکن الرجل مشہوراً والا کتفی باسمه لحصول المقصود اور ضرور ہے اہل حدود کے نام ذکر کرنا اور ان کے باپوں کے نام ذکر کرنا اور ضرور ہے ان میں سے ہر ایک شخص کے دادا کا ذکر کرنا اور مرد صاحب مشہور نہ ہو اور اگر مشہور ہو تو فقط اس کا نام کافی ہے سبب حاصل مقصود کے ہم ملقط میں ہے کہ اگر دادا معروف نہ ہو تو امتیاز نہ حاصل ہو گا مگر اس کے موالی کے ذکر سے یا اس کے پیشہ یا وطن یا اس کی دوکان یا اس کے حلیہ سے تو مقصود تیز ہے خواہ اقل سے حاصل ہو یا اکثر سے و ذکر انہ لے العقار فی یدہ لیسیر خصماً اور اس کا ذکر ضرور ہے کہ گھر یا باغ مدعا علیہ کے قبضہ میں ہے تاکہ وہ مخاصم ٹھہرے ہم منقول اور غیر منقول ذکر قبض مدعا علیہ میں برابر ہیں اور تخصیص عقار اس واسطے کی کہ یہاں بیان تھا قار کا کذا فی الطحاوی ویزید علیہ بقریحی ان کان المدعی منقولاً لمامر اور زیادہ کرے اس پر بغیر حق کی قید اگر منقول ہو جس کا دعویٰ کیا چنانچہ مذکور ہو چکا ہم مذکور یہ ہو چکا کہ تصرف ناحق اس واسطے ذکر کرے کہ شاید وہ چیز اس کے پاس نہ ہوں ہو یا محبوس ثمن ہو ولا تثبت یدہ فی العقار تبصا دقہما بل لا بد من بلینۃ او علم قاض لا احتمال تزویر ہما بخلاف المنقول لمعاینتہ یدہ اور ثابت نہیں ہوتا قبض اور تصرف مدعا علیہ کا زمین میں متخاصمین کے باہم تصدیق کرنے سے بلکہ ضرور ہے گواہی سے یا قاضی کے علم سے سبب احتمال تزویر متخاصمین بخلاف منقول کے کہ اس میں تصادق متخاصمین مثبت قبض ہے سبب معائنہ ہونے قبض منقول کے ہم احتمال تزویر یہ ہے کہ شاید متخاصمین نے پر یا مال لینے کے واسطے اپنے آپ کو مدعی اور مدعا علیہ بنایا ہو تم ہذا لیس علی اطلاقہ بل اذا ادعی القار ملکاً مطلقاً پھر یعنی اشتراط یدہ یا علم قاضی قبض مدعا علیہ پر اطلاق نہیں بلکہ جب زمین میں ملک مطلق کا دعویٰ کرے ہم ملک مطلق وہ ہے جس میں ملک کا سبب مذکور نہ ہو چنانچہ خرید یا میراث یا ہبہ امانی دعویٰ الغصب و دعویٰ الشراء من ذی الید فلا یفتقر لمبینۃ لان دعویٰ الفعل کما تصح علی ذی الید علی غیرہ ایضاً ازیرۃ اور غصب کے دعویٰ اور قابض سے خرید کرنے کے دعویٰ میں تو حاجت نہیں گواہی کی اس واسطے کہ فعل کا دعویٰ جیسا قابض پر صحیح ہے ویسا ہی غیر قابض پر بھی صحیح ہے کذا فی البرزازی ہم شارح نے دلیل سے اشارہ کیا کہ ملک مطلق کے دعویٰ میں اور فعل کے دعویٰ میں فرق ہے فعل سے مراد غصب اور خرید ہے و ذکر انہ لیطالبہ یہ لتوقف علی طلبہ والاحتمال رہنہ او حبسہ بالثمن ویرا استغنی عن زیادۃ بغیر حق فاقہم اور اس کا ذکر ضرور ہے کہ مدعی اس کا مطالبہ کرتا ہے مدعا علیہ سے سبب موقوف ہونے حق مدعی کے اس کی طلب پر اور اس کے مرہون ہونے یا محبوس بالثمن ہونے کے احتمال سے اور اشتراط مطالبہ سے بغیر حق کے زیادہ کرنے کی حاجت نہ رہی سوا اس کو سمجھنے ہم شارح نے اشارہ کیا کہ عقد اور منقول میں بغیر حق کا ذکر لازم نہیں کیونکہ اشتراط مطالبہ معنی ہے اس سے ولو کان ما یدعیہ دینا حکمیلاً او موزوناً نقداً وغیرہ ذکر وصفہ لانہ لا یعرف الا بہ اور جس کا مدعی دعویٰ کرتا ہے اگر دین ہو یا مکمل ہو یا موزون نقد ہو یعنی چاندی سونا جو سوائے اس کے تو اس کے وصف کو مذکور کرے اس واسطے کہ مکمل یا موزون دریافت نہیں ہوتا مگر وصف کے بیان سے ہم وصف یہ کہ گہوں مثلاً عمدہ یا ناقص چاندی کھری یا کھوٹی اور ذکر وصف کی اس وقت حاجت ہے جب کہ شہر میں کئی قسم کے روپے یا اشرفیاں رائج ہوں اور اگر ایک ہی قسم کا روپہ یا اشرفی مروج ہو تو ذکر وصف لازم نہیں کذا فی المحوی ولا بد فی دعویٰ المثلیات من ذکر الجنس و النوع والصفۃ والقدر و سبب الوجوب فلو ادعی کتبر دینا علیہ ولم یدکر سبباً لم تصح اور ضرور ہے مثلیات کے دعویٰ میں بیان کرنے جنس اور نوع اور صفت اور مقدار اور سبب وجوب سے تو اگر مدعا علیہ پر ایک گہوں کے دین ہونے کا دعویٰ کیا اور اس کا سبب نہ ذکر کیا تو دعویٰ مسموع نہ ہو

م جنس جیسے گیہوں اور نوع جیسے سرخ گیہوں یا سفید اور صفت جیسے جمید یا رومی اور مقدار جیسے دو من یا پارہ من اور سبب و توب جیسے قرض یا ثمن یا غصب  
 و اذا ذکر فی السلم انما المطابۃ فی مکان یدنا اور جب کہ وجوب کا سبب ذکر کیا تو بیع مسلم میں اس کو مطالبہ جائز نہیں مگر اسی مکان میں جس کو مدعی اور  
 مدعا علیہ نے معین کیا وہی نحو قرض و غصب و استهلاك فی مکان القرین و نحوہ بجز فی حفظ او ساند قرض اور غصب اور استهلاك مثلیات کے دعویٰ  
 میں مطالبہ نہیں مگر قرض کے مکان میں اور مانند اس کے یعنی غصب اور استهلاك کے مکان میں کذا فی البیرواقس کو یاد رکھنا چاہیے و لیسال القاضی المدعی علیہ  
 من الدعوی فیقول ان دعویٰ علیک کذا فاذا تقول بعد صحتها والا تصدیر صیرہ لایسال لعمد و وجوب حجابہ اور قاضی مدعا علیہ سے دعویٰ کو پوچھے تو یوں کہے  
 کہ فلانے مدعی نے تجھ پر ایسا دعویٰ کیا ہے سو تو کیا کہتا ہے سوال کرے بعد صیح ہونے دعویٰ کے اور اگر صیح دعویٰ صادر نہیں ہو تو مدعا علیہ سے سوال نہ کرے  
 بسبب نہ واجب چھوٹے کے جواب کے م قاضی کا سوال مدعی کی طلب پر موقوف ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ اگر مدعی جاہل ہو تو قاضی بدوں اس کی طلب کے  
 مدعا علیہ سے پوچھے کذا فی السراج فان اقر قریبا او اکر غیر من المدعی قضی علیہ بلا طلب المدعی سو اگر مدعا علیہ دعویٰ کا اقرار کرے تو خوب ہے یا  
 انکار کرے سو مدعی کو اہلاوے تو قاضی حکم کرے مدعا علیہ پر یعنی اس کو براوے اور مدعی کو جتا سے بدوں طلب مدعی کے م اگر مدعا علیہ کے کہیں مدعی  
 کے دعویٰ کو دفع کر سکتا ہوں تو قاضی اکثرین دن کی مہلت دے اور بعد مدت اس پر حکم کرے اور قاضی کا مدعا علیہ کو خبردار کرنا کہ ہم تجھ پر حکم کرتے ہیں  
 مستحب ہے لازم نہیں کذا فی الطحاوی والا بیرہن حلقہ الحاکم بعد طلبہ اذ لا بد من طلبہ البین فی جمیع الدعوی الا عند اثباتی فی اربع علی مافی البرزانیہ اور  
 اگر مدعی کو اہوں سے اپنا دعویٰ ثابت نہ کرے تو مدعا علیہ کو حاکم قسم دے بعد مطالبہ مدعی اس واسطے کہ جمیع دعاوی میں مطالبہ قسم کا جانب مدعی سے  
 ضرور ہے مگر ابو یوسف کے نزدیک چار مواضع میں طلب مدعی ضرور نہیں کذا فی البرزانیہ ہم مواضع اربعہ سے ایک رد بالعیب ہے مشتری نہ کی قسم کھائے  
 کہ میں راضی نہیں ہوا عیب سے ۲ شفیع قسم کھائے کہ میں نے تیرا سفوف باطل نہیں کیا م صورت جب کہ نفقہ طلب کرے اپنے زوج غائب سے تو یوں  
 قسم کھائے کہ زوج نے اس کو نفقہ نہیں دیا اور نہ کچھ اس کے واسطے چھوڑا گیا ہم مستحق قسم کھائے کہ میں نے نہیں بیچا کذا فی العیسیٰ عن البحر قال واجموا  
 علی التخلیف بلا طلب فی دعوی المدین علی البیت بزازی نے کہا اور طرفین اور ابو یوسف نے بلا طلب قسم دلانے پر اتفاق کیا میت پر دعویٰ دین میں صحت  
 تخلیف یہاں یوں ہے کہ قاضی اس کو قسم دے اللہ کی کہ تو نے اپنا حق مدیون سے نہیں پایا اور نہ کسی نے اس کی طرف سے تجھ کو ادا کیا اور نہ تیری طرف سے  
 کسی نے اس پر قبضہ کیا تیرے امر سے اور نہ تو نے اس کو معاف کر دیا نہ کل نہ بعض اور کسی کا تو نے اس پر حوالہ کیا اور نہ تیرے پاس اس کی کوئی چیز رہی ہے کذا  
 فی العیسیٰ عن البحر و ان قال المدعی علیہ لا اقر ولا انکر لا یتحمل بل یحسب لیسر او نیکر درر اور جب کہ مدعی علیہ نے کہا کہ دعویٰ مدعی کا میں نہ اقرار کرتا ہوں انکار  
 تو حاکم قسم نہ لے بلکہ اس کو قید رکھے تاکہ وہ اقرار کرے یا انکار کذا فی المدعم یہ امام کا قول ہے اور صاحبین کے نزدیک اس میں قسم لینا چاہیے و کذا الواسع  
 اسکوت بلا آفتہ عند الثانی خلاصہ قال فی البحر وہا مقبیت لان الفتوی علی قول الثانی فیما يتعلق بالقضاء انتہی ثم نقل عن البدائع الاشبہ ان انکار فیستلزم  
 اور اسی طرح مدعا علیہ قید کیا جائے اگر سکوت لازم پکڑے بدوں کسی آفت اور مدعی کے ابو یوسف کے نزدیک کذا فی الخلاصہ بحر الرائق میں کہا اور اسی کا میں نے  
 فتویٰ دیا اس واسطے کہ متعلقات قضاء میں ابو یوسف کے قول پر فتویٰ ہے انتہی مافی البحر پھر صاحب بکرنے بدائع سے نقل کیا کہ مشابہ تریقی یہ ہے کہ  
 عدم اقرار اور عدم انکار ہے تو مدعا علیہ سے قسم لی جائے گی م تمہارے یہ ہے کہ قول بدائع کی ضمیر مسند سکوت کی طرف راجع ہے حالانکہ ایسا نہیں بلکہ وہ مسند  
 قن کی طرف چاہتا ہے اور وہ صاحبین کے قول کی تصریح ہے اس واسطے کہ لفظ اشبہہ فی بعض کے الفاظ سے ہے کذا فی العیسیٰ عن خصایقہ نا تخلیف الحاکم ہاتھا  
 تو اسطرح علی ان کلمات عند غیر قاضی و کیوں برشا فہو باطل لان البین حق القاضی مع طلب الخصم ولا عبرة قبہمین ولا نکول عند غیر القاضی ہم نے  
 تخلیف حاکم قید لگائی اس واسطے کہ متخاصمین اگر آپس میں اس پر اتفاق کریں کہ مدعا علیہ قاضی کے سوا کہیں اور قسم کھاوے اور بری الذمہ ہو جائے

تو وہ باطل ہے اس واسطے کہ قسم قاضی کا حق ہے ساتھ طلب کرنے مناصم کے اور اعتبار نہیں قسم اور انکار قسم کا غیر قاضی کے پاس فلور برہن علیہ  
 اسے علی حقہ یقبیل والا یجلف ثانیاً عند قاض بزازیہ الا اذا کان حلف الاول عمدہ فیکفی در رسوا اگر غیر حاکم کے پاس قسم کھائی پھر مدعی اپنے حق پر  
 برہن لایا تو مقبول ہوگی اور اگر گواہ نہ لایا تو مدعا علیہ سے دوسری بار قسم لی جائے قاضی کے پاس کذا فی البزازیہ مگر جب کہ پہلی قسم قاضی کے پاس لی  
 گئی تو کافی ہے یعنی دوبارہ قسم کی حاجت نہیں کذا فی الدرر و نقل المصنف عن القنیۃ ان التحلیف حق القاضی فالمدعی یستلزم باسئلہ لم یعتبر اور مصنف  
 نے اپنی شرح میں قنیۃ سے نقل کیا کہ تحلیف حق قاضی ہے تو جب تک تحلیف قاضی کے قسم لینے سے نہ ہوگی معتبر نہ ہوگی ہم یہ مسئلہ معیار ہے متن کے  
 مسئلے کا اس واسطے کہ مسئلہ میں یہ ہے کہ غیر قاضی کے پاس قسم کھانا باطل ہے اور یہاں مطلب یہ ہے کہ قاضی کے پاس قسم کھائی مدعی کے استخلاف  
 سے نہ قاضی کے استخلاف سے کذا فی الحلی و کذا فی الاصلی ان المدعی لو حلف فانضم ضامن للمال وحلف اے المدعی لم یضمن الخصم لان فیہ  
 تغییر الشرع اور اسی طرح اگر متخاصمین نے اس پر اتفاق کیا کہ اگر مدعی قسم کھائے تو مدعا علیہ ضامن ہے مال کا اور مدعی نے قسم کھائی تو مدعا علیہ  
 ضامن نہ دے اس واسطے کہ اس میں بگاڑنا ہے شرع کا ہم وہ تغیر شرع یہ ہے کہ قسم مدعا علیہ پر ہے نہ مدعی پر طحاوی نے کہا کہ اگر مدعا علیہ اس  
 شرط پر مال ادا کرے تو پھیر لے کیونکہ یہ شرط باطل ہے والیمن لا ترد علی مدع الحدیث البینۃ علی المدعی اور قسم پھیری نہیں جاتی مدعی پر اس حدیث  
 کی دلیل سے بینۃ یعنی گواہ مدعی پر ہے ہم پوری حدیث بخاری اور مسلم اور ترمذی اور ابوداؤد اور نسائی میں بروایت ابن عباس یوں ہے والبینۃ  
 علی المدعی والیمن علی من انکر کذا فی التیسیر یعنی گواہی مدعی پر ہے اور قسم اس پر ہے جو انکار کرتا ہے طحاوی نے کہا وہ استدلال یہ ہے کہ رسول  
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متخاصمین میں قسمت فرمائی اور قسمت منافی شرکت ہے اور دوسری وجہ یہ کہ بین کالافت لام استغراق کا ہے اس واسطے  
 کہ لام تعریف استغراق پر محمول ہوتا ہے اور تعریف حقیقت پر مقدم ہوتی ہے جب کہ وہاں معمود نہ ہو تو مطلب یہ ہوا کہ جمع ایمان منکرین پر ہیں تو  
 اس نص کی مخالفت لازم آوے وحدیث الشاہد والیمن ضعیف بل ردہ ابن معین بل انکرہ الراوی یعنی اور حدیث شاید اور یمن کی ضعیف ہے بلکہ اس کو  
 یحییٰ بن معین نے رد کیا ہے بلکہ اس حدیث کے راوی نے اس کا انکار کیا ہے کذا فی العینی ہم مسلم اور ابوداؤد میں ابن عباس سے روایت ہے رفقے  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین و شاہد کذا فی التیسیر یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم اور ایک شاہد پر حکم دیا یعنی مدعی کی قسم اور ایک شاہد  
 پر کفایت کی طحاوی نے عینی سے نقل کیا کہ راوی اس حدیث کا ربیعہ بن سہل بن صالح سے اور سہل اس کی روایت کا منکر ہے تو حدیث مذکور حجت  
 باقی نہ رہی بعد منکر ہونے اس کے راوی کے تو اب احادیث صحاح مشاہیر کی معارض کیونکر ہو سکے گی انتہی برہن المدعی علی دعواه طلب من  
 من القاضی ان یجلف المدعی انہ حق فی الدعوی و علی ان الشہود صادقون او محقون فی الشہادۃ لایجیبہ القاضی الی طلبہ لان الخصم  
 لایجلف مرتین فکیف الشاہدان لفظ اشہد عندنا یمن ولا یمکر الیمن لانا امرنا باکرام الشہود ولذا لو علم الشاہدان القاضی یجلفہ ویجمل  
 بالمنسوخ لالاتناع عن اداء الشہادۃ لانه لا یزمر بزازیہ گواہ لایا مدعی اپنے دعوی پر اور مدعا علیہ نے قاضی سے یہ خواہش کی کہ مدعی سے قسم  
 لے اس پر کہ وہ اس دعوی میں حق پر ہے یا یہ خواہش کی کہ گواہ قسم کھاویں کہ وہ سچے ہیں یا اس گواہی میں وہ حق پر ہیں تو قاضی اس کی خواہش کو نہ مانے  
 اس واسطے کہ مدعا علیہ مناصم سے دوبارہ قسم نہیں لی جاتی تو مشاہد سے دوبارہ کیونکر قسم لی جائے گی اس واسطے کہ اشہد کاللفظ ہمارے نزدیک قسم ہے  
 اور دوبارہ قسم نہیں لی جاتی اس واسطے کہ ہم تعظیم اور تکریم شہود کے مامور ہیں اور اسی واسطے اگر شاہد جانے کہ قاضی اس کو قسم دے گا اور منسوخ پر  
 لہ مترجم اول نے ترجمہ لاترد بتشدید وال کا کیا ہے مناسب یہ تھا کہ لاترد صیغہ معروف مصدر و ردہ کا ترجمہ کہ تا کہ قسم فارغ نہیں ہوتی مدعی پر ۱۲

ف امتناع شہادت سے در صورت تحلیف

عمل کرے گا تو اس کو ادائے شہادت سے باز بنا جائے اس واسطے کہ اب اس کو ادائے شہادت لازم نہیں کہ ذانی البزازیہ ہم اب ہندوستان میں نصابی کی  
پہلوں میں شاہدوں پر حلف معمول ہے تو اگر شاہد جانا حلف ادائے شہادت میں پہلوئی کریں تو موجب اس ہدایت کے عند اللہ گنہگار نہ ہوں گے واللہ اعلم و بنیت  
الخارج فی الملک المطلق و ہوالذی لم یذکر بسبب احمی من بنیت ذی الیدلان المدعی والبنیت لہ بالحدیث اور گواہ شخص خارج غیر قابض کے حکم مطلق  
میں اولیٰ باقبول میں قابض کے گواہوں سے اس واسطے کہ وہ خارج مدعی ہے اور گواہ اس کے واسطے ہیں موافق حدیث کے حکم مطلق وہ جس کا سبب مذکور نہ ہو  
مانند خرید یا میراث ہم صورت اس کی یہ ہے شخص غیر قابض نے ایک گھر یا مال منقول کی ملک مطلق کا دعویٰ کیا اور قابض نے اسی طرح حکم مطلق کا دعویٰ کیا اور دونوں  
گواہ لائے بلا قید تاریخ یا دونوں سے ایک ہی تاریخ یہاں کی تو گواہ قابض کے مقبول نہ ہوں گے خارج کے واسطے حکم ہوگا اور قابض کی تاریخ مقدم ہوگی تو قابض  
کے واسطے حکم ہوگا اور ظہیر یہ میں ہے کہ اگر خارج نے حکم مطلق کا دعویٰ کیا اور قابض نے حکم مطلق کا دعویٰ کیا اور تاریخ قابض مقدم ہے تو مدعی خارج کے واسطے  
حکم ہوگا کہ ذانی الطحاوی مطلقاً بخلاف المقید بسبب کتناج و نکاح فابینتہ لذی الید اجماعاً کیا سببی بخلاف دعویٰ اس ملک کے جو مقید بسبب جیسے  
تکاح اور نکاح تو قابض کے گواہ اولیٰ باقبول میں بالاجماع چنانچہ آگے آوے گا صورت تکیا یہ ہے کہ ایک نے گواہ قائم کیے کہ لوٹھی اس کے پاس جنی  
توقابض کے گواہ مقدم میں اس واسطے کہ دونوں کے گوئیت ملک میں اور قابض کے ساتھ ترجیح ہے قبض کی اور نکاح کی صورت یہ ہے کہ دونوں نے گواہ  
اس پر قائم کیے کہ اس نے نکاح کیا اس عورت سے تو قابض کے گواہ اولیٰ باقبول میں تو ملک سے مراد وہ ہے جو ملک حقیقی اور حکمی دونوں کو شامل ہے وقضی  
القاضی علیہ بکل مرة لو کول فی مجلس القاضی حقیقۃ لقولہ لا اختلف او حکما کان سکوت و علم انہ من غیر آفتہ کثر و طریش فی الصبح سراج و عرض  
ایمیں ثلث القضاہ و حوط اور حکم کسے قاضی مدعا علیہ پر ایک ہار کے نہ قسم کھانے سے اگر انکار قسم قاضی کی مجلس میں ہونی الحقیقہ مدعا علیہ کے بول کہنے  
سے کہ میں نہیں کھاتا یا انکار قسم حکم جو چنانچہ وہ چپ ہو رہا بعد تحلیف اور معلوم ہوا کہ سکوت اس کا آفت سے نہیں مانند گونگے اور ہرے ہونے کے قول  
صحیح میں کہ ذانی السراج اہتم کے واسطے میں ہار کتنا پھر حکم دینا قریب تر باعتبار ہے یعنی مستحب ہے نہ واجب و بل شیطراط القضاء علی فور النکول خلاف  
در ردہ لم یذکر فیہ ترجیحاً قال المصنف قلت قد مننا انہ یفتر عن القضاء فوراً الا انی لث اور کی شرط ہے حکم دینا انکاہتم کے بعد فوراً اس میں خلاف ہے علما کا کذا  
فی اللہ اور اس خلاف میں میں نے کسی قول کی ترجیح نہیں دیکھی یہ کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں کہتا ہوں کہ ہم پہلے مذکورہ چکے کہ حکم دینا فوراً فرمیں ہے  
مگر میں صورت میں پہلی صورت سے ہے کہ قاضی کو شکہ پڑے طرق قضایا میں جیسے گواہوں میں ۲ کہ مدعی مہلت مانگے ۳ یہ کہ امید صلح ہو اقرار میں  
کہ ذانی الطحاوی قضی علیہ بالنکول ثم اراد ان یحلف لایلتفت الیہ والقضاء علی حالہ ما ضرر فی بخت طرق القضاء لث قاضی نے حکم کیا  
مدعا علیہ پر انکار قسم سے پھر مدعا علیہ نے قسم کھانے کا ارادہ کیا تو اس کی طرف التفات نہ کیا جائے گا اہم حکم بحال خود جاری اور ثابت ہے کہ ذانی اللہ در تطریق  
قضا کے میں ہو گئے یعنی بران اور میں اور نکول و عدائی لا شاہ سبعا بنیت و اقرار میں و نکول عن وقت و علم قاضی المرحوم والسایع قرینۃ قاطعہ کان  
ظہر من و ارضایۃ انسان خائف بسکین متلوث ہم مذخلو فوراً فرادہ مذکورہ جہینہ انذہ اولاً میری احمدانہ قاطر اور اشباہ میں طرق قضاسات شمار کیے ہیں  
گواہ اقرار کہ اہم قسم اور انکار اور قسم اور قسامت اور علم قاضی کا بطور ضعیف اور ساتواں یقین قرینہ چنانچہ خالی گھر سے ایک آدمی خوفناک خون سے  
لتسری پھری لیے نکلا پھر اس گھر میں فوراً لوگ داخل ہوئے تو اسی وقت کا ایک مذبح آدمی دیکھا تو شخص خارج خائف اس کے خون میں ماخوذ ہوگا  
اس واسطے کہ اس کے قاتل ہونے میں کوئی شک اور تردد نہیں کرتا ہم اس میں گفتگو ہے اس واسطے کہ اقرار کو قضا کتنا مجاز ہے کیونکہ اور خود محبت طرز ہے  
لقد نکلا المدعی قتال شاہی لم یام القضاء طرہ ۶ بیاستدی ان نظم المطلب و مصلحاً ۷ میں و اقرار نکول قسامت ۸ وینتہ علم بہ یا اخاصہ ۹ کذک بلذی  
یبدو من قرائن ۱۰ الی بخت حد الیقین مخصو ۱۱

بلا ساجت قضا اور قسامہ یمن میں داخل ہے اور علم قاضی قول ضعیف ہے اور قرینہ قاطعہ کو تو فقط ابن عمر نے مذکور کیا ہے تو معلوم ہوا کہ طرق قضائین ہی ہیں  
قتل کذافی الطحاوی شک فیما یدعی علیہ یعنی ان پر رضی خصمہ ولا یحلف تخزاعن الوقوع فی المحرام مدعی کو شک پڑا اس میں جس کا اس نے دعویٰ کیا  
مدعا پر تو لائق یہ ہے یعنی واجب ہے کہ اپنے مخالف کو راضی کہے اور نہ قسم لے تاکہ امر حرام میں واقع ہونے سے بچے وان ابی خصمہ الا حلفه ان اکبر رأیہ ان  
المدعی مبطل حلف والا فان غلب علی نظره انه محق لا یحلف بزاتہ اور اگر اس کا مخالف نہ مانے سوائے قسم کے اگر اس کا ظن غالب یہ ہو کہ مدعی یا بطل پر ہے  
تو مدعا علیہ قسم کھائے اور اگر ایسا نہ ہو اس طرح کہ اس کا ظن غالب ہو کہ مدعی حق پر ہے تو قسم نہ کھائے کذافی البزازی ہم یہ مسئلہ مفاد ہے مسئلہ شک کے  
خلاصہ یہ ہے کہ مدعی کو اگر اپنے دعویٰ کا یقین ہو تو مدعا علیہ سے قسم لے اگر شک ہو تو قسم نہ لے اور مدعا علیہ کو اگر بطلان مدعی کا یقین یا ظن غالب ہو تو قسم  
کھائے اور نہیں تو قسم نہ کھائے و تقبل البینۃ لو اقام المدعی وان قال قبل الیمن لا یبنتہ لی سراج خلافا لما فی شرح الجمع عن محیط اور اگر گواہ مقبول ہو  
گے اگر مدعی نے ان کو قائم کیا اگرچہ قسم سے پہلے مدعی کہ چکا ہو کہ میرے گواہ نہیں کذافی السراج بخلاف اس قول کے جو شرح مجمع میں ہے محیط سے ہم شرح مجمع میں  
محیط سے منقول ہے کہ جب مدعی نے کہا کہ میرے پاس گواہ نہیں اس دعویٰ پر پھر وہ گواہ لایا تو اہم صاحب کے نزدیک مقبول نہیں اس واسطے کہ وہ خود اپنے گواہوں کی تکذیب  
کر چکا اور اہم محمد کے نزدیک مقبول ہیں اس احتمال سے کہ اس کے گواہ ہوں گے پر وہ بھول گیا انتہی اس میں خلاف تو مذکور ہے لیکن قسم کا اس میں تعرض نہیں مگر شرح مجمع  
کے حاشیہ میں سراج سے قول محمد کی تزییح مذکور ہے کذافی الطحاوی بعد الیمن المدعی علیہ کا تقبل البینۃ بعد القضاء بالانکول خانیہ گواہ مقبول ہیں مدعا علیہ کی قسم کے  
بعد جیسے گواہ مقبول ہیں بعد قضاء بالانکول کذافی الخانیہ عند العامة وهو الصیح بقول شرح الیمن الفاجرة اتی ان تروہ من البینۃ العادۃ ولان الیمن کالحلف  
عن البینۃ فاذا اجاء الاصل انتہی حکم الخلف کا نہ ہو بعد اصلاح گواہ بعد الیمن اکثر علما کے نزدیک مقبول ہیں اور یہی قول صحیح ہے بدلیل قول شرح کہ تھوٹی قسم  
مردود کرنے کے لائق تر ہے عادل گواہوں سے اور اس واسطے کہ قسم گواہوں کے خلیفہ کے مانند ہے تو جب اصل کا حکم آیا خلیفہ کا حکم ہو چکا گویا کچھ نہ تھا  
کذافی البحر و یظہر کذبہ باقامتہا اے البینۃ لو ادعاه اے المال بلا سبب فحلف اے المدعی علیہ ثم اقامها حتی یحنت فی یمینہ و علیہ الفتوی طلاق  
الخانیہ خلافا لاطلاق الدر اور ظاہر ہوتا ہے کذب مدعا علیہ کا گواہوں کے قائم کرنے سے اگر مدعی نے مال کا دعویٰ بلا اظہار سبب کیا پھر مدعا علیہ نے  
قسم کھائی پھر مدعی نے گواہ قائم کیے تو مدعا علیہ اپنی قسم میں سمانت ہوگا اور اس قول پر فتویٰ ہے کذافی کتاب الطلاق من الخانیہ بخلاف اطلاق درم درم کہا  
صواب یہ ہے کہ اس کا کذب ظاہر نہ ہوگا تو وہ معاف بعقوبت شاید زور نہ ہوگا انتہی تو صاحب درم کا کلام عام ہے خواہ دعویٰ سبب کے ساتھ ہو  
یا بلا سبب ہو وان ادعاه بسبب فحلف انه لا ین علیہ ثم اقامها المدعی علی السبب لا یظہر کذبہ ليجوز ان وہ بالقرض ثم وجد الایلاء او الایفاء و علیہ  
الفتویٰ فصولین و سراج و شمسی وغیر ہم اور اگر مدعی نے سبب ظاہر کر کے دعویٰ کیا پھر مدعا علیہ نے قسم کھائی کہ اس پر دین نہیں ہے پھر مدعی نے سبب  
مثلاً قرض دینے پر گواہ قائم کیے تو مدعا علیہ کا کذب ظاہر نہ ہوگا اس واسطے کہ جائز ہے کہ اول قرض پایا گیا پھر ابراہ قرض یا ادائے قرض پایا گیا اور اسی  
قول مفصل پر فتویٰ ہے کذافی الفصولین و السراج و الشمسی وغیر ہم ولا تحلیف فی نکاح انکرہ ہو او ہی و رجعتہ مجددا ہو او ہی بعد عدة و فی ایلاء انکرہ  
احدہا بعد المدة و استیلاء و تدعیہ الامتہ و لا یتاقی عکسہ لثبوتہ باقرارہ ورق و نسب بان ادعی علی مجهول ان قنہ او ابنہ و بالعکس و ولاء عتاقہ و موالا قادعہ  
الاعلیٰ او الاسفل و حد و لعان اور منکر کو قسم دینا نہیں صحیح میں خواہ مرد منکر ہو نکاح کا یا عورت اور قسم نہیں رجعت میں خواہ مرد منکر ہو رجعت کا یا عورت  
بعد عدت کے اور ایلاء میں جس کا مرد یا عورت نے انکار کیا بعد مدت ایلاء کے اور اس استیلاء میں جس کا دعویٰ لوٹتی کرتی ہے اور اس کے بالعکس یعنی  
ادعائے استیلاء مولیٰ حاصل نہیں ہو سکتا بسبب ثابت ہونے استیلاء کے مولیٰ کے اقرار سے اور رقیہ اور نسب میں قسم نہیں اس طرح کہ دعویٰ کیا شخص  
مجهول پر کہ وہ اس کا غلام ہے یا بیٹا یا اس کے بالعکس یعنی مجهول الحال ایک مرد پر دعویٰ کرے کہ وہ میرا مولیٰ ہے یا بیٹا اور وہ منکر ہو اور ولاء و موافق



یاد رہے معاملات میں قسم کا اولاد کا دعویٰ کیا شخص اہل تہ اسفل یعنی محوف نے مجہول پر دعویٰ کیا یا مجہول نے معروف پر اور عدل اور لعان میں قسم نہیں م اشیا سے جو  
 میں ہم کے نزدیک تحلیف نہیں خلاف اللصاحین رجعت میں بصحت کے اس واسطے قید لگائی کہ قبل عدت رجعت ثابت ہو جانے کی مرد کے قول سے  
 اگر عدت اس کی تکذیب کہے اور ایسا میں بعد عدت کے قید اس واسطے لگائی کہ ایسا کی مدت میں ایسا ثابت ہوگا کہ عدت کے دعویٰ سے اور اگر عدت مدعی  
 ہوگی رجعت اور ایسا میں تو وہ مواضع خلاف سے والصوتی علی انه یحلف المنکر فی الاشیاء السبعۃ ومن عداستہ الحق امویۃ الولد بالنسب او  
الرق والحاصل ان المنق بہ التحلیف فی النکاح لانی الحدیث اور فتویٰ اس پر ہے کہ قسم لی جانے کی نکتہ سے اشیا سبعہ مذکورہ میں وجہ سے ان کو چھ شمار کیا  
ہے اس نے ام ولد جو نے کو نسب میں طایا ہے یا رقی میں خلاصہ یہ ہے کہ قبل مفتی بہ تحلیف ہے کل امور مذکورہ میں سوائے حدود کے و منماہ قدف  
ولمان فلا یمن ایما الا اذا ضمن مقابا بنی طلق عشق عبیدہ بزنی نفسہ فلیعہد تحلیفہ فان نکل ثبت العقول لا الزنی او منجد مدود قدف اور لعان کی حد ہے تو  
اس میں قسم نہیں باجماع لاکم اور صاحبین کے مگر جب کہ حدیثی العہد کہ متضمن ہو اس طرح پر کہ مولیٰ نے اپنے غلام کی آزادی اپنے زنا پر معلق کی تو غلام کو قسم  
لینا مولیٰ کا اور صورت انکار جانے سے سو اگر مولیٰ قسم نہ کھائے تو آزادی ثابت ہوگی زنا م ضلایم یوں کہے کہ مولیٰ نے وہ فعل کیا جس پر میری آزادی معلق  
کی تھی اور یہ نہ کہے کہ اس نے زنا کاری کی تاکہ اپنے مولیٰ کا قاذف نہ عدت سے کذا فی الطحاوی و کذا یتحلف السارق لابل المال فان نکل ضمن  
ولم یقطع وان اقر بہا قطع اور اسی طرح قسم لی جانے سارق سے مال کے واسطے سوا گروہ قسم نہ کھائے تو تاوان سے مال کا اور اس کا باقہ نہ کانا چاہو  
گا نکول سے اور اگر چوری کا اقرار کرے تو کانا جائے گا و قال یتحلف فی التعزیر کا بسطہ فی الدر اور علمانے کہا ہے قسم لی جانے کی تعزیر میں چنانچہ اس کو  
در میں مشرہ بیان کیا ہے م و جب اس کی یہ ہے کہ تعزیر حق العبد ہے ولہذا عہد اس کو ساقط کر سکتا ہے معاف کر دینے سے کذا فی الدر و فی الغفران  
ادعی نکاحا فیلہ دفع یمینا ان تزوج فلا یحلف اور فصول میں ہے کہ مرد نے عورت کے نکاح کا دعویٰ کیا تو عورت کے دفع میں کا حیلہ یہ ہے کہ وہ  
نکاح کرے تو اس سے اب قسم نہ لی جائے گی و فی النہایۃ لا اختلاف فی احدی و ثلثین مسئلہ اور غازیہ میں ہے کہ قسم لینا اکتیس مسئلوں میں نہیں م یہاں لکھا  
الوقف کے اخیر میں مفصل مذکور ہو چکا النہایۃ تجزی فی الاستحلاف لا الحلف و فرغ علی اول بقولہ فالوکیل والوصی والمتولی واب الصغیر  
یملک الاستحلاف فلا یتطلب یمین خصمہ نیات جاری ہوتی ہے تم لینے میں قسم کھانے میں اور مصنف نے تفریح کی اول یعنی جواز اختلاف پر اپنے  
اس قول سے توکیل اور وصی اور متولی وقف اور طفل صغیر کا باپ مالک ہے قسم لینے کا تو اس کو مطالبہ اپنے حق میں کیلین کا جائز ہے م اس کا مخالف کہ  
باعتبار ظاہر کے اور حقیقت میں تو وہ مخالف ہے اہل کا یعنی وکیل موکل کے مدعا علیہ اور وصی یتیم کے اور متولی واقف کے اور باپ اپنے طفل صغیر کے  
مدعا علیہ سے قسم لے ولا یحلف احدہم الا اذا ادعی علیہ العدا و صح اقرارہ علی الاصل یتحلف جینڈ کا وکیل بالبیع فان اقرارہ صحیح علی  
للموکل فلکذا نکولہ اور وکیل اور وصی اور متولی اور صغیر کے باپ سے قسم نہ لی جائے گی مگر جب کہ اس پر عقد کا دعویٰ کیا جائے یا اس کا اقرار صحیح ہو  
اسیل پر تو اب اس وقت قسم نہ لی جائے گی چنانچہ بیع کا وکیل کہ اس کا اقرار صحیح ہے اپنے موکل پر تو اسی طرح اس کا قسم نہ کھانا بھی صحیح ہے و نے  
الخلاصہ کل موضع لو اقرار لزم فاذا انکرہ یتحلف الا فی ثلث ذکرہا والسواب فی اربع و ثلثین لمام عن النہایۃ و زاد سہ - اخری فی البحر و زاد  
اربعہ عشر فی تنویر البصائر حاشیۃ الاشیاء والنظار لابن المصنف ولولا حشیۃ التطویل لا عدتھا کلھا اور خلاصہ میں ہے کہ جس مواضع میں  
کہ اگر آدمی اقرار کرے تو اس کو اقرار لازم آوے پھر جب اس کا منکر ہو تو اس سے قسم نہ لی جائے گی سوائے تین صورتوں کے جس کو صاحب  
خلاصہ نے بیان کیا ہے اور ٹھیک بات تو یہ ہے کہ چوتھیں صورتوں میں حلف نہیں چنانچہ غایب سے مذکور ہو چکا یعنی اکتیس صورتیں غایب کی اور تین  
صورتیں خلاصہ کی مل کر چوتھیں ہوتیں اور چھ صورتیں اور بجز الرائق میں زیادہ کی ہیں اور چودہ صورتیں تنویر البصائر ابی مصنف کے حاشیہ اشہاد اور نظائر

زیادہ کی ہیں اور اگر تطویل کا خوف نہ ہوتا تو میں ان سب صورتوں کو مفصل بیان کرتا مگر تو سب چوں صورتیں ہوتیں جن میں منکرین پر قسم نہیں اور ان سب کو شارح کتاب الوقف میں مذکور کر چکا ہے اب یہاں مکرر ذکر کرنے کی کیا حاجت ہے اور زور البصائر شیخ شرف الدین کا حاشیہ ہے نہ ان مصنف کا ابن مصنف کے حاشیہ کا تو زور ابوالجواہر نام ہے چنانچہ شارح بار ذکر کر چکا ہے تو یہ خطا غلطی کا تلب سے ہے والد علم التحلیف علی فعل تفسیر کیوں علی البتات اسے القطع بانہ لیس کذک قسم لینا مدعا علیہ کے ذاتی فعل پر ہوتا ہے بتات یعنی یقین ہو اس طرح کہ دعوی مدعی کا ایسا نہیں مگر اپنے ذاتی فعل پر قسم کھائے چنانچہ مدعی نے دعوی کیا کہ زید نے میری جو بیٹی ناسحق چھین لی اور اس کے گواہ نہیں تو زید یوں قسم کھائے کہ واللہ میں نے اس کی جو بیٹی نہیں چھینی اس واسطے کہ آدمی اپنے فعل کو بلاشبہ یا یقین جانتا ہے والتحلیف علی فعل غیرہ کیوں علی العلم اسے انہ لا یعلم انہ کذک لعدم علمہ بما فعل غیرہ ظاہر اور قسم لینا غیر کے فعل پر ہوتا ہے علم پر یعنی نفی علم پر یعنی یوں قسم کھائے کہ وہ نہیں جانتا ہے کہ دعوی مدعی کا ایسا ہے غیر کے فعل پر علم کی اس واسطے قسم ہوئی کہ اس کو ظاہر علم حاصل نہیں کہ غیر شخص نے کیا فعل کیا اللہ الا اذا کان فعل غیر شینا متصل بہ اسے بالمخالف و فرع علیہ بقولہ فان ادعی مشتری العبد سرقۃ العبد او اباقہ وثبت ذلک یحلف البائع علی البتات مع انہ فعل غیر و اما صح باعتبار وجوب تسلیم سلیم فریح الی فعل تفسیر خلف علی البتات لانہا کذ ولذا العبد مطلقا در عن الزلیعی غیر کے فعل میں نفی علم پر قسم ہے بار خدا یا مگر جب کہ غیر کا فعل ایسی چیز ہو جو حالت سے متصل اولہ متعلق ہو اور مصنف نے اس پر تفریح کی اپنے اس قول سے تو اگر غلام کے مشتری نے غلام کی چوری یا بھگنے کا دعوی کیا اور یہ ثابت ہو گیا تو بائع یقین پر قسم کھائے باوجودیکہ سرقہ اور فرار غیر کا فعل ہے اور قطع اور یقین تو اس اعتبار سے صحیح ہوا کہ بائع پر تسلیم غلام کی بلا عیب واجب ہے تو غیر کا فعل اس کے ذاتی فعل کی طرف راجع ہوا تو یقین پر قسم کھائی اس واسطے کہ مخالف علی القطع ہو کہ ترہے نفی علم کی قسم سے ولہذا وہ معتبر ہے مطلقا خواہ اپنے فعل پر ہو یا غیر کے فعل پر بخلاف اس کے عکس کے یعنی میں علم کی اپنے فعل پر کافی نہیں کذا فی الدرر عن الزلیعی ہم بحر الرائق میں ہے کہ جس مقام میں کہ یقین علی العلم واجب ہے پھر اس نے یقین پر قسم کھائی تو کافی ہے اور اس سے یہیں ساقط ہو گئی اور بالعکس اس کے نہیں یعنی بجائے حلف علی القطع حلف علی العلم کافی نہیں اور جو حلف اس پر واجب نہیں اس کے نکول سے قاضی حکم نہ دے گا انتہی و فی شرح الجمع عنہ ہذا اذا قل المنکر لا علم لی ہذک ولو ادعی العلم حلف علی البتات کو دعوی قبض رہا او شرح مجمع میں زلیعی سے منقول ہے یہ یعنی میں علی العلم اس وقت ہے جب کہ منکر کہے کہ مجھ کو اس دعوی کا علم نہیں ہے اور اگر اس کی دانست کا دعوی کرے تب تو یقین پر قسم کھائے چنانچہ امانت دار نے صاحب ودیعت کے قبض کرنے کا دعوی کیا ہم یعنی قبض صاحب ودیعت ہر چند فعل غیر ہے لیکن جب مودع نے اس کے علم کا دعوی کیا تو اب اس پر میں علی القطع لازم ہوگی و فرع علی قولہ فعل غیرہ علی العلم بقولہ واذا ادعی بک سبق الشراء لہ علی شراء زید ولا ینتہ یحلف خصمہ وہو بکر علی العلم اسے انہ لا یعلم انہ اشتراہ قبلہ کما مر اور مصنف نے اپنے اس قول پر فعل غیرہ علی العلم تفریح کی اس قول سے اور جب کہ بکر نے دعوی سبقت خرید کا کیا زید کی خرید پر اور گواہ نہیں تو اس کا مخاصم یعنی بکر قسم کھائے علم پر یعنی وہ یوں قسم کھائے کہ وہ نہیں جانتا کہ مدعی نے اس کو خرید کیا قبل اس کے بدلیل گذشتہ یعنی غیر کے فعل میں علم پر قسم ہوتی ہے اولی یہ تھا کہ شارح بجائے وہ بکر کے وہ زید کتا اس واسطے کہ وہ خصم کی تفسیر ہے کذا فی الطحاوی کذا اذا ادعی دینا و عینا علی وارث اذا علم القاضی کونہ میراثا او اقربہ المدعی او برہن الخصم علیہ فیحلف علی العلم اسی طرح جبکہ دعوی کیا دین کا یا عین کا وارث بشرطیکہ قاضی اس کی میراث ہونے کو جانتا ہو یا مدعی نے اس کی میراث ہونے کا اقرار کیا ہو یا خصم یعنی مدعا علیہ اس کی میراث ہونے پر گواہ لایا تو مدعا علیہ علم پر قسم کھائے ہم صورت اس کی یہ ہے کہ مدعی کہے کہ یہ غلام جس کا تو وارث ہوا ہے فلا نے مورث سے وہ میرا مملوک ہے اور تیرے پاس ناسحق ہے اور مدعی کے گواہ نہیں تو وارث قسم کھائے کہ میں نہیں جانتا کہ وہ تیرا مملوک ہے علم قاضی اس واسطے شرط ہوا ہے یعنی غیر کے فعل پر قسم علم کی نفی پر ہوتی ہے ۱۳

کی اگر قاضی کو میراث کا علم نہ ہوگا تو یقیناً قسم لے گا کہ علم پر اقرار اس کی مثال تصویر میں دکھور ہو چکی اور برہنہ خصم کی اس طرح صورت ممکن ہے کہ ایک مدعی نے ایک شخص پر دعویٰ کیا کہ یہ چیز اس کی ہے اور مدعی اقامت برہنہ سے عاجز تھا اور اس کی عین علی الطلع کا مطالبہ ہوا سو مدعا علیہ نے کہا کہ وہ میراث ہے اور اس نے یہ عین علم کا امداد کیا سو مدعی نے اس کا انکار کیا تو قاضی نے گواہ قائم کیے اپنے مدعا پر تو وہ علم پر قسم کھائے گا خلاصہ یہ ہے کہ دعویٰ عین میں تکلیف وارث علی العلم کی یہ شرط ہے کہ اس وقت تک کہ اس سے ایک امر ہو کہ ذالی الطحاوی ولو ادعا ہما سے الدین والعین المواریث علی غیرہ تکلیف المدعی علی البتات کہ جو ب و خراہ سلو و دعویٰ کیا دونوں کا یعنی دین اور عین کا وارث نے غیر شخص پر تو مدعا علیہ یقیناً قسم کھائے کہ اس میں مورث کا حق نہیں ہے جیسے مویوب اور خریدہ کذا فی الدرر ہم بہ اور خریدہ کی صورت یہ ہے کہ اگر ایک مرد نے دوسرے کو غلام بہہ کیا اور اس نے اس پر قبضہ کیا یا ایک نے دوسرے سے غلام خرید کیا پھر ایک مویب آیا اور اس نے دعویٰ کیا کہ وہ اس کا غلام ہے اور اس کے پاس گواہ نہیں تو مدعا علیہ پر قسم کھائے نہ علم پر طحاوی نے کہا کہ والعین کا مویب اور چکھائی و تکلیف باحد القود اجماعاً اور قسم کھائے قصاص کا منکر باتفاق امام ابو حنیفہ کے ممانہ میں ہے کہ قتل کی تکلیف کی کیفیت میں دو روایتیں ہیں ایک روایت یہ ہے کہ حاصل پر قسم کھائے کہ واللہ مجھ پر فلا نے کا خون نہیں اور دوسرے اور کوئی حق ہے اس خون کا جس کا وہ مدعی ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ سبب پر قسم کھائے یعنی میں نے واللہ فلاں بن فلاں کو قتل نہیں کیا اور سونے قتل کے قطع اور جرمات میں حاصل پر قسم کھائے یعنی سبب پر انتہی فان نکل فان کان فی النفس حتی لقر او یحلف سو اگر منکر قصاص قسم نہ کھائے تو اگر قتل نفس میں دعویٰ ہو تو قید لیا جائے یہاں تک کہ اقرار کرے یا قسم کھائے و فیما دونه یقیناً لان لا یطاق خلقت وقایۃ للنفس کالذی فیہ لا یتذال خلافا لہما اور قتل نفس کے سوا یعنی قطع اور جرمات میں در صورت نکول قصاص لیا جائے اس واسطے کہ اطراف آدمی کے یعنی مثلاً ہاتھ پاؤں حفاظت نفس کے واسطے پیدا ہونے میں مال کے مانند تو اس میں ابتذال جاری ہے برخلاف صاحبین کے ہم ایک نسخہ میں ہڈی ہے بھائے ابتذال کے اور بتذال واضح ہے ابتذال سے صاحبین نے کہا ماذون نفس میں نکول سے قصاص لازم نہیں اس واسطے کہ نکول وہ اقرار ہے جس میں شبہ ہے تو قصاص اس سے ثابت نہ ہوگا اصل واجب ہوگا کہ ذالی البحر قال المدعی لی بینہ حاضرۃ فی المصر و طلبت عین خصم لم یحلف خلافا لہمدعی نے کہا کہ میرے گواہ حاضر ہیں شہر میں اور اس نے اپنے مدعا علیہ سے قسم چاہی تو وہ قسم نہ کھائے برخلاف صاحبین کے ہم امام کی دلیل ہے کہ ثبوت حق قسم میں مرتب ہے عاجز ہونے پر اقامت برہنہ سے تو تا اسکا برہنہ کیوں قسم لی جائے اور صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ عین مدعی کا حق ہے تو جب اس کی وہ طلب کرے تو قبول ہوگی ولو حاضرۃ فی مجلس الحکم لم یحلف اتفاقاً ولو غابۃ عن المصر حلف اتفاقاً ابن ملک و قدر فی البعثی الغیبۃ بحدۃ السفر اور اگر گواہ مجلس حکم میں حاضر ہوں تو قسم نہ کھائے بالاتفاق اور اگر غائب ہوں شہر سے تو قسم کھائے بالاتفاق کذا صرح ابن ملک اور مجتہب میں غائب ہونے کو مدت سفر کے ساتھ معین کیا ہے یعنی اگر تیس منزل پر گواہ دو رہوں تو مدعا علیہ قسم ہے گواہوں کا وہاں سے بلانا ضرور نہیں و یاخذ القاضی فی مسألتی فیما لایسقط بشبہ کفیلاً لقتہ یومئ ہر وہبہ بحر فلیحفظ من خصمہ ولو وجہا والال تحیرانی ظاہر الذہب یعنی بنفسہ ثلثۃ ایام فی الصبح مسئلہ تو یعنی جب کہ مدعی کہے کہ میرے گواہ شہر میں حاضر ہیں اس دعویٰ میں جو شہر سے ساقط نہیں ہوتا یعنی غیر حدود میں قاضی معتمد ضامن لے کہ اس کے بھاگ جانے سے اطمینان حاصل ہو کہ ذالی البحر تو اس کو یاد رکھنا چاہیے تو قاضی مدعا علیہ سے حاضر ضامن لے عین دن کا قول صبح میں اگرچہ مدعا علیہ صاحب اعتبار ہو اور مال بے حقیقت ہے ظاہر مذہب میں کذا فی العین وحی الی مجلس الثانی و صبح اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ قاضی کی مجلس ثانی تک حاضر ضامن لے اور یہ قول بھی صحیح ہے فان ائتمن

لے اس لیے کہ بذل معنی سے ذان میں اور ابتذال کے معنی خراب ہو جانا تو مناسب مقام اول ہی کے معنی ہیں ۱۰۰

من اعطاء ذلك الكفيل لازمة بنفسه او ابينه مقدار مدة التكفيل لئلا يغيب سواك مدعا عليه فما من ديتے سے سرتابی کرے تو خود مدعی یا امین اس کا اس کے ساتھ بنا رہے بمقدار مدت تکفیل یعنی تین دن یا مجلس ثانی تک تاکہ مدعا علیہ غائب نہ ہو جائے الا ان یكون الخصم غریبا سے مسافر فیلازم او یفعل الی انتہاء مجلس القاضی دفعا للضرر حتی لو علم وقت سفره یفعل الیه ونیظر فی زیہ او استخیر فقواہ لو انکره المدعی بزائریہ مگر یہ کہ مدعا علیہ غریب یعنی مسافر ہو تو مدعی اس کے ساتھ پھرے یا حاضر نما من لے تا انتہائے مجلس قاضی دفع ضرر کے واسطے یہاں تک کہ اگر مدعا علیہ کا وقت سفر معلوم ہو تو اس وقت تک ضامن لے اور مدعا علیہ کی ہیئت اور لباس کو دیکھے کہ مقیمانہ ہے یا مسافر انہ یا اس کے سفر کے رفیقوں سے سفر کے وقت کو دریافت کرے اگر مدعی اس کی مسافری کا منکر ہو کذا فی البرزازیہ شارح نے غریب کی تفسیر مسافر اس واسطے کی تاکہ معلوم ہو کہ مقیم مرید کا سفر بھی حکم غریب کے مانند ہے قال لابینہ ملی وطلب یمینہ فحلفه القاضی ثم برہن علی دعواہ بعد الیمین قبل ذلک البرہان عند الامام منہ مدعی نے کہا کہ میرے پاس گواہ نہیں اور مدعا علیہ سے قسم پڑھی سو قاضی نے اس سے قسم لی پھر مدعی گواہ لایا یا اپنے دعوے پر قسم کے بعد تو یہ برہان مدعی کی جانب سے امام کے نزدیک مقبول ہوگی وکذا لو قال المدعی کل بیتہ اتی بہا فحی شہود ذورا وقال اذا حلف فانت برہنی من المال فحلف ثم برہن علی الحق قبل خانیتہ ویرجم فی السراج کما مر اور اسی طرح اگر مدعی نے کہا کہ جو گواہ میں لاؤں تو وہ کاذب گواہ ہیں یا بولا کہ جب تو قسم کھائے تو تو بری الذمہ ہے مال سے پھر اس نے قسم کھائی پھر مدعی گواہ لایا اپنے حق پر تو مقبول ہے کذا فی النخایہ اور اسی طرح پر یقین کیا ہے سراج میں پناہ مذکور ہو چکا (و نقبل البینۃ لو اقاما بعد یمین) کی شرح میں وقیل لایقبل قائمہ محمد کما فی العبادۃ وکسہ ابن ملک اور قول ضعیف یہ ہے کہ گواہ بعد حلف کے مقبول نہیں تاں اس قول کے محمد بن حسن ہیں چنانچہ عادیہ میں ہے اور اس کو بالعکس کہا ہے ابن ملک نے یعنی قبول کو محمد کی طرف نسبت کیا ہے اور عدم قبول کو امام کی طرف وکذا الخلاف لو قال لا دفع لی تم اتی بدفع او قال الشاہد لا شہادۃ لی ثم شہد و الاصح القبول لحوالہ النیان ثم التذکر کما فی الدرر وافتراء المصنف اور اسی طرح اختلاف ہے اگر مدعا علیہ نے کہا کہ میرے پاس دفع دعوی کی وجہ نہیں پھر وہ دفع دعوی کی وجہ لایا یا شاہد نے کہا کہ میری گواہی نہیں پھر اس نے گواہی دی اور قول صحیح تر یہ ہے کہ مقبول ہے بسبب جائز ہونے نسیان کے اور پھر یاد پڑنے سے کذا فی الدرر اور مصنف نے اس کو اپنی شرح میں ثابت رکھا ہے ادعی المدیون الالیصال فانکر المدعی ذلک ولا بینۃ لہ علی مدعاہ فطلب یمینہ فقال المدعی اجعل حقی فی الختم ثم استخلفنی لہ ذلک قینۃ مدیون نے ایصال دین کا دعوی کیا سو مدعی اس کا منکر ہوا اور مدیون کے پاس گواہ نہیں اس کے مدعا پر سو مدیون نے اس کی قسم کی درخواست کی تو مدعی نے کہا کہ میرا حق ختم میں کہ یعنی حاضر کہ پھر مجھ سے قسم لے تو اس کو اس میں اختیار ہے کذا فی القینۃ م طحطاوی نے کہا کہ فی الختم سے مراد واللہ اعلم منقذ ہے اس واسطے کہ قاموس میں ہے کہ ختم موزن منبر وہ آلہ ہے جس سے پر رکھتے ہیں اور مقصود احضار حق ہے انتہی اور ممکن ہے کہ اجعل حقی کا یہ مطلب ہے کہ میرا حق تقبلی میں سر بہر کر کے حاضر کر پھر قسم لے واللہ اعلم والیمین باللہ تعالیٰ لحدیث من کان حالفاً فلیحلف باللہ تعالیٰ اولیندرو ہو قول واللہ خزانتہ وظاہرہ انہ لو حلف بغيرہ لم یکن یمیناً ولم ارہ صریحاً بجا اور قسم ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کے پاک نام سے جل و علی بدلیل اس حدیث کے کہ جو قسم کھانے والا ہو تو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھائے یا نہ قسم کھائے اور اویسین باللہ یہ قول ہے کہ واللہ کذا فی الخزانۃ اور ظاہر اس کلام کا اس پر دلالت کرتا ہے کہ اگر بغیر اس نام پاک کے قسم کھائے تو عین نہ ہوگی اور میں نے اس کو صریحاً نہیں دیکھا کذا فی البحر لا بطلاق وعتاق وان الح الخصم وعلیہ الفتوی تا تاریخانیۃ لان التحلیف بہا حرام خایرہ ختم نہیں طلاق اور عتاق سے اگرچہ مدعی اس پر الحاج کرے اور اسی قول پر فتویٰ ہے کذا فی التاریخانیۃ اس واسطے کہ طلاق اور عتاق کی قسم دینا حرام ہے کذا فی النخایۃ وقیل ان مست الضرورة فوض الی القاضی اتباعاً للبعض اور بعضوں کا قول ضعیف یہ ہے کہ اگر طلاق اور عتاق کی قسم

کی ضرورت آگے تو قسم قاضی کے اختیار میں ہے باتباع بعض فقہاء فلو حلف القاضی بہ فیکل فقصی علیہ باللیل لم ینفذ قضاءہ علی قول الا اکثر کذا فی خزائنہ المتعینین وظاہرہ از مفرع علی قول الا اکثر اما علی القول بالتحلیف بہا فیمعتبر کجور و یقینے بوالافلا فائدہ بجر و ائمتہ المصنف سوا کہ قاضی نے اس کو طلاق یا عتاق کی قسم دی پھر اس نے قسم نہ کھائی تو اس پر مال کا حکم کیا تو حکم نافذ نہ ہوگا اکثر علی کے قول پر کنافی خزائنہ المتعینین اور ظاہر ایہ کلام متفرع ہے اکثر کے قول پر اور طلاق اور عتاق کے جواز تحلیف پر تو نکول معتبر ہوگا اور اسی پر اعتماد کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں ہم علامہ مقدسی نے کہا گا ہے فائدہ تحلیف یہ ہوتا ہے تا خاطر مدعی مطمئن ہو جائے جب کہ مدعی پر دعویٰ مشتبه ہو بسبب نسیان وغیرہ کے پھر جب مدعا علیہ نے طلاق یا عتاق کی قسم کھائی تو مدعی اس کی تصدیق کرے گا تو تحلیف بطلاق و عتاق باوجود عدم قضا بنکول ہے فائدہ نہ ہوئی۔ قلت لو حلف بالطلاق ان لا مال علیہ ثم برهن المدعی علی المال ہی شہد و علی السبب کالاقراض لا یفرق وان شہدوا علی قیام الدین یفرق لان السبب لا یستلزم قیام الدین میں کتنا ہوں اور اگر طلاق کی قسم کھائی کہ اس پر مال نہیں پھر مدعی گواہ لایا مال پر اگر شاہدوں نے سبب مال پر گواہی دی چنانچہ اقراض پر تو فرق نہ کیا جائے گا اور اگر قیام الدین پر گواہی دی تو فرق کیا جائے گا اس واسطے کہ سبب مستلزم نہیں قیام دین کا کام اس واسطے کہ شاید مدیون دین کو ادا کر چکا ہو یا مدعی نے اس کو معاف کر دیا ہو یا ہبہ کر دیا ہو اور یہی تفصیل مفتی برہے لسانی الطحاوی عن شرح الوہبانیۃ للعلامة عبد البر وقال محمد فی الشہادۃ علی قیام المال لا یمنث لاحتمال صدقہ خلافا لابن یوسف کذا فی شرح الوہبانیۃ للشر بنحالی وقد تقدم لدرام محمد نے کہا کہ قیام مال کی گواہی میں سمانت نہ ہوگا بسبب احتمال صدق مدعا علیہ بخلاف ابو یوسف کے کہ ان کے نزدیک سمانت ہوگا چنانچہ شربنحالی کی شرح و مہمانیہ میں ہے اور البتہ یہ مسئلہ مقدم مذکور ہو چکا و یغلظ بذکر اوصافہ تعالیٰ اور سخت اور شدید ہو جاتی ہے قسم حق تعالیٰ کے اوصاف مقدمہ کے ذکر کرنے سے ہم از انجملہ ایک یہ مثال ہے کہ قاضی کے مدعا علیہ سے کہ تجھ کو قسم ہے اس اللہ پاک کی جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں جو عالم ہے غیب اور شہادت کا کہ تیرے اوپر اس شخص کا مال نہیں ہے و قید بضم فاسق و مال غلیظ اور بعض فقہانے تغلیظ اور تشدید کو مدعا علیہ فاسق اور مال کثیر کے ساتھ مقید کیا ہے یعنی تو معروف بالصلاح اور مال حقیر تغلیظ نہیں والا اختیار قبہ و فی صفتہ الی القاضی اور قسم میں اور قسم کی صفت یعنی تشدید میں قاضی کا اختیار ہے ہم یعنی تعیین قسم میں قاضی کو اختیار ہے جیسے اس کو مصلحت معلوم ہو وہ اختیار کرے چنانچہ یوں کے مدعا علیہ سے کہ واللہ یا بانہ یا رحمہن کی قسم یا قادر کی قسم و یجتنب العطف کیلایت کر الیہین اور پیریز کرے عطف سے تاکہ قسم مکدر نہ ہو جائے ہم یعنی یوں نہ کہے قاضی کہ بانہ والرحمن والقادر اس واسطے کہ استحقاق تو ایک ہی قسم ہے اور عطف میں تکرار قسم ہوگی فلو حلف باللہ و نکل عن التغلیظ لا یقضی علیہ بہ اسے بانکول لان المقصود الحلف باللہ وقد حصل زلیس سوا کہ قاضی نے مدعا علیہ کو اللہ کی قسم دی اور اس نے تغلیظ ہمیں سے انکار کیا تو قاضی اس پر محمول سے حکم دے کہ اس واسطے کہ مطلب تو اللہ کی قسم سے ہے اور وہ تو حاصل ہو چکا کذا فی الاطیعی لا یستحب التغلیظ علی المسلم بزمان ولا بزمان کذا فی الحدادی وظاہرہ از مباح مستحب نہیں مسلمان پر تشدید قسم کی زمان سے اور زمان مکان سے کذا فی الحدادی تو ظاہر اس کلام کا یہ ہے کہ تشدید زمانی اور مکانی مباح ہے یعنی اس واسطے کہ نفسی استہاب نفسی اباحت کو مستلزم نہیں تغلیظ زمان یہ کہ رمضان شریف یا جمعہ کے دن قسم لے اور تغلیظ مکان یہ کہ مسجد یا بیت اللہ میں قسم لے و یستحلف الیہودی بالسد الذی انزل التوراة علی موسیٰ والنصرانی بالسد الذی انزل الانجیل علی عیسیٰ والمجوسی باللہ الذی خلق النار فیخلط علی کل مبعثہ فلو اکتفی باللہ کالمسلم کفی اختیار اور قسم لے یہودی سے اس طرح کہ قسم ہے اس اللہ کی جس نے موسیٰ علیہ السلام پر توریت اتاری اور نصرانی سے اس طرح کہ قسم ہے اس اللہ کی جس نے عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل اتاری اور مجوسی سے اس طرح کہ قسم ہے اس اللہ کی جس نے آگ پیدا کی تو قسم میں تشدید کرے ہر دو دلیل پر اس کے اعتقاد کے موافق سوا کہ کفارہ مذکور ہے فقط اللہ کی قسم پر اکتفا کرے تو کافی ہے کذا فی الاختیار ہم مجوسی سے آگ کی قسم نہ لے اس واسطے کہ غیر خدا کی قسم جائز نہیں بلکہ آگ کے خالق کی قسم

لے اسی طرح ہنود سے گنگا کی قسم نہ لے بلکہ اللہ کی جس نے گنگا پید کی والٹنی باللہ تعالیٰ لائے یقرہ وان غیرہ اور بت پرست سے قسم لے اللہ تعالیٰ کے نام پاک کی اس واسطے کہ بت پرست خدا کا اقرار کرتا ہے اگرچہ غیر خدا کی عبادت اور پوجا کرتا ہے ہم مصباح العلوم میں ہے کہ وہ سنم ہے لکڑی سے ہو یا پتھر سے یا سوا اس کے و ہزیم ابن الکمال یا ان الدہریۃ لا یعتقدونہ تعالیٰ قلت وعلیہ فیما ذاب یحلفون اور یقین کیا ہے ابن کمال نے اس کا کہ وہ ہر یہ آدمی حق تعالیٰ کا اعتقاد نہیں رکھتے میں کہتا ہوں اور بموجب اس کے تو یہ لوگ کس کی قسم کھاویں ولقی تخیلف الاخرس ان لیقول لہ القاضی علیک عند اللہ ویشاق ان کان کذا کذا فاذا اردت برأسہ اے نعم صار حالفا اور باقی رہا گونگے کو قسم دینا اس کا طریقہ یہ ہے کہ قاضی اس سے کہے کہ تجھ پر عند ہے خدا کا اور اس کا بیثاق اگر ایسا اور ایسا ہو پھر جب وہ اپنے سر سے اشارہ کرے کہ ہاں تو وہ مخالف ہو جائے گا م اور اگر انکار کا اشارہ کریگا تو بخول ہوگا اور دعویٰ ثابت ہوگا کذا فی القنیۃ اور اگر قاضی گونگے سے یوں نہ کہے کہ خدا کی قسم کھا کہ تیرے اور اس کا حق نہیں کہ یہ قسم نہ ہوگی اگرچہ وہ اپنے سر سے اشارہ کرے کہ ہاں اس واسطے کہ اس کا اشارہ گویا یوں ہو جائے گا کہ میں قسم کھاتا ہوں اور حالانکہ یہ قسم نہیں کذا فی الطحاوی عن اتقانی ولو اتم ایضا کتبہ لہ یحب بظلمان عرفہ والا فبشارۃ اور گونگا بھرا بھی ہو تو قسم لکھے تاکہ وہ اس کا جواب لکھے اپنے خط سے اگر وہ لکھنا جانتا ہو اور نہیں تو اس کے اشارہ سے قسم لے ولو اتم ایضا فابوہ او وصیہ او من نصبہ القاضی شرح وہبانیۃ اور اگر گونگا اور ہر اندھا بھی تو اس کا باپ قسم کھائے یا اس کا وصی یا جس کو قاضی نے منصوب کیا کذا فی شرح الوجہا یہ ہم شایع کو یوں کہنا لازم تھا اثم من نصبہ القاضی اس واسطے کہ قاضی اس کی طرف سے نائب کو اس وقت قائم کرے گا جب کہ باپ یا اس کا وصی نہ ہو چنانچہ شرح وہبانیۃ میں ہے اور قسم کیا علم پر ہوگی اس واسطے کہ متعلق غیر ہے بالیقین پر اس کو تحریر کرنا چاہیے پھر معلوم کر کہ قول ما تقدم کے مخالف ہے کہ نیابت استخلاف میں جاری ہوتی ہے نہ حلف میں کذا فی الطحاوی ولا یحلفون فی ہیوت و اتم لکر اہرۃ دخولہا بحر اور یہود اور نصاریٰ اور بت پرستوں سے قسم نہ لی جائے ان کے عبادت خانوں میں وٹاں کے جانے کی کراہت سے کذا فی البحر ہم یعنی قاضی وغیرہ کو کفار کے معابد میں جانا مکروہ ہے اس واسطے کہ وہ مجمع شیاطین ہیں اور ظاہر کراہت تحریری ہے اس واسطے کہ عند الاطلاق کراہت تحریری ہی مراد ہوتی ہے اور میں نے فتویٰ دیا ہے اس مسلم کی تعزیر کا جو ملازم کنیسہ ہے یہود کے ساتھ کذا فی البحر الرائق ویحلف القاضی فی دعویٰ سبب یرتفع علی الحاصل اے علی تصویرۃ انکار المنکر اور اس سبب کے دعویٰ میں جو زائل اور اٹھ سکتا ہے قاضی قسم دے حاصل پر یعنی انکار منکر کی صورت پر ہم حاصل کی یہ تفسیر یعنی اصطلاحی ہے اور معنی لغوی حاصل کا یہ ہے جو ہر چیز سے باقی رہے اور ثابت رہے اور ما سوا اس کے جاتا رہے چنانچہ قاموس میں ہے انکار منکر کی صورت پر اس واسطے قسم ہوئی کہ منکر یوں کہتا ہے کہ ہمارے مابین میں بیع اور طلاق اور غضب واقع نہیں کذا فی الطحاوی وغیرہ بقولہ لے باللہ وما بینکما نکاح قائم وما بینکما بیع قائم وما یجب علیک ردہ لو قائما او بدلا لو لاکا وما ہی بائن منک وقولہ الا ان متعلق بالبیع مسکین فی دعویٰ نکاح و بیع و غضب و طلاق فیہ لفت و نشر اور مصنف نے حاصل کی تفسیر کی اپنے اس قول سے کہ تجھ کو اللہ کی قسم کہ تم دونوں کے مابین میں نکاح قائم نہیں اور تم دونوں کے درمیان بیع قائم نہیں اور تجھ پر اس کا پھیر دینا واجب نہیں اگر وہ قائم ہو یا اس کے عوض کا پھیر دینا اگر وہ ضائع ہو گیا ہو اور وہ عورت تجھ سے بائن نہیں اس دم نکاح اور بیع اور غضب اور طلاق کے دعویٰ میں اس کلام میں لفت و نشر مرتب ہے علامہ مسکین نے کہا کہ الآن کا لفظ سبب سے متعلق ہے یعنی نکاح اور بیع اور غضب اور طلاق اس دم ثابت نہیں لای علی السبب اے باللہ ما نکحت وما باہت خلافا للثانی نظر المدعی علیہ ایضا لا احتمال طلاق واقالتہ نہ قسم لے سبب مرتفع پر اس طرح کہ تجھ کو اللہ کی قسم کہ تو نے نکاح نہیں کیا اور نہ تو نے بیع کی بخلاف ابو یوسف کے سبب پر قسم نہ لے بنظر مدعا علیہ کے بھی اس احتمال سے کہ شاید اس نے بعد نکاح کے طلاق دی ہو اور بعد بیع کے اقالہ بیع کیا ہو ابو یوسف کے نزدیک یہیں تو استیفاء کے حق مدعی کے واسطے ہے تو یحییٰ کی مطابقت دعویٰ مدعی سے واجب ہے اور دعویٰ تو سبب کا ہے طرفین کی دلیل یہ ہے کہ اگر مدعا علیہ نے بعد نکاح کے طلاق دی تو وہ اس قسم میں صادق ہوگا کہ واللہ ما نکحت اور اسی طرح بعد اقالہ بیع واللہ ما باہت اور بعد غضب

واللہ ما خصبت اور بے ایمان تہذیب نکاح سے واللہ ما طلقت کہنے میں صادق ہو گا الا اذا لزم من الحلف علی الحال ترک النظر للمدعی فی حلف بلو جلاء علی السبب اے علی صورتہ دعوی المدعی کہ دعوی شفعہ بالجوار و نفقہ بتبوتہ والنصم لایرا ہما لکونہ شافعیاً لصدق حلف علی الحال فی معتقدہ

یلتزم المدعی اگر جب کہ حال پر تم کھانے سے مدعی کے جانب سے ترک نظر لازم آوے تو بالاتفاق سبب پر تم کھاوے یعنی دعوی مدعی کی صورت پر چھ شفعہ جو ادا و نفقہ بتبوتہ کے دعوی میں اور حال کہ مدعا علیہ دونوں کو واجب نہیں دیکھتا بسبب شافعی مذہب ہونے کے بسبب صادق ہونے اس کی قسم کے حال پر اس کے اعتقاد میں تو مدعی کا فرز ہو گا م شافعی مذہب میں شفعہ جوار اور نفقہ بتبوتہ واجب نہیں تو اگر مدعا علیہ شافعی مذہب یوں قسم کھاوے کہ واللہ تم پر شفعہ جوار اور نفقہ بتبوتہ نہیں تو اس میں مزید مدعی کا فرز ہے تو یہاں سبب پر اس طرح قسم کھانے کے واللہ میں نے اس گھر کو نہیں خرید کیا اور یہ صورت میری مطلقہ بطلاق ہائے عدت میں نہیں ہے شفعہ جوار اور نفقہ بتبوتہ کی اس واسطے قید لگائی کہ شفعہ شرت اور نفقہ رہی میں حال پر تم ہو گی نہ سبب پر قلت و مفادہ ان لا اعتبار بید مذہب المدعی علیہ واما مذہب المدعی فبغیر خلاف والاد جہ ان یسأل القاضی علی اعتقاد وجوب شفعہ الجوار اولاً و اعتمد المصنف میں کتابوں اور قول سابق سے مستفاد ہو کہ مدعا علیہ کے مذہب کا کچھ اعتبار نہیں تحلیف میں اور مدعی کے مذہب میں اختلاف ہے علما کا اور قول موجود تر یہ ہے کہ مدعی سے قاضی پوچھے کہ تو وجوب شفعہ جوار کا معتقد ہے یا نہیں اور اسی پر اعتماد کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں تم تو اگر مدعی کے کہ میں وجوب کا معتقد ہوں تو حال پر تم نے اور اگر معتقد نہ ہو تو سبب پر تم نے کذا فی المطاوی و کذا سے یخلف علی السبب اجماعاً فی سبب لایرتفع برافع بعد تبوتہ کعبہ مسلم یدعی علی مولاہ معتقد لعدم تکرر رقدہ اور اسی طرح یعنی سبب پر بالاجماع قسم لے اس سبب میں جو مرتفع نہیں ہوتا کسی مانع سے بعد لپٹنے ثابت ہونے کے مانند اس غلام مسلمان کے جو اپنے مالک پر اپنے آزاد کرنے کا دعوی کرتا ہے سبب نہ مکر ہونے اس کی رقیبت کے واما فی الامتہ ولو مسلمۃ والعبدا کافر فلتکرر قہا ہا فحاق حلف مولا ہما علی الحاصل اور لونڈی میں اگرچہ وہ مسلمان ہو اور کافر غلام میں تو بسبب مکر ہونے ان کی رقیبت کے لائق دار الحرب سے قاضی قسم سے دونوں کے مالک کو حاصل پر تم یعنی مولی کو یوں قسم سے کہ تم دونوں کے درمیان اب عتق قائم نہیں نہ لوں کہ میں نے اس کو آزاد نہیں کیا اس احتمال سے کہ شاید اس نے آزاد کیا ہو پھر وہ دار الحرب میں ہا ملا ہو پھر وہ دار السلام میں پھر آیا ہو پھر رقیبت کی طرف اس نے خود کیا تو اس میں کی صورت سے اس کو ضرر ہو گا اور یہی حال ہے لونڈی کا کذا فی المطاوی والی حال اعتبار الحاصل الا لفر مدع و سبب غیر متکرر اور حاصل کلام یہ ہے کہ تحلیف میں حال کا اعتبار ہے مگر بسبب فرز مدعی اور سبب غیر متکرر کے سبب کا اعتبار ہے و صح فلاء الیمن والصلح منہ لحدیث ذلوا عن اعراسکم باموالکم اور بدلا دینا قسم کا اور صلح کرنا قسم سے صحیح ہے بدلیل اس حدیث کے کہ اپنے مال دے کر اپنی ابرو بچاؤم فدیہ ین ہو تا ہے بمقدار دعوی یا اقل سے اور صلح ہوتی ہے اقل سے مد لیف رضی اللہ عنہ پر جب قسم آئی تھی تو انھوں نے مال دے کر قسم نہ کھائی تھی اور اسی طرح عثمان رضی اللہ عنہ نے پالیس درم کے دعوی میں قسم کے عوض مال دیا اور قسم نہ کھائی لوگوں نے کہا کہ آپ تو سچے ہیں کیوں نہیں قسم کھاتے ہیں جواب دیا کہ شاید میری قسم کو کوئی یہیں کا ذب لگائی کرے انتہی اور اس واسطے کہ مال دینے اور قسم نہ کھانے میں حفظ ابرو ہے اور وہ مستحسن ہے عقلاً و شرعاً کذا فی المحوی مفسر

وقال الشہداء لا حتر از من الیمن الصادقہ واجب قاطع البصر اے ثابت بدلیل جواز الحلف صادقاً اور کما شہید نے کہ سچی قسم سے بچنا واجب ہے بحر الاتق میں کہا کہ واجب ہے یعنی ثابت ہے بدلیل درست ہونے سچی قسم کے م یعنی واجب سے واجب شرعی مراد نہیں کہ سچی قسم کھانا جائز نہ ہو بلکہ واجب یعنی ثابت ہے ولا یخلف المنکر لعدہ ابلا نہ اسقط حلف اور منکر کو قسم نہ دی جائے گی کبھی بعد فدیہ دینے اور صلح کرنے کے

یعنی نفقہ اسی صورت کا بھی کو طلاق بائن قاضی لہی ہ

اس واسطے کہ مدعی نے اپنا حق ساقط کر دیا مال لے کر و قید بالفداء و الصلح لان المدعی لو اسقطہ اے ایمین قصد ابان قال برئت من الخلف او ترکته علیہ او و ہبتہ لا یصح ولا التحلیف بخلاف البراہۃ عن المال لان التحلیف للحاکم بزائریہ اور مصنف نے سقوطہ یمن فدیہ اور صلح کی قید لگائی اس واسطے کہ مدعی اگر یمن کو بالقصد ساقط کر دے اس طرح کہے کہ مدعا علیہ سے کہ تو بری الذمہ ہو گیا قسم سے یا میں نے اس کو چھوڑ دیا یا اس کو برہ کر دیا تو صلح نہیں اور اس کو قسم لینا جائز ہے بخلاف برأت عن المال کے اس واسطے کہ تحلیف حاکم کے واسطے مخصوص ہے یعنی بطلب مدعی کذا فی الزائریہ برأت عن المال یعنی مال کا معاف کر دینا مدعی کے اختیار میں ہے بلا دخل حاکم و کذا اذا اشتری بیعینہ لم یجز لعدم رکن البیع در اور اسی طرح جب کہ مدعا علیہ اپنی قسم کو مول لے مدعی سے تو جائز نہیں بسبب محدود ہونے رکن بیع کذا فی الدررہم رکن بیع یہ ہے کہ بیع مال ہو اور حالانکہ یمن مال نہیں فرغ مسئلہ ملحقہ نتائج کا استخلف خصمہ فقال حلفتی مرۃ ان عند حاکم او محکم و برہن قبل والا فلا تحلیفہ در مدعی نے قسم چاہی اپنے مدعا علیہ سے سو اس نے کہا کہ تو مجھ کو قسم دے چکا ہے ایک بار اگر تحلیف حاکم یا محکم کے پاس ہوئی اور وہ اس پر گواہ لایا تو مدعا علیہ کا قول مقبول ہے اور نہیں تو مدعی کو اس کی تحلیف کا اختیار ہے کذا فی الدررہم قلت ولم ار ما لو قال انی قد حلفت بالطلاق انی لا اطلق علیہ لیس کما ہوں اور میں نے نہیں دیکھا یہ مسئلہ کہ اگر مدعا علیہ نے کہا کہ مقرر میں اسن طلاق کی قسم کھا چکا کہ البتہ میں قسم نہ کھاؤں گا تو اس کے حکم کی تیغیح کرنا چاہیے کہ حاکم اس کو قسم دے گا یا نہ دے گا ثابت ہو چکا ہے کہ اختلاف احد المتخاصمین کے الحاق ضرر سے قاضی ناچار ہے اور مراعات جانب مدعی اولیٰ ہے تو بموجب اس کے حلف بالطلاق کے دعویٰ میں مدعا علیہ معذور نہ ہوگا اور قسم نہ کھانے سے اس پر مال کا حکم کیا جائے گا کیونکہ اس نے خود اپنی ذات کو ضرر پہنچایا طلاق کی قسم کھا کر اور اگر اس کی قسم کو لحاظ کیجیے تو ابطال حکم شرع لازم آتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم کذا فی الطحاوی۔

**باب التحالف** یہ باب ہے دو شخصوں کے باہم قسم کھانے میں لما قدم یمن الواحد ذکر یمن الاثنین جب کہ مصنف ایک شخص کی یمن اول ذکر کر چکا تو اس نے دو کی یمن کو ذکر کیا اختلافاً اے المتبائعان فی قدر ثمن او وصف او جنسہ او فی قدر بیع حکم یمن برہن لان نور دعواہ بالحقہ متباہین نے اختلاف کیا ثمن کے مقدار میں یا اس کے وصف یا جنس میں یا بیع کی مقدار میں تو اس کے واسطے حکم ہوگا جو گواہ لایا اس واسطے کہ اس نے اپنے دعویٰ کو روشن اور ظاہر کر دیا حجت اور برہان سے ہم مقدار ثمن کا اختلاف یہ کہ بائع کے ثمن دس درم تھا اور مشتری کے پانچ تھا اور وصف ثمن کا اختلاف یہ کہ بائع کے ثمن بدراہم مروجہ تھا اور مشتری کے بدراہم کا سدہ تھا اور جنس ثمن کا اختلاف یہ کہ بائع دعویٰ کرے کہ ثمن بنائز تھا اور مشتری نے کہا بدراہم تھا وان برہنا فلثبت الزیادۃ اذ البینات لا تثبت اگر دونوں برہان لاویں اپنے دعویٰ پر تو مثبت زیادت کے واسطے حکم ہوگا اس واسطے کہ بیانات اثبات کے واسطے ہیں مثبت زیادت خواہ بائع ہو یا مشتری مثبت زیادت کے واسطے اس واسطے حکم ہوگا کہ زیادت میں معارضہ نہیں وان اختلافاً فیہما اے الثمن والمبیع جمیعاً قدم برہان البائع ولو الاختلاف فی الثمن اور اگر متباہین نے ثمن اور بیع سب دونوں میں اختلاف کیا تو برہان بائع کی مقدم ہوگی اگر ثمن میں اختلاف ہو صورت اختلاف یہ ہے کہ بائع کہتا ہے کہ میں نے یہ لونڈی تیرے ہاتھ سودینار کو بیچی اور مشتری کہتا ہے کہ تو نے اس کو ڈوسری لونڈی کو اس کے ساتھ پچاس درم کو بیچا اور دونوں گواہ لائے تو بائع کے گواہ اولیٰ ہیں ثمن میں اور مشتری کے گواہ اولیٰ ہیں بیع میں بنظر اثبات زیادت تو دونوں لونڈیاں مشتری کو ملیں گی سو درم کو کذا فی الطحاوی وعن الغایۃ و برہان المشتري لو فی المبیع نظر الاثبات الزیادۃ اور برہان مشتری کی مقدم ہے اگر اختلاف بیع میں ہو بلحاظ اثبات زیادت وان مجرد لقی الصور الثلثۃ عن البینۃ فان رضی کل بمقالۃ الآخر فیہا اور اگر متباہین تینوں صورتوں میں عاجز ہو گئے شہادت لانے سے تو اگر ہر شخص راضی ہو گیا دوسرے کے قول سے تو خوب بات ہے کہ جھگڑانہ رام صورت ثلثہ میں سے ایک صورت یہ ہے کہ ثمن میں اختلاف ہو دوسری یہ کہ بیع میں اختلاف ہو تیسری یہ کہ ثمن اور بیع



دونوں میں اختلاف ہو و ان لم یرض واحد منهما بدعوی الآخر تھا فالقالم کمی فیہ خیال فیفسح من الہیاد اور اگر قبایعین میں سے کوئی ماضی نہ ہو دوسرے کے دعوی سے تو دونوں قسم کھاویں جب تک بیع میں خیال نہ ہو مگر خیال ہو تو فسح بیع کہے جس کو خیال ہے م دونوں پر قسم اس واسطے آئی کہ ہر شخص دوسرے کے دعوی کا منکبہ ہے خلاصہ میں ہے کہ اگر مشتری کو خیال رویت یا خیال عیب یا خیال شرط تو دونوں پر قسم نہیں بنتی دعوی نے کما حد خیال میں بائع مشتری کے مانند ہے و بدأ بین المشتري لانه الابدی بالانکاد قاضی مشتری سے قسم لینا شروع کہے اس واسطے کہ وہی تو شروع کرنے والا ہے انکار کا اس واسطے کہ مشتری سے پہلے مطالبہ ہوتا ہے قسم کا اہدہ نہیں کا منکر ہے و ہذا لو کان بیع علیین بدین اور یہ یعنی مشتری کی قسم سے شروع کرنا اس وقت سے جب کہ عین کی بیع ہو دین سے یعنی اسباب کی بیع ہو چاندی سونے سے والا بان کان مقایضہ او صرفاً فهو مخیر و تسیل لقرع ابن ملک اور اگر عین کی بیع نقد سے ہو اس طرح پر کہ اسباب کی بیع ہو نقد سے تو قاضی مختار ہے چاہے اول مشتری سے قسم لے چاہے بائع سے اور قول ضعیف یہ ہے کہ قاضی قریب لکے کہ اس کا ابن ملک ہم بیع مقایضہ اور صرف میں اس واسطے اختیار ہوا کہ ہر واحد متباہین سے مشتری ہے من وجہ و لیتصر علی النقی فی المایح اور فقط لقی پر اقتدار کرے بقول اصح م یہ بیان ہے کیفیت بیع کا ان مسائل میں تو بائع یوں قسم کھائے کہ واثق میں نے بعض ہزار نہیں بیجا اور مشتری قسم کھائے کہ واثق میں نے بعض دو ہزار کے نہیں خرید کیا اور قول خیر اصح وہ ہے جو زیادت میں ہے کہ لقی کے ساتھ اثبات کو بھی ضم کرے تاکہ کے واسطے و فسح القاضی البیوع بطلب احدہما او بطلبہما اور قاضی فسح بیع کہے ایک کی طلب سے یا دونوں کی طلب سے ولا یفسح بالتخالف و لا یفسح احدہما بل یفسح بکلاہما بیع فسح نہیں ہو ہاتی دونوں کے قسم کھانے سے اور نہ احد المتباہین کے فسح کرنے سے بلکہ بائع اور مشتری دونوں کے فسح کرنے سے فسح ہوتی ہے کہ انانی البوہینی در صورت فسح متعاقبین کے قاضی کو فسح کرنے کی حاجت نہیں و من نکل منہما لزمہ دعوی الآخر بالقضاء و احدہما قد صل اللہ علیہ وسلم الا اختلف المتباہعان والسلعة قائمہ بعینہا تھا فالق اور جو دونوں میں سے قسم نہ کھائے اس کو دوسرے قسم کھانے والے کا دعوی لازم ہو جائے گا قاضی کے حکم کہینے سے اور تخالف قبایعین کے مسائل کی یہ حدیث اصل ہے کہ جب بائع اور مشتری اختلاف کریں اور بیع بیع ہو ہو موجد ہو تو دونوں قسم کھاویں اور ہا ہم رو بیع کریں و بنا کھ لولا اختلاف فی الہدلی مقصود ما ظولی ضمن شیء کا اختلاف فہما فی الزق فالقول مشتری فی انہ الزق و لا تخالف اور یہ سب یعنی تخالف اور فسح اس شرط پر ہے جبکہ اختلاف بدل میں مقصود بالذات ہو تو اگر اختلاف کسی چیز کے ضمن میں ہو جیسے قبایعین کا اختلاف مشک میں تو مشتری ہی کا قول معتبر ہو گا اس میں کہ یہ وہی مشک ہے اور تخالف نہ ہو گا م صورت اس کی یہ ہے کہ مشتری نے کسی خرید کیا مشک میں جس کا وزن متوازی ہے مثلاً سو مشتری مشک لایا پھر دینے کو جس کی تول میں طل ہے تو بائع نے کہا کہ یہ میری مشک نہیں اور اس نے کہا کہ میری مشک کی تول دس طل تھی تو یہاں مشتری ہی کا قول معتبر ہو گا اور اس کے ضمن میں اختلاف ضمن لازم ہے تو بائع اس کو نوے ٹھہراتا ہے اور مشتری اتنی کہ انانی الدعوی کا لولا اختلاف فی وصف البیوع کقولہ اشتریت علی انہ کاتب او غیرہ وقال للبائع لم اشترط فالقول سبائع و لا تخالف ظہیر یہ چنانچہ اگر دونوں نے وصف بیع میں اختلاف کیا چنانچہ مشتری کا یوں کہنا کہ میں نے اس غلام کو خرید کیا اس شرط پر کہ وہ کاتب یا نان پڑے اور بائع کتا ہے کہ میں نے یہ شرطیں نہیں کیں تو بائع ہی کا قول معتبر ہو گا اور قسم نہیں دونوں پر کہ انانی الظہیر یہ م خلاصہ یہ ہے کہ اگر وصف میں اختلاف ہو تو تخالف ہے چنانچہ منقریب مذکور ہو چکا اور وصف بیع میں اختلاف ہو تو بائع کا قول معتبر ہے اور تخالف نہیں و قید باختلاف فحالی من و بیع لانه لا تخالف فی غیرہما لكونہ لا یختل بہ تو اہم عقد کواصل و شرط رہیں اور خیال و ضمان و قبض بعضی میں اور تخالف معتبر ہوا نہیں اور بیع کے اختلاف کے ساتھ اس واسطے کہ ان دونوں کے سوا میں تخالف نہیں اس واسطے کہ ظہیر میں اور بیع کے اختلاف سے تو اہم عقد منتقل نہیں ہوتا چنانچہ اختلاف مدت اور شرط رہیں یا شرط عیب یا شرط ضمان میں اور قبض بعضی میں کے اختلاف سے م شرط رہیں یعنی بائع کے کہ میں نے مشتری سے یہ شرط کرنا ہے کہ وہ تالہائے میں کوئی چیز میرے

پاس کر رکھے اور مشتری اس کا منکر ہو اور ضمان ثمن کی یہ صورت کہ بائع کہے میں نے اس شرط سے بیع کی ہے کہ مشتری ثمن کا کسی ضامن دے گا اور قبض بعض ثمن کی قید اتفاقی ہے اس واسطے کہ کل ثمن کے قبض کے اختلاف کا بھی یہی حکم ہے یعنی قبول قول بائع والقول للمتکر وقال زفر والشافعی ۱۰

بیتما فان اور اختلاف مدت وغیرہ میں منکر کا قول مقبول ہے اس کی قسم کے ساتھ اور زفر اور شافعی نے کہا ان میں بھی دونوں قسم کھاویں ولا تحالف لولا اختلاف بعد ہلاک البیع اور خروج عن ملک او تعبہ بالا یرد اور قسم دونوں پر نہیں جب کہ متعاقدین اختلاف کریں بعد تلف ہو جانے بیع کے مشتری کے پاس یا اس کے خارج ہو جانے سے اس کی ملک سے یا عیب دار ہو جانے سے اس عیب کے ساتھ کہ اس کے سبب رد بیع نہیں ہوتا چنانچہ حاملہ ہونا لوندی کا مشتری سے ہم ہلاک بیع میں مشتری کے پاس ہونے کی قید اس واسطے لگائی کہ قبل قبض بائع کے پاس ہلاک ہو جانے سے بیع فسخ ہو جائے گی کذا فی الطحاوی وحلف المشتري الا اذا استهلكه في يد البائع غير المشتري اور تم کھائے فقط مشتری مگر جب کہ بیع کو بائع کے پاس غیر مشتری نے تلف کیا ہو تو بائع اور مشتری دونوں قسم کھاویں اور اگر مشتری بیع کو تلف کرے بائع کے پاس تو وہ قابض ٹھہرے گا۔ وقال محمد والشافعی ۱۱ بیتما فان و بیع علی قیمتہ الماک اور محمد اور شافعی نے کہا کہ بعد ہلاک بیع بائع اور مشتری دونوں قسم کھاویں اور فسخ بیع ہو گا بیع مالک کی قیمت پر و بذوالثمن و بنا فلومقايضه۔ تما لقا اجمالا ان البیع کل منہا و یرد مثل الماک اور قیمتہ اور یعنی فقط مشتری پر قسم جب ہے کہ ثمن وین درم یا دینار ہو اور اگر بیع مقابض ہو تو دونوں قسم کھاویں بالاتفاق اس لئے کہ موضعین میں ہر ایک مینع ہے اور اور مثل مالک پھیر دیا جائے اگر مالک مثلی ہو یا اس کی قیمت پھیری جائے اگر مالک قیمت والی چیز ہو کہ لوان اختلافانی جنس الثمن بعد ہلاک السلعة بیان قال احدہما دراہم والاخر ذمانہ تما لقا و لازم مشتری رد القیمۃ سراج چنانچہ اگر متعاقدین نے اختلاف کیا ثمن کی جنس میں بعد ہلاک ہونے بیع کے اس طرح پر کہ ایک نے کہا ثمن دراہم تھے اور دوسرے نے کہا ذمانہ تھے تو دونوں قسم کھاویں اور مشتری کو رد قیمت لازم ہو گا کذا فی السراج ولا تحالف بعد ہلاک بعضہ او خروج عن ملک کعبیدین مات احدہما عند المشتري بعد قبضہا ثم اختلافانی قدر الثمن لم یتمایا عند ابن حنیفہ رحمہ اللہ اور تحالف نہیں بعد ہلاک ہونے بعض بیع کے یا خارج ہونے کے ملک مشتری سے چنانچہ دو غلام کہ ایک ان میں سے مر گیا مشتری کے پاس بعد مقبوض ہونے دونوں کے پھر بائع پھر بائع اور مشتری نے اختلاف کیا ثمن کے مقدار میں تو دونوں پر قسم نہیں ابو حنیفہ کے نزدیک الا ان یرضی البائع بترک حصۃ الماک اصلا فینفذ بیتما فان ہذا علی تخریج الجمهور و صرف مشایخ بلخ الاستثناء الی بین المشتري بعض بیع کے ہلاک ہونے کے بعد تحالف نہیں مگر یہ کہ بائع راضی ہو جائے ترک حصہ مالک پر اصلا تو اب دونوں پر قسم آوے گی یعنی استثناء کو تحالف کی طرف پھیرنا اکثر علما کی تخریج پر ہے اور مشایخ بلخ نے استثناء کو بین مشتری کی طرف پھیرا ہے اس استثناء میں علما مختلف ہیں اکثر علما کے نزدیک یہ استثناء تحالف کی طرف منحرف ہے اس واسطے کہ قدوری کے کلام میں یوں ہی مذکور ہے تو تقدیر کلام یہ ہے کہ (لم یتما لقا بعد ہلاک بعض البیع الا اذا ترک البائع حصۃ الماک فیتما فان) اور بعض علما کے نزدیک استثناء بین مشتری کی طرف منحرف ہے جو تقدیر سے کلام میں کیونکہ تقدیر کلام یوں ہے کہ (لا تحالف بعد ہلاک بعضہ بل الی بین علی مشتری الا ان یرضی البائع الخ) تو اس صورت میں قسم نہ ہوگی مشتری پر کذا فی الطحاوی مختصر اولانی قدر بدل کتابتہ لعدم لزومہا اور تحالف نہیں بدل کتابت کے مقدار کی اختلاف میں بسبب لازم نہ ہونے کتابت کے و قدر اس مال بعد اقالۃ عقد السلم بل القول للعبد والمسلم الیہ ولا یعود السلم اور تحالف نہیں اختلاف اس المال میں بعد اقل کردینے عقد مسلم کے بلکہ غلام کا قول مقبول ہے بدل کتابت میں اور مسلم الیہ کا قول مقبول ہے اس المال میں اور عقد مسلم کا عود نہ ہو گا وان اختلافانی بے المتعاقدان فی مقدار الثمن بعد الاقالۃ ولا ینتہ تما لقا و عاوا البیع اور اگر متعاقدین نے اختلاف کیا مقدار ثمن میں بعد اقالۃ بیع اور حالانکہ گواہ ہوتے ۱۲ بعد ہلاک بعض بیع کے دونوں قسم نہ کھائیں مگر جب کہ بائع حصہ مالک چھوڑے تو اب دونوں قسم کھائیں ۱۳ تحالف نہیں بعد ہلاک بعض بیع کے بلکہ قسم مشتری پر ہے مگر اس صورت میں اس پر قسم نہیں کہ بائع راضی ہو جاوے الخ ۱۴

نہیں تو دونوں قسم کھا دیں اور بیع پھر ثابت ہو جائے گی کہ جب بیع محدود کرے گی تو بائع کا حق ضمن میں ہوگا لہذا مشتری کا حق بیع میں چنانچہ قبل اقالہ تھا بخلاف  
 سلم اس واسطے کہ اقالہ عقد سلم میں نقص کا احتمال نہیں رہتا اس واسطے کہ وہ عہدت ہے اسقاط سے تو عقد سلم کا مورد ہوگا کذا فی الطحاوی لو کان  
 کل من المبیع والتمن مقبوضاً ولم یردہ مشتری الی ہائے بحکم الاقالہ قال ردہ الیہ بحکم الاقالہ لا تحالف خلافاً لحدیث مخالف متعاقدین بعد اقالہ اس  
 شرط پر ہے کہ ہر ایک بیع اور ضمن مقبوض ہو اور مشتری نے اس کو اس کے بائع کی طرف پھیر نہ دیا ہو اقالہ کی وجہ سے سواگر اس کو پھیر دیا ہو بوجہ اقالہ تو مخالف  
 نہیں بر خلاف قول مؤدیان اختلاف ہے از وہاں فی قدر اللہ اور جنسہ قضی لمن اقام البرمان وان برہنا فلہم اذہ اذا کان مہر المثل شاہد اللزوم  
 بان کان کتلاً او اقل وان کان شاہد الہما بان کان کتلاً تھا اور اکثر فقہین نے اولی اثباتاً خلاف الظاہر اور اگر نہ جہیں نے اختلاف کیا مہر کے  
 مقدار میں یا اس کی جنس میں تو اس کے واسطے حکم ہوگا جو گواہ لادے اور اگر دونوں گواہ لادیں تو عہدت کے گواہ اولیٰ ہیں جب کہ اس کا مہر مثل زوج کا شاہد  
 ہو اس طرح پر کہ مہر مثل زوج کے قول کے برابر ہو یا اس سے کم تراوے اگر مہر مثل زوج کے قول کا شاہد ہو اس طرح پر کہ اس کے دعویٰ کے برابر ہو یا زیادہ تر  
 تو زوج کے گواہ اولیٰ بالقبول ہیں اس واسطے کہ گواہ خلاف ظاہر کے ثبوت ہوتے ہیں وان کان غیر شاہد نکل منہما بان کان بینہما قاتلہما تر لاسواء  
 ویجب مہر المثل علی المبیع اسی کہ مہر مثل زوج میں سے کسی کا شاہد نہ ہو اس طرح پر کہ قول زوجین کے مابین میں ہو تو دونوں کے گواہ ساقط الاعتبار ہیں سبب  
 برابر ہونے کے اثبات میں اور اس صورت میں مہر مثل واجب ہوگا بقول صحیح مابین قول زوجین کے ہونے سے یہ مہر نہیں کہ مہر مثل دونوں قولوں کے درمیان  
 متوسط ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ مہر مثل زوج کے دعویٰ سے کتر ہے اور زوج کے دعویٰ سے اکثر ہے کذا فی الدرر وان عجز عن ابران تحالفاً ولم یفسخ النکاح  
 تبعیۃ المہر بخلاف المبیع اور اگر زوجین گواہ لانے سے عاجز ہوں تو دونوں قسم کھا دیں اور نکاح فسخ نہ ہوگا بسبب تابع ہونے مہر کے نکاح میں بخلاف  
 بیع م یعنی ہر ایک کی قسم نے دوسرے کے دعوے کو توڑا تو عقد بلا تسمیہ مہر باقی رہا اور عدم تسمیہ مفید نکاح نہیں اس واسطے کہ مہر تابع ہے نکاح میں بخلاف  
 بیع کہ اس میں عدم تسمیہ مفید ہے کذا فی الدرر وسہلانی بیعتہ لانی اول التسلیم لیکون اہل التسمیہ علیہ ظہیرتہ اور زوج کی قسم سے ابتدا کی جائے اس  
 واسطے کہ دو تسلیموں میں سے پہلے تسلیم زوج پر ہے تو دو قسموں میں سے پہلے قسم اس پر ہوگی کذا فی الظہیر جم تسلیمیں سے مراد تسلیم مہر اور تسلیم مہر ہے  
 ہے اور دونوں میں تسلیم مہر مہل مقدم اور سابق ہے اور یہ یعنی تحالف عند العجز کفری کی تخریج ہے خواہ مہر مثل زوج کے موافق ہو یا اقل زوج کے موافق ہو یا  
 اکثر یا مابین قولیں ہو اور رازی کی تخریج پر مخالف نہیں مگر ایک وجہ میں وہ غلط ہے مذکورہ سے وہ عہدت یہ ہے کہ مہر مثل کسی کے قول کا شاہد نہ ہو اور باقی  
 صورتوں میں زوج کا قول مقبول ہے قسم کے ساتھ مگر مہر مثل اس کے موافق ہو یا اقل اور زوج کا حق قسم کے ساتھ مقبول ہے اگر مہر مثل اس کے موافق  
 ہو یا اکثر اور شرح ہایہ ترجیح قولیں میں مختلف ہیں کذا فی الطحاوی ویکرم بالتشدید اسے یعمل مہر مثلہما حکم السقوط اعتبار التسمیۃ بالتحالف فیقضى  
 بقول لو کان کتلاً او اقل ولقبولہما لو کتلاً تھا اور اکثر یہ لو بینہما سے ہیں مانتہ عیہ ویدعیہ اور زوج کا مہر مثل حکم مہر ایجابائے گا بسبب ساقط  
 ہو جانے تسمیہ مہر کے تحالف سے تو زوج کے قول پر حکم ہوگا اگر مہر اس کے قول کے موافق ہو یا کتر اور زوج کے قول پر حکم ہوگا اگر مہر مثل اس کے  
 قول کے مانند ہو یا کتر اور مہر مثل حکم ہوگا اگر مہر مثل مابین دعویٰ زوج اور دعویٰ زوج ہو ولو اختلافاً الی المجرور المستاجر فی بدل بالاجارۃ او  
 فی قدر المدۃ قبل الاستیقاہ والمنفقہ تحالفاً و تراوہ بدنی بہین المستاجر لو اختلافاً فی البدل والمجرور فی المدۃ ولو برہنا فالبیعہ للمجرور فی البدل  
 والمستاجر فی المدۃ اور اگر اختلاف کیا موجد مستاجر نے بدل اجارہ میں یا مدت اجارہ کی مقدار میں منفعت حاصل کرنے سے پہلے تو دونوں قسم  
 حکم میں بدل اجارہ کے کوڑا کی کریم اور مستاجر کی قسم سے شروع کی جائے اگر دونوں بدل اجارہ مختلف ہوں اور موجد کی قسم سے ابتدا کی جائے اگر مدت  
 میں مختلف ہوں اور اگر دونوں گواہ لادیں تو زوج کے گواہ بدل میں مقبول ہیں اور مستاجر کے گواہ مدت میں مقبول ہیں م استیخانے منفعت سے

مراد یہ ہے کہ استيفاء منفعت پر قادر ہونے کے اندر اور عدم استيفاء سے عدم قدرت استيفاء مراد ہے اس واسطے کہ قدرت علی الاستيفاء بجائے استيفاء ہے و وجوب اجرت میں یعنی در صورت صحت عقد کذا فی البحر و بعدہ لا والقول للمتناجر لانه منکر للزيادة اور بعد استيفاء منفعت مخالف نہیں اور متناجر کا قول مقبول ہے اس واسطے کہ وہ زیادت اجرت کا منکر ہے ہم بعد استيفاء منفعت مخالف اس واسطے نہیں کہ مخالف تو فسخ کے واسطے ہوتا ہے اور بعد استيفاء منافع فسخ عقد متصور نہیں کذا فی الدر اور اگر مدت میں اختلاف ہو تو موجر کا قول مقبول ہوگا علمائے یہ مسئلہ مذکور نہیں کیا اس واسطے کہ ظاہر تھا کذا فی الطحاوی عن ابی السعد ولو اختلفا بعد التکلیف من استيفاء البعض من المنفعة تخالفوا فسخ العقد فی الباقی والقول فی الماضي للمتناجر لان عقدا بساعة فساعة فكل جزء كعقد بخلاف البيع اور اگر موجر اور متناجر نے اختلاف کیا استيفاء بعض منفعت کی تمکین کے بعد تو دونوں قسم کھاویں اور عقد اجارہ فسخ کر دیا جاوے باقی میں اور ماضی میں متناجر کا قول مقبول ہے بسبب منعقد ہونے اجارے کے دم بدم تو ہر جزا اس کا مانند عقد ہے یعنی بمنزلہ معقود علیہ کے بخلاف بیع کے م یعنی عقد اجارہ دم بدم منعقد ہوتا ہے بحسب حدوث منفعت تو ہر جزا منفعت کا بمنزلہ معقود علیہ کے ہے بالاستقلال تو مابقی گویا معقود بال عقد ہے لہذا اس میں مخالف ہوگا بخلاف ہلاک بعض بیع اس واسطے کہ ہر جزا بیع کا معقود بعقد نہیں بلکہ بالکل معقود بعقد واحد ہے توجب فسخ متعذر ہوا بعض بیع میں بسبب تلف ہونے کے تو بالضرور کل بیع میں متعذر ہوگا وان اختلف الزوجان ولو مملوکیں او مکاتبین او صغیرین والصغیر سیما مع اذمیتہ مع مسلم قام النکاح اولاً فی بیت لهما و لاحقاً ہما خزانتہ الاکل لان العبرة للید للملک اور اگر زوجین نے اختلاف کیا اگرچہ زوجین مملوک یا مکاتب یا غیر ہوں اور حالانکہ صغیر لیاقت جماع رکھتا ہے یا زوجہ ذمیہ ہو زوج مسلم کے ساتھ خواہ اختلاف کے وقت قائم ہو یا نہ قائم ہو خواہ اختلاف اس گھر میں ہو اور جو دونوں کا مملوک ہے یا ایک شخص کا ان میں سے کذا فی خزانتہ الاکل عموم بیت اس واسطے ہوا کہ اعتبار تصرف کا ہے نہ ملک کافی متاع ہو ہننا ما کان فی البیت ولو ذہبا وفضة فالقول لكل واحد منهما فيما صلح له مع یمنہ زوجین نے اختلاف کیا اس متاع میں متاع سے مراد یہاں وہ چیز ہے جو گھر میں ہو اگرچہ سونا ہو یا چاندی تو زوجین میں سے ہر واحد کا قول مقبول ہوگا قسم کے ساتھ جو اس کے لائق ہے ہم زوج کے لائق اسباب پگڑی اور قبا اور ہتھیار اور کمر بند اور کتابیں اور گھوڑا اور زرہ ہے اور زوجہ کے لائق اور صنی اور کرتی اور زیور اور مانند اس کے اور چیزیں ہیں لغت میں متاع عبارت ہے اس اسباب سے جس سے فائدہ حاصل ہوتا ہے چنانچہ غلہ اور کپڑے اور اثاث البیت لیکن اس مقام میں متاع سونے اور چاندی بھی شامل ہے الا اذا کان کل منهما یفعل او یبیع لآخر فالقول له لتعارض الظاہرین دروغ غیر ہا مگر جب کہ زوجین میں سے ہر شخص بنانا یا بیچنا ہو اس متاع کو جو دوسرے کے لائق ہے تو اب زوج ہی کا قول مقبول ہوگا بسبب تعارض ہونے دونوں ظاہر کے کذا فی الدر وغیر ہا ہم مثلاً زوج زرگر ہے کہ زیور عورتوں کے بناتا ہے اور زیور میں اختلاف واقع ہوا زوج کہتا ہے کہ یہ میرا ہے اور زوجہ کہتی ہے کہ میرا ہے تو ظاہر صلاحیت زیور زوجہ کا شاہد ہے اور ظاہر صنعت زرگری زوج کا شاہد ہے تو دونوں ظاہروں میں تعارض ہوا تو دونوں ظاہر ساقط الاعتبار ہو گئے تو اب اعتبار تصرف مزج ٹھہرے گا یعنی زوجہ اور جو زوجہ کے قبض ہے وہ زوج کے قبض و تصرف میں ہے لہذا اس صورت میں زوج ہی کا قول مقبول ہوگا کذا فی الطحاوی بتصرف والقول له فی الصالح لهما لانہما وانی ید فی یدہ والقول لہ فی الید اور زوج کا قول مقبول ہے اس متاع میں جو دونوں کے لائق ہے اس واسطے کہ زوجہ اور جو اس کے ہاتھ میں ہے وہ زوج کے ہاتھ یعنی تصرف میں ہے اور قول مقبول صاحب تصرف کا ہے ہم اسباب لائق زوجین کے چنانچہ فرش اور ظروف اور مویشی اور نقد اور لونڈی غلام اور جوہری اور زمین اور باغ بھلائی مایخص بہا لان ظاہر باظہر من ظاہرہ وہو ید الاستعمال بخلاف اس متاع کے جو زوجہ کے ساتھ مخصوص ہے اس واسطے کہ زوجہ کا ظاہر باظہر

زوج کے قابض سے اعدہ یعنی ظاہر زوجہ تعرف استعمال ہے م یہ جواب ہے اس سوال کا جو کلام سابق پر وارد ہوتا ہے یعنی جب دعاوی میں ذی البد کا قول مقبول ہوا اور زوجہ اور جو اس کے تصرف میں ہے وہ زوج کے تصرف میں ہے تو پہلے یہ کہ متاع مختص بزوجه میں بھی زوج ہی کا قول مقبول ہو نہ زوجہ کا اس کا جواب یوں دیا کہ یہ استعمال زوجہ اظہر ادا قوی ہے زوج کے بد سے ولو اقا ما بیئتمہ یقضے بیئتمہا لانہا خارجہ غایتہ ولیمت للزوج الا ان یکن لہا بیئتمہ بھرا اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو زوجہ کے گواہوں پر حکم ہوگا اس واسطے کہ عورت خارج ہے یعنی ذی البد نہیں کذا فی الخانیۃ اور گھر زوج کا ہے مگر یہ کہ زوجہ کے گواہ ہوں اس پر کہ گھر زوجہ کا ہے تو زوجہ کے گواہ مسموع ہوں گے کذا فی البحر و الذوالجین وان مات احدہما واختلف وارثہ مع الھی فی المشکل الصحیح لہما فالقول فیہ لھی ولورقیقا وقال الشافعی وما لک الکل بینہما وقال ابن المدینی الکل وقال الحسن البصری الکل لہا وہی السبعة و تعد فی الخانیۃ تسعة اقوال اور یہ جو مذکور ہو چکا اس صورت میں محتاج ہے کہ زوج اور زوجہ دونوں زندہ ہوں اور اگر ایک ان میں سے مر گیا اور اور میت کے وارث نے زندہ کے ساتھ مشکل میں یعنی اس متاع میں جو دونوں کے لائق ہے اختلاف کیا تو ان میں زندہ کا قول مقبول ہے اگرچہ وہ مملوک ہو اور شافعی اور مالک نے کمال مال دونوں کا برابر ہے اور ابن ابی یعلی نے کما سب مال زوج کا ہے اور حسن بصری نے کما تمام متاع زوجہ کی ہے اور اس مسئلے میں سات قول ہیں سات مجتہدوں کے اور خانیہ میں نو قول شمار کیے ہیں ہم اقوال تسویں سے پہلا قول امام کا ہے جو متن میں مذکور ہو چکا یعنی متاع مشکل میں زندہ کا قول مقبول ہے ۲۰۔ ابو یوسف کا قول کہ زوجہ کے واسطے بقدر جہیز مشکل زوجہ ہے اور باقی زوج کا ہے ۳۱۔ ابن ابی یعلی کا قول کہ سب متاع زوجہ کی ہے ۴۔ قول ابن من اور شریک کا کہ دونوں میں مال برابر ہے ۵۔ حسن بصری کا قول کہ سب مال زوجہ کا ہے ۶۔ قول شریح کا کہ گھر عورت کا ہے ۷۔ قول محمد کا کہ متاع مشکل طلاق اور موت میں زوجہ کی ہے ۸۔ قول زفر کا کہ متاع مشکل دونوں میں برابر ہے ۹۔ قول مالک کا کہ کل مال دونوں میں برابر ہے کذا فی البحر عن خزائن الاکمل منحصرا ولو احدہما مملوک کا ولو ما ذونا او مکاتبہ وقال الشافعی ہما کا لہما فالقول للہی فی الحيوة ولھی فی الموت لان ید المرأۃ قوی ولاید للیمت اور اگر احد الزوجین مملوک ہو اگرچہ وہ مازون یا مکاتب ہو تو حر کا قول زندگی میں معتبر ہے اور زندہ کا قول خواہ وہ حر ہو یا مملوک موت میں مقبول ہے حر کا قول زندگی میں اس واسطے معتبر ہوا کہ تصرف حر کا قوی تر ہے مملوک کے تصرف سے اور زندہ کا قول موت میں اس واسطے مقبول ہوا کہ میت کے واسطے تصرف نہیں اور صاحبین اور شافعی نے کہا کہ زوجین مملوک اور حر حکم میں حر کے برابر ہیں اجمعت الامت او المکاتبۃ او المدبرۃ واختارت نفسہا فمافی البیت قبل العتق فهو للحرل وما بعدہ قبل ان تختار نفسہا فهو علی ما وصفنا فی الطلاق بجز آزاد ہو گئی تو ذمی یا مکاتبہ یا مدبرہ اور اس نے اپنی ذات کو اختیار کیا یعنی زوجیت سابقہ سے راضی نہ رہی تو جو اسباب گھر میں ہے قبل آزاد ہونے کے سون مرد کا ہے اور جو اسباب کہ بعد آزادی کے ہو قبل اختیار کرنے اپنی ذات کے سو اس طرح ہے کہ جس کو ہم نے کتاب الطلاق میں مذکور کیا ہم یعنی دونوں حرین کے برابر ہیں حکم میں کذا فی المنع و فیہ طلقا ومضت العدة فالمشکل للزوج ولو شرک بہ بعد ما نھا صارت اجنبیۃ لایدلہا اور بجز الراتی میں ہے کہ زوجہ کو طلاق دی اور عدت گزر گئی تو متاع مشکل زوجہ کی ہے اور اس کے وارثوں کی زوجہ کے بعد اس واسطے کہ زوجہ بظیر شخص ہو گئی جس کا کچھ تصرف ثابت نہیں ولما ذکرنا ان المشکل للزوج فی الطلاق فکذا الوارثہ اور جب کہ چھنے متاع مشکل کا طلاق میں ذکر کیا کہ وہ زوجہ کی ہے تو اسی طرح زوج کے وارث کی ہے ہم طحاوی نے کہا لہما شرک ہے اور اس کا جواب فکذا یکن لوارثہ ہے اور اس عبارت کے ذکر کرنے کا کچھ فائدہ نہیں اور بجز الراتی کی عبارت اس سے خالی ہے واما لومات وہی فی العدة فالمشکل لہا کذا لہما یطلقہا بدیل ارشاد اھا اگر زوج مر گیا اور زوجہ عدت میں ہے تو متاع مشکل زوجہ کی ہے گویا اس نے اس کو طلاق ہی نہیں دی اس کے وارث ہونے کی دلیل سے ولو اختلف المومنین المتاجر فی متاع البیت فالقول للمساویر بیئتمہ ولیس ظہور لہا علیہ من ثواب بدنہ اور اگر مومنین

اور متاثر ہونے اختلاف کیا اجارہ والے گھر کے اسباب میں تو متاثر جبری کا قول مقبول ہے اس کے قسم کھانے کے ساتھ اور موثر کا کچھ نہیں مگر  
اس کے بدن پر کپڑے ہیں ولو اختلف اسکانی و عطار فی آلات الاساکفة و آلات العطارین وہی فی ایدہما فہی بینہما بلا نظر لما یصلح لک  
منہما و تمام فی السراج اور اگر کفشگر اور عطار بنے جھگڑا کیا کفشگروں اور عطاروں کے ہتھیاروں میں اور حالانکہ دونوں طرح کے ہتھیار  
دونوں شخصوں کے قبض اور تصرف میں ہیں تو وہ دونوں کے ہیں بلا نظر صلاحیت ہر واحد یعنی رعایت نہ ہوگی کہ کفشگروں کے ہتھیار کفشگر کے  
تھریں اور عطاروں کے آلات عطار کے ہوں اور پورا بیان اس کا سراج میں ہے م آلات مذکورہ دونوں میں اس واسطے برابر ہوئے کہ گاہے ایک  
پیشہ و دوسرے پیشے کے ہتھیار رکھتا ہے اپنی ذات کے واسطے یا بیچنے کے واسطے تو ترجیح نہیں ہو سکتی رجل معروف بالفقر و الحاجة تصارید  
غلام و علی عنقہ بدرۃ و ذلک بدارہ فادعاه رجل عرف بالیسار و ادعاه صاحب الدار فہو للمعروف بالیسار ایک مرد مفلسی اور محتاج  
میں مشہور ہے اس کے ہاتھ ایک غلام لگ گیا جس کی گردن میں روپے یا اتر فیوں کی تھیلی معلق ہے اور وہ مفلس مذکورہ کے گھر میں ہے سو اس غلام  
اس مرد نے دعویٰ کیا جو مال داری اور تو انگری میں مشہور ہے اور صاحب خانہ نے بھی اس کا دعویٰ کیا تو وہ غلام اس شخص کا ہے جو مالدار مشہور  
م بدرہ اس تھیلی کو کہتے ہیں جس میں ہزار یا دس ہزار درم ہوں یا سات ہزار دینار ہوں کذا فی القاموس و کذا کناس فی منزل رجل و علی عنق  
قطیفۃ یقول الذی ہو علی عنقہ ہی لی و ادعاه صاحب المنزل فہی لصاحب المنزل اور اسی طرح ایک جاوید کش ہے ایک مرد کے گھر  
اور اس کی گردن پر نعل کا بالاپوش ہے جس کی گردن پر ہے وہ کتا ہے کہ یہ میرا ہے اور صاحب خانہ کتا ہے کہ میرا ہے تو وہ صاحب خانہ کا ہے اس  
میں اور مسئلہ سابقہ میں فقہانے ظاہر حال پر عمل کیا کذا فی الطحاوی رجلان فی سفینۃ بہاد قیق فادعی کل واحد السفینۃ و ما فیہا فاحدہما  
یعرف ببيع الدقیق و الآخر بانہ ملاح فالدقیق للذی یعرف ببيعہ و السفینۃ لمن یعرف انہ ملاح عملاً بالظاہر و مردہیں ایک ناؤ میں  
جس میں آٹا ہے سو ہر واحد ناؤ اور آٹے کا دعویٰ کرتا ہے اور ایک شخص ان میں سے آٹا بیچنے میں مشہور ہے اور دوسرا ملاحی میں تو آٹا اس کا ہے  
جو آٹا بیچنے میں مشہور ہے اور ایک ناؤ اس کی ہے جو ملاح مشہور ہے بنا بر عمل بظاہر حال و لو فیہا راکب و آخر مسک و آخر یجذبہا و آخر ید  
و کلم یدعونہا فہی بین الثلثۃ اثلاثا و لاشئ للما و لاد اگر ایک ناؤ میں ایک شخص سوار ہے دوسرا شخص اس کو پکڑے ہے اور تیسرا اس کو اپنی طرف  
کھینچتا ہے اور چوتھا اس کو بہاتا ہے اور سب اس کا دعویٰ کرتے ہیں تو وہ کشتی تین شخصوں میں تین تہاؤ ہے اور ہانے والے کا اس میں کچھ نہیں  
م شاید کہ اس واسطے ہانے والے کا حصہ نہیں کہ وہ مزدور ہے کذا فی الطحاوی رجل لقیود قطارا بل و آخر راکب ان علی الكل متاع الراكب فکل  
لہ و القائد اجیرہ و ان لاشئ علیہا فلراکب ماہور راکبہ و الباقی للقائد بخلاف البقر و الغنم و تمامہ فی خزائنہ الاکل ایک شخص اونٹوں کی قطار کھینچتا  
اور دوسرا شخص سوار ہے اگر ہر اونٹ پر سوار کا اسباب ہے تو سب اونٹ اس کے ہیں اور قطار کھینچنے والا اس کا مزدور ہے اور اگر اونٹوں پر سوار  
نہیں تو سوار کا وہ اونٹ ہے جس پر وہ سوار ہے اور باقی اونٹ قطار کھینچنے والے کے ہیں بخلاف گائے بیل اور بھیڑ بکری کے اور پورا بیان اس  
خزائنہ اکل میں ہے م یعنی اگر گائے بیل یا بھیڑ بکری کو ایک شخص کھینچتا ہو اور دوسرا لاکتا ہو تو وہ لاکنے والے کے ہیں کذا فی البصر  
فصل فی دفع الدعویٰ فی فصل ہے دعویوں کے دفع کرنے میں یعنی مدعی علیہ نے اپنے اوپر دعویٰ مدعی کا نہ آنے دیا م جیسے دفع دعویٰ  
قبل برئان مدعی صحیح ہے ویسے ہی بعد برئان بھی صحیح ہے اور اسی طرح جیسے بد حکم صحیح ہے اور دفع الدعویٰ کا دفع صحیح ہے اگر  
کثیر ہو قول مختار میں اور غیر مدعا علیہ کا دفع مسموع نہیں اور دفع احد الوردۃ کا مسموع ہے اگر یہ مدعی نے دوسرے وارث پر دعویٰ کیا ہو کذا فی  
لہ یعنی بفتح اول ہندی میں اس کو توڑا کہتے ہیں اور قبلی اور ہیبانی بھی بولتے ہیں ۳۰



کتابوں اور عینی کے قول میں گفتگو ہے اس واسطے کہ حکم اسی طرح کا ہے اگر ذی الید نے کہا کہ اس کے مالک نے اس کی حفاظت کا مجھ کو وکیل کیا یا اس گھر میں مجھ کو زید غائب نے رکھا یا میں نے اس کو غائب سے بطور سرقہ لیا یا میں نے اس کو نکال لیا یا اس کے پاس سے وہ چیز گم ہوئی تھی سو میں نے اس کو پایا یا کذا فی البحر یا کہ وہ زمین میرے پاس بطور مزارعت کے ہے تو اب سب گیارہ صورتیں ہوتیں ہیں کہتا ہوں لیکن حق بات وہ ہے جو بزازیہ میں ہے کہ مزارعت اجارہ یا ودیعت کے ساتھ ملتی ہے بزازیہ نے کہا تو پانچ صورتوں سے زیادہ نہیں البتہ میں نے اس کی شرح ملتی میں تحریر کی ہے وان كان لانا او قال الشهود او دعوى من لا تعرفه او اقر ذوا الید بید الخصومة كان قال ذوا الید اشتريته او اهبته من الغائب او لم يدع الملك المطلق بل ادعى عليه الفعل بان قال المدعى خصيته منى او قال سرق منى وبناه للمفعول للمستر عليه وكان قال سرقته منى بخلاف غضب منى او غضبه منى فلان الغائب كما سيجي حيث تندفع او اقر المدعى به مالک ہو یا گواہوں نے کہا کہ اس کو ودیعت رکھا ہے اس نے جس کو ہم نہیں پہچانتے یا ذی الید نے قبضہ خصومت کا اقرار کیا چنانچہ ذی الید نے یوں کہا کہ میں نے اس کو خرید کیا یا بطریق ہبہ کے یا شخص غائب سے یا مدعی ملک مطلق کا دعویٰ نہ کیا بلکہ مدعا علیہ کے فعل کا دعویٰ کیا اس طرح پر کہ مدعی نے کہا کہ تو نے اس کو غضب کر لیا مجھ سے یا یوں کہا چاہا لیا گیا مجھ سے مصنف نے چوری کو بصیغہ مجہول ذکر کیا مدعا علیہ کی پردہ پوشی کے واسطے تو گویا مدعی نے یوں کہا کہ تو نے اس کو مجھ سے چور الیا بخلاف اس قول کے کہ غضب کر لیا گیا مجھ سے یا اس کو غضب کر لیا مجھ سے فلان غائب نے چنانچہ منقریب اس کا ذکر آوے گا کہ وہاں خصومت مدعا علیہ سے دفع ہو جائے گی وبل تندفع بالمصدر الصحيح لا بزازیہ اور کیا خصومت دفع ہوگی بصیغہ مصدر غضب قول صحیح یہ ہے کہ خصومت دفع نہ ہوگی کذا فی البرزازیہ یعنی اگر مدعی نے یوں کہا کہ یہ چیز میری ملک ہے اور مدعا علیہ کے پاس غضب ہے اور مدعا علیہ نے کہا کہ میرے پاس غائب نے ودیعت رکھی ہے تو بقول صحیح دعویٰ مدعی کا منفع نہ ہوگا و قال ذوا الید فی الدفع او دعیه فلان ویرهن علیه لا تندفع فی السکل لما قلنا اور ذی الید نے دعویٰ غضب اور سرقہ کے دفع میں کہا کہ اس کو میرے پاس فلان غائب نے ودیعت رکھا ہے اور اس پر گواہ لایا تو کل مسائل مذکورہ میں خصومت مندفع نہ ہوگی اس دلیل سے جو ہم کہہ چکے ہیں یعنی مالک وغیرہ میں اس واسطے خصومت دفع نہ ہوئی کہ دفع خصومت کے واسطے قیام میں اور معرفت شہود کو شارح شرط کر چکا ہے اور دعویٰ خریداری اور ہبہ میں اقرار قبض ملک ہے اور غضب اور سرقہ میں مدعی کا دعویٰ ہے مدعا علیہ کے فعل کا قال فی غیر مجلس المحکم انہ ملکی ثم قال فی مجلسہ انہ ودیعت عندی اور من فلان تندفع مع البرهان علی ما ذکرہ ذی الید نے مجلس حکم کے سوا اور مکان میں کہ وہ میری ملک ہے پھر مجلس حکم میں بولا کہ وہ ودیعت ہے میرے پاس یا رہن ہے فلان کی جانب سے تو خصومت دفع ہوگی گواہی کے ساتھ اپنے دعوے مذکور پر یعنی اگر مدعا علیہ ودیعت یا رہن پر گواہ لایا تو دعویٰ مدعی کا دفع ہو جائے گا اور غیر مجلس حکم کا اقرار مقبول نہ ہوگا مگر جب کہ مدعی اس کو گواہی ثابت کرے چنانچہ مصنف اس کی آگے تصریح کرتا ہے ولو رہن المدعی علی مقالتہ الا ولی یجعله خصما و یحکم علیه لسبق اقرار بمنع الدفع بزازیہ اور اگر مدعی گواہ لاوے ذی الید کے اول قول پر یعنی اس کے دعویٰ ملک پر تو قاضی اس کو خصم قرار دے اور اس پر حکم کرے بسبب سابق ہونے اس اقرار کے جو مانع ہے دفع خصومت کا کذا فی البرزازیہ وان قال المدعی اشتريته من فلان الغائب وقال ذوا الید فی الدفع او دعیه فلان ذلک اے بنفسہ فلو بویکد لم تندفع بلا ینتہ دفعت الخصومة وان لم یرهن لتوافقهما ان اصل الملك للغائب اور اگر مدعی نے کہا کہ میں نے اس کو فلان شخص غائب سے خرید کیا اور ذی الید نے اس کے دفع میں کہا میرے پاس اسے فلان غائب نے ودیعت رکھا بذات خود تو ذی الید سے خصومت مندفع ہوگی اگرچہ ذی الید گواہ نہ لاوے بسبب موافق ہونے دونوں کے کہ اس پر اصل ملک شخص غائب کی ہے پھر اگر ذی الید یوں کہے کہ میرے پاس شخص غائب کے ذیل نے اس کو ودیعت رکھا ہے تو خصومت ملے مترجم اول نے الحق صیغہ نامی کا ملحق تشدید قاف بھیجا اور آخر جملہ میں ملحق غالباً مقدر مانا اگر صرف اس طرح لکھتا کہ بزازیہ میں مزارعت کو اجارے کے ساتھ ملتی کیا ہے تو ہنر تھا ۱۲



مذفع نہ ہوگی بدل گواہ لانے ذی الید کے الاذنا قبل اشتراطہ وکلنی یقبضہ ویرہن مگر جب کہ ملک نے کہا میں نے اس کو غائب سے خرید کیا اور اس نے مجھ کو وکیل کیا ہے اس کے قبضہ کرنے پر قبضہ پاس سے لے کر اور اس پر گواہ لایا تو خصوصیت مذفع نہ ہوگی یعنی ذی الید سے مدعی اس کو لے گا اس واسطے کہ مدعی احمق بالقبض ہے کذا فی العین ولو صدق فی الشراہ لم یؤمر بالتسلیم مثلا یقول قضاہ علی الغائب باقرارہ وہی مجیبہ اور اگر ذی الید نے مدعی کی تصدیق کی خرید کرنے میں تو اس کو دینے کا حکم نہ ہوگا تاکہ قضاہ علی الغائب لازم نہ آوے ذی الید کے اقرار سے اور یہ مسئلہ مجیب ہے یعنی انکار میں تو تسلیم ہو اور تصدیق میں تسلیم نہیں مطلقاً ہی نے کہا اس میں ہرگز کچھ مقام تعجب نہیں اس واسطے کہ ذی الید کا اقرار مجتہد کلمہ ہے مالک غائب پر سرایت نہیں کر سکتا اور ای طرح علامہ ابو سعید نے کہا کچھ تعجب نہیں اس واسطے کہ اس کا اقرار غیر شخص پر مقبول نہیں ثم اقتصار اللحد غیر با علی دعوی الشراہ قید الاتفاق فلذا قال ولو ادعی انہ غائب من فلان الغائب ویرہن علیہ وزعم ذوالیدان ہذا الغائب اودع عندہ اندھت لتوافقہما ان الید لذلک الرجل پھر اختصار کرنا صاحب دروہیٹا کا فریڈ کے دعوی سے پر قید الاتفاق ہے سوا اس واسطے مصنف نے کہا اور اگر مدعی نے دعوی کیا کہ وہ چیز اس کی ہے اس سے فلا نے غائب نے غصب کر لی اور اس پر گواہ لایا اور ذی الید نے زعم کیا کہ اس شخص غائب نے اس کے پاس اس کو ودیعت رکھا تو ذی الید سے خصوصیت مذفع ہوگی بسبب وفاق ہونے دونوں کے اس پر کہ قبضہ اسی مرد غائب کے واسطے ثابت ہے ولو کان مکان دعوی الغصب دعوی سرقتہ لا تنفع بزعم ذی الید ایداع ذلک الغائب استسما بزازیہ اور اگر بجائے دعوی غصب دعوی سرقت ہو تو خصوصیت مذفع نہ ہوگی ذی الید کے یوں زعم کرنے سے کہ اس غائب نے میرے پاس اس کو ودیعت رکھا ہے از روئے استسما کے کذا فی البزازیہ و فی شرح الوہبانیۃ للشرنبلالی لو اتفقا علی الملک لزید وکل یدعی الایجادۃ منہ لم یکن الاثانی خصما لاول علی الصیح اور شرنبلالی کی شرح وہبانیہ میں ہے کہ اگر دو شخص متفق ہوتے زید کی ملک پر اور ہر اس شخص سے اجارہ لینے کا مدعی ہے تو مدعی ثانی مدعی اول کا خصم نہ ہوگا بقول صحیح مالک کے اُنے تک اس واسطے خصم نہ ہوگا کہ دعوی لہذا بمنزلہ دعوی استسما کے ہے کیونکہ ہر واحد ملک میں کا مدعی نہیں اور یہی علت ہے مسئلہ لاحقہ کی وللا مدعی رہن او شراہ اور نہ مدعی ثانی رہن اور شراہ کے مدعی کا خصم ہوگا اما المشتري خصم کل مگر مشتری تو سب کا خصم ہے یعنی جو خرید کا دعوی کرتا ہے وہ گواہ لانے کے بعد مستاجر اور مدعی رہن اور مدعی خرید کا خصم ہوگا کذا فی الطحاوی فروع مسائل طحاوی کے قال المدعی علیہ لی دفع یصل الی المجلس الاثانی صغری اور مدعی علیہ نے کہا میرے پاس دعوی مدعی کے دفع کرنے کی وجہ ہے تو اس کو قاضی کے جلوس ثانی تک فرصت دی جائے کذا فی الصغری المدعی تکلیف مدعی الایداع علی البتات وکمدعی کو قسم لینا مدعی الایداع سے یقین پر جائز ہے کذا فی الدردی اگر مدعی کے نہ ہوں تو ذی الید سے یقین پر نہ علم پر قسم لینا جائز ہے اس واسطے کہ ایداع اگرچہ غیر کا فعل ہے لیکن اس کا تمام ہونا یعنی قبول ایداع اس سے متعلق ہے اور ذخیرہ میں ہے کہ ذی الید پر قسم نہیں اس واسطے کہ وہ ایداع کا مدعی ہے اور ساتھ مدعی پر قسم نہیں انتہی تو یہ کلام وقوع خلاف قبول ہے کذا فی الطحاوی ولہ تکلیف المدعی علی العلم وتمام فی البزازیہ اور اس کو یعنی مدعا علیہ کو اختیار ہے کہ مدعی سے علم پر قسم لے اور ہا یا یا اس کا بزازیہ میں ہے ہم جبکہ مدعا علیہ ذی الید نے دعوی مدعی کا باطل ہے ایداع وغیرہ کے دفع کیا اہا ثبات سے عاجز ہو گیا اور مدعی نے دفع میں اس کی تصدیق نہ کی اور ذی الید نے مدعی سے قسم پائی تو مدعی علم پر قسم کھانے اس طرح کہ واثم میں نہیں جاتا کہ شخص غائب نے ذی الید کے پاس ودیعت رکھی ہے اس واسطے کہ ایداع غیر کا فعل ہے اور مدعی سے متعلق نہیں کذا فی البصر وکل من قبل امتہ فبرینت انہ استحقا قبل للدفع لا یعلق مالہ یقبضہ الوکالہ ابی ملک مولی نے کسی کو اپنی لڑکی کے کہیں لے جانے کا وکیل کی سولائی گواہی اس پر کہ مولی نے اس کو آزاد کر دیا تو دعوی نقل کے واسطے دفع مقبول ہوگا نہ آزلو جو جانے پر ہمہ تک مدعی نہ آوے کذا ذکرہ ابی ملک

**باب دعوی الریاض** یہ باب ہے دو مردوں کے دعوی کرنے میں یعنی تیسرے شخص پر دعوی کریں یا ایک شخص دوسرے پر دعوی کرے

تقدم حجتہ خارج فی ملک مطلق اسے لم یذکر سبب کما مر علی حجتہ ذی الید مقدم ہوگی شخص خارج کی حجت ملک مطلق میں ذی الید کی حجت پر ملک مطلق وہ ہے جس میں سبب ملک کا مذکور نہ ہو چنانچہ مذکور ہو چکا م خارج وہ شخص ہے جو ذی الید اور قابلین نہ ہو اور وجہ تقدیم یہ ہے کہ خارج ہی تو مدعی ہے اور حدیث میں برہان مقبول نہیں مگر مدعی کا برہان وان وقت احدہما فقط حجت خارج مقدم ہے اگرچہ دونوں میں سے ایک ہی شخص ملک بیان کرے م یعنی خواہ دونوں تاریخ ملک بیان نہ کریں یا دونوں ایک ہی تاریخ کو ذکر کریں یا فقط ایک شخص تاریخ ذکر کرے بہر صورت حجت خارج مقدم ہے اور اگر دونوں تاریخ کو بیان کریں اور ایک کی تاریخ سابق ہو تو اب اسی کی حجت مقدم ہوگی کذا فی الجلی وقال ابو یوسف ذوالوقت اتق اور ابو یوسف نے کہا کہ صاحب وقت یعنی جس نے تاریخ اور وقت ملک بیان کیا وہ اتق ہے تقدیم حجت میں و ترمذی فیما لو قال فی دعواه بذالعبدی غائب عنی منذ شہر وقال ذوالیبدی منذ سنۃ یقفنہ للمدعی لان ما ذکرہ تاریخ غیبہ لا ملک فلم یوجد التاریخ من الطرفين فقفنہ ببینۃ الخارج اور ترمذی خلاف امام ابو یوسف اس صورت میں ہے کہ خارج نے کہا کہ یہ غلام میرا ہے میرے پاس سے غائب ہو گیا مہینہ بھر سے اور ذی الید نے کہا کہ میرا غلام ہے سال بھر سے تو مدعی خارج کے واسطے حکم ہوگا اس واسطے کہ جو تاریخ خارج نے ذکر کی وہ اس کے غائب ہونے کی تاریخ ہے نہ مالک ہونے کی تو طرفین سے تاریخ ملک کی نہ پائی گئی بلکہ ذی الید کی طرف سے تاریخ پائی گئی اور امام کے نزدیک تاریخ حالت انفرادی معتبر نہیں تو اسی واسطے حجت خارج پر حکم ہوگا وقال ابو یوسف یقفنہ للمورخ ولو حالۃ الانفراد اور ابو یوسف نے کہا کہ تاریخ بیان کرنا کے واسطے حکم ہوگا اگرچہ ذکر تاریخ بحالت انفرادی ہوم منع الغفار میں جامع الفتاوی سے یوں منقول ہے کہ ابو یوسف کے نزدیک مورخ کے واسطے حکم ہوگا اس واسطے کہ ان کے نزدیک حالت انفرادی مورخ کی ترجیح ہے انتہی تو شارح کو مناسب تھا کہ لفظ لوسا قط کرتا اس واسطے کہ کلام تو حالت انفرادی میں ہے اور شارح کے کلام سے نکلتا ہے کہ قضا مورخ کے واسطے ہے خواہ دونوں سے تاریخ صادر ہو یا ایک سے اور حالانکہ در صورت صدور تاریخ طرفین قضا للمورخ کے کچھ معنی نہیں اس واسطے کہ تاریخ تو دونوں سے ثابت ہے بلکہ یہاں قضا للسابق ہوگی کذا فی الطحاوی وینیغنی ان یقفنہ بقولہ لانہ اذوق و اظہر کذا فی جامع الفصولین و اقرہ المصنف اور لائق یوں ہے کہ بقول ابو یوسف کے حکم کیا جائے اس واسطے کہ وہ قول بقواعد فقہ موافق تر اور ظاہر تر ہے چنانچہ جامع الفصولین میں ہے اور ثابت رکھا ہے اس کو مصنف نے اپنی شرح میں م منع الغفار میں بجائے یقفنہ لینی و یو الاظہر و لو برہن خارج جان علی شیء قضی بہ لہما اور گواہ لادین و شخص خارج ایک چیز پر جو تیسرے شخص کے قبض میں ہے تو دونوں کے واسطے اس چیز کا حکم ہوگا م دلیل اس کی وہ حدیث ہے جو سنن ابوداؤد میں ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ دو شخصوں نے ایک اونٹ کا دعوی کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت میں اور ہر شخص دو دو گواہ لایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس اونٹ کو دونوں میں نصف نصف بانٹ دیا اور دوسری دلیل یہ ہے کہ شہادت حج شرعیہ سے ہیں تو حتی الامکان اس پر عمل واجب ہے اور یہاں عمل ممکن ہے اس واسطے کہ تبدل الیدی شے واحد پر اوقات مختلفہ میں ہو سکتا ہے نو گواہی دینے کے واسطے ہر فرق اس پر اعتقاد کرتا ہے جو اس نے سبب ملک کا مشاہدہ کیا کذا فی الزیلیعی فان برہن فی دعوی نکاح سقطا لتعذر الجمع لوجہ پھر اگر وہ شخص گواہ لائے نکاح کے دعوی میں تو دونوں کی حجت ساقط الاعتبار ہوگی بسبب متعذر ہونے جمع کے اگر عورت زندہ ہے م یعنی اگر عورت زندہ کے نکاح کا دو شخصوں نے ساتھ ہی دعوی کیا اور ہر شخص گواہ لایا تو کسی کا دعوی ثابت نہ ہوگا اس واسطے کہ عمل قابل اشتراک کے نہیں ہوتے برہان کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر ایک مدعی گواہ لایا ایک عورت کے نکاح پر اور اس کے واسطے حکم ہو گیا ثبوت نکاح کا پھر دوسرا شخص اس کے نکاح پر

گواہ لایا تو گواہ اس کے مقبول نہ ہوں گے چنانچہ خریداری کے دعویٰ میں برہان اول کے بعد برہان ثانی مقبول نہیں کذا فی الطحاوی ولو یتدعی  
 بہ بینہما وعل کل نصف المہر ویرثان میراث زوج واحد ولو ولدت بیہت النسب منہما وتماہر فی الخلاصۃ اور اگر عورت میت ہے تو دونوں مدعیوں  
 کے واسطے نکاح کا حکم ہو گا اور ہر شخص پر نصف نصف مہر لازم آئے گا اور دونوں شخص ایک زوج کی میراث کے وارث ہوں گے اور اگر عورت یعنی بعد  
 اس کے مرئی تو ولد کا نسب دونوں شخصوں سے ثابت ہو گا اور پورا بیان اس کا خلاصہ میں ہے م خلاصہ میں باقی بیان یوں ہے کہ ولد کو دونوں شخصوں  
 سے میراث اپنی کامل کا وارث ہو گا اور دونوں ولد کے متروک سے اب واحد کی میراث پادیں گے کذا فی البہر وہی لمن صدقۃ اذ لم یکن فی ید من کذبہ ولم یکن  
 دخل من کذبہ بہا اور عورت اس کی زوجہ ہے جس مدعی کی عورت نے تصدیق کی بشرطیکہ عورت اس کے پاس نہ ہو جس مدعی کی اس نے تکذیب کی اور  
 جس کی اس نے تکذیب کی اس نے عورت کی مدعی نہ کی جو م خلاصہ یہ ہے کہ جب دو شخصوں نے ایک عورت میں تنازع کیا اور دونوں گواہ لائے تو اگر  
 تاریخ بیان کی اور ایک کی تاریخ مقدم ہے تو وہ ملوئی ہے اگر تاریخ بیان نہ کی یا دونوں کی تاریخ برابر ہے تو اگر ایک کا قبض ثابت ہے چنانچہ مدعی یا اپنے  
 مکان کا رکھنا تو وہی شخص اولیٰ ہے اور اگر یہ کچھ نہ ہو تو عورت کی تصدیق کا اعتبار ہے الحاصل سبقت تاریخ راجع ہے سبب پھر قبضہ پھر مدعی پھر اقرار  
 پھر صاحب تاریخ مقدم ظہیر یہ میں ہے کہ اگر ایک کی مدعی پائی گئی اور عورت دوسرے کے گھر میں ہے تو صاحب خانہ اولیٰ ہے کذا فی الطحاوی ہذا  
 اذ لم یورخا فان ارخا فالسابق احق بہا اور یہ یعنی اعتبار تصدیق عورت اس وقت ہے جبکہ دونوں نے تاریخ بیان نہ کی سو اگر تاریخ بیان کی تو  
 صاحب تاریخ سابق اس عورت کا احق ہے یعنی سبقت تاریخ کے ساتھ قبض اور دخول کا کچھ اعتبار نہیں اس واسطے کہ صریح طالت پر فائق ہے  
 فلوارخ احد ہما فی من صدقۃ اولیٰ الیہ بزایۃ قلت وعل مامر من الثانی یعنی اعتبار تاریخ احد ہما ولم ادر من نہ علیہ قائل سو اگر ایک مدعی نے  
 تاریخ بیان کی تو عورت اس کی زوجہ ہے جس کی اس نے تصدیق کی یا ذی الید کی کذا فی البزازیہ میں کتا ہوں اور بموجب اس قول کے جو ابو یوسف سے  
 منقول ہو چکا ایک شخص کی تاریخ کا اعتبار کرنا لائق ہے اور میں نے نہیں دیکھا اس کو جس نے اس کو جس نے اس پر آگاہ کر دیا ہو تو محمد اس میں ہم ملوئی  
 نے کہا کہ صاحب بحر الرائق نے اس پر پھر آگاہ کر دیا ہے کہ ایک شخص کی بھی تاریخ موجبات رجحان سے ہے وان اقرت لمن لا حجة لہ فی لوان  
 برہن الآخر قضی لہ اور اگر عورت نے اقرار کیا اس مدعی کے واسطے جس کے پاس گواہ نہیں تو وہ اس مدعی کی زوجہ ہے اور اگر دوسرا مدعی برہان ملایا  
 یعنی جب کہ اول مدعی کے واسطے بموجب اقرار عورت کے حکم ہو گیا اس کے بعد دوسرا مدعی گواہ لایا تو صاحب برہان کے واسطے حکم ہو اس واسطے  
 کہ برہان قوی تر ہے تصادق سے کذا فی المنع ولو برہن احد ہما وقضی ثم برہن الآخر لم یقض لہ الا اذا ثبت سبقہ لان البرہان مع التاريخ اقویٰ  
 بدونہ اور اگر گواہ لایا ایک مدعی اور اس کے واسطے حکم ہو گیا پھر دوسرا مدعی گواہ لایا تو اس کے واسطے حکم نہ ہو گا مگر اس صورت میں جب کہ مدعی ثانی  
 کی سبقت تاریخ ثابت ہو اس واسطے کہ برہان مع التاريخ قوی تر ہے اس برہان سے کہ بدول تاریخ کے جو ہم ہر چند یہاں دونوں دعویوں میں  
 تاریخ ثابت ہے اس واسطے کہ سبقت نہیں ہو سکتی بدول تاریخ کے لیکن جب کہ مدعی ثانی کی تاریخ سابق ہووے مدعی اول کی تاریخ سے تو گویا  
 اس نے اصل تاریخ مذکورہ کی یا مع التاريخ سے تاریخ سابق مراد ہے کذا فی الطحاوی کما لم یقض بہرہاں خارج علی ذی یدظہ نکاح الا اذا ثبت  
 سبقہاں نکاح اذہن بیہ حکم نہ ہو گا شخص خارج کی برہان سے اس ذی الید کی برہان پر جس کا نکاح ظاہر ہو چکا مگر اس صورت میں برہان خارج سے حکم ہو گا  
 جب کہ خارج کی سبقت ثابت ہو یعنی یہ ثابت ہو کہ خارج کا نکاح سابق تر ہے ذی الید کے نکاح سے وانی ذکر سبب الملک بان برہنا علی شراہ  
 شی من ذی الید فلکل نصف نصف الثمن ان شاد او حرکہ انما غیر تصدیق الصدقہ علیہ اور اگر دونوں مدعیوں نے سبب ملک مذکور کیا اس طرح ہر کہ  
 دونوں گواہ لائے لیکن ہر ایک کی تاریخ ذی الید سے تو ہر مدعی کے واسطے نصف نصف شے کا حکم ہو گا جو من نصف نصف من کے اگر مدعی چاہے یا اس کو چھوڑے

مدعی کو اس واسطے اختیار دیا گیا ہے نہ لینے میں کہ اس پر صفت متفرق ہو گیا یعنی پوری چیز اس کے واسطے باقی نہ رہی اور شاید اس کی رغبت پوری چیز پر نہ ہو اور صورتی پر وان ترک احد ہما بعد ما قضی لهما لم یاخذ الاخر کلہ لانفسا نہ بالقضاء فلو قبلہ فلو اور اگر ایک مدعی نے نصف لینے کو چھوڑا دونوں کے واسطے حکم ہو جانے کے بعد تو دوسرا مدعی اس کو پورا نہیں لے سکتا بسبب فتح ہو جانے سے جمع کے نصف باقی میں قاضی کے حکم سے سو اگر قبل حکم کے ایک مدعی ترک کرے اور دوسرا پورا لے تو اس کو جائز ہے و ہوا سے ما ادعبا شراہہ للسا بق تاریخا ان ارضا فیہ والباع ما قبضہ من الاخر الیہ سراج اور وہ یعنی جس کی خرید کا دونوں نے دعوی کیا اس مدعی کی ہے جس کی تاریخ سابق ہے اگر دونوں نے تاریخ خرید بیان کی تو بائع پھیر دے جو نہیں اس نے دوسرے سے لیا کذا فی السراج ہم سبقت تاریخ کا اس وقت اعتبار ہے جب بائع ایک ہو اور اگر دونوں کے بائع مختلف ہوں تو سابق کے واسطے کچھ ترجیح نہیں اور نہ فقط مؤرخ کے واسطے کذا فی الطحاوی و ہولذی یدان لم یؤرخا و ارض احد ہما او استوی تاریخا اور وہ یعنی متنازع فیہ ذی الید کی ہے اگر دونوں مدعیوں نے تاریخ خرید کی بیان نہ کی یا ایک نے فقط تاریخ مذکور کی یا دونوں کی تاریخ برابر ہے و ہولذی وقت ان وقت احد ہما فقط و الحال انہ لاید لہما وان لم یوقتا فقد مران لکل نصف بنصف الثمن اور وہ چیز وقت بیان کرنے والے کی ہے اگر دونوں میں سے ایک نے توقيت کی اور حالانکہ دونوں کا اس پر قبضہ نہیں اور اگر دونوں نے وقت ترک کیا تو اس کا حکم مذکور ہو چکا کہ ہر مدعی نصف نصف پاوے گا نصف نصف ثمن دے کر و الشراء اتحق من ہبتہ و صدقہ و رہین ولو مع قبض اور دعوی خرید اتحق ہے ہبہ اور صدقہ اور رہین کے دعوی سے اگر چہ رہین قبض کے ساتھ ہوم و جبہ ترجیح خرید یہ ہے کہ معاوضہ ہے جائین سے بخلاف ہبہ اور صدقہ اور مراد ہبہ بلا عوض ہے اس واسطے کہ ہبہ بعض در حکم بیع ہے اور رہین پر خریدنا اس واسطے مقدم ہے کہ خرید مفید ملک بعوض فی الحال ہے بخلاف رہین و ہذا ان لم یورخا فلو ارضا اتحق المملک فالاسبق اتحق لقوتہ اور یہ یعنی تقدیم خرید ہبہ اور صدقہ پر اس وقت ہے جب کہ دونوں مدعیوں نے تاریخ مذکور نہ کی ہو سو اگر تاریخ بیان کریں اور مالک کر دینے والا ایک ہی شخص ہو تو صاحب تاریخ سابق اتحق ہے اپنے قوی ہونے کے سبب سے و لو ارضت احد ہما فقط فالمرخختہ اولی اور اگر خرید اور ہبہ اور صدقہ کے دعوی میں فقط ایک کی تاریخ مذکور ہوئی تو تاریخ والی چیز مقدم ہے و لو اختلف المملک استویا اور اگر مالک کر دینے والا مختلف ہو تو دونوں برابر ہیں یعنی اس صورت میں خرید ہبہ اور صدقہ پر مقدم نہیں و ہذا فیما لا یقسم اتفاقا اور یہ یعنی برابر ہونا اس چیز میں جو قابل قسمت نہیں مانند چکی وغیرہ کے باتفاق روایات ہے و اختلف الیصح فیما یقسم کالدار والا صح ان الکل لمدعی الشراء لان الاستحقاق من قبیل الشیوع المقارن لا الطحاوی ہبتہ الدرر اذ یصح علما مختلف ہے اس چیز میں جو قابل قسمت ہے چنانچہ گھر اور صحیح تر قول یہ ہے کہ وہ چیز بالکل مدعی کی خرید ہے اس واسطے کہ استحقاق یعنی استحقاق نصف مدعی خرید کا من قبیل شیوع مقارن کے ہے نہ قبیل شیوع طحاوی کذا فی کتاب الہبتہ من الدرر یہ رد ہے عمادی پر کہ اس نے قابل قسمت اور غیر قابل قسمت کو یکساں قرار دیا ہے اور اس مسئلہ میں شیوع طحاوی ٹھہرایا ہے جو مفہوم ہبہ اور صدقہ نہیں کذا فی الطحاوی و الشراء و المہر سواء فینصف و ترجیح ہی بنصف الیقیمہ و ہو بنصف الثمن او یفسخ لما مر اور خرید اور ہبہ برابر ہیں تو دونوں مدعیوں میں نصف نصف ہو گا اور عورت مدعیہ نصف قیمت اس چیز کی پھیرے اور مدعی خرید نصف ثمن پھیرے یا بیع کو فتح کرے یا بدل گزشتہ ہم یعنی جب کہ ایک مدعی نے دعوی کیا کہ میں نے اس غلام کو ذی الید سے خرید کیا اور عورت نے دعوی کیا کہ ذی الید نے میرے ساتھ نکاح کیا اور یہ غلام میرے مہر میں مقرر کیا یا دونوں برابر ہیں اس واسطے کہ دونوں قوت میں یکساں ہیں کیونکہ ہر ایک یعنی خرید اور ہبہ معاوضہ مثبت ملک ہے مشتری کو فتح بیع میں اختیار ہوا بسبب تفریق صفت کے کما مر ہذا اذ لم یورخا و ارضا و استوی تاریخا فان سبق تاریخ احد ہما کان اتحق یہ یعنی استوائے خرید اور ہبہ اس وقت ہے جب کہ دونوں کی تاریخ مذکور نہ ہو یا تاریخ مذکور ہو اور دونوں کی تاریخ برابر ہو سو اگر ایک کی تاریخ سابق ہو تو وہی

اتقی ہے قید باشرادلان النکاح اتقی من میرتہ اور میری لودہ قہ سجادہ والیراد من النکاح المہر کا حرحہ فی البہر مغلطاً لہما مع مصنف نے خرید کی قید کا اتقی اس واسطے کہ نکاح اتقی ہے بہرہ اور دین اور صدقے کے کفالی العادیۃ اور نکاح سے مراد اس مقام میں مہر ہے چنانچہ بجز الاتقی میں اس کی تحریر کی ہے صاحب جامع الفصولین کی طرف غلط گوئی کی نسبت کہ کے م صاحب جامع الفصولین نے کہا کہ نکاح اور بہرہ اور دین اور صدقہ برابر ہیں وجہ غلط کاری صاحب جامع الفصولین کی یہ ہے کہ وہ یوں سمجھا کہ وہ شخصوں نے ایک لونڈی میں تنازع کیا لیک کہتا ہے کہ میں اس کا مالک ہوں بطریق بیہ کے اصد و سہراکتا ہے کہ میں نے اس سے نکاح کیا اور مالاً مکہ فقہا کی مراد نہیں بلکہ جہاں تقدیم نکاح کی بہرہ صدقہ پر بیان کی ہے وہاں نکاح سے مراد مہر ہے یعنی نہ عقد چنانچہ لواتقی کلام محیط اور عہادی اس پر دلالت کرتا ہے کہ اتقی الطحاوی تم لستوی النکاح والشراؤ لوتنا عنانی الامتہ من قبل واحد ولا مزج فتکون ملکاً لکونہ لآخر قہ برمان برابر ہے نکاح اور خرید اگر وہ شخصوں نے تنازع کیا ایک مرد کی لونڈی میں اور کوئی مزج مانند سبقت تاریخ کے نہیں تو لونڈی مدعی شرکاء مملوک ہوگی اور دوسرے شخص کی منکر ہو سوزور کے اسکوم وجہ استوار ہے کہ خرید اور نکاح میں منافات نہیں یہ بحث ہے صاحب جامع الفصولین کہ اتالی البہر و دین مع قبض اتقی من میرتہ بلا عوض سہراستمانا اور دین مع قبض اتقی ہے بہرہ بلا عوض مع القبض سے بطریق استمانا م وجہ استمانا یہ ہے یہ ہے کہ مقبوض بکلم دین مضمون ہے اور مقبوض بکلم بہرہ مضمون نہیں حالانکہ عقد ضمان لاولی ہے اور قیاس یہ ہے کہ بہرہ اولی ہے دین سے اس واسطے کہ بہرہ مثبت ملک ہے بخلاف دین اولیہ نفس اتقی لانهما بیع و لولو جہ اتوی من ان منی اور اگر بہرہ عوض ہو تو اولی ہے وہ دین سے اس واسطے کہ بیع عوض انکار کو بیع ہے اور بیع اگرچہ کسی وجہ سے ہو تو یہ تر ہے دین سے لولو العین معھا استویا مال لویر خا واحد ہا سبق اور اگر شے تنازع فیہ دونوں مدعیوں کے قبض میں ہو تو دین اور بہرہ دونوں برابر ہیں تا وقتیکہ دونوں کی تاریخ مذکور نہ ہو اور ایک کی تاریخ سابق تر ہو یعنی در صورت ذکر تاریخ صاحب تاریخ اسبق اولی اور اقدم ہے وان برین خارجان علی ملک مؤرخ او شراؤ مؤرخ من واحد غیر ذی بید اور برین خارج علی ملک مؤرخ و ذوی علی ملک مؤرخ اقدم فالسابق اتقی اور اگر گواہ لائے دو شخص خارج ملک مطلق مؤرخ پر یا خرید مصلح پر ایک ہی بائع سے جو ذی الید نہیں یا گواہ لایا خارج ملک مطلق مؤرخ پر جو اقدم ہے تاریخ خارج سے تو سابق اتقی اور اولی ہے م بائع میں غیر ذی الید کی قید شایع نے اس واسطے لگائی کہ ذی الید سے خرید کرنا خارج میں کا پہلے مذکور ہو چکا تو کچھ فائدہ نہ تھا تعمیم میں وان برینا علی شراؤ متفق تاریخہما او مختلف یعنی وکل پیدی الشراؤ من رجل آخر او وقت احد ہما فقط استویا ہن تعدد البائع والی اتحد فذو الوقت اتقی تم لایب من ذکر المدعی و شہودہ یا فیید ملک بائع ان یکن البیوع فی ید البائع ولو شہدوا بیدہ فقولا ان بزازیہ اور اگر خارجین گواہ لائے اس خرید پر جس کی دونوں تاریخیں متفق ہیں یا مختلف ہیں کہ اتالی العین اور بہرہ مدعی دعوی کرتا ہے دوسرے مرد سے یا فقط ایک ہی مدعی نے خرید کا وقت بیان کیا تو دونوں برابر ہیں اگر بائع متعدد ہیں اور اگر ایک ہی بائع ہے تو صاحب وقت اتقی اور اولی ہے پھر یہ ضرور ہے کہ مدعی اور اس کے گواہ وہ چیز ذکر کریں جو مفید ملک ہو اس کے بائع کی در صورتیکہ بیع بائع کے ہاتھ نہ ہو اور اگر گواہوں نے گواہی دی بائع کے قبض کی یعنی در صورتیکہ بالفعل بائع کا قبض نہیں قبض سابق کی گواہی دی بلا ذکر اس کی ملک کے تو اس میں دو قول ہیں کہ اتالی البزازیہم بزازیہ میں ہے کہ گواہوں نے اگر گواہی دی خرید اور نقد پر اور قبض کو ذکر نہ کیا اور نہ تسلیم گواہ نہ ملک بائع کو اور نہ مشتری کی ملک کو تو دعوی اور شہادت مقبول نہیں اور اگر قبض بائع کی گواہی دی نہ اس کی ملک کی تو اس میں فقہاء مختلف ہیں کہ اتالی الطحاوی فان برین خارج علی الملك و ذوی الید علی الشراؤ منہ اور برینا علی سبب ملک لایقر کالقبض و مانی معناه کنسج و یعاد و غزل فطنی و حلب لبین و رز صوف و نحو ہا و لو عندنا لعدہ در ذوی الید اتقی من الخاسر اجماعاً سو گواہ لایا علی ملک پر یا ذی الید گواہ لایا خاسر سے خرید کرنے پر یا خارج اصدی الید گواہ لائے ایسے سبب ملک پر جو ایک ہی بار ہوتا ہے ذکر

چنانچہ نتاج یعنی پیدائش پچھ حیوان اور جو چیز کہ نتاج کے مانند غیر مکد ہو چنانچہ نج غیر معاد یعنی ثیاب قطنینہ کی بنا وٹ جو دوبارہ نہیں ہوتی اور روٹی کا کا تنا اور دوھ کا دوہنا اور صوف کا تراشنا اور مانند ان اسباب غیر مکدہ کے اگرچہ اسباب مذکورہ اس کے بائع کے پاس واقع ہوئے ہوں تو ذی الید اسی ہے خارج سے بالاتفاق ہم نتاج سے مراد یہ ہے کہ مدعی کی ملک میں نتاج ہو اہو یا اس کے بائع کی ملک میں یا اس کے مورث کی ملک میں جامع الفصولین میں ہے کہ خارج گواہ لایا کہ مثلاً یہ میری اونٹنی بائع کے پاس جینی اور ذی الید بھی اسی طرح گواہ لایا تو ذی الید کے واسطے حکم ہو گا اس واسطے کہ ہر مدعی اپنے بائع کی طرف سے مخاصم ہے تو گویا دونوں کے بائع حاضر ہوئے اور بواسطہ نتاج ملک کے مدعی ہوئے کہذانی الطحاوی الا اذا ادعی الخارج علیہ فعلا کغصب ودلیقہ او اجارۃ ونحوہ فی روایت درر او کان سببا یتکرر کینار وغرس ونسج خز وزرع برد نحوہ او شکل علی اہل الخیرۃ فهو للخارج لانه الاصل وانما عدنا عنہ بحديث النتاج دعوی نتاج میں ذی الید اسی ہے مگر جب کہ خارج ذی الید پر فعل کا مدعی ہو چنانچہ غصب ذی الید کا یا ودلیقہ یا اجارہ کا اور مانند اس کے ذخیرہ کی روایت میں کہذانی الدریا ایسے سبب کا دعوی ہو جو مکرر ہو سکتا ہے چنانچہ عمارت بنانا اور درخت جمانا اور ریشم کی بنا وٹ اور گیہوں وغیرہ کا کھیت بونا یا سبب ملک کا مکرر معلوم ہونا مشکل ہو وانشمذوں اور واقف کاروں پر تو وہ خارج کے واسطے ہے نہ ذی الید کے اس واسطے کہ مدعی خارج مبرہن اصل ہے اور ہم نے جو یہاں عدول کیا اصل مذکور سے سو نتاج کی حدیث کے سبب سے ہم فی روایت اس واسطے کہا کہ عمارت میں بعد نقل کلام ذخیرہ اس کے مخالف بیسوط سے نقل کیا کہذانی الدر تکرر عمارت کی یہ صورت ہے کہ ذی الید نے دعوی کیا کہ یہ میری اینٹ ہے میں نے اس سے دیوار بنائی اور خارج نے بھی اسی طرح دعوی کیا تو دعوی خارج مقدم ہے بسبب امکان تکرر اور گیہوں کا بونا بھی مکرر ہو سکتا ہے اس واسطے کہ انسان کا ہے اس کو ایک زمین میں بوتا ہے پھر اس کو پھلنی سے چھان لیتا ہے اور دوسرے کھیت میں بوتا ہے تو اگر خارج اور ذی الید نے دعوی کیا کہ یہ گیہوں میں نے بوئے ہیں اور دونوں گواہ لائے تو خارج مقدم ہے اور حدیث نتاج جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ ایک مرد نے ایک اونٹنی کا دعوی کیا ایک شخص کے قبض میں اور گواہ لایا کہ یہ اس کی ہے اس کے پاس جینی ہے اور قابض گواہ لایا کہ قابض کی ہے اور قابض کے پاس جینی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ اونٹنی ذی الید کو دی اور یہ حدیث مشہور ہے لہذا مسئلہ نتاج مخصوص ہو چنانچہ محیط میں ہے کہذانی الطحاوی وان برہن علی من الخارجین او ذوی الایدی او الخارج ذی الید یعنی علی الشراء من الاخر بلا وقت سقطا و ترک المال المدعی بہ فی ید من مہمہ اور اگر شخص گواہ لاوے دو شخصوں میں سے خواہ دونوں شخص خارج ہوں یا ذی الید یا ایک خارج ہو اور دوسرا ذی الید کہذانی الید یعنی خرید کرنے پر دوسرے مدعی سے بلا ذکر وقت خرید تو دونوں بران ساقط الاعتبار ہوں گے اور جس مال کا دعوی ہو وہ اس کے قبضے میں پھوڑا جاوے گا جس کے پاس وہ ہے ہم وقت کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر دونوں مدعی وقت کو ذکر کریں گے تو صاحب وقت اخیر کے واسطے حکم ہو گا کہذانی خزائنہ الاکل وقال محمد فی فی الخارج قلنا الاقدام علی الشراء اقرار منہ بالملک لہ اور کہا محمد نے کہ در صورت مذکورہ خارج کے واسطے حکم ہو گا ہم جواب میں کہتے ہیں شخص کی طرف سے کہ خرید پر پیش قدمی کرنا اقرار ہے اس کی طرف سے دوسرے کی ملک کا ہم تو گویا ہر شخص کے گواہ دوسرے شخص کے اقرار پر قائم ہوئے اور اس میں بالاجماع تساقط ہے بواسطہ تعذر جمع ولو اثبتا قبضتا ہما ہما اتفاقا درر اور اگر فریقین کے گواہ خرید کے ساتھ قبض بھی ثابت کریں گے تو بالاتفاق شیخین اور محمد کے ساقط الاعتبار ہوں گے ولایمنج زیادۃ عدد الشہود فان التزیج عندنا بقوۃ الدلیل لا بکثرۃ اور تزیج نہیں دی جاتی عدد شہود کی زیادتی سے اس واسطے کہ ہم حنفیہ کے نزدیک تزیج ہوتی ہے دلیل کی قوت سے نہ اس کی کثرت سے ہم قوت دلیل کی یہ صورت ہے کہ ایک دلیل متواتر ہے اور دوسری از قسم احاد یا ایک دلیل مضر اور دوسری محمل کو تو مفصل کی تزیج ہوگی محمل پر اور متواتر کی احاد پر بواسطہ قوی ہونے مضر کے محمل سے اور متواتر کی احاد سے اور چونکہ کثرت دلیل کی موجبات تزیج سے ہیں لہذا ایک آیت

کی تزییح دوسری آیت سے نہیں ہوتی اور نہ ایک حدیث کی دوسری حدیث سے اور نہ ایک قیاس کی دوسرے قیاس سے کہ لانی الطحاوی نے فرغ علی بذلہ اس بقولہ فلو اتقام احد المدعیین شاہدین و آخر اربعة فہما سوا عنی ذلک پھر مصنف نے اس قاعدہ مذکورہ پر تفریح کی اپنے اس قول سے سوا ایک مدعی نے دو گواہ قائم کیے اور دوسرے مدعی نے چار گواہ قائم کیے تو دونوں برابر ہیں اس میں یعنی اقامت شہادت ماخوذہ میں اس واسطے کہ کثرت دلیل موجب تزییح نہیں و کذا لا تزییح بزيادة العدالة لان الاعتبار اصل العدالة ولا عدل لاعدلیۃ اور اسکی طرح تزییح نہیں عدالت کے زیادہ ہونے سے اس واسطے کہ شہادت میں اصل عدالت معتبر ہے اور زیادہ تر عادل ہونے کی کچھ حد نہیں ہم یعنی اگر ایک مدعی کے گواہ عادل ہوں اور دوسرے مدعی کے گواہ عادل ہوں تو تزییح واقع نہ ہوگی زیادت عدالت سے بسبب اس احتمال کے کہ شاید کوئی شخص ان سے بھی زیادہ تر عدالت رکھتا ہو تو حکم مستقر نہ ہو سکے گا ایک حال پر

کذا فی الطحاوی دار فی بد آخر ادعی رجل نصف ما و آخر کلہا و برہنا فللاول ربحا و الباقی لآخر بطریق المنازعة و ہوا ان النصف سالم لدعی اکل بلا منازعة ثم استوت منازعتہما فی النصف لآخر فینصف ایک گھر میں ایک شخص کے قبض میں سوا ایک مرد نے اس کے نصف کا دعویٰ کیا اور دوسرے مرد نے تمام گھر کا اور دونوں مدعی خارج گواہ لائے تو اول مدعی کا چہارم گھر ثابت ہوگا اور باقی گھر تین چوتھائی دوسرے مدعی کی ہے بطریق منازعتہ اور منازعت کا طریقہ یہ ہے کہ نصف دار مدعی کل کے واسطے سالم ہے بلا منازعت اس واسطے کہ مدعی اول نصف کا دعویٰ کرتا ہے تو نصف باقی مدعی کل کا ہو چکا اس کے اقرار سے پھر دونوں کی منازعت دوسرے نصف میں برابر قائم رہی تو وہ نصف دونوں میں نصفانصف ہوگا یعنی تو ایک ربع مدعی اول کا ہوا اور تین ربع مدعی ثانی کے بقا اثلث لہ اباقی لثانی بطریق العول لانی فی المسئلة کلا و نصفانصف من اثنین و تحول الی ثلثہ اور صاحبین نے کہا کہ تہائی گھر اول مدعی کا ہے اور باقی دو تہائیاں مدعی ثانی کی ہیں بطریق عول کے اس واسطے کہ مسئلہ مذکورہ میں کل اور نصف مجتمع ہوئے تو مسئلہ دو سے ہوگا یعنی اس واسطے کہ نصف کا مخرج دو ہیں اور دو عول کئے ہیں تین کی طرف یعنی تو مدعی کل کے دو سہم ہوئے اور مدعی نصف کا ایک سہم باعتبار قیمت ثلاث سہم عول یہ کہ مخرج میں سہام کی گنجائش نہ ہو بسبب کثرت کے تو ہر سہم کم کر ڈالا جائے چنانچہ اس کا مخرج بیان کتاب الفرائض میں آوے گا مسلم ابو انواع الثلثۃ اربعة ما یقسم بطریق العول اجماعا ہی تمانیۃ میراث دیون و وصیۃ و محاباة و دراہم مسئلہ و سعایۃ و جنایۃ رقیق اور معلوم کر کہ اقسام قیمت کی چار میں ایک قسم وہ ہے جس میں بطریق عول قیمت ہوتی ہے باتفاق امام اور صاحبین کے اور اس کی آٹھ صورتیں ہیں قیمت میراث اور دیون اور وصیت اور محابات اور دراہم مسئلہ اور سعایت اور جنایت رقیق میراث کی یہ صورت ہے کہ جب فرائض کے سہام اتنے جمع ہوں کہ متروکہ میں ان کے پورے بھرنے کی گنجائش نہ ہو تو بطریق عول کے تقسیم ہوگی مثلاً ایک صورت مرنے والا ایک زوج اور ایک بی بی اور ایک مادری بی بی چھوڑ گئی تو مسئلہ چھ سے ہے اور بطریق عول کے ساتھ سے اور دیون کی صورت یہ ہے کہ دیون مختلفہ جمع ہو گئے کہ متروکہ سے ادا نہیں ہو سکتے تو اب دیون میں بطریق عول کے متروکہ تقسیم ہوگا مثلاً ایک شخص قیمت پر سو روپے ہیں اور دوسرے کے کہ اس رقم اور کل متروکہ سو روپے ہے اور وصیت کی یہ صورت ہے کہ وصیت کے ایک شخص کے واسطے ثلث مال کی وصیت کی اور دوسرے کے واسطے ربع مال کا تیسرے کے واسطے سدس مال اور وارثوں نے یہ وصیت جائز نہ رکھی تاہم کہ مرصع وصیت ثلث متروکہ محض اتنے تینوں شخصوں پر ثلث مال بطریق عول تقسیم ہوگا اور محابات یعنی محابات کی وصیت کی یہ صورت ہے کہ وصیت کی کہ جس غلام کی تین ہزار قیمت ہے وہ اس مرد کے ہاتھ ہزار روپے کو رہا جانے اور جس غلام کی قیمت دو ہزار روپے ہے وہ دوسرے مرد کے ہاتھ ایک ہزار روپے کو رہا جائے سو دونوں شخصوں کے واسطے تین ہزار کی محابات ہوتی تو ثلث مال دونوں میں بطریق عول کے تقسیم ہوگا اور دراہم مسئلہ کی قیمت کی یہ صورت ہے کہ مثلاً ایک مرد کے واسطے ہزار کی وصیت ہے اس پر تیس سہم زوج کے ہونے کی بسبب اس کے اور ایک سہم اخیان ہونے کا ۱۰ سہم قیمت میں رعایت کرنی ۱۲ سہم بشرطیکہ وصیت کا مال اور کچھ نہ ہو اور وارث وصیت کو جائز نہ رکھیں ۱۳

کی اور دوسرے کے واسطے دو ہزار کی تو دونوں کے فی مابین ثلث بطریق عول کے ہوگا اور سعایت کی یہ صورت ہے کہ یہ وصیت کی کہ یہ غلام نصف آزاد کیا جائے اور دوسرا غلام سب آزاد کیا جائے اور ثلث متروکہ اس وصیت کو کفایت نہیں کرتا تو ثلث مال دونوں کے مابین بطریق عول کے قسمت ہوگا اور ہر غلام بقدر اس کے حصے کے سعایت ساقط ہو جائے گی اور جناب رقیق شارح نے اس میں دونوں صورتیں داخل کر دیں ایک صورت جنابیت کی عبد رقیق غیر مدبر کی دوسری صورت جنابیت عبد رقیق مدبر کی پہلی صورت یہ ہے کہ ایک غلام نے ایک مرد کی آنکھ پھوڑ ڈالی اور دوسرے کو بطریق خطا کے مار ڈالا سو دونوں جنابیتوں میں غلام دے ڈالا گیا تو عبد جانی کی دونوں میں بطریق عول کے تقسیم ہوگی تو وہ ثلث مقتول کے وارث کے اور ایک ثلث دوسرے شخص کا اور دوسری صورت یہ ہے کہ غلام مدبر نے جنابیت کی غلام غیر مدبر کے مانند اور قیمت اس کی اولیائے جنابیت کو دی گئی تو دونوں میں قیمت بطریق عول کے قسمت ہوگی کذا فی الطحاوی و بطریق المنازعة اجماعاً وہی مسئلۃ الفضولین اور دوسری قسم قسمت کی بطریق منازعت کے ہے باجماع امام اور صاحبین کے اور وہ دو فضولیوں کا مسئلہ ہے م مسئلہ فضولین یہ ہے کہ ایک فضولی نے ایک مرد کے ہاتھ غلام بیچا ہزار درم کو اور دوسرے فضولی نے نصف غلام مذکور کو بیچا دوسرے مرد کے ہاتھ پانسو درم کے عوض اور مولیٰ نے دونوں بیچوں کو جائز رکھا تو دونوں مشتریوں کو اختیار ہے اگر لینا اختیار کریں تو تین ربع مشتری کل لے اور ایک ربع مشتری نصف بالاتفاق کذا فی الطحاوی و بطریق المنازعة عندہ والحوال عندہا وہو ثلث مسائل مسئلۃ الکتاب واذا وصی برجل بکل مالہ او بعد بعینہ والاخر بنصف ذلک اور تیسری قسم قسمت کی بطریق منازعت کے ہے امام کے نزدیک اور بطریق عول کے صاحبین کے نزدیک اور اس کے تین مسئلے ہیں ایک مسئلہ اس کتاب کا ہے یعنی مسئلہ دار جو تین میں مذکور ہو چکا اور جب کہ ایک شخص نے ایک مرد کے واسطے اپنے تمام مال کی وصیت کی یا ایک غلام معین کی وصیت کی اور دوسرے مرد کے واسطے نصف مال یا نصف عبد معین کی وصیت کی م کل اور نصف مال کی وصیت یہ دوسرا مسئلہ ہے اور کل اور نصف غلام کی وصیت یہ دوسرا مسئلہ ہے بجز اثنی عشر میں ہے کہ کل اور نصف مال کی وصیت میں اگر ورثہ نے وصیت جائز رکھی تو تین ربع مال صاحب کل کو ملے گا اور ایک ربع صاحب نصف کو امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک دو ثلث صاحب کل کو اور ایک ثلث صاحب نصف کو اور عبد معین کی وصیت میں اگر ثلث مال اس کو کفایت نہ کرے یا کفایت کرے اور ورثہ جائز رکھیں تو غلام کے تین ربع صاحب کل کو ملیں گے اور ایک ربع صاحب نصف کو امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک دو ثلث صاحب کل کے اور ایک ثلث صاحب نصف کا کذا فی الطحاوی و بطریق العول عندہ والمنازعة عندہا وہو خمس کما بسطہ الزیلعی والعینی وتمامہ فی البحر اور چوتھی قسم قسمت کی بطریق عول کے ہے امام کے نزدیک اور بطریق منازعت کے صاحبین کے نزدیک اور اس کے پانچ مسئلے ہیں چنانچہ اس کو زیلعی اور عینی نے شرح بیان کیا ہے اور پورا بیان اس کا بحر اثنی عشر میں ہے پہلا مسئلہ یہ ہے کہ عبد ماذون مشترک ہے دو مالکوں میں ایک مولیٰ نے اس کو سو درم دیئے یعنی کوئی چیز اس کے ہاتھ سو درم کو بطریق لینہ بیچی اور ایک غیبی شخص نے اس کو درم بطریق دین کے دیئے پھر عبد ماذون بیچا گیا سو درم کو تو امام کے نزدیک ثمن عبد مالک دائن اور اجنبی میں بطور اثلاث مقسوم ہوگا دو ثلث اجنبی کے اور ایک ثلث مالک دائن کا اس واسطے کہ ادانت مولیٰ اس کے شریک کے نصف میں صحیح ہے نہ خود اس کے نصف میں دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ عبد ماذون کو ایک اجنبی نے سو درم دین دیئے اور دوسرے اجنبی نے پچاس درم اور غلام بیچا گیا تو دونوں میں ثمن کی تقسیم اثلاث سے ہوگی اور صاحبین کے نزدیک ارباع ہوگی یعنی سو درم ولے کو تین ربع اور پچاس ولے کو ایک ربع تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ غلام نے ایک مرد کو از ماہ خطا قتل کیا اور دوسرے مرد کو قتل کیا اور مقتول عہدہ کے وارث ہیں سو ایک وارث نے معاف کر دیا تو مالک عبد کو دفع عہد اور فدا عہد میں اختیار ہے سو اگر مالک غلام کا فدیہ دے تو پندرہ ہزار فدیہ دے پانچ ہزار معاف کرنے والے کے شریک اور دس ہزار مقتول خطا کے وارث کو اور اگر مالک اسی ثمن یعنی غلام کے دے ڈالنے خواہ اس کا عوض حوالہ کرنے میں اختیار ہے ۱۲



جناب میں خود غلام کو دے تو دونوں شخصوں میں اثلاث تقسیم ہوگی امام کے نزدیک اور اربع تقسیم ہوگی صاحبین کے نزدیک جو تھا مسئلہ یہ ہے کہ اگر غلام قاتل مدبر ہو مسئلہ مذکورہ میں اور مولیٰ اس کی قیمت دے پانچواں مسئلہ یہ ہے کہ ام ولد نے اپنے مولیٰ اور اجنبی کو عداقت کیا اور ہر مقتول کے دو وارث ہیں سو ہر مقتول کے ایک ایک ولی نے علی التتابع عفو کر دیا تو ام ولد اپنی قیمت کے تین ربح میں سہی کرے تو اجنبی کے وارث سکت کو چھوٹائی قیمت کہے اور نصف قیمت دونوں میں تقسیم اثلاث بطریق عول کے ہوگی امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک تقسیم اربع ہوگی بطریق منازعت کے کذا فی الطحاوی عنی البحر والاصل عندہ ان القسمة منی وجبت لحق ثابت فی عین او ذمۃ شائعاً فحولیتہ او مینرا اولاً حدھا شائعاً ولا لآخر فی الکل فمنازعتہ اور قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ میں امام کے نزدیک یہ ہے کہ جب قسمت واجب ہو گئی ہو اسلئے اس حق کے جو ثابت ہے کسی عین یا ذمہ میں بطور شیوع کے یعنی بلا امتیاز تو اس مسئلہ میں قسمت بطریق عول کے ہے باحق ثابت ہے بطریق تمیز کے یا ایک کا حق بعض میں شائع ہے اور دوسرے کا حق کل میں تو وہاں قسمت بطریق منازعت کے ہے م بہتریوں تھا کہ شارح یوں کہتا فی ذمۃ او عین شائعاً اس واسلئے کہ ذمہ میں نبضیں معقول نہیں اور یوں کہنا بہتر تھا شائعاً فی البعض دون الکل بحر الرائق میں مہرح ہے کذا فی الطحاوی وعندہما متی ثبتا معا علی الشیوخ فحولیتہ والا منازعتہ فلیحفظ اور صاحبین کے نزدیک جو دو حق ساتھی بطریق شیوع کے ثابت ہوں تو قسمت بطریق عول کے ہے اور نہیں تو بطریق منازعت کے یعنی اگر دونوں حق دو وقت مختلف ہیں علی وجہ التمییز ثابت ہوں تو قسمت بطریق منازعت کے ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے کہ یہی دونوں قاعدے موجب اتفاق اور اختلاف امام اول صاحبین کے ہیں مسائل مذکورہ میں ولو الدار فی ایدہما فحقی للثانی نصف لابل قضاء و نصف بہ لانہ خارج اور اگر گھر دو شخصوں کے قبض میں ہو یعنی ایک شخص نصف کا مدعی ہو اور دوسرا کل کا تو وہ گھر مدعی ثانی کا ہے نصف بلا قضاء اور نصف باقی بواصلہ قضاء اس واسلئے کہ وہ خارج ہے م مدعی ثانی کو نصف بلا قضاء اس واسلئے ملا کہ مدعی اول کا دعویٰ فقط نصف میں ہے تو مدعی ثانی کے واسلئے نصف دار مسلم ہو چکا بلا منازعت تو اس کو نصف بلا قضاء اس واسلئے کہ قاضی کا حکم نہیں ہوتا بدوں دعویٰ اور منازعت کے اور جو نصف کہ مدعی اول کے قبض میں ہے اس میں خارج اور ذی البید کے گواہ مجتمع ہوئے تو خارج یعنی مدعی کل کے گواہوں کی تقدیم ہوگی ذی البید یعنی مدعی نصف کے گواہوں پر کذا فی الطحاوی ولو فی ید ثلثۃ و ادعی احدہم کلہا و آخر انفسہا و آخر ثلثہا و یرتفع عندہ بالمنازعتہ وعندہما بالعول و بیانہ فی الکافی اور اگر گھر تین شخصوں کے قبضے میں ہو اور ایک شخص ان میں سے کل دار کا دعویٰ کرتا ہو اور دوسرا نصف کا اور تیسرا ثلث کا اور تینوں گواہ قائم کریں تو وہ گھر امام کے نزدیک بطریق منازعت کے قسمت ہوگا اور صاحبین کے نزدیک بطریق عول کے اور بیان اس کا کافی میں ہے م امام کے نزدیک قسمت اس مسئلے کی جو بیس سہم سے ہے پندرہ سہم مدعی کل کے اور چھ سہم مدعی ثانی کے اور تین سہم مدعی ثالث کے اور صاحبین کے نزدیک ایک سوا سہم سے قسمت ہے ایک سوا سہم سے قسمت ہے ایک سو تین سہم مدعی اول کے اور مدعی ثانی کے چھ سہم اور مدعی ثالث کے چھ سہم اور اس کا بیان م شرح طحاوی میں شرح مجمع سے منقول ہے خوف تطویل سے ترجمہ نے اس کو ترک کر دیا ولو یرتفع علی نتائج دابتہ فی ایدہما و احدہما و غیرہما و ارجا قفنے لمن وافق سنہما تاریخہ بشہادۃ الظاہر اور اگر دو مدعی گواہ لائے ایک جانور کے نتائج پر دونوں کے قبضے میں یا ایک مدعی کے قبضے میں یا مدعیوں کے سوا اور شخص کے قبضے میں اور دونوں مدعیوں نے نتائج یعنی جانور کی پیدائش کی تاریخ بیان کی تو اس مدعی کے واسلئے حکم ہوگا جس کی تاریخ اس جانور کی عمر کے موافق ہوگی بواصلہ شہادت ظاہر حال م یعنی جس کی تاریخ جانور کی عمر کے موافق ہے اس کے صدق کی علامت ظاہر ہے اور دوسرے کے کذب کا نشانہ ہے مریح ہے فلوم یورخا قضی بہا لذی البید سوا اگر مدعیوں نے تاریخ نتائج بیان نہ کی تو اس جانور کا حکم ذی البید کے واسلئے ہوگا ولہما ان فی ایدہما و فی ید ثالث اور دونوں مدعیوں کے واسلئے حکم ہوگا اگر جانور دونوں کے پاس ہو یا تیسرے شخص کے پاس ہو وان لم یوافقہما بان خالف او اشکل فلہما ان کانت فی ایدہما و کانا

خارجین فان فی ید احدہما قضی بہا الہو الاصح قلت و ہذا اولی مما وقع فی الکنز والدرر والملتی قہم اور اگر تاریخ دونوں مدعیوں کے موافق نہ ہو اس طرح پر کہ جانور کی عمر کے ساتھ مخالف ہو یا موافقت اور مخالفت کچھ معلوم نہ ہوتی ہو تو وہ جانور دونوں مدعیوں کا ہے اگر ان کے قبضے میں ہو یا دونوں خارج ہوں سو اگر ایک مدعی کے قبضے میں ہو تو فقط ذی البید کے واسطے حکم ہو گا یہی قول اصح ہے میں کہتا ہوں اور یہ یعنی مصنف کی تعبیر و ان لم یوافقہما بہتر ہے اس تعبیر سے جو کنز اور درر اور ملتی میں واقع ہے کتب ثلثہ کی یوں تعبیر ہے وان اشکل سو اس کو دیکھ لے ہم وجہ اولویت یہ ہے کہ مصنف کی تعبیر عام ہے مخالفت اور اشکال دونوں کو شامل ہے بخلاف تعبیر کتب ثلثہ کہ اس میں فقط اشکال مذکور ہے نہ مخالفت برہن احد الخارجین علی العصب من زید والاخر علی الودیۃ منہ استویا لانہما بالجحد تصیر عصباً گواہ لایا ایک خارج اس عصب پر جو زید سے صادر ہوا اور دوسرا خارج گواہ لایا ودیعت پر جو زید کے پاس اس نے ودیعت رکھی تو دونوں برابر ہیں یعنی اس چیز کا دونوں مدعیوں میں نصفانصاف کا حکم ہو گا اس واسطے کہ ودیعت انکار کرنے سے عصب ہو جاتی ہے ہم اس مسئلے میں مدعا علیہ عصب اور ودیعت کا زید ہے ودیعت انکار مدعا علیہ سے عصب اس واسطے ہو جاتی ہے کہ اس پر ضمان واجب ہوتا ہے اور ضمان ساقط نہیں ہوتا اگر منکر ودیعت ہونے کا اقرار کرے اور یہاں مدعا علیہ منکر ودیعت ہے تو گویا دونوں مدعیوں نے زید پر عصب کا دعویٰ کیا لہذا دونوں متساوی ہوئے الناس احرار بلا بیان الا فی اربع الشہادۃ و الحدود والقصاص والقتل کذا فی نسخۃ المصنف وفی نسخۃ والعقل وعبارة الاشباہ والدیۃ لوگ آزاد ہیں بدوں بیان آزادی کے مگر چار چیزوں میں آزادی بلا اثبات معتبر نہیں شہادت اور حدود اور قصاص اور قتل میں اسی طرح ہے مصنف کے نسخے میں اور دوسرے نسخہ متن میں سچا قتل کے عقل ہے اور عبارات اشباہ والدیۃ میں ہے ہم وجہ حریت مسلمین یہ ہے کہ دارالاسلام دارالحریت ہے اس واسطے کہ لوگ آدم و حوا علیہما السلام کی اولاد ہیں اور وہ دونوں حضرات آزاد تھے جب شہادت میں حریت اصل نہ ٹھہری تو قاضی ظاہر حریت پر کفایت نہ کرے بلکہ اگر خصم شاہدوں پر حریت کی طعن کرے تو قاضی اس کو دریافت کرے لوگوں سے اور بلا طعن تفتیش نہ کرے اور جب کہ ایک شخص نے دوسرے کی قذف کی اور قاذف نے کہا کہ مقذوف غلام ہے تو اس پر مدقذوف ماری نہ جاوے گی جب تک مقذوف اپنی حریت حجت سے ثابت نہ کرے اور اگر ایک شخص نے دوسرے کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور قاطع نے کہا کہ مقلوع البید غلام ہے تو تا اثبات حریت قصاص کا حکم نہ ہو گا اور جب کہ ایک شخص دوسرے آدمی کو ازراہ خطا قتل کرے اور اہل محلہ کہیں کہ مقتول غلام ہے تو اہل محلہ پر دیت کا حکم نہ ہو گا تا وقتیکہ مقتول کی حریت شہادت سے ثابت نہ ہو اور نسخہ ثلثہ یعنی قتل اور عقل اور دیت کا ایک ہی مطلب ہے اس واسطے کہ قتل سے خطا مراد ہے جو موجب دیت ہے کذا فی الطحاوی ملخصاً بتصرف و جینتہ فلوا دعی علی مجہول الحال احرام لانا عبدہ فانکر وقال انا حر الاصل فالقول لہ تمسک بالاصل اور اس وقت یعنی جب کہ حریت اصلی ٹھہری تو اگر شخص مجہول الحال پر جس کی حریت یا عدم حریت معلوم نہیں یہ دعویٰ ہوا کہ وہ غلام ہے سو وہ منکر ہوا اور بولا کہ میں حر امی ہوں تو اسی کا قول قابل تصدیق کے ہے بسبب تمسک ہونے دس شخص کے اصل بات سے یعنی حریت سے واللہ لیس للثوب الحق من آخذ انکم اور کپڑے کا پہننے والا اسحق ہے آستین کے پکڑنے والے سے ہم یہاں سے وہ مسائل شروع ہوئے جن میں واضح یہ کہ تصدیق بدوں گواہوں کے ثابت ہے بدائع میں کہا کہ جس موضع میں ایک مدعی کی ملک کا حکم ہو گا اس وجہ سے کہ متنازع فیہ اس کے قبضے میں ہے تو اس پر قسم واجب ہوگی بشرط طلب جانب ثانی پھر اگر اس نے قسم کھائی تو بری الذمہ ہو گیا اور اگر قسم سے انکار کیا تو وہ اُسے گا اور دوسرا شخص جیتے گا انتہی لابس ثوب اس واسطے اسحق ثوب ہوا کہ اس کا تصرف ظاہر تر ہے اخذ آستین سے کہ وہ مقتضی ملک ہے تو لابس ہی ذی البید ٹھہرا اور اخذ خارج اور ذی البید اولی ہے خارج سے اور اگر آستین گواہ قائم کرے گا تو اب وہی اسحق ثبوت ہو گا اور یہی علت جاری ہے مابعد کے مسائل میں کذا فی الطحاوی والراکب اسحق من آخذ اللجام اور جانور کا سوار اسحق ہے لگام کے پکڑنے والے سے یعنی جانور پر

ایک شخص سوار ہے اور دوسرا گام پکڑے ہے اور دونوں دعوی کرتے ہیں کہ یہ جانور میرا ہے تو سوار اسی سے بسبب اظہریت تصرف و من فی السرج اولی من ردیفہ اور جو شخص زین پر بیٹھا ہے وہ اسی ہے اس شخص سے جو اس کے پیچھے بیٹھا ہے یعنی اس واسطے کہ تمکن اس کا اس موضع میں تقدم کی دلیل ہے و ذو حملہا فمن علق کوزہ بہا لانه اکثر تصرفا جس کا بوجھ جانور پر لدا ہے اس شخص سے جس نے اپنا کوزہ اس پر لٹکا دیا ہے اس واسطے کہ اس کا تصرف یعنی لابس اور راکب اور بوجھ والے کا تصرف زیادہ تر ہے دوسرے کے تصرف سے محل کسیر جاو سکون میم اس بوجھ کو کہتے ہیں جو پیٹھ یا سر پر لدا جاوے کذافی الحموی والجالس علی البساط والمتعلق بہ سوا کجالیہ و راکب سرج اور جو فرش پر بیٹھا ہے اور جو فرش کو پکڑے دونوں تصرف میں برابر ہیں مانند ان دو شخصوں کے جو فرش پر بیٹھے ہیں اور ایک زین پر سوار ہے ہم تو فرش جالس اور متعلق میں نصفانصف ہے اس واسطے کہ فرش پر بیٹھا فرش کا قبضہ نہیں بلکہ قبضہ اس وقت ہوتا ہے جب فرش اس کے گھر میں ہوتا یا کہ وہ فرش اٹھایا جاتا کذافی الدکن معہ ثوب و طرفہ مع الاخر لا بدتہ اے طرفہ الغیر مسوجتہ لانہا لیست ثوب جالس اور متعلق برابر ہیں مانند ان شخصوں کے کہ ایک کے پاس کپڑا ہے اور دوسرے کے پاس کپڑے کا دوسرا طرف ہے نہ وہ شخص برابر ہے جس کے ماتھے میں کپڑے کا پدہ یعنی چھیر ہے ہم بد یعنی کپڑے کا طرفہ بے بنا اس واسطے کہ طرفہ غیر مسوج کپڑا نہیں ہے بخلاف جالسی وارتناز عافیہا حیث لا یقینہ لہما لاحتمال انہما فی بد غیر ہما و ہنا علم انہ لیس فی بد غیر ہما یعنی بخلاف ان دو شخصوں کے جو ایک گھر میں جالس ہیں اور گھر میں جھگڑا کرتے ہیں کہ یہاں دونوں کے واسطے گھر کا حکم نصفانصف ہو گا کیونکہ جلیوس دار ملک کی دلیل نہیں اس احتمال سے کہ شاید وہ گھرانہ دو شخصوں کے سوا کسی اور کے قبضے میں ہو اور وہاں یعنی مسد جلیوس فرش میں معلوم ہو چکا ہے کہ فرش دونوں شخصوں کے سوا اور کسی کے قبضے میں نہیں ہے کذافی العینی: الحاط لمن جردو معہ علیہ او متصل بہ اتصال تریح بان تداصل الصاف لبناتہ فی لبنات الاخر و من تشب بان تکون الخشبہ مرکبہ فی الاخری دلالتہ علی انہما بنیا معاً ولذا سمی بذلک لانه حیثہ یعنی مریداً دیوار اس شخص کی ہے جس کی کڑیاں دیوار پر رکھی ہوں یا کہ ایک دیوار متصل ہو دوسری دیوار سے بطریق اتصال تریح اس طرح کہ ایک دیوار کی آدمی آدمی اینٹیں دوسری دیوار کی اینٹوں میں داخل ہوں اور اگر دیوار چوٹی ہو تو اتصال تریح اس طرح ہو گا کہ ایک دیوار کی لکڑیاں دوسری دیوار میں مرکب اور چکی ہوں بسبب دلالت کرنے اتصال تریح کے اس پر کہ دونوں دیواریں ساتھی بنی ہیں اور اسی واسطے اس کا نام تریح رکھا گیا کیونکہ اس وقت میں دیوار مرلج بنائی جاتی ہے ہم اتصال دو طرح ہے ایک اتصال ملازقت وہ یہ ہے کہ ایک دیوار کا کنارہ دوسری دیوار کے کنارے سے ملا ہو یعنی دونوں دیواروں کا جوڑ معلوم ہوتا ہو اور دوسرا اتصال تریح وہ یہ ہے کہ دیوار متنازع فیہ کی اینٹیں آدمی آدمی دوسری دیوار غیر متنازع فیہ کی اینٹوں میں متداخل ہوں اور اگر لکڑی کی دیوار ہو تو ایک دیوار کی لکڑیاں دوسری میں مرکب ہوں کذافی الدرر مطاوی نے کہا اتصال تریح کی حقیقت میں اختلاف ہے اصل ظاہر کرمی کا یہ قول ہے کہ اتصال تریح یہ کہ متنازع فیہ دیوار متصل ہو احد المدعیین کی دو دیواروں سے دونوں طرف سے اور دونوں دیواریں متصل ہوں اس کی دیوار سے متقابلہ دیوار متنازع فیہ تاکہ دیوار مرلج ہو جائے قبضہ کے مانند تو اس وقت میں کل شے واحد کے حکم میں ہوں گی انتہی لالمن لہ اتصال ملازقتہ اولقب و ادخال او ہرادی کقصب و طبق یوضع علی الجذوع اس کی دیوار نہیں جس کی دیوار میں اتصال ملازقت ہے یعنی لگاؤ ہے بلا ادخال لبنات یا چوٹی دیوار میں نقب اور ادخال ہے یعنی سوراخ کر کے لکڑی اس میں داخل کرنا اس کی دیوار نہیں جس کے ہنگے ہیں مانند بانس اور طبق کے جو کڑیوں پر رکھی جاویں ہم ہرادی جمع ہے ہرادی کی بکسر یا مع الغفار اور در میں ہے کہ ہرادی وہ لکڑیاں ہیں جو دھینوں پر رکھی جاویں اور ان پر مٹی ڈالی جاوے انتہی اہل ہند ان کو بنگا یا بگر یا تختہ یا جھانپ بولتے ہیں خلاصہ یہ ہے کہ دھنیاں رکھنا دیوار پر دلیل ملک ہے نہ بنگے رکھنا بل کیوں بین الجارین کو تنازعاً ولا یخص بہ صاحب الہرادی بل صاحب الجذوع الواحد اسی منہ خانیۃ بلکہ بنگے

والی دیوار دو نوپڑوسیوں میں مشترک ہے اگر دونوں اس میں جھگڑا کریں اور وہ دیوار بیگے والے کی مخصوص نہ ہوگی بلکہ ایک دھنی کا دیوار پر رکھنے والا اس سے زیادہ ترحق دار ہے دیوار کا کذا فی التمازیتہ ولولا حد بما جذوع ولا آخر اتصال فلذی الاتصال ولا آخر حتی الوضع وسیل لذی الجذوع ملتی وتمامہ فی العینی وغیرہ اور ایک شخص کی دھنیاں ہوں دیوار پر اور دوسرے شخص کی دیوار کے واسطے اتصال ہو یعنی اتصال تریح تو وہ دیوار صاحب اتصال کی ہے اور دوسرے شخص کو دھنی رکھ لینے کا حق ہے اور بعضوں نے کہا کہ وہ دیوار دھنیوں والے کی ہے کذا فی الملئقہ اور پورا بیان اس کا عینی وغیرہ میں ہے ہم محیط میں ہے کہ دیوار کا قبضہ تین طرح پر ہے اتصال تریح اتصال ملازمت و مجاورت اور وضع جذوع و محاذات بنا تو سب سے احق صاحب تریح ہے پھر اگر وہ نہ ہو تو صاحب جذوع ہے کذا فی الطحاوی واما حق المطالبہ برفع جذوع وضعت تعدیا فلا یسقط ببراء ولا صلح وعضو وبيع واجارة اشباہ من احکام الساقط لا یعود فلیحفظ اور جو دھنیاں ظلم سے رکھی گئیں ان کے اٹھا لینے کا حق مطالبہ ساقط نہیں ہوتا برا کر دینے سے اور نہ صلح اور عضو اور بیع اور اجارہ سے کذا فی الاشباہ من احکام الساقط لا یعود تو اس کو یاد رکھنا چاہیے ہم یعنی اگر دھنیوں کا مالک اکھاڑ ڈالنے کے مطالبہ سے ابرا کرے تو حق مطالبہ ساقط نہیں ہوتا اس واسطے کہ ابرا اعیان میں نہیں ہوتا بلکہ اس حق سے جو کسی کے ذمے پر ثابت ہے اور اگر دھنیاں رکھنے والا یا جس کی دیوار پر دھنیاں ہیں وہ مکان کو بیچ ڈالے تو مشتری کو مطالبہ رفع کا حق ثابت ہے اور اگر صاحب دیوار دھنیاں رکھنے والے کے پاس وہ مکان اجارہ رکھے تو حق مذکور ساقط نہیں ہوتا کذا فی الطحاوی و ذوبیت من دار فیہا بیوت کثیرة کذی بیوت منها فی حق مساحتها فنی بینہما نصفین کالطریق اور ایک کو ٹھٹری اور دالان والا بئحمدہ اس گھر کے جس میں بہت کو ٹھٹریاں اور دالان ہیں اس شخص کے مانند ہے جس کی بہت کو ٹھٹریاں اور دالان ہیں اس گھر میں سے اس کے صحن کے حق میں تو صحن گھر کا دونوں میں نصفانصف ہے راہ کے مانند یعنی صاحب بیت اور صاحب بیوت صحن کے استعمال میں برابر ہیں چلنے پھرنے میں اور اسباب رکھنے میں اور لکڑیاں پیرنے میں و فی غیر ذلک چنانچہ صاحب بیت اور صاحب منزل اور صاحب دار اور صاحب بیت و احد اور صاحب بیوت کثیرہ مرور میں برابر ہیں بخلاف الشرب اذا تنازعایہ فانه یقدر بالارض بقدر سقیہا بخلاف پانی لینے کی باری کے جب کہ دو شخص اس میں جھگڑا کریں تو اس کا اندازہ ہو گا زمین سے بقدر اس کے سیچنے کے یعنی آبپاشی میں تھوڑی زمین والا بہت زمین والے کے برابر نہیں اس واسطے کہ پانی کی حاجت سیچنے کے واسطے ہے تو بتنی زمین زیادہ اتنی پانی لینے کی حاجت زیادہ تو اس کا اندازہ بقدر ارضی کے ہے برہنا اسے انخارجان علی ید کل منہما فی ارض قضی بیدہما فتصفت دو شخص غیر قابض گواہ لائے اس پر کہ دونوں کا قبض زمین میں تھا تو دونوں کے ثبوت قبض کا حکم ہو گا تو وہ زمین دونوں میں نصفانصف ہوگی و لو برہن علیہ اے علی البید احدہما او کان تصرف فیہما بان لین او بنی قضی بیدہ لوجود تصرف اور اگر زمین کے قبض پر دو مدعیوں میں سے ایک شخص گواہ لایا یا وہ شخص اس میں تصرف کرتا تھا اس طرح پر کہ اس نے اس میں اینٹیں پانچیں یا عمارت بنائی تو اسی کے واسطے قبض کا حکم ہو گا بسبب پائے جانے اس کے تصرف کے م یعنی ممکن اشباہ مذکورہ اس کے قبض کی دلیل ہے ادعی الملک فی الحال و شہد الشہود ان ید العین کان ملکہ تقبل لان ثابت فی زنا یکم بقارہ مالم یوجد المزبل درر ایک مدعی نے فی الحال ملک کا دعوی کیا اور گواہوں نے گواہی دی کہ یہ چیز مدعی کی ملک تھی یعنی ماضی میں تو گواہی مقبول ہے یعنی فی الحال کی ملک مدعی ثابت ہوگی اس واسطے کہ جو چیز ثابت ہوگئی ایک زمانہ میں تو اس کے باقی رہنے کا حکم رہتا ہے جب تک وہ چیز پائی نہ جائے جو اس کے ثبوت کو دور کر دے کذا فی الدرر صبی لعیبر علی نفسه اے لعقل ما یقول قال انا حرف القول لہ لانه فی ید نفسه کالبالغ ویک لڑکا

لہ یعنی اشباہ میں اس کا مذکور ہے جہاں یہ بیان ہے کہ ساقط چیز نہیں پھرتی ۱۲



دعوی مسموع نہیں اس واسطے کہ وہ دعوت تحریر ہے اور بائع کی دعوت استیلا دہے تو دعوت استیلا دہی قوی تر پھرے گی چنانچہ مذکور ہو چکا شروع باب میں وکذا ثبت من البائع لو ادعاه بعد موت الام بخلاف موت الولد لفوات الاصل اور اسی طرح ثابت ہوگا نسب ولد کا بائع سے بعد مرنے اس کی ماں کے بخلاف موت ولد کے بسبب فوت ہو جانے اصل کے ہم یعنی حریت میں اصل ولد ہے اور لونڈی کی آزادی تو ولد سے مستفاد ہوتی ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ولد موت سے مستغنی ہو گیا نسب سے ویاخذہ البائع بعد موت امہ و لیستد المشتري کل الثمن وقال اصحة اور بائع ولد کو لے گا اس کی ماں کی موت کے بعد اور مشتری پورا ثمن پھیرے اور صاحبین نے کہا بقدر حصہ ولد کے ثمن پھیرے و اعتنا قہماے اعتنا مشتری الام والولد کما تهما فی الحكم اور دونوں کا اعتناق یعنی مشتری کا آزاد کرنا ماں یا ولد کو ان دونوں کی موت کے مانند ہے حکم میں ہم قولہ والولد او معنی او ہے جس میں جمع بین المعطوف والمعطوف علیہ جائز ہے جب اعتناق موت کے مانند ہو تو اگر مشتری نے ماں کو آزاد کیا نہ ولد کو پھر بائع نے دعوی کیا کہ وہ میرا بیٹا ہے تو دعوی صحیح ہے اور اس کا نسب اس سے ثابت ہے اور اگر ولد کو آزاد کیا نہ ماں کو تو دعوی صحیح نہیں حتیٰ ولد میں اس واسطے کہ اگر صحیح ہو تو اعتناق باطل ہو اور اعتناق بعد وقوع کے بطلان کا احتمال نہیں رکھتا اور نہ ماں کے حتیٰ میں دعوی صحیح ہے اس واسطے کہ ماں ولد کی تابع ہے پھر جب اصل میں صحیح نہ ہو تو تابع کے حتیٰ میں بالفرض صحیح نہ ہوگا کذا فی الطحاوی عن المنع والتدبیر کالاعتناق لانه ایضاً لا یحتمل الا بطلان ویرود حصۃ الفاقا ملتقی وغیرہ وکذا حصتها ایضاً علی الصحیح من مذہب الامام کما فی القہستانی والبرہان اور مدبر کرنا مشتری کا اعتناق کے مانند ہے اس واسطے کہ تدبیر بھی اعتناق کے مانند محتمل البطلان نہیں ہے اور بائع ولد کا حصہ مشتری کو پھیر دے باتفاق امام اور صاحبین کے یعنی جب کہ مشتری ماں کو فقط آزاد کرے یا مدبر کرے بدوں ولد کے کذا فی الملتقی وغیرہ اور اسی طرح ماں کا بھی حصہ پھیر دے بموجب قول صحیح کے امام کے مذہب سے چنانچہ قہستانی اور برہان میں ہے ونقد فی الدرر والمنع عن الہدایۃ علی خلاف مافی الکافی عن المبسوط اور نقل کیا ہے اس کو درر اور منہ الغفالیہ میں ہدایۃ بر خلاف اس قول کے جو کافی میں مبسوط سے نقل ہے ہم درر میں ہدایۃ سے یہ منقول ہے کہ جب مشتری ماں کو آزاد کرے یا مدبر کو تو بائع حصہ ثمن ولد مشتری کو پھیر دے صاحبین کے نزدیک اور امام کے نزدیک بقول صحیح تمام ثمن پھیر دے چنانچہ موت میں انتہی اور کافی میں مبسوط سے یہ منقول ہے کہ حصہ ولد پھیر دے نہ اس کی ماں کا حصہ باتفاق امام اور صاحبین کے کذا فی الدرر طحاوی نے کہا اتقانی نے ہدایۃ میں اعتراض کیا ہے کہ محمد نے امام سے جامع صغیر اور اصل یعنی مبسوط میں تصریح کی ہے کہ حصہ ثمن ولد پھیرا جاوے گا اور اسی طرح کرنی اور طحاوی نے اپنے مختصر میں اور اسی طرح شمس الامم بیہقی نے مشاغل اور کفایہ میں اور ابواللیث نے شرح جامع صغیر میں تو ظاہر ہوا کہ ہدایۃ کا قول موجود ہے اگرچہ اس نے اس کی تصریح کی ہے چنانچہ غزالی زادہ نے اس کو بیان کیا ہے انتہی وعبارة المواہب وان ادعاه بعد عقہاد موتہا ثبت منہ وعلیہ رد الثمن واکتفیابرد حصۃ وقیل لایرد حصتها فی الاعتناق بالاعتناق انتہی فلیحفظ اور مواہب الرحمن کی یہ روایت ہے اور اگر بائع نے ولد کا دعوی کیا بعد آزاد کر دینے اس کی ماں کے یا اس کی موت کے بعد تو ولد کا نسب بائع سے ثابت ہوگا اور اس پر ثمن پھیر دینا لازم آوے گا اور صاحبین نے حصہ ولد کے پھیر دینے پر اکتفا کی اور قول ضعیف یہ ہے کہ ماں کا حصہ ثمن اعتناق میں بالاعتناق پھیرا نہ جاوے انتہی کلامہ تو اس اختلاف کو یاد رکھنا چاہیے ہم جہاں قول کو مواہب میں ضعیف کہا ہے وہی قول معتد ہے چنانچہ مذکور ہو چکا کذا فی الطحاوی ولو ولدت الامۃ المذكورۃ لاکثر من حولین من وقت البیع وصدقہ المشتري ثبت النسب بتصدیق وہی ام ولدہ علی المعنی اللغوی نکاحاً محلاً لامر علی الصلاح اور اگر لونڈی مذکورہ جی دو برس سے زیادہ مدت میں بیع کے وقت سے اور بائع نے اس کے ولد کا دعوی کیا اور مشتری نے بائع کی تصدیق کی تو ولد کا نسب ثابت ہوگا بائع سے مشتری کی تصدیق سے اور لونڈی بائع کی ام ولد ہوگی بمعنی لغوی نکاح کی راہ سے بائع کا حال صلاح اور تقوی پر معمول کر کے ثبوت نسب میں مشتری کی

تصدیق کی اس واسطے حاجت ہوئی کہ علق ولد کا بائع کی ملک میں بایقین واقع نہیں ہو اس واسطے کہ مدت حمل دو برس سے زیادہ نہیں ہوتی بائع کی ام ولد یعنی اصطلاحی اس واسطے وہ لونڈی نہ ہوئی کہ استیلا د بائع کی ملک میں نہیں ہو بلکہ باعتبار حسن ظن نکاح سے ہو یعنی مشتری نے لونڈی کا نکاح کر دیا ہو گا بائع سے بعد اپنے خرید کرنے کے تو ولد مشتری کا مملوک بھڑے گا اور نسب اس کا بائع سے ثابت ہو گا اور اگر بیع بیع پورے دو سال میں لونڈی بنے گی تو بھی یہی حکم ہے کذا فی الطحاوی ملخصاً بقی لو ولدت فیما بین الاقل والاكثر ان صدقہ فحکمہ کالا اول الاحتمال العلق قبل بیعہ والا لا باقی رہا یہ احتمال کہ لونڈی حتی اقل اور اکثر مدت حمل کے مابین میں یعنی سات مہینے سے تینیس مہینے تک تو اگر مشتری نے بائع کی تصدیق کی تو اس کا حکم اول کے مانند ہے یعنی ولد کا نسب ثابت اور لونڈی بائع کی ام ولد یعنی اصطلاحی ہوگی اس احتمال سے کہ علق رہا ہو گا بائع کی بیع سے پہلے اور اگر مشتری نے بائع کی تصدیق نہ کی اس طرح پر کہ اس کی تکذیب کی خواہ ولد کا دعوی کیا یا نہ کیا یا سکوت کیا نہ تصدیق کی نہ تکذیب تو اول کا حکم نہ ہو گا و لو تنازعاً فالقول للمشتري اتفاقاً وکذا البیئہ کہ عند الثاني خلاف الثالث شریب لایبہ و شرح مجمع اور اگر بائع اور مشتری نے جھگڑا کیا مثلاً بائع نے کہا کہ میں نے اس لونڈی کو بیچا ایک مہینے سے اور ولد میرا ہے اور مشتری نے کہا چھ مہینے سے زیادہ مدت ہو چکی بیع کی اور ولد تیرا نہیں ہے تو مشتری کا قول در صورت عدم بیئہ مقبول ہو گا بالاتفاق اور اسی طرح گواہ بھی اسی کے مقبول ہیں ابو یوسف کے نزدیک برخلاف مذہب محمد کذا فی الشریب لایبہ و شرح مجمع و فیہ لو ولدت عند مشتری ولیدین احد ہما لدون ستہ اشہر والاخر لا اکثر ثم ادعی البائع الاول ثبت نسبہما بلا تصدیق مشتری اور شرح مجمع میں ہے کہ اگر لونڈی جنی مشتری کے پاس دو لڑکے ایک لڑکا چھ مہینے سے کمتر مدت میں اور دوسرا لڑکا دو برس سے زیادہ مدت میں پھر بائع نے اول ولد کا دعوی کیا تو دونوں لڑکوں کا نسب بائع سے ثابت ہو گا بدون تصدیق کرنے مشتری کے ہم اس صورت میں نسب دونوں کا ثابت ہو گا جب کہ دونوں کی ولادت میں چھ مہینے کی مدت نہ گذر گئی ہو اس واسطے کہ وہ دونوں تو امین ہیں کہ ایک نطفے سے پیدا ہوئے پھر جب اول میں دعوی بائع کا بلا تصدیق متحقق ہو گیا تو دوسرے میں بھی مشتری کی تصدیق کی حاجت نہ ہوگی اور بیع فسخ ہوگی اور ثمن پھیر دیا جائے گا باع من ولد عندہ و ادعاه بعد بیع مشتری یہ ثابت نسبہ لکن العلق فی ملکہ و رد بیعہ لان البیع یحتمل النقص بائع نے اس ولد کو بیچا جو اس کے پاس لونڈی سے پیدا ہوا اور مشتری نے اس کو تیسرے شخص سے بیچا پھر بائع نے اس کی فرزندگی کا دعوی کیا تو اس کا نسب ثابت ہو گا بسبب ہونے علق کے بائع کی ملک میں اور بیع اس کی پھر جائے گی اس واسطے کہ بیع توڑ دینے کا احتمال رکھتی ہے یعنی اور حتی دعوت معتدل نقص نہیں لہذا بیع بلحاظ حق دعوت منقوض ہوگی و کذا الحکم لو کاتب الولد اور بہنہ او آجرہ او کاتب الام اور بہنہ او آجرہ او زوجہا ثم ادعاه فیثبت نسبہ و ترد بذہ التصرفات بخلاف الاعتاق کما مر اور اسی طرح بیع کے مانند حکم ہے اگر بائع نے ولد کو مکاتب کیا یا اس کو رہن رکھا یا اجارہ دیا یا اس کی ماں کو مکاتب کیا یا اس کو رہن رکھا یا اجارہ دیا یا اس کا کسی سے نکاح کر دیا پھر بائع نے اس کی فرزندگی کا دعوی کیا تو اس کا نسب بائع سے ثابت ہو گا اور یہ تصرفات مذکورہ یعنی کاتب اور رہن اور اجارہ اور نکاح پھیر ڈالے جاویں گے بخلاف اعتاق چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی اگر مشتری ولد کو آزاد کر دے گا تو رد نہ ہو گا اس واسطے کہ اعتاق محتمل ابطال نہیں باع احد التوأمین المولودین یعنی علق اولد عندہ و اعتمقہ مشتری ثم ادعی البائع الولد الاثر ثبت نسبہما و لعل عن مشتری بامرفوقہ و ہو حرۃ الاصل لانہما علقانی ملک حتی لو اشتراہا حبلی لم یبطل عنقہ لانہما دعویۃ تحریر فتقتصر علی غیرہ و جزم بہ المصنف بیچا ایک تو ام کو تو امین مولودین سے یعنی وہ تو امین جن کا علق اور تولد بائع کے پاس ہوا اور مشتری نے اس کو بیچ ڈالا پھر بائع نے دوسرے ولد کا جس کی بیع واقع نہیں ہوئی دعوی کیا تو دونوں کا نسب بائع سے ثابت ہو گا اور آزاد کرنا مشتری کا باطل ہو جائے گا اس امر کے سبب سے جو زیادہ اور اونچا ہے

عق سے وہ امر فائق حریت اصلی ہے یعنی اور عتیق حریت عارضی ہے دونوں کا نسب ایک کے دعوی سے اس واسطے ثابت ہو گیا کہ دونوں کا علوق بائع کی ملک میں رہا تھا تو اگر لونڈی کو حاملہ خرید کیا اور بعد اس کے وہ دو توام جینی اور مشتری نے ان میں سے ایک ولد کو بیچ ڈالا اور مشتری ثانی نے اس کو آزاد کر دیا پھر مشتری اول نے ولد ثانی کا دعوی کیا تو مشتری ثانی کا عتیق باطل نہ ہو گا اس واسطے کہ یہ دعوت تحریر ہے نہ دعوت استیلا اس واسطے کہ علوق اس کی ملک میں نہ تھا تو دعوت تحریر فقط ولد ثانی پر مقصور ہوگی کذا فی العینی وغیرہ اور اسی پر جزم کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں غم قال وحیلہ اسقاط دعوی البائع ان یقر البائع انه ابن عبیدہ فلان فلا تصح دعواه ایداً مجتبیٰ پھر مصنف نے اپنی شرح میں کہا اور دعوی بائع کے اسقاط کا حیلہ یہ ہے کہ بائع اقرار کرے کہ کنیز بیعہ کا ولد میرے فلان غلام کا بیٹا ہے تو بعد اس اقرار کے بائع کا دعوی صحیح نہ ہوگا کبھی کذا فی المجتبیٰ یعنی اس واسطے کہ غیر کے نسب کا اقرار محتمل نقض نہیں وقد افادہ بقولہ قال عمرو لصبی معہ او مع غیرہ عینی ہوا بن زید الغائب ثم قال ہوا بنی لم یکن ابنہ ایداً وان وصلیۃ محمد زید بنوتہ خلا فالہا لان النسب لا یحتمل النقص بعد ثبوتہ حتی لو صدقہ بعد تکذیبہ صح اور البتہ مصنف نے اشارہ کیا اسقاط مذکور پر اپنے اس قول سے کہ عمرو نے مثلاً کہا اس صغیر کو جو اس کے ساتھ ہے یا کسی اور شخص کے ساتھ ہے کہ وہ زید غائب کا بیٹا ہے پھر وہ بولا کہ وہ میرا بیٹا ہے تو اس کا بیٹا کبھی نہ ہوگا اگرچہ زید مذکور اس کی فرزند کی کا منکر ہو بخلاف صاحبین اس واسطے کہ نسب بعد اپنے ثابت ہونے کے محتمل نقض کا نہیں یہاں تک کہ اگر زید عمر کی تصدیق کرے بعد اس کی تکذیب کے تو صحیح ہے ہم صاحبین کا یہ مذہب ہے کہ دعوت مقر بعد انکار مقر صحیح نہیں اس واسطے کہ جب اس کا اقرار باطل ہو گیا مقر کے انکار سے تو گویا اس نے اقرار ہی نہ کیا تھا ولذہ الو قال لصبی ہذا الولد منی ثم قال یس منی لا یصح نفیہ لانه بعد الاقرار بہ لا ینتفی بالنفی فلا حاجتہ الی الاقرار بہ ثانیاً ولا سہو فی عبارۃ العمادی کما زعمہ ملا خسر و کما افادہ الشرنبلالی اور اسی واسطے یعنی چونکہ نسب محتمل نقض نہیں اگر ایک صغیر کو کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے پھر کہا کہ میرا نہیں ہے تو اس کی نفی صحیح نہیں اس واسطے کہ بعد اقرار نسب کے نفی نہیں ہو سکتی نفی کرنے سے تو اب کچھ حاجت نہیں دوسری بار نسب کے اقرار کرنے کی اور کچھ سہو نہیں عمادی کی عبارت میں چنانچہ وقوع سہو کا گمان کیا ہے ملا خسر نے جیسے کہ بیان کیا ہے اس کو یعنی عدم سہو کو شرنبلالی نے ہم ملا خسر صاحب در نے کہا عمادیہ میں یوں ہے کہ (قال ہذا الولد لیس منی ثم قال ہون منی صح ظاہراً) یہ سہو ہے کاتب اول کا اس واسطے کہ تعلیل عمادی اس کو مقسقی ہے کہ یہاں تین عباراتیں ہوں پہلی عبارت مفید اثبات فرزند ہی ہو اور دوسری عبارت اس کی نفی کی اور تیسری عبارت دوبارہ اثبات کی اور عمادیہ میں فقط دوسری عبارتیں ہیں شرنبلالی نے کہا کہ لفظ ثالث یعنی اقرار ثانی کی ظاہر میرے نزدیک کچھ فائدہ مندی نہیں ثبوت نسب میں اس واسطے کہ بعد اقرار نسب کے اس کی نفی کر کے نفی نہیں ہوتی کذا فی الطحاوی مختصراً و ہذا اذا صدق الابن و اما بدوہ فلا الا اذا عاد الابن الی التصدیق لبقاء اقرار الاب اور یہ یعنی ثبوت نسب صغیر اس صورت میں ہے کہ جب باپ کی تصدیق بیٹا کرے اور بدوہ اس کے تصدیق کرنے کے نسب ثابت نہ ہوگا مگر اس صورت میں جبکہ بیٹا دوبارہ اس کی تصدیق کرے بسبب باقی رہنے باپ کے اقرار کے ہم تفصیل دہاں جاری ہے جہاں صغیر اپنا حال بیان کر سکتا ہو ولو انکر الاب الاقرار فرہن علیہ الاب قبل اور اگر باپ اقرار نسب کا منکر ہو پھر گواہ لاوے بیٹا اس کے اقرار پر تو مقبول ہے واما الاقرار بانہ اتوہ فلا یقبل لانه اقرار علی الغیر اور یہ اقرار کہ وہ شخص میرا بھائی ہے سو مقبول نہیں اس واسطے کہ وہ اقرار غیر پر ہے تو بلا تصدیق اس کے کیونکر مقبول ہو فروع مسائل ملحقہ شارح کے لوقال نست وارثہ ثم ادعی انہ وارثہ وہین جہتہ الارث صح اذکنا نقض فی النسب عفو اگر ایک شخص نے کہا کہ میں اس کا وارث نہیں ہوں پھر اس نے دعوی کیا کہ میں اس کا وارث ہوں اور وجہ وراثت کی بیان کی تو دعوی صحیح ہے اس واسطے کہ نسب میں تناقض ممتنع ہے جامع الفصولین میں ہے کہ اثبات وراثت صحیح نہیں جب تک جہت ارث بیان نہ کرے انتہی یعنی وہ شخص میت کا بیٹا ہے یا باپ ولو ادعی

نہ کہا یہ ولد محمد سے نہیں پھر کہا کہ وہ محمد سے ہے تو درست ہے



بنوہ العم لم یصح ما لم ینکر اسم الجدا ویرچا کی فرزندگی کا دعویٰ کیا یعنی یوں کہا کہ وہ میرا چچرا بھائی ہے تو دعویٰ صحیح نہیں جب تک دادا کا نام بیان نہ کرے  
 ولو برہن انہ اقرا فی ابنہ نقبل لثبوت النسب باقرارہ ولا تسمع الا علی خصم ہو وارث اودائن اودلون اوموصیٰ کہ اور اگر گواہ لایا اس پر کہ اس نے اقرار  
 کیا ہے کہ میں اس کا بیٹا ہوں تو مقبول ہے بسبب ثابت ہونے نسب کے اس کے اقرار سے اور گواہی میراث کی مسموع نہیں مگر خصم پر یعنی وارث  
 یا دائن یا مدلون یا موصیٰ کہ پر یعنی جس کے واسطے میت نے وصیت کی ولو احضر جلالید علی مقالابہ وہو مقربہ اولافلہ اثبات نسبہ بالبینتہ عند القاضی  
 بحضرة ذلک الرجل اور اگر لایا ایک مرد کو کہ اس پر اپنے باپ کے کسی حتیٰ کا دعویٰ کرے خواہ مدعا علیہ حتیٰ کا مقبرہ ہو یا منکر تو اس کو چاہیے کہ نسب کا  
 اثبات کرے گواہوں سے قاضی کے نزدیک اس مرد کے سامنے ولو ادعی ارثا عن امیہ فلوا قریبہ امر بالدفع ایہ ولا یكون قضاء علی الاب حتیٰ لو جاء  
 حیا یا خذہ من الدافع والدافع علی الابن اور اگر میراث کا دعویٰ کیا اپنے باپ کی طرف سے تو اگر مدعا علیہ نے اس کا اقرار کیا یعنی اس کی فرزندگی کا تو اس  
 کو امر کیا جائے مدعی کے دینے کا اور یہ امر قضا نہیں اس کے باپ پر یہاں تک کہ اگر مدعی کا باپ زندہ آوے تو مال مدفوع کو دافع سے لے اور دافع  
 بیٹے سے لے ولو انکر قبیل للابن برہن علی موت ایک دانک وارثہ ولا یمن والصحیح تحقیق علی علم بانہ ابن فلان وان مات ثم تکلف الابن للبینتہ بذلک  
 تمامہ فی جامع الفصولین من الفصل السابع والعشیرین اور اگر مدعا علیہ مدعی کی فرزندگی کا منکر ہو تو فرزند سے کہا جائے کہ گواہ قائم کر اپنے  
 باپ کی میراث پر اور اس پر کہ تو اس کا بیٹا ہے اور در صورت عدم شہادت مدعا علیہ پر قسم نہیں اور قول صحیح یہ ہے کہ اس کی تکلیف ہے علم پر اس  
 طرح کہ وہ فلا نے کا بیٹا ہے اور وہ مر گیا یعنی مدعا علیہ یوں قسم کھائے کہ میں نہیں جانتا کہ تو فلا نے کا بیٹا ہے اور وہ مر گیا ہے پھر قسم کے بعد فرزند  
 مکلف ہوگا اس پر گواہ لانے کے لیے یعنی جب فرزند مال لینے کا ارادہ کرے تو اس پر اقامت بینہ اپنے دعویٰ پر لازم ہوگی اور پورا بیان اس کا جامع  
 الفصولین میں ہے ستائیسویں فصل سے ہم جامع الفصولین میں باقی بیان یہ ہے کہ اگر مدعا علیہ قسم سے انکار کرے تو نسب اور موت کا مقدر ٹھہرے  
 گا اور مال کا منکر تو اب مدعا علیہ سے مال پر یقینی قسم لی جائے گی نہ علم کی انتہی ملخصاً یہ بیان اٹھائیسویں فصل میں ہے نہ ستائیسویں کذا فی الخطاوی  
 ولو کان الصبی مع مسلم وکافر فقال المسلم ہو عبیدی وقال الکافر ہو ابنی فهو من ابن الکافر لئید الحریۃ حالاً والا سلام مالا اور اگر ایک لڑکا  
 ہو مسلمان اور کافر کے ساتھ سو مسلمان کہتا ہے کہ وہ میرا غلام ہے اور کافر کہتا ہے کہ وہ میرا بیٹا ہے تو وہ آزاد ہے کافر کا بیٹا بسبب اس کے حاصل  
 کرنے کے آزادی کو بالفعل اور حصول انجام کار کو یعنی دلائل توجہ بہر عاقل پر ظاہر ہیں تو بعد بلوغ اسلام صغیر متوقع ہے اور اگر بالعکس ہوتا یعنی  
 مسلمان کا غلام ٹھہرتا تو اسلام تو اس کو بالیقین حاصل ہوتا لیکن اس کو آزادی حاصل نہ ہوتی وجزم ابن الکمال ہانہ یکن مسلمان حکم حکم  
 دار الاسلام و عزاہ للتخلفہ فلیحفظ اور ابن کمال نے یقین کیا ہے اس پر کہ طفل مذکور مسلمان ہوگا اس واسطے کہ اس کا حکم دار الاسلام کا حکم ہے  
 اور نسبت کیا ہے اس قول کو تحفے کی طرف تو اس اختلاف کو یاد رکھنا چاہیے قال زوج امرأة لصبی معها ہو ابنی من غیرہا وقالت ہو ابنی  
 من غیرہ فهو ابنا ان ادعیامعا والا ففیہ تفصیل ابن الکمال عورت کے شوہر نے کہا اس لڑکے کو جو زوجین کے ساتھ ہے وہ میرا بیٹا ہے اس  
 عورت کے سوا اور عورت سے اور زوجہ کہتی ہے کہ وہ میرا بیٹا ہے اس کے سوا اور زوج سے تو وہ دونوں کا بیٹا ہے اگر دونوں نے ساحتی دعویٰ  
 کیا اور اگر ساحتی دعویٰ نہیں کیا تو اس میں تفصیل ہے کذا ذکرہ ابن الکمال ہم تفصیل مذکور یہ ہے کہ اگر زوج نے اول دعویٰ کیا تو وہ اس کا بیٹا  
 ٹھہرے گا اور عورت سے تو اگر اس کی زوجہ بعد اس کے دعویٰ کرے تو اس سے نسب ثابت نہ ہوگا اور اگر عورت نے اول دعویٰ کیا پھر زوج  
 نے کہا کہ وہ میرا بیٹا ہے اور عورت سے تو اگر دونوں میں نکاح ظاہر ہے تو عورت کا قول مقبول نہیں اور وہ دونوں کا بیٹا ہے اور اگر دونوں کا نکاح  
 ظاہر نہیں تو عورت کا قول معتبر ہے اور اس کا نسب عورت سے ثابت ہوگا بشرط تصدیق مرد یہ اس صورت میں ہے جب کہ لڑکا اپنا حال بیان نہ کر

سکتا ہو اور اگر بیان کر سکتا ہو اور وہاں رقیبت ظاہر نہ ہو تو لڑکے کا قول مقبول ہے مرد یا عورت جس کی وہ تصدیق کرے گا اسی سے اس کا نسب ثابت ہوگا کذا فی الطحاوی عن السراج ملخصاً و بذلک غیر معبر و الابان کان معبراً فهو لمن صدقہ اور یہ یعنی دونوں کا ولد ہونا اس وقت سے جبکہ طفل اپنا حال بیان نہ کر سکتا ہو اور اگر ایسا نہ ہو یعنی بیان کر سکتا ہو تو وہ لڑکا اس کا ہے جس کو وہ پہچانے لے لان قیام ایسے ہما و فراشہما یعنی لہ منہما اس واسطے کہ زوجین کا تصرف طفل پر اور دونوں کا قیام فراش یعنی زوجیت اس کی مفید ہے کہ وہ لڑکا دونوں کا ہے ہم طحاوی نے کہا یہ علت ہے مصنف کے اس قول کی فہوا بنہما اور بہتر یہ تھا کہ علت مذکورہ اس قول کے پاس مذکور ہوتی و لو ولدت امہ اشتراکاً فاستحققت غرم الاب قیمتہ الولد یوم الخصومتہ لانہ یوم المنع اور اگر وہ لونڈی جس کو مشتری نے خرید کیا مشتری سے جینی پھر وہ لونڈی مستحق ملک غیر بائع کی نکلی تو باپ یعنی مشتری ولد کی قیمت تاوان دے وہ قیمت جو اس کی خصومت کے دن بھڑے اس واسطے کہ یوم خصومتہ منع کا دن ہے یعنی مشتری بد دعوی فرزند کی وہ لڑکا لونڈی کے مالک کو نہ دے گا و ہو حرمہ لانہ مغرور و المغرورین یطأ امرأۃ معتدا علی ملک یمین او نکاح فسد منہ ثم تستحق اور وہ لڑکا آزاد ہے اس واسطے کہ مشتری مغرور یعنی فریب خوردہ ہے مغرور وہ شخص ہے جو ایک عورت سے محبت کرے اس کی ملک یمین یا ملک نکاح کے اعتماد پر پھر وہ عورت اس سے جینی پھر وہ مستحق غیر نکلی فلذا قال و کذا الحکم لو ملکها بسبب آخر بای سبب ہاں یعنی کہ تو تزوجہا علی انہا حرة فولدت ثم استحققت غرم قیمتہ ولده سو اسی واسطے مصنف نے کہا اور اسی طرح کا حکم ہے اگر اگر عورت کا مالک ہو کسی اور سبب سے سو انے خرید کے کوئی سبب ہو کذا فی الطحاوی چنانچہ عورت سے نکاح کیا اس شرط پر کہ وہ آزاد ہے سو وہ اس کا لڑکا جینی پھر مستحق ملک غیر نکلی تو نکاح کرنے والا اپنے ولد کی قیمت کا تاوان دے اس عورت کے مالک کو فان مات الولد قبل الخصومتہ فلا شیء علی ابیہ لعدم المنع كما مر وارثہ لانہ حر الاصل فی حقہ فیرثہ سو اگر مغرور کا لڑکا مر گیا قبل خصومت کے تو کوئی چیز اس کے باپ پر لازم نہیں ہو اسلئے منع چنانچہ مذکور ہو چکا اور میراث ولد کی اس کے والد کو ہے اس واسطے کہ ولد حر اسی ہے باپ کے حق میں تو وہ اس کا وارث ہوگا فان قتلہ ابوہ او غیرہ و قبض الاب من دیتہ قدر قیمتہ غرم الاب قیمتہ للمستحق كما لو کان حراً سو اگر ولد کو اس کے باپ نے قتل کیا یا اس کے سو کسی اور نے قتل کیا اور باپ نے اس کا خون بہا بقدر اس کی قیمت کے لیا تو تاوان دے باپ اس کی قیمت کا مستحق کو چنانچہ تاوان لازم تھا در صورت حیات ولد و لو لم یقبض شیئاً لاشیء علیہ وان قبض اقل لزمہ بقدرہ یعنی اور اگر باپ نے قتل غیر میں کچھ خون بہا نہ لیا تو اس پر کچھ تاوان نہیں اور اگر اس کا خون بہا اس کی قیمت سے کم لیا تو اس پر تاوان اس کی مقدار کے موافق لازم آئے گا کذا فی الطحاوی و ریح بہا اسے بالقیمتہ فی الصورین كما یرجع بثمنہا ولو مالکتہ علی بائعہما اور مشتری لونڈی کے بائع سے ولد کی قیمت بھر لے دونوں صورتوں میں یعنی ایک ملک اور تزوج میں جیسے لونڈی کا ثمن بائع سے بھر لے اگرچہ لونڈی مر گئی ہو یعنی اگر لونڈی مشتری کے پاس جینی پھر اس نے مستحق کو اس کی قیمت اور اس کے ولد کی قیمت کا تاوان دیا تو بائع سے اس کا ثمن اور ولد کی قیمت بھر لے و کذا لو استولد بالمشتری الثاني لکن انما یرجع المشتري الاول علی البائع الاول بالثمن فقط کما فی المواہب و غیرہ اور اسی طرح مشتری ثانی مشتری اول سے ثمن لونڈی کا اور قیمت ولد کی پھیرے لیکن مشتری اول تو بائع اول سے فقط ثمن ہی پھیرے گا نہ قیمت ولد کی کذا فی المواہب و غیرہ لا یعقر بالذی اخذ منہ المستحق للزوم باستيفاء منافعہا كما مر فی بابی المراجعة والاستحقاق مع مسائل التناقض وغالبہا مر فی متفرقات القضاء ویجوز فی الاقرار نہ پھیرے مشتری بائع سے لونڈی کا مہر مثل جو مستحق نے مشتری سے لیا بسبب لازم ہونے مہر مثل کے لونڈی کے منافع جماع کے حاصل کرنے سے چنانچہ مذکور ہو چکا باب المراجعة والاستحقاق میں تناقض کے مسائل کے ساتھ اور اکثر مسائل مذکورہ کتاب القضاء کی متفرقات میں گذر گئے اور کتاب الاقرار

میں بھی اس کا ذکر آوے گا قروغ مسائل لمحقہ شارح کے التناقض فی موضع الخفاء عنفوتناقض پوشیدگی کے مکان میں معاف ہے ہم منجملہ مواضع تحقیقہ اقرار رضائے تو اگر ایک شخص نے کہا کہ یہ میری رضیعہ ہے پھر اپنی خطا کا معترف ہوا تو اس کا دعویٰ خطا میں صحیح ہے اور بعد اس کے اس کا نکاح اس سے جائز ہے بشرطیکہ اپنے اقرار پر ثابت نہ رہے یا اقرار گواہوں سے ثابت نہ ہوا اور از انجملہ یہ کہ ورثہ نے زوجہ کی تصدیق کی اقرار زوجیت اور دفع میراث پر پھر استرجاع میراث کا دعویٰ کیا بحکم طلاق جو مانع ہے میراث کا تو دعویٰ مسموع ہے کہ ان کا عذر بواسطہ استصحاب حال زوجیت اور بھت خلفائے بزیت کے ظاہر ہے اور از انجملہ یہ ہے کہ ایک کپڑا رومال میں لپٹا کر ایسے پڑ لیا پھر جب اس کو کھولا تو پتہ لایا میرا ہے تو دعویٰ مسموع ہے یا وجود تناقض اور اس پر شہادت مقبول ہے بقول راجح مفتی یہ کذا فی الطحاوی عن حواشی الاشبہ لا تسمع الدعوی علی غریم میت دعویٰ مسموع نہیں میت کے غریم پر غریم یعنی دائن اور مدیون ہے علامہ بیری کے کلام سے یہ تبادر ہوتا ہے کہ غریم سے مراد یہاں دائن میت ہے اور جموی نے اس کو قوی کہا ہے کہ مدیون میت مراد ہے کذا فی الطحاوی الا اذا وہب جمیع مالہ لابنی وسلم لہ فانہا تسمع علیہ لکنہ زائد غریم میت پر دعویٰ مسموع نہیں مگر جب کہ میت اپنا سب مال اپنی کو ہب کرے اور اس کے قبض میں کر دے تو اس پر دعویٰ مسموع ہوگا ثلث مال پر زیادہ ہونے سے یہ استثنا منقطع ہے بزائریہ میں ہے کہ جس کے واسطے جمیع مال یا زائد علی الثلث کی وصیت ہو وہ خصم ہو سکتا ہے کذا فی الطحاوی لا یجوز للمدعی علیہ الانکار مع علمہ بالحق الا فی دعوی العیب لیبرہن فیتمکن من الرد فی الوسی اذا علم بالمدین مدعا علیہ کو جائز نہیں انکار کرنا یا وجود دریافت ہونے حق مدعی کے مگر بیع کے عیب میں انکار جائز ہے تا مدعی گواہوں سے عیب ثابت کرے تا مدعا علیہ قادر ہو اس کے پھیر دینے پر یعنی مدعا علیہ اس بیع کو اپنے بائع کو پھیر دے اور دعویٰ وصی میں انکار جائز ہے جب کہ وہ دین کو جانتا ہو علامہ ابوالسعود نے کہا کہ دونوں مسئلوں میں ظاہر و قول ہیں یعنی جواز انکار اور عدم جواز واللہ اعلم کذا فی الطحاوی لا ینحلف مع البرہان الا فی ثلث دعوی دین علی میت واستحقاق بیع ودعوی ابق قسم نہیں برہان کے ساتھ مگر تین مسئلوں میں دعوی دین میں میت پر اور استحقاق بیع میں اور دعوی عید ابق میں تمیز الاذان میں بزائریہ سے ہے کہ جس نے میت پر دین کا دعویٰ کیا اور گواہوں سے ثابت کیا تو مدعی سے قاضی بلا خواہش وصی اور وارث کے یوں قسم لے کہ واللہ میں نے دین نہیں پایا مدیون سے اور نہ کسی نے اس کی طرف سے ادا کیا اور نہ کوئی چیز اس کی میرے پاس گرو ہے اور نہ میری طرف سے کسی قابض نے کچھ قبض کیا میرے امر سے اور نہ میں نے اس کو معاف کر دیا نہ کل نہ بعض اور میں نے کسی کو اس پر حوالہ کیا انتہی اور جب کہ بیع مشتری کے پاس مستحق غیر نکلی گواہوں سے تو مستحق علیہ یعنی مشتری کو مستحق سے یوں قسم لینا جائز ہے کہ واللہ میں نے اس کو نہیں بیجا اور نہ ہب اور صدقہ کیا اور نہ یہ چیز میری ملک سے کسی وجہ سے نکلی اور دعوت ابق کی یہ صورت ہے کہ قاضی نے غلام گرختہ کو قید کیا پھر ایک شخص آیا اور اس نے اس کا دعویٰ کیا اور گواہوں سے ثابت کیا کہ وہ اس کا غلام ہے تو اس شخص سے قسم لی جائے کہ وہ غلام ہنوز اس کی ملک میں باقی ہے یا ہر پے سے اس کی ملک سے خارج نہیں ہوا پھر جب قسم کھائے تو اس کو دیا جائے اور باوجود برہان قسم اس واسطے مدعی پر لازم آئی تاکہ حکم بطلان سے محفوظ رہے اور جو عا جز ہے اپنی بھلائی سے اس کی رعایت حال ہو کذا فی الطحاوی الاقرار لایجامع البینۃ الا فی اربع وکالاتہ ووصایتہ واثبات دین علی میت واستحقاق عین من مشتری ودعوی ابق مجتمع نہیں ہوتا بینہ کے ساتھ یعنی جب مدعا علیہ نے دعویٰ کیا اقرار کا تو اب گواہ لانے کی کچھ حاجت نہیں ثبوت دعویٰ میں مگر چار صورتوں میں اقرار مجتمع ہوتا ہے گواہوں کے ساتھ وکالت میں اور وصایت میں اور دین کے اثبات میں میت پر استحقاق عین میں مشتری سے اور غلام گرختہ کے دعویٰ میں ہم یہ چار صورتیں نہیں بلکہ پانچ ہیں وکالت کی یہ صورت ہے کہ جب مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ شخص اس دین کے قبض کرنے کا ذیل ہے جو میرے اوپر ہے تو ذیل گواہ لاوے اپنی وکالت پر اس واسطے کہ اگر مدیون گواہوں کے اس کو دین دے گا تو مدعا علیہ کو ضرر ہوگا اس واسطے کہ وہ بری الذمہ نہ ہوگا اگر موکل قابض کی وکالت کا انکار کرے اور

وصایت کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے قاضی سے کہا کہ فلاں بن فلاں نے مجھ کو وصی کیا اور وہ مر گیا اور اُس کا اُس پر اتنا ہے پھر مدعا علیہ نے اُس کی تصدیق نہ کی تو قاضی اُس کی وصایت کو ثابت نہ کرے اُس کے اقرار سے جب تک وصی گواہ نہ لائے اس واسطے کہ اگر اُس کو مال دے گا تو بری الذمہ نہ ہوگا اگر میت کا وارث منکر وصایت ہو اور اثبات دین کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے بعض درتہ پر دعوی کیا کہ میرا دین میت پر ہے سو وارث نے دین کا اقرار کیا تو مدعی وارث کے حصے سے اپنا دین لے بقدر اُس کے حصے کے اور مدعی کو اختیار ہے کہ اپنے حق کے واسطے گواہ لادے تاکہ اُس کا حق تمام متروکہ سے متعلق ہو جائے اور اگر سب وارث اقرار کریں تو بھی گواہ اُس کے مقبول ہیں وارثوں کے اور دوسرے دین کے حق میں اور استحقاق عین کی یہ صورت ہے کہ مشتری نے جب کہ استحقاق کا اقرار کیا مستحق کے واسطے تو وہ ٹن پھیر نہیں سکتا پھر جب مستحق گواہ گزارنے استحقاق پر تو اب ٹن پھیرے گا بائع سے اور عنقریب مذکور ہو چکا کہ انکار مع العام جائز ہے تاکہ استرجاع پر قدرت حاصل ہو اور عبد الباق کے دعوی کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص پر دعوی کیا کہ جو غلام اُس کے پاس ہے وہ میرے پاس بھاگ آیا ہے اور اُس نے اس کا اقرار بھی کیا تو مدعا علیہ کو طلب برہان جائز ہے اس احتمال سے کہ شاید کسی اور شخص کو ملک حاصل ہو گئی غلام کے مدعی کی جانب سے کذافی الطوطاوی لا تحلیف علی حق مجہول الا فی ست اذا اتم القاضی وصی یتیم و متولی وقت ذی رہن مجہول و دعوی ترقہ و خیانہ مودع قسم لینا حق مجہول غیر معین پر نہیں مگر چھ صورتوں میں جب کہ قاضی یتیم کے وصی اور وقف کے متولی کو قسم جانے اور رہن مجہول میں اور سرقہ اور غصب اور خیانہ مودع کے دعوی میں ہم ایک شخص نے دعوی کیا کہ اُس نے میرا مال کچھ تلف کیا یا دیون نے کہا کہ میں نے کچھ دین ادا کیا مگر مجھے کو یاد نہیں کہ کتنا تھا اور مدعا علیہ سے قسم چاہی تو قاضی اُس کی طرف التفات نہ کرے تو جیسی جمالت قبول شہادت کی مانع ہے ویسی ہی استخلاف کی مانع ہے لیکن اگر قاضی کو وصی یتیم یا متولی وقف میں کچھ شبہ پڑے تو باوجود عدم دعوی حق معلوم دونوں سے قسم لے برعایت حال یتیم و وقف رہن مجہول کی یہ صورت ہے کہ راہن نے رہن مجہول کا دعوی کیا مثلاً ٹوب غیر معین کا سو مرتب نے اُس کا انکار کیا تو مرتب سے قسم لی جائے بعض علمائے نے کہا بشرطیکہ مدعی مقدار دین کو مذکور کرے بعض علمائے نے کہا کہ ان مسائل میں سماع دعوی مع الجہالت متفق علیہ ہے مگر ودیعت اور غصب اور سرقہ کے دعوی میں بیان قیمت بعض مشائخ نزدیک شرط ہے واللہ اعلم کذافی الطوطاوی ملخصاً لا یحلف المدعی اذا حلف المدعی علیہ الا فی مسئلہ فی دعوی البرقال وہی غیر بیہیم

حفظہا اشباہ وقلت وہی مالوقال المغصوب منہ کانت قیمتہ توبی مائۃ وقال الغاصب لم ادرو لکنہا لا تبلغ مائۃ صدق بیمیۃ والزم بیانہ فلو لم یبین یحلف علی الزیادۃ ثم یحلف المغصوب منہ ایضاً ان قیمتہ مائۃ ولو ظہر غیر الغاصب بین اخذہ او قیمتہ فلیحفظ مدعی قسم نہ کھائے جب کہ مدعا علیہ قسم کھا چکے مگر ایک مسئلے میں جو بجز الراق کی کتاب الدعوی میں مذکور ہے قسم سے مدعی پر صاحب بمرنے کہا اور وہ مسئلہ عجیب ہے اُس کا یاد رکھنا واجب ہے کذافی الاشباہ میں کتا ہوں اور مسئلہ مذکور یہ ہے کہ اگر مغصوب منہ نے کہا کہ میرے کپڑے کی قیمت تنو حق اور غاصب نے کہا کہ میں اس کو نہیں جانتا لیکن اُس کی قیمت سو تک نہ پہنچی تھی تو غاصب کی تصدیق ہوگی اُس کی قسم کھانے کے ساتھ اور اُس پر بیان قیمت لازم کیا جائے گا سو اگر وہ قیمت نہ بیان کرے تو زیادت پر قسم کھائے یعنی یوں کہے واللہ اُس کی قیمت سو درم نہ تھی پھر مغصوب منہ سے بھی قسم لی جائے کہ اُس کی قیمت سو درم تھی اور اگر ٹوب مغصوب بعد اس کے ظاہر ہو تو غاصب کو اختیار ہوگا چاہے وہ کپڑے یعنی بعض درہم مدفعہ چاہے اُس کی قیمت لے تو اُس کو یاد رکھنا چاہیے ہم اگر مدعی قسم کھائے کہ واللہ اُس کی قیمت سو درم تھی تو غاصب سے سو درم لے گا اور غاصب خواہ قسم کھائے یا نہ کھائے تو مغصوب منہ کا مدعا ثابت نہ ہوگا جب تک مدعی مغصوب منہ قسم نہ کھائے کذافی الطوطاوی ۔

# کتاب الاقرار

یہ کتاب ہے اقرار کے احکام میں مقرر کیا گیا ہے کہ اقرار کا حکم ہے قال اللہ تعالیٰ (ولم یسل الذی علیہ الحق) فرمایا حق تعالیٰ نے چاہیے کہ اقرار کرے وہ شخص جس پر حق ثابت ہے تو اگر اقرار قبول نہ ہوتا تو اقرار کا کچھ فائدہ نہ تھا اور حدیث اور اجماع سے ثابت ہے کہ اقرار حجت ہے اپنی ذات کے حق میں مناسبتہ ان المدعی علیہ امانتاً او مقدر ہو اقرار لغتہ الصدق مناسبت کتاب الاقرار کی کتاب الدعوی سے یہ ہے کہ مدعا علیہ یا منکر دعوی مدعی ہے یا مقرر اور وہ یعنی اقرار حق قریب تر بحال مسلم ہے بواسطہ غلبہ صدق یعنی مدعی کا صدق اپنے دعویٰ میں اور مقرر کا صدق اپنے اقرار میں اس واسطے کہ عاقل اپنی ذات پر کاذب اقرار نہیں کرتا جس میں اس پر یا اس کے مال پر ضرر ہو تو حجت صدق فی حق نفسہ راجح ہے بسبب عدم ہمت کے اور کمال ولایت کے بخلاف اس اقرار کے جو غیر شخص کے حق میں کرے ہونے والا اثبات يقال قرأ الشیء اذا ثبت وہ یعنی اقرار لغت میں معنی اثبات ہے عرب بولتے ہیں قرأ شئ معنی کتب شئ ثابت اور مستقر ہو و شرعاً اخبار حق علیہ للغير من وجہ النشأ من وجہ قید لعلیہ لانہ لو کان لنفسہ یكون دعوی لا اقراراً اور اصطلاح شرع میں اقرار عبارت ہے غیر شخص کے اس حق کی خبر دینے سے جو مقرر پر ثابت اور لازم ہے اقرار اخبار ہے ایک راہ سے اور انشا ہے دوسری راہ سے مصنف نے اقرار کو بلفظ علیہ جو مفید مقرر ہے مقید کیا اس واسطے کہ اپنی ذات کے حق کے واسطے اگر اخبار ہو تو وہ دعوی ہو گا نہ اقرار اور اگر غیر کے حق کا اخبار ہو غیر شخص پر تو وہ شہادت ہے ثم فرع علی کل من الشبہین پھر مصنف نے تفریح کی دونوں شبہوں پر ہم یعنی چونکہ اقرار اخبار اور انشاء دونوں کے مشابہت ہذا بعض جزئیات اقرار میں اخبار کا حکم دیا گیا اور بعضہ جزئیات میں انشا کا حکم دیا گیا فللوجہ الاول وہو الاخبار صح اقرارہ بمال مملوک للغير مدتی اقربیک للغير ملزمہ تسلیم الی المقر او املکہ برتہ من الزمان لئلا ذہ علی نفسہ ولو کان انشاء لما صح لعدم وجود الملک تو باعتبار وجہ اول یعنی اخبار کے صحیح ہے اقرار مقرر کا غیر شخص کے مال مملوک کا اور جب کہ اس نے ملک غیر کا اقرار کیا تو اس کو تسلیم کرنا اس مال کا مقررہ کو لازم ہو گا جب کہ مقرر اس مال کا مالک مدت بھی مالک ہو بسبب نافذ ہونے اقرار کے اپنی ذات پر اور اگر اقرار انشاء ہوتا تو صحیح نہ ہوتا بسبب نہ موجود ہونے ملک کے یعنی اقرار کے وقت مقرر اس مال کا مالک نہ تھا کہ اقرار صحیح ہوتا مثلاً زید نے اقرار کیا کہ یہ غلام خالد کا ہے پھر زید اس کا مالک ہو کسی وقت میں تو اس پر لازم ہو گا کہ غلام خالد کو تسلیم کرے معنی ابو السعود نے کہا کہ اس مسئلے سے نکلتا ہے کہ اگر ایک شخص نے ایک چیز کا دعویٰ کیا غیر کے قبضے میں پھر ایک شخص نے اس کی گواہی دی اور کسی وجہ سے مقبول نہ ہوئی تو شاید اس چیز کا مالک ہو تو اس کو تسلیم الی المدعی کا حکم ہو گا فی الاشبہ اقر تجزئہ عبد ثم شرعاً علیہ ولا یرجع بالثمن او بوقیۃ وارث ثم شرعاً اور شہادت وقتاً مواخذة لہ بزعمہ اور اشباہ میں ہے کہ ایک غلام کی آزادی کا اقرار کیا پھر اس کو خرید کیا تو وہ غلام اس پر آزاد ہو جائے گا اور اس کا ثمن بائع سے نہ پھر لے سکے گا یا ایک گھر کے وقف ہونے کا اقرار کیا پھر اس کو خرید لیا یا اس کا وارث ہوا تو وہ گھر وقف ہو جائے گا۔ اس کے زعم پر مواخذہ کر کے مروج میں اس واسطے نہ ہو گا کہ اقرار فقط مقرر پر حجت ہوتا ہے نہ غیر پر ولا یصح اقرارہ بطلاق و عتاق مکرراً ولو کان انشاء صح لعدم التخلف اور صحیح نہیں اس کا اقرار بطلاق و عتاق کا زبردستی سے اور اگر اقرار انشاء ہوتا تو صحیح ہوتا بحجت عدم تخلف کے مطلقاً اور عتاق کا اقرار ازراہ

ملہ ایک نسخے میں اس کے بعد فقال ہے ۱۲

راہ زبردستی اس واسطے صحیح نہیں کہ دلیل کذب یعنی اگر وہ موجود ہے اور اقرار اخبار ہے احتمال رکھتا ہے صدق اور کذب کا تو اس کے مدلول لفظی وضعی کا تخلف لفظ سے جائز ہے اور اگر انشاء ہوتا تو تخلف صحیح نہ ہوتا اس واسطے کہ انشاء میں مدلول لفظی وضعی کا تخلف ممکن ہے وصح اقرار العبد الماذون بعین فی یدہ والمسلم بخبر وبتصرف دارہ متشاعا والمراۃ بالزوجیۃ من غیر شہود ولو کان انشاء لاصح اور صحیح ہے اقرار عبد ماذون کا اس عین میں جو اس کے پاس ہے اور مسلم کا اقرار صحیح ہے شراب میں اور اپنے گھر میں نصف مشاع کا اقرار صحیح ہے اور زوجیت کا اقرار عودت کی جانب سے بلا شہود صحیح ہے اور اگر اقرار انشاء ہوتا تو مسائل مذکورہ میں صحیح نہ ہوتا مگر در صورت انشاء ہونے کے عبد ماذون کا اقرار اس واسطے صحیح نہ ہوتا کہ اس کا اقرار تبرع ہوتا اس کی جانب سے اور عبد لائق تبرع کے نہیں اور حیب مسلم نے شراب کا اقرار کیا تو اس کو حکم ہو گا کہ مقررہ کو تسلیم کرے اور اگر انشاء ہوتا اقرار تو لازم آتی تملیک شراب کی جانب سے اور حالانکہ مسلم نے شراب کا مالک ہو سکتا ہے نہ غیر کو مالک کر سکتا ہے اور نصف و ارشاع کا اقرار صحیح ہو بسبب اس کے اخبار ہونے کے اور اگر انشاء ہوتا تو یہ مشاع ہوتا اور یہ مشاع قابل تمت تمام نہیں ہوتا باوجود قبض کے بھی اور ایسے زوجیت کا اقرار اخبار ہونے کی جہت سے صحیح ہوا ورنہ بلا شہود صحیح نہ ہوتا ولا یشتمع دعواہ علیہ بانہ اقرہ بشئ معین بناء علی الاقرار لہ بذلک یعنی لانا اخبار محتمل الکذب جتہ لواقرا کا ذبا لم یحل لسلان الاقرار لیس سببا للملک نعم لو سلمہ برضاہ کان ابتداء بہتہ و ہوا لا وجہ بزاتیہ اور مسومع نہیں دعویٰ مقررہ کا اس طرح کہ اس نے اس کے واسطے شئے معین کا اقرار کیا بنا بر اس اقرار کے اسی قول کا فتویٰ ہے اس واسطے کہ اقرار محتمل کذب کا ہے یہاں تک کہ اگر بھوٹا اقرار کرے تو مقررہ کو وہ چیز حلال نہیں یعنی اس کو زبردستی لینا باعتبار دیانت کے جائز نہیں اس واسطے کہ اقرار ملک ہونے کا سبب نہیں ہاں اگر مقرانی خوشی مقررہ کو وہ چیز تسلیم کرے تو اب یہ ابتداء بہتہ مٹھڑے کا اور یہی قول ادبہ اور مل تر ہے کذانی البرازیۃ الا ان یقول فی دعواہ ہو ملکی و اقرنی بہ او یقول لی علیہ کذا و کذا اقربہ فتمسح اجماعا لانا لہ یجعل الاقرار سببا للوجوب مگر یہ کہ مدعی اپنے دعویٰ میں یوں کہے وہ شئے میری ملک ہے اور مدعا علیہ نے اس کا اقرار بھی کیا ہے میرے واسطے یا یوں کہے کہ میرا اس پر اتنا ہے اور اسی طرح اس نے اقرار بھی کیا ہے تو اب دعویٰ مسومع ہو گا بالاتفاق اس واسطے کہ مدعی نے اقرار کو وجوب ملک کا سبب نہیں مٹھڑا یا تم لو انکر الاقرار بل یحلف الفتویٰ انہ لا یحلف علی الاقرار بل علی المال پھر بعد دعویٰ ملک اور اقرار کے اگر مدعا علیہ اپنے اقرار کرنے کا منکر ہو تو کیا اس سے قسم لی جائے گی یا نہیں فتویٰ یہ ہے کہ اس سے اقرار پر قسم نہ لی جائے گی بلکہ مدعا بہ پر قسم لی جائے و اما دعویٰ الاقرار فی الدفع فتمسح عند العامة اور اقرار کا دعویٰ تو دفع میں جمہور فقہاء کے نزدیک مسومع ہے یعنی اگر مدعا علیہ نے گواہ قائم کئے کہ مدعی نے اقرار کیا ہے کہ اس کا حق جانب مدعا علیہ کچھ نہیں یا عین مدعا بہ مدعا علیہ کی ملک ہے تو دعویٰ مسومع اور اگر گواہ مقبول ہیں وللو وجہ الثانی وہو الانشاء لو رد المقرہ اقرارہ ثم قبل لاصح ولو کان اخبارا لاصح اور باعتبار وجہ ثانی یعنی اقرار کے انشاء ہونے اگر مقررہ نے مقر کا اقرار رد کیا بعد اس کے قبول کیا تو صحیح نہیں اور اگر اقرار اخبار ہوتا تو صحیح ہوتا مگر اقرار بعد رد کے وہاں صحیح نہیں جہاں اقرار رد ہوجاتا ہے رد کہ دینے سے چنانچہ بہتہ وغیرہ اور جو چیز رد کہ دینے سے رد نہیں ہوتی چنانچہ رقب اور نسب تو اس میں اگر اقرار کرے گا اور بعد رد کرنے کے مقررہ اس کا دعویٰ کرے گا تو مقبول ہے اور عقود لازمہ مانند نکاح رد نہیں ہوتے رد کرنے سے تو اگر مرد نے عودت سے کہا کہ میں نے تجھے کل نکاح کیا عودت نے کہا کہ نہیں پھر کہ ہاں اور مرد بولا کہ نہیں تو مرد کو نکاح لازم ہو گا اس واسطے کہ مرد کا اقرار باطل نہیں ہوتا اس لئے کہ نکاح عقد لازم ہے کہ مجبور انکار احد الزوجین کے باطل نہیں ہوتا تو عودت کی تصدیق بعد کذب کے صحیح ہے تو نکاح ثابت ہو گا اور مرد کا انکار بعد اقرار کے معتبر نہ ہو گا کذا فی الطحاوی و ما یجوز فلا یرتد بالرد اور بعد قبول کرنے کے تو اقرار رد نہیں ہوتا رد دینے سے ولو اعدا المقر اقرارہ فصدقہ لزمہ لامہ الاقرار اخر اور اگر مقرر نے دوبارہ اقرار کیا بعد رد کرنے کے سو مقررہ نے اس کی تصدیق کی تو اس کو لازم ہو گا اس واسطے کہ یہ دوسرا اقرار ہے جس کی تصدیق ہوئی اور اقرار مرد و و اور تھا

ثم لو اقر اقراره الثاني لا يحلف ولا تقبل عليه بنية قال البهائم والاشبه قبولها واعتمده ابن الشحنة واقره الشربلاني پھر اگر مقرر نے اپنے اقرار ثانی کا اذکار کیا تو اس سے قسم نہ لی جائے گی اور مقررہ کے گواہ اس پر مقبول نہ ہوں گے قاضی بدیع استاد صاحب قنیہ نے کہا اور اشیہ بقواعد فقہ قبول بنية ہے اور ابن شحنة شارح رہبائیہ نے اس پر اعتماد کیا ہے اور شربلانی نے اس قول کو ثابت رکھا ہے والملک الثابت به بالاقرار لا يطهر في حق الزوائد المستحقة فلا يملكها المقر له ولو اجار الملكها او جوار ملكا اقراره ثابت ہے ظاہر نہیں ہوتی زوائد مستحکہ کے حق میں تو زوائد مذکورہ کا مقررہ مالک نہ ہوگا اور اگر اقرار اجارہ ہوتا تو ان کا مالک ہوتا مثلاً زید نے کہا کہ یہ باغ خالد کا ہے اور پھر اس کے باغ کے تیار تھے سو اس نے توڑے اور اپنے تصرف میں لایا تو تو زید پر اس کا ضمان لازم نہ ہوگا کیونکہ اس صورت میں اقرار انشاء ہے گویا اس نے فی الحال خالد کو مالک کیا اقرار حرمکلف يقطن طائفاً او عهداً وصبي او محتوه ما ذون لهم ان اقر واجارة او اقر بحجره وقود والاف بعد عتقه ونام وضمنی علیہ کیجنون وسببی السكران والمکره بحق معلوم او مجبول صلح حق معلوم یا مجبول کا اقرار کیا آزاد بالغ عاقل بیدار نے اپنی خوشی سے یا عبد ما ذون یا صغیر ما ذون یا محتوه ما ذون نے اقرار کیا بشرطیکہ ما ذونین کا اقرار متعلق بسوداگری ہو تو صلح ہے جیسے عبد مجبور غیر ما ذون کا اقرار حد اور قصاص میں صلح ہے اگر عبد مجبور کا اقرار مال کا ہونہ حد اور قصاص کا تو بعد عتق کے صلح ہوگا یعنی اس کا مواخذہ بعد اس کے آزادی کے ہوگا اور سوتا آدمی اور منعی علیہ مجنون کے مانند ہے جس کا اقرار صلح نہیں اور مست کا اقرار آگے مذکور ہوگا اور مکرہ کا اقرار عنقریب مذکور ہو چکا کہ طلاق اور عتاق میں بھی زبردستی کا اقرار صلح نہیں م عہد اور صغیر اور محتوه ما ذونین کا اقرار مال میں صلح ہے اس واسطے کہ یہ ضروریات تجارت سے ہے اور اگر ان کا اقرار صلح نہ ہو تو کوئی شخص ان سے معاملہ نہ کرے تو جو امر متعلق تجارت ہے وہ اذن میں داخل ہے چنانچہ دیون اور عوارض اور مضاربات اور غصب اور جوار متعلق تجارت نہیں چنانچہ مہر اور خیانت اور ضمانت اس میں ان کا اقرار صلح نہیں کذا فی الطحاوی لان جهالة المقر به لا تقض الا اذا بین سبباً تقضه الجهالة کیسب و اجارة اقرار حق مجبول کا اس واسطے صلح ہو کہ جہالت مقر بہ کی مقرر نہیں کرتی مگر جب کہ مقر ایسا سبب بیان کرے جس کو جہالت ضرر کرتی ہے چنانچہ بیع اور اجارہ اقرار مجبول اس واسطے صلح ہوگا کہ گاہے مقرر حق مجبول لازم آجاتا ہے اس طرح کہ اس نے کچھ مال تلف کر ڈالا جس کی قیمت اس کو معلوم نہیں مال بیع اور اجارہ کی جہالت البتہ مضرب ہے مثلاً اقرار کیا کہ اس نے فلا نے سے کوئی چیز بیع کی یا اجارہ رکھی یا کوئی چیز خریدی تو اقرار صلح نہیں اور مقرر جبر نہ ہوگا تسلیم کا و اما جهالة المقر فنقض كقوله علی احدنا فك الف درهم لجهالة المقضی علیه الا اذا جمع بن عبده ولفسه فیصلح اور اقرار کرنے والے کی جہالت تو مضرب ہے چنانچہ مقرر کا یوں کہنا کہ ہم لوگوں میں سے ایک شخص پر ہزار درہم تیرے ہیں بسبب نہ معلوم ہونے اس شخص کے جس پر ہزار درہم کا حکم کیا جائے مگر جب کہ مقرر اپنے غلام اور اپنی ذات کو جمع کرے تو ایسی جہالت مقرر کی صلح ہے مثلاً ایک شخص نے یوں اقرار کیا کہ تیرے پانچ درہم ہیں مجھ پر یا میرے غلام پر تو صلح ہے اس واسطے کہ بہر صورت مولے پر مطالبہ متوجہ ہوگا نہ غلام پر و کذا نقض جهالة المقر ان محشت کو احد من الناس علی کذا اور اسی طرح مقررہ کی جہالت ضرر کرتی ہے اگر جہالت فاحش اور کثیر ہو چنانچہ یوں اقرار کرنا کہ لوگوں میں سے ایک شخص کا مجھ پر اتنا مال ہے والا لاکلا احد نذین علی کذا فیصلح ولا یجبر علی البیان لجهالة المدعی بجز نقد فی الدرر وکن باختصار محل کا ہینہ غری زیادہ اور اگر مقررہ کی جہالت فاحش نہ ہو تو ضرر نہیں کرتی چنانچہ باقرار کہ ان شخصوں میں سے ایک شخص کا میرے اور پرتا ہے تو صلح ہے اور مقرر جبر نہ کیا جائے گا بیان کرنے پر سبب مجبول ہونے مدعی کے کذا فی البحر اور اس کو در میں نقل کیا ہے لیکن باختصار محل چنانچہ غری زیادہ نے بیان کیا ہے م مثال مذکور میں اس واسطے اقرار صلح ہو کہ صاحب حق باہر نہیں دو شخصوں سے اور ایسی صورت میں امر ہوگا یاد کرنے کا اس واسطے کہ صاحب حق کو گاہے مقرر مجبول بھی جاتا ہے صاحب درہم کی نقل میں محل یہ واقع ہو کہ اس نے جبر علی البیان ذکر کیا ہے اور غری زاد

کا حامل بیان یہ ہے کہ مقرب پر جبر اس صورت میں ہے جب کہ مقرب مجبور ہو کہ مقررہ کی جہالت میں اس واسطے کہ جبر ہوتا ہے صاحب حق کے واسطے اور وہ یہاں مجبور ہے کذا فی الطحاوی ولزمہ بیان ماہل کثرتی بذی قیمتہ کفلس وجوزہ لابالاقیمتہ کہ حجۃ حنظہ وصدیقہ وصبی حر لاند رجوع فلاصح اور مقرر کو لازم ہوگا کہ اس مقرب کا بیان کہ جس کو اس نے مجبور بیان کیا مانند شے اور حق کے بیان چاہیے قیمت والی چیز سے چنانچہ پیسا اور اخروٹ نہ اس چیز سے جس کی کچھ قیمت نہیں چنانچہ ایک دانہ گھیوں کا اور مردار کی کھال اور صغیر آزاد اس واسطے کہ بلا قیمت چیز کا بیان کرنا رجوع سے اقرار سے تو صحیح نہ ہوگا مگر جب کہ مقرر نے حق مجبور کا اقرار اس طرح کیا کہ زید کی مجھ پر کچھ چیز ہے یا حق تو اس پر بیان لازم ہے قیمت دار چیز سے نہ بلا قیمت سے زلیعی میں ہے کہ اگر مقرر نے یوں بیان کیا کہ میں نے حق سے حق اسلام کا ارادہ کیا تو اس کی تصدیق نہ ہوگی اس واسطے کہ اس کو عرف میں حق نہیں بولتے اور یہی حق لائق اعتماد کے ہے و

**القول للمقرر حلفہ لانه المنکر ان ادعی المقر له اکثر منہ ولا ینتہ** اور مقرر کا قول مقبول ہے اس کی قسم کے ساتھ اس واسطے کہ وہ منکر ہے زیادت کا اگر مقرر اس کے بیان کرنے سے زیادہ تر کا دعویٰ کرے اور اس کے گواہ نہ ہوں ولا ینتہ فی اقل من درہم فی علی مال اور تصدیق نہ ہوگی مقرب کی ایک درہم سے کمتر میں اس اقرار میں کہ میرے اوپر مال ہے یعنی اس واسطے کہ درہم سے کمتر کو عرف میں مال شمار نہیں کرتے ومن النصاب

اے نصاب الزکوٰۃ فی الاصح اختیار وقیل ان المقر فقیر فنصاب السرقة ورجح فی مال عظیم لو بدین من الذہب والفضة اور اگر مقرر نے اقرار کیا کہ مجھ پر مال عظیم ہے سونے یا چاندی سے نصاب یعنی نصاب زکوٰۃ سے کمتر کے بیان میں اس کی تصدیق نہ ہو کذا فی الاختیار اور بعضوں نے کہا اگر مقرر محتاج ہے تو نصاب سرقت سے کمتر میں تصدیق نہ ہوگی اور اس قول کی بھی تصدیق ہوئی ہے م نصاب زکوٰۃ کو مال عظیم اس واسطے قرار دیا کہ نصاب عظیم ہے شرعاً لہذا صاحب نصاب کو غنی قرار دیا اور مواسات فقرا اس پر واجب ہوگی اور عرف میں بھی اس کو غنی کہتے ہیں ومن خمس وعشرین من الال لانا ادنی نصاب یؤخذ من جنسہ اور پچیس اونٹ سے کمتر میں اس کی تصدیق نہ ہوگی اور یوں بولا کہ مجھ پر مال عظیم ہے اونٹوں سے اس واسطے کہ پچیس اونٹ کمتر نصاب ہے جو اونٹ کی جنس سے لی جاتی ہے م یہ جواب ہے اس سوال کا کہ اونٹ کی کمتر نصاب پانچ اونٹ میں جس میں ایک بکری لی جاتی ہے حاصل جواب یہ ہے کہ پچیس سے کمتر میں زکوٰۃ ہم نصاب نہیں لی جاتی ان پچیس سے ایک اونٹ لیا جاتا ہے تو باعتبار اخذ جانس پچیس ہی ادناے نصاب ٹھہری ومن قدر النصاب قیمتیہ فی غیر مال الزکوٰۃ اور مقدار نصاب کی قیمت سے کمتر میں تصدیق نہ ہوگی غیر مال زکوٰۃ میں م یعنی جس مال میں زکوٰۃ واجب نہیں اس کو مال عظیم کے بیان میں ذکر کیا اس طرح کچھ پر مال عظیم ہے ثیاب اور کتب سے تو یہاں نصاب باعتبار قیمت کے معتبر ہوگی یعنی اگر اس نے آٹھ ثیاب یا اتنی کتابیں ذکر کیں جن کی قیمت دو سو درہم چاندی یا سات مثقال سونا نہیں تو اس کی تصدیق نہ ہوگی ومن ثلثۃ نصاب فی اموال عظام ولو فسره غیر مال زکوٰۃ اعتبر قیمتیہا کمرا ورتین نصابوں سے کمتر میں تصدیق نہ ہوگی اس قول میں کہ علی اموال عظام یعنی مجھ پر بڑے مال ہیں اگر اموال عظام کی تفسیر غیر مال زکوٰۃ یعنی ثیاب وغیر ہا سے کرے گا تو تین نصابوں کی قیمت معتبر ہوگی چنانچہ ابھی مذکور ہو چکا م اموال عظام میں تین نصابیں اس واسطے معتبر ہوئیں کہ تین اول جمع ہیں و فی درہم ثلثۃ اور درہم میں تین درہم سے کمتر میں تصدیق نہ ہوگی یعنی اگر یوں اقرار کیا کہ مجھ پر درہم ہیں تو تین درہم سے کمتر میں تصدیق نہ ہوگی بدلیل گذشتہ و فی درہم او دنایر او ثیاب کثیرہ عشرۃ لانا نہایہ اسم الجمع اور اس اقرار میں کہ مجھ پر درہم کثیرہ یا دنایر کثیرہ یا ثیاب کثیرہ ہیں دس درہم یا دس دینار یا دس کپڑے لازم ہوں گے اس واسطے کہ دس منٹائے اسم جمع ہے تو وہ ہی اکثر ٹھہرا باعتبار لفظ کے م عشرہ نہایت جمع قلت کی ہے نہ جمع کثرت کی تو اگر شارح یوں کہتا (لانہ اقل مدلول جمع اکثر) تو بہتر ہوتا اور یہ مبنی ہے احد القولین پر کذا فی الطحاوی و کذا درہم علی المعتاد اور اس اقرار میں کہ علی کذا درہم ایک درہم لازم ہوگا بقول معتد ولو خفضہ لزمہ ما تہ درہم اور درہم کو بعد لفظ کذا کے مفسور کہا

اس لئے کہ دس جمع کثرت کی مصداق کا اور نہ مرتبہ ہے ۱۲



اس طرح کہ علی کذا دریم تو سو دریم لازم ہوں گے ورنہ دریم اور دریم عظیم دریم والمعتبر الوزن المتعاد الابحۃ زطعی اور اس اقرار میں کہ علی دریم بلفظ تصغیر یا یوں کہا کہ علی دریم عظیم ایک دریم لازم ہوگا اور دریم کا وزن وہ معتبر ہے جو اس شہ میں راجع اور متعاد ہو مگر محبت سے البتہ غیر متعاد معتبر ہوگا کذا فی الزیلعی م یعنی تصغیر اور عظیم میں پورا دریم باعتبار وزن کے معتبر ہے نہ کم نہ زیادہ و کذا کذا دریم ہا احد عشر اور اس اقرار میں کہ علی کذا کذا دریم ہا گیارہ دریم لازم ہیں م اس واسطے کہ وہ عدد مہم بغیر حرف عطف کے مقرر نہ مذکور کئے اور اس طرح کا اقل عدد مفسر احد عشر ہے اور اکثر تسعہ عشر اور اقل بلا بیان لازم ہے اور زیادتی اس کی بیان پر موقوف ہے کذا فی المنع و کذا و کذا احد وعشرون لان نظیرہ بالواحد وعشرون اور اس اقرار میں کہ علی کذا کذا دریم ہا مقرر پر اکیس دریم لازم ہیں اس واسطے کہ اس عدد مہم کا مانند عدد مفسر سے واو کے ساتھ احد وعشرون ہے م اگر شارح یوں کہتا لانا اقل نظیرہ تو بہتر ہوتا کذا فی الخطاوی و لو قلت بلا و اوفی احد عشر اذ لا نظیرہ نخل علی التکرار اور اگر لفظ کذا کو مقررین یا ربوب لا بدون واو کے اس طرح کہ علی کذا کذا کذا تو واحد عشر یعنی گیارہ لازم ہیں اور اس عدد مہم کا مفسر کوئی مانند نہیں تو تیسرا لفظ تکرار پر محمول ہوا و مئتا واحد وعشرون اور اگر کذا کا لفظ تین یا ربوب لا واو کے ساتھ اس طرح کہ علی کذا کذا کذا تو مائت واحد وعشرون لازم ہیں یعنی ایک سو اکیس م اس واسطے کہ اقل تعبیر تین عدد کی واو کے ساتھ مائت واحد وعشرون ہے کذا فی الدرر والربح مع الواو زید الف اور کذا کا لفظ چار بار بولا واو کے ساتھ اس طرح کہ علی کذا کذا کذا کذا تو عدد سابق پر مائت واحد وعشرون ہے اس واسطے کہ الف و مائت واحد وعشرون یعنی گیارہ ہزار ایک سو اکیس لازم ہوں گے اس واسطے کہ یہی اس کا نظیر ہے عدد مفسر سے کذا فی الدرر و لو خمس زید عشرة آلاف اور اگر پانچ بار کذا کا لفظ بولا اس طرح کہ علی کذا کذا کذا کذا کذا تو عدد سابق پر عشرة آلاف زیادہ ہوں گے اس طرح کہ عشرة آلاف والف و مائت واحد وعشرون یعنی گیارہ ہزار ایک سو اکیس و لو سدس زید مائت الف اور اگر لفظ کذا چھ بار بولا تو عدد سابق پر مائت الف زیادہ ہوگا اس طرح کہ مائت الف و عشرة آلاف والف و مائت واحد وعشرون یعنی ایک لاکھ گیارہ ہزار ایک سو اکیس لازم ہوں گے و لو سبع زید الف الف اور اگر لفظ کذا سات بار بولا تو عدد سابق پر الف الف زیادہ ہوگا اس طرح کہ الف الف و مائت الف و عشرة آلاف والف و مائت واحد وعشرون یعنی گیارہ لاکھ گیارہ ہزار ایک سو اکیس و کذا باعتبار نظیرہ ابدأ اور اسی طرح عدد مہم کا نظیر عدد مفسر سے ہمیشہ غیر متناہی معتبر ہوگا و لو قال علی اولہ قبلی ہذا اقرار بدین لان علی للایجاب و قبلی للضمان غالباً اور بولا کہ علی یعنی اس کا مجھ پر یا یوں بولا کہ نہ قبلی یعنی اس کا میری جانب تو یہ قول دین کا اقرار ہے اس واسطے کہ لفظ علی ایجاب کے واسطے ہے اور لفظ قبلی ضمان کے واسطے غالباً مستقل ہے م قول اول اس واسطے دین کا اقرار ہوا کہ علی ایجاب میں مستقل ہوتا ہے اور محل ایجاب ذمہ ہے اور ذمہ میں دین ثابت ہوتا ہے علی لمود قبلی کا لفظ اگرچہ ایجاب اور امانت دونوں میں مستقل ہوتا ہے لیکن ایجاب میں اس کا استعمال غالب ہے اور مطابق غالب الاستعمال کی طرف منحرف ہوتا ہے کذا فی الاتقان و صدق ان وصل بہم و ولعیۃ لانه یجوز مجازاً اور اس کی تصدیق ہوگی اگر اس نے اس کلام سے ہو و ولعیۃ کو ملایا اس واسطے کہ لفظ علی اور قبلی کا مجازاً و ولعیۃ کا بھی احتمال رکھتا ہے م اس واسطے کہ علی اور قبلی سے وجوب پیدا ہوتا ہے اور وجوب و ولعیۃ میں بھی متحقق ہے اس واسطے کہ و ولعیۃ کا لفظ واجب ہے اور قبلی کا استعمال معلوم ہو چکا کہ امانت میں بھی ہوتا ہے وان فصل لا یصدق لتقرره بالسکوت اور اگر ہو و ولعیۃ کو علی یا قبلی سے جدا کیا تو اس کی تصدیق نہ ہوگی بسبب ثابت ہونے دین کے سکوت بین الکلامین سے عندی او معنی او فی بیٹی او فی کسی او فی صندوقی اقرباً امانتہ عملاً بالعرف اور لفظ عندی یا معنی یا فی بیٹی یا فی کسی یا فی صندوقی اس کا اقرار ہے کہ وہ چیز امانت سے عرف پر عمل کرنے سے یعنی اس کی چیز میرے نزدیک ہے یا میرے ساتھ یا میری کوٹھڑی میں یا میری تھیلی میں یا میرے صندوق میں ہے جمع مالی او مالک لہ اولہ من مالی او من ولای کذا نہ ہوتے

۱۲ سے کیونکہ اکیس اس کی ادنیٰ سے نظیر ہے ۱۳

لا اقرار اگر بولا کہ میرا سب مال اس کا ہے یا جس کا میں مالک ہوں اس کا ہے اور میرے مال سے یا میرے درہم سے اس کے اتنے ہیں تو یہ قول بہرے نہ اقرار و لو غیر یعنی مالی اور یعنی درہم کا اقرار بالشکرۃ اور اگر یوں تعبیر کی کہ میرے مال میں یا میرے درہم میں اس کا اتنا ہے تو یہ شرکت کا اقرار ہے فلا بد لصحة التبعة من التسليم بخلاف الاقرار تو ضرور ہے بہرے صحیح ہونے کے واسطے تسلیم جمع مال میں بخلاف اقرار کے کہ اس کی صحت کے لئے تسلیم ضرور نہیں مگر جمع مالی لہ یا مالک لہ بہرے ٹھہرانہ اقرار تو اگر بعد اس قول کے اس نے اپنا سب مال اس کو دے دیا تو بہرے صحیح ہوگا والا غیر صحیح والاصل التبعی اضاف المقرب الی ملک کان ہبہ اور قاعدہ کلیہ یہاں یہ ہے کہ جب مقر نے مقرب کو اپنی ملک کی طرف مضاف اور منسوب کیا تو وہ بہرے ہوگا اس واسطے کہ اپنی ذات کی طرف نسبت کرنا اس کے منافی ہے کہ اس کو محل کیجئے اقرار پر کہ وہ اجارہ ہے نہ انشا پھر جب انشا ہوا تو قول مذکور بہرے ہو گیا تو اس میں وہ شرط ہوگی جو بہرے میں شرط ہے اگر اس کو اپنی ذات کی طرف مضاف نہ کیا مثلاً یوں کہا کہ ہذا المال لفلان یعنی یہ مال فلان نے شخص کا ہے تو یہ اقرار ہے نہ بہرے ولا یرد مافی التبعی لانھا اضافة نسبت لملک اور قاعدہ مذکورہ پر اعتراض وارد نہ ہوگا مافی التبعی کا اس واسطے کہ یہ نسبت اضافة ہے نہ ملک مائل اعتراض یہ ہے کہ مافی التبعی میں اضافة بیت کی مقر کی طرف موجود ہے اور باوجود اس کے یہ اقرار ہے نہ بہرے خلاصہ جواب یہ ہے کہ یہ ملک مقر کی اضافة ملک نہیں بلکہ نسبت کی طرح اضافة ہے چنانچہ لکنو کا مثلاً رہنے والا کہے کہ لکنو میرا شہر ہے تو یہ سکونت شہر کی اضافة ہے نہ ملک کی والا ارض التی حدودہا کذا لطف فلان فانہ ہبہ وان لم یقبضہ لانہ فی یدہ الا ان یكون مما یحتمل القسمة فی شرط قبضہ معزز انتہی للاضافة تقدیر بدلیل قول المصنف اقر لا خز معین ولم یقبضہ کن من المعلوم کثیر من الناس انہ ملک نفل یكون اقرار او تملیک فیغنی الثانی فی ارضی ذیہ شرائط التملیک فزاجہ اور نہ اعتراض وارد ہوگا قاعدہ مذکورہ پر اس قول کا کہ جس زمین کی ایسی حدیں ہیں وہ میرے فلان نے طفل کی ہے اس واسطے کہ یہ قول بہرے اگر بچہ طفل نے اس پر قبضہ نہ کیا ہو اس واسطے کہ طفل صغیر باپ کے پاس ہے تو باپ کا قبضہ بعینہ صغیر کا قبضہ ہے مگر یہ کہ موہوب اس قسم سے جو جس میں قسمت کا احتمال ہے یعنی اور باپ صغیر کو اس میں سے بعض بہرے نہ سب تو اس کا جدا گانہ قبضہ شرط ہوگا انتہی الاعتراض اس واسطے زمین مذکورہ کا اعتراض وارد نہ ہوگا کہ اضافة زمین کی مشکم کی طرف تقدیری ہے مصنف کے اس قول کی دلیل سے کہ دوسرے شخص کے واسطے شے معین کا اقرار کیا اس شے کو اپنی طرف مضاف نہ کیا لیکن اکثر لوگوں کو معلوم ہے کہ وہ شے مقر کی ملک ہے تو کیا یہ قول اقرار ہوگا یا تملیک جواب مناسبت فقہیہ ہے کہ قول تملیک ہوگا تو اس میں شرائط تملیک کی مرعی ہوں گی سو اس کی طرف مراجعت کہم قاعدہ مذکورہ سے یہ مفہوم ہوتا کہ جب مقرب کو مقرب اپنی طرف اضافة نہ کرے تو وہ اقرار ہوگا نہ بہرے تو چاہیے کہ مسئلہ ارض بسبب عدم ارض اضافة اقرار ہو اور حالانکہ وہ بہرے خلاصہ جواب یہ ہے کہ اگرچہ اس مسئلہ میں اضافة صریح نہیں ہے لیکن اس میں اضافة تقدیری ہے گویا اس نے یوں کہا کہ میری وہ زمین جس کی ایسی حدیں ہیں وہ میرے فلان نے طفل صغیر کی ہے اور اضافة تقدیری پر دلیل یہ ہے کہ ملک اس زمین کی لوگوں کو معلوم ہے الحاصل اضافة الی غنہ جو مقتضی تملیک ہے خواہ صریح ہو یا تقدیری کہ قرآن سے معلوم ہو چنانچہ لوگوں میں مشہور ہوتا کہ وہ مشکم کی ملک بنے کذا فی الطحاوی ملخصاً قال لی علیک الف فقال اترزہ او انتقدہ او اجلنہ پر او قضیتک ایاہ او ابرائنی منزہ او تصدقت بہ علی او ہبتہ لى او احدثک بہ علی زید نحو ذلک فنوا اقرار لہ بہا لرجوع الضمیر الیہائی کل ذلک غمری زادہ فان جو اباً ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرے تجھ پر ہزار ہیں سو مخاطب نے کہا کہ ان کو وزن کر لے یا ان کو پرکھ لے یا ان کی مجھ کو بہت دے یا میں تجھ کو وہ دے چکا ہوں یا تو نے مجھ کو وہ معاف کر دئے ہیں یا تو نے مجھ کو وہ خیرات میں دئے ہیں یا ان کو تو نے مجھ کو بہرے کر دیا ہے یا میں نے تجھ کو وہ زید سے دلائے ہیں اور مانند ایسے کلمات کے سو یہ اقرار ہے مقر کے واسطے ہزار کا بسبب بھرنے ضمیر کے ہزار کی طرف ان سب مثالوں میں کذا ذکرہ غمری زادہ تو یہ جواب ٹھہرا کلام اول کا یعنی اثبات اس کا نہ انکار اور نہ کلام جدا گانہ و ہذا اذا لم یکن علی سبیل الاستہزاء فان کان وشہداً مشہور بذلک لم یزمر شے اور یہ یعنی اقرار اس

وقت ہوگا جب کہ جواب مخاطب کا بطور خوش طبعی کے نہ ہو سوا اگر خوش طبعی کے ہو اور گواہ خوش طبعی کے گواہی دیں تو اس پر کوئی چیز لازم نہ ہوگی  
 اما لو ادعی الاستہزاء لم یصدق اور اگر مخاطب مذکور خوش طبعی کا دعویٰ کرے بلا شہود تو اس کی تصدیق نہ ہوگی وہلا ضمیر مثل اتزن الخ وکذا  
 نخاصب وما استقرت من احد سوک او غیرک او قبک او بعدک لا یكون اقرار العدم الفرائض الی المذكور فان کلاما مبتدأ اور کلمات مذکورہ  
 بدون ضمیر کے چنانچہ وزن کر لے یا پرکھ لے الخ اور اسی طرح حساب تو کر یا میں نے کسی سے قرض نہ لیا سوائے تیرے یا غیر تیرے یا قرض نہ لیا قبل تیرے  
 یا بعد تیرے تو یہ اقرار نہ ہوگا بسبب مذکور نے ضمیر کے ہزار مذکور کی طرف تو یہ کلام جداگانہ ٹھہرانہ جواب کلام اول والاصل ان کل ما یصلح جوابا  
 لا ابتداء یجعل جوابا وما یصلح للابتداء لا للبنا و یصلح لهما یجعل ابتداء لکن لا یزید المال بالشک اختیار اور قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ میں یہ ہے کہ جو کلام  
 کہ صلاحیت رکھتا ہے جواب ہونے کی نہ ابتدائے کلام ہونے کی تو وہ جواب ٹھہرایا جاتا ہے اور جو لیاقت رکھتا ہے ابتدائے کلام ہونے کی نہ  
 کلام سابق پر بنا یعنی جواب ہونے کی یا ابتدا اور بنا دونوں کی صلاحیت رکھتا ہے چنانچہ یہ قول کہ وزن کر لے تو وہ ابتدا یعنی کلام جداگانہ ٹھہرایا  
 جاتا ہے تاکہ مشکلم پر مال لازم نہ آوے شک سے کذانی الاختیار و ہذا اذا کان الجواب مستقلا فلو غیر مستقل کقولہ نعم کان اقرارا مطلقا اور یہ یعنی  
 تفصیل ذکر ضمیر اور عدم ضمیر کی اس وقت ہے جب کہ مخاطب کا جواب کلام مستقل ہو یعنی اپنے مطلب میں پورا ہو بلا حاجت انضمام غیر تو اگر  
 جواب غیر مستقل ہو چنانچہ لفظ نعم یعنی ہاں تو اقرار ہوگا مطلقاً یعنی ضمیر مذکور ہو یا نہ ہو ضمیر کی مثال یہ کہ نعم ہو علی اور عدم ضمیر کی مثال فقط نعم

اس قول کے بعد کہ لی علیک الف حتی لو قال اعطنے ثوب عبدی ہذا اور افتح لی باب دارمی ہذا اور حصص لی دارمی ہذا اور سرج فرسی ہذا اور  
 اعطنے سرچہ اور لجامہ انقال نعم کان اقراراً منہ بالعبد والدار والدابة کافی تو اگر کہنا کہ مجھ کو میرے اس غلام کا کپڑا دے یا میرے لئے اس گھر کا  
 دروازہ کھول دے یا میرے لئے اس گھر کی چونہ کاری کر دے یا زین باندھ دے میرے اس گھوڑے پر یا مجھ کو اس گھوڑے کا زین یا  
 اس کی لگام دے پھر مخاطب نے کہا کہ ہاں تو یہ اس کی طرف سے اقرار ہوگا غلام اور گھر اور جانور کا مقر لے کے واسطے کذانی الکافی یعنی غلام کا  
 اقرار ہوگا کپڑے کے ساتھ اور جانور کا زین اور لگام کے ساتھ **قال اللیس لی علیک الف فقال لی فتو اقرار لہ بہا و ان قال نعم لا**  
 ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ کیا میرے تجھ پر ہزار نہیں ہیں سو وہ بولا بلے یعنی کیوں نہیں تو یہ اقرار ہوگا اس کے واسطے ہزار کا اور اگر جواب  
 میں بجائے بلے نعم یعنی ہاں بولا تو اقرار نہ ہوگا۔ **وقیل نعم لان الاقرار کل علی العرف لا علی دقائق العربیة کذانی الجومرة اور بعضوں نے کہا نعم یعنی ہاں**  
**کہنے سے بھی اقرار ہوگا اس واسطے کہ ثبوت اقرار عرف پر محمول ہے یعنی عرف میں بلے اور نعم دونوں برابر ہیں نہ عربی کی باریکیوں پر کذانی الجومرة**  
**والفرق ان بلے جواب الاستفهام المنفی بالاثبات ونعم جواب المنفی اور فرق بلے اور نعم کا عربی میں یہ ہے کہ بلے استفهام منفی کا جواب ہے نفی کے**  
**ثابت کرنے سے اور نعم استفهام منفی کا جواب ہے اس کے نفی کرنے سے والا یاء بالراس من الناطق لیس باقرار بمال وعتق**  
**وطلاق وبيع ونکاح واجارة وھبہ اور سر سے اشارہ کرنا بولتے آدمی کا اقرار نہیں مال اور عتق اور طلاق اور بیع اور نکاح اور**  
**اجارہ اور ہبہ کام ناطق کی قید شارح نے اس واسطے لگائی کہ صامت یعنی گونگے آدمی کا اشارہ کرنا امور مذکورہ میں سر سے قائم مقام اس**  
**کے بولنے کے بقول معتد ہے سوائے عدد کے اگرچہ وہ کہنے پر قادر ہو کذانی الطحاوی بخلاف اقامہ ونسب و اسلام و کفر و امان کا نہ**  
**واشارة محرم لصید و اشیح براسہ فی روایۃ الحدیث والطلاق فی انت طالق ہذا و اشارہ بثلث اشارۃ الاشہاء ویزاد الیمین کھلفہ لا یتخدم فلانا اولاً یلہرہ**

۱۰ ہاں مجھ پر ہیں ۱۱ میرے تجھ پر ہزار ہیں ۱۲ شہہ شامل مذکور میں سوال منقی تھا کہ کیا میرے تجھ پر ہزار نہیں تو جواب میں بلے سے ان کا ثبوت

ہوگا اور نعم سے وہی نفی سوال کی برقرار ہے گی یعنی مجھ پر نہیں ۱۳

اشارہ ناطق کا ترجمہ دینا ہی ہے۔

اولاً بدل علیہ و اشارت عمادیہ فمقرر بطلان اشارۃ الناطق الا فی تسع فلیحفظ بخلاف اشارۃ ناطق کے فتوے دینے میں اشد نسبت اور اسلام اور کفر اور کافری کی امان دینے اور محرم کے اشارے میں شکار کی طرف اور اساد علم حدیث کا سر سے اشارہ کرنا حدیث کی روایت میں اود طلاق کا اشارہ اس قول میں کہ تو طالق ہے اس طرح اور تین بار اشارہ کیا کذا فی الاشبہ اور امور مذکورہ پر قسم زیادہ کی گئی چنانچہ اس کا یوں قسم کھانا کہ فلا شخص سے خدمت لے گا یا اس کو بھید ظاہر نہ کرے گا یا اس پر دلالت نہ کرے گا اور پھر اس پر اشارہ کیا تو حانت ہوگا کذا فی العمادیہ تو متحقق ہوا اشارۃ ناطق کا باطل ہونا مگر نو سو روٹوں میں باطل نہیں تو اس کو باید رکعت چاہیے وان اقر بدین موجب و ادعی المقر له حلولہ لزمہ الدین حالاً و عد الشافی موجباً بینه کا قرارہ بعد فی یدہ نہ لرحل وانہ استاجرہ ممنہ فلا یصدق فی تاویل واجارۃ لاندہ دعویٰ بلا حجتہ اور اگر اقرار کیا دین موجب کا اور مقر له نے دعویٰ کیا بلا مدت دین کا تو اس پر دین بلا مدت لازم آوے گا اور امام شافعی کے نزدیک دین موجب لازم ہوگا مقر کے قسم کھانے کے ساتھ چنانچہ اس کا اقرار اس غلام کا جو اس کے پاس ہے کہ وہ غلام ہے ایک مرد کا اور اس نے اس کو بطریق اجارے کے اس سے لیا ہے تو مقر کی تصدیق نہ ہوگی تاویل دین اور اجارۃ غلام میں اس واسطے کہ وہ دعویٰ ہے بدوں حجت کے م اس واسطے کہ مقر نے دوسرے کے حق میں اقرار کیا اپنی ذات پر اور ایک حق کا دعویٰ کیا مقر له پر تو اس کا اقرار حجت ہے اور اس کا دعویٰ بلا حجت مقبول نہیں کذا فی الحموی و حینئذ لیس تخلف المقر له فیما اور اس وقت میں قسم لی جائے گی مقر له سے دونوں میں یعنی تاویل اور اجارے میں یعنی در صورت عدم گواہ مقر بخلاف مالواقر بالدر اہم السود فکذبہ فی صفاتہا حیث یلزمہ ما اقر بہ فقط لان السود نوع والاہل عارض لبشورۃ بالشرط والقول للمقر فی النوع وللمکر فی العوارض بخلاف اس کے کہ اگر اقرار کیا سیاہ درموں کا سو مقر له نے اس کی تکذیب کی درموں کی صفت میں یعنی اس کے سیاہ ہونے میں اس واسطے کہ مقر کو وہی فقط لازم ہوں گے جس کا اس نے اقرار کیا اس واسطے کہ سیاہ قسم ہے درموں کی اور مدت دین میں عارض ہے بسبب ثابت ہونے مدت کے شرط کرنے سے اور حالانکہ مقر کا قول قسم میں مقبول ہے اور منکر کا عارض میں مقبول ہے یعنی مدت عارض ہے کہ بنفس عقد ثابت نہیں ہوتی ہے بلکہ شرط کرنے سے ثابت ہوتی ہے اور عارض میں منکر کا قول مقبول ہے کذا فی الحموی کا قرارہ الکفیل بلین موجب فان القول لہ فی الاہل لبشورۃ فی کفالة الموجل بلا شرط جیسے ضامن کا اقرار دین موجب کا اس واسطے کہ مدت میں ضامن ہی کا قول مقبول ہے بسبب ثابت ہونے مدت کے ضمانت موجب میں بدوں شرط کرنے کے م اس واسطے کہ ضمانت میں مدت نوع ہے نہ عارض کہ شرط پر اس کا ثبوت موقوف ہو کذا فی الحموی و مشراہ امۃ متنقبتہ اقرار بالملک للبائع کثوب فی حیراب اور نقاب والی لوندی کا خرید کرنا ملک بائع کا اقرار ہے جیسے گسٹری کے اندر کپڑے کا خرید کرنا ملک بائع کا اقرار ہے و کذا الاستیعام والاستیجار و قبول الودیۃ بجر والا عارة والاستیما ب والاستیجار ولومن وکیل فکل ذلک اقرار بملک ذی الید فیمنع دعواہ لنفسہ وغیرہ ہوکالۃ اور وصایۃ للتناقض اور اسی طرح طلبگاری خرید و مول چکانا اور طلبگاری ودیعت رکھنے کی اور ودیعت کو قبول کرنا کذا فی البحر اور اجارہ اور طلبگاری ہبہ اور طلبگاری اجارہ اگرچہ ذی الید کے وکیل سے ہو تو یہ جمیع امور مذکورہ ملک ذی الید کے اقرار ہیں تو اب طلبگار مذکور اس کا دعویٰ کرنا اپنی ذات کے واسطے یا غیر کے واسطے بذریعہ وکالت یا وصایت کے جائز نہ ہوگا بسبب تناقض کے یعنی پہلے وہ فعل کرنا جو ملک ذی الید پر دلالت کرے پھر اپنی ملک یا غیر کی ملک کا اس میں دعویٰ کرنا صریح تناقض ہے بخلاف ابرار عن جمیع الدعویٰ ثم الدعویٰ سے بہا عدم التناقض ذکرہ فی الدرر قبیل الاقرار و صحیح الجامع خلاف التعلیح الوہبانیۃ بخلاف اس کے ابرا کرنے کے جمیع دعویٰ سے پھر دعویٰ کرنے کے بواسطہ وکالت اور وصایت کے بسبب عدم تناقض کے اس واسطے کہ ابرا کرنا شخص کا اپنے مال کے جمیع دعویٰ سے اس کا مقتضی نہیں کہ غیر کی طرف سے بھی اس پر دعویٰ نہ کرے ذکر کیا ہے

اس کو درم میں کتاب الاقرار سے پہلے اور صحیح کہا ہے اس کو جامع صغیر میں برخلاف تصحیح و مہانیہم جامع صغیر میں اس کی تصحیح کی ہے کہ استیقام اور استیجار اور استعار اور مانند اس کے اقرار ملک مسادم منہ اور مستاجر منہ اور مستعار منہ ہے اور مہانیہ میں ہے کہ امور مذکورہ ملک ذمی الید کا اقرار نہیں اس واسطے کہ بیع مثلاً شاید بائع کے ہاتھ میں بطور عاریت یا غصب کے ہو یا ذمی الید و کیل یا فضولی ہو تو بائع کی ملک ثابت نہ ہوئی اور یہ روایت زیادات کے موافق ہے کذا فی الطحاوی و وفق شارح الشربلا لی بانہ ان قال یعنی ہذا کان اقرار او ان قال ای بیع ہذا الایویذہ مسئلہ کتبتہ و ختمت علی صدک الیوم فانہ لیس باقرار لعدم ملکہ اور مہانیہ کے شارح شربلا لی نے جامع صغیر اور زیادات میں اس کو توفیق کی ہے کہ اگر یوں بولا کہ میرے ہاتھ بیع اس کو تو یہ قول اقرار ہوگا یعنی اس واسطے کہ وہ جازم ہے اس کی ملک کا اور طالب خرید ہے اور اگر یوں بولا کہ کیا تم کو بیچتا ہے تو اقرار نہ ہوگا یعنی اس احتمال سے کہ اس کو استظهار حال منظور ہے کہ اپنی ملک اور جواز بیع کا مدعی ہوتا ہے یا نہیں اور مؤید قول شربلا لی ہے اس کی کتابت اور بیع نامے پر مہر کرنے کا مسئلہ اس واسطے کہ بیع نامہ لکھنا اور اس پر مہر کرنا اپنی عدم ملک کا اقرار نہیں ہے تم کتابت اور بیع نامے کے بعد اس کا دعویٰ کرنا اپنے واسطے کہ غیر کے واسطے جائز ہے تو یوں پوچھنا کہ تم اس کو بیچتا ہے بطریق اولیٰ عدم ملک ذمی الید کا اقرار ہوگا کذا فی الطحاوی ولہ علی ماتہ و درم کلہا و درام و کذا الملکیل والموزون استحضار اور اس قول میں کہ اس کے میرے اور سو ایک درم ہے وہ تاکہ درم ہیں یعنی سو درم اور ایک درم اور اسی طرح کیل اور موزن اور درم نے استحضار کے ہم قیاس یہ ہے کہ مقرر کو فقط معطوف یعنی ایک درم لازم ہوا اور سو کی تفسیر اس سے کر دینی جاوے کہ سو درم مراد ہے یا سو کپڑے اور اسی قیاس کو امام شافعی نے لیا ہے وجہ استحضار یہ ہے کہ درم بیان ہے ماتہ کا عادت میں اس واسطے کہ لوگ تعیل جانتے ہیں درم کو دو بار بولنا اور کفایت کرتے ہیں ایک بار کے بولنے پر اور یہ وہاں ہے جو بکثرت مستعمل ہے مانند کیل اور موزون کے کہ ذمے پر ثابت ہوتے ہیں سلم اور قرص اور غنم میں بخلاف ثیاب اور غیر کیل اور غیر موزون کے کہ ان کا وجوب ذموں پر اس طرح بکثرت نہیں کذا فی الطحاوی ذمی ماتہ و لوب و ماتہ و لوبان لیسر الماتہ لانہا مہیہ اور اس قول میں کہ اس کا مجھ پر سو اور ایک کپڑا ہے اور سو اور دو کپڑے ہیں سو کو دریافت کیا جائے گا مقرر سے کہ کیا اس کی مراد ہے اس واسطے کہ وہ مہم سے غیر مفسر و ذمی ماتہ و ثلثہ اثواب کلہا ثیاب خلافا للشافعی قلنا الاثواب لم تذکر بحرف العطف فالعطف التفسیر الیہا لا مستثنائی الحاجۃ الیہ اور اس قول میں کہ مجھ پر ایک سو اور تین کپڑے ہیں وہ سب کپڑے لازم ہوں گے یعنی سو کپڑے اور تین کپڑے برخلاف امام شافعی کے کہ ان کے نزدیک تین کپڑے لازم ہوں گے اور سو کی تفسیر متکلم سے دریافت کی جائے ہم اس کا جواب دیتے ہیں کہ اثواب بعد لفظ ثلثہ کے بحرف عطف مذکور نہیں تو تفسیراً اور ثلثہ دونوں کی طرف پھر گئی اس واسطے کہ تفسیر کی طرف محتاج ہونے میں معطوف اور معطوف علیہ دونوں برابر ہیں والاقرار بدایہ فی اصطبل تلزمہ الدایۃ فقط اور جانور کا اقرار اصطبل میں فقط جانور ہی متکلم کو لازم کرے گا نہ اصطبل میں یعنی یوں اقرار کیا کہ جانور اصطبل میں ہے سو فلا نے شخص کا ہے تو یہ جانور کا اقرار ہے نہ اصطبل کا اس واسطے کہ غیر متکلم میں شیخین کے نزدیک غصب ثابت نہیں ہوتا والاصل ان ما یصلح طرفان امن نقلہ لزمہ والا لزم المنطوف فقط خلافا للحد وان لم یصلح لزم الاول فقط کقولہ درم فی درم درم اور قاعدہ کلیہ اس قسم کے مسائل میں یہ ہے کہ جو چیز طرف ہونے کی لیاقت رکھتی ہے اگر اس چیز کا اٹھالے جانا ممکن ہے تو مقرر کو طرف اور منطوف دونوں لازم ہوں گے اور اگر اس کا متصور نہیں جیسے اصطبل کا تو فقط منطوف لازم ہے مقرر کو چنانچہ جانور بخلاف محمد کہ ان کے نزدیک طرف اور منطوف دونوں لازم ہیں اور وہ چیز طرف ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتی تو فقط وہی چیز لازم ہوگی چنانچہ

یوں کہنا کہ مجھ پر ایک درم ہے درم کے اندر کذا فی الدر یعنی اس صورت میں درم اول لازم ہوگا نہ درم ثانی اس واسطے کہ اس میں طرف ہونے کی لیاقت نہیں اور نقل طرف کی مثال چنانچہ کھجور ٹوکری میں اور طعام کشتی میں اور گہیوں گون میں ہذا فی الدر قلت ومفادہ انہ لوقال دابة فی خیمہ لزماہ ولوقال ثوب فی درم لزماہ الثوب ولم ارہ فیہ میں کہتا ہوں اور اس قاعدے سے مستفاد ہوتا ہے کہ اگر کہا کہ مجھ پر جانور ہے خیمے میں تو جانور اور خیمہ دونوں لازم ہوں گے اس کو یعنی اس واسطے کہ نقل خیمہ ممکن ہے اور اگر یو لاکپڑ اور دم میں مجھ پر ہے تو فقط کپڑا لازم ہوگا اور اس کو میں نے موضح نہیں دیکھا تو اس کی تحریر کرنا چاہیے موطا دی نے کہا کہ اس کا جواب قاعدہ سے ظاہر ہے انتہی یعنی تو اب تحریر کی کیا حاجت ہے ورجحانم بلزماہ حلقۃ وفضہ جمیعاً اور انگوٹھی کے اقرار میں اس کو اس کا حلقہ اور اس کا نگین سب لازم ہوگا یعنی اس واسطے کہ خاتم عبارت ہے حلقہ اور نگین سے ولسیف جھنہ وحمائلہ واصلہ اور توار کے اقرار میں اس کا میان اور پرتلا اور کوٹھی لازم ہے ورجحانم بجا ورجحانم بیت مزین بسنور ودر العیدان والکسوة اور جلد کے اقرار میں لکڑیاں اور کپڑے لازم ہوں گے جلد کھائے مہمہ پیر جیم عبارت ہے اس کو ٹھٹھی سے جو آراستہ ہے پر در اور چار پائیوں سے موطا دی نے کہا بموجب اس تفسیر کے کہ کوٹھڑی بھی لازم ہوگی اور جموی میں سے کہ بعضوں نے کہا کہ جلد وہ ہے جو لکڑی اور کپڑوں سے بنایا بلے اور کتاب کے موافق یہی قول ظاہر ہے انتہی تو بموجب اس تفسیر کے جلد بالفتح کا ترجمہ چھپر کھٹ سے اور اب احتیاط نصاری سے اس کو مسہری پر بھی برتتے ہیں وبتقرنی قوصرة او لطعام فی جوارق او فی سفینۃ او ثوب فی منديل او فی ثوب یلزمہ الطرف کالمظروف لما قدمناہ اور اس اقرار میں کہ مجھ پر کھجور ہے ٹوکری میں یا طعام ہے گون میں یا کشتی میں یا کپڑا ہے رومال میں یا کپڑے میں اس کو طرف منظور کے مانند لازم ہوگا اس دلیل سے جس کو پہلے ہم نے ذکر کیا یعنی طرف منقول میں طرف اور منظور دونوں لازم ہو جاتے ہیں ومن قوصرة مثلا لا تلزمہ القوصرة ونحوہ اور کھجور کے اقرار میں ٹوکری سے مقرر پر ٹوکری اور مانند اس کے کوئی طرف لازم نہ ہوگا اس واسطے کہ من اتزاع کے واسطے ہے تو متیزع کا اقرار ہوگا نہ متیزع منہ کا کذا فی الطحاوی کثوب فی عشرة وطعام فی بیت فیلزمہ المظروف فقط لما مر از العشرة لا کون طرفاً لو احد عاده جیسے کپڑے کا اقرار دس کپڑوں میں اور طعام کا اقرار کوٹھڑی میں تو اس کو فقط منظور لازم ہوگا بدلیل گذشتہ اس واسطے کہ دس کپڑے ایک کپڑے کا طرف نہیں ہوتے عادت میں وجمستہ فی خمسہ وغنی معنی علی او الضرب خمسہ لما مر والزماہ زفر خمسہ وعشرین اور یوں اقرار کیا کہ علی خمسہ فی خمسہ او لفظ فی کہ معنی علی قصد کیا یا ضرب عدد کا ارادہ کیا تو پانچ لازم ہوں گے اس وجہ سے جو کتاب الطلاق میں مذکور ہو چکی اور زفر نے مقرر یہ کہیں لازم کئے م چونکہ مقتضی الفصال اور تمیز ہے نہ مقتضی جمع لہذا فقط پانچ لازم ہوئے کتاب الطلاق میں یہ مذکور ہو چکا کہ ضرب اجزا کو زیادہ کرتی ہے نہ مال کو تو جب تو نے خمسہ نے خمسہ کہا تو اس سے تو نے یا ارادہ کیا کہ ہر درم کے درہم خمسہ سے مثلاً پانچ پانچ جز ہیں اور ولو الجیہ میں ہے کہ جب اس نے کہا کہ علی عشرة فی عشرة اور ضرب کا ارادہ کیا پھر اگر تکریر اجزا کا قصد کیا تو اس پر لازم نہ ہوں گے مگر دس اور اگر تکریر عین کا ارادہ کیا تو سوا لازم ہوں گے اور اگر ضرب کی نیت کی اور دوسری چیز کی نیت نہ کی یعنی تکریر اجزا یا تکریر عین کی نیت نہ کی تو اس کو دس لازم ہوں گے اجزا کی نیت پر معمول کر کے انتہی اس سے معلوم ہوا کہ ایسی صورت میں خلاف ہے فقہا کا کذا فی الطحاوی وعشرة ان معنی مع کما مر فی الطلاق اور دس لازم ہوں گے اگر فی معنی مع مراد رکھے گا چنانچہ مذکور ہو چکا طلاق میں ومن درہم الی عشرة او ما بین درہم الی عشرة لتسعة لدخول النایة الاوئی ضرورۃ اذ لا وجود لما فوق الواحد بدو نہ بخلاف الثانیۃ وما بین الحائلیین اور یوں اقرار کیا کہ مجھ پر ہے ایک درم سے دس درم تک یا ما بین ایک درم کے دس تک تو نو درم لازم ہوں گے سبب داخل ہونے پہلی حد یعنی ایک درم کے بطریق ضرورت کے اس واسطے کہ ما فوق الواحد یعنی دوسرے اور تیسرے سے مترجم اول نے فضل کا ترجمہ کوٹھی کیا ہر چند کہ مناسب مقام ہے مگر لغت میں فضل کو بھل لکھا ہے ۱۲ لہ اس کے مجھ پر پانچ ہیں پانچ کے اندر ۱۳ لہ اس کے مجھ پر دس ہیں ۱۴

درم کا وجود نہیں ہو سکتا بدون پہلے درم کے بخلاف دوسری حد کے یعنی دس کے اور بخلاف مابین الحائطین کہ وہاں دونوں حدیں داخل محدود نہیں امام کے نزدیک محدود میں محدود داخل نہیں ہوتیں اس واسطے کہ حد مغائر محدود ہے لیکن یہاں پہلی حد کے داخل کرنے میں ضرورت واقع ہوئی اس واسطے کہ دوسری اور تیسری درم متحقق نہیں ہو سکتی بدون پہلی درم کے تو پہلی حد اس ضرورت سے محدود میں داخل ہوئی اور دوسری حد کے داخل کرنے میں کوئی ضرورت داعی نہیں کذا فی الدرر فلذا قائل وئی لہ کہ حنظہ الی کہ تعیر لزماہ جمیعاً الا قیضاً لانه الغایۃ الثانیۃ سو اس سبب سے یعنی مخالفت مذکورہ کے مصنف نے کہا اور اس اقرار میں کہ اس شخص کے میرے اوپر ایک کرگیوں ہیں جو کے ایک کر تک تو اس پر دو کر لازم ہوں گے سوائے ایک قیض کے اس واسطے کہ قیض دوسری حد ہے مگر بضم کاف بڑا پیمانہ ہے جس میں چند قیض سماتے ہیں اور قیض کر سے چھوٹا پیمانہ ہے طحاوی نے قدوری سے نقل کیا کہ امام نے مثال مذکور میں تمام کر کو غائب قرار نہیں دیا اس واسطے کہ عادت میں غایت زیادہ نہیں ہوتی جس سے اور نہ نصف اس کی لہذا قیض کو غایت شہریا و لوقال لہ علی عشرۃ دراهم الی عشرۃ وناہم لیرمزہ الدرہم و تسعۃ وناہم عند ابی حنیفۃ لما مرناہ اور اگر بولا کہ اس کے مجھ پر دس درہم ہیں دس دینار تک تو اس کو درہم اور نو دینار لازم ہوں گے ابو حنیفہ رحمہ کے نزدیک بدلیل گذشتہ کذا فی النہایت یعنی اس واسطے کہ غایت ثانیہ داخل نہیں ہوتی وئی لہ من واری مابین ہذا الحائط الی ہذا الحائط لہ مابینہما فقط لما مر اور اس قول میں کہ اس کا میرے گھر میں سے مابین اس دیوار کے ہے اس دیوار تک تو مقر لہ کے واسطے دونوں دیواروں کا فقط مابین لازم ہوگا بدلیل گذشتہ یعنی من دراهم الی عشرۃ میں پہلی حد بسبب ضرورت کے داخل ہوئی تھی اور یہاں کچھ ضرورت نہیں لہذا دونوں دیواروں محدود ہیں داخل نہ ہوں گی فقط مابین الحائطین لازم ہوگا و صح الاقرار باحتمل و جودہ وقتۃ الوقت الاقرار بان تملدون نصف حول لو مزدوجۃ اولدین حرمین لو معتدۃ لثبوت نسبہ اور صح ہے اقرار اس محل کا جس کا موجود ہونا محتمل ہے اقرار کے وقت اس طرح پر کہ لونڈی جینی نصف سال سے کمتر مدت میں اگر وہ منکوحہ ہو یا دو سال سے کمتر میں اگر وہ عدت میں ہو بسبب ثابت ہونے اس کے نسب کے عدت تک م یعنی لونڈی یا جانور کے محل کا اقرار دوسرے شخص کے واسطے صح ہے اس طرح کہ میری اس لونڈی یا بکری کا محل یعنی بچہ اس کا فلا نے شخص کا ہے اگرچہ اس کا سبب بیان نہ کرے اس واسطے کہ اس کی تصریح کی یہ وجہ موجود ہے کہ کسی شخص نے مقر لہ کے واسطے محل کی وصیت کی ہوگی اور وہ مر گیا پھر اس کے وارث لے اس کا اقرار کیا کذا فی الدرر والطحطاوی ولواکمل غیر آدمی ویقدر بادی مدۃ یتمورد ذلک عند اہل الخبرۃ زیلی کن فی الجوبہ اقل مدۃ کل الشاة اربعۃ اشھر واقلم البقیۃ الدواب ستۃ اشھر محل کا اقرار صح ہے اگرچہ غیر انسان کا محل ہو اور جانور کے محل کا اندازہ ہوگا اس کمتر مدت سے جو اس کے واسطے مقصود ہو تجربہ کاروں کے نزدیک کذا فی الزیلعی لیکن جو ہرہ میں ہے کہ بیڑ بکری کی اقل مدت محل چار مہینے ہیں اور باقی جانوروں کی اقل مدت چھ مہینے ہیں و صح لہ ان بین المقر سبباً صالحاً یتمورد للمحل کالارث والوصیۃ کقولہ مات ابوہ فورثہ او اوصی لہ بفلان فیجوز والا فلا کمایاتی اور محل محتمل الوجود کے واسطے اقرار کرنا صح ہے یعنی یوں کہنا کہ یہ مال اس لڑکے کا ہے جو اس عورت کے بیٹ میں ہے صح ہے بشرطیکہ مقر اس کے مالک ہونے کا ایسا سبب صالح بیان کرے کہ اس کے واسطے ممکن اور مقصود ہو چنانچہ ارث اور وصیت جیسے مقر کا یوں کہنا کہ اس میں کا باپ مر گیا سو وہ اس کا وارث ہو یا اس مال کا اس کے واسطے فلا نے شخص نے وصیت کی ہے تو اقرار جائز ہوگا اور اگر سبب صالح بیان نہ کرے تو اقرار جائز نہیں چنانچہ عنقریب اس کا ذکر آوے گا فان ولدہ صحیلاً اقل من نصف حول مذافر قلہ ما اقروان ولدت حمین قلما نصفین ولو احد ہما ذکر اولاً غیر انہی فذلک فی الوصیۃ بخلاف المیراث اے فانہ یعطے للذکر مثل حظ الانثیین سو اگر عورت جینی اس کو زندہ نصف سال سے کمتر میں جس وقت سے کہ اقرار کیا تو وہ مال اس کا ہے جس کا اس نے اقرار کیا اگر وہ زندہ لڑکی جینی

تو دونوں کے واسطے نصف نصف مال ہوگا اور اگر ایک نہ ہے اور دوسرا مادہ تو اسی طرح نصف نصف مال دونوں کو ملے گا بخلاف میراث کے  
یعنی نہ کو مادہ کے دو حصے ہیں گے م اور اگر چھ بیٹے سے زیادہ مدت میں جسے گی تو اس کو کچھ نہ ملے گا مگر در صورت معتدہ ہونے عورت کے  
دو سال سے کمتر میں کذا فی المحوی وان ولدت یتامیر و لورثہ ذلک الموصی والمورث لعدم اہلیۃ الجنین اور اگر عورت مردہ بچہ جنی  
تو وہ مال اس موصی اور مورث کے وارثوں کو بھریا جائے بسبب عدم اہلیت جنین کے یعنی مردہ بچہ میراث اور وصیت کی لیاقت نہیں رکھتا  
وان فسرہ بمالا یقتور کہبتہ اوبیع اواقراض او ابہم الاقرار ولم یسین سبباً لفاو حمل محمد المہتم علی السبب الصالح وبہ قالت الثلثہ اور  
اگر مقرر نے ایسا سبب بیان کیا جو ممکن اور مقصور نہیں چنانچہ بہہ یا بیع یا قرض دینا یا اقرار کو منہم رکھنا اور اس کا سبب بیان نہ کیا تو اقرار لغو ہوگا اور محمد  
نے سبب مبہم کو سبب صالح پر محمول کیا ہے اور یہی قول ہے ائمہ ثلاثہ کا م چونکہ بہہ اور بیع اور قرض دینا جنین سے محال تھا اس واسطے کہ امور  
مذکورہ اس سے متصور نہیں نہ حقیقتہً اور یہ تو صریح ہے اور نہ حکماً اس طرح کہ اس کی طرف سے کوئی اس کا ولی افعال مذکورہ صادر کرتا اس واسطے  
کہ اس پر کسی کی ولایت نہیں لہذا اقرار مذکور لغو مٹھرا اور سبب مبہم کے اقرار کی یہ صورت ہے کہ میرے اور پر فلائی عورت کے حمل کی فلائی چیز ہے  
کذا فی الدرر واما الاقرار للرضیع فانہ صحیح وال بین المقر سبباً غیر صالح منہ حقیقتہً کالاقراض او بیع لان ہذا المقر محل لثبوت الیمن  
للصغیر فی الجملة اشباہ اور شیر خوار بچے کے واسطے تو اقرار کرنا صحیح ہے اگرچہ مقر شیر خوار کے جانب سے سبب غیر صالح فی الحقیقت بیان کرے چنانچہ  
قرض دینا یا بیع کا اس واسطے کہ یہ مقر ثبوت دین صغیر کافی الجملة محل ہو سکتا ہے کذا فی الاشباہ یعنی باعتبار تجارت کرنے اپنے ولی کے بخلاف جنین  
کے اقرار بشرط الخیار ثلثہ ایام لزمہ بلاخیار لان الاقرار اخبار فلا یقبل الخیار وان وصیۃ صدقہ المقر لہ فی الخیار لم یعتبر تصدیقہ اقرار کیا  
بشرط تین دن کے اختیار کے تو اس کو مقربہ لازم ہوگا بلاخیار اس واسطے کہ اقرار اخبار ہے تو اختیار کو نہ قبول کرے گا اگرچہ مقر اس کی تصدیق کرے  
خیار میں تو بھی اس کی تصدیق معتبر نہ ہوگی م قرض یا غضب یا عدلیت یا عاریت کے اقرار میں تین دن کے خیار کی گنجائش اس واسطے نہیں کہ شرط  
خیار سے مقصود نسخ ہے اور جب کہ اقرار ہے اس وجہ سے کہ وہ صیغہ ملزمہ ہے احتمال نسخ کا نہیں لہذا اس میں شرط خیار جائز نہیں اور مال مقربہ لازم ہے  
کذا فی الطحاوی الا اذا اقر بعقد بیع وقع بالخیار لہ فیصح باعتبار العقد اذا صدقہ او بہن فلذا قال الا ان یکذب المقر لہ فلا یصح لادہ منکر  
والقول لا اقرار قابل خیار نہیں مگر جب کہ مقرر نے اس عقد بیع کا اقرار کیا جو بشرط اختیار مقرر واقع ہوئی تو اقرار مع شرط الخیار صحیح ہے باعتبار عقد بیع کے  
بشرطیکہ مقر اس کی تصدیق کرے یا مقر اس پر گواہ لادے سو اس واسطے مصنف نے کہا مگر یہ کہ مقر لہ مقرر کی تکذیب کرے تو صحیح نہ ہوگا اس واسطے  
کہ مقر لہ منکر ہے اور قول تو منکر کا مقبول ہے یعنی در صورت عدم برہان م عقد بیع کا اقرار یعنی اس دین کا اقرار کرے جو سبب عقد بیع کے اس پر  
لازم آیا یعنی یوں کہا کہ میرے اور پر ہزار درہم بیع بالخیار کے ہیں کا قرار ہے بدین بسبب کفالتہ علی انہ بالخیار فی مدۃ ولوالدۃ طویۃ  
او قصیرۃ فانہ یصح اذا صدقہ لان الکفالتہ عقد ایضاً بخلاف ما مر لاندہ افعال لا یقبل الخیار فی بیعی جیسے دین کا اقرار ضامنی کے سبب سے بائیں شرط کہ  
اس کو اختیار ہے مدت میں اگرچہ مدت طویل ہو یا قصیر کہ وہ صحیح ہے جب کہ مقر لہ اس کی تصدیق کرے سو اس واسطے کہ ضامنی بھی عقد ہے  
بخلاف اس کے جو مذکور ہو چکا اس واسطے کہ وہ یعنی قرض یا غضب یا عدلیت یا عاریت افعال ہیں کہ شرط خیار کے قابل نہیں کذا فی الزیلعی  
الامر بکتاہم الاقرار اقرار حکماً فانہ کان یکن باللسان یکن بالبنان فلو قال للعصاک کتب خط اقراری بالف علی او کتب بیع واری او  
طلاق امراتی صح کتب اولم یکتب وحل للعصاک ان یشہد الانی حد و قود خانہ امر کرنا اقرار کے لکھنے کا اقرار ممکن ہے اس واسطے کہ جیسے اقرار

نہ بیعی علی بالخیار



زبان سے ہوتا ہے ویسے ہی انگلیوں کے پوروں کے لکھنے سے ہوتا ہے تو اگر ایک شخص نے قبالہ نویس سے کہا کہ خط لکھ میرے اس اقرار کا کہ مجھ پر ہزار درم ہیں یا لکھ میرے عمر کا بیٹا میری عورت کا طلاق نامہ تو اقرار صحیح ہے خواہ قبالہ نویس اس کو لکھے یا نہ لکھے اور قبالہ نویس کو حلال ہے اس کی گواہی دینا سوائے حد اور قصاص کے کذا فی الخانیہ امر کتابت اقرار کا اقرار حکمی ہوا نہ اقرار حقیقی اس واسطے کہ امرائے اقرار اور اقرار خبار تو دونوں ایک نہ ہوں گے حقیقت میں بلکہ مراد یہ ہے کہ امر کتابت اقرار جب حاصل ہوا تو اقرار حاصل ہو گیا کذا فی الدرر و قد منافی الشہادۃ عدم اعتبار مشابہت الخٹین اور کتابت الشہادات میں بلکہ عدم اعتبار مشابہت خطین کو ہم پہلے ذکر چکے ہیں ہم تو اگر مدعی نے ایک شخص پر دعوے کیا اور مدعا علیہ کے ساتھ کالکھا ہوا اقرار نامہ ظاہر کیا اور مدعا علیہ منکر ہے اس کا سوا اس سے کچھ لکھا یا گیا اور اس نے لکھا تو یہ خط اقرار نامہ کے خط سے مشابہ نکلا تو اس پر ثبوت دعویٰ کا بدو گواہوں کے حکم نہ ہوگا اور یہی قول صحیح ہے اور بعضوں کے نزدیک حکم ہوگا از انجند قاری ہدایہ کذا فی الطحاوی تصرف احد الورثۃ اقر بالدين المدعی علی مورثہ و محمدہ الباقون یلزمہ الدین کلمہ یعنی ان و فی ما ورثہ بہ برہان و شرح مجمع ایک وارث نے اس دین کا اقرار کیا جس کا اس کے مورث پر کسی مدعی نے دعوے کیا اور باقی وارثوں نے اس کا انکار کیا تو وارث مقرر پر وہ سب دین لازم آوے گا یعنی بشرطیکہ جو مال اس نے وارث میں پایا ہے وہ ادائے دین میں کفایت کرے کذا فی البرہان و شرح الجمع مثلاً سو درم کا دعوے ہے اور سو درم یا زیادہ وارث مقرر کو میراث میں ملے تو وارث کو سو درم دینے پڑیں گے اور لزوم کل دین کا یہ مطلب نہیں کہ اگر وہ دس درم میراث میں پائے تو بھی اس پر سو درم لازم ہوں گے و فیلخص حصتہ و اختارہ ابو الیث دفعاً لضرر اور بعضوں نے کہا کہ وارث پر بقدر اس کے حصے کے دین لازم ہوگا اور اس قول کو پسند کیا ہے فقیر ابو الیث نے مقرر کے دفع ضرر کے واسطے یعنی اس نے اس دین کا اقرار کیا ہے جو کل ترکے سے متعلق ہے تو اس پر لازم نہ ہوگا مگر بقدر اس کے حصے کے و لو شہد ہذا المقدم آخر ان الدین کان علی المیت قبلت و ہذا علم انہ لا یلزم الدین فی نصیبہ بجمہر اقرارہ بل بقضاء القاضی علیہ باقرارہ فلیحفظ بقا الزیادۃ درر اور اگر وارث مقرر نے دوسرے گواہ کے ساتھ اس کی گواہی دی کہ میت پر دین تھا تو گواہی مقبول ہے اور اس سے یعنی قبول شہادت مقرر سے دوسرے شاہد کے ساتھ یہ معلوم ہوا کہ وارث مقرر کے حصے میں دین طول نہ کرے گا بجز اس کے اقرار کرنے کے بلکہ قاضی کے حکم کرنے سے بموجب اس کے اقرار کے دین لازم ہوگا تو اس زیادت کو یعنی عدم لزوم اقرارہ بالقضاء کو یاد رکھنا چاہیے کذا فی الدرر محبر و اقرار سے دین لازم نہ آیا اس واسطے کہ اگر اس کے اقرار سے سب دین اس پر لازم آتا پھر وہ دوسرے شاہد کے ساتھ گواہی دیتا اور گواہی مقبول ہوتی تو شاہد مقرر بقدر اس کے حصے کے لازم ہوتا تو اس کی گواہی میں اس پر سے دفع مضرت ثابت ہوتی اور جو ایسی گواہی ہو تو وہ مقبول نہیں پھر اس کی گواہی کا مقبول ہونا اس پر دلیل ہے کہ اس کا اول اقرار معتبر نہیں اور اس اقرار سے دین لازم نہیں مگر یہ مشکل ہے اس واسطے کہ آدمی کا اقرار حجت ہے اس کی ذات کے حق میں اور قاضی کا اس میں حکم کرنا منظر حق ہے نہ مثبت اور اگر یہ مسئلہ فقیر ابو الیث کے قول پر مستخرج ٹھہرے تو ظاہر ہے اس واسطے کہ مقرر نے اس گواہی سے اپنی ذات پر سے دفع مضرت نہیں کی کذا فی الطحاوی اشہد علی الف فی مجلس و اشہد علی کلین آخرین فی مجلس آخر بلا بیان السبب لزوم الممالان القان کما لو اختلف السبب مقرر نے دو گواہوں کو گواہ کیا ہزار پر ایک مجلس میں اور دو اور مردوں کو گواہ کیا دوسری مجلس میں بدوں بیان کرنے سبب دین کے تو دونوں مجلسوں کے دونوں مال یعنی دو ہزار اس پر لازم ہوں گے چنانچہ اگر سبب دین مختلف ہو تو دو ہزار لازم ہوں گے ہم بلا بیان سبب کی صورت ہے کہ اقرار کرے کہ مجھ پر زید کے مثلاً ہزار درم دین ہیں دونوں مجلسوں میں اور اختلاف سبب کی یہ شکل ہے کہ ایک مجلس میں اقرار کرے کہ مجھ پر ہزار درم دین اس لوندی کا ہے اور دوسری مجلس میں کہے کہ مجھ پر ہزار درم دین اس غلام کا ہے بخلاف ما لو اختلف السبب او الشہود او الشہد علی صک واحد او اقر

عند الشہود ثم عند القاضي او لعبد ابن الملك بخلاف اس کے کہ اگر سبب دین کا ایک ہی ہے یا دونوں مجلسوں کے شہود متحد ہوں یا چاروں شاہدوں کو ایک دستاویز پر شاہد کرے یا شاہدوں کے روبرو اقرار کرے پھر وہی اقرار قاضی کے روبرو کرے یا بالعکس اس کے یعنی پہلے قاضی کے روبرو اقرار کرے پھر شاہدوں کے سامنے تو ایک ہی ہزار ہوں گے لہذا صرح ابن ملک اتحاد سبب کی صورت ہے کہ دونوں مجلسوں میں غلام معین کے مثن کا اقرار کرے اور اتحاد شہود کی صورت ہے کہ جو اول مجلس کے شاہد ہیں وہی دوسری مجلس کے بھی شاہد ہوں والاصل ان المعروف او المنکر اذا عید معرفا كان الثاني عين الاول او منكره او غيره اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ معرفہ یا نکرہ جب کہ معرفہ ہو کر دوسری بار مذکور ہو تو دوسرا بعینہ پہلا ہوگا اور اگر نکرہ ہو کر دوسرا مذکور ہو تو ثانی اول کے مغائر ہوگا م اول اور ثانی کی معرفہ ہونے کی صورت یہ ہے کہ دین کا ایک ہی سبب معین دونوں اقرار میں مذکور کرے اس طرح کہ لہ علیہ الف مثن و بذال العبد پھر اسی کو ثری بار اقرار کرے اور اول کے نکرہ اور ثانی کی معرفہ ہونے کی صورت ہے کہ اول ہزار کو مطلق کہے اس طرح کہ لہ علی الف پھر لویل ہے لہ علی الف مثن بذال العبد اور اعادہ نکرہ کی صورت یہ ہے کہ لہ علی الف پھر دوسرا اقرار کرے کہ لہ علی الف اور پہلا معرفہ ہوا اور دوسرا نکرہ اس کی صورت یہ ہے کہ اول یہ اقرار کرے کہ لہ علی الف مثن بذال العبد پھر دوسری بار کہ لہ علی الف و تمامہ فی الطحاوی و لونسی الشہود انی موطن ام موطنین نما مالان مالم یعلم اتحادہ وقیل واحد و تمامہ فی الخانیۃ اور اگر گواہ قبول جائیں کہ اقرار ایک مجلس میں تھا یا دو مجلسوں میں تو وہ دو مال لازم ہوں گے جب تک کہ اتحاد مجلس بالیقین معلوم نہ ہو اور قول ضعیف یہ ہے کہ ایک ہی مال لازم ہے اور لور ابیان اس کا خانیہ میں ہے **القرم اذعی المقر انہ کاذب فی الاقرار بخلف المقر له ان المقر لم یکن کاذبا فی اقراره عند اللثانی** و بعضی درر اقرار کیا پھر مقرر نے دعویٰ کیا کہ وہ جھوٹا ہے اپنے اقرار میں تو قسم لی جائے مقر لہ سے اس کی کہ مقرر نے اقرار میں جھوٹا نہیں ابو یوسف کے نزدیک اور اسی قول پر فتویٰ ہے کذانی الدرر م اور طریقین کے نزدیک اس کے قول پر التفات نہ ہوگا و لذا الحکم بجبری لو ادعی وارث المقر بخلف اور اسی طرح کا حکم جاری اگر مقر کا وارث دعویٰ کرے یعنی وارث کے اقرار میں اس کے کذب کا مدعی ہو تو مقر لہ سے قسم لی جائے اس کی کہ وارث کاذب نہ تھا اپنے اقرار میں وان کانت الدعویٰ علی وارثه المقر له قالین علیہم بالعلم انما العلم انہ کان کاذبا عند الشرعیۃ اور اگر مقر یا اس کے وارث کا دعویٰ مذکور مقر لہ کے وارثوں پر ہو تو وارثوں پر علم کی قسم آوے گی اس طرح کہ **واللہم نہیں جانتے ہیں کہ مقرر اپنے اقرار میں جھوٹا تھا کذانی صدر الشرعیۃ**

**باب الاستنشاء** و مافی معانہ فی کونہ متعیرا کا شرط در نحوہ یہ باب ہے احکام استنشاء میں اور جو استنشاء کے ہم معنی ہیں اقرار کے بدل ڈالنے میں چنانچہ شرط ما نذا اس کے ہم جب مصنف نے اقرار بلا تغیر کا ذکر کر لیا تو اب اقرار منع التغیر کا ذکر شروع کیا

مانذ شرط کے یہ مثال ہے کہ اس کے میرے اور ہزار درم ہیں اس غلام کا مثن جو میرے قبضے میں نہیں آیا و عندنا الکلم بالباقی بعد الثبنا باعتبار الحاصل من مجموع التریب و نفی و اثبات باعتبار الاجزاء القائل لہ علی عشرة الاثنتہ لہ عبارتای مطولہ وی ما ذکرنا و مختصرہ وہی ان یقول ابتداء لہ علی سبعة و ہذا معنی قولہم تکلم بالباقی بعد الثبنا ہے بعد الاستنشاء وہ یعنی استنشاء ہم حنفیہ کے نزدیک عبارت ہے باقی کے بولنے سے بعد استنشاء کے مجموع ترکیب مستثنیٰ منہ اور مستثنیٰ کے حال کے اعتبار سے نفی اور اثبات ہے۔ باعتبار اجزائے لفظیہ کے تو اس قائل کے کہ لہ علی عشرة الاثنتہ یعنی سات درم کے اقرار کرنے والے کی دو عبارتیں ہیں عبارت طویل و جس کو ہم نے ذکر کیا یعنی لہ علی عشرة الاثنتہ اور دوسری عبارت مختصرہ یہ ہے کہ ابتداء سے یوں کہے کہ اس کے میرے اور سات درم ہیں

۱۲ اس کے مجھ پر ہزار ہیں ۱۳ لہ الصواب کذا قال صدر الشرعیۃ ۱۴ لہ اس کے مجھ پر دس ہیں مثن کم ۱۵

اور یہی مطلب ہے فقہا کے اس قول کا کہ استنار باقی کا تکلم ہے بعد استنار کرنے کے و شرط فیہ الاتصال بالمستثنی منہ الا لضرورة  
 کتنفس او سعال او احتزقم بہ لیتے اور صحت استنار میں متصل ہونا مستثنی کا مستثنی منہ سے شرط ہے مگر عند الضرورة جیسے مقرر کا دم لینا  
 یا کھانسی کا آنا یا منہ بند کر لینا یعنی کوئی شخص مقرر کا منہ بند کر لے اس قول پر فتویٰ ہے والذراء بینہما لا یضربانہ للبتنیہ والتاکید اور پکارنا  
 مقرر کا مقرر کو ما بین مستثنی اور مستثنی منہ کے ضرر نہیں کرتا اس واسطے کہ ندا منادی کے آگاہ کرنے کے واسطے سے اور تاکید کے واسطے سے  
 بواسطہ یقین مقرر جو ہرہ میں ہے کہ اگر منادی مقرر نہ ہو غیر ہو تو مقرر ہے کذانی الطحاوی کقولہ لک علی الف درم یا فلان  
 الا عشرہ نذاکہ مثال چنانچہ مقرر کا یوں کہنا کہ تیرے میرے اوپر ہزار درم ہیں اسے فلانے مگر دس درم بخلاف ذلک الف فاشہدوا  
 الا کذا وکھوہ مما بعد فاصلا لان الا شہاد کیون بعد تمام الاقرار فلم یصح الاستنار بخلاف اس قول کے کہ تیرے میرے اوپر ہزار درم ہیں سو گوا  
 رہو مگر اتنے اور مانند اس کے اس قسم سے جو فاصل شمار ہو اس واسطے کہ گواہ کرنا اقرار تمام ہونے کے بعد ہوتا ہے جو حیولت اشہاد سے  
 استنار صحیح نہ ہو گا فمن استثنی بعض ما اقر بہ صحیح استنارہ ولو الا اکثر عند اکثر تو جو شخص کہ استنار کرے بعض مقرر کو یعنی جس کا اقرار  
 کر چکا ہے اس میں سے بعض کو نکال ڈالے تو اس کا استنار کرنا صحیح ہے اگرچہ مستثنی اکثر ہو مستثنی منہ سے اکثر علماء نے بخور کے نزدیک م  
 فرا کے نزدیک استنار اکثر جائز نہیں اور جواز کی دلیل حق تعالیٰ کا یہ قول ہے رقم اللیل الا قلیل المضاف او انقص منہ قلیلا و زد علیہ کذانی الطحاوی  
 ولزمہ الباقی ولو مما لا یقسم کذا الجدل الاثنتہ او ثلثیہ صحیح علی المذہب اور مقرر کو باقی بعد الاستنار لازم ہوگا اگرچہ مقرر اس قسم کا ہو جو قیمت  
 پذیر نہیں ہوتا چنانچہ قول کہ یہ غلام فلانے شخص کا ہے مگر اس کا سوم حصہ یا دو تہ اس کے صحیح ہے بنا بر مذہب قوی والاستنار المستغرق  
 باطل ولو فیما یقبل الرجوع کو صیغہ لان استنار الکل لیس بر جوع بل ہو استنار فاسد ہو ایصح جو ہرہ اور وہ استنار جو کل مقرر کو مستغرق  
 کرے باطل ہے اگرچہ اس چیز میں ہو جو قابل رجوع ہے چنانچہ وصیت اس واسطے کہ تمام کا استنار کرنا رجوع نہیں بلکہ وہ فاسد استنار ہے یہی قول  
 صحیح ہے کذانی جو ہرہ میں ہے کہ بعضوں کے نزدیک استنار کل رجوع ہے اور بعضوں کے نزدیک رجوع نہیں استنار فاسد ہے اس  
 واسطے کہ اگر موصی تمام موصی بہ کو استنار کرے تو استنار باطل ہوگا اور وصیت صحیح اور اگر رجوع ہوتا تو وصیت باطل ہوتی اس واسطے کہ وصیت  
 میں رجوع کرنا جائز ہے کذانی الطحاوی و ہذا ان کانت الاستنار بعین لفظ الصدر او مساو لہ کما یاتی اور یہ یعنی استنار  
 مستغرق کا باطل ہونا اس شرط سے ہے کہ سرے کی لفظ ہے ہو بعینہ یا اس کے برابر سے ہو چنانچہ اس کا ذکر آوے گا ہم استنار بلفظ صدر کے  
 مثال نسائی طوائق الا النسائی اور لفظ مساوی کی مثال نسائی طوائق الا زوجاتی یا عبیدی احرار الامالیکی وان یغیرہما کعبیدی احرار  
 الا ہولاء والا سالما وغامتا وراشدنا وشد نسائی طوائق الا ہولاء والا زینب و عمرہ و ہند و ہم الکل صحیح الاستنار اور اگر استنار  
 مستغرق لفظ صدر یا مساوی کے معانی ہو چنانچہ یہ قول کہ میرے غلام آزاد ہیں سوائے ان غلاموں کے یا سوائے سالم اور غانم اور راشد کے  
 اور مانند اس کے یہ مثال ہے کہ میری عورتیں مطلقہ ہیں سوائے ان عورتوں کے یا سوائے زینب اور عمرہ اور ہند کے حالانکہ وہی مشار الیم  
 یا مسیموں کے سب غلام یا سب عورتیں ہیں تو استنار صحیح ہے و کذا ثلث مالی لزید الا القا و الثلث الف صحیح فلا یستحق ثیثا اذا الشرط بہام البقاع  
 لا حقیقۃ حتی لو طلقنا سائر الاربع صحیح و وقع ثلثان اور اسی طرح یہ قول کہ میرا تہائی مال زید کا ہے سوائے ہزار کے اور حالانکہ اس کا تہائی ہزار ہے

۱۲ جیسے گواہ کرنے کے حامل جو ہر جاتی ہے ۱۳ جیسے کھڑا رات کو مگر کسی رات آدمی رات یا کم کر دے اس میں سے تھوڑا یا زیادہ کر دے اس پر ۱۲

۱۴ جیسے سب عورتیں مطلقہ یا حق بجز اس کی سب عورتوں کے ۱۵ سب عورتیں طالق ہیں بجز منکوحات منکحہ کے یا میرے غلام آزاد ہیں بجز مملوکوں کے ۱۶

تو باوجود استعراق استنار صحیح ہے اور زید کسی چیز کا مستحق نہ ہوگا اس واسطے کہ صحت استنار کی شرط ابہام بقا بعض مستثنیٰ منہ ہے نہ حقیقت بقا یہاں تک کہ اگر زوج نے زوجہ کو طلاق دی بطلاقات ستمہ مگر چار طلاقات تو طلاق صحیح ہوگی اور طلقین واقع ہوں گی م ابہام بقا باعتبار صورت لفظ کے ہے اس واسطے کہ استنار تصرف لفظی ہے تو معنی کا ابہام اس کو مضر نہیں خلاصہ یہ ہے کہ عبیدی احرار الا سالما وغانما میں تکلم بالباقی بعد الاستنار ممکن ہے باعتبار لفظ کے اس واسطے کہ عبید کا لفظ غیر مذکورین کو بھی شامل ہے لیکن سالم اور فائز اور راشد اس واسطے کہ عبید نہیں کہ ان کے سوا مقرر کسی اور ضلام کا مالک نہیں تو یہ کلیت باعتبار لفظ کے نہ ہوئی تو لفظ ابہام بقا بلا شک مقرر کا صحیح استنار الکیلی والوزنی والمعدود والذی لا تتفاوت احادہ کالفوس والجز من الدرہم والدنانیر ویون المستثنی القیمۃ استنار الثبوت فی الذنہ وکانت کالثمنین جیسے صحیح ہے استنار کیلی اور وزنی اور اس معدود کا جس کے افراد متفاوت نہیں ہوتے چنانچہ فوس اور اخروٹ کا درہم اور دنانیر سے اور اس صورت میں قیمت مستثنیٰ ہوگی بطریق استنار کے بسبب ثابت ہونے کیلی اور وزنی اور معدود مذکور کے ذمے پر چاندی اور سونے کی طرح تو ایشائے مذکورہ درہم اور دنانیر کے مانند ہو گئیں اس راہ سے م کیلی اور وزنی اور معدود مذکور اور درہم اور دنانیر مقدرات ہیں تو باعتبار معنی کے جنس واحد مقررے اگرچہ صورت میں اجناس مختلف ہیں اس واسطے کہ یہ سب ثمن ہو کر ثابت فی الذمہ ہوتے ہیں تو ان میں استنار کرنا باعتبار معنی کے تکلم بالباقی ہے نہ باعتبار صورت کے بخلاف استنار ثوب کے درم سے اس طرح کہ علی ماۃ درہم الا ثوبا کہ یہ صحیح نہیں اس واسطے کہ ثوب کی مالیت معلوم نہیں کیونکہ متفاوت القیمۃ ہے فی نفسہ تو مجہول کا استنار مقرر معلوم سے پس قیاساً اور استنار دونوں صحیح نہیں کذانی الاتقانی لمخصاً وان استغرقت القیمۃ جمع ما اقربہ لاستغراقہ بغیر المساوی کیلی وغیرہ کا استنار درہم اور دینار سے صحیح ہے اگرچہ اس کی قیمت نام مقررہ کو مستغرق ہو اس واسطے کہ یہ غیر مساوی کا استعراق ہے اور یہ جائز ہے کیونکہ موسوم بقا ہے بخلاف لہ علی دینار الا ماۃ درہم لا استغراقہ بالمساوی فیبطل لانه استنار اکل ذکن فی الجوبہ وغیر ما علی ماۃ درہم الا عشرۃ دنانیر و قیمتا ماۃ اور اکثر لایز مرثیٰ فیخر بخلاف اس قول کے کہ اس کا میرے اوپر ایک دینار ہے مگر سو درہم کہ یہ صحیح نہیں بسبب استعراق استنار کے مساوی سے تو استنار باطل ہوگا کیونکہ یہ تمام مقربہ کا استنار ہے کذانی البحر یعنی تب تو مقرر مذکور پر دینار لازم ہوگا اور استنار مقررے کا لیکن جو ہرہ وغیرہ میں ہے کہ یہ قول کہ مجھ پر سو درہم ہیں مگر دس دینار اور حالانکہ قیمت دس دیناروں کی سو درہم ہے یا زیادہ تو مقرر پر کچھ لازم نہ ہوگا یعنی تو استنار صحیح مقررہ باوجود استعراق بالمساوی تو اس تناقض کی تحریر اور نتیجہ کرنا چاہیے م طہی نے کہا کہ ظاہر اس مسئلے میں رد قول ہیں بنی دور وایتوں پر کہ درہم اور دنانیر ایک جنس ہیں یا درہم جنس والدت تعالیٰ اعلم واذا استثنیٰ عددین بیئنا حرف الشک کان الاقل مخرباً نحو لہ علی الف درہم الا ماۃ درہم او خمسين درہم فیذمرہ تسعاً و خمسون علی الاصح بحر اور اگر ان دو عددوں کو استنار کرے جن کے درمیان حرف شک اور تردید کا واقع ہے تو عدد کمتر مخرج ہوگا چنانچہ اس قول میں کہ میرے اوپر ہزار درہم ہیں مگر سو درہم یا پچاس درہم تو اس کو نو سو اور پچاس درہم لازم ہوں گے بقول اصح کذانی البحر اس واسطے کہ کلمہ شک استنار میں کمتر کا مثبت ہے واذا کان المستثنیٰ مجہولاً مثبت الا اکثر نحو لہ علی ماۃ درہم الا تسعاً او الاقل لعلہ اذ لا بعضاً لزمہ احد و خمسون لوقوع الشک فی المخرج فی حکم بخروج الاقل اور جب کہ مستثنیٰ مجہول یعنی عدد غیر معین ہو تو اکثر عدد مثبت ہوگا چنانچہ اس مثال میں کہ اس کے میرے اوپر سو درہم ہیں مگر کچھ یا مگر قلیل یا مگر بعض تو مقرر کو اکاون لازم ہوں گے بسبب واقع ہونے شک کے مخرج میں تو کمتر کے خروج کا حکم ہوگا اور قلت ثابت ہوتی ہے اگرچہ نصف سے ایک ہی درہم ناقص ہو تو جب سو

کے نصف یعنی پچاس سے ایک درم گھٹیا تو کا دن باقی رہ گئے ولو وصل اقرارہ بان شاعر الحدیث اوفلان اوعلقہ بشرط علی خطر لا  
بکان کان مت فانه تجیز لطل اقرارہ اور اگر مقرر نے اپنا اقرار انشاء اللہ کے ساتھ ملایا یا فلائی شخص کی مشیت سے ملایا یا اقرار کو اس شرط سے  
معلق کیا جو یقینی نہیں محتمل الوجہ ہے تو اقرار باطل ہے نہ تعلیق شرط متحقق یقینی کی چنانچہ یوں کہنا کہ اگر میں مرجاؤں تو یہ تعلیق نہیں تجیز ہے یعنی  
فی العود اقرار لازم ہوگا خواہ وہ مر جائے یا زندہ رہے اس واسطے کہ موت بلا شک واقع ہونے والی ہے کذا فی البحر یعنی لو ادعی المشیۃ بل یصدق  
لم ارہ وقرمانی الطلاق ان المعتمد لا یکن الاقرار کذلک لتعلق حق العبد قالہ المصنف باقی رہی یہ بات کہ در صورت تعلیق بالمشیۃ کے وہ مشیت  
کا دعویٰ ہو تو اس کی تصدیق ہوگی یا نہیں میں نے اس کو مصرح نہیں دیکھا اور ہم نے کتاب الطلاق میں پہلے ذکر کیا ہے کہ در صورت ادعا کے  
مشیت قول معتد یہ ہے کہ تصدیق مدعی کی نہ ہوگی تو چاہیے کہ اقرار بھی ایسا ہی ہو بسبب متعلق ہونے حق العبد کے یہ قول ہے مصنف کا اپنی شرح میں  
وصح استثناء البیت من الدار لا استثناء البنا و البنا لہ دخولہ تبعاً لکان وصفا و استثناء الوصف لا یجزا اور صحیح ہے استثناء کرنا کوٹھری  
کا گھر سے نہ استثناء کرنا عمارت کا دونوں سے یعنی کوٹھری اور گھر سے اس واسطے کہ عمارت بیت اور دار میں بالبعث داخل ہے تو عمارت  
وصف ٹھری اور وصف کا استثناء کرنا صحیح نہیں مگر اس کی سیما ہی مقرر کی نہیں ہے وان قال  
بنا ہالی و عمر متھا لک فکما قال لان العرصۃ ہی البقعة لا البنا حتی لو قال دار ضالک کان لہ البنا ایضاً لدخولہ تبعاً لاقال بنا ہا  
لزید والارض لعمر و فکما قال اور اگر یوں اقرار کیا کہ گھر کی عمارت میری ہے اور اس کا عرصہ تیرا ہے تو ویسا ہوگا جیسا اس نے کہا اس واسطے کہ  
عرصہ بقعہ ہے نہ عمارت یعنی عرصہ عبارت ہے بقعہ خالی از عمارت سے تو اگر یوں اقرار کرے گا کہ گھر کی عمارت میری ہے اور اس کی زمین تیری  
ہے تو عمارت بھی مقررہ کی ٹھہرے گی اس واسطے کہ عمارت گھر میں بالبعث داخل ہے مگر جب یوں کہے کہ گھر کی عمارت زید کی ہے اور زمین عمرو  
کی تو ویسا ہی ہوگا جیسا اس نے کہا اس واسطے کہ جب اس نے کہا عمارت کا اقرار زید کے واسطے کیا تو عمارت اس کی ملک ہوگئی تو اب  
زمین کا اقرار عمرو کے واسطے کرنے سے زید کی عمارت اس کی ملک سے خارج نہ ہوگی اس واسطے کہ اقرار مقرر کا غیر شخص کے حق میں حجت نہیں  
بخلاف مسئلہ مقدمہ اس واسطے کہ عمارت مقرر کی ملک سے پھر جب اس نے زمین کا اقرار غیر کے واسطے کیا تو عمارت اس کی تابع ہوگئی کذا فی  
المنح و استثناء فی الخاتم و نخلة البستان و طوق الجاریۃ کالبنا و بنامہ اور استثناء کرنا انگوٹھی کے نگین کا اور کھجور کے درختوں کا باغ  
سے اور طوق کالونڈی سے عمارت کے مانند ہے امر مذکور میں م اس واسطے کہ نگین انگوٹھی میں اور درخت باغ میں اور طوق جاریہ میں عمارت کے  
مانند بالبعث داخل ہے تو استثناء صحیح نہ ہوگا بتایہ میں ہے و درخت سے درخت بدون جڑ کے مراد ہے اور اگر اشجار کا استثناء اصول کے ساتھ ہو تو  
استثناء صحیح ہے اس واسطے کہ اصل یعنی جڑ کا اقرار قصد واجب ہے نہ تبعاً وان قال مکلف علی الف من کمن عید ما قبضتہ اجمہ  
صنفہ عید و قولہ موصولاً باقرارہ حال منہا ذکر فی الحاوی فلیحفظ و عینہ اے عین العبد و ہوتی یہ المقر فان سلمہ اے المقر لزمہ الالف والالا  
عملاً بالصفة اور اگر یوں اقرار کیا بالغ عاقل نے کہ اس کے میرے اوپر ہزار درم ہیں اس غلام کا من جس پر میں نے ہنوز قبضہ نہیں کیا  
عدم قبضہ کو اقرار کے ساتھ ملا کر بولا اور غلام کو معین کر دیا اور حالانکہ وہ غلام مقررہ کے پاس ہے تو اگر مقررہ مقرر کو غلام تسلیم کرے تو مقررہ ہزار  
درم لازم ہوں گے اور نہیں تو لازم نہ ہوں گے صفت عدم قبضہ پر عمل کرنے سے شارح نے کہا ما قبضتہ کا جملہ صفت ہے غلام کی اور موصول  
کا لفظ حال واقع ہو ہے جملہ مذکورہ سے یہ مذکور ہے حاوی قدسی میں تو اس کو یاد رکھنا چاہیے یعنی تا فہم مطلب میں خطا نہ ہو و ان لم یعین  
العبد لزمہ الالف مطلقاً اصل ام فصل و قولہ ما قبضتہ لخواہ جمع اور اگر مقررہ نے غلام کو معین نہ کیا تو اس کو ہزار لازم ہوں گے ہر طرح سے

خواہ عدم قبض کو لاکر کہے یا اس کو جدا کر کے کہے اور اس کا یہ قول کہ میں نے اس پر قبضہ نہیں کیا لغو ہوگا اس واسطے کہ رجوع ہے اقرار سے بعد اقرار کر چکنے کے معنی اور رجوع جائز نہیں کقولہ من مثن حمر او مثنزیر او مال فجار او حمر او میتة او دم فیلزمہ مطلقاً وان وصل لانه رجوع الا اذا صدقہ او اقام بنیۃ فلا یلزمہ چنانچہ اس قول میں کہ اس کے مجھ پر ہزار درہم ہیں شراب یا سورا کاشن یا فجار کا مال یا آزاد مرد یا مردار یا خون کاشن تو اس پر مطلقاً لازم ہوگا اگرچہ اس کو اقرار کے ساتھ ملا کر کہے اس واسطے کہ یہ اقرار کر کے پھر جانا ہے مگر جب کہ مقررہ اس کی تصدیق کرے امد مذکورہ میں یا مقرر گواہ قائم کرے تو اب ہزار اس کو لازم نہ ہوں گے **ولو قال له علی الف درہم حرام** اور بوافنی لازمہ مطلقاً وصل ام فصل لا احتمال حله عند غیرہ اور اگر اقرار کیا کہ اس کے میرے اوپر ہزار درہم حرام یا بیاج کے ہیں تو درہم مذکورہ مقرر پر لازم ہوں گے ہر طرح خواہ ملا سے اقرار سے یا جدا کہے اس کے حلال ہونے کے احتمال سے غیر مقرر کے نزدیک م یعنی جس کو مقرر حرام یا بیاج کہتا ہے شاید اس کے مذہب میں حلال ہو چنانچہ ایک چیز بائع سے خریدی اور ہنوز اس پر قبضہ نہیں کیا اور اس کو بائع مذکور کے ہاتھ بیجا اپنی خرید سے کمتر ثمن سے تو یہ زیادت ہمارے نزدیک حرام ہے اور شافعی کے نزدیک یہ بیع جائز ہے اور زیادت احد الثمنین ان کے نزدیک حرام نہیں اور نہ بیاج ہے اور اس تعلیل کا ظاہر اس کو مقتضی ہے کہ اگر مقرر اور مقررہ کا ایک ہی مذہب ہو تو مقرر پر کچھ لازم نہ آدے کذانی الخطاوی **ولو قال علی زورا او باطلا لزمہ ان کذب المقر والابان صدقہ لا یلزمہ** اور اگر یوں اقرار کرے کہ میرے اوپر مثلاً ہزار درہم ہیں بطریق زور یا بطلان کے تو اس پر لازم ہوں گے اگر مقررہ اس کی تکذیب کرے اور اگر تکذیب نہ کرے اس طرح کہ اس کی تصدیق کرے تو اس پر کچھ لازم نہیں **والاقرار بالبیع تلجیۃ ہی ان یلجک ان تاتی امر باطنہ علی خلاف ظاہرہ فانہ علی ہذا التفصیل ان کذب لزم البیع والالا او بیع تلجیۃ کا اقرار کرنا اسی تفصیل پر ہے کہ اگر مقررہ اس کی تکذیب کرے تو بیع لازم ہے اور اگر تصدیق کرے تو لازم نہیں بیع تلجیہ یہ ہے کہ تجھ کو مضطر کرے اس امر کے کرنے پر جس کا باطن اس کے ظاہر کے مخالف ہو صورت اضطرار یہ ہے کہ دشمن کا خوف ہو کہ میری چیز چھین لے گا تو اس چیز کو کسی دوست معتد سے اپنا حال بتا کر بیع ڈالے ظاہر میں نہ باطن میں تو درحقیقت یہ بیع نہیں ہزل کے مانند ہے **ولو قال له علی الف درہم زیوف** ولم یدکر السب فنی کہا قال علی الاصح تجر اور اگر بولا کہ اس کے مجھ پر ہزار درہم زیوف ہیں اور اس کا سبب مذکورہ دیکھا کہ ثمن بیع میں یا غضب یا ودیعت تو جیسا اس نے کہا زیوف ہی لازم ہوں گے بنا بر قول اصح م زیوف جمع ہے زیف کی یعنی کھونٹے درہم جو خزانہ سلطانی میں نہ لے جا دیں **ولو قال له علی الف من ثمن متاع او قرض وہی زیوف مثلاً** لم یصدق مطلقاً لانه رجوع اور اگر بولا کہ اس کے مجھ پر ہزار درہم ہیں متاع کے ثمن سے یا قرض سے اور حالانکہ درہم مذکورہ زیوف ہیں مثلاً تو اس کی مطلقاً تصدیق نہ ہوگی کیونکہ وہ اقرار سے پھرنا ہے **ولو قال من غضب او ودیعت الا انہما زیوف او بہر حتمہ صدق مطلقاً وصل ام فصل** اور اگر بولا کہ میرے اوپر ہزار درہم ہیں غضب یا ودیعت سے مگر درہم مذکورہ زیوف ہیں یا بہر حتمہ تو اس کی مطلقاً تصدیق ہوگی خواہ ملا کر کہے خواہ جدا کر کے م اس واسطے کہ غضب اور ودیعت مقتضی سلامت اور عیب نہیں اس واسطے کہ غاصب جو پانا ہے غضب کرتا ہے اور اسی طرح مودع بہر حتمہ وہ درہم ہیں جن کو مودع گرنہ لیتے ہوں اور غیر تجار لیتے ہوں وان قال ستوقہ اور صام فان وصل صدق وان فصل لا لاسناد درہم مجازاً اور اگر بولا کہ مجھ پر ہزار درہم ہیں مگر درہم مذکورہ ستوقہ یا رانگے کے ہیں تو اگر استنفاء اقرار سے ملا کہ بولا تو اس کی تصدیق ہوگی اور اگر جدا کر کے بولے گا تو تصدیق نہ ہوگی اس واسطے کہ وہ درہم مجازاً ہیں نہ حقیقی م ستوقہ وہ درہم ہیں جن کے دونوں طرف پتر چاندی کے ہوں اور بیچ میں تانبا یا سیرہ و صدق بیہینہ فی غضبہ او ودیعتی **توبا اذا جار مجیب ولا بنیۃ** اور اس کی تصدیق ہوگی قسم کے ساتھ اس قول میں کہ میں نے اس کو پڑا غضب کیا یا اس نے میرے پاس**

کپڑا ودیعت رکھا جب کہ مقرر کپڑے کو عیب دار لاوے اور حالانکہ مقرر کے پاس گواہ نہیں یعنی اس واسطے کہ غضب اور ودیعت وصف سکتا  
 کے مقتضی نہیں **وَصَدَقَ فِي لَهْ عَلَى الْفِ** دوسرے میں متاع مثلاً الا انه ينقص كذا سے الدرہم وزن خمسہ لا وزن سبوتہ اور مقرر کی تصدیق  
 ہوگی اس قول میں کہ اس کے میرے اور ہزار درہم ہیں اگرچہ مثلاً متاع کے متن سے ہوں مگر درہم مذکورہ وزن میں اتنے کم ہیں یعنی وزن خمسہ  
 کے درہم ہیں نہ وزن سبوتہ کے م یعنی اس ہزار درہم سے ہر دہائی پانچ مثقال کے وزن کے برابر ہے نہ سات مثقال کے کذا فی المطاوی **متصلاً**  
**وان فصل بلا ضرورة لا يصدق لصحة استئثار القدر لا الوصف** کا لایا نہ مقرر مذکور کی تصدیق ہوگی اگر استئثار اقرار کے ساتھ ملا کر بولا اور اگر بولا  
 کیے گا بدون ضرورت کے تو تصدیق نہ ہوگی بسبب صحیح ہونے مقدار کے استئثار کے نہ وصف کے استئثار کے چنانچہ کھونٹا ہونا ولو قال لا اخذ  
**منك الف او وليعة فملكته في يدي بلا تعد وقال الاخذ مني غصبا ممن المقر لا اقراره بالاخذ وهو سبب الضمان** اور  
 اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میں نے تجھ سے ہزار درہم بطریق ودیعت رکھنے کے لئے سووہ تلف ہو گئے بدون میری تصدیق کے اور دوسرے  
 شخص نے کہا بلکہ تو نے مجھ سے درہم مذکورہ غضب کے طریق سے لئے تو مقرر پتاوان لازم ہوگا اس کے لینے کے اقرار سے اور وہ تاوان کا سبب ہے  
 م جب لینے کا اقرار کیا تو تاوان لازم آیا پھر وہ موجب برأت کا دعویٰ ہوا یعنی اذن بالاخذ کا اور دوسرا منکر ہے تو منکر ہی کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہوگا  
 کذا فی المطاوی **وفى قوله انت اعطيتني ووليعة وقال الاخذ عصبته بل مني لا الضمن بل القول له لانكاره الضمان** اور اس قول میں  
 کہ تو نے مجھ کو درہم بطور ودیعت کے دئے اور دوسرے نے کہا بلکہ تو نے غضب کے مجھ سے تو مقرر ضمان لازم نہ ہوگا بلکہ اسی کا قول مقبول ہوگا  
 کیونکہ وہ تاوان کا منکر ہے م اس واسطے کہ اس نے سبب ضمان کا اقرار نہیں کیا یعنی اپنے لینے کا بلکہ اس کے دینے کا اور دینا دوسرے کا نفل ہے  
 یعنی مقرر کا اور وہ ضمان کا موجب نہیں تو وہ اپنی ذات پر سبب ضمان کا مقرر نہ ہوا اور مقرر سبب ضمان کا دعویٰ ہے اور مقرر اس کا منکر ہے اور قول  
 تو منکر کا مقبول ہے کذا فی المنع **وفى هذا كان ووليعة او قرضالى عندك فاخذته منك فقال المقر له بل هو لى اخذ المقرر له**  
**لو قائما والا قيمته لا اقراره باليد له ثم بالاخذ منه هو سبب الضمان** اور اس قول میں کہ یہ چیز میری ودیعت تھی یا میرا قرض تھا تیرے پاس سو میں نے  
 اس کو تجھ سے لے لیا سو مقرر نے کہا بلکہ وہ میرا مال تھا تو مقرر مقرر سے لے اگر وہ چیز موجود ہو اگر موجود نہ ہو تو اس کی قیمت لے اس واسطے کہ  
 مقرر نے مقرر کے قبض اور تصرف کا اول اقرار کیا پھر اس سے لینے کا اقرار کیا اور لینا سبب ہے تاوان کا یعنی جب اس نے اس کے ذی الید پر  
 کا اقرار کیا پھر اپنے استحقاق کا دعویٰ کیا تو بلا برہان اس کی تصدیق نہ ہوئی **وَصَدَقَ مِنْ قَالَ اجرت فلانا فرسى بذوا و ثوبه بذوا فرب**  
**اوليسه او اعتره ثوبه او اسكنه بيتي ورده او خاط فلان ثوبه بذوا فرب** **فلان فلان بل ذلك لى قال لقول للمقر استئثارا**  
**لان الید فی الاجارة ضرورية بخلاف الودیعة** اور اس مقرر کی تصدیق ہوگی جس نے کہا کہ میں نے فلانے شخص کو اپنا یہ گھوڑا یا اپنا یہ کپڑا یا یہ دیا سو وہ گھوڑے پر  
 سوار ہوا یا کپڑے کو پہنایا اس کو میں نے کپڑا بطور عاریت کے دیا اس کو میں نے اپنے گھر رکھا اور فلانے شخص نے اس بات کو نہ مانا یا یوں اقرار کیا کہ فلانے  
 شخص نے میرا یہ کپڑا یا اتنی مزدوری پر سو میں نے اس سے کپڑا لیا اور فلانے شخص نے کہا بلکہ وہ کپڑا میرا ہے تو مقرر ہی کا قول مقبول ہوگا بطور  
 استئثار کے اس واسطے کہ قبض اور تصرف اجارے میں ضروری امر ہے بخلاف ودیعت کے م اجارے میں قبض استئثار کے معقود علیہ کی واسطے  
 ضروری ہے یعنی استئثار منافع کے واسطے تو مستاجر کے قبض کا اقرار اس کی ملک کی دلیل نہیں ہو سکتی بخلاف ودیعت اور اقرار کے بذوا  
**الالف ووليعة فلان لابل ووليعة فلان فالالف للاول وعلی المقر الف مثله للثانی بخلاف ہی لفلان لابل لفلان**  
**بلاذکر ایداع حیث لا یجب علیہ للثانی** شے لائے لم یقر بایداعہ یہ ہزار درہم فلانے کی ودیعت ہے نہیں بلکہ فلانے کی ہے تو ہزار درہم مشار الیہا

اول مقرکہ کے ہیں اور مقر پر مانند اس کے اور ہزار درم ثانی مقرکہ کے لازم ہوں گے بخلاف اس قول کے وہ ہزار درم فلا نے کے میں نہیں بلکہ فلا نے کے ہیں بلا ذکر ایذا کہ اس صورت میں مقر پر مقر ثانی کے واسطے کچھ واجب نہ ہوگا اس واسطے کہ اس کی ودیعت رکھنے کا مقر نے ذکر نہیں کیا و ہذا ان کانت معینۃ وان کانت غیر معینۃ لزومہ ایضا اور یہ اس وقت ہے جب کہ درہم معین ہوں اور اگر غیر معین ہوں تو مقر ثانی کے واسطے بھی ہزار درم مقر پر لازم ہوں گے کقولہ **عصبت فلانا مائۃ درہم و مائۃ دینار و کمر حنظلہ لابل فلانا** لزومہ لكل واحد منہما کلمہ وال کانت بعینہما ہی للاول و علیہ للثانی مثلہا مانند اس قول مقر کے کہ میں نے فلا نے سے سو درم اور سو دینار اور ایک کرگیوں غصب کئے ہیں بلکہ فلا نے سے بچپن لئے تو مقر پر دونوں میں سے ہر شخص کے واسطے اثبات مذکورہ کے برابر لازم ہوں گے **ولو کان المقر واحد الی زمرہ اکثرہا قدر او افضلہا و صفا نحو الف درہم لابل الفان و الف درہم جیاد لابل زیوف**

اور عکسہ اور اگر مقر ایک شخص ہو یعنی اور احد الاقرارین مقدار یا وصف زائد ہو تو مقر پر وہ لازم ہوگا جو دونوں اقراروں میں سے مقدار میں اکثر اور وصف میں افضل ہو چنانچہ اس مثال میں کہ اس کے میرے اوپر ہزار درم ہیں نہیں بلکہ دو ہزار ہیں یا یوں اقرار کیا کہ اس کے ہزار کھرے درم ہیں نہیں بلکہ کھونٹے درم ہیں یا بالعکس اس کے اقرار کیا یعنی اول دو ہزار کا پھر ایک ہزار کا یا اول کھونٹے درموں کا اقرار کیا پھر کھروں کا **ولو قال الدین الذی لی علی فلان لفلان او الودیۃ الی عند فلان ہی لفلان فہو اقرارہ و حق القبض للمقر و لکن لو سلم الی المقر لہ بری خلاصہ** اور اگر بولا کہ جو میرا دین فلا نے شخص پر ہے وہ فلا نے آدمی کا ہے یا جو ودیعت فلا نے کے پاس ہے وہ فلا نے شخص کی ہے تو یہ اقرار ہے مقر کے واسطے اور قبض دین یا قبض ودیعت کا حق مقر کے واسطے ثابت ہے و لیکن اگر مدیون یا مودع مقر کو تسلیم کرے گا تو ادائے دین اور ودیعت سے بری الذمہ ہو جائے گا کذا فی الخلاصہ لکن مخالف لما مر انہ ان اضاف لفضہ کان ہبۃ فینذم التسلیم و لذلک قال فی الحاوی

**القدسی ولو لم یسلط علی القبض فان قال و اسے فی کتاب الدین عاریۃ صح وان لم یقتد لم یصح قال المصنف و ہذا المذکور فی عامۃ المعیرات خلافا للخلاصۃ فقال عند الفتوے لیکن خلاصہ کا قول مخالف ہے اس قول کے جو کہ یہ مذکور ہو چکا کہ اگر مقر اپنی ذات کے واسطے نسبت کرے تو ایسا اقرار ہبہ ٹھہرے گا تو جانب مقر سے تسلیم لازم ہوگی اور اسی واسطے حاوی قدسی میں کہا ہے کہ اگر مقر مقر کو قبض دین پر مسلط نہ کرے تو اگر لے کرے کہ میرا نام کتاب الدین میں عاریت ہے تو اقرار صحیح ہے اور اگر یہ نہ کہے تو صحیح نہیں مصنف نے اپنی شرح میں کہا اور حاوی قدسی کے موافق اکثر کتب معتبرہ میں ہے برخلاف خلاصہ کے تو تامل کیجیو اس مسئلے میں فتوے دینے کے وقت شرح و بیانیہ میں تم سے منقول ہے کہ جب یہ اقرار کرے کہ میرا دین فلا نے کا دین ہے اور مقر اس کی تصدیق کرے تو صحیح ہے اور حق قبض اول کے واسطے ہے نہ ثانی کے واسطے لیکن باوجود اس کے اگر مدیون ثانی کو دے گا بری الذمہ ہو جائے گا اور اول وکیل کے مانند ٹھہرے گا اور ثانی موکل کے مانند ہوگا انتہی تو ظاہر ابجد تصادق کے دین مقر کا ہوگا اگرچہ مقر یوں نہ کہے کہ میرا نام عاریت ہے اور اس کے قبض پر مسلط نہ کرے تو بھی تصادق ملک مقر کا مفید ہے اور اگر حاوی کا قول اس پر محمول کیجئے کہ مقر صحت اقرار کی وقت اور بیانیہ کے مسئلے کو جو خلاصہ کے موافق ہے تصدیق مقر پر محمول کیجئے تو توافق بین القلوب حاصل ہو جائے اور مخالفت اور اضطراب زائل ہو کذا فی الحاوی**

یعنی مرض الموت و حدہ مر فی طلاق المریض و سبخی فی الوصایا یہ باب ہے اقرار مریض کے احکام میں یعنی وہ مریض جو بمرض الموت بیمار ہے اور تعریف مرض الموت کی مذکور ہو گئی طلاق مریض میں اور آگے آدے گی کتاب الوصایا میں **باب اقرار المریض** اقرارہ بدین لاجنبی نافذ من کل مالہ باشرک مریض کا اقرار دین اجنبی غیر وارث کے واسطے نافذ ہے اس کے تمام مال سے بذیل قول عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہم فاروق سے مروی ہے **اذا اقر المریض بدین جائز ذلک علیہ فی جمیع ترکاتہ یعنی جب بیمار دین کا اقرار کرے تو اس پر جائز ہے**



اس کے تمام متروکہ میں اور ایسی صورت میں اثر بجائے حدیث ہے کیونکہ وہ مقدرات سے ہے جس میں قیاس کو گنجائش نہیں تو سماع شارع علیہ لصلوٰۃ والسلام پر محمول ہوگا کذا فی الطحاوی ولو بعین کذا لک الا اذا علم تملیکہ لمانی مرضہ فیتقید بالثبوت ذکرہ المصنف فی معینہ فلیحفظ اور اگر عین کا اقرار ہو تو بھی اسی طرح کا حکم ہے یعنی جمیع متروکہ سے نافذ ہوگا مگر جب کہ تملیک مریض کی اس کے مرض میں معلوم ہو یعنی قرآن سے یہ معلوم ہو کہ مریض اجنبی کو عین کا مالک کرتا ہے اپنی بیماری میں تو یہ تملیک مفید ثبوت مال ہوگی یعنی ثبوت متروکہ سے متعلق ہوگی نہ تمام متروکہ سے بیان کیا ہے اس کو مصنف نے اپنی کتاب المعین میں تو اس کو یاد رکھنا چاہیے م چونکہ مرض کی تملیک وصیت ہے لہذا مقید ہوگی ثبوت مال سے عمومی میں ہے عین کا اقرار مریض اجنبی کے واسطے صحیح ہے اگر اقرار بطریق حکایت کے ہو اور اگر بطریق ابتداء کے ہو تو ثبوت مال سے صحیح ہوگا کذا فی العمدۃ اقرار ابتدائی سے مراد یہ ہے کہ اس کی صورت تو اقرار کی صورت ہو اور حقیقت میں ابتداء تملیک ہو تاکہ وارثوں کو حصہ نہ ہو اور اقرار چکائے تو حقیقی اقرار ہے کذا فی الطحاوی لخصاً و آخر اللارث عنہ اور میراث پیچھے ڈالی جائے گی اور اے دین مذکور سے یعنی اس واسطے کہ قضا دین مقدم ہے میراث پر تا اس پر آخرت کا مواخذہ باقی نہ رہے و دین الصحتہ مطلقاً و مالزمرہ فی مرضہ بسبب معروف ببنیۃ او بمعایرۃ قاض قدم علی ما اقربہ فی مرض موتہ اور حالت صحت کا دین مطلقاً خواہ گواہوں سے معلوم ہو خواہ اقرار سے وارث کا دین ہو یا اجنبی کا عین کا اقرار ہو یا دین کا اور جو دین کہ اس کو مرض لازم ہو یا سبب معروف سے جو گواہوں یا قاضی کے معائنہ سے معلوم ہو مقدم ہوگا اس دین پر جس کا مریض نے اپنے مرض الموت میں اقرار کیا لو المقربہ و ولجہ دین صحت کا مرض کے اقرار پر مقدم ہے اگرچہ مرض کا مقربہ و ولجہ دین صحت کا دین سبب برابر ہیں بلاتقدم و السبب المعروف مایس تبرع کنکاح مشاہد ان مہر المتعل اما الزیادۃ فباطلۃ وان جاز النکاح عنایت اور دین کا سبب معروف وہ ہے جو تبرع نہ ہو چنانچہ وہ نکاح جو شاہدوں کے سامنے ہو اور بشرطیکہ نکاح مہر مثل سے ہو اور زیادتی مہر مثل سے تو مرض الموت کے نکاح میں باطل ہے اگرچہ نکاح جائز ہے کذا فی العنایت م زیادتی مہر مثل سے باطل ہے بشرط عدم اجازت و رشہ کذا فی الطحاوی و بیع مشاہد و ائلاف کذا لک اے مشاہد اور چنانچہ بیع مشاہد اور اسی طرح ائلاف مشاہد یعنی کسی کا مال تلف کرنا شاہدوں کے سامنے و المریض لیس لہ ان یقضے دین بعض الغرماء دون بعض ولو کان ذلک اعطاء مہر و ایفاء اجرة اور مریض کو یہ جائز نہیں کہ بعض اہل دیون کا دین ادا کرے سوائے بعض کے اگرچہ یہ دین مہر کا دین اور اجرت کا ادا کرنا ہو م اس واسطے کہ مریض کے مال میں سب دین والوں کا حق متعلق ہیں تو بعض کے دینے میں اوروں کی حق تلفی ہے مریض کی قید سے معلوم ہوا کہ جو غیر مجبور کو اس طرح کی تخصیص ممنوع نہیں فلا یسلم لہا الا انی مسکتین تو مہر اور اجرت کے واسطے مریض کا دین سلامت نہ رہے گا مگر دو مسکوں میں اور اے بعض دین جائز ہے اولیٰ قرضہ بالاستقراض فی مرضہ اولیٰ قرضہ ما اشترى فیہ لو تمیل القیمۃ کما فی البرہان وقد علم ذلک اے ثبت کل منہا بالبرہان لا باقرارہ للتمتہ و دونوں مسئلے یہ ہیں جب کہ مریض اس قرض کو ادا کرے جو اس نے اپنی بیماری میں لیا یا ادا کرے اس چیز کا ثمن جو اس نے مرض میں خرید کیا اگر ثمن قیمت کے برابر ہو چنانچہ برہان میں ہے اور حالانکہ یہ معلوم ہو چکا یعنی ثابت ہو چکا ہے قرض اور خرید گواہوں سے نہ اس کے اقرار سے بسبب تہمت کے م تہمت یہ ہے کہ شاید اس کو اس اقرار سے وارثوں کا حصہ گھٹانا منظور ہے بخلاف اعطاء المہر و نحوہ و ما اذا لم یؤد حقی مات فان البائع اسوۃ للعمر ما فی الثمن اذا لم یکن

العین البیتۃ فی یدہ اسے ید البائع فان كانت کان اولے بخلاف اعطاء مهر وغیرہ کے اور بخلاف اشتراط مرض کے جب کہ مرعی نے اس کا متن ادا نہ کیا یہاں تک کہ مرگیا تو اس کا بائع اور دین والوں کے برابر ہے متن پانے میں جب کہ شے بیع بائع کے ہاتھ میں نہ ہو اور اگر بائع کے ہاتھ میں ہو تو وہی مقدم ہے مگر تو بیع مذکور نہ بھی جائے اور اس متن سے بائع کا دین ادا کیا جاوے اور اگر اس کے دین سے متن کچھ زیادہ ہو تو زیادت متروکہ میں لائی جائے اور اگر متن دین سے ناقص ہو تو بقدر نقصان بائع مذکور ارباب دیون کے برابر ہوگا کذا فی الطحاوی واذا اقر المرعی بدین ثم اقر بدین تحاصلا او فصل للاستواء اور جب کہ مرعی نے ایک دین کا اقرار کیا پھر دوسرے دین کا اقرار کیا تو دونوں مقر لہ حصہ رسد پاریں گے خواہ دونوں اقراروں کو ملایا ہو یا جدا کیا ہو بسبب برابر ہونے دونوں اقراروں کے ولو اقر بدین ثم بودیۃ تحاصلا اور اگر مرعی نے دین کا اقرار کیا پھر ودیۃ کا اقرار کیا تو دونوں مقر لہ حصہ رسد پاریں ولعکس الودیۃ اولی اور اس کے بالعکس میں ودیۃ اولی اور مقدم ہے یعنی اگر اول ودیۃ کا اقرار کیا تو ودیۃ کی تقدیم ہے اس واسطے کہ جب اس نے پہلے ودیۃ کا اقرار کیا تو مقر لہ اس کا مالک ہو گیا پھر اب دین کا اقرار غیر کے مال میں جائز نہ ہوگا کذا فی الطحاوی و ابرار دیونہ و ہو مدیون غیر جائز اسے لا یجز ان کان اجنبیا وان کان وارثا فلا یجز مطلقا سوا کان المرعی مدیونہ او لا للتمتہ اور مرعی کو اپنے مدیون کا دین معاف کرنا اور حالانکہ مرعی خود مدیون ہے غیر جائز ہے یعنی ابرار جائز نہ ہوگا اگر اس کا مدیون غیر شخص ہو اور اگر مدیون وارث ہو مرعی کا تو ابرار مطلقاً جائز نہیں بلکہ ہے کہ مرعی مدیون ہو یا نہ ہو تمہت کے سبب سے وحیدۃ صحیحہ ان لیس لہ حق لی علیہ کما افادہ بقولہ وقولہ لم یکن لی علی ہذا المطلوب شے یشمل الوارث وغیرہ صحیح قضاء لا ویانہ مرتفع بہ مطالبۃ الدین لا مطالبۃ الاخرۃ حادی الا المر فی الصحیح علی الصحیح بزانیۃ اسے منظور نہ علیہ غالباً اور صحت ابرار کا مدیون حید یہ ہے کہ مرعی کہے کہ میرا اس پر کچھ حق نہیں چنانچہ اس کو مصنف نے بیان کیا ہے اپنے اس قول سے اور مرعی کا یوں کہنا کہ میرا اس مطلوب پر وارث ہو یا غیر وارث کچھ نہیں صحیح ہے قضا کی راہ سے نہ دیانت کی راہ سے تو مدیون مطلوب سے دینا کا مطالبہ مرتفع ہوگا نہ آخرت کا مطالبہ کذا فی الحادی سوائے دین مہر کے کہ اس کا ابرار حید مذکورہ سے صحیح نہ ہوگا بقول صحیح کذا فی البرزانیہ بسبب ظاہر ہونے اس بات کے کہ زوج پر ہر اکثر واجب الاداء ہوتا ہے یعنی اگر زہرہ مرض الموت میں کہے کہ میرا مہر نہیں زوج پر تو ابرار صحیح نہ ہوگا بخلاف اقرار البنت فی مرضہا بان الشیء الفلانی ملک ابی او امی لاحتی لی فیہ او ان کان عندی عاریۃ فانہ یصح ولا یشع دعویٰ زوجہا فیہ کما بسطہ فی الاشباہ قانکا فانتم ہذا التمریر فان من مزوات کتابی بخلاف بیٹی کے اس قرار کے اپنے مرض الموت میں کہ نکال چیر میرا مال یا آپ کی ملک ہے میرا میں کچھ حق نہیں یا وہ چیز میرے پاس عاریت تھی تو یہ ابرار صحیح ہوگا اور اس کے زوج کا دعویٰ اس میں سموع نہ ہوگا چنانچہ اس کو مشرح بیان کیا ہے اشباہ میں اس طرح کہہ کر کہ عنیت جان اس تمہر یہ ہو کہ یہ میری کتاب کی مخصوصات سے ہے م اس قول کو اشباہ کے محشیون مانند حموی و شیخ صالح وغیرہ نے مسلم نہیں رکھا اس واسطے کہ یہ اقرار ہے عین کا وارث کے واسطے بصیۃ نفی اور اس کی عدم صحت میں اختلاف نہیں اور صاحب اشباہ جس کی سند لایا، وہ مقروض ہے دین میں نہ عین میں خلاصہ یہ کہ ابرار یہ لفظ نفی البتہ جائز ہے دین میں اور عین کا اقرار وارث کے واسطے بالاتفاق غیر صحیح ہے وتمام فی الطحاوی وان اقر المرعی لوارثہ بمفروضہ او مع اجنبی بعین او دین بطل خلافا للشافعی ولنا حدیث لا وصیۃ لوارث ولا اقرار لہ بدین او د اگر مرعی نے اقرار کیا فقط اپنے وارث کے واسطے یا اجنبی کے ساتھ عین کا اقرار کیا یا دین کا باطل ہے برخلاف امام شافعی کے اور ہماری دلیل یہ حدیث ہے کہ وصیۃ جائز نہیں وارث کے واسطے اور نہ دین کا اقرار م اس حدیث کو دارقطنی نے روایت کیا ہے کذا فی الطحاوی الا ان یصح بقیۃ الوارثۃ وارث کے واسطے اقرار باطل ہے مگر اس صورت میں باطل نہیں جب کہ باقی وارث مرعی کی تصدیق کریں قلوبم یکن وارث او امی

لزومہ اری لصحت الوصیۃ واما غیر ہما فیث الکل فرضاً اور و افلا یحتاج لوصیۃ شربلاً لیتہ تو اگر دوسرا وارث نہ ہو اور زوج مریض نے اپنی زوجہ کے واسطے وصیت کی یا زوج نے زوج کے واسطے وصیت کی تو وصیت صحیح ہوگی اور وارث غیر زوجین تو کل مسترد کہ کا وارث ہوگا بطریق ذمین یا رد کے تو وارث کے وصیت کرنے کی کچھ حاجت نہیں کذا فی الشربلاً لیتہ و فی شرحہ للوہبانیۃ الترتیب و لا وارث لہ فلو علی جہۃ عامۃ صحیح تصدیق السلطان اور نائبہ و کذا لوقف خلافاً لما زعمہ الطرسوسی فلیحفظ اور شربلاً لیتہ شرح و ہبانیۃ میں ہے کہ مریض نے وقف کا اقرار کیا یعنی بطور حکایت کے اور حالانکہ اس کا کوئی وارث نہیں تو اگر وقف بجمت عامہ ہو چنانچہ آرام خلق کے واسطے پل بنانا تو صحیح ہے بادشاہ یا اس کے نائب کی تصدیق اور اسی طرح اگر وقف بجمت عامہ کرے مرض میں تو صحیح ہے برخلاف زعم طرسوسی کے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے مگر جب کوئی وارث نہ ہو تو اس کا وارث بیت المال ہے اور سلطان کو بیت المال سے پل بنانا صحیح ہے لہذا تصدیق سلطان صحیح ٹھہری طرسوسی نے کہا کہ جب وارث نہ ہوگا تو وقف ثلث مال میں صحیح ہوگا اور تصدیق سلطان کی معتبر نہ ہوگی شربلاً لیتہ شرح و ہبانیۃ میں کہا کہ جو طرسوسی نے سمجھا ہے وہ معمول نہیں کذا فی الخطا دی لخصاً ولو کان ذلک اقراراً بقبض و مینہ او غصبہ اور مینہ و بخود ذلک علیہ اسے علی وارثہ او عہدہ وارثہ اور کاتبہ لایصح لوقوعہ لولہا اور اگر وہ اپنے قبض دین کا اقرار ہو یا غصب یا رہن وارث کے قبض کا اقرار ہو اور مانند اس کے اپنے وارث سے یا عہدہ وارث یا مکاتب وارث سے قبض کر لینے کا اقرار ہو تو صحیح نہ ہوگا اور مکاتب کا اقرار اس کے سولے کے واسطے واقع ہوگا مگر مریض نے یوں اقرار کیا کہ جو میرا دین وارث پر تھا اس کو میں نے اس سے پایا جو میرے وارث نے میری چیز غصب کی تھی یا اس کے پاس گدھ تھی وہ میں نے پائی تو یہ اقرار صحیح نہ ہوگا و لوفعلتم بکتم مات جائز کل ذلک لعدم مرض الموت اختیار اور اگر مریض نے اقرار مذکور کیا پھر صحیح و سالم ہو گیا بعد اس کے مگر کیا تو جمیع امور مذکورہ کا اقرار جائز ہو جائے گا بسبب عدم مرض الموت کذا فی الاختیار یعنی جب اقرار کے بعد چنگا ہو گیا تو معلوم ہوا کہ اقرار مذکور مرض الموت میں واقع نہ ہوا تھا لہذا صحیح ہوگا و لو مات المقر ثم المریض و درئۃ المقر من درئۃ المریض جائز اقرارہ کا قرارہ للاجنبی بکرم و سبجی عن الصیرفیتہ اور اگر پہلے مقر مرا پھر مریض مر گیا اور مقر کے وارث مریض کے بھی وارثوں سے ہیں تو اس مریض کا اقرار جائز ہوگا جیسا کہ اجنبی کے واسطے اقرار جائز ہے کذا فی البحر اور آگے آدے کا صیرفیہ سے مسموعت اس کی ہے کہ دارانے اپنے پوتے کے واسطے اقرار کیا پھر پوتا اپنا باپ چھوڑ کر مر گیا پھر دارا اقرار کرنے والا اپنے اس فرزند کو جو مقر کا باپ ہے چھوڑ کر مر گیا تو یہ اقرار جائز ہے صاحبین کے نزدیک اس واسطے کہ پوتا اپنے باپ کے ہوتے دادا کا وارث نہ تھا جو اقرار صحیح نہ ہو کذا فی الخطا دی بخلاف اقرارہ کہ اسے وارثہ بودیۃ مستملکہ فانہ جائز و صورتہ ان یقول کانت عندہ و دلیۃ لہذا الوارث فاستملکتها جو ہرۃ بخلاف و دلیۃ مستملکہ کے اقرار کے یعنی مریض اپنے وارث کے واسطے و دلیۃ مستملکہ کا اقرار کرے سو وہ جائز ہے اور صورت اس کی یہ ہے کہ مریض کہے کہ میرے پاس اس وارث کی و دلیۃ تھی سو وہ میں نے تلف کر ڈالی کذا فی البحر

الحاصل ان الاقرار لا وارث موقوف الافی ثلاث مذکورۃ فی الاشباہ منہا اقرار فی الامانات کما و منہا النفی کلا حق لے قبل ابی و امی و ہذہ الحیدۃ فی ابرار المریض وارثہ مینہ ہذا فی الغلانی ملک ابی و امی کان عندی عاریۃ و ہذا حیث لا قرنیۃ و تمامہ مینا فلیحفظ فانہ ہم اور خلاصہ یہ ہے کہ مریض کا اقرار وارث کے واسطے باقی وارثوں کی اجازت پر موقوف ہے مگر تین مسکول میں جو اشباہ میں مذکور ہیں انہما اقرار مریض ہے تمام امانات کا یعنی قبض امانات کا وارث سے اور انہما یعنی ہے چنانچہ یوں کہنا کہ میرا کچھ حق نہیں میرے باپ اور ماکی جانب اور یہی نفی حیدہ ہے مریض کے ابرا کرنے کا اپنے وارث کو اور منجملہ نفی حق مریض یہ قول ہے کہ یہ چیز فلانی میرے باپ اور میرے ما کی ملک ہے میرے پاس عاریت تھی اور یہ وہاں ہے جہاں قرنیہ نہ ہو اور پورا بیان اس کا اشباہ میں ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے کہ یہ امر ضروری ہے مخطا دی نے کہا کہ ملک

پدری اور مادری کا اقرار کتب معتبرہ کے مخالف ہے چنانچہ مذکورہ ہو چکا اور جب یہ اقرار صحیح نہ ہو تو عدم قرینہ کی شرط کی بھی کچھ حاجت نہیں رہی اقرقیہ سے فی مرض موتہ لوارثہ یومرنی الحال بتسلیمہ الی الوارث فاذا مات یرودہ بزازیة و فی القینة تصرفات المرضی نافذة وانما تنقض بعد الموت مرین نے اقرار کیا اپنے مرض الموت میں اپنے وارث کے واسطے تو فی الحال وارث کے دینے کا حکم ہوگا پھر جب مرین مر جاوے تو وارث مقربہ کو پھر دے گا ذانی البرزازیة اور قینہ میں ہے کہ مرین کے تصرفات جاری اور نافذ ہیں اور وہ تو موت کے بعد توڑ ڈالے جاتے ہیں والجرۃ لکونہ وارثا وقت الموت لا وقت الاقرار فلو اقر لآخریة مثلا ثم ولد له صح الاقرار لعدم ارثہ اور اعتباراً اس کے وارث ہونے کا موت کے وقت کا ہے نہ اقرار کے وقت کا تو اگر مرین نے اپنے بھائی کے واسطے اقرار کیا پھر مرین کے بیٹا پیدا ہوا تو اقرار صحیح ہوگا بسبب نہ وارث ہونے اس کے بھائی کے یعنی ہر چیز اقرار کے وقت بھائی وارث تھا لیکن تولد فرزند مرین سے موت کے وقت وارث نہ رہا الا اذا صار وارثا وقت الموت بسبب جدید کالتزوج وعقد المولاة فیجوز کما ذکرہ بقولہ اگر جب کہ مقرر وارث ہو گیا موت کے وقت سبب جدید سے چنانچہ تزویج اور عقد مولات تو وارث مذکور کے واسطے اقرار جائز ہے چنانچہ مصنف نے اس کو اپنے آئندہ قول میں مذکور کیا فلو اقر لہما اے لاجنبیۃ ثم تزوجہما صح بخلاف اقرارہ لآخریہ المحجوب بقرہ اور ابن اذ ازال حجبہ باسلامہ او بموت الابن فلا یصح لان ارثہ بسبب قدیم لا جدید تو اگر مرین نے اجنبی عورت کے واسطے اقرار کیا پھر اس سے نکاح کیا تو اقرار صحیح ہے بخلاف اس کے اقرار کے اپنے اس بھائی کے واسطے جو محجوب ہے بسبب کفر کے یا مقرر کے فرزند کے موجود ہونے سے جب کہ اس کا محجوب ہونا بھائی کے اسلام لانے سے یا فرزند کی موت سے تو اقرار صحیح نہ ہوگا اس واسطے کہ بھائی کی میراث تقدیم سبب سے ہے نہ جدید سبب سے و بخلاف الہیتہ لہما فی مرضہ والوصیۃ لہما ثم تزوجہما فلا یصح لان الوصیۃ تمیک بعد الموت وہی حیثیۃ وارثہ اور بخلاف اجنبی عورت کے میر کرنے کے اپنے مرض الموت میں اور اس کے واسطے وصیت کرنے کے پھر اس کے ساتھ نکاح کر لینے کے کہ یہ صحیح نہیں اس واسطے کہ وصیت تمیک سے بعد موت کے اور اس وقت تو عورت مذکورہ وارث ہے مقرر اقرقیہ انہ کان لہ علی ابدنہ المیتۃ عشرۃ درہم قد استوفیتما ولہ اے للمقران ینکر ذلک صح اقرارہ لان المیت لیس بوارث مرض الموت میں اقرار کیا کہ اس کی بیٹی مردہ پر اس کے دس درم تھے سو میں ان کو لے چکا اور اس مقرر کا ایک بیٹا ہے جو اس کا انکار کرتا ہے تو اس کا اقرار صحیح ہے اس واسطے کہ میت وارث نہیں کہا لو اقر لامراتہ فی مرض موتہ بدین ثم ماتت قبلہ وترک منها وارثا صح الاقرار وقیل لا قائلہ بدیع الدین صیرفیۃ چنانچہ اپنے مرض الموت میں اپنی عورت کے واسطے اقرار کیا دین کا بھر زویر مگر کئی قبل زواج مقرر کے اور مقرر نے ایک وارث چھوڑا عورت مذکور کے پیٹ کا تو اقرار صحیح ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ صحیح نہیں قال اس قول کا بدیع الدین ہے کذانی الصیرفیۃ ولواقرقیہ لوارثہ ولا جنبی بدین لم یصح خلافاً لمحمد عادیۃ اور اگر مرض الموت میں اپنے وارث اور اجنبی کے واسطے اقرار کیا دین کا تو صحیح نہیں برخلاف محمد بن حسن کے کذا فی العادیۃ وان اقر لاجنبی مجہول نسبہ ثم اقر بنبوتہ وصدقہ وہومن اہل التصدیق ثبت نسبہ مستند الوقت العلوق واذا ثبت لطل اقرارہ لہما مر اور اگر اس اجنبی کے واسطے اقرار کیا جس کا نسب معلوم نہیں پھر مقرر نے اس کی فرزند کی اقرار کیا اور مقرر نے اس کی تصدیق کی اور حالانکہ وہ تصدیق کی لیاقت رکھتا ہے یعنی حال بیان کر سکتا ہے تو اس کا نسب ثابت ہوگا اس کی ابتداء سے پیدائش سے مستند ہو کر اور جب نسب ثابت ہوا تو اس کا اقرار باطل ہو گیا بدلیل گذشتہ یعنی جو وارث ہو موت کے وقت قدیم سبب سے تو اس کے واسطے اقرار صحیح نہیں ولہم یتثبت بان کذبہ او عرف نسبہ صح الاقرار لعدم ثبوت النسب شرعاً لایستلزم بالینایع اور اگر نسب ثابت ہوا اس طرح پر کہ مجہول النسب مقرر

مکذیب کرے یا اس کا نسب معروف ہو غیر شخص سے تو اقرار صحیح ہے بسبب نہ ثابت ہونے نسب کے چنانچہ شریعتاً یہ ہے ینایع سے ولو اقر  
 لمن ظلمها لثانی یعنی بالثانی لے فی مرض موتہ فلما الاصل من الارث والدیون ویذبح لہا ذلک بحکم الاقرار لا بحکم الارث تھے  
 لالتقیر شریکتہ فی ایمان الترتکة شریکة لایة اور اگر اس عورت کے واسطے اقرار کیا جس کو تین بار طلاق بائن دی اپنے مرض الموت میں تو جو کتر  
 ہوگا میراث اور دین میں وہ اس کو ملے گا اور کتر اس کو دیا جائے گا اقرار کی وجہ سے نہ میراث کی وجہ سے تو وہ شریک نہ ٹھہرے گی مگر وہ کی اشیاء میں  
 کذانی المشرک لایعیم طلاق بائن کی اس واسطے شرط کی کہ طلاق رجعی میں وہ زوجه ہوگی اور یہ بھی شرط ہے کہ اثنائے عدت میں مقرر جائے  
 اور اگر عدت مرے گا تو اقرار صحیح ہوگا کذانی الطحاوی و ہذا اذا کانت فی العدة وطلقتہا بسوا الہما فاذا مضت العدة جاز لعدم  
 التتمۃ عزمیۃ اور یہ حکم مذکور اس وقت ہے جب کہ مطلقہ عدت میں ہو اور زوج نے اس کو طلاق دی اس کی طلب سے پھر جب عدت ہو چکی  
 تو اقرار جائز ہوگا بسبب عدم تمت کے کذانی الغریبیم تمت یہ معنی کہ زوج نے شاید اس واسطے طلاق دی ہو تاکہ اس کا اقرار صحیح ہو  
 زوجه کے واسطے تاکہ اس کو میراث سے زیادہ ملے پھر جب عدت گذر گئی تو یہ تمت بھی باقی نہ رہی وانطلقتہا بسوا الہما فلما المیراث  
 بالعام بلغ ولا یصح الاقرار لہا لانہا وارثہ ہذا ہذا واصلہ اکثر المشائخ لظہورہ من کتاب الطلاق اور اگر اس کو طلاق دی بدوں اس  
 کی طلب کے تو اس کو میراث ملے گی جس مقدار کو وہ پہنچے اور اس کے واسطے اقرار صحیح نہ ہوگا کیونکہ وہ وارث ہے اس واسطے کہ زوج اس  
 کا وارث ہے اور اس قول کو اکثر مشائخ نے یہاں مذکور نہیں کیا بسبب اس کے ظاہر ہونے کے کتاب الطلاق سے وان اقر الغلام مجہول  
 النسب فی مولدہ ادنی بلدہ ہونینا و ہمانی السن بحیث یولد مثله لثانی ابنہ و صدقہ الغلام لومیزا والالم یصح لتصدیقہ کما روینہ  
 ثبت نسبه ولو اقر من رضیا و اذا ثبت مشارک الغلام الورثہ اور اگر اس صغیر نابالغ کے واسطے جس کا نسب معلوم نہیں اس کے وطن میں  
 یا اس شہر میں جس میں وہ واد رہے اور حالانکہ مقرر اور مقررہ اس عمر میں واقع میں کہ وہی عمر والے کا ویسا لڑکا پیدا ہو سکتا ہے یہ اقرار کیا کہ وہ  
 لڑکا اس کا بیٹا ہے اور لڑکے نے اس کی تصدیق کی اگر وہ با تیز ہوا اور اگر صغیر ہے تیز ہو تو اس کی تصدیق کی کچھ حاجت نہیں چنانچہ مذکور  
 ہو چکا اور اس وقت میں یعنی در صورت اجتماع شرائط مذکورہ اس کا نسب ثابت ہوگا اگرچہ مقرر رضی ہو اور جب کہ اس کا نسب ثابت ہو تو لڑکا  
 باقی وارثوں کا شریک ہوگا فان انتفت ہذہ الشرط یؤخذ المظن من حیث استحقاق المال کما لو اقر باخوة غیرہ کما مر عن الینایع کذانی المشرک لایعیم  
 فی مقرر عند الفتویٰ تو اگر یہ شرط مذکورہ پائی جائے تو مقرر ماخوذ ہوگا باعتبار استحقاق مال کے چنانچہ اگر غیر کے بجائی ہونے کا اقرار کرے  
 جیسا کہ مذکور ہو چکا ینایع سے کذانی المشرک لایعیم تو فوتے دینے کے وقت تحریر اور تیقح چاہیے مگر شرط ثلثہ سے یعنی جہالت نسب اور پیدا  
 ہونا مثل مقررہ کا مثل مقرر سے اور تصدیق ولد سے اگر ایک شرط بھی نہ پائی جاوے یعنی نسب نہ پائی جاوے تو نسب ثابت نہ ہوگا اور یہ جو شارح  
 نے کہا کہ من حیث استحقاق المال مقرر ماخوذ ہوگا وہ اس صورت میں ظاہر نہیں اس واسطے کہ یہاں فقط نسب کا اقرار ہے نہ مال کا بلکہ وہ مسئلہ سابقہ  
 میں ہے یعنی جب کہ اجنبی کے واسطے اقرار کرے پھر اس کے فرزند ہی کا دعویٰ کرے تو اکثر شرط مذکورہ منتفی ہوں تو اس کو مال لازم آوے گا اگرچہ  
 نسب ثابت نہ ہوگا اور شریعتاً یہ ینایع سے یہ عبارت منقول ہے ولو کذبہ او کان معروف النسب من غیرہ لزمہ ما اقربہ ولا یثبت النسب  
 لکافی الینایع اتنی اور شارح کی عبارت رکبیک ہے تو اگر لویں کتا فلو انتفی احد ہذہ الشرط وقد اقر لہ بال یواخذہ المقر تو البتہ واضح تر ہوتا اس  
 سے یعنی اس کی درایت سے گریز کرتا ہے ۱۷ اور اگر مقرر مقرر کی مکذیب کرے یا وہ معروف النسب ہو غیر مقرر تو مقرر کو وہ لازم ہوگا جس کا اس نے اقرار کیا اور نسب ثابت  
 نہ ہوگا ۱۸ تو اگر ان شرطوں سے ایک منتفی ہو اور حالانکہ مقرر مقرر کے واسطے اقرار کر چکا ہو تو ماخوذ بحال ہوگا ۱۹

واسطے کہ مانع صحت اقرار سے ثبوت نسب کا ہے پھر جب نسب ثابت نہ ہو تو مقربہ لازم ہوگی اور یہی تقریر تحریر ہے اس مقام کی کذا فی الحقیقۃ  
 مختصر اور الرجل صحیح اقرارہ اے المريض بالولد والوالدین قال فی البرہان دان علیا قال المقدسی وفیہ نظر لقول الزلیعی لو اقرار بالجد وابن  
 الابن لایصح لان فیہ عمل النسب علی الغیر بالشروط المتقدمة فی الابن اور ہمایہ مرد کا اقرار کرنا ولد اور والدین کا صحیح ہے ان تینوں  
 شرطوں سے جو پہلے مذکور ہو چکیں فرزند میں برہان میں کہا والدین کا اقرار صحیح ہے اگرچہ والدین اور بچے ہوں یعنی دادا پر دادا مقدسی نے کہا اور اس  
 میں اعتراض ہے بدلیل قول زلیعی کہ اگر دادا یا پوتے کا اقرار کرے تو صحیح نہیں اس واسطے کہ اس اقرار سے غیر شخص پر نسب کا ڈالنا ہے یعنی پہلی  
 صورت میں باپ پر اور دوسری صورت میں بیٹے پر و صحیح بالزوجۃ بشرط خلوا عن زوج وعدتہ وخلوہ اے المقر عن ائمتنا مثلاً  
 واربع سواہا اور یوں اقرار کرنا کہ یہ عورت میری زوجہ ہے صحیح ہے بشرط خالی ہونے اس عورت کے زوج اور اس کی عدت سے اور بشرط  
 خالی ہونے مقرر کے اس عورت کی بہن سے مثلاً اور بشرط ہونے مقرر کے چار عورتوں سے سوا اس عورت کے یعنی زوجہ کہنے کا اقرار اس وقت  
 صحیح ہے جب کہ وہ عورت کسی کی زوجہ نہ ہو اور نہ کسی کی عدت میں ہو اور جب کہ اس عورت کی بہن یا خالہ یا عمہ مقرر کی منکوحہ یا معتدہ نہ ہو  
 اور جب کہ سوائے اس عورت کے چار عورتیں اس کے پاس نہ ہوں جو می نے کہا یہ شرط بھی مناسب ہے کہ عورت مجوسی اور بت پرست  
 نہ ہو اور حاشیہ زلیعی میں ہے بشرطیکہ وہ عورت رضاعت سے حرام نہ ہو مقرر پر و صحیح بالمولی من جہتہ العاقبۃ ان لم یکن ولا ثابتاً من  
 جہتہ غیرہ اے غیر المقرر اور صحیح ہے مولیٰ کا اقرار یوں کہنا کہ یہ شخص میرا مولیٰ ہے آزاد کرنے کی راہ سے بشرطیکہ اس کا دلائل غیر مقرر سے ثابت نہ ہو  
 والمرأۃ صحیح اقرارہا بالوالدین والزوج والمولیٰ اور صحیح ہے عورت کا یوں اقرار کرنا کہ یہ میرے والدین ہیں یا یہ میرا زوج اور مولیٰ  
 ہے الاصل ان الاقرار الانسان علی نفسه جہتہ لا علی غیرہ قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ میں یہ ہے کہ آدمی کا اقرار کرنا اپنی ذات پر حجت سے  
 نہ غیر پر قلت ما ذکرہ من صحیح الاقرار بالام کالاب ہو المشہور الذی علیہ الجہور وقد ذکر الامام العتابی فی فرائضہ ان الاقرار بالام لایصح وکذا فی ضرر  
 السراج لان النسب للآباء لا للامہات وفیہ عمل الزوجیۃ علی الغیر فلا یصح انتہی وکن الحق صحیحہ بجامع الاصلۃ فکانت کالاب فلیحفظ میں کتابوں  
 اور یہ جو مصنف نے ان کے اقرار کی صحت مذکور کی ہے مانند باپ کے یہی قول مشہور ہے جس پر اکثر علماء ہیں اور اکثر عتابی نے اپنے فرائض  
 میں ذکر کیا ہے کہ ماں کا اقرار صحیح نہیں اور اسی طرح ضرر السراج میں ہے اس واسطے کہ نسب باپوں سے ہوتا ہے نہ ماؤں سے اور اس  
 میں حمل زوجیت بھی ہے غیر شخص پر یعنی مقرر کے باپ پر تو صحیح نہ ہوگا انتہی و لیکن صحت اقرار مذکور حق سے بسبب جامعیت اصہات کے  
 یعنی اصل ہونے میں ماں اور باپ دونوں برابر ہیں تو ماں باپ کے مانند ہونی پس اسے یاد رکھنا چاہیے وکذا صحیح بالولد ان تشہد  
 امرأۃ ولو قابلہ بتبیین الولد انما النسب فبالفراش شتمنی اور اسی طرح عورت کا یہ اقرار صحیح ہے کہ یہ میرا لڑکا ہے اگر ایک عورت گواہی  
 دے اگرچہ دائی جنائی یقین ولد کی گواہی دے اور نسب تو فراش سے ثابت ہوتا ہے کذا فی الشتمنی م عورت کی گواہی اس وقت شرط ہے  
 جب کہ تجا حد ہو اور شہادت قابلہ تعیین ولد میں اس وقت شرط ہے جب کہ ولادت پر تصادق ہو اور تعیین ولد میں اختلاف والتوضیح فی  
 الطحاوی ولو معتدہ جحدت ولادتہا بنجۃ تامۃ کما مر فی باب ثبوت النسب اور اگر عورت معتدہ کی ولادت کا انکار ہو تو عورت کا اقرار لوری  
 حجت سے صحیح اور ثابت ہوگا چنانچہ ثبوت النسب کے باب میں مذکور ہو چکا او صدقما الزوج ان کان لہا زوج او کانت متعقدہ  
 معتدہ یا عورت کا اقرار ولد صحیح ہے اگر زوج اس کی تصدیق کرے بشرطیکہ وہ شوہر دار ہو یا اس کی معتدہ ہو و صحیح مطلقاً ان لم یکن

ملہ یعنی کوئی منکر ولادت ہو کہ یہ اس کا لڑکا نہیں ۱۱

کذلک اسے مزوجہ و لامعتہ او کانت مزوجہ ادعت انه من غیرہ نصار کما لو ادعاہ منہا لم یصدق فی حقا الا تبصد لیتما اور صحیح ہے اقرار ولد مطلقا اگرچہ شہادت اور تصدیق زوج نہ پائی جاوے اگر عورت ویسی نہ ہو یعنی نہ شوہر والی نہ معتدہ یا کہ شوہر والی ہو اور یہ دعویٰ کرے کہ وہ لڑکا اس کے سوا اور مرد کا ہے تو اقرار ویسا ہو جیسا کہ اگر مرد دعویٰ کرے کہ یہ میرا بیٹا ہے اس عورت سے تو عورت کے حق میں تصدیق نہ ہوگی مگر عورت کی تصدیق کرنے سے قلت لبقی لولم یعرف لہا زوج غیرہ لم ارہ فخر میں کتا ہوں باقی رہ گئی یہ صورت کہ اگر عورت کا کوئی اور زوج مشہور اور معلوم نہ ہو سوائے ایک زوج کے اور وہ یہ دعویٰ کرے کہ یہ میرا بیٹا ہے اور مرد سے تو اس کی تحریر اور تصحیح چاہیے م اس صورت میں ظاہر اور لڑکا عورت ہی کا ٹھہرے گا کیونکہ شوہر معلوم پر جمیل نسب نہیں ہو سکتی تو وہ لڑکا عورت ہی کا وارث ہوگا مفتی ابوالستود نے کہا غایت الامر یہ ہے کہ در صورت عدم معرفت زوج ثانی وہ لڑکا زنا کا ہوگا اور ولد الزنا اور ولد اللعان فقط ماں کا وارث ہوتا ہے تو اس میں توقف کی کچھ وجہ نہیں کذا فی الطحاوی ولا بد من تصدیق مولاء اور صحت اقرار میں ان اشخاص مذکورین کی تصدیق ضرور ہے یعنی جب مرد نے یہ اقرار کیا کہ یہ میرا بیٹا ہے یا والدین ہیں یا یہ میری زوجہ ہے اور عورت نے اقرار کیا کہ یہ میرے والدین ہیں یا یہ زوج اور یہ میرا مولیٰ ہے عنایت سے تو ان لوگوں کی تصدیق ضروری ہے اس واسطے کہ ہر شخص ان میں سے اپنی ذات کے لقرف میں ہے تو غیر کا اقرار ان کو لازم نہیں الا فی الولد اذا کان لا یعبر عن نفسه لما رآہ حیثہ کالتداع مگر ولد میں تصدیق شرط صحت اقرار نہیں جب کہ اقرار ویسا ہو کہ اپنا حال بیان نہ کر سکتا ہو اس واسطے کہ مذکور ہو چکا کہ لڑکا اس حالت میں متاع اور اسباب کے مانند ہے یعنی وہ جس کے پاس ہوگا اسی کا ٹھہرے گا ولو کان المقر له غیرا بشرط تصدیق مولاء لان الحق له اور اگر مقر له غیر کا غلام ہو تو صحت اقرار میں اس کے مولیٰ کی تصدیق ہوگی بشرط اس واسطے کہ حق اسی کا ہے و صح تصدیق من المقر له بعد موت المقر لبقاء النسب والعدۃ بعد الموت اور صحیح ہے تصدیق مقر له کی بعد مر جانے مقر کے بسبب باقی رہنے نسب اور عدت کے بعد موت کے الا تصدیق الزوج بعد موتہا مقررة لانقطاع النکاح ہوتا ولذا یس لہ غسلہا بخلاف عکسہ مگر زوج کی تصدیق زوجہ مقرہ کے مرنے کے بعد صحیح نہیں بسبب منقطع ہونے نکاح کے زوجہ کی موت سے اور اسی وجہ سے زوج کو جائز نہیں غسل دینا زوجہ کا موت کے بعد بخلاف اس کے عکس کے یعنی اگر زوج مقر ہو تو زوجہ کی تصدیق بعد موت زوج کے صحیح ہے اور اس کو غسل دینا بھی صحیح ہے اس واسطے کہ علاقہ نکاح کے بسبب باقی رہنے عدت کے ہنوز منقطع نہیں و لو اقر رجل بنسب فیہ یختل علی غیرہ لم یقل من غیر ولاد کما فی الدرر لفسادہ بالجداول ابن الا بن کما قال کالاح والحم والجد وابن الابن لایصح الاقرار فی حق غیرہ الا بران اور اگر ایک مرد نے اقرار کیا اس نسب کا جس میں غیر پر نسب ڈالنا ہو چنانچہ یوں کہنا کہ یہ میرا بھائی اور چچا اور دادا اور پوتا ہے تو اقرار صحیح نہیں غیر شخص کے حق میں مگر شہادت سے مصنف نے نسب میں غیر اولاد کی قید نہ لگائی چنانچہ در میں ہے بسبب فاسد ہونے اس قید کے جد اور ابن الابن سے و منہ اقرار اشہین کما کر فی باب ثبوت النسب فلیخلف اور از انجملہ ہے اقرار و شخصوں کا چنانچہ مذکور ہو چکا ثبوت النسب کے باب میں تو یاد رکھنا چاہیے م یعنی غیر کے حق میں اقرار نسب صحیح نہیں مگر بران سے سو اسی قسم سے مقر علیہ کے وارثوں سے و شخصوں کا اقرار کرنا ہے نسب کا تو باقی وارثوں پر ثبوت نسب کا حکم متعدی ہوگا اور اگر ایک شخص ہوگا تو فقط اسی پر حکم اقرار مقصور رہے گا اور مقر له کے وارثوں کا اقرار ثبوت نسب نہیں جیسے مقر له کی تصدیق مثبت نہیں کذا فی الطحاوی و کذا لوصدقہ المقر علیہ او الوارثۃ و ہم من اہل التصدیق اور اسی طرح اقرار صحیح ہوگا اگر مقر علیہ مقر کی تصدیق کرے یا اس کے وارث اور ملائکہ وہ تصدیق کرنے کی لیاقت رکھتے ہوں مقر علیہ سے وہ شخص مراد ہے جس پر مقر نسب کو محمول کرے ہر چند تصدیق

درتہ مقرر علیہ قول سابق میں مندرج ہے لیکن دونوں میں یوں تفرقہ ہو سکتا ہے کہ پہلی صورت میں مقرر علیہ کے دو وارثوں کا اقرار ثبت نسب ہے اور دوسری صورت میں اقرار مقرر اور مقرر علیہ کے دو وارثوں کی تصدیق ثبت ہے اور لیاقت تصدیق سے مراد یہ ہے کہ وارث عاقل بالغ ہوں اور لصاب شہادت کامل ہو کذا فی الطحاوی و یصح فی حق نفسه حتی یلزمہ اسے المقر الاحکام من النفقة و اکھضاتہ و الارث و الصا و قاعلیہ اسے علی ذلک الاقرار لان اقرار ما حجتہ علیہا اور نسب کا اقرار مقرر کی ذات کے حق میں صحیح ہے تو مقرر کو لازم ہوں گے نفقہ اور پرورش اور میراث کے احکام جب کہ مقرر اور مقررہ دونوں اس اقرار پر باہم تصادق کریں اس واسطے کہ دونوں افراد دونوں پر حجت ہے ہم نفقہ اس وقت ہے جب کہ مقررہ محرمیت کی قرابت رکھتا ہو مقرر سے لیکن پرورش مشکل ہے اس واسطے کہ پرورش نہیں مگر صغیر کی اور صغیر لائق تصدیق کے نہیں لیکن یہ توجیہ ہو سکتی ہے کہ حضانت سے مراد ضم ہے یعنی اپنے پاس رکھنا جب کہ نیت بالغ ہو اور اس کی بے حرمتی کا خوف ہو کذا فی الطحاوی فان لم یکن لہ اسے لہذا المقر وارث غیرہ مطلقاً لا قریباً کذوی الارحام ولا بعیداً کمولی الموالاة یعنی وغیرہ وارثہ سوا کہ اس مقرر کا سوائے مقررہ کے کوئی وارث مطلقاً نہ ہو نہ وارث قریب چنانچہ ذوی الارحام اور نہ بعید چنانچہ مولا نے محبت کذا فی العینی وغیرہ تو وہ اس کا وارث ہو گا مگر یہ وارثت فقط مقررہ کے مقصور ہے تو اس کی اصل اور فرع کی طرف میراث منتقل نہ ہوگی اس واسطے کہ یہ بمنزلہ وصیت کے ہے کذا فی الطحاوی والا لان نسبہ لم یثبت فلما یزعم الوارث المعروف والمراد غیر الزوجین لان وجودہما غیر مانع قالہ ابن الکمال اور نہیں تو نہیں یعنی اگر مقرر کا کوئی وارث قریب یا بعید ہو تو مقررہ کا وارث نہ ہوگا اس واسطے کہ اس کا نسب ثابت نہیں تو وہ مزاحمت نہیں کر سکتا وارث مشہور سے اور مراد اس وارث سے جو مانع ارث مقررہ ہے وہ ارث ہے جو زوجین کے سوا ہو اس واسطے کہ زوجین کا وجود غیر مانع ہے مقررہ کی ارث سے کذا ذکرہ ابن الکمال ثم للمقران یرجع عن اقرارہ لانه وصیۃ من وجہ زلیعی اسے وان صدقہ المقر کما فی البدائع فکن نقل المصنف عن شروح السراجیۃ ان بالتصدیق ثبت النسب فلا یفصح الرجوع فلیجوز عند الفتوے پھر دریافت کر کہ مقرر کو اپنے اقرار سے پھرنا جائز ہے اس واسطے کہ یہ اقرار ایک راہ سے وصیت ہے کذا فی الزلیعی یعنی رجوع اقرار سے جائز ہے اگرچہ مقرر کی مقررہ تصدیق بھی کرے کذا فی البدائع لیکن مصنف نے اپنی شرح میں سراجیہ کی شرح سے نقل کیا ہے کہ مقررہ کی تصدیق سے نسب ثابت ہو جاتا ہے تو رجوع عن الاقرار فائدہ بخش نہیں تو اس کی تحریر اور تصحیح چاہیے فتوے دینے کے وقت ظاہر اذلیعی کا کلام حق ہے چنانچہ القانی اور ثمر بنیالیہ سے ثابت ہوتا ہے اور اس تفصیل میں اتفاق ہے کہ نسب ثابت نہیں تو تحریر یہ مقام یہ ہے کہ نسب کے اقرار میں اگر غیر پر تحصیل نسب نہ ہو اور تصدیق مقررہ کی پائی جاوے تو اس میں رجوع جائز نہیں اور اگر تحصیل غیر پر ہو اور مقررہ تصدیق کرنے تو رجوع جائز ہے غرض کہ یہاں کلام ہے دو مقاموں میں قدر کذا فی الطحاوی مطلقاً ومن مات ابوه فاقتر یاخ شارکہ فی الارث فیستحق نصف لعیب المقر ولم یثبت نسبه لما تقران اقرارہ مقبول فی حق نفسه فقط اور جس شخص کا باپ مر گیا سو اس نے اقرار کیا کہ یہ شخص میرا بھائی ہے تو مقررہ اس کا شریک ہوگا ارث میں تو وہ نصف حصہ مقرر کا مستحق ہوگا اور اس کا نسب ثابت نہ ہوگا اس واسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ اس کا اقرار فقط اسی کے حق میں مقبول ہے قلت یعنی لو اقر الاخ بائین بل یصح قال الشافعیۃ لان ما ادی وجودہ الی نفعہ انتفی من اصلہ ولم ارہلا متنا صریحاً و ظاہر کلامہم نعم فلیراجع میں کہتا ہوں یا تی رہ گئی یہ صورت کہ اگر بھائی بیٹے کا اقرار کرے یعنی میت کا بھائی کہے کہ یہ شخص میت کا بیٹا ہے تو یہ اقرار صحیح ہے یا نہیں علمائے شافعیہ نے کہا کہ یہ اقرار صحیح نہیں اس واسطے کہ جس کا وجود باعث ہو اس کی نفی کا یعنی صحت اقرار عدم صحت اقرار کا موجب ہو وہ خود اپنی اصل سے منتفی ہو جاتا ہے یعنی شافعیہ کے نزدیک صحت اقرار کی شرط یہ ہے کہ مقرر وارث ہو تو اگر بھائی کے اقرار کی اس راہ سے کہ وہ وارث ہے صحیح کیجیے تو صحت اقرار کا بطلان



لازم آوے کیونکہ بھائی وارث نہیں رہتا بیٹے کے ہوتے اور یہ مسئلہ ہم نے اپنے اماموں کے کلام میں مصرح نہیں دیکھا اور ان کے ظاہر کلام سے یہ جواب معلوم ہوتا ہے کہ ہاں اقرار مذکور صحیح ہے تو اس کی تلاش چاہیے کتب مذہب میں م وجہ صحت یہ ہے کہ مقتضائے کلام حنفیہ یہاں یہ ہے کہ اگر مقرر میں نصاب شہادت موجود ہو تو نسب ثابت ہوگا اگرچہ نصاب وارثوں سے ہو اور اگر نصاب نہ ہو تو اقرار پر عمل کیا جائے گا فقط مقرر کے حق میں اگرچہ نسب ثابت نہ ہوگا کذا فی اللطحاوی وان ترک شخص ابن ولہ علی آخر ما تہ فاقرا احدہما بقبض ابیہ تمسین منہما فلا شئ للمقران اقرارہ میصرف الی لیبہ وللآخر خمسوں بعد حلفہ ان لا یعلم ان اباہ قبض شرط الماتہ قالہ الاکل قلت وکذا الحکم لو اقران اباہ قبض کل الدین لکنہ بنا یحلف بحق العزیم زلیعی اور اگر ایک شخص دو بیٹے چھوڑ کر مر گیا اور اس کے دوسرے شخص پر سو درم ہیں سو ایک بیٹے نے اقرار کیا کہ اس کا باپ پچاس درم ان میں سے لے چکا تو فرزند مقرر قبض کو کچھ نہ ملے گا اس واسطے کہ اس کا اقرار اس کے حصہ کی طرف پھر جائے گا اور دوسرے فرزند کو پچاس درم ملیں گے یوں قسم کھانے کے بعد کہ واللہ اس کو معلوم نہیں کہ اس کے باپ نے سو درم سے نصف پائے یہ قول ہے اکمل کا میں کتابوں اور اسی طرح کا حکم ہے اگر ایک فرزند نے اقرار کیا کہ اس کے باپ نے تمام دین قبض کر لیا لیکن یہاں مدیون کے حق کے واسطے قسم لی جائے گی کذا فی الزلیعی م پہلی صورت کی قسم بھائی کے حق کے واسطے ہے نہ خصم کے واسطے اس واسطے اس پر اس سے زیادہ مطالبہ نہیں جو اس پر واجب الادا ہے اور اگر بھائی قسم نہ کھائے تو مقرر پچاس درم میں اس کا شریک ہوگا اور دوسری صورت میں اگر غیر مقرر بھائی قسم نہ کھائے تو مدیون بری الذمہ ہوگا اور اگر قسم کھائے گا کہ میرے باپ نے کچھ نہیں لیا تو اس کا حصہ دیا جائے گا یعنی پچاس درم کذا فی اللطحاوی فصل فی مسائل شتی یہ فصل ہے کتاب اقرار کے چند مسائل متفرقہ میں اقرت اکرۃ المکلفۃ بدین لآخر کذبہا زوجہا صح اقرار کافی حقہ ایضا عند ابی حنیفہ فیختبس المقرۃ وتلازم وان تضر الزوج وبنہ احدی المسائل الست الخارجۃ من قاعدۃ الاقرار حجتہ قاصرۃ علی المقر ولا یعدی الی غیرہ وہی فی الاشباہ عورت آزاد عاقلہ بالغہ نے دوسرے شخص کے دین کا اقرار کیا سو اس کے زوج نے اس کی تکذیب کی تو اس کا اقرار اس کے زوج کے حق میں بھی صحیح ہے امام ابو حنیفہ کے نزدیک تو مقرہ دین کی بابت جس کی جائے گی اور اس کا ساتھ نہ چھوڑا جائے گا اگرچہ جس اور ملازمت میں زوج کو ضرر ہو اور یہ ایک مسئلہ ہے ان مسائل سے جو اس قاعدے سے خارج ہیں کہ اقرار حجت قاصرہ ہے مقرر پر اور غیر مقرر کی طرف متعدی نہیں ہوتا اور مسائل اشباہ میں ہیں مگر مسئلہ مسائل تشکا نہ ایک مسئلہ وہ ہے جو متن میں مذکور ہو چکا ۲ اگر مقرر نے اس دین کا اقرار کیا جس کے ادا کا ٹھکانا نہیں مگر عین موجرہ کے متن سے تو دائن کو اس کی بیع جائز ہے اپنا دین لینے کے واسطے اگرچہ مستاجر کا نقصان ہو ۳ اگر مجہول النسب عورت نے اقرار کیا کہ وہ اپنے زوج کے باپ کی بیٹی ہے اور باپ نے اس کی تصدیق کی تو دونوں میں نکاح منسوخ ہوگا ۴ اپنی بیچی لونڈی کے ولد کا دعویٰ کیا اور مدعی ایک بھائی ہے تو ولد کا نسب ثابت ہوگا اور ولد کے سبب بھائی میراث سے محروم ہوگا ۵ مکاتب نے جب کہ ولد حمرہ کا دعویٰ کیا اپنے بھائی کی زندگی میں تو دعویٰ صحیح ہوگا اور میراث اس کے ولد کو ملے گی نہ بھائی کو ۶ ایک چیز بیچ ڈالی پھر اقرار کیا کہ بیع تلجیہ تھی اور مشتری نے اس کی تصدیق کی تو مشتری کو رد بیع اس کے یائع پر بسبب عیب کے جائز ہے وینبغی ان یخرج ایضاً من کان فی اجارۃ غیرہ فاقرا لخریدین فان لم یبہہ وان تضر المتاجر وہی واقعۃ الفتویٰ ولم نہ صریحہ اور لائق یوں ہے کہ یہ مسئلہ بھی قاعدہ مذکور سے خارج ہو کہ جو شخص غیر کی نوکری اور مزدوری میں ہو پھر وہ شخص دوسرے شخص کے دین کا اقرار کرے تو مقرہ کو اس کا جس کرنا جائز ہے اگرچہ مستاجر کو ضرر ہو اور یہ حادثہ فوتے طلب ہوا تھا اور میں نے اس کو مصرح کسی کتاب فقہ میں نہیں دیکھا و عندہما لا تصدق فی حق الزوج فلا تجس ولا تلازم ودر قلت وینبغی ان یحول علی

قولہما افتاد وقضاء لان الغالب ان الاب لعلمہما الاقرار له او لبعض اقرارہما لیتوصل بذلک الی منعہما باکبیس عنہ عن زوجہا کما وقفت علیہ مراراً  
 حین اقبلت بالقضاء کذا ذکرہ المصنف اور صاحبین ح کے نزدیک زوجہ کے اقرار دین کی تصدیق نہ ہوگی زوج کے حق میں تو وہ مجبوس  
 اور ملازم نہ ہوگی کذا فی الدرر میں کتا ہوں اور لائق یوں ہے کہ صاحبین ح کے قول پر اعمتا و کیا جائے فتوے دینے اور حکم کرنے میں اس  
 واسطے کہ اکثر یہ ہوتا ہے کہ زوجہ کا باپ اس کو تعلیم کرتا ہے کہ باپ کے دین کا اقرار کرے یا اپنے بعض اقارب کے دین کا تاکہ اس توکل  
 سے اس کو روک رکھے اپنے پاس اس کے شوہر سے چنانچہ میں چند مرتبہ اس حیلہ گری پر واقف ہوا ہوں جب کہ میں مبتلا بقضاء ہوا تھا ایسا  
 کچھ ذکر کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں م اس تعلیل میں اعتراض ہے اس واسطے کہ علت خاص ہے اور مدعا عام ہے اس واسطے کہ جب  
 اجنبی کے واسطے دین کا اقرار ہوا تو علت مذکورہ ظاہر نہیں علاوہ اس کے یہ حیلہ اپنے پاس رکھنے کا نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ جس مدیون  
 کا قاضی کے پاس ہوتا ہے نہ باپ کے پاس تو ایسا ہی کا قول معتد مٹھرا کیونکہ مصنف نے اس تصحیح میں ائمہ ترجیح سے کسی کی سند بیان نہیں کی کذا  
 فی الطحاوی مجہولۃ النسب اقرت بالرق للنسان وصدقہا المقر ولما زوج واولاد منہ اسے الازوج وکذبہا زوجا  
 صح فی حقیقہا خاصۃ فولد علق بعد الاقرار بقیق خلافاً لمحمد عورت مجہول النسب نے اپنے مملوک ہونے کا ایک آدمی کے واسطے اقرار کیا اور  
 مقر لہ نے اس کی تصدیق کی اور اس عورت کا ایک شوہر ہے اور اولاد ہے اس شوہر سے اور اس کے زوج نے اس کی تکذیب کی تو عورت  
 کا اقرار فقط عورت ہی کے حق میں صحیح ہوگا تو جس لڑکے کا لفظ رہے گا بعد اس اقرار کے وہ مملوک ہوگا مقر لہ کا برخلاف قول محمد کہ ولد مذکور  
 بھی رقیق نہ ہوگا لانی حقیقہ یرد علیہ انتقام طلاقاً کما صحقہ فی الشر بنبالیہ شوہر کے حق میں اس کا اقرار صحیح نہ ہوگا اس قول پر انتقام طلاق  
 مقرہ کا اعتراض وارد ہوتا ہے چنانچہ اس کی تحقیق شر بنبالیہ میں مذکور ہے م بسوط میں ہے کہ عورت کی طلاق دو طلقہ ہیں اور عدت اس کی  
 دو حیض ہیں بالاجماع اس واسطے کہ یہ لونڈی ہوگئی اور یہ حکم اسی عورت کو خاص ہے انتہی اور جواب اعتراض مذکور کا اسی قول میں نکلتا ہے  
 کہ وہ لونڈی ہوگئی اور یہ حکم اسی کو خاص ہے اس واسطے کہ طلاق میں ہمارے نزدیک عورتوں کا اعتبار ہے اور اسی طرح حیض میں تو انتقام  
 طلاق عورت مذکورہ کے خصائص غیر متخلف ہے کذا فی الطحاوی وحی الاولاد اور نہ اولاد کے حق میں اس کا اقرار صحیح ہے و فرغ علی حقیقہ بقولہ  
 فلا یبطل النکاح و علی حق الاولاد بقولہ و اولاد حصلت قبل الاقرار و مانی بطنہا وقتہ احراراً کھولم قبل اقرارہ بالرق اور مصنف  
 نے حق زوج پر تضرع کی اپنے اس قول سے تو نکاح باطل نہ ہوگا اقرار مذکور سے اور حق اولاد پر تضرع کی اس قول سے اور جو اولاد کمال  
 ہوئی قبل اقرار کے اور جو بچہ اس عورت کے پیٹ میں ہے اقرار کے وقت وہ سب آزاد ہیں بسبب ان کے حاصل ہونے کے مملوکیت کے  
 اقرار سے پہلے مجہول النسب حرر عمدہ ثم اقر بالرق للنسان وصدقہ المقر منع اقرارہ فی حقیقہ فقط دون البطل الحق  
 شخص مجہول النسب نے اپنے غلام کو آزاد کیا پھر اپنے مملوک ہونے کا ایک آدمی کے واسطے اقرار کیا اور مقر لہ نے اس کے اقرار کی تصدیق کی  
 تو اس کا اقرار صحیح ہوگا فقط اس کے حق میں نہ عتق کے باطل کرنے میں فان فانت العتق یرثہ وارثہ ان کان لہ وارث لیتعزق الترتک  
 والافرث الکل او الباتی کافی و شر بنبالیہ مقر لہ پھر اگر غلام آزاد مر گیا تو اس کا وارث اس کی میراث پاوے گا اگر اس کا کوئی ایسا وارث  
 ہو جو تمام متروکہ کو میراث میں لے سکے اور اگر ایسا نہ ہو یعنی اس کا کوئی مطلقاً وارث نہ ہو یا وارث ہو مگر کل متروکہ نہ پاسکے چنانچہ اصل ازوجین  
 تو مقر لہ کل متروکہ کا یا باقی متروکہ کا وارث ہوگا فان مات المقر ثم العتق فارتہ لعصبۃ المقر سو اگر پہلے مقر مر گیا پھر غلام آزاد تو اس کی میراث  
 مقر کا عصبہ پاوے گا ولو جنی ہذا العتق سعی فی جنایۃ لانه لا عاقلة له اور اگر یہ غلام آزاد جنایت کرے تو اپنی جنایت میں سعی کرے یعنی محنت

مزدوری کر کے دیت ادا کرنے سے اس واسطے کہ اس کا کوئی کنبہ اور قبیلہ نہیں جس پر دیت لازم آئے و لوجہ علیہ یجب ارض العبد و ہرک المملوک فی الشہادۃ لان حریتہ بالظاہر و ہولہ علیہ لادفع لالاستحقاق اور اگر اس پر جنابت کی جاوے یعنی کوئی اس غلام آزاد کو مار ڈالے تو قاتل پر غلام کی دیت دینا واجب ہوگا اور وہ مملوک کے مانند ہے گواہی دینے میں اس واسطے کہ اس کی آزادی ظاہر حال سے ثابت ہے اور ظاہر حال دفع کی لیاقت رکھتا ہے نہ استحقاق کی قال رجل لاخر لی علیک الف فقال فی جوابہ الصدق او الحق او الیقین او مکر کقولہ حقاً و نحوہ او کقولہ الحق الحق او حقاً و نحوہ لقرن بہا البر کقولہ البرحق او الحق براخ فاقرار ایک مرد نے دوسرے سے کہا کہ میرے تجھ پر ہزار درم ہیں سو اس نے جواب میں کہا الصدق یا الحق یا الیقین یا الفاظ مذکورہ نکرہ سے کہے بدو الف لام کے چنانچہ یوں بولا کہ حقاً اور مانند اس کے یا لفظ حق یا صدق کو مکرر بولا چنانچہ الحق الحق الحق یا حقاً حقاً اور مانند اس کے یا حق وغیرہ کے ساتھ ہر کلام لفظ مکرر بولا چنانچہ البرحق یا الحق براخ تو یہ اقرار ہے ہزار درم کا مثلاً و لوقال الحق حق او الصدق صدق او الیقین یقین لایکون اقرار الالانہ کلام تام بخلاف ما مر لانه لا یصلح للابتداء فنجعل جواباً فکانہ قال ادعیت الحق الخ اور مخاطب یوں بولا کہ الحق حق یا الصدق صدق یا الیقین یقین تو یہ اقرار نہ ہوگا اس واسطے کہ یہ پورا کلام ہے بخلاف ان الفاظ کے جو اول مذکور ہو چکے کہ وہ کلام تام نہیں اس واسطے کہ وہ الفاظ ابتدائے کلام ہونے کی لیاقت نہیں رکھتے تو وہ پہلے کلام کے جواب ٹھہر گئے تو گویا اس نے یوں کہا کہ تو نے حق بات کا دعویٰ کیا الخ قال لامتہ یا سارقہ یا زانیہ یا مجنونہ یا البتہ او قال ہذہ السارقہ فعلت کذا و باعما فوجد بہا واحد منها اسے من ہذہ العیوب لا ترد بہ لانه نداء او شتمہ لا اخبار مولے نے اپنی لونڈی کو کہا او چوٹی او چھنال او دیوانی او بھگوڑی یا یوں کہا کہ اس چوٹی نے ایسا کیا اور بعد اس کے اس کو بیچ ڈالا پھر اس لونڈی میں عیوب مذکورہ میں سے کوئی عیب پایا گیا تو مولے کے قول مذکور سے اس کی رد بیع نہ ہوگی اس واسطے کہ وہ پکارنا یا گالی دینا ہے خبر دینا نہیں ہے جو اقرار عیب کا ثابت ہوم قول اخیر گالی ہے اور باقی مذاہم بخلاف ہذہ سارقہ او ہذہ زانیہ او ہذہ مجنونہ حیث ترد با حدیث لانه اخبار و ہولہ تحقیق الوصف بخلاف ان اقوال کے کہ یہ چوٹی ہے یا یہ بھگوڑی ہے یا یہ زانیہ ہے یا یہ دیوانی ہے کہ اس صورت میں اس کی بیع رد ہوگی ایک عیب کے پائے جانے سے اس واسطے کہ یہ قول اخبار ہے اور اخبار وصف کے ثابت کرنے کے واسطے ہوتا ہے یعنی جو شخص بلا علم اخبار مذکور لونڈی کو خرید کرے پھر اخبار کا اس کو علم ہو تو وہ بیع کو رد کر سکتا ہے و بخلاف یا طالق او ہذہ المطلقة فعلت کذا حیث تطلق امراتہ لکن من اثباتہ شرعاً فنجعل ایجاباً لیکون صادقاً بخلاف الاول و رد اور بخلاف اس قول کے کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ یا طالق یا یوں کہا کہ اس مطلقہ نے ایسا کیا کہ اس کی عورت کو طلاق ہو جائے گی بسبب قادر ہونے زوج کے اثبات طلاق پر شرعاً تو زوج کا کلام مذکور ایجاب ٹھہر گیا تاکہ وہ سچا ٹھہرے بخلاف اول کے کذا فی الدرر یعنی مولے تو نہیں جنون وغیرہ اوصاف کے اثبات پر لونڈی میں اقرار السکران بطریق مختصراً اے ممنوع محرم صحیح فی کل حق اس مست کا اقرار جو حرام اور ممنوع نشہ پی کر مست ہوا ہے صحیح ہے ہر حق میں حق تعالیٰ نے فرمایا لا تقربوا الصلوۃ وانتم سكارے یعنی نماز کے قریب نہ جاؤ اور حالانکہ تم مست ہو خطاب فرمایا مستوں سے اور ان کو عین مستی کی حالت میں کذا فی الاشباہ تو معلوم ہوا کہ مستی تکلیف شرعی کی مسقط نہیں فتدبر فلو اقر بقوم اقریم علیہ الحدی سکرہ و فی السرقۃ یعنی المسروقہ کما بسطہ سعدی آفندی فی باب حد الشرب تو اگر مست نے قصاص کا اقرار کیا تو اس پر حد قائم ہوگی اس کی مستی کی حالت میں اور اگر اقرار کیا چوٹی میں

ملہ یعنی سلوک کرنا ہے یا حق سلوک کرنا ہے ۱۷ سہ مترجم ثانی کہتا ہے کہ اس تعلیل میں یہ شبہ ہے کہ اول کے الفاظ میں البر یعنی اور بالحق برہمی ہے اور وہ دونوں

عبد تا کہ میں تو ان کو جواب کلام ٹھہرنے کے لئے یہ علت کافی نہیں کہ ابتداء کلام کی لیاقت نہیں رکھتے تو اس کی تیغ چاہیے ۱۲

تو اس پر سبوق کا تاوان لازم ہوگا چنانچہ اس کو واضح بیان کیا ہے سعدی افندی نے حد شرب کے باب میں الا فی ما قبل الرجوع کا ردہ  
 و حد الزنی و شرب الخمر مگر مست مذکور کا اقرار صحیح نہیں ان چیزوں میں جو رجوع عن الاقرار کے قابل ہیں چنانچہ ارتداد اور زنا اور شرب  
 خمر کی حد یعنی اگرستی میں اقرار کیا کہ اس نے شراب پی سے تو اس کا اقرار صحیح نہیں تو اس پر حد قائم نہ ہوگی بلکہ ترتیب احکام گویا پر مشابہ  
 موقوف ہوگا کذا فی الطحاوی وان سکر بطریق مباح کثیر بہ مکرراً لا یعتبر بل ہوکا لاغناء الا فی سقوط القضاء و تمامہ فی احکامات الاشباہ اور اگر  
 مست ہو گیا مباح طریق سے چنانچہ نشے والی چیز کو جو بر سے پینا تو اس کا اقرار معتبر نہ ہوگا بلکہ وہ مستی اغما یعنی بیہوشی کے مانند ہے مگر نماز کے  
 قضاء کے ساقط ہونے سے اغما کے مانند نہیں اور پورا بیان اس کا اشباہ کے احکامات میں ہے یعنی اگر ایک رات اور دن سے بیہوشی  
 زیادہ رہے تو نماز کا قضا کرنا اس سے ساقط ہے اور مستی سے قضا صلوة ساقط نہیں المقرلہ اذا کذب المقرل یطل اقرارہ لما تقررانہ  
 یرتد بالرد مقرلہ جب کہ مقرر کی تکذیب کرے تو مقرر کا اقرار باطل ہوگا اس واسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ اقرار مردود ہو جاتا ہے رو کرنے سے  
 م یعنی جب مقرر کی تکذیب کرے پھر اس کی تصدیق کرے تو اس کی تصدیق پر عمل نہ ہوگا مگر مواضع آئندہ میں تصدیق بعد التکذیب پر عمل ہوگا  
 کذا فی الطحاوی الا فی مست علی ما ہنا تبعا للاشباہ تکذیب مقرلہ مبطل اقرارہ ہے مگر چھ صورتوں میں بموجب اس کے جس کو مصنف نے یہاں اشباہ  
 کی بیروی سے ذکر کیا ہے الاقرار بالحرثیہ والنسب وولاء العاقہ و الوقف منجد مواضع ستہ آزادی کا اقرار ہے اور نسب اور ولاد  
 عتاق اور وقف کا اقرار ہے م اقرار حرثیہ کی یہ صورت ہے کہ جس کے پاس غلام ہے اس نے اقرار کیا کہ یہ آزاد ہے تو اس کی حرثیہ ثابت  
 ہوگی اگرچہ غلام اس کی تکذیب کرے دعویٰ نسب کے باب میں پہلے مذکور ہو چکا کہ تصدیق مقرلہم کی ضرورت ہے صحت اقرار میں اور تصدیق مولا  
 عتاق بھی شرط ہے اور یہاں اس کے خلاف ہے مگر یہ کہ اس پر محمول کیجئے کہ جب مقرلہ تصدیق کی طرف عود کرے بعد تکذیب کے تو تصدیق مقبول  
 ہوگی چنانچہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں اور اس محل پر متفرقات بحجرات کی یہ عبارت دلالت کرتی ہے کہ بزازیہ میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے سے  
 کہا کہ تیرا میں غلام ہوں سو مقرلہ نے اس کو رد کیا پھر اس نے اس کی تصدیق کی تو وہ اس کا غلام ٹھہرے گا اور رقیہ کا اقرار رو کرنے سے  
 باطل نہ ہوگا جیسے مولے کے انکار سے باطل نہیں ہوتا بخلاف عین اور دین کے اقرار کے کہ وہ رو کرنے سے باطل ہوتا ہے اور طلاق اور  
 عتاق رو کرنے سے باطل نہیں ہوتی اس واسطے کہ وہ اسقاط ہیں فقط مسقط سے ساقط ہو جاتے ہیں انتہی اشباہ میں اسحاق سے منقول  
 ہے کہ جب مقرلہ وقف کو رد کرے پھر اس کی تصدیق کرے تو صحیح ہے انتہی تو یہاں کے مسائل مذکورہ کی تصویر پیش تصویر رقیہ ہو گئی سو  
 اطلاق اور عتاق کے اسقاط کی علت سے کذا فی الطحاوی مختصراً تبصر فی الاسعاف لو وقف علی رجل فقبلہ ثم ردہ لم یرتد وان ردہ قبل القبول  
 ارتد اسعاف میں ہے کہ اگر وقف کیا ایک مرد پر سو اس نے وقف کو قبول کیا پھر اس کو رد کیا تو وقف مردود نہ ہوگا اور اگر قبول کرنے سے  
 پہلے رو کر دے گا تو پھر جائے گا والطلاق والرق فکلما لا یرتد اور طلاق اور رقیہ کا اقرار تو جمع مسائل ستہ کا اقرار مردود نہیں ہوتا مقرلہ کے  
 رو کرنے سے ویزا اور المیراث بزازیہ اور مسائل ستہ مذکورہ پر میراث زیادہ کی گئی کذا فی البرزازیہ یعنی اگر وارث اس میراث کو جو مورث سے  
 حاصل ہے رو کرے تو مردود نہ ہوگی والنکاح کما فی متفرقات قضاء الحجرتا مگرہ او نکاح زیادہ کیا گیا ہے چنانچہ بحجرات کی کتاب القضا کی  
 متفرقات میں مذکور ہے اور پورا اس کا بیان وہیں ہے م یعنی اگر احد الزوجین نکاح رو کرے پھر تصدیق کرے تو صحیح ہے بحجرات کی  
 متفرقات میں یہ عبارت ہے واما الاقرار بالنکاح فلم ارہ الا ان انتہی یعنی نکاح کا اقرار تو میں نے اب تک نہیں دیکھا تو معلوم ہوا کہ صاحب  
 بحجرات کو نکاح میں وقف ہے کذا فی الطحاوی تو شارح کو ذکر نکاح بصیغہ مجزم مناسب نہ تھا واستثنیٰ مسئلتین من الابرار وہما ابرار الکفیل

لا یرتد و ابرار المدیون بعد قوله ابرئنی فابراه لا یرتد قال مستثنی عشره فلتحفظ اور صاحب کجمر نے دو مسئلے ابرار سے مستثنیٰ کئے ہیں اور وہ دونوں یہ ہیں کہ ضامن کا ابرا کرنا کفول بہ سے نہیں پھرتا اور مدیون کا ابرا کرنا اس کے یوں کہنے کے بعد کہ مجھ کو بری الذمہ کر دے دین سے سووائن نے اسے بری الذمہ کر دیا نہیں پھرتا تو مستثنیٰ دس مسئلے ہیں سوال کو یاد رکھنا چاہیے مہم بمجلد مسائل عشرہ صحیحہ صورتیں متن میں مذکور ہیں اور چار صورتیں شارح نے بڑھائی ہیں لیکن چونکہ صاحب کجمر کو نکاح میں توقف ہے تو درحقیقت نو صورتیں مستثنیٰ ٹھہریں کہ رد کرنے سے رو نہیں ہوتی ہیں دینی وکالت الوہبایتہ ومتی صدقہ فیما تم ردہ لا یرتد بالرد اور رہبانہ کی کتاب الوکالتہ میں ہے اور جب کہ اس نے تصدیق کی وکالت وغیرہ میں پھر اس کو رد کیا تو اس کے رد کرنے سے رو نہیں ہوتا مطلقاً اور کما فیہا کا مرجع ضمیر عین یا دین کا اقرار اور ابرا اور وکالت اور وقف معلوم ہوتا ہے علامہ عبدالبر کہ شرح و بہانہ سے اور حالانکہ وکالت عقد غیر لازم ہے تو رد کرنے سے کیونکر نہ پھرے گی مگر تصویر وکالت یوں کیجئے کہ شرعی معین کا وکیل کیا اور وکیل نے وکالت قبول کی پھر مثل مثل معین خرید کی پھر وکالت کا دعویٰ کیا تو یہ رد وکالت مقبول نہیں انتہی اولیٰ بشرط لصحۃ الرد مجلس الابرار خلاف اور کیا رد ابرا کے صحیح ہونے کے لئے مجلس ابرا شرط ہے یا نہیں اس میں مشائخ کا اختلاف ہے بعضوں کے نزدیک شرط ہے

اور بعضوں کے نزدیک نہیں والضابط ان مافیہ تمیک مال من وجہ لقیل الرد والافلاک ابطال شفقتہ وطلاق وعتاق لایقبل الرد وذا ضابطہ جید فلیحفظ اور قاعدہ کلیہ صلاحیت رد اور عدم صلاحیت کا یہ ہے کہ جس عقد میں مال کی تمیک ہے کسی طرح سے ہو وہ قابل رد ہے اور اگر تمیک مال نہیں وہ قابل رد نہیں چنانچہ شفقتہ اور طلاق اور عتاق کا باطل کر دینا رد کو قبول نہیں کرتا اور یہ قاعدہ جید ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے صلح احد الورثۃ و ابراءہ ابراء عاماً و قابل لم یبق لی حق من ترکہ ابی عبد الوصی اور قبضتہ البیع ونحو ذلک ثم ظہر فی بدو وصیہ من ترکہ شیء لم یکن وقت الصلح وحققتہ تسمع دعویٰ حصۃ منہ علی الاصح صلح البرزازیۃ ولا تناقض لعل قوله لم یبق لی حق اسے مما قبضتہ علی ان الابرار عن الاعیان باطل وحينئذ فالوجه عدم صحۃ البراءۃ لما افادہ ابن الشنخۃ واعمده الشرنبلالی وحققتہ فی الصلح مصالحوہ کیا ایک وارث نے معالی سے اور اس کو ابرا عام کر دیا یا یوں بولا کہ میرا کچھ حق باپ کے متروکہ سے وصی کے پاس باقی نہیں رہا یا یوں کہا کہ میں نے اپنا سب حصہ پایا یا ماند اس کے کچھ اور لفظ بولا پھر اس کے باپ کے وصی کے پاس متروکہ سے وہ چیز ظاہر ہوئی جو صلح کے وقت نہ تھی یعنی اس کا ذکر نہ آیا تھا اور وارث نے اس چیز کو ثابت کر دیا برہان سے تو اس کے حصے کا دعویٰ اس چیز سے مسموع ہے بنا بر قول صحیح کذانی صلح البرزازیۃ اور کچھ تناقض نہیں اور بعد ابرا میں بسبب محمول کرنے اس کے اس قول کو کہ میرا کچھ حق باقی نہ رہا یعنی اس متروکہ سے حق باقی نہ رہا جس کو میں نے قبضے میں کیا علاوہ یہ ہے کہ اعیان سے ابرا کرنا یعنی وارث کا وصی سے باطل ہے بلکہ ابرا مخصوص مدیون ہے اور اس وقت میں عدم صحت برارت کی تو یہی وجہ تھی ہے دعویٰ مسموع ہونے میں چنانچہ ابن شنخۃ نے یہ فائدہ بیان کیا ہے اور شرنبلالی نے اس کو معتمد جانا ہے اور عنقریب ہم اس کی تحقیق کریں گے کتاب الصلح میں ہم سب حصہ پانے کی یہ صورت ہے کہ وارث نے اقرار کیا کہ جو میرے والد کا متروکہ لوگوں پر تھا اس کو میں نے پایا پھر ایک مرد پر دین پوری کا دعویٰ کیا تو دعویٰ اس کا مسموع ہے کذانی اٹخ عن الخانیۃ طوطاوی نے کہا کہ شارح نے جو وصی کی قید لگائی تو غیر وصی خارج ہو گیا اور حالانکہ حکم مسند وصی اور غیر وصی دونوں کو شامل ہے تو اگر شارح متن کو ذکر کرتا وقت الصلح تک پھر یوں کہتا او ادعیٰ فی بدو وصی شیناً وقال بذامن ترکہ والدی او ادعیٰ علی رجل وینالوالدہ تسمع دعواہ فیما ذکر تو مناسب تر ہوتا اقر رجل بمال فی صک وانشد علیہ بہ ثم ادعیٰ ان بعض ہذا المال المقربہ قرض ولعوضہ ربوا علیہ فان اقام علی

نے بیٹے وصی کے قبضے میں کسی چیز پر دعویٰ کیا اور یہ کہا کہ میرے باپ کے ترکے میں کبھی کسی شخص پر اپنے باپ کا دین ہونے کا دعویٰ کیا تو اس کا دعویٰ ان امور مذکور میں مسموع ہوگا ۱۲

## ذکر بنیۃ نقل وان کان تناقضاً لانا نعلم انه مضطر الی هذا الاقرار شرح

وہبانیۃ قلت وصرح شارحہما الشربلانی انہ لایضی بہذا الفرع لانه  
لا عذر لمن اقرغایۃ ان یقال بانہ یخلف المقر علی قول ابی یوسف المختار للفتویٰ فی ہذہ ونحوہا الخ قلت ویرجم المصنف فیما مرقدہ بر اقرار کیا کیا  
مرونے اس مال کا جو دست آویز میں مرقوم ہے اور اس پر گواہ کروا دیا پھر اس نے دعویٰ کیا کہ بعض مال مقر بہ قرض ہے اور بعض بیاج  
ہے مجھ پر پھر اگر گواہی قائم کرے گا اس پر تو مقبول ہوگی باوجود تناقض اس واسطے کہ ہم جانتے ہیں کہ وہ شخص اقرار کرنے میں مضطر ہے کذا فی شرح  
الوہبانیۃ میں کہتا ہوں اور وہ بیانہ کے دوسرے شارح شربلانی نے تحریر کی ہے کہ اس مسئلہ پر فتویٰ نہ دیا جائے اس واسطے کہ مقر مذکور  
کے واسطے کچھ عذر صحیح نہیں بعد اقرار مذکور کے نہایت کا یہ ہے کہ کما جاوے یعنی اس کا فتویٰ دیا جاوے کہ مقر لے سے اس کی قسم لی جاوے  
بموجب قول ابی یوسف رحمہ کے جو فتویٰ دینے کے واسطے اس مسئلے میں اور مانند میں مختار ہے میں کہتا ہوں اور اسی قول پر یقین کیا ہے مصنف  
نے اس میں جو مذکور ہو چکا تو سوچ لے اقر بعد الدخول من ہنا الی کتاب الصلح ثابت فی نسخ المتن ساقط من نسخ الشرح اذ طلقتہا قبل الدخول  
لزمہ مر بالدخول ولفظ بالاقرار بعد دخول زوجہ کے اقرار کیا کہ اس نے اس کو طلاق دی قبل دخول کے تو اس کو پورا امر لازم ہوگا بسبب دخول کے  
اور لفظ مر لازم ہوگا بسبب اقرار کے یہاں سے کتاب الصلح تک متن کے نسخوں میں ثابت ہے اور شرح مصنف کے نسخوں سے ساقط ہے اقر  
المشروط لہ الریغ او بعضہ انہ اے ریح الوقف المستحقہ فلان ووتہ صیح وسقط حۃ ولو کتاب الوقف بخلافہ جس کے واسطے کل حاصلات  
وقف مشروط ہے اس نے اقرار کیا کہ ریح حاصلات یا بعض حاصلات وقف کا فلان شخص مستحق ہے نہ میں تو اقرار صحیح ہے اور اس کا حق ساقط  
ہوگا اور اگرچہ دستاویز وقف کی اس اقرار کے مخالف ہو دو وجہ لغیرہ او اسقطہ للاحدم یصح اور اگر اس نے حاصلات کو اپنے غیر کے واسطے  
مقرر کر دیا یا اس کو ساقط کر دیا بلا یقین مستحق تو اقرار صحیح نہیں مگر جعل سے مراد انشاء جعل ہے بلا اسقاط یا مقابلہ اسقاط سے خوب بنے اور  
اگے معلوم ہوگا کہ جعل سے مراد انشاء ہے کذا فی الطحاوی وکذا المشروط لہ النظر علی ہذا کما مر فی الوقف و ذکرہ فی الاشباہ و منہا فی  
الساقط لا یعود فراجحہ اور اسی طرح جس کے واسطے وقف کی نظارت مشروط ہے اس کا حکم بھی علی ہذا القیاس ہے چنانچہ کتاب الوقف میں مذکور  
ہو چکا اور اشباہ میں وہاں یعنی کتاب الوقف میں اور یہاں یعنی کتاب الاقرار میں اس قاعدے میں کہ ساقط چیز عود نہیں کرتی اس کو ذکر کیا  
ہے تو اشباہ کی طرف مراجعت کر القصاص المرفوعۃ الی العاصی لایواخذہما بما کان فیہما من اقرار و تناقض لما قد منا  
فی القضاء انہ لایواخذہما فیہما الا اذا اقر بلفظ صریحاً جو حکایات کہ لکھ کر قاضی کی طرف پیش ہوں تو ان کا پیش کرنے والا ماخوذ نہ ہوگا اس مضمون  
سے جو ان میں مندرج ہے اقرار اور تناقض سے اس واسطے کہ ہم کتاب القضاء میں مذکور کر چکے ہیں کہ ان کے مضامین مندرجہ کا مواخذہ نہیں مگر  
جب کہ پیش کرنے والا بلفظ صریح اس کا اقرار کرے تو ماخوذ ہوگا قال لہ علی الف فی علمی او فیما علم او حسب او اظن لائسے  
علیہ خلافاً للثانی فی الاول قلنا ہی لشک عرفاً نعم لوقال علمت لزمہ اتفاقاً کسی شخص نے کہا کہ اس کے مجھ پر ہزار درم ہیں میری دانست میں یا بجلنے  
فی علمی کے فیما علم یا فیما حسب یا فیما ظن بولا تو اس پر کچھ لازم نہ ہوگا بخلاف ابو یوسف رحمہ کے اول میں یعنی فی علمی کہنے میں ہزار درم لازم ہوں  
گے ہم جواب میں کہتے ہیں طرفین کی طرف سے کہ فی علمی وغیرہ شک اور تردد کے واسطے مستعمل ہیں عرف عرب میں ہاں اگر علمت کا لفظ کہیے یعنی  
میں معلوم کر چکا کہ اس کے مجھ پر ہزار درم ہیں تو اس کو اقرار لازم ہوگا باتفاق طرفین اور ابو یوسف رحمہ کے قال عصبنا العاصی فلان ثم قال  
کنا عشرۃ الفس مثلاً وادعی العاصی صاحب کذا فی نسخ المتن وقد علمت سقوط ذلک من نسخ الشرح و صوابہ و ادعی الطالب کما عبر بہ فی الجمع

وقال شرع اے المغلوب منه انه لو صدہ غضباً لزمه الالف کلها ایک شخص نے اقرار کیا کہ ہم نے ہزار درم فلا نے شخص سے غضب کئے پھر مقر لو لاکہ دس شخص غاصب تھے مثلاً اور جس سے غضب کئے وہ کہتا ہے کہ فقط مقر نے ہزار درم غضب کئے ہیں تو سب ہزار درم مقر ہی کو لازم ہوں گے شارح نے کہا متن کے نسخوں میں ادعی الغاصب ہے اور تو معلوم کر چکا ہے کہ مصنف کی شرح کے نسخوں سے یہ عبارت ساقط ہے اور بجائے ادعی الغاصب ادعی الطالب حق ہے چنانچہ مجمع کی تعبیر ہے اور مجمع کے شارحوں نے طالب کی شرح مضروبہ کی ہے والزمه زفر بعشر با اور زفر نے مقر مذکور پر ہزار کا دسواں حصہ لازم کیا ہے م اس واسطے کہ مقر نے ہزار درم کے غضب کی نسبت اپنی طرف اور غیر کی طرف کی ہے تو اس پر بقدر اس کے حصے کے لازم ہوگا قلنا هذا الضمیر لیستعمل فی الواحد والظاہر انہ یخبر بفعلة دون غیرہ فیکون قوله کنا عشرة رجوعاً فلا یصح نعم لو قال غضبناہ کنا صح اتفاقاً لانه لا یستعمل فی الواحد ہم زفر کے جواب میں کہتے ہیں کہ یہ ضمیر یعنی متکلم مع الغیر کی ایک متکلم میں بھی مستعمل ہوتی ہے کما قال تعالیٰ انا ارسلنا اور ظاہر مقر اپنے فعل کی خبر دیتا ہے نہ غیر کے فعل کی تو اس کا یہ قول کہ ہم دس غاصب تھے رجوع عن الاقرار سے تو صحیح نہ ہوگا ہاں اگر مقر کہتا ہو کہ ہم سب نے ہزار درم کو غضب کیا تو اقرار صحیح ہوتا بالاتفاق اس واسطے کہ یہ لفظ واحد میں مستعمل نہیں قال رجل اوصی ابی ثلث مالہ لزیید بل عمرو بل لکبر فالثلث للاول ولیس لغیرہ ثلث وقال زفر لکل ثلثة ولس للابن ثلثے ایک مرد نے کہا میرے باپ نے اپنے ثلث مال زید کے واسطے وصیت کی بلکہ عمرو کے واسطے وصیت کی بلکہ بکر کے واسطے وصیت کی تو اول شخص کے واسطے ثلث مال ہے اور اس کے سوائے کسی کو کچھ نہیں اور زفر نے کہا تینوں شخصوں کو تہائی تہائی ملے گا اور فرزند کو کچھ نہیں م زفر نے وصیت کو مسئلہ دین پر قیاس کیا مسئلہ دین یہ ہے کہ اسی طرح تینوں شخصوں کے واسطے دین کا اقرار کیا تو تینوں کو تہائی تہائی ملے گا قلنا نفاذ الوصیۃ فی الثلث وقد اقر بہ للاول فاستحقہ فلم یصح رجوعہ بعد ذلک للثانی بہا بخلاف الدین لنفاذہ من الكل الكل من الجمع والدا علم ہم زفر کے جواب میں کہتے ہیں کہ وصیت کا جاری ہونا فقط ثلث مال میں ہوتا ہے اور حالانکہ ثلث مال کا اول شخص کے واسطے اقرار کر چکا ہے تو وہی شخص ثلث کا مستحق ہو گیا تو بعد اس کے رجوع اقرار دوسرے شخص کے واسطے وصیت کرنے سے صحیح نہ ہوا بخلاف مسئلہ دین کے بسبب نافذ ہونے دین کے کل متروکہ سے یہ سب سائل مجمع سے منقول ہیں واللہ اعلم فروع مسائل ملحقہ شارح کے اقریشے ہم ادعی الخطا لم یقبل الا اذا اقر بالطلاق بناءً علی اثناء المغنی ثم تبین عدم الوقوع لم یقع ویانہ قینہ کسی چیز کا اقرار کیا پھر خطائی الاقرار کا دعویٰ کیا تو مقبول نہیں مگر جب کہ وقوع طلاق کا اقرار کسی مغنی کے فتویٰ دینے پر کیا پھر عدم وقوع طلاق ظاہر ہو یعنی بعد تحقیق معلوم ہوا کہ مغنی کا فتویٰ غلط تھا تو باعتبار ریانت کے طلاق نہ واقع ہوگی کذا فی القنیۃ م اور اگر قاضی کے رد و بطلان کا اقرار کرے گا تو خطائے مذکور میں اس کی تصدیق نہ ہوگی کذا فی حواشی الاشباہ اقرار المکرہ باطل الا اذا اقر السارق مکرہاً فانہ یضمن لبعیۃ ظہیرتہ اقرار کرنا مکرہ کا باطل ہے مگر جب کہ سارق زبردستی سے چوری کا اقرار کرے تو بعضوں نے صحت اقرار کا فتویٰ دیا ہے کذا فی الظہیرتہ م تجنیس اور قستانی میں ہے کہ در صورت مذکورہ عقوبت سارق کا فتویٰ نہ دیا جاوے گا کہ جو اور ظلم ہے الاقرار بے ثبوت محال و بالین بعد الابرار منہ باطل شیئے محال کا اقرار اور دین کا بعد اس کے معاف کر دینے کے باطل ہے م شیئے محال کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے اقرار کیا کہ مجھ کو زید نے فلا نے پہینے میں قرض دیا اور حالانکہ زید اس سے پہلے مرچکا اور از انجملہ یہ ہے کہ بیع عبد کا بلا ذکر ممن اقرار کیا پھر بیع کا منکر ہو گیا تو انکار صحیح ہے اس واسطے کہ بیع بلا ثمن باطل ہے علی احد القولین کذا فی الطحاوی ولو بعد بیعتا علی الاشباہ اقرار دین بعد ابراء کے باطل ہے اگرچہ مہر کا اقرار ہو زوجہ کے بخش دینے کے بعد زوج کو بنا بر قول اشبہ م صورت اس کی یہ ہے کہ زوج نے اپنا مہر بخش دیا یا پھر زوج نے مہر کے بعد مہر کا اقرار کیا تو اس کا اقرار صحیح نہیں اور یہ اس کے مخالف نہیں جو عبد المر شارح و ہانیہ

نے خلاصہ اور صغیر سے نقل کیا کہ ایک مرد نے اپنی عورت کے ہزار درم کے مہر کا مرض الموت میں اقرار کیا اور سرگیا پھر وارثوں نے گواہوں سے ثابت کیا کہ عورت بہ مہر کر چکی تھی زوج کی حیات میں تو گواہی مقبول نہیں اس واسطے کہ شاید طلاق بائن کے بعد دوسری بار نکاح کیا ہو مہر مذکور پر لیکن فضول عمادی سے معلوم ہوتا ہے کہ اقرار صحیح نہیں مگر بقدر مہر مثل کے پھر شارح نے مصنف سے نقل کیا کہ مہر کا بہ ابرا کے مخالف ہے تو اگر زوجہ زوج کو مہر سے ابرا کر دے پھر زوج مہر کا اقرار کرے تو صحیح نہیں کذا فی الطحاوی لعم لودعی دینا بسبب حادث بعد الابراء العام وانہ اقربہ یزیرہ ذکرہ المصنف فی فتاواہ قلت ومفادہ انہ لو اقر ببقاء الدین ایضا حکمہ کالاول وہی واقعۃ الفتویٰ فتاویٰ ہاں اگر دین کا دعویٰ کرے کسی نئے سبب کی جہت سے بعد ابرا سے عام کے اور یہ دعویٰ کرے کہ مدیون نے اس کا اقرار کیا ہے تو اس کو لازم ہوگا یہ مصنف نے اپنے فتاویٰ میں ذکر کیا ہے میں کہتا ہوں اور مفاد اس کا یعنی سبب حادث کے تقید کا یہ ہے کہ اگر مدیون باقی رہنے اس دین کا بھی جس کا ابرا ہو گیا اقرار کرے تو اس کا حکم مانند اول کے ہے یعنی وہ اقرار باطل ہے سو تامل کر م اس عبارت اور عبارت سابقہ میں فرق یہ ہے کہ پہلی عبارت میں یوں اقرار کیا کہ فلا نے کا مہر پراتنا ہے اور دوسری عبارت میں اقرار کیا کہ فلا نے کا دین مجھ پر باقی ہے اور دونوں میں ایک ہی حکم ہے یعنی بطلان کذا فی الطحاوی الفصل فی المرض احط من فعل الصحة مرض کا فعل کتر ہے صحت کے فعل سے م چنانچہ دین کا اقرار اور نکاح کرنا اور عقیق اور مہر مرض الموت میں کتر ہے صحت کے افعال مذکورہ سے اس واسطے کہ مرض کا اقرار دین مؤخر ہے صحت کے دین سے اور مرض کے نکاح کا مہر مثل سے زیادہ نافذ نہ ہوگا بخلاف صحت کے اور عقیق اور مہر مثلت مال میں نافذ ہوگا بخلاف صحت کہ کل مال میں نافذ ہے الا فی مسئلۃ اسناد الناظر النظر لغیرہ بلا شرط فانہ صحیح فی المرض لانی الصحة تتمہ وتماہ فی الاشباہ فعل مرض کتر ہے فعل صحت سے مگر ناظر کی اسناد نظر کے مسئلے میں یعنی اگر ناظر وقف کا نظارت کو غیر شخص کے واسطے تفویض کرے بدون اس کے کہ وقف کے تفویض نظارت کی اس کے واسطے شرط کی ہو سو یہ تجویز مرض الموت میں صحیح ہے نہ صحت میں کذا فی التتمہ اور پورا بیان اس کا اشباہ میں ہے و فی الوہبانیۃ سے اقر مہر مثل فی صنف موتہ و قبضۃ الایباب من قبل تدرجہ اور وہبانیہ میں ہے کہ ایک شخص نے مہر مثل کا اقرار کیا اپنے مرض الموت کی ناتوانی میں تو قبل مرض کے مہر مہر کی گواہی باطل غیر مسموع ہے م اس مسئلے کا بیان شرح وہبانیہ سے قبل از چند مذکور ہو چکا ہے واسناد بیع فی الصوۃ قبلین و فی القبض من ثلث الترات یقدرہ بیع صحت کی اسناد مرض الموت میں قبول کر اور قبض ثمن میں تو ثلث مال میراث سے اندازہ کیا جائے گا م منتقی میں ہے کہ اگر مرض الموت میں اقرار کیا کہ اس غلام کی میں نے بیع کی فلا نے سے حالت صحت میں اور اس ثمن پر میں نے قبضہ کیا اور مشتری بھی یہی کہتا ہے تو اس کی تصدیق ہوگی بیع میں اور قبض ثمن میں تصدیق نہ ہوگی الا بقدر ثلث اور اگر قبض ثمن بمعائنہ شہود ہوگا تو اقرار صحیح ہے کذا فی الطحاوی عن شرح الوہبانیۃ سے و لیس بلا تشہد مقرر العدہ و لو قال لا تجزئ خلف لیطرحہ اور اس قول میں مقرر نہ ہوگا گواہی نہ دیکھو ہم اس کو حکم اقرار نہیں شمار کرتے اور اگر یوں کہا کہ خبر نہ دیکھو تو اس میں اختلاف مسطور ہے م اگر یوں بولا کہ اس کی گواہی نہ دیکھو کہ فلا نے کے میرے اوپر ہزار درم ہیں تو یہ اقرار نہ ہوگا ہزار کا اس واسطے کہ یہ نہی ہے وجوب بالزور کی اثبات سبب سے یا کہ بنی بمعنی لفظی ہے یعنی تم اس کے گواہ نہیں ہو اور اگر یوں کہا کہ خبر نہ دیکھو کہ فلا نے کے میرے اوپر ہزار درم ہیں تو اس میں اختلاف ہے کہ غی اور مشائخ بلخ کا یہ مذہب ہے کہ یہ قول اقرار نہیں اور مشائخ بخارانے کا حق یہ ہے کہ یہ اقرار ہے قنیہ میں کہا یہی قول صحیح ہے کذا فی الطحاوی سے و من قال علی الذاکان منشأ و من قال ہذا ملک و انہ منظرہ و اور میں نے کہا کہ میری یہ ملک اس شخص کی مملوک ہے تو اس قول کا قائل موجب تکیک ہے یعنی اس نے بالفعل اس کو مہر کیا تو اس میں شرائط مہر معتبر ہوں گی اور اگر یوں بولا کہ یہ چیز اس شخص کی ملک ہے تو وہ منظرہ ہے حک کا یعنی مقرر اور خبر تو اس میں مہر کی شرائط معتبر نہیں سے و من قال لا دعویٰ



لی ایوم عند ذہا ۛ نمایدعی من بعد مننا فنکرہ اور جس نے کہا کہ میرا کوئی دعویٰ نہیں آج کے دن اس شخص سے پھر اس کے بعد جو دعویٰ کرے گا اس دن اور ما تقدم کے دعویٰ سے سو اس پر شرح کا انکار ہے یعنی مقبول نہیں م اور اگر دعویٰ کسی سبب سے حادث ہوگا تو مسموع ہوگا اور اگر بولا کہ میں نے فلانے پر دعویٰ کرنا چھوڑا اور آخرت پر اپنا معاملہ تفویض کیا تو بعد اس قول کے دعویٰ مسموع نہ ہوگا کذافی الطحاوی واللہ تعالیٰ اعلم واستغفر اللہ العظیم۔



# کتاب الصلح

یہ کتاب سے صلح متخاصمین کے احکام میں م مصالح علیہ اس کو کہتے ہیں جس پر صلح واقع ہو اور مصالح عنہ وہ ہے جس سے صلح ہو مثلاً زید نے خالد سے ایک حویلی کا دعویٰ کیا خالد نے کہا کہ مجھ سے سو درم لے اور حویلی کا دعویٰ نہ کر تو یہاں سو درم مصالح علیہ ہے اور حویلی مصالح عنہ ہے مناسبتہ ان انکار المقر سبب للخصومة المستدعیة للمصلح مناسبت کتاب الصلح کی کتاب الاقرار سے یہ ہے کہ انکار کرنا مقر کا جھگڑے کا سبب ہے اور جھگڑا مستدعی ہے صلح کا مولفہ اسم من المصالحہ وہ یعنی صلح اسم ہے مصالحہ سے یعنی مصالح کا اسم ہے و شرعاً عقد یرفع النزاع و یقطع الخصومة اور شرع میں صلح عبارت ہے اس عقد سے جو رفع نزاع اور قطع خصومت کرے یعنی جو عقد کہ جھگڑے کو مٹا دے وہ صلح ہے لکنہ الا یجاب مطلقاً کن صلح کا ایجاب ہے مطلقاً یعنی متعین اور غیر متعین دونوں میں ایجاب طالب کا ضرور ہے صلح کے واسطے والقبول فیما یتبعین اما فیما یتبعین کالدرہم فقیم بلا قبول عنایتہ و سبجی اور کن صلح کا قبول کرنا مطلوب کا متعین اور غیر متعین میں چنانچہ درہم میں تو صلح تمام ہو جاتی ہے بدون قبول کے بھی کذافی العنایتہ اور آگے اس کا بیان آوے گا م صلح بلا قبول اس وقت تمام ہوگی جب کہ خود مطلوب طلب صلح شروع کرے اس طرح کہ ایک شخص نے دوسرے شخص سے درم وغیرہ کا دعویٰ کیا سو دعالیہ نے نصف درہم پر صلح چاہی سو دعالی نے کہا کہ میں نے اس پر صلح کی تو اب دعوا علیہ کا قبول کرنا شرط نہیں اس واسطے کہ یہ استفاط سے مدعی کی جانب سے اور وہ فقط مسقط سے تمام ہو جاتا ہے کذافی الطحاوی و شرط العقل لا البلوغ والحریۃ اور صلح کی شرط عقل ہے نہ بالغ ہونا اور آزاد ہونا فصیح من صبی ما ذون ان عمری صلح عن ضرر بین تو صلح کرنا صحیح ہے صغیر ما ذون کی جانب سے اگر اس کی صلح خالی ہو نقصان صریح سے م عدم نقصان صریح تین طرح سے صادق آتا ہے ایک یہ کہ محض نفع ہو دوسرے یہ کہ نہ نفع اس میں نہ ضرر تیسرے یہ کہ نقصان ہو مگر غیر صریح تو اگر صغیر ما ذون نے ایک آدمی پر دین کا دعویٰ کیا اور اس سے بعض حق پر صلح کی تو اگر دعویٰ کے گواہ نہ ہوں تو صلح جائز ہے اس واسطے کہ در صورت عدم صلح سوائے خصومت اور قسم کھانے کے کچھ حاصل نہیں اور مال نافع تر ہے خصومت اور حلف سے اور اگر گواہ ہوں تو صلح جائز نہیں اس واسطے کہ اپنے حق کا گھٹانا بتصریح ہے اور صغیر بتصریح کا مالک نہیں اور جہاں نہ ضرر ہونہ نفع اس کی مثال یہ ہے کہ صلح کرے ایک چیز سے بقدر اس کی قیمت کے اور جس میں نقصان ہو مگر غیر صریح اس کی مثال یہ ہے کہ دین میں تاخیر کرے کہ یہ جائز ہے اس واسطے کہ اعمال تجارت سے سے و صلح من بعد ما ذون و مکاتب لوفیہ نفع اور صلح من بعد ما ذون اور مکاتب کی جانب سے اگر صلح میں نفع ہو م طحاوی نے کہا اگر عدم نقصان صریح کو شرط کرتا تو بہتر ہوتا اس کو مثال رہتا جس میں نہ نفع ہے نہ ضرر یا جس میں ضرر ہے مگر غیر صریح و شرط ایضا کون المصالح علیہ معلوما ان کان یحتاج الی قبضہ اور یہ بھی صلح کی شرط ہے کہ مصالح علیہ یعنی جس چیز پر صلح واقع ہوئی وہ معلوم ہونہ مجهول اگر قبض مصالح علیہ کی حاجت ہو م اور اگر قبض کی حاجت نہ ہو تو معلومیت شرط نہیں چنانچہ

ایک گھر میں اپنے حق ہونے کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے مدعی کی دوکان میں اپنے حق کا دعویٰ کیا اور دونوں نے اس پر صلح کی کہ ہر شخص اپنا دعویٰ ترک کرے تو صلح صحیح ہے اگرچہ ہر واحد اپنے حق کی مقدار نہ بیان کرے اس واسطے کہ ساقط کی جہالت باعث نزاع نہیں کذا فی الدرر و کون المصالح عند حقیقہ بجز الاعتیاض عند ولو کان غیر مال کالقصاص والتعزیر اور یہ شرط ہے کہ مصالحت عند ایسا حق ہو جس سے عوض لینا اور اس کی بدلانی درست ہو اگرچہ وہ حق مال نہ ہو چنانچہ قصاص اور تعزیر مسموع حق سے مراد یہ ہے کہ مصالحت کا حق ہو ثابت فی المل نہ خدا کا حق تو اگر مطلقاً اپنے زوج پر دعویٰ کرے کہ جو لڑکا زوج یا زوجہ کے پاس ہے وہ اس کا ہے زوج مدعا علیہ سے سوز و وجہ نے اس کو کچھ دے کر صلح کی کہ وہ اپنا دعویٰ ترک کرے تو یہ صلح باطل ہے اس واسطے کہ نسب حق صیغہ نہ حق زوجین تو عورت غیر کے حق سے عوض لینے کی مالک نہیں اور تعزیر سے مراد وہ ہے جو حق العبد ہو چنانچہ سوائے قذف کے اپنی سب و دشنام سے صلح کرنا اور جو تعزیر کہ حق اللہ ہے جیسے اجنبی عورت کا بوسہ لینا تو ظاہراً صلح جائز نہیں اور یہ مسئلہ تحریر طلب ہے کذا فی الطحاوی معلوماً کان المصالح عند او مجہولاً خواہ مصالحت عند معلوم یا مجہول م مجہول ہونے کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص پر کچھ مال غیر معین کا دعویٰ کیا پھر مدعا علیہ نے کچھ دے کر صلح کی تو صحیح ہے لایصح لو المصالح عند مما لا يجوز الاعتیاض عند وبتیہ بقولہ کحق شفعہ وحد قذف وکفالة بنفس صلح صحیح نہیں اگر مصالحت عند اس قسم سے ہو جس کا عوض لینا اور بدلانی جائز نہیں اور اس کو مصنف نے اپنے قول سے بیان کیا چنانچہ حق شفعہ اور حد قذف اور حاضر ضامنہ کی بدلائی صحیح نہیں م اگر مشتری صلح کرے شفعہ سے بھت اس شفعہ کے جو شفعہ کے واسطے واجب ہوا ہے کسی شے پر اس شرط پر کہ گھر مشتری کو تسلیم کرے تو صلح باطل ہے اس واسطے کہ شفعہ کا حق نہیں محل میں بلکہ حق شفعہ عبارت ہے ولایت طلب سے اور تسلیم شفعہ کی کچھ قیمت نہیں تو بمقابلہ اس کے مال لینا جائز نہ ہوگا اور یہی وجہ ہے حاضر ضامنہ کی بطلان صلح کی حاضر ضامنہ کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر مال ضامنہ سے صلح کرے تو جائز ہے اور یہ عبارت ہے بعض دین کے استقاط سے اور وہ صحیح ہے اور صلح حد قذف کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو قذف کیا تو قاذف نے کچھ مال دے کر صلح کی کہ وہ معاف کر دے تو یہ صلح بھی جائز نہیں اس واسطے کہ حد قذف اگرچہ اس میں حق العبد ہے لیکن حق اللہ اس میں غالب ہے اور ملحق بالمعدوم ہے اور اس طرح حد سرقہ سے صلح جائز نہیں اس طرح کہ ایک شخص نے سارق کو گرفتار کیا سو اس نے کچھ مال دے کر صلح کی کہ اس کو حاکم کے پاس نہ لے جائے اس واسطے کہ یہ حق اللہ ہے اور اسی طرح زکوٰۃ اور شرب خمر سے صلح کرنا صحیح نہیں کذا فی الطحاوی مخصراً و بیطل بہ الاول والثالث وکذا الثانی لو قبل الرفع للحاکم اور باطل ہوتا ہے صلح سے اول والثالث یعنی حق شفعہ اور حاضر ضامنہ اور اسی طرح ثانی یعنی قذف بھی باطل ہو جاتی ہے صلح سے اگر حاکم پاس لے جانے سے پہلے مولا حد زنی و شرب مطلقاً صلح صحیح نہیں حد زنا اور شرب خوری سے مطلقاً خواہ حاکم کے پاس اس کی تائش کی ہو یا نہ کی ہو م قاضی خان نے کہا ایک مرد نے دوسرے شخص کی عورت سے زنا کیا اور اس کے زوج کو علم ہوا اور باہم صلح ہوئی کچھ مال پر تاکہ وہ معاف کر دے تو یہ باطل ہے اور عفو کرنا اس کا باطل ہے اور حاکم شارب الخمر سے صلح کرے کچھ مال لے کر اور معاف کر دے تو صحیح نہیں اور اس کا پیر دینا چاہیے قبل رفع ہو یا بعد رفع انتہی کذا فی الطحاوی وطلب الصلح کاف عن القبول من المدعی علیہ ان کان المدعی بہ ممالاً متعیناً بالتعین کالدرہم والدنانیر وطلب الصلح علی ذلک لانه استقاط للبعض و ہو تم بالمسقط اور طلب کرنا صلح کا یعنی مدعا علیہ کی جانب سے کافی ہے مدعا علیہ کے قبول کرنے سے اگر جس چیز کا دعویٰ کیا اس قسم سے ہو کہ تعین سے متعین نہیں ہوتی چنانچہ درہم اور دنانیر اس واسطے کہ وہ استقاط لبعض حق ہے مدعی کی جانب سے اور استقاط فقط مسقط سے تمام ہو جاتا ہے م طحاوی نے کہا کہ شارب الخمر کے

اس قول کی کہ طلب الصلح علی ذلک کچھ حاجت نہیں اس واسطے کہ خود تین میں موجود ہے انتہی لہذا مترجم نے تکرار بے فائدہ جان کر اس کا ترجمہ نہ کیا وان کان مما تیعین بالتیعین فلا بد من قول المدعی علیہ لانه کالبيع اور اگر مدعا بہ اس قسم سے ہو کہ متعین ہو جانا ہو تیسین کرنے سے تو مدعا علیہ کا قبول کرنا باوجود طلب صلح کے ضرور ہے اس واسطے کہ وہ یعنی صلح اس صورت میں بیع کے مانند ہے م اور بیع میں ایجاب اور قبول ضرور ہے اور اگر مشتری بالبع سے کہے کہ میرے ہاتھ بیچ اور بالغ کہے کہ میں نے بیچا تو قول مشتری کافی نہیں قبول سے وحکم وقوع البراہة عن الدعوی و وقوع الملک فی مصلح علیہ وعنه لومقر اور حکم اس کا یعنی اثر مترتب صلح کا واقع ہونا برات کا ہے دعوی سے اور واقع ہونا مدعی کی ملک کا ہے مصلح علیہ میں اور واقع ہونا مدعا علیہ کی ملک کا ہے مصلح عنہ میں اگر مدعا علیہ مدعی کے دعوی کا مقر ہو م اقرار مصلح عنہ کی ملک کی قید ہے اور مصلح علیہ کی ملک اقرار اور انکار دونوں میں برابر ہے وہ صحیح مع اقرار و سکوت اور انکار اور صلح صحیح ہے مدعا علیہ کے اقرار یا سکوت یا انکار کے ساتھ م صلح جائز ہے بدیل قول حق تعالیٰ (والصلح خیر) اور حدیث میں وارد ہے کہ ہر صلح جائز ہے فیما بین المسلمین مگر وہ صلح جو حرام کو حلال کرے یا حلال کو حرام ٹھہرا دے انتہی اور دفع ظلم کے واسطے رشوت دینا جائز ہے اور دفع ظلم کی رشوت وہ صلح نہیں جو حرام کو حلال کر دے کذا فی الطحاوی فالاول حکمہ کبیع ان وقع عن مال یمال و حینئذ فخری فیہ احکام بیع کالمشفوع والرد بعیب وخیار رویۃ وشرط سواد یعنی صلح مع الاقرا بیع کے مانند ہے اگر صلح واقع ہو مال سے بمقابلہ مال کے اور اس وقت میں تو صلح میں بیع کے احکام جاری ہوں گے چنانچہ شفعہ اور رد بالعیب اور خیار رویت اور خیار شرط م اگر صلح واقع ہوتی ایک گھر کی دوسرے گھر سے تو دونوں گھروں میں شفعہ واجب ہوگا اور رد بالعیب اس طرح کہ اگر بدل صلح غلام ہو پھر اس میں مدعی عیب پا دے تو اس کو پھر دینا جائز ہے اور اگر صلح کے وقت مصلح علیہ کو نہیں دیکھا تو دیکھنے کے بعد پھر سکتا ہے اور یہی حکم ہے مصلح عنہ کا اور بیع کے مانند صلح میں اگر ایک شخص اپنے واسطے تین دن اختیار شرط کرے تو صحیح ہے ولینسده جہالت البدل المصلح علیہ لاجہالت المصلح عنہ لانه لیسقط اور صلح کو فاسد کرتا ہے غیر معلوم ہونا بدل یعنی مصلح علیہ کا نہ مجہول ہونا مصلح عنہ کا اس واسطے کہ وہ ساقط ہو جاتا ہے یعنی مدعا علیہ کے ذمے سے اور ساقط کی جہالت باعث نزاع نہیں و بشرط القدرة علی تسلیم البدل اور شرط ہے قادر ہونا مدعا علیہ کابل کے تسلیم کرنے پر م جلیبی نے کہا یہ جملہ مستانفہ بجائے تعلیل واقع ہوا ہے اس کا عطف لیسقط پر صحیح نہیں انتہی یعنی جہالت بدل اس کا مفسد ہے کہ تسلیم بدل پر قدرت شرط ہے اور قدرت در صورت جہالت متصور نہیں و ما استحق من المدعی ای المصلح عنہ یرد المدعی حصۃ من العوض ای البدل ان کلا فکلا او بعضاً فبعضاً اور جس قدر مدعا یعنی مصلح عنہ سے مستحق ملک غیر نکلے بقدر اس کے حصے کے مدعی عوض سے یعنی بدل صلح سے پھر دے مدعا علیہ کو اگر تمام بدل مستحق ہو تو تمام پھر دے اور اگر بعض مستحق ہو تو بعض بدل پھر دے و ما استحق من البدل یرجع المدعی بحصۃ من المدعی كما ذکرنا لانه معاوضۃ وذا حکمها اور جس قدر بدل یعنی مصلح علیہ سے مستحق ملک غیر نکلے بقدر اس کے مصلح عنہ مدعی پھر لے جس طرح ہم نے ذکر کیا یعنی اگر کل مستحق نکلے تو کل پھر لے اور اگر بعض نکلے تو بعض پھر لے اس واسطے کہ صلح در حقیقت معاوضہ ہے اور معاوضہ کا یہی حکم ہے وحکمہ کاجارۃ ان وقع الصلح عن مال بمنفعۃ کخدمۃ بند و سکنی دار فشرط التوقیت فیہ ان اجتمع الیہ والا لاکصغ ثوب اور صلح کا حکم اجارے کے مانند ہے اگر صلح واقع ہو مال سے بمقابلہ منفعت کے چنانچہ خدمت غلام اور سکونت دار اور اجیر مشترک میں حاجت توقیت کی نہیں چنانچہ صنغ ثوب اور رکوب داہہ موضع معین تک اور محل طعام مکان معلوم تک و بیطل بموت احدیہا و بہلاک المحل فی المدۃ اور باطل ہوتی ہے صلح دونوں میں سے ایک کی موت سے

اور محل منفعت کے ہلاک ہو جانے سے مدت کے اندر یعنی قبل استیفاء منفعت ہلاکی محل مبطل صلح سے اور اگر بعض منفعت حاصل ہوئی تو باقی میں صلح باطل ہوگی اور یہ قول ہے محمدؐ کا جس پر اصحاب متون نے اعتماد کیا ہے کذا فی الطحاوی و کذا لودیع عن منفعت ہال او منفعت عن جنس آخر ابن کمال لانه حکم الاجابة اور اسی طرح کا حکم ہے اگر صلح واقع ہو دعویٰ منفعت سے بعض مال کے یا صلح واقع ہو دعویٰ منفعت سے بعض دوسری قسم کے نفع کے کذا ذکرہ ابن کمال فی الايضاح اس واسطے کہ یہی حکم ہے اجارے کا م در صورت اختلاف جنس منفعت صلح جائز ہے صلح کرنا دعویٰ سکنت دار سے غلام کا خدمت پر اور در صورت اتحاد جنس منفعت صلح جائز نہیں اس واسطے کہ استیفاء منفعت کا مثلاً نجس منفعت سے جائز نہیں اسی طرح صلح بھی جائز نہیں کذا فی الحلبي والاخير ان ای الصلح بسکوت و انکار معاوضہ فی حق المدعی وقد ایدین و قطع نزاع فی حق الاخر اور پھیل دونوں قسمیں یعنی صلح ہونا مدعا علیہ کے سکوت اور انکار سے بدلاتی ہے مدعی کے حق میں اور قسم کا بدلا اور قطع نزاع ہے دوسرے یعنی مدعا علیہ کے حق میں م مدعی کے حق میں معاوضہ اس واسطے ہوا کہ وہ اپنے گمان میں اپنے حق کا عوض لیتا ہے اور مدعا علیہ کے حق میں بدلا قسم اور قطع نزاع کا اس واسطے ہوا کہ اگر صلح نہ ہوتی تو مدعا علیہ پر قسم لازم آتی اور جھگڑا ہوتا و جیند فلا شفعة فی صلح عن دار مع احدہما ای مع سکوت و انکار اور اس وقت میں تو شفیع نہیں اس صلح میں جو گھر سے ہوئی مدعا علیہ کے سکوت یا انکار کے ساتھ م یعنی ایک شخص نے دوسرے پر اس کے گھر کا دعویٰ کیا سو مدعا علیہ ساکت رہا یا منکر دعویٰ ہوا پھر مدعا علیہ نے کچھ دے کر گھر سے صلح کر لی تو شفیع واجب نہ ہوگا اس واسطے کہ مدعا علیہ کا گمان یہ ہے کہ میں نے اپنے گھر کو اس صلح سے اپنی ذات پر باقی رکھا مدعی کا جھگڑا دور کر کے اور یہ اس کا گمان نہیں کہ میں نے گھر کو خرید کیا اور مدعی کا زحم اس کو لازم نہیں کذا فی الدرر لکن للشفیع ان یقوم مقام المدعی فیدنی بحجۃ فان کان للمدعی بینه اقامما الشفیع علیہ واخذ الدار بالشفعة لان باقارہ الیٰ ذہبہ تبین ان الصلح کان فی معنی البیع و کذا لولم یکن لہ بینه فحلف المدعی علیہ فیکمل شربہ لایۃ لیکن در صورت مذکورہ شفیع دار کو جائز ہے کہ مدعی کے قائم مقام ہو جائے اثبات دعویٰ میں تو اپنے مطلب کا وسیلہ بکڑے مدعی کی حجت سے سو اگر مدعی کے ثبوت دعویٰ کے گواہ ہوں گو شفیع قائم کرے مدعا علیہ پر اور گھر کو بوجہ شفیع اس واسطے کہ حجت قائم کرنے سے ظاہر اور ثابت ہوا کہ تحقیق صلح بمعنی بیع کے تھی اور اسی طرح شفیع ثابت ہوگا اگر مدعی کے گواہ نہ ہوں اور قسم لے شفیع مدعا علیہ سے سو وہ قسم کھائے کذا فی الشربہ لایۃ و تجب فی صلح وقع علیہا باحدہما او باقرار لان المدعی یاخذ من المال فیواخذہ بزعمہ اور شفیع واجب ہے اس صلح میں کہ واقع ہوئی ہے گھر پر سکوت یا انکار یا اقرار کے ساتھ اس واسطے کہ مدعی گھر لیتا ہے بعض مال کے تو شفیع اس سے مواخذہ کرے بموجب اس کے گمان کے م یعنی اگر ایک شخص نے دوسرے شخص پر مال کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے مدعی سے ایک گھر دے کر صلح کر لی تو اس میں شفیع واجب ہوگا بموجب زعم مدعی و ما استحق من المدعی و المدعی حصۃ من العوض و رجوع بالخصوصۃ فیہ فیما صحت لخلو العوض من الغرض اور سکوت یا انکار کی صلح کی صورت میں جس قدر مدعا یعنی مصالح عنہ مستحق ملک غیر ثابت ہو تو بقدر اس کے حصے کے مدعی عوض سے پھر دے مدعا علیہ کو اور بعض مستحق میں خصوصیت راجع کرے تو مالک مستحق سے جھگڑا شروع کرے بسبب خالی ہونے عوض کے غرض سے م یعنی مدعا علیہ نے عوض اس واسطے دیا تھا تا خصوصیت مدعی دفع ہو اور مصالح عنہ اس کے ہاتھ میں باقی رہے بلا خصوصیت عد سے پھر وہ جب غیر کا ملوک ٹھہرے تو مدعا علیہ کا مقصد حاصل نہ ہوا اور یہی ظاہر ہوا کہ مدعی کی خصوصیت بجا نہ تھی تو وہ مدعی سے عوض پھیر لے گا کذا فی الدرر و ما استحق من الیدل رجوع الی الدعویٰ فی کذا فی بعضہ اور جس قدر بدل صلح سے مستحق ملک غیر ہو تو مدعی دعویٰ کی طرف رجوع کرے کل مدعا میں یا بعض میں یعنی اگر تمام بدل میں استحقاق ہو

تو کل مصالح عنہ کا دعویٰ کرے اور اگر بعض میں ہو تو بعض میں دعویٰ کرے۔ ہذا اذالم یقع الصلح بلفظ البیع فان وقع برجح بالمدعی نفسه لا  
بالدعوی لان اقدام علی المبايعۃ اقرار بالملکیۃ یعنی وغیرہ یعنی رجوع الی الدعوی در صورت استحقاق بدل اس وقت ہے جب کہ صلح بلفظ بیع  
نہ واقع ہوئی اور اگر صلح بلفظ بیع واقع ہوئی ہو تو خود مدعا یعنی مصالح عنہ کو پھر لے رجوع الی الدعوی کی کچھ حاجت نہیں اس واسطے  
کہ مدعا علیہ سکتا یا منکر کی پیش قدمی مبايعت پر مالکیت مدعی کا اقرار ہے چنانچہ عینی وغیرہ میں ہے و بلاک البدل کلا او بعضاً قبل  
التسليم له ای المدعی کا استحقاقہ کذلک فی التفصیلین ای مع اقرار او مع سکوت و انکار اور بلا کی بدل قبل تسلیم مدعی کے استحقاق بدل  
کے مانند ہے اسی طرح دونوں فصلوں میں یعنی صلح مع الاقرار میں یا صلح مع السکوت و الانکار میں ہم یعنی اگر صلح مع الاقرار ہو اور بدل بلا  
ہو قبل تسلیم کے تو مدعی مصالح عنہ کو پھر لے اور اگر صلح مع الانکار ہو تو دعویٰ کی طرف رجوع کرے اور بعض بدل کی بلا کی استحقاق بعض کے  
مانند ہے تو بقدر بلا کی صلح باطل ہوگی اور باقی میں رہے گی کذا فی المنع و ہذا لو البدل مما یتمین والالم یبطل بل یرجع بمثلہ عینی اور یہ یعنی بلا کی  
بدل کا استحقاق کے مانند ہونا اس وقت ہے جب کہ بدل اس قسم سے ہو جو متعین ہو جاتا ہو تعین سے اور اگر متعین نہ ہو تو چنانچہ کیلی اور ہذا  
تو صلح باطل نہ ہوگی بلکہ بدل کے مثل کو مدعی پھر لے مدعا علیہ سے کذا فی العینی صراح عن کذا فی المنع والشرح و صوابہ علی بعض ما یدعیہ  
ای عین یدعیہا لجوازہ فی الدین کما سیحی فلوا دعوی علیہ دارا فصالح علی بیت معلوم منہا فلومن غیر ما صح قہستانی لم یصح لان ما قبضہ من عین حقہ  
صلح کی بعض عین مدعا بہا پر تو صحیح نہیں اس واسطے کہ جس پر مدعی نے قبضہ کیا وہ بعینہ اس کا حق ہے یعنی بعض حق سے عین کی قید اس  
واسطے لگائی کہ دین کے دعویٰ میں بعض دین پر صلح کرنا جائز ہے چنانچہ آگے آوے گا تو اگر ایک شخص نے دوسرے شخص پر گھر کا دعویٰ  
کیا سو مدعا علیہ نے اس سے صلح کی اس گھر کی ایک معین مکان پر تو صلح صحیح نہیں اور اگر اس گھر کے سوا اور مکان پر صلح کی تو صحیح ہے کذا  
فی القہستانی شارح نے کہا متن اور بشرح کے نسخوں میں صراح عن بعض ما یدعیہ سے اور حق عبارت یوں تھا کہ صراح علی بعض ما یدعیہ  
و جیلہ صحیحہ ماذکرہ بقولہ الابز یادۃ شئی آخر کتب و درہم فی البدل فیصیر ذلک عوضاً عن حقہ فیما بقی اور بعض عین مدعا بہا کی صحت  
کا وہ جیلہ سے جس کو مصنف نے اپنے اس قول سے ذکر کیا صلح مذکور صحیح نہیں مگر بدل میں کوئی دوسری چیز چنانچہ ثوب اور درہم کے زیادہ  
کرنے سے تو وہ دوسری چیز عوض ہو جائے گی مدعی کے باقی حق سے ہم مثلاً گھر کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے اس گھر کی ایک کوٹھری اور  
چار درم یا کپڑے پر صلح کی تو جائز ہے اس واسطے کہ کوٹھری کے سوا جو مدعی کا حق گھر میں باقی رہا اس کے عوض میں درم یا کپڑا ہو گیا اور  
یہ حق بہ الابراء عن دعویٰ الباقی یا صلح بعض مدعا بہا سے ابراء حق کیا جائے باقی کے دعویٰ سے ہم یعنی دوسرا جیلہ صلح مذکور کی صحت  
کا یہ ہے کہ گھر کے دعویٰ میں ایک کوٹھری پر صلح کرے اور باقی دار کے دعویٰ سے ابراء کر دے مگر ظاہر الروایۃ الصحیحہ مطلقاً بشرط بلالیۃ  
و شی علیہ فی الاختیار و غرہ فی العربیۃ للبرازیۃ و فی الجلالیۃ للشیخ الاسلام و جمل ما فی المتن روایۃ ابن سماعۃ لیکن ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ بعض عین  
مدعا بہا پر صلح صحیح ہے مطلقاً خواہ جیلہ مذکور کرے یا نہ کرے کذا فی الشرط بلالیۃ اور اسی پر چلا ہے صاحب اختیار اور منسوب کیا ہے  
اس قول کو عربیہ میں بزازیہ کی طرف اور جلالیہ میں شیخ الاسلام کی طرف اور مستند متن کو ابن سماعہ کی روایت ٹھہرایا ہے ہم ظاہر الروایۃ  
پر یہ سوال وارد ہوتا ہے کہ بعض عین مدعا بہا پر کیونکر صلح صحیح ہوگی مطلقاً حالانکہ اس سے لازم آتی ہے برأت باقی عین سے اور فقہاء  
کا قول یہ ہے کہ ابراہیمان سے باطل ہے تو یہ اس کو مقتضی ہے کہ صلح مذکور صحیح نہ ہو اور اسی طرح در صورت ابراء ابن سماعہ کے بھی قول پر  
سوال مذکور وارد ہوتا ہے اس کا جواب شارح نے اپنے آئندہ قول میں دیا ہے و قولہم الا ابراء عن الاعیان باطل معناه بطل الایراد

مع کبوتر مال مقبوضہ اسکا عین حق ہے و ابراء عن الباقی، والا ابراء عن الاعیان باطل قہستانی۔ امدیاتی کو معاف کر دینا ہے۔ اعیان کو معاف کرنا باطل ہے کذا فی قہستانی۔  
یہ ترجمہ اور عربی عبارت غایۃ الاوطار کے اصل نسخوں میں متروک تھی لہذا اس کو حاشیہ میں درج کر دیا گیا ہے (ناشر)

عن دعوی الاعیان ولم تصر ملک المدعی علیہ ولذا الوظف بملک الاعیان حل اخذ مالکین لا تسرع دعواہ فی الحکم اور فقہاء کا یہ قول کہ ابرا کرنا اوقیا سے باطل ہے مطلب اس کا یہ ہے کہ دعوی اعیان سے ابرا باطل ہے اور اعیان اس ابراء سے مدعا علیہ کے مملوک نہیں ہو جاتے ہیں اور اسی واسطے اگر مدعی ان اعیان کو جن سے ابرا کر چکا ہے پا جائے تو اس کو ان کا لینا جائز ہے لیکن اس کا قاضی کے حکم میں دعوی مسموع نہ ہوگا ہم بہتر یہ تھا کہ شارح یوں کہتا بطل ابراء عن الاعیان اور دعوی الاعیان نہ کہتا اس واسطے کہ دعوی اعیان کا ابرا صحیح سے چنانچہ مذکور ہوگا خلاصہ جواب یہ ہے کہ بطلان برات عن الاعیان کا مطلب یہ ہے کہ ابرا سے اعیان مدعا علیہ کے ملک نہیں ہو جاتے ہیں تو مدعی کو اس کا لینا حلال ہے اگر پا جائے اور بطلان مذکور کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مدعی کو اعیان کا دعوی کرنا بعد ابراء صحیح سے

کذا فی الطحاوی واما الصلح علی بعض الدین فیصح ویرا عن دعوی الباقی ای قضاہ لا دیانۃ فلذا الوظف بہ اخذہ قہستان فی تمامہ فی احکام الاشباہ من الدین وقد حقتہ فی شرح الملتقی اور بعض دین پر تو صحیح کرنا صحیح ہے اور مدعا علیہ بری الذمہ ہو جائے گا باقی دین سے یعنی قضاہ بری ہوگا نہ دیانۃ تو اسی واسطے اگر مدعی اپنا باقی دین پا جائے تو اس کو لے لے گا اور پورا بیان اس کا اشباہ کے احکام دین میں ہے اور اس کو ہم نے شرح ملتی میں محقق بیان کیا ہے ہم اشباہ کا حاصل مضمون یہ ہے کہ ابرا متعلق باعیان یا دعوی اعیان سے ہے اور وہ تو بلا خلاف مطلقاً صحیح ہے یا متعلق بنفس اعیان ہے تو اگر اعیان منصوب مالک ہوں تو بھی ابرا صحیح ہے دین کے مانند اور اور اگر اعیان منصوبہ موجود ہوں تو برات عن الاعیان کا مطلب یہ ہے کہ اس کے تاوان سے برات صحیح ہے اگر بلاک ہو جائیں تو اب اعیان منصوبہ امانت کے مانند ہوں گے کہ ان پر ضمان نہیں الاتعدی سے اور اگر اعیان امانت ہوں تو برات صحیح نہیں دیانۃ باین معنی کہ جب مالک ان کو پا جائے تو ان کو لے لے مگر قضاء برات صحیح ہے م تو قاضی مدعی کا دعوی بعد برات کے نہ سنے گا اور اسی کے مانند خلاصہ تحقیق شرح ملتی میں ہے کذا فی الطحاوی وصرح الصلح عن دعوی المال مطلقاً ولو باقرار او بمنفوعہ اور صحیح ہے صلح مال کے دعوی سے مطلقاً اگرچہ صلح یا قرار مدعی ہو یا منفعت سے ہو یعنی بعض منفعت دعوی مال سے صلح صحیح ہے جیسے صلح مستاجر سے جب کہ موجرا جا رہے کا یا مدت یا اجرت کا منکر ہو و عن دعوی المنفوعہ ولو بمنفوعہ عن جنس آخر اور صلح صحیح ہے منفعت کے دعوی سے اگرچہ صلح بعض دوسری قسم کی منفعت سے ہو کما روع عن دعوی الرق اور صلح صحیح ہے دعوی رق سے م صورت اس کی یہ ہے کہ ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا کہ یہ میرا غلام ہے اور اس نے کچھ مال دے کر صلح کی تو صلح ہے وکان عتقا علی مال و ثبت الولاء ولو باقرار ولا لا الایمنۃ در را اور صلح مذکور آزادی بعض مال ٹھہرے گی اور مدعی کا ولایت ثابت ہوگا اگر صلح مدعا علیہ کے اقرار دعوی سے ہوئی اور اگر اقرار سے نہ ہو بلکہ سکوت یا انکار مدعا علیہ سے صلح ہوئی ہو تو ولایت ثابت نہ ہوگا مگر گواہوں سے

کذا فی الدرر قلت ولا یعود بالبینۃ رقیقا و کذا فی کل موضع اقام بینۃ بعد الصلح لا یتحقق المدعی لانه یاخذ البدل باختیارہ تزل بانعا فیحفظ میں کہتا ہوں اور بعد صلح کے گواہوں سے مدعا علیہ پھر کر علام نہ ہو جائے گا اور اسی طرح ہر جگہ کہ مدعی گواہ قائم کرے بعد صلح کے مدعا کا مستحق نہ ہوگا اس واسطے کہ مدعی باختیار خود بدل صلح کے لینے سے بائع ٹھہرا دیا گیا اس کو یاد رکھنا چاہیے و عن دعوی الزوج النکاح علی غیر مزدوجہ اور صلح صحیح ہے دعوی نکاح زوج سے غیر منکوحہ پر یعنی غیر منکوحہ عورت پر ایک مرد نے نکاح کا دعوی کیا اور اس عورت نے کچھ دے کر صلح کر لی تو صلح ہے اور اگر اس کا زوج ثابت ہوگا تو نکاح مدعی کا ثابت نہ ہوگا تو صلح بھی صحیح نہ ہوگا وکان صلحا ولا یطیب لو مبطل اور مدعی نکاح کے حق میں بدل صلح بدل صلح ٹھہرے گا اور مدعی کو حلال نہ ہوگا

المرودہ دعوی نکاح میں کاذب ہوگا کم عدم حلت بدل اس مسئلہ میں مخصوص نہیں بلکہ جمع دعاوی کاذبہ کی صلح میں یہ حکم جاری ہے کذا فی الخطاوی  
و یحل لها الزوج لعدم الدخول اور عورت کو زوج حلال ہوگا بواسطہ عدم دخول کے ولو ادعتہ المرأة فصالحها لم یصح وقایة و نقایة و در رد المحتار  
و صح فی المجتبی والاختیار و صح الصحیح فی درر البحار اور اگر عورت نے ایک مرد پر نکاح کا دعوی کیا اور مرد نے کچھ مال دے کر صلح کر لی  
عورت سے تو صلح صحیح نہ ہوگی کذا فی الوقایة و النقایة و الدرر و الملتقی اور صلح کہاں سے عدم صحت کو مجتبی اور اختیار میں اور صحت صلح  
کی تصحیح کی سے درر البحار میں وان قتل العبد الماذون له رجلا عمدا لم یجز صلحه عن نفسه لانه لیس من تجارته قلم یلزم المولی لکن لیسقط  
به القود و یواخذ بالبدل بعد عتقه اور اگر عید ماذون نہ فی التجارۃ نے ایک مرد کو عمدتاً قتل کیا تو اس کا صلح کرنا اپنی ذات سے یعنی اپنی  
جان کے بچانے کے واسطے جائز نہیں اس واسطے کہ صلح مذکور تجارت کے باب سے نہیں تو یہ صلح اس کے مولی پر لازم نہ ہوگی لیکن صلح  
سے قصاص غلام پر سے ساقط ہو جانے کا اور بدل صلح کا مواخذہ اس سے ہوگا بعد اس کے آزاد ہونے کے وان قتل عبد له ای  
للماذون رجلا عمدا و صالحه الماذون عنه جاز لانه من تجارته اور اگر عید ماذون کے غلام نے ایک مرد کو عمدتاً مار ڈالا اور ماذون نے اپنے  
غلام کی طرف سے صلح کر لی اولیائے مقتول سے تو جائز ہے اس واسطے کہ وہ اس کے تجارت کے باب سے ہے یعنی اس واسطے کہ  
استخلاص اس کا اس کی خریداری کے مانند ہے تو جیسے ماذون کو غلام کا خرید کرنا جائز ہے ویسے ہی صلح کر کے اس کی جان بچانا بھی جائز  
ہے و المکاتب کالمحر اور عبد مکاتب آزاد کے مانند ہے جواز صلح میں اپنی ذات سے اس واسطے کہ وہ مولی کے تصرف سے خارج ہے  
و اصرح عن المنصوب المالك علی اکثر من قیمته قبل القضاء بالقیمۃ جائز کصلح بعض اور صلح کرنا منصوب مالک سے اکثر پر  
اس کی قیمت سے قیمت کے حکم ہونے سے پہلے جائز ہے جیسے منصوب سے صلح بعض اسباب کے صحیح ہے م مثلاً ایک شخص نے دوسرے  
کا غلام جس کی قیمت ہزار سے غصب کیا اور وہ غلام مر گیا پھر ہنوز قاضی نے اس کی قیمت دینے کا حکم نہیں دیا کہ فاصب نے دو ہزار  
دے کر اس کے مالک سے صلح کر لی تو یہ جائز ہے امام کے نزدیک جیسے اسباب دے کر صلح جائز ہے خواہ اس کی قیمت کم ہو یا زیادہ  
فلا تقبل بنته الغاصب بعدہ ای الصلح علی ان قیمته اقل مما صلح علیہ جب منصوب مالک کی قیمت سے زیادہ پر صلح جائز  
ہوئی تو بعد صلح کے فاصب کے گواہ اس پر کہ قیمت منصوب کی کم تر ہے مصالح علیہ سے مقبول نہیں و لا رجوع للغاصب علی المنصوب  
منہ بشئ کما لو تصادقا بعدہ انہا اقل بحر اور غاصب کو کوئی چیز پھر لینا جائز نہیں منصوب منہ سے جیسے کہ رجوع نہیں اگر دونوں  
بعد صلح کے اتفاق کریں اس پر کہ قیمت کم تر ہے مصالح علیہ سے کذا فی البحر ولو اعتق مؤسس عبدا مشترکا فصالح المومر الشریک  
علی اکثر من نصف قیمته لایجز لانه مقدر بشر ما یفضل فی الفاقا اور اگر مال دار نے مشترک غلام آزاد کیا پھر مال دار نے اپنے  
شریک سے غلام کی قیمت نصف سے زیادہ تر پر صلح کی تو جائز ہے اس واسطے کہ عتق میں قیمت سے شرعا مقدر اور منصوص علیہ ہے  
تو قیمت پر زیادتی یا اتفاق امام اور صاحبین کے باطل ہے کا الصلح فی المسئلۃ الاولى علی اکثر من قیمۃ المنصوب بعد القضاء بالقیمۃ  
فانہ لایجز لان تقدیر القاضی کالتشاریع چنانچہ مسئلہ اولی میں منصوب کی قیمت سے زیادہ تر پر صلح کرنا بعد از حکم قیمت جائز نہیں اس  
واسطے کہ قاضی کا قیمت کرنا شارع کے ٹھہرانے کے مانند ہے یعنی اس واسطے کہ قاضی اجرائے احکام شرعیہ میں شارع کا نائب ہے  
والد تعالی اعلم و کذا الوصالح بعض صح وان کانت القیمۃ اکثر من قیمۃ منصوب تلف لعدم الربوا اور اسی طرح اگر صلح کرے  
بعض اسباب اور متارح کے تو صحیح ہے اگرچہ اسباب کی قیمت منصوب مالک سے زیادہ ہو بسبب عدم ربوا م اس واسطے کہ



رہا متحقق نہیں ہوتا ہے در صورت اختلاف جنس و صلح فی الجنایۃ العمد مطلقاً ولو فی نفس مع اقرار یا کثر من الدیۃ والارش او باطل لعدم الربوا اور صلح صحیح ہے جنایت عمد میں مطلقاً اگرچہ صلح قتل نفس میں ہو اقرار کے ساتھ اکثر دیت اور ارش سے یکم تر سے بواسطہ عدم ربوا م عمد میں مطلقاً صلح درست ہے خواہ عد نفس میں ہو خواہ مادون نفس میں خواہ صلح اقرار سے ہو یا انکار یا سکوت سے اس میں قلت اور کثرت اس واسطے رہا نہیں کہ جنایت عمد میں قصاص واجب ہے اور قصاص مال نہیں تو رہا اس میں متحقق نہیں و فی الخطا کذا لک لا تصح الزیادۃ لان الدیۃ فی الخطا مقدّمۃ حتی لو صلح بقیمت قدر ما صلح کیف کان بشرط المجلس لئلا یكون دینا بدین اور جنایت خطا میں اسی طرح یعنی اگرچہ خطا نفس میں ہو اقرار کے ساتھ دیت سے زیادہ پر صلح صحیح نہیں اس واسطے کہ خطا میں دیت شرعاً معین اور مقرر ہے تو اگر مقدار دیت کی مغائر سے صلح کی تو صحیح ہے جس طرح سے کہ ہو خواہ کم خواہ زیادہ تا انقراق عن الدین بالدین نہ ہو دین اول سے دیت مراد ہے اور ثانی سے مصالح علیہ م خطا کی دیت شرع میں سوا اونٹ یا ہزار دینار یا دس ہزار درم مقرر ہے تو اس پر زیادہ کرنا بطریق صلح کے مثلاً دو سوا اونٹ یا دو ہزار دینار یا پندرہ ہزار درم پر جائز نہیں جیسے دعوی دین میں جنس دین سے اکثر پر صلح جائز نہیں اور اگر مقدار تیرہ تلتہ مذکورہ کے مغائر سے صلح ہو چنانچہ اونٹ کے سوا اور حیوانات پر یا اور اسباب پر بشرط اتحاد مجلس جائز ہے و تمییز القاضی احدہما یصیر غیرہ کجنس آخر اور مقدار تیرہ تلتہ مذکورہ سے ایک مقدار کو قاضی کے مقرر کردینے سے اس کے سوا اور مقدار دوسری جنس کے مانند ہو جاتی ہے یعنی اگر قاضی نے مثلاً دیت خطا میں فقط اونٹ کا حکم دیا پھر مدعا علیہ نے مقدار دیت سے اور جنس پر صلح کی زیادہ کر کے مثلاً دو سوا دینار پر یا پندرہ سو درم پر صلح کی تو جائز ہے اس واسطے کہ اونٹ میں حکم قاضی حق متعین ہو گیا تو دینار اور درم اس کے مغائر محض ہے دوسری جنس کے مانند تو عمل علی المعادینہ ممکن ہو گیا کذا فی المنع ولو صلح علی خمر فقد تلزم الدیۃ فی الخطا ویسقط القود لعدم ما يرجع الیہ اختیار اور اگر صلح کی شراب پر تو صلح فاسد ہے تو اب اس پر خطا کی دیت لازم ہوگی اور قصاص ساقط ہوگا یعنی عمد میں بسبب نہ ہونے اس چیز کے جس کی طرف رجوع کی جائے کذا فی الاختیار و کل زید عن ابی الصلح عن دم عمد او علی بعض دین یدعیہ علی آخر من یکیل و موزون لزم بدلہ الموکل لانه استقاط کان الوکیل سفیر وکیل کیا زید نے عمر کو قتل عمد کی صلح کرنے کا یا بعض دین کی صلح پر وکیل کیا جس دین کا وہ مدعی ہے دوسرے شخص پر من جہ یکیل اور موزون کے تو بدلہ صلح کا موکل کو لازم ہوگا اس واسطے کہ وہ استقاط ہے یعنی استقاط قصاص سے قاتل سے یا استقاط بعض دین سے مدعا علیہ سے تو وکیل سفیر ٹھہرانہ عاقد م یہ اس صورت میں ہے جب کہ وکیل قاتل کی طرف صادر ہو ورنہ ولی مقتول کی طرف سے کیونکہ وہ اخذ ہے تو اس کو یوں نہیں کہہ سکتے کہ بدلہ صلح اس کو دینا لازم ہے اور اسی طرح مسئلہ دین میں مدعی کی طرف سے وکیل ظاہر نہیں اس واسطے کہ مدعی موکل سے تو بدلہ صلح اس کو کیونکہ لازم ہوگا تو ماتن کو یوں کہنا بہتر تھا او علی بعض دین یدعیہ علیہ آخر کذا فی الخطا وی الا ان یضمنہ الوکیل فیواخذ بضمائنه کما لو وقع الصلح من الوکیل عن مال بمال عن اقرار فیلزم الوکیل لانه ینتد کبیع کر یہ وکیل بدلہ صلح کا ضامن ہو تو وہ ماخوذ ہوگا اپنے ضامن ہونے کے سبب سے نہ وکیل ہونے سے چنانچہ اگر صلح واقع ہو وکیل کے دعوی مال سے بعض مال کے موکل کے اقرار سے تو بدلہ صلح وکیل کو لازم ہوگا اس واسطے کہ صلح اس وقت میں بیع کے مانند ہے یعنی اور بیع میں وکیل کی طرف حقوق راجع ہوتے ہیں اما اذا کان عن انکار لایلزم الوکیل مطلقاً و درر اور اگر صلح ۵۰ یہ ہو ہے مترجم اول کا کہ ہزار کی جگہ سو لکھ دیے دونوں جگہ مناسب یہ تھا کہ دو ہزار دینار اور پندرہ ہزار کہتا تاکہ صلح زیادہ پر متحقق ہو ۱۲ یعنی اس دین کے بعض پر جس کو موکل پر دوسرا شخص دعوی کرتا ہے ۲

ہوا نکار مدعا علیہ سے تو بدل صلح کیل کو مطلقاً لازم نہیں کذا فی البیوہ والدرم مطلقاً کیل کو لازم نہیں خواہ صلح دم عمد میں ہو خواہ دین خواہ ان کے غیر میں کذا فی الطحاوی صلح عنہ فضولی بلا امر صلح ان ضمن المال ادا صاف الصلح الی مالہ او قال علی نذا او کذا وسلم المال صلح و صار متبرعاً فی المال الا اذا ضمن بامرہ عمری زادہ مصالحو کیا فضولی نے مدعا علیہ کی جانب سے بدون اس کے امر کے تو صلح صحیح ہے اگر فضولی مال کا ضامن ہو یا صلح یعنی بدل صلح کو اپنے مال کی طرف نسبت کرے یا یوں کہے نقد یا جنس کی طرف اشارہ کرے کہ صلح کرتا ہوں اس پر یا یوں بولا کہ اتنے پر مثلاً ہزار پر اور مال کو تسلیم کرے تو صلح صحیح ہے اور فضولی متبرع ہو جائے گا سب صورتوں میں مگر جب کہ ضامن ہو مدعا علیہ کے امر سے تو متبرع نہ ہو گا کذا فی عمری زادہ م اضافت الی مالہ کی یہ صورت ہے کہ فضولی یوں کہے کہ میں نے صلح کی تجھ سے ہزار درم پر اپنے مال سے یا اپنے فلا نے غلام پر اور تسلیم مال چوتھی صورت کی قید ہے والایسلم فی الصوتۃ الرابعۃ فہو موقوف فان اجازہ اللدعی علیہ جاز و لزمہ البدل والا بطل اور اگر مال تسلیم نہ کرے چوتھی صورت میں تو صلح موقوف ہے سو اگر مدعا علیہ صلح کو جائز رکھے تو صلح جائز ہے اور اس کو بدل صلح لازم ہے اور اگر جائز نہ رکھے تو صلح باطل ہے والخلع فی جمیع ما ذکرنا من الاحکام الخمسۃ کا صلح اور خلع جمیع مذکورہ میں احکام خمسہ سے صلح کے مانند ہے م یعنی جب کہ خلع صادر ہو فضولی سے عورت کی طرف سے بعوض بدل کے تو اگر فضولی بدل صلح کا ضامن ہو یا اس کو اپنے مال کی طرف نسبت کرے یا اشارہ کرے تو صحیح ہے اور فضولی کو بدل لازم ہے اور وہ متبرع ہے اور اگر بدل کو مطلق ذکر کرے تو اگر تسلیم کرے تو صحیح ہے اور نہیں تو عورت کی اجازت پر موقوف ہے ادعی و ققیۃ دار و لابنتہ لہ فصالہ للکفر لقطع الخصومتہ جاز و طاب لہ البدل لو صاد قانی دعواہ وقیل قائلہ صاحب الاجناس لا یطیب لانه بیع معنی و بیع الوقت لا یصح ایک شخص نے ایک گھر کے وقف ہونے کا دعویٰ کیا اور مدعی کے گواہ نہیں پھر مدعا علیہ منکر وقف نے قطع خصومت کے واسطے اس سے صلح کر لی تو جائز ہے اور مدعی کے واسطے بدل صلح کا لینا حلال ہے مگر وہ اپنے دعویٰ میں سچا ہو اور بعضوں نے کہا قائل اس قول کا ضامن اجناس سے کہ بدل مذکور حلال نہیں اس واسطے کہ یہ صلح حقیقت میں بیع ہے اور بیع وقف کی صحیح نہیں کل صلح بعد صلح فالتانی باطل جو صلح کہ بعد صلح کے ہو تو دوسری صلح باطل ہے م صلح ثانی اس وقت باطل ہے کہ علی سبیل الاستقاط ہو اور جب کہ عوض پر صلح ہو پھر دوسری عوض پر صلح ہو تو دوسری صلح جائز ہے اور اول صلح فسخ ہو جائے گی مانند بیع کے کذا فی الطحاوی عن ابی اسود کذا نکاح بعد النکاح والحوالۃ بعد الحوالۃ والصلح بعد الشراء اور اسی طرح نکاح بعد نکاح کے اور حوالہ بعد حوالہ کے اور صلح بعد خرید کے باطل ہے م مسئلہ نکاح خلا فی یہ ہے جامع الفصولین میں ہے ایک عورت سے نکاح کیا بمہر ہزار درم پھر اس سے نکاح دو ہزار کے مہر پر کیا تو دو ہزار کا مہر ثابت ہو گا انتہی اور نیہ میں سے کہ مہر معلوم پر نکاح کیا پھر دوسرے مہر میں پر نکاح کیا تو دونوں تسمیہ ثلث ہیں قول اصح میں کذا فی حاشیۃ الاشباہ للمحوی اور صلح بعد شراء کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے گھر دوسرے سے مول لیا پھر مشتری نے بائع پر دعویٰ کیا کہ گھر میری ملک ہے سو بائع نے اس سے صلح کی تو یہ صلح باطل ہے بسبب تناقض کے اس واسطے کہ اقدام مشتری کا خرید پر ملک بائع کی دلیل ہے پھر دعویٰ اور صلح بعد اس کے صریحاً تناقض ہے جامع الفصولین میں سے کہ اگر خریداری بعد صلح کے ہو تو خریداری صحیح ہے اور صلح باطل ہے کذا فی الطحاوی والاصل ان کل عقد اجد فالغائی باطل الا فی ثلث مذکورۃ فی بیوع الاشباہ الکفالیۃ والشراء والاجارۃ فلتراجع اور قاعدہ کلیہ بطلان صلح ثانی وغیرہ کا یہ ہے کہ جو عقد کہ دوسری بار منعقد ہو تو عقد ثانی باطل ہے مگر تین عقدوں میں جو اشباہ کی کتاب البیوع میں مذکور ہیں عقد ثانی باطل نہیں یعنی عقد کفالت اور عقد شراہ

عقد اجارہ تو ان کی طرف مراجعت کرنا چاہیے مگر تو اگر مدعا علیہ سے ایک ضامن لیا پھر دوسرا ضامن لیا تو صحیح سے اور ضامن اول ضامن ثانی کی ضمانت سے بری الذمہ نہ ہوگا چنانچہ خانیہ میں ہے اور بشر بعد شراب جب کہ ضمن اول کے منگائے ہو اس طرح کہ اس سے زیادہ ہو یا کم تو عقد اول فسخ ہوگا اور ثانی معتبر ہوگا اور اگر عقد ثانی ضمن اول کے برابر ہو تو اول فسخ نہ ہوگا والا جارتہ علی بذ القیاس کذا فی الطحاوی اقام المدعی علیہ بینۃ بعد الصلح عن انکار ان المدعی قال قبلہ ای قبل الصلح لیس لی قبل فلان حق فالصلح ماض علی الصلح مدعا علیہ نے گواہ قائم کیے بعد اس صلح کے جو مدعا علیہ کے انکار سے ہوئی کہ مدعی نے کہا تھا قبل صلح کے کہ میرا کچھ حق نہیں فلان نے کی جانب تو صلح جاری اور نافذ ہے صحت پر مگواہ اس واسطے مقبول نہیں کہ شاید مدعی کا حق ثابت ہو بعد اس اقرار کے بخلاف مسئلہ ملاحظہ کے کہ اس میں مدعی کا یہ اقرار ہے کہ وہ مبطل ہے اپنے دعویٰ میں ولو قال المدعی بعدہ ما کان لی قبلہ قبل المدعی علیہ حق بطل الصلح یقال المصنف و یومقید لا طلاق العادیۃ اور اگر مدعی نے صلح کے بعد کہا کہ میرا مدعا علیہ کی جانب کچھ حق نہیں تو صلح باطل ہوگی کذا فی البکر مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ بحر الرائق کی روایت اطلاق عادیہ میں قید کی لگانے والی ہے مگر عادیہ کی عبارت یہ ہے (ادعی بکرم فصالہ ثم ظہر بعدہ ان لاشی علیہ بطل الصلح) انتہی یعنی بکرم نے دعویٰ کیا سو مدعا علیہ نے اس سے مصالحہ کر لیا بعد اس کے ظاہر ہوا کہ اس پر کچھ حق نہیں تو صلح باطل ہے تو ظہور عدم حق بعد الصلح میں یہ قید ہے کہ ظہور عدم حق بعد صلح کے مصالحہ کے اقرار سے مراد ہے نہ مصالحہ کے اس اقرار کی گواہی سے جو اقرار کہ صلح پر مقدم ہے کذا فی الطحاوی ثم نقل عن دعویٰ البرازیۃ ان لو ادعی الملک بختہ اخری لم یبطل فیلیم مصنف نے اپنی شرح میں برازیہ کی کتاب الدعوی سے نقل کیا کہ اگر مدعی ملک کا دعویٰ کرے دوسری جہت سے تو صلح مذکور باطل نہیں تو اس تناقض بطلان اور عدم بطلان کو تحریر کرنا چاہیے مگر خلاصہ مضمون برازیہ کا یہ ہے کہ بطلان صلح اس وقت ہے جب کہ ملک کا اقرار متحد ہو چنانچہ اول بوجہ میراث دعویٰ کرے پھر گے کہ میراث کی وجہ سے میراث حق نہیں بطریق میراث کے پھر دعویٰ کرے کہ میراث حق ہے بطریق خرید یا بیہ کے تو صلح باطل نہیں انتہی طحاوی نے کہا تحریر کی کچھ حاجت نہیں کہ برازیہ نے اتحاد اقرار کی بطلان صلح میں قید لگائی ہے تو اس میں کچھ اشکال نہ رہا و الصلح عن الدعوی الفاسدۃ یصح و عن الباطل لا و الفاسدۃ ما یصح بکرم اور صلح کرنا دعویٰ فاسدہ سے صحیح اور دعویٰ باطلہ سے صحیح نہیں دعویٰ فاسدہ وہ ہے جس کی تصحیح ممکن ہو کذا فی البحر مدعی فاسدہ وہ ہے جس میں تناقض واقع ہو اور تصحیح دعویٰ برفع تناقض سے مثلاً اور دعویٰ باطلہ جیسے شراب اور سوکاد دعویٰ مسلمان سے تو باطلہ وہ ٹھہرا جس کی تصحیح ممکن نہیں اور من جملہ دعویٰ باطلہ صلح سے دعویٰ حد سے اور دعویٰ اہرت ناکر یا مغنیہ یا تصویر محرم سے کذا فی الطحاوی و حرر فی الاشباہ ان الصلح عن انکار بعد دعویٰ فاسدۃ فاسدہ الانی دعویٰ مجہول فی انز فلیحفظ اور اشباہ میں تحریر کی ہے کہ صلح انکار دعویٰ سے بعد دعویٰ فاسدہ کے فاسدہ سے مگر مجہول کے دعویٰ کے بعد جائز ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے مگر طحاوی نے کہا معتد تحریر وہی ہے جو ماتن نے یہ تفصیل ذکر کی کہ دعویٰ فاسدہ سے صلح صحیح اور باطل سے غیر صحیح اس واسطے کہ برازیہ میں مذکور ہے کہ علمائے خوارزم کا فتویٰ اس پر ٹھہر گیا ہے کہ جس دعویٰ فاسدہ کی تصحیح ممکن نہیں اس پر صلح صحیح نہیں اور جس کی تصحیح ممکن ہے چنانچہ حد مذکور نہ ہو یا کسی حد میں غلطی واقع ہو تو صلح صحیح ہے انتہی و قبل اشتراط صحۃ الدعوی لصلح الصلح غیر صحیح مطلقاً یصح الصلح بطلان الدعوی کا اعتمادہ صدر الشریعۃ آخر الباب واقعہ ابن کمال وغیرہ فی باب الاستحقاق کا مراجعہ اور بعضوں نے کہا شرط کرنا صحت دعویٰ کا صلح کی صحت کے واسطے غیر صحیح ہے مطلقاً خواہ اس کی تصحیح ممکن ہو یا نہ ہو تو

صلح صحیح سے بطلان دعویٰ کے ساتھ چنانچہ صدر الشریعہ نے شرح وقایہ کے آخری باب صلح میں اس پر اعتماد کیا ہے اور ثابت رکھا ہے اس کو ابن کمال وغیرہ نے باب الاستحقاق میں چنانچہ مذکور ہو چکا تو اس کی طرف مراجعت کر موطاویٰ نے کہا تجھ کو قول مفتی یہ معلوم ہو چکا اور صدر الشریعہ نے جو اس کی دلیل پکڑی ہے کہ جب حق مجہول کا ایک گھر میں دعویٰ کرے پھر صلح ہو کسی چیز پر تو صلح صحیح ہے سو مفید اطلاق نہیں بلکہ صلح فقط دعویٰ مجہول میں صحیح ہے اس واسطے کہ اس دعویٰ کی تصحیح حق مجہول میں کر دینے سے صلح کے وقت ممکن ہے و صلح الصلح عن دعویٰ حق الشرب وحق الشفعة وحق وضع الجذوع علی الاصح اور صلح ہے صلح دعویٰ حق شرب سے اور حق شفعہ اور دیوار پر دھنیان رکھنے کے حق سے بقول اصح م شرب یکسر اول عبارت سے پانی لینے کی باری سے سابق مذکور ہو چکا کہ حق شفعہ سے صلح جائز نہیں تو وہاں مراد یہ ہے کہ ثابت حق شفعہ سے جائز نہیں اس واسطے کہ حق شفعہ مال نہیں جس کا معاوضہ درست ہو اور یہاں مراد یہ ہے کہ دعویٰ حق شفعہ سے صلح صحیح ہے دفع یمین کے واسطے یعنی تا مدعا علیہ کو در صورت عدم بینہ مدعی قسم نہ کھانی پڑے الاصل انہ متی توجہت یمین نحو الشخص فی اسی حق کان فافتدی الیمین بدرہم جائز حتی فی تعزیر مجتبیٰ بخلاف دعویٰ حد و نسب در را اور حقوق مذکورہ کے دعویٰ سے صحت صلح کا قاعدہ یہ ہے کہ جب قسم متوجہ ہوئی ایک شخص کی جانب کسی حق میں ہو سو اس نے یمین کے بدلے درم دیے تو جائز ہے یہاں تک کہ دعویٰ تعزیر میں فدیہ قسم جائز ہے کذا فی المجتبیٰ بخلاف دعویٰ حد و نسب کے کذا فی الدرر دعویٰ تعزیر کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ اس نے میری تکفیر یا تفصیل کی یا مجھ کو عیب لگایا اور قسم مدعا علیہ پر عائد ہوئی ہو اس نے قسم کے بدلے درم دیے بقول اصح جائز ہے اور دعویٰ نسب کی یہ صورت ہے کہ مثلاً عورت نے دعویٰ کیا کہ یہ بیٹا ہے اس مرد کا میرے پیٹ سے سو مرد نے ترک دعویٰ نسب سے مصالحہ کیا تو جائز نہیں الاصل ان کان بمعنی المعاوضۃ بان کان دینا بعین یتقض ببقضہا ای بفسخ المتصالحین اور صلح اگر بمعنی معاوضہ ہو اس طرح پر کہ دین کا معاوضہ ہو یمین سے تو صلح ٹوٹ جاتی ہے دونوں کے توڑنے سے یعنی متصالحین کے فسخ کرنے سے وان کان لا بمعنا ما ای المعاوضۃ بل بمعنی استیفاء البعض واسقاط البعض فلا صلح اقالہ ولا لفقہ لان الساقط لا یعود قینۃ و صیرفیۃ فلیحفظ اور اگر صلح بمعنی معاوضہ نہ ہو بلکہ بمعنی استیفاء بعض حق اور اسقاط بعض حق کے ہو تو صلح کا اقالہ صحیح نہیں اور نہ اس کا توڑنا اس واسطے کہ ساقط چیز نہیں پھر آتی کذا فی القینۃ و الصیرفیۃ تو اس کو یاد رکھنا چاہیے ولو صلح عن دعویٰ دار علی سکنی بیت منہا ابداء و صلح علی درہم الی الحصاد او صلح مع المودع بغیر دعویٰ الہلاک لم یصح الاصل فی الصور الثلاث سراجیۃ اور اگر گھر کے دعویٰ سے صلح کی اس میں سے ایک کو گھری کے ہمیشہ رسنے پر یا صلح کی درموں کے دینے پر رکھتوں کے کاٹنے تک یا صلح کی مستودع نے مودع سے بلا دعویٰ ہلاک و دلیعت تو صلح صحیح نہیں تینوں صورتوں میں کذا فی السراجیۃ قید بعدم دعویٰ الہلاک لانه لو ادعاه و صلح قبل الیمین صحیح بلفظی خانہ مصنف نے عدم دعویٰ ہلاک و دلیعت کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر ہلاک و دلیعت کا مدعی ہو اور مصالحہ کرنے قبل قسم کھانے کے تو صلح صحیح ہے اسی قول کا اختتام سے کذا فی الخانیۃ و صلح بعد حلف المدعی علیہ وفعال للنزاع باقامۃ البیتۃ اور صلح مدعا علیہ کے قسم کھانے کے بعد صحیح ہے تاکہ گواہ لانے کا جھگڑا دفع ہو جائے یعنی صلح مذکور اس واسطے جائز ہے تاکہ مدعی گواہ لا کر پھر صلح اقامہ نہ کرے ولو برین المدعی بعدہ علی اصل الدعویٰ لم یقبل الاالی الوصی عن مال الیتیم علی انکار اذا صلح علی بعضہ ثم وجد البیتۃ فانہا یقبل اور اگر گواہ لاوے مدعی بعد صلح کے اصل دعویٰ پر تو مقبول نہیں مگر وہی کے دعویٰ میں یتیم کے مال سے مدعا علیہ کے انکار پر جب کہ وہی نے صلح کی ہو مدعا علیہ منکر سے بعض مال پر پھر وہی نے تمام مال

یتیم کے گواہ پائے تو گواہ مقبول ہیں ولو بلغ الصبی فاقا ما قبل ولو طلب یمنہ لا یحلف اشباہ اور اگر یتیم لڑکا بالغ ہوا پھر اس نے گواہ قائم کیے تو بعد صلح کے گواہ مقبول ہیں اور اگر مدعا علیہ سے قسم طلب کی جائے تو قسم نہ لی جائے گی کذا فی الاشباہ ہم طلب بصیغہ مجہول ہے یعنی اگر وہی بعد صلح کے مدعا علیہ سے قسم چاہے یا یتیم قسم چاہے بعد بلوغ کے تو قسم نہ لی جائے گی کذا فی الطحاوی عن حواشی الاشباہ وقیل لا یزیم بالاول فی الاشباہ وبالثانی فی السراجیۃ وحکا ہما فی القینۃ مقداً للاول اوردو سراقول یہ ہے کہ صلح بعد حلف مدعا علیہ صحیح نہیں یقین کیا ہے اول قول پر یعنی صحت صلح پر اشباہ میں اور قول ثانی پر یعنی عدم صحت پر سراجیہ میں اوردو دونوں قولوں کو قینہ میں ذکر کیا ہے پہلے قول کو پینے بیان کر کے م قول ثانی یعنی عدم صحت صاحبین کا قول ہے چنانچہ معین المفتی میں ہے اور قول اول محمد بن حسن کی روایت سے امام سے کذا فی الطحاوی طلب الصلح والابراہ عن الدعوی لایکون اقراراً بالدعوی عند المتقدمین وخالفہ المتأخرون والاول اصح بزایۃ درخواست کرنا صلح کا دعوی سے اور درخواست کرنا ابراہ کا دعوی سے دعوی یعنی مدعا بہ کا اقرار نہیں متقدمین کے نزدیک اور علمائے متأخرین ان کے مخالف ہیں اور پہلا قول صحیح تر ہے کذا فی الزایۃ بخلاف طلب الصلح عن المال والابراہ عن المال فانہ اقرار اشباہ بخلاف درخواست صلح کے مال سے اور درخواست ابراہ کے مال سے کہ وہ اقرار ہے مال کا کذا فی الاشباہ ہم و جہ اس کی یہ ہے کہ صلح عن الدعوی یا ابراہ عن الدعوی سے قطع نزاع مقصود ہے تو ثبوت حق لازم نہیں بخلاف صلح عن المحی یا ابراہ عن المحی کے وہ ثبوت حق کا مقتضی ہے صالح عن عیب اودین و ظہر عدمہ اوزال العیب لصلح ویرد ماخذہ اشباہ ودر صلح کی بائع نے بیع کے عیب سے یا مدیون نے دین سے اور عدم دین یا عدم عیب ظاہر ہوا یا عیب بیع کا دور ہو گیا تو صلح باطل ہوگی اور اس کو پھر دے جس کو اس نے لیا یعنی بدل صلح کذا فی الاشباہ والدرر فصل فی دعوی الدین یہ فصل ہے دعوی دین کے احکام میں الصلح الواقع علی بعض جنس مالہ علیہ من دین او غصب اخذ لبعض حقه و حط لباقیہ لامعاوضۃ للربوا بوجہ صلح کہ واقع ہوا اس مال کی بعض جنس جو مدعا علیہ پر ثابت ہے دین یا غصب سے وہ اپنے بعض حق کا لینا ہے اور باقی حق کا کھٹانا اور زائل کرنا معاوضہ نہیں ہے بیان کے سبب سے یعنی اس کو معاوضہ قرار دین گے تا کی اور زیادتی جو زمین سے بیان نہ لازم آوے اور وہ صحیح نہیں اور عاقل کا تصرف بقدر امکان صحت پر مجہول ہے وچینند صلح الصلح بلا اشتراط قبض بدلہ عن الف حال علی ماۃ حالۃ اور اس وقت میں یعنی جب کہ صلح مذکور اخذ بعض حق اور اسقاط بعض حق ٹھہرے نہ معاوضہ تو بدون شرط ہونے قبض بدل صلح کے صلح صحیح ہے ہزار بلا مدت سے سو بلا مدت پر م بدل صلح سے یہاں بدل ظاہری مراد ہے جس قدر صلح واقع ہوا اور درحقیقت یہاں بدل نہیں بلکہ وہ بعض حق کا لینا ہے اور یہ مثال فقط اسقاط بعض حق کی ہے او علی الف موجب صلح صحیح ہے ہزار بلا مدت سے ہزار موجب پر م اس مثال میں وصف حلول اسقاط ہے وعن الف جیاد علی ماۃ زیوف اور صلح صحیح ہے ہزار کھرے درم سے کھونٹے سو درم پر م اس مثال میں مقدار اور وصف دونوں کا اسقاط ہے ولایصح عن دراہم علی دنیا نیر موجهۃ لعدم جنس فکان صرفاً قلمیۃ اور صلح صحیح نہیں دراہم سے دنیا نیر موجهہ پر بسبب نہ ہونے جنس کے تو یہ عقد صرف ٹھہرا تو بطریق تسبیحہ جائز نہ ہو گا م یعنی دینار حق کی جنس نہیں ہے کہ اخذ بعض حق ٹھہرے صلح موجب جائز ہو بلکہ یہ معاوضہ ہے عقد صرف کا تو مدت صحیح نہ ہوگی او عن الف موجب علی نصفہ حالاً الا فی صلح المولی مکاتبہ فیجوز زیلعی صلح صحیح نہیں ہزار درم موجب سے پانچ سو درم بلا مدت پر مگر مولی کی صلح میں اپنے مکاتب سے جائز ہے کذا فی الزیلعی ہم اجل یعنی مدت مدیون کا حق تھا بلکہ مدانیہ تو نصف مجمل کا لینا عوض ہوا اجل سے اور اجل کا عوض لینا حرام ہے بخلاف صلح مولی اس واسطے کہ احسان

مولی کا ظاہر ترے معاوضہ سے کذا فی الطحاوی لمحضاً او عن الف سود علی نصفہ بمضیاء والاصل ان الاحسان ان وجد من الذین  
 فاسقاط وان منہما فمعاوضتہ یا صلح صحیح نہیں ہنرا ذم سے پانچ سو سفید درم پیا اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ احسان اگر دائن کی طرف سے  
 پایا جاوے تو اسقاط حق ہے اور اگر دائن اور مدیون دونوں کی طرف سے پایا جاوے تو وہ معاوضہ سے م دائن کا احسان یہ کہ  
 اس پر صلح کرے جو اس کے حق سے کم تر ہے مقدار یا وصف یا وقت میں اور دائن اور مدیون کا احسان یہ کہ صلح میں وہ چیز داخل ہو  
 جس کا دائن مستحق نہیں چنانچہ سفید درم کا ہونا بدلے سیاہ کے یا تعجیل موجل کی یا ایک جنس کی صلح ہوتی دوسری جنس سے پھر جب  
 معاوضہ پھر تو معاوضہ کا حکم اس میں جاری ہوگا تو اگر بیاج یا بیاج کا شبہ ثابت ہوگا تو معاوضہ فاسد ہوگا اور نہیں تو صحیح ہوگا کذا  
 فی الطحاوی قال لغرمیہ ادائی خمس ماؤ غدا من العتلی علیک علی انک بری من النصف الباقی فقبل وادی فیہ بری و  
 ان لم یؤد ذلک فی الغد عا دینہ لکان لغواۃ التقیید بالشرط دائن نے اپنے مدیون سے کہا لے آ میرے پاس پانچ سو کل اس ہنر  
 سے جو میرے تجھ پر ہیں اس شرط پر کہ تو بری الذمہ ہو جائے گا نصف باقی سے سو مدیون نے قبول کیا اور اسی دن پانچ سو ادا کیے  
 تو بری الذمہ ہوگا اور اگر اس پانچ سو کو کل کے دن ادا نہ کیا تو اس کا دین پورا پھر آوے گا چنانچہ پہلے شرط کے تھا بسبب فوت ہونے  
 شرط کی تقیید کے م قول مذکور میں شرط صریح نہیں بلکہ شرط معنوی سے بلفظ علی تو گویا دائن نے پانچ سو ادا کرنے کی کل قید لگا  
 برات میں تو در صورت عدم ادا شرط ثابت نہ ہوگی و دوجہا خمسۃ احد ہا ہذا و الثانی ان لم یوقت بالذم لعدلانہ ابراہم مطلق اور اس  
 مسئلے کی پانچ صورتیں ہیں ایک ان میں سے یہی صورت سے جو مذکور ہو چکی اور دوسری صورت یہ ہے کہ اگر دائن نے کل کی قید لگائی تو  
 عدم ادا سے دین اعادہ نہ کرے گا اس واسطے کہ وہ مطلق ابراہم سے صورت مسئلہ یہ ہے کہ دائن نے مدیون سے کہا کہ مجھ کو پانچ  
 سو دے ہنرا سے اس پر کہ تو بری ہے باقی سے تو اگر مدیون ادا نہ کرے گا تو دین کا اعادہ نہ ہوگا کیونکہ قول مذکور ابراہم نے مطلق ہے  
 یہ ابراہم نے مطلق اس واسطے ہوا کہ جب ادا کا وقت معین نہ کیا تو ادا سے غرض صحیح نہ رہی کیونکہ مدیون پر تو ادا واجب ہے ہر وقت  
 تو برات مقید با دینہ و الثالث و کذا الوصالح من دینہ علی نصفہ یدفعہ الیہ غدا و ہو بری مما فضل علی انہ ان لم یدفعہ  
 غدا فالکل علیہ کان الامر کا لوجہ الاول کما قال لانه صریح بالتقیید او تیسری صورت یہ ہے اور اسی طرح اگر دائن مصالح کرے  
 اپنے دین سے نصف دین پر کہ مدیون اس کو کل نصف دین ادا کرے اور مدیون زائد از نصف سے بری سے اس شرط پر کہ اگر  
 اس کو کل نہ دے تو تمام اس پر ثابت ہے تو حکم سہی صورت کے مانند ہوگا جیسا کہ دائن نے کہا اس واسطے کہ اس قول میں برات  
 کی صریح تقیید ہے م تو اس صورت میں اگر مدیون قبول کرے اور ادا بھی کرے تو باقی سے بری ہوگا اور اگر کل ادا نہ کرے  
 گا تو سب دین اس پر قائم ہے بالا جماع کذا فی شرح الوقایہ و الرابع فان ابراہ عن نصفہ علی ان یعطیہ بالقی غدا ہو بری  
 ادی الباقی فی الغدا و لا بہدایۃ بالابراہ الا بالاداء اور چوتھی صورت یہ ہے سو اگر دائن نے مدیون کو بری کر دیا نصف دین سے  
 اس پر کہ مدیون اس کو باقی از نصف کل دے تو وہ بری ہوگا باقی کو کل ادا کرے یا نہ کرے اس واسطے کہ دائن نے پہلے ابراہ  
 کو ذکر کیا نہ ادا کو بخلاف صورت ثانیہ و الخامس لو علق بصریح الشرط کان ادیت الی کذا و اذا اؤتی لایصح الا براہ الا ان  
 ان تعلیقہ بالشرط صریح باطل لانه تمیک من وجہ اور پانچویں صورت یہ کہ اگر دائن ابراہ کو صریح شرط کے ساتھ معلق کرے چنانچہ  
 یوں کہے کہ اگر تو مجھ کو اس قدر ادا کرے یا جب یا جس وقت ادا کرے تو ابراہ صحیح نہ ہوگا اس واسطے کہ ابراہ کی تعلیق صریح شرط

کے ساتھ باطل ہے کیونکہ ابراہیم سے تمہیک سے م یعنی اگر یوں کہے کہ اگر تو مجھ کو اس قدر دے تو بری الذمہ سے باقی سے تو صحیح نہیں اس واسطے کہ ابراہیم تمہیک اور اسقاط دونوں معنی ہیں سو اسقاط کی تعلیق شرط کے ساتھ متنافی نہیں اور تمہیک تعلیق کے متنافی سے تو ہم نے دونوں معنوں کی رعایت کی اور کہا کہ اگر تعلیق صریح ہو یعنی بکروں شرط تو ابراہیم صحیح نہیں اور اگر تعلیق صریح نہ ہو چنانچہ بلفظ علی ہو جیسے اگلی چار صورتوں میں سے تو ابراہیم صحیح ہے کذا فی شرح الوقایہ تبصرہ وان قال المدیون لا یندر الا اقرک بما لک حتی توخره عنی او تحت عنی ففعل الدائن التاخر او المحط ص لانه لیس بکروہ علیہ اور اگر مدیون نے دوسرے یعنی دائن سے مخفی کہا کہ میں تیرے مال کا اقرار نہ کروں گا جب تک تو مجھ کو تاخیر نہ دے مطالبہ دین سے یا میرے اوپر سے کچھ دین کم نہ کر ڈالے سو دائن نے تاخیر یا اسقاط بعض دین کیا تو صحیح ہے صلح اس واسطے کہ مدیون دائن پر زبردستی کرنے والا نہیں جو صلح جائز نہ ہو تو بعد تاخیر فی المال مطالبہ نہیں کر سکتا اور بعد کم کر ڈالنے کے پورا دین نہیں لے سکتا کذا فی المنخ ولوا علن ما قالہ سر اخذ منہ النکل للحال بہ اور اگر اعلان سے کہا وہ قول جو مخفی کہا تو دائن مدیون سے پورا دین فی الحال لے م اعلان سے مراد یہ ہے کہ درخواست تاخیر اور اسقاط اول لوگوں کے سامنے کی اور یہ مراد نہیں کہ اول مخفی تاخیر اور اسقاط پر صلح کر کے پھر اعلان کیا اس واسطے کہ صلح کا توڑنا جائز نہیں اور اعلان میں پورا دین اس وقت فی الحال لے گا جب کہ دائن ساکت رہا اس واسطے کہ اگر کم کر دے گا علانیہ یا اقرار کرے گا تو صحیح ہوگا بلکہ اعلان اولیٰ ہے اخفا سے ولو ادعی الفادح فقل اقرط بما علی ان احط منها ما نہ جاز بخلاف علی ان اعطیک ما نہ لانه رشوة اور اگر دائن نے نزار کا دعویٰ کیا اور مدیون اس کا منکر ہو سو دائن نے کہا کہ میرے نزار کا اقرار اس شرط پر کر کہ میں نزار سے سو کم کر ڈالوں گا تو کم کر ڈالنا صحیح ہے بخلاف اس قول کے کہ نزار کا اقرار کر اس شرط پر کہ میں تجھ کو سو درم دوں گا اس واسطے کہ یہ رشوت سے ولو قال ان اقرت لی حطت لک منها ما نہ فاقصرح الاقرار لا المحط مجتبیٰ اور اگر دائن نے کہا کہ اگر میرے نزار درم کا تو اقرار کرے تو میں تیرے اوپر سے من جملہ نزار کے سو کم کر ڈالوں پھر مدیون نے نزار کا اقرار کیا تو اقرار صحیح ہے نہ کم کر ڈالنا کذا فی المجتبیٰ م اس واسطے کہ ابرا بشرط صریح جائز نہیں بخلاف مسئلہ گذشتہ کہ اس میں تعلیق معنوی سے نہ صریح الدین المشترك بسبب متحد کمن بیع بیع صنفہ واحده او دین موروث او قیمة مستہک مشترک اذا قبض احدہما شیدا منہ مشارکہ الا شرفیہ ان شادا واتبع الغریم کمایاتی جو دین کہ مشترک سے دو شخصوں میں ایک ہی سبب سے چنانچہ کمن اس بیع کا جس کی بیع بصفقہ واحد ہوئی یا کہ دین دونوں کا موروث ہو یا مستہک مشترک کی قیمت ہو جب کہ ایک شریک دین مشترک سے کچھ لے گا تو دوسرا شریک اس میں شریک ہو جائے گا اگر وہ چاہے یا مدیون کا بیچا کرے یعنی دین کا مطالبہ کرے چنانچہ اس کا ذکر آوے گا م کمن بیع شامل ہے اس صورت کو جب کہ دونوں شریک بیع میں شریک ہوں اس طرح کہ بیع ایک ہی چیز ہو یا شریک نہ ہوں اس طرح پر کہ دو چیزیں ہوں ہر شخص کی ایک چیز علیحدہ ہو لیکن دونوں کی بیع بصفقہ واحد ہو بلا تفصیل کمن اور بصفقہ واحد کی قید اس صورت کے نکلانے کے واسطے لگائی کہ جب ایک غلام دو شخصوں میں مشترک ہو سو ایک شخص نے اپنا حصہ ایک مرد کے ہاتھ پانچ سو کو بیچا اور دوسرے شخص نے اسی مرد کے ہاتھ اپنا حصہ بی پانچ سو کو بیچا اور ایک بیع نامہ نزار درم کا لکھا تو اس صورت میں ایک شخص دوسرے کے مقبوضے میں شریک نہ ہوگا اس واسطے کہ سبب مختلف سے اور مشارکت میں یہ ضرور ہے کہ دونوں مقدار کمن اور بصفقہ میں برابر ہوں اس واسطے کہ اگر دونوں شخص بیع بصفقہ واحد کریں اس پر کہ کمن سے فلانے کا حصہ سو درم ہے اور فلانے کا حصہ پانچ سو درم پھر ایک شخص اس

میں سے کچھ قبض کرے تو دوسرے کی اس میں مشارکت نہ ہوگی اس واسطے کہ تفرق تسمیہ بالعین کے حق میں تفرق صنفہ کے مانند ہے  
 کذا فی الطحاوی مختصراً و جینڈ فلوصالح احدہما عن نصیبہ علی ثوب اسی علی خلاف جنس الدین اخذ الشریک الاثر نصفہ الا  
 ان یضمن کہ ربع اصل الدین فلا حق فی الثوب اور اس وقت میں تو اگر صلح کی ایک شریک نے اپنے حصے سے ایک کپڑے پر یعنی خلا  
 جنس دین پر دوسرا شریک اس کپڑے کا ادھائے گا مگر یہ کہ شریک مصالح دوسرے شریک کے واسطے اصل دین کی جو تقاضی کی ضامنی  
 کر دے تو اب اس کا حق نہ رہے گا کپڑے میں مثلاً اصل دین چار درم تھا دوسرا ایک شریک کے اور دوسرا دوسرے کے سوا ایک  
 شریک نے اپنے حصے سے ایک کپڑے پر صلح کی تو دوسرا شریک نصف کپڑے لے گا اور اگر ایک شریک مصالح ایک درم کا ضامن  
 ہو تو دوسرے شریک کا کپڑے میں حق باقی نہ رہے گا ولو یصلح بل اشتری بنصفہ شیئاً ضمنہ الشریک الربع لقبضہ النصف  
 بالمقاصۃ او اتبع غیرہ فی جمع ما لم یبقا حق فی ذمتہ اور اگر ایک شریک نے مصالح نہ کیا بلکہ بقدر نصف دین کے مدیون سے کچھ  
 خرید کیا تو شریک مشتری دوسرے شریک کو ربع دین کا تاوان دے بسبب قبضہ کرنے شریک مشتری کے نصف دین پر بسبب  
 مقاصد کے یعنی بسبب مجرا ہوجانے دین کے ثمن میں یا دوسرا شریک اپنے مدیون سے مطالبہ کرے جمیع مسائل مذکورہ میں یعنی  
 مسئلہ صلح پر مسئلہ صلح میں بسبب باقی رہنے اس کے حق کے مدیون کے ذمے پر و اذا ابرا احد الشریکین الغریم عن نصیبہ  
 لا یرجع لانه اتلاف لا قبض اور جب کہ ایک شریک نے مدیون کو ابرا کر دیا اپنے حصے سے تو شریک ثانی اس سے ربع دین کو نہ بھلے گا  
 اس واسطے کہ ابرا تلاف کرتا ہے نہ قبض کرنا یعنی اور مواخذہ شریک کا قبض میں سے نہ اتلاف میں وکذا الحکم ان کان للمدیون علی  
 احدہما دین قبل وجوب دینہما علیہ حتی وقعت المقاصۃ بدینہ السابق لانه قاض لا قابض اور اسی طرح حکم عدم رجوع کا ہے  
 اگر مدیون کا احد الشریکین پر دین ثابت ہو قبل واجب ہونے دونوں شریکوں کے دین کے مدیون پر کہ مقاصد واقع ہو گیا ہوا اس  
 کے اگلے دین سے اس واسطے کہ شریک مدیون دین سابق کا ابرا کرنے والا ہے نہ قابض م اور مشارکت مقبوض میں ثابت ہوتی ہے  
 نہ اولے دین میں دین سابق کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر شریکین کے دین کے بعد مدیون کا دین ایک شریک پر حادث ہو تو اب  
 اب مقاصد بمنزلہ قبض کے ہوگا اور اس میں شرکت ثابت ہوگی کذا فی الطحاوی ولو ابرا الشریک المدیون عن بعض قسم الباقی علی  
 سہامہ اور اگر ایک شریک مدیون کو بری الذمہ کر دے بعض دین سے تو باقی دین اس کے سہام پر مقسوم ہوگا مثلاً اگر دونوں شریکوں  
 کے مدیون پینس درم ہوں اور ایک شریک اپنے حصے سے نصف معاف کر دے تو اس کا مطالبہ مدیون سے پانچ درم کا باقی رہے  
 گا اور شریک ساکت کو دس درم کا و مثلاً المقاصد اور ابرا کے مانند مقاصد سے م مقاصد اس طرح کہ ایک شریک پر مدیون کے پانچ  
 درم دین تھے پینس درم دین مشترک سے پہلے اور پانچ درم مجرا ہو گئے اس کے دین میں تو قسمت دونوں شریکوں میں پندرہ درم سے  
 ہوگی یعنی شریک مدیون پانچ درم کا پاوے گا اور دوسرا شریک دس درم ولو اجل نصیبہ صح عند الثانی اور اگر ایک شریک نے اپنے حصے  
 میں دین کی کچھ مدت مقرر کی تو ابو یوسف کے نزدیک صحیح سے م امام کے نزدیک تاخیر احد الشریکین اپنے حصے میں دوسرے شریک  
 کی بضا پر موقوف سے اور محمد سے دور و اتیں ہیں معلوم نہیں کہ شارح نے امام کا قول کیوں ترک کیا اور ابو یوسف کا قول ذکر کیا باوجود  
 عدم صحیح کذا فی الطحاوی والغصب والاستیجار بنصیبہ قبض لا تزوج والصلح عن جنایۃ عمد اور ایک شریک کا غصب اور اجارہ لینا  
 بقدر اپنے حصے کے قبض ہے دین مشترک کا نہ نکاح کرنا اور صلح کرنا جنایت عمد سے یعنی اگر احد الشریکین کوئی چیز مدیون کی



غصب کہے اور وہ اس کے پاس تلف ہو جائے تو وہ اپنے حصے کا قابض ٹھہرے گا تو دوسرا شریک اس میں شریک ہوگا و علیٰ ذالذالقیاس  
استیجار اور اگر دیونہ سے ایک شریک نے نکاح کیا اپنے حصے کے مہر پر تو یہ قبض نہ ٹھہرے گا اس واسطے کہ ظاہر الروایت میں یہ اتلاف  
سے تو شریک ثانی اس میں رجوع نہیں کر سکتا اور جنایت عمد کی صلح میں اس واسطے قبض ثابت نہ ہو کہ بمقابلہ صلح کے کسی چیز قابل شریک  
کا شریک مالک نہ ہو بخلاف جنایت خطا کہ وہ در حکم اموال سے تو جنایت خطا کی صلح میں قابض ٹھہرے گا کذا فی الطحاوی لمختار وجیلہ  
اختصاصہ یا قبض ان ہبہ الغریم قدر دنیہ ثم یرثہ اور مقبوضہ شریک کے اختصاص کا حیلہ یہ ہے کہ مدیون ایک شریک کو بقدر اس کے  
دین کے ہبہ کرے پھر شریک مدیون کو اپنا حصہ معاف کر دے م مثلاً ایک شریک کا دین مدیون پر چالیس درم سے تو اگر مدیون اس  
شریک کو چالیس درم بطریق ہبہ کے دے اور وہ اپنا حصہ معاف کر دے تو اس چالیس درم میں شریک ثانی کی شرکت نہ ہوگی کیونکہ مقبوضہ  
ہبہ سے نہ دین او بیعیہ بہ کفامن ثم مثلاً یرثہ ملتقط وغیرہ و مرت فی الشریک یا کہ احد الشریکین مدیون کے ماتعہ مثلاً مٹھی بھر کھجور نیچے پھر  
اپنے حصے کے دین سے یعنی جس قدر اس کا حصہ اتنا کھجور کا مٹھن ٹھہراوے پھر مدیون کو دین معاف کر دے کذا فی الملتقط وغیرہ اور یہ  
مذکور ہو چکا کتاب الشریک میں یعنی اگر اس کا حصہ دین سے دس درم ہو تو دس درم کو مٹھی بھر کھجور نیچے پھر اپنا دین معاف کر دے تو  
اب جو مدیون دس درم اس کو دے گا وہ مٹھن بیع ٹھہرے گا نہ اس کے دین کا حصہ کذا فی الطحاوی صلح احد ربی المسلم عن  
نصیبہ علی ما دفع من راس المال فان اجازہ الشریک الآخر نفذ علیہما وان رده رد لان فیہ قسمۃ الدین قبل قبضہ وانہ باطل اور  
رب المسلمین سے ایک رب المسلم نے مسلم فیہ کے اپنے حصے سے صلح کی مسلم الیہ سے اس مال پر جو اس نے دیا تھا اس مال سے  
تو اگر دوسرا شریک صلح جائز رکھے تو صلح دونوں شریکوں پر نافذ ہوگی اور اگر شریک رد کرے گا تو صلح مردود ہو جائے گی اس واسطے  
کہ اس صلح میں دین کی قسمت ہے قبل اس کے مقبوض ہونے کے اور حالانکہ قسمت دین قبل قبض باطل ہے م یعنی جب کہ دو شخصوں نے  
بیع مسلم منعقد کی پیش من گیبوں میں اور اس المال بیس درم ہے اور ہر شخص نے دس درم تسلیم کیے پھر ایک شریک نے دس من  
گیبوں سے دس درم پر صلح کی اور دس درم جو مسلم الیہ کو دیے تھے سو اس سے لیے تو یہ صلح امام اور محمد کے نزدیک جائز نہیں  
بلا اجازت شریک ثانی کے سوا اگر اجازت دے گا تو صلح نافذ ہوگی اور دس درم مقبوض دونوں میں مشترک ہوں گے اور جو سب باقی رہے  
گی وہ بھی دونوں میں مشترک ہوگی اور اگر اجازت نہ دے گا تو صلح باطل ہوگی اس واسطے کہ دونوں کے حصے میں بدون رضائے  
شریک ثانی صلح صحیح نہیں ہو سکتی اور اگر فقط مصلح کے حصے میں جائز کیے تو لازم آتی ہے قسمت دین کی قبل قبض کے کیونکہ خصوصیت  
اس کے حصے کی بلا تمیز نہیں ہو سکتی اور تمیز بلا قسمت متصور نہیں کذا فی الدرر تبصرہ و توضیح نعم لو کان شریکی مفادضہ جاز مطلقاً بحران  
المرء دونوں رب المسلم شریک مفادضہ ہوں تو مطلقاً جائز ہے کذا فی البحر المحیط والی نے کہا بحر الرائق میں یوں ہے کہ جاز ولو فی الجمع یعنی  
صلح جائز ہے اگرچہ جمع مسلم فیہ میں ہو یعنی جواز مخصوص بنصیب مصلح نہیں بلکہ جب کہ وہ سب میں فصیح کرے تو جائز ہے فصل فی البحر  
یہ فصل ہے تجارت کے احکام میں م تجارت خروج سے سے اصطلاح شرع میں تجارت اس سے عبارت ہے کہ وارث اس پر اتفاقاً  
کریں کہ مثلاً ایک وارث کو میراث سے خارج کریں کچھ مال معین دے کر کذا فی المنع اخرجت الورثۃ احدہم عن الترتک وہی عرض ہی  
عقار بمال اعطوه لہ او اخرجوه عن ترکۃ ہی ذہب بفضتہ و قو مالہ او علی العکس او عن نقدین بہما صح فی الکل صرنا للجنس بخلاف جنبہ  
تاریخ کرویا وارثوں نے ایک وارث کو ترکے سے اور وہ ترکہ اسباب ہے یا کہ وہ زمین اور باغ ہے بعض اس مال کے جو انھوں

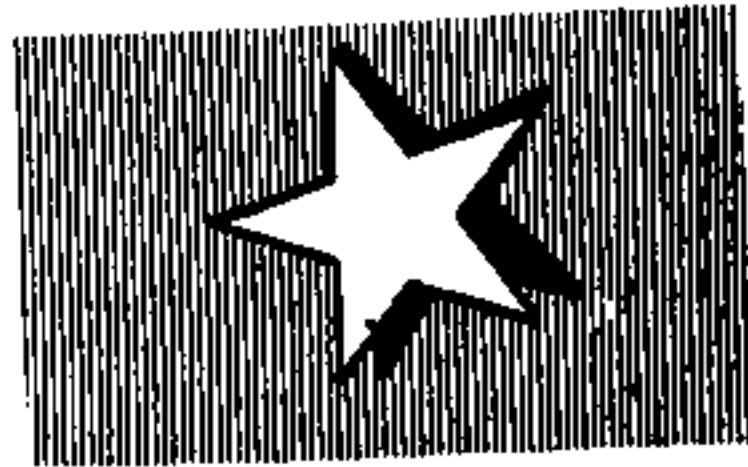
نے اس کو دیا وارثوں نے اس کو نکالا اس مترکہ سے جو سونا سے بعض چاندی کے کہ انھوں نے اس کو دے دیا یا بالعکس اس کے چاندی سے خارج کیا سونا دے کر یا چاندی سونے سے خارج کیا چاندی سونا دے کر تو یہ خارج حسب صورتوں میں صحیح ہے جس کو مخالف جنس کی طرف پھیر کر م صرف جنس بخلاف جنس یہ علت سے خارج عن التقدین بالتقدین کی قیل ما اعطوه او کثر لکن بشرط التقابض فیما ہو صرف جو مال کہ وارثوں نے ایک وارث کو دیا قلیل ہو یا کثیر بہ صورت خارج صحیح ہے لیکن تقابض البدلین اس خارج میں جو من جملہ عقد صرف کے ہے یعنی اگر چاندی سونے کا خارج سے چاندی سونے سے تو طریقین کا قبض کرنا شرط ہے صحت کی تاکہ سود لازم نہ آوے و فی اخر اجز عن نقدین و غیرہما باحد التقدین لا یصح الا ان یکون ما اعطى له اکثر من حصته من ذلک الجنس کحرز عن الربوا اور ایک وارث کے اخراج میں نقدین و غیرہما سے بمقابلہ احد التقدین کے خارج صحیح نہیں مگر یہ کہ جو سونا یا چاندی کا وارث کو دیا گیا ہے وہ زیادہ ہو اس کے حصے سے اس جنس میں سے تاکہ سود سے بچاؤ موم یعنی اگر مترکہ میں درم اور اسباب ہو اور ایک وارث کے حصے میں مثلاً دس درم ہوتے ہوں تو عوض اس کا دس درم سے زیادہ واجب ہے تاکہ دس درم عوض اس کے حصے کے برابر ہو جاویں اور باقی درم باقی مترکہ معارف درم کے مقابلے میں ٹریں اور اگر عوض کے درہم فقط دس ہوں یا کم یا کہ وارث کا حصہ درہم سے معلوم نہ ہو تو صلح فاسد ہے سود کے احتمال سے ولا بد من حضور التقدین عند الصلح و علم بقدر نصیبہ بشرئالیہ و جلالیہ اور ضروری ہے موجود ہونا نقدین کا صلح کے وقت اور وارث کو اپنے حصے کی مقدار کا معلوم کرنا کذا فی الشرئالیہ و الجلالیہ و لولویض جاز مطلقاً لعدم ربوا اور اگر صلح بعوض اسباب کے ہو تو ہر طرح جائز ہے سود کے نہ ہونے سے و کذا لو انکر وارثہ لانه حیث نہ لیس ببدل بل لقطع المنازعة اور اسما طرح مطلقاً صلح جائز ہے اگر وارث منکر ہوں اس کی میراث کے اس واسطے کہ اس وقت میں موجود دین بدلانہیں بلکہ دنیا قطع نزاع کے واسطے ہے و بطل الصلح ان اخرج احد الوارثہ و فی الترتک دیون بشرطان تکون الدیون لبقیتہم لان تملیک الدین من غیر من علیہ الدین باطل اور صلح باطل ہے اگر ایک وارث ترکے سے خارج کیا جاوے اور حالانکہ مترکہ میں دیون ہیں اس شرط سے کہ دیون باقی وارثوں کے واسطے ہیں نہ خارج کے واسطے اس واسطے کہ دیون کے سوا اور شخص کو دین کا مالک کرنا باطل ہے م جب وارث خارج تے دیون کو باقی وارثوں پر چھوڑا تو اس نے اپنے حصے کا دیون سے باقی وارثوں کو مالک کیا اور حالانکہ تملیک دین کی باطل ہے مگر اس کو مالک کرنا باطل نہیں جس پر دین سے تم ذکر لعمومہا فقال و صلح لو شرطوا ابر الغرام منہ ای من حصہ لانه تملیک الدین من علیہ الدین فیسقط قدر نصیبہ عن الغرام پھر مصنف نے صلح مذکور کی صحت کی جیل اور تدابیر مذکور کیں سو مصنف نے کہا اور صلح صحیح ہے اگر وارث شرط کریں صلح میں ابرا دیون کا مصالح کے حصہ دین سے یعنی جتنا حصہ ہے مصالح کا دین میں اس کو وہ معاف کر دے تو صحیح ہے اس واسطے کہ اس ابرا میں مالک کرنا سے دین کا اس کو جس پر دین سے اور یہ صحیح ہے تو بقدر اس کے حصے کے دین ساقط ہو گا دیون سے م اس جیلے میں باقی وارثوں کا فائدہ یہ ہے کہ وارث مصالح کا حق باقی نہ رہا دیونوں پر اور یہ نہیں کہ اس کا حصہ دین کا بقید ورتہ کا ہو گیا کذا فی الصدد الشرعیۃ او قضاو نصیب المصالح منہ ای الدین تبرعاً منہم و احالہم بخصتہ باقی وارث مصالح کا حصہ دین سے اپنے مال میں سے نقد ادا کریں بطریق احسان کے ان کے جانب سے اور مصالح اپنے حصہ دین کا حوالہ کرے دیونوں پر یعنی وارثوں کو اپنا حصہ دلا دے دیونوں سے م اس وجہ میں بقید ورتہ کا ضروری ہے اس واسطے کہ نقد بہتر ہے تسینہ سے کذا فی الصدد الشرعیۃ او اقرضوہ قدر حصتہ منہ و صالحوہ عن غیرہ بالصلح بدلا و احالہم بالقرض علی الغرام

وقبلوا الحوالة ونذہ احسن ایل ابن کمال یا باقی وارث مصلح کو قرض دین بقدر اس کے حصے کے دین سے اور صلح کر لیں مصلح سے دین کے سوا اور متروکہ سے بوجھ اس چیز کے جو بدل کی لیاقت رکھتا ہے اور مصلح وارثوں کو بدل قرض کا حوالہ کرے مدیونوں پر اور بقیہ اس حوالے کو قبول کر لیں اور یہ جیلہ بہتر ہے اور حیلوں سے کذا ذکرہ ابن کمال م اس واسطے کہ جیلہ اولیٰ میں مصلح کا ضربے ابرا کرنے سے اور جیلہ ثانیہ میں بقیہ ورثہ کا ضربے احسان کرنے سے کذا فی الطحاوی والادبہ ان یبیعوه کفامن تم او نحوہ بقدر الدین ثم یحلیم علی القرباء ابن ملک اور ادبہ جیلہ یعنی آسان تر اور خفیف تر بقیہ وارثوں کے واسطے یہ ہے کہ ورثہ مصلح کے ہاتھ مٹھی بھر چور یا مانند اس کے بچیں بقدر اس کے دین کے پھر مصلح اپنے حصہ دین کا ورثہ کے واسطے مدیونوں پر حوالہ کرے کذا ذکرہ ابن ملک م اس وجہ میں بقیہ ورثہ کا سہرا سرفاؤد ہے لیکن مصلح کا نقصان سے صریح و فی صحت صلح عن ترکہ مجہولہ ایمانہا و لادین فیہا علی میکیل او موزون متعلق بصلح اختلاف و الصیح الصحیحہ زیلعی لعدم اعتبار شہتہ الشہتہ اور جس کے ترکے ایمان معلوم نہیں اور اس میں دین نہیں اس کے صلح کے صحیح ہونے میں میکیل اور موزون پر اختلاف ہے اور قول الصحیح صحیح کا ہے کذا فی الزیلعی بسبب نہ معتبر ہونے شہتہ الشہتہ کے شارح نے کہا علی میکیل اور موزون صلح سے متعلق ہے م یعنی جب ترکہ میں دین نہ ہو اور ایمان اس کے معلوم نہ ہوں اور میکیل یا موزون پر صلح کا ارادہ ہو تو اس کی صحت میں اختلاف ہے فقہ ابو جعفر صحیح صلح کا قائل ہے اور یہی قول صحیح ہے اور ظہیر الدین مرغینانی عدم صحت کا قائل ہے بعلت شہتہ ربوا و بصحت یہ ہے کہ یہ سود کا شہتہ الشہتہ ہے اس واسطے کہ احتمال سے کہ ترکے میں میکیل یا موزون ہو تو تقدیر اس کے ہونے کے پھر یہ احتمال ہے کہ بدل صلح سے وہ زیادہ ہو تو احتمال الاحتمال شہتہ الشہتہ ہے اور عدم صحت میں شہتہ سود کا معتبر ہے نہ شہتہ الشہتہ وقال ابن الکمال ان فی الترتکہ جنس بدل الصلح لم یجز والاجازہ ان لم یبد فعلی الاختلاف اور ابن کمال نے کہا کہ اگر ترکے میں بدل صلح کا نام جنس ہو تو صلح جائز نہیں اور اگر ہم جنس نہیں تو صلح جائز ہے اور جنسیت یا عدم جنسیت معلوم نہ ہو اس صورت میں اختلاف ہے ولو الترتکہ مجہولہ وہی غیر میکیل اور موزون فی بد البقیۃ من الورثہ صحیح فی الاصح لانہا لا تفضی الی المنازحۃ لقیامہا فی یدیم حی لو کانت فی ید المصلح او بعضہا لم یجز ما لم یعلم جمیع ما فی یدہ للمجاہدہ الی التسلیم ابن ملک اور ترکہ غیر میکیلی یا وزنی مجہول الاعیان بقیہ ورثہ کے پاس ہو تو صلح صحیح ہے قول اصح میں اس واسطے کہ جمالت اس کی موجب نزاع نہیں بسبب موجود ہونے ترکے کے بقیہ ورثہ کے ہاتھ میں تو اگر تمام یا بعض ترکہ مجہولہ وارث مصلح کے پاس ہو تو صلح جائز نہیں جب تک کہ تمام مقبوضہ اس کا معلوم نہ ہو بسبب حاجت تسلیم کے کذا ذکرہ ابن ملک م خلاصہ یہ ہے کہ اگر ترکہ مجہولہ بقیہ ورثہ کے پاس ہے تو تسلیم کی حاجت نہیں تو جمالت موجب نزاع نہیں لہذا صلح صحیح ہے اور اگر مصلح کے پاس تمام یا بعض ہے تو جب تک تمام مقبوضہ معلوم نہ ہو تو صلح جائز نہیں کیونکہ یہاں تسلیم کی حاجت ہے اور تسلیم در صورت جمالت موجب نزاع ہے و بطلان الصلح والقسمۃ مع احاطۃ الدین بالترکہ اور باطل ہے صلح ایک وارث سے اس کے نکالنے کے واسطے اور باطل ہے قسمت ترکے کی وارثوں میں باوجود محیط ہونے دین کے ترکے سے یعنی جب دین محیط ترکہ ہو تو ورثہ ترکے کے مالک نہیں جو اس میں صلح یا قسمت جاری کریں اس واسطے کہ دین میراث پر مقدم ہے الا ان یضمن الورثۃ الدین بلا رجوع مگر اس صورت میں صلح اور قسمت باطل نہیں جب کہ ورثہ دین کے ضامن ہوں بلا رجوع یعنی ضمانت اس شرط پر ہو کہ ترکہ سے نہ لیں اس واسطے کہ اگر رجوع ہوگا تو ترکہ مشغول ٹھہرے گا کذا فی الطحاوی او یضمن اجنبی بشرط برادۃ المیت یا دین کا اجنبی شخص ضامن ہو بشرط برادۃ ذمہ میت م تھیید برات میں شارح مصنف کا تابع ہو گیا ہے اور زیلعی میں تو عدم رجوع فی الترتکہ پر اشراط کا

مدارے کذافی الطحاوی او یونی من مال آخر یا وارث دین میت کا ادا کرے اور مال سے سوائے ترکے کے یعنی وارث خواہ اپنے مال سے ادا کرے یا میت کی کسی اور چیز سے جو اب ظاہر ہوئی کذافی الطحاوی ولا یبغی ان یصلح ولا یقسم قبل القضاء للدين فی غیر دین تمیض اور سزاوار نہیں کہ صلح کی جائے اخراج وارث پر یا قسمت کی جائے دین ادا کرنے سے پہلے اس ترکے میں جس کو دین محیط نہیں م اس واسطے کہ میت کی گلو خلاصی اول بہتر ہے طحاوی نے کہا بلکہ صورت مذکورہ میں صلح اور قسمت مکروہ ہے ولو فعل الصلح والقسم صح لان التركة لا تخلو عن قلیل دین فلو وقف الكل تضرر الورثة فيوقف قدر الدين استحسانا وقاية لئلا يجتأجوا الى نقض القسمة بجر اور اگر صلح اور قسمت کی جائے ترکہ مذکورہ میں قبل ادا کرنے دین کے تو صحیح ہے اس واسطے کہ ترکہ قلیل دین سے خالی نہیں ہوتا تو اگر کل ترکہ کی صلح یا قسمت موقوف رہے تو وارثوں کا ضرر ہے تو بقدر دین ترکہ موقوف رہے بوجہ استحسان کذافی الوقایہ تاکہ وارثوں کو قسمت توڑنے کی حاجت نہ پڑے کذافی الجرم استحسان متعلق ہے صحت سے یعنی صلح اور قسمت صحیح ہے استحسان کی راہ سے نہ قیاس کی راہ سے اس واسطے کہ قیاس یہ ہے کہ صحیح نہ ہو اس واسطے کہ ترکے کا ہر جز مشغول دین سے بعلت عدم تریخ وجہ استحسان وہ ہے جو شارح نے ذکر کی کذافی الطحاوی ولو اخبر جوا واحدا من الورثة فخصته تقسم بين الباقي على السوا وان كان ما اعطوه من مالهم غير الميراث اور اگر وارثوں نے ایک وارث کو ورثہ سے نکال ڈالا از صلح کے تو اس کا حصہ باقی وارثوں میں برابر قسمت ہوگا اگر ہو وہ مال جو انھوں نے وارث خارج کو دیا بقیہ ورثہ کے خاص مال سے جو میراث کے سوا ہے وان كان المعطى مما ورثوه فعلى قدر ميراثهم تقسيم بينهم اور اگر دیا ہو مال اس میں سے جو جس کو انھوں نے میراث میں پایا تو بقدر ان کی میراث کے ان میں خارج کا حصہ قسمت ہوگا وقیدہ الخصاص بكونه عن الكار فلو عن اقرار فعلى السواء اور خصاف نے اس تفصیل مذکور میں صلح انکاری کی قید لگائی ہے یعنی جب کہ وارث ایک شخص کی میراث کے منکر ہوں اور دفع نزاع کے واسطے کچھ مال دے کر صلح کریں تب یہ تفصیل ہے تو اگر صلح ورثہ کی اقرار میراث سے ہو تو قسمت برابر ہے مطلقاً خواہ ترکے سے بدل صلح دیا ہو یا غیر ترکے سے اس واسطے کہ یہ صلح بیع کے مانند ہے تو گویا وارثوں نے اس کو خرید کیا اور تساوی ظاہر نہیں مگر جب کہ مال مدفوع ورثہ میں برابر ہو تو قائل کذافی الطحاوی و صلح احد من بعض الاعيان صحیح اور صلح کرنا ایک وارث کا بعض اعيان ترکے سے صحیح ہے یعنی صلح میں کل اور بعض دونوں برابر ہیں ولو لم يذكر في صلح التجارخ في التركة دين ام لا فالصك صحیح وكذا لو لم يذكره في الفتوى فيفتى بالصحة وكيل على وجود بشر الطها جمع الفتاوى اور اگر تجارخ کی دستاویز میں یہ مذکور نہ ہو کہ ترکے میں دین تھا یا نہ تھا تو دستاویز صحیح ہے اور اسی طرح اگر یہ مذکور نہ ہو فتویٰ میں یعنی استفتا اور سوال میں تو صحت صلح کا فتویٰ دیا جاوے اور عدم ذکر وجود بشر الطصحت صلح پر محمول ہوگا کذافی مجمع الفتاویٰ یعنی مفتی پر اس کی بحث واجب نہیں کذافی الطحاوی والموصی له بمبلغ من التركة كوارث فيما قدمناه من مسألة التجارخ اور جس اجنبی کے واسطے کسی قدر ترکے سے وصیت کی گئی ہو وہ وارث کے مانند ہے ان احکاموں میں جن کو ہم مقدم ذکر کر چکے ہیں تجارخ کے مسئلے سے یعنی جس تفصیل سے وارث سے تجارخ ہائز سے اسی تفصیل سے موصیٰ لہ سے جائز سے صالحوا ای الورثة احد من وخرج من بينهم ثم ظهر للميت دين او عين لم يعلموا بل يكون ذلك داخل في الصلح المذكور قولان اشهرهما اللين النكل والقولان حكاهما في الخانية مقدم العدم الشر وقد ذكر في اول فتاواه انه يقدم ما هو الاشهر فكان هو المعتمد كذافی الجرح قلت وفي النزاعية انه الاصح ولا يبطل الصلح ورثہ نے صلح کی ایک وارث سے اور وہ وارث باقی وارثوں سے خارج ہو گیا پھر میت کا دین یا میں ظاہر ہوا جو وارثوں کو صلح کے وقت معلوم نہ تھا تو یہ دین یا عین صلح مذکور میں داخل ہوگا یا نہ ہوگا اس میں دو قول ہیں دخول اور عدم دخول کے دونوں قولوں میں مشہور تر قول عدم دخول کا ہے بلکہ وہ دین اور

عین سب وارثوں میں مشترک ہے اور دونوں قولوں کو خانیہ میں حکایت کیا ہے عدم دخول کو مقدم ذکر کر کے اور قاضی خان نے اپنے فتاویٰ کے اول میں ذکر یہ کیا ہے کہ جو قول مشہور ہے وہی مقدم ہے تو عدم دخول سے معتد ظہر الذا فی البحر میں کہتا ہوں اور برازیہ میں ہے کہ البتہ ہی صحیح تر قول ہے اور صلح مذکور باطل نہ ہوگی و فی الوہبانیۃ سے و فی مال طفل بالشہود فلم یجز و ما یدعی خصم ولا یتنورہ اور وہبانیہ میں ہے اور صلح طفل کے اس مال میں جو گواہوں سے ثابت ہے جائز نہیں اور صلح جائز نہیں اس میں جس کا مدعی طفل پر دعویٰ کرے اور اپنا دعویٰ گواہوں سے روشن نہ کرے م اور اگر طفل کا مال گواہوں سے ثابت نہ ہو تو صلح جائز ہے اور دوسری صورت میں اس واسطے صلح جائز نہیں کہ مدعی مستحق نہیں مگر قسم لینے کا اور قسم نہ طفل کے باپ پر عائد ہے نہ وصی پر نہ خود طفل پر اور اگر مدعی کے گواہ ہوں تو صلح جائز ہے کذا فی الطحاوی ۴: و صح علی الابراہمن کل عائبہ اور صح ہے صلح ابراہم پر ہر عیب سے م یعنی مشتری اگر برات عیوب بیع پر کچھ لے کر بائع سے صلح کرے تو جائز ہے طحاوی نے کہا اس واسطے کہ ابراہمن العیب بلا بدل صحیح سے تو اس طرح بدل کے ساتھ بھی صحیح ہے کیونکہ یہ استقاط حق ہے ۴: و لوزال عیب عن صاحب یدرہ اور اگر عیب بیع سے زائل ہو گیا تو صلح باطل ہے م یعنی اگر مثلاً غلام یا جانور کی آنکھ کے جلنے یا ناخن سے صلح کی اور جالایا ناخن آنکھ سے دفع ہو گیا تو صلح باطل ہے تو بدل صلح پھیر دیا جائے اور اسی طرح ہر عیب زائل کا حکم سے کذا فی الطحاوی ۴: و من قال ان تحلف فبئرا فلم یجز اور جو مدعی کہ مدعا علیہ سے کہے کہ اگر تو قسم کھائے تو بری الذمہ ہوگا تو وہ جائز نہیں یعنی پھر مدعا علیہ نے قسم کھائی تو صلح باطل ہے اس واسطے کہ ابراء کی تعلیق شرط صریح پر جائز نہیں چنانچہ مذکور ہو چکا تو اگر مدعی گواہ لاوے گا بعد اس صلح کے تو سماعت ہوگی اور اگر اقامت شہادت سے عاجز ہوگا تو مدعا علیہ سے دوسری بار قسم لی جائے گی اس واسطے کہ پہلی قسم قاطع خصوصت نہیں اس سبب سے کہ حاکم کے سامنے نہیں ہونی کذا فی الطحاوی ۴: و لو بدع کالا جنی بصونہ اگرچہ مدعی قسم کھائے تو صلح باطل ہے اور مدعی اور مدعا علیہ اجنبی کے مانند ہیں صورت مذکورہ میں م مدعی کی قسم کی یہ صورت ہے کہ مدعی اور مدعا علیہ اتفاق کریں کہ اگر مدعی قسم کھائے اپنے دعویٰ پر تو مدعا علیہ پر دعویٰ ثابت ہے تو اگر مدعی قسم کھائے تو مدعا علیہ پر مال واجب ہوگا اور اجنبی کی صورت یہ ہے کہ مدعا علیہ نے کہا کہ اگر فلانا شخص یعنی غیر مدعی قسم کھائے تو مال مجھ پر ہے تو صلح باطل ہے اور مال لازم نہیں کذا فی الطحاوی والذی تعالیٰ اعلم واستغفر اللہ الحکیم الغفور ۴

۴: و لو لوصول کالاجنبی غیر المبتدئ مخدوف ای اذکر من المدعا علیہ والمدعی کالاجنبی حال کونہ یصور کذا فی الطحاوی ۴



## کتاب المضاربات

یہ کتاب ہے عقد مضاربت کے احکام میں مابقی لفظ مفاعلة من الضرب فی الارض وهو السیر فیہا مضاربت باعتبار لغت عرب مفاعلت ہے ضرب فی الارض سے اور ضرب فی الارض عبارت ہے زمین پر پھرنے سے م اس عقد کا مضاربت اس واسطے نام رکھا کہ مضاربت بیشتر زمین پر چلتا پھرتا ہے نفع حاصل کرنے کے واسطے اور اہل حجاز اس عقد کو مقارضہ اور قراض بولتے ہیں اس واسطے کہ قرض بمعنی قطع ہے اور صاحب مال کچھ اپنا مال کاٹ کر مضاربت کو دیتا ہے کذا فی المصنف وشرعاً عقد شرکت فی الریح مال من جانب رب المال و عمل من جانب المضارب اور شرعاً مضاربت شرکت فی المنفعة کا عقد ہے جو عقد منعقد ہو مال اور عمل سے مال تو رب المال کی جانب سے اور عمل مضاربت کی جانب سے م مثلاً حامد نے ہزار روپیہ محمود کو دیے کہ ان سے تجارت کرے اور نفع میں دونوں شریک ہیں محمود نے قبول کیا تو اس عقد کو شرع میں مضاربت کہتے ہیں اور حامد رب المال اور محمود مضارب ہے ورنہما الايجاب والقبول اور رکن مضاربت ايجاب اور قبول ہے م ايجاب اس طرح کہ رب المال مضارب سے کہے کہ میں نے یہ مال تجھ کو بطریق مضاربت یا مقارضت یا معاملہ کے دیا یا اس مال کو لے اور تجارت کر اس شرط پر کہ ادھی منفعت یا تہائی تیری یا یوں کہے کہ اس مال سے متاع خرید کر جو فائدہ حاصل ہو اس میں سے تیرا حصہ ہے یا یوں کہے یہ مال لے آدھوں آدھ نفع پر اور مضارب کہے کہ میں نے قبول کیا یا جس لفظ میں یہ مضمون ادا ہو کذا فی الطحاوی عن الحموی وحکمہا انواع لانہا ایداع ابتداء اور حکم مضاربت یعنی اس کا اثر مرتب چنانچہ نوع ہے لیکن بانظار مختلفہ اس واسطے کہ مضاربت امانت رکھنے سے شروع میں م مضاربت ابتداء میں ایداع اس واسطے ہے کہ مال کو کرنا مال کا ہے باذن مالک نہ بروجہ مبادولہ وثیقہ بخلاف مقبوض علی سوم الشراء کہ وہ قبض ہے بروجہ مبادولہ اور بخلاف رہن کہ وہ قبض ہے بطریق وثیقہ کے کذا فی الدرر پھر جب مضاربت ایداع ٹھہری تو ہلاک مال سے مضارب تاوان نہیں و من جیل الضمان ان یقرضہ المال الادبہا ثم یعقد شرکۃ عنان بالدرہم وبما اقرضہ علی ان یعملا والریح بینہما ثم یعمل المستقرض فقط فان ملک فالقرض علیہ اور ہلاک مال اس مال میں مضارب سے تاوان لینے کا ایک حیلہ یہ ہے کہ مضارب کو مال قرض دے سوائے ایک درم کے پھر شرکت عنان کرے اس باقی درم سے اور اس مال سے جو مضارب کو قرض دیا اس شرط پر کہ رب المال اور مضارب دونوں تجارت کا کام کریں نفع دونوں میں برابر ہو پھر بعد اس کے فقط قرض لینے والا یعنی مضارب تجارت کرے تو اگر مال ہلاک ہوگا تو مضارب پر قرض ثابت ہے مے گام شرکت عنان کو اس واسطے خاص کیا کہ اس میں نفع بقدر مال کے لازم نہیں اور دونوں کا عمل اس واسطے شرط کیا کہ اگر عامل شرط ہوگا تو شرکت عنان فاسد ہو جائے گی اور فساد شرط عمل واحد ہے نہ اطلاق طحاوی نے کہا اس حیلے سے مضارب

باقی نہ رہی بلکہ اس المال میں شرکت ہوگئی تو مکمل مع العمل لتصرف بامرہ اور مضاربت تو مکمل سے عمل کے ساتھ بسبب تصرف کرنے مضاربت کے رب المال کے امر سے ہم پھر جب تو مکمل ہوئی تو جو عمدہ اس کو لاحق ہوگا وہ رب المال کو بھی ہوگا کذا فی الدرر وشرکتہ ان رب ربح او مضاربت شرکت سے اگر فائدہ حاصل ہو اس واسطے کہ مال او عمل سے فائدہ حاصل ہو تو دونوں اس میں شریک ہوں گے و غصب ان خالف و ان جاز رب المال بعدہ بصیرتہ غاصباً لکن الخلفۃ اور مضاربت غصب سے اگر مضاربت نے رب المال کے خلاف کیا اگرچہ رب المال بعد اس خلاف کے اس کو جائز بھی رکھے بسبب ہوجانے مضاربت کے غاصب مخالفت سے ہم مخالفت کی یہ صورت ہے کہ مضاربت نے وہ چیز خریدی اور پچھی جس سے رب المال نے منع کر دیا تھا غصب اس واسطے ہوا کہ تعدی کی نذر کے مال میں تو اب مضاربت پر ضمان لازم ہوگا و اجازۃ فاسدۃ ان فسدت فلا ربح للمضاربت حیث نذرت لہ اجر مثل عملہ مطلقاً ربح اولاً لا یتراد علی المشرط و خلافاً لحد و الثلثۃ اور مضاربت اجارہ فاسدہ ہے اگر عقد مضاربت فاسد ہو جائے تو اب اس وقت میں مضاربت کے واسطے نفع نہیں بلکہ اس کے واسطے اس کی محنت کی مزدوری ہے ہر طرح تجارت میں نفع حاصل ہو یا نہ ہو زیادہ نہ دی جائے مزدوری مشروط سے بخلاف محمد اور ائمہ ثلاثہ کے ہم اجارہ فاسدہ کا یہی حکم ہے کہ اس کی اجرت مثل مشروط سے زیادہ نہیں ہوتی الا فی وصی اخذ مال یتیم مضاربتہ فاسدۃ کشرط لنفسہ عشرۃ درہم فلا شیء لہ فی مال الیتیم اذا عمل اشباہہا فاسدۃ من اجرت عمل الیتیم فاسدۃ من اجرت عمل الیتیم فاسدۃ کشرط لنفسہ یتیم کا مال بطریق مضاربت فاسدہ لیا جیسے وصی کا اپنے واسطے دین درم کا شرط لکھنا تو اس کو کچھ اجرت نہ ملے گی یتیم کے مال سے جب کہ وصی عمل کرے گا کذا فی الاشباہ شارح نے کہا الا فی وصی استثنایہ اجرت عمل سے ہم یہاں محل اشتباہ تھا کہ استثنایہ اجرت عمل سے ہے یا عدم زیادت علی المشروط سے ہر چیز مصنف نے دفع ایہام کر دیا تھا اس قول فلا شیء سے لیکن شارح نے مزید توضیح کے واسطے کھول کر کہہ دیا و الفاسدۃ لا ضمان فیہا ایضاً کصیحہ لانہ این اور مضاربت فاسدہ میں بھی ہلاکت مال سے تاوان نہیں جیسے مضاربت صحیحہ میں اس واسطے کہ مضاربت این سے اور این ضمن نہیں ہوتا دفع المال الی التخرج مع شرط الربح کلہ للمالک بضاعۃ فیکون وکیلاً متبرعاً دینا مال کا دوسرے شخص کو باوجود مشروط ہونے تمام نفع کے مالک کے واسطے بضاعت ہے یعنی یہ عقد مضاربت نہیں بلکہ عقد بضاعت سے تو دوسرا شخص عمل کرنے سے محسن ہوگا مالک کا احسان یہ کہ اپنے واسطے مال نے فائدہ شرط نہیں کیا و مع شرط للعامل قرض نقلہ ضررہ اور تمام نفع عامل کے واسطے مشروط ہونے کے ساتھ مال دینا قرض سے بواصلہ قلت ضرر قرض م یعنی اگر مالک نے دوسرے کو مال دیا اور مشروط دونوں میں یہ ہونی کہ تمام نفع محنت کرنے والا نے نہ صاحب مال ثویہ مضاربت نہیں سے قرض سے اس واسطے کہ عامل کل منفعت کا مستحق نہیں ہو سکتا مگر جب کہ اس المال کا مالک ہو اور ملک مشروط نہیں مگر بہرہ یا قرض سے لیکن بہرہ میں مالک کا بہرہ نقصان سے اس واسطے کہ بہرہ قاطع حق سے عین اور اس کے بدل دونوں سے بخلاف قرض کہ وہ فقط عین میں قاطع حق ہے نہ اس کے عوض میں تو بنظر قلت ضرر قرض اس عقد کو قرض مٹھرا یا نہ بہرہ کذا فی الطحاوی مختصر ابصر و شرطہا امور سبعۃ اور صحت مضاربت کی سات شرطیں ہیں اشتراط اس المال کا من جملہ اشیان کے ہونا ۲۔ اس کا معلوم ہونا ۳۔ اس المال کا عین ہونا نہ دین ہم مضاربت کو اس المال تسلیم کرنا ۴۔ شیئاً من منفعت بلا تعیین مقدار ۵۔ مالک اور مضاربت کا حصہ معلوم ہونا ۶۔ مضاربت کا حصہ منفعت سے ہونا نہ اس المال سے اور تفصیل شرط مذکورہ کی ماتن اور شارح کے بیان سے معلوم ہوگی کون اس المال من الاشیان کامر فی الشرکتہ شرط صحت مضاربت ۷۔ یعنی نفع باعتبار حصے ہو کہ آدھا نفع ہوگا یا تہائی وغیرہ مقرر نہ ہو کہ دس روپیہ مثلاً مضاربت لے گا باقی مالک ۱۱۔

ہونا اس المال کا اٹمان سے چنانچہ مذکور ہو چکا کتاب الشركة میں ہم تو مضاربت صحیح نہیں مگر اس مال سے کہ شرکت صحیح ہوتی ہے اس واسطے  
کہ مضاربت شرکت سے فائدہ حاصل ہونے کے وقت تو وہ مال ضرور ہو جس سے شرکت صحیح ہوتی ہے یعنی در اسم آوردن یا ساز و چاندی ہونا  
غیر مسکوک اور فکوس مروجہ کذا فی الدرر و ہو معلوم للعاقدين اور اس المال معلوم ہو عاقدين کو یعنی اس طرح کہ عاقدين عقد مضاربت  
کریں مقدار معین اس المال پر مثلاً ہزار یا دو ہزار درہم پر و کفایت فیہ الاشارة اور اس المال کے معلوم ہونے میں اشارہ کرنا کفایت کرتا  
ہے م صورت اشارہ یہ ہے کہ بطریق مضاربت ایک شخص کو درم دیے اور ان کی مقدار معلوم نہیں اس کو تو جائز ہے کذا فی الدرر والقول  
فی قدرہ و صفتہ للمضاربت بینہ والبیئۃ للمالک اور در صورت اختلاف کے اس المال کی مقدار اور وصف میں مضارب کا قول معتبر ہے  
اس کی قسم کے ساتھ اور گواہ لانا مالک کے واسطے ہے داما المضاربتہ بدین فان علی المضارب لم یجز وان علی ثالث جاز و کرہ اور عقد مضاربت  
دین سے کرنا سوا اگر مضارب پر دین ہو تو جائز نہیں اور اگر تیسرے شخص پر ہو تو جائز ہے اور کرہ و لو قال اشتری عبد النسیۃ ثم بعه و  
ضارب ثمنہ ففعل جاز اور اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرے لیے ایک غلام ادھار خرید کر پھر اس کو بیچ اور اس کے ثمن سے  
مضاربت کر سوا اس نے ایسا ہی کیا تو جائز ہے م اس واسطے کہ مضاربت غلام کی طرف مضاف نہیں جو جائز نہ ہو بلکہ اس کے ثمن کی طرف  
مضاف ہے اور ثمن سے مضاربت صحیح ہے کذا فی الدرر اور یہ حیلہ ہے جواز مضاربت فی العروض کا یعنی متاع کے ثمن کی طرف مضاربت کو  
مضاف کر کے لفظ لغاصب او مستودع او مستبضع اعلیٰ باقی یک مضاربتہ بالنصف جاز مجتبیٰ چنانچہ یوں کہنا غاصب یا مستودع یا مستبضع  
سے کہ تجارت کر اس مال سے جو میرا ہے پاس ہے بطریق مضاربت کے نصفانصف منفعہ پر تو جائز ہے کذا فی المجتبیٰ م مستبضع  
وہ جس کے پاس مال ہو بطریق بضاعت کے طحاوی نے کہا مضاربت اس صورت میں جائز ہوگی جب غاصب وغیرہ کے پاس اس قسم کا  
مال ہو جس میں مضاربت جاری ہوتی ہو یعنی از قسم ثمن ہو نہ متاع و کون اس المال عینا لا دینا کا بسط فی الدرر اور شرط صحت ہے ہونا  
اس المال کا عین یعنی معین ہونا شرط ہے نہ دین ہونا چنانچہ اس کو در میں واضح بیان کیا ہے م در میں سے عین ہونا شرط ہے نہ دین  
ہونا اس واسطے کہ مضارب این سے شروع میں اور جس پر دین سے اس کا این ہونا متصور نہیں تو اگر دائن نے دیون سے کہا کہ عمل کر  
اس دین میں جو تیرے ذمے ہے بطریق مضاربت فی النصف کے تو جائز نہیں انتہی طحاوی نے کہا عین سے عرض مراد نہیں بلکہ مراد  
معین ہونا ہے مسلماً الی المضارب لیکن التصرّف در ان حالیکہ رب المال تسلیم کرنے والا ہو اور اس المال کا مضارب کو تا اس کو تصرف  
اس کا ممکن ہو م اس واسطے کہ عمل مضارب کی جانب سے اور وہ ممکن نہیں بدون تسلیم کے علی وجہ الکمال تو اگر صاحب مال یہ شرط  
کرے کہ ہر شب مال میرے پاس رہے تو مضاربت فاسد ہوگی اور اگر صاحب مال ہر مضارب اس المال سے خرید و فروخت کرے  
تو نفع میں دونوں شریک ہوں گے بموجب شرط کے اس واسطے کہ استعانت سے عمل پر نہ نقض مضاربت پر بخلاف اشتراط عمل  
رب المال عین عقد میں کہ وہ مفسد ہے کذا فی الطحاوی بخلاف الشركة لان العمل فیہا من الجابین بخلاف عقد شرکت کے اس واسطے  
کہ اس میں دونوں جانب سے عمل ہے و کون الریح بینہما شائعاً فلو عین قدر افسدت اور شرط مضاربت سے ہونا منفعہ کا مابین  
دونوں کے شائع اور عام تو اگر کسی مقدار کو معین کرے تو مضاربت فاسد ہوگی م منفعہ شائع مثلاً دونوں میں نصفانصف ہو  
یا تین تہا و اس واسطے کہ اس میں منفعہ کی مشارکت ثابت ہے نفع قلیل ہو یا کثیر اور سہم معین کرنا چنانچہ متورم یا نصف منفعہ کے ساتھ



دس درم زیادہ تو یہ قاطع ہے شرکت کا اس واسطے کہ شاید منفعت نہ ہو مگر بقدر سہم معین پھر جب شرکت منقعت کی نہ رہی تو مضاربت باقی نہ رہی و کون نصیب کل منہما معلوما عند العقد اور شرط مضاربت سے ہر واحد کے حصے کا معلوم ہونا عقد مضاربت کے نزدیک م حصہ ہر ایک کا معلوم ہونا مجہول صورت مجہول یہ ہے کہ مثلاً مالک کے مضارب سے کہ تجھ کو نصف نفع خواہ ثلث خواہ ربع سے معلوم ہونا اس واسطے شرط ہوا کہ عقد مضاربت سے نفع کے واسطے تو اس کی جہالت موجب فساد عقد ہوگی و من شرطہا کون نصیب المقتر من الرزق حتی لو شرطہ من راس المال او من الرزق فسدت اور مضاربت کی شرطوں سے ہے ہونا حصہ مضارب کا نفع سے تو اگر مضارب کے واسطے راس المال سے یا راس المال اور نفع دونوں سے حصہ شرط ہو تو مضاربت فاسد ہے اس واسطے کہ ان دونوں شرطوں کو عقد مقضی نہیں کذا فی الطحاوی فی الجلالیۃ کل شرط یوجب جہالۃ فی الرزق او یقطع الشریکۃ فیہ یفسد ما والا بطل الشرط و صح العقد اعتبارا بالوکالۃ جلالیہ میں ہے جو شرط کہ جہالت نفع کی موجب ہو یا قاطع ہو شرکت کی نفع میں وہ شرط مفسد مضاربت سے اور نہیں تو شرط باطل ہو جاتی ہے اور عقد صحیح ہوتا ہے بقیاس و کالت کے یعنی جس طرح و کالت شرط فاسد سے فاسد نہیں ہوتا م جہالت نفع چنانچہ نصف نفع یا ثلث بطریق تردید کے اور قطع شرکت چنانچہ ایک شخص کے واسطے درہم معینہ کا شرط کرنا ان دو کے سوا اور شرط فاسدہ جو مفسد عقد نہیں ازاں جملہ یہ ہے کہ مضارب پر خسراں یعنی ٹوٹا شرط کیا جائے یا دونوں پر کذا فی الطحاوی و لو ادعی المضارب فسادا فالقول لرب المال و بعکسہ فلمضارب اور اگر مضارب فساد مضاربت کا دعوی کرے تو صاحب مال کا قول مقبول ہے اور اس کے بالعکس یعنی اگر صاحب مال فساد کا دعوی کرے تو مضارب کا قول مقبول ہے و الاصل ان القول لدعی الصحیح فی العقود الا اذا قال رب المال شرطت لک الثلث الرزق الا عشرۃ و قال المضارب الثلث فالقول لرب المال و لو فیہ فسادا لانه ینکر زیادۃ یدعیہا المضارب خانیۃ اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ عقود میں مدعی صحت عقد کا قول مقبول ہے مگر جب کہ صاحب مال کہے مضارب سے کہ میں نے تیرے واسطے ثلث نفع شرط کیا ہے سوائے دس درم کے اور مضارب کہے ثلث نفع مشروط ہے تو صاحب مال کا قول مقبول ہے اگر یہ صاحب مال کے قول میں فساد مضاربت سے مقبول اس واسطے کہ صاحب مال اس زیادت کا منکر ہے جس کا مضارب دعوی کرتا ہے کذا فی الخانیۃ و ما فی الاشباہ فیہ اشتباہ فافہم اور جو قول اشباہ میں سے اس میں اشتباہ سے سوا اس کو سمجھنے میں اشتباہ کی عبارت یہ ہے بالقول قول مدعی الصحیح الا اذا قال رب المال شرطت لک الثلث و زیادۃ عشرۃ و قال المضارب الثلث فالقول للمضارب یعنی مقبول قول مدعی صحت کا ہے مگر جب کہ صاحب مال کہے کہ میں نے تیرے واسطے ثلث اور دس درم کی زیادت شرط کی اور مضارب کہے ثلث نفع مشروط ہے تو مضارب کا قول مقبول ہے انتہی ترجمہ مصنف نے اپنی شرح میں اور محمد صالح ابن مصنف نے حاشیہ اشباہ میں کہا کہ حکم مذکور قاعدہ مذکورہ کے مطابق ہے اس واسطے کہ مضارب اس صورت میں مدعی صحت عقد ہے یعنی برخلاف صاحب مال کہ مدعی فساد ہے صاحب اشباہ کو اشتباہ یہ واقع ہوا کہ اس نے یہ گمان کیا کہ مسئلہ مذکورہ قاعدے سے خارج ہے اور حالانکہ اس میں داخل ہے نہ خارج کذا فی الطحاوی و یمکن المضارب فی المطلقۃ التی لم تقید بمکان او زمان او نوع البیع و لو فاسدا بتقدیر و نسبیۃ متعارفہ اور مضارب مالک سے مضاربت مطلقہ یعنی اس مضاربت میں جس میں مکان تجارت یا زمان تجارت یا نوع تجارت کی قید نہیں بیع کا اگر بیع فاسد ہو نقد میں سے بیع کرے یا مدت متعارفہ کے ساتھ بیع یعنی بیعوں میں سے ایک تجر کو دیکھئے گا اور ایک صورت مجہول نفع کی یہ بھی ہو سکتی ہے کہ یوں کہے کہ نفع میں ہم شریک ہیں یہ بیان کرے کہ نصف شریک ہیں کم زیادہ ۱۱

کہ مراد نہیں کہ مضارب کو بیع فاسد حلال سے بلکہ مراد یہ ہے کہ بیع فاسد سے مضارب مخالف نہ ہوگا کہ غاصب ٹھہرے اور مال اس کے ہاتھ میں مانگ نہ باقی رہے مدت میں متعارفہ کی قید اس واسطے لگائی تا اجل طویل سے احتراز واقع ہو و الشراء والتوکیل بہما اور مضارب خرید کرنے کا مالک سے اور خرید و فروخت کے واسطے دوسرے شخص کو وکیل کرنے کا مالک سے و السفر بواجب و لودفع المال فی بلدہ علی الظاہر اور مالک سے سفر کرنے کا خشکی اور تری میں یعنی زمین اور دریا میں اگرچہ صاحب مال نے مضارب کو مال دیا ہو اپنے شہر میں نہ مسافرت میں بنا بر قول ظاہر کے ہم اور قول غیر ظاہر ابو یوسف کی روایت سے امام سے کہ اگر اپنے شہر میں مال دے تو مضارب کو سفر جائز نہیں اور اگر سفر میں دے تو اس کو سفر کرنا شہر صاحب مال جائز ہے قول ظاہر کی دلیل یہ ہے کہ مضاربت مشتق ہے ضرب فی الارض سے تو بمقتضائے لفظ مسافرت کا مضارب مالک سے والا بضاع امی دفع المال بضاعہ اور مالک سے البضاع کا یعنی مال کے دینے کا بطریق بضاعت کے یعنی تمام نفع صاحب مال کے واسطے مشروط ہونا و لولرب المال و لا تفسد بہ المضاربتہ کیا جی اگرچہ مضارب نے صاحب مال کو مال دیا ہو بطریق بضاعت کے تو بھی اس کو اختیار ہے اور اس دینے سے مضاربت فاسد نہیں ہوتی چنانچہ بیان اس کا اوسے گا ویکل لابذاع والزمین والارتہان والاجارۃ والاستیجار فلو استاجرتما بضرارضا بضرار لیزر عما دینہ سہا جاز ظہیرتہ اور مضارب مالک سے کسی کے پاس روک رکھنے اور دوسرے کے پاس گرو کرنے اور اپنے پاس رکھنے اور اجارہ دینے اور اجارہ لینے تو اگر ٹھیکہ لے سفید زمین یعنی خالی زمین کا تا اس میں کھیت کرے یا درخت لگاوے تو جائز ہے کذا فی الظہیرۃ والاحتیال امی قبول الحوالۃ بالتمن مطلقا علی الایسر والاعسر لان کل ذلک من صنیع التجار اور مالک سے احتیال کا یعنی تمن کے حوالہ قبول کرنے کا مطلقا کسادہ دست اور تنگ دست ہر اس واسطے کہ وہ سب امور مذکورہ یعنی بیع اور شرا اور توکیل اور سفر اور البضاع اور ایداع اور زمین اور ارتہان اور اجارہ اور استیجار اور احتیال سودا گروں کے دستور العمل سے لایمک المضاربتہ والشركۃ والخط بال نفسہ الا باذن او اعمل برأیک اذا الشی لا یتضمن مثلہ مضارب مالک نہیں مضاربت کا یعنی وہ مال دوسرے شخص کو بطریق مضاربت کے نہیں دے سکتا اور مالک نہیں شرکت کا اور اس مال کو اپنے مال کے ساتھ ملانے کا مگر صاحب مال کے اذن یا اس کے یوں کہنے سے کہ عمل کر اپنی تجویز اور عقل کے موافق اس واسطے مالک نہیں کہ شئی اپنے مانند اور برابر کی چیز کو متضمن نہیں ہوتی بلکہ کم تر کو متضمن ہوتی ہے م عدم تضمن مماثل عدم ملک مضاربت کی علت ہے نہ نفی شرکت اور خلط مال کی تو اگر شرا یوں کہتا اذا الشی لا یتضمن مثلہ والا علی منہ تو بہتر ہوتا اس واسطے کہ شرکت اور خلط بالاتر سے مضاربت سے خلط مال اس صورت میں جائز نہیں جب کہ اس شہر میں راجح نہ ہو اور اگر ملانے کا رواج ہو تو مضارب پر ضمان نہیں کذا فی الطحاوی والاقراض والاستدانہ وان قبلہ ذلک امی اعل برأیک لانہا یسا من صنیع التجار فلم یدخل فی التعمیم مالم یتخص المالك علیہا فیکلہا اور مضارب مالک نہیں قرض دینے کا اور نہ ادھار لینے کا اگرچہ قول مذکور اس سے کہا گیا ہو یعنی اگرچہ صاحب مال نے مضارب سے کہا ہو کہ عمل کر اپنی تجویز کے موافق اس واسطے کہ وہ دونوں تجارت کے دستور العمل سے نہیں میں تو وہ تقیم قول مذکور میں داخل نہ ہوگی جب تک مالک ان دونوں پر تصریح نہ کر دے پھر تصریح کے بعد ان کا مالک ہوگا یعنی اگر صاحب مال نے مضارب سے کہہ دیا کہ تجھ کو قرض دینے اور ادھار لینے میں اختیار ہے تو البتہ اقراض اور استدان کا مالک ہوگا اور نہیں تو نہیں دے رہا ہے استدان ممنوع ہے کہ مال مضاربت سے زیادہ تر تمن پر خرید کرے وان استدان کانت شرکۃ وجوزہ وینفذ فلو اشتري بال المضاربتہ ثوبا سہ کیونکہ چیز اپنے مانند اور اپنے سے اوپر دے کر متضمن نہیں ہوتی ۱۲

وقصر بالماء او حمل متاع المضاربه بما له وقد قيل له ذلك فهو متطوع لانه لا يملك الاستدانة بهذه المقالة اور اگر مضارب ادھار لے  
گالی یعنی مالک کے اذن سے کذا فی الطحاوی تو شرکت و جوعہ متحقق ہوگی اور اس وقت میں تو اگر مضاربت کے مال سے کپڑا خرید کیا اور اس کو  
پانی سے دھو لایا اپنے مال سے یا متاع مضاربت کو دلیا اپنے مال سے اور حالانکہ اس سے وہ قول کہا گیا تھا یعنی عمل کر اپنی تجویز کے  
موافق تو مضاربت متطوع اور متبرع ہے یعنی مالک سے بجز انہیں لے سکتا اس واسطے کہ مضارب اس قول سے ادھار کرنے کا مالک  
نہیں مہ سراجیہ میں ہے صورت استدانت یہ ہے کہ درہم اور دینار سے خرید کرے بعد خرید کر چکنے کے اس المال سے انتہی چنانچہ کوئی  
جنس خرید کی درم یا دینار سے اور مضارب کے پاس مضاربت کے مال سے درم یا دینار باقی نہیں تو اگر باقی ہوگا تو یہ خرید مضاربت پر ہوگی  
استدانت نہ ہوگی اور بدائع میں ہے کہ جیسے مضارب کو مال مضاربت پر استدانت جائز نہیں اسی طرح اصلاح مال مضاربت پر استدانت  
جائز نہیں تو تمام مال مضاربت سے تھان خرید کیے پھر ان کی بار برداری یا شوب یا پچیدگی پر اجرت خرچ کی تو ان سب امور سے متبرع  
ہوگا اس واسطے کہ اس کے پاس مال مضاربت سے کچھ باقی نہیں رہتا تو استیجار سے مضاربت پر ادھار کرنا ٹھہرا تو جائز نہ ہو تو یہ ٹھہرا کہ مضارب  
عاقبت نفس متبرع سے کذا فی الطحاوی و انما قال بالماء لانه لو قصر بالنشاء فحکمہ کصنع اور مصنف نے کپڑے کے شوب میں فقط پانی کی قید  
اس واسطے لگائی کہ اگر مضارب تھان کو نشاستے سے دھو لادے گا تو اس کا حکم کپڑا لگانے کے مانند ہوگا وان صبغہ احمر فشریک  
بما زاد البصغ و عمل فی اعمل بر ایک کا لخلط اور اگر مضارب کپڑے کو سرخ رنگ رنگا دے گا تو صاحب مال کا شریک ہوگا اس قید میں جتنی  
قیمت کپڑے کی رنگین کرنے اور نشاستے کے کلپ سے زیادہ ہوگئی اور رنگین کرنا داخل ہوگا صاحب مال کے اس قول کی تعمیم میں کہ  
عمل کر اپنی صواب دید کے موافق لخلط مال کے مانند و کان له حصۃ یمتہ صبغہ ان یرع و حصۃ الثوب ابیض فی مالہا اور ہوگا مضارب  
کے واسطے اس کے رنگ کی قیمت کا حصہ بشرط اس کے کہنے کے اور سفید کپڑے کا حصہ مضاربت کے مال میں مہ مثلاً سفید تھان خریدنا  
ہو پانچ روپے کو اس المال سے اور اب اس کا ثمن بدون رنگ کے سات روپے ہو گیا اور رنگین کرنے سے آٹھ روپے کو بکا تو مضارب  
اس میں دو روپے لے گا اور صاحب مال ایک روپیہ اس واسطے کہ سفید تھان کا نفع دو روپیہ ہو اور دونوں میں نصف نصف ہو گیا اور ایک  
روپیہ مضارب نے رنگ کی قیمت میں پایا و لو لم یقل اعمل بر ایک لم یکن شریکاً بل غاصبا اور اگر صاحب مال نے یوں نہ کہا کہ عمل کر موجب  
اپنی صواب دید کے تو مضارب شریک نہ ہوگا بلکہ غاصب ٹھہرے گا یعنی تو مال مضاربت امانت اب نہ رہا مضارب کے پاس تو اس پر ضمان  
لازم ہوگا اور نفع مضارب کا ہوگا کذا فی الطحاوی و انما قال احمر لما مر ان السواد نقص عند الامام فلا یدخل فی اعمل بر ایک بجز اور مصنف نے سرخ  
رنگ اس واسطے کہا کہ سیاہ رنگ نقصان میں داخل ہے امام کے نزدیک تو داخل نہ ہوگا اس قول میں کہ عمل کر اپنی تجویز کے موافق کذا فی البحر  
مذکورہ ہو چکا کہ یہ قول ثنی سے اختلاف زبان پر اور ہمارے زمانے میں سیاہ رنگ نقصان میں داخل نہیں سرخ رنگ کے مانند تو داخل ہوگا تعمیم  
قول میں اور رنگوں کے مانند کذا فی الطحاوی و لایملک ایضا تجاوز بلد او سلعۃ او وقت او شخص عینہ المالك لان المضاربه تقبل التقید  
المفید و لو بعد العقد لیس المال عرضاً لانه یمتد لایمک عزله فلا یمک تخصیصہ کامیجی اور مضارب مالک نہیں تجاوز کرنے شہر کا بھی یا تجاوز  
قاش یا وقت یا اس شخص کا جس کو مالک نے معین کر دیا اس واسطے کہ مضارب بتخصیص مفید کو قبول کرتی ہے اگر یہ تخصیص مفید بعد عقد مضارب  
سے یعنی مضاربت اس صورت میں شرکت و جوعہ ہو جائے گی کیونکہ مضارب اپنی وجہت سے قرض لے کر رب المال کو نفع میں شریک کرتا ہے عقد مضارب  
کا اس کا مقتضی نہیں ۲ ۵۷ یعنی شوب وغیرہ کے لیے نہ دور کرنے سے ۲

ہو جب تک کہ مال مضاربت متاع اور اسباب تجارت نہیں ہو گیا اس واسطے کہ اس وقت صاحب مال مضارب کے معزول کرنے کا مالک نہیں تو  
تخصیص تجارت کا بھی مالک نہ ہو گا چنانچہ اس کا بیان اوسے کام مخالف امور مذکور میں اس واسطے جائز نہ ہو گا کہ مضارب تصرف مال کا مالک  
نہیں مگر مالک کے تفویض سے تو تفویض مقید ہوگی جس طرح اس نے تفویض کی اور تخصیص مذکور خالی فائدے سے نہیں اس واسطے کہ  
سوداگری باعتبار اختلاف امکانہ اور امتنع اور اوقات اور اشخاص کے مختلف ہوتی ہے کذا فی الدرر قیدنا بالمفید لان غیر المفید لا یعتبر اصلا  
کنہی عن بیع الحال قید لگانہ نے تقييد مفید کی اس واسطے کہ تخصیص غیر مفید سزا معتبر نہیں چنانچہ منع کر دینا صاحب مال کا بیع حال  
یعنی بیع مغل سے واما المفید فی الجملہ کیسوق من مصرفان صرح بالہنیح والا اور جو تخصیص کہ فی الجملہ مفید ہو چنانچہ ایک شہر کے ایک بازار  
کی تخصیص ہو اگر نہی کی صاحب مال نے تصریح کر دی ہو تو تقييد صحیح سے اور نہیں تو صحیح نہیں مگر شہر کے ایک بازار کی تقييد اس واسطے صحیح  
نہیں کہ شہر باوجود بتین اطراف کے بقعہ واحدہ کے مانند سے لیکن اگر نہی مصرف ہو اس طرح کہ تجارت کر فلانے بازار میں اور نہ تجارت کرنا  
اس کے سوا اور بازار میں تو اب تقييد صحیح ہوگی کذا فی الطحاوی فان فعل ضمن بالمخالفة وکان ذلک الشراء لہ پھر اگر مضارب نے مالک  
کے خلاف امر کیا یعنی شہر معین سے نکل کر دوسرے شہر میں خریداری کی یا جنس معین کے سوا اور جنس مولیٰ یا موسم معین کے سوا اور موسم  
اور فصل میں تجارت کی یا شخص معین کے سوا اور شخص کے ہاتھ خرید و فروخت کی تو مضارب پر ضمان لازم ہوگا مخالفت کرنے سے اور وہ خرید  
مخالفت امر مالک مضارب کی ہوگی یعنی تو اس کے نفع اور نقصان کا مضارب مالک ہوگا اس واسطے کہ اس نے غیر کے مال پر بدون اس  
کے امر کے تصرف کیا کذا فی الدرر و لو لم تصرّف فیہ حتی عاد للوفاق عادت المضاربتہ اور اگر مضارب نے مال مضاربت میں تصرف نہ کیا یہاں  
تک کہ پھر آیا شہر معین میں تو مضاربت پھر صحیح ہو جائے گی مگر یہ متعلق سے تعین شہر سے یعنی اگر مالک نے شہر معین کر دیا اور مضارب اس شہر سے  
نکلا تو مضاربت سے مال خارج ہو گیا لیکن بخروج موقوف سو اگر اسی شہر میں پھر آیا تو ضمان زائل ہو گیا اور مضاربت مثل سابق قائم رہی کیونکہ  
مضاربت منوز اس کے ہاتھ میں قائم سے عقد سابق سے کذا فی الطحاوی و کذا الوعاد فی البعض اعتبار الحجر بالکل اور اسی طرح عود مضارب  
کا حکم سے اگر مضارب نے بعض مال مضاربت میں عود کیا جز کو کل کے ساتھ قیاس کر کے مگر بعض مال کو غیر معین میں صرف کیا اور  
بعض کو معین میں رد کیا تو بھی مضاربت باقی ہے ولا ینک تزویج قن من مالہا اور مضارب مالک نہیں نکاح کرنے سے اس مملوک کا  
جو مول لیا گیا مضاربت کے مال سے ولا یشاء من یعتق علی رب المال بقربۃ او یحییٰ اور مضارب مالک نہیں اس لوٹدی یا غلام کی خرید  
کا جو آزاد ہو جاتا ہو صاحب مال پر سبب قربت یا قسم کے م قسم کی یہ صورت ہے کہ صاحب مال نے کسی لوٹدی یا غلام کو کہا ہو کہ اگر میں  
اس کا مالک ہوں تو وہ آزاد ہے بخلاف الوکیل بالشراء فانہ یلک ذلک عند عدم القرینۃ المفید للوکالۃ کاشترى عبدًا ابیعدہ او استخدمہ او  
جاریۃ اطامہ برضلاف خرید کرنے کے وکیل کے اس واسطے کہ وہ اس مملوک کے خرید کرنے کا اختیار رکھتا ہے جو مول پر آزاد ہو جائے  
جب کہ قرینہ مخصوص وکالت نہ ہو چنانچہ یوں کہنا مول کا وکیل سے کہ میرے واسطے غلام خرید کر کہ جس کو میں بچوں یا اس سے خدمت لوں یا جاؤ  
خرید کر جس سے میں قربت کروں مگر تو بیع اور استخدام اور وطی جاریہ قرینہ سے کہ وکیل کو ایسا غلام یا لوٹدی کا خرید کرنا نہ چاہیے کہ مول پر  
آزاد ہو جائے ولا من یعتق علیہ ای المضارب اذا کان فی المال ربح ہو ہنا ان تکون قیمتہ بذالعبدا اکثر من کل راس المال کا ہسطر العینی  
فلیحفظ اور مضارب اس غلام کے خرید کرنے کا مالک نہیں جو مضارب پر آزاد ہو جائے بہ سبب قربت کے بشرطیکہ مال مضاربت میں  
۱۵ یعنی اگر مضارب سے کہے کہ نقد سے بیع مت کرنا تو یہ مانعت معتبر ہوگی ۱۴

نفع ہو نفع سے یہاں مراد وہ نفع ہے کہ اس غلام کی قیمت اگر ہو تمام اس المال سے چنانچہ اس کو مشرح بیان کیا ہے یعنی نے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے کہ خرید کرنا غلام مذکور کا اس واسطے جائز نہ ہو کہ مضارب کا حصہ آزاد ہوگا اور صاحب مال کا حصہ بگڑ جائے گا کیونکہ اس کی بیع امام کے نزدیک جائز نہیں یا پورا غلام آزاد ہوگا صاحبین کے نزدیک یعنی نے کہا ظہور نفع سے مراد یہ ہے کہ قیمت غلام کی اس المال سے زیادہ ہو خواہ اس المال میں نفع ہو یا نہ ہو اس واسطے کہ جب غلام کی قیمت اس المال کے برابر یا کم تر ہوگی تو مضارب کی ملک اس غلام میں ظاہر نہ ہوگی بلکہ غلام مشغول ٹھہرے گا اس المال سے تو اگر اس المال اول ہزار تھا پھر دس ہزار ہو گیا بعد اس کے مضارب نے وہ غلام مول لیا جو مضارب پر آزاد ہو جاوے اور قیمت غلام کی ہزار یا اقل سے تو اس پر آزاد نہ ہوگا انتہی مختصراً کذا فی الطحاوی فان فعل شراہ من یعتق علی واحد منہما وقع الشراء لنفسه سواء مضارب نے اس مملوک کو خرید کیا جو آزاد ہو رہا مال یا مضارب پر واقع ہوگی خرید مضارب کی ذات کے واسطے نہ مضاربت کے واسطے م اور مضارب تاوان دے دونوں صورتوں میں پہلی صورت میں جمع ثمن کا تاوان دے اگر ثمن ادا کیا ہو مال مضاربت سے اور دوسری صورت میں بقدر حصہ مضارب کے اس پر سے ثمن ساقط ہوگا کذا فی الطحاوی عن ابی السعود وان لم یکن ربح کما ذکرنا صح للمضاربة اور اگر وہ نفع نہ ہو جس کو ہم نے یعنی سے بیان کیا تو مضارب کے واسطے خرید صحیح ہوگی م متعلق ہے اس صورت کے ساتھ جب کہ مضارب اس کو خرید کرے جو مضارب پر آزاد ہو جاوے کذا فی الجلی فان ظهر الربح بزيادة قيمة بعد الشراء عتق حظ ولم یضمن نصیب المالك لعقبة لا یضمنه وسعی العبد المعتق فی قيمة نصیب رب المال پھر اگر نفع ظاہر ہو غلام کی قیمت بڑھ جانے سے بعد خرید کے تو بقدر حصہ مضارب غلام آزاد ہوگا اور مضارب پر ضمان لازم نہ ہوگا مالک کے حصہ میں بسبب آزاد ہو جانے غلام کے بلا صنعت مضارب اور کوشش کرے آزاد غلام ادل قیمت میں بقدر حصہ رب المال کے م غلام اس واسطے آزاد ہوگا کہ مضارب اپنے قرابت دار کا مالک ہو اور مضارب پر ضمان اس واسطے لازم نہ آیا کہ وہ عند الملك آزاد ہو گیا بلا صنعت مضارب بلکہ بسبب زیادہ ہو جانے قیمت کے بلا اختیار مضارب کذا فی الدرر ولو اشترى الشریک من یعتق علی شریک او الیاب او الوصی من یعتق علی الصغیر نقد علی العاقد اذ لا نظیر للصغیر اور اگر ایک شریک اس غلام کو خرید کرے جو آزاد ہو جاوے دوسرے شریک پر یا باپ یا وصی اس غلام کو خرید کرے جو آزاد ہو جاوے صغیر پر تو یہ خرید عاقد پر نافذ ہوگی اس واسطے کہ اس میں منفعہ ہے صغیر کی کچھ رعایت نہیں م عاقد سے شریک یا باپ یا وصی مراد ہے تعلیل شارح کی قاصر سے اور شریک میں وہ علت ہے جو مضارب میں مذکور ہوگی یعنی عدم حصول نفع شریک والمآذون اذا اشتری من یعتق علی المولی صح عتق علیہ ان لم یکن مستغرقاً بالدين والا لاختلافهما ذلیلی اور عبد آذون نے جب کہ اس غلام کو خرید کیا جو مولی پر آزاد ہو جاوے تو خرید صحیح ہے اور وہ غلام مولا پر آزاد ہوگا اگر عبد آذون مستغرق بالدين نہ ہو اور نہیں تو آزاد نہ ہوگا برخلاف صاحبین کے کذا فی الزلیعی م ذلیعی نے کہا کہ اگر عبد آذون پر دین ہو خواہ اس کی گردن اور کسب کو محیط سے یا نہیں تو امام کے نزدیک آزاد نہ ہوگا اور صاحبین کے نزدیک آزاد ہوگا کذا فی الطحاوی مضارب مع الف بال نصف اشتری امرة فولدت ولدا مساویا لای لالفت فادعاه مومن اقصارت قیمتہ ای الولد وحده کما ذکرنا الفأ ونصفه ای خمس بآنة نفقت دعوتہ لوجود الملك لظهور الربح المذكور فعتق مضارب سے جس کے پاس ہزار درم ہیں نصفان نصف منفعت پر اس نے ایک لونڈی خرید کی سو وہ حتی یعنی بعد قرابت مضارب کے ایسا لڑکا حتی جس کی قیمت اس المال یعنی ہزار درم کے برابر ہے پھر مضارب کے اس لڑکے کی فرزند کی کا دعوی کیا مال داری کی حالت میں پھر

قیمت اس کی یعنی فقط ولد کی قیمت جیسا کہ ہم نے بیان کیا ڈیڑھ ہزار ہوگی تو مضارب کا دعویٰ فرزند ہی کا نافذ ہوگا بسبب پائے جانے ملک مضارب کے ظاہر ہونے نفع مذکور سے تو ولد اب مذکور آزاد ہوگا پھر جب دعویٰ مضارب کا نافذ ہو تو وہ لڑکا اس کا فرزند ٹھہرے گا اور بقدر حصہ مضارب آزاد ہوگا یعنی بقدر ربع کے اور مضارب پر نصیب مالک کا ضمان لازم نہ ہوگا اس واسطے کہ آزادی بسبب ملک اور نسب کے ثابت ہوئی اور ملک میں مضارب کے صنعت کو دخل نہیں اور ضمان لازم نہیں ہوتا مگر تعدی سے کذا فی الزلیعی مختصر سعی الرب المال فی الالف وربعہ ان شاء المالك او اعتقه ان شاء ولد مذکور کو شمش کرے صاحب مال کے واسطے ہزار اور اس کی چوتھائی یعنی ساڑھے بارہ سو درم میں سعی کرے اگر مالک چاہے یا اگر چاہے تو اس کو آزاد کر دے م ہزار اس المال کی بابت سے اور اڑھائی سو نفع کی بابت سے مالک کے حصہ میں ٹھہرے ولرب المال بعد قبضہ الف من الولد <sup>تضمن</sup> المدعی ولو محصر الامة ضمان تملك نصف قیمتہا اسی الامتہ لظہور نفوذ دعوتہ فیہا اور صاحب مال کو جائز ہے بعد قبض کرنے ہزار درم کے ولد سے تاوان لینا مدعی مضارب سے لوٹدی کی نصف قیمت کا اگرچہ مدعی مفلس ہو اس واسطے کہ یہ تاوان ہے مالک ہونے کا یعنی اور تاوان مذکور برابر ہے مال دہری اور مفلسی میں بسبب ظاہر ہونے دعوت مدعی کی لوٹدی میں م قبض کرنا ہزار درم کا ولد سے اس واسطے شرط ہوا تاکہ لوٹدی مضارب کی ام ولد ہو جاوے اس واسطے کہ لوٹدی مشغولی براس المال ہے پھر جب صاحب مال نے ولد سے ہزار درم لیے تو لوٹدی براس المال سے فارغ ہوگئی اور بالکل منفعت میں داخل ہوگئی تو اب اس میں مضارب کی ملک ظاہر ہوگئی اور دعوت مضارب کی لوٹدی میں کھل گئی کذا فی الزلیعی و بحیل علی انہا تزوجہا ثم اشترانا جلی منہ اور دعوت مضارب اس پر محمول ہوگئی کہ مضارب نے لوٹدی سے نکاح کر لیا باذن بائع پھر اس کو خرید کیا جب کہ وہ حاملہ تھی مضارب سے م یہ حمل باعتبار حسن ظن کے ہے تاکہ مضارب زنا کار نہ ٹھہرے ولو صارت قیمتہا الف و نصف صارت ام ولد ومن للمالك الف وربعہ لو موسر افلو معسر افلا سعایة علیہا لان ام الولد لا تسعی تمامہ فی البحر اور اگر لوٹدی کی قیمت ڈیڑھ ہزار ہوگئی تو وہ مضارب کی ام ولد ہو جائے گی اور مضارب تاوان دے مالک کو ساڑھے بارہ سو درم کا اگر وہ مقدور والا ہو اور جو مفلس ہو تو ام ولد پر سعایت نہیں اس واسطے کہ ام ولد سعایت نہیں کرتی اور پورا بیان اس کا بحر الرائق میں ہے م یہ مسئلہ جداگانہ سے اور موضوع اس کا یہ ہے کہ مالک نے ہزار درم ولد سے نہیں پائے اور تصنیف مضارب میں مال داری کی قید بحر الرائق میں واقع ہوئی ہے لیکن فقہاء کے کلام سے مستفاد ہوتا ہے کہ مضارب پر مطلقا ضمان سے مال دار ہو یا مفلس اس واسطے کہ یہ ضمان تملک سے اور قرینہ اس پر یہ کہ ام ولد پر سعایت نہیں پھر حق مالک کے ضائع ہونے کی کیا وجہ ہے اور پورا بیان بحر الرائق کا یہ ہے کہ جب تک مالک کو اس المال نہ ملے گا تب تک ولد رقیق ہے واللہ تعالیٰ اعلم کذا فی الجلبی

باب المضارب الذی یضارب | یہ باب سے اس مضارب کے احکام میں جو تیسرے شخص کو مالک کا اس المال دے بطریق مضارب کے لاقدم المفردۃ شرع فی المرکبۃ فقال جب کہ مضارب مفردہ کو مصنف مقدم بیان کر چکا تو اب مضاربت مرکہ کا بیان شرع کیا سو کہا ضارب المضارب آخر بلا اذن المالك لم یضمن بالرفع مالم یعمل الثانی ربح الثانی اولاً علی الظاہ لان الرفع ایداع وہو یملک فاذا عمل تبین انہ مضارب فیضمن مضارب اول نے مضارب ثانی کو مال مضاربت دیا بلا اذن مالک تو مضارب اول تاوان نہ دے گا مال کے دینے سے جب تک مضارب ثانی عمل تجارت نہ کرے ثانی کو نفع حاصل ہو یا نہ ہونا پھر ظاہر مذمب کے اس واسطے کہ مال دینا ودیعت رکھنا ہے اور مضارب اول ایداع کا اختیار رکھتا ہے پھر جب ثانی نے تجارت

اس میں شروع کی تو کھل گیا کہ ودیعت نہ تھی مضاربت سے تو اب تاوان آوے گا مضارب اول پر الا اذا كانت الثانية فاسدة فلا ضمان وان  
 نزع بل للثانی اجر مثله علی المضارب الاول وللاول الرزخ المشروط مگر جب کہ مضاربت ثانیہ فاسد ہو تو تاوان نہیں اگرچہ نفع ہو بلکہ مضارب  
 ثانی کے واسطے اجرت مثل ہے مضارب اول پر اور مضارب کا وہ نفع ہے جو اس میں اور مالک میں مشروط ہے ہم در صورت  
 مضاربت فاسدہ مضارب ثانی اجر ٹھہرے گا تو اجرت مثل کا مستحق ہو گا نہ شرکت نفع کا فان ضاع المال من یدہ اسی ید الثانی  
 قبل العمل الموجب للضمان فلا ضمان علی احدہما اگر مال ضائع ہو گیا مضارب ثانی کے ہاتھ سے اس عمل سے پہلے جو ضمان کا موجب  
 ہے تو کسی پر ضمان نہیں نہ اول پر نہ ثانی پر اس واسطے کہ قبل عمل مال ودیعت سے وکذا الا ضمان لو غصب المال من الثانی وانا  
 الضمان علی الغاصب فقط اور اسی طرح اول اور ثانی پر ضمان نہیں اگر ثانی سے مال چھین لیا گیا اور تاوان تو فقط غاصب پر ہے  
 ولو استملك الثانی او و مہبہ فالضمان علیہ خاصۃ اور اگر مضارب ثانی نے مال تلف کر ڈالا یا مہبہ کر دیا تو ثانی پر ضمان سے خاص کر  
 کے فان عمل حتی ضمنه خیر رب المال ان شاء ضمن المضارب الاول راس مالہ وان شاء ضمن الثانی وان اختار اخذ الرزخ  
 ولا یضمن لیس لہ ذلک بخریمہ اگر مضارب ثانی نے تجارت کی کہ ضمان لازم آیا تو صاحب مال مختار ہے چاہے مضارب اول سے  
 تاوان لے چاہے مضارب ثانی سے اور اگر صاحب مال نفع لینا اختیار کرے اور تاوان نہ لے تو اس کو جائز نہیں کذا فی البحر یعنی اس  
 واسطے کہ مال عمل سے ٹھہر گیا اور مالک کو معصوب کے جاتے رہنے کے بعد اختیار نہیں مگر تضمین بدل میں نہ نفع لینے میں غاصب  
 سے کذا فی الطحاوی فان اذن المالك بالدفع ودفع بالثلث وقد قيل للاول ما رزق الديننا نصفان فللمالك النصف  
 عملاً بشرط وللاول السدس الباقي وللثانی الثلث المشروط پھر اگر مالک نے مال دینے کا اذن دیا اور مضارب اول نے ثانی کو  
 تہائی نفع پر مال دیا اور حالانکہ مضارب اول سے کہا گیا تھا کہ جس قدر اللہ تعالیٰ فائدہ دے وہ ہم تم میں نصفاً نصف سے تو مالک کے  
 واسطے نصف نفع سے بموجب اس کی شرط کے اور مضارب اول کے واسطے ششہ حصہ سے جو باقی رہا بعد ثلث ثانی کے اور  
 مضارب ثانی کے واسطے ثلث مشروط ہے ولو قيل ما رزقك اللہ بکاف الخطاب والمسئلة بحالما فللثانی ثلثه والباقي  
 بین الاول والمالك نصفان باعتبار الكاف فيكون كل ثلث اور اگر کہا گیا بکاف خطاب کہ جو حجہ کو اللہ تعالیٰ روزی دے اور باقی مثلاً  
 بحال خود اسی طرح ہے یعنی اگر مالک نے مضارب ثانی کو مال دینے کا اذن دیا اور مضارب اول نے مضارب ثانی کو مال دیا تبین تہائی  
 نفع پر اور مالک نے مضارب اول سے کہا کہ جو حجہ کو اللہ تعالیٰ منفعت روزی کرے وہ میرے تیرے درمیان نصفاً نصف سے  
 تو مضارب ثانی کے واسطے تہائی نفع کی ہے اور باقی دو تہائیاں مضارب اول اور مالک میں نصفاً نصف ہیں باعتبار کاف خطاب  
 کے تو ہر شخص کو تہائی تہائی نفع ملے گا مگر مالک کی شرط مضارب اول سے یہ تھی کہ جو نفع اس کو ہو وہ دونوں میں نصفاً نصف ہے  
 سو اس کو نفع نہیں ملا سو اسے دو تہائیوں کے تو دونوں میں نصفاً نصف ہو گیا تو ہر ایک کو تہائی تہائی ملے و مثلاً ما رزقت من  
 شیء او مال کان لک فیہ من رزق و نحو ذلک اور قول سابق کے مانند ہے یوں کہ نارب المال کا مضارب سے کہ جو حجہ کو فائدہ  
 حاصل ہو کسی چیز سے یا جنس چیز میں تجھ کو نفع ہو اور مانند اس کے م چنانچہ یوں کہنا کہ جو حجہ پر خدا فضل و کرم کرے یا جو حجہ کو بڑھوتی  
 ہو تو ثانی کو ثلث نفع ہے اور باقی اول اور مالک میں نصفاً نصف سے وکذا لو شرط للثانی اکثر من الثلث او اقل فالباقي  
 بین المالك والاول اور اسی طرح اگر مضارب ثانی کی تہائی سے زیادہ یا تہائی سے کم تر منفعت مشروط ہو تو باقی نفع مالک اور

مضاربت اول میں آدھوں آدھ ہوگا ولو قال له ما رحت بيننا نصفان و دفع بالنصف فلتا في النصف واستويا فيما بقي لانه لم يرضح سواه اور اگر مالک نے مضاربت اول سے کہا کہ جس قدر تجھ کو منفعت ہو وہ میرے اور تیرے درمیان نصفاً نصف سے اور مضاربت اول نے مضاربت ثانی کو نصف منفعت پر مال دیا تو مضاربت ثانی کے واسطے نصف نفع سے اور مالک اور مضاربت اول باقی میں برابر میں اس واسطے کہ مضاربت اول نے سوائے نصف باقی کے کچھ فائدہ نہیں پایا ولو قيل ما رزق الله في نصفه او ما كان من فضل الله بيننا نصفان قد دفع بالنصف فلما لك النصف وللثاني كذلك ولا شيء للاول ليجعل له الثلثاني اور اگر مضاربت اول سے یوں کہا گیا کہ جو تجھ کو اللہ تعالیٰ روزی دے تو اس کا نصف میرے اور تیرے درمیان نصفاً نصف سے سو مضاربت اول نے مضاربت ثانی کو آدھے نفع پر مال دیا تو مالک کو نصف سے اور اسی طرح مضاربت ثانی کو نصف باقی سے اور مضاربت اول کو کچھ نہیں بسبب اس کے کہ دینے کے اپنے حصے کو ثانی کے واسطے یعنی جو مضاربت کا حصہ تھا سو اس نے مضاربت ثانی کے واسطے مقبول کر دیا ولو شرط الاول للثاني ثلثيه والمسئله بحالها ضمن الاول للثاني سدسًا بالتسمية لانه التزم سلامة الثلثين اور اگر مضاربت اول نے مضاربت ثانی کے واسطے دو تہائیاں شرط کیں اور باقی مسئلہ بحال خود ہے تو مضاربت اول ثانی کو چھٹے حصے کا تاوان دے معین کر دینے کے سبب سے اس واسطے کہ اس نے سلامتی ثلثین کی شرط سے لازم کی ہے م تو صیح مسئلہ یہ ہے کہ مالک نے مضاربت اول سے کہا کہ جو تجھ کو نفع ملے وہ مجھ میں اور تجھ میں نصفاً نصف سے سو مضاربت اول نے ثانی کو مال دیا اس شرط پر کہ دو تہائیاں منفعت کی تیر ہی ہیں تو نصف نفع مالک لے گا باقی نصف وہ بقدر ششم حصہ کے کہے دو تہاں سے سو ششم حصہ مضاربت کو دینا پڑے گا اس واسطے کہ ثانی کے واسطے ثلثین کا ملین کی شرط ہو گئی ہے وان شرط المضاربت للمالك ثلثيه و شرط لعبد المالك ثلثيه وقوله على ان يعمل معه عادي وليس بقيد و شرط لنفسه ثلثيه صح و صار كانه اشترط للمولى ثلثي الرزح كذا في عامة الكتب وفي نسخ المتن والشرح هنا خلط فاجتنبه اور اگر مضاربت نے مالک کے واسطے تہائی نفع شرط کیا اور مالک نے غلام کے واسطے تہائی اس کا شرط کیا اس شرط پر کہ غلام مضاربت کے ساتھ عمل کرے شارح نے کہا اشترط عمل غلام بطور عادت کے واقع ہوا ہے اور قید نہیں مسئلے کی یعنی اشترط اور عدم اشترط حکم میں برابر ہیں اور مضاربت نے اپنے واسطے باقی تہائی شرط کی تو عقد صحیح ہے اور قول مذکور ایسا ہو گیا کہ گویا مضاربت نے مولیٰ کے واسطے دو تہائیاں شرط کیں اسی طرح یہ مسئلہ مصرح سے اکثر کتب فقہ میں اور اس کتاب کے متن اور مصنف کی شرح میں یہاں خلط واقع ہوا ہے سو اس سے اجتناب کیجیو م تن کے ایک نسخہ میں یوں دیکھا کہ لو شرط للثاني ثلثيه و لعبد المالك ثلثيه على ان يعمل معه و لنفسه ثلثيه صح اہم حالانکہ یہ فاسد ہے کہ چار تہائیاں مجتمع نہیں ہوتی ہیں اور مسئلے میں مضاربت ثانی کا وجود بھی نہیں اور شرح کی عبارت یہ ہے علی ان يعمل معه عادي وليس بقيد بل يصح الشرط ويكون لسيدہ وان لم يشترط لايحوز اہم حق ہے کہ لايحوز حذف کیا جاوے اس واسطے کہ اول معلوم ہو چکا کہ عمل قید نہیں کذا فی الطحاوی ولو عقد الماذون مع اجنبی و شرط الماذون عمل مولاه لم يصح ان لم يكن الماذون عليه دين لانه كاشترط العمل على المالك اور اگر عبد ماذون نے مضاربت منعقد کی شخص اجنبی کے ساتھ ماذون نے اپنے مولیٰ کا عمل کرنا شرط کیا تو عقد صحیح نہیں اگر ماذون پر دین نہ ہو اس واسطے کہ اس میں عمل کرنا شرط ہے مالک پر والاصح ہے اور اگر شرط کی مضاربت ثانی کے لیے دو تہائیاں اور مالک کے غلام کیلئے ایک تہائی نفع کی اس شرط سے کہ اس کے ساتھ کام کرے اور خود اپنے لیے ایک تہائی تو صحیح ہے ۱۳ اس شرط پر کہ اس کے ساتھ کام کرے عادت کے طور پر ہے اور قید مسئلہ نہیں بلکہ شرط ورتبہ ہے اور اس کے مالک کی تہائی تو شرط نہ کی ہو ۱۲



لانہ حیثتہ لایمکن کسبہ واشترط عمل رب المال مع المضاربت مفسد للعقد لانہ یمنع التخلیۃ فیمنع المصححہ اور اگر ویسا نہ ہو یعنی عہدہ باذن پر دین ہو تو عقد باشرط عمل مولیٰ صحیح ہے اس واسطے کہ اس وقت میں مولیٰ اپنے غلام کی کمائی کا مالک نہیں اور صاحب مال کا عمل شرط کرنا مضاربت کے ساتھ عقد مضاربت کا مفسد ہے اس واسطے کہ عمل مالک کا تخلیہ کا مانع ہے تو مانع ہوگا صحیح عقد کا م یعنی مضاربت میں عمل مضاربت ضرور ہے اور اس کو عمل کرنا عدم تخلیہ کے ساتھ ممکن نہیں اور یہی علت ہے مسئلہ ثانیہ اور ثالثہ میں وکذا اشترط عمل المضاربت مع مضاربتہ او عمل رب المال مع المضاربت الثانی بخلاف مکاتب شرط عمل مولیٰ کا لویضاربت مولیٰ اور اس کی طرح مانع صحیح عقد سے عمل شرط کرنا مضاربت اول کا ایسے مضاربت کے ساتھ یا صاحب مال کا عمل شرط ہونا مضاربت ثانی کے ساتھ بخلاف مکاتب کے کہ اس نے اپنے مولیٰ کا عمل شرط کیا تو عقد صحیح ہے چنانچہ صحیح ہے اگر مکاتب مضاربت کرے اپنے مولیٰ کے ساتھ م وجہ صحت یہ ہے کہ مکاتب اپنے مکسوبات میں احتیاط کے مانند سے پھر اگر عاجز ہو جائے بدل کتابت سے قبل عمل کے تو مضاربت فاسد ہوگی کذا فی الطحاوی ولو شرط لبعض المزیح للمساکین الفصح اونی الرقاب اولامراة المضاربت او مکاتبت صحیح العقد ولم یصح الشرط ویلکون المشرط لرب المال اور اگر شرط کی گئی کچھ منفعت محتاجوں کے واسطے یا حج کے واسطے یا گزندوں کو چھڑانے کے واسطے یا مضاربت کی عورت کے واسطے یا اس کے مکان کے واسطے تو عقد صحیح ہے اور شرط صحیح نہیں اور نفع مشروط صاحب مال کا ہے نہ مساکین وغیرہم کے واسطے م وجہ مضاربت یا مکاتب کے واسطے اشترط نفع اس صورت میں غیر صحیح ہے جب کہ ان کا عمل شرط نہ ہو اور اگر ان کا عمل شرط ہو تو شرط جائز ہے اور مشروط انہیں کے واسطے ہوگا اس واسطے کہ زوج یا مکاتب مضاربت ہو گئے عمل شرط کرنے سے اور در صورت عدم اشترط عمل مضاربت نہ ہوگی بلکہ یہ موقوفہ سے جس کا کرنا لازم نہیں اور یہی حکم ہے اور اجانب کا اس تقریر سے معلوم ہوا کہ مساکین اور رقاب میں فساد شرط کی علت عدم اشترط عمل سے کذا فی الطحاوی لمخصا ولو شرط لبعض من شاء المضاربت فان شاء لنقصہ او لرب المال صحیح الشرط والا بان شاء لا یجنی لایصح اور اگر بعض منفعت اس شخص کے لیے مشروط ہوئی جس کو مضاربت چاہے تو اگر مضاربت اپنے واسطے یا صاحب مال کے واسطے چاہے تو شرط صحیح ہے اور اگر اپنے مالک کے واسطے نہ چاہے اس طرح پر کہ اجنبی شخص کے واسطے چاہے تو شرط صحیح نہیں یعنی اس واسطے کہ اس کا عمل شرط نہیں کیا ومتی شرط البعض الاجنبی ان شرط علیہ علیہ صحیح الشرط والا اور جب کہ بعض منفعت اجنبی کے واسطے شرط ہوئی تو اگر اس پر اس کا عمل بھی شرط ہو تو شرط صحیح ہے اور نہیں تو شرط صحیح نہیں یعنی تو نفع صاحب مال کا ہوگا اور عقد صحیح ہوگا کذا فی الطحاوی قلت لکن فی القہستانی انہ یصح مطلقا والمشرط لاجنبی ان شرط علیہ والا فلما لک ایضا وعزاه للذخیرۃ خلافا للبرجندی وغیرہ فتنبہ میں کہتا ہوں لیکن قہستانی میں ہے کہ عقد مضاربت صحیح ہے مطلقا یعنی خواہ اجنبی کا عمل شرط ہو یا نہ ہو اور نفع مشروط اجنبی کا ہوگا اگر اس کا عمل مشروط ہو اور اگر اس کا عمل مشروط نہ ہو تو وہ نفع بھی مالک کا ہے اور قہستانی نے اس قول کو ذخیرہ کی طرف نسبت کیا ہے برخلاف برجندی وغیرہ کے تو آگاہ رہوم جب یہ ثابت ہو چکا اول کہ عقد مضاربت بہ صورت صحیح سے اور نفع اجنبی کے واسطے بشرط اس عمل کے صحیح سے تو اس استدراک کی کیا وجہ ہے اور برجندی کا کلام غلام میں ہے نہ اجنبی میں چنانچہ شارح ملتقی سے معلوم ہوتا ہے کذا فی الطحاوی ولو شرط البعض لقضاء دین المضاربت او دین المالك جاز ویلکون للمشرط لقضاء دینہ ولا یلزم بدفع لغزائہ بحر اور اگر بعض نفع دین مضاربت یا دین مالک کے ادا کرنے کے واسطے شرط ہو تو جائز ہے اور مشروط کو اپنے دین کا ادا کرنا اس نفع سے جائز ہے اور ہر ایک مضاربت اور مالک پر لازم نہ کیا جائے گا نفع مذکور کا اس کے دین والوں کو کذا فی البحر وتبطل المضاربت بموت احدہما لکن ہا وکالہ اور باطل ہو جاتی ہے

مضاربت مالک یا مضارب کی موت سے بسبب موت نے مضاربت کے وکالت یعنی اور وکالت باطل ہو جاتی ہے موکل یا وکیل کی موت سے وکالت باطل ہو جاتی ہے۔ وچرطرا علی احدہما و بجنون احدہما مطبقاً قسمستانی اور اسی طرح مضاربت باطل ہوتی ہے ایک کے قتل ہو جانے سے اور ایک کے منع تصرف سے جو مالک یا مضارب پر طاری ہوا اور ایک کے جنون مطبق ہونے سے مہ بائع ممنوع التصرف ہو جاتا ہے جنون سے یا سفاہت سے یا بعد ماذون کے حجر سے ہر چند جنون منع تصرف میں داخل تھا لیکن شارح نے پھر اس کو اس واسطے ذکر کیا تاکہ اس میں اطباق کی قید لگاوے و فی البرازیمات المضارب و المال عروض باعہا وصیہ اور نیز ازیم میں سے کہ مضارب مرگیا اور مال عروض اور قماش سے یعنی اسباب سے نقد نہیں تو اس کو مضارب کا وصی بیع کرے مہ اور قول اصریح یہ ہے کہ صاحب مال اور وصی مضارب دونوں کو بیع میں اختیار ہے اور اگر مضارب کا کوئی وصی نہ ہو تو فقط مالک مختار ہے یا حاکم مضارب کی طرف سے وصی مقرر کرے کہ مالک کے ساتھ بیع میں دخل کرے پھر جب مال نقد ہو جاوے تو مالک اپنا اس مال اور نفع کا حصہ لے اور مضارب کا حصہ اس کے دائیں لین کذا فی الطحاوی و لو مات رب المال نقد تبطل فی حق التصرف ولو عوضاً تبطل فی حق المسافرة لا التصرف قبل بیع بعرض و نقد اور اگر صاحب مال مرگیا اور مال نقد سے تو مضاربت باطل ہے حق تصرف میں یعنی مضارب اب اس مال سے بیع اور شرا نہیں کر سکتا اور اگر مال عروض سے نہ نقد تو مضاربت باطل ہے حق مسافرت میں یعنی مضارب اس اسباب کو سفر میں نہیں لے جا سکتا تو اس کو وطن میں اس کا بیچنا عرض اور نقد سے جائز ہے مہ اور اگر مضارب کسی شہر میں گیا تھا مال مضاربت لے کر اور وہاں خرید کی پھر صاحب مال مرگیا اور اس کو خرید نہیں موت کی پھر وہ دوسرے شہر میں مال لے گیا تو مضارب کا خرچ اس کے ذاتی مال میں محسوب ہو گا نہ مضاربت کے مال میں اور اگر مال تلف ہو گا وہ میں تو مضارب پر تاوان لازم ہو گا کذا فی الطحاوی و بالحکم بلحق المالك مرتداً اور مضاربت باطل ہے بلحق مالک مرتد کے حکم ہو جانے سے یعنی اگر مالک مرتد ہو کر دار الحرب میں جا ملا اور حاکم نے اس کے لحوق کا حکم دیا تو مضاربت باطل ہوگی اس واسطے کہ بلحق مالک مرتد موت کے مانند ہے و لہذا اس کا مال وارثوں میں بٹ جاتا ہے اور اس کے ام الولد اور مدبر کو آزادی حاصل ہو جاتی ہے کذا فی الزلیع خان و بعد بلحق مسلمة المضاربت علی حالها حکم بلحاظ ام لاعتناء سوا مالک بعد بلحق دار الحرب مسلمان ہو کر دار الاسلام میں پھر آیا تو مضاربت بحال سابق باقی ہے اس کے لحوق کا حکم ہو گیا ہو یا نہ ہوا ہو کذا فی العنایة بخلاف الوکیل لانه لا حق له بخلاف المضارب بخلاف وکیل کے اس واسطے کہ وکیل کا کچھ حق نہیں بخلاف مضارب کے یعنی اگر موکل مرتد ہوا اور اس کے لحوق کا حکم ہو گیا تو وکالت باطل ہو جاتی ہے اور موکل کے پھر مسلمان ہو کر دار الاسلام کے گئے سے وکالت ٹوڑ نہیں گرتی و لو ارتد المضارب فہی علی حالها اور اگر مضارب مرتد ہو گیا تو مضاربت اپنی حالت سابقہ پر باقی ہے مہ امام کے نزدیک مرتد کے تصرفات موقوف رہتے ہیں اس کی املاک کے توقف کے سبب سے اور مضارب کی کچھ ملک نہیں مضاربت مال میں لہذا مضاربت بحال رہتی ہے فان مات او قتل او حق بدار الحرب و حکم بلحاظ بطلت و التصرف نافذ و عمدتہ علی المالك عند الامام بچر پھر اگر مضارب مرتد ہو گیا یا مقتول ہوا یا دار الحرب میں جا ملا اور اس کے لحاق کا حکم ہو گیا تو مضاربت باطل ہوگی اور جو اس نے تصرف کیا وہ نافذ ہے نہ موقوف اور اس کی بیع اور شرا کا عمدہ مالک پر ہے امام کے نزدیک کذا فی البحر و لو ارتد المالك فقط ای ولم یحقق فتصرف ای المضارب موقوف اور اگر مالک مرتد ہو گیا فقط اور دار الحرب میں نہیں جا ملا تو مضارب کا تصرف موقوف ہے مہ یعنی اگر مالک مسلمان ہوا تو مضارب کا تصرف نافذ ہے مضاربت کے جمیع احکام میں اور ذی الزمیرہ اور مرتد سے واضح ہو کہ بعض نسخہ میں بعد عبارت یغزوتہ کے یہ عبارت زیادہ ہے لانہا لا تقبل فلا یقع سبب التلف فی حقها اور یہ سیاق عبارت سے صحیح معلوم ہوتا ہے قائم

ہونا عورت کا غیر مؤثر ہے بطلان مضاربت میں م خواہ عورت مال کی مالک ہو یا مضارب گمبہ کہ وہ مرہا وے یا دار الحرب میں ملحق ہو جاوے اور اس کے لحاق کا حکم ہو اس واسطے کہ اس کا اترداد اس کے املاک میں مؤثر نہیں تو اسی طرح اس کے تصرف میں مؤثر نہیں کذا فی المنع عن الجوزة وینعزل بعزلہ لانہ وکیل ان علم بہ بخر رجلین مطلقا اور فضولی عدلی اور رسول مینر اور مضارب معزول ہو جاتا ہے مالک کے معزول کرنے سے اس واسطے کہ وہ وکیل ہے بشرطیکہ مضارب معزول کو جانے دو مردوں کی خبر سے مطلقا خواہ وہ عادل ہوں یا فاسق یا مستور الحال یا ایک فضولی عادل یا پانچ میز کی خبر سے والا یعلم لا ینعزل اور اگر مضارب اپنے عزل کو نہ جانے تو معزول نہ ہوگا فان علم بالعزل ولو حکما موت المالك ولو حکما والمال عروض ہو ہنا ما کان خلاف جنس راس المال فالدرایم والدنایہ یجنسان یا عہا ولو نسیتہ وان نہاہ عنہا سو اگر مضارب نے اپنا عزل معلوم کیا اگر یہ عزل حقیقی نہ ہو بلکہ حکمی ہو چنانچہ مالک کا مر جانا اگرچہ موت حقیقی نہ ہو بلکہ حکمی ہو چنانچہ اترداد مال مع الحکم بالحاق یا اس کا مجنون ہونا بجنون مطبق اور حالانکہ مال عروض سے عروض سے مراد یہاں وہ ہے جو اس المال کے مخالف جنس ہو تو درایم اور دنایہ اس تقدیر میں دو جنس ہیں تو مضارب عروض کو بیخ ڈالے اگرچہ بیع ادھار ہو اگرچہ مالک نے اس کو ادھار بیچنے سے منع کر دیا ہو م جب یہاں عروض سے خلاف جنس راس المال مراد ہو تو عروض درایم اور دنایہ کو بھی شامل ہے تو اگر اس المال درایم ہوں اور مضارب نے دنایہ خرید کیے ہوں تو اس کو بیخ کر دیا ہوگا اور اسی طرح بالعکس درمیں ہے کہ جب مال عروض ہو تو عزل مالک سے مضارب معزول نہ ہوگا اس واسطے کہ اس کا حق ہے نفع میں اور نفع ظاہر نہیں ہو سکتا بدون نقد کے تو حق بیع اس کو ثابت ہوگا تا نفع ظاہر ہو جائے ثم لا یتصرف فی ثمنہا ولا فی نقد من جنس راس مالہ پھر بیع کے بعد مضارب تصرف نہ کرے عروض کے ثمن میں اور نہ اس نقد میں جو ہم جنس راس المال کی ہو ویدل خلا ذہ استحسانا لوجوب رد جنسہ ولینظر الرزح اور مبادلہ کرے خلاف جنس راس المال کا راس المال کی جنس کے اذرو تے استحسان کے بسبب وجوب رد ہم جنس راس المال کے اور تاکہ نفع ظاہر ہو م قیاس یہ ہے کہ اگر درایم ہوں تو دنایہ سے نہ بدلے و لکن عکسہ اس واسطے کہ نقد جنس واحد میں باعتبار ثمنیت کے لیکن استحسان میں یہ مبادلہ صحیح ہے اس واسطے کہ مضارب پر یہ واجب ہے کہ مثل راس المال کو پھر دے اور یہ بلا مبادلہ نہیں ہو سکتا کذا فی الدرر اور دوسرا فائدہ مبادلہ کے کا یہ ہے کہ نفع ظاہر ہو تا مالک اور مضارب دونوں اپنے حق مشروط کو پاویں ولایمک المالك فسحما فی بذہ الجالہ بل ولا تخصیص الاذن لانه معزل من وجہ نہایت اور مالک کو اختیار نہیں فسح مضاربت کا اس حالت میں یعنی جب کہ مال عروض ہو بلکہ اور تخصیص اذن کا اختیار نہیں اس واسطے کہ تخصیص اذن ایک راہ سے عزل ہے کذا فی النہایہ بخلاف احد الشرکین اذا فسح الشکرۃ وما لہا امتنعہ رخ بخلات احد الشرکین جب کہ وہ عقد شرکت کو فسح کرے اور شرکت کا مال اسباب ہونہ نقد تو فسح صحیح ہے افرقا و فی المال دیون و رخ یجبر المضارب علی اقتضاء الديون اذ ینتذرع بالاجرة جدائی ہو گئی مالک اور مضارب میں اور مضاربت کے مال میں دیون اور نفع ہے تو مضارب پر جرہو گا دیون کے تقاضا کرنے پر اس واسطے کہ مضارب اس وقت عامل باجرت ہو گا م دیون کی وجہ یہ ہے کہ مضارب نے عروض کو ثمن سے بیجا اور منہوش ثمن پر قبض نہیں کیا مضارب عامل بالاجرة اس واسطے ٹھہر کہ وہ اس صورت میں اجیر کے مانند ہے اور نفع اجرت کے مانند ہے تو ہنگام طلب کا خرچ مضارب پر ہوگا اگر دین اسی شہر میں ہو اور اگر دوسرے شہر میں ہو تو خرچ مضاربت کے مال میں ہوگا کذا فی الطحاوی والارزح لاجر لانه ینتذرتبرع اور اگر مال نفع نہ ہو تو مضارب پر تقاضائے دیون میں جبر نہیں اس واسطے کہ مضارب اس وقت میں متبرع اور محسن ہے اور محسن پر زبردستی نہیں و یومر بان یوکل المالك علیہ لانه غیر العاقد اور مضارب پر حکم ہوگا کہ مالک

کو تقاضائے دیون پر متعین اور مقرر کرے اس واسطے کہ مالک غیر عاقد سے یعنی اور حقوق عقد کے راجع نہیں ہوتے مگر عاقد کی طرف تو مالک مطالبہ دین پر قادر نہ ہوگا بلا توکیل مضارب کے وچینڈ فالوکیل با بیع والمستبضع کا لمضارب یومر ان بالتوکیل اور اس وقت میں جب کہ بیع پر جبر علی الاقتضا نہیں تو بیع کا وکیل اور مال کا لینے والا بطریق بضاعت کے مضارب کے مانند ہے دونوں کو توکیل مالک کا حکم ہوگا والسمسار یحبر علی التقاضی وکذا الدلال لانہما یعمان بالاجرة سمسار پر زبردستی ہوتی ہے تقاضائے دین میں اور اسی طرح دلال پر اس واسطے کہ وہ دونوں اجرت پر کام کرتے ہیں مسمسار یکسر اول وہ ہے جس کے پاس عروض اور حیوانات لوگوں کے جمع ہوں تا وہ اجرت لے کر بیچ دے بلا عقد اجارہ تو وہ بھی مال بالاجرة ہے اور یہ بمنزلة اجارہ صحیحہ کے سے عادت کے موافق کذا فی الدرر فروع مسئلہ ملحقہ شایح کا استوجیر علی ان بیع ویشتری لم یحبر لعدم قدرته علیہ والجمیلة ان یستاجرہ مدة للخدمة ولیستعملہ فی البیع زیلعی ایک شخص کے واسطے اس پر اجرت ٹھہرائی گئی کہ وہ بیع اور شرا کرے تو یہ جائز نہیں بسبب اس کے نہ قادر ہونے کے بیع اور شرا پر اور حیلہ اس کے جائز ہونے کا یہ ہے کہ اس کو مزدوری پر لگا دے اور نو کر رکھ لے خدمت کے واسطے مدت معین تک اور اس سے بیع کا کام لے کذا فی الزیلعی م عدم قدرت بیع اور شرا پر اس واسطے ہونی کہ خرید و فروخت تمام نہیں ہو سکتی۔ مگر غیر کی مساعدت سے یعنی بالغ اور مشتری کی مساعدت سے تو اجیر قادر نہیں اس کی تسلیم پر اور حیلہ مذکورہ اس واسطے جائز ہوا کہ عقد شامل ہے منفعت کو اور منفعت معلوم اور معین سے بیان مقاد مدت سے اور وہ قادر ہے اس کی تسلیم پر اس طرح کہ اپنی ذات کو حاضر کر دے مدت معینہ میں کذا فی الطحاوی عن الزیلعی ومانک من مال المضاربة یصرف الی الریح لانه یتبع اور جتنا تلف ہو گیا مضاربت کے مال سے وہ نفع کی طرف پھیرا جاوے اس واسطے کہ نفع تابع سے اس المال کا اور اس المال اصل سے فان زاد المالک علی الریح لم یضمن ولو فاسدة من عملہ لانه این پھر اگر مال مالک زیادہ ہو نفع سے تو مضاربت پر تاوان نہ آوے گا اگرچہ مضاربت فاسدہ ہو اور گویا مال کی ہلاکی مضارب کے عمل سے ہو اس واسطے کہ مضارب این سے یعنی این ضمن نہیں ہوتا وان قسم الریح وبقیت المضاربة ثم ملک المال او بعضہ ترا و الریح لیاخذ المالک راس مالہ وما فضل بینہما وان نقص لم یضمن لکما ورا اگر نفع بٹ گیا ہو اور مضاربت باقی ہو پھر سب مال یا بعض مال تلف ہو جائے تو دونوں شخص نفع پھیر دیں تا مالک نفع سے راس المال لے اور جس قدر نفع زاد ہو راس المال سے وہ دونوں میں مشروط کے موافق قسمت اور اگر نفع کم ہو راس المال سے تو مضارب پر تاوان نہ ہوگا بدلیل گذشتہ یعنی این پر تاوان نہیں ثم ذکر مفهوم قولہ وبقیت المضاربة فقال وان قسم الریح وفسخت المضاربة والمال فی ید المضارب ثم عقدا ما قملک المال لم ترا و ا وبقیت المضاربة لانه عقد جدید وی الجمیلة النافعة للمضاربة پھر مصنف نے اپنے قول وبقیت المضاربة کا مفہوم ذکر کیا سو کہا اور اگر نفع بٹ گیا اور مضاربت فسخ ہو گئی اور مال مضارب کے ہاتھ میں ہے پھر دونوں نے مضارب کو منعقد کیا پھر مال ہلاک ہو گیا تو دونوں نفع سابق کو نہ پھیر دیں گے اور مضاربت ثانیہ باقی رہے گی اس واسطے کہ وہ عقد جدید سے اور حیلہ نافع سے مضاربت کے واسطے م یعنی اگر مضارب ڈرے استر واد نفع سے بعد قسمت کے بسبب ہلاک ہونے راس المال کے تو اس کی تدبیر یہ ہے کہ فسخ مضاربت کر کے مضاربت جدید عقد کر لے اور اگر مال تقاضا کو مضارب نے مالک کو دیا ہو تو بطریق اولی نفع مسترد نہ ہوگا اور زیلعی نے جو تسلیم مال کی قید لگائی حیلہ مذکورہ میں سوائے اتفاق سے کذا فی الطحاوی فصل فی المتفرقات یہ فصل سے مسائل متفرقة مضاربت میں المضاربة لا تفسد بدفع کل المال او بعضہ تقييد البایة بعض

سہ اہل ہند اس کو اڑتیرہ کہتے ہیں ۱۲

اتفاقی عنایہ الی المالك بضاعة لامضاربة لما مضاربت فاسد نہیں موقی مالک کو تمام مال یا بعض مال کے دینے سے بطریق بضاعت کے نہ بطور مضاربت بدیل گذشتہ شارح نے کہا بدایہ کی تفسیر دفع بعض مال کی اتفاقی سے کذا فی العنایہ ہم بضاعت سے یہاں استعانت مراد سے اس واسطے کہ البضاعة حقیقی یہاں متحقق نہیں کیونکہ بضاعت حقیقی میں سب نفع صاحب مال کا ہوتا ہے اور یہاں ایسا نہیں اور اگر مضارب مالک کو بطریق مضاربت کے دے گا تو مضاربت ثانیہ باطل ہوگی نہ مضاربت اولیٰ وجہ بطلان یہ ہے کہ شے اپنے مانند کو متضمن نہیں موقی کذا فی الطحاوی وان اخذه ای المالك المال بغیر المضارب باع واشتری بطلت ان کان راس المال نقدا لانه عامل لنفسه اور اگر مالک نے مضاربت کا مال بدون امر مضارب کے لے کیا اور بیع اور شرا کی تو مضاربت باطل ہوگی اگر راس المال نقد ہو اس واسطے کہ مالک اپنی ذات کے واسطے عامل ہو م بسو ط میں خلاصہ یہ ہے کہ جس تصرف کا مضارب مستحق ہو اس طرح پر کہ صاحب مال اس کے منع کرنے پر مالک نہیں تو صاحب مال اس تصرف میں مضارب کا معین ٹھہرے گا خواہ مضارب کے امر سے کرے یا بدولت امر کے اور جس تصرف کے منع کرنے پر صاحب مال قادر ہے تو صاحب مال اس تصرف میں لنفسیے مگر یہ تصرف باذن مضارب ہو تو اس وقت میں معین ٹھہرے گا کذا فی الطحاوی وان صار عرضا لالان النقص الصريح جینئذ لا یعمل فهذا اولیٰ عنایہ اور اگر مال مضارب عرض ہو گیا تو مضاربت باطل نہ ہوگی تصرف مذکور سے کہ اس وقت میں مالک کا نقص صریح بطلان مضاربت میں عمل نہیں کرتا تو یہ نقص غیر صحیح بطریق اولیٰ عمل نہ کرے گا کذا فی العنایہ تم ان باع بعرض بقیت وان بقدر بطلت لما مر پھر اگر مالک نے عرض کو بعبوض عرض کئے بیجا تو مضاربت باقی ہے اور اگر عبوض نقد کے بیجا تو مضاربت باطل ہوگی بدیل گذشتہ یعنی وہ اب عامل لنفسیے ہو گیا و اذا سافر و لو یوما قطعاً و شراباً و کسوتاً و رکوباً بفتح الراء یارب و لو کراء و کل ما یحتاجه عادة ای فی عادة التجار بالمعروف فی مالہا اور جب کہ مقنا نے سفر کیا یعنی تجارت کے واسطے اگرچہ ایک ہی دن کا سفر ہو تو اس کا کھانا اور پینا اور سواری بطور کرایہ ہو اور جس چیز کی مضارب کو حاجت ہو تجارت کی عادت میں دستور کے موافق مضارب کے مال میں سے شارح نے کہا رکوب بفتح عبارت سے اس سے جس پر سواری کی جائے سفر سے یہاں تین دن کا سفر شرعی مراد نہیں بلکہ جب اتنا شہر سے باہر نکلے کہ رات تک اپنے گھر میں نہ آسکے تو سفر متحقق ہوگا امور محتاج الیہا جیسے کپڑوں کی دھلائی اور چراغ کا تیل اور ایندھن اور خدام اور حمام اور جلاق کی اجرت اس واسطے کہ آدمی طول الشعر میلے کچیلے کپڑے والا منسلوں میں شمار کیا جاتا ہے تو خرید و فروخت کا معاملہ اس سے کم تر ہوگا دستور کی قید اس واسطے لگائی کہ مقبول خرجی کرے گا تو بقدر زیادت مضارب پر لازم آوے گا مضارب مذکورہ مضاربت کے مال سے اس واسطے مقرر ہوئے کہ اس نے اپنی ذات کو تجارت میں مصروف کیا اور کہیں گئے آنے جانے سے بند ہو تو بعبوض اس احتیاس کے اس کا نفقہ لازم آیا جیسا نفقہ قاضی کا بیت المال سے اور عورت کا مرد پر ہے بعلت احتیاس کے لوصیحة لا فاسدة لانه اجیر فلانفقہ مستبضع وویل وشریک کافی و فی الاخیار خلاصہ نفقہ مضارب کا سفر میں مضاربت کے مال میں سے اگر مضاربت صحیحہ ہو اور اگر مضاربت فاسدہ ہو تو مضارب مزدور کے مانند ہے تو اس کا نفقہ نہیں مانند مستبضع اور ویل اور شریک کے کذا فی الکافی اور اخیر میں اختلاف ہے ہم کافی میں شریک کا عدم وجوب نفقہ مذکور ہے اور نہایہ میں وجوب مصرح ہے اور ابن ملک کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ عدم وجوب معتد سے اس واسطے کہ اس نے نقل کیا ہے کہ وجوب نفقہ محمد سے مروی ہے کذا فی الطحاوی وان عمل فی المصر سواء ولد فیہ او اتخذه داراً فنفقہ فی مالہ کدوانہ علی الظاہر اور اگر مضارب نے شہر میں کام کیا خواہ اس شہر میں مضارب پیدا ہوا ہو یا وہاں پہنچا ہو گھر بنا کر تو اس کا خرچ اس کے مال میں سے چنانچہ اس کی دوا علاج

کا خرچ اس کے مال میں سے بنا برضا ہر ذنب م علان کا خرچ مال مضاربت میں نہیں نہ سفر میں نہ حضر میں اس واسطے کہ مرض عارضی امرے گائے موتیے اور گائے نہیں مبسوط میں سے کہ حجرت یعنی پکھنے اور سینگی اور سرہم علان میں داخلے اما اذا نوى الاقامة بمصر ولم يتخذ داراً فلانفقة ابن ملك ما لم يأخذ مالا لانه لم يحتسب بالها اور جب کہ مضارب نے ایک شہر کی اقامت کی نیت کی اور اس کو وطن نہیں قرار دیا تو اس کا نفقہ بے مضاربت کے مال میں کذا ذکرہ ابن ملک جب تک کہ اس نے مال نہیں لیا اس واسطے کہ وہ مالی مضاربت کے سبب محتسب نہیں ہوا م شہر مذکور میں نفقہ اس وقت تک سے جب تک اس کو وہاں مال نہ دیا گیا ہو اور اس نے اس شہر سے سفر نہ کیا ہو مبسوط میں ہے اور اگر مضارب کو مال دیا گیا اور مالک اور مضارب کو نے میں ہیں اور کو فہ مضارب کا وطن نہیں تو مضارب اپنی ذات پر مال مضاربت سے صرف نہ کرے اس واسطے کہ اس کی اقامت کرنے میں مضاربت کے سبب سے نہیں تو مستوجب نفقہ نہیں جب تک وہاں سے باہر نہ جاوے سو اگر کو نے سے نکلا اور اپنے وطن میں گیا اور پھر کو نے میں تجارت کے واسطے آیا تو اب کو فہ میں مال مضاربت سے اپنی ذات پر خرچ کرے اس واسطے کہ اس کا کو نے میں رہنا مستعار تھا سو وہاں سے سفر کر جانے سے وطن مستعار بھی دود ہو گیا اتنی مختصر اور یہ جو شارح نے کہا کہ اس کا نفقہ بے جب تک اس نے مال نہیں لیا اس سے نکلتا ہے کہ جب مال لے گا اور کو نے میں رہے گا تو اس کو نفقہ نہ ملے گا اور حالانکہ ایسا نہیں ہے اور شاید کہ شارح یہ سمجھتا ہے منخ الغفار کی اس عبارت سے (قلوا اخذ مالا بالكوفة وبمن اهل البصرة وكان قدم الكوفة مسافرا فلان نفقته له انتہی) اور مقصود اس عبارت سے وہی ہے جو مبسوط سے ہم نے نقل کیا کذا فی الطحاوی ولو سافر باله وما لها او خلط باذن اوبالین لرجلین انفق بالحصه و اذا قدم رد ما بقی مجمع ولھین الزائد علی المعروف اور اگر مضارب اپنا مال اور مضاربت کا مال سفر میں لے گیا یا اپنا مال مضاربت کے مال میں ملا یا مالک کے اذن سے یا دو مردوں کے دو مال لے گیا تو اپنی ذات پر حصہ رسد صرف کرے اور جب سفر سے آوے تو جو باقی رہ گیا طعام اور لباس سے اس کو پھیر دے اور جس قدر زیادہ صرف کیا ہو دستور سے اس کا تاوان دے م خلط مال بالاذن سے مضارب شریک ہو گیا مالک کا اور شریک اپنی ذات پر مال شرکت سے صرف نہیں کرتا بقول راجح اس اعتراض کو میں نے بعض حواشی میں دیکھا ہے کذا فی الطحاوی ولو انفق من مالہ لیصح فی مالہ ذلک ولو یک لم یصح علی المالك اور اگر مضارب نے اپنے مال سے اپنے مصارف سفر میں صرف کیا تاکہ مجرا کر لے مضاربت کے مال میں تو یہ اس کو جائز ہے اور اگر مال مضارب کا تلف ہو گیا تو اس سے مالک سے نہیں لے سکتا و یاخذ المالك قدراً من نفقة المضارب من راس المال ان كان ثمة ربح فان استوفاه وفضل شیء من الریح اقتسامہ علی الشرط لان ما انفق یجعل كالمالك والمالك یصرف الی الریح كما مر اور مالک اتنا نفع سے لے جتنا مضارب خرچ کر چکا ہے راس المال سے اگر وہاں نفع موجود ہو سو اگر مالک نے راس المال پورا کر لیا نفع سے لے کر اور کچھ نفع زیادہ بچا تو مالک اور مضارب دونوں شرط کے موافق بانٹ لیں اس واسطے کہ جو مضارب نے خرچ کیا وہ مالک کے مانند ٹھہرایا جاتا ہے اور راس المال مالک نفع کی طرف پھیرا جاتا ہے چنانچہ نذر ہو چکا وان لم یظہر ریح فلا شیء علیہ ای المضارب اور اگر نفع نہ ظاہر ہو تو مضارب پر کچھ نہیں یعنی راس المال کے کم ہو جانے سے اس پر تاوان نہیں وان باع المتاع مارجحہ محسوب ما انفق علی المتاع من العمل واجرة السمار والقصار والصبان ونحوہ مما عتیقہ وبقول البائع قائم علی بکذا اور اگر متاع کو بطریق مباححت کے بیچے تو اس کو حساب کر لے جو اس نے متاع پر خرچ کیا از قسم صرف بار برداری کے اور دلال اور دھونی اور رنگ ریز کی اجرت کے اور مانند اس کے

۱۲ پس اگر مال کو نے میں لیا حالانکہ وہ اہل بصرہ سے ہے اور کو نے میں مسافر نہ آیا تو اس کو نفقہ نہیں ملے گا ۱۲

مصارف جن کے ملینے کی سوداگروں میں عادت ہے اور بائع یوں کہے کہ یہ چیز مجھ کو اتنے میں پڑی ہے یعنی اس قدر کی خرید نہتاوے تاکہ دروغ نہ ہو و کذا یضم الی راس المال ما یوجب زیادة فیہ حقیقۃ او حکما او اعتادہ التجار کاجزۃ المسماہ بنذہ الاصل نہایت اور اسی طرح ملائی جاوے اس المال کی طرف وہ چیز جو اس المال میں موجب ہو زیادتی کی حقیقۃ یا حکمایا اس کے ملانے کی سوداگروں میں عادت ہو جیسے دلال کی مزدوری یہی قاعدہ کلیہ ہے راس المال کے ساتھ ملانے کا کذا فی النہایت ہم زیادت حقیقی کی مثال چنانچہ رنگ اور نیا حکمی کی مثال جیسے شوب کپڑے کا لا یضم ما انفقہ علی نفسه لعدم الزیادۃ والعادة نہ ملاوے راس المال کے ساتھ بیع المرابحہ میں جو مضاربتے اپنی ذات پر صرف کیا بسبب عدم زیادت اور عدم عادت تجارت کے ہم کتاب المرابحہ میں مذکور ہو چکا کہ ملانے میں عادت تجارت کا اعتبار ہے تو اگر مصارف مضاربت کے ملانے کی عادت ہو تو ملاوے اور نہیں تو نہیں مضاربت بالنصف شرعی بالقہا بزرا ای ثابا باعہ یا لفین و شرعی بہما بعد افضا عافی یدہ قبل نقدہما لبا یبع العبد غرم المضاربت نصف الرزح ربعہما وغرم المالك الباقی نصف منفعت کے مضاربت نے مصاربت کے ہزار درم سے کپڑے کے تھان خرید کیے اور ان کو دو ہزار درم سے بیچا اور انھیں دو ہزار سے ایک غلام خرید کیا سود دونوں ہزار مضاربت کے ہاتھ میں تلف ہو گئے بائع غلام کو دینے سے پہلے تو مضاربت نصف نفع یعنی دو ہزار کی چوتھائی کا تاوان دے اور مالک باقی کا یعنی دو ہزار کے تین ربع کا تاوان دے مہ جب کہ مال ایک ہزار سے دو ہزار ہو گیا تو نفع مال میں ظاہر ہوا ایک ہزار کا وہ دونوں میں نصف نصف ہو گیا تو مضاربت کو اس میں سے پانچ سو پہنچے پھر جب دو ہزار کو غلام خرید کیا تو غلام مشترک ہو گیا دونوں میں تو چوتھائی غلام مضاربت کا ہوا اور تین چوتھائیاں مالک کی ہوئیں پھر جب دو ہزار تلف ہو گئے قبل ادا کرنے غلام کے تو دونوں پر بقدر ملک غلام تاوان لازم آیا اس کے ثمن کا تو چوتھائی مضاربت پر پڑی یعنی پانچ سو اور تین چوتھائیاں مالک پر یعنی ڈیڑھ ہزار و یصیر ربع العبد ملک المضاربت خارجا عن المضاربت لکن نہ مضمونا علیہ و مال المضاربت امانہ و بینہما تناف و باقیہا بائع اور چوتھائی غلام کا مملوک مضاربت کا خارج ہو جائے گا مضاربت کے مال سے اس واسطے کہ چوتھائی کا تاوان اس پر ہے اور مضاربت کا مال امانت ہے اور تاوان اور امانت میں تنافی یعنی ضد ہے اور باقی تین چوتھائیاں مال مضاربت کی ہیں مہ خلاصہ یہ ہے کہ جب مضاربت کے حصے پر تاوان آیا تو وہ مضاربت میں داخل نہ رہا کیونکہ مضاربت میں تاوان نہیں ہوتا اور مالک کا حصہ مضاربت میں داخل سے بسبب عدم تنافی کذا فی الدرر راس المال جمیع ما وقع المالك و هو القان و خمس امانہ اور راس المال یعنی وہ سب مال جو مالک نے دیا ڈھائی ہزار ہے مہ اس واسطے کہ مالک نے اول ہزار درم دیے یعنی جس سے کپڑا خرید ہوا تھا پھر ڈیڑھ ہزار دیے یعنی ثمن غلام کے تاوان میں کذا فی شرح الوقایہ و لکن ربع المضاربت فی بیع العبد علی الفین فقط لانه شرہا بہا و لیکن غلام کی بیع میں مضاربت فقط ڈو ہی ہزار بیع بطریق مرابحہ کرے اس واسطے کہ اس نے غلام کو دو ہی ہزار سے خرید کیا مہ یعنی یوں نہ کہے کہ یہ غلام ڈھائی ہزار کو مجھے پڑا اس واسطے کہ خرید ڈو ہی ہزار پر واقع ہوئی تو اس تاوان کو نہ ملاوے جو بسبب ہلاک ہو جانے دو ہزار کے واقع ہوا کذا فی شرح الوقایہ و لو بیع العبد لضعفہا باریبۃ الاف فخصتہا ثلثۃ الاف لان ربعہ للمضاربت اور مسئلہ سابقہ میں اگر غلام دو ہزار کے دو چند یعنی چار ہزار کو بیچا گیا تو مضاربت کا حصہ تین ہزار سے اس واسطے کہ چار ہزار کی چوتھائی یعنی ایک ہزار مضاربت کا حصہ ہے و الرزح منہا نصف الالف بنہما لان راس المال القان خمس مائۃ اور من جلد تین ہزار کے پانچ سو منفعت کے مالک اور مضاربت میں مقسوم ہوں گے اس واسطے کہ راس المال ڈھائی ہزار ہے مہ یعنی جب تین ہزار سے ڈھائی ہزار راس المال کے نکل گئے تو پانچ سو باقی رہے وہی نفع پھر اسود دونوں میں بموجب شرط کے نصف

نصف ہوگا ولو شری من رب المال بالف عبد اشترى من رب المال بنصفه راج بنصفه وكذا عكسه لانه وكيد ومنه علم جواز شراء المالك من المضارب وعكسه اور اگر مضارب نے مالک سے ہزار کو وہ غلام خرید کیا جو مالک نے پانچ سو کو لیا تھا تو مضارب اس کی بیع بطور مرابحہ پانچ سو سے کرے اور اسی طرح اگر مالک مضارب سے خرید کرے تو مضارب کی خرید پر مرابحہ کرے اس واسطے کہ مضارب وکیل سے مالک کا اور اس قول سے معلوم ہو اجازت ہونا مالک کی خریداری کا مضارب سے اور مضارب کا مالک سے مگر اگرچہ مضارب نے ہزار کو خرید کیا لیکن مرابحت نہ کرے مگر پانچ سو سے اس واسطے کہ بیع مالک کی مضارب سے ایسی ہے جیسے اپنی ذات سے اس واسطے کہ وہ اس کا وکیل ہے تو ہر چیز بیع مذکور جائز ہے لیکن اس کا شبہ ہے عدم جواز کا اور مرابحت کی بنا امانت اور دیانت پر ہے تو اقل ثمنین کو اعتبار کرنا چاہیے کذا فی الدرر شرح الوقایہ ولو شری بالقبض عبد اقيمة الفان فقتل العبد رجلا خطأ فثلثة ارباع الفداء علی المالك ورابعه علی المضارب علی قدر ملکها اور اگر مضارب کے ہزار درم سے وہ غلام خرید کیا جس کی قیمت دو ہزار ہے سو اس غلام نے ایک مرد کو خطا سے مار ڈالا تو فدائے غلام کی تین چوتھائیاں مالک پر ہیں اور چوتھائی اس کی مضارب پر ہے دونوں کے ملک کے بموجب مگر یہ اس صورت میں ہے جب کہ مالک اور مضارب غلام قاتل کا دنیا اولیائے مقتول کو قبول نہ کریں اور خون بہا دنیا قبول کریں مضارب کی ملک چہارم اس واسطے ہوئی کہ اس مال ہزار تھا اور غلام بالفعل دو ہزار کا ہے تو نصف نفع مضارب کا مگر اربعہ پانچ سو اور وہ چہارم سے دو ہزار کا والعبد یخدم المالك ثلثة ایام والمضارب یؤم الخ ووجه عن المضاربة بالقدرا المتعاقی کما اور غلام خدمت کرے مالک کی تین دن اور مضارب کی ایک دن بہ سبب خارج ہو جانے غلام کے مضاربیت کے مال سے فدیہ دینے کے سبب سے بعلت منافات یعنی تاوان اور مضاربیت میں تبایں سے چنانچہ مذکور ہو چکا مگر وجہ خروج یہ ہے کہ قاضی بانقسام قدر متضمن سے انقسام عبد کو اور مضاربیت منتهی ہو جاتی ہے قسمت سے کذا فی المصدر الشرعیة ولو اختار المالك الدفع والمضارب الفداء فله ذلك لتوهم الریح حیث نہ اور اگر مالک غلام کا دے ڈالنا اور مضارب فدیہ دینا اختیار کرے تو یہ اس کو جائز ہے بسبب متوہم منفعت کے اس وقت میں مگر اس علت کا محل وہ ہے جس میں غلام کی قیمت ہزار ہو اور یہاں تو دو ہزار قیمت ہے تو یہاں نفع ظاہر سے نہ موموم کذا فی الطحاوی المختصر او تمامہ فیہا شترى بالقبض عبدا وبلغ الثمن قبل النقد للبايع لم یضمن لانه انین بل دفع المالك للمضارب القا آخری ثم وثم ای کل مالک دفع آخری الی غیر نہایت مضارب نے مضاربیت کے مال سے ایک ہزار کو غلام خرید کیا اور ثمن اس کا تلف ہو گیا قبل ادا کرنے بائع کے تو مضارب پر تاوان نہیں اس واسطے کہ وہ این ہے اور این ضمن نہیں ہوتا بلکہ مالک مضارب کو ایک ہزار اور دے پھر اور دے پھر اور دے یعنی جتنے بار ثمن تلف ہو جائے اور ہزار دیا جائے بلاحد معین ورا اس المال جمیع دفع اور اس المال کل مال مدفوع ہے مگر دو بار ثمن دیا تو دو ہزار اس المال سے اور اگر دس ہزار اس المال سے تو مضارب کو نفع نہ ملے گا جب تک تمام اس المال مالک کو نہ پہنچے گا لیکن بیع مرابحہ نہ ہوگی مگر فقط ہزار پر کا تقدم بخلاف الوکیل لان یدہ ثانیاً ید استیفاء لا امانت بخلاف وکیل کے اس واسطے کہ دوبارہ قبضہ وکیل کا قبضہ استیفاء سے نہ قبضہ امانت کا مگر حاصل مقام یہ ہے کہ وکیل نے جب قبضہ ثمن کیا بعد خرید کے پھر ثمن ہلاک ہو گیا تو رجوع نہیں یعنی مالک سے دوبارہ نہیں لے سکتا اور اگر قبل خرید موکل نے اس کو ثمن دیا پھر وہ تلف ہو گیا تو ایک بار موکل سے اور لے سکتا ہے اس واسطے کہ مدفوع قبل شرا امانت سے اس کے ہاتھ میں تو بعد ہلاک امانت ایک بار رجوع ہے پھر رجوع نہیں تو شارج کا قول اس صورت پر محمول ہے جب کہ موکل نے ثمن قبل خرید کے دیا اس واسطے کہ



بعد شرک کے دینے میں تو اصل شروع نہیں تلف ہونے کے بعد کذا فی الطوطا وی معہ القان فقال للمالک وقعت الی الفاویجحت الفا  
وقال المالک وقعت الفین فالقول للمضارب لان القول فی مقدار المقبول بلقا بن اینا او ضمینا کا لو انکرہ اصلا مضارب کے پاس  
دو ہزار میں سو اس نے مالک سے کہا کہ تو نے مجھ کو ہزار دیے اور میں نے نفع میں ایک ہزار حاصل کیے اور مالک نے کہا کہ میں نے تجھ کو دو  
ہزار دیے تو مضارب کا قول مقبول ہوگا اس واسطے کہ مقدار مقبوض میں قابض کا قول مقبول ہے خواہ قابض امین ہو یا ضمین چنانچہ  
مضارب اگر بالکل قبض کا منکر ہو تو مضارب ہی کا قول مقبول ہوگا ولو کان الاختلاف مع ذلک فی مقدار الرزح فالقول لرب المال  
فی مقدار الرزح فقط لانه لیتفاد من جہتہ اور اگر اس کے ساتھ یعنی اس المال کے اختلاف کے ساتھ نفع کی بھی مقدار میں اختلاف ہو تو صاحب  
مال کا قول مقبول ہے فقط منفعت کی مقدار میں اس واسطے کہ نفع کی مقدار حاصل ہوتی ہے مالک کی جہت سے یعنی اس کے معین کر  
دینے سے نفع معین ہوتا ہے نصف یا ثلث اور وہ منکر سے زیادت کا تو اسی کا قول مقبول ہوگا م مقدار اس المال اور مقدار نفع کے  
اختلاف کی یہ صورت ہے کہ مالک نے کہا کہ اس المال دو ہزار تھا اور میرے واسطے میں نے ثلث نفع شرط کیا اور مضارب نے کہا کہ اس المال  
ہزار تھا اور تو نے میرے واسطے نصف نفع شرط کیا فقط کی قید سے معلوم ہوا کہ مقدار اس المال میں مضارب ہی کا قول مقبول ہوگا نہ کہ  
مالک و ایہا اقام بئیتہ لقبیل اور مالک اور مضارب میں سے جو شخص اپنے دعوی پر گواہ لاوے گا تو مقبول ہوگا و ان اقاما فالبئیتہ بئیتہ  
رب المال فی دعواہ الزیادۃ فی راس المال و بئیتہ المضارب فی دعواہ الزیادۃ فی الرزح اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو مقبول  
گواہی رب المال کی گواہی ہے زیادت راس المال کے دعوی میں اور مضارب کی گواہی مقبول ہے زیادت نفع کے دعوی میں یعنی اس  
واسطے کہ بئیتہ اثبات زیادت کے واسطے ہے قید الاختلاف بكونہ فی المقدار لانه لو کان فی الصفتہ فالقول لرب المال فلذا قال معہ الف  
فقال ہو مضاربتہ بالنصف وقد رزح الفا وقال المالک ہو بصاعۃ فالقول للمالک لانه منکر مصنف نے مقدار کے اختلاف کی  
قید لگائی اس واسطے کہ اگر اختلاف صفت میں ہوگا تو وہاں مالک کا قول مقبول ہوگا تو اسی واسطے مصنف نے کہا کہ ایک مضارب کے  
پاس ہزار ہیں سو اس نے کہا کہ وہ میرے پاس نصفانصاف مضاربت کے طور پر ہیں اور مضارب نے ہزار منفعت میں حاصل کیے ہیں اور  
مالک نے کہا کہ وہ ہزار بطریق بصاعت کے ہیں نہ بطریق مضاربت کے تو مالک ہی کا قول مقبول ہوگا کیونکہ وہ منکر سے مضاربت کے  
دعوی کا و کذا لو قال المضارب ہی قرض وقال رب المال ہی بصاعۃ او ودیعتہ او مضاربتہ فالقول لرب المال والبئیتہ بئیتہ  
المضارب لانه یدعی علیہ التملیک والمالک نیکر اور اسی طرح اگر مضارب نے کہا کہ ہزار میرے پاس بطور قرض کے ہیں اور مالک نے کہا کہ  
کہ وہ بصاعت میں یا ودیعت میں یا مضاربت میں تو صاحب مال کا قول مقبول ہوگا اور برہان مقبول تو مضارب کی برہان سے اس واسطے  
کہ مضارب مالک پر تملیک کا دعوی کرتا ہے اور مالک تملیک کا منکر ہے م جب اس نے قرض کا دعوی کیا تو وہ مال کا مالک ٹھہرا مالک کی  
تملیک سے تو اب سب نفع قابض ہی کا ٹھہرے گا اور دعوی بصاعت یا ودیعت یا مضاربت میں اس کا انکار سے طوطا وی نے کہا کہ اگر  
بجائے مضارب واضح ید کہتا تو بہتر ہوتا اس واسطے کہ مسئلہ بصاعت اور ودیعت میں مالک اور واضح ید دونوں عدم مضاربت پر متفق  
ہیں و اما لو ادعی المالک القرض والمضارب المضاربتہ فالقول للمضارب لانه ینکر الضمان و ایہا اقام البئیتہ قبلت اور اگر مالک قرض  
کا دعوی کرے اور مضارب مضاربت کا تو مضارب کا قول مقبول ہے اس واسطے کہ منکر ہے تاوان کا اور دونوں میں سے جو گواہ قائم کرے  
گا مقبول ہوں گے م دعوی مضاربت میں ضمان کا انکار ہے اس واسطے کہ بار بار مذکور ہو چکا کہ مضارب امین ہے نہ ضمین اور مالک مدعی

ضمان سے اور قول تو منکر کا قول سے وان اقاما بینه فی بنۃ رب المال اولی لانہا اکثر اثباتا اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو صاحب مال کے گواہ مقدم ہیں اس واسطے کہ ان میں زیادہ تراثبات سے ہم زیادت اثبات کی وجہ سے کہ مالک کی برہان سے مضارب پر ضمان بدل قرض ثابت ہوتا ہے واما الاختلاف فی النوع فان ادعی المضارب العموم والاطلاق وادعی المالك الخصوص فالقول للمضارب بتمسکہ بالاصل اور نوع کے اختلاف میں تو اگر مضارب عموم تجارت یا اطلاق کا دعویٰ کرے اور مالک خصوص کا دعویٰ کرے تو مضارب کا قول مقبول ہے بسبب پکڑنے مضارب کے اصل کو مطلق کی یہ صورت سے کہ مضارب کہے مالک سے کہ تو نے مجھ کو تری اور خشکی دونوں سفر کی اجازت دی تھی اور مالک خصوص کا دعویٰ کرے اس طرح کہ میں نے فلاں قسم کی تجارت کی اجازت دی یا خشکی کے سفر کی اجازت دی نہ تری کی یا بالکس اور مضاربت میں عموم اور اطلاق اس واسطے اصل ہے کہ مضاربت سے مقصود تحصیل منفعت ہے اور اس کے مناسب عموم اور اطلاق سے نہ خصوص و لو ادعی کل نوعا فالقول للمالك والبنیۃ للمضارب فیقیمہا علی صحۃ تصرفہ ولیزمہا علی الضمان اور اگر ہر شخص ایک ایک قسم تجارت کا دعویٰ کرے تو مالک کا قول مقبول ہے اور گواہ مضارب کے تو مضارب گواہ قائم کرے اپنے تصرف کی صحت پر اور اس کو نفی تاوان لازم ہے ہم یہ جواب سے اس سوال مقدر کا جو صاحب ہدایہ پر وارد ہوتا ہے تقریر سوال یہ ہے کہ گواہ اثبات کے واسطے ہوتے ہیں نہ نفی کے واسطے عنایہ میں جواب اس کا دیا کہ یہ نفی پر گواہی نہیں بلکہ اپنے تصرف صحیح ہونے پر گواہی لایا ہے اور جب اس کا تصرف صحیح ہوا تو اس پر تاوان لازم نہ آیا و لو وقت البینات قضی بالمتاخرۃ والافنیۃ المالك اور اگر بینات نے تعیین وقت بیان کیا تو بنیۃ متاخرہ پر حکم ہوگا اور نہیں تو بنیۃ مالک پر مبنیۃ متاخرہ پر اس واسطے حکم ہوگا کہ شرط اخیر شرط اول کو توڑتی ہے اور عدم قیمت کے تحت میں دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ اصلاً وقت بیان نہ ہو دوسرے یہ کہ فقط ایک کے گواہ وقت بیان کریں فروغ مسائل لمحہ شارح کے دفع الوصی مال الصغیر الی نفسہ مضاربتہ جاز وقیدہ الطرسوسی بان لا تجعل الوصی لنفسہ من الرزق اکثر ما يجعل لامثاله وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ وحنی نے صغیر کا مال اپنی ذات کو دیا بطریق مضاربت کے تو جائز ہے اور طرسوسی نے اس جواز میں یہ قید لگائی ہے کہ وصی اپنے واسطے اس سے زیادہ تر نفع نہ ٹھہراوے جو اپنے ہم سروس کے واسطے ٹھہراتا اور پورا بیان اس کا وہبانیہ کی شرح میں ہے وہبانیہ مضارب ولم یوجد مال المضاربتہ فیما خلف عادونیا فی ترکۃ اور شرح وہبانیہ میں سے کہ مضارب مرگیا اور مضاربت کا مال پایا نہیں گیا اس مال میں جو وہ چھوڑ گیا تو مضاربت کا مال دین ٹھہرے گا اس کے متروکے میں ہم اور یہی حکم ہے مودع اور مستعیر کا اور جس شخص کے پاس مال امانت ہو اور وہ مرجائے قبل بیان کے اور امانت بعینہا معلوم نہ ہو تو اس پر دین ثابت ہوگا اس کے متروکے میں اس واسطے کہ وہ تجمل یعنی بیان نہ کر دینے سے مستہلک ٹھہرا اور اگر اس کے وارث ملاکی مال کا دعویٰ کریں یا کہیں کہ مورث ہمارا صاحب مال کو تسلیم کر چکا ہے تو ان کی تصدیق نہ ہوگی کذا فی الطحاوی اور پورا بیان اس کا کتاب الودیۃ میں آوے گا و فی الاختیار دفع المضارب شیئا للعائش لیکف عنہ ممن لانہ لیس من امور التجارۃ لکن صرح فی مجمع الفتاویٰ بعدم الضمان فی زماننا قال وکذا الوصی لانہما یقصدان الاصلاح ویحییٰ آخر الودیۃ اور اختیار میں سے کہ مضارب نے کچھ مال دیا بطریق رضوت کے عائشہ کو یعنی پر مٹ والے کوتا وہ اس سے باز ہے تو مضارب پر ضمان لازم ہوگا اس واسطے کہ اس طرح کا دینا تجارت کے امور سے نہیں ہے لیکن مجمع الفتاویٰ میں عدم تاوان مصرح ہے ہمارے زمانے میں صاحب مجمع الفتاویٰ نے کہا اور اسی طرح وصی پر ضمان نہیں اس واسطے کہ مضارب اور وصی اس دینے کو اصلاح مال کا کہتے ہیں اور عنقریب آوے گا کتاب الودیۃ کے آخر میں و فیہ لوشریٰ بالہا متاعا فقال انا امسکہ حتی اجد ربی کثیر اولاد المالك

فان فی المال ربح اجبر علی بیوعہ لعلہ باجر کما مر الا ان یقول للمالک اعطیک راس المال و حصتک من الریح فبحر المالک علی قبول ذلک اور مجمع الفتاویٰ میں ہے کہ اگر مضارب نے مضاربتہ کے مال سے تجارت کا اسباب خرید کیا سو مضارب بولا کہ میں اس کو رکھ چھوڑوں گا یہاں تک کہ نفع کثیر پاؤں گا اور مالک نے اس کے بیع کا ارادہ کیا تو اگر مال میں منفعت ہو تو مضارب پر زبردستی ہوگی اس کی بیع پر اس واسطے کہ مضارب کو اپنے عمل کی اجرت معلوم اور یقین سے چنانچہ مذکور ہو چکا مگر یہ کہ مضارب مالک سے کہے کہ میں تجھ کو راس المال اور تیرے حصے کی منفعت دوں گا تو اب مالک پر زبردستی ہوگی اس کے قبول کرنے پر وہ فی البزازیہ دفع الیہ الفان نصف ما بہتہ و نصف ما مضاربتہ نہتک لیضمن حصۃ البیتہ انتہی اور بزازیہ میں ہے کہ مالک نے مضارب کو ہزار درم دیے پانچ سو لپٹریق بہتہ کے اور پانچ سو لپٹریق مضاربت کے پس تلف ہو گئے ہزار درم تو مضارب پر حصہ بہتہ کا تاوان لازم آوے گا انتہی کلام البزازیہ م حصہ مضاربت کی ہلاکی میں اس واسطے تاوان نہیں کہ وہ امانت سے اور حصہ بہتہ میں اس واسطے تاوان ہے کہ بہتہ فاسد ہے اس واسطے کہ بہتہ مشاع سے محتمل القسمہ میں تو موبوب لہ اس کا مالک نہ ٹھہرا تو اس پر تاوان لازم ہوا قلت و المفتی بہ انہ لا ضمان مطلقاً فی المضاربتہ لانہا امانتہ و لانی البیتہ لانہا فاسدہ و می تمک بالقبض علی المعتمد المفتی بہ کا یہی قضا ضمان فیہا وہ لیضعف قول وہیانیہ ۵۰ وادو عشر اعلیٰ ان خمسہ بہ بہتہ فاستہلک الخمس بخبرہ میں کہتا ہوں قول مفتی بہ یہ ہے کہ مسئلہ مذکورہ میں مطلقاً تاوان نہیں نہ مضاربت میں اس واسطے کہ وہ امانت ہے اور نہ بہتہ میں اس واسطے کہ بہتہ فاسد ہے اور وہ مملوک ہو جاتی ہے قبض کر لینے سے بنا بر قول معتمد مفتی بہ کے چنانچہ اس کا بیان آوے گا کتاب البیتہ میں تو بہتہ فاسدہ میں تاوان نہیں اور جب اسی قول معتمد کے ضعیف کہا گیا ہے وہیانیہ کا یہ قول اور ودیعت رکھے ایک شخص کے پاس دس درم اس طرح پر کہ پانچ ان میں سے بہتہ میں سو اس نے پانچ تلف کر ڈالے تو تاوان دے م شرنبالی نے کہا صورت اس کی یہ ہے کہ غیر شخص کو دس درم دیے اور کہا ان میں سے پانچ تجھ کو بہتہ میں اور پانچ تیرے پاس ودیعت میں سو قابض نے ان میں سے پانچ تلف کر ڈالے اور باقی پانچ خود تلف ہو گئے تو قابض ساڑھے سات درم تاوان دے اس واسطے کہ خمسہ موبوبہ مضمون ہیں قابض پر کیونکہ بہتہ مشاع سے محتمل القسمہ میں اور وہ فاسد ہے اور جو پانچ درم اس نے تلف کر ڈالے ان میں سے نصف بہتہ میں اور نصف امانت اور یہ مسئلہ یہی ہے قول غیر صحیح پر کذا فی الطحاوی مختصر واللہ تعالیٰ اعلم واستغفر اللہ العظیم الکریم ۶



# کتاب الایداع

یہ کتاب ہے ودیعت رکھنے کے مسائل میں لاختفاء فی المشرق اور مع ما قبلہ فی الحکم وحوالہ الامانہ پوشیدہ نہیں ایداع کے مشترک ہونے میں اس کے ماقبل کی کتاب کے ساتھ حکم میں یعنی امانت ہونے میں ایداع اور مضاربت مشترک ہیں دونوں لہذا مضاربت کے بعد مصنف "ایداع کو لایا ہوا لقتہ من الودع اسی ترک ایداع لقت میں وضع بمعنی ترک کے سے م ایداع لغت میں عبارت سے تسلط غیر سے کسی چیز کی نگہبانی پر خواہ وہ چیز مال ہو یا غیر مال اور ایداع اور استیداع بمعنی واحد سے مثلاً زید نے اپنا مال خالد کے پاس ودیعت رکھا ہو تو زید مودع اور مستودع ہے مگر مال وال اور خالد مودع اور مستودع ہے بفتح وال اور منتفی میں ہے کہ حفظ امانت موجب سعادت دارین سے اور خیانت باعث شقاوت کو نبینا حدیث میں وارد ہے کہ امانت داری کو کھینچ لاتی ہے اور خیانت محتاجی اور مفلسی کو کھینچ لاتی ہے روایت سے کہ جب زلیخا محتاج اور اندھی ہو گئی یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غم میں تو ایک روز راہ میں کھڑی ہو کر یکاری کہ اے بادشاہ میری بات سن لو یوسف علیہ السلام کھڑے ہو گئے زلیخا بولی کہ امانت نے مملوک کو بجائے ملوک کر دیا اور خیانت نے ملوک کو بجائے مملوک کر دیا تو یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا کہ یہ کون سے لوگوں نے کہا زلیخا سے حضرت نے ازراہ ترجم اس سے نکاح کر لیا کذا فی الخطوطی لمنقطا وشرفاً تسلیطاً غیر علی حفظ مالہ صریحاً اور دلالت کان الفتن زق زل ماخذہ رجل بغیبتہ مالک فم ترکہ ضمن لانه بهذا الاخذ التزم حفظہ دلالت بحر اور اصطلاح شرع میں ایداع غیر شخص کو مسلط کرنا سے اپنے مال کی حفاظت پر صریحاً تسلیط ہو یا دلالت چنانچہ ایک سو کی مشک پھٹ گئی سو دھڑے مرنے اس کے مالک کی غیبت میں اس کو لے لیا پھر اس کو چھوڑ دیا تو اس پر تاوان آوے گا اس واسطے کہ اس لینے سے اس نے اس کی حفاظت کپڑی باعتبار دلالت حال کے کذا فی البحر م اس صورت میں تسلیط علی الحفظ کی وجہ یہ ہے کہ مالک اپنے مال کی حفاظت چاہتا ہے اور اس کی حفاظت پر مددگاری کو پسند کرتا ہے تو گویا مالک نے اس کو نگہبانی کا امر کر دیا من الغفار میں ہے محیط سے اور اگر وہ مرد مشک نہ لے گا اور اس کے قریب نہ جائے گا تو اس پر تاوان نہیں اور اگر مالک موجود ہوگا تو بھی دونوں ہوتا ہے میں تاوان نہیں یعنی اخذ اور عدم اخذ میں والودیعتہ ماترک عند الامین اور ودیعت وہ چیز ہے جو امین کے پاس چھوڑی جاوے یعنی فقط حفاظت کے واسطے رکھی جاوے تو اس قید سے عاریت نکل گئی ودیعت کی تعریف سے اس واسطے کہ عاریت میں حفاظت اور انتفاع دونوں ہیں کذا فی البحر جندی وہی احسن من الامانۃ کا حقیقہ المصنف وغیرہ اور وہ یعنی ودیعت خاص تر ہے امانت سے چنانچہ مصنف وغیرہ نے اس کی تحقیق بیان کی ہے م وجہ عموم امانت اور خصوص ودیعت کی یہ ہے کہ امانت اس کا نام ہے جو غیر مالہ جس کو امانت بھی بولتے ہیں یعنی اپنے مال غیر کے پاس رکھ دینا ۱۲ سے ۱۵ صواب یہ تھا کہ مترجم اول یوں کہتا کہ اس کو بند کر لیا ۱۲۔

مضمون ہو یعنی اس کا تاوان لازم نہ ہو تو یہ شامل ہے ان سب صورتوں کو جن میں ضمان نہیں ہے چنانچہ عاریت اور اجارے کی چیز اور وہ غلام یا لونڈی جو خدمت کے واسطے موصیٰ لہ کے پاس ہو وغیر ذلک اور ودیعت وہ ہے جو ایجاب اور قبول سے حفاظت کے واسطے رکھی جاوے تو دونوں میں تغاثر ہوا عموم امانت اور خصوص کی وجہ سے کہ ودیعت وہ شئی ہے جو امانت ہو اس کے مالک کی استحقاق سے غیر کے پاس قصد اور امانت گا سے بلا قصد بھی ہوتی ہے اور ودیعت عقد سے ہوتی ہے اور امانت عام سے تو امانت منفرد ہے اس صورت میں کہ ہوانے کی طلاق اگر ایک آدمی کی گود میں ڈال دیا اور حکم ودیعت کا یہ ہے کہ اعادہ الی الوفاق سے ضمان لازم نہیں ہوتا بر خلاف امانت کے کذا فی الطحاوی وکنہا الا ایجاب صریحاً کا و عتک او کنایۃ لفقولہ لرجل اعطی الف درهم و اعطی بذالتوب مثلاً فقال اعطیتک کان ودیعتہ کحران الاعطاء یجمل البتہ لکن الودیعة اونی یوتیقن فصار کنایۃ اور ودیعت کا کن ایجاب سے خواہ صریحاً ایجاب ہو چنانچہ یوں کہنا کہ میں نے تیرے پاس ودیعت رکھی خواہ کنایۃ ایجاب ہو چنانچہ ایک شخص کا دوسرے سے یوں کہنا کہ مجھ کو نہرا درم دے یا یہ کپڑا مثلاً مجھ کو دے سو اس نے کہا کہ میں نے تجھ کو دے تو یہ ودیعت سے کذا فی البحر اس واسطے کہ دینا ہبہ اور ودیعت دونوں کا احتمال رکھتا ہے لیکن ودیعت کم تر ہرگز ہے اور وہ یقینی سے تو یہ کنایۃ ٹھہر ایجاب ودیعت کا ہم کنایۃ سے یہاں یہ مراد نہیں کہ لازم سے انتقال ہو موزوم کی طرف بلکہ یہاں کنایۃ سے یہ مراد ہے کہ جو ایک شئی اور غیر شئی دونوں کا احتمال رکھے چنانچہ کنایۃ طلاق کذا فی الطحاوی او فعلاً لما لو وضع ثوبین بیدی رجل ولم یقل شیئاً فہو ایداع یا ایجاب قولی نہیں بلکہ فعلی ہو چنانچہ ایک شخص نے اپنا کپڑا ایک مرد کے آگے رکھ دیا اور کچھ نہ بولا تو یہ فعل ودیعت کا سپرد کرنا ہے م خلاصہ میں سے کہ اپنی کتاب ایک قوم کے آگے رکھ دی پھر وہ لوگ اس کو پڑھ کر چلے گئے تو سب پر تاوان آوے گا در صورت تلف ہو جانے کے اور ایک آدمی اٹھا تو کچھ شخص پر تاوان پڑے گا کیونکہ وہ حفاظت کے واسطے متعین ہو گیا تو ضمان کے واسطے بھی مخصوص ہو گیا اتنی تو یہ ایجاب اور قبول دونوں فعلی ٹھہرے والی قبول من المروع صریحاً کقبولت اور کن ودیعت قبول کرنا ہے مودع کی جانب سے خواہ قبول صریح ہو چنانچہ یوں کہنا کہ میں نے ودیعت کو قبول کیا او دلالت کما لو سکت عند وضعہ فانہ قبول دلالت کو وضع تیار ہے فی حمام برئعی من الیشابی و کقولہ لرب الخان ابن اربطہما فقال ہنا کایدا ما خانیتہ یا قبول باعتبار دلالت حال کے چنانچہ اگر چپ یا اس کے رکھنے کے وقت تو یہ قبول کرنا ودیعت کا دلالت حال کی راہ سے ہو چنانچہ اپنے کپڑے رکھنا حمام میں کپڑوں کے گہبان کے سامنے اور چنانچہ مسافر کا کہنا مسافر خانے کے مالک اور ہتھم سے کہ کہاں اپنا گھوڑا یا اونٹ ہاندھوں سو اس نے کہا وہاں تو یہ ایداع سے کذا فی الخانیہ م اس صورت میں ایجاب اور قبول دونوں دلالت ہیں و بذاتی حق وجوب الحفظ و امانی حق الایمانۃ فتیم بالایجاب و صمدہ حتی لو قال للغاصب اودعتک المنصوب برئعی عن الضمان وان لم یقبل اختیار اور یہ یعنی ایجاب اور قبول کا کن ہونا وجوب حفاظت کے حق میں ہے اور امانت کے حق میں تو فقط ایجاب پر تاملی ہو جاتی ہے تو اگر غاصب سے منصوب منہ نے کہا کہ میں نے مال منصوب کو تیرے پاس ودیعت رکھا تو غاصب تاوان سے بری ہو گیا اگرچہ غاصب اس کو قبول نہ کرے کذا فی الاختیار م حق امانت سے مراد یہ ہے کہ تاوان نہ آوے اور عدم قبول غاصب سکوت اور دونوں کو شامل سے کذا فی الطحاوی و شرط ہا کون المال قابلاً للاثبات الید علیہ فلو اودع الابن او الطیر فی البواء لم یضمن اور ودیعت کی شرط سے یعنی یہاں امانت پائی جاتی ہے ودیعت نہیں ۱۲ ۱۵ رجوع کرتا موافقت پر یعنی مثلاً مالک نے کہا کہ میرا مال اس کو بھری میں رکھنا اور اس نے دوسری میں رکھا تو اب اگر چاہے گا تو ضمان دینا چاہیے گا اور اگر اسی کو بھری میں پھر رکھ دیا جہاں مالک نے تیار تھا تو ضمان نہ ہو گا ۱۳ ۱۵ کہ اس میں بعض فقہاء وفاق مقصود ہوتا ہے ۱۲

ہونا مال کا دست قدرت کے لائق تو اگر غلام گرنجیہ کو یا پرنیسے کو ہو میں ودیعت رکھا تو تاوان لازم نہ ہوگا یعنی اس واسطے کہ یہ ایضاح صحیح نہیں اور اسی طرح حکم سے ساقط فی البحر کا و کون المودع مکلفا بشرط لوجوب الحفظ علیہ فلو اودع صبیا فاستہکما لم یضمن ولو عبداً مجوراً ضمن بعد عتقہ اور مودع کا مکلف یعنی بالغ ہونا یہ بشرط ہے اس پر نگہبانی واجب ہونے کی تو اگر ودیعت رکھی صغیر کے پاس سو اس نے وہ چیز تلف کر ڈالی تو اس پر تاوان نہیں اور اگر غلام مجبور التصرف کے پاس ودیعت رکھی تو اس پر تاوان اودے گا اس کے آزاد ہونے کے بعد یعنی بشرط اس کے بالغ ہونے کے وہی امانتہ ہذا حکما مع وجوب الحفظ والاداء عند الطلب و استجاب قبولہا اور ودیعت امانت سے یہ حکم ہے ودیعت کا ساتھ واجب ہونے تکبانی کے اور واجب ہونے ادا سے ودیعت کے مالک کے ہلکنے کے وقت اور ساتھ مستحب ہونے قبول ودیعت کے ہم ادا سے ودیعت عند الطلب واجب ہے لیکن اگر تلوار و دیعت ہو اور مالک مانگے کسی انسان کے ناحق مارنے کو تو اس وقت نہ دینا لازم ہے چنانچہ درمئی میں ہے فلا یضمن بالمالک الا اذا كانت الودیعة باجرا شہاء مغزیا یلزم یعنی جب ودیعت امانت ٹھہری تو اس کے تلف ہوجانے سے تاوان نہیں مگر جب کہ ودیعت اجرت سے ہو چنانچہ اشہاء میں سے زیلعی سے منقول ہم زیلعی نے ضمان اجیر میں وجہ اس کی یوں بیان کی ہے کہ اجیر پر حفظ ودیعت کا بالقصد بمقابلہ عوض کے واجب ہے کذا فی الطحاوی وکی مطلقاً سواء امكن التحرز عن ام لا ملک معاشی اولاً بحديث الدارقطنی لیس علی المستودع غیر المغل ضمان بلاک ودیعت سے مطلقاً ضمان نہیں خواہ ہلاکی سے بچاؤ ممکن ہو یا نہ ہو کوئی چیز ودیعت کے ساتھ تلف ہو یا نہ ہو بدیل حدیث دارقطنی کہ ودیعت قبول کرنے والے غیر ضمان پر تاوان نہیں واشترط الضمان علی الامین کا محامی والخانی باطل بفتی خلاصہ و صدر الشریعہ اور تاوان کا شرط کر لینا امانت دار پر چنانچہ محامی اور مسافر خانے والے پر باطل ہے اسی کا فتویٰ ہے کذا فی الخلاصہ و صدر الشریعہ و للمودع حفظها بنفسه و عیالہ کما لا یشود قبول کرنے والے کو جائز ہے حفاظت کرنا ودیعت کا بذات خود اور اپنے عیال سے اپنے مال کی طرح و نم من لیکن معہ حقیقتہ او حکماً لا من میونہ اور وہ یعنی مستودع کے عیال وہ لوگ ہیں جو اس کے ساتھ رہتے ہوں حقیقتہ یا حکماً نہ وہ لوگ اس کے عیال ہیں جن کو وہ نفقہ دیتا ہو معنی عیال سے مراد وہ لوگ ہیں جو اس کے ساتھ رہتے ہوں خواہ انان نفقہ میں شریک ہوں یا نہ ہوں مگر زوجہ اور ولد صغیر میں مساکنت حقیقی ضرور نہیں تو بموجب اس تفسیر کے اگر مستودع ودیعت اس اجنبی کو دے جو اس کے ساتھ رہتا ہے تو اس پر تاوان لازم نہ ہوگا خلاصہ میں ہے کہ مستودع کہیں گیا اور کتنی اپنے مکان کی غیر کو دے گیا پھر جب اپنے گھر میں آیا تو ودیعت کو نہ پایا تو اس پر تاوان نہیں کیونکہ کتنی دے جانے سے دوسرے کے ہاتھ میں گھر کو نہیں کر گیا کذا فی الطحاوی و فی ما لولہ المیز و زوجتہ و لیسکن معہا ولا ینفق علیہا لم یضمن خلاصہ تو اگر امانت دار نے اپنے ولد صغیر تمیز اور اپنی زوجہ کو ودیعت دی اور حالانکہ وہ شخص دونوں کے ساتھ نہیں رہتا اور ان کو نفقہ نہیں دیتا تو اس پر تاوان نہ ہوگا کذا فی الخلاصہ ہم یہ تفریح سے سکونت حکمی پر اس واسطے کہ ولد صغیر اور زوجہ اگرچہ دوسرے گھر میں رہتے ہوں مگر وہ دونوں در حکم مسکن زوج اور باپ کے ہیں اور یہی حکم ہے غلام کا لیکن ولد میں یہ شرط ہے کہ حفاظت ودیعت پر قادر ہو کذا فی الطحاوی و کذا لو دفعتمہا لزوجه لان العبرۃ للمساکنۃ لا للنفقۃ و قبل یعتبر ان معانی اور اسی طرح ضمان نہیں اگر زوجہ اپنے زوج کو ودیعت غیر شخص کی دے اس واسطے کہ باہم سکونت کا اعتبار ہے نہ نفقہ دینے کا اور قول ضعیف یہ ہے کہ باہم سکونت اور نفقہ دونوں معتبر ہیں عیال ہونے میں کذا فی العینی و شرط کو نہ ای من فی عیالہ ایدنا فلو علم خیانتہ ضمن خلاصہ اور اس کے ساتھ یعنی وجوب حفظ اور وجوب ادا طلب بروقت اور مستحب ہونا قبول ودیعت کا بھی اس کے احکام میں ۱۲

عیال کا امانت دار ہونا شرط ہے دفع وصیت میں تو اگر ان میں سے کسی کی خیانت اور نماز یا زنی معلوم ہو اور پھر اس کو ودیعت غیر کی سپرد کرے تو اس پر تاوان لازم ہوگا یعنی در صورت ملاکی کذافی الخلاصۃ م دو صورتوں میں تاوان نہیں جب کہ امانت داری معلوم ہو اور جب کہ مطلق اس کا حال معلوم نہ ہو و جاز لمن فی عیالہ الدفع لمن فی عیالہ اور جو شخص کہ مستودع کی عیال میں سے اس کو جائز ہے دینا ودیعت کا اپنی عیال کو و لوتہا عن الدفع الی بعض من فی عیالہ قد دفع ان وجد بدارمنہ بان کان لہ عیال غیرہ ابن ملک ضمن والالا اور اگر مالک نے مستودع کو اس کے بعض عیال کے دینے سے منع کر دیا پھر اس نے اسی شخص کو ودیعت سپرد کی تو اگر اس کو اس کے دینے کی ضرورت نہ ہو اس طرح پر کہ اس کی عیال میں سوائے اس شخص کے اور شخص بھی ہے کذا ذکرہ ابن ملک تو اس پر تاوان آوے گا اور اگر وہ ناچار ہو یعنی اس کے سوا دوسرا شخص اس کی عیال میں نہ ہو تو اس کے دینے سے تاوان نہ آوے گا وان حفظہا بغير ضم ضمن وعن محمد بن حنفیہ بمن یحفظ مالہ کوکیلہ وما ذونہ وشریکہ مفاوضتہ وعنانا جاز وعلیہ الفتوی ابن ملک واعتمدہ ابن الکمال وغیرہ واقرہ المصنف اور اگر مستودع نے ودیعت کی حفاظت کروائی اور لوگوں سے سوائے اپنے عیال کے تو اس پر تاوان آوے گا اور محمد سے روایت ہے کہ اگر حفاظت کروائی ان لوگوں سے جن سے اپنے مال کی حفاظت کروانا سے چنانچہ اس کا وکیل اور غلام یا ذون اور اس کا شریک مفاوض اور شریک عنان تو جائز ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہے کذا صرح بہ ابن ملک اور اعتماد کیا ہے اس پر ابن کمال نے ایضاً واصلح میں اور اس کے سوا اور علماء نے بھی اسی قول پر اعتماد کیا ہے اور مصنف نے اپنی شرح میں اس قول کو ثابت رکھا ہے م نہایہ میں یہ فتویٰ تراشی کی طرف منسوب ہے اور تراشی نے اس کی نسبت حلوانی کی طرف کی ہے ولہذا تحقیر میں حفظ ودیعت میں عیال کو شرط نہیں کیا بلکہ یوں کہا ہے کہ مودع ودیعت کی اس طرح حفاظت کرے جیسے اپنے مال کی حفاظت کرتا ہے کذافی الطحاوی الا اذا خاف الحرق والغرق وکان غالباً محیطاً فلویحیط ضمن فیسئلہا الی جارہ اوالی فلک اخر غیر عیال کے دینے میں تاوان ہے مگر جب کہ مستودع آگ کے جلانے سے یا پانی کے غرق کر دینے سے ڈرے اور حرق اور غرق غالب یعنی بکثرت اور مستودع کے مکانات منزل کو محیط ہوں سو اس حالت میں وہ اپنے پڑوسی کو یا دوسرے کشتی والوں کو ودیعت سپرد کرے تو تاوان نہیں تو اگر حرق اور غرق محیط نہ ہو تو غیر کے دینے سے تاوان اس پر آوے گا مگر حموی نے کہا یہ ضرور ہے کہ حرق اور غرق منزل مودع کو محیط ہو کہستانی نے کہا وہ آتش زنی مراد ہے جو جمیع مکانات دار کو محیط ہو کذافی الطحاوی الا اذا امکنہ وفعہا لمن فی عیالہ اوالقالب فوقعت فی البحر ابتداء وبالتمد حرج ضمن زلیعی ثبوت حرق یا غرق یتاوان نہیں مگر جب کہ مستودع کو اس حالت میں اپنی عیال کو ودیعت سپرد کرنا ممکن ہو یا ودیعت کو اس نے ناؤ پر سے پھینک دیا ہو سو وہ پہلے سے دریا میں گر پڑے یا ڈھک کر گر پڑے تو اس پر تاوان آوے گا کذافی الزلیعی یعنی اس واسطے کہ اس کے فعل سے اتلاف حاصل ہو فان ادعاہ اسی الدفع بجاہ او فلک آخر صدق ان علم وقوعہ اسی الحرق ببیتہ اسی بدار المودع سو اگر مستودع نے ودیعت دینے کا اپنے پڑوسی کو یا دوسری کشتی میں رکھ دینے کا دعویٰ کیا تو اس کے قول کی تصدیق ہوگی بشرطیکہ اس کے گھر کا آگ لگنا معلوم ہو اور اسی طرح وقوع غرق دریافت ہو والا یعلم وقوع الحرق فی دارہ لا یصدق الا ببینۃ فصل بین کلامی الخلاصۃ والہدایۃ التوفیق وبالبد التوفیق اور اگر اسی کے گھر میں وقوع آتش زنی معلوم نہ ہو تو اس کے قول کی تصدیق نہ ہوگی مگر گواہوں سے تو اس تقریر سے خلاصہ کے اور ہدایہ کے کلام میں توفیق حاصل ہوگئی یعنی اختلاف زائل ہو گیا اور خدا ہی کی جانب سے توفیق سے خیر کی م خلاصہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ جب وقوع آتش زنی اس کے گھر میں معلوم ہو تو اس کا قول مقبول ہے اور نہیں تو مقبول نہیں اور ہدایہ کا خلاصہ یہ ہے کہ اس کی تصدیق

نہ ہوگی مگر شہادت سے انتہی تو اگر ہدایہ کی عبارت کو عدم علم وقوع حریق پر محمول کیجئے تو دونوں عبارتوں کا اختلاف رفع موتا سے اور یہ توفیق ذخیرہ میں منقول سے منتفی سے ولو منعہ الودیعتہ ظلماً بعد طلبہ رد و دلیعتہ فلو لجمہا الیہ لم یضمن ابن مالک بنفسہ ولو حکما کو کیلیدہ بخلاف رسولہ ولو بعلمتہ منہ علی الظاہر قادر اعلیٰ تسلیمہا ضمن اور اگر مستودع نے مالک کو ودیعت نہ دی ازراہ ظلم کے بعد خواہش کرنے مالک کے رد و دلیعت کو بذات خود اگرچہ خواہش ذاتی حکمی ہو چنانچہ اس کے وکیل کی طلب گاری حالانکہ مستودع تسلیم ودیعت پر قادر ہے تو اس پر تاوان لازم ہوگا اور اگر مالک کی طرف اٹھائے جانے کے سبب سے منع ودیعت صادر ہو تو تاوان نہ دے گا کذا ذکرہ ابن مالک بخلاف پیام رسا یعنی اگر مالک کا فرستادہ طلب ودیعت کرے تو اس کے نہ دینے سے تاوان نہیں اگرچہ مالک کی جانب سے کوئی نشانی لایا ہو بنا بر ظاہر الروایت کے والا بان کان عاجز او خاف علی نفسہ او مالہ بان کان مدفوناً معہ ابن مالک لا یضمن کطلب الظالم اور اگر تسلیم ودیعت پر قادر نہ ہو اس طرح پر کہ عاجز ہو یا ڈرتا ہو اپنی جان یا مال پر اس طرح پر کہ مستودع کا مال ودیعت کے ساتھ گٹا ہو کذا ذکرہ ابن مالک تو منع سے تاوان نہ دے گا جیسے طلب گاری مالک جفا کار کے نہ دینے میں تاوان نہیں مہ محیط میں سے کہ اگر ایام فتنہ و فساد میں ودیعت مانگی اور اس نے کہا کہ میں اس وقت میں اس پر قادر نہیں ہوں اس واسطے کہ دور رکھی ہے یا وقت تنگ ہے پھر اس کی طرف غارت واقع ہوئی سو مستودع بولا کہ ودیعت بھی لٹ گئی تو اس پر تاوان نہیں اور اس کا قول مقبول ہے انتہی مالک ظالم کی صورت یہ ہے کہ مالک نے اپنی ودیعت مانگی ظلم کرنے کے واسطے تو نہ دینے میں تاوان نہیں یعنی اگر بعد منع ودیعت ضائع ہو تو تاوان نہیں اور اسی طرح اگر مولیٰ اپنے غلام ماذون یا غیر ماذون کی ودیعت مانگے تو منع ظلم نہیں اس احتمال سے کہ شاید وہ مال غیر مولیٰ کا ہو کذا فی الطحاوی فلو کانت الودیعتہ سیدقا اراد صاحبہ ان یاخذہ لیضرب جلاظلمہا فله المنع من الدفع الی ان یعلم انہ ترک الرکع الاول وانہ یتفجع بہ علی وجہ مباح جو اگر ودیعت تلوار ہو مالک اس کا چاہتا ہو کہ اس کو لے کر کسی مرد کو اس سے ناحق قتل کرے تو اس کو تلوار کا نہ دینا جاننے سے یہاں تک کہ اس کو معلوم ہو جائے کہ مالک نے پہلی تجویز یعنی قتل ناحق کو ترک دیا اور وہ تلوار سے متفجع ہوگا بطریق مباح کے کذا فی الجواہر کما لو ادعت امرأۃ کتابا فیہ اقرار منہا للزوج بمال او بقبض مہر نامنہ فہ منعیہا لللاذیر بہ حق الزوج خانیہ چنانچہ ایک عورت نے ایک دستاویز ودیعت رکھی جس میں عورت کا اقرار ہے زوج کے مال کا یا مہر لے چکنے کا تو مستودع کو جاننے سے کہ دستاویز عورت کو نہ دے تاکہ زوج کا حق نہ جاتا ہے کذا فی الخانیۃ ومنہ اسی من المنع ظلماً موتہ اسی موت المودع مجہلاً فانہ یضمن فتصیر دینیاتی ترکتہ اور میں جملہ منع ناحق سے مرعانا مستودع کا بلا بیان ودیعت سو اس پر تاوان آوے گا تو ودیعت مذکور دین ہو جائے گی اس کے متروکہ میں مہ جب اس نے بیان نہ کر دیا کہ یہ چیز میرے پاس فلا نے شخص کی ودیعت سے تو وہ مستہک ٹھہرا اس تجہیل سے اور عدم بیان سے لہذا تاوان اس پر لازم آیا الا اذا علم ان وارثہ یعلمہا فلا ضمان مگر جب کہ مورث جانتا ہو کہ میرا وارث اس ودیعت کو جانتا ہے تو عدم بیان سے تاوان نہیں ولو قال الوارث انا علمتہا وانکر الطالب ان فسرنا وقال ہی کذا وانا علمتہا وبلکت صدق اور اگر مستودع کے وارث نے کہا کہ میں ودیعت کو جانتا ہوں اور مالک طالب اس کا منکر ہو تو اگر وارث ودیعت کو کھول کر بیان کرے اور کہے کہ فلا نے چیز ودیعت ہے اور میں اس کو جانتا تھا اور وہ تلف ہو گئی تو وارث کی تصدیق ہوگی یعنی مورث پر تاوان نہ آوے گا کذا واما لو کانت عندہ سواد الا فی مسئلۃ وی ان الوارث اذا اولیٰ علی الودیعتہ لا یضمن والمودع اذا اولیٰ ضمن خلاصتہ یعنی ودیعت کا وارث کے پاس ہونا اور مورث کے پاس ہونا دونوں برابر ہیں عدم ضمان میں در صورت عدم تعدد اگر ایک مسئلہ میں برابر نہیں وہ مسئلہ یہ ہے کہ وارث جب سارق کو ودیعت بتا دے تو اس پر تاوان نہیں اور ودیعت کا قبول



کرنے والا جب سارق کو بتا دے گا تو تاوان دے گا کذا فی الخلاصۃ الا اذا منع من الاخذ حال الاخذ مگر جب کہ مستودع سارق کو روک دے ودیعت کے لینے سے لینے کے وقت یعنی اول اس نے ودیعت سارق کو بتا دی پھر سارق جب لینے آیا تو اس نے لینے سے روکا سو سارق زبردستی سے لے گیا تو اس پر ضمان نہیں کذا فی الطحاوی من الخلاصۃ کما فی سائر الامانات فلما تقلب مضمونہ الموت عن تجمیل کتشریک ومفاوض چنانچہ ودیعت کے سوا اور باقی امانات منقلب بضمانی ہو جاتی ہیں یعنی ان کا تاوان لازم ہو جاتا ہے ایمن کی موت بلا بیان سے شریک اور مفاوض کی موت کے مانند

م عطف مفاوض کا شریک پرخاص کا عطف سے عام پر الائی عشر علی مافی الاشباہ مگر وس مسلوں میں موت بلا بیان سے تاوان نہیں کذا فی الاشباہ منہا ناظر اودع غلات الوقف ثم مات مہلک فلا یقیم من جملہ مسائل عشرہ ایک یہ ہے کہ ناظر نے فلات یعنی حاصلات وقف کو ودیعت رکھا کسی شخص کے پاس پھر بلا بیان ودیعت مگر تاوان نہیں قید بالغلۃ لان الناظر لو مات مہلک مال البدل ضمنہ اشباہ ای لثمن الارض المستبدلۃ قلت فلیعین الوقف

بالاولی کالدراہم الموقوفۃ علی القول بجوازہ قال المصنف واقربہ ابنہ فی النہو اہر وقید موتہ بجنسہ بالفجاءۃ فلو بمرض ونحوہ ممن لیس منہا فکان ما لعلہا ظلما فیضمن ود ما بخرہ فی النفع الوسائل فقبحہ مصنف نے حاصلات وقف کی قید لگائی اس واسطے کہ اگر ناظر مر جائے بلا بیان بدل وقف کے تو اس پر اس کا تاوان اودے گا کذا فی الاشباہ مال بدل یعنی وقف کی بدلی ہوئی زمین کا من میں کہتا ہوں تو عین وقف کی تجمیل سے بطریق اولی اس پر تاوان ہو گا چنانچہ دراہم وقفی کی تجمیل جواز وقف دراہم کے قول پر الیسا کچھ کہا ہے مصنف نے اپنی تشریح میں اور ثابت رکھا ہے اس کو مصنف کے بڑے شیخ صلح نے

زواہر حاشیہ اشباہ میں اور صاحب زواہر نے موت ناظر میں ناگہانی موت کی قید لگائی بحث کی راہ سے نہ روایت کے بموجب تو اگر ناظر کی موت مرض و فیو سے ہو تو تجمیل سے تاوان اس پر اودے گا بسبب قادر ہونے ناظر کے بیان ودیعت پر تو ناظر ناحق مانع ودیعت کا ٹھہرا تو تاوان دے اور اور صاحب زواہر نے اس کو رد کیا ہے جس کی النفع الوسائل میں طرسوسی نے بحث کی سے تو خبر دار یہ مضمون مصنف کا کلام عام ہے غلات مسجد اور غلات مستحقین وقف میں اور علامہ بری نے کہا غلات مسجد کی تجمیل میں تاوان نہیں اور غلات مستحقین کی تجمیل میں تاوان ہے اور طرسوسی نے غلات

مستحقین میں من حیث البحت یہ تفصیل کی ہے کہ اگر مستحقین نے ناظر سے مال مانگا ہو اور اس نے تاخیر کی ہو اور بلا بیان مگر تاوان اس پر تاوان ہے اور نہیں تو یوں کہنا لائق ہے کہ اگر ناظر محمود بن الناس اور دیانت دار ہو تو تاوان نہیں شیخ صلح نے کہا کہ جب بلا بیان مگر تاوان تو ظالم تقصیر دار ٹھہرا خواہ مستحق نے طلب کیا ہو یا نہ کیا ہو تاوان اس پر تاوان ہے اور اگر وہ محمود ہوتا تو قبل موت اپنی گلو خلاصی کرتا تو بہتر وہی قول ہے جس پر مشائخ اعلام ہیں کذا فی الطحاوی مختصراً ومنہا قاض مات مہلک الاموال الیتامی زاد فی الاشباہ عند من اودعہا ولا بد منہ لانه لو وضعہا فی بیتہ ومات مہلک ضمن بلانہ

مودع بخلاف ما لو ادع غیرہ لان للقاضی ولایۃ ایداع مال الیتیم علی المعتمد کذا فی تنویر البصائر فلیحفظ اور ازاں جملہ یہ مسئلہ ہے کہ قاضی بلا بیان اموال یتامی مگر اشباہ میں اس قدر زیادہ ہے کہ قاضی اس کے بلا بیان مگر تاوان کہ قیام کا مال کس کے پاس اس نے ودیعت رکھا اور یہ قید ضروری ہے اس واسطے کہ اگر قاضی مال یتامی کا اپنے گھر رکھے اور بلا بیان مر جائے تو اس پر تاوان ہو گا اس واسطے کہ وہ مودع ہے بخلاف اس صورت کے کہ اس نے غیر شخص کے پاس ودیعت سپرد کی اس واسطے کہ قاضی کو ایداع مال یتیم کی ولایت ہے برقول معتمد کذا فی التنویر البصائر تو اس کو یاد رکھنا چاہیے ومنہا سلطان اودع بعض القیثم عند غازی ثم مات مہلک اور ازاں جملہ یہ مسئلہ ہے کہ سلطان نے غنیمت کا بعض مال غازی کے پاس ودیعت رکھا پھر بلا بیان مگر تاوان سلطان پر ضمان نہیں م اور ازاں جملہ وصلی سے جب کہ بلا بیان مر جائے اور ازاں جملہ باپ سے جب کہ بلا بیان مال غیر مر جائے اور ازاں جملہ وارث سے جب کہ بلا بیان مر جائے کہ اس نے مورث کے پاس کیا ودیعت رکھا تھا اور ازاں جملہ اس شخص کی موت بلا بیان ہے جس کے گھر میں آندھی سے لڑکھ کوئی چیز گر پڑی اور ازاں جملہ موت غلام ہے بلا بیان یعنی اس کے مولی نے اس کے گھر میں کوئی چیز

بدون اس کے امر کے رکھی اور ازاں جملہ موت صغیر سے بلا بیان ودلیت غیر کے سوان میں تاوان نہیں امین پر کذا فی الطحاوی عن الاشباہ ولس منها مسئلۃ  
احد المتفاد ضین علی المعتمد لما نقل المصنف ہنا و فی الشركة عن وقف الخانیۃ ان الصواب انہ یضمن نصیب شرکۃ بموتہ مجملہ و خلافہ غلط قلت واقعہ  
محتشوا بقی المتشئی تسعة فیلحفظ اور من جملہ مسائل مذکورہ کے نہیں سے مسئلہ احد المتفاد ضین کا بر قول معتمد اس واسطے کہ مصنف نے اپنی شرح  
میں یہاں یعنی کتاب الودیۃ میں اور کتاب الشركة میں خانیہ کی کتاب الوقف سے نقل کیا ہے کہ حق یہ ہے کہ شرک مفاوض تاوان سے گاہ اپنے  
شریک کے حصہ کا اپنی موت بلا بیان سے اور اس کا مخالف قول غلط ہے میں کہتا ہوں اور اشباہ کے محشیوں نے اس تصویب کو ثابت رکھا ہے  
تو مستثنیٰ نومسلے باقی رہ گئے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے م یعنی صاحب اشباہ نے اس مسئلے مستثنیٰ کیے تھے جن میں امین کی موت بلا بیان سے تاوان  
نہیں آتا اور من جملہ مسائل عشرہ شرک مفاوض بھی تھا پھر جب شرک پر صمان حق ٹھہرا تو فقط نومسلے مستثنیٰ باقی رہ گئے و زاد الشر بنالی فی شرح  
للہیبانیۃ علی العشرۃ تسعة الحد و صیہ و صی القاضی و سنتہ من المحجورین لان الحجر لیشمل سبعة فانه لصغر ورق و جنون و غفلۃ و دین و سفو حۃ اور شر بنالی  
نے اپنی شرح وہبانیۃ میں مسائل عشرہ پر نومسلے اور زیادہ کیے ہیں یعنی دادا اور اس کا وصی اور قاضی کا وصی اور چھ شخص محجورین سے اس واسطے کہ حجر  
یعنی منع تصرف سات شخصوں کو شامل ہے کیونکہ حجر بسبب طفلی اور رقیت اور جنون اور غفلت اور دین اور سفاہت اور نقصان عقل سے ہوتا ہے  
م چونکہ صغیر اشباہ میں زیور سے تو محجورین سے حجر شخص باقی رہ گئے و المعنویہ کبھی دأن بلغ ثمرات لا یضمن الا ان لیشہد و انہا کانت فی یدہ بعد بلوغہ  
لذوال المانع و ہوا الصبا اور معتوہ یعنی ناقص العقل صغیر کے مانند سے اور صغیر بالغ ہو پھر بلا بیان مر جائے تو اس پر صمان نہیں مگر جب کہ گواہ یہ  
گواہی کہ ودلیت اس کے ہاتھ میں تھی بعد اس کے بالغ ہو جانے کے بسبب دور ہو جانے مانع ضمان کے یعنی طفلی نہ رہی بعد بلوغ کے جو  
مانع تھی ضمان کی فان کان اللبسی و المعتوہ ما ذواہما ثم ما قبل البلوغ و الا فاقۃ ضمنا کذا فی شرح جامع الوجیر بسوا اگر صغیر اور معتوہ ما ذون ہوں  
یعنی ما ذون فی التجارۃ ہوں کذا فی خزائنہ الاکل یا ما ذون ہوں قبول ودلیت میں کما فی الوجیر پھر دونوں مرجائیں قبل بلوغ اور ہوشیار ہا کے تو  
ان پر تاوان آوے گا کذا فی شرح الجامع الوجیر م جامع سے جامع کہ مراد ہے اور دیگر نام ہے اس کی شرح کا کذا فی الطحاوی قال فیبلغ  
تسعة عشر و نظم عا طفا علی بیتی الوہبانیۃ بایین شر بنالی نے کہا تو مستثنیٰ مسئلے اٹھارہ کو پہنچ گئے اور شر بنالی نے دو تیس دن نظم کن و وہبانیۃ کی دو  
بتیوں پر عطف کر کے وہی ہندہ ہے۔ و کل امین مات و العین یحصرہ و ما وجدت عینا فدینا تصیرہ سوی متولی الوقف ثم مفاوض و مودع  
مال الغنم ہوا المودع اور وہ چاروں بتیوں میں کہ جو امین مر گیا اور عین کا وہ حافظ اور جامع تھا اور جو امانت کہ اس کے پاس معین اور شخص پائی گئی  
تو وہ امانت دین ہو جاتی ہے اس کے متروک کے میں سوا متولی وقف کے پھر سوا شرک مفاوض کے اور سوا حال غنیمت کے مودع کے اور مودع  
بالکسر سے مراد امیر لشکر ہے م مذکور ہو چکا کہ شرک مفاوض کو ان مسائل میں شمار کرنا غلط ہے و صاحب دارالقت الریح مثل ما ذوال لواقہ  
ملاک بہا لیس لیشعرہ کذا والد حد و قاضی و صیم و جمیعہ و محجور فوارث لیسطرہ اور وہ صاحب خانہ جس کے گھر میں ہوانے کچھ ڈال دیا تاہم اس موت  
کے کہ مالکان مال نے اپنا مال گھر میں ڈال دیا اور صاحب خانہ اس سے خبر نہیں اسی طرح والد اور دادا اور قاضی اور ان سب بتیوں کے وصی اور  
شخص محجور التصرف پھر بعد اس کے وارث مرقوم ہے م محجور انواع سبعة مذکورہ کو شامل سے تو یہ سب اٹھاہ امین ہوئے جن کی موت بلا بیان  
سے تاوان نہیں آتا و کذا الوخلطہا المودع بجنسہا او بیغیرہ بما لہ او مال اخر ابن کمال بغیر اذن الممالک حیث لا تتمیز الا بالکفۃ کمنظہ البشیر و دراہم حیاد  
بزیون مجتبیٰ ضمنہا لا ستملاکہ ما خلط اور اسی طرح اگر مودع نے ودلیت کے ساتھ ہم جنس ودلیت یا غیر جنس کو ملا یا یا خواہ اپنے مال سے ملا یا یا غیر  
شخص کے مال سے کذا ذکرہ ابن کمال بغیر اذن مالک کے ملا یا اس طرح پر کو ودلیت جدا نہیں ہو سکتی مگر مشقت سے چنانچہ کہیوں کا ملانا جو کے

ساتھ اوکھڑے درموں کو ملانا کھوٹے درموں کے ساتھ کذافی الجبٹی تو مودع اس ودیعت کا تاوان دے بسبب تلف کردینے مودع کے ملا دینے سے  
 ہم امام کے نزدیک خلط استہلاک سے لہذا اس پر ضمان لازم ہے خواہ خلط بطریق مجاورت کے ہو چنانچہ گہیوں کا خلط گہیوں کے ساتھ خواہ خلط  
 بطور مجاورت کے ہو چنانچہ خلط بالغ کا بالغ سے جیسے تیل کا تیل سے یا سر کے کاسر کے سے لکن لایبارح تناو لہا قبل اداء الضمان لیکن ودیعت مخلوط  
 کا تناول اور استعمال جائز نہیں قبل ادا کرنے تاوان کے ورح الابرار اور صحیح ہے معاف کر دینا یعنی اگر مالک مودع کو معاف کر دے تو صحیح ہے  
 اور اس کا حق عین اور دین سے ساقط ہوگا ابرا سے کذافی البحر ولو خلط بردی ضمنہ لانه علیہ وبعکسہ شریک لعدم مجبئی اور اگر جید کے ساتھ ردی کو  
 ملایا تو جید کا تاوان دے اس واسطے کہ اس نے اس کو عیب دار کر دیا اور اس کے بالعکس میں یعنی اگر مودع نے ردی ودیعت کے ساتھ  
 جید کو ملایا تو مودع شریک ہے مالک کا بسبب نہ ہونے عیب کے کذافی الجبٹی وان باذنہ اشترک اشترک مالک کما لو اختطبت بغیر صنعہ کان  
 اشترک اکیس لعدم التعدی اور اگر ملانا ودیعت کے ساتھ مالک کے اذن سے ہو تو مالک اور مودع شریک ہوں گے بشرکت مالک چنانچہ اگر ودیعت  
 مل جائے بغیر صنعت مودع کے جیسے تھیلی درموں کی پھٹ گئی اور ودیعت کے درم مودع کے ساتھ مل گئے تو دونوں شریک ٹھہریں  
 گے اور مودع پر ضمان لازم نہ ہوگا عدم تعدی کے سبب سے ولو خلطها غیر المودع ضمن الخالط ولو صغیر اولاً لیضمن ابوہ خلاصہ اور اگر  
 ودیعت کو مودع کے سوا کسی اور شخص نے ملا دیا تو ملانے والے پر تاوان آوے گا اگرچہ وہ صغیر نابالغ ہو اور صغیر کے باپ پر تاوان نہ آوے گا کذا  
 فی الخلاصہ ولو انفق بعضہا فرد مثلاً فخلطہ بالباقی خلطاً لا یتیزرہ ضمن الكل لخلطہ مالہ بہا اور اگر مودع نے بعض ودیعت خرچ کر ڈالی سو برابر  
 اس کے پھر دے پھر اس کو باقی ودیعت کے ساتھ اس طرح ملایا کہ باقی علیہ نہیں ہو سکتی اس خلط کرنے کے ساتھ تو تمام ودیعت کا تاوان اس پر  
 لازم ہوگا بسبب مخلوط کرنے کے اپنے مال کے ودیعت کے ساتھ ہم ضمان کل اس واسطے لازم ہوا کہ بعض کا تاوان آیا خرچ کرنے کے سبب سے  
 اور بعض باقی کا خلط کرنے سے تو وہ متعدی ہو انفاق سے اور جو اس نے پھر دیا وہ اس کی ملک پر باقی سے کذافی البحر فلو تاقی التمییز او انفق ولم یرد  
 او اودع ودیقین فانفق احدہما ضمن ما انفق فقط مجبئی اور اگر باقی ودیعت کی تمیز اور جدائی حاصل ہو سکتی ہو یا اس نے بعض ودیعت خرچ کی اور  
 پھر اس میں داخل نہیں کی یا اس کے پاس دو ودیقین رکھی ہیں سو اس نے ایک ودیعت خرچ کر ڈالی تو فقط اتنا تاوان دے جتنا اس نے خرچ کر  
 ڈالا کذافی الجبٹی وذا اذا لم یضربہ التبعض اور یہ یعنی ضمان بقدر انفاق اس وقت سے جب کہ بعض کا خرچ کرنا ودیعت کو ضرر نہ کرتا ہو مگر یہ مرتبط ہے  
 انفاق اور عدم رد سے بحر الرائق میں سے رد مثل کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر رد نہ کرے گا تو فقط اسی قدر کا ضمان ہوگا جتنا اس نے صرف کیا  
 اس واسطے کہ وہ باقی ودیعت کا حافظ ہے اور اس میں کچھ عیب نہیں لگ گیا اس واسطے کہ وہ اس قسم سے ہے جس کو تبعض مضر نہیں اس واسطے  
 کہ گفتگو اس میں سے جب کہ ودیعت دراہم یا دنانیر یا کبیر یا ذرنی ہوا تہی اور میں نے یہ مصرح نہیں دیکھا کہ جب اس ودیعت کو خرچ کرے جس کو تبعض  
 مضر ہے کہ اس میں تمام کا تاوان ہے یا بقدر اخذ اور نقصان باقی کا تو اس کی تحریر کرنا چاہیے کذافی الطحاوی واذا تعدی علیہا فلبس ثوبہا او  
 ركب وابتہا واخذ بعضہا ثم بعینہ الایدہ حتی زال التعدی زال ما یؤدی الی الضمان اور جب کہ اس نے ودیعت پر تعدی کی سو ودیعت کا  
 کپڑا پہن لیا یا اس کے جانور پر سواری کی یا بعض ودیعت نکال لی پھر بعینہ ودیعت پھر ردی اپنے قبض اور حفظ کی طرف یہاں تک کہ تعدی زائل ہو  
 گئی تو وہ چیز دور ہوگی جو تاوان کی طرف مودی سے یعنی تعدی رد کرنے سے دور ہوگی جو تاوان کی موجب تھی اذا لم یکن من نیتہ العود الیہ اشتہا  
 من شرط النیت رد ودیعت سے تاوان زائل ہوتا ہے جب کہ اس کی نیت میں اس کی طرف عود کرنے کا ارادہ نہ ہو چنانچہ اشتہا میں ہے  
 شرط نیت کے بیان میں ہم تو اگر ودیعت کا کپڑا پہنا اور دات کو اتارا اور اس کا ارادہ یہ ہے کہ اس کو دن میں پھر پہنوں گا پھر وہ رات میں چوری ہوا

تو وہ تاوان سے بری نہ ہوگا کذا فی الطحاوی من جنایات البحر بخلاف المستعیر والمستاجر فلوازالا لامیر العیالیا لانفسہما بخلاف مودع وکیل بیع  
 او حفظ او اجارۃ او استیجار و مضارب و مستبضع و شریک عنان او معاوضۃ و مستعیر بن اشباہ بخلاف مستعیر او مستاجر کے تو اگر وہ دونوں تعدی زائل  
 کر دیں تو بھی تاوان سے بری الذمہ نہ ہوں گے اس واسطے کہ مستعیر اور مستاجر کا عمل اپنی ذات کی منفعت کے واسطے بخلاف مودع اور بیع یا حفظ  
 یا اجارہ یا استیجار کے وکیل کے اور مضارب اور مستبضع اور شریک عنان یا شریک معاوض کے اور اس شخص کے جس نے کوئی چیز عاریت لی گم رکھنے  
 کے واسطے کذا فی الاشباہ ہم تعدی مستاجر کی یہ صورت ہے کہ جانور کرایہ لیا ایک مکان تک پھر وہاں سے آگے بڑھ گیا پھر اسی مکان میں پلٹ آیا  
 تو اگر جانور تلف ہوگا تو اس پر تاوان لازم ہوگا اور اسی قول پر فتویٰ سے وکیل بیع تعدی کی یہ صورت ہے کہ جس کی بیع کا وہ وکیل ہو اس  
 کو پینا پھر ترک استعمال کیا پھر وہ ضائع ہو گیا تو اس پر تاوان نہیں اور وکیل استیجار کی یہ صورت ہے کہ موکل نے وکیل کو درہم دیے کہ ایک گھر  
 اس کو کرایہ لے دے سو وکیل نے مکان کے کرایہ میں درہم دیے پھر پھر لیے یعنی اسوہ تلف ہو گئے تو وہ تاوان نہیں اور مستعیر بن کی یہ صورت ہے  
 کہ غلام یا جانور کو عاریت لیا تا اس کو گم رکھ لے پھر غلام سے خدمت لی یا جانور پر سواری کی گم رکھنے سے پہلے پھر اس کو اتنے مال پر جو اس کی  
 قیمت کے برابر گم رکھا پھر اس نے مال ادا کیا اور غلام یا جانور کو نہ چھوڑا یہاں تک کہ غلام یا جانور تلف ہو گیا مگر اس کے پاس تو درہم پر ضمان  
 نہیں اور اس مسئلے میں یہ قید ضروری ہے کہ تعدی کے بعد زمین بھی رکھے تو اگر تعدی کے بعد زمین نہ رکھے گا اور وہ ضائع ہوگا تو اس پر تاوان لازم  
 ہوگا اور وہ داخل ہوگا اس مسئلے میں جو متن میں مذکور ہے اور یہ مسئلہ مستثنیٰ ہے مسئلہ مستعیر سے جو متن میں مذکور ہے چنانچہ مصنف نے اپنی شرح  
 میں بیان کیا ہے کذا فی الطحاوی مختصر والیصل ان الامین اذا تعدی ثم ازالہ لایزول الضمان الا فی ذہ العشرۃ اور حاصل مقام یہ ہے کہ امانت  
 دار جب کہ تعدی کرے پھر اس کو زائل کرے تو اس پر سے تاوان زائل نہیں مگر ان دس مسائل میں تاوان زائل ہو جاتا ہے لان یدہ کید المالك  
 مودع پر بعد از تعدی تاوان اس واسطے نہیں کہ مودع کا ہاتھ اور قبضہ مالک کے قبضہ کے مانند ہے ہم طحاوی نے کہا یہ علت ہے مسئلہ ودیعت  
 کی جو متن میں مذکور ہے انتہی اور ایک نسخے میں یوں ہے (لان یدیم کید المالك یعنی اس واسطے تاوان نہیں کہ اشخاص عشوہ کا قبضہ ہنزلہ مالک  
 کے قبضہ کے ہے اور یہی مصلحت مناسب مقام سے واللہ اعلم ولو کذب فی عود للوفاق فالقول له وقیل للمودع عادیۃ اور اگر مالک مودع کی تکذیب  
 کرے ازالہ تعدی میں تو اسی قول یعنی مالک ہی کا مقبول ہے اور بعضوں نے کہا مودع بالفتح کا قول مقبول ہے کذا فی العادیۃ و بخلاف اقرارہ بعد  
 محمودہ ای محمود الا یداع اور بخلاف اقرار کرنے مودع کے انکار ایداع کے بعد م یعنی مودع نے اول انکار کیا ایداع کا اس طرح کہ مالک سے کہا  
 کہ تو نے میرے پاس ودیعت نہیں رکھی پھر ودیعت کا اقرار کیا تو اس پر تاوان لازم ہوگا لیکن چند شرط کے بعد جن کو مصنف نے آگے بیان  
 کرے گا حتیٰ لو ادعی ہبۃ او بیع عالم لیضمن خلاصۃ تو اگر مودع ہبہ یا بیع کا دعویٰ کرے گا تو تاوان نہ دے گا کذا فی الخلاصۃ یعنی در صورت تلف  
 ودیعت اس پر تاوان نہ آوے گا ہبہ یا بیع کے دعویٰ سے وقید بقولہ بعد طلب رہنارد ما فلوسالہ عن حالہا فجدنا فہلکت لم لیضمن بحر  
 مصنف نے اقرار بعد انکار میں یہ قید لگائی کہ ودیعت کے پھر دینے کا مطالبہ مالک کے بعد انکار کیا ہو تو اگر مالک نے مودع سے ودیعت  
 کا حال پوچھا کہ وہ کس طرح ہے سو اس نے ودیعت کا انکار کیا پھر ودیعت تلف ہو گئی تو اس پر تاوان نہیں کذا فی البحر وقید بقولہ ونقلہا من  
 مکانہا وقت الانکار ای حال محمودہ لانه لولم ینقلہا وقتہ فہلکت لم لیضمن خلاصۃ اور مصنف نے قید لگائی نقل کرنے سے ودیعت کی اس کے مکان  
 سے اپنے انکار کی حالت میں اس واسطے کہ اگر وقت انکار ودیعت کو وہاں سے نہ اٹھالے جائے گا پھر وہ تلف ہوگی تو اس پر تاوان نہ ہوگا  
 کذا فی الخلاصۃ ہم عدم نقل حالت انکار اس پر صادق ہے کہ مطلقاً نقل نہ ہو یا بعد انکار یا قبل انکار کے نقل ہو طحاوی نے کہا حالت انکار سے

شاید مراد یہ ہے کہ انکار کے زمانے میں اس نے نقل و دلعت کی اور یہ مراد نہیں کہ وقت حقیقی انکار میں نقل واقع ہوئی اس واسطے کہ یہ صورت نادر الوجود ہے و قید بقولہ و کانت الولیعہ منقولاً لان العقار لا یضمن بالجود عندہا خلافاً لمحمد فی الارصہ غصب الزلیعی اور مصنف نے قید لگانا کہ دلعت مال منقول ہو اس واسطے کہ غیر منقول میں تاوان نہیں انکار سے شیخین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک بخلاف محمد علیہ الرحمۃ کے قول اصح میں کذا فی کتاب الغصب من الزلیعی مخطوطاً ویانے کہا بعد اشتراط نقل و دلعت اس قید کی کچھ حاجت نہ تھی و قید بقولہ و لم یکن ہناک من یخاف منہ علیہا فلو کان لم یضمن لانه من باب الحفظ اور قید لگانا کہ وہاں یعنی انکار کے وقت ایسا شخص نہ ہو جس کا خوف ہو و دلعت کے تلف کر ڈالنے کا تو اگر ایسا شخص ہوگا تو مودع پر انکار و دلعت سے تاوان نہ آوے گا۔ اس واسطے کہ ایسے شخص کے سامنے انکار کرنا من جملہ حفاظت اور نگہبانی کے ہے و قید بقولہ و لم یخضراً بعد جود مالانہ لوجہ ما تم احضراً فقال لہ ربہا و دلیعہ فان امکنہ اخذنا لم یضمن لانه ایداع جدید و الا ضمنہا لانه لم یتیم الروا اختیار اور قید لگانا کہ دلعت کو بعد اس کے انکار کے مودع حاضر نہ کرے اس واسطے کہ اگر مودع انکار و دلعت کرے پھر اس کو حاضر کرے سو اس کا مالک اس سے کہے کہ اس کو چھوڑ میرے پاس بطور و دلعت کے تو اگر مودع نے و دلعت کے لینے پر مالک کو قادر کر دیا تو اس پر تاوان لازم نہ ہوگا اس واسطے کہ یہ ایداع جدید ہے اور اگر مالک کو و دلعت کے لینے پر قادر نہ کیا تو مودع پر و دلعت کا ضمان لازم ہوگا اس واسطے کہ عدم تکلیف سے پھیر دینا پورا نہ ہو اذانی الاختیار و قید بقولہ لما کہنا لانه لوجہ ما لفرہ لم یضمن لانه من الحفظ اور قید لگانا مصنف نے کہ مالک سے انکار و دلعت کر کے اقرار کرے اس واسطے کہ اگر مالک کے سوا اور شخص سے مودع و دلعت کا انکار کرے گا تو اس پر تاوان نہ آوے گا اس واسطے کہ غیر سے انکار کرنا من جملہ حفظ و دلعت سے حاصل تن یہ ہے کہ اقرار بعد انکار سے تاوان نہیں مگر سات شرطوں سے تاوان لازم آتا ہے۔ ۱۔ شرط یہ ہے مطالبہ مالک کا بعد انکار کے مودع یہ کہ و دلعت کو نقل کر چکا ہو ۲۔ یہ کہ نہ انکار میں نقل ہو ۳۔ یہ کہ و دلعت منقولاً ہے ہو ۴۔ یہ کہ انکار کے وقت وہ شخص نہ ہو جس کے ضائع کر ڈالنے کا خوف ہو ۵۔ یہ کہ و دلعت کو انکار کرنے کے بعد سامنے نہ لاوے۔ یہ کہ انکار مالک سے کیا ہو نہ غیر سے فاذا تمت ہذہ الشرط ولم یبرأ بقراءہ الا یعقد جدید و لم یوجد پھر جب کہ یہ شرط سب سے پوری ہوں تو مودع تاوان دینے سے بری الذمہ نہ ہوگا اپنے اقرار کرنے سے مگر ایداع کا عقد جدید ہو اور حالانکہ عقد جدید موجود نہیں و لوجہ ما تم ادعی روماً بعد مالک و برین علیہ قبل و بری اور اگر مودع نے و دلعت کا انکار کیا پھر دعویٰ کیا کہ اس نے و دلعت کو پھیر دیا بعد اس کے اور اس پر گواہ لایا تو گواہی مقبول ہے اور تاوان سے بری ہوگا مگر لو برین انہ ردوا قبل الجود و قال غلطت فی الجود و اوسیت او ظننت انی دفعتہا قبل بری انہ چنانچہ اگر گواہ لایا کہ اس نے و دلعت پھیر دی انکار کرنے سے پہلے اور مودع نے کہا کہ میں نے انکار ازراہ غلط کیا یا میں بھول گیا تھا یا مجھ کو یہ گمان تھا کہ میں و دلعت کو دے چکا ہوں تو برہان اس کی مقبول ہوگی و لو ادعی بلا کہا قبل جود ما حلفت المالك ما یعلم ذلك فان حلفت ضمنہ وان کفل بری و کذا العاریۃ منہا و اور اگر دعویٰ کیا و دلعت کے ہلاک ہونے کا قبل از انکار و دلعت کے تو مالک سے قسم لی جائے کہ وہ اس کو یعنی ہلاک و دلعت کو نہیں جانتا ہے سو اگر مالک یہ قسم کھائے تو مودع سے تاوان لے اور اگر مالک قسم نہ کھائے تو مودع تاوان سے بری ہوگا اور یہی حال سے عاریت کا کذا فی المنہاج ہم قاضی مالک سے اس وقت قسم لے گا جب کہ مودع قسم کی درخواست کرے اور و دلعت کے تلف ہو جانے پر گواہ نہ لاسکے اور عاریت کی یہ صورت ہے کہ مستعیر نے ہلاک عاریت کا دعویٰ کیا قبل انکار کے تو قاضی معیر سے علم پر قسم لے گا کذا فی الطحاوی و یضمن قیمتہا یوم الجود ان علم والا فیوم الایدارع عادیہ اور انکار کے دن جو و دلعت کی قیمت ہوگی اس کا تاوان لیا جاوے گا اگر اس دن کی قیمت معلوم ہو اور اگر معلوم نہ ہو تو یوم الایدارع کی قیمت کا تاوان لیا جائے گا کذا فی العادیۃ بخلاف مضارب محمد تم اشتری لم یضمن خانہ بخلاف اس

مضارب کے جس نے انکار کیا پھر خرید کیا تو اس پر تاوان نہ آوے گا کذا فی الخانیۃ ہم منع الغفار میں خانیہ سے منقول ہے کہ مضارب نے جب کہ حسب مال سے کہا کہ تو نے مجھ کو کچھ نہیں دیا پھر بولا کہ ماں دیا ہے مجھ کو پھر مال سے کچھ خریدی تو وہ خریداری مضاربت پر ہوگی اور اگر مال ضائع ہوگا اس کے پاس انکار کے بعد قبل خرید کے تو وہ ضامن ہے اور قیاس یہ ہے کہ وہ ہر حال میں ضامن ہو اور استحسان میں جب کہ اس نے انکار کیا پھر اقرار کیا پھر خرید کی تو تاوان سے بری ہوگا اور اگر مضاربت کا انکار کرے گا پھر خرید کرے گا پھر اقرار کرے گا تو وہ ضامن ہے اور متاع اس کی ہوگی انتہی تو اگر شارح یوں کہتا (بخلاف مضارب) جدم اقرثم اشتري لم یضمن) ٹھیک ہوتا کذا فی الطحاوی و المودع لہ السفر بہا ولو لہا حمل درر عند عدم ہی المالک وعدم الخوف علیہا بالاخراج اور مودع کو جائز ہے سفر میں لے جانا ودیعت کا در صورت نہ منع کر دینے مالک کے اور نہ خوف ہونے ودیعت پر نکالنے سے اگرچہ ودیعت کے لے جانے میں بار برداری کی حاجت ہو کذا فی الدرر جوہرہ میں حمل کی تفسیر یوں کی ہے کہ جس کے اٹھانے میں جانور یا اجرت حال کی حاجت ہو فلونہا اذخاف فان لہ بدین السفر ضمن و لانا ان سافر بنفسہ ضمن و بابلہ للاختیار تو اگر مالک نے مودع کو سفر میں لے جانے سے منع کر دیا ہو یا راہ میں خطرہ ہو تو اگر مودع کو سفر کی ضرورت نہ ہو اور باوجود اس کے سفر میں لے جائے تو تاوان دے گا اور اگر سفر ضروری ہو تو اگر تنہا بذات خود سفر میں لے گیا تو تاوان دے گا اور اگر اپنے اہل و عیال کے ساتھ سفر میں لے گیا تو تاوان نہ دے گا کذا فی الاختیار و لو اودعاشیئاً مثلاً او قیماً لم یجز ان یدفع المودع الی احدہما حظہ فی غیبتہ صاحبہ اور اگر دو شخصوں نے ایک چیز ودیعت رکھی خواہ وہ چیز مثلی ہو چنانچہ وزنی اور کبلی یا قیمت والی ہو چنانچہ کپڑا یا کتاب تو مودع کو جائز نہیں یہ کہ ان میں سے ایک شخص کا حصہ دوسرے شخص کے پیچھے دیوے م قیمت والی کا عدم جواز دفع بالا جماع ہے اور مثلی میں صاحبین کا خلاف سے یعنی ان کے نزدیک اس کا حصہ دینا جائز ہے ولو دفع الی یضمن فی الدرر نعم و فی البحر الاستحسان لافکان ہوا المختار اور اگر دوسرے کی غیبت میں ایک کا حصہ دے گا تو اس پر تاوان آوے گا یا نہیں در میں ہے کہ ماں تاوان آوے گا اور بجز الرائق میں ہے کہ استحسان میں اس پر تاوان نہیں پھر جب عدم تاوان استحسان ہوا تو عدم تاوان ہی مختار ہوگا م طحاوی نے علامہ مقدسی سے نقل کیا کہ یہ قول کیونکر مختار ہوگا حالانکہ متون امام کے قول پر ہیں فان اودع رجل عند رجلین مال یقسم اقتسامہ وحفظ کل نصفہ کم تہنین و مستبضعین و وصیین وعدلی ہن و کبلی شراد سو اگر ودیعت رکھی ایک مرد نے دو مردوں کے پاس وہ چیز جو قسمت پذیر ہے تو دونوں مرد اس کو بانٹ لیں اور ہر مرد اس کے نصف کی محافظت کرے مانند دو مرتہ تہنوں اور دو مستبضعوں اور دو وصیوں اور ہن کے دو عادل شخصوں اور خرید کے دو کیلوں کے حصہ پذیر سے مراد کیلٹ اور موزونات ہیں اور جو چیز عیب دار نہ ہو جائے تقسیم سے خرید کے دو کیلوں کی یہ صورت ہے کہ ان کو مثلاً ہزار درم دیے غلام کے خرید کرنے کو تو دونوں برابر کو قسمت کر لیں پھر اگر ایک وکیل دوسرے کو اپنا نصف دے گا تو اس پر تاوان لازم آوے گا یعنی در صورت بلا کی اور اس پر اجماع سے کہ بدفع الیہ یرضان نہیں کذا فی الطحاوی و لو دفع احدہما الی صاحبہ ضمن الدافع اور ایک مرد مودع اپنا حصہ اپنے ساتھی کو یعنی دوسرے مودع کو دے تو دینے والا تاوان دے گا بخلاف مالا یقسم لہ جواز حفظ احدہما باذن الآخر بخلاف اس ودیعت کے جو قسمت پذیر نہیں کہ اس میں دافع پر تاوان نہیں بسبب جائز ہوجانے ایک شخص کی محافظت کے دوسرے کے اذن سے م غیر قسمت پذیر وہ چیز ہے جو تقسیم سے معیوب ہو جائے کذا فی الطحاوی و لو قال لا تدفع الی عیالک او احفظ فی ہذا البیت فدفعما الی ما لا بد منہ او حفظہا فی بیت آخر من الدار فان کانت ہوت الدار مستویۃ فی الحفظ لاوا حترز لہ بخلاف مضارب کے کہ انکار کیا پھر اقرار کیا پھر خرید کی تو تاوان نہ دے گا ۱۲۷ یعنی اگر کسی قابل قسمت دو مرتہ تہنوں کو دے تو وہ بھی اس کو تقسیم کر لیں اسی طرح اگر بضاعت پر دو شخصوں کو دے یا دو وصیوں کو ایسی چیز لے یا ہن کی چیز دو عادل شخصوں کے پاس رکھو دے تو آپس میں نصف نصف تقسیم کر لیں ۱۱

المضمن اور اگر مالک نے مودع سے کہا کہ میری ودیعت نزدیکیوں اپنے عیال کو یا محافظت کیچھ اس کو ٹھہری میں سو مودع نے ودیعت اس شخص کی اپنے عیال میں سے دی جس سے اس کو چارہ نہیں یا ودیعت کی حفاظت کی اس گھر کی دوسری کو ٹھہری میں تو اگر اس گھر کی کو ٹھہریاں محفوظ ہونے میں برابر ہو یا یا دوسری کو ٹھہری محفوظ پر مالک کی بتائی کو ٹھہری سے ہو تو اس پر تاوان نہ آوے گا یعنی اور صورت تلف ہو جانے ودیعت کے اس واسطے کہ شرط مذکورہ مفید نہیں لہذا معتبر نہیں م عیال لایا جیسے جانور سپرد کرنا اپنے غلام کو اور جو چیز عورتوں کی حفاظت کے لائق سے اس کو اپنی زوجہ کو سپرد کرنا کذا فی شرح الوقایہ طحاوی نے کہا یہ اس صورت میں ظاہر ہوتا ہے کہ عیال میں سے بعض معین کے سپرد کرنے سے منع کر دیا نہ کہ مطلق عیال سے منع کیا والاضمن لان التقييد مفيد اور اگر ویسا نہیں تو تاوان آوے گا اس واسطے کہ قید لگانا مالک کا مفید ہے م یعنی اگر مودع غیر لایا عیال کو ودیعت سپرد کرے مثلاً اس زوجہ یا اس غلام کو سپرد کرے جس کے دینے سے مالک نے منع کر دیا اور حالانکہ مودع کی دوسری زوجہ یا دوسرا غلام موجود ہے یا دوسری کو ٹھہری میں حفاظت قلیل ہو اس طرح پر کہ اس کا پشت راہ کی طرف ہو تو مودع پر در صورت تلف ودیعت تاوان لایا آوے گا اس واسطے کہ وہ متعدی ٹھہرا کیونکہ بعضے عیال پر اعتماد نہیں ہوتا اور حفاظت میں بیوت متفاوت ہوتے ہیں بدائع میں ہے کہ قاعدہ کلیہ اس باب میں یہ ہے کہ جس شرط کی مراعات ممکن ہو اور اس میں فائدہ بھی ہو تو وہ معتبر ہے اور جس شرط کی مراعات غیر ممکن ہو اور وہ مفید بھی نہ ہو وہ لغو اور باطل ہے کذا فی الطحاوی ولا یضمن مودع المودع فیضمن الاول فقط ان ہلکت بعد مفارقتہ وان قبلہا لا ضمان اور تاوان نہ دے مودع کا مودع مثلاً زید نے خالد کے پاس ودیعت رکھی اور خالد نے محمود کے پاس تو مودع اول یعنی فقط خالد پر تاوان آوے گا اگر ودیعت ہلاک ہو گئی مودع اول کے جدا ہونے کے بعد اور اگر قبل از مفارقت ہلاک ہوئی تو ضمان نہیں م یہ امام کا قول ہے اور صاحبین کے نزدیک مالک کو احتیاطاً ہے چاہے اول سے تاوان لے اور چاہے ثانی سے ولو قال المالك ہلکت عند الثاني وقال بل ردنا و ہلکت عندی لم یصدق اور اگر مالک نے کہا کہ ودیعت مودع ثانی کے پاس تلف ہوئی اور مودع اول نے کہا بلکہ اس نے مجھ کو پھیر دی تھی اور میرے پاس ہلاک ہوئی تو مودع اول کی تصدیق نہ ہوگی و فی الغصب منہ یصدق لانه امین سراجیہ اور مودع کے پاس سے غصب ہو جانے میں اس کی تصدیق ہوگی اس واسطے کہ وہ امین سے کذا فی السراجیہ یعنی اگر ودیعت غصب ہو گئی مودع کے پاس سے اور تلف ہو گئی اور مالک نے چاہا کہ غاصب سے تاوان لے سو مودع نے کہا کہ غاصب نے مجھ کو ودیعت پھیری سو میرے پاس وہ ہلاک ہو گئی تو مودع کا قول مقبول ہوگا کیونکہ وہ امین ہے کذا فی المنع و فی المجتبى القصار اذا غلط فذبح ثوب رجل لغيره فقطع فکلاهما ضامن او مجتبى میں ہے کہ جب دھوبی چوک چلے سو ایک مرد کا کپڑا دوسرے مرد کو دے پھر دوسرا شخص اس کو قطع کر ڈالے تو دونوں شخص یعنی دھوبی اور قاطع ضامن ہیں م یعنی مالک جس سے چاہے تاوان لے تو اگر دھوبی سے تاوان لے تو دھوبی قاطع سے بھر لے اور اگر قاطع سے لے تو وہ دھوبی سے نہ لے قواعد فقہ اسی کو مقتضی ہیں کذا فی الطحاوی یعنی یہ تفصیل بحث سے نہ ہوتا

نذیب عن محمد اصاب الودیة شئ فامر المودع رجلا ليعالها فعبطت من ذلك فله بها الضمين من شاء لكن ان ضمن المعالج رجوع على الاول ان لم يعلم انها لغيره والالم يرجع اليه اور محمد بن حسن سے روایت ہے کہ ودیعت کے جانور کو کچھ بیماری ہو گئی سو مودع نے ایک مرد سے کہا کہ اس کا معالجہ کرے سو وہ جانور ہلاک ہو گیا تو اس کا مالک جس سے چاہے تاوان لے لیکن اگر معالج سے تاوان لے تو وہ اول شخص یعنی مودع سے بھر لے اگر معالج نہ جانتا ہو کہ ودیعت غیر شخص کی ہے اور اگر جانتا ہو کہ غیر شخص کی ہے تو رجوع نہ کرے گا انتہی مافی المجتبى بخلاف مودع الغاصب فیضمن ایاماً بخلاف غاصب کے مودع کے تو مالک جس سے چاہے تاوان لے خواہ غاصب سے خواہ اس کے مودع سے م غاصب سے تاوان لینا تو رجوع ہے اور مودع سے اس واسطے کہ اس نے غاصب سے ودیعت لی بدون رضامندی اس کے مالک کے کذا فی الدرر اذا ضمن المودع رجوع

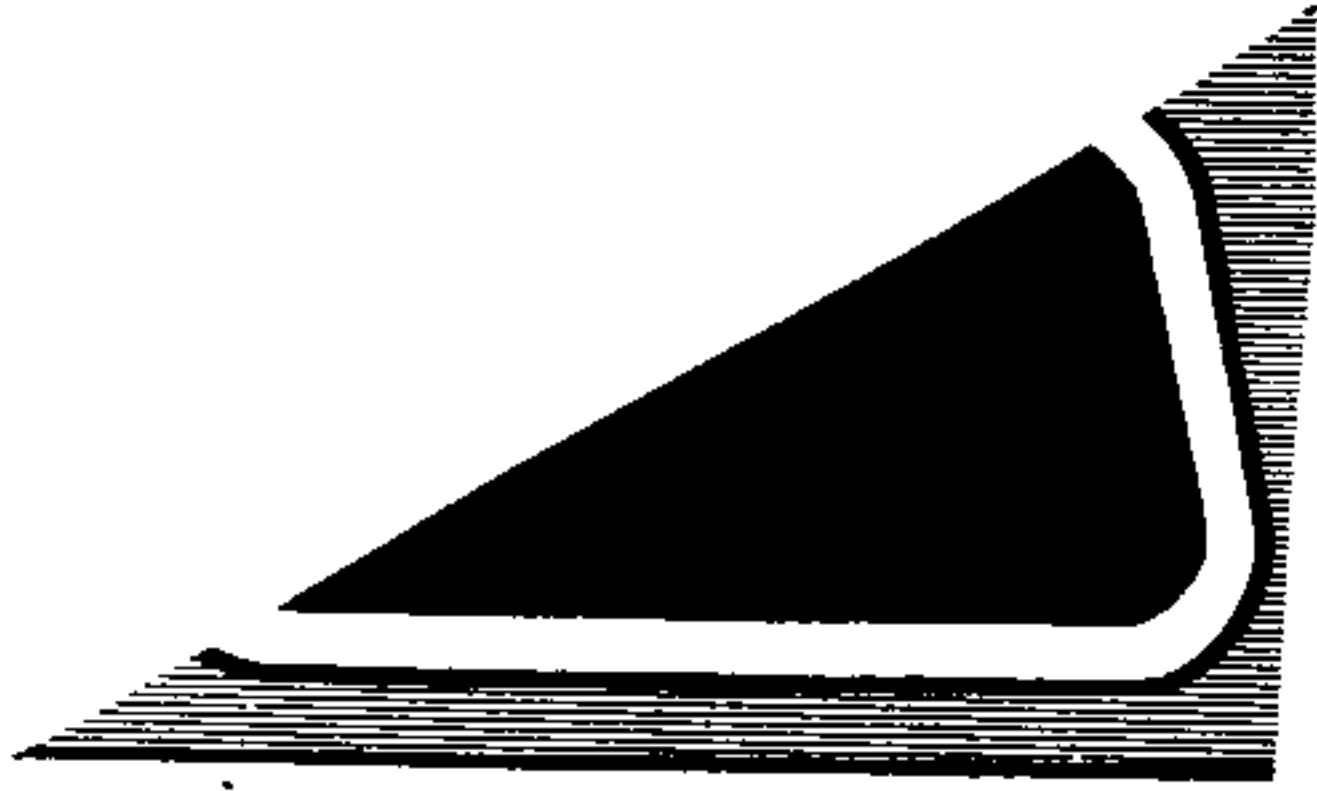
علی الغاصب وان علم علی الظاہر در خلافا لما نقلہ القہستانی والبقاتی والبرجندی وغیرم فتنبہ اور جب کہ مالک مودع سے تاوان لے تو مودع غاصب سے بھرنے اگرچہ مودع جانتا ہو کہ وہ چیز منسوب ہے برقول ظاہر کذانی الدرر بر خلاف اس قول کے جس کو قہستانی اور بقاتی اور برجندی وغیرم نے نقل کیا کہ در صورت علم کے رجوع نہیں تو خبر دار رہیو اس اختلاف سے مع الف ادعی رضان کل منہما انہ لہ اودعہ ایہ فنکل عن الحلف لہما فہولہما وعلیہ الف آثرینہما ایک شخص کے پاس ہزار درم ہیں اس پر دو شخص مدعی ہیں ہر شخص دعویٰ کرتا ہے کہ وہ ہزار اس کے ہیں اس نے اس شخص کے پاس ودیعت رکھی ہے یعنی دونوں کے گواہ تھے سو مودع سے قسم لینا پاماسوا اس نے دونوں کے واسطے قسم نہ کھائی تو وہ ہزار دونوں مدعیوں کے مملوک ٹھہریں گے اور اس شخص پر ایک ہزار درم اور واجب الادا ہوں گے جو دونوں مدعیوں میں نصفاً نصف ہوں ہم قسم نہ کھانا اقرار ہوا دونوں دعویوں کا لہذا ایک ہزار اس پر لازم آئے ولو حلف لاحدہما وکل للاثر فالالف لمن نکل لہ اور اگر مودع نے ایک مدعی کے واسطے قسم کھائی اور دوسرے کی قسم سے انکار کیا تو ہزار درم اس مدعی کے ٹھہریں گے جس کے واسطے اس نے قسم نہ کھائی وقوع الی رجل الفاقال ادفعہا الیوم الی فلان فلم یدفعہا حتی ضاعت لم یضمن اذ لا یلزمہ ذلک ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم دیئے اور کہا کہ یہ ہزار درم آج کے دن فلا نے شخص کو پہنچا دے سو اس نے اس کو نہیں پہنچا ہے یہاں تک وہ تلف ہو گئے تو اس سے تاوان نہ لیا جاوے گا اس واسطے کہ یہ فعل اس پر کرنا لازم نہیں کہا لو قال لہ حمل الی الودیعة فقال افعل ولم یدفع حتی مضی الیوم وہکت لم یضمن لان الواجب علیہ التخلیۃ عمادیۃ چنانچہ اگر مالک نے مودع سے کہا کہ میری طرف اٹھا لا ددیعت کو سو کہا اس نے کہ میں یہ فعل کروں گا پھر وہ نہ اٹھا لایا یہاں تک کہ وہ دن گزر گیا اور ودیعت ہلاک ہوئی تو اس پر تاوان نہ آوے گا اس واسطے کہ مودع پر تخلیہ واجب ہے کذانی العمادیۃ یعنی فلا نے کو دینا یا مالک کی طرف ودیعت کا اٹھانا اس پر واجب نہیں ہے جس کے نہ کرنے سے تاوان اس پر لازم ہو بلکہ مالک اور ودیعت میں تخلیہ البتہ اس پر واجب ہے قال رب الودیعة للمودع ادفع الودیعة الی فلان فقال دفعت وکذبت فی الدفع فلان وضاعت الودیعة تصدق المودع مع یمینہ لانه ائین سراجیۃ صاحب ودیعت نے مودع سے کہا کہ ودیعت فلا نے شخص کو دے سو اس نے کہا کہ میں نے اس کو دی اور فلا نے شخص نے دینے میں اس کے تکذیب کی اور ودیعت ضائع ہو گئی تو مودع کے قول کی تصدیق ہوگی قسم کے ساتھ اس واسطے کہ وہ ائین سے کذانی السراجیۃ قال المودع ابتداء لا ادری کیف ذہبت لا یضمن علی الاصح کما لو قال ذہبت ولا ادری کیف ذہبت فالقول قول مودع نے تفرغ سے کہا نہیں جانتا ہوں کہ ودیعت کیونکر جاتی رہی تو اس پر تاوان نہیں برقول صحیح تر چنانچہ اگر یوں بولا کہ ودیعت جاتی رہی اور میں نہیں جانتا ہوں کہ کیونکر وہ جاتی رہی تو مقبول قول مودع کا قول ہوگا بخلاف قول لا ادری اضاعت ام لم تضع او لا ادری وضعتا او دفنتہا فی داری او موضع آخر فانہ یضمن بخلاف قول مودع کہ میں نہیں جانتا کہ ودیعت ضائع ہو گئی یا ضائع نہیں ہوئی یا میں نہیں جانتا کہ میں نے ودیعت رکھ دی یا دفن کر دی اپنے گھر میں یا کسی اور جگہ میں تو اس پر تاوان آوے گا مطلقاً وہی نے کہا فتاویٰ عالمگیری میں عمادیہ سے اس کے برخلاف منقول ہے اس طرح کہ اگر بولا کہ میں نہیں جانتا کہ ضائع ہو گئی یا ضائع نہیں ہوئی تو اس پر تاوان نہیں ولو لم یبین مکان الدفن کنتہ قالہ سرت من مکان المدفون فیہ لا یضمن وتامہ فی العمادیۃ اور اگر مودع نے دفن ودیعت کا مکان بیان نہ کیا لیکن اس نے کہا کہ وہ چوری ہو گئی ہے مکان سے جس میں دفن تھی تو اس پر تاوان نہیں اور اس کا پورا بیان عمادیہ میں سے فروع مسائل ملحقہ شارح کے ہدو۔ المودع او الوصی علی دفع بعض المال ان خاف تلف نفسه او عضوه فدفع لم یضمن مودع یا وصی دھمکایا گیا بعض مال کے دینے پر تو اگر مودع یا وصی ظالم سے ڈرا ہو تو جان پر یا اپنے عضو پر سو اس نے بعض مال دیا تو اس پر تاوان نہیں وان خاف الحبس والقید یضمن اور اگر مجبوس ہونے سے یا بٹری والے سے



ڈرا اور اس نے مال دے دیا تو اس پر تاوان ہوگا و ان نیشی اخذ مالہ کلہ فهو عذرا اور اگر مودع یا وصی اپنے تمام مال کے چھین جانے سے ڈرا تو وہ عذر سے مفتاوی عالمگیری میں ہے کہ سلطان نے مودع کو ڈرایا اس کے مال کے تلف کر ڈالنے سے اگر وہ ودیعت کو نہ دے تو اس پر تاوان آئے گا۔ اگر اس کے پاس مال بقدر کفایت کے باقی رہے اور اگر سب مال لے تو وہ معذور ہے اور اس پر تاوان نہیں کما لوکان الجابر موالاتخذ بنفسه فلا ضمان عمادیہ چنانچہ اگر ظالم جابروی بذات خود لینے والا ہو تو تاوان نہیں کذا فی العمادیہ م طحاوی نے کہا کہ منج الغفار سے معلوم ہوتا ہے کہ جب ظالم خود لینے والا ہو تو تفصیل مذکور اس میں نہیں خیف علی الودیعة الفساد رفع الامر للحاکم لیسبغہ ولولم یرفع حتی فسد فلا ضمان و ودیعت پر خون ہوا اس طرح جانے اور بگڑ جانے کا تو مودع یہ حال حاکم سے کہے تاکہ وہ اس کو بیچ ڈالے اور اگر حاکم سے نہ کہے یہاں تک کہ ودیعت بگڑ جائے تو اس پر تاوان نہیں م حاکم سے کہنا بہتر ہے واجب نہیں فتاوی عالمگیری میں ہے کہ اگر اس شہر میں حاکم نہ ہو تو خود مودع اس کو بیچ ڈالے اور اس کا من رکھ چھوڑے ولو اتفق علیہا الا ان یترقب مودع اور اگر مودع نے ودیعت پر کچھ خرچ کیا بدون حکم قاضی کے تو وہ لٹا کرنے والا ہے یعنی مالک سے وہ خرچ نہیں لے سکتا بلکہ حاکم قرآن مصحف الودیعة او الرمن فہلک حالۃ القرارة لا ضمان لانہ ولایۃ بہذا التصرف صیر فیہ مودع نے ودیعت یا رمن کے مصحف میں پڑھا سو مصحف تلف ہو گیا پڑھنے کی حالت میں تو اس پر تاوان نہیں اس سبب کہ مودع کو اس تصرف کی یعنی پڑھنے کی دلالت ہے کذا فی الصیر فیہ م کتاب العاریۃ کے اخیر میں مذکور ہوگا کہ کتب علم میں نظر کرنا جائز ہے اگر نظر کرنے اور تقلیب اور اوراق میں ضرر نہ ہو اور یہ اس طرح ہے جیسے کسی کی دیوار کے سائے میں بیٹھنا اور احتیاط یہ ہے کہ بلا اجازت مالک نظر نہ کرے اور فتاوی عالمگیری میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے پاس طبق ودیعت رکھا سو اس نے خم یعنی ٹھکے کے سر پر رکھا سو تلف ہو گیا اور اگر رکھنا بروجہ استعمال ہو تو تاوان ہے اور اگر بطریق استعمال کے نہیں سے تو تاوان نہیں اور اس کی معرفت کا طریقہ یہ ہے کہ اگر مشک میں پانی یا آٹا ہو تو رکھنا طبق کا استعمال ہے اور اگر مشکا خالی ہو تو استعمال نہیں کذا فی الطحاوی قال وکذا الوضع السراج علی المنارة صیر فیہ کے مصنف نے کہا اور اسی طرح اگر ودیعت کا چراغ منارے پر رکھے تو تاوان نہیں در صورت تلف ہو جانے کے م منارے سے مراد محل نور ہے وہاں ادرع صکا و عرف ادا بعض الحق و مات الطالب وانکر الوارث الا اذ حبس المودع الصک ابد اور صیر فیہ میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے پاس تمسک ودیعت رکھا اور ادا نے بعض حق معلوم ہے اور طالب مرگیا اور طالب کا وارث منکر ادا نے بعض حق کا ہے تو مودع تمسک کو ہمیشہ بند رکھے م صورت اس کی یہ ہے کہ مثلاً زید کے محمود پر سود م ہیں سو محمود نے زید کو سود م کا تمسک لکھ دیا اور زید نے وہ تمسک حاد کے پاس ودیعت رکھا پھر محمود نے بچائیں دم مثلاً زید کو ادا کیے اور یہ حال حاد کو معلوم سے بعد اس کے زید مر گیا اور اس کا وارث بچائیں دم کے دینے کو نہیں مانتا ہے تو حاد کو چاہیے کہ تمسک محمود کے وارث کو نہ دے طحاوی نے کہا اس واسطے کہ اس میں محمود کا ضرر ہے اور شاید کہ یہ اس صورت پر محمول ہے جب کہ مدعا علیہ حق کا اقرار کرے تمسک دیکھ کر والا مجرد مثبت حق نہیں انتہی و فی الاشباہ لا یراد یون المیت بدفع الدین الی الوارث و علی المیت دین اور اشباہ میں ہے کہ میت کا دیون بری الذمہ نہ ہوگا وارث کو دین دیکر اور حالانکہ سب پر دین ہے اور لوگوں کا م ظاہر عدم برات اس صورت میں ہے جب کہ دین مستغرق ہو اور وارث مومن نہ ہو چنانچہ ودیعت میں یہی شرط ہے جب کہ مودع وارث کو ودیعت دے و کذا فی الطحاوی عن المحوی لیس للسر اخذ و دیعة العبد میان کو جائز نہیں غلام کی ودیعت لینا یعنی اس واسطے کہ شاید وہ غیر کمال ہو جب کہ مولی گواہ لا دے کہ یہ میرا مال ہے العامل لیسر امانۃ لا اجر لہ الا الوسی والناظر اذا عملا جو شخص کہ غیر کے واسطے عمل کرتا ہے بطور امانت کے اس کے واسطے اجرت نہیں مگر وہی اور ناظر وقت کے واسطے اجرت مثل ہے جب کہ دونوں عمل کریں م وہی سے وہی مراد ہے

جس کو قاضی نے مقرر کیا اجرت معین کر کے اور میت کا وصی تو اجرت کا مستحق نہیں کذا فی الاشباہ قلت فعلم منہ ان لا یرى لناظر فی المسقف اذا اجل علیہ المستحقون فلیحفظ فی کتابہم تو اس سے معلوم ہوا یعنی وصی اور ناظر کے اشتراط عمل سے معلوم ہوا کہ ناظر وقف کے واسطے اجرت نہیں پٹے ہوئے مکان میں جب کہ مستحقین وقف کو اس کے پٹے کا حوالہ کر دیا گیا ہو تو اس کو یاد رکھنا چاہیے ہم طحاوی نے کہا کہ اگر وقف کرنے والے کی طرف سے اجرت مشروط ہوگی تو ناظر کو ملے گی و فی الویسیات ۵ و دافع الف مقررنا و متعارضا ۶ و ریح القراض الشرط جاز و یجوز ۷ اور وہیانیہ میں سے اور ہزار درم قرض اور مضاربت میں سے کر نفع مضاربت کا فقط مالک کے واسطے شرط کرنا جائز ہے اور ممنوع ہے ہم یعنی ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم دیے اور کہا کہ نصف قرض میں اور نصف بطور مضاربت اور مضاربت کو نفع مخصوص میرے واسطے سے تو یہ شرط جائز ہے تو نصف بصناعت چھہرے گا اور نصف قرض کا نفع مستقرض کا ہوگا اس واسطے کہ جو مضاربت فاسد ہوگئی تمام نفع کی شرط کرنے سے صاحب مال کے واسطے تو مضاربت منقلب بہ بصناعت ہوگئی وجہ ممنوع ہونے کی یہ ہے کہ حدیث میں قرض سے جرمنقت کرنا منع ہے پھر جب شرط صحیح ہوئی تو ہزار کا نفع دونوں کے واسطے سے اور ٹوٹا بھی دو توں پر سے اس واسطے کہ دونوں ہزار میں شریک ہیں کذا فی الطحاوی ۵ وان یدعی ذوالمال قرضا و حصمہ ۶ قراضا رب المال قد قبل اجدرہ اور اگر صاحب مال قرض کا دعویٰ کرے اور اس کا مخالف مضاربت کا دعویٰ کرے تو بعتوں نے کہا کہ صاحب مال کا قول لائق تر بقبول ہے ہم اور دوسرا قول یہ ہے کہ مضاربت قول مقبول ہے اور مصنف نے قول ثانی کو اختیار کیا ہے کتاب الایداع سے پہلے ۵ و فی العکس بعد الریح فالقول قولہ کذا لک فی الابضاع ما یتغیرہ اور اس کے بالعکس دعویٰ کرنا بعد نفع کے تو صاحب مال ہی کا قول مقبول ہے اسی طرح بصناعت دینے کے اختلاف میں حکم متغیر نہیں ہے ہم بالعکس کی صورت یہ ہے کہ مضاربت نے نفع حاصل کرنے کے بعد دعویٰ کیا کہ میرے پاس مال قرض تھا اور صاحب مال نے کہا مضاربت کے طور پر تھا تو صاحب مال ہی کا قول مقبول ہے اور مضاربت پر گواہ لانا لازم ہے اور البضاع کی یہ صورت ہے کہ صاحب مال کہتا ہے کہ میں نے اس کو مال بطور بصناعت کے دیا اور مضاربت قرض کا دعویٰ کرتا ہے تو صاحب مال کا قول مقبول ہے کذا فی الطحاوی ۵ وان قال قد عنتا من البیت و حدنا ۶ یصح و یتجلف نقد تصویرہ اور اگر مودع نے کہا کہ فقط ودیعت کو ٹھہری سے ضائع ہوگئی تو یہ قول صحیح ہے یعنی صادق ہے اور اس سے قسم لی جائے اس واسطے کہ یہ صورت ہو سکتی ہے ہم یعنی سولنے و ودیعت کے مکان سے اور کسی چیز کا ضائع نہ ہونا متصور ہے اس طرح کہ سارق جلدی کے سبب سے ودیعت کے سوا اور کسی چیز کو چرانہ سکا یا کہ وہی چیز اس کو مقصود تھی کذا فی الطحاوی ۵ و تارک فی قوم لامر صحیفہ ۶ فرا حوا و راحت لیسین المتاخرہ اور ایک قوم میں ودیعت کا چھوٹنے والا بواسطہ امر مکتوب کے پھر قوم کے لوگ وہاں سے چلے گئے اور ودیعت تلف ہوگئی تو پچھلا شخص جانے والا تاوان دے ہم شخص متاخر پر اس واسطے ضمان آیا کہ اس پر حفاظت و ودیعت کی متعین ہوگئی تو تاوان بھی اسی مخصوص ہوگیا تو اگر سب لوگ ساتھ اٹھے گئے تو سب پر تاوان آوے گا کذا فی الطحاوی ۵ و تارک نشر الصور صیغافوت لم یضمن و قرض الفار بالعکس لیسیرہ اذالم یسد الثقب من بعد علمہ ولم یعلم الملائک ہی تنقرہ اور گرمی کے موسم میں صوف پھیلانے کا ترک کرنے والا مودع یعنی مالک کے امر سے پھر صوف کو صوف کا پکڑا پھاٹا چاٹ گیا تو مودع تارک سے تاوان نہ لیا جائے گا اس واسطے کہ اس نے ودیعت کی حفاظت کی جس طرح کہ اس کو امر ہوا کذا فی الطحاوی عن المحیط اور جو سے کا کاٹنا و ودیعت کو برخلاف اس مسئلہ کے مروی ہے جب کہ مودع ودیعت کے مکان کا سورج بند کرے بعد اسکے دریافت ہونے کے یا کہ مالک ودیعت کو نذر کر دیکر مکان سے یہ مترجم اول کا سہو ہے ترجموں چاہیے کہ چھوٹنے والا صحیفے کا ایک قوم میں کسی غرض کیلئے گیا پھر لوگ وہاں سے چلے گئے اور صحیفہ جاتا رہا صحیفہ بطور مثال ہے مفعول تارک کا ۱۲ ۵ یہ حاصل مطلب ہے اور لفظی ترجمہ یوں ہے کہ جو کچھ چوہا کھودتا ہے ۱۲

ودلیعت کا سورخ دار سے ہم یعنی جب کہ مالک نے ودلیعت مودع کو سپرد کی اور مودع نے اس مکان میں رکھی جس میں سورخ نہیں پھر اس کو چوسے نے کاٹ ڈالا یا آگ سے وہ جل گئی تو اس پر تاوان نہیں اور اگر اس مکان میں سورخ سے اور مودع اس کو جانتا ہے تو اگر مالک نے مودع کو خبر دی سورخ کی تو اس پر تاوان نہیں اور اگر مالک نے خبر نہ کی اور مودع نے باوجود دانست سورخ بند نہ کیا تو اس پر تاوان ہے خلاصہ یہ ہے کہ تاوان دفع ہوتا ہے سورخ کے بند کرنے سے یا مالک کو سورخ بتانے سے اگرچہ در صورت اعلام مالک مودع سورخ کو نہ بند کرے اس واسطے کہ مالک راضی ہو گیا۔ اس مکان میں رکھنے سے باوجود سورخ دار ہونے کے تو معلوم ہوا کہ داو قولہ ولم یعلم کا بمعنی او ہے کذافی الطحاوی قلت یقی لوسدہ مرۃ ففتحہ الفار و افسدہ لم یدکر و یشغی تفصیلہ کما مرقدہ میں کہتا ہوں باقی رہا یہ احتمال کہ اگر مودع نے ایک بار سورخ بند کر دیا سو چوسے نے اس کو کھول دیا اور ودلیعت کو خراب کر ڈالا اس کا حکم مذکور نہیں اور اس کی بھی تفصیل کرنا بطور گذشتہ لائق ہے سو اس کو غور کر ہم تفصیل مذکور یہ ہے بقول طوسی کہ یا مالک سورخ کو بتاؤے یا مودع در صورت عدم اعلام سورخ کو بند کر دے تو تاوان اسی سے دفع ہو اور اس قول کو وہبانیہ کے شارحین یعنی علامہ عبدالبر اور شرنبلالی نے پسند کیا ہے تمہہ سرا جہ میں ہے کہ ودلیعت پھیر دینے کی نوبت مالک پر ہے نہ مودع پر انتہی کذافی الطحاوی والساعلم واستغفر اللہ الخلیم ۶



# کتاب العاریۃ

یہ کتاب ہے عاریت کے احکام میں ہم عاریت کی خوبی قرآن اور حدیث اور اجماع سے ثابت ہے حق تعالیٰ نے فرمایا (وَمِنَعُونَ الْمَاعُونَ یعنی کفار ماعون کو روکتے ہیں ماعون اس چیز سے عبارت ہے جس کی عاریت دینے کی لوگوں میں عادت ہو پھر جب عاریت نہ دینا مذموم ٹھہرا تو عاریت دینا محمود ہوا اور بخاری میں ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطالبؓ کا گھوڑا جس کا مندوب نام تھا بطور عاریت کے لیا تھا تو اس میں اختلاف ہے کہ عاریت دینا مستحب ہے یا واجب اکثر علماء اس پر ہیں کہ مستحب ہے کہ ذکر ابو السعد و انرا عن الودیعۃ لان فیہا تملیک کا وان اشترکانی الامانۃ مصنف پیچھے لایا عاریت کو ودیعت سے اس واسطے کہ عاریت میں منافع کی تملیک ہے اگرچہ دونوں امانت ہونے میں مشترک ہیں ہم یعنی عاریت میں تملیک ہے اور ابداع بھی ہے تو عاریت ودیعت سے بمنزلہ مفرد کے ہے مرکب سے اور مرکب مؤخر ہے مفرد سے و محاسن النیابۃ عن اللہ تعالیٰ فی اجابۃ المضطر لانہا لا تكون الا للمحتاج کا لقرض اور عاریت دینے کی عمدہ خوبیوں سے حق تعالیٰ کی نیابت ہے عاجز مضطر کی اجابت اور حاجت روائی میں اس واسطے کہ عاریت دینا نہیں ہوتا مگر حاجت مند کے واسطے قرض کے مانند یعنی مستعیر مضطر ہوتا ہے بسبب اپنی حاجت کے وقال تعالیٰ (امن سبب المضطر اذا دعاہ) اور معیر نے مستعیر کی فریاد رسی کی تو گویا حق تعالیٰ کا وہ نائب ہوا فریاد رسی میں تو عاریت دینے والا متخلق ہوا بخلق فریاد رسی بحکم تخلقوا باخلاق اللہ یعنی اسی مومنین متخلق ہونا بخلق ربانی فلذا کانت الصدقة بعشرة والقرض بشمانہ عشر سوا اس واسطے یعنی بعلت محتاجی خیرات کا ایک درم دس درم کے برابر ہے تو اب میں اور قرض کا ایک درم اٹھارہ درم کے برابر ہے ہم یعنی قرض نہیں لیتا غالباً مگر حاجت مند اور خیرات محتاج اور غیر محتاج دونوں کو پہنچتی ہے اگرچہ صدقہ دینے والا اس کو محتاج جان کر دیتا ہے صدقے کا ثواب وہ چند اس واسطے ہوا کہ الحمد لعشرة امثالہا اور قرض کا ثواب اٹھارہ گنا اس واسطے ہوا کہ قرض کا ایک درم بعلت احتیاج صدقہ کے دلو درم کے برابر ہے تو جب صدقہ کا ایک درم دس درم کے برابر ہوا تو قرض کا ایک درم بیس درم کے برابر ٹھہرا لیکن صدقہ میں صدقہ کرنے والے کی طرف کچھ عود نہیں کرتا اور قرض کا درم قرض کی طرف عود کرتا ہے تو مقابل اسکے دو درم ساقط ہو گئے تو اٹھارہ تالی رہ گئے ولذا اگر قرض مستقرض کو معاکرتے تو بیس درم کا ثواب ہوگا ہی لغۃ مشددة وتخفف اعارة الشئ قاموس عاریت لغت عرب میں عبارت ہے چیز کے عاریت دینے سے عاریت کی یا سے تختائینہ مشدودہ ہے اور اس کی تخفیف بھی جائز ہے کذانی القاموس ہم اعارة عاریت دینا استعارہ عاریت مانگنا معیر عاریت دینے والا مستعیر عاریت لینے والا و شترنا تملیک المنافع مجانا اور شرع میں عاریت عبارت ہے منافع کے مالک کو دینے سے مفت بلا عوض ہم یعنی معیر مستعیر کو اپنی چیز کی منفعت کا مالک کر دے مثلا گھوڑے کا سوار ہونا اور کتاب سے پڑھنا اور گھر کا رہنا منفعت کی قید اس واسطے لگائی تا عاریت سے اجارہ نکل جائے اس واسطے کہ اجارہ میں بھی تملیک ہے ثنائی کی مگر مفت تملیک نہیں بلکہ بعض ہے افادہ بالتملیک لزوم الايجاب القبول ولو فعلا مصنف نے تملیک کی لفظ سے ایجاب اور قبول کے لازم ہونے کا فائدہ عاریت میں ظاہر کر دیا اگرچہ قول فعلی ہونے قولی ہم چنانچہ سابق مذکور ہو چکا کہ عقد تبرع فقط ایجاب پر موقوف ہوتا ہے ولذا فتاویٰ عالمگیری میں کہا ہے کہ عاریت کا رکن فقط ایجاب ہے معیر کی جانب سے اور مستعیر کی طرف سے قبول کرنا ہمارے اصحاب ثلاثہ کے نزدیک از روئے آسمان شرط نہیں بجز الیقین

۱۲ اس کو پکارے ۱۲ یعنی میل کا ہر دس گنا ہے ۱۲ ایک لفظ مترجم اول نے چھوڑ دیا یعنی مستعار کہ عاریت کی چیز کو کہتے ہیں ۱۲۔

میں ہے کہ اگر معیر نے بلا استعارہ مستعیر سے کہا کہ یہ غلام لے اور اس سے اپنی خدمت کر تو یہ عاریت نہیں تو اس کا نفع مالک پر ہوگا انتہی من الخلاصۃ اور خانہ میں ہے کہ اگر عاریت مانگی سو معیر چپ رہا تو عاریت نہ ہوگی انتہی تو معلوم ہوا کہ ایجاب فعلی نہیں ہوتا ہاں قبول کا بے فعلی ہوتا ہے چنانچہ معیر نے کہا کہ یہ کپڑا لے بطور عاریت کے سو اس نے اپنا ہاتھ پھیلا یا اور تو اس سے ظاہر ہو گیا کہ دو فعلاً فقط قبول کی طرف راجع ہے کذا فی المطحطاوی حکمہا کو نما امانتہ اور عاریت کا حکم یعنی اثر مترتب ہوتا ہے عاریت کا امانت پر یعنی اگر عاریت بلا تعدی تلف ہو جائے تو مستعیر پر تاوان نہیں اور اگر تعدی سے تلف ہو تو بلا جماع تاوان ہے بشرطاً قابلیۃ الاستعار لانا انتفاع و خلوا عن شرط العوض لانا تفسیر اجارۃ اور عاریت کی شرط قابل ہونا ہے مستعار کا فائدہ لینے کے واسطے اور خالی ہونا عاریت کا عوض کے مشروط ہونے سے اس واسطے کہ عاریت اشتراط عوض سے عاریت باقی نہیں رہتی اجارہ ہو جاتی ہے ہم قایت انتفاع سے خمر اور خنزیر کا عاریت ہونا مسلم کے حق میں نکل گیا اور یہ ضرور ہے کہ انتفاع بدون استهلاك عین کے ہو تو درہم اور دنانیر اور فلوس اور کلبات اور موزونات اور روٹی اور صوف اور پشم اور مشک اور کافور کا عاریت لینا بلا بیان جہت عاریت نہیں بلکہ قرض ہے اور اگر وہ پیسہ یا پیاسا کسی چیز کے تولنے کے واسطے یا زینت دوکان اور تھل کے واسطے عاریت لے تو یہ قرض نہیں بلکہ عاریت ہے لیکن اس کو سوائے وجہ مذکور کے اس کا استعمال کرنا جائز نہیں کذا فی غایۃ البیان و صرح فی العلوۃ بجاز اعارة المشاع و ایداعہ و بیعہ یعنی لان جہات العین لا تفضی للمنازعة لعدم لزومها اور تصریح کی ہے عادیہ میں مشاع کی عاریت دینے اور اس کے ودیعت رکھنے اور اس کے بیچنے کے جواز کی اس واسطے کہ جہالت عین کی یہاں موجب نزاع نہیں بسبب نہ لازم ہونے عقد عاریت کے و قالوا علت المدایۃ علی المستعیر و کذا الفقہ العبداء کسوتہ فعلی المعیر اور فقہانے کہا ہے کہ عاریت کے جانور کا چارہ عاریت مانگنے والے پر ہے اور اسی طرح نفع غلام مستعار کا اور اس کا لباس تو عاریت دینے والے پر ہے و ہذا اذا طلب الاستعارۃ فلو قال المولیٰ خذہ و استخیر من غیر ان یستعیرہ فنفقۃ علی المولیٰ ایضاً لانہ ودیعتہ اور یہ یعنی غلام کا نفع مستعیر پر ہونا اس وقت ہے جبکہ مستعیر نے عاریت لینے کی خواہش کی ہو تو اگر مولیٰ کہے کہ اس غلام کو لے کر خدمت لے بلا خواہش مستعیر تو اس کا کھانا پینا بھی مولیٰ پر ہے اس واسطے کہ یہ ودیعت ہے نہ عاریت ہم ظاہر یہ اباحت انتفاع ہے اس واسطے کہ اگر ودیعت ہوتی تو اس کو نفع لینا جائز نہ ہوتا یا یوں کہیے کہ یہ ویسے ودیعت ہے جس کے انتفاع کو مالک نے مباح کر دیا و صحیح بات تک لانہ صریح اور عاریت صحیح ہے اعتک کے لفظ سے یعنی میں نے تجھ کو عاریت دی اس واسطے کہ یہ لفظ عاریت میں صریح اور کھلا ہوا ہے و اطعمتک ارضی ام، غلتہ لانہ صریح مجازاً من اطلاق اسم العمل علی الحال اور عاریت صحیح ہے اس لفظ سے اطعمتک ارضی یعنی میں نے اپنی زمین تجھ کو کھانے کو دی یعنی زمین کا غلتیرے کھانے کو دیا اس واسطے کہ یہ لفظ عاریت میں صریح مجازی ہے از قبیل بولنے اسم محل کے حال پر غلہ پیدا ہوتا ہے زمین میں تو غلہ حال ہے اور زمین اس کا محل اور محل کا نام حال پر یوں مجازاً متعارف ہے بقریۃ طعام اس واسطے کہ جب طعام غیر مطعم مثلاً زمین کی طرف مضاف ہو تو غلہ زمین مراد ہوتا ہے و منمتک معنی اعطیتک ٹولی او جارتی ہذہ و حملتک علی و انتی ہذہ اذا لم یرد بہ منمتک و حملتک الہبتہ لانہ صریح فقیہ العاریۃ بلانیتہ و الہبتہ بہا ای مجازاً اور عاریت صحیح ہے اس لفظ سے کہ منمتک یعنی میں نے تجھ کو کپڑا یا اپنی یہ لوٹ دی دی اور صحیح ہے اس لفظ سے کہ حملتک یعنی میں نے تجھ کو چڑھایا اپنے اس جانور پر جب کہ منمتک حملتک کے لفظ سے بہہ کا ارادہ نہ کرے اس واسطے کہ وہ بہہ میں صریح ہے تو عاریت کو مفید ہے بلانیت بہہ اور بہہ کو مفید ہے بطریق مجاز کے نیت بہہ سے م یعنی نطقین مذکورین سے در صورت عدم نیت بہہ عاریت ثابت ہوگی اور در صورت نیت بہہ کے بہہ متحقق ہوگا و اخذتک عبدی و اجرتک داری شہر مجازاً اور اس لفظ سے عاریت صحیح ہے کہ میں نے اپنا غلام تیری خدمت کے واسطے دیا اور اپنا گھوڑا ایک منیز بھر تجھ کو مفت اجارہ دیا م اجارہ بلا عوض درحقیقت عاریت ہے اور اگر مدت اجارہ مذکور نہ کرے گا تو بھی ایک قول میں عاریت ثابت ہوگی اور فتاویٰ مالگیری میں عدم عاریت پر اعتماد کیا ہے کذا فی المطحطاوی و داری مبتدأ لک خبر سکتی تیزی ای بطریق اسکنی او اس قول سے

عاریت صحیح کہ داری لک سکنی یعنی میرا گھر تیرا ہے سکونت کی راہ سے داری بتدار ہے اور لک خبر ہے اور سکنی تیز ہے ہم سکنی مصدر ہے معنی اقامت یا اہم ہے معنی اسکان صاحب دررنے کا سکنی محکم ہے ارادہ نفع میں لہذا لام معنی ملک مراد نہ ہو اور داری لک عمری مفعول مطلق اسی امر تھا لک عمری سکنی تمیزہ یعنی جعلت سکنی لک مدۃ عمرک اور اس لفظ سے عاریت صحیح ہے کہ داری لک عمری سکنی یعنی میں نے اپنے گھر کی سکونت تیرے واسطے مقرر کی تیری زندگی تک عمری مفعول مطلق ہے فعل محذوف کا یعنی امر تھا لک عمری اور سکنی تیز ہے ہم اور یہ بھی احتمال ہے کہ عمری ظرف ہو یعنی مدۃ عمرک اسی کی طرف شارح نے تفسیر ثانی میں اشارہ کیا لیکن اُس نے ایک احتمال کو دوسرے احتمال کے ساتھ ملا دیا زلیعی نے کہا داری لک اس کا محتمل ہے کہ رقبہ دار مخاطب کا مملوک ہو اور اس کا محتمل ہے کہ اُس کی منفعت مخاطب کی مملوک ہو اور سکنی کا لفظ ارادہ منفعت میں محکم ہے بلا احتمال لہذا محتمل کو ارادہ منفعت پر محمول کیا کذا فی الطحاوی یعنی لام معنی ملک مراد نہ ہو اور عدم لزوم ہا یزج المعیرتی شاء اور بسبب نہ لازم ہونے عقد عاریت کے معیر کو رجوع عاریت میں اختیار ہے جب چاہے اپنی چیز پھیر لے ولو موقتہ معبر کو عاریت پھیر لینے میں اختیار ہے اگرچہ عاریت کا وقت بھی معین کر دیا ہو مگر دریافت کرنا چاہیے کہ عاریت چار قسم ہے ایک یہ کہ عاریت مطلق ہو یعنی مدت اور ارتفاع مذکور نہ ہو اس کا حکم یہ ہے کہ مستعیر کو اُس سے فائدہ لینا جائز ہے جس طرح چاہے اور جب تک چاہے دوسری قسم یہ ہے کہ عاریت مقید ہو یعنی مدت اور ارتفاع مذکور ہو مخصوص اس کا حکم یہ ہے کہ وقت معین اور ارتفاع معین سے تجاوز کرنا جائز نہیں مگر در صورت بہتری خلاف تیسری قسم یہ کہ مقید در حق مدت ہو اور ارتفاع میں مطلق ہو چوتھی قسم یہ کہ مدت کی قید نہ ہو بلکہ ارتفاع کی قید ہو تو دونوں کا حکم یہ ہے کہ تعین معیر سے تجاوز کرنا درست نہیں کذا فی السراج اذ فیہ ضربت بطل تعین العین باجر المثل کم استعار امۃ لترضع ولده و صار لایاخذ الا شیدا فلما اجر المثل الی اللفظام و تمام فی الاشباہ یا کہ عاریت کے پھیر لینے میں ضرر ہو تو عاریت باطل ہوگی اور عاریت کی چیز باجرت مشل باقی رہے گی یعنی اس صورت میں عاریت منقلب باجرا ہو جائے گی چنانچہ مستعیر نے نوڈی عاریت لی اپنے ولد صغیر کے دودھ پلانے کے واسطے اور لڑکا ایسا لونڈی سے بل گیا کہ کسی کی چھاتی مزہ میں نہیں لیتا سوائے اُس لونڈی کے تو اس لونڈی کے واسطے اجرت مشل ثابت ہوگی دودھ چھوڑنے تک اور پورا بیان اس کا اشباہ میں ہے و فیہا معنی اللقیۃ تلزم العاریۃ فیما اذا استعار جدار غیرہ لوضع جرد و موضعہا ثم باع المعیر الجدار لیس للمشری دفعا و قبل نعم الا اذا شرطہ وقت البیع قلت و بالقیل بزم فی الخلاصۃ و البرازیۃ و غیرہا و اعتمدہ مشیانی تویر البصائر و لم تعقبہ ابن المصنف و کانہ ارتضاہ فلیفظ اور اشباہ میں قید سے منقول ہے کہ عاریت لازم ہو جاتی ہے اُس صورت میں جب کہ ایک شخص نے دوسرے کی دیوار عاریت لی اپنی دھنیاں رکھنے کے واسطے پھر دھنیاں اس پر نصب کیں پھر معیر نے وہ دیوار بیچ ڈالی تو مشتری کو دھنیوں کا دفع کرنا جائز نہیں اور قول ضعیف یہ ہے کہ ہاں دفع کرنا جائز ہے مگر جبکہ معیر عدم دفع شرط کر لے بیع کے وقت میں کتا ہوں اور قول ضعیف کے قوی ہونے پر جرم کیا ہے خلاصہ اور بزاز یہ وغیرہ میں اور اسی پر اعتماد کیا ہے اشباہ کے محشی نے تویر البصائر میں اور شیخ صالح ابن مصنف نے اس پر اعتراض نہیں کیا تو گویا اُس کو پسند کیا ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے و لا یضمن بالہلاک من غیر تعد اور بدون تعدی کے عاریت کے ضائع اور تلف ہو جانے سے تاوان اُس کا لازم نہیں آتا یعنی اس واسطے کہ عاریت امانت ہے اور امانت میں تاوان نہیں مگر تعدی بالاجماع تاوان ہے مگر تعدی کی صورتیں یہ ہیں کہ عاریت کے جانور کا باگ زور سے کھینچی اور وہ ہلاک ہو گیا یا مستعیر سب میں گیا اور اُس کو کوچہ میں چھوڑ دیا یا سواری کے واسطے عاریت رکھا سو اُس کو بند کر رکھا یا پانی پلانے کے واسطے اس کو غیر جہت معین سے لے گیا سو وہ ہلاک ہو گیا یا زمین جوتنے کے واسطے بیل عاریت لیا اور دوسرے روز اُس کو اور بیل کے ساتھ ملایا اُس کے خلاف عادت سو وہ ہلاک ہو گیا تو بالاجماع اُس پر تاوان ہے اور اگر کو چراگاہ میں پرانے کے واسطے چھوڑا سو وہ ضائع ہو گیا اگر وہاں اس طرح کے پرانے کی عادت ہو تو تاوان نہیں اور اگر عادت معلوم نہ ہو یا عادت مشترک نہ ہو

۱۲ یعنی اس لیے کہ لام معینہ لک ہے

تاوان ہے اور اگر جنگل میں سو گیا اور باگ ڈور جانور کی ہاتھ میں ہے سو وہ چور ایسا گیا تو اگر مستعیر لٹیا ہوگا تو تاوان ہے اور اگر بیٹھا ہوگا تو تاوان نہیں اور یہ حکم ہے غیر سفر کا اور سفر میں سو جانے سے تاوان مطلقاً نہیں جب کہ مستعار چیز اس کے سرتے ہو یا آگے رکھی ہو یا اس پاس ہو اس طرح پر کہ عادت میں اس کی نگہبانی سے خارج نہ ہو کذا فی البحر و شرط الضمان باطل کشرط عدم فی الذم خلافاً للجمهورۃ اور تاوان کا شرط کرنا عاریت میں باطل ہے جیسے عدم تاوان کی شرط ذم میں باطل ہے برخلاف روایت جو ہرہم جو ہرہم میں ہے کہ تاوان شرط کرنے سے عاریت میں تاوان لازم ہو جاتا ہے ولا تجر ولا ترمن لان الشئ لا یتضمن ما فوقہ اور مستعار کا اجارہ اور رہن رکھنا جائز نہیں اس واسطے کہ شے متضمن نہیں ہوتی اپنے ماذوق کی ہم اس واسطے کہ اجارہ اور رہن عقد لازم ہے بخلاف عاریت کا لودلیعۃ فانہا لا تجر ولا ترمن بل ولا تودع ولا تعار بخلاف العاریۃ علی المختار مانند ودلیعۃ کے اس واسطے کہ ودلیعۃ کا اجارہ اور رہن نہیں ہوتا بلکہ دوسرے شخص کے پاس ودلیعۃ نہیں رکھی جاتی اور نہ ودلیعۃ عاریت دی جاتی ہے بخلاف عاریت کے بقول مختار ہم یعنی عاریت کا ایداع اور اعارہ عند الاطلاق جائز ہے اور اگر مستعمل کی قید ہو تو عاریت دینا جائز نہیں مگر اس صورت میں جب کہ استعمال مختلف نہ ہوتا ہو اور یہی قول صحیح مفتی برہے کذا فی الطحاوی و اما المستاجر نیو جو یودع و یعار ولا یرہن اور مستاجر بفتح جیم یعنی جس چیز کو اجارہ کیا تو اس کا اجارہ رکھنا اور ودلیعۃ رکھنا اور عاریت دینا جائز ہے اور رہن رکھنا اس کا جائز نہیں و اما الرهن نکا لودلیعۃ اور رہن تو ودلیعۃ کے مانند ہے یعنی اس کا اجارہ اور رہن اور ایداع اور اعارہ جائز نہیں ولی الوبانیرۃ نظم تسع مسائل لایملک فیہا تملیکاً لغيرہ بدون اذن سوا قبض اولاد اور رہبانیرۃ میں نو مسائل نظم کیے ہیں جن میں ایسے غیر کو مالک کرنا بدون اذن مالک کے صحیح نہیں خواہ اس نے قبضہ کیا ہو یا نہ کیا ہو فقال ۵ مالک امر لایملک بحدوثہ ان امر ذکیل مستعیر وموہبہ رکوباً ولبساً فیہا ومضاربہ ومترہن ایضاً وقاض یومرہ سو صاحب وہبانیرۃ نے کہا اور وہ مالک امر کا جو مالک نہیں دوسرے کی تملیک کا بدون امر مالک اسل کے وکیل ہے اور مستعیر اور موہب بفتح جیم یعنی مستاجر بفتح جیم سوار ہونے اور قبضہ مثلاً پہننے کا غیر کے رکوب اور لبس کا مالک نہیں اور مضارب اور مترہن بھی اور قاضی مامور مالک کا لفظ مبتدا ہے اور جملہ لایملکہ کا اس کی صفت ہے اور وکیل وغیرہ اس کی خبر ہے وکیل کو جائز نہیں کہ دوسرے کو وکیل کرے بلا تفویض مطلق اور اسی طرح مستعیر کو مستعار کا عاریت دینا بلا امر معیر درست نہیں جب کہ عاریت مختلف ہو جاتی ہو باعتبار اختلاف مستعین کے اور اگر مختلف نہ ہو جاتی ہو تو جائز ہے اور اسی طرح اگر مستاجر نے اپنی خاص ذات کی سواری کے واسطے جانور کرایا یا اسی طرح قمیص کرایا تو دوسرے کو اس پر سواری کرنا یا دوسرے کو اس قمیص کا پہننا جائز نہیں اور اس طرح مضارب دوسرے کے ساتھ مضاربت کرنے کا اور مترہن دوسرے کے پاس رہن رکھنے کا اور قاضی دوسرے کو خلیفہ کرنے کا بلا اذن امام مالک نہیں کذا فی الطحاوی ۵

مستودع مستبضع ومزارع ۶ اذالم یکن من عندہ البذریبذریۃ اور مستودع بفتح وال ایداع کا اور مستبضع دوسرے کو لبضاعت دینے کا اور جس نے زمین بقصد مزارعت لی جب کہ مزارع کے پاس بیج نہ ہو کہ کھیت میں بیج ڈالا جائے تو غیر شخص کو وہ زمین بطور مزارعت کے نہیں دے سکتا بلا اذن ہم اور اگر مزارع کا بیج ہے تو وہ مالک ہے کہ دوسرے کو بطور مزارعت کے زمین دے کذا فی الطحاوی قلت والعاشرۃ و ما للمساقی ان یساقی غیرہ وان اذن المولی لیس یشکر ۷ میں کتا ہوں اور دسواں مسئلہ وہبانیرۃ کی مساقات اور مزارعت کی فصل میں یوں مذکور ہے اور جائز نہیں عقد مساقات دالہ کو کہ غیر کو زمین بطور مساقات دے اور اگر مولی یعنی مالک زمین اذن دے تو غیر کو دینا جائز نہیں فان اجر المستعیر اور رہن فہلکت صمنہ المعیر للتعدی سوا المستعیر عاریت کو اجارے میں دے یا اس کو رہن رکھے پھر وہ تلف ہو جائے تو میرا اس سے تاوان لے بسبب اس کی تعدی کے ولا رجوع للمستعیر علی حد لان بالضمان ظہرانہ اجر ملک نفسه ویتصدق بالاجرة خلافاً للثانی اور مستعیر کو تاوان پھر لینا کسی سے جائز نہیں اس واسطے کہ تاوان دینے سے ظاہر ہو گیا

۸ نفل ترجمہ یوں ہے کہ غیر کو دینے کا کوئی مشور نہیں ۱۲

کہ اُس نے اپنی ذات ملک کو اجارہ دیا اور مستعیر اجرت کو تصدق کر کے برخلاف ابو یوسف رحمہ کے مابرت اس واسطے تصدق کرے کہ مستعیر بمنزل غاصب ہو گیا اور غاصب اجارہ دینے سے مالک ہوتا ہے اجرت کا اور خیرات کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اجرت حاصل ہوئی خبیث سبب سے یعنی مال خیر کے استعمال کرنے سے کذا فی الطحاوی اذ من المتاجر یا معیرتاوان لے متاجر سے سکت عن المترین و فی شرح الوہبانیۃ الحامیۃ لایملک المترین ان یرین فیمن و للمالک الخیار و یرجع الی الاصل مصنف نے سکوت کیا مترین کے حکم سے اور وہ بیانہ کی شرح میں ہے اور پانچواں مسئلہ یعنی نظم مذکور کا پانچواں مسئلہ یہ ہے کہ مترین مالک نہیں مرہون کے رکھنے کا تو اس پر رہن رکھنے سے تاوان آوے گا اور مالک کو اختیار ہے چاہے مترین اول سے تاوان لے چاہے ثانی سے اور اگر ثانی سے تاوان لے تو وہ مترین اول سے بھر لے و یرجع المتاجر علی المستعیر ان لم یبأنہ عاریۃ فی یدہ دفعا لفرار الغرر اور جب مستعیر متاجر سے تاوان لے تو مستعیر سے اپنا مال بھر لے جب کہ مستعیر یہ نہ جانتا ہو کہ وہ عاریت ہے ان کے ہاتھ میں فریب کے دفع ضرر کے واسطے یعنی اگر عاریت جان کر اجارہ لے گا تو رجوع نہیں بسبب عدم فریب و لہ ان لیسیر ما اختلف استعمالہ اولاً ان لم یعیین المعیر متفعا اور مستعیر و جائز ہے عاریت کا عاریت دینا خواہ اُس کا استعمال باعتبار اختلاف مستعملین مختلف ہوتا ہو یا نہ ہوتا ہو بشرطیکہ معیر نے نفع لینے والے کو معین نہ کر دیا ہو م اس واسطے کہ معیر نے مستعیر کو نفع عاریت کا مالک کر دیا اور مالک کو دوسرے کا مالک کرنا جائز ہے جیسے متاجر کو اجارہ دینا جائز ہے کذا فی الدرر مختلف الاستعمال جیسے جانور کی سواری اور جس کا استعمال مختلف نہ ہو جیسے جانور پر بوجھ لادنا کذا فی صدر الشریعۃ و لیسیر ما لا یختلف ان ین وان اختلف لا لتفاوت خواہ فی زواہر الجواہر للاختیار اور اگر معیر نے نفع لینے والے کو معین کر دیا ہو تو مستعیر اُس عاریت کو عاریت دے جس کا استعمال مختلف نہیں ہوتا اور اگر مختلف ہوتا ہو تو عاریت نہ دے بسبب تفاوت مستعملین کے اور اس قول کو زواہر الجواہر میں اختیار کی طرف نسبت کی ہے و مثلاً اسی کلمعاً المجرور ہذا عند عدم التی فلو قال لا بد نفع لیسرک قد نفع ملک من مطلقاً خلاصۃ اور عاریت کی چیز کے مانند ہے اجارے کی چیز یعنی متاجر کو اجارے کی چیز عاریت دینا جائز ہے خواہ اُس کا استعمال مختلف ہو یا نہ ہو اور در صورت تعیین مختلف الاستعمال کا عاریت دینا جائز نہیں اور یہ تفصیل مذکور در صورت عدم نفع کے ہے تو اگر معیر نے مستعیر سے کہا کہ اپنے سوا کسی اور شخص کو نہ دیکھو سو معیر نے وہی پھر عاریت تلف ہو گئی تو ہر طرح سے تاوان اُس پر آوے گا کذا فی الخلاصۃ یعنی خواہ وہ مختلف الاستعمال ہو یا نہ ہو فمن استعار و ابہ او استاجر یا مطلقاً بلا تقييد محمل ماشاء و لیسیر لہ لعل و یرکب عملاً بالاطلاق سو جو شخص کہ عاریت لے جانور کو بطریق کرایہ کے مطلقاً بلا تقييد تو بوجھ لادے اُس پر جو چاہے اور لادنے کے واسطے عاریت دے اور اُس پر سوار ہو اطلاق پر عمل کرنے سے و ایفا فعل اولاً تعیین مراد اور جو فعل کہ اول کرے گا وہی متعین ہو جائے گا مراد ہونے میں م اس واسطے کہ مطلق ہر انتفاع کو شامل ہے اور تعیین انتفاع میں مستعیر اور متاجر کو اختیار ہے تو اگر اول سواری کی تو اب اُس پر بوجھ لاد نہیں سکتا اس واسطے کہ مطلق جب کہ متعین ایک قید کے ساتھ ہو تو بعد اس کے مطلق باقی نہ رہا کذا فی الطحاوی و ضمن بغیرہ ان عطبت حتی لو ابس او ارب غیرہ لم یرکب بنفسہ بعدہ ہو لیسیر کافی اور تاوان دے اُس کے غیر میں اگر جانور ہلاک ہو جائے تو اگر عاریت کا کپڑا غیر کو پہنا یا عاریت کے جانور پر غیر کو سوار کیا تو بعد اس کے آپ سوار نہ ہو ہی قول صحیح ہے کذا فی کافی وان اطلق المعیر والمجرور الانتفاع فی الوقت والنوع انتفاع ماشاء لہ مراد اور اگر معیر اور موجد نے انتفاع کو وقت اور نوع میں مطلق بلا قید کہا تو عاریت کے نفع لے جو چاہے جس وقت چاہے بدلیل گذشتہ یعنی بنا بر عمل باطلاق وان قیدہ بوقت او نوع او ہما ضمن بالحدیث الی شرفقط لالی مثل او خیر اور اگر انتفاع میں وقت یا نوع یا دونوں کی قید لگائی تو تاوان دے برخلاف کرنے میں نہ مانند یا بہتر خلاف میں م خلاف شرک کی مثال یہ کہ جانور عاریت لیا مثلاً دو من گہیوں لادنے کے واسطے پھر اُس پر اسی قدر بوجھ لادے تو تاوان آوے گا اس واسطے کہ جو کالو بوجھ زیادہ پھیلتا ہے جانور کی پیٹھ پر گہیوں سے اور خلاف مثل کے مثال یہ ہے کہ معین گہیوں کے عوض اور گہیوں اس قدر لادے یا اتنے گہیوں کے عوض غیر کے گہیوں اس لئے لادے اور بہتر خلاف کی یہ صورت کہ



جو کے واسطے عاریت لے اور اس پر گھبوں لائے وکذا التقید بالاجارة بنوع او قدر مثل العاریۃ اور اسی طرح کا حکم ہے ابارے میں نوع ارتفاع یا قدر ارتفاع کی قید لگانے کا عاریت اطلاق کے مانند عاریۃ التمثین والمکیل والموزون والعدو المتقارب عند الاطلاق فرض ضرورتہ استہلاک عینہا روپے اشرفی اور کیلی اور وزنی اور معدود متقارب کی عاریت اطلاق کے وقت فرض ہے بضرورت استہلاک عین اشیاء مذکورہ ہم یعنی عاریت عبارت ہے اذن فی الارتفاع سے اور اشیاء مذکورہ میں ارتفاع نہیں ہو سکتا بدون استہلاک عین اشیاء کے لہذا یہاں عاریت بمعنی قرض ٹھہری معدود متقارب چنانچہ اخروت اور انڈیا اور اسی طرح صوف اوپیم اور روٹی اور مشک اور کافور اور باقی عطریات کی عاریت حقیقت قرض ہے فیضمن المستعیر مہلک قبل الارتفاع لانه قرض حتی لو استعار بھا لیسیر المیزان او بوزن الہکان کا عاریتہ تو تاوان دے عاریت دینے والا اشیاء مذکورہ کے تلف ہو جانے سے قبل ارتفاع کے واسطے کہ وہ قرض ہے نہ عاریت تو اگر روپے اشرفی کو عاریت لیا تاکہ ان سے تول کر ترازو کی دستری جانچے یا ان کو رکھ کے دوکان کی آرائش کرے تو یہ استعارہ حقیقت عاریت ہے نہ قرض یعنی اس واسطے کہ اس میں استہلاک عین نہیں و لو اعارة قصعة ثرید فقرض ولو بینہما باسطة فاباحتہ اور اگر خرید کا پیالہ عاریت دیا تو یہ قرض ہے اور اگر مستعیر میں کشادہ چشمی اور بے تکلفی ہے تو یہ اجابت ہے م خرید وہ کھانا ہے جو شوربے میں روٹی تر کرنے سے مرتب ہوتا ہے جب قرض ہوا تو رسول یا اس کی قیمت دینا لازم ہے اور اجابت میں تاوان نہیں و صحیح عاریۃ السهم ولا یضمن لان الرمی بحری مجری الملاک صیرفیۃ اور تیر کی عاریت صحیح ہے اور تلف ہونے سے تاوان نہیں اس واسطے کہ مکان سے تیر مارنا قائم مقام ہلاک کے ہے کذا فی الصیرفیۃ یعنی یہ استہلاک بلا تعدی ہے مالک کی اجازت سے لہذا اس میں تاوان نہیں و لو اعارة راضا للبناء والغرس صحیح للعلم بالنفعۃ اور اگر زمین عاریت دی عمارت بنانے اور درخت لگانے کو تو صحیح ہے منفعت کے معلوم ہونے سے و لہ ان یرجع متی شارما تقررتا غیر لازمتہ اور معیر کو جائز ہے کہ عاریت پھر لے جب چاہے اس واسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ عاریت عقد لازم نہیں و یکنفہ قلعہا الا اذا کان فیہ مضرة بالارض فیتزکان بالقیمۃ مقلوعین لئلا یثلف ارضہ اور معیر کو جائز ہے کہ مستعیر سے عمارت اور درختوں کو کھدوا ڈالے مگر جب کہ کھودنے میں زمین کافر ہو تو کھودے عمارت اور کھودے درخت کی قیمت دے کر دونوں چیزیں قائم رکھی جاویں تاکہ اس کی زمین ضائع نہ ہو یعنی صاحب زمین قیمت دے وان وقت العاریۃ فرجع قبلہ کلفہ قلعہا ومن المبیع مستعیر ما نقص البناء والغرس بالقلع بان یقوم قائما الی المدۃ المفروضۃ وتعتبر القیمۃ یوم الاسترداد بجز اور اگر عاریت کی مدت ٹھہرائی سو معیر نے عاریت پھر لے مدت سے پہلے تو مستعیر سے عمارت اور درخت کو کھدوا ڈالے اور معیر مستعیر کو اتنا تاوان دے جتنا عمارت اور درخت کا نقصان ہو گیا کھودنے سے اس طرح پر کہ مدت معین تک عمارت اور درخت کو قائم فرض کر کے قیمت اٹکی مقرر کی جائے اور پھر دینے کے دن کی قیمت کا اعتبار ہے کذا فی البحر مثلاد درخت کی قیمت کھودنے کے وقت ایک روپیہ ہے اور اگر مدت معینہ تک قائم رہتا تو تین روپیہ قیمت ہوتی اور روپے کا نقصان ہوا اسی قدر تاوان دے و اذا استعار بالیزعہا لم تؤخذ منہ قبل ان یکھد الزرع وقتما اول افتراک باجر مثل مراعاة للمحققین اور جب کہ زمین مستعیر کو کھیتی کرنے کے واسطے عاریت دی تو اس سے کھیت کٹنے سے پہلے زمین نہ لی جائے خواہ عاریت کی مدت مقرر کی ہو یا نہ کی ہو تو زمین مستعیر کے پاس بعض اجرت مثل چھوڑی جائے گی دونوں حقوں کی رعایت کرنے کے واسطے فلو قال المیر اعطیک البذر و کفنتک ان کان لم تنبت لم یجز لان بیع الزرع قبل بناتہ فیہ کلام اخبار الی الجوازی فی المعنی نہایت پھر اگر معیر نے کہا مستعیر سے کہ میں تجھ کو بیج اور تیری مشقت کا خرچ دیتا ہوں اگر کھیت نہ جا ہو تو جائز نہیں اس واسطے کہ کھیت کی بیع قبل اس کے جننے کے باطل ہے اور بعد اس کے جننے کے اس میں گفتگو ہے معنی میں اس کے جائز ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے کذا فی النہایم قول معنی ہی مختار ہے کذا فی الطحاوی عن النہایۃ ویؤتہ الرطل المستعیر اور عاریت پھر دینے کا خرچ مستعیر پر ہے یعنی اس واسطے کہ اس نے اپنے نفع کے واسطے اس پر قبضہ کیا تھا اور پھر دینا اس پر واجب ہے فلو کان من موقتہ فاسکما بعدہ فملکت ضممتہا لان مؤتہ الرطل علیہ نہایت تو اگر عاریت کا وقت مقرر ہو تو مستعیر نے عاریت رکھ چھوڑی بعد اس وقت کے پھر عاریت ضائع ہو گئی تو مستعیر تاوان دے اس واسطے کہ پھر دینے کا خرچ مستعیر پر تھا کذا فی النہایۃ یعنی تو نہ پھر دینے سے وہ متعدی ٹھہرا اس

مسئلے میں دو قول ہیں تاوان قاضی خاں کا مختار ہے اور عدم ضمان کافی اور مجتبیٰ میں مذکور ہے کہ ذانی الطحاوی الا اذا استعار ما لیرتہا نکون کالاجارۃ رکن الحانیۃ عاریت پھیر دینے کا خرچ مستعیر پر ہے مگر جب کہ مستعیر نے رکن رکھنے کے واسطے عاریت لی تو اب عاریت اجارے کے مانند ہے کہ ذانی رکن الحانیۃ یعنی تو اب خرچ مستعیر پر ہوگا جیسے موجر پر ہوتا ہے کہ ذانی البحر و کذا الموصی لہ بالخدمۃ مؤنۃ الر و علیہ اور اسی طرح جس کے واسطے خدمت مملوک کی وصیت ہوئی تو پھیر دینے کا خرچ اس پر ہے و کذا الموجر و القاصب و المرتمن مؤنۃ الر و علیہ لم اور اسی طرح موجر اور قاصب اور مرتمن پھیر دینے کا خرچ ہو سبب حاصل ہونے منفعت کے انھیں کے واسطے ہذا والاخراج باذن رب المال والا مؤنۃ روستا جو مستعار علی الذی اخرج اجارۃ البزازیۃ یہ یعنی موجر پر خرچ لازم ہونا اس وقت ہے جب کہ اخراج صاحب مال کے اذن سے ہوا ہو اور اگر مستعیر نے بلا اذن موجر اخراج کیا تو اجارہ اور عاریت والی چیز کے پھیر دینے کا خرچ اس پر ہے جس نے اس کو اخراج کیا یعنی مستاجر اور مستعیر پر کہ ذانی اجارۃ البزازیۃ بخلاف شرکت و مضاربت و ہبہ قضی بالزوج مجتبیٰ بخلاف شرکت اور مضاربت اور ہبہ کے کہ رجوع کا حکم ہوگا کہ ذانی المجتبیٰ یعنی شرکت میں رواس المال کا خرچ اور مضاربت میں صاحب مال پر ہے اور ہبہ میں واہب پر کہ ذانی المنع وان المستعیر الی رتبۃ مع عبدہ او اجیرہ مشاہرۃ لامیاد و مع عبدہ رہا مطلقاً یقوم علیہا اولائی الاصح او اجیرہ او مشاہرۃ لکما من ملک قبل قبضہا برمی لانہ اتی بالتسلیم المتعارف اور اگر مستعیر نے جانور پھیر دیا اپنے غلام کے ساتھ یا اپنے چاکر مشاہرہ دار کے ساتھ نہ یومیہ دار چاکر کے ساتھ یا جانور پھیر دیا مالک کے غلام کے ساتھ تو وہ اس کا غلام یا جانور کی خدمت پر مہین ہو یا نہ ہو قول اصح میں یا مالک کے چاکر مشاہرہ دار کے ساتھ بھی یا چنانچہ قید مشاہرہ دار کی مذکور ہو چکی پھر جانور ہلاک ہو گیا مقبوض ہونے سے پہلے تو مستعیر ہی الذمہ ہو گیا تاوان سے اس واسطے کہ وہ تسلیم مشہور ادا کر چکا ہو یومیہ دار کو اس واسطے نکالا کہ وہ عیال میں داخل نہیں ہوتا بخلاف نفیس کجورہ بخلاف عمدہ چیز کے چنانچہ عمدہ چیز کے جو اہر یعنی اگر عمدہ چیز کو مستعیر غلام یا نوکر کے ہاتھ مالک کے پاس بھیجے اور تلف ہو جاوے تو وہ بری الذمہ نہ ہوگا و بخلاف الرد مع الاجنبی اسی بان کانت العاریۃ موقتہ فمضت مدتها ثم بعثنا مع الاجنبی تعدیہ بالاساک بعد المدۃ اور برخلاف اجنبی کے ساتھ پھیر دینے کے یعنی اس طرح پر کہ عاریت کی مدت مہین تھی پھر اس کی مدت ہو چکی پھر مستعیر نے اس کو بھیجا اجنبی شخص کے ہاتھ تو بری الذمہ نہ ہوگا سبب تعدی کرنے مستعیر کے بعد مدت کے رکھ چھوڑنے سے والافا المستعیر مملک الایداع نیما ملک الامارۃ من الاجنبی یعنی زلیلی فتعین حمل کلام علی ہذا اور اگر ایسا نہ ہو یعنی اگر اجنبی کے دینے میں انقضائے مدت کی قید نہ لگائیے بلکہ مطلقاً تاوان کے قائل ہو جائیے تو صحیح نہیں اس واسطے کہ مستعیر ودیعت رکھنے کا مالک ہے جس میں عاریت رکھنے کا مالک ہے اجنبی سے اسی قول کا فتویٰ ہے کہ ذانی الزلیلی تو فقہا کے کلام کا محمول کہنا کی نقل پر مہین ہو گیا یعنی اجنبی کے دینے سے مستعیر پر تاوان آنا اسی صورت پر ہے جب کہ انقضائے مدت رہو نہ مطلقاً و بخلاف رد ودیعت و مقصوب الی دار مالک فانہ لیس تسلیم اور برخلاف ہنچا دینے ودیعت اور مقصوب کے مالک کے گھر تک کہ تسلیم نہیں یعنی جب خورد مالک کو ہنچا دے گا تو تسلیم ثابت ہوگی واذا استعار ارضاً بیضاء للزراعتۃ یتب المستعیر انک اطعنتی ارضک لازلر عہا ینفص ثلایم البناء ونحوہ اور جب کہ سفید خالی زمین زراعت کے واسطے عاریت لی تو مستعیر عاریت نامہ لکھوے اس طرح پر کہ تو نے اپنی زمین میرے کھانے کو دی تا اس میں زراعت کروں تو زراعت کے واسطے تخصیص اس واسطے کی تا عمارت وغیرہ کو شامل نہ رہے م عاریت نامہ لکھنا افضل ہے نہ واجب اور نامہ لکھنے کا یہ ہے تا تطاول مدت سے مستعیر عاریت لینے کا انکار نہ کرے العبد الماذون یملک الامارۃ غلام ماذون عاریت دینے کا مالک ہے یعنی اس واسطے کہ عاریت دینا سودا گروں کا دستور ہے کہ ذانی المنع والمجور اذا استعار واستلمکما یصنم بعد القیق غلام مجور جب کہ عاریت لے اور اس کو تلف کر ڈالے تو تاوان دے آزاد ہونے کے بعد ولو اعار عبد مجور عبداً مجوراً متلفاً استلمکما صنم الثانی للمال اور اگر غلام مجور اپنے مانند دوسرے غلام مجور کو عاریت دے سودہ اس کو تلف کر ڈالے تو دوسرا یعنی مستعیر فی الحال تاوان دے لو استعار وہا فقلدہ صبیفا فسرق الذہب منہ ای من الصبی فان کان الصبی یضبط حفظ ما علیہ من الباس لم یصنم والا صمن لانہ اعارة والمستعیر

اور اگر ایک شخص نے سونا عاریت یا سوا ایک لڑکے کے گلے میں ڈالا پھر سونا چوری ہو گیا لڑکے سے تو اگر لڑکا ایسا ہوشیار ہو کہ حفاظت کرتا ہو اس کی جو اس کے بدن پر ہے لباس وغیرہ سے تو مستعیر پر تاوان نہیں اس واسطے کہ ایسے لڑکے کو سونا پہننا عاریت دینا ہے اور مستعیر عاریت دینے کا مالک ہے اور اگر لڑکا حفاظت نہ کر سکتا ہو تو مستعیر پر تاوان نہیں ہے یعنی اس واسطے کہ اس نے مال پر ایسا ضائع کیا تاوان کو دے کر وضع ہا ای العاریۃ میں پدیر فنام فصاحت لم یضمن لو نام جالساً لانه لا یعد مضمیعا لہا عاریت کو اپنے سامنے رکھا پھر وہ ہو گیا سوا عاریت ضائع ہو گئی تو اس پر تاوان نہیں اگر میٹھے سو گیا اس واسطے کہ ایسا سونے والا عاریت کا ضائع کرنے والا نہیں گنا جاتا و ضمن لو نام مضطجعاً لانه لا یعد مضمیعا لہا عاریت اور تاوان دے اگر لیٹ کر ہو گیا بسبب گہمانی چھوٹنے کے لیس للاب اعارة مال طفله لعدم البذل وکذا القاضی والوصی باپ کو جائز نہیں لینے ولد صغیر کا مال عاریت دینا بہ سبب نہ ہونے عوض کے اور اسی طرح قاضی اور وصی کو طفل کا مال عاریت دینا جائز نہیں یہ قول فتاویٰ عالمگیری کے مخالف ہے اس واسطے کہ اس میں بیوع طحاوی کے منقول ہے کہ قاضی کو مال یتیم کا عاریت دینا جائز ہے کذا فی الطحاوی طلب شخص من رجل ثورا عاریۃ فقال اعطتیک غذا فلما کان الغد ذهب الطالب واخذہ بغیر اذنه واستعملہ فمات الثور لاصمان علیہ خانیۃ عن ابراہیم بن یوسف لکن فی المجتبی وغیرہ انہ یضمن ایک شخص نے دوسرے مرد سے بیل عاریت مانگا سو اس نے کہا میں کل تجھ کو دوں گا بھر جب کل ہوا تو طالب گیا اور بیل لیا بدون اس کے اذن کے اور اس سے کام لیا پھر بیل مر گیا تو اس پر تاوان نہیں کذا فی الخانیۃ عن ابراہیم بن یوسف لکن مجتبی وغیرہ میں ہے کہ وہ تاوان دے گا تو اس میں دو قول ثابت ہوئے ہنزابندہ بما یجوز بہ مثلہا ثم قال کنت اعترتہ الامتعة ان العرف مستر بین الناس ان الالب یدفع ذلک البھاز ملکاً لا اعارة لا یقبل قولہ انہ اعارة لان الظاہر یکنہ بہ وان لم یکن العرف کذلک ادتارۃ وتارۃ فالقول لہ بہ یعنی کما لو کان اکثر مما یجوز بہ مثلہا فان العرف لا یقبل لاتفاقاً باپ نے اپنی بیٹی کو ایسا ہینز دیا کہ ویسا ہیہر ویسی عورت کو دیا جاتا ہے پھر باپ نے کہا کہ میں نے بیٹی کو اسباب عاریت دیا تھا نہ ملک کے طور پر اگر لوگوں میں رواج دائمی ہو کہ باپ اس چیز کو دیا کرتا ہو مالک کر دینے کی وجہ سے تو باپ کا یہ قول کہ اس نے عاریت دیا تھا مقبول نہ ہوگا اس واسطے کہ ظاہر حال اس کی تکذیب کرتا ہے اور اگر اس طرح کا رواج نہ ہوگا ہے بطور ملک کے دیا جاتا ہو اور گا ہے بطور عاریت کے تو باپ ہی کا قول مقبول ہے اسی قول کا فتویٰ ہے چنانچہ اگر ہینز زیادہ تر ہو اس ہیہر سے تو ویسی عورت کو دیا جاتا ہے تو باپ ہی کا قول بالاتفاق مقبول ہے والام وولی الصغیرۃ کالاب فیما ذکر اور ماں اور صغیرہ کا ولی باپ کے مانند ہے حکم مذکور میں ہم یعنی اگر ماں یا ولی صغیرہ کا نکاح کر دے ہیہر ویسی عاریت کا کرے تو رواج کا اعتبار ہوگا اور یہ حکم ماں اور ولی میں ابن وہبان کی بحث ہے کذا فی الطحاوی و فیما یدعیہ الامینی بعد الموت لا یقبل الا بنیۃ شرح وہبانیۃ و تقدم فی باب المہر ادب میں ابن ابی عمیر نے عاریت پر دعویٰ کرے کہ میں نے اس کو فلانی چیز عاریت دی تو اس کا قول مقبول نہیں بدون شہادت کے کذا فی الشرح وہبانیۃ اور باب المہر میں پہلے مذکور ہو چکا وہی الاشباہ کل امین ادعی ایصال الامانۃ الی مستحق قبل تولدہ یمینہ کالمودع اذا ادعی الرواکیل والناظر اذا ادعی العرف الی الموقوف علیہ یعنی من الاولاد الفقراء واثابہا اثباہ میں ہے کہ جو امین امانت کے سپرد دینے کا اس کے مستحق کی طرف دعویٰ کرے تو اس کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہے چنانچہ مودع جب کہ ودیعت پھیر دینے کا دعویٰ کرے اور وکیل اور ناظر وقف کا جب کہ موقوف علیہ پر موقوف کرنے کا دعویٰ کرے موقوف علیہ سے مراد وقف کی اولاد سے اور محتاجین اور مانند ان کے یعنی علما اور اشراف کذا فی الطحاوی واما اذا ادعی العرف الی وظائف المرتزقۃ فلا یقبل قولہ فی حق ارباب الوظائف لکن لا یضمن ما المحروہ بل یدفع ثانیاً من مال الوقف کما بسط فی حاشیۃ اخی زاہد قلت وقد مر فی الوقف عن مولی ابی السعد واکتمتہ المصنف وادقہ ابنہ فلیمقظ اور اگر ناظر دعویٰ کرے کہ میں نے روزی لینے والوں کے وظائف میں صرف کیا تو اس کا قول مقبول نہیں ارباب وظائف کے حق میں لیکن ناظر تاوان نہ دے گا جس کے لینے کے وہ ہو کہیں بلکہ ناظر ان کو دوبارہ وقف کے

مال سے چنانچہ حاشیہ احمی زادہ میں مشرح ہے میں کہتا ہوں اور کتاب الوقف میں یہ مذکور ہو چکا مفتی ابو سعید سے اور مصنف نے اُس کو پسند کیا ہے اور اُس کے فرزند نے اس کو ثابت رکھا ہے حاشیہ شاہ میں تو اس کو یاد رکھنا چاہیے و سوار کان فی حیاء مستحقہا اول بعد موتہ الانی الوکیل یقبض الدین اذا ادعی بعد موت الموکل انه قبضه و دفعه له فی حیاء لم یقبل قوله الا ببینة اور برابر ہے کہ اداے ایصال مستحق امانت کی زندگی میں ہو یا بعد اُس کی موت کے ہو کہ قبض دین کے وکیل میں جب کہ وہ بعد موت موکل کے یہ دعویٰ کرے کہ اُس نے دین پر قبضہ کیا اور وہ موکل کو دیا اُس کی زندگی میں تو قول مذکور مقبول نہ ہوگا مگر گواہی کے ساتھ بخلاف الوکیل یقبض الدین کو دلیعہ قال قبضتہا فی حیاء و ہکلت و انکرت الوژتہ او قال قبضتہا الیہ فانہ یصدق لانه فی الضمان عن نفسه بخلاف قبض عین کے وکیل کی ودیعت کے مانند وکیل نے کہا کہ میں نے عین پر قبضہ کیا موکل کی حیات میں اور وہ ہلاک ہو گئی اور موکل کے وارثوں نے اُس کا انکار کیا یا وکیل نے کہا کہ میں نے وہ عین موکل کو دی تو اُس کے قول کی تصدیق ہوگی اس واسطے کہ وکیل اپنی ذات سے تاوان کی نفی کرتا ہے یعنی وکیل اپنے اوپر سے تاوان کو مانتا ہے اور یہ اُس کا مقصود نہیں کہ موکل پر ایجاب ضمان کہے بخلاف الوکیل یقبض الدین لانه یوجب الضمان علی المیت و ہوضمان مثل المقبوض فلا یصدق وکالتہ الوالوجیۃ بخلاف قبض دین کے وکیل کے کہ اُس کا قول مقبول نہیں اس واسطے کہ وہ ایصال دین کے دعویٰ سے تاوان واجب کرتا ہے میت پر اور وہ تاوان ہے مقبوض کے برابر تو اُس کی تصدیق نہ ہوگی کذافی وکالتہ الوالوجیۃ ایصال دین کے دعویٰ میں میت پر ایجاب ضمان کی یہ وجہ ہے کہ قضا سے دیون امثال دیون سے ہوتا ہے تو اداے ایصال ضمان مثل مقبوض کا موجب ہے اور مقبوض بدلا ہو جاتا ہے اُس حق کا جو دیون پر ہے اور غیر پر ایجاب ضمان لازم جائز نہیں کذافی الطحاوی مختصر اقلت و ظاہرہ انہ لا یصدق لانی حق نفسه و لانی حق الموکل و قد افتی بعضهم انہ یصدق فی حق نفسه لانی حق الموکل و حمل علیہ کلام الوالوجیۃ فلیتامل عند الفتویٰ میں کہتا ہوں اور ظاہر کلام ووالوجیۃ اس پر دلالت کرتا ہے کہ وکیل کی تصدیق نہ ہونہ اپنی ذات کے حق میں نہ موکل کے حق میں اور البتہ بعض فقہانے فتویٰ دیا ہے کہ وکیل کی تصدیق اُس کی ذات کے حق میں ہوگی نہ موکل کے حق میں اور ووالوجیۃ کا کلام اسی تفصیل پر محمول کیا ہے تو تامل کرنا چاہیے فتویٰ دینے کے وقت ظاہر کلام ووالوجیۃ شارح کی فہم کے موافق پر دلالت نہیں کرتا بلکہ اُس کی عبارت سے یہ ظاہر ہے کہ فقط موکل کے حق میں وکیل کی تصدیق نہ ہوگی بقریۃ ایجاب ضمان علی المیت توافقاً بعض فقہانے عین ہو گیا اور تامل کی کچھ حاجت نہ رہی کذافی الطحاوی فروع مسائل ملحقہ شارح کے اوصی بالعاریۃ لیس للوژتہ الرجوع ایک شخص نے عاریت کی وصیت کی تو وژتہ کو جائز نہیں پھیر لینا مستعیر موصی سے م یہ اُس صورت میں ہے جب کہ رقبہ ثلث سے نکلتا ہو اور مستعیر نے عاریت قبول کی موصی کی موت کے بعد اور اگر بعد موت قبول متمقق نہ ہوگا تو وصیت باطل ہے کذافی الطحاوی العاریۃ کالاجارۃ تنفس موت عمدہ عاریت اجارہ کے مانند نسخ ہو جاتی ہے معیر یا مستعیر کی موت سے مات وعلیہ دین و عندہ ودلیعہ بغیر عینہا فالترکۃ بینہم بالحصص ایک شخص مر گیا اور اُس پر دین ہے اور اُس کے پاس ودلیعہ غیر معین تو میت کا ترک اصحاب دیون میں مقسوم ہوگا بقدر اُن کے حصوں کے م ودلیعہ غیر معین کی یہ صورت ہے کہ میت مر گیا اور یہ بیان نہ کر گیا کہ فلانی چیز ودلیعہ ہے تو صاحب ودلیعہ اور باقی ارہاب دیون ترکے میں برابر میں بقدر اپنے حصص کے بشرطیکہ ترکہ اولے کل دیون میں کفایت نہ کرے ہتبار بعیر الی مکتہ فعلی الذباب و فی العاریۃ علی الذباب والجمی لان ردہا علیہ اونٹ کرایا کیا کہ معظمہ تک تو یہ اجارہ فقط جانے پر ہے نہ آنے پر اور عاریت میں جانے اور آنے دونوں پر ہے اس واسطے کہ عاریت کا پہنچانا مستعیر پر ہے یعنی اور پہنچانا بدون آنے کے نہیں ہو سکتا بخلاف اجارہ کے کہ اُس کے آنے کا خرچ موجب ہے نہ مستعیر پر استعار وابتہ للذباب فامسکمانی بیتہ فملکت فمن لانہ انار بالذباب لاللاساک جانور عاریت لیا جانے کے واسطے پھر اُس کو باز رکھا اپنے گھر میں سو وہ تلف ہو گیا تو تاوان دے اس واسطے کہ اُس نے اُس کو جانے کے واسطے عاریت دیا تھا نہ باز رکھنے کے واسطے استعین تو رافانار علیہ لاتراک لم یضمن لانه عاریۃ قرض لیا سو اُس پر ترکوں نے مثلاً غارتگری کی تو اس پر تاوان نہیں اس واسطے کہ وہ عاریت ہے رواج میں یعنی اور

بلا تعدی مستیزوہ تلف ہوگی استعاراً رہا یعنی وسکن واذا خرفا فالبنا ملک فلما تک ابرئہا مقدار السکن والبناء للمستعیر لان الاعارة تملک بلا عوض فکانت اجازۃ معنی وفدت بجماله المدۃ زمین عاریت لی عمارت اور سکونت کے واسطے اور جب وہ اس مکان سے نکل جائے تو عمارت مالک زمین کی ہے تو مالک کو کرایہ ملے گا ویسی زمین کا بقدر اس کی سکونت کے اور عمارت تو مستعیر کی ہے اس واسطے کہ اعارہ عمارت ہے تملک منافع بلا عوض سے تو یہاں اعارہ درحقیقت اجارہ ہو گیا یعنی تقریر عوض سے مدت کے مجہول ہونے سے م عوض وہ عمارت ہے جو مستعیر نے بنائی پھر جب عاریت اجارہ فاسد ٹھہری تو ابرئہ مثل لازم آئی منفعت لینے سے اور اگر مدت بھی معلوم ہوتی تو بھی اجارہ فاسد ٹھہرتا جاہالت بدل سے اس واسطے کہ کیفیت عمارت کی معلوم نہیں عاریت لینے کے وقت وکذا لو شرط الخراج علی المستعیر لجماله البذل اور اس طرح عاریت اجارہ فاسد ٹھہرے گی اگر زمین کا خراج مستعیر پر شرط کیا گیا بہ سبب مجہول ہونے بدل کے م خراج تھا معیر پر پھر جب مستعیر پر شرط کیا تو وہ منافع کا عوض ٹھہرا اور یہی حقیقت ہے اجارے کی اس واسطے کہ عقود میں معانی کا اعتبار ہے نہ الفاظ کا وجہ فساد اجارہ یہ ہے کہ قدر خراج مجہول ہے والحدیث ان یوجرہ الارض سنین معلومہ ثم یامر باداء الخراج منه اور مستعیر پر خراج صحیح ہونے کا حیلہ ہے کہ مستعیر کو چند سال معین زمین اجارہ سے بعض بدل معین کے پھر مستعیر سے ادائے خراج کا عوض معلوم سے امر کرے استعارت کا باوجود فی خطا اصلہ ان علم رضی صاحبہ قلت ولایا ثم بترکہ الانی القرآن لان اصلاح واجب بخط مناسب ایک کتاب عاریت لی سوا اس میں غلطی پائی تو اس کی اصلاح کر دے اگر مالک کی رضامندی جانے میں کتا ہوں اور گنہگار نہ ہوگا ترک خطا اور عدم اصلاح سے مگر قرآن مجید میں ترک اصلاح سے البتہ گناہ گار ہوگا اس واسطے کہ قرآن کا صحیح کر دینا واجب ہے بخط مناسب قرآن م اصلاح میں رضائے مالک اس واسطے کہ غیر کی ملک میں تصرف ہے ابن وہبان نے کہا اگر مستعیر کا خط مناسب بخط کتاب ہو اور اس کو بالیقین خطا معلوم ہو تو بشرط رضائے صاحب کتاب اصلاح کر دے اور اگر خط مناسب نہ ہو تو ایک کاغذ علم پر لکھ کر وہاں رکھ دے اور محل خطا پر نشان کر دے تا مالک اس کا مطلع ہو کر درست کرے اس واسطے کہ کتب علم کی اصلاح عبادات سے ہے کذانی الطحاوی ولی الوہبانیۃ سے و سفر الخراج اصلاح مستعیرہ بجزواذامولاء لایاثرہ اور وہبانیہ میں ہے کہ ایک کتاب میں اس کے مستعیر نے اصلاح کرنا معلوم کیا تو جائز ہے اصلاح جب کہ اس کا مالک آزرده نہ ہو و فی معایاتہا اور وہبانیہ کی معایات میں اگلی بیت ہے م معایات وہ کلام ہے جس کے فہم اور جواب میں مخاطب عاجز ہو جیسے نذر اور چیتاں اور پہلی سے وائے معیر لیس بملک اخذناۃ اعارہ و فی غیر الریان المقصودہ اور وہ کون معیر ہے جو اپنی عاریت دی پیر کے لینے کا مالک نہیں اور اس کے سولے میں مسئلہ متصور ہے م صورت اس کی یہ ہے کہ زمین عاریت دی زراعت کے واسطے تو مالک زمین کو اس کا لینا کھیت کٹنے سے پہلے جائز نہیں؛ و ہل و اہب لابن یحوز جو عہہ؛ اور اپنے فرزند کا ایسا کوئی و اہب ہے کہ اس کو پھیر لینا جائز ہو م صورت اس کی یہ ہے کہ ایک شخص کا بیٹا دوسرے کا غلام ہے تو اس کو پھیر لینا جائز ہے اس واسطے کہ غلام مالک نہیں ہو سکتا اور بہہ درحقیقت اس کے مالک کے واسطے ہے تو درحقیقت اجنبی کے واسطے ہے ہر ہوا تو پھیر لینا جائز ٹھہرا و ہل مودع ماضع المال بخسرتہ اور ایسا کوئی مودع ہے جس نے مال ضائع نہیں کیا اس پر تاوان پڑتا ہے م صورت اس کی یہ ہے کہ وصیت کرنے والے نے ایک شخص کے پاس ہزار درم ودیعت رکھے اور کہا کہ یہ درم میرے فلا نے وارث کو دینا سو مودع نے بعد اس کی موت کے ویسا ہی کیا تو باقی وارث اس سے تاوان لیں گے کذانی الطحاوی و ایضا علم و استغفر اللہ المسلم الکریم۔



## کتاب الہبۃ

یہ کتاب ہے ہبہ کی یعنی بخشش اور دینے کی وجہ المناسبہ ظاہر وجہ مناسب کی درمیان کتاب العاریۃ اور کتاب الہبۃ کے ظاہر ہے ہم اس واسطے کہ عبارت عبارت ہے تملیک منافع بلا عوض سے اور ہبہ عبارت ہے تملیک عین مع المنافع بلا عوض سے ہی لغة التفضل علی الغیر ولو غیر مال ہبہ لغت میں عبارت ہے فضیلت حاصل کرنے سے غیر پر اگرچہ تفضیل بغیر مال کے ہو و شرعاً تملیک العین مجانا سے بلا عوض لا ان عدم العوض شرط فیہ اور شرع میں ہبہ عبارت ہے عین کے مالک کو دینے سے مفت میں بدون عوض کے نہ یہ کہ عدم عوض شرط ہے ہبہ میں ہم تملیک عین سے ابا حجت اور عاریت ہبہ سے خارج ہو گئی اور بلا عوض سے اجارہ اور بیع نکل گئی لیکن یہ تعریف وصیت کی مانع نہیں لہذا ابن کمال نے تملیک حالی کی قید لگائی بہتر یہ تھا کہ شارح بلا شرط عوض کہتا جیسے مصنف نے اپنی شرح میں کہا ہے تو مطلب یہ ہے کہ ہبہ عبارت ہے تملیک بلا شرط عوض سے اور یہ مطلب نہیں کہ عدم عوض شرط ہے اس میں تاکہ تعریف ہبہ بشرط عوض سے ٹوٹ جائے و اما تملیک الدین من غیر من علیہ الدین فان امرہ لقیضہ صحت رجوعہا الی ہبۃ العین اور دین کی تملیک تو غیر مدیون کو اگر صاحب دین نے اس کو دین قبض کرنے کا امر کیا تو صحیح ہے بسبب راجع ہونے ہبہ دین کے ہبہ عین کی طرف ہم یہ جواب اس سوال مقدار کا کہ ہبہ کی تعریف میں تملیک عین داخل ہے تو چاہیے کہ دین مذکور کی تملیک کو ہبہ نہ کیے اس کا جواب شارح نے یوں دیا کہ جب صاحب دین نے اس کو قبض دین کا امر کیا اور اس نے دین پر قبضہ کیا تو دین عین ہو گیا تو تملیک عین متحقق ہو گئی و سببہا ارادۃ الخیر للواہب دینوی عوض و محبتہ حسن ثننا و اخروی اور ہبہ کا سبب خیر کا ارادہ ہے واہب کے واسطے خواہ خیر دینوی ہو چنانچہ عوض اور محبت اور نیک نامی خواہ خیر اخروی ہو چنانچہ صواب بشرط خلوص نیت قال الامام ابو منصور یجب علی المؤمن ان یعلم ولدہ الجود والاحسان کما یجب علیہ ان یعلم التوحید والایمان اذ حب الدنیا راس کل خطیئۃ نہایت امام ابو منصور ماتریدی نے کہا واجب ہے ایماندار پر کہ اپنے فرزند کو سخاوت اور احسان سکھاوے جس طرح اس پر یہ واجب ہے کہ اس کو توحید اور ایمان بتا دے اس واسطے کہ دنیا کی محبت ہر گناہ کی چوٹی ہے کذالی النہایت یعنی بلا تعلیم فرزند کو نہ چھوڑے کہ وہ دنیا کی محبت پر جوان ہو جائے اور وہ نہایت مذموم ہے اس واسطے کہ جب دنیا سر ہے ہر خطا کا تو تعلیم جو دے اس بلا سے نجات پاوے گا اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تعلیم فرض عین ہے کذالی الططاوی وہی مندوبہ و قبولہ مستتہ قال صلی اللہ علیہ وسلم تہادوا تحابوا اور ہبہ کرنا مستحب ہے اور ہبہ کا قبول کرنا سنت ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یا ہم ہدیہ اور تحفہ دیا کرو تاکہ یا ہم دوست ہو جاؤم اور گاہے بسبب عارض کے ہبہ قبول نہ کرنا مخالف سنت نہیں ہوتا چنانچہ اگر معلوم ہو جائے کہ ہبہ حرام مال سے ہے یا کہ واہب اپنا احسان بتایا کرے گا و شرائط صحتہا فی الواہب العقل والبلوغ والملك فلا تصح ہبۃ صغیر و رقیق ولو مکاتباً اور صحت ہبہ کی شرطیں ہبہ کرنے والے میں عقل اور بلوغ اور ملک ہے تو صغیر اور مملوک کا ہبہ صحیح نہیں اگرچہ مملوک مکاتب ہو و شرائط صحتہا فی الواہب ان یکون مقبوضاً غیر مشغول کما سیتضح اور صحت ہبہ کی شرطیں مواہب یعنی بخشش چیز میں ہونا اس کا مقبوض غیر مشغول بنیر مواہب چنانچہ آگے واضح ہو گا۔ ہم ذیل میں ہے کہ قبض تو ضرور ہے ثبوت ملک کے واسطے اس واسطے کہ جواز ثابت ہے قبل قبض کے بالاتفاق انتہی تو اس سے معلوم ہوا

کہ قبضہ مویہوب کا ثبوت ملک کی شرط ہے نہ صحت مہبہ کی اور مصنف کے کلام سے نکلتا ہے کہ قبضہ صحت کی شرط ہے اور باقی شرط مویہوب کی فتاویٰ عالمگیری میں یوں مذکور ہے کہ مویہوب مویہوب مہبہ کے وقت تو اگر اپنے درخت کا پھل مہبہ کرے جو امسال پھلیں گے تو جائز نہیں اس واسطے کہ فی الحال معدوم ہیں اور از انجملہ یہ شرط ہے کہ مال منقولہ ہو تو شراب اور سود اور خون اور صید حرم کا مہبہ صحیح نہیں اور از انجملہ یہ شرط ہے کہ مملوک ہو تو مہبہ مباحات کا جائز نہیں کذا فی الطحاوی و رکعتا ہوا لایجاب والقبول کما سیجی اور مہبہ کارکن ایجاب اور قبول ہے چنانچہ آگے آوے گا و حکما ثبوت الملک للمویہوب لہ غیر لازم فہذا الرجوع والنسخ اور حکم یعنی اثر مرتب مہبہ کا ثابت ہونا ملک کا مویہوب لہ کے واسطے ملک غیر لازم تو مہبہ کو مہبہ پھیر لینا اور عقد مہبہ کا نسخ کر دینا جائز ہے یعنی سوائے سات صورتوں کے جو مذکور ہوں گی و عدم صحیح تیار الشرط فیہا فلو شرطہ صحت ان اختار باقی تفرقہا اور حکم مہبہ صحیح نہ ہونا شرط بخیار کا ہے مہبہ میں تو اگر مویہوب لہ نے خیار شرط کیا تو مہبہ صحیح ہوگا اگر وہ مہبہ کو اختیار کرے ماقبل متفرق ہونے واجب اور مویہوب لہ کے ہم بہتر یہ تھا کہ مصنف یوں کہتا (عدم صحیح تیار الشرط بقریۃ تفریح کے والا حال اس کا یہ ہے کہ مہبہ مطلقاً صحیح ہے اور شرط باطل ہے و کذا الوارہ صحح الابرار و بطل الشرط خلاصۃ اور اسی طرح اگر واجب شرط خیار سے ابرا کرے تو صحیح ہے اور شرط باطل ہے کذا فی الخلاصۃ مہبہ نے کما استقا لفظ کذا صواب ہے چنانچہ منخ العفار میں واقع ہے والا تشبیہ غیر صحیح ہے و حکما انہما لا یبطل بالشرط الفاسدۃ فہبہ عبد علی ان یعتقہ یصح و بطل الشرط اور ایک حکم مہبہ کا یہ ہے کہ باطل نہیں ہوتا ہے شرط فاسدہ سے پس مہبہ غلام کا اس شرط پر کہ اس کو مویہوب لہ آزاد کر دے صحیح ہے اور شرط باطل ہے و تصحیح با ایجاب کو مہبت و تخلت اور مہبہ صحیح ہے ایجاب سے چنانچہ مہبت یعنی میں نے مہبہ کیا و تخلت یعنی میں نے نبٹا اپنے دل کی خوشی سے بلا مطالبہ و اطاعتک ہذا الطعام ولو ذک علی وجه المزاج اور میں نے یہ کھانا تیرے کھانے کو دیا اگرچہ یہ ایجاب بطور خوش طبعی کے ہوم خلاصہ میں یہ ہے کہ مویہوب لہ نے طلب مہبہ کی بطریق مزاج اور خوش طبعی کے سو واجب نے بلا مزاج مہبہ کی تسلیم کی تو مہبہ صحیح ہے اس واسطے کہ واجب خوش طبعی کرنے والا نہ تھا اور مویہوب لہ نے اس کو قبول کر لیا بقول صحیح انتہی اور اسی طرح خلاصہ کے مانند خزانے کی عبارت ہے جس کو مصنف اپنے متن کی دلیل سمجھا ہے اور حالانکہ اس سے مصنف کا مطلب ثابت نہیں ہوتا کذا فی الطحاوی تو معلوم ہوا کہ ایجاب علی وجه المزاج سے مہبہ صحیح نہیں بخلاف اطعمتک ارضی فانہ عاریۃ لرقبتہا و اطعم لغنتہا بخر بخلاف اس قول کے کہ میں نے اپنی زمین تیرے کھانے کو دی اس واسطے کہ یہ قول عاریت ہے رقیہ زمین کی اور اطعام ہے اس کے غلے کا کذا فی البحر یعنی وہ غلہ جس کو مستقر بوردے چنانچہ کتاب العاریۃ میں مذکور ہو چکا و الاضافۃ الے ما سے الی جزیر عبرہ عن الكل کو مہبت لک فرجبا و حبلۃ لک لان الام للتمیک یا ایجاب میں اضافت ہو اس جزو کی طرف جس سے کل تعبیر کیا جاتا ہے چنانچہ میں نے تجھ کو اس لونڈی کی شرمگاہ بخشی اور اس کو میں نے تیرے لئے مقرر کر دیا مٹھرا دیا اس واسطے کہ لام لک کے لفظ میں تمیک کے واسطے ہے مٹھراوی نے کہا یوں کہنا واضح تر تھا ولو بالاضافۃ یعنی اگرچہ ایجاب اضافت سے ہو بخلاف حبلۃ باسک فانہ لیس بہبہ برخلاف اس قول کے کہ اس کو میں نے تیرے نام کے ساتھ مٹھرا دیا مقرر کر دیا اس واسطے کہ یہ قول مہبہ نہیں ہے م یہ قول غیر اظہر ہے اس واسطے کہ فتاویٰ عالمگیری میں غیاثہ سے منقول ہے کہ صغیر کے باپ نے باغ لگایا اور کہا کہ حبلۃ باکم اپنی یعنی میں نے اس کو اپنے بیٹے کے ساتھ مٹھرا دیا تو یہ مہبہ سے یہی قول اظہر ہے اور اسی پر ہمارے اکثر مشائخ ہیں کذا فی الطحاوی و کذا ہی لک حلال الا ان یوں قبضہ کلام لیفید الہیۃ خلاصۃ اور اسی طرح یہ قول مہبہ نہیں کہ وہ لونڈی تجھ کو حلال ہے مگر اس وقت مہبہ ہے جب کہ اس کے پہلے ایسا کلام ہو جو مہبہ کا مفید ہو کذا فی الخلاصۃ م قول مذکور اس واسطے مہبہ نہیں کہ لونڈی کی حلت یا نکاح سے ہے یا اباحت سے سونکاح تو ثابت نہیں اور اباحت فروج میں جائز نہیں کلام سابق جو مہبہ کا مفید ہو

اس طرح سے کہ ایک شخص دوسرے سے کہے کہ کیا مجھ کو تو یہ لوٹتی ہے کہتا ہے یا میرا دل راضی ہے اس کے لینے پر یا کہ تو نے اس سے پہلے مجھ کو کوئی چیز ہبہ نہیں کی سو مخاطب نے کہا کہ تجھ پر حلال ہے تو البتہ یہ قول اب ہبہ محض کا واگمراہ تک ہذا لفظ اور میں نے یہ چیز تجھ کو بطور عمری دی یعنی عمر بھر کو دی عمری یہ ہے کہ فی الحال مالک کر دے اور بعد موت مویوب لہ کے پھر کسی سو قیدیک صحیح ہے اور پھر لینے کی شرط باطل ہے اس واسطے یہ ہبہ باطل نہیں ہوتا فاسد شرط ہے حدیث میں وارد ہے کہ جو شخص بطریق عمری کوئی چیز دے تو وہ چیز مویوب لہ کی ملک ہے اور اس کے وارثوں کی ہے بعد اس کے کذا فی الزیلعی و مکتب علی ہذا الدابتہ ہذا باطل الہیہ کا مراد میں نے تجھ کو اس جانور پر محمول کر دیا عمل سے ہبہ کی نیت کے چنانچہ کتاب العاریۃ میں مذکور ہو چکا م عمل کا ہے معنی ہبہ اور گاہے معنی عاریت مستعمل ہوتا ہے لہذا ثبوت ہبہ کے واسطے نیت ہبہ شرط ہوتی و کسوتک ہذا التوب اور میں نے تجھ کو کپڑا پہنایا م پہنانے سے قیدیک عین مراد ہوتی ہے بولتے ہیں کہ فلا نے نے فلا نے کو کپڑا پہنایا جبکہ اس کو کپڑے کا مالک کر دیا اور عاریت میں اس طرح نہیں بولتے و وار کی ملک ہبہ اور میرا گھر تیرا ہے مویوب ہو کر م لفظ ہبہ منصوب سے حال ہونے سے ضمیر ظرف سے اور لام قیدیک کا ہے کذا فی الدرر او عمری تسکنا لان قولہ تسکنا مشورۃ لا تفسیر لان الفعل لا یصلح تفسیر اللام فقد اشار علیہ فی ملکہ بان یسکنہ فان شار قبل مشورۃ وان شار لم یقبل یا واجب یوں بولا کہ میرا گھر تیرا ہے بطور عمری کے تو اس میں سکونت کرے یہ قول بھی ایجاب ہبہ ہے اس واسطے کہ تسکنا کا لفظ مشورہ ہے واجب کا نہ تفسیر اس واسطے کہ فعل اعم کی تفسیر پڑنے کی لیاقت نہیں رکھتا تو واجب نے مویوب لہ کو مشورہ دیا اس کی ملک میں اس طرح کہ اس میں سکونت اختیار کرے سو اگر مویوب لہ چاہے اس کے مشورے کو قبول کرے اور چاہے نہ قبول کرے لا لوقال ہبہ تسکنی او تسکنی ہبہ بل تون عاریۃ اخذ بالمتیقن ہبہ صحیح نہ ہوگا اگر یوں واجب کہے گا کہ میرا گھر تیرا ہے مویوب ہو کر سکونت کی راہ سے یا سکونت کی راہ سے مویوب ہو کر ملک یہ قول عاریت ہوگا امر متیقن کو لے کر م لفظ ہبہ حال ہے اور تسکنی تیز عاریت ہونے کی وجہ یہ ہے کہ لفظ تسکنی محکم ہے قیدیک مغفوت میں تو یہ قول عاریت ٹھہرا خواہ لفظ ہبہ مقدم ہو یا مؤخر کذا فی الطحاوی عن النجاشی ان اللفظ ان انما عن قیدیک الرقبۃ فبہ او المنافع فعاویۃ او اکل العبرانیۃ لوزائل اور حال کلام یہ ہے کہ ایجاب کا لفظ اگر خبر کر دے یعنی دلالت کرے قیدیک رقبہ پر تو ہبہ ہے یا منافع پر دلالت کرے تو عاریت ہے یا ہبہ اور عاریت دونوں کا محتمل ہو تو نیت معتبر ہے کذا فی النوازل و فی الجواز سے باسم ابی الاقرب الصوۃ اور بحر الرائق میں ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ میں اس درخت کو چھاتا ہوں اپنے فرزند کے نام پر بقول اقرب صحت ہبہ ہے م صاحب کجہرنے یہ قول خلاصہ سے نقل کیا ہے اور عالمگیری میں فتاویٰ قاضی خاں سے بعضیہ جزم مذکور ہے کہ یہ قول ہبہ نہیں ہے تو اسی پر اعتماد چاہیے کذا فی الطحاوی و شرح بقبول اسے فی حق المویوب لہ انما فی حق الواجب فتع بالایجاب و عدہ لاند تبرع حتی لو علف ان یب عبدہ لفلان فویوب ولم یقبل برقبہ بعکسہ حث بخلاف بیع اور ہبہ صحیح ہوتا ہے قبول کرنے سے یعنی مویوب لہ کے حق میں اور واجب کے حق میں ہبہ صحیح ہو جاتا ہے لفظ ایجاب بلا قبول سے تو اگر واجب نے قسم کھائی کہ اپنا غلام فلا نے شخص کو ہبہ کرے گا سو اس نے اس کو ہبہ کیا اور اس شخص نے ہبہ قبول کیا تو حانت نہ ہوا اور اس کے بالعکس میں حانت ہوگا یعنی اگر قسم کھائی کہ میں فلا نے شخص کا ہبہ لوں گا سو اس نے ہبہ کیا اور اس نے قبول نہ کیا تو حانت ہوگا بخلاف بیع کے م یعنی اگر قسم کھائی کہ فلا نے شخص کے ہتھیار بیع کرے گا سو اس نے بیع کا ایجاب کیا اور اس نے قبول نہ کیا تو حانت ہوگا اس واسطے کہ بیع عقد معاوضہ ہے تمام نہیں ہوتا مگر ایجاب اور قبول سے توجہ تک قبول نہ پایا جائے گا بیع ثابت نہ ہوگی کذا فی الطحاوی و تقع لقبض بلا اذن فی المجلس فانہ ہنا کا قبول ناقص بالمجلس اور صحیح ہے ہبہ مویوب لہ کے قبض



سے بلا اذن و اہب کے مجلس عقد میں اس واسطے کہ قبضہ کیا گیا یعنی ہبہ میں قبول کرنے کے مانند ہے لہذا مخصوص ہبہ مجلس عقد ہر دم قبضہ ہجائے قبول کے اس واسطے ہوا کہ مقصود ایجاب سے اثبات ملک ہے تو ایجاب مسلط کرتا ہے قبضہ پر باعتبار دلالت کے اس واسطے کہ ملک مقصود نہیں مگر قبضہ سے تو قبضہ مقید مجلس ایجاب قبول ہوگا قبول کے مانند کیونکہ وہ بمنزلہ قبول کے ہے اور یہ استحسان ہے اور قیاس یہ تھا کہ جائز نہ ہوتا مگر و اہب کے اذن سے کذا فی الزلیعی و بعدہ پر اسے بعد المجلس بالاذن اور بعد القضاۃ مجلس قبضہ صحیح ہوگا و اہب کے اذن سے و فی المحیط لوکان امرہ بالقض حین وہبہ لا یتقید بالمجلس و يجوز القرض بعدہ اور محیط میں ہے کہ اگر و اہب نے مویوب کو قبضہ کرنے کا امر کیا ہو مہر کرنے کے وقت تو قبضہ مقید یہ مجلس نہ ہوگا اور جائز ہوگا بعد اس کے بھی و التامین من القرض کا لقبض فلو وہب لرجل ثيابا فی صندوق مقفل و رفع علیہ الصندوق لم یکن قبضا لعدم تمكنه من القبض اور قادر ہونا قبضہ پر قبضہ کے مانند ہے تو اگر ایک مرد کو کپڑے ہبہ کے صندوق مقفل میں اور صندوق مذکور اس کی طرف بلند کیا یعنی سامنے کیا تو یہ قبضہ نہ ہوگا بسبب اس کے نہ قادر ہونے کے قبضہ پر و ان مفتوحا کان قبضا لتمكنه منه فانہ کا تختیۃ فی الیخ اختیار اور اگر صندوق کھلا ہو تو قبضہ ثابت ہوگا سامنے کرنے سے بواسطہ قادر ہونے مویوب کہ قبضہ سے اس واسطے کہ قادر ہونا قبضہ پر مانند تخلیہ کے ہے بیع میں و فی الدرر و المختار صحیحہ بالتخلیۃ فی صحیح الہیۃ لا فاسدہا اور در میں ہے اور قول مختار صحیح ہونا قبضہ کا ہے تخلیہ سے ہبہ صحیح نہ ہبہ فاسد میں یعنی اگر و اہب نے مویوب اور مویوب نہ میں تخلیہ کر دیا تو قبضہ صحیح ہو گیا بشرطیکہ ہبہ فاسد نہ ہو و فی التفت ثلثہ عشر عقد الا لفتح بلا قبضہ اور نطف میں ہے کہ تیرہ عقد صحیح نہیں ہیں بدول قبضہ کے ہم عقود مذکورہ یہ ہیں ۱ ہبہ ہے ۲ صدقہ ۳ رہن ۴ وقف بقول محمد و اوزاعی و ابن شبرہ و من بن صالح ۵ عمری ۶ نخذ معنی عطاء جنین ۸ صلح ۹ راس المال سلم میں ۱۰ بدل سلم میں جب کہ قبضہ بدل کھوٹا ہو تو اگر کھوٹے درمیں کا عوض مقبوض نہ ہو تو بقدر اس کے حصے کے سلم باطل ہوگی ۱۱ عقد صرف ۱۲ جب کہ کیلی کی بیع کیلی سے ہو اور جنس مختلف ہو چنانچہ کیلیوں کی بیع جو سے تو اس میں تفاضل جائز ہے نہ نسبیہ ۱۳ جب کہ وزنی کی بیع وزنی سے ہو مع اختلاف الجنس تو اس میں بھی تفاضل جائز ہے نہ نسبیہ کذا فی الطحاوی عن الجلی عن المنع ولو نہاہ عن القبض لم یصح قبضہ مطلقا و لو فی المجلس لاین الصریح اقوی من الدلالۃ اور اگر و اہب نے مویوب کو منع کر دیا قبضہ سے تو اس کا قبضہ کرنا مطلقا صحیح نہ ہوگا اگر یہ مجلس ایجاب میں قبضہ کیا ہو اس واسطے کہ صریح قوی تر ہے دلالت سے م خلاصہ یہ ہے کہ اگر قبضہ کا اذن دیا تو قبضہ صحیح ہے مجلس میں اور بعد مجلس کے بھی اور اگر قبضہ سے منع کیا تو قبضہ صحیح نہیں نہ مجلس میں نہ بعد مجلس کے اس واسطے کہ صریح قوی تر ہے دلالت سے یعنی صحت قبضہ بھی ایجاب سے باعتبار دلالت کے اور نہی عن القبض صریح ہے اور حالاکہ صریح قوی تر ہے دلالت سے اور اگر نہ اذن دیا اور نہ منع کیا تو قبضہ مجلس میں صحیح ہے نہ بعد مجلس کے اور اگر مویوب غائب ہوا اور مویوب نہ وہاں جا کر قبضہ کیا اگر قبضہ و اہب کے اذن سے ہے تو صحیح ہے اور نہیں تو نہیں و تم الہیۃ یا لقبض الکامل اور ہبہ تمام ہوتا ہے قبضہ کمال سے م قبضہ کمال مقوم میں وہ ہے جو منقول کے مناسب ہے اور عقار میں وہ ہے جو عقار کے مناسب ہے تو گھر کی کبھی کا قبضہ گھر کا قبضہ ہے اور محتل القسمۃ میں قبضہ کمال قسمت کرنے سے ہوتا ہے تا مویوب پر قبضہ بالاصالۃ واقع ہو بلا تبعیت قبضہ کل اور غیر محتل القسمۃ میں قبضہ کمال بتبعیت کل ہوتا ہے کذا فی الدرر و لو المویوب شاعلا لملک الواہب لا مستغولا یہ ہبہ کمال قبضہ

۱۔ مترجم اول نے صحت قبضہ سے ترجمہ کیا ہے اس میں شاید رفع رائے مہل سے ہوگا مگر میرے پاس کے نسخہ موجودہ میں و لہ داں مہل سے ہے اور یہی صواب

معلوم ہوتا ہے قبضہ مقفل صندوق اس کے ولاد کیا ۱۲ ملہ یعنی کم زیادہ ہونا جنس کی کادرت ہے اور ادوار درت نہیں کہ گھریں مثلاً اس وقت سے اور جو بعد کو لیوے ۲

سے پورا ہو جاتا ہے اگرچہ مومہوب شاغل بلکہ واجب ہو نہ مشغول بلکہ واجب والاصل ان المومہوب ان مشغولا بلکہ الواجب منع تمامہ  
وان شاغلا لا اور قاعدہ یہ ہے کہ اگر مومہوب مشغول بلکہ واجب ہوگا تو مشغول مذکورہ ہبہ کے تمام اور کمال ہونے کا مانع ہوگا اور اگر مومہوب  
شاغل بلکہ واجب ہوگا تو ہبہ تمام ہونے کا مانع نہ ہوگا یعنی در صورت مشغولیت مومہوب تسلیم ممتنع ہوگی تو ہبہ کی صحت متحقق نہ ہوگی  
اور در صورت شاغلیت مومہوب تسلیم ممتنع نہ ہوگی تو ہبہ بھی صحیح ہوگا کذا فی الدرر فلو دہب جربا با فیہ طعام الواجب اودار فیہا متاعہ  
اودابۃ علیہا سر جہ وسلمہا کذا لک لاصح تو اگر وہ مقیلا ہبہ کیا جس میں واجب کا طعام ہے یا وہ گھر جس میں واجب کا اسباب ہے یا وہ جانور  
بخشا جس پر واجب کا زین ہے اور تینوں چیزوں کو اسی طرح تسلیم کیا تو ہبہ صحیح نہ ہوگا م اس واسطے کہ مومہوب ملک واجب سے مشغول ہے  
کیونکہ طرف کو منظور مشغول کر دیتا ہے اور طرف منظور کو مشغول نہیں کرتا کذا فی الدرر ولعکسہ لاصح فی الطعام والمتاع والسراج فقط لان  
کلامنا شاغل ملک الواجب لا مشغول بہ اور اس کے بالعکس میں ہبہ صحیح ہے طعام اور متاع اور زین میں فقط اس واسطے کہ ہر واحد اشار  
ثرت سے ملک واجب سے شاغل ہے نہ مشغول م خلاصہ یہ ہے کہ طرف کا ہبہ بدون منظور صحیح نہیں اور منظور کا ہبہ بلا طرف صحیح ہے  
کیونکہ اول مشغول ہے اور ثانی شاغل لان شغلہ بغیر ملک واجبہ لایمنع تمامہ عدم تمام ہبہ میں مشغولیت بلکہ واجب کی قید اس واسطے  
لگائی کہ مومہوب کا مشغول ہونا غیر واجب کی ملک سے کمال ہبہ کا مانع نہیں م مغلہ اس کی صورتوں کے ایک صورت یہ ہے کہ واجب نے  
مومہوب لہ کو ایک گھر ہبہ کیا اس متاع کے ساتھ جو اس گھر میں ہے اور گھر تسلیم بھی کر دیا پھر متاع غیر شخص کی ملک ثابت ہوئی تو ہبہ پورا  
ہے گھر میں اس واسطے کہ واجب کا قبضہ گھر اور اسباب دونوں پر تھا حقیقتہ تو اس کی تسلیم صحیح ہوئی پھر استحقاق متاع سے ظاہر ہو گیا  
کہ متاع واجب کی ملک نہ تھی اور غیر واجب کی ملک ہونا مانع نہیں کذا فی الطحاوی کہ ہن وصدقہ لان القبض شرط تمامہا وتمامہ فی العادیۃ  
تمام ہونا ہبہ کا قبض کمال سے ہوتا ہے رہن اور صدقہ کے مانند اس واسطے کہ قبض شرط ہے رہن اور صدقہ کے تمام ہونے کی اور پورا بیان  
اس کا عادیہ میں ہے م یعنی رہن اور صدقہ پورا نہیں ہوتا مگر قبض کمال سے اور رہن کا مشغول ہونا بلکہ رہن اور صدقہ کا مشغول ہونا  
ملک مقصد مضر ہے اور دونوں کا شاغل ہونا مضر نہیں تو تشبیہ راجع متن سے ہے کذا فی الطحاوی و فی الاستبہا ہبہ المشغول لا تجوز  
الا اذا وجب الاب لطفہ اور ابشاہ میں سے کہ ہبہ مشغول کا جائز نہیں مگر جب کہ باپ اپنے صغیر کو ہبہ کرے تو جائز ہے قلت وکذا الدرر للعادیۃ  
میں کتابوں اور اسی طرح عاریت کا گھر ہے م صورت اس کی یہ ہے کہ ایک گھر عاریت دیا انسان کو پھر مستعیر یا معیر نے کسی کا اسباب  
عقب کیا اور اس گھر میں رکھا پھر مستعیر نے معیر کو وہ گھر ہبہ کر دیا تو اس گھر کا ہبہ صحیح ہے اس واسطے کہ ظاہر ہو گیا کہ شاغل غیر واجب  
کی ملک ہے کذا فی الطحاوی والتمی و ہبتا لزوجہا علی المذہب لان المرأۃ و متاعہا فی ید الزوج فصح تسلیم اور ہبہ مشغول اس گھر میں  
جائز ہے جس کو زوجہ نے اپنے زوج کو ہبہ کیا بنا برضا ہر مذہب کے اس واسطے کہ عورت اور اس کا اسباب زوج کے ہاتھ میں ہے  
تو تسلیم مومہوب صحیح ہوگی م صورت اس کی یہ ہے کہ زوجہ نے اپنا گھر اپنے زوج کو ہبہ کیا اور زوج اس میں رہتی ہے اور اس کا اسباب  
اس میں ہے اور زوج بھی اس کے ساتھ اس کے گھر میں رہتا ہے تو یہ ہبہ صحیح ہے اس واسطے کہ زوج گھر اور اسباب ہبہ کے زوج  
کے ہاتھ میں ہے اور مقابل مذہب ابو یوسف کا قول ہے کہ ہبہ مذکور جائز نہیں کذا فی الطحاوی وقد غیرت بیت الوہبانۃ فقلت  
من و ہبت لزوج دارالماہما متاع و ہب فیہا لاصح لمرحہ اور مقرر میں نے بدل ڈالی وہبانہ کی بیت سو میں نے یوں کہا اور جس

ملہ یعنی بھر دینے والا ہونہ بھرا ہوا یعنی منظور ہونہ طرف ۱۲

زوجہ نے زوج کو اپنا وہ گھر بہہ کیا جس میں زوجہ کا اسباب ہے اور زوج اور زوجہ اس میں رہتے ہیں تو بہہ صحیح ہے یہی قول محرم معتد علیہ ہے  
م وہبانیہ کی اصل بیت یوں تھی ومن وہبت للزوج دارا لها بہاۃ متاع وہم فیہا فقولان یزید یعنی جس زوجہ نے زوج کو اپنا وہ گھر  
بہہ کیا جس میں زوجہ کا اسباب اور زوج اور زوجہ اس میں رہتے ہیں تو دو قول اس میں مرقوم ہیں یعنی جواز بہہ اور عدم جواز لیکن چونکہ  
عدم جواز قول ضعیف تھا لہذا اشارت نے بیت میں تصرف کر دیا و فی الجہت وہبۃ المشغول ان یوزع الشغل اولاً عند المویب لہ ثم  
یسلمہ الدار مثلاً ففتح لفتحاً بالمتاع فی یدہ اور جو بہہ میں ہے کہ بہہ مشغول کا جید یہ ہے کہ پہلے شغل کو مویب لہ کے پاس ودیعت رکھے پھر  
مویب لہ مثلاً مشغول گھر تسلیم کرے تو بہہ صحیح ہوگا یہ سبب مشغول ہونے گھر کی متاع کے ساتھ مویب لہ کے ہاتھ میں یعنی جب شغل بطریق  
ودیعت مویب لہ کے قبض میں آیا پھر مشغول بہ تسلیم واہب اس کے پاس آیا تو دونوں پر قبض کامل متحقق ہو گیا لہذا بہہ صحیح ہو گیا فی متعلق بہتم  
مخوڑ مفرغ بہہ تمام ہوتا ہے قبض کامل سے مویب مفرغ میں م یعنی جو مویب کہ فارغ ہو ملک واہب اور حق ملک سے تو احترانہ ہو گیا پھل کے  
بہہ سے درخت پر اور صرف کی بہہ سے غنم پر اور کھیتی کی بہہ سے زمین میں <sup>مقصوم</sup> وہ مویب مفرغ جس کی قسمت ہو گئی اور مشاع باقی نہ رہا و مشاع  
لابقی متقابہ بعد ان تقسم کعبیت و حام صغیرین اور بہہ تمام ہوتا ہے قبض کامل سے اس مشاع یعنی غیر مقسوم میں جو فسخ لینے کے لائق نہیں رہتا  
قسمت کرنے کے بعد چنانچہ چھوٹی کو طبری اور حام صغیر مشاع لا تقسم یعنی جو قسمت کی صلاحیت نہیں رکھتا یا یعنی کہ بعد قسمت کے اصلاً منتفع نہیں ہوتا  
چنانچہ عبد واحد اور وابہ واحد یا بعد قسمت کے منتفع نہیں رہتا اس طرح کا انتفاع جو قبل قسمت کے تھا چنانچہ بیت صغیر اور حام صغیر اور شب صغیر  
کذانی الدرر لانا لاقم بالقبض فیما یقسم مشاع غیر قسمت پذیر کی قید اس واسطے لگائی کہ بہہ تمام نہیں ہوتا قبض کرنے سے اس مشاع میں جو قسمت  
پذیر ہے م قسمت پذیر چنانچہ زمین اور ثوب مذروع اور مانند اس کے کذانی الدرر قسمتی نے کہا جس کی قسمت موجب نقصان ہو وہ قسمت پذیر اور  
محتل القسۃ نہیں اور نہیں تو قسمت پذیر ہے انتہی کبر الراقی میں ہے کہ حد فاصل محتل القسۃ اور غیر محتل القسۃ میں یہ ہے کہ جو چیز دو شخصوں میں  
مشترک ہو سو ایک شخص قسمت طلب کرے اور دوسرا شریک قسمت نہ مانے تو اگر قاضی مانع قسمت پر جبر کر سکتا ہو شرع کی راہ سے تو وہ محتل القسۃ  
ہے چنانچہ گھر اور بڑی کو طبری اور اگر قاضی جبر نہ کر سکے تو وہ محتل القسۃ نہیں چنانچہ عبد اور حام اور بیت صغیر اور دیوار و لوہہ و ہبہ لشمس کی اولاجنبی  
عدم تصور القبض الکامل کما فی عامۃ الکتب فان ہذا المذہب مشاع قابل قسمت کا بہہ قبض سے پورا نہیں ہوتا اگرچہ واہب نے اس کو اپنے شریک  
کو بہہ کیا ہو یا اجنبی کو بحبت عدم تصور قبض کامل چنانچہ اکثر کتب فقہ میں ہے تو وہی یعنی شریک کو بھی بہہ مشاع کا جائز ہونا مذہب ظہر م درر سے  
مذکور ہو چکا کہ قابل قسمت میں قبض کامل بدون قسمت کے نہیں ہوتا و فی الصیرفیۃ عن العتابی وقیل یجوز لشریک وہو المتار اور صیرفیہ میں عتابی سے  
منقول ہے اور حصوں نے کہا کہ بہہ مشاع شریک کو جائز ہے اور وہ مختار قول ہے م فقہا کی ظاہر عبارت سے عدم جواز معتد ہے یہاں تک کہ  
شیخ الاسلام نے جواز کو ابن ابی لیلے کی طرف منسوب کیا ہے بعد حکایت اطلاق کے اہل مذہب سے کذانی الططاوی فان قسمہ و سلمہ صح لزوال  
المانع پھر اگر مشاع کو قسمت کر ڈالا اور مویب لہ کو تسلیم کر دیا تو صحیح ہوگا بہ سبب دور ہوجانے مانع یعنی مانع قبض کامل اشاعت تھی سو قسمت  
اور تسلیم سے زائل ہو گئی و لو سلمہ شائعاً لایحکمہ فلا ینفذ تصرف فیہ فیمنہ و ینفذ تصرف الواہب و درر اور اگر مشاع کو بلا قسمت تسلیم کر دیا اس طرح  
پر کہ کل کو تسلیم کر دیا تو مویب لہ اس کا مالک نہ ہوگا یعنی بواسطہ عدم قبض کامل تو اس کا تصرف اس میں نافذ نہ ہوگا تو مویب لہ اس کا تاوان دے گا  
در صورت تصرف اور واہب کا تصرف اس میں نافذ ہوگا کذانی الدرر لکن فیما عن الفصول البیہۃ الفاسدۃ لقید الملک بالقبض و بیہقی و مشکئی البزازیہ  
علی خلاف ما حکم فی العادیۃ لکن لفظ الفتویٰ الذم لفظ الصحیح کما بسط المصنف مع بقیۃ احکام المشاع لیکن درر میں ہے فضول سے کہ بہہ فاسد

ملک کا مقید ہو جاتا ہے قبض کرنے سے اور اسی قول کا فتویٰ ہے اور مانند اس کے بزازیہ میں ہے برخلاف اس قول کے جس کو صحیح کہا ہے  
 عماریہ میں لیکن فتویٰ کا لفظ موکد تر ہے صحیح کے لفظ سے چنانچہ مصنف نے اس کو مشرح بیان کیا ہے اپنی شرح میں مشاع کے بقیہ احکام  
 کے ساتھ م ظاہر عبارت شارح دال ہے کہ ہر مشاع قبل قسمت فاسد ہے حالانکہ وہ صحیح غیر تام ہے چنانچہ سبلی میں اتقانی سے مذکور ہے  
 اور کلام صاحب بحر بھی صحت پر دلالت کرتا ہے بیع مشاع کی جائزہ قسمت پذیر اور عدم قسمت پذیر میں اور اجارہ اس کا جائزہ شریک سے  
 نہ اجنبی سے وعلیہ الفتویٰ اور اجارہ مذکور فاسد ہے تو اجرت مثل لازم ہوگی اور اعارہ اس کا شریک سے جائز ہے اور اگر اجنبی کو عاریت دی  
 تو اگر سب تسلیم کرے تو اعارہ مستلفہ ہے والا جائز نہیں اور رہن مشاع کا فاسد ہے مستوم اور غیر مستوم میں اور شریک اور غیر شریک برابر ہیں اور  
 وقف مشاع کا ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے نہ محمد کے نزدیک اور خلاف محتمل القسمة میں اور غیر محتمل القسمة میں بالاتفاق جائز نہیں اور  
 ایداع مشاع شریک سے جائز ہے اور قرض مشاع کا بالاجماع جائز ہے کذا فی الطحاوی وبل للقریب الرجوع فی الہیۃ الفاسدۃ قال فی الدرر  
 نعم و تعقبہ فی التشریح لالیۃ بانہ غیر ظاہر علی القول المقتضی بمن انادتها الملک بالقبض فلیحفظ اور کیا جائز ہے قرابت وار کو رجوع کرنا ہر فاسدہ میں ودر  
 میں کہا کہ ہاں جائز ہے اور تشریح لالیہ میں ہے اس پر اعتراض کیا ہے کہ رجوع غیر ظاہر ہے بنا بر قول مفتی بہ کے اس راہ سے کہ ہر فاسدہ ملک کا  
 مفید ہو جاتا ہے قبض کرنے سے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے والمانع من تمام القسمة مقارن للعقد لا طاری کان یرجع فی بعضہا شائعا  
 فانہ لا یفسد بالاتفاق اور مانع تمام قبض سے وہ شیوع ہے جو عقد ہر کے مقارن اور متصل ہر نہ شیوع طاری یعنی وہ شیوع مانع قبض نہیں جو بعد عقد کے  
 طاری ہو چنانچہ واجب بعض شائع میں رجوع کرے کیونکہ شائع طاری مفید نہیں بالاتفاق م شیوع متصل کی یہ صورت ہے کہ واجب اپنا  
 نصف گھر شائع ہر کرے اور شیوع طاری کی یہ صورت کہ تمام گھر ہر کرے پھر نصف یا ثلث شائع میں ہر کو باطل کر دے والاستحقاق شیوع  
مقارن لا طاری فیفسد کل حتی لو سبب ارضاً وزرعاً وطمہا فاستحق الزرع بطلت فی الارض الاستحقاق لبعض الشائع فیما تمم القسمة اور استحقاق  
 شیوع مقارن ہے نہ شیوع طاری تو استحقاق ثابت ہونا مفید ہے کل مویوب کا تو اگر زمین اور کھیتی بہر کی اور دونوں کو تسلیم کر دیا پھر کھیتی مستحق  
 ملک غیر نکل تو ہر زمین میں باطل ہو گیا بسبب مستحق ہونے بعض شائع کے محتمل القسمة میں م زراعت کے بعض شائع ہونے میں کلام ہے اور صاحب  
 درر نے یوں وجہ بیان کی ہے کہ زرع زمین کے ساتھ حکم القفال شے واحد کے مانند ہے پھر جب احدہا مستحق ٹھہر تو یوں ہو گیا کہ گویا بعض شائع  
 مستحق ٹھہر محتمل القسمة میں تو ہر باطل ہو گیا باقی میں اور اس تعلیل پر شارح کا قول آئینہ یعنی لانه کمشاع بھی دلالت کرتا ہے کذا فی الطحاوی  
 والاستحقاق اذا طر بالبیئۃ کان مستقداً الی ما قبل الہیۃ فیکون مقارناً لمالا طاریا کما زعم صدر الشریعۃ وان تبعہ ابن الکمال فتنبہ اور استحقاق جب کہ  
 گواہوں سے ثابت ہو تو استحقاق ما قبل ہر کی طرف مستند ہوگا تو شیوع ہر کے مقارن ہوگا نہ طاری جیسا کہ صدر الشریعہ نے گمان کیا ہے اگرچہ  
 ابن کمال نے صدر الشریعہ کا اتباع کیلئے اس قول میں سو آگاہ رہوم استحقاق زرع کو ظہیر یہ میں شیوع مقارن کہا ہے اور نہایت اور کرمانی  
 میں اس کو شیوع طاری قرار دیا ہے متسانی نے کہا کہ شاید مسئلہ میں دونوں روایتیں ہیں اس تقریر سے معلوم ہوا کہ صدر الشریعہ اور ابن کمال  
 اس قول میں متفق نہیں کذا فی الطحاوی ولا تصح ہرہ لہن فی صرع و صوف علی عنم و نخل فی ارض و نخل فی نخل لانه کمشاع  
 اور صحیح نہیں ہر دودھ کا تھن میں اور روئیں کا ہر بھڑ پر اور کھجور کے درخت کا زمین میں اور کھجور کا ہر کھجور کے درخت میں اس واسطے کہ یہ ہر  
 مشاع کے مانند ہے ولو فضلہ و سلمہ جائز لرد الالمانع اور اگر واجب مویوب کو جدا کر ڈالے یعنی مثلاً دودھ کو تھن سے علیحدہ کر کے ہر اور

ف مشاع کا ہر درہن وغیرہ

تسلیم کر دے تو جائز ہے بسبب دور ہو جانے مانع قبض کمال کے وہاں یعنی فصل المویہ لہ باذن الواہب ظاہر الدرر نعم اور کیا کفایت کرتا ہے جدا کرنا مویہ لہ کا واہب کے اذن سے درر کا ظاہر یہ ہے کہ ماں کفایت کرتا ہے بخلاف رفیق فی برودین فی المسموم و من فی لبن حیث لایصح اصلاً نہ معدوم فلا ینک الا بعقد جدید بخلاف اس آٹے کے جو گیہوں میں بالعتوہ ہے اور اس تیل کے جو تلوں میں ہے اور اس گھی کے جو دودھ میں ہے کیونکہ یہ اصلاح صحیح نہیں اس واسطے کہ وہ بالفعل معدوم ہے تو مملوک نہ ہوگا مگر عقد جدید سے عدم جواز کا بھید ہے کہ گیہوں مستحیل ہو کر آتا ہو جاتے ہیں اسی طرح باقی اشیاء مذکورہ بعد استحالہ کے دوسری چیز ہو جاتے ہیں کذا فی الدرر و ملک بالقبول بلا قبض جدید لہ المویہ لہ و لہ بعباد امانتہ لانه حیثینذ عامل لنفسہ اور مویہ مملوک ہو جاتا ہے قبول کر لینے سے بلا قبض جدید اگر مویہ مویہ لہ کے ہاتھ میں ہو مویہ کے وقت اگر اس کا قبض بطریق غضب یا امانت کے ہو اس واسطے کہ اس وقت میں یعنی جب کہ مویہ لہ قابض نے یہ قبول کیا وہ اپنی ذات کے واسطے عمل کرنے والا ہے یعنی بواسطہ قابض ہونے کے اپنی ملک پر والاصل ان القابضین اذا اتجا نساب احدہما عن الآخر اور قاعدہ کلیہ یہ ہے جب کہ دو قبض ہم جنس ہوں تو ایک قبض دوسرے قبض کا نائب ہو جاتا ہے مچنانچہ ایک شخص کے پاس دو بیت تھی پھر مالک نے وہ بطور عاریت کے دی تو قبض و ردیت قائم مقام قبض عاریت کے ہوگا اس واسطے کہ دونوں قبض امانت کے قبض ہیں تو صحیح ہوگا بلا قبض متانف و اذا اتجا نساب الاعلیٰ عن الادنی لاعکسہ اور جب کہ دونوں قبض ہم جنس نہ ہوں متغایر ہوں تو قبض اعلیٰ قائم مقام ہوتا ہے قبض ادنیٰ کے اور ادنیٰ اعلیٰ کا نائب نہیں ہوتا مینابت اعلیٰ کی مثال یہ ہے کہ غضب سے قبض کیا پھر مالک نے غاصب کو یہ کر دیا تو صحیح ہے اور قبض جدید کی حالت نہیں اور قبض ادنیٰ کی مثال یہ کہ ایک چیز ایک شخص کے پاس بطور عاریت کے تھی پھر مالک نے اس کے ہاتھ بیچ ڈالی وہ ہبہ من لہ ولایۃ علی النفل فی الجملہ و ہو کل من یجولہ فدخل الاخ الم معدوم الاب لونی عیالہم اور مویہ اس شخص کا جس کی فی الجملہ ولایت صغیر پر ثابت ہے اور دلی فی الجملہ وہ ہے جو صغیر کی پرورش کرتا ہو تو بجائی اور چچا دلی فی الجملہ میں داخل ہوا باپ کے نہ ہونے کے وقت بشرطیکہ صغیر ان کے عیال میں ہو م دلی فی الجملہ سے مراد یہ ہے کہ وہ صغیر کے مالی میں تصرف نہ کر سکے اور باپ سے مراد یہ کہ جو مال میں تصرف کرے اور باپ کا نہ ہونا غیبت منقطعہ اور موت کو شامل ہے کذا فی الطحاوی تم بالعقد لہ المویہ معلوما و کان فی یدہ او ید مودعہ لان قبض المولیٰ یزوب عنہ ولی فی الجملہ کا ہر پورا ہوتا ہے عقد سے یعنی فقط ایجاب بلا قبول اور قبض سے اگر مویہ معلوم ہو اور مویہ دلی کے ہاتھ میں ہو یا اس کے مودع کے ہاتھ میں اس واسطے مویہ مذکور پورا ہے کہ دلی کا قبض صغیر کے قبض کے قائم مقام ہے والاصل ان کل عقد یتولاه الواحد یمتقی فیہ بالایجاب اور قاعدہ یہ ہے کہ جس عقد کا متولی ایک شخص ہو سکے تو اس میں فقط ایجاب پر کفایت ہوتی ہے بلا اشتراط قبول وان وہب لہ اجنبی تم بقبض ولیہ و ہوا حدار بقرۃ الاب ثم وصیہ ثم الجدم وصیہ وان لم یکن فی حجرہم و عندہم تم بقبض من یجولہ کعمہ اور اگر صغیر کو اجنبی نے کوئی چیز مویہ کی تو ہبہ تمام ہوتا ہے اس کے ولی کے قبض سے اور صغیر کا دلی پارٹنر ہونے میں سے ایک شخص ہے اول باپ پھر اس کا وصی پھر دادا پھر اس کا وصی اگر صغیر ان کی گود لینے ان کی پرورش اور حمایت میں نہ ہو اور ان کے نہ ہونے کے وقت ہبہ تمام ہوتا ہے اس شخص کے قبض سے جس کے عیال اور پرورش میں صغیر ہو چنانچہ صغیر کا چچا دامہ و اجنبی و لوط تقالونی حجرہما والالفاظات الولایۃ اور مویہ اجنبی کا صغیر کو تمام ہو جاتا ہے اس کی ماں کے قبض اور اجنبی کے قبض سے اگر یہ اجنبی ملتقط ہو بشرطیکہ صغیر ماں اور اجنبی کی پرورش میں ہو اور اگر پرورش میں نہ ہو تو ماں اور اجنبی کا قبض کافی نہیں بواسطہ عدم ولایت اگر صغیر کا قرابت دار محرم ہو کذا فی المنع و لقبضہ لومیزا یعقل تحصیل اور ہبہ تمام ہوتا ہے خود صغیر کے

لہ نقد پانے والا یعنی روکے کو چھاپا یا ہر ۱۲

قبض کرنے سے بشرطیکہ نابالغ ایسا تیزوار ہو کہ تحصیل مال کو سمجھتا ہو ولومع وجود ایہ مجتبی لاند فی المنافع المحض کا بالغ ہے تو وہ بپ لہ اعمی  
 لافع لہ و تلحقہ مؤنثہ لم یصح قبولہ اشباہ ہبہ تمام ہوتا ہے صغیر ممیز کے قبض سے اگرچہ باپ اس کا موجود ہو کذا فی المجتبی اس واسطے کہ نابالغ منافع  
 محض میں بالغ کے برابر ہے تو اگر صغیر کو اندھا غلام جس سے کچھ بھی فائدہ نہیں ہبہ کیا گیا اور غلام مذکور کا خرچ اس پر لاحق ہوتا ہو تو صغیر کا قبول کرنا  
 صحیح نہیں کذا فی الاشباہ قلت لکن فی البرجندی اختلاف فیما لو قبض من یعولہ والاب حاضر فقیل لایجوز وایصح ہوا جواز انتہی میں کہتا ہوں لیکن  
 برجندی میں ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ اس شخص نے قبض کیا جو صغیر کو پرورش کرتا ہے اور حالانکہ باپ موجود ہے تو بعضوں نے کہا کہ قبض  
 مذکور جائز نہیں اور صحیح قول یہ ہے کہ قبض مذکور جائز ہے انتہی م یہ استدراک ہے عند عدم ہم کے قول پر و ظاہر القستانی ترجیحہ وغیرہ فخر الاسلام  
 وغیرہ علی خلاف ما اعمدہ المصنف فی شرحہ وغیرہ للخلاصۃ اور قستانی کا ظاہر ترجیح جواز ہے اور قستانی نے اس کو فخر الاسلام کی طرف منسوب کیا ہے  
 برخلاف اس قول کے جس پر مصنف نے اپنی شرح میں اعتماد کیا ہے اور مصنف نے اس کو یعنی عدم جواز کو خلاصہ کی طرف منسوب کیا ہے م  
 قستانی نے جواز قبض مرئی طفل باوجود حاضر ہونے باپ کے مضمرات سے نقل کیا ہے تبصریح لفظ مختار اور فتاوی عالمگیری میں خانہ سے  
 منقول ہے کہ یہی قول صحیح ہے اور فتاویٰ صغیر سے نقل کیا ہے کہ یہی قول مفتی ہے کذا فی الطحاوی لیکن متنہ بحیثہ یوصل ولو بامرہ والاجنبی  
 ایضا قائل لیکن مصنف کا متن احتمال رکھتا ہے جواز کا بہ سبب وصل کرنے ولومع وجود ایہ کے امہ والاجنبی کے ساتھ بھی سو اس میں تامل  
 کرم یعنی جس طرح مصنف کا قول ولومع وجود ایہ منصوص ہے اس قول سے ولقبضہ ولومیز اسی طرح اگر اس کو امہ والاجنبی سے وصل کیجے  
 تو یہ مطلب حاصل ہوتا ہے کہ ماں اور اجنبی کے قبض سے باوجود حاضر ہونے باپ کے ہبہ تمام ہو جاتا ہے کذا فی الطحاوی و صح روہ لہا کقبولہ  
 سراجیہ اور صغیر کا ہبہ رد کرنا صحیح ہے جیسا قبول کرنا اس کا صحیح ہے کذا فی السراجیہ و فیاحسانات البصی لہ ولابویہ اجرا لتعلیم ونحوہ اور سراجیہ میں ہے  
 صغیر کی نیکیاں اس کے واسطے ہیں یعنی اسی کو ثواب ہے ان کا اور اس کے ماں باپ کو تعلیم وغیرہ کا ثواب ہے م بعضوں کے نزدیک صغیر کی  
 نیکیوں کا ثواب اس کے والدین کو ہے اور قول محدث یہ ہے صغیر ہی کو ثواب ہے چونکہ گناہ صغیر نہیں کہ حسنات اس کا کفارہ ہوں لہذا اس کے  
 حسنات سے ترقی درجات ہوگی کذا فی الطحاوی ویباح لو الدیہ ان یا کلامن ماکول وہب لہ وقیل لا انتہی فافادان غیر الماکول لایباح لہا الحاجۃ  
 اور صغیر کے والدین کو اس مال کا کھانا مباح ہے جو اس کو ہبہ ہوا اور قول ضعیف یہ ہے کہ کھانا مباح نہیں انتہی مافی السراجیہ تو سراجیہ سے  
 معلوم ہوا کہ مویوب غیر ماکول والدین کو مباح نہیں مگر بضرورت چنانچہ اللاس والدین وغیرہ ایبا الختان بین یدی البصی فیما یصل لک ثیاب البصیان  
 فالدیہ لہ والا فان المہدی من اقرباء الاب او معارفہ فلاب او من معارف الام فلاب قال ہذا للبصی اولاً لو کون نے غتنے کے وقت صغیر کے آگے  
 تحفے رکھے تو جو تحفہ صغیر کے لائق ہے چنانچہ لڑکوں کے کپڑے تو وہ تحفہ صغیر کا ملوک ہے اور اگر ایسا نہیں چنانچہ دراہم اور دنانیر کذا فی العالمیہ  
 تو اگر تحفہ لانے والا باپ کے قرابت داروں یا اس کے دوستوں سے ہے تو تحفہ باپ کے واسطے ہے یا ماں کے اقارب اور دوستوں سے ہے  
 تو تحفہ اس کی ماں کے واسطے ہے تحفہ لانے والے نے یہ کہا ہو کہ یہ تحفہ صغیر کے واسطے ہے یا نہ کہا ہو ولو قال ابدیت للاب او الام فالقول لہ  
 اور اگر تحفہ لانے والا کہے کہ میں نے باپ یا ماں کو تحفہ دیا ہے تو اسی کا قول مقبول ہوگا و کذا زفاف البنت خلاصۃ اور اسی طرح کا حکم ہے لڑکی کی  
 شب زفاف کے تحفوں کا کذا فی الخلاصۃ و فیما اتخذ لولدہ او لتلمیذہ شیاً ثم اراد وفعما لیزہ لیس لہ ذلک ما لم یبین وقت الاتخاذ انما عاریۃ اور  
 خلاصہ میں ہے کہ اپنے فرزند یا شاگرد کے واسطے کپڑے بنائے پھر چاہا کہ کپڑے صغیر کو دے تو یہ اس کو جائز نہیں جب تک کپڑے بنانے کے وقت یوں  
 بیان نہ کرے کہ کپڑے عاریت ہیں م ولد صغیر کے حق میں اتخا ذ ثیاب بلا تسلیم ہبہ ہے لیکن شاگرد کے حق میں بلا تسلیم ہبہ معلوم نہیں ہوتا مگر یہ کہ اس

کے حق میں اتنا ذکوہ تسلیم پر محمول کیجئے بزازیر میں ہے کہ شاگرد کے واسطے کپڑے بنائے پھر چاہا کہ غیر کو دے تو احتیاط یہ ہے کہ بنانے کے وقت یہاں کر دے کہ وہ عاریت ہے تا غیر کو دینا ممکن ہو انتہی تو لفظ عاریت مفید تسلیم ہے اس واسطے کہ عاریت متحقق نہیں ہوتی بدون تسلیم کے کذا فی الطحاوی  
وفی المتبغی اثیاب البدن میلکما بلبسها بخلاف نحو طحفة ووسادة اور متبغی میں ہے کہ بدن کے کپڑوں کا لڑکا مالک ہوتا ہے ان کے پہننے سے  
برخلاف لحاف اور توشک وغیرہ کے م تو بعد موت صغیر کے بدن کے کپڑے میراث ہوں گے اور لحاف توشک وغیرہ بلا لفظ تمیک میراث نہ ہوں  
گے اور یہ مسئلہ اس صورت میں مفروض ہے جب کہ قبل تولد صغیر کپڑے بنائے گئے ہوں اور مسئلہ اتنا ذکا ثیاب تولد کے بعد مفروض ہے  
تو دونوں میں فرق ظاہر ہو گیا کذا فی الطحاوی وفی الخانیة لاباس بتفضیل بعض الاولاد فی المحبة لانها کل القلب وکذا فی العطاء اذالم یقصد به الاضرار

وان قصد لیسوی بلینم لعلی البنت کالابن عند الثانی وعلیہ الفتوی اور خانیہ میں ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں بعض اولاد کے زیادہ چاہنے میں اس واسطے  
کہ محبت دل کا فعل ہے یعنی اس میں اختیار نہیں اور اسی طرح بعض اولاد کے زیادہ دینے میں کچھ مضائقہ نہیں جب کہ ضرر رسائی باقی اولاد کی  
مقصود نہ ہو اور اگر ضرر رسائی کا قصد کرے تو ان میں برابری رکھے یعنی بیٹی کو دے بیٹے کے برابر ابو یوسف رحمہ کے نزدیک اور اسی پر فتویٰ ہے  
م عطا یا میں کمی یا زیادتی مکروہ ہے جب کہ اولاد درجے میں برابر ہوں اور اگر برابر نہ ہوں چنانچہ ایک لڑکا تحصیل علم میں مشغول ہو نہ کسب میں تو  
اگر اس کو زیادہ دلوے تو جائز ہے بلا کراہت اور اگر ایک فرزند فاسق ہو تو اس کو قوت سے زیادہ دے تاکہ معصیت کا مدکار نہ ٹھہرے اور  
خلاصہ میں ہے کہ اگر بیٹا فاسق ہو اور باپ چاہے کہ میں اپنا مال امور خیر میں صرف کر ڈالوں تو یہ بہتر ہے اس کے واسطے چھوڑ جانے سے انتہی اور  
محمد کا قول غیر مختار یہ ہے کہ عطا یا میں بیٹی کا دونا بیٹے کو دے میراث کے مانند کذا فی الطحاوی ولو وہب فی صحۃ کل المال للولد جائز دائم اور اگر  
باپ اپنی صحت کے حال میں تمام مال ایک فرزند کو ہب کر دے تو جائز ہے اور وہ گنہگار ہو گا م یعنی ایک ولد کو دے اور باقی کو محروم کرے  
تو جائز ہے یعنی ہب بعد موت کے منقوض نہ ہو گا جاری رہے گا لیکن اس طرح کا ہب گناہ ہے تو نہ کرنا چاہیے اور بعض مذاہب میں ہب مذکور  
منقوض ہو گا اس کی موت کے بعد اور سب وراثت اس میں میراث پادیں گے کذا فی الطحاوی تو یہ قول جو مشہور ہے کہ ہب مورث تا مورث قول  
ضعیف ہے والد اعلم و فیہا لا یجوز ان یریب شیاً من مال طفله ولو عوض لانها تبرع ابتداء اور خانیہ میں ہے کہ باپ کو جائز نہیں اپنے طفل صغیر کے

مال سے ہب کرنا اگرچہ بدلے کر ہب ہو اس واسطے کہ ہب ابتدا میں احسان ہے یعنی اگرچہ آخر کار معاوضہ ہے و فیہا یریب القاضی ما وہب للصغیر حتی  
لا یرجع الواهب فی ہبۃ اور خانیہ میں ہے کہ قاضی وہ مال بیچ ڈالے جو صغیر کو ہب دیا گیا تاکہ وہ ہب اپنا ہب نہ پھیرے ولو قبض زوج الصغیرۃ  
اما البالغۃ فالقبض لما بعد الزفاف ما وہب لہا صح قبضہ ولو بحضرة الاب فی الصح لنیابۃ عنہ فصح قبض الاب کقبضنا ممیزۃ اور اگر صغیرہ  
کے زوج نے زفاف کے بعد وہ مال قبض کیا جو صغیرہ کو ہب کیا تو اس کا قبض صحیح ہے اگرچہ قبض زوج باپ کے سامنے ہو قول صحیح میں بہ سبب تا  
ہونے زوج کے اس کے باپ کی طرف سے پھر جب باپ کے نائب کا قبض صحیح ہو تو باپ کا قبض بطریق اولی صحیح ہو گا جیسے خود صغیرہ ممیزہ کا  
قبض بلا قبض شوہر اور باپ کے صحیح ہے اور اگر بالغہ سے تو اسی کا قبض معتبر ہے نہ زوج اور باپ کا م زفاف سے مراد زوجہ کا جانا ہے زوج  
کے گھر میں نکاح کے بعد و قبلہ اسے الزنا ف لا یصح لعدم الولاية اور زفاف سے پہلے زوج کا قبض صغیرہ کے مہربوب پر صحیح نہیں بسبب نہ  
ہونے ولایت کے وہب اثبات دار الواحد صح لعدم الشیوع دو شخصوں یعنی دو شریکوں نے ایک گھر ایک شخص کو ہب کیا تو صحیح ہے بواسطہ  
عدم شیوع م اس واسطے کہ دونوں شخصوں نے تمام گھر تسلیم کیا اور مہربوب نے تمام پر قبضہ کیا تو شیوع ثابت نہ ہوا کذا فی الدرر والنج وعلیہ لکیرین

(بقیہ)

ف اولاد کو عطا دینے میں کمی زیادتی مکروہ ہے

لا عندہ للشیوع منما یحتمل القسمة اور بالعکس اس کے یعنی ایک شخص نے دو بانوں کو ہبہ کیا تو اہم کے نزدیک ہبہ صحیح نہیں بسبب شیوع کے محتمل القسمة میں اس واسطے کہ ہر شخص کو نصف نصف گھر کا ہبہ ہوا اور نصف غیر معین اور غیر مقسوم سے تو شیوع پایا گیا محتمل القسمة میں اور وہ ہبہ کا مانع ہے اما لا یحتملما کالبیت فیصح اتفاقاً اور اگر مہرب محتمل القسمة نہ ہو چنانچہ بیت صغیر تو ایک شخص کا ہبہ دو شخصوں کو باتفاق اہم اور صاحبین کے صحیح ہے قید کبیرین لانه لو دہب لکبیر و صغیر فی عیال کبیر او لابنیہ صغیر و کبیر لم یجز اتفاقاً ہم نے دو بانوں کی قید لگائی اس واسطے کہ اگر وہ ہبہ ہبہ کرے بالغ کو اور اس صغیر کو جو بالغ کی عیال میں داخل ہے یا اپنے دو فرزند صغیر اور کبیر کو ہبہ کرے تو جائز نہیں بالاتفاق مگر الرائق اور منخ الغار کی عبارت یوں ہے (لو دہب لکبیر و صغیر و الصغیر فی عیالہ) اور دونوں کتابوں میں محیط سے تعین مسئلوں منقول ہے کہ ہاب ہبہ کے وقت حصہ صغیر کا قابض ٹھہر گیا تو نصف آخر شائع باقی نہ رہا انتہی اور یہ دلالت کرتا ہے کہ عیالہ کی ضمیر و اہب کی طرف راجع ہے برخلاف عبارت شارح اور یہی عدت جاری ہے مسئلہ ثانیہ میں کذا فی الطحاوی و قیدنا بالبیت لجزا رہن والاحارۃ من اتین اتفاقاً اور عدم جواز میں ہم نے قید لگائی ہبہ کی بسبب جائز ہونے رہن اور اجارے کے دو شخصوں سے بالاتفاق یعنی اگر ایک شخص دو شخصوں کے پاس ایک چیز رہن رکھے یا اجارہ سے تو جائز ہے و اذا الصدق بعشرۃ درہم او وہبها لفقیرین صح لان البیت للفقیر صدقۃ و الصدقۃ یواد بہا و جہ اللہ تعالیٰ و ہر واحد فلا شیوع اور جب کہ دس درم دو فقروں کو خیرات دیے یا ہبہ کیے تو صحیح ہے اس واسطے کہ فقیر کو ہبہ کرنا درحقیقت صدقہ اور خیرات ہے اور صدقہ سے مقصود رضا ذات اقدس الہی ہوتی ہے اور وہ ایک ہے تو شیوع ثابت نہ ہوا مگر زلیعی میں ہے اور فقیر نائب ہے خدائے تعالیٰ کا لا الغنیین لان الصدقۃ علی الغنی ہبۃ فلا یصح للشیوع اسے لافک تھے تو قسم و سلمہ صحیح نہیں صدقہ دینا دو مالدار شخصوں کو اس واسطے کہ مالدار کو صدقہ دینا درحقیقت ہبہ ہے تو ہبہ صحیح نہ ہوگا بسبب شیوع کے یعنی ملوک نہ ہوگا تو اگر درہم مذکورہ کو قسمت کرے اور دونوں کو تسلیم کرے تو ملک صحیح ہوگی مگر نفی صحت سے نفی ملک مراد ہے فروع مسائل طحہ شارح کے دہب لرہلین درہمان صحیح ایک شخص نے دو مردوں کو ایک درہم ہبہ کیا اگر درہم صحیح یعنی جید اور گھرا ہے تو ہبہ صحیح ہے اس واسطے کہ یہ ہبہ ہے مشاع غیر قسمت پذیر کا کذا فی المنخ وان منشور شالانہ ما تقسم لکونہ فی حکم العرض اور اگر درہم مذکور منشور یعنی گھرا نہیں کھوٹا ہے تو ہبہ صحیح نہیں اس واسطے کہ درہم منشور محتمل القسمة ہے اس واسطے کہ وہ در حکم اہاب کے ہے معدوم ہبہ فقال لرہل و ہبت لک احد ہما و نصفہا ان استویا لم یجز ایک شخص کے پاس دو درہم ہیں سو اس نے دوسرے مرد سے کہا کہ میں نے ان دو درہم سے ایک درہم تجھے تو ہبہ کیا یا ان کا نصف ہبہ کیا تو اگر دونوں درہم برابر ہیں یعنی وزن اور جودت میں تو ہبہ جائز نہیں مگر اس واسطے کہ جب وزن اور جودت میں برابر ہو تو ہبہ مشاع کا ٹھہرا محتمل القسمة میں کیوں کہ اس میں جبر علی القسمة جائز ہے کذا فی المنخ وان اختلفا جائز لانہ مشاع لا یتیم ولذا لو دہب لثما جائز مطلقاً اور اگر دونوں درہم مختلف ہوں اس طرح پر کہ ایک درہم کا وزن زیادہ ہو یا ایک جید تر ہو کذا فی العالمی کیرتہ تو ہبہ جائز ہے اس واسطے کہ وہ مشاع غیر قسمت پذیر ہے اور اسی واسطے کہ دونوں درہموں کے دولت ہبہ کرے تو جائز ہے مطلقاً خواہ دونوں مستوی ہوں یا مختلف کذا فی الطحاوی و تجوز ہبۃ حائلین دارہ و بین دارہ جارہ لجارہ و ہبۃ البیت من الدار فمذا یدل علی کون سقف الواحد علی الحائط و اختلاط البیت بخیطان الدار لا ینح صحتہ البیت مجتہبی جائز ہے ہبہ کرنا اپنے پڑوسی کو اس دیوار کا جو وہاب کے گھر اور اس کے پڑوسی کے گھر کے درمیان ہے اور جائز ہے ہبہ کرنا پڑوسی کو کو مٹری کا گھر میں سے تو یہ مسئلہ دلالت کرتا ہے وہاب کی چھت کے ہونے پر دیوار پر اور اختلاط بیت گھر کی دیواروں سے صحت ہبہ کا مانع نہیں کذا فی المجتہبی م طحاوی نے کہا دیوار پر چھت کے ہونے کی دلالت اطلاق کی جہت سے البتہ ہے والا اس کی صراحت

۱۲ اگر ہبہ کیا ایک بالغ اور ایک صغیر کو حالانکہ صغیر اس کے یعنی وہاب کی عیال میں ہے



نہیں کلام میں فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ جب دیوار یا ماہ یا سما میں اپنا حصہ ہبہ کرے اور زمین کرے اور مویب کہ کو قبضہ پر مسلط کر دے تو ہبہ جائز ہے اسی طرح ہے ہبہ بیت کا مع جمیع حدود حقوق مقسوم اور مفروض ہو کر قبضہ باذن الواہب کے ساتھ لیکن بیت کا راستہ ہبہ مشترک رہے اس میں اور دوسرے میں جائز ہے انتہی

**باب الرجوع فی الہیۃ** یہ باب ہے رجوع فی الہیۃ میں یعنی دے کر پھر لینا ہبہ سے مراد مویب ہے اس واسطے کہ رجوع یعنی پھر لینا ایمان میں ہوتا ہے نہ اقوال میں کذا فی الطحاوی صحیح الرجوع فیہا بعد القبض اما بقدر غم تم الہیۃ ہبہ کر کے پھر لینا صحیح ہے بعد قبضہ کے اور قبضہ کے پہلے تو خود ہبہ تمام نہیں ہوا یعنی اگر قبضہ مویب لے کے واہب نے مویب کو نہ دیا تو مویب واہب کی ملک سے خارج نہ ہوا تو اس کو رجوع فی الہیۃ نہیں کہتے مع انتقام مانعہ آلائی وان کرہ الرجوع محرم یا قبل تنزیہا نہایہ مویب کا پھر لینا صحیح ہے ساتھ نہ ہونے مانع رجوع کے جو آگے مذکور ہوگا اگرچہ پھر لینا مکروہ تحریمی ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ مکروہ تنزیہی ہے کذا فی السنائیہ صحیح حدیث میں وارد ہے اس کے مثل جو دیتا ہے پھر لیتا ہے اس کتے کی سی مثل ہے جو کھاتا ہے پھر جب آسودہ ہوتا ہے تو قے کرتا ہے پھر اپنی قے کو نکل لیتا ہے اور دوسری حدیث یہ ہے کہ جو ہبہ کرے وہ اس کا زیادہ تر حقدار ہے جب تک اس کا عوض نہ لے آتی تو رجوع فی الہیۃ کے صحیح اور مکروہ تحریمی کہنے میں جمع بین الحدیثین ہو گیا واللہ تعالیٰ اعلم کذا فی الطحاوی ولو مع اسقاط حقد من الرجوع فلا یسقط باسقاط خانیۃ واہب کو رجوع درست ہے اگرچہ اپنے حق رجوع کے اسقاط کے ساتھ ہو تو رجوع باسقاط نہیں ہوتا واہب کے ساقط کر دینے سے کذا فی الخانیۃ دنی الجواہر لا یصح الارجاع ولو صالح من حق الرجوع علی شے صحیح وکان عوضا عن الہیۃ لکن سببی الشرائط فی العقد اور جو ہبہ میں ہے کہ صحیح نہیں ابراہ کرنا واہب کا رجوع سے اور اگر مصالح کر لیا حق رجوع سے کسی چیز پر تو مصالح صحیح سے اور یہ عوض ہوگا ہبہ کا لیکن آگے آگے مشروط ہونا عوض کا عقد میں یعنی جہتی سے منقول ہوگا و یمنع الرجوع فیہا حرف ومع حروف یعنی الموانع السبعۃ الآتیۃ اور رجوع فی الہیۃ کو حروف ومع حروف کے منع کرتے ہیں حروف مذکورہ سے موانع سبع آئندہ مراد ہے م موانع سبع کو تسبیل ضبط کے واسطے امام نسفی نے حروف مذکورہ میں جمع کیا ہے اور معنی ترکیب یہ ہے کہ آنسو نے اس کو زخمی کر ڈالا خنزق بمعنی طعن ہے تو گویا آنسو کو برہمی کے ساتھ مشابہ کیا کذا فی الطحاوی فالذال الزیادۃ فی نفس العین الموجبۃ لزیادۃ القیمۃ المتصلۃ بحروف مذکورہ میں دال سے مراد زیادت ہے نفس عین مویب میں ایسی زیادت متصل جو قیمت زیادہ ہو جانے کی موجب ہے م زیادت کی قید اس واسطے لائی کہ نقصان مویب چنانچہ حاصل ہونا جاوید کا اور قطع ثوب مانع رجوع نہیں اور نفس عین کی زیادت کی قید سے زیادتی نرخ کی خارج ہو گئی کہ وہ رجوع کی مانع نہیں اور زیادت قیمت کی قید سے وہ زیادتی نکل گئی جو نقصان قیمت کی موجب ہے چنانچہ غلام اور لونڈی میں طول فاحش وان زالت قبل الرجوع کان شب ثم شاح لکن فی الخانیۃ ما یخالفہ واعتدہ العتق فی غلیتہ لذل ان المساقط لا یعود اگرچہ زیادت متصلہ زائل ہو گئی ہو قبل رجوع کے چنانچہ غلام جو ان ہوا پھر بٹھا ہو گیا لیکن خانیہ میں اس کے مخالف ہے اور اعتماد کیا ہے اس پر قبہتانی نے تو اس سے آگاہ ہونا چاہیے یعنی زائل ہوئی چیز کا اعتبار کرنا منظور نہیں ہے اس واسطے کہ جو چیز ساقط ہو گئی وہ عود نہیں کرتی م زیادت زائدہ کے اعتبار میں دو قول ہیں محیط میں ہے کہ مرد نے غلام بربکھا پھر وہ جوان ہوا اور بٹھا ہو گیا اور اس کی قیمت گھٹ گئی تو واہب کو رجوع جائز نہیں اس واسطے کہ اس کا بدن زیادہ ہو گیا اور قد و راز ہوا پھر اور رجوع سے گھٹ گیا پیری کے سبب سے اور نا طمعی نے اجناس میں ذکر کیا کہ اگر لونڈی ہبہ کی پھر وہ مویب اور بڑی ہوئی تو واہب کو رجوع جائز ہے اور اسی طرح جمیع حیوانات میں اور اسی طرح فتاویٰ عالمگیری میں ہے اور یہ جو شارح نے عود ساقط مذکور کیا مسلم نہیں بلکہ یہ از

قبیل زوال مانع کے ہے کذا فی الطحاوی کبنا وغرس ان عدا زیادة فی کل الارض والاربع زیادت متصلہ جیسے عمارت اور درخت کا جمانا زمین موہوبہ میں بشرطیکہ عمارت اور درخت لگانا تمام زمین موہوبہ کی زیادت میں شمار ہوا اور اگر کل زمین کی زیادت میں محدود نہ ہو تو واہب کو رجوع جائز ہے ولو عدائی قطعہ من امتنع فیہا فقط زیلعی اور اگر عمارت اور درخت لگانا زمین کے ایک قطعہ میں شمار ہو تو متنع ہوگا رجوع فقط اسی قطعہ میں کذا فی الزیلعی م فتاوی عالمگیری میں کافی سے منقول ہے کہ اگر خالی زمین ہبہ کی سو موہوبہ لہ نے ایک کنارے پر کھجور جانی یا عمارت بنائی اور یہ عمارت بنانا کھجور جمانا زمین کی زیادت ٹھہری تو واہب کو ہبہ پھیر لینا جائز نہیں نہ کل میں نہ بعض میں اور اگر یہ زیادت میں محدود نہ ہو یا نقصان زمین میں شمار ہو تو مانع رجوع نہیں تو اگر دکان نہایت صغیر بناوے تو یہ اصلاً زیادت نہ ٹھہرے گی تو اس کا کچھ اعتبار نہیں اور اگر زمین عظیم یعنی طویل اور عریض ہو تو عمارت مذکورہ تمام زمین کی زیادت نہ ہوگی بلکہ اس کے ایک قطعہ کی زیادت ٹھہرے گی تو واہب کو اس قطعہ کے غیر میں رجوع جائز ہوگا انتہی و سمن و جمال و خیاطہ و صبغ و قمر و ثوب و کبر و صغیر و سماع اصم و البصار اعمی و اسلام عبد و دوا و اذی و عفو جنایہ و تعلیم قرآن و کتابہ و قرآنہ و لفظ مصحف با عرابہ و حمل قرمن بجزادانی بلخ مثلاً و نحوہ اور مانند فریبی اور خوبصورتی کے اور درخت اور رنگت اور کپڑے کے شوب کے اور جوان ہو جانے صغیر اور سماعت بھرے اور دیکھنے اندھے کے اور مسلمان ہونے غلام کے اور اس کے معالجے کے اور معاف ہو جانے جنایت عبد کے اور تعلیم تمام قرآن اور کتابت کے یا پڑھانے بعض قرآن کے اور لکھنے اعراب مصحف کے اور مانند لادے جانے کھجور کے بجزادے بلخ کی طرف مثلاً اور مانند امثلہ مذکورہ کے م معالجہ کرنا غلام کا اس وقت زیادت متصلہ میں شمار ہوگا جب کہ وہ واہب کے پاس بیجا ہو اور موہوبہ لہ کے پاس علاج سے تندرست ہو اور اگر موہوبہ لہ کے پاس بیجا ہو اور معالجہ ہو کر چنگا ہو تو مانع رجوع نہیں اور جنایت سے وہ جنایت مراد ہے جو غلام سے صادر ہوئی ہو یعنی اس نے کسی کا عمداً خون کیا ہو اور مقتول کے وارث نے اس کو معاف کر دیا ہو جب کہ وہ موہوبہ لہ کے پاس ہو اور نقل متاع ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف زیادت قیمت کی موجب ہے لہذا اس کو زیادت متصلہ کی مثال قرار دیا دینی البرزازیہ والجبیل ان زاد خیر منع الرجوع وان نقص لا اور بزازیہ میں ہے اور محل لوندی کا اگر بہتری زیادہ کرے تو مانع ہجرت رجوع کا اور اگر نقصان کرے تو مانع رجوع نہیں م عورتوں کا حال حاملہ ہونے میں مختلف ہوتا ہے بعضی عورت حاملہ ہونے سے موٹی اور خوبصورت ہو جاتی ہے اور بعض دبی اور بد صورت تو در صورت اولی زیادت متصلہ ثابت ہوگی اور رجوع منع ہوگا بخلاف صورت ثانیہ ولو اختلفا فی الزیادۃ ففی المتولدة کبیر القول للواہب فی نحوہا و خیاطہ و صبغ للموہوب لہ خانیت و حادی و مثله و فی المحيط لکنہ استثنیٰ مالوکان لایبنی فی مثل تلک المدۃ اور اگر واہب اور موہوبہ لہ نے زیادت کے حادث ہونے اور نہ ہونے میں اختلاف کیا تو زیادت متولدة میں جیسے جوان ہو جانے میں واہب کا قول معتبر ہے اور مانند عمارت اور درخت اور رنگت کے موہوبہ لہ کا قول مقبول ہے کذا فی الخانیۃ و الحادی اور مانند اس کے محیط میں ہے لیکن صاحب محیط نے اس عمارت کو مستثنیٰ کیا ہے جو بن نہیں سکتی اس قدرت میں م توضیح اختلاف یہ ہے کہ مثلاً موہوبہ لہ نے کما واہب سے کہ تو نے یہ لوندی مجھ کو صغیرہ دی تھی سو جوان ہو گئی میرے پاس اور واہب نے کہا کہ نہیں میں نے اسی طرح جوان ہبہ کی تھی تو اس اختلاف میں در صورت عدم شہادت واہب کا قول مقبول ہوگا لایمیع الزیادۃ المنفصلہ کو لد و ارش و عقرو ثمرۃ فیرجع فی الاصل لا الزیادۃ زیادت منقصہ رجوع ہبہ کی مانع نہیں ہوتی جیسے بچہ موہوبہ کا اور دیت اور مملوک کا اور پھل درخت کا تو واہب اصل میں رجوع کرے نہ زیادت میں م مثلاً زید نے خالد کو غلام ہبہ کیا اور اس کا ہاتھ کسی نے کاٹ ڈالا اور اس کا خون بہا خالد کو ملا تو زید غلام کو پھیر لے گا نہ خون بہا کیونکہ وہ زیادت سے موہوبہ سے ہے جدا اور زیادت منقصہ رجوع اصل کی مانع نہیں لکن لایرجع بالاصح لیسثنیٰ الولد عننا کذا نقلہ العسستانی لکن نقل البرجدی وغیرہ انہ قول ابی یوسف

جائز ہے ولو وہب العبدان جرتم عوض فکل من الرجوع بجر اور اگر غلام تاجرنے کو مال ہب کیا پھر موبوب لہ نے اس کا عوض دیا تو دونوں میں سے ہر شخص کو پھیر لینا درست ہے کذا فی الجرم وجہ اس کی یہ ہے کہ غلام اہل تبرع سے نہیں ہے پھر جب بسبب بطلان ہب کے غلام رجوع کا مالک ہوا تو اسی طرح موبوب لہ بھی رجوع پر قادر ہوگا اس واسطے کہ بنا بر تعویض ہب پر تہاجب ہب باطل ہوا تو تعویض بھی باطل ہوئی ولا یجوز تعویض مسلم من نصرانی عن ہبۃ خمر او خمریرا اذ لا یصح تملیکہما من المسلم بجر اور جائز نہیں مسلمان کو شراب یا سود عوض نصرانی کے ہب سے اس واسطے کہ مسلمان کی جانب سے شراب یا سود کی تملیک صحیح نہیں کذا فی الجرم یعنی اگر نصرانی نے کوئی چیز مسلم کو ہب کی سو مسلم نے عوض اس کے شراب یا سود نصرانی کو دیا تو جائز نہیں تو نصرانی کو اپنا ہب پھیر لینا درست ہوگا و فی شرط ان لا یكون العوض لبعض الموبوب فلو عوضه البعض عن الباقی لا یصح فلو الرجوع فی الباقی اور یہ شرط ہے کہ عوض ہب کا بعض موبوب لہ نہ ہو تو اگر بعض موبوب کو باقی موبوب کے عوض میں دے تو صحیح نہیں تو واجب کو باقی موبوب میں رجوع درست ہے ولو الموبوب شیین فوعد احدہما عن الاخر ان کان فی عقدین صح والا لان اختلاف العقد کا اختلاف لعین اور اگر موبوب دو چیزیں ہوں سو موبوب لہ ایک چیز کو دوسری چیز کے عوض میں دے اگر دونوں چیزیں دو عقد میں موبوب ہوئی ہوں تو عوض دینا درست ہے اور اگر ایک عقد میں موبوب ہوں تو درست نہیں اس واسطے کہ اختلاف عقد اختلاف عین کے مانند ہے والدراہم یعین فی ہبۃ ورجوع مجتہدی اور دراہم متعین ہو جاتے ہیں ہب اور رجوع ہب میں کذا فی الجنبی م توجب دراہم موبوب پر قبضہ کیا اور پھر دراہم کا بدلہ بجنسہ یا بغير جنسہ دیا تو رجوع جائز نہ رہا اور رجوع اسی وقت تک جائز ہوگا جب تک دراہم موبوب بعینہ قائم اور موجود ہوں گے اور اگر موبوب لہ نے ان کو خرچ کر ڈالا تو یہ خرچ کرنا اہلاک مانع رجوع ہے کذا فی الطحاوی و فیئ الحنظلۃ یصلح عوضا عنہا لحدیثہ بالطن اور گہیرن کا آگاہیوں کے عوض ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے بسبب پیدا ہونے آٹے کے پینے سے م تو آئین موبوب یا بعض موبوب نہیں سے کہ تعویض اس کی صحیح نہ ہو و کذا لو صبغ بعض الثیاب اولت بعض السویق ثم عوضہ صح فانہ اور اسی طرح اگر موبوب لہ نے کسی کپڑے کو رنگین کیا یا مٹوڑے ستو پانی میں گھولے پھر اس کو عوض میں دیا تو صحیح ہے کذا فی الخانیۃ م ایک شخص نے دوسرے کو چار کپڑے ہب کئے سو موبوب لہ نے ایک کپڑا رنگین کر کے واجب کو عوض دیا تو صحیح ہے اسی طرح موبوب میر میر ستو میں سے موبوب لہ نے پاد مبر ستو گھول کر عوض دیا تو صحیح ہے اس واسطے کہ رنگت اور پانی ملنے سے موبوب میں زیادیت حاصل ہوئی تو بعینہ موبوب باقی نہ رہا گو یا دوسری چیز ہو گئی ولو عوضہ ولد احدی جاہلین موہوبین و بعد ذلک الولد بعد الہبۃ اقلع الرجوع اور اگر دو موبوب لونڈیوں میں سے ایک لونڈی کا وہ لڑکا جو ہب کے بعد پیدا ہوا موبوب لہ نے واجب کو عوض دیا تو رجوع ممتنع ہو گیا و صح العوض من اجنبی ویسقط حق الواہب فی الرجوع اذا قبضہ کبدل الخلع اور صحیح ہے عوض دینا اجنبی کی طرف سے اور واجب کا حق رجوع ہب کا ساقل ہو جاتا ہے جب کہ واجب اس پر قبضہ کرے بدل خلع کے مانند یعنی اگر اجنبی موبوب لہ کی طرف سے عوض دے تو صحیح ہے جیسے بدل طلع اجنبی کا دینا جائز ہے ولو تعویض بغير اذن الموبوب لہ اور اگر موبوب دینا اجنبی کا بلا اذن موبوب لہ ہوا رجوع ولو بامرہ الا اذا قال عوض عنی علی انی ضامن لعدم وجوب التعویض بخلاف قضاء الدین اور رجوع نہیں یعنی اجنبی موبوب لہ سے عوض کا عوض نہیں لے سکتا اگرچہ تعویض موبوب لہ کے امر سے ہو مگر جب کہ موبوب لہ اجنبی سے کہے کہ عوض ہب کا دے میری طرف سے ہاں شرط کہ میں ضامن ہوں عدم رجوع تعویض نہ واجب ہونے کے سبب سے ہے بخلاف اداسے دین م یعنی وجہ عدم رجوع اجنبی یہ ہے کہ موبوب کو عوض ہب کا دینا واجب نہیں بخلاف اداسے دین یعنی اگر اجنبی نے مدیون کی طرف سے مدیون کے امر سے دین ادا کیا تو رجوع ثابت ہے اس واسطے

کہ اے دین مدیون پر واجب ہے توجیب اس نے دین ادا کرنے کو کہا تو گویا اجنبی سے بقدر دین اس نے قرض لیا والاصل ان کل ما یطالب بہ الانسان بالحبس والملازمة لیكون الامر باوانه مثبتا للرجوع من غیر اشتراط الضمان ومالا فلا الا اذا اشترط الضمان نظیر اور قاعدہ کلیہ رجوع اور عدم رجوع کا یہ ہے کہ جس حق کا آدمی سے مطالبہ کیا جائے جس اور ملازمت سے تو اس کے ادا کا امر کرنا رجوع کا مثبت ہے بلا اشتراط ضمان اور جو ایسا نہیں یعنی اس کا مطالبہ بحسب ملازمت نہیں تو اس کے ادا کا امر رجوع کا موجب نہیں مگر اس وقت جب کہ امر کرنے والا اپنے اور ضمان اس کا شرط کرے کذافی الظہیریم جس اور ملازمت کی قید سے ادا نذر اور کفارہ دینے کا امر خارج ہو گیا کہ اگرچہ آدمی پر ان کا مطالبہ لیکن جس اور ملازمت سے نہیں کذافی الظہیریم وحینئذ فلو امر المدیون رجلا بقضاء دینہ رجع علیہ وان لم یضمن لوجوب علیہ اور اس وقت میں یعنی جب کہ قاعدہ مذکور معلوم ہوا تو اگر مدیون نے ایک مرد سے اپنے دین کے ادا کرنے کے واسطے کہا تو وہ مرد مدیون سے بھرے گا اگرچہ وہ دینے کا ضمان نہ بھا ہو بسبب واجب ہونے دین کے مدیون پر لیکن بخرج عن الاصل مالو قال انفق علی بناء داری اذ قال الایسر اشترتنی فان یرجع فیما بلا شرط رجوع کفالة خانیه مع ان لا یطالب بها بحسب ولا بلازمة قتال لیکن قاعدہ مذکور سے یہ صورت خارج ہوئی جاتی ہے کہ اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرے گھر کے بنانے پر خرچ کر یا قیدی نے دوسرے سے کہا کہ مجھ کو خرید کر لے یعنی مال دے کر مجھ کو ظالم سے خلاص کر اتوان دونوں صورتوں میں مامور کو رجوع جائز ہے بلا اشتراط رجوع کذافی کفالة الخانیة باوجودیکہ آدمی پر مطالبہ نہیں بنا دوار اور استخلاص کا جس سے نہ ملازمت سے سوا اس میں تامل کرم شاید وجہ رجوع یہ ہے کہ عرف میں اس کا ضمان لازم ہوتا ہے اور شارح نے بلفظ قتال اشارہ کیا کہ وجہ اشتنا میں نظر ہے کذافی الظہیریم وان استحق نصف الہیہ رجع بنصف العوض اور اگر نصف ہب مستحق ملک غیر نکلا تو موجب کہ نصف عوض پھیرے م جو ہرہ میں ہے کہ رجوع نصف عوض اس وقت ہے جب کہ موجب محتمل القسمہ نہ ہو اور اگر محتمل القسمہ ہو تو بعض کے استحقاق سے باقی میں ہبہ باطل ہوگا تو تمام عوض پھیرے کذافی الظہیریم وعکسہ لا مال یرد ما یضی لانہ یصلح اعوضا ابتداء فکذا بقا لکنہ یتجز لیسلم العوض اور بالعکس اس کے یعنی جب کہ نصف عوض مستحق ہو تو نصف ہبہ میں رجوع نہیں جب تک کہ باقی عوض کو نہ پھیر دے اس واسطے کہ باقی صلاحیت عوض ہونے کے رکھتا ہے ابتداء تقویض میں سوا اسی طرح اس کی صلاحیت بقا میں بھی رکھتا ہے لیکن وہ مختار ہوگا تا عوض سلامت رہے م طحاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح یوں کہتا لکنہ یتجز لعدم سلامة العوض یعنی در صورت استحقاق بعض عوض واجب کو اختیار ہوگا قبول اور عدم قبول عوض میں بسبب سلامت رہنے عوض کے و مرادہ العوض الفیر المشروط فان المشروط لم یبادلہ کما یبھی مفیوزع البدل علی البدل نہایت اور مصنف کی مراد عوض سے وہ عوض ہے جو غیر مشروط ہے عقد ہبہ میں سوا اگر عوض مشروط ہو تو وہ مبادلہ سے یعنی درحقیقت وہ بیع ہے چنانچہ آگے مذکور ہوگا تو عوض مشروط کے استحقاق میں بدل کی تقسیم ہوگی مبادلہ پر کذافی النہایت کما لو استحق کل العوض حیث یرجع فی کلھا اذا كانت قائمہ لا ان كانت بالکے چنانچہ اگر تمام عوض مستحق ہو تو واجب تمام ہبہ میں رجوع کرے جب کہ ہبہ قائم ہو اور اگر ہبہ بالک ہو تو رجوع نہیں یعنی اس واسطے کہ بالک ہبہ مانع رجوع ہے کما لو استحق العوض وقد ازدادت الہیہ یرجع خلاصہ چنانچہ اگر عوض مستحق ہو اور حالانکہ ہبہ میں زیادت ہوگئی تو رجوع نہ کرے کذافی الخلاصہ یعنی اس واسطے کہ زیادت یا نفع رجوع ہے وان استحق جمیع الہیہ کان لہ ان یرجع فی جمیع العوض ان کان قائما ومتبدل ان العوض بالک او موشلی و لقیمتہ ان قیمیا غایۃ اور اگر تمام ہبہ مستحق ہو تو موجب کہ کو جائز ہے کہ تمام عوض پھیرے اگر موجود ہو اور عوض کا مثل پھیرے اگر عوض بالک ہو بشرطیکہ عوض مثلی ہو یعنی دینی ہو یا کیسی ہو اور عوض کی قیمت پھیرے اگر عوض قیمت والا ہو کذافی الغایۃ ولو عوض النصف رجع بمالم یعوض ولا یفر الشیوخ لانہ طاری اور اگر نصف ہبہ کا عوض دے تو واجب نصف غیر عوض

میں رجوع کرے اور شیوع یعنی وہ شیوع جو کہ رجوع فی النصف سے حاصل ہوا ہے وہ مضرت نہیں کرتا کیونکہ وہ شیوع طاری ہے تشبیہ یہ آگاہ کرنا ہے شارح کی جانب سے مضمون آئندہ پر نقل فی المجتبیٰ انہ لیشترط فی العوض ان یكون مشروطاً فی عقد الہیۃ اما اذا عوضہ بعدہ فلا ولم ار من صرح بغيره و فرغ المذہب مطلقاً كما مر فتدبر مجتبیٰ میں منقول ہے کہ عوض ہبہ میں یہ شرط ہے کہ عقد ہبہ میں عوض مشروط ہو اور اگر بعد عقد کے عوض دیا تو وہ مانع رجوع کا نہیں ہے انتہی اور میں نے وہ شخص نہیں دیکھا جس نے اس شرط کی تصریح کی ہو سوائے صاحب مجتبیٰ کے اور مسائل جزئیہ مذہب کے بلا قید مذکور کے ہیں چنانچہ مذکور ہو چکے سو غور کرنے م مجملہ مسائل مذکورہ ایک یہ ہے کہ گہیوں کا آٹا گہیوں کا عوض ہو سکتا ہے یعنی اور آٹا نہیں ہوتا مگر بعد گہیوں کے اور سزا زائجہ دو موہوب لونڈیوں سے ایک لونڈی کا وہ بیٹا جو پیدا ہوا بعد ہبہ کے عوض مانع رجوع ہوتا ہے کذا فی المنع والخارج خروج الہیۃ عن ملک الموہوب لہ اور خائے معجہ سے مراد ہبہ کا خروج ہے موہوب لہ کی ملک سے یعنی خروج بھی مانع ہے رجوع کا ولو ہبہ الا اذا رجح التانی فلا دل الرجوع سوا کان بقضاء اور فی لما یجی ان الرجوع فسخ حتی لو عادت بسبب جدید بان تصدق بہا الثالث علی التانی او باعها مع لم یرجع الاول خروج عن الملك مانع ہے رجوع کا اگرچہ خروج ہبہ کے سبب سے ہو مگر جب کہ واجب ثانی رجوع کرے تو واجب اول کو بھی رجوع جائز ہے خواہ رجوع حاکم کے حکم سے ہو یا رضامندی سے اس واسطے کہ آگے آوے گا کہ رجوع عبادت ہے فسخ ہبہ سے یعنی اور فسخ نہیں ہوتا مگر قضا یا رضا سے تو اگر ہبہ عود کرنے جدید سبب سے اس طرح پر کہ واجب ثالث واجب ثانی پر تصدق کرے یا اس کو اس کے ہاتھ بیع کرے تو واجب اول رجوع نہ کرے گا ولو باع نصف رجح فی الباقی لعدم المانع اور اگر موہوب لہ نے نصف موہوب کی بیع کی تو واجب نصف باقی میں رجوع کرے بواسطہ عدم مانع یعنی مانع رجوع فقط نصف بیع میں حاصل ہوا ہے نہ نصف باقی میں وقید الخروج بقولہ بالکلیۃ بان یكون خروجہ عن ملک من کل وجہ ثم فرغ علیہ بقولہ اور مصنف نے خروج میں بالکلیۃ کی قید لگائی بایں معنی کہ موہوب لہ کی ملک سے خروج ہو ہر وجہ سے پھر اس پر تفریح کی بقول آئندہ فلو صحی الموہوب لہ بالانشاء الموہوبہ او نذر التصدق بہا وصارت لجالا یمنع الرجوع تو اگر موہوب لہ نے ذنب موہوب قربانی کیا یا اس کے خیرات کرنے کی نذر مانی اور ذنب حلال کرنے سے گوشت ہو گیا تو یہ مانع رجوع کا نہیں م اس واسطے کہ قربانی کا گوشت ملک میں داخل رہتا ہے تو خروج عن الملك ثابت نہ ہوا کہ مانع ہوتا رجوع سے فتاویٰ عالمگیری میں محیط سے منقول ہے کہ قربانی مذکورہ اور متقوا داہو جاتا ہے محمد رح کے نزدیک اور ابو یوسف رح کے نزدیک رجوع جائز نہیں اور صحیح ہے کہ امام رح کا قول محمد رح کے قول کے مانند ہے ومثل المتقوا والقران والنذر مجتبیٰ اور قربانی کے مانند متقوا اور قرآن اور نذر ہے کذا فی المجتبیٰ م طحاوی نے کہا شاید کہ نذر سے شارح کے کلام میں نذر مطلق مراد ہے تو متن سے تکرار ثابت نہ ہوئی و فی المنہاج وان وہب لہ ثوباً فبعد صدقۃ للذاتی فذالرجوع خلافاً للثانی اور منہاج میں ہے کہ اگر اس کو کپڑا ہبہ کیا سو موہوب لہ نے اس کو خیرات کیا اللہ تعالیٰ کے واسطے تو واجب کو رجوع جائز ہے بخلاف مذہب ابو یوسف رح م جب تک فقیر نے خیرات نہیں پائی تب تک رجوع درست ہے کذا فی الطحاوی کا لودجما من غیر تصحیح فذالرجوع اتفاقاً چنانچہ اگر ذنب موہوب کو ذبح کیا بدون قربانی کے تو واجب کو رجوع جائز ہے باتفاق طرفین اور ابو یوسف رح کے فرغ مسئلہ ملحقہ شارع کا عبد علیہ دین اور جانیہ خطا فوہبہ مولانا لغزیر اور اولیٰ الجنایۃ سقط الدین والجنایۃ ثم لودج مع استحسانا ولا یعود الدین والجنایۃ عند محمد وروایۃ عن الامام کمالا یعود النکاح لو وہب لہ زوجاً ثم رجح خانہ ایک غلام ہے جس پر دین یا جنایت خطا ہے پھر اس کے مالک نے اس کے دین والے یا ولی جنایت کو ہبہ کر دیا تو دین اور جنایت ساقط ملے بیٹے تینے کر اول عمر حج کے بیٹوں میں کر کے حلال ہو جاوے پھر کٹھنیں دیجے یا اس سے پیشتر اعلام حج کا بندھے اندر قرآن یہ کہ حج اور عمرہ کا احرام ایک ساتھ کرے اور بیچ میں حلال نہ ہو ۱۷

ہو گئی پھر اگر وہ رجوع فی الہیۃ کرے تو استحسان کی راہ سے صحیح ہوگا اور دین اور جنابت محمدیہ کے نزدیک عود نہ کرے گی اور امام کی ایک روایت میں جیسے نکاح عود نہیں کرتا اگر مالک نے لونڈی بہہ کر دی اس کے شوہر کو پھر اس نے بہہ پھر لیا کذا فی الخانیۃ والزوار الزوجیۃ والہیۃ اور زائے مجہد سے زوجیت وقت بہہ کی مراد ہے فلو وہ بہہ لامرأۃ ثم نکحها ریح تو اگر ایک عورت کو بہہ کیا پھر اس سے نکاح کیا تو رجوع کرے یعنی اس واسطے کہ بہہ کے وقت زوجیت نہ تھی ولو وہ بہہ لامرأۃ لا تکفہ انتہی اور اگر اپنی عورت کو بہہ کیا تو رجوع نہ کرے جیسے بالعکس اس کے انتہی یعنی اگر وہ بہہ عورت ہو اور ایک مرد کو بہہ کرے پھر اس سے نکاح کرے تو رجوع جائز ہے اور اگر اپنے زوج کو بہہ کرے تو رجوع درست نہیں فرغ مسئلہ طحہ شارح کالفتح بہتہ المولی لام ولدہ ولونی مرضنہ ولا تمقلب وصیتہ اذ لا بد للمجور اما لو اوصی لہما بعد موتہ تصح لہما بعد موتہ فیسلم لہما کافی صحیح نہیں بہہ کرنا مولی کا اپنی ام ولد کو اگرچہ بہہ اس کی مرض الموت میں ہو اور یہ بہہ بدل کر وصیت نہ ہو جائے گا اس واسطے کہ مجبور کو کچھ تصرف نہیں اور اگر ام ولد کے واسطے وصیت کر جائے اپنی موت کے بعد یعنی یوں کہ میری موت کے بعد ام ولد کو اتنا دینا تو وصیت صحیح ہوگی بسبب اس کے آزاد ہو جانے کے مولی کی موت سے تو ام ولد کا قبض کر دیا جاوے گا کذا فی الکافی ام ولد کو بہہ کرنا اس واسطے صحیح نہ ہوا کہ شرائط بہہ سے قبض موہوب ہے اور وہ قبض کی لیاقت نہیں رکھتی بسبب مجبور التقرف ہونے کے والفاق القرابۃ فلو وہ بہہ لذی رحم محرم منہ نسبا ولو ذمییا او مستامنا لا یریح ستمنی اور قاف سے مراد قرابت ہے تو اگر وہ بہہ کرے اپنے قرابت دار محرم نسبی کو اگرچہ موہوب لذمی یا مستامن ہو تو رجوع نہ کرے گا کذا فی الشمنی م محرم وہ ہے جس سے نکاح حرام ہو محرم نسبی کی قید سے محرم رضائی خارج ہو گیا تو مانع رجوع قرابت مع المحرمیۃ ہے نہ فقط قرابت اور نہ فقط محرمیت ولو وہ بہہ لمحرم بلا رحم کا خیر رضاعاً ولو ابن عمہ لمحرم بالمصاہرۃ کامہات النساء والربائب واخیہ وہو عبد لا جنینی اول بعد اخیہ ریح اور اگر وہ بہہ نے بہہ کیا اس محرم کو جس سے قرابت نہیں چنانچہ اپنے رضاعی بھائی کو اگرچہ اس کے چچا کا بیٹا ہو اور بہہ کیا سسرالی محرم کو چنانچہ خوش دامن اور مادر جلو اور بہہ کیا اپنے نسبی بھائی کو اور حالانکہ وہ اجنبی شخص کا غلام ہے یا بہہ کیا اپنے بھائی کے غلام کو تو رجوع کرے کام ابن عم کے لفظ سے متن پر مبالغہ کرنا صحیح نہیں اس واسطے کہ ابن عم قرابت دار ہے تو اس کو جب مسئلہ قرار دینا بہتر تھا اور صاحبین کا یہ مذہب ہے کہ غلام بھائی کے بہہ میں رجوع جائز ہے اور بھائی کے غلام کے بہہ میں رجوع جائز نہیں کذا فی الطحاوی ولو کاننا اسے العبد ومولہ وارحم محرم من الواہب فلا رجوع فیہا التفاق علی الاصح لان الہیۃ لایہا وقت تمنع الرجوع بجر اور اگر دونوں یعنی غلام اور اس کا مالک واہب کے محرم قرابت دار ہوں تو رجوع جائز نہیں باتفاق امام اور صاحبین کے بنا بر قول صحیح ترا اس واسطے کہ دونوں شخصوں میں سے جس شخص کے واسطے بہہ واقع ہو وہ مانع ہے رجوع فی الہیۃ کا کذا فی البجرم غلام اور مولی کی قرابت مع المحرمیۃ کی یہ صورت ہے کہ واہب کا سوتیلا بھائی اس کے مادری بھائی کا غلام ہو کذا فی الطحاوی عن المبسوط فرغ مسئلہ طحہ شارح کا وہب لانیہ واجنبی مالاً یقسم فقبضہ لہ الرجوع فی خط الاجنبی لعدم المانع ووز اپنے بھائی اور اجنبی کو وہ چیز بہہ کی جو تمت پذیر نہیں چنانچہ پیالہ یا چکی سو دونوں نے اس پر قبضہ کیا تو واہب کو اجنبی کے حصے میں رجوع جائز ہے بسبب نہ ہونے مانع کے کذا فی الدرر والہار ہلاک العین المویہ ورجوع اور بے ہیز سے عین موہوب کا ہلاک ہونا مراد ہے م ہلاک سے تلف ہو جانا عین کا یا اس کے عامر منافع کا تلف ہونا مراد ہے باوجود بقائے ملک تو یہ گمان کرنا چاہیے کہ خروج عن الملك معنی ہے ہلاکت سے تو اگر تو واہب کی سو موہوب لہ نے توڑ کر اس کی چھری یا دوسری تواریبائی تو لہ یعنی مال وصیت ام ولد کو حوالہ کیا جائے گا لہ یعنی وہ اولاد جو دوسرے شوہر سے ہمراہ عورت کے آوے ہند میں اس کو واپس لاکتے ہیں ۱۶

رجوع جائز نہ ہوگا بخلاف شاة مذکورہ کذا فی الطحاوی عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہما اے اللہ صدمق بلا حلف لانه ینکر الرد اور اگر موبوب لہ  
موبوب کے تلف ہو جانے کا دعویٰ کرے تو اس کی تصدیق ہوگی بدوں قسم کے اس واسطے کہ وہ منکر ہے مہبہ پھر دینے کا فان قال  
الواہب ہی ہذہ لعین حلف المنکر انہا لیسیت بذہ خلاصۃ پھر اگر واہب کہے کہ وہ یعنی مہبہ یہی چیز ہے تو منکر یوں قسم کھائے  
کہ مہبہ یہ چیز نہیں ہے کذا فی الخلاصۃ کما یحلف الواہب ان الموبوب لیس باخیرہ اذا دعی الایح ذلک لانه یدعی سبب النسب  
لا النسب خانہ جیسے واہب یوں قسم کھائے کہ موبوب لہ اس کا بھائی نہیں جب کہ بھائی دعویٰ کرنے کے بھائی ہونے کا اس واسطے کہ موبوب لہ  
دعی ہے سبب نسب کا نہ نسب کا کذا فی الخانیۃ م یعنی جب واہب رجوع فی الہبہ کا ارادہ کرے اور موبوب لہ کہے کہ میں تیرا بھائی ہوں تو واہب  
پر نفی نفوت کی قسم آوے گی اور یہ قسم درحقیقت نسب کے سبب یعنی مال پر ہے نہ نسب پر تو یہاں مال کا اثبات مقصود ہے نہ نسب  
کا اور اگر مقصود نسب ہوتا تو اس میں قسم جاری نہ ہوتی امام کے قول پر کذا فی الطحاوی ملخصاً بتصرف ولایصح الرجوع الا بتراضیہما او  
یحکم الحاکم للاختلاف فیہ اور صحیح نہیں رجوع یعنی مہبہ کا پھر لینا مگر دونوں کی رضامندی یا حاکم کے حکم سے بسبب اختلاف ہونے کے رجوع میں  
م بعض مجتہدین کے نزدیک رجوع فی الہبہ جائز نہیں پھر جب اس میں اختلاف ہو تو رجوع کا حکم ثابت نہ ہوگا مگر رضائے طرفین سے یا حاکم  
کے حکم سے تو اگر واہب مہبہ کر کے پھر لے گا بلا رضائے موبوب لہ یا حکم حاکم تو غاصب ہوگا تو اگر اب موبوب تلف ہوگا واہب کے پاس تو  
واہب اس کی قیمت کا تاوان دے گا موبوب لہ کو فیضمن لمتہ بعد الفناء لا قبلہ تو موبوب لہ بعد حکم حاکم موبوب کو نہ دینے سے تاوان دے گا  
نہ قبل از حکم حاکم جب تک حاکم حکم نہ کرے استرداد کا یا منخ مہبہ تراضی نہ ہو تو موبوب لہ کی ملک موبوب میں ثابت ہے تو اس کا تصرف اس  
کی بیع اور عتیق میں نافذ ہے اگرچہ بعد مراضی الحاکم ہو اور اسی طرح اگر حاکم موبوب لہ کو منع کرے اور موبوب اس کے پاس تلف ہو جائے  
تو اس پر تاوان نہیں کیونکہ اس کی ملک ہنوز قائم ہے اور اسی طرح اگر بعد حاکم قبل منع تلف ہو تو تاوان نہیں اور اگر بعد حکم منع کرے تو  
تاوان لازم ہوگا بسبب اس کی تعدی کے کذا فی المنع واذا رجح احدہما بقضاء اور رضی کان فسحا العقد البتہ من الاصل واعادۃ لملکہ  
القدیم لا ہبہ للواہب اور جب کہ رجوع کیا متعاقدین میں سے ایک شخص نے حکم حاکم یا رضامندی سے تو رجوع عقد مہبہ کا منسوخ ہوگا اصل سے  
اور اعادہ ہوگا واہب کی ملک قدیم کا نہ مہبہ واسطے واہب کے م اور اگر موبوب لہ واہب کو مہبہ کرے قبل قضا یا رضائے اور وہ قبول  
کرے تو مالک نہ ہوگا بدون قبض کے اور جب کہ قبض کرے گا تو مہبہ لہ رجوع کے ہوگا قضا یا رضائے اور موبوب لہ کو اس میں رجوع  
کرنا جائز نہ ہوگا کذا فی الطحاوی عن البدائع فلہذا لا یشرط فیہ قبض الواہب و صح الرجوع فی الشائع ولو کان ہبۃ لما صح فیہ اور  
چونکہ رجوع بقضا یا رضائے مالک واہب ہے نہ مہبہ موبوب کا اسی واسطے شرط نہیں رجوع میں قبض کرنا واہب کا اور رجوع صحیح ہے  
بعض شائع میں اور اگر رجوع مہبہ ہوتا تو شائع میں صحیح نہ ہوتا یعنی اس واسطے کہ شائع کا ہبہ صحیح نہیں کما تقدم وللواہب رد وہ علی با یعہ  
مطلقاً بقضاء اور رضی اور واہب کو جائز ہے پھر دینا موبوب کا اس کے بائع کو ہر طرح رجوع بقضا ہو خواہ برضام یعنی واہب نے ایک  
چیز خریدی پھر وہی چیز دوسرے شخص کو مہبہ کی پھر حکم قاضی یا تراضی رجوع فی الہبہ واقع ہوا پھر موبوب کے عیب قدیمی پر اطلاع واقع  
ہوئی تو بسبب عیب کے اس کا پھر دینا جائز ہے بخلاف الرد بالعیب بعد القبض لغیر قضاء بخلاف رد بالعیب کے بعد قبض  
بدون قضا کے م یعنی اگر ایک چیز خریدی پھر اس کی بیع کی پھر مشتری ثانی نے اس کو بواسطہ عیب قدیم کے مشتری اول کو پھر دیا تو اگر  
پھر دینا حاکم کے حکم سے ہو تو یہ منسوخ ہے عقد بیع کا تو مشتری اول کو بھی حق رد اپنے بائع پر ثابت ہوگا اور اگر متعاقدین کی رضامندی سے

رو واقع ہوا ہو تو مشتری اول اس کو نہیں پھیر سکتا کیونکہ وہ بمنزلہ بیع جدید کے ہے کذا فی الطحاوی لان حق مشتری فی وصف السلامة  
لائی الفسخ فافتراقاً وبالعیب فقط رضا بلاقضا سے اس واسطے جائز نہ ہوا کہ مشتری کا حق سلامت بیع کے وصف میں ہے نہ فسخ میں تو  
بیع اور بیہ کا افتراق ثابت ہو گیا م چونکہ حق مشتری سلامت بیع میں ہے لہذا اگر بیع کا عیب نازل ہو جائے تو پھر دینا متنع ہوگا کیونکہ اس  
کا حق اس کو مل گیا اور در صورت عدم سلامت بیع مشتری پھیر لے گا اور اس سے فسخ بیع ضرورتاً لازم ہوگا بخلاف عقد بیہ کہ اس میں  
فسخ کا حق واہب کو ثابت ہے کیونکہ بیہ عقد غیر لازم سے تو در صورت رجوع عین ملک واہب اس کی طرف عائد ہوگی نہ بیہ جداگانہ  
تو افتراق بیع اور بیہ کا ظاہر ہو گیا کذا فی المنع لمخصاً ثم مراد ہم بالفسخ من الاصل ان لا یترتب علی العقد اثر فی المستقبل لا بطلان اثره اصلاً  
والاعاد المنفصل الی ملک الواہب برجوعہ فصولین پھر معلوم کرنا چاہیے کہ فقہاء کی مراد فسخ من الاصل سے یہ ہے کہ عقد بیہ پر کوئی اثر زمان  
مستقبل میں نہ مترتب ہو نہ باطل ہونا بیہ کے اثر کا بالکل یعنی زمان ماضی میں بھی اور اگر بالکل بطلان اثر ہوتا ماضی میں تو زیادت منفصل ملک  
واہب کی طرف عود کرتی واہب کے رجوع فی البیہ سے کذا فی الفصولین م زوائد منفصلہ جیسے لونڈی مویہ کا بچہ اور درخت کا پھل اور  
دیت مملوک جو مویہ لہ کے پاس موجود ہوئی اور حالانکہ واہب کو بعد رجوع کے زوائد مذکورہ کالینا نہیں پہنچتا تو معلوم ہوا کہ فسخ سے بالکل  
بطلان اثر مراد نہیں القضا الواہب والمویہ لہ علی الرجوع فی موضع لا یصح رجوع من الموضع السابقہ السابقہ کا لہذا لفظ ایتہ  
جائز ہذا الاتفاق منہما جوہرہ واہب اور مویہ لہ نے رجوع پر اتفاق کیا اس موضع میں جس میں رجوع صحیح نہیں منجملہ مواضع سببہ سابقہ کے  
چنانچہ بیہ واہب کی قرابت میں تو ان دونوں کا اتفاق جائز ہے کذا فی الجوزہ و فی المجتبی لا تجوز الاقالہ فی البیہ والصدقہ فی المحارم الا بالقبض لانہا  
ہیتہ اور مجتبیٰ میں ہے کہ جائز نہیں اقالہ بیہ اور محارم کے صدقہ میں بدون قبض کے اس واسطے کہ اقالہ یہاں بیہ ہے تم قال وکل شئ یفسخہ  
الحاکم اذا اختص الیہ فذا حکم پھر صاحب مجتبیٰ نے کہا اور جس چیز کے عقد کو حاکم فسخ کر ڈالے جب کہ متعاقدین حاکم کے پاس جھگڑا لے جاویں  
تو اس کا یہی حکم ہے م یعنی در صورت نالیش جو عقد کہ لائق فسخ حاکم ہے اس میں اقالہ کرنا نافع نہیں بدون قبض کے کذا فی الطحاوی تبصرہ  
ولو وہب الدین لطفل المدیون لم یجز لانہ غیر مقبوض اور اگر طفل مدیون کو دین بیہ کرے تو جائز نہیں اس واسطے کہ دین غیر مقبوض ہے و فی  
الذکر قضی بطلان الرجوع لما نفع ثم زال المانع عاد الرجوع اور در میں ہے حاکم نے حکم کیا بطلان رجوع کا سبب کسی مانع رجوع کے پھر وہ  
مانع زائل ہو گیا تو رجوع عود کرے گا م زوجیت اور قرابت اور ہلاک عین اور موت اور عوض میں تو یہ نہیں ہو سکتا مگر خروج عن الملك میں ہو  
سکتا ہے جب کہ مویہ لہ کے پاس وہ چیز پھر آوے کذا فی الطحاوی تلفت العین المویہ و استحقیقاً مستحق و ضمن المستحق المویہ  
لہ لم یصح علی الواہب بما ضمن لانہ عقد تبرع فلا یصح فیہ السوۃ چیز مویہ تلف ہوگی اور اس کا کوئی اور شخص حقدار مالک ٹھہرا اور  
حقدار نے مویہ لہ سے تاوان لیا تو مویہ لہ واہب سے تاوان نہ بھرے گا اس واسطے کہ بیہ احسان کا عقد ہے نہ معاوضہ کا تو اس میں  
سلامت مویہ مستحق نہیں ہے م بیہ کی قید اس واسطے لگائی کہ معاوضات کے عقود میں تاوان دینے سے غرور یعنی فریب بائع وغیرہ کا  
ثابت ہوگا تو مشتری کو اپنے بائع سے رجوع بقدر ضمان جائز ہوگا اور اسی طرح ودیعت اور اجارے میں جب کہ ودیعت یا عین مستاجرہ تلف  
ہو جائے پھر ایک مرد اس کا مستحق ثابت ہوا اور مودع اور مستاجر سے تاوان لے تو دونوں شخص دافع سے تاوان بھریں گے کذا فی الطحاوی  
والاعارة کا لہذا ہنالان ضمن المستعیر کان لنفسه ولا غرور لعدم العقد وتماہتی العمدیۃ اور عاریت دینا بیہ کے مانند ہے اس مقام میں  
اس واسطے کہ قبض کرنا مستعیر کا عاریت پر اپنی ذات کے واسطے ہے اور یہاں غرور نہیں بسبب نہ ہونے عقد کے اور پورا بیان اس کا عادیہ



میں ہے م عقد نہیں یعنی عقد معاوضہ نہیں والا عاریت اور ہبہ میں عقد ضرور ہے خلاصہ مقام یہ ہے کہ اگر عاریت تلف ہو جائے اور اس کا کوئی اور مالک نکلے سوائے معیر کے اور مالک مستعیر سے تاوان بھرے تو مستعیر اس تاوان کو معیر سے نہیں لے سکتا و اذا وقت المبتدئ بشرط العوض لمعین فنی ہیبتہ ابتداءً فیشرط التقابل فی العوضین و یبطل العوض بالشیوع فیما یقسم بیع انتہاءً فشرط العیب و خيار الرویۃ و یؤخذ بالشفعۃ ہذا اذا قال ویتک علی ان تعوضنی کذا مالاً لوقال و ہبتک بكذا فنویع ابتداءً و انتہاءً اور جب کہ ہبہ واقع ہو بشرط عوض معین کے تو وہ باعتبار ابتدا کے ہبہ ہے تو دونوں عوضوں میں تقابل شرط ہوگا اور محتمل القسمۃ میں شائع ہونے سے عوض باطل ہوگا اور ہبہ بشرط عوض بیع ہے باعتبار انتہاء کے تو ہبہ عیب اور خيار الرویۃ سے پھیر دیا جائے گا اور شفوع سے لیا جائے گا یہ اس صورت میں ہے جب کہ واجب یوں کہے کہ میں نے تجھ کو ہبہ کیا اس شرط پر کہ تو مجھ کو فلاں چیز عوض دے اور اگر یوں کہے گا کہ میں نے تجھ کو ہبہ کیا بمقابلہ اس کے تو وہ بیع ہے باعتبار ابتدا کے بھی اور باعتبار انتہاء کے بھی م روبا عیب عوض اور عوض دونوں میں ہوگا اور اسی طرح خيار الرویۃ اور شفوع دونوں میں ثابت ہے اور جب کہ باعتبار ابتدا اور انتہاء کے ہبہ بیع ہوگا تو دونوں کی ملک اپنے حق میں ثابت ہوگی اور امتناع تسلیم جائز نہ ہوگا اور قبض شرط نہ رہے گا اور شیوع مضر نہ ہوگا کذا فی الطحاوی وقید العوض بكونه معیناً لانه لو كان محجولاً لبطل اشتراطه فیکون ہیبتہ ابتداءً و انتہاءً اور عوض میں مصنف نے معین ہونے کی قید لگائی اس واسطے کہ اگر عوض محجول ہوگا تو عوض کا شرط کرنا باطل ہوگا تو در صورت جمالت عوض ابتدا اور انتہاء کے دونوں اعتبار سے مقبوض ہبہ ہوگا نہ بیع فرغ مسئلہ ملحقہ شارح کا وہب الواقف ارصنا بشرط استبدالہ بلا شرط عوض لم یجز وان شرط کان کیس ذکرہ الناصحی واقف نے اس وقف کی زمین بلا شرط عوض ہبہ کی جس کا استبدال مشروط تھا تو جائز نہیں اور اگر استبدال اس کا مشروط تھا بوض ہبہ کے تو جائز بیع کے ہوگی ناصحی نے اس کو ذکر کیا ہے و فی الجمع واجاز محمد ہیبتہ مال طفله بشرط عوض مساد و منفاة قلت فیحتاج علی قولہما الی الفرق بین الوقف و مال الصغیر اور مجمع میں ہے اور جائز کہا ہے محمد بن حسن نے ہبہ کرنا اپنے طفل کا مال بشرط اس عوض کے جو قیمت میں برابر ہے موہوب کے اور شیخین نے اس کو منع کیا ہے میں کہتا ہوں تو شیخین رحمہ کے قول پر وقف اور مال صغیر کے درمیان میں فرق بیان کرنے کی حاجت ہوگی م یعنی وقف مشروط الاستبدال کا ہبہ بشرط عوض شیخین رحمہ کے نزدیک جائز ہے اور ہبہ مال طفل بشرط عوض جائز نہیں تو دونوں میں فرق بیان کرنا چاہیے طحاوی نے خیر الدین رحمہ سے یوں فرق مذکور کیا ہے کہ جب واقف نے استبدال شرط کیا اور وہ حاصل ہوتا ہے ہر ایک عقد معاوضہ سے تو ہبہ بشرط عوض داخل ہے واقف کی شرط میں بخلاف ہبہ مال ابن صغیر اس واسطے کہ ہبہ تو باعتبار ابتدا کے تبرع اور احسان ہے اور وہ ممنوع سے طفل کے مال میں احسان کرنے سے مطلقاً فصل فی مسائل متفرقة

یصل ہے ہبہ کے مسائل متفرقة میں وہب امۃ الاحملہا او علی ان یرد علیہ او لعیقمتا او لیتولد ما او وہب داراً علی ان یرد علیہ شیئاً منہا ولو معینا کثرت الدار اور لبعھا علی ان لیعوض فی الہبتہ والصدقۃ شیئاً منہا صحت الہبتہ و بطل الاستثناء فی الصوۃ الاولی و بطل الشرط فی الصور الباقیۃ لانه لبعض او محجول والہبتہ لا تبطل بالشرط لو نڈی ہبہ کی سوائے اس کے محل کے ہبہ کی اس شرط پر کہ لو نڈی واجب کو پھیر دے یا موہوب لہ اس کو آزاد کرے یا اس کو اپنی حرم بنا دے یا گھر ہبہ کیا اس شرط پر کہ گھر میں سے کچھ واجب کو پھیر دے اگر بعض معین ہو چنانچہ تھائی گھر یا چوتھائی یا اس شرط پر ہبہ کیا کہ ہبہ اور صدقے میں سے کچھ عوض دے تو ہبہ بیع ہے اور پہلی صورت میں استثناء محل باطل ہے اور باقی صورتوں میں شرط باطل ہے اس واسطے کہ شرط بعض موہوب ہے یا محجول ہے اور ہبہ

سے مترجم اول سے یہاں تسامح ہوا ترجمہ یوں چاہیے اگر ہبہ کرنے میں عوض شرط کر لیا تو یہ ہبہ بیع کے مانند ہوگا ۱۲

باطل نہیں ہوتا شرطوں میں مجبور ہونا کچھ اور صورتوں میں ظاہر ہے نہ صورت ثانیہ اور ثالثہ اور رابعہ میں تو ہدایہ کی یہ تعلیل بہتر ہے کہ یہ شرط مقتضائے عقد کے مخالف ہیں تو فاسد ہوئیں اور ہبہ باطل نہیں ہوتا شرط فاسدہ سے ولاتنس مامرن اشترط معلومیۃ العوض اور نہ مجبور اس مضمون کو جو معلومیۃ عوض سے مذکور ہو چکا ہے یعنی نہ حالت عوض کی مفید سے سراج میں اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جس عقد کی شرط قبض سے تو شرط اس کی مفید نہیں ہوتی چنانچہ ہبہ اور من کذانی الطحاوی اعترض محل ائمہ ثم وہبہا صح ولو دبرہ ثم وہبہا لم یصح لبقاۃ العمل علی ملک فان مشغولاً بغير خلاف الاول اپنی لونڈی کا محل آزاد کیا پھر لونڈی ہبہ کی تو صحیح ہے اور اگر محل کو مدبر کیا پھر لونڈی ہبہ کی تو صحیح نہیں بسبب باقی رہنے محل کے واہب کی ملک پر تو مویوب مشغول محل ہوا یعنی اور شرط ہبہ یہ ہے کہ مویوب مشغول نہ ہو واہب کی ملک سے بخلاف اول کے یعنی در صورت عقد محل واہب کی ملک پر جنین باقی نہ رہا تو مویوب مشغول بملک واہب نہ رہا لکن لا یصح لتعلق الابرار عن الدین بشرط محض کقولہ لمدیونہ اذا جاء غذا وان مت بفتح التاء فانتم برئ من الدین اوان مت من مرضک ہذا اوان مت من مرضی ہذا فانتم فی حل من مری فلو باطل لانه مخاطرة وتعلق جیسے صحیح نہیں تعلق ابرار دین کی شرط محض سے چنانچہ صاحب دین کا یوں کہنا اپنے مدیون سے کہ جب کل کا دین افسے یا تو مر جائے تو تو بری الذمہ ہے دین سے یا زوجه کا یوں کہنا اپنے زوج سے اگر تو مر جائے اپنے اس مرض سے یا میں مر جاؤں اپنے اس مرض سے تو تو میرے مرض سے پاک ہے ماخوذ نہیں تو وہ باطل ہے کیونکہ وہ مخاطرہ اور تعلق ہے مجبوری غد میں مخاطرہ نہیں مگر جب مجبوری غد کو بقاے دین کے ساتھ ملاحظہ کیجئے کذانی الطحاوی الا بشرط کان لیکون تجزیراً کقولہ لمدیونہ ان کان لی علیک دین ابراً تک عنہ صح تعلق ابرار کی بشرط محض صحیح نہیں مگر بشرط موجود تعلق صحیح ہے تاکہ تعلق تجزیر ہو جائے چنانچہ اپنے مدیون سے یوں کہنا کہ اگر میرا دین تجھ پر ہو تو میں نے تجھ کو بری الذمہ کر دیا صحیح ہے وکذا ان مت بضم التاء فانتم بری من ذواتی حل جاز وکان وصیۃ خانیۃ اور اسی طرح یہ تعلق کہ اگر میں مر جاؤں تو تو اس سے بری الذمہ ہے یا تو دین سے پاک ہے ماخوذ نہیں اور یہ قول وصیت ہوگا کذانی الخانیۃ ممرض مخصوص مشارالیه سے مرنا یعنی نہیں لہذا شارح نے اس کو وہاں مخاطرہ کہا اور مطلق موت یعنی الوجود ہے لہذا اس کو یہاں وصیت کہا جازا العمری للمعمرہ ولو رثتہ بعدہ لبطان الشرط ہبہ بطریق عمری جائز ہے اور مویوب اس کا مملوک ہے جس کو مدت العمر کے واسطے اور بعد اس کے اس کے وارث کا مملوک کر دیا بسبب باطل ہونے رد کی شرط کے ممرض یعنی اول یہ ہے کہ ایک شخص مثلاً اپنا گھر دوسرے کو دے کہ وہ گھر بھرا اس میں رہے پھر جب مویوب لہ مر جائے تو واہب یا اس کا وارث اس کو پھیر لے سو اس طرح کے دین سے مویوب لہ اور اس کے وارث مالک ہو جاتے ہیں اور پھر لینے کی شرط باطل ہے لا تجزئ الرقبی لاننا تعلق بالخطر رقبی جائز نہیں کیونکہ تعلق ہے خطر پر مرقبہ یعنی کہ میرا گھر تیرا ہے بطریق رقبہ یعنی اگر میں مر جاؤں تجھ سے پہلے تو وہ گھر تیرا ہے اور اگر تو مرے مجھ سے پہلے تو وہ میرا ہے امام اور محمد کا یہ قول ہے کہ یہ ہبہ جائز نہیں بسبب تعلق بالخطر کے اور ابو یوسف کا یہ قول ہے کہ ہبہ بطریق رقبہ صحیح ہے کیونکہ فی الحال تملیک ہے اور شرط باطل ہے اور پہلا قول صحیح ہے کذانی الطحاوی عن المصنفات واذا لم یصح یقولون عاریۃ شتمی لحدیث احمد وغیرہ من اعمری فی لعمرہ فی حیاتہ وموتہ

لا تزقوا من ارقب شیئاً فلو سبیل المیراث اور جب کہ رقبہ صحیح نہ ہو تو اس طرح کا دنیا عاریت ہوگا کذانی الشتمی جواز عمری اور عدم جواز رقبہ احمد بن حنبل وغیرہ کی اس حدیث سے ثابت ہے کہ جو شخص ہبہ کرے بطریق عمری تو اس کا مالک زندگی اور موت میں وہی شخص ہے جس کو گھر بھر کے واسطے دیا اور بطریق رقبہ نہ دیا کرو جو شخص بطریق رقبہ کے دے تو اس چیز کا طریقہ میراث کا طریقہ ہے یعنی رقبہ دینے والے کی میراث ہے بعث الی امراتہ متاعاً ہایا ایبا وبعثت ہی لہ ایضاً ہایا عوضاً للبتہ صرح بالعرض اولاً ثم اقرقاً بعد الزفاف و ادعی الزوج

انہ عاریتہ لایہیہ و سلف و ارادوا الاستر و ارادوا ای الاستر و ایضاً لیسترو کل منہا ما اعطی اذ لاہیہ فلا عوض زوج نے زوج کی طرف اسباب تحفہ بھیجا اور زوج نے بھی زوج کے واسطے تحفہ بھیجا ہبہ کے عوض خواہ اس نے عوض کی تصریح کی یا نہ کی پھر دونوں میں جدائی ہو گئی بعد زفاف کے اور زوج نے دعویٰ کیا کہ وہ اسباب عاریت تھا نہ ہبہ اور اس پر اس نے قسم کھائی اور اسباب کے پھیر لینے کا ارادہ کیا اور عورت نے بھی پھیر لینا چاہا تو دونوں میں سے ہر شخص نے جو دیا تھا سو پھیر لے اس واسطے کہ ہبہ نہیں سو بدلہ بھی نہیں یعنی اس نے ہبہ کی جہت سے عوض دیا تھا جب ہبہ باطل ہو تو عوض بھی باطل ہو گیا ولو استملک احدہما بالبعثۃ الاخرۃ ضمنہ لان من استملک العاریۃ ضمنہا خانیتہ اور اگر زوج یا زوجہ نے وہ اسباب تلف کر دیا جو دوسرے نے بھیجا تھا تو اس کا تاوان دے گا اس واسطے کہ جو عاریت کو تلف کر ڈالے وہ اس کا ضمان دے کذافی الخانیۃ استملک کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر متاع خود تلف ہو جائے گی تو تاوان لازم نہ ہوگا کذافی الطحاوی ہبۃ الدین ممن علیہ الدین والبرۃ عنہ یمت من غیر قبول اذالم یوجب الفسخ عقد صرف او سلم ہبہ کرنا دین کا اس شخص کو جس پر دین ہے اور دین کا معاف کر دینا دیوں سے تمام ہو جاتا ہے بدون قبول کرنے دیوں کے بشرطیکہ عقد صرف اور عقد سلم کے فسخ ہو جانے کا موجب نہ ہو م قبول کی اس واسطے حاجت نہیں کہ ہبہ دین اور ابراہم یعنی اسقاط ہے اور اسقاط میں قبول شرط نہیں اور اگر ابراہم عقد سلم یا عقد صرف کے فسخ کا موجب ہو چنانچہ رب السلم نے ابراہم یا صرف کے متعاقدین میں سے ایک شخص نے ابراہم یا صرف کے قبول کرنے پر موقوف ہوگا بسبب فوت ہونے اس قبض کے جو مستحق بالعقد ہے اور ایک عاقد کو فسخ میں اختیار نہیں لکن یرتد بالردنی المجلس وغیرہ لما فیہ من معنی الاسقاط وقیل یرتد بالمجلس کذافی الخانیۃ ہبہ اور ابراہم ہوتا ہے بلا قبول لیکن رد ہو جاتا ہے مجلس اور غیر مجلس میں رد کر دینے سے اس واسطے کہ اس میں معنی اسقاط ہے اور بعضوں نے کہا کہ رد کرنا مقید بمجلس ہے کذافی الخانیۃ معنی اسقاط تقیم کی تقیل ہے یعنی رد غیر مجلس اس واسطے صحیح ہو کہ اس میں معنی اسقاط ہے اس واسطے کہ تملیک محض کا رد مقید بمجلس ہے لکن فی الصیرفیۃ لو لم یقبل ولم یرتد فی افتراقہ بعد ایام رد لایرتد فی الصحیح لیکن صیرفیہ میں ہے کہ اگر دیوں ہبہ یا ابراہم قبول نہ کرے اور نہ رد کرے یہاں تک کہ دس اور دیوں جدا ہوں پھر بعد چند روز کے دیوں رد کرے تو قول صحیح میں رد نہ ہوگا صاحب عنایہ نے جو قول ثانی کی تصنیف کی ہے اس پر یہ استدراک ہے بعضوں نے اس کا یوں جواب دیا ہے کہ اگرچہ یہ قول صحیح ہے لیکن دوسرا قول صحیح ہے تو دو قول صحیح ٹھہرے کذافی الطحاوی لکن فی المجلس الاصح ان الہیۃ تملیک والا براد اسقاط لیکن مجتہدین میں سے صحیح تر قول یہ ہے کہ ہبہ تو تملیک ہے اور ابراہم اسقاط ہے یہ استدراک سے فقہاء کے اس قول پر کہ ہبہ اور ابراہم ایک وجہ سے اسقاط ہے اور ایک وجہ سے تملیک لیکن یہ استدراک قول مشہور کے مخالف ہے کذافی المجلسی تملیک الدین ممن لیس علیہ الدین باطل الا فی ثلث حوالہ و وصیۃ و اذا سلطہ لے سلط الملک غیر المدیون علی قبضہ اسے الدین فی صحیح حینئذ دین کا مالک کر دینا اس شخص کو جس پر دین نہیں ہے باطل ہے مگر تین صورتوں میں باطل نہیں حوالہ میں اور وصیت میں اور جب کہ مالک کر دین والا غیر مدیون کو قبض دین پر مسلط کر دے تو اب تملیک صحیح ہوگی م جب اس نے قبض پر مسلط کیا تو وہ قبیل قاضی ٹھہرا مولیٰ کے واسطے پھر اپنے واسطے کذافی الاشباہ حوالہ کی یہ صورت ہے کہ جب محال علیہ تحیل کا مدیون ہو اور وہ کسی شخص کو دین مذکور لا دے تو دین منتقل ہوگا تحیل کے ذمے سے محال علیہ کے ذمے پر اور وصیت کی یہ صورت ہے کہ ثلث مال کی وصیت کی اور ترکے میں دیوں ہیں تو موصیٰ لہ دیوں سے بقدر وصیت کے مالک ہوگا یعنی مطالبہ کا مالک ہوگا کذافی الطحاوی ومنہ ما لو وصیت من ابنا ما علی ابیہ فالصوتہ الصوتہ للتشیط اور منجد تملیک غیر مدیون سے یہ صورت ہے کہ اگر عورت نے اپنے فرزند کو ہبہ کیا وہ دین جو اس کے باپ پر ہے تو متحد صحت ہبہ ہے

بسبب مسلما کرنے کے لیے تسلیم بنا بر عادت کے مراد ہے اور ظاہر کلام یہ ہے کہ تسلیم فرزند بالفضل شرط نہیں اور فتاویٰ قاضی خاں میں ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ یہ ہر صحیح نہیں مگر جب کہ عورت ہر کرے اور اپنے فرزند کو قبض پر مسلط کرے تو اب جائز ہے اور فرزند کی ملک بعد قبض کے ثابت ہوگی اور اسی طرح ایشاہ میں ہے کذا فی الطحاوی و متفرع علی ہذا الاصل لو قضی دین غیرہ علی ان یكون لم یجز ولو کان وکیلا بالبیع فضولین اور اس اصل پر جو متن میں مذکور ہے یہ حکم متفرع ہوتا ہے کہ اگر غیر شخص کا دین ادا کرے اس شرط پر کہ دین اس کا ہو یعنی ادا کرنے والے کا تو جائز نہیں اگرچہ ادا کرنے والا بیع کا وکیل ہو کذا فی الفصولین م یعنی وکیل بیع موکل کو اپنے پاس سے متن ادا کرے تاکہ جو دین کہ مشتری کے ذمے پر ہے وکیل کا ہو تو صحیح نہیں و لیس منہ ما اذا اقر الدائن ان الدین لفلان وان اسمہ فی کتاب الدین عاریتہ حیث صح اقرارہ لکنونہ اخبارا لا تمیککا فللمقر قبضہ بزاتیہ وتمامہ فی الاشبہ من احکام الدین اور تملیک غیر مدیون سے یہ صورت نہیں جب کہ دائن یہ اقرار کرے کہ دین فلان شخص کا ہے اور اس کا نام یعنی میرا نام دین کے عسک میں بطریق عاریت کے ہے کیونکہ اس کا اقرار صحیح ہے یہ سبب اس کے اخبار ہونے کے نہ تملیک ہونے کے تو مقر کہ کو دین کا قبض کرنا جائز ہے کذا فی البرزازیہ اور پورا بیان اس کا ایشاہ میں ہے دین کے احکام سے ہم تو اگر مدیون مقر کہ کو دین دے گا تو بری الذمہ ہو جائے گا اور اسی طرح مقر کہ دے گا کذا فی المنع و کذا لوقال الدین الذی لی علی فلان لفلان بزاتیہ وغیرہا قلت وہو مشکل لانه مع الاضافۃ الی نفسہ کیون تملیک و تملیک الدین ممن لیس علیہ باطل قائمہ اور اسی طرح اقرار صحیح ہے اگر ایک شخص نے کہا کہ جو میرا دین فلان ہے وہ فلان شخص کا ہے کذا فی البرزازیہ وغیرہ ایسے کتابوں اور یہ تو مشکل ہے اس واسطے کہ اپنی ذات کی طرف نسبت کرنے سے تملیک ہوگی اور دین کی تملیک غیر مدیون کے واسطے باطل ہے تو اس کو تامل کر لے ہم جواب اشکال کا یوں ممکن ہے کہ مراد یہ ہے کہ میرا دین بحسب ظاہر فلان ہے پر ہے وہ نفس الامر میں فلان شخص کا ہے تو کچھ اشکال نہیں کذا فی الجلی و فی الاشبہ فی قاعدة لقرف الایمان مغربا لصلح البرزازیہ اصطلاحاً ان یتب اسم احدہما فی الدیوان فالعطاء لمن کتب اسمہ الخ اور ایشاہ میں سے لقرف امام کے قاعدے میں برزازیہ کی کتاب اصلاح سے منقول کہ دو شخصوں نے اتفاق اور صلح کی اس پر کہ دونوں شخصوں میں سے ایک کا نام دفتر سلطانی میں لکھا جائے تو عطا سلطانی اسی شخص کے واسطے ہوگی جس کا نام دفتر میں لکھا گیا الی آخرہ ہم مضمون عبارت برزازیہ یوں ہے جس شخص کی عطا دفتر میں سے وہ دو فرزند چھوڑ کر گیا دونوں نے اس پر اتفاق کیا کہ ایک کا نام دفتر میں لکھا جائے اور وہی عطا لیا کرے اور دوسرے کو عطا میں کچھ نہیں اور جو عطا لے وہ دوسرے کو کچھ مال دے تو یہ صلح باطل ہے اور بدل صلح اور عطا اس کو دیا جائے جس کے واسطے نام یعنی سلطان نے عطا مقر کی اس واسطے کہ استحقاق عطا سلطان کے اثبات سے ہے رضائے غیر کو اس میں دخل نہیں کذا فی الطحاوی والصدقة کالمیتر بجامع التبرع اور صدقہ ہبہ کے باندھے بواسطہ اشتراک تبرع کے یعنی جس طرح ہبہ عطا ہے غیر واجب ہے اسی طرح صدقہ ہے لہذا دونوں احکام میں یکساں ہیں و حیث لا یصح غیر مقبوضۃ و لاتی مشاع یقسم اور اس وقت میں یعنی جب کہ صدقہ ہبہ کے مانند ہوا تو صدقہ بدو قبض کے صحیح نہیں یعنی تمام نہیں اور نہ مشاع محتمل القسمۃ صحیح ہے ولا رجوع فیہا ولو علی عینی لان المقصود فیہا الثواب لا العوض اور صدقہ دے کر پھر لینا جائز نہیں اگرچہ مالدار کو صدقہ دیا ہو اس واسطے کہ صدقہ میں مقصود ثواب ہے نہ عوض لینا یعنی برخلاف ہبہ لہذا اس میں رجوع جائز ہے ولو اختلفا فقال الواہب ہبۃ والاخر صدقۃ فالقول للواہب خانیۃ اور اگر دو شخصوں نے اختلاف کیا واہب نے تو کہا ہبہ ہے یعنی جو میں نے تجھ کو دیا وہ ہبہ ہے تو مجھ کو پھر لینا جائز ہے اور دوسرے شخص نے کہا صدقہ ہے یعنی پھر لینا جائز نہیں تو واہب ہی کا قول مقبول ہوگا کذا فی الخانیۃ فائدہ جلیدہ سید جموی نے کہا کہ جان رکھ کہ تملیک بمعنی ہبہ ہوتی ہے اور قبض کرنے سے تمام ہوجاتی ہے

اور جب تک تملیک قبض اور تسلیم سے خالی ہو تو اس میں علما کا اختلاف سے بعضوں نے کہا جائز ہے اور بعضوں کے نزدیک جائز نہیں لقیاس علیٰ الہنیۃ اور اکثر علما اس پر ہیں کہ تملیک جائز ہے بدون تسلیم کے اور تملیک غیر مہربہ ہے اس واسطے کہ تملیک اور مہربہ دو شے ہیں باعتبار نام کے بھی اور باعتبار حکم کے بھی نام کی مغائرت تو ظاہر ہے اور حکم کی مغائرت اس واسطے ہے کہ اگر درختوں پر گئے پھولوں کو مہربہ کرے تو جائز نہیں اور اگر تملیک کا اقرار کرے تو جائز ہے تو ثابت ہوا کہ تملیک صحیح ہے بدون تسلیم کے اور تملیک مہربہ کی غیر ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہے اور اسی پر لوگوں کا عمل ہے اور مقرر کی موت بمنزلہ تسلیم کے ہے بالاتفاق چنانچہ مفتاح میں ہے انتہی کذا فی الطحاوی ۱۰۰

فروع مسائل لمحققہ شارح کے کتب قصۃ الی السلطان یسألہ تملیک ارض محدودۃ فامر السلطان بالتوقيع فکتب کاتبہ جعلتہا مکالہ بل یتحتاج الی القبول فی المجلس القیاس نعم لکن لما تعذر الوصول الی القیم السؤال بالقصۃ مقام حضورہ ایک شخص نے اپنا حال بادشاہ کو لکھا اس سے تملیک ارض محدود کی طلب کی سو بادشاہ نے فرمان لکھ دینے کا حکم کیا سو اس کے منشی نے لکھ دیا کہ اس زمین کا میں نے اس کو مالک کر دیا تو اس تملیک میں قبول مجلس کی حاجت ہے یا نہیں جواب اس کا یہ ہے کہ ہاں قیاس یہ ہے کہ قبول فی المجلس کی حاجت ہے لیکن ہر گاہ کہ پوچھنا ہر شخص کا بادشاہ تک متعذر ہے سوال بالقصۃ حاضر ہونے کے قائم مقام کر دیا گیا م وجہ قیاس یہ ہے کہ تملیک محتاج ہے قبول فی المجلس کی بہتر یہ تھا کہ شارح مقام حضورہ کے مقام پر مقام قبولہ کتا کذا فی الطحاوی اعطت زوجا مالا بسوالہ لیتوسع فظفر بہ بعض غرماہ ان کانت

وہبتہ او اقرضتہ لیس لہا ان تسترد من الغریم وان اعطتہ لیتصرف فیہ علی ملکہا فلما ذلک لالہ زوجہ نے اپنے زوج کو مال دیا اس کے سوال پر تاکہ زوج وسعت کرے مصارف میں پھر اس مال کو زوج کا بعض قرض خواہ پا گیا اگر زوجہ نے اس کو مال مذکور سپہ کیا ہو یا اس کو قرض دیا ہو تو زوج کو قرض خواہ سے پھیر لینا جائز نہیں اور اگر اس نے دیا ہو تاکہ زوج اس میں تصرف کرے زوجہ کے مالک ہونے پر تو عورت کو زوج کے قرض خواہ سے پھیر لینا جائز ہے نہ زوج کو دفع لایبہ مالا لیتصرف فیہ ففعل وکثر ذلک فمات الاب ان اعطاه ہبتہ

فالکل والامیراٹ وتمامہ فی جوامع الفتاویٰ ایک شخص نے اپنے فرزند کو مال دیا کہ وہ اس میں تصرف کرے سو اس نے تصرف بطریق تجارت کے کیا اور مال زیادہ ہو گیا پھر باپ مر گیا اگر باپ نے اس کو مال مہربہ کیا ہو تو تمام مال فرزند کا ہے اور نہیں تو میراث ہے یعنی وہ

مال سب وارثوں میں قسمت ہوگا اور پورا بیان اس کا جوامع الفتاویٰ میں ہے بحث الیہ ہدیۃ فی اناء بل یباح اکھاذہ ان کان شریدا وکوفہ

مما حولہ الی اناء آخر ذہبت لذتہ یباح والافان کان بنیما انبساط یباح ایضا والافلا ایک شخص نے دوسرے کو کھانا تحفہ بھیجا برتن میں کیا

اس کا کھانا لینا برتن میں مباح ہے یا نہیں جواب یہ ہے کہ اگر کھانا شریدا ہو یعنی روٹی شوربے میں بھگی ہو یا مانند اس کے اس قسم کا کھانا

کہ اگر اس کو دوسرے برتن میں کیجیے تو لذت اس کی جاتی رہے تو اس میں کھالینا جائز ہے اور اگر دوسرے برتن میں کرنے سے لذت

نہ جاتی ہو تو اگر دونوں شخصوں میں بے تکلفی ہو تو بھی اس میں کھانا مباح ہے اور نہیں تو مباح نہیں م فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ جب

تحفہ بھیجا برتن میں اور پھر دینا طرف کا رواج اور عادت ہو چنانچہ پیالے اور تھیلے وغیر ذلک تو وہ شخص اس کا مالک نہ ہوگا اور اگر عادت

طرف پھیر دینے کی نہ ہو جیسے ڈالیاں پھولوں کی تو طرف بھی تحفہ ہے اور اس کا پھیر دینا لازم نہیں پھر جب تحفہ نہ ٹھہرے گا تو امانت ہوگا

وفاقوا الی طعام و فرقم علی اخونہ لیس لاہل خوان مناو لہ اہل خوان آخر ولا اعطاء سائل و خادم و ہرۃ لیریب المنزل و لکلب و لولوب

البیت اما ان یأولہ الخبز المحترق للاذن عادیۃ و تمامہ فی الجمرۃ ایک شخص نے ایک قوم کے کھانے کی دعوت کی اور لوگوں کو جدا جدا

ف تملیک اور مہربہ دو چیزیں ہیں

خوانوں پر بانٹ دیا تو ایک خوان والے کو دوسرے خوان والے کو کچھ اپنے پاس سے کھانا دینا جائز ہے اور نہ سائل اور خادم اور غیر حسب خانہ کی ملی کو دینا جائز ہے اور نہ کتے کو دینا جائز ہے اگرچہ صاحب خانہ کا کتا ہو مگر یہ کہ اس کو جلی روٹی دے تو جائز ہے کیونکہ عادت میں اس کا اذن ثابت ہے اور پورا بیان اس کا جوہرہ میں ہے فقہ نے کہا کہ قیاس تو یہی ہے اور استحسان میں یہ ہے کہ جو شخص اس ضیافت میں ہو اس کا دینا جائز ہے اور اسی قول کو ہم لیتے ہیں چنانچہ عالمگیری میں ہے خادم سے مراد وہ خادم ہے جو دستار خوان پر کھڑا ہو کذا فی الجوهرة تو معلوم ہوا کہ صاحب خانہ کا خادم مراد ہے پھر جب اس کو دینا درست نہ ہو تو اور خادم کو بطریق اولیٰ دینا جائز نہ ہوگا جوہرہ میں ہے کہ ایک نے دوسرے کو خط لکھا اور اس میں یہ لکھا کہ اس کی پشت پر جواب لکھے تو مکتوب الیہ کو اس خط کا پھر دینا لازم ہوگا اور اس کو اس میں تصرف کرنا درست نہ ہوگا اور اگر جواب پشت خط پر طلب نہیں کیا تو مکتوب الیہ خط کا مالک ہوگا کذا فی الطحاوی و فی الاشبہ لاجبر علی الصلوات اور اشباہ میں ہے کہ جبر نہیں صلوات جمع ہے صلہ کی اور صلہ عبارت ہے ادا سے مال سے بلا مقابلہ عوض مال کے چنانچہ زکوٰۃ اور نذر اور کفارہ کذا فی الطحاوی عن المعراج الا فی اربع شفعۃ و نفقۃ زوجہ و عین موصی بہا و مال وقف صلوات پر زبردستی نہیں مگر چار صلوات پر زبردستی ہے شفعۃ میں اور زوجہ کے نفقہ میں اور اس چیز میں جس کی وصیت کی گئی اور وقف کے مال میں مگر مشتری پر تسلیم معارف واجب ہے شفعہ کو باوجود کہ شفعۃ صلہ شرعی ہے ولذا اگر شفعہ مر جائے تو شفعہ باطل ہو جاتا ہے اور نفقہ زوجہ اگرچہ صلہ ہے ایک راہ سے لیکن دوسری راہ سے عوض ہے کیونکہ وہ اجناس کا بدلہ ہے اور اسی طرح ناظر پر تسلیم مال واقف واجب ہے اگرچہ وہ صلہ محض ہے اگر مقابلہ عمل کے نہ ہو اور پانچویں صورت نفقہ اقارب کی ہے اور چھٹی صورت ادا سے دیت ہے عاقلہ پر کیونکہ ایجاب عاقلہ پر بطریق صلہ کے ہے کذا فی الطحاوی وقد حررت ابیات الوہبانیۃ علی وفق مانی شرجہ اللشر بنیالی فقلت ۵ وواہب دین لیس یرجع مطلقاً ۶ وابرار فری نصف یصح المحرم ۷ اور البیتہ میں نے ابیات وہبانیہ کی تحریر اور تصحیح کی ہے شرجہ بنیالی کی شرح کے موافق تو میں نے یوں کہا اور دین کا مہر کرنے والا رجوع نہیں کرتا ہر طرح یعنی خواہ مدیون قبول کرے یا نہ قبول کرے اور نصف دین والے کا ابرا کرنا صحیح ہے اور یہی قول محرر اور محقق ہے مگر ابرا نصف دین کی یہ صورت ہے کہ دو شخصوں کا دین مشترک ہو ایک شخص پر پھر ایک شخص دین معاف کر دے تو اگر دائن یوں کہے کہ میں نے اپنا حصہ معاف کر دیا تو یہ بالاتفاق صحیح ہے اور اگر یوں کہا بلا اضافت کہ میں نے نصف دین معاف کر دیا تو ظاہر الراویہ یہ ہے کہ پہلی صورت کی طرح اس کا تمام حصہ معاف ہوگا اور بعضوں نے کہا کہ نصف نصف یعنی چارم دین معاف ہوگا کذا فی الطحاوی ۵ علی جمہا او ترکہ ظلمہ لہا ۶ اذا وہبت مہرا ولم یوف کخیرہ ۷ جب کہ عورت نے اپنے زوج کو مہر مہر کیا اپنے حج کروانے پر یا زوج کے ظلم نہ کرنے پر اور زوج نے شرط مذکور پوری نہ کی تو زوج کو نقصان ہوگا م صورت اس کی یہ ہے کہ بشرط حج کروانے عورت کے یا ترک ظلم کے عورت نے مہر اپنا معاف کیا اور زوج نے قبول کیا پھر نہ اس کو حج لے گیا نہ ظلم کرنا چھوڑا تو مہر کمال سابق باقی رہے گا اس واسطے کہ عورت ترک مہر پر راضی نہ تھی مگر شرط مذکور سے پھر جب شرط فوت ہوئی تو رضامندی فوت ہو گئی یہی قول مفتی ہے ہاں اگر زوج تادیب مستحق پر زوجہ کو مارے گا تو البتہ مہر معاف ہو جائے گا اس واسطے کہ جوحتی زوج ہے وہ ظلم نہیں کذا فی شرح الوہبانیۃ لعلہ البرہ ۵ معلق تطلیق بابر مہر ۶ و النکاح اخری لو یرد فنیظفر بہ طلاق کا معلق کرنے والا عورت کے ابرا مہر دوسری عورت کے نکاح کرنے پر اگر ابرا کو رد کرے تو ظفر بابر ہوگا یعنی طلاق نہ واقع ہوگی م صورت اس کی یہ ہے کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ جب میں تیرے اوپر دوسری عورت کا نکاح کر دوں اور تو اپنا مہر مجھ کو معاف کر دے تو تو طابق ہے پھر جب زوجہ نے مہر سے ابرا کیا تو زوج نے ابرا قبول نہ کیا تو طلاق نہ واقع ہوگی یہ مسند وہبانیہ میں نہیں بلکہ شرجہ بنیالی نے اس کو ظلم کیا ہے و ان یقضی الانسان مال مبیعہ ۶

قاریو خدمتہ کالدین اظہرہ اور اگر آدمی نے اپنے بیع کمال یعنی شن اس کا لیا پھر شن اس کا معاف کر دیا تو شن مذکور اس سے پھر لیا جائیگا مانند زمین کے یہ قول ظاہر تر ہے مابراشن کی یہ صورت ہے کہ کوئی چیز بیچی اور مشتری سے اس کا شن قبض کیا پھر بائع نے مشتری کو شن معاف کر دیا بعد قبض کے تو برا بیع ہے اور مشتری نے جو شن دیا تھا اس کو بائع سے پھر لے گا اسی طرح اگر دائن بعد قبض دین مدیون کو دین معاف کر دے تو مدیون اس سے دین پھر لے گا۔ دین دون ارض فی البناء صحیحہ و عندی فیہ وقفہ فحیورہ اور زمین کے سوا فقط عمارت میں ہبہ کرنا صحیح ہے اور میرے نزدیک اس میں وقف اور تامل ہے تو اس کی تخریج اور تحقیق کرنا چاہیے قلت وجہ توفیقی تھریجیم فی کتاب الرهن بان رهن البناء دون الارض و عکسہ لا یصح لانہ کا شائع قائلہ میں کہتا ہوں اور میرے توقف کی وجہ سے مذکورہ میں تھریج کرنا فقہا کا ہے کتاب الرهن میں اس مسئلے کا کہ رهن رکھنا عمارت کا بدون زمین کے اور زمین کا رهن رکھنا بدون عمارت کے صحیح نہیں اس واسطے کہ یہ شائع کے مانند ہے تو اس میں تامل کہ اصل وقف عمارت پر شائع و بیان سے ہے شارح مذکور نے کہا کہ مسئلہ عمارت بلا ارض وغیرہ اور فیہ اور تم سے منقول ہے اور دلیل مسئلے کی تتمہ میں یوں مذکور ہے کہ مشتری جب ہبہ کرے تو زمین مولیٰ ہے اور بائع نے ہبہ کو عمارت اس کی ہبہ کی ہے اور شفیق کہے بلکہ تو نے زمین اور عمارت دونوں مولیٰ ہیں تو مشتری کا قول مقبول ہوگا پھر شارح نے کہا کہ میرے نزدیک استدلال میں نظر ہے اس واسطے کہ یہاں کی صحت تقدم ملک ارض سے حاصل ہوئی ہے اور لائق یہ ہے کہ ہبہ عمارت کا بدون ارض صحیح نہ ہو اس واسطے کہ قبض شرط ہے ہبہ میں اور یہ بمنزلہ مشاع کے ہے بقریج مسئلہ کتاب الرهن کہ رهن عمارت بلا ارض و بالعکس صحیح نہیں کیونکہ بمنزلہ مشاع کے ہے انتہی اور کافی میں ہے کہ اگر غلہ مزروع ہبہ کیا زمین میں اور پھیل درخت پر اور زیور تلواریں اور مس رست گھر میں اور من بھراناج ڈھیر سے اور موبوب لہ کو کھیت کاٹنے اور پھیل توڑنے اور زیور اکھیر نے اور عمارت ڈھانے اور اناج توڑ لینے کا امر کیا اور موبوب لہ نے امر کے موافق عمل کیا تو ہبہ صحیح ہے استحسان کی وجہ سے گویا اس نے علیحدہ کرنے کے بعد ہبہ کیا اور اگر وہ قبض کا اذن نہ دے اور موبوب لہ ویسا کہے تو تاوان اس پر لازم ہوگا انتہی تو مدار تحقیق اس تفصیل پر پھر اور کافی کا کلام فیصد توقف میں کافی ہوگا یعنی صحت ہبہ عمارت بلا ارض اس صورت میں ہے جب کہ واجب نے عمارت ڈھانے اور قبض کرنے کا امر کیا اور موبوب لہ نے اس پر عمل کیا کذا فی الطحاوی واشرت باظہر لسانی العادیۃ عن خواہر زاوہ انہ لایرجح واختارہ بعض المشائخ اور اشارہ کیا میں نے بلفظ اظہر جو تھی بیت میں اس قول ضعیف کی طرف جو عادیہ میں ہے خواہر زاوہ سے کہ بعض قبض شن مشتری بائع سے عین نہ پھر لے اور بعض مشائخ نے اس قول کو پسند کیا ہے و بیظرفی بکاح ضررہا لانہ برہہ للابراء البطر فلا حث فلیحفظ اور بلفظ بیظرف اشارہ کیا تیسری بیت میں یعنی زوج کی سوت کے ساتھ نکاح کرنے پر زوج ظفریاب ہوا اس واسطے کہ ابراہ کے رد کرنے سے اس نے تعلیق طلاق کو باطل کر دیا تو قسم نہ ٹوٹی سو اس کو باہر رکھنا چاہیے حاکمہ تا نا خانہ میں ہے طحاوی نے کہا کہ اگر تحفہ اور بدیہ ایسا ہو کہ قسمت کا محتمل نہ ہو چنانچہ کپڑا یا اس قسم سے ہو کہ فی الحال ماکول نہ ہو چنانچہ گوشت اور مانند اس کے تو اپنے ہم نشینوں اور ساتھیوں کو اس میں سے کچھ نہ دے اور اگر فی الحال کھانے کے لائق ہو تو صحبت والوں کو اس میں سے کچھ نہ دے اور باقی اپنے اہل و عیال کو واسطے رکھے سراج و سراج میں سے ایک مرد مرگیا سو دوسرے شخص نے اسکے فرزند کو کپڑا بھیجا اسکے کفن کو واسطے تو اس کپڑے کا مالک فرزند ہوگا کہ اور کپڑے سے کفن اسکا کرے اور وہ کپڑا اس کے واسطے رکھے چھوڑے یا مالک نہیں جو لب یہ ہے کہ اگر میت بزرگ شخص ہو جس کی تکفین سے برکت لینا منظور ہو بسبب اس کے علم یا پرہیزگاری کے تو فرزند اس کا مالک نہیں اور اگر دوسرا کفن دیکھا تو کپڑے کا پھر دینا اس پر واجب ہوگا اور اگر ایسا نہیں تو فرزند کو جائز ہے کہ کپڑے کو جہاں چاہے صرف کرے کذا فی الطحاوی وائتد سبحانہ اعلم واستغفر اللہ العظیم اکرم وصلی اللہ علی سیدنا وشفیعنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین



انوالہ

75821 - 10114







## کتابخانہ الکتب ابو ایوب الانصاری ٹیلیگرام چینل

قارئین کرام! اس چینل میں مختلف فنون پر اردو، عربی، فارسی، ہندی اور انگریزی زبان میں کتابوں کا ایک عظیم ذخیرہ دستیاب ہے، آپ ان کتابوں سے خود بھی استفادہ کریں اور صدقہ جاریہ کی نیت سے اپنے احباب کو بھی شیئر کریں۔

♣ Join & Share ♣

[https://telegram.me/abu\\_ayyub\\_al\\_ansari\\_library](https://telegram.me/abu_ayyub_al_ansari_library)

♣ Contact Us ♣

[abuayyubalansarilbrary@gmail.com](mailto:abuayyubalansarilbrary@gmail.com)

### ♣ فہرست فنون ♣

- |                   |                     |                |
|-------------------|---------------------|----------------|
| 13- سفرنامے       | 7- خطبات            | 1- قرآنیات     |
| 14- لغات          | 8- تاریخ            | 2- حدیثیات     |
| 15- طب            | 9- ادب              | 3- فقہیات      |
| 16- درسیات        | 10- مضامین و مقالات | 4- عقائد و فرق |
| 17- قصص و واقعات  | 11- تربیت و اصلاح   | 5- سیرت نبوی ﷺ |
| 18- رسائل و جرائد | 12- جنرل ناچ        | 6- سوانح       |
|                   | 19- متفرقات         |                |